

قرآن کریم کے ہم معنی الفاظ کا لغوی فرق
قرآن فہمی کے لئے ایک منفرد اور نادر تحقیق

مُتْرَادِفَاتُ الْقُرْآن

تالیف

مولانا عبدالرحمن کیلانی مدظلہ

مُتْرَادِفَاتُ الْقُرْآن

www.KitaboSunnat.com

مکتبۃ السلام
سٹریٹ نمبر ۲۰ دکن پورہ لاہور

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب.....

عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

قرآنِ کریم کے ہم معنی الفاظ کا لغوی فرق
قرآنِ فہمی کے لیے ایک منظر اور مادہ تحقیق

مُتْرَادِفَاتُ الْقُرْآنِ

تالیف

مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ



مکتبۃ السلام سٹریٹ نمبر ۲۰ سن پورہ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

متراوفات القرآن مع الفروق اللغویۃ	نام کتاب:
مولانا عبدالرحمان کیلانی	مصنف:
مئی 2009ء	طبع و پیم:
1100	تعداد:
ڈاکٹر حبیب الرحمن کیلانی	زیر سرپرستی:
پروفیسر نجیب الرحمن کیلانی فون: 7844157	زیر اہتمام:
ڈاکٹر حافظ شفیق الرحمن کیلانی۔ انجینئر حافظ عتیق الرحمن کیلانی	ناشر:
انٹرنیشنل دارالسلام پرنٹنگ پریس لاہور	مطبع:
450 روپے	قیمت:

ناشر: **مکتبۃ السلام** سٹریٹ نمبر 20، وائن پورہ لاہور

فون: 7844157-7280943

www.KitaboSunnat.com

دستی بیس



کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض - حیدرہ - شارجہ - لاہور
لندن - میونسٹی - نیو یارک

ہیڈ آفس و مرکزی شوزوم 36 - لوہڑال سیکرٹریٹ ٹاؤن لاہور

فون: 711 1023, 711 0081, 723 2400, 724 0024, ٹیکس: 735 4072

E-mail: darussalampk@hotmail.com Website: www.dar-us-salam.com

شوزوم اردو بازار | آؤٹسٹوٹ مغربی سٹریٹ | آؤٹسٹوٹ لاہور۔ فون: 712 0054 ٹیکس: 732 0703



پیش لفظ

سبب تالیف:

مجھے غم یاد ہے کہ بچپن میں جب میں چوتھی پانچویں جماعت سکول میں پڑھتا تھا تو میرے والد مرحوم مجھے رات کو ترجمہ قرآن کریم اور عربی گرامر کے ابتدائی قواعد بھی پڑھایا کرتے تھے۔ اس طرح بچپن ہی میں ایک بار ترجمہ ختم کیا۔ بڑا بھواتو از سر نو قرآن کریم کے مطالعہ کا ذوق پیدا ہوا۔ میں نے دیکھا کہ قرآن کریم کے بہت سے الفاظ کا اردو زبان میں صرف ایک ہی لفظ سے ترجمہ کر لیا جاتا ہے، مثلاً خوف، خشیتہ، حذر و وجلہ و جس تقویٰ اور دھب وغیرہ سب الفاظ کا ترجمہ ”ڈرنا“ ہی لکھا جاتا ہے۔ طبیعت میں جستجو کا ذوق تو تھا ہی، میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ قرآن کریم کے ایسے مترادف الفاظ کا ذیلی فرق کیا ہے؟ لیکن بسا اوقات مایوسی ہی ہوتی۔ پھر میں نے علماء کی طرف رجوع کیا تو مجھے حیرانی ہوئی کہ اس سلسلہ میں اکثر علماء کا ذہن بالکل صاف ہے۔ اور انہوں نے یہ فرق معلوم کرنے کی کبھی کوشش ہی نہیں فرمائی۔ تھوڑے ہی ایسے حضرات دیکھے جو اس پہلو پر بھی توجہ فرماتے ہیں۔ ایسے قلیل حضرات میں سے مولانا عزیز زبیدی صاحب پہلے شخص ہیں جن میں نے استفادہ کیا۔ تاہم اصل مسئلہ لاخیل ہی رہا۔

www.KitaboSunnat.com

پھر میں نے مختلف کتب لغت کا مطالعہ شروع کیا۔ کچھ کتابیں ایسی تول لگیں جن میں عربی زبان کے مترادف الفاظ کو یکجا کر دیا گیا ہے مگر ان کا ذیلی فرق بتلانے کی شاید ضرورت ہی نہ سمجھی گئی۔ اس سلسلہ میں پہلی کتاب، جس سے مجھے کچھ امید کی کرن نظر آئی وہ مفردات امام راجعب ہے۔ امام موصوف نے اس کتاب میں بعض مقامات پر ایسے اشارات دیے ہیں جو اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہیں۔ مگر چونکہ امام موصوف کا اصل موضوع قرآن کریم کے مفرداتوں کے معانی پر بحث کرنا تھا، اس کا ذیلی فرق بتلانا نہیں تھا۔ اس لیے اصل مسئلہ کے بہت سے پہلو کشنہ کے تشنہ ہی رہے۔ امام موصوف نے اس کتاب کے مقدمہ میں خود ہی لکھ دیا تھا کہ:

”ان شائندہ بشرط زندگی، اس کے بعد ایک ایسی جامع کتاب کی پیشکش کا ارادہ رکھتے ہیں جس میں الفاظ مترادف کی تحقیق اور ان کے معانی میں جو فرق پایا جاتا ہے اسے بالوضاحت بیان کیا جائے گا۔ جس سے قرآن مجید کے ایک ہی مضمون میں استعمال کردہ مختلف الفاظ، مثلاً ایک جگہ

قلب دوسرے موقع پر فرخو آگے اور تیسرے مقام پر صَدَّہ کا لفظ استعمال کرنے میں کیا مصلحت ہے، کی توجیہ معلوم ہو سکے۔ اسی طرح وہاں ہم یہ بتلا نہیں گے کہ ایک ہی تھکر کے خاتمہ پر قرآن میں ایک جگہ ان فی ذلک آیات لقوم یؤمنون (۱۶) اور دوسرے مقام پر لقوم یتنکرون (۲۶) اور تیسرے پر لقوم یعلمون (۳۶) اور کہیں لقوم یفہمون مذکور ہے تو اس میں کونسی اظہار پائی جاتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس قرآن میں لاؤلی الابصار لیدیٰ حجبوا اور لاؤلی النہی وغیرہ جو مختلف مقامات پر استعمال ہوئے ہیں اور انہیں دیکھ کر سطحی اور ظاہر بین حضرات غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور وہ انہیں مترادف الفاظ قرار دے کر زعم خود سمجھتے ہیں انہوں نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کی تفسیر الشُّکْرُ لِلّٰہِ یا لا زینب کی تفسیر لا شکر سے بیان کر کے بس قرآن مجید کی تفسیر کا پورا پورا حق ادا کر دیا۔

مفردات کے بعد امام موصوف نے ایسی پچاس کی تھی یا نہیں، یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ لیکن جنہوں کے باوجود مجھے کم از کم کسی ایسی کتاب کا علم نہیں ہو سکا۔ اور اگر مل بھی جاتی تو اس سے صرف عربی دان حضرات اور علماء ہی فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ اور میں یہ چاہتا تھا کہ کوئی ایسی کتاب ہوئی چاہے جس سے اردو ان حضرات بھی مستفید ہو سکیں۔ لہذا میں نے اپنی بے اجناسی کے باوجود ایسی کتاب مرتب کرنے کا ارادہ کر لیا۔ مثل مشور ہے کہ جو بندہ یا بندہ باشد بے تو مجھے بھی آہستہ آہستہ کچھ ایسی کتب مل گئیں جس سے شکل سامان ہوتی گئی۔ اس سلسلہ میں دوسری کتاب البزانت و عبد الملک بن محمد الثعالبی کی تصنیف "فہم اللغة" ہے۔ اس کتاب سے بھی بس اشارات ہی ملتے ہیں مثلاً وہ ایک فصل فی التَّسْوِیْطِ "تاکم کر کے اس کے تحت پانچ جملے لکھوتے ہیں (۱) ذم اناب البعین (۲) ہوی النجم (۳) انقض الجدان (۴) حَوَّ التَّسْقِن اور (۵) طاح الفص۔ اب دیکھیے کہ ان پانچ جملوں میں سے پہلے اور آخری جملے کا قرآن کی لغت سے کوئی تعلق نہیں۔ دوسرے تیسرے اور چوتھے جملے سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ ستارے کے گرنے کے لیے ہوی او یوار کے گرنے کے لیے انقض اور چھت کے گرنے کے لیے حَوَّ کا لفظ استعمال ہو گا۔ ان کے ذیلی فرق کی وضاحت یہاں بھی نہیں ملتی۔

www.KitaboSunnat.com

تیسری کتاب جو اس سلسلہ میں مفید ثابت ہوئی وہ ابو ہلال عسکری کی تصنیف "الفروق اللغویہ" ہے۔ یہ صاحب مترادف الفاظ کا ذیلی فرق تو بیان کرتے ہیں مگر صرف دو الفاظ میں یا زیادہ سے زیادہ بعض دفعہ تین الفاظ میں۔ مثلاً وہ حَوَّ اور حَشِیۃ کا فرق الگ بتلا نہیں گے۔ حَوَّ اور دھبۃ کا الگ، حَشِیۃ اور شفقۃ کا الگ۔ اور تسخوین اور اشدار کا الگ۔ لیکن جب ان سب الفاظ کو اکٹھا پیش کر کے ان کا ذیلی فرق بتلا نہ پڑے تو خاصی الجھن پیش آتی ہے۔ تاہم اس کتاب سے بھی میں نے مستفید استفادہ کیا ہے۔ یہ کتاب بھی نہایت مختصر ہے۔ جملہ قرآنی ماووں اور ان کے معنی کو محیط نہیں۔

ماوہ کے بنیادی معنی۔ قدیم اور جدید لہجان

لہجہ قدیم کتاب و جدید کتاب سے مراد ہے۔ لہجہ قدیم و جدید کے معنی یہ ہیں کہ ان الفاظ کی تفسیر۔ اس کتاب کی

نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ایک مادہ کے بنیادی معنی ایک کے بجائے دو یا تین (جیسی بھی صورت ہو) پیش کر دیتے ہیں۔ پہلے ادوار میں رجحان یہ رہا ہے کہ کسی عربی مادہ کا ایک بنیادی اور مرکزی معنی تلاش کر لیا جائے پھر اس کے تمام مشتقات کے معنوں میں تباہ کن اور پھینچ مان کر بنیادی معنوں سے ربط قائم کیا جائے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بعض مادے ثلاثی مزید فیہ میں جا کر اپنے اصل معانی کو بالکل چھوڑ جاتے ہیں۔ مثلاً کَلَمَہ کا معنی زخمی کرنا اور کَلَمَہ کے معنی بات چیت کرنا ہے۔ جَاب (جوب) کے معنی تراشا ہے جبکہ اَجَاب کے معنی جواب دینا یا قبول کرنا ہے۔ عَذَب کے معنی پانی کا ملیٹھا اور خوشگوار ہونا ہے۔ اور عَذَاب کے معنی سخت سزا دینا ہے۔ قَتَعَ کے معنی قناعت کرنا یا تھوڑے حصہ پر مطمئن ہو جانا ہے۔ اور اَقْتَنَعَ کے معنی سراٹھا کر سامنے دیکھنا اور نیچے نظر نہ کرنا ہے۔ غرض عربی لغت اور اسی طرح قرآن کریم میں بہت سے ایسے مادے موجود ہیں کہ وہ جب ثلاثی مزید فیہ کے ابواب میں جاتے ہیں تو ان کا اصل معنی سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ اور یہ چیز بعض ابواب کے خواص سے تعلق رکھتی ہے جس کی مثالیں پیش کر رہے ہیں۔

امام راغب بھی پہلے دور کا رجحان رکھتے تھے مشتقات کے معنوں کا مادہ کے بنیادی معنی سے جو ربط وہ قائم کرتے ہیں وہ بسا اوقات پسندیدہ ہوتا ہے اور ان کی اس تعبیر سے طبیعت مسرور بھی ہوتی ہے۔ لیکن جب اس میں خواہ مخواہ تکلف پیدا کیا جائے تو طبیعت پر گراں بھی گزرتی ہے۔ چنانچہ کَلَمَہ کے معنی وہ کہتے ہیں، ”میں نے اسے زخم لگایا، پھر کلمہ اور کلام میں یہ ربط پیدا کرتے ہیں کہ زبان کے زخم بھی تو ہاتھ کے زخموں سے کم نہیں ہوتے۔ حالانکہ کلمہ کے معنی ہی زخم لگانا ہیں اور کلام کے معنی زخم لگانا نہیں بلکہ باجیت کرنا ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ بات چیت صرف زخم ہی نہیں لگایا کرتی بلکہ بسا اوقات خوشگوار اور مٹھی بھی ہوتی ہے اور ایسے زخموں کا انہماک بھی کر دیتی ہے۔“

اسی طرح حَرَب کا معنی ”کمی کا مال چھیننا“ بیان کر کے اس کا محراب مسجد سے یوں تعلق قائم کرتے ہیں کہ ”مسجد کے محراب کو یا تو محراب اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ شیطان اور خواہشاتِ نفسانی کے خلاف جنگ کرنے کی جگہ ہے۔ اور یا اس لیے کہ اس جگہ میں کھڑے ہو کر عبادت کرنے والے پر یہ حق ہے کہ وہ ذیوی کا دوبارہ اور پریشان خیالیوں سے بچو جو جائے“ (یعنی ذیوی کا دوبارہ یا پریشان خیالیاں اس سے چھن جائیں) گویا یہ کام صرف محراب مسجد ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ مسجد سے باہر ان باتوں کا کچھ تعلق نہیں۔ نہ ہی مسجد سے باہر ان باتوں کی کچھ ضرورت ہوتی ہے۔ اب اس توجیہ میں جتنا وزن ہے وہ ظاہر ہے۔

امام راغب کے برعکس صاحب مقائیس اللغۃ جدید رجحان رکھتے ہیں۔ وہ قَل کے بنیادی معنی ہی دو بتلاتے ہیں۔ (۱) تھوڑا ہونا (۲) بلند ہونا۔ جبکہ امام راغب قَل کے بنیادی معنی صرف تھوڑا ہونا ہی بتلاتے ہیں اور جب اَقَلَ کی باری آتی ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے، وَحَتَّىٰ اِذَا اَقْلَتْ سَحَابًا نَّفَثَا لَآءَ (۱)۔ تو اس کی توجیہ یہ پیش کرتے ہیں کہ ہوائیں چونکہ ان بھاری بادلوں کو حقیر اور ہلکا سمجھ کر اُپر اٹھا لیتی ہیں۔ لہذا اَقَلَ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اَقَلَ کا معنی اگر حقیر اور ہلکا بھی تصور کر لیا جائے تو اُپر اٹھانا کا مفہوم کیونکر ادا ہو سکتا ہے؟

عہ اس کی توجیہ یہ پیش کرتے ہیں کہ ہوائیں گناہ بھراؤں کو حقیر اور ہلکا سمجھ کر اُپر اٹھا لیتی ہیں۔ لہذا اَقَلَ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اَقَلَ کا معنی اگر حقیر اور ہلکا بھی تصور کر لیا جائے تو اُپر اٹھانا کا مفہوم کیونکر ادا ہو سکتا ہے؟

مقائیس اللغۃ کی خوبی یہ ہے کہ وہ ایک مادہ کے دو تین بنیادی معنی اس طرح پیش کر دیتے ہیں کہ ذیل فرق از خود سمجھ میں آجاتا ہے۔ مثلاً (ب ی ن) کے تحت اس کے تین بنیادی معنی لکھ دیتے ہیں۔ (۱) افتراق (۲) بُعد (۳) وضوح۔ اس سے خود بخود یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ بان کے معنی کسی چیز کا دوسری چیزوں سے الگ اور فاصلہ پر ہو کر واضح ہونا ہے۔ اسی طرح ظلع کے معنی (۱) نمودار ہونا (۲) سامنے آنا۔ نَظَرَ کے معنی (۱) معانیہ (کسی چیز کو آنکھوں سے دیکھنا) اور (۲) تامل الٰہی کسی چیز کی انتظار۔ مہلت) ظلم کے معنی (۱) کسی چیز کو ناجائز طریقہ سے ناس کے اصل مقام کے علاوہ دوسری جگہ رکھنا اور (۲) تائیر کی جو روشنی اور نمود کی صند ہے وغیرہ۔ بتلاتے ہیں۔ اس انداز سے معانی میں بہ تکلف ربط پیدا کرنے کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی۔ اور معانی بھی واضح تر ہو کر سامنے آجاتے ہیں۔

یہ سب کتابیں بہر حال اپنے اپنے موضوع پر مفید ہیں۔ اور میں نے ان سے بھرپور استفادہ بھی کیا ہے۔ تاہم بہت سے مقامات پھر بھی باقی رہ گئے۔ کیونکہ میرا کام بہت زیادہ وقت نظر اور لغوی تحقیق کا مقتضی تھا۔ لہذا دیگر بہت سی کتب لغت، تراجم اور تفاسیر سے بھی استفادہ کرنا پڑا۔

مراجع و مصادر اور علامات

اس کتاب کی تالیف میں میں نے حتی الامکان یہ کوشش کی ہے کہ کسی لفظ کے جو معنی بیان کیے جائیں۔ لغت کی کتاب کا حوالہ بھی ساتھ ہی درج کر دیا جائے۔ الٰہیہ کہ اس لفظ کے معنی اتنے معروف ہوں کہ حوالہ کی ضرورت ہی نہ ہو۔ مثلاً ذہب کے معنی "جانا"، اور خراج کے معنی "نکلنا" وغیرہ۔ لغت کی کتابوں کے لیے مختص حروف جو میں نے تجویز کیے ہیں۔ ان کی تفصیل نیچے درج ہے۔

آیات کا ترجمہ بھی میں نے اپنی طرف سے پیش کرنے کی کوشش نہیں کی۔ بالعموم تو آیات کا ترجمہ فتح محمد جانندھری صاحب کا اختیار کیا کیونکہ یہ با محاورہ اور سلیس ہے۔ لیکن جہاں اردو محاورہ کی وجہ سے اصل لغوی معنی ادبھل ہوتے نظر آئے وہاں شبیر احمد عثمانی کا ترجمہ پیش کر دیا گیا ہے اور سامنے بریکٹ میں (عثمانی) لکھ دیا گیا ہے۔ اور چند ایک مقامات پر مولانا مودودی کا ترجمہ تفہیم القرآن سے بھی لکھا گیا ہے۔ اس ترتیب کے باوجود مجھے ایسے مواقع بھی پیش آئے جہاں محض لغوی معنی سمجھانے کی خاطر مجھے اپنی طرف سے چند الفاظ کا اضافہ کرنا پڑا۔

آیات کے حوالہ جات کے لیے میں نے قرآن جو میرے حقیقی چچا حافظ عبدالحی صاحب کی تصنیف ہے، سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں کہیں کہیں ان کی لغوی تحقیق سے بھی فائدہ اٹھا کر ساتھ حوالہ درج کر دیا ہے۔ مراجع و مصادر اور علامات کی تفصیل یہ ہے:

۱- مفردات امام رانغب (عربی اردو کے لیے) (مفت)

۲- فقہ اللغۃ، از عبدالمالک بن محمد ثعالبی (عربی۔ عربی) کے لیے (فت ل یا فل) اس کے ساتھ صفحہ نمبر بھی درج ہے کیونکہ یہ حروف تہجی کی ترتیب سے مدون نہیں۔

- ۳- الفروق اللغویہ۔ از ابولہلال عسکری (عربی۔ عربی) (فق۔ ل)
- ۴- مقایس اللغۃ کے لیے (عربی۔ عربی) (م۔ ل)
- ۵- منجد عربی۔ اردو کے لیے (منجد)
- ۶- منشی الارب (عربی۔ فارسی) کے لیے (م۔ ل)
- ۷- محیط المحیط عربی۔ عربی کے لیے (محیط۔ یا م۔ م)
- ۸- مرآة القرآن (عربی۔ اردو) کے لیے (م۔ ق)
- ۹- القاموس الجدید (اردو۔ عربی) کے لیے (ق۔ ج)
- ۱۰- القاموس الجدید العصری (عربی۔ انگریزی) کے لیے (ق۔ ج)
- ۱۱- غریب القرآن (عربی) ابن قتیبہ (غ۔ ق)
- علاوہ ازیں درج ذیل تراجم و تفاسیر زیر نظر ہے۔
- ۱۲- غریب القرآن تفسیر (عربی۔ عربی) کے لیے (غ۔ ق)
- ۱۳- تفہیم القرآن (عربی۔ اردو) کے لیے (ت۔ ق)
- ۱۴- فتح الحمید۔ مترجم و محشی۔ بیشتر آیات کا ترجمہ فتح محمد جالندھری ہی کا ہے۔
- ۱۵- تفسیر ثبئیہ (احمد عثمانی۔ عثمانی)

جدید عربی ادب اور تحریر میں ایک مفید علامت موجودہ

دور میں رائج ہوتی ہے جب کسی فعل کا ماضی اور مضارع لکھنا مقصود ہو تو اکثر اہل لغت ماضی تو درج کر دیتے ہیں مگر اختصار کی خاطر مضارع کا لفظ لکھنے کی بجائے ایک چھوٹی سی لکیر دے کر اس پر عین کی حرکت لکھ دیتے ہیں۔ کیونکہ تبدیلی صرف عین کلمہ کی حرکت میں ہوتی ہے۔ جیسے **وَهُ صَوَّبَ یَضُوبُ** کو یوں لکھیں گے **صَوَّبَ** اور **نَصَرَ** کو یوں **نَصَرَ**۔ یہ طریق چونکہ اختصار کے لحاظ سے بہت مفید ہے اس لیے کہیں کہیں میں نے بھی یہ علامات استعمال کی ہیں۔

سورت اور آیات کے سبروں کی علامات اور ضمیمہ جات میں استعمال ہونے والے الفاظ کے لیے علامات کی تفصیل فرست علا درج کرنے سے پیشتر تفصیل سے لکھ دی گئی ہے۔

کتاب کی ترتیب و تدوین

اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں درج ذیل امور قابل ذکر ہیں۔

۱- عنوانات کی ترتیب: اس کتاب کا اصل موضوع اردو الفاظ کے تحت قرآن میں مستعمل تمام مترادف الفاظ کا ذیلی فرق پیش کرنا ہے۔ لہذا عنوانات اردو زبان کے حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب دیے گئے ہیں۔ عربی زبان میں فعل اگر ثلاثی مجرد میں لازم ہو تو مزید فیہ میں جا کر متعدی بن جاتا ہے اور اگر ثلاثی مجرد میں متعدی ہو تو مزید فیہ میں متعدی متعدی ہو جاتا ہے یا اس میں بعض دوسرے خواص پیدا ہو جاتے ہیں

سوائے باب افعال کے کہ وہ لازم ہی بنتا ہے۔ اب عربی لغت میں نون ایک ہی مادہ کے تحت لازم و متعدی صیغہ بیان کر دیے جاتے ہیں لیکن اردو میں لازم و متعدی کے لیے الفاظ ہی الگ الگ ہوتے ہیں جیسے پھرنے سے پھیرنا، پھسلنا سے پھسلنا، کبٹنا سے کٹنا۔ اب اگر حروف تہجی کا لحاظ رکھا جائے تو پھرنے کے بعد پھسلنا اور پھیل وغیرہ عنوانات راجح کرنے نے بعد ”پھیرنا“ کا ذکر آنا چاہیے۔ اور عربی مادہ کی تشریح کا تقاضا یہ ہے کہ پھرنے کے ساتھ ہی پھیرنا مذکور ہونا چاہیے۔ تشریح کی تکرار سے بچنے کی خاطر میں نے دوسری صورت اختیار کی ہے، یعنی ترتیب تہجی کو نظر انداز کرتے ہوئے پھیرنا اور پھیرنا، کٹنا اور کٹنا، پھسلنا اور پھسلنا وغیرہ کا ذکر اکٹھا کر دیا ہے۔ اگر مترادف الفاظ زیادہ ہیں تو دو الگ عنوانوں کے تحت اور اگر مترادفات کم ہیں تو ایک ہی لفظ کے تحت جیسے اتارنا اور اتارنا ایک ہی عنوان کے درج کر دیے گئے ہیں۔ اسی طرح ان افعال مرکبہ کا معاملہ ہے جن میں پہلا لفظ اسم ہوتا ہے اور دوسرا اگر فعل لازم ہو تو مرکب فعل لازم بن جاتا ہے اور اگر متعدی ہو تو متعدی بن جاتا ہے۔ جیسے آباد ہونا اور آباد کرنا۔ مذکورہ بالا وجہ کی بنیاد پر میں نے حروف تہجی کی ترتیب کو نظر انداز کرتے ہوئے آباد ہونا کا ذکر پہلے کر دیا ہے اور آباد کرنا کا بعد میں۔

www.KitaboSunnat.com

۲۔ اُردو عنوانات کا ذیلی فرق: بعض دفعہ اردو عنوانات اتنے قریب المعنی ہوتے ہیں کہ ان میں ذیلی فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ مثلاً بھاگنا اور دوڑنا میں یا ٹھہرنا اور رکن، ٹھہرنا اور آباد ہونا میں۔ ایسے مقامات پر فرق کو معنی الامکان واضح کرنے کے علاوہ ایک بچہ پر دوسرے عنوان کا حوالہ دیا گیا ہے کہ وہ بھی دیکھ لیا جائے۔

۳۔ عربی مادوں کا تکرار: یہ تو واضح ہے کہ بعض عربی الفاظ آسان و سبب مفہوم رکھتے ہیں کہ ان کا اردو ترجمہ ایک دو الفاظ سے نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لیے خاصی تشریح کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً د-ع-ی کا معنی کسی چیز کو تھیلی میں بند کر کے تھیلی کا منہ بند کر دینا ہے۔ اب یہ لفظ بخل کرنا۔ حفاظت کرنا۔ یاد رکھنا سب عنوانات کے تحت آئے گا۔ اسی طرح (خ-ذ-ل) کا معنی کسی دوست آشنا کا مصیبت کے وقت اپنے دوست کا ساتھ چھوڑ جانا اور دھوکہ دے جانا ہے تو یہ لفظ دوست اور دھوکہ دینا دونوں عنوانات کے تحت درج ہے۔ اسی طرح نواج کا لفظ خانہ، بیوی، جوڑا، ساتھی اور مختلف، ان سب عنوانات کے تحت درج ہوگا۔ ایسے الفاظ کی کسی ایک مقام پر تشریح کر کے دوسرے مقامات پر اس کا حوالہ دے دیا گیا ہے۔

مترادفات کا ماحصل: ایک عنوان کے تحت اگر صرف دو یا تین مترادف الفاظ ہیں۔ اور تشریح یا معنی بیان کرنے میں ان کا ذیلی فرق واضح ہو گیا ہے تو آخر میں ماحصل کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ لیکن اگر مترادفات دو یا تین سے زیادہ ہوں تو اس عنوان کے آخر میں الفاظ کے ذیلی فرق کا خلاصہ اور لب لباب، ماحصل کی صورت میں پیش کر دیا گیا ہے تاکہ ایک ہی نظر میں یہ فرق آنکھوں کے سامنے آجائے۔ چند ایک مقامات ایسے بھی آئے ہیں جہاں مترادفات تو صرف دو تین ہی ہیں لیکن لغوی تشریح سے بھی ذیلی فرق واضح نہیں ہوتا تو اسے بھی ماحصل میں واضح کر دیا گیا ہے۔

بعض عنوانات کے تحت قرآن کریم میں متعلق مترادف الفاظ کثیر تعداد میں ہیں۔ مثلاً کرنا، گزارنا کے لیے ۱۹ الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ سامان کے لیے ۱۵ الفاظ، کم کرنا کے لیے ۱۳، ہلاک کرنا کے لیے ۱۲، کنارہ کے لیے

۱۳، مضبوط بنانا کے لیے ۱۲، زمین اور اس کی اقسام کے لیے ۲۱، آواز اور اس کی اقسام کے لیے ۲۰، زمانا کے لیے ۱۳، روکنے کے لیے ۱۵، ڈرنا کے لیے ۱۰، دوڑنا کے لیے ۱۱، چلنے کے لیے ۱۲، جھکنے کے لیے ۱۲، جماعت کے لیے ۱۳، بدلے کے لیے ۱۲۔ خوش ہونا، اکتھا کرنا۔ اٹھانا، ویٹا، دوست، سب کے لیے دس الفاظ ہیں۔ تو ان حالات میں ان تمام مترادفات کے ذیلی فرق کو واضح کرنا جتنا کٹھن کام ہو سکتا ہے اس کا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں اور حاصل پیش کرنے کی ضرورت اور نہایت بھی سمجھ سکتے ہیں۔

۵۔ اضداد کا استعمال؛ اضداد کا بیان اس لحاظ سے بہت مفید ہوتا ہے کہ اگر ایک لفظ کا مفہوم ذہن میں ہو تو دوسرے کا مفہوم از خود ذہن میں آجاتا ہے۔ اسی لیے ذیلی فرق بتلانے والے اہل لغت ضد کا اکثر ذکر کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں بھی اضداد کا ذکر اکثر مقامات پر ہوا ہے۔ مثلاً ارشادِ باری ہے:

تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (۲۵)

اب دیکھیے اس آیت میں برّ کے مقابلہ میں اثم اور تقویٰ کے مقابلہ میں عداوان کا لفظ آیا ہے۔ اب اگر کسی کے ذہن میں برّ اور تقویٰ کا مفہوم موجود ہے تو اثم اور عداوان کا پورا پورا مفہوم از خود اس کے ذہن میں آجائے گا اور اس کے برعکس بھی۔ اس لیے ہم نے جا بجا اضداد کا ذکر کرنے کے علاوہ ایک علیحدہ ضمیمہ (ضمیمہ ۱) بھی لغتِ اضداد کے عنوان سے کتاب کے آخر میں لگا دیا ہے اور ضمیمہ تین حصوں میں تقسیم ہے۔

۶۔ قرآنی آیات کا استعمال؛ قرآنی آیات کا استعمال صرف اس حد تک کیا گیا ہے جس حد تک مطلب کی وضاحت کے لیے ضروری تھا۔ اگر ایک آیت کے کسی ٹکڑے سے ہی مفہوم واضح ہو جاتا ہو تو اتنا ٹکڑا ہی درج کر دیا گیا ہے۔ اور اگر مطلب کی وضاحت کے لیے دو تین آیات کی ضرورت سمجھی یا متفرق مقامات سے مثالیں پیش کرنے کی ضرورت پیش آئی تو حسب ضرورت انہیں درج کر دیا گیا ہے۔

۷۔ عربی مادے؛ بعض الفاظ کے عربی مادے تلاش کرنا بھی ٹیڑھی کبیر والا مسئلہ بن جاتا ہے۔ حوام کا تو ذکر ہی درکار، مشور اہل لغت بھی بعض الفاظ کے مادوں میں اختلاف کر جاتے ہیں۔ اس مشکل کا حل میں نے یہ سوچا ہے کہ ایک تو اصل کتاب میں ایسے شکل الفاظ کے مادے بریکٹوں میں درج کر دیے ہیں اور دوسرے ضمیمہ جات میں ایسے شکل مادوں پر مشتمل ایک الگ لسٹ شامل کر دی ہے۔ یہ لسٹ ضمیمہ نمبر ۵ (متفرقات) کے ذیلی عنوان "چند شکل مادے" میں درج ہے۔

ضمیمہ جات؛ مترادفات کا ذکر کرنے کے بعد میں نے دیکھا کہ بہت سے الفاظ خصوصاً اسماء معرفہ ایسے رہ جاتے ہیں جن کا مترادف تو ہو نہیں سکتا لیکن وہ تشریح طلب ضرور ہوتے ہیں۔ کتاب کی افادیت کو بڑھانے کی خاطر ایسے الفاظ کا آخر میں ضمیمہ جات کی شکل میں ذکر کر دیا گیا ہے۔ ضمیمہ ۱ میں تمام اسمائے معرفہ مختلف عنوانات کے تحت درج کر دیے گئے ہیں۔ اس میں انبیاء، رسل، رجال اور امان و غیرہ کے علاوہ اسمائے اعداد بھی آگئے ہیں جو اسم معرفہ ہی کی قسم ہے۔ ضمیمہ ۲ میں اسمائے مکرمہ متفرق عنوانات کے تحت تشریح کے ساتھ درج ہیں۔ ضمیمہ ۳ لغتِ اضداد پر مشتمل ہے۔ ضمیمہ ۴ میں ماضی یا مضارع میں عین کلمہ میں حرکت کی تبدیلی سے ہمعمانی میں فرق پڑ جاتا ہے، واضح کیا گیا ہے۔ ضمیمہ ۵ متفرقات پر مشتمل ہے ان

منفرد عنوانات کا فہرست میں بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔

۹۔ فہرست ۱: کتاب ہذا کی دو فہرستیں تیار کی گئی ہیں۔ فہرست ۱: اردو عنوانات بہ ترتیب حروف تہجی ہے جس میں ہر عنوان کے ساتھ قرآن میں متضاد الفاظ کا ذکر ہے اور یہی اصل فہرست ہے۔ اس فہرست میں ۳۷ عنوانات کے تحت یہ تکرار تقریباً ۳۱ عربی مادے زیر بحث آگئے ہیں۔

فہرست ۲: اس میں قرآن میں متضاد عربی زبان کے الفاظ اور ادوں کو حروف تہجی کی ترتیب سے تیار کیا گیا ہے اور یہ ذکر کر دیا گیا ہے کہ فلاں مادہ کون کون سے اردو عنوانات کے تحت یا ضمیمہ میں درج ہے یا اس ہم چند ایسے الفاظ رکھے جن کا نہ کوئی مترادف تھا، نہ وہ ضمیمہ جات میں درج ہو سکے۔ مثلاً: بکی یعنی ہونا یا ائقہ (تائیناً) یعنی گناہ میں مبتلا کرنا، ایسے الفاظ کو بھی ہم نے اس فہرست میں درج کر دیا ہے اور اس کا معنی، سورت اور آیت کا نمبر دے کر اردو ڈگریٹ لکادی ہے۔ جیسے (بکی روزنا ۱۳) یا ائقہ... تائیناً گناہ میں ڈالنا (۱۳) ان درج شدہ نمبروں میں اوپر کا نمبر سورت کا ہے جو اللہ ہے اور نیچا نمبر آیت کا ہے۔ گویا یہ لفظ سورہ دہر کی سولہویں آیت میں مذکور ہے۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ایک مادہ جتنے بھی ابواب کے تحت قرآن میں استعمال ہوا ہے۔ ان سب ابواب کا ذکر اس فہرست میں کر دیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ فہرست قرآن کریم کی ایک مختصر اور جامع دیکھ بھری کا کام دے سکتی ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے جہاں آپ کو عربی زبان کی وسعت کا علم ہو گا وہاں آپ سزا کریم کی فصاحت و بلاغت سے بھی محفوظ ہو سکیں گے۔ فصاحت کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ آپ بیان کرنا چاہتے ہیں اس کے لیے موزوں ترین کوئی لفظ استعمال ہو سکتا ہے اور بلاغت یہ ہے کہ اپنا مافی الضمیر پورے کا پورا مختصر اور جامع الفاظ میں مخاطب کے سامنے پیش کر دیا جائے اور اس میں کوئی بات مبہم نہ رہ جائے مترادف الفاظ کا ذیلی فرق ذہن نشین کر لینے کے بعد آپ خود بھی یوں محسوس کرنے لگیں گے گویا قرآن کے نئے معانی و مفہوم آپ کے ذہن میں اتر رہے ہیں اور آپ اس کی فصاحت و بلاغت سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ اس کتاب کی ترتیب و تدوین پر حقیقی کوشش اور محنت صرف ہوئی وہ تو میں ہی جانتا ہوں۔ اگر دل کی لگن اور خدمت قرآن کریم کا جذبہ کارفرمانہ ہوتا تو شاید یہ کام سرانجام نہ پاسکتا۔ بہر حال یہ اپنی نوعیت کی پہلی کوشش ہے جس میں خطا، نسیان اور بھول سب باتوں کا امکان ہے۔ تاریخین اور علماء حضرات سے التماس ہے کہ اگر وہ اس میں کچھ غلطی دیکھیں تو اسے بشریت کے تقاضا پر اور میری لاعلمی پر محمول کرتے ہوئے براہ کرم مجھے اس کی اطلاع دیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تلافی کی جاسکے اور اگر اس سے مستفید ہوں تو اسے اللہ کی مہربانی سمجھیں اور میرے حق میں دُعا کے خیر محدودیں۔ بس یہی اس محنت کا حقیقی صلہ ہو سکتا ہے۔

جن حضرات نے اس کام میں میرے ساتھ تعاون فرمایا، میں ان کا بیحد ممنون ہوں۔ بالخصوص حافظ عبدالسلام صاحب ٹھٹھوی کا اور اپنے بیٹے حافظ شعیب الرحمن کا جنہوں نے قرآنی آیات کی آخری ریڈنگ کی ذمہ داری قبول کی۔ والسلام!

عبدالرحمن محمد سلطانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیباچہ طبع دوم

علمی حلقوں میں اس کتاب کی جس قدر پذیرائی ہوئی وہ میری توقعات سے بہت بڑھ کر ہے۔ اور یہ سب کچھ اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی ہے کہ اس نے اپنے ایک عاجز بندے سے قرآن کریم کی یہ گرانبوا خدمت لے لی۔ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کے لئے میں جتنا بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں کم ہے۔ اس کتاب پر مبارک باد کے لاقعداد خطوط موصول ہوئے۔ جن کی اشاعت ناممکن ہے۔ البتہ معروف علمی شخصیتوں کی طرف سے رسائل و جرائد میں جو تبصرے شائع ہوئے۔ ان میں سے چھ سات تبصرے اگلے صفحات میں شائع کئے جا رہے ہیں۔ ان تبصروں کو من و عن شائع کیا جا رہا ہے الایہ کہ کتاب کا نام مصنف کا نام اور مکتبہ کا نام یا قیمت وغیرہ کو حذف کر دیا گیا ہے۔

اس کتاب کو مزید مفید بنانے کے سلسلہ میں بھی دو تجاویز موصول ہوئیں۔ ایک یہ کہ اگرچہ اردو کے عنوانات حروفِ حتمی کے لحاظ سے ترتیب دیئے گئے ہیں۔ تاہم اگر ان کے صفحات نمبر بھی ساتھ درج کر دیئے جائیں تو بہت بہتر ہے چنانچہ اس دفعہ صفحات کے نمبر بھی عنوان کے ساتھ باریک قلم سے درج کر دیئے گئے ہیں۔ اور دوسری یہ کہ کسی نہ کسی ضمیمہ میں ثلاثی مزید فیہ کے افعال کے خواص بھی درج کر دیئے جاتے تو بہتر تھا۔ علاوہ ازیں میں خود بھی سمجھتا تھا کہ بعض عربی مادوں کی وضاحت مزید تشریح طلب ہے لیکن ایسے اضافے چونکہ خاصے محنت طلب ہیں لہذا سردست دوسرے ضروری کاموں کی وجہ سے ان سے تعرض نہیں کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرصت دی تو شاید اگلے ایڈیشن میں ایسے اضافے کر سکوں۔ والسلام۔

آپ کی دعاؤں کا محتاج

عبدالرحمن کیلانی۔ دارالسلام وسن پورہ لاہور

رمضان المبارک 1415ھ مطابق فروری 1995ء

دیباچہ طبع سوم

محترم والد صاحب کی رحلت (18 دسمبر 1995ء) کے بعد ان کی بیش قیمت تصنیفات کی اہمیت مزید اجاگر ہو رہی ہے، قارئین کی طرف مسلسل یہ بھی اصرار تھا کہ ان کتب کی طباعت کا معیار بہتر بنایا جائے۔ بہر حال اللہ کی توفیق سے ہم نے سب کتب کو باری باری بہتر انداز میں طبع کرانے کا پروگرام بنایا ہے۔ مترادفات القرآن کو دیکھ کر آپ فیصلہ کریں گے کہ ہم کہاں تک اس پروگرام میں کامیاب ہوئے ہیں۔ محترم والد صاحب کو اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین۔

نجیب الرحمن کیلانی

جامع مسجد الرحمن، شاہ فرید آباد، ملتان روڈ، لاہور فون: 5410756

۲/۲ متراذفات القرآن پرتبصرے (۱)

ہفت روزہ تکبیر کراچی

20 اکتوبر 1994ء

متراذفات القرآن قرآن نہی کے لٹائیک منفرد کاوش

قرآن کریم علم و معرفت کا ایک ایسا خزانہ ہے، جو کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ اہل تحقیق صدیوں سے اس بحرِ ذخار میں غوطہ زنی کر کے علم کے موتی چنتے چلے آرہے ہیں۔ اس کے باوجود ہر دور میں ایسے اصحابِ دانش سانسے آتے رہتے ہیں جو اللہ کی توفیق سے اپنی کاوشوں کا صلہ قرآن کے کسی نئے رخ سے متعارف ہونے اور دوسروں کو متعارف کرانے کی شکل میں پاتے ہیں۔ مولانا عبدالرحمن کیلانی ہمارے دور کی ایسی ہی ایک شخصیت ہیں اور علمی حلقوں میں آپ کا نام محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ زیرِ نظر کتاب ”متراذفات القرآن مع الفروق اللغویہ“ تقریباً ایک اچھوتے موضوع پر ان کی اس تحقیق و جستجو کا ثمر ہے جس کا آغاز انہوں نے اپنی نو عمری میں کیا تھا۔ اس جدوجہد کی روِ داد انہوں نے خود اس طرح بیان کی ہے۔ ”بڑا ہوا تو اس از سر نو قرآن کریم کے مطالعہ کا ذوق پیدا ہوا“ میں نے دیکھا کہ قرآن کریم کے بہت سے الفاظ کا اردو زبان میں صرف ایک ہی لفظ ہے ترجمہ کر لیا جاتا ہے، مثلاً خوف، خشیت، حذر، وجل، وجس، تقویٰ اور رعب وغیرہ، سب الفاظ کا ترجمہ ڈرنا ہی لکھا جاتا ہے۔ طبیعت میں جستجو کا ذوق تو تھا ہی، میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ قرآن کریم کے ایسے مترادف الفاظ کا ذیلی فرق کیا ہے، لیکن بسا اوقات مایوسی ہی ہوتی، پھر میں نے علماء کی طرف رجوع کیا تو مجھے حیرانی ہوئی کہ اس سلسلے میں اکثر علماء کا ذہن بالکل صاف ہے اور انہوں نے یہ فرق معلوم کرنے کی کبھی کوشش ہی نہیں فرمائی۔“

مولانا مزید بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد انہوں نے کتب لغت کو کھگانا شروع کیا، امام راغب کی مفردات، تھالبی کی فقہ اللغہ، ابو ہلال عسکری کی ”الفروق اللغویہ“ اور دور جدید کی کتاب مقائیس اللغہ سے انہیں اپنے کام میں ایک حد تک مدد ملی، لیکن بہت سے مقامات پھر بھی باقی رہ گئے کیونکہ ان کا کام بہت زیادہ وقت نظر اور لغوی تحقیق کا مقتضی تھا لہذا دیگر بہت سی کتب لغت، تراجم اور تفاسیر سے بھی استفادہ کرنا پڑا۔“

اس طرح ایک طویل مدت کی ذاتی محنت، لگن اور جستجو کے نتیجے میں اردو زبان میں ایک ایسی کتاب وجود میں آگئی، جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے قطعی منفرد اور قرآن فہمی کے لیے غیر معمولی افادیت کی حامل ہے اور پورے دینی لٹریچر میں عربی سمیت کسی بھی زبان میں اس موضوع پر کوئی ایسی کتاب نہیں جسے اس کے مقابلے میں پیش کیا جاسکے۔ اس کتاب کے ذریعے اب ایک عام اردو خواں بہ آسانی یہ معلوم کر سکتا ہے کہ قرآن میں کسی ایک چیز کے لیے کتنے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اور ان کے درمیان ذیلی فرق کیا ہے۔ مثلاً ہم جاننا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں قیامت کا ذکر کتنے مختلف ناموں سے کیا ہے تو اس کے لیے ہمیں کتاب کے گیارہویں صفحہ سے لے کر ۳۴ ویں صفحہ تک پھیلی ہوئی حروفِ حجبی کے اعتبار سے مرتب کردہ اردو الفاظ کی فہرست میں حرف ”ق“ کی شق میں قیامت کا لفظ تلاش کرنا ہو گا جو ۲۷ ویں صفحہ پر موجود ہے اور جس کا نمبر اس-شق میں سولہواں ہے۔ یہاں لفظ قیامت کے سامنے ہمیں قیامت سمیت ۱۳ نام ملیں گے، جو سب کے سب قرآن میں قیامت کے لیے استعمال ہوئے ہیں، یعنی الساعۃ، یومُ الدین، یومُ الخروج، یومُ الحساب، یومُ الفصل، غاشیۃ، حاقۃ، صاخۃ، آرزقۃ، قارعۃ اور طامۃ الکبریٰ۔ اب ناموں کے ذیلی فرق کو جاننے کے لیے ہمیں کتاب کے اندر صفحہ ۶۸۵ سے ۶۸۷ تک ”ق“ کی فصل میں لفظ قیامت کے تحت ان تمام ناموں کی تشریح قرآنی آیات کے حوالوں کے ساتھ ملے گی اور آخر میں ”ماحصل“ کے عنوان سے اس کا خلاصہ بھی مل جائے گا۔ اسی طرح دوسرے تمام الفاظ کا معاملہ ہے، مثلاً انسان کے لیے قرآن میں مختلف مقامات پر سات، اطاعت کے لیے آٹھ، بارش کے لیے نو، بدلہ کے لیے بارہ اور جماعت یا گروہ کے لیے ۱۳ الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور ہر جگہ اس مخصوص لفظ کے استعمال کی اپنی حکمت ہے جو اس کے معانی کے ذیلی فرق کی نشاندہی سے واضح ہو جاتی ہے۔

اسے مثال سے یوں سمجھئے کہ آزمائش کے لیے قرآن میں کیسے امتحان، کیسے ابتلاء اور کیسے فتنہ استعمال کیا گیا ہے۔ مترادفات القرآن کے صفحہ ۸۰ تا ۸۲ پر قرآنی آیات میں ان تینوں الفاظ کے استعمال کی مثالیں دے کر ان کے فرق کو واضح کیا گیا ہے اور آخر میں ”ماحصل“ کے تحت اس کا خلاصہ یوں دیا گیا ہے۔ ا۔۔۔۔۔ امتحان۔۔۔۔۔ اس امتحان میں سختی کے بجائے نرمی ہوتی ہے اور اس میں سابقہ تعلیم و تربیت کی آزمائش ہوتی ہے۔ ب۔ بلاء اور ابتلاء۔۔۔۔۔ یہ آزمائش کی سخت قسم ہوتی ہے اور بالعموم ایسے واقعات سے ہوتی ہے جسے دوسرے بھی دیکھ سکیں یعنی حوادثِ زمانہ سے ہوتی ہے۔ س۔۔۔۔۔ فتنہ۔۔۔۔۔ بذاتِ خود سخت مگر دل کشی سے ہوتی ہے یعنی بالعموم ایسی چیزوں سے ہوتی ہے جن سے انسان کا دلی لگاؤ ہو، دوسرے تو کیا بسا اوقات خود

مفتون کو بھی اس آزمائش کا پتہ نہیں چلتا۔۔۔۔۔ اس طرح بڑی خوبی سے قرآن میں استعمال ہونے والے تمام مترادف الفاظ کے ذیلی فرق کو واضح کر کے قرآن فہمی کی راہ ہموار کی گئی ہے۔ مولانا عبدالرحمن کیلانی خدمت قرآنی کی اس سعادت کے حصول پر انتہائی مبارک باد کے حقدار ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں اس کا بہترین اجر عطا فرمائے۔

اس کتاب کی تمام خوبیوں کا احاطہ تو اس مختصر تحریر میں ممکن نہیں تاہم چند خصوصیات ایسی ہیں جن کا ذکر کئے بغیر یہ تعارف مکمل نہیں۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ ابتداء میں اردو الفاظ کی فہرست کا علاوہ جس کا ذکر کیا جا چکا ہے، صفحہ ۳۵ سے ۶۶ تک عربی الفاظ اور مادوں (Roots) کی فہرست بھی اردو معنی کے ساتھ دے دی گئی ہے۔ اس طرح یہ قرآن کریم کی ایک ایسی مختصر اور جامع ڈکشنری بن گئی ہے جس سے عام اردو داں بھی عربی الفاظ کے مادہ کی تلاش کے قواعد سے ضروری واقفیت حاصل کر کے آسانی سے استفادہ کر سکتے ہیں، یہی نہیں بلکہ اگر عربی الفاظ نے ان روٹس کے (جن کی تعداد تقریباً ۱۸۰۰ بنتی ہے اور جن میں سے بیشتر اردو میں بھی مختلف شکلوں میں مستعمل ہیں) معنی ذہن نشین کر لیے جائیں اور ان سے اشتقاق کے اصولوں سے کچھ آہمی حاصل کر لی جائے تو قرآن کے بیشتر مقامات کو بڑی حد تک براہ راست سمجھنا آسان ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ کتاب کے آخر میں اسلئے معرفہ کے ضمیمہ کے طور پر انبیاء، فرشتوں، انسانوں، آسمانی کتابوں، مشرکین کے دیوی دیوتاؤں، مقامات، اقوام، مذاہب، فرقوں، عبادات اور شرعی اصطلاحوں کے لیے استعمال ہونے والے نام اور الفاظ جو قرآن میں آئے ہیں، مختصر تعارف، تاریخ اور پس منظر کے ساتھ درج کر دیئے گئے ہیں۔ اسلئے کمرہ کے ضمیمہ میں جانوروں، درختوں، پہلوں، سبزوں، برتنوں اور ہتھیاروں وغیرہ کے لیے استعمال ہونے والے الفاظ جامع تشریح کے ساتھ شامل ہیں۔

اس کے بعد تین جیسے لغت الاضداد، فہرست اضداد، چند جامع اسماء، غلط العام، چند مشتبہ الفاظ، مختلف الفاظ کے لغوی اور شرعی معنی کے فرق کی وضاحت، قرآن میں استعمال ہونے والے چند محاورات اور بعض مشکل مادوں کی نشاندہی پر مشتمل ہیں۔

(۲)

جنوری ۱۹۹۴ء

تبصرہ نگار: نعیم عدیقی

ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور

قرآن کے متعلق علوم کے مختلف دائروں میں قرونِ اولیٰ سے لے کر اب تک کام ہوتے چلے

آ رہے ہیں۔ کچھ علوم تو خود قرآن ہی کے ساتھ ظہور پذیر ہوئے۔ ہمارے اسلاف نے تفسیری، لغوی، حنفی و نحوی لحاظ سے بھی، قواعد و فصاحت و بلاغت کے قرآنی معیارات کے متعلق بھی، معلنی و مطالب کی تصریف و تکرار کے پہلو سے بھی، اور ترتیب و نظم کے بارہ میں بھی، نیز قرآن کے احکام اور ان کو احادیث کی توثیق کے ساتھ پیش کرنے کے لحاظ سے بھی ایسی گراں بہا خدمات امت کے لیے اپنے علمی ترکے میں چھوڑی ہیں کہ دور حاضر کا معزز لفظ "تحقیق" شرمسار ہو کر رہ جاتا ہے۔ پھر اُخلاف کو بھی تائید ہم اللہ نے قرآن کی علمی خدمات کے لیے بڑی توفیق دی ہے۔ "مترادفات القرآن مع فروق اللغویہ" اس سلسلے کی تازہ ترین کتاب ہے، جو مسرت کے ساتھ ساتھ تخریر تک لے جاتی ہے۔ اس دور فتنہ والہ میں، اس ذمہ فرنگ پرستی میں اللہ کا ایک فقیر منش بندہ ایک لمبے عرصے میں متذکرہ موضوع کے راستے پر خاموشی سے چتا ہوا بہت سے موتی سمیٹ کے لایا ہے اور اب وہ ان موتیوں کو قدر شناسوں پر نچلور کر کے خراج تحسین اور دعائے رحمت رب حاصل کر رہا ہے۔

یوں تو عمومی حد تک یہ مسئلہ ہر زبان میں پایا جاتا ہے کہ اس کے ہم معنی الفاظ (جو درحقیقت قریب المعنی ہوتے ہیں) کیا کیا ہیں، اور وہ بلحاظ معلنی کیا فرق رکھتے ہیں۔ بعض اوقات یہ فرق بہت ہی لطیف اور عمیق نوعیت کا ہوتا ہے، لیکن عربی زبان اور خصوصاً قرآن کی استعمال کردہ عربی زبان میں جو بے شمار ہم معنی (قریب المعنی) الفاظ وارد ہوئے ہیں، ان کے متعلق یہ سوال بڑا اہم ہے کہ ان میں وجہ یکسانی اور وجہ تفاوت کیا ہے؟ کیونکہ قرآن کے صحیح ترجمہ و تفسیر کے لیے یہ جاننا لازم ہے۔ ایسی چند کتابیں عربی زبان میں تحسین، مکران سے پورا مدعا حاصل نہیں ہوتا تھا۔ آخر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک پاکستانی صاحب علم و ایمان نے اس موضوع پر نہایت جامع اور مفید تحقیقی کتاب کا تمغا اردو زبان کے سینے پر سجا دیا ہے۔ پیش لفظ پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ کیلانی صاحب نے اپنا سز تجسس و نظر کس طرح کیا ہے، نیز کتاب کے مندرجات کو سمجھنے کے لیے بہت اچھی کلیدی باتیں لکھی ہیں۔ بعض مترادف الفاظ، قرآن کریم میں بہ تعدد و کثیر استعمال ہوئے ہیں، مثلاً: 'گرا'، 'گرا' کے لیے ۱۹ الفاظ، 'سلمان' کے لیے ۱۵ الفاظ، 'کم کرنا' کے لیے ۳، 'ہلاک کرنے' کے لیے ۳، 'کنارہ' کے لیے ۳، 'زمین اور اس اقسام کے لیے ۲۱۔ کئی مزید مثالیں ہیں۔

مولانا عبدالرحمن کیلانی نے قرآن کے انداز میں اشداد کے استعمال سے بھی استفادہ کیا ہے۔ یہ مضمون کچھ عرصہ میرے ذہن میں بھی رہا کہ قرآن نے شروع سے آخر تک تقابلی انداز بیان

اختیار کیا ہے۔ نظریات، کذاوروں، اصولوں، اعمال اور نتائج اعمال، قوموں اور گروہوں، جنگوں اور مظالم، احوال اور مناظر، خیر اور شر کے سلسلے میں اچھے اور برے نمونوں کو آمنے سامنے لا کر وہ اہل بصیرت کے سامنے متفرد امور بیان کرتا ہے، اور بالعموم دونوں طرف تقابلی انداز سے الفاظ ملا کر دو طرف فروق کو واضح کرتا ہے۔ مولانا کیلانی نے قرآن میں اضدادی الفاظ کے استعمالات سے خوب فائدہ اٹھایا ہے۔ کتاب کا مرکزی خزانہ ۲ فرستیں ہیں۔ ایک فرست میں اردو عنوانات، بہ ترتیب حروفِ حتمی جمع کر کے ہر عنوان کے ساتھ قرآن میں مستعمل مترادف الفاظ کا ذکر ہے۔ اس میں ۷۳۷ عنوانات ہیں، جن کے تحت ۳۱۰۰ عربی ملائے زیر بحث آئے ہیں۔ دوسری فرست میں قرآن کے استعمال کردہ عربی زبان کے الفاظ اور ملاوں کو حروفِ حتمی کی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے۔ اس میں واضح کیا گیا ہے کہ فلاں ملاہ کون کون سے اردو عنوان کے تحت یا کسی ضمیمے میں درج ہے۔ جن الفاظ کا کوئی مترادف استعمال نہیں کیا گیا، ان کو بھی ہم نے سورۃ آیت کا نمبر دے کر درج کر دیا ہے۔

مولف نے سچ کہا ہے کہ یہ کتاب قرآن کریم کی ایک مختصر اور جامع ڈکشنری کا کام دے سکتی ہے۔ فرست اول میں سے دو مثالیں:

اَوْضَعْنَا (نمبر شمار ۳۵): اسْتَفْضَىٰ اِدْتَوٰ اِزْمَلْ

اَوْشَدَ اِزْلَ بَعِيرٌ جَمَلٌ هِمٌّ رَكَابٌ نَاقَتُهُ ضَايِرٌ عِشَارٌ بُلْدٌ بَحِيرَةٌ وَصِيلَةٌ سَانِيَةٌ

حام

"م" کے تحت ملانا: خلط، الحق، وصل، الف، لبس، ركب، ضم، شج، مزج، موج

شاب، ضمت

دوسری فرست سے ایک مثل:

پہلے ہی حرفِ عنوان "آ" کے نیچے عربی کے ملائے اور ملاورے۔

آبلو ہونا، بسنا، رہنا، کے لیے عربی الفاظ مسکن، تبوا، نوی، ہدا، حضر، خلد، عاشو، غنی۔

اب آگے ان میں سے ان بنیادی الفاظ اور ان کے مشتقات (خصوصاً استعمالات) کی تشریح

درج ہے۔ اور جن آیات میں کسی لفظ یا اس کے مشتق کا استعمال کیا گیا ہے، وہ آیت مع حوالہ

لکھی گئی ہے۔

آخر میں "ماحصل" کے عنوان سے تمام مذکورہ الفاظ کا ان کے استعمالات کی روشنی میں وہ

مضمون منسوم لکھا گیا ہے جو ایک دوسرے کے فرق و امتیاز کو واضح کرتا ہے۔

یہ باب ص ۶۷ سے ۹۰۴ تک چلتا ہے۔

پھر چند بہت مفید ضمیمے ہیں۔ ضمیمہ نمبر ۱ میں تمام اسمائے معرفہ (انبیاء و رسل، رجال، اماکن اور اسمائے اعداد اور اسمائے ضمیر، اسمائے اشارہ بھی) شامل ہیں۔ علاوہ ازیں عبادات اور شرعی اصطلاحات کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ ضمیمہ نمبر ۲ میں اسمائے مکرمہ (متنوع عنوانات کے تحت جانوروں، پرندوں، نباتات، اجزائے بدن، ہتھیار، ترن، کپڑے وغیرہ کے عربی الفاظ) بھی اردو تشریح کے ساتھ مندرج ہیں۔ ضمیمہ نمبر ۳ لغت اضداد پر مشتمل ہے۔ ایک دوسرے سے تضاد رکھنے والے الفاظ سے بھی ان کا مفہوم زیادہ آسانی سے سمجھ میں آتا ہے۔ ضمیمہ نمبر ۴ میں ایک بہت اہم ضرورت، اردو دان سرسری عربی شناسوں کے لیے اور عربی زبان کے طلبہ کے لیے پوری کر دی گئی ہے، یعنی ماضی یا مضارع میں حرف عین میں حرکت کی تبدیلی سے معانی میں جو فرق پڑ جاتا ہے اسے نمایاں کیا گیا ہے۔ ضمیمہ نمبر ۵ میں بعض متفرقات کا تذکرہ ہے۔ اگلے ضمیموں میں الفاظ کے اضداد، غلط العام اور خاص الفاظ پر گفتگو کی گئی ہے۔

ایک فقیر آدمی بیس پچیس برس ایک مبارک مقصد کے لیے پختہ عزم اور صبر و ثبات کے ساتھ چلتا رہا اور آج ایک گراں بہا حاصل سفر، اہل ذوق کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ مولانا عبدالرحمن کیلانی نے اور بھی متعدد دینی کتابیں لکھی ہیں، لیکن ان کے اس تازہ کارنامے نے تو گویا ان کتابوں ہی کو نہیں، اپنے دور کے لکھنے والوں کے جہوم کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اللہ ان کی محنت قبول فرمائے اور ان کی کتاب کے قدردان پیدا کرے۔ (فیض صدیقی)

(3)

ماہنامہ محدث لاہور

تبصرہ نگار: حافظ محمد اسحاق زاہد

یہ کتاب قرآن کے مترادفات سے تعلق رکھتی ہے جن کا تعلق قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت سے ہے، یہی طرح قرآن مجید انتہائی جامع الفاظ، اس کی کامل ترتیب اور بے بدل فصاحت و بلاغت..... اس کے اعجاز کا پہلو ہے جس کے سامنے عرب و عجم کے تمام ادیب (نزدول قرآن سے لے کر اب تک) بالکل عاجز و بے سہارے ہیں۔

قرآن مجید کی فصاحت کے بے شمار پہلو ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے اس کے ایک ایک لفظ کو ایسی جگہ پر وضع فرمایا جو اس کے لیے موزوں ترین ہے۔

یہی وجہ ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا ادیب اور ماہر لغت بھی جب اپنے کلام کو ترتیب دیتا ہے تو کئی

مرتبہ غور و خوض کر کے اس کے الفاظ میں رد و بدل کرتا ہے جب کہ قرآن مجید کا یہ عالم ہے کہ اس کے کسی ایک لفظ کو اگر اس کی اصل جگہ سے ہٹالیا جائے اور اس سے بہتر لفظ لانے کے لئے پورے عربی ادب کو بھی کھنگال ڈالا جائے تو اس کی جگہ کسی اور مناسب لفظ کے مل جانے کی امید رکھنا عبث ہے۔

”بلاغت“ کی ایک جامع تعریف پر گو اہل لغت کا (بقول امام زرکشی) اتفاق نہیں ہے، لیکن اس کے جتنے بھی ممکنہ ارکان ہو سکتے ہیں وہ سب کے سب قرآن مجید میں بطریق اتم و احسن موجود ہیں، قرآن مجید میں مختلف چیزیں (مثلاً توحید و رسالت، تحلیل و تحریم، وعظ و نصیحت، وعدہ و وعید، ادا و نواہی، سیرت و اخلاق، قصص اور غیب کی خبریں وغیرہ) انتہائی احسن اسلوب اور نظم و نسق کے ساتھ یوں سودی گئی ہیں کہ جہاں کہیں سے بھی تلاوت کی جائے، حاوت ہی محسوس ہوتی ہے اور قرآن کی اثر انگیزی میں کسی کی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، متفاوت چیزوں کو اتنے عمدہ اسلوب کے ساتھ یکجا کر دینا ہی دراصل بلاغت کی بنیادی خصوصیت ہے.....

اور وہ شے جس میں ”بلاغت“ کی تمام صفات جمع ہو سکتی ہوں، یہ ہے کہ تقریباً ایک ہی معنی پر دلالت کرنے والے مختلف الفاظ میں سے ہر ایک کو اس کے خاص اور موزوں ترین مقام پر اس طرح لانا کہ اگر اس کی جگہ پر اس کا کوئی اور ہم معنی لفظ لایا جائے تو یا تو معنی بگڑ جائے یا کلام کی وہ خوشنمائی باقی نہ رہے، جس پر ”بلاغت“ کا انحصار ہوتا ہے..... اسی طرح کلام عرب میں بعض مترادف الفاظ اکثر لوگوں کے زعم میں قریب المعنی ہوتے ہیں، جیسے علم و معرفت، نعت و صفت، بلی و نعم اور بین و عنی وغیرہ لیکن اہل لغت کے نزدیک معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ مترادف الفاظ میں سے ہر ایک میں ایسی کوئی نہ کوئی خصوصیت لازماً پائی جاتی ہے جو اس کے دوسرے مترادف لفظ میں نہیں پائی جاتی۔

قرآن مجید میں ایسے کتنے اور کونسے مترادف الفاظ ہیں جو بظاہر قریب المعنی لیکن اپنی اپنی مقررہ جگہ پر وہ الگ الگ خاصیت کے حامل ہیں؟

اردو زبان کے کسی بھی عنوان کے تحت قرآن مجید میں کتنے اور کونسے الفاظ کہاں کہاں آئے ہیں؟ اور ہر جگہ پر ان الفاظ میں سے ہر ایک کی حسب موقع کیا مناسبت ہے؟ اور ان سب میں ذیلی فروق کیا ہیں؟ مزید برآں زبان کا کوئی مادہ قرآن مجید میں کہاں اور کیسے استعمال ہوا ہے؟ اور اسی طرح کے دیگر کئی سوالوں کے جوابات ہی دراصل زیر تبصرہ کتاب کے موضوعات ہیں۔

مولانا عبدالرحمن کیلانی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، ان کی دسیوں علمی، تحقیقی اور گرانقدر کتب ہی ان کا مکمل تعارف ہیں، موصوف جس موضوع پر بھی قلم اٹھاتے ہیں اس کا حق ادا کر دیتے ہیں، زیر تبصرہ کتاب بھی ان کی قرآن مجید سے گہری وابستگی، الفاظ و معانی اور علوم و معارف قرآنی کے بارے میں ان کے نہایت عمیق مطالعے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اس کتاب کی اہمیت اور عالی مرتبت ہونے کی اس سے بڑی دلیل کیا ہوگی کہ اس کا اولین مقصد کتاب اللہ کی تقسیم ہے اور یہ بلا واسطہ الفاظ قرآن پر بحث کرتی ہے، اگر اس موضوع کا جائزہ لیا جائے جو اس کتاب کا عنوان ہے تو یہ حقیقت آشکارہ ہوتی ہے کہ قرآنی علمی ذخائر میں سے تاحال جو کتابی صورت

میں موجود ہیں، کوئی بھی ایسی کتب (حتیٰ کہ عربی زبان میں بھی) اس طرز پر دستیاب نہیں جو اس طور پر الفاظ قرآنی کی وضاحت کرے، لہذا مصنف کی اس سلسلے میں کاوش قابل صد تعریف ہے کہ اتنے دقیق ترین موضوع پر قلم اٹھا کر جہاں قرآن مجید کے اس پہلو کو بھی تشنہ تکمیل نہیں رہنے دیا وہاں بالکل ایک جدید طرز پر اپنی تحقیق پیش کی ہے اور ان سب خصوصیات پر یہ بات حاوی ہے کہ موضوع میں اتنی دقت و جدت کے باوصف انداز بیان اس قدر سادہ اور دل نشین ہے کہ معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی اس سے بجا طور پر استفادہ کر سکتا ہے۔

جیسا کہ کتاب کے عنوان سے ہی ظاہر ہو رہا ہے کہ اس کتاب کا اصل موضوع بقول مصنف ”اردو الفاظ کے تحت قرآن میں مستعمل تمام مترادف الفاظ کا ذیلی فرق پیش کرنا“ ہے، ”عنوانات“ اردو زبان کے حروف حتمی کے لحاظ سے ترتیب دیئے گئے ہیں، مصنف کا طریقہ کاریہ ہے کہ کسی اردو لفظ مثلاً ”سامان“ کا عنوان قائم کرنے کے بعد اس کے لئے جتنے الفاظ قرآن مجید میں وارد ہوئے ہیں، انہیں پہلے اجمالاً بیان کرتے ہیں جیسے:

عَوْضٌ مِّمَّاعٍ، اَثَاثٌ، رَحْلٌ، وَعَاءٌ، جَهَّازٌ، زَادٌ، اَسْلِيحَةٌ، عُدَّةٌ، نَعْمَةٌ، رِيْشٌ، بِضَاعَةٌ، مَاعُوْنٌ، يَحْذَرُ

اور معایش

پہر ان میں سے ہر ایک کا قرآن مجید میں جو محل و مقام ہے، اسے ذکر کرتے ہیں اور اس مقام سے مناسبت رکھنے والا معنی واضح کرتے ہیں، پھر آخر میں لب لباب یا خلاصے میں تمام الفاظ کے درمیان ذیلی فروق بیان کرتے ہیں۔

اس کتاب کے فائدے کا عملی طور پر جائزہ لینے کے لئے راقم الحروف نے ”سورة ن والقلم“ کا انتخاب کیا، چنانچہ قرآن مجید کے الفاظ ”لِيَبْصُرَ مِنْهَا مَفْضِحِيْنَ“ پر خواہش ہوئی کہ اردو کے عنوان ”کائنا“ کے لئے جو بھی مترادف الفاظ قرآن مجید میں وارد ہوئے ہیں، انہیں معلوم کیا جائے، چنانچہ معلوم ہوا کہ اس عنوان کے تحت قرآن مجید میں دس الفاظ آئے ہیں (حصد، صرم، قطع، بتر، بتک، عض، خصد جز اور عقر) مصنف ان الفاظ کے قرآن مجید میں جو مقامات ہیں، درج کرنے کے بعد ”ماحصل“ میں لکھتے ہیں:

(۱) ”حصد“ پکی ہوئی کھیتی درانتی سے کائنا، (۲) ”صرم“ تیز دھار آلہ سے پھلوں کے ٹیچھے کائنا، (۳) ”قطع“ کسی بھی چیز کو کاٹ کر جدا کرنا، (۴) ”قطع“ کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دینا، (۵) ”بتر“ جانور کی دم کائنا، متطوع النسل ہونا، (۶) ”بتک“ کان وغیرہ کائنا یا چیرنا، (۷) ”عض“ دانتوں سے کائنا، (۸) ”خصد“ درخت کے کانٹے کائنا اور صاف کرنا، (۹) ”جز“ کسی سخت چیز کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دینا، (۱۰) ”عقر“ کاٹ کر کاری زخم لگانا۔

پھر میں نے فرماں الہی ”خوِذِ قَادِرِيْنَ“ کے بارے میں جاننا چاہا کہ خَزِدٌ کا مادہ نکال کر اردو عنوان ”غصہ“ معلوم کیا، جس کے تحت میری معلومات میں اضافہ ہوا کہ اس کے لئے قرآن مجید میں چار الفاظ سخط، غيظ، غضب، خَزِدٌ استعمال ہوئے ہیں۔

گویا اس کتاب سے دو فوائد حاصل ہوتے ہیں؛ ایک تو یہ ہے کہ اگر آپ کو اردو عنوان کے تحت قرآن مجید میں کئی مستعمل مترادف الفاظ مطلوب ہیں تو بڑی آسانی سے آپ اپنے مطلوب تک پہنچ سکتے ہیں دوسرا یہ ہے کہ اگر آپ کو قرآن کے کسی لفظ کے معنی معلوم نہ ہوں تو آپ اس کے معنی معلوم کر کے پھر اس کے لئے وارد ہونے والے قرآن مجید کے مترادف الفاظ بھی جان سکتے ہیں۔

کتاب کے آخر میں مصنف نے پانچ اہم تقسیموں کا اضافہ کر کے کتاب کی افادیت کو چار چاند لگا دیئے ہیں، وہ پانچ ضمیمے اس طرح ہیں:

- (۱) اسماء معرفہ، اس میں ۱۴ عنوانات کے تحت اسماء معرفہ کو تفصیلاً ذکر کر دیا گیا ہے۔
- (۲) اسماء نکرہ: اس میں ۷ عنوانات قائم کر کے انتہائی قیمتی معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

(۳) ذوالاضداد

(۴) افعال کے عین کلمہ کی حرکت یا مصدر میں فرق سے معانی میں تبدیلی۔

(۵) متفرقات، اس ضمیمے میں جامع اسماء، غلط العام، مشتبه الفاظ، چند محاورات اور چند مشکل مادوں وغیرہ پر بحث کی گئی ہے۔

بہر حال یہ کتاب اپنے موضوع پر اردو زبان میں پہلی اور نہایت جامع مانع کتاب ہے۔

محترم کی ہر بات مدلل ہونے کے ساتھ ساتھ ہا حوالہ بھی ہے، الفاظ کے مابین جملہ فروق کے ضمن میں ہر فرق کے ساتھ حوالہ بھی دیا گیا ہے، انہیں خصوصیات کی وجہ سے جس تصنیف کا ہر گھر، ہر لائبریری، ہر مدرسے اور ہر تحقیقی مرکز میں ہونا لازمی ہے۔

اللہ جل شانہ مصنف کی اس خدمت جلیلہ کو قبول فرمائے اور اسے ان کے لئے آخرت میں باعث نجات اور بلندی درجات بنائے، آمین ثم آمین۔

حافظ محمد اسحاق زاہد

(۴)

۳۱ جنوری ۱۹۹۲ء

تبصرہ نگار۔ علیم ناصری

بہت بڑا الاعتصام لاہور

تفاسیر کا مطالعہ کیا اور ایک طویل کاوش اور دیدہ ریزی کے بعد اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ اس کی ترتیب و تدوین میں اردو الفاظ کو بنیاد بنایا گیا ہے اور ان کو حروفِ حچی کے تحت ترتیب دے کر ہر لفظ کے عربی متبادل الفاظ کے مفہیم شرح و بسط سے بیان کر دیئے ہیں۔ افسوس ہے کہ پرچے کی تنگ دامانی کے باعث مثالیں درج نہیں کی جا سکتیں۔ بس اتنا کہنا کافی ہے کہ ”آباد ہونا یا رہنا“ کے لیے عربی الفاظ مَسْكَنٌ، تَبْوَةٌ، قَوِيٌّ، بَلَا، حَضَرَ، حَلَكْتُ، مَحَلَّتُوْ اور عُنِيَ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ مولانا موصوف نے ان سب کے معانی اور شرح میں اس کے استعمال کی وجہ بیان کی ہے جس سے قاری پر واضح ہو جاتا ہے کہ جس مقام پر وہ لفظ استعمال ہوا ہے وہاں اسی کی ضرورت تھی۔ اگرچہ اردو میں اس کے لیے آباد ہونا یا رہنا ہی ترجمہ ہو گا۔ اس طرح یہ سلسلہ الف سے ی تک چلا گیا ہے۔ یہ کتاب اس لحاظ سے محض مترادفات کی لغت ہی نہیں بلکہ ایک انسائیکلو پیڈیا ہے جو الفاظ کے مطالب و معانی پر ہمہ جہتی روشنی ڈالتا ہے۔ لغت کا یہ سلسلہ الف سے ی تک ۹۰۳ صفحات پر محیط ہے۔ اس کے بعد ضمیمہ جات ہیں جن میں پہلے انبیائے کرام کے مختصر حالات ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ اس کے بعد فرشتے، کتب سماویہ، اسمائے ابرار، اسمائے شرار و کفار، معبودان باطل، ملک شر اور علاقے، پہاڑ، وادیاں اور اماکن، مولانا عبدالرحمن کیلانی اسلامی اور دینی ادب کے پرانے اور پختہ کار قلم کار ہیں۔ ان کی بیشتر تالیفات اہل علم و بصیرت سے خراجِ تحسین پا چکی ہیں۔ ان کے محققانہ مقالات اکثر اخبارات و جرائد کی زینت بنتے ہیں۔ اور ہمیں فخر ہے کہ ہمارے یہ بھائی قوی سطح کے اہل قلم میں شمار ہوتے ہیں۔ یوں تو وہ عموماً معاشرت، معیشت، عقائد اور دینی مسائل پر تحقیق و تنقید اور فکر و نظر پر قلم اٹھاتے ہیں مگر زیر نظر کتاب میں انہوں نے قواعد و لغت پر دباؤ تحقیق دی ہے۔ قرآن مجید میں استعمال شدہ مترادف الفاظ جو مختلف مقامات پر استعمال ہوئے ہیں مگر ہمارے ہاں اردو ترجمہ میں ایک ہی لفظ سے اس کا مفہوم و مطلب بیان کر دیا گیا ہے۔ مثلاً خوف، خشیت، حذر، وجل، تقویٰ۔ اور رہب وغیرہ کا ترجمہ ”ڈرنا“ ہی لکھا جاتا ہے۔ ان کے اندر یہ معلوم کرنے کی جستجو پیدا ہوئی کہ آخر ان الفاظ کا ذیلی فرق کیا ہے اور ”ڈرنا“ کے لئے ہر جگہ عربی کا وہی لفظ کیوں استعمال نہیں ہوا جو پہلی مرتبہ آیا ہے۔ اس لگن میں انہوں نے بہت سی لغت اور

اقوام، فرقتے اور مذاہب، عبادات اور شرعی اصطلاحات، اسم عدد، ضمیر، اسم اشارہ۔ ضمیر نمبر ۲ میں اسمائے مکرہ، تیسرے میں لغت ذوی الاضداد اور اضداد کی مختصر فہرست، چوتھے میں افعال (ع کلمہ کی حرکت سے مصدر میں فرق وغیرہ) اور پانچویں میں متفرقات (جامع اسماء غلط العام، مشتبه الفاظ اور محاورات وغیرہ) گویا لغت کے بعد تاریخ اور جغرافیہ کے ساتھ ساتھ صرف و نحو کی تعلیم کا بھی عمدہ اہتمام کر دیا گیا ہے، ہم مولانا کی اس محنت و کاوش کی داد دیتے ہیں کہ انہوں نے نہ صرف اہل تحقیق کے لیے بہترین کتاب مرتب کر دی ہے بلکہ عربی زبان کے طالب علموں کے لیے ایک ہی جگہ نہایت مفید معلومات کو جمع کر دیا گیا ہے۔ ان کی یہ محنت قرآن کریم کی ایک بیش بہا خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور مرتب کو جزائے خیر سے نوازے۔

(۵)

ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور تبصرہ نگار: سید افروغ حسن اکتوبر ۱۹۹۲ء

قرآن مجید کی زبان عربی میں ہے جو اپنی وسعت میں بے پایاں ہے۔ ایک مفہوم کو بیان کرنے کے لیے اگر اردو زبان میں صرف ایک لفظ ہے تو قرآن مجید میں اسی مفہوم اور اسی مطلب کے لیے متعدد الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً ”گرنا“ کے لیے ۱۹ الفاظ ”سامان“ کے لیے ۱۵ ”ہلاک کرنا“ کے لیے ۱۳ ”آواز“ کے لیے ۲۰ اور ”روکنا“ کے لیے ۱۵ الفاظ استعمال میں آئے ہیں۔ یہ الفاظ ہم معنی ضرور ہیں مگر ان سب کے مفہوم اور معانی میں ایک نہایت لطیف اور نازک فرق ہے۔ مثلاً ”جماعت“ کے لیے قرآن مجید میں چودہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ہر ایک کا مفہوم جدا ہونے کے باوجود وہ سب کے سب ”جماعت“ کے مفہوم میں مشترک ہیں جس کا اندازہ ذیل کے گوشوارے سے کیجیے۔

- ۱۔ جمیع (ج م ی ع) کسی بھی موقع پر جمع شدہ لوگ۔
- ۲۔ رھط (رھط) اس جماعت کا سردار جس میں ایک ہی خاندان کے دس تک نوجوان شامل ہوں۔
- ۳۔ شرزمتہ (ش ر ز م تہ) کزدر لوگوں کی چھوٹی سی جماعت۔
- ۴۔ عصبہ (ع ص ب تہ) طاقتور لوگوں کی چھوٹی سی جماعت۔
- ۵۔ طاقتہ (ط ا ع ف تہ) ایک رائے اور ایک مذہب کے لوگ۔
- ۶۔ فیتہ (ف ع تہ) ایک دوسرے سے تعاون حاصل کرنے والی جماعت۔
- ۷۔ فرقہ (ف ر ق تہ) کسی بڑی جماعت سے الگ ہونے والی چھوٹی جماعت۔

- ۸۔ ثلثہ (ث ل ث) کثیر تعداد کے لیے آتا ہے۔
- ۹۔ زمرة (ز م رة) کسی بڑی جماعت کے کھڑے ہوئے ٹولے جو نقل و حرکت کر رہے ہوں۔
- ۱۰۔ عزیز (ع ذ ی ن) ایک ہی نسب کے لوگ۔
- ۱۱۔ حزب (ح ز ب) لشکر سیاسی پارٹی۔
- ۱۲۔ معشر (م ع ش ر) کسی مخصوص مقصد کی حامل جماعت کے کل افراد۔
- ۱۳۔ ثقلان (ث ق ل ان) دو بڑی مخلوقات یعنی جن اور انسان۔
- ۱۴۔ ائمة (ا م ة) ایک امام کے متبع ہم عقیدہ لوگ۔
- فاضل مصنف نے مترادف الفاظ کے معانی و معانی کا یہ نازک فرق قرآن مجید اور عربی کی مستند لغات کے حوالوں سے واضح کیا ہے اور اردو الفاظ کے ۷۳۷ عنوانات قائم کر کے ان کے تحت ۳۱۰۰ مترادف الفاظ کی تشریح و توضیح کی ہے۔ اس طرح یہ فہرست کتاب کے تقریباً ۹۰۰ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔
- کتاب میں نہایت مفید پانچ ضمیموں کا بھی اضافہ کیا گیا ہے جن کی تفصیل اس طرح ہے:
- ضمیمہ نمبر ۱: اس میں قرآن مجید میں مذکور تمام اسمائے معرفہ جمع کر کے ان کے متعلق جامع معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ اس طرح نبیوں، فرشتوں، آسمانی کتابوں، ملکوں، شہروں، وادیوں اور اہل خیر اور اہل شر افراد کے حالات ایک جگہ آگئے ہیں۔
- ضمیمہ نمبر ۲: قرآن میں مذکور جملہ اسمائے نکرہ کے متعلق معلومات جمع کر دی گئی ہیں۔
- ضمیمہ نمبر ۳: اس میں قرآن مجید کے ان تمام الفاظ کی فہرست تیار کی گئی ہے جن کے اضداد بھی کتاب الہی میں مذکور ہیں۔
- ضمیمہ نمبر ۴: اس میں ایسے تمام افعال کی فہرست درج ہے کہ اگر ان کے ”ع“ کلمے کے اعراب میں تبدیلی آجائے تو ان کے معانی بھی بدل جاتے ہیں مثلاً ”بَصْرٌ بَصِيرٌ“ کے معنی ہیں ”آنکھوں سے دیکھنا“ جب کہ ”بَصْرٌ بَصِيرٌ“ کے معنی ہوں گے ”سوچنا سمجھنا“
- ضمیمہ نمبر ۵۔ اس میں متفرقات کے تحت چند جامع اسماء غلط العام چند مشتبہ الفاظ اور لغوی اور شرعی معنوں میں فرق کے موضوعات پر نہایت مفید علمی مواد جمع کر دیا گیا ہے۔
- زیر تبصرہ کتاب نے اپنی جامعیت کی بنا پر قرآن مجید کی ایک مکمل اور مستند لغت کی حیثیت حاصل کر لی ہے۔ قرآنی علوم کے وہ شائقین جو کتاب اللہ کی بے مثل فصاحت و بلاغت اور اس

کے اعجاز بیان کی مٹیرا عقل نزاکتوں اور لطافتوں کے انوار سے اپنے قلب و ذہن کو منور کرنے کے متنی ہوں ان کے لیے یہ کتاب ایک گراں قدر تحفہ ہے۔ مولانا عبدالرحمن کیلانی صاحب اپنے اس علمی شاہکار پر اہل اسلام کی طرف سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔

(۶)

تبصرہ نگار طالب ہاشمی

مولانا عبدالرحمن کیلانی پاکستان کے دینی اور علمی حلقوں میں جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ اب تک مختلف علمی موضوعات پر ان کی متعدد بلند پایہ تالیفات اہل علم سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ ان کے قلم نے جہاں دورِ حاضر کے کئی فتنوں کا بھرپور تعاقب کیا ہے وہاں بہت سے دینی، معاشرتی، معیشتی اور متفرق دوسرے مسائل پر بھی حق تحقیق ادا کیا ہے۔ زیرِ نظر کتاب ان کی تازہ ترین تالیف ہے۔ جسے حقیقی معنوں میں ایک معرکہ الاراء علمی کاوش اور اپنے موضوع پر منفرد شاہکار کتاب کہا جا سکتا ہے۔ فاضل مولف نے اس کی تالیف میں بڑی ریاضت، عرق ریزی اور تحقیق کی ہے جس کے لیے وہ بجا طور پر ہدیہ تحسین و ستائش کے مستحق ہیں۔

قرآن کریم میں سینکڑوں مترادف الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ایسے ہی الفاظ کے بارے میں فاضل مولف نے تحقیق کر کے شرح و بسط اور مستند کتب لغت کے حوالہ جات کے ساتھ بتلایا ہے کہ ان الفاظ کا ذیلی فرق کیا ہے؟ اور وہ مختلف مقامات پر کن کن معنوں اور مفہوم میں استعمال ہوئے ہیں۔ اس طرح یہ کتاب قرآنی مترادفات کی نہایت دلچسپ علمی اور ادبی انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت اختیار کر گئی ہے کتاب کے بیش لفظ کے آخر میں فاضل مولف نے قارئین سے مخاطب ہو کر اس خیال کا اظہار کیا ہے۔

”اس کتاب کے مطالعہ سے جہاں آپ کو عربی زبان کی وسعت کا علم ہو گا وہاں آپ قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت سے بھی محفوظ ہو سکیں گے۔ فصاحت کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ آپ بیان کرنا چاہتے ہیں اس کے لیے موزوں ترین لفظ کون سا ہو سکتا ہے۔ اور بلاغت یہ ہے کہ اپنا مافی الضمیر پورے کا پورا مختصر اور جامع الفاظ میں مخاطب کے سامنے پیش کر دیا جائے اور اس میں کوئی بات مبہم نہ رہ جائے۔ مترادف الفاظ کا فرق ذہن نشین کرنے کے بعد آپ خود بھی یوں محسوس کرنے لگیں گے کہ قرآن کریم کے نئے معانی و مفہوم آپ کے ذہن میں اتر رہے ہیں اور آپ اس کی فصاحت و بلاغت سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔“

ہم فاضل مولف کے اس خیال کی پوری تائید کرتے ہیں ”مترادف القرآن“ بلاشبہ اپنے

موضوع پر نہایت گرانقدر کتاب ہے۔ قرآن حکیم سے شفقت رکھنے والے اردو دان طبقے اور عربی زبان کے طلبہ کے لیے تو یہ ایک ایسا گراں بہا تحفہ ہے جس کا کوئی بدل ہی نہیں اور ہماری ناچیز رائے میں اس کتاب سے علماء کی معلومات میں بھی اضافہ ہو گا۔ کتاب صوری و معنوی ہر طرح کی خوبیوں سے مالا مال ہے۔

اس کتاب میں مترادفات کی لغت اور ان کے مطالب و معانی کا سلسلہ اور اردو عنوانات کے تحت بہ ترتیب حروفِ جمعیٰ ا سے ی تک ۹۰۳ صفحات تک پھیلا ہوا ہے۔ باقی کے سو صفحات چند نہایت مفید ضمیموں پر مشتمل ہیں۔ ضمیمہ نمبر ۱ میں قرآن میں مذکور ۲۷ انبیاء و رسل کے مختصر حالات زندگی، فرشتوں جبریل، میکائیل، ہاروت و ماروت وغیرہ کا تذکرہ، کتب سماوی، ذوالقرنین، حضرت مریم، حضرت زید، لقمان، طالوت، ابولہب، جالوت، سامری، فرعون، قارون اور ہارون کے تذکرے، معبودان باطل، مختلف ملکوں، شہروں علاقوں، پہاڑوں اور وادیوں وغیرہ کی تفصیل درج ہے ضمیمہ نمبر ۲ میں قرآن میں مذکور جانوروں، پرندوں، درختوں، پھلوں، ہتھیاروں، رنگوں، گھریلو اشیاء اور اعضائے بدن وغیرہ کی تفصیل ہے۔ ضمیمہ نمبر ۳ لغت ذوی الاضداد پر مشتمل ہے ضمیمہ نمبر ۴ میں افعال کے ع کلمہ کی حرکت یا مصدر کی تبدیلی سے معانی میں تبدیلی کی تفصیل ہے ضمیمہ نمبر ۵ مترادفات پر مشتمل ہے مثلاً غلط العام، چند محاورات، مشکل مازے مشتبہ الفاظ وغیرہ درج ہے۔ بلاشبہ ان ضمیموں نے کتاب کی افادیت میں بہت اضافہ کر دیا ہے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف کو دارین میں اس تالیف کا اجر عطا فرمائے (آمین) ہمیں امید ہے کہ ملک کے تعلیمی ادارے، کتب خانے اور اہل علم حضرات اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں خرید کر مؤلف کی حوصلہ افزائی کریں گے۔

(۷)

جون ۱۹۹۳ء

تبصرہ نگار: اکرام اللہ ساجد کھیلانی

پندرہ مہینہ

مولانا عبدالرحمان کیلانی آج سے چند ہی سال پیشتر عرض ایک خوشنویس تھے، اور کتابت ہی ایک طویل عرصہ تک آپ کا شغل اور ذریعہ آمدنی رہا۔ آپ نے مختلف رسم الخطوط میں قرآن مجید کے کئی نسخے اپنے ہاتھ سے کتابت کیے، اسی دوران اپنے بیٹوں کو دینی و دنیوی اعلیٰ تعلیم بھی دلوائی۔ ہونہار اور صالح اولاد نے بفضل ایزدی جب آپ کو فکرِ معاش سے آزاد کر دیا تو اچانک آپ تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس میدان میں آپ کی آمد ”دیر آمد، درست آمد“ کی مصداق ثابت ہوئی اور تھوڑے ہی عرصہ

میں آپ نے متعدد ضخیم کتب تصنیف کر ڈالیں۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ مختلف اخبارات و جرائد مثلاً ترجمان الحدیث، محدث، منہاج وغیرہ سے قلمی تعاون بھی جاری رہا۔ اب تک یہ سلسلہ جاری ہے اور ”حرمین“ کے تو آپ مستقل لکھنے والوں میں سے ہیں۔ طرفہ یہ کہ لاہور میں اپنی رہائش گاہ کے ساتھ ہی لڑکیوں کے ایک دینی مدرسہ (جو آپ کی اہلیہ مرحومہ کی یادگار ہے اور ان کے لیے صدقہ جاریہ) کے اہتمام میں اور بڑی خوبی سے اس کے جملہ انتظامات نبھائے ہوئے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ ایک نون تنہا آدمی کس طرح ان گونا گوں ذمہ داریوں سے عہدہ برآہور رہے؟ مجتہداً، مولانا اپنی ذات میں گویا ایک پوری انجمن ہیں اور اس بڑھاپے میں بھی کارکردگی اور صحت کے لحاظ سے نوجوانوں تک کے لیے قابل رشک! — حقیقت یہ ہے کہ سہ

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تانہ نخت خدائے بخشندہ

جیسا کہ ذکر ہوا، مولانا کیلانی صاحب بس ایک کامیاب خوشنویس تھے، اور کسی بھی مدرسے کے باقاعدہ فارغ التحصیل نہیں۔ اس کے باوجود جب آپ علمی میدان میں اترے تو انتہائی دقیق اور مشکل ترین موضوعات پر قلم اٹھایا اور پھر ان کا حق بھی ادا کر دیا۔ زیرِ نظر کتاب سے قبل آپ کی کئی کتابیں منظرِ عام پر آکر قارئین سے زبردست خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں جن میں اسلام کا ضابطہ تجارت، خلافت و جمہوریت، آئینہ پرورینیت عقل پرستی اور انکارِ معجزات، شریعت و طریقت اور مترادفات القرآن بالخصوص قابل ذکر ہیں۔ مؤخر الذکر ”مترادفات القرآن“ تو اپنی طرز کا ایک ایسا منفرد، علمی شاہکار ہے، جسے اللہ نے چاہا تو شہرتِ دوام حاصل ہوگی۔ ایک ہزار سے زائد صفحات کی اس کتاب میں آپ نے قرآن مجید کے ہم معنی اور مترادف الفاظ کے معانی کا فرق بتلایا ہے۔ مثلاً ”ڈرنے“ کے معنوں میں قرآن مجید میں ”خوف، خشیت، حذر، وحل، وجس، تقویٰ اور رعب“ وغیرہ مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ آپ نے ان تمام الفاظ کا ذیلی، فرق واضح کیا اور حتی الامکان یہ بتلایا ہے کہ قرآن مجید کے فلاں مقام پر ان میں سے فلاں لفظ کے استعمال میں کیا حکمت اور مصلحت ہے؟ — قرآن مجید کی یہ ایک ایسی خدمت ہے جو ایک طرف اگر قرآن مجید کے طالب علموں کے لیے انتہائی نفع بخش ثابت ہوگی، تو دوسری طرف ان شاء اللہ آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہوگی۔

فہرست عنوانات مترادفات القرآن مع فروق اللغویہ

بہ ترتیب حُرُوفِ قہجی

شمار	عنوان	الفاظ مشتقہ	تشریح	عنوان	الفاظ مشتقہ
		الف ممدودہ			
۱	آباد ہونا	سَكَنَ - بَوَّأَ (بوع) - ثَوَى -	۱۷	آگ کا دوسری	سَجَرَ - تَلَطَّى (۷)
		بَدَا (بدو) - حَضَرَ - خَلَدَ - عَاثَرَ		چیزوں کو جلانا	حَزَقَ اور رَاخَدَرَقَ (۶)
		عَفَى (۸)	۱۸	آگ بھنا بھانا	خَمَدَ - حَبَا (خبو) - طَفَأَ (۳)
۲	آباد کرنا	أَسَكَنَ - بَوَّأَ - عَمَرَ - أَوَى (۴)	۱۹	آگاہ ہونا	شَعَرَ - ظَهَرَ - عَرَى - عَلِمَ - خَبَرَ (۵)
۳	آفرت	أُخِرَتْ - دَارَ الْآخِرِ يَوْمَ الْآخِرِ	۲۰	آگاہ کرنا - بتلانا	أَشْفَعُ - أَظْهَرَ - عَلَّمَ - ادْرَى - حَدَّثَ
		دَارَ الْقَوَامِ - يَوْمَ الْبَعْثِ (۵)			عَرَفَ - أَطْلَعَ - نَبَأَ - دَلَّى (۹)
		نیز دیکھیے "قیامت"	۲۱	آگے (سامنے)	قُبِلَ اور قَبِلَ - بَيْنَ يَدَيْهِ (۲)
۴	آدمی (الانسان)	انسان - اناس - ناس - إِنْسِيَا	۲۲	آگے آنا بڑھنا	قَدَّمَ اور اسْتَقَدَّمَ - سَبَقَ اور
		اناسی - ادم - بشر (۷)			اسْتَبَقَ - أَقْبَلَ اور اسْتَقْبَلَ (۳)
۵	آرام کرنا	سَكَنَ - سَبَتَ - ارْتَفَقَ (۲)	۲۳	آگے بھیجنا	قَدَّمَ اور أَسْلَفَ (۲)
۶	آرزو کرنا	أَمَلَ - آمَنِيَّةٌ - وَدَّ (۳)	۲۴	آلات جنگ	أَسْلِحَةٌ - أَوْزَارٌ - حِدْرٌ - شَوْكَةٌ (۴)
۷	آڑ	بوسرخ - حجر - حَجَزَ -	۲۵	آنا	جَاءَ - آتَى - هَدَيْتَ - هُلْمَ -
		حَدَّ - "نیز دیکھیے پڑہ اور ڈولوار"			تَعَالَى - (۵)
۸	آزاد	حُرٌّ - مُنْحَصِنٌ - سُدَى (۲)	۲۶	آنکھ	عَيْنٌ - عَيْنٌ - حُورٌ - بَصَرَ (۴)
۹	آزاد کرنا	حَوَّرَ - طَلَّقَ - سَوَّخَ (۳)	۲۷	آوارہ پھرنا	نَاَهَ (تیبہ) - هَامَرَ (ھیعہ) (۱)
		نیز دیکھیے "رخصت کرنا"	۲۸	آواز اور اس	صوت - صد - صرخی - هس -
۱۰	آزمائش کرنا	إِمْتَحَنَ - بَلَى اور ابْتَلَى - فَتَنَ (۲)		کی اقسام	حیس - مکار - تَصَدَّقَ - ضَبَّحَ
۱۱	آسان	يسير - هَيِّنَ (۲)			خوار - رَفِيئٌ - شَهِيقٌ - لَهْثٌ
۱۲	آسمان	سما - فلك (۲)			راکز - صِيحَةٌ - صَاخَةٌ - نَفِيظٌ
۱۳	آسیب ہونا	تَخَطَّبَ - اعْتَرَى (عوی) (۲)			هَدَّ - غَلَى - صلصال قارعة (۱۰)
۱۴	آگ	نَاسٌ - لَطَّى (۲)	۲۹	آہستہ آہستہ	سروید - رخاء - عرف - يسر
۱۵	آگ کا نگارہ	شهاب - جذره - قَبَسَ (۳)		دکرا	استدرج - دَلَّى (۶)
۱۶	آگ جلنا جلانا	أَوْقَدَ - اور اسْتَوْقَدَ - قَبَسَ - سَعَّرَ			الف مقصورہ
			۱	الہذا جوش مارنا	عَلَى - نَضَعَ - فَاسَّرَ (۳)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ	نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۲	ابھار	کَعب - حَذب - اَمّت -	۲۰	اثرنا۔ اثرانا	طاس اور استطار۔ اَدْرَى۔ کَسَفَ ^(۳)
۳	ابھارنا	نَجَد۔ سَمک (۵)	۲۱	اشارہ کرنا	اَشَارَ۔ رَهَزَ۔ تَفَامَزَ۔ عَوَضَ ^(۴)
۴	آمانا۔ آثرنا	حَرَضَ۔ حَصَّ۔ حَثَّ۔ آمَرَ۔	۲۲	اطاعت و تابعداری	تَبِعَ۔ اِقْتَدَاءَ۔ اُسُوَّةَ۔ اَطَاعَ۔
۵	آمانا۔ بجز کرنا	جَوَمَ۔ (۵)	۲۳	پریشانی فراہم کرنا	پَرِيشَ۔ فَرَاہِشَ۔ اِسْتَجَابَ۔ اَسْأَلُوْا۔ قَنَتَ۔ تَرَعَنَ ^(۸)
۶	اٹھانا	نَزَلَ۔ نَزَلْ۔ نَزَلْ۔ اَنْزَلَ۔ تَنَزَّلَ۔	۲۴	اعتمال	قَصَدَ۔ وَسَطَ۔ تَقَوَّيْعَ ^(۳)
۷	اٹھانے پر چڑھنا	حَلَّ اور اَحَلَّ۔ هَبَطَ۔ وَصَعَ	۲۴	اعمال نامہ	طَائِرٌ۔ قَطَّ۔ كِتَابٌ۔ صُحُفٌ ^(۴)
۸	باہیں کرنا	خَلَعَ۔ (۵)	۲۵	انفوس	وَدَّلَ۔ لَيْتَ۔ اَسْفَى۔ اِنْسَى ^(۴)
۹	اٹھانا	فَرِحَ۔ بَطَرَ۔ مَرَحًا۔	۲۶	اقتدار بخشنا	مَكَّنَ۔ اِسْتَخْلَفَ ^(۲)
۱۰	اٹھانا	اِخْتَالَ (خیل)۔ فَخَرَ۔ اَشْرَ	۲۷	اقرار کرنا	اَقْرَرَ۔ اِعْرَفَ۔ شَهِدَ ^(۳)
۱۱	اٹھانا	كَمَطَى۔ تَكَبَّرَ۔ قَبْرَ۔ (۹)	۲۸	اکٹھا کرنا	جَمَعَ۔ اِجْتَمَعَ۔ حَشَرَ۔ اِدْعَى۔ حَزَنَ
۱۲	اٹھانا	حَرَصَ۔ اِخْتَلَقَ۔ اِفْتَرَأَ۔	۲۹	اٹھانا۔ اٹھانا	وَسَقَ اور اِسْتَقَ۔ كَفَتَ۔ لَمَرَ۔
۱۳	اٹھانا	تَعَوَّلَ۔ (۳)	۳۰	اٹھانا۔ اٹھانا	حَصَلَ۔ مَثَابَةَ ^(۱۰)
۱۴	اٹھانا	حَمَلَ۔ نَاءَ (نوع)۔ وَهَرَ۔ اِثَارَ	۳۱	اٹھانا۔ اٹھانا	اَكْرَمًا۔ دیکھیے اثرانا
۱۵	اٹھانا	(شوم) اَقْلَ۔ بَعَثَ۔ اَنْشَرَ	۳۱	اٹھانا۔ اٹھانا	اَلَسَانًا۔ دیکھیے ابھارنا
۱۶	اٹھانا	اَنْشَرَ۔ لَقَطَ اور لَقَعَ (۱۰)	۳۲	اٹھانا۔ اٹھانا	اِجْتَمَعَ۔ اِنْفَعَرَ ^(۲)
۱۷	اٹھانا	اَبْعَثَ۔ نَشَرَ۔ نَشَرَ۔ قَامَ (۳)	۳۰	اٹھانا	اَحَدَ۔ وَجِيدَ۔ قَوَّدَ۔ فَرَادَى ^(۴)
۱۸	اٹھانا	اَسْتَاذَنَ اور اِذْنًا۔ اِسْتَأَسَرَ (۲)	۳۱	اٹھانا	اِنْ۔ اِمَّا۔ لَوْ (۳)
۱۹	اٹھانا	عُثِّلَ۔ قَطَّ۔ اَعْرَابَ (۳)	۳۲	اٹھانا	اَزْكَنَ۔ اِسْتَفْكَ۔ جَمَّمَ۔ كَبَّ۔
۲۰	اٹھانا	اِذَّ اور اِذَا۔ بَغْتَةً (۲)	۳۲	اٹھانا	اَوْنَدَهَا۔ كَلِمَةً
۲۱	اٹھانا	بَغْتَةً۔ حَيْرَ۔ حَسَنَ۔ اَمَثَلَ	۳۳	اٹھانا	اور اَوْنَدَكَ
۲۲	اٹھانا	اور مَثَلِي۔ جَمِيْلَ۔ (۵)	۳۳	اٹھانا	اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔
۲۳	اٹھانا	نَكَرَ۔ عَجَبَ۔ حُجِبَ (۳)	۳۳	اٹھانا	اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔
۲۴	اٹھانا	فَضَلَ۔ مَنَ۔ اَنْعَمَ۔ اَحْسَنَ (۳)	۳۳	اٹھانا	اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔
۲۵	اٹھانا	خَيْرَةَ۔ مَلِكَ۔ وَلَايَةَ۔ اَمَكْنَ (۴)	۳۳	اٹھانا	اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔
۲۶	اٹھانا	اَسْتَحَبَّ۔ تَحَرَّى (حرو) (۲)	۳۳	اٹھانا	اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔
۲۷	اٹھانا	قَرَضَ۔ دَرَيْنَ۔ (۳)	۳۳	اٹھانا	اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔
۲۸	اٹھانا	اَرَادَ۔ عَزَمَ۔ اَبْرَمَ۔ هَمَّ	۳۵	اٹھانا	اَمَلٌ۔ حَقِيٌّ۔ رَجَاءٌ (رجو) (۳)
۲۹	اٹھانا	اَمَرَ۔ تَيَمَّمَ (يعني) تَحَرَّى (۷)	۳۵	اٹھانا	اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔
۳۰	اٹھانا	اَصَرَ۔ مَرَدَ۔ لَجَّ (۳)	۳۵	اٹھانا	اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔ اَلْاِثْمَ۔

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ	نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۲۶	انٹریاں	حوایا - آمعاء (۲)	۶	بادل	سحاب - غمام - عاریض -
۲۷	انتظار کرنا	اِنْتَظَرَ - اِرْتَقَبَ - تَرْتَبَّصَ (۳)	۷	بار (دفعہ مرتبہ)	مُعَصِرَاتٍ مُّزْنٍ - صَيَّبَ (۶)
۲۸	انجام (کار)	مُنْتَهَى - عَاقِبَةُ - مَصِيْرًا (۳)	۸	بارش	مِرَّةً - كَرَّةً - تَارَةً (۳)
۲۹	اندازہ لگانا	خَرَضَ - قَدَّمَ (۲)	۹	باز آنا	مَطْرٌ - مَاءٌ - طَلٌّ - وَدَقٌ - غَيْثٌ
۳۰	اندر	خِلَالَ - جَوْثٌ - بَاطِنٌ اور	۱۰	بازو	مِدَّ تَارًا - غَدَقٌ - صَيَّبَ وَابِلٍ (۹)
۳۱	اندرھا	بِطَائِنٍ -	۱۱	باغ	اِسْتَهْمَى - اِرْتَفَكَ (۲)
۳۲	انصاف (کرنا)	اَعْمَى - اَكْمَرَ اور عَمِيَ (۳)	۱۲	باقی چھوڑنا	جَنَاحٌ - عَضُدٌ - ذِرَاعٌ (۳)
۳۳	انکار کرنا	قَسَطَ اور عَدَلَ (۲)	۱۳	بال	جَنَّتْ - حَدِيْقَةٌ - رَوْصَةٌ (۳)
۳۴	انگلیاں	اَبَى - اَنْكَرَ - حَجَجَكَ - كَفَّرَ (۳)	۱۴	بانجھ	اَبْتَغَى - اَثْبَتَ - عَادَمًا (۳)
۳۵	اور ٹھننا	اَصَابِعٌ - اَنَامِلٌ (۲)	۱۵	بانڈھنا	شَعْرٌ - وَبْرٌ - صَوْنٌ (۳)
۳۶	اولاد	اِسْتَشْفَى - اِدْتَشَّنَ اِسْتَمَلَّ (۳)	۱۶	بت	عَاقِرٌ - عَقِيْمٌ (۲)
۳۷	اولاد	اولاد ذرئیة - اسباط - عقیب	۱۷	بتلانا	رَبَطَ - سَدَّ - غَلَّ (۳)
۳۸	اولاد	نسل - حفدة - آل - اهل (۸)	۱۸	بچا	صَنَعَ - نَصَبَ - اَوْثَانَ - حَبَّتْ
۳۹	اونٹ	صَوْنٌ - عِهْنٌ (۲)	۱۹	بچنا	طَاعُوْتُ (۵)
۴۰	اونٹ	اِبِلٌ - بَعِيْرٌ - جَمَلٌ - هِيْمٌ -	۲۰	بچنا	دیکھیے "آگاہ کرنا"
۴۱	اونٹ	سراكب - ناقدة - ضامر - عشار	۲۱	بچنا	بِرَّقَ - رَعَدَ - صَاعِقَةٌ (۳)
۴۲	اونٹ	بَدْنٌ - بَحِيْرَةٌ - وَصِيْلَةٌ -	۲۲	بچنا	وَتَّى - مَنَعَ - حَجَزَ - اَحْصَنَ
۴۳	اونٹ	سائیة - حام (۱۳)	۲۳	بچنا	جَنَبٌ - عَصَمَ (۶)
۴۴	اونٹ	دیکھیے "بند کرنا"	۲۴	بچنا	اِرْتَقَى - تَحَصَّنَ - اِجْتَنَبَ -
۴۵	اونٹ	"ا ل ک دینا"	۲۵	بچنا	اِسْتَعَصَمَ - حَلَسَ - تَمَتَّتْ (۶)
۴۶	اونٹ	نُفَاسٌ - سِنَّةٌ (۲)	۲۶	بچنا	اِحْتَمَ - وَكَيْدٌ - مَوْلُودٌ - وِلْدٌ
۴۷	اونٹ	حَطَبٌ - حَصَبٌ - وَفُودٌ (۳)	۲۷	بچنا	طِفْلٌ - صَبِيٌّ - غَلَامٌ (۵)
۴۸	اونٹ	یا - اَيُّهُ اور يَا أَيُّهَا (۳)	۲۸	بچنا	دَلْحِيٌّ - طَلْحِيٌّ - سَطْحٌ - قَرَشٌ -
۴۹	اونٹ	ب	۲۹	بچنا	مَهْدَةٌ (۵)
۵۰	اونٹ	وَالِدٌ - اَبٌ (۲)	۳۰	بچنا	مِهَادٌ - فِرَاشٌ - مَضَاجِعٌ (۳)
۵۱	اونٹ	تَبَارَكَ اور مُبَارَكٌ - اَيْمُونٌ - طُوبَى (۳)	۳۱	بچنا	دیکھیے "دینا اور سمات کرنا"
۵۲	اونٹ	قَوْلٌ - حَدِيثٌ - كَلِمَةٌ (۳)	۳۲	بچنا	بَحَلَ - اَمْسَكَ - اَدْعَى - اَكْلَى -
۵۳	اونٹ	كَلِمَةٌ - حَاوِرَةٌ - خَاطَبٌ (۳)	۳۳	بچنا	اَقْدَرَ - صَنَّ - شَخَّ - غَلَّ (۸)
۵۴	اونٹ	سُلْطَانٌ - مُلْكٌ اور مَلِكُوْتُ (۳)	۳۴	بچنا	شِقْوَةٌ - تَحْوَسَةٌ - طَائِرٌ شُومٌ

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ	نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
			۴۲	لستی۔ لستی والے	حُسُوم (۵)
۲۵	بددعا دینا	قَرِيْمًا۔ بَدُو۔ اَعْرَاب (۳)	۴۳	بجری	لَعْن۔ سَحَق۔ بَدَد۔ اِنْتَهَل (۴)
۲۶	بدصورت بنانا ہونا بدفالی اور بدگونی	غَنُو۔ مَعَز (۲)	۴۴	بگھڑا اور گندہ ہونا	مَسَخ۔ كَلَح۔ قَبَح (۳)
۲۷	بدکاری۔ بدکار	اَنْبِث۔ اِنْتَشَر۔ اِنْتَشَر (نثر)		بگھیننا	دیکھیے "بدبختی" اور "نامبارک"
۲۸	بدل دینا	اِنْقَص۔ اِسْتَطَار (طیر) (۵)		بگاڑ	سَرْنَا۔ بَغَاء۔ فَاحِشَة۔ سَفَح (۴)
۲۹	بدلہ	دیکھیے "پھیلانا، اور" اُرَانَا"		بگاڑنا	بَدَّل۔ حَوَّل۔ عَيَّر۔ حَزَوْتُ
۳۰	بدلہ دینا	"خرابی"		بگڑانا	اور تَحَرَّفْتُ۔ نَكَّوْتُ۔ دَاوَل (۶)
۳۱	بدلہ لینا	"غراب لڑنا"		بگڑانا	بَدَّل۔ ب۔ عَدَّل۔ اَجْر۔ جَزَاء
۳۲	بدست ہونا برا نیکو کرنا	"پکارنا"	۴۵	بلند کرنا	ثَوَاب۔ عِقَاب۔ وِبَالَ كِفَاة
۳۳	بڑا۔ بڑائی	رَاقِع اور اَشْأَا	۴۶	بلند ہونا	قِصَاص۔ وِيَّة۔ فِدْيَة (۱۱۲)
۳۴	برا بھلا کرنا	عَلَا۔ بَسَق۔ شَمَخ	۴۷	بنا	جَزَى۔ ثَوَّب اور اَتَاب۔ عَذَّب (۱۱۳)
۳۵	بڑا لگنا	جَعَلَ۔ بَنَى۔ صَنَعَ۔ اِنْخَذَ (۳)	۴۸	بند کرنا	دَانَ (۳)
۳۶	برابر ہونا، کرنا	عَلَّقَ۔ وَصَدَّ۔ قَصَرَ۔ قَبَضَ (۴)	۴۹	بسننا	عَاقَبَ۔ اِنْقَصَرَ۔ اِنْتَقَمَ (۳)
۳۷	بڑا دھونا، کرنا	جَبَّكَ۔ وَضَنَ (۲)	۵۰	بورجھ	نَزَفَ۔ غَال۔ اِغْوَل (سگر) (۳)
۳۸	بڑا دھونا، کرنا	ثَقَلَ۔ حَمَلَ اور حَمَل۔ وَقَر		بورجھ (گراں)	دیکھیے "ابھارنا"
۳۹	بڑا دھونا، کرنا	اور وَقَر۔ وِيْمَن۔ اِضْر۔ كَل	۵۱	بورجھ (گراں)	بِئْسَ۔ شَر اور شَرِيْب۔ سَاء۔
۴۰	بڑائی	وَرَّان اور مَوَازِيْن (۴)		بورجھ (گراں)	سَوَّء۔ سَيِّئَة۔ هَيَّئِ۔ قَبَّح (۲)
۴۱	بڑھنا۔ بڑھانا	ثَقَلَ۔ كَسَل۔ اَذ۔ كَبُر اور	۵۲	بورجھ اٹھانا	دَمَّ عَتَبَ۔ لَامَ۔ فَرَّبَ (۲)
		كَبِيْرَة۔		بورجھ اٹھانا	نَقَوَ۔ نَكَر (۲)
		دیکھیے "اٹھانا"	۵۳	بورجھ اٹھانا	عَدَل۔ سَوَاء۔ سَوَّى اور اسْتَوَّى (۲)
				بورجھ اٹھانا	ضَلَّ اور اَضَلَّ۔ حَوَّطَ اور اَحْبَطَ
			۵۴	بولنا	بَطَلَ اور اَبْطَلَ۔ اَضَاعَ (۲)
				بولنا	حَلَمَ۔ صَابِر۔ كَطَمَ (۳)
			۵۵	بہانا اور	كَبِيْر اور اَكْبَر۔ عَظِيْم اور اَعْظَم
				بہانا	جَلِيْل اور ذُو الْجَلَال۔ مَجِيْد (۲)
			۵۶	بہانا۔ بہانانا	كَبَّرَ۔ جَلَّال۔ جَدَّ (۳)
				بہتان	رَادَ اور اِرْزَاد۔ كَثُرَ اور كَثُرَ۔
			۵۷	بہتان	عَفَا۔ مَنَاعَفَ۔ اَطْوَعَ۔
			۵۸	بہتان	نَقَلَ۔ اَسْرَبِي (۴)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ	نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۵۸	بہکنا اور بہکانا	رَنَّ - اَنَّ - لَا جَرَمَ - قَدَّ (۴) دیکھیے - "بُرَّ اَجْلًا لَمَنَا"	۷۴	بیشک بے عزتی کرنا	صَلَّ اور اصْلَل - غَوَى اور اَعْوَى - تَاَه (۳)
۵۹	بھاگنا-بھگانا	فَرَعَ - جَزَعَ - فَرَعَ - كَرَبَ هَلَعَ - اضْطَرَّ - اسْتَفْزَرَ (۷)	۷۵	بے تسرار ہونا (کرنا)	فَرَّ - اَبَقَ - نَزَهَقَ - هَرَبَ (۲) اسْتَنْفَرَ - شَرَدَ (۶)
۶۰	بھائی بھاری ہونا	فَرَعَ - عَطَلَّ (۲) محمور و شقی دیکھیے "دھندلانا"	۷۶	بے کار ہونا بے نصیب	اِخْوَةَ - اِخْوَانَ (۲) دیکھیے "بو بھل ہونا"
۶۱	بھرجانا	غنی - صمد دیکھیے "دھوکا دینا"	۷۸	بے نیاز بے وفا کرنا	مَلَا اور مَتَلَاءَ - دَهَقَ - شَحِنَ (۳)
۶۲	بھوک	"نادان"	۷۹	بے وقوف بے ہودہ کلام	جُوعَ - مَسْعَبَةَ - مَخْمَصَةً خَصَا صَدَّ (۴)
۶۳	بھولنا-بھلانا	تَرْفَ - (۳)	۸۰	بے ہوش ہونا غشی	نَسِيَ اور اَنْسى - سَهَا - ضَلَّ ذَهَلَ (۴)
۶۴	بھوننا	عند - گدھی اور لڈن - حَوْلَ - تِلْقَاءَ (۴)	۱	پاس	شَوَى - حَنَدَ (۲)
۶۵	بھینجا	سَبْحَانَ - قُدُّوسَ - ذِكْرَتَهُ - طَهُورَ - طَيْبَ (۵)	۲	پاک (سھرا)	اَمْسَلَ - بَمَثَ (۲)
۶۶	بیان کرنا	مَحْصَنَ - زَكَى - طَهَّرَ - صَمًا بَرَّآ (۵)	۳	پاک کرنا	وَصَفَتَ - قَضَّ - ضَرَبَ - حَدَّثَ - اَبَانَ اور بَيَّنَّ - صَرَفَ - فَصَّلَ - فَتَرَ (۸)
۶۷	بیٹا- بیٹی	پانی اور اس کی	۴	پائیزگی بیان کرنا	وَلَدَ - وُلِيدَ - مَوْلُودَ - اِبْنَ اور بِنْتِ (۲)
۶۸	بیٹھنا	پانی مانگنا	۵	پانا	قَعَدَ - جَلَسَ - جَنَّا (۳)
۶۹	بیمار	پانی کے رستے	۶	پانی کے رستے	مَرِيضَ - سَقِيمَ - حَرَضَ (۳)
۷۰	بیوی	اور ذخیرے	۷	اور ذخیرے	نَزَّوَجَ - حَلَالِيلَ - اِمْرَاةً (۳)
۷۱	بے انصافی کرنا	پانی مانگنا	۸	پانی مانگنا	صَاحِبَةً - نِسَاءَ اور اَهْلَ (۶) عَدَلَ - قَطَطَ - ظَلَمَ - حَافَ عَالَ - صَامَرَ (ضَيَرَ) (۶)
۷۲	بے خبر ہونا	پانی کے رستے	۹	پانی کے رستے	دیکھیے "غافل ہونا"
۷۳	بے رغبتی کرنا	اور ذخیرے	۱۰	اور ذخیرے	رَغِبَ عَنِ حُصُورِ - زَاهَدَ (۳)
۷۴	بیزار ہونا	پانی مانگنا	۱۱	پانی مانگنا	تَبَرَّأَ - قَلَى - مَقَّتَ (۳)

نمبر شمار	عنوان	الف لام مضملة	نمبر شمار	عنوان	الف لام مضملة
۸	پاؤں (پیر)	رجل قدم (نیز دیکھیے "قدم") (۲)	۲۳	پوراؤنا۔ ہونا	تَعَرَّ اور تَعَرَّ - اَكْمَل - اَوْف -
۹	پتھر	حَجَر اور حجارة - حَصَب		پوشیدہ ہونا	قَضَى - اَسْبَغ (۵)
۱۰	پکھلا	سَيَّحِيل -		پوشاک	دیکھیے "پھینا"
۱۱	پکھلتا	اخر - خَلَف (۲)	۲۵	پہاڑ	لباس - كِسْوَةٌ (۲)
	پراگندہ ہونا	كَدَم - حَسْر - سَقَطَ فِي يَدِهِ (۳)	۲۶	پہاڑ	جَبَل - رَوَابِي - طَوْد - صَعْوَةٌ (۵)
۱۲	پرا۱ ہونا	دیکھیے "بھڑنا"		پہچانا	اعلام
۱۳	پرہ	بَلَى - قَدِيم - عَتِيْق (۳)	۲۷	پہچانا	عَرَفَ - تَوَسَّعَ (۲)
	پرہ	عِطَاء - غِشَاء - عُلْف -	۲۸	پہلا۔ پہلی۔ پہلے	اَوَّل اور اَوَّلَى - سَابِق - قَبْل (۳)
۱۴	پرہ کرنا	اَكْمَام - اِكْنَةٌ - سِتْر - حِجَاب	۲۹	پہلو (کوٹ)	جَنْب - جَنَاح - عِظَف (۳)
۱۵	پرورش کرنا	عَوْرَةٌ - سُرَادِق (۹)	۳۰	پہنچنا	بَلَغَ - اَصَابَ - اَفْضَى - نَالَ
	پرورش کرنا	استتر - حجب - (۲)		پہنچنا	تَنَاطَش - تَعَاطَى (عَطُو) وصل
	پرورش کرنا	انثاء - اَنْبَت - رَبَا - رَبَّيْ	۳۱	پہنچنا	مَسَّ - وَرَدَ (۹)
	پرورش کرنا	كَفَل (۵)		پہنچنا	اَبْلَغَ اور بَلَغَ - اَوْرَدَ - جَبَا جِئِي
۱۶	پڑھنا۔ پڑھانا	قَرَأَ اور اَقْرَأَ - تَلَى - تَرَتَّلَ دَرَسَ	۳۲	پھاڑنا	اَدْنَى (دلو) (۳)
	پسند آنا	اور دِرَاسَةٌ - اَهْلَى (۵)		پھینا	خَرَقَ - قَلَدَ - فَطَنَ نَجَرَ - مَخَرَ
	پسند کرنا	دیکھیے "خوش ہونا"	۳۳	پھینا	شَقَّ - فَلَقَ - فَرَّقَ - مَزَّقَ (۹)
	پکارنا	حَبَّ - وَدَّ - اِرْتَضَى - تَخَيَّرَ		پھینا	اِنْفَطَرَ اور قَطَطَرَ شَقَّ اور اَشَقَّ
	پکھٹا	دَعَا - نَادَى - اَذَّن - اِبْتَهَلَ	۳۴	پھینا	اِنْفَلَقَ - تَصَدَّعَ - تَمَيَّرَ (۵)
	پکھٹا	جَهَرَ - (۵)		پھینا	دَامَرَ - طَانَ - حَامَرَ - تَقَلَّبَ
	پکھٹا	اَخَذَ - بَطَشَ - تَنَاطَشَ - قَبَضَ		پھینا	اور اِنْفَلَبَ تَلَكَّصَ - اِنصَرَنَ -
	پکھٹا	خَطَفَ - سَطَا - اِعْتَصَمَ -		پھینا	وَلَى اَلْوَتُوْلَى اِمْرَاتَدَ - اَدْبَرَ (۹)
	پکھٹا	اِسْتَمَكَ - دَرَكَ (۹)	۳۵	پھینا	اَقْلَبَ اور قَلَبَ حَرَمَ - دَلَى
	پکھٹا	دیکھیے "پھینا" اور "لوٹنا"		پھینا	رَدَدَ - لَغَتَ - اَفَكَ (نیز دیکھیے
	پکھٹا	وَسَّرَ - مَوَّلَى اَلنَّانَ - مَلَجَأَ		پھینا اور	مَنَ پھینا - (۹)
	پکھٹا	مَفَارَةٌ - حِيصَ - مَلْتَحَدَا (۱)	۳۶	پھینا اور	رَأَى اور اَرَأَى - رَمَى اور اَرَمَى
	پکھٹا	اجاس اور استجار - اعاد		پھینا اور	وَحَضَّ اور اَدْحَضَّ - هَال - رَوَدَا (۵)
	پکھٹا	اور استعاد	۳۷	پھیل	تَمَرَ - فَاكِهَةٌ - جَنَى - اَكَلَ (۳)
	پکھٹا	سَأَلَ - اِسْتَفْتَا - اِسْتَبْنَا (۳)	۳۸	پھیل پھینا	يَنَّعَ اور جَنَى (۲)
	پکھٹا	كل - كامل - كافَةٌ - سَلَمَ (۲)		پھینا	دیکھیے "چشمہ پھوننا"

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ	نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۲۹	پھونک مارنا	فَفَحَ - نَفَحَ - نَفَثَ - أَطْفَأَ (۴)	۱	تا بعداری کرنا	دیکھیے اطاعت کرنا
	پھینا	دیکھیے بکھرنا	۱	تارا (اقسام)	تَجَمَّرَ - كَوَّابٍ - خُنَسَ -
۳۰	پھیلانا	ذَرَأَ - مَدَدَ - دَخَى اور طَخَى -	۲	تاری کی چھانا	جَوَّارَ - كُنَسَ (۵)
	پھینکنا	نَشَرَ - بَطَطَ - بَثَّ (۶)	۲	تازہ	عَسَسَ - عَسَقَ - عَطَشَ - وَقَبَّ
۳۱	پھینکا	نَبَذَ - طَرَحَ - رَجَعَهُ - رَامَى -	۳	تازہ	سَجَى - أَظْلَمَ (۶)
	پھینکا	قَذَفَ - جَفَأَ (۶)	۳	تازہ	طَرَبَى - رَطَبَ - نَضَّرَهُ - نَاعَمَهُ (۴)
۳۲	پھینکا	ظَمَانَ - وَرَدَ - هَيَمَ - نَهَشَ (۴)	۴	تازہ	لَ - كَتَى - ان - كَيْلًا - لَيْكَيْلًا - لَيْلًا (۶)
۳۳	پھینکا	اَكْوَابَ - كَاسَ - سَقَايَةَ - صَوَّغَ (۴)	۵	تازہ	قَطَرَ - مَهَلَّ (۲)
۳۴	پھینکا	غَسَلِينَ - عَسَاقَ - صَدِيدَ (۳)	۶	تازہ	عَرَشَ - اِسْرَابَكَ - سَرِيحَ (۳)
۳۵	پھینکا	ظَهَرَ - دُبْرَ - صَلَبَ (۳)	۷	تازہ	رَبَّ - اَلْوَاحِ (۲)
۳۶	پھینکا	اِتَّبَعَاءَ - قَصَّ - اَتَّبَعَ (۳)	۸	تازہ	دَبَّرَ - كَادَ (كَيْدَ) - مَكَرَ - حَيْلَةً (۳)
۳۷	پھینکا	بَعَدَ - اِدْبَارَ - خَلَعَ - وِرَاءَ (۳)	۹	تازہ	مِيزَانَ - قِسْطَاسَ (۲)
۳۸	پھینکا	خَلَعَ اور خَلْفَةً - اَرْدَفَ -	۱۰	تازہ	نَحَّتَ - جَابَ (۲)
	پھینکا	تَلَى (۳)	۱۱	تازہ	دیکھیے "ابھارنا"
۳۹	پھینکا	اَخَّرَ - خَلَعَ (۲)	۱۱	تازہ	قَضَبَ - بَقَلَ (۲)
۴۰	پھینکا	تَاَخَّرَ - خَالَفَ - عَبَّرَ (۳)	۱۲	تازہ	سَبَّحَ - قَدَّسَ - حَاشَا (۳)
۴۱	پھینکا	اَخَّرَ - اَرَجَاءَ - اَرْجَمَهُ - نَسَأَ (۳)	۱۳	تازہ	سَكَّنَ - اِطْمِئِنَّا (۲)
۴۲	پھینکا	اَتَّبَعَ - نَفَى اور نَفَى - اَعْوَدَى (۳)	۱۴	تازہ	عَبَّرَ - اَوَّلَ - اَفْتَى (۳)
۴۳	پھینکا	خُنَسَ - اَتَّبَعَ - اِلْتَمَتَ (۳)	۱۵	تازہ	حَمَدَ - شَكَرَ (۲)
۴۴	پھینکا	بَرَأَ - بَدَعَ - فَطَرَ - خَلَقَ -	۱۶	تازہ	عَظَّمَ - وَفَّرَ (۲)
	پھینکا	اَنْشَأَ - ذَرَأَ - (۶)	۱۷	تازہ	دیکھیے "توت دینا"
۴۵	پھینکا	دیکھیے اطاعت کرنا	۱۷	تازہ	اِلَى - حَتَّى (۳)
۴۶	پھینکا	عَرَضَ - اَحْضَرَ (۲)	۱۸	تازہ	دیکھیے "اِزْزَانَا"
۴۷	پھینکا	جَبِينَ - جَبَلَهُ - نَاصِيَةَ (۳)	۱۸	تازہ	صَرَّرَ - صَرَّرَ - صَرَّرَ كُرْهًا - اَذَى
۴۸	پھینکا	نَبِيَّ - رَسُوْلَ - مَلَا ثَكَّةَ (۳)	۱۹	تازہ	مَعْرَةَ (۲)
۴۹	پھینکا	سَاحِرَ - كَاهِنَ - شَاعِرَ - مَجْنُوْنَ (۳)	۱۹	تازہ	صَرَّرَ - اَذَى - كَلَّفَ - شَقَى -
	پھینکا	شَرِبَ - بَجَّرَعَ - سَاعَ (۳)	۲۰	تازہ	اَكْرَهَ - عَنَتَ اور اَعْنَتَ - سَامَ (۴)
	پھینکا	دیکھیے "سخر کرنا"	۲۰	تازہ	مَلَّاشَ كَرْنَا
	پھینکا	دیکھیے "سخر کرنا"	۲۰	تازہ	شَفَى - اَنْبَرًا - اَفَاقَ (۳)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ منفصلة	نمبر شمار	عنوان	الفاظ متصلة
۲۱	متلدستی	فَقْرٌ - مَسْكَنَةٌ - عَيْلَةٌ - اَمْلَاقٌ	۲	ٹھنڈا ہونا - کرنا	بَرَدٌ اور قَرٌّ (۲)
۲۲	تنگی	قَتْرٌ - بَأْسَاءٌ - مَاتَرَةٌ (۴)	۴	ٹھنڈا (رکنا)	سَكَنٌ - رَاكِدٌ - جَمَدٌ - رَهْوًا - قَرٌّ - وَقْفٌ (۴)
۲۳	تنگ کرنا - ہونا	حَاجَةٌ - (۵)	۵	ٹھنڈا (آباد ہونا)	لَبِثٌ - مَكَّثٌ - عَكَفٌ (۳)
۲۴	تورنا	ضَاقٌ - قَدَّرَ - تَبَّصَّ - حَصَرَ حَقًا (۵)	۶	ٹیل اور اس کی	سَبَبَةٌ - اَمْتٌ - حَذَبٌ - رَابَعٌ
۲۵	توفیق دینا	تَكَثَّرَ - نَقَضَ - اَلْقَصَّ - فَقَّرَ جَدًّا (۵)	۷	اقام	اَحْتَقَاتٌ - نَجَدٌ (۶)
۲۶	تہمت لگانا	وَقَفَّ - اَوْرَعَ (۲)	۸	ٹیرٹھ	عَوَجٌ - تَرَبَّحٌ - نَزَاغٌ اور اَنْزَاغٌ (۵)
۲۷	تہمت لگانا	رَكِبَ - تَضَيَّقَ - تَضَيَّقَ - تَضَيَّقَ (۲)	۸	ٹیک لگانا	اِشْتَكَا - اِسْتَفَقَّ (۲)
۲۸	تھکا	مُتْرَاكِبٌ - تَضَيَّقَ اور مُتَضَيِّقٌ كَسَفَ - (۵)	۱	ثابت ہونا	حَقٌّ - خُصَّصَ (۲)
۲۹	تھکا	سَعَى - نَصَبَ - عَمَى - لَقَبَ حَسَرَ - اَذَّ (۶)	۲	ثابت قدم ہونا	ثَبَتَ اور اَثْبَتَ - اِسْتَقَامَ (۳)
۳۰	تھنا (رکنا)	سَكَنَ - سَكَتَ - رَهْوًا (۳)	۳	رکھا	اِصْطَبَرَ - رَا بَطَّ (۳)
۳۱	تھوڑا	قَلِيلٌ - قَلِيلٌ - نَقِيرٌ - تَطْمِيرٌ فَوَاقٌ (۵)	۱	جاسوسی کرنا	تَجَسَّسَ - سَمِعَ (۲)
۳۲	تیار کرنا	هَيَأَ - اَعَدَّ - اَعَدَّ جَهَنَّمَ (۲)	۲	جاننا	عَلِمَ - اَدْرَأَى - اَحَسَّ (۳)
۳۳	تیز	سَهْمٌ - زَلَمَ (۲)	۳	جان بکمت	جَانِبٌ - طَوْرٌ - وَجْهَةٌ - شَطْرٌ تَلَقَّاهُ - قَبِلَ (۶)
۳۴	تیل	حَدِيدٌ اور حِدَادٌ - سَلَقَ (۲)	۴	جب	اِذَّ - اِذَا - اِذَا - اِذَا - لَمَّا - كَلِمًا (۴)
۳۵	توری چڑھانا	زَيْتٌ - دُهْنٌ اور دِهَانٌ عَبَسَ - كَلَجَ - بَسَرَ (۳)	۴	جھلانا	جَهَلَانًا
۳۶	تھوڑا	جُزْمٌ - قَطَعٌ - بَقَعَتْ كَسْفُهُ زُبُرٌ اِنْكَاسٌ عَيْنَيْنِ جَلْدًا - فَرَّقَ بَيْنَ تَبَّتْ - اِنْقَصَوْ - تَقَطَّعَ - اِنْقَضَ (۳)	۵	جھڑھ	اَصْلٌ - دَائِرٌ - اَعْبَانٌ (۳)
۳۷	تھوڑا	تَبَّتْ - اِنْقَصَوْ - تَقَطَّعَ - اِنْقَضَ (۳)	۶	جسم	جَسْمٌ - جَسَدٌ - بَدَنٌ (۳)
۳۸	تھوڑا	اِنْقَضَ (۳)	۷	جھڑھ	اَوْتَقَى - قَرَّبَ (۲)
۳۹	تھوڑا	اِنْقَضَ (۳)	۸	جگہ	مَقَامٌ - مَكَانٌ - مَرَاغِفٌ (۳)
۴۰	تھوڑا	اِنْقَضَ (۳)	۹	جلا وطنی	جَلَاءٌ - نَفَى (۲)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ	نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۱۰	جلدی کرنا	س اور سون۔ سَرَعَ۔ حَجَل	۲۵	جھگڑانا	شَجَرَ۔ تَنَازَعَ۔ حَاجَ۔ جَدَل
		اور اسْتَعَجَلَ۔ بَدَرَ۔ فَوَاہَا (۵)			مَا رَخَّصَمَ۔ لَدَّ۔ تَشَاكَسَ (۸)
	جینا۔ جیلانا	دیکھیے ”اگل“	۲۶	جھوٹ	كُذِبَ۔ بَاطِلٌ۔ زُفِرَ۔ اِفْكَ (۳)
۱۱	جماعت	جمع اور جمع۔ رَاَهَطَ۔ شَرِيهَةً	۲۷	جھوٹا یا بنا	كُذِبَ۔ اِفْكَ۔ تَقَوَّلَ (۳)
		عَصَبَةٌ۔ طَائِفَةٌ۔ فِرْقَةٌ۔ حِزْبٌ	۲۸	جھٹلانا	كُذِبَ۔ اَبْطَلَدَ (۲)
		ثَلَاثَةٌ۔ رُمُومَةٌ۔ عَزِيْنٌ۔ حِزْبٌ		جینا	دیکھیے زندہ ہونا۔ رہنا
		مَعْتَرٌ۔ تَقْلَانٌ۔ اُمَّةٌ (۱۳)			
۱۲	جت (جانور کی)	رُكِبَ۔ خَيْلٌ۔ حَمَمٌ۔ اَبَايِلٌ (۳)	۱	چابی (بھی)	مَقَالِيْدٌ۔ مَفَاتِيْحٌ (۲)
۱۳	جن	جِنَّ اَوْ جِنَّةٌ۔ شَيْطَانٌ۔ مَارِيَةٌ	۲	چادر	خُمْرٌ۔ جَلَابِيْبٌ (۲)
		خَنَاسٌ۔ عِفْرِیْتٌ (۵)	۳	چارہ	مَرْعَىٰ۔ اَبٌ۔ عَضَفٌ (۳)
۱۴	جنت اس کے	جَنَّتٌ۔ جَنَّتْ عَدَنٌ -	۴	چاند	قَمَرٌ۔ هَلَالٌ (۲)
	مختلف نام	جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ جَنَّةُ النَّعِيمِ (۳)	۵	چاہنا	شَاءَ۔ اَرَادَ۔ اِسْتَهْمَىٰ۔ بَغَىٰ اَوْ
۱۵	جنگ	حَرْبٌ۔ قِتَالٌ۔ رَاَهَفَ۔ بَاسٌ	۶	چپ ہونا۔ رہنا	اِبْتَسَىٰ۔ رَغَبٌ (۵)
		بِحِرَادٍ۔ عَزَىٰ (۶)	۷	چراغ	سَكَنَ۔ صَمَتَ۔ اَنْصَتَ (۳)
		وَضَعَ۔ وَوَلَدَ (۲)	۸	چراغ	مِصْبَاحٌ۔ سِرَاجٌ (۲)
			۹	چرخ	رَاغِيٌّ۔ اَسَامَرٌ (۲)
				چرخ	عَرَجٌ۔ تَرَقَىٰ۔ صَعَدَ۔ ظَهَرَ
					رَاَهَقَ۔ نَسَوَرَ (۶)
۱۶	جواب دینا	اَجَابَ۔ رَجَعَ۔ اَفْتَىٰ (۳)	۱۰	چشمہ	عَيْنٌ۔ يَنْبُوعٌ۔ سَرَىٰ (۳)
۱۸	جواری	حَلَمٌ۔ اَشَدُّ (۲)	۱۱	چشمہ کا پھوٹنا	فَارَ۔ نَضَعَ۔ اِنْبَجَسَ۔ اِنْفَجَرَ
				اور رہنا	اور دَجَرَ سَالَ جَوَارِي تَاوَضَ (۴)
۱۹	جوڑا	رَاوَجٌ۔ شَفَعٌ (۲)		چلنا	مَشَىٰ۔ دَبَّ۔ اِنطَلَقَ۔ سَلَكَ
۲۰	جوڑنا	وَصَلَ۔ خَصَفَ۔ رَمَضَ (۳)			سَرَىٰ۔ بَسَرَىٰ۔ دَابَّ۔ مَضَىٰ
	جوشن مارنا	دیکھیے ”البتا“			نَعَبَ۔ سَارَ۔ قَبَضَ۔ رَجَلَ (۱۲)
۲۱	جہاں جہاں نہیں	حَيْثُ حَيْثُمَا اَيْنَمَا (۳)		چلانا	سَأَىٰ حَرْوَهُ اَرْجَىٰ سَلَكَ
۲۲	چھوٹ	مَرَجَعٌ اَوْ اِرْدَجَعٌ هَوَّ (۲)	۱۳		سَلَّ سَلَىٰ اَسْرَىٰ (۶)
۲۳	جھکنا	اَمَالَ۔ جَمَعَ۔ عَنَا۔ صَفَا۔ رَكَنَ	۱۴	چلانا (بھی)	هَوَّ۔ صَدَّ۔ جَرَّ۔ اِصْطَرَحَ
	(ماں ہونا)	ذَلَّ۔ عَالَ۔ دَفَىٰ (۳)			حَرَّهَ (۵)
		اَجِنَفَ۔ صَبَا (۳)			
۲۴	جھکانا	خَفَصَ عَصَىٰ رَكَعَ نَكَسَ (۳)	۱۵	چھٹنا	اَلْحَفَّ۔ اَلزَبَّ۔ اَلزَمَّ (۳)

نمبر	عنوان	الفلا متعلقہ	نمبر	عنوان	الفلا متعلقہ
۱۶	چمک چمکنا	بَزَعٌ - اَسْرَقٌ - قَتَبَ - سَتَا -	۴	حاکم	حاکم - اولی الامر - قوام (۳)
۱۷	چند	دُرْبَتِي (۵)	۵	حد سے بڑھنا	جاوڑا - اَسْرَقٌ - بَنِي - عَدِي -
۱۸	چمن ایسا	مَعْدُوْدَةٌ - بِيضٌ - نَفَرٌ (۲)	۶	حد سے کم کرنا	قَرَطَ - سَلَقَ - غَلَا سَطَطَ (۸)
۱۹	چوپائے	اِخْتَارَ - اِصْطَفَى - اِجْتَبَى	۷	حرام	قَصَرَ (۲)
۲۰	چورہ چورہ	اِسْتَخْلَصَ - اِصْطَنَعَ (۵)	۸	حصہ	حَرَامٌ - سَحَتْ (۲)
۲۱	چوری کرنا	وَحُوشٌ - يَهَائِعُ - اِنْعَامٌ - دَوَابٌ (۳)	۹	حفاظت کرنا	جِزءٌ - تَرَأَفٌ - حَظٌّ - خَلَاقٌ
۲۲	چوکیدار	هَشِيمٌ - حَطَامٌ - عَشَاءٌ -	۱۰	حقدار	نَصِيْبٌ - كَيْفَلٌ - بَعْضٌ (۵)
۲۳	چھیننا	هَبَاءٌ - رُفَاتٌ - بِنٌّ - دَكَاؤٌ (۴)	۱۱	حق مہر	حَفَظَ - رَأَى عِيْنَ - كَلَّأَ (۳)
۲۴	چغابا	سَبْرَقٌ - عَمَلٌ (۲)	۱۲	حقیر	اَحَقٌّ - اَوَّلِي (۲)
۲۵	چھینا	حَرَسَ - رَا صَدَ - مَعْقِبٌ (۳)	۱۳	حکم دینا	صَدَقَةٌ - اَجْرٌ - فَرِيضَةٌ (۳)
۲۶	چھوڑنا	غَابَ - اَفْلَ - عَرَبٌ - عَرَبٌ -	۱۴	حلق	رِيكِيَةٌ "ذليل"
۲۷	چھت	وَقَبٌ - بَطْنٌ - تَوَامِرِي - خَفِي (۹)	۱۵	حمد کرنا	اَمَرَ - حَكَمَ - اُذِنَ - اَوْضَى (۳)
۲۸	چھوڑنا	كَنَ - كَتَمَ - وَكَمَرِي - اَكَنَ - اَخْفَى	۱۶	حیران ہونا	رِيكِيَةٌ "کلا"
۲۹	چھیننا	اَسَرَ - خَبَبٌ (۶)	۱۷	حیض	سَطَا - اَغَاثَرُ (۲)
۳۰	چھیننا	عَرَشٌ - سَقْفٌ - بِنَاءٌ (۳)	۱۸	خبر دینا	حَيْرَانٌ - يَهَيْتَ - هَجَبٌ (۲)
۳۱	چھیننا	تَرَكٌ - هَجَرَ - عَطَلَ - خَلَى -	۱۹	خبر دینا	مَحِيضٌ - قَرُوءٌ (۲)
۳۲	چھیننا	يَدْرُ - وَرَدَعٌ - خَادِرٌ (۴)	۲۰	خاوند	بَعَلَ - زَوَّجَ - سَيَّدَ (۳)
۳۳	چھیننا	فَكَ - نَقَدَ - اَوْرَ اِسْتَنْقَدَ (۲)	۲۱	خبر	خَبَرَ - خَبَّرَ - نَبَأَ (۲)
۳۴	چھیننا	مَسَّنَ - لَمَسَ - اَوْرَطَمَتْ (۳)	۲۲	خبر دینا	رِيكِيَةٌ "بتلانا"
۳۵	چھیننا	نِيَزَ - رِيكِيَةٌ "مجامعت کرنا"	۲۳	ختم ہونا	نَقَدَ - خَتَمَ (۲)
۳۶	چھیننا	سَلَبَ - عَصَبَ - نَالَ - خَطَفَ (۳)	۲۴	خدیگہ	خَلَامٌ - فَتَى - سُوغَرِيَا (۳)
۳۷	چھیننا	رِيكِيَةٌ "چلانا" اور آواز	۲۵	خرابی	خَبَالَ - مَعْرَةٌ - قَسَادٌ (۳)
۳۸	چھیننا	قَدَّ - مَخَوَّ - فَطَرَ - رِيكِيَةٌ "بھڑانا"	۲۶	خراب کرنا	خَرَبَ - اَوْرَاخَرَبَ - فَسَدَ - اَوْرَا فَسَدَ (۲)
۳۹	حاجت	حَاجَتٌ - مَالِرَبٌ - اَوْرَارِبَةٌ -	۲۷	ہونا	اَعَابَ - سَنَّ - اَسَنَّ - سِنِيَهُ (۶)
۴۰	حاضر	وَطَرَ (۲)	۲۸	خرچ کرنا	اَنْفَقَ - بَخِلَ - اِفْتَرَّ - اَسْرَفَ (۲)
۴۱	حاضر	حَاضِرٌ - شَهِيْدٌ - عَسِيْدٌ (۳)	۲۹	خرید و فروخت	اَسْرَفَ - بَدَّرَ - اَهْلَكَ (۶)
۴۲	حال حالت	بَالٌ - خَطَبٌ - دَابٌ - طَوِي (۳)	۳۰	کرنا	بَاعَ - اَوْرَبَّاعٌ - بَعَّرَ - اَوْرَبَّاعِي (۳)

نمبر	عنوان	الفاظ متعلقہ	نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۹	خزانہ	گَنَزٌ - قَنَاطِرٌ - خَزَائِنٌ (۳)	۷	درخت اور پودے	شَجَرَةٌ اور شَجَرٌ - نَجْمٌ - أَشَلٌ
۱۰	نمشک ہونا	يَبَسٌ - هَاجٌ - هَمْدٌ - جَفَاءٌ -			يَقِطِينَ - صَرِيحٌ - رَأْفَتٌ (۶)
		غَاصٌ	۸ (۵)	درست ٹھیک	صَوَابٌ - حَقٌّ (۲)
۱۱	خلاصی بچھکارا پانا	نَجَاتٌ - مَنَاصٌ - نَقَدًا (۳)	۹	درست کرنا	أَصْلَحَ سَوَى (۲)
		نیز دیکھیے "نجات پانا"		درگزر کرنا	دیکھیے "معاف کرنا"
۱۲	خلقت مخلوق	بَرِيَّةٌ - آفَامٌ - جِيْلًا (۳)	۱۰	درمیان	بَيْنَ - سِوَاءِ - وَسْطِ - خِلَالِ -
۱۳	خواب	مَنَامٌ - سُورِيَا - أَحْلَامٌ (۳)			قَصْدٌ (۵)
۱۴	خواہش	أَمَلٌ - أَمْنِيَّةٌ - هَوَى - شَهْوَةٌ (۳)	۱۱	دشمن دشمنی	عَدُوٌّ - بَغْضَاءٌ - شَانِيٌّ (۳)
		وَطْرٌ		دعا دینا کرنا	دَعَا - سَلَّمَ - حَتَّى - صَلَّى (۳)
				دفع کرنا دیکھیے "ہٹانا"	دفع کرنا دیکھیے "ہٹانا"
۱۵	نخوصورت	بَهِيحٌ - نَاصِرَةٌ - حَسَانٌ (۳)	۱۳	دل	قَلْبٌ - فَوَادٌ - صَدْرٌ - نَفْسٌ (۳)
۱۶	خوراک لانا	قُوْتٌ - رِزْقٌ - مَأْرَأْمِيٌّ (۳)	۱۴	دل میں بات	وَحْيٌ - الْهَامٌ - الْقَاءُ - وَسْوَاسٌ
۱۷	خوش ہونا کرنا	سَرِيحٌ - آسَرٌ - بَهِيحٌ - حَبْرٌ -		ڈالنا	هَمَزَاتٌ (۵)
	گنا	إِسْتَبْشَرَ طَابٌ - قِرْحٌ - فِكَةٌ (۳)	۱۵	دلیل	دَلِيلٌ - حُجَّتٌ - بَيِّنَةٌ -
		شَمْتُ - أَعْجَبٌ (۱۰)			بُرْهَانٌ - سُلْطَانٌ (۵)
۱۸	خوشحالی	سَرَاءٌ - نَعْمَاءٌ - طُوبَى (۳)	۱۶	دن اور اس کے	نَهَارٌ - يَوْمٌ - أَلْيَوْمٌ -
۱۹	خوشی	طَلَعٌ - قَطُوفٌ - دَنْوَانٌ (۳)		اوقات	يَوْمِيَّةٌ (۳)
	خون بہانا	دیکھیے قتل کرنا	۱۷	دنیا کے مختلف نام	دُنْيَا - آدْنَى - عَاجِلَةٌ - أُولَى (۳)
۲۰	خیانت کرنا	خَانَ أَوْ رَعَلٌ (۲)			
۲۱	خیمہ سا بان	خِيَامٌ - ظَلَّةٌ - سُرَادِقٌ (۳)			
۱	داخل ہونا کرنا	دَخَلَ أَوْ ادْخَلَ - وَلَجَ أَوْ أَوَّلَجَ	۱۸	دور	بَعِيدٌ - سَجِيحٌ - عَمِيْقٌ -
		صَلَّى أَوْ صَلَّى - سَلَكَ (۳)			قَصِيْبًا (۳)
۲	داروغہ	خَزِيْنَةٌ - مُصَيِّطٌ (۲)	۱۹	دور کرنا ہونا	بَعَدَ أَوْ بَاعَدَ - قَصَا - نَامَى -
۳	داغ - دینا	وَسَعٌ - كَوَى - شَبِيهٌ (۲)			كَفَّرَ - قَضَى (۵)
۴	دُبلہ	عِجَابٌ - صَانِرٌ (۲)	۲۰	دوڑنا	سَرَعَ - سَلَى - تَرَوَى - رَكَضٌ -
۵	دراز ہونا کرنا	طَالَ أَوْ تَطَاوَلَ - مَدَّ أَوْ مَدَّدَ			جَمَعَ - هَرَعَ - نَسَلَ - وَفَضَ -
		بَاعَدَ (۳)			هَطَعَ - صَبَحَ - سَبَقَ أَوْ اسْتَبَقَ (۱۱)
۶	درپے ہونا	تَصَدَّى أَوْ حَفَا (۲)	۲۱	دوڑانا	أَوْضَعَ - أَوْجِفَ (۲)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ	نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۲	راہ - راستہ	صراط - طریق - سبیل - ۱۸	۱۸	گرگنا	إِنْتَهَى - أَكْدَى - اِسْمًا تَرَفْلَعُ (۴)
۳	راہ ڈالنا - لڑکھانا	فَجَّ - اِمَام - هُدَى - نَجَد - ۱۹	۱۹	روزِنا	حَطَمَ اور وَطَأَ (۲)
۴	راضی کرنا - ہونا	سَبَب (۸) ۲۰	۲۰	رولق	رُهِرَةَ - نُصْرَةَ - بَهَجَةَ (۳)
۵	رازہ ہوا	سَنَ - شَرَعَ - اِبْتَدَعَ (۳)	۲۱	ریشا	دیکھیے آباد ہونا، اور ٹھہرنا
۶	رتبہ پانا	رَاحَى - طَوَّعَ - اَعْتَبَ (۳)	۲۱	ریت	سراب - کٹیب - احقان (۳)
۷	رجوع کرنا	درجہ - زُلْفَى - قَرَبَ يَكُنُ (۴)	۲۱	ریزہ ریزہ	دیکھیے چورا چورا
۸	روی - ناکارہ	دیکھیے لڑنا	۱	زائد	عَنُو - نَافِلَةٌ - ضَعْفُ (۳)
۹	رسوائی - رسوا کرنا	فَوَجَّهَ - اَقْبَلَ (۲)	۲	زبردستی کرنا	اَكْرَهَ - جَدَّ - قَهَى - سَعَى - رَهَقَ (۵)
۱۰	رسی	(دیکھیے آزاد کرنا، اور چھوٹا) (اِسْرَحَ - طَلَّقَ اور وَدَّعَ)	۳	زخم	قَوَّحَ - جَوَّحَ (۲)
۱۱	رشتہ دار	نِکِدَ - حَمَطَ - دَاحِضَةٌ - نَاقِصٌ	۳	زلزلہ	دیکھیے کانپنا
۱۲	رضامندی (موشنوری)	بَغَسَ - عَجِبَ - اَنَفَى - مَوَجَّهَ (۸)	۴	زمانہ	دَهْرَ - عَصَرَ - قَرَنَ حَقِيقَةَ - تَرَيَّبَ المُنُونُ (۵)
۱۳	رغبت کرنا	دیکھیے ذلت - ذلیل کرنا	۵	زمین اور اس کی اقسام	أَرْضَ - بَرَّ - بَحْرَ جُزْرًا سَهْلًا سَاهِرَةً - صَوَّيْدَ - رِيْقَةَ - صَنْفَصَ - عَرَاءَ - بِلَقَ مَعْرُوفًا - صَلْدَ - فَجْوَةَ - سَاحَةَ - رِبْوَةَ - نَجْدَ - رِبْعَ - وَادِيَّ - مَوَاطِنَ جُدَّدَ (۲۱)
۱۴	رکھنا	حَبَلَ - سَبَب (۲)	۵	زمین اور اس کی اقسام	دیکھیے سفر کرنا
۱۵	رنگ	أَقْرَبُونَ - نَسَبَ جِهَنَّمَ آلِ (۴)	۶	زنجیریں	اَنَا تَرَا اور نَوْمِ - اَصْنَاءَ اور مِيْنَاءَ - نَارَ جَلِيَّ اور تَجَلِيَّ - وَهَجَ - اَسْرَقَ - اَسْفَرَ - اَبْصَرَ اور مَبْصِرَةً (۸)
۱۶	روانہ ہونا	رِضْوَانٌ اور مَرْضَاةٌ - وَجَع (۳)	۸	زندہ کرنا	صَائِعَ - سَائِحَ (۲)
۱۷	روشنی	رَضِبَ - تَنَاقَسَ (۲)	۹	زندہ ہونا - رہنا	مَنْعَ - نَهَى - عَوَّقَ - عَضَلَ - اَمْسَكَ - صَدَّ - اَخْصَرَ - حَقَطَ - عَكَفَ - كَفَّ - تَبَطَّ - دَادَ - وَزَعَجَ - حَبَسَ - حَجَرَ (۱۵)
۱۸	روشن کرنا	وَضَعَ - اَلْفَى (۲)	۹	زیادہ	دیکھیے وافر بہت
۱۹	روشن ہونا	لَوْنٌ - صِبْغَةٌ (۲)	۹	زیادہ ہونا - کرنا	"بڑھنا - بڑھانا"
۲۰	روزہ دار	دیکھیے "سفر کرنا"	۶	زیادتی کرنا	"حد سے بڑھنا"
۲۱	رکنا	اَنَا تَرَا اور نَوْمِ - اَصْنَاءَ اور مِيْنَاءَ - نَارَ جَلِيَّ اور تَجَلِيَّ - وَهَجَ - اَسْرَقَ - اَسْفَرَ - اَبْصَرَ اور مَبْصِرَةً (۸)	۸	زینت	زِينَتَ - اَلْحَرَمَ - بِرِيْشَ

نمبر شمار	مضمون	الفاظ متعدده	نمبر شمار	مضمون	الفاظ متعدده
			۱۵	زینت دینا	زُهرۃ - جِبَال
			(۵)	زینہ	دیکھیے "مزمین کرنا" "سیڑھی"
			۱۶		
			۱۷		
			۱۸		
			۱۹		
			۲۰		
			۲۱		
			۲۲		
			۲۳		
			۲۴		
			۲۵		
			۲۶		
			۲۷		
			۲۸		
			۲۹		
			۳۰		
			۳۱		
			۳۲		
			۳۳		
			۳۴		
			۳۵		
			۳۶		
			۳۷		
			۳۸		
			۳۹		
			۴۰		
			۴۱		
			۴۲		
			۴۳		
			۴۴		
			۴۵		
			۴۶		
			۴۷		
			۴۸		
			۴۹		
			۵۰		
			۵۱		
			۵۲		
			۵۳		
			۵۴		
			۵۵		
			۵۶		
			۵۷		
			۵۸		
			۵۹		
			۶۰		
			۶۱		
			۶۲		
			۶۳		
			۶۴		
			۶۵		
			۶۶		
			۶۷		
			۶۸		
			۶۹		
			۷۰		
			۷۱		
			۷۲		
			۷۳		
			۷۴		
			۷۵		
			۷۶		
			۷۷		
			۷۸		
			۷۹		
			۸۰		
			۸۱		
			۸۲		
			۸۳		
			۸۴		
			۸۵		
			۸۶		
			۸۷		
			۸۸		
			۸۹		
			۹۰		
			۹۱		
			۹۲		
			۹۳		
			۹۴		
			۹۵		
			۹۶		
			۹۷		
			۹۸		
			۹۹		
			۱۰۰		

مضمون	الفاظ متعلقہ	نمبر شمار	مضمون	الفاظ متعلقہ	نمبر شمار
سیر کرنا	دیکھیے "چلنا" اور "سفر کرنا"	۲	صبح	اسحار۔ فجر۔ صبح۔ اشراق۔ بُكْرَة - غَدَاة - صُطْحٰی (۷)	
سیر کرانا	سَتَر - اسْوَرٰی (۲)		صبح کرنا	اَصْبَح - غَدَا (۲)	۲۸
سیر ٹھہری	سَلَمَ اور مَعَارِج (۲)	۳	صبر کرنا	صَبَرَ - قَنَّع (۲)	۲۹
سیکھنا سیکھلانا	عَلَّمَ اور تَعَلَّمَ - تَلَفَّى -	۴	صلح	صَلَح - سَلَمَ (۲)	۳۰
	كَلَبَ	۵	ض		
شاخ	فروع۔ شعب۔ أفنان (۳)	۱	ضامن	ضَامِن	۱
شام	روح۔ اصیل۔ عشیاء۔ مسا (۳)		ضائع کرنا	ضَاعَ كَرْنَا	۲
شاید	لَعَلَّ - عَسَى (۲)		ضد کرنا	ضَدَّ كَرْنَا	۳
شراب	خَمْر۔ مَعِين۔ مَرْحِيق (۳)		طاقت	طَاقَت	۴
شرابانا	اِسْتَحْيَاء - اِسْتَنْكَن (۲)	۱	محل	مَحَل (۵)	۵
شرمندگی	دیکھیے "پچھانا"		طاقت رکھنا	طَاقَت رَكْحَنَا	۲
شروع کرنا	بَدَأ - طَفِقَ (۲)		طرف	طَرَف	۳
شہر نگاہ	فُج - سَوَّءَة (۲)		طریقہ۔ دستور	طَرِيقَة - دِسْتَوْر	۳
شریک	خَلِيط - شَرِيك - نِدَّ (۳)		معروف و دنیا	طَعْنَة وَ دُنْيَا	۴
شعلہ	لَهَب - شَوَاطِئ - نَعَّاس - مَارِج (۵)		طلاق دنیا	طَلَّاق دُنْيَا	۶
	شہر		طلب کرنا	طَلَب كَرْنَا	۶
	شک و شبہ		طوق ڈالنا	طَوَّقَ وَ اَلَّنَا	۵
	شک۔ شبہ۔ مریۃ۔ مریخ		طوع رکھنا	طَوَّعَ رَكْحَنَا	۶
	لئس۔ رَیْب (۶)		طے کرنا	طَّعَ كَرْنَا	۷
	شکل و صورت		ظاہر ہونا	ظَاهِرَ هَوْنًا	۱
	شکل و صورت بنانا				
	شکاف				
	شہر				
	شیشہ				
	شیطان				
	ص				
	صاف کرنا				
	صاف				
	صاف				

نمبر شمار	عنوان	الف لام متعلقہ	نمبر شمار	عنوان	الف لام متعلقہ
(۵)	فہر	دیکھیے "بے الضائی کرنا"		علم کرنا	دیکھیے "بے الضائی کرنا"
(۳)	غائب ہونا	غائب ہونا		عاجز آنا	عَجَزَ - عَجَزَ - عَجَزَ
(۳)	غبار	غبار	۲	عاجزی کرنا	عَجَزَ - عَجَزَ - عَجَزَ
	غروب ہونا	غروب ہونا		عالم	عَالِمٌ - أَحْبَابٌ - قَوَائِمٌ
	غرور کرنا	غرور کرنا		عبادت گاہیں	صَوَامِعٌ - بِيَعٌ - صَلَوَاتٌ
(۴)	غصہ	غصہ	۵	عذاب سزا	عَذَابٌ - عِقَابٌ - بَأْسٌ
(۳)	غصہ دلانا	غصہ دلانا	۶	عذاب دینا	عَذَبَ - نَحَلَ
(۳)	غصہ	غصہ	۷	عذاب کی اقسام	حَسْبَانٌ - حَاصِبٌ - صَيْحَةٌ
(۴)	غمگین ہونا	غمگین ہونا	۸	عزت بخشنا	عَزَّزَ - كَرَّمَ - كَرَّمَ
	غور کرنا	غور کرنا	۹	عزت والا	عَزِيزٌ - مَكْرُمٌ - حَرَامٌ
(۵)	استنبط	فائدہ یاد رکھنا	۱۰	معزز	مُعَزَّزٌ - وَجِيهٌ
		فائدہ یاد رکھنا		عقل عقلمند	عَقْلٌ - عَقْلٌ - حُلْمٌ
(۴)	ف	فراخ ہونا	۱۱	عقل کھوینا	أُولَى الْأَبْصَارِ - أُولَى النَّهْيِ
(۳)	فارغ ہونا	فارغ ہونا	۱۲	عورت	أَسْتَفْرَجَ - اسْتَفْرَجَتْ
(۳)	فخر کرنا	فخر کرنا	۱۳	عمر و وعدہ	أُنْثَى - إِمْرَأَةٌ - نِسَاءٌ - نِسْوَةٌ
	فراخی آسودگی	فراخی آسودگی		میعاد	وَعْدَةٌ - وَعِيدٌ - مَوْعِدَةٌ
	فراخی	فراخی		میشاق عقود	مِيَسَاقٌ - عَقُودٌ
(۲)	سعتہ	فراخ ہونا			
(۳)	فراخ ہونا	فراخ ہونا	۸	فار	غَاسٌ - مَغَارَاتٌ - كَهْفٌ
(۲)	فرشتہ	فرشتہ	۹	غافل ہونا	غَفَلَ - غَفَلَ - سَهًا - سَمَدًا
(۲)	فرق	فرق	۱۰	غافل ہونا	أَكْرَهِي
(۲)	فرقہ	فرقہ	۱۱	غالب ہونا	ظَهَرَ - حَقٌّ - غَلَبَ - اسْتَعْلَى
(۶)	فرقہ	فرقہ	۱۲		
	فریاد کرنا	فریاد کرنا			
(۲)	فریاد کرنا	فریاد کرنا			
(۲)	فریاد کرنا	فریاد کرنا			
(۳)	فصل باقی کرنا	فصل باقی کرنا			
(۵)	فصل	فصل			
(۲)	فصل	فصل			

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ	نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۱۳	فضیلتِ نبی	فَضَلَ - كَرَّمَ (۲)			غاشیہ - حاقتہ - صالحتہ -
۱۴	فیصلہ کرنا	فَتَحَ - فَصَلَ - حَكَوْ -			انزفہ - فارغہ - طامرہ الکبریٰ (۱۲)
		فَقَضَى - حَتَمَ (۵)			رکھیے آباد ہونا اور ٹھہرنا
		ق			قیام کرنا
		قَدَّرَ - أَقْرَنَ - اسْتَحْوَذَ -	۱۷	قید خانہ	سَجَنَ - حَصِيْرَ (۲)
		اِحْتَنَكَ (۳)		قید کرنا	حَبَسَ - اَثْبَتَ - اَسَرَ -
		سَيَّارَةَ - عَيْرَ - رَكَبَ (۳)		قیدی بنانا	اَسَجَنَ (۴)
۲	قافلہ	قَبْرَ - مَرَقَدَ - جَدَثَ (۳)		کاشٹ	حَصَدَ - صَرَمَ - طَعَعَ - طَعَعَ -
۳	قبر	قَبْلَ - رَقِبْتَ - اجاب اور استجاب (۲)		کاشٹ	بَتَرَ - بَتَكَ - عَضَنَ - حَضَدَ
۴	قبول کرنا	عَشِيْرَةَ - اسباط (۲)		کاشٹ	جَدَّ - عَقَرَ (۱۰)
۵	قبیلہ - خاندان	قَتَلَ - سَقَكَ - حَسَنَ - اَتَمَّنَ (۳)	۲	کاشٹ	نَقَطَعَ - مَنَّ (۲)
		قَدَمَ - خَطُوَةَ - اَثَرَ (۳)		کاشٹ	تَرَّقَى - قَرَطَّاسَ (۲)
		قَوَّ - اسْتَوَى (علیٰ)		کاشٹ	كَلَفَى - حَسَبَ (۲)
۶	قتل کرنا	قُرْآنَ - فِرْقَانٍ - ذَكَرَ اور تذکرہ	۳	کافی ہونا	كَلَفَى - حَسَبَ (۲)
۷	قدم	كُتِبَ - مَبِينٍ - حَدِيثَ (۵)	۴	کالا	كَلَفَى - حَسَبَ (۲)
۸	قرار پکڑنا	قُرْآنَ - فِرْقَانٍ - ذَكَرَ اور تذکرہ	۵	کام آنا	جَزَى - اَغْنَى (۲)
۹	قرآن کے	كُتِبَ - مَبِينٍ - حَدِيثَ (۵)	۶	کام - کام کرنا	فَعَلَ اور فَعَلَّ - حَمَلَ اور حَمَلَّ -
۱۰	مختلف نام	قُرْبَانِي كَا جَانُوْر - بَدَنَ - نُسْكَ - هَدَى - قَلَّأْتِد (۴)			صَنَعَ - صَدَعَ - جَرَحَ اور
		قُرْضَ - دیکھیے "ادھار"			اِحْتَرَجَ - تَمَتَّدَ - اَمَرَ - شَانَ (۸)
		قُرْبِيْبٍ نَا كَرْنَا " " - "زودیک ہونا - کرنا"			اَفْتَلَحَ - فَاَتَرَ (۲)
		وَتَّ - قَسَرَ - يَمِيْنَ - حَلَفَ (۴)			اُذِنَ - سَمِعَ (۲)
		اَلْكَيْتَةَ - اِيْلَادَ (۴)			زَلْزَلَ - مَاتَرَ - رَجَعَ - رَجَعَفَ (۴)
		نَكَثَ - نَقَضَ - حَيْنَتًا (۲)			اَيَّانَ - مَتَى (۲)
		حُصُونٍ - صِيَاصِيٍّ - جُرُوجٍ - (۲)			كِتَابَ - اَسْفَارٍ - سَجَلٍ -
		مَحَارِيْبٍ (۲)			سُخَّرَ - رُبِيَ - مُمْتَعٌ (۶)
		دِيْكِيَّةٌ طَاوَتْ (۲)			مَرَّ اوْرَا - قَرَضَ - حَادَّ (۳)
		اَيَّدَ - اَمَرَ - عَزَمَ (۳)			نَكَلَ جَانَا
		قَمِيصٍ - سَرَابِيْلِ (۲)			كُنَا - كُنْتَنِي (۱۳)
		قِيَامَتِ اَلْحَقِّ - النُّعَاةُ - يَوْمَ اَلَّذِيْنَ			كُنِي
		يَوْمَ اَلْخُرُوجِ - يَوْمَ اَلْحِسَابِ بَيْنَ اَلْفَضْلِ			مُرُوْثٌ

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ	نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۱۴	کریدنا	بَحَثَ - بَعَثَ	۲۳	کھال	جِلْد - شَوَى (۲)
۱۵	کڑوا	أَمَرَ - أَجَاج - حَمَطَ	۲۴	کھال آمارنا	سَلَخَ - كَسَطَ (۲)
۱۶	کسان	نَزَّاعَ - كَفَّارَ	۲۵	کھانا	أَكَلَ - طَعَمَ - رَزَعَ (۳)
۱۷	کشتی-جہاز	جَارِيَةٌ - سَفِينَةٌ - فُلُكٌ	۲۶	کھلانا	أَطْعَمَ - رَزَقَ (۲)
۱۸	کعبہ اور اس کے مختلف نام	كَبَّةٌ - الْبَيْتِ - الْبَيْتِ الْعَتِيقِ - حَرَمٌ - بَيْتِ الْحَرَامِ - بَيْتِ الْمُحَرَّمِ	۲۷	کھجور	نَخْلَةٌ - نَخْلٌ - نَخِيلٌ - لَيْسَةٌ - رَطْبٌ (۳)
۱۹	کھل	أَمَسَ - عَدَّ	۲۸	کھڑا ہونا کرنا	قَامَ - أَرَامَ - وَقَفَ - نَشَقَ - نَشَنَ (۳)
۲۰	کھم کرنا-کھی کرنا	ظَلَعُوا - الْآ - قَصَرَ - أَلَّتْ - هَضَمُوا - فَتَرَ - قَلَّ - طَفَفَ - نَقَصَ - خَسِرَ - بَخَسَ - قَوَّطَ - وَتَرَ	۲۹	کھلامیدان	دیکھیے زمین اور اس کی اقسام
۲۱	کھانا یا کھانی کرنا	عَمِلَ - كَسَبَ - أَرَاكَتَسَبَ - إِقْرَفَ - جَرَحَ - أَرَاكَتَسَبَ (۵)	۳۰	کھولنا	أَنَى - عَلَى (۳)
۲۲	کمرہ	حُجْرَةٌ - عُرْفَةٌ	۳۱	کھولنا	بَطَّ - فَتَحَ - حَلَّ - شَرَحَ - كَشَفَ - نَشَطَ - فَرَجَ (۷)
۲۳	کمزور	ضَعِيفٌ - وَاهِيَةٌ - أَوْهَنَ	۳۲	کھینچنا	حَرَجَ - مَدَّ - جَنَّ - إِصْطَرَّ - سَلَخَ - نَزَعَ (۶)
۲۴	کنارہ	أَذَلَّةٌ - طَرَفٌ - حَدٌّ - حَرَجٌ - أُنْفٌ - أَقْطَارٌ - أَرْجَاءٌ - شَفَا مَعْرَلٌ - شَاطِئٌ - سَاحِلٌ - اقْصَا - عُدْوَةٌ - صَدَنٌ	۳۳	کیا	عَمَّ - هَلَّ - مَا - مَاذَا (۳)
۲۵	کنواں	بِئْرٌ - حُبٌّ - رَسٌ	۳۴	کیسے	كَيْفَ - أُنَى (۲)
۲۶	کوڑا	سَوَطٌ - جِلْدَةٌ	۳۵	کیوں کیوں	لِمَ - لَوْلَا - لَوْ مَا (۳)
۲۷	کوشش کرنا	سَعَى - جَهَدَ - كَدَحَ	۳۶	گ	نَصَبَ - أَرَسَى - دَسَّ - وَأَدَّ (۴)
۲۸	کون	مَنْ - آئِي	۱	گڑدوغبار	دیکھیے غبار
۲۹	کوئی	أَحَدٌ - مَنْ - أَوْ مِنْ	۲	گردش ایام	رَيبَ السَّنُونِ - دَائِرَةٌ - دَوْلَةٌ - أَوْ دَوْلَةٌ (۳)
۳۰	کہ-گویا کہ	أَنَّ - كَأَنَّ - كَأَنَّهَا - أَلَّا	۳	گردن	عُنُقٌ - حَيْدٌ - رَقَبَةٌ - وَتَيْنٌ (۴)
۳۱	کھال	أَيْنٌ - أَوْ آيِنًا - آئِي	۴	گڑنت کرنا	أَخَذَ - تَرَبَّ - لَأَمَرٌ (۳)
۳۲	کھانیاں واقعات	اساطیر احادیث قصص	۵	گرمی-گرم کرنا	صَيَّفَ - حَرَّ - حَرَّ - حَسَى - سَقَرٌ - سُمُومٌ (۶)
			۶	گرمی حاصل کرنا	دَفَّ - إِصْطَلَى (۲)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ	نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۷	گرنا	سَقَطَ - حَقَّ - هَدَمَ - هَدَّ -	۲۴	گھٹنا	وَلَجَّ - جَاسَ (۲)
۸	گرانا	رَفَقَصَ - هَبَطَ - وَقَعَ - هَارَى -	۲۵	گھینٹنا	جَزَّ - سَحَبَ - عَتَلَ (۳)
۹	گرہا	هَوَى - نَعَوَى - وَجَبَ - رَدَى -	۲۶	گھوڑا	خَيْلَ - صَفَانَاتَ - جِيَادَ -
۱۰	گرو رکھنا	صَرَعَ - نَلَّ - نَعَسَ - إِذْ أَرَكَا -	۲۷	گھومنا	عَادِيَاتَ (۴)
۱۱	گرہا	إِنْهَمَرَ - صَبَّ - سَكَبَ (۱۹)	۲۸	گھیرنا	حَقَّتْ - أَحَاطَ - أَحْصَرَ حَائِقًا (۵)
۱۲	گزننا	رَاهَنَ - أَبْسَلَ (۲)	۲۹	لاٹھی	عَضَا - مَنْأَةَ (۲)
۱۳	گفتگو کرنا	حُفِرَ - جُرِنَ - أَخَذُودَ -	۳۰	لاٹج	دیکھیے "طرح رکھنا"
۱۴	گلا	عَاثَطَ (۳)	۳۱	لانا	جَاءَ بِ - آتَى بِ - هَلَمَّ -
۱۵	گم ہونا	سَبَقَ - خَلَا - سَلَفَ - مَرَّ -	۳۲	لاٹق ہونا	هَاتُوا - آجَاءَ - أَجَلَبَ (۶)
۱۶	گمان کرنا	مَضَى - إِنْسَلَخَ (۶)	۳۳	پسینا پینٹنا	يَنْبِغِي - أَجْدَمَ - أَوَّلَى - حَقَّقَ (۴)
۱۷	گمراہ ہونا	"بات کرنا"	۳۴	لنگنا لنگانا	طَلَى - لَعَنَ - كَوَّرَ (۳)
۱۸	گناہ	حُلِقُوا - حَنَاجِرَ (۲)	۳۵	دیکھنا	أَدَلَى - أَرَدَلَى - عَلَقَ - تَرَدَّدَ -
۱۹	گنہگار	فَاتَ - فَتَدَّ - مَتَلَّ (۳)	۳۶	لکھنا	ذَبَدَبَ (۴)
۲۰	گنہگار	ظَنَّ - مَرَّعَمَ - حَيْبَ (۲)	۳۷	لکھنا	سَمَعَى - سَرَقَبَ (۲)
۲۱	گنگی نجات	دیکھیے "بھگنا اور بھگانا"	۳۸	لکھنا	دیکھیے "کانپنا"
۲۲	گننا	ذَنْبَ - حَطَأَ - اِرْحَطَأَ -	۳۹	لکھنا	دیکھیے "بچھ"
۲۳	گود	حُوبَ - حِنْتَ - اِرْتَمَ - اجْرَمَ -	۴۰	لکھنا	دیکھیے "جنگ"
۲۴	گرا - گرائی	جُنَّحَ - لَمَمَ (۸)	۴۱	لکھنا	جُنَدَ - فَوَّجَ - حِزَبَ - نَفِيذَ -
۲۵	گھاٹ	أَثَرَ - اِرْتَمِيَ - خَاطَى - حُجْمَ -	۴۲	لکھنا	فِتْنَةَ - ثُبَاتَ (۶)
۲۶	گھاٹی	فَاسِقَ - فَاجِرَ (۵)	۴۳	لکھنا	حَطَبَ - خَشَبَ (۲)
۲۷	گھرانہ	تَفَّتَ - رَجَعُوا - رَجَعُوا - رَجَعُوا -	۴۴	لکھنا	حَطَّ - سَطَرَ - رَقَمَ - كَتَبَ (۳)
۲۸	گھڑ	عَدَّ - حَيْبَ - أَحْصَى (۳)	۴۵	لکھنا	إِسْتَنْخَ - أَمَلَ - اِكْتَتَبَ (۲)
۲۹	گھڑی	مَهَّدَ - حُجَّوْهُ (۲)	۴۶	لکھنے والا	كَاتِبَ - سَفَرَةَ (۲)
۳۰	گھڑی	لَجَجَ - عَوَرَ - عَيْقَ (۳)	۴۷	لکھنا	تَثَّرَ - عَلَى فِتْرَةٍ - حُسُومَ - رِيَدَ -
۳۱	گھڑی	مَشْرَبَ - وَبَرَدَ (۲)	۴۸	لکھنا	دَابَ - مَتَابِعَ - وَصَلَّ (۷)
۳۲	گھڑی	نَجَدَ - عَقَبَةَ (۲)	۴۹	لکھنا	رَجَعَ - أَبَ - تَابَ - آتَابَ -
۳۳	گھڑی	دیکھیے "بے سارا ہونا"	۵۰	لکھنا	بَاءَ - قَاءَ - صَدَّأَ - اِرْصَدَّ -
۳۴	گھڑی	بیت مسکن - دار - اہل (۳)			
۳۵	گھڑی	سَاعَةَ - اِنَاءَ - سُرْلَكَ (۲)			

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ	نشر	عنوان	الفاظ متعلقہ
۱۴	لوح محفوظ اور اسکے مختلف نام	صاغر۔ سرد اور ابر تَد (۹)	مجموعہ کرنا	دیکھیے "زبردستی کرنا"	
۱۵	لوزی غلام لیٹنا لینا لینا	لوح محفوظ۔ اقر الکتاب۔ امام حسین۔ کتاب مکنون (۲)	مجلس	مجلس۔ نادری	(۲)
۱۶	لینا	عبد۔ امتر۔ رقبہ۔ ملک۔ یمین (۱)	مجلس	حوت۔ نون	
۱۷	لینا	دیکھیے "سونا"	مجلس	حوت۔ نون	
۱۸	لینا	آخذ۔ تلقی۔ ہاومر (۲)	مجلس	حوت۔ نون	
۱۹	لینا	تَد این۔ آدَا (۲)	مجلس	حوت۔ نون	
۲۰	لینا	م	مجلس	حوت۔ نون	
۲۱	لینا	صَرَب۔ وَكز۔ صَاك۔ دَع۔ دَمَع۔ رَجَع۔ وَقَد۔ نَطَح۔ اَجَلَد (۹)	مجلس	حوت۔ نون	
۲۲	لینا	مات اور امان۔ قَتَلَ اور قَتَلَ	مجلس	حوت۔ نون	
۲۳	لینا	هَلَكَ اور اَهْلَكَ۔ صَلَب اور	مجلس	حوت۔ نون	
۲۴	لینا	صَلَب۔ ذَبَح۔ رَجَع۔ اِنْخَنَق۔ تَوَفَى۔ شہادت (۹)	مجلس	حوت۔ نون	
۲۵	لینا	مال۔ دولت۔ خیر۔ فَي (اَنَاء) مَغَانِمًا اَنْقَالَ (۷)	مجلس	حوت۔ نون	
۲۶	لینا	مَالِك۔ رَب۔ اَهْل (۳)	مجلس	حوت۔ نون	
۲۷	لینا	والدة۔ اُم	مجلس	حوت۔ نون	
۲۸	لینا	طَلَب۔ سَال۔ اِدَع۔ حَقَا۔ اِمْتَر (۵)	مجلس	حوت۔ نون	
۲۹	لینا	دیکھیے "جھکنا"	مجلس	حوت۔ نون	
۳۰	لینا	"نا امید ہونا"	مجلس	حوت۔ نون	
۳۱	لینا	طَمَس۔ مَحَق۔ مَحَا۔ نَسَخ (۲)	مجلس	حوت۔ نون	
۳۲	لینا	تراب۔ طین۔ لائز۔ حما	مجلس	حوت۔ نون	
۳۳	لینا	صلصال۔ سُلَالَة۔ فَخَار۔ قُرَى۔ صمید (۹)	مجلس	حوت۔ نون	
۳۴	لینا	بِأَشْر۔ قَضَى وَطَوَّأ تَشْفَى۔ رَفَث	مجلس	حوت۔ نون	
۳۵	لینا	مَس۔ لَمَس۔ طَمَث (۷)	مجلس	حوت۔ نون	
۳۶	لینا	ذائقہ۔ طعمہ۔ لَدَة (۳)	مجلس	حوت۔ نون	
۳۷	لینا	زین۔ مَرْخُوف۔ سَوَّل (۳)	مجلس	حوت۔ نون	
۳۸	لینا	ابن السبیل۔ عابری۔ سبیل۔	مجلس	حوت۔ نون	

برہنہ	عنوان	الفاظ متعلقہ	برہنہ	عنوان	الفاظ متعلقہ
	منع کرنا	دیکھیے "روکنا"		مُتَوِّينَ - سَيَّارَةَ (۳)	
۲۵	من گھرت	"اٹکل پتھر"		سَخَّرَ - ذَلَّلَ اور ذَلُّوا (۲)	من گھرت کرنا
	مڑ پھرنا	اعْرَضَ - تَوَلَّى - صَدَفَ (۳)	۲۰	سَلَطَ - قَيَضَ (۲)	مسلط کرنا
	موافق کرنا	سَاقَى - وَطَأَ (۲)	۲۱	شَغَلَ - خَاصَّ - اَفَاضَ - سَبَّحَ	مشغول ہونا
	مورنا	ثَنَى - لَوَى	۲۲	رَكِبِي "مخت مشقت"	مشقت
	مہربان	رحمان - رحيم - رءوف - لطيف (۵)	۲۳	اَعْنَتَ - رَافَتْحَه	مشقت میں
	سرگاما	حَنَان		(۲)	ڈالنا
	مہلت دینا	طَجَعَ - خَتَمَ (۲)	۲۴	رَكِبِي "بو جھل ہونا"	مشکل
	مہمان	اَهْمَلْ اور مَهْل - اَهْمَلِي - فِطْرَةَ (۳)	۲۵	شَاوَرَمَ - بَيْتَ - تَنَاجَى - اِثْمَرَ (۳)	مشورہ کرنا
	مہینے	حَصِيفَ - وَفَدَ (۲)	۲۶	شَاعَ - اَمْرَاعَ - اَرْجَفَ - اَهْلَ (۳)	مشہور کرنا
	میخ	شُهُورَ - اَشْهَرُ (۲)	۲۷	ثَابِتَ - رَأَسَخَ - مَتِينَ - مُعْجَمَ	مضبوط
	میدان	دُسُرَ - اور تاد (۲)	۲۸	قِيَمَةَ - وَثَقَى (۶)	مضبوط بنانا
	میوے	دیکھیے "زمین اور اس کی اقسام"		فَتَتَ - اَخْكَمَ - اَوْثَقَ - شَدَّ	کرنا
		"پھل"		اَثَقَنَ - مَرَبَطَ - اَمْرًا - عَقَدَ - وَكَّدَ - سَنَدَ - رَهَضَ - شَيْدَ (۱۱)	
	نا امید ہونا	يشيس اور استيس - قنط - اَبْلَسَ (۳)	۲۹	عَفَا - اَصْفَحَ - غَفَرَ - تَصَدَّقَ - اِدْبَشًا اور زَكَرْنَا	معاف کرنا
	نا انصافی	دیکھیے "بے انصافی"		اَلِهَ - اَللّٰهُ (۲)	معبود
	نا پاک	رَجِسَ - حَيْثَ - نَجَسَ (۳)	۳۰	وَجَدَ - سَعَتَ - قَدَسَ (۳)	تعمیر حیثیت
	نا پسندیدہ	مكروه - اِذْ مُنْكَرَ - اِمْرَ - مَذْمُومَ اور مَذْمُومَ - اُفَّ (۶)	۳۱	قَرَضَ - وَكَّلَ - اَجَّلَ (۳)	مقرر کرنا
	نادان	جاهل - سَفْهَاءَ (۲)		ذُبَابَ - نَحَلَ (۲)	کھنٹی
	نا راض کرنا	دیکھیے "غصہ دلانا"	۳۲	لَقِيَ - لَحِقَ - وُلِيَ - اَصَّنَا - اِخْتَلَطَ - تَجَاوَرَ - سَرَقَ - تَحَايَرَ - اِشْتَمَلَ (۹)	لٹنا
	نا راضگی	سَخَطَ - صَغَنَ - غِيَلَ (۳)	۳۳	خَلَطَ - اَلْحَقَّ - وَصَلَ - اَلْفَ - لَبَسَ - رَكِبَ - صَنَعَ - مَشَّحَ - مَرَجَ - مَرَجَ - شَابَ - صَغَفَ (۳)	لٹانا
	نا شکرا	كَفُورَ - كَنُودَ (۲)		رَكِبِي "نذر و نیاز"	منت ماننا
	نا فراموش کرنا	عَضَى - فَسَقَ - فَجَرَ (۳)	۳۴	رَكِبِي "بگھرنا"	منشر ہونا
	ناقص	دیکھیے "ردی"			
	ناک	انف - مَحْطُومَ	۳۵		
	ناگوار	دیکھیے "برا لگنا"			

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ	ترجمہ	عنوان	الفاظ متعلقہ
۹	نام گجھان نام - رکھنا	دیکھیے "اپاناک" اسوا اور سنی - لقب - نَبْر اور	۲۶	نگلنا	بَلَع - مَرَأ - اَسَاغ - عَص - لَقَفَ الْفَقَمَ (۱)
۱۰	نام مبارک نام مبارک گجھنا	فلان مشمئمة - نحس - حُومَر (۲)	۲۷	نہانا - دھونا	عَسَل اور عَسَلَطَ ظَهْر اور لَطَمَ (۲)
۱۱	نجات پانا	دیکھیے "بدبختی" نَجِي - قَامَر (۳)	۲۸	نہیں	لَيْسَ - لَا - لَعُو - لَنْ - اِنْ - مَا - هَل (۴)
۱۲	مذرونیاز	نَدَس - قُرْبَان (۲)	۲۹	نیا - نیا ہونا	لَا لَمَّا - بَلَى - كَلَّا - مَا - اِنَّمَا - لَات (۴)
۱۳	نرم ہونا کرنا	لَا اَنْ اور اَلَا - اَذَهَق - اَه (۱)	۳۰	نیچے	حَدَّث - جَدَّ - بَدَعَ (۳)
۱۴	نزدیک کرنا	تَلَطَّفَ (۲)	۳۱	نیچے پت کرنا	تَحَتَّ - اَسْفَلَ - سَاوِلَ - سُوغِيَ (۲)
۱۵	نشانی	اثر - علامت - ایدہ - مُبَصَّرَة شَرْط - نَصَب - سِيمَا - شَعَاثِر (۸)	۳۲	نیک	خَفَضَ - عَضَّ - قَصَرَ - حَقَّقَ (۳)
۱۶	نشان لگانا	سَوَّمَر - وَسَوَّ (۲)	۳۳	نیک بخت	صَالِح - اِبْرَام - بَرَّة - سَرَشِيد - سَعِيد - مُتَّقِينَ - سَرَابَانِيُونَ (۴)
۱۷	نصیت کرنا	نَصَحَ - ذَكَرَ - وَعَظَ - وَصَى	۳۴	نیکی نیک کام	عَرَفَ اور مَعْرُوف - حَسَنَة - خَيْر - يَتَى (۳)
۱۸	نعمت حاصل کرنا	اِعْتَبَرَ اور عِبْرَة (۵)		نیک کرنا	اَحْسَنَ - اَنْعَمَ - دَيْكِيَه "احسان کرنا"
۱۹	نعمت عطا کرنا	نِعْمَت - نِعْمَت - نِعْمَت - اَلَاء (۳)		واضح کرنا بیڑنا	واضح کرنا بیڑنا
۲۰	نقصان پہونا	اَعْنَى (۵)		وافر بہت	کثیر اور کوشرجہ - مَرُوم - لَبَد اور لَبَد - رَعَد - غَدَق - ثَجَاج - مَوْفُو (۸)
۲۱	نکل کرنا کرنا	اَخْرَجَ اور اَخْرَجَ - رَوَّج (۲)		واقعات	دیکھیے "کہانیاں"
۲۲	نگلنا	اَخْرَجَ - بَرَزَ - كَفَرَ - غَزَى - رَهَقَ - فَتَكَ - سَلَلَ - لَوَا ذَا ذَقَّ - شَرَقَ - طَلَعَ (۱۱)	۲	والا - والے	اَصْحَاب - اَل - اَهْل - ذُو - اَوَلُو (۵)
۲۳	نگلانا	اَخْرَجَ - بَرَزَ - طَرَدَ (۲)	۳	دراشت	"دل میں بات ڈالنا"
۲۴	نگاہ	طَرَف - بَصَرَ (۲)		دوسرے	ولایت - ثَرَاث (۲)
۲۵	نگہبان	حافظ اور حفيظ - سَرَقِيب - مَقِيَّت (قوة) - حَوَس - مُهَيِّين (۵)	۴	وعدہ	"دل میں بات ڈالنا" "عہد، وعدہ"
				وقت	وَقْتُ اور مِيَقَات - حَيْثُ اور حَيْثُ يَنْدِي - اَنْ - اِنْفَا - اَجَلَ (۵)
				یاد	یاد - یمین - شمال - ذراع (۳)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ	نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۲	ہاں	نَعَوَّ - اِنَى - بَلَى (۲)	۱	یا	آؤ - اَمَّ - اِقَمَا (۳)
۳	ہاں	صَبَحَ - نَهَتْ (۲)	۲	یا دکرنا - آنا	ذَكَرَ اور اِذْكَرَ حِفْظًا وَعَمَى (۳)
۴	ہاں	رَفَعَ - جَنَّبَ - نَهَجَحَ - دَمَاءَ (۲)	۳	رکھنا	آيَقِنَ اور اِرْسَيْقِنَ - ظَنَّ (۲)
۵	ہاں	دَعَّ - دَحَرَ - خَسَا (۴)	۴	یقین کرنا	حَنَفَ - تَبَتَّلَ (۳)
۶	ہاں	هَدَى اور اِهْتَدَى - رَشَدَ (۲)	۱	یکسو ہونا	
۷	ہاں	تَبَّ - نَقَسَ - قَوَّلَ - شَبَّرَ - اَوَّلَى - وَوَيْلٌ (۶)	۱	انبیاء و رسول	قرآن میں مذکور ۲۷ انبیاء و رسول کے مختصر حالات زندگی پر مرکز تبلیغ، زمانہ اور سلسلہ نسب - (۲۷) ۹۰۵
۸	ہاں	هَلَكَ اور اَهْلَكَ - بَادَ - سَادَى - اور تَوَدَى - بَعَعَ - دَمَى - دَمَلَمَ - تَبَّبَ - تَبَّرَ - بَاثَرَ - اَسَعَتَ - اَزْبَقَ - قَصَعَا - فَنَى (۱۳)	۱	فرشتے	جبریل - میکائیل - ہاروت - ااروت - (۱۳) ۹۱۳
۹	ہاں	خَفَّ - خَفَّفَ - اِسْتَحَفَّتْ - فَتَرَ - فَصَّدَ (۳)	۲	کتب سماوی	تورات - زبور - انجیل - سترآن - صحیفہ اولی - (۳) ۹۱۵
۱۰	ہاں	عَزَلَ - هَزَّ - هَشَّ - لَوَّى - بَغَضَ (۵)	۳	اسمائے ابرار	ذوالقرنین - زید - طاہر - لقمان - مریم - (۵) ۹۱۷
۱۱	ہاں	قَرَّبَ - قَرَّبَ - اَتْرَابَ - سَبَى - كَفَعَا - صَفَّ - صَاهَى (۶)	۴	اسمائے اشرار	ابولہب - جالوت - سامری - فرعون - قارون - ہامان - (۶) ۹۱۷
۱۲	ہاں	فَيْثَلٌ - اِسْتَكَانَ - سَطَحَ - دَلَّكَ - مَرَدَ (۳)	۵	معبودان بل	وَدَّ - سَوَاعَ - لَيْغُوثَ - لَيْوُوقَ - نَسْرَ - اَبْلَ - لَاتَ - عَزْرَى - مَنَاتَ - شَمْسَ - قَمَرَ - شَعْرَى - عَجَلٌ - بَحْرَهُ - سَابِئَةَ - وَصِيلَةَ - حَامَ (۱۴) ۹۲۱
۱۳	ہاں	سَرَمَدَ - اَبَدَ (۲)	۶	شہر اور علاقے	مکہ اور بکۃ - مدینہ اور یشرب - مصر - مدین - رُومَ - بَابِلَ اِيْتِحَانَ - حَجْرَ سَبَا - (۹) ۹۲۱
۱۴	ہاں	خَلَدَ - وَصَبَ - طَلَّ - اِسْتَمَنَّ (۳)	۷	پہاڑ - وادیاں	صفا - مروہ - جوہی - سینار - بطور طوک (۱۵) ۹۲۵
۱۵	ہاں	دَامَ - نَالَ - اَبْرَحَ - فَنَا (۸)	۸	اماکن	عرفات - شعر الحرام - بدر - حنین - مسجد القبلتہ - مدینہ - اہل سنتی - کوزہ - سبیل - تسمیم - (۱۵) ۹۲۵
۱۶	ہاں	صَحِيحٌ - تَبَسَّهَ (۲)	۹		
۱۷	ہاں	رَبِحَ - رَوَّحَ - رَجِيحَانٌ - مَبْشُرَاتٌ - لَوَائِحَ - عَاصِفَ - قَاصِفَ - حَاصِبَ - سَمُومَ - اِعْصَارَ - حَسْبَانَ - نَفْحَةَ - صَرَصَرَ - رَيْحَ عَقِيْمَ - كَانَ - اَصْبَحَ - صَدَرَ اور اَصْدَرَ - وَقَعَ (۲)	۱۰		

صفحہ	عنوان	صفحہ نمبر	تفصیل	عنوان	نمبر
۹۵۵	(ا) گھر اور گھر یو اشعار	۴	۹۲۸ نوح - عاد - ثمود - لوط - موسیٰ فرعون -	۹ اقوام	۹
۹۵۷	(ب) ہتھیار وغیرہ		۹۲۹ ارم - تبع - قریش - یاجوج - ماجوج -	۱۰ فرقتے یا	
۹۵۸	(ج) ترن اور بادرچی خانہ		مشکین - مؤمنین - کفار - منافق -	مذہب	
۹۶۰	(د) بچڑے اور سفروشات		۹۳۱ صلوة - خوف - صلوة قصر - جنازہ -	۱۱ عبادات	
۹۶۲	(ه) نقدی		تہجد - زکوٰۃ و صدقات	اور	
۹۶۳	معذنیات اور موتی وغیرہ	۵	صوم - اعتکاف	شرعی اصطلاحات	
۹۶۳	رنگ (الوان)	۶	حج - قربانی - طواف		
۹۶۳	رشتہ دار	۷	قرآن میں جو کلمتی مذکور ہوئی ہے	۱۲ اسمائے	
۹۶۶	ضمیمہ لغت الاضداد	۱	اس کی تفصیل - اور قواعد عدد محدود -	اعداد	
۹۶۶	ذوی الاضداد	۱			
۹۶۶	مادہ میں ایک حرف کی تبدیلی سے	۲	۹۱۷	۱۳ اسم ضمیر	
۹۷۲	مقید یا مخالفت معانی		۹۳۸	۱۴ اسمائے اشارہ	
۹۷۸	فہرست اضداد	۳	۹۴۰	ضمیمہ اسمائے نکرہ	
۹۸۳	ضمیمہ افعال کے مع کلمہ کی			۱ جانور	
۹۹۱	حرف یا مصد کی تبدیلی سے معانی		۹۴۱	(ب) پرندے	
۹۹۱	میں تبدیلی			(ج) آبی جانور	
۹۹۱	ضمیمہ متفرقات			(د) چوپائے	
۹۹۱	چند جامع اسماء	۱	۹۴۲	(ه) وحشی جانور اور درندے	
۹۹۳	غلط العام	۲	۹۴۳	(۱) درخت پھل اور پودے وغیرہ	۲
۹۹۴	چند مشتبہ الفاظ	۳	۹۴۴	(ب) سبزیاں اور غنّے	
۹۹۷	لغوی معنی اور شرعی معنی میں فرق	۴	۹۴۵	(ج) درخت کے حصّے	
۹۹۹	ف کلمہ میں حرکت کی تبدیلی سے عجیب فرق	۵	۹۴۶	(۱) اعضاء بدن	۳
۱۰۰۱	چند محاورات	۶	۹۵۲	(ب) اجزائے بدن	
۱۰۰۲	چند مشکل مادے	۷	۹۵۳	(ج) عوارضات جسمانی	
۱۰۰۷	حرف کافصل کے زمانہ پر اثر	۸	۹۵۵	(د) عورتوں کے عوارض	

فہرستِ عربی الفاظ اور ماڈے بہ ترتیبِ حروفِ تہجی

قرآن کریم کی مُختصر اور جامع ڈکشنری

www.KitaboSunnat.com

یہ فہرست ابتداءً اس غرض کے تحت مرتب کی گئی تھی کہ کوئی ایک عربی زبان کا مادہ اردو کے کون کون سے عنوانات کے تحت اس کتاب میں استعمال ہوا ہے۔ اسی لیے اس فہرست کو بہ ترتیبِ حروفِ تہجی مرتب کیا گیا۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ قرآن کریم کے سب الفاظ مترادفات کے ذیل میں نہیں لائے جاسکتے۔ قرآن میں کچھ اسمائے معرفہ بھی استعمال ہوتے ہیں جن کا کوئی مترادف ہوتا ہی نہیں۔ پھر کچھ اسمائے مکرمہ بھی ہیں جن کا کوئی مترادف لفظ نہیں ہے یا کم از کم قرآن میں استعمال نہیں ہوا۔ مثلاً لَحْمٌ بمعنی گوشتِ عَدَسٍ بمعنی مسور کی دال یا کَلْبٌ بمعنی کتا وغیرہ۔ علاوہ ازیں کچھ الفاظِ حروف ایسے بھی ہیں جن کا مادہ سے کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ ایسے حروف یک جرنی بھی ہو سکتے ہیں مثلاً اَبٌ بمعنی کیا، اب بمعنی ساتھ اور دُحْرٰنٌ بمعنی اَنّٰ بمعنی یہ کہ۔ اِنّٰ بمعنی اگر وغیرہ۔ یہ کسی مادہ کے تحت نہیں لائے جاسکتے۔ کیونکہ ہر مادہ کا کم از کم تین حروف پر مشتمل ہونا ضروری ہے لیکن ان الفاظ کے مترادفات موجود ہیں۔ لہذا ایسے حروف و الفاظ کا اندراج بھی اس کتاب اور اسی طرح اس فہرست میں ضروری تھا۔ اور یہ بات پہلے مقدمہ میں عرض کر چکے ہیں کہ اسمائے معرفہ اور ایسے اسمائے مکرمہ جن کے مترادف لفظ نہیں ہیں۔ ان سب کو ہم نے ضمیمہ جات کی شکل کی کتاب کے آخر میں لگا دیا ہے۔ علاوہ ازیں چند دیگر ضمیمہ جات بھی شامل کیے گئے ہیں۔ ان سب امور کی طرف اشارہ آپ کو اس فہرست میں مل جائے گا۔ البتہ اس فہرست سے مکمل استفادہ کے لیے درج ذیل امور کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے:

- ۱۔ بعض الفاظ کے آگے ان کے معانی ایسے درج ہیں جو ان کے اصلی معنی نہیں ہیں۔ مثلاً صخر مادہ کے سامنے لفظ صَخْرَةٌ کے سامنے پہاڑ لکھا ہوا ہے حالانکہ اس کا اصل معنی چٹان ہے۔ اور طَلٌّ کے سامنے بارش لکھا ہوا ہے۔ حالانکہ اس کا معنی شبنم یا پھوہار یا ہلکی ہلکی بوند باندی ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ صخرہ کے معنی کی تفصیل آپ کو پہاڑ کے عنوان کے تحت اور طَلٌّ کی بارش کے عنوان کے تحت ملے گی۔ کیونکہ پہاڑ اور بارش کی مختلف اقسام کے لیے قرآن میں اور بھی بہت سے الفاظ مترادف استعمال ہوئے ہیں۔

- ۲۔ بعض الفاظ کے سامنے ایک کے بجائے دو دو، تین تین، چار چار بلکہ کہیں زیادہ بھی عنوانات درج ہیں مثلاً لفظ امت (جو مادہ امر کے تحت درج ہے) کے سامنے جماعت، طریقہ، مدت لکھا ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لفظ قرآن کریم میں ان سب معنوں میں استعمال ہوا ہے اور اس کی تفصیل آپ کو سندرجہ عنوانات کے تحت ملے گی۔

- ۳۔ کوشش یہ کی گئی ہے کہ ایک مادہ سے مشتق ہونے والے وہ تمام اسماء و افعال، جو قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں، سب کے سب ان فہرست میں درج ہو جائیں اور کوئی لفظ نہ جائے۔ اَلَا مَا شَاءَ اللّٰہُ۔ البتہ یہ اہتمام ضرور کیا گیا ہے کہ جو الفاظ بطور مترادف کسی عنوان کے تحت نہیں آسکے انہیں قوسیں (بریکٹوں) میں

درج کیا گیا ہے۔ مثلاً ایک مادہ حَلَّ ہے۔ اس کی تفصیل آپ کو اس فرست میں اس طرح لکھی ہوئی ملے گی۔

حَلَّ - اَرْنَا - كَهَوْلْنَا (احرام كَهَوْلْنَا) (۵)

أَحَلَّ - آتَرْنَا - كَهَوْلْنَا (حلال کرنا) (۶) حَلِيلَةَ يَوْمِي -

اس کا مطلب یہ ہے کہ حَلَّ کا لفظ اَرْنَا اور كَهَوْلْنَا کے تحت تو اس کتاب میں زیر بحث آیا ہے مگر احرام كَهَوْلْنَا کے عنوان کے تحت نہیں آیا۔ جبکہ یہ قرآن کی پانچویں سورۃ (المائدۃ) کی دوسری آیت میں ان معنیوں میں استعمال ہوا ہے۔ اور أَحَلَّ آتَرْنَا اور كَهَوْلْنَا کے زیر بحث آیا ہے حالانکہ اس کا ایک معنی حلال کرنا بھی ہے جو پانچویں سورۃ (المائدۃ) کی چوتھی آیت میں استعمال ہوا ہے۔ پھر اس سے مادہ مشتق اسم حَلِيلَةَ بھی ہے جو بیوی کے تحت آیا ہے۔ نیز یہ کہ ان کے علاوہ اس مادہ سے مشتق کوئی دوسرا اسم یا فعل (الواب مزید فیہ وغیرہ) کا قرآن میں استعمال نہیں ہوا۔

۴۔ جو الفاظ ضمیمہ جات میں استعمال ہوئے ہیں ان کے آگے ضمیمہ کا نمبر اور اس کے ذیلی عنوان کا نمبر بھی بریکٹوں میں دے دیا گیا ہے۔ مثلاً مادہ ذئب کے آگے یوں لکھا ہے (ذئب بھیر یا ض ۲، بریکٹوں میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ لفظ اصل کتاب میں زیر بحث نہیں آیا۔ اس کی تشریح آپ کو ضمیمہ ۱ (اسمائے مکرمہ) کے ذیلی عنوان ۱ (جانور) کے تحت ملے گی۔

اسی طرح ایک مادہ فرش ہے۔ اس کے آگے یوں لکھا ہے :

فَرَشَ - بَجَّهَانَا - فَرَأَشَ (فَرَأَشَ پٹنگے ض ۲، ۵) جس کا مطلب یہ ہے کہ :

۱۔ مادہ فرش سے ان تین الفاظ سے علاوہ کوئی لفظ قرآن میں استعمال نہیں ہوا۔ پہلا لفظ فعل ثلاثی مجرد ہے اور باقی دونوں اسم۔

ب۔ فَرَشَ اور فَرَأَشَ تو مذکورہ عنوانات کے تحت زیر بحث آگئے ہیں مگر فَرَأَشَ کا لفظ آپ کو ضمیمہ جات میں دو مقامات پر ملے گا۔ ایک ضمیمہ ۱ (اسمائے مکرمہ) کے ذیلی عنوان ۱ (جانور) میں اور دوسرے ضمیمہ ۵ (مستقرات) کے ذیلی عنوان ۵ (ف) کلمہ میں حرکت کی تبدیلی سے عجیب فرق) میں ملے گا۔

الفظ اور عنوان	مادہ	الفظ اور عنوان	مادہ	الفظ اور عنوان	مادہ
(أَشْرَعٌ - تَأْتِيهَا كِنَانٌ مِنْ ثَوَانَا)		آبِي - اِنكَارُ كَرْنَا	آبِي	الف	ا
(۵۲)		آبِي - آتَرْنَا آتِي بِ لَانَا	آتِي	آء كِيَا	ا
أَجَجَ - پانی کی اقسام - كُرُوا	أَجَجَ	آتِي دِيْنَا	آتِي	آبَ رِجَارَه -	آب
يَا جُوجَ - مَا جُوجَ (ض ۲)	أَجَجَ	آثَثَ - سَامَان	آثَثَ	آبَدٌ - بِيْشَهْ بِيْهِ	آبَد
أَجْرَ بَدَلَه - حَقِّ مَهْرٍ مَزْدُورِي	أَجْرَ	آشْرَ قَدَمَ - نَشَانِي	آشْرَ	آبَقَ بَهَا كَانَا	آبَق
(أَجْرَ مَزْدُورِي كَرْنَا ۱/۲) اسْتَا جَرِي		رَأَشْرَ - تَرْجِيْعَ دِيْنَا (۱/۲)		آبِلَ - اَوْنَثَ آبَا بِيْلَ	آبِل
مَزْدُورِي پَر رَكْحَانَا (۲/۲)		آشَلَّ دَرَخْت	آشَلَّ	جَاعَمَتَ (جَانُورُوں كِي -)	
أَجَلٌ مَتَ - وَاقْت	أَجَلٌ	أَشْرَعٌ كِنَانَه - أَثْمٌ وَأَرْشِيمٌ كِنَانَكَا	أَشْرَعٌ	آبَ بَاب	آبُو

الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ
إلى	الغافر اور عنوان	آز	آز	آجل - وجہ سبب (۳۳)	آجل - وجہ سبب (۳۳)
إلى ك	الغافر اور عنوان	آزف	آزف	آجل مقر کرنا	آجل مقر کرنا
إلى ك	الغافر اور عنوان	اس	اس	آیلا - کوئی (ض ۳۳)	آیلا - کوئی (ض ۳۳)
إلى ك	الغافر اور عنوان	اسس	اسس	آخذ - پکڑنا - لینا	آخذ - پکڑنا - لینا
إلى ك	الغافر اور عنوان	اسف	اسف	أخذت گرفت کرنا	أخذت گرفت کرنا
إلى ك	الغافر اور عنوان	اسن	اسن	أخوت - آخرت -	أخوت - آخرت -
إلى ك	الغافر اور عنوان	اسو	اسو	أخو پچھلا	أخو پچھلا
إلى ك	الغافر اور عنوان	اسی	اسی	أخر بیچھ ڈالنا	أخر بیچھ ڈالنا
إلى ك	الغافر اور عنوان	اشس	اشس	أخسر اور شاعر بیچھ رہنا	أخسر اور شاعر بیچھ رہنا
إلى ك	الغافر اور عنوان	اص	اص	أخى بھائی اخت بن	أخى بھائی اخت بن
إلى ك	الغافر اور عنوان	اصل	اصل	أذ ناپسندیہ	أذ ناپسندیہ
إلى ك	الغافر اور عنوان	افت	افت	أدم - آدمی (ض ۳)	أدم - آدمی (ض ۳)
إلى ك	الغافر اور عنوان	افق	افق	أداء دینا (ادی ادا کرنا)	أداء دینا (ادی ادا کرنا)
إلى ك	الغافر اور عنوان	افك	افك	أذا - اذا - اذا جب ماذا کیا	أذا - اذا - اذا جب ماذا کیا
إلى ك	الغافر اور عنوان	افك	افك	أذن کان	أذن کان
إلى ك	الغافر اور عنوان	افل	افل	أذن اجازت دینا	أذن اجازت دینا
إلى ك	الغافر اور عنوان	اكل	اكل	أذن پکارنا اور اذان دینا	أذن پکارنا اور اذان دینا
إلى ك	الغافر اور عنوان	الت	الت	أذن سنانا	أذن سنانا
إلى ك	الغافر اور عنوان	الس	الس	أذان - اعلان کرنا (۲۲)	أذان - اعلان کرنا (۲۲)
إلى ك	الغافر اور عنوان	الفت	الفت	أستاذان اجازت لینا	أستاذان اجازت لینا
إلى ك	الغافر اور عنوان	الف	الف	أذى آدمی تکلیف (گندگی)	أذى آدمی تکلیف (گندگی)
إلى ك	الغافر اور عنوان	الف	الف	أذى آدمی تکلیف دینا	أذى آدمی تکلیف دینا
إلى ك	الغافر اور عنوان	ال	ال	أرب اربہ خواہش ماہر حاجت فائدہ	أرب اربہ خواہش ماہر حاجت فائدہ
إلى ك	الغافر اور عنوان	المد	المد	أرض ارض زمین	أرض ارض زمین
إلى ك	الغافر اور عنوان	اله	اله	أرك آرك تخت	أرك آرك تخت
إلى ك	الغافر اور عنوان	الوجه	الوجه	أرم ارم (ض ۱۶)	أرم ارم (ض ۱۶)
إلى ك	الغافر اور عنوان	الو	الو	أمر أمر (ض ۲)	أمر أمر (ض ۲)
إلى ك	الغافر اور عنوان	الو	الو	أمر قوت دینا - مضبوط کرنا	أمر قوت دینا - مضبوط کرنا

الفاظ اور عنوان	ادہ	الفاظ اور عنوان	ادہ	الفاظ اور عنوان	ادہ
گھڑی وقت	بیت	بیت غم بیت پھیلا نا	بیت	نیک بخت (ض ۴)	الفاظ اور عنوان
انیۃ برتن (ض ۴)		اِنْبَتْا بھرنا		بیو نیکی	
آئی یاں پانی کھولنا (وقت ۴)	بجس	اَبْجَسَ چشمہ پھوٹنا	بجس	بہتر سائنے آنا نکلنا (ض ۴)	
او۔ یا	بجٹ	بَحَّتْ خریدنا	بجٹ	بہتر نکالنا	
اوب، اوب لونا اُیوب (ض ۴)	بحر	بَحْرُ پانی کے غیرے زمین کی اقسام	بحر	بہتر رخ آڑ	
اود (یُود) تھکنا۔ بو جھل ہونا		بَحیرۃ اونٹ		برص (اَبْرَصُ کوڑھی (ض ۴)	
اول	بخس	بَخَسَ کم کرنا بخس دی نقصان	بخس	بہتر کلی استبرق لہری پڑا (ض ۴)	
اول والا۔ ولے۔ اولاد	بخع	بَخَعُ ہلاک کرنا	بخع	بہتر ترقی لوانا جگ (ض ۴)	
اَوَّل پہلا اولی دنیا	بجھل	بَجَلَ بھل کرنا۔ خرچ کرنا	بجھل	بہتر دیکھنا (کیفیت نظر)	
اَوَّل تبخیر بتلانا	بدء	بَدَءُ شروع کرنا ابتدا پہلی بار کرنا	بدء	بہتر بڑھانا	
اوه نرم ہونا	بدس	بَدَسَ میلنا (ض ۴) بدتر جلدی کرنا	بدس	تیسرا بڑھانا	
اوی (پناہ لینا) اوی آباد کرنا	بدع	بَدَعُ پیدا کرنا۔ نیا ہونا	بدع	بہتر ارادہ کرنا	
اہل اولاد۔ بوی۔ گھر مالک۔ اولاد	بدل	بَدَلَ راہ ڈالنا۔ بدلاج کرنا۔	بدل	بہتر دلیل	
اید۔ قوت دینا۔ مدد دینا	بدل	بَدَلَ بدلہ بدل کرنا دینا	بدل	بہتر بڑھ چمکنا	
ایک ایکڑ (ض ۴)	بیس	بَسَّ (تبدل۔ اول بدل کرنا (۴))	بیس	بہتر تیوری چڑھانا	
ایم آیم رائڈ یا رنڈوا (ض ۴)		(اِسْتَبَدَلَ تبدیلی چاہنا (۴))		بہتر چورا چورا ہونا	
این کہاں آیتما جہاں نہیں	بدن	بَدَنَ جسم۔ بَدَنَ اونٹ قربانی	بدن	بہتر پھیلا نا کھولنا بسط	
اتی کون کاٹی یا کاہن کتنے		کا جانور		فرخی	
اَیْئہ یا اَیْئہا کے ایتہ نشانی	بدو	بَدُو سب سے بد آباد ہونا نظر ہونا	بدو	بہتر بلند ہونا	
	ب	اَبْدَا (بیدگی) ظاہر کرنا	بسل	بہتر فروی رکھنا	
ب ب ساتھ قسم	بذرا	بَذَرَا فضول خرچی کرنا	بسم	بہتر ہنسنا	
بابل شہر کا نام (ض ۱/۲)	بہر	بِهْرَ پیدا کرنا برائی خلقت	بشر	بہتر آدمی	
بہر بھر	بہر	اَبْرَ تندرست کرنا بڑا پاک کرنا		بہتر جگر خوشخبری دینا بفرشتہ	
بہر بھول	بج	بَجَّ آبراز ہونا		بہتر شہر جمع کرنا	
بہر بھول	بج	بُجَّ (بج بروج) قلعہ		بہتر خوش ہونا	
بہر بھول	بج	تَبْرَجَ دکھلانا		بہتر نگاہ بصر	
بہر بھول	بج	بَرَجَ ہمیشہ کرنا نیز (ض ۴)		بہتر دیکھنا اَبْصَرَ دکھلانا۔ روشن کرنا	
بہر بھول	بج	بَرَدَ ٹھنڈا ہونا (بہر اولے)		بہتر نشانی بصر دکھلانا	
بہر بھول	بج	بَرَزَ زمین (خشکی) بن (بج اولے)		بہتر ہوشیار و چالاک کرنا (۴)	

الفاظ اور عنوان	ادہ	الفاظ اور عنوان	ادہ	الفاظ اور عنوان	ادہ
بَصَلْ پازض (۱۶)	بقی	بَقِيَ بَاقِي ہونا باقی چھوڑنا	بید	بَادَ ہلاک ہونا	بصل
بَضِعْ چند بَصَاعَتَ سامان	بکر	بَكَرَ كُوْرًا يَكُوْرِي (ض ۲) ج بکر کھولنا یا کھولنا	بیض	بَيَّضَ اُطْعَمَ (ض ۲) بیض سفید	بضع
بَطَّأَ سستی کرنا	بک	بَكَرَ صَبْحَ صَبْحَ كَادِقَتِ الْبَكَاةِ	(ض ۲)		بط
بَطَّرَ اترانا	بلک	بَلَّكَ - مَكَّةَ (ض ۱)	بیض	بَيَّضَ (سفید ہونا) دھندلانا	بطر
بَطَّشَ پکڑنا	بکر	بَكَرَ - اَبَكَمَ - كُوْرًا (ض ۲)	بیع	بَاعَ بَيْعَ عِبَادَتِ كَا هِيَ	بطش
بَطَّلَ برباد ہونا باطل چھوٹ	بکی	بَكِيَ رَوْنًا، اَبَكِيَ لَانًا (۲۲)	باع	بَاعَ - تَبَاعَعَ خَرِيْدَ فَرُوْحَتِ كُوْرًا (ض ۲)	بطل
اَبَطَّلَ برباد کرنا - جھٹلانا	بلد	بَلَّدَ شَهْرًا			اَبَطَّلَ
بَطَّنَ اندر (پیٹ) ض (۲)	بلس	بَلَسَ عَمَلِكُمْ هَوْنًا - نَا اَمِيْدَ هَوْنًا		بَايَعَ بَيْعَتِ كَرْنَا (۳۸)	بطن
بَطَانَةٌ دوست بَطَّنَ چھینا	بلغ	بَلَغَ نَهْجًا - بَلَغَ اَوْرَاقًا	بین	بَيْنَ رَمِيَانِ اَبَاكَانَ بِيَانِ كَرْنَا	بطانہ
بَعَثَ اٹھانا - بھیجنا - زندہ کرنا	بلغ	بَلَغَ سَهْمِيْنَا اَبْلَغَ اَوْرَاقًا		بَيْنَ بِيَانِ كَرْنَا بَيْكَنَةً وَاوِيْلَ -	بعث
يَوْمَ الْبَعَثِ آخرت	بلو	بَلَوِيَ - اَبْلَى - اَبْتَلَى اَرْمَاشَ كَرْنَا		تَبَيَّنَ - اِسْتَبَيَّنَ ظَاہِرَ هَوْنًا	يوم البعث
اَبْعَثَ اٹھنا	بلی	بَلَى - ہاں - نہیں			اَبْعَثَ
بَعَثَ خریدنا - ڈھونڈنا	بلی	بَلَى بُوْسِيْدَ هَوْنًا - پَرَانًا هَوْنًا	تب	تَبَّطْنَا - ہلاکت ہونا - ہلاکت	بعث
بُعْدَ پیچھے بعد دوری - فرق	بین	(بناں پورے ض ۲)		تَبَّطْنَا - ہلاکت کرنا - ہلاکت	بعد
بَعِيْدٌ - دُوْرٌ بَعِيْدٌ بَدْرًا مَدِيْنًا اَبْعَدَ	بنو	اَبْنٌ - اَبْنَةٌ - يَنْتَ بِيْثًا - يَبِيْثٌ	بیت	(تا بورت - صندوق ض ۲)	بعید
دور کرنا، رکھنا باعد دراز کرنا	بنی	بَنَى بِنَانًا بِنَاءً حِجَّتَ بِنِيَانِ دِيْوَانِ	تبر	تَبَّرَ ہلاک ہونا تبر ہلاک کرنا	دور کرنا
بَعِيْرٌ اونٹ	بوء	بَاءَ كُوْثُنًا بُوَا اَبَادَ هَوْنًا -	تبع	تَبَّعَ قَوْمَ (ض ۱۶)	بعیر
بَعَضٌ حصہ بکرا (بعضہ) پھرنا	بوی	تَبَّوَا اَبَادَ كَرْنَا -		تَبَّعَ پیچھے آنا - پیچھا کرنا اتباع پیچھے	بعض
بَعَلَ خاوند - بت ض (۲)	بوہ	رَبَابٌ - دَرَوَازَ (ض ۲)		اِتَّبَعَ اطاعت کرنا - پیچھے چلنا	بعل
بَغْتَةٌ اچانک	بوم	بَاوَمَ ہلاک ہونا بوم ہلاکت نقصان		تَتَابَعَ لُكَا تَارَ	بغتہ
بَغِضٌ بغضاء دشمنی - ناراضگی	بول	بَالَ - حَالٌ -	تجس	تَجَسَّرَ خَرِيْدَ فَرُوْحَتِ كَرْنَا	بغض
بَغَلَ پھال پھرنا (ض ۲)	بہت	بَهَتْ حِيْرَانٌ هَوْنًا - ہَتَانٌ	تحت	تَحْتِ نِيْحَ	بغل
بَغِيٌّ چاہنا - حصے بڑھانا -	بہج	بَهَجَ خَوْشَ لَكْنَا - بَهَجَتَ رَوْنٌ	ترب	تَرَبَّ مِثْلَ مَتْرِبَةٍ تَنْكَدِي ض ۲	بغی
بِنَاءٌ بدکاری	بہج	بَهَجَ خَوْشَ لَكْنَا - بَهَجَتَ رَوْنٌ		اَتَرَبَّ ہم آہنگی تراثت لیلیان	بِناء
اَبْتَعِيٌّ پیچھا کرنا - ڈھونڈنا	بہل	اَبْتَهَلَّ بَدُوْعًا دِيْنَا - پَكَارْنَا	توف	اَتَرَفَ نِعْمَتِ عَطَا كَرْنَا (ض ۲)	اَبْتَعِيٌّ
اَبْتَعِيٌّ اَبْتَعِيٌّ لَاتِيٌّ ہونا	بہو	بَهَوَ بِهِيْمَةً جَ بَهَا تُعَدُّ چوپائے	ترے	تَرَّكَ تَرَكَ، چھوڑنا -	اَبْتَعِيٌّ
بَقْرٌ گائے بیل (ض ۲، ۳)	بیت	بَيْتٌ كَهْرٌ بِيَاتِ رَلَتِ	تسع	تَسَعَ - تَسَعَتَ لَوْ (ض ۱۶)	بقر
بَقِعَ بَقَعَتَ بکرا	بیت	بَاتِ رَلَتِ كَ كَامِ	تقس	تَقَسَّ تَقَسَّ كَرْنَا - ہلاکت	بقع
اَبْقَلَ ترکاری (ض ۲)	بیت	بَيْتٌ مَشْوَرٌ كَرْنَا اَشْخُوْنَ مَارْنَا	تقت	تَقَّتْ گندگی	اَبْقَلَ

ردہ	الفاظ اور معنواں	ردہ	الفاظ اور معنواں	ردہ	الفاظ اور معنواں
تقن	تَقْنٌ مَضْبُوطٌ كَرْنَا	ثمر	ثَمَرٌ يَهْلُ أَثْمَرَ يَهْلُ دِيْنَا	جدث	جَدَثٌ قَبْرٌ
تلك	تَلَكٌ وَهُوَ (الشاره بيعد) (مض ۱۱)	ثَمَرٌ	ثَمَرٌ دِهَانٌ وَهِيَ	جد	جَدٌّ بَطْنِيٌّ - بَرْجِيٌّ جَدٌّ زَمِينِ كِي
تل	تَلٌّ كَرْنَا	ثَمَرٌ	ثَمَرٌ يَهْلُ يَهْلُ (مض ۱۱)	اقسام جديد نيا	اقسام جديد نيا
تلو	تَلُوٌ كَلِيٌّ يَهْلُ - يَهْلُ أَنَا	ثمن	ثَمْنٌ قِيمَتٌ (مض ۱۱) ثَمَانٌ - ثَمَانِيَةٌ جَدِي	جدہ	جِدٌّ اسْمٌ رِيْوَارٌ أَيْ جَدٌّ لَانَقٌ هُوْنَا
تلق	تَلَقٌ يَهْلُ يَهْلُ	آٹھ (مض ۱۱)	آٹھ (مض ۱۱)	جدل	جَدَلٌ جَدَلٌ جَدَلٌ جَدَلٌ جَدَلٌ جَدَلٌ
تنق	تَنْقٌ يَهْلُ يَهْلُ	ثنی	ثَنِيٌّ - ثِنَانٌ - اِثْنَانٌ	جد	جَدٌّ كَانَا جَدًّا آذَانًا مَكْرَا
تور	تَوْرَةٌ بَارِدَةٌ (تَوْرَةٌ مَض ۱۱)		(مض ۱۱)	جلع	جَلْعٌ (جَدُّوعٌ تَنَاضٌ مَض ۱۱)
تین	تَيْنٌ (تَيْنٌ نَجِيرٌ مَض ۱۱)	اِسْتِثْنَاءُ سَوْلَہ	اِسْتِثْنَاءُ سَوْلَہ	جدو	جَدُوٌّ جَدُوٌّ اَلْکَ کَالِ اَلْکَرَا
تیہ	تَاهٌ اَوَارَةٌ يَهْلُ يَهْلُ	ثوب	ثَوْبٌ يَهْلُ يَهْلُ	جرح	جَرْحٌ زَهْمٌ (جَوَارِحٌ تَهْلُ يَهْلُ يَهْلُ)
ث					
ثبت	ثَبَاتٌ مَضْبُوطٌ ثَبَاتٌ لَشْرٌ	مثنوبہ بدلہ مثنابہ اکٹھا ہونا	مَثْوَبَةٌ يَهْلُ يَهْلُ	جورد	جَوْرَدٌ مَثْوَبَةٌ يَهْلُ يَهْلُ
ثبت	ثَبَتَ ثَابِتٌ قَدَمٌ يَهْلُ يَهْلُ	اَنَابٌ	اَنَابٌ يَهْلُ يَهْلُ	جرت	جَرَتْ كَهَيْجَتَا كَهَيْجَتَا
		ثور	اَثَامَرٌ اِطْمَانَا	جوز	جَوْزٌ زَمِينٌ اُدْرَاسٌ كِي اَقْسَامٌ
		ثوی	اَبَادٌ هُوْنَا (مض ۱۱)	جوع	جَوْعٌ تَجَرَّعٌ يَهْلُ يَهْلُ
		ثیب	يَهْلُ يَهْلُ	جوف	جَوْفٌ كَرُوْنَا
ثبر	ثَبْرٌ يَهْلُ يَهْلُ	ج			
ثبط	ثَبَطٌ رَوْنَا	جاء	جَاءَ يَهْلُ يَهْلُ	جاء	جَاءَ يَهْلُ يَهْلُ
ثج	ثَجَّاجٌ وَفَرْجٌ يَهْلُ يَهْلُ	جبت	جَبْتُ كَوْنَا	جبری	جَبْرِيٌّ جَبْرِيٌّ كَابِرًا جَابِرًا كَشْتِي
ثخن	اَتَخَنَ قَتْلًا يَهْلُ يَهْلُ	جبت	جَبْتُ يَهْلُ يَهْلُ	جزء	جَزَاءٌ مَكْرَاهِيَّةٌ
ثوب	ثَوْبٌ بَرٌّ يَهْلُ يَهْلُ	جبر	جَبْرٌ زَهْمٌ يَهْلُ يَهْلُ	جزع	جَزَعٌ بَلِّغٌ قَرَارٌ هُوْنَا
	(رِيثْبٌ - مَدِينَةُ اَلْبَيْتِ مَض ۱۱)	جبل	جَبَلٌ يَهْلُ يَهْلُ	جزی	جَزِيٌّ جَزِيٌّ يَهْلُ يَهْلُ
ثعب	ثَعْبَانٌ سَابٌ	جبین	جَبِينٌ يَهْلُ يَهْلُ	جزاء بدلہ	جَزَاءٌ بَدْلَةٌ
ثقب	ثَقَبٌ يَهْلُ يَهْلُ	جبه	جَبْهَةٌ يَهْلُ يَهْلُ	جسد جم	جَسَدٌ جَمٌّ
ثقت	ثَقَّتْ يَهْلُ يَهْلُ	ج ب	ج ب يَهْلُ يَهْلُ	جتس	جَتْسٌ جَسْمٌ سَمِيٌّ كَرْنَا - رُحْمٌ رُحْمًا
ثقل	ثَقُلَ يَهْلُ يَهْلُ	جبی	جَبِيٌّ يَهْلُ يَهْلُ	جسو	جَسْمٌ جَسْمٌ يَهْلُ يَهْلُ
	جَاءَتْ ثَقْلٌ يَهْلُ يَهْلُ	جحت	جَحَتْ يَهْلُ يَهْلُ	جدل	جَدَلٌ يَهْلُ يَهْلُ
	اِنَّ اَقْلَ بَرِيَّةً يَهْلُ يَهْلُ	جشم	جَشْمٌ يَهْلُ يَهْلُ	جفا	جَفَاً يَهْلُ يَهْلُ
ثلث	ثَلَاثٌ ثَلَاثَةٌ يَهْلُ يَهْلُ	جشو	جَشُوْا يَهْلُ يَهْلُ	جفن	جَفْنٌ لُغْنٌ يَهْلُ يَهْلُ
ثل	ثَلَّةٌ يَهْلُ يَهْلُ	جحد	جَحَدٌ يَهْلُ يَهْلُ	جفو	جَفُوْا يَهْلُ يَهْلُ
ثمد	ثَمْدٌ (ثَمْدٌ مَض ۱۱)	جحم	جَحْمٌ يَهْلُ يَهْلُ	جلب	جَلْبٌ لَانَا جَلْبَابٌ يَهْلُ يَهْلُ

الفاء اور عشوائی	ادہ	الفاء اور عشوائی	ادہ	الفاء اور عشوائی	ادہ
إِسْتَحَبَّ اِخْتِيَارًا كَرْنَا		جَاب تَرَاشِنَا	جواب	(جالوت - کافر بادشاہ رض ۱/۲)	جلت
حَبْرٌ نَوَّشَ كَرْنَا اِخْتِبَارًا عَالِمٌ	حبر	اِجَابٌ جَوَابٌ دِينًا - فِرْيَادِ رِسِي	اجاب جواب دینا - فریاد رسی	جَلَدٌ كَهَالٌ رَضِي ۱/۲ جَلْدَةٌ كَوْثَرٌ	جلد
حَبْسٌ قَيْدٌ كَرْنَا - رَوَكْنَا	حبس	قَبُولٌ كَرْنَا	قبول کرنا	جَلَسَ بَيْتُهُنَا مَجْلِسٌ مَجْلِسٌ	جلس
حَبْطٌ بَرَادٌ هُوْنَا اِخْتَبَطُ بَرَادُ كَرْنَا	حبط	اِسْتَجَابٌ - اِطَاعَةٌ كَرْنَا - فِرْيَادِ رِسِي - قَبُولٌ كَرْنَا	استجاب - اطاعت کرنا - فریاد رسی - قبول کرنا	جَلَّ ذُو الْجَلَالِ - جَلِيلٌ بَرَادُ بَرْكَ	جل
حَبْكٌ كَرْنَا	حبک	جَوْدِي - پَهَارٌ رَضِي ۱/۲ جِيَادٌ كَرْنَا	جو دی - پہار رضی ۱/۲ جیاد کرنا	جَلَا جَلَا مَعْنَى جَلِي رُشْنٌ كَرْنَا	جلو
حَبَلٌ رَسِي (حَبَلُ الْوَرِيدِ رَضِي ۱/۲)	حبل	جَوْنَا (جَارٌ مَسَايَ ۲/۲ جَاوْنَا مَسَايَ ۲/۲)	جونا (جان مسایہ ۲/۲ جاوْنَا مسایہ ۲/۲)	جَلِي رُشْنٌ هُوْنَا - نَظَاهِرٌ رُشْنٌ كَرْنَا	جلی
حَتَمٌ فَيْصَلَةٌ كَرْنَا	حتم	حَتِي هُوْنَا ۲/۲ جَائِرٌ بُرْهَانٌ جَوَلْنَا تَارًا	حتی ہونا ۲/۲ جائر بُرہان جاولْنَا تارًا	جَمَعَ دَوْرُنَا	جمع
حَتَّى تَمَكٌ - يِهَانٌ تَمَكٌ	حتی	حَشِي رَضِي ۲/۲	حشی رضی ۲/۲	جَامِدَةٌ تُهْمَرْنَا	جمد
حَتَّ اِبْهَارُنَا	حت	اَجَارٌ نِيَاهٌ دِينًا اِسْتَجَارَ نِيَاهٌ نَانُكُنَا	آجَار نیاہ دینا استجار نیاہ نانکُنَا	جَمَعَ جَمَاعَتٌ سَبَّ جَمْعُهُ ۱/۲	جمع
حَجَبٌ پَرُوهُ كَرْنَا حِجَابٌ پَرُوهُ	حجب	جَاوْنَا رَضِي ۲/۲ مَدَسٌ بَرُثْنَا	جاوْنَا رضی ۲/۲ مدس برُثْنَا	جَمَعَ اَكْثَرُنَا اِجْتَمَعَ اَكْثَرُهُنَا	جمع
حَجَّ (اِرْجَعَ عِبَادَتُ رَضِي ۱/۲)	حج	تَجَاوَزْنَا رَضِي ۲/۲ مَعَاذٌ كَرْنَا	تجاووزْنَا رضی ۲/۲ معاذ کرنا	اِجْتَمَعَ (عَلَى الْمَرْكَبِ) حِيَابٌ رُتَقَانٌ كَرْنَا ۱/۲	جمع
حَاجٌ (رَجَّ كَرْنَا) يَحْتَجُّ سَالٌ	حاج	جَاسٌ رُصُونٌ نَا كَهْمُنَا	جاس رُصون نَا کھمُنَا	جَمَلٌ اَرْتٌ حَمِيلٌ اِبْجَامٌ جَمَالٌ رَيْتٌ	جمل
حَاجٌّ اِرْبِحَاجٌ مَهْجَلَةٌ اَكْرَانَا -	حاج	جَوَّعٌ بَهْوُكٌ	جوع بھوک	جَمْعٌ وَاغْفَرٌ - بَهْتٌ	جم
حُجَّةٌ دَلِيلٌ	حجۃ	جَوْنٌ اَنْدَرٌ	جون اندر	جَنْبٌ پَهْلُو - جَانِبٌ رَضِي ۲/۲	جنب
حَجَرٌ تَهْمَرٌ حَجَرٌ اَرْمَعْلٌ كَرْنَا	حجر	جَوَّ (جَوٌّ فَنَسْنَا - هُوَا ۲/۲)	جو (جو فَنَسْنَا - ہوا ۲/۲)	جُنُبٌ اِصْنِيفَا (اِجْنِبِي - جَنْبِي)	جنب
اِيكٌ مَقَامٌ كَا نَامٌ رَضِي ۱/۲	حجر	جَاهِدٌ كَوْشَشٌ كَرْنَا مَحْرَمَتٌ كَرْنَا	جاہد کوشش کرنا محرمت کرنا	جَنْبٌ دَوْرٌ رُكْنَا	جنب
حُجْرَةٌ كَرُو حَجَرٌ رَوَكْنَا	حجر	جُهْدٌ مَحْرَمَتٌ رَشَقَتٌ جِهَانُكٌ	جُہد محرمت رشقت جھانک	جَنْبٌ اَلَكٌ كَرْنَا - بِنَانَا - هُنَانَا	جنب
حَجْرٌ بِنَانَا - حَاجِرٌ اَرٌ	حجر	جَهْوٌ پَكَارُنَا - ظَاهِرٌ كَرْنَا	جھو پکارنا - ظاہر کرنا	تَجَنْبٌ اَلَكٌ هُوْنَا اِجْتَنَبْنَا بِنَانَا	جنب
حَدَبٌ اِبْهَارٌ - طَيْلٌ	حدب	جَهَنٌّ تِيَارٌ كَرْنَا اِبْجَهْلَانُ سَامَانٌ	جھن تیار کرنا ابجھلان سامان	يَتَجَمَّعُ مَجْمَعًا جَنَاحٌ كِنَاهُ جَنَاحٌ	جمع
حَدِيثٌ بَاتٌ تَقْرَانٌ كَمَا نِيَلٌ نِيَا	حدث	جَاهِلٌ نَادَانٌ	جاہل نادان	بَازُو - پَهْلُو - پَرِنَهٌ كَا پَرِ رَضِي ۱/۲	جمع
حَدَّثَ آگَاهٌ كَرْنَا - بِيَانٌ كَرْنَا	حدث	جَهْمٌ دَوْرٌ خٌ	جھم دور خ	جَنْدٌ شَكْرٌ	جند
اَحَدَثٌ (كَحَى اَمْرًا كَادِقٌ هُوْنَا)	حدث	جَاءَ اَنَا جَاءَ بٌ اَوْرَ اَجَاوَلَانَا	جاء انا جاء ب اورا جاولانا	جَنْفٌ جَنْفٌ مَجْمَعًا (رَضِي ۲/۲ جَانَفٌ	جند
حَدَّ اَرٌ كَرْنَا (اِحْدِيدٌ لَهَا رَضِي ۱/۲)	حد	جَبِيْبٌ اَكْرِيْمَانٌ رَضِي ۲/۲	جیب اکریمان رضی ۲/۲	مَجْمَعًا -	جند
حَدِيدٌ اَوْرَ حَدَّ اَدِيْزٌ	حد	جَيْدٌ اَكْرِيْمَانٌ	جید اکریمان	جَنٌّ وَكُنَا جِنٌّ اَوْرَ جِنَّةٌ -	جند
حَادٌّ مَخَالَفَةٌ كَرْنَا	حدق	ح	ح	جِنٌّ دَوَالِكِي جِنَّةٌ بَاغٌ بَهْتٌ	جند
حَدِيْقَةٌ بَاغٌ	حدق	حَبٌّ اِرْحَبَةٌ وَاثَرٌ رَضِي ۱/۲	حب ارحبتہ واثر رضی ۱/۲	جِنَّةٌ دُهَالٌ جَانٌ سَانِبٌ	جند
حَدْرٌ اَلَاتٌ جَنْكٌ سَامَانٌ	حدہ	حَبٌّ اَوْرَ مَحْبَبَةٌ مَحْرَمَتٌ	حب اور محبتہ محرمت	جِنِيْنٌ بِيْمَةٌ	جند
حَدْرٌ طُرْمَانٌ بِنَانَا - حَدْرٌ دُرَانَا -	حدہ	اَحَبٌّ ، حَبِيْبٌ اِسْتَبَدُّ كَرْنَا مَحْرَمَتٌ كَرْنَا	احب ، حبیب استبدد کرنا محرمت کرنا	جِنِّيْ پَهْلٌ - پَهْلٌ كِنِيَا	جندی
حَرْبٌ جَنْكٌ مَحْوَابٌ قَلَمٌ مَهْجَلَةٌ اَوْرَا	حرب				جندی

ادہ	الفاظ اور عنوان	ادہ	الفاظ اور عنوان	ادہ	الفاظ اور عنوان
	حَصَّ اِجْهَارًا	حصد	اِحْصَدَ حَصْرًا (۱۱۳)	حَارِبٌ لِيَا	حارِب
	(تَحَاَصَّنَ اِيك دوسرے کو	حصر	حَصَرَ تَحَكُّمًا حَصْرَةً يَجْتَمِعَانَا	حَوْرٌ كَهَيْتِي	حوریت
	تَرْغِيبَ دِينًا ۲۹)		اِسْتَحْصَرَ سُسْتِي كَرْنَا	حَوْرٌ كَهَيْتِي بَابِي كَرْنَا ۵۶)	حوریت
	حَطَبٌ اِيْنِدْهِنَ لَكُلُوْى	حطب	حَتَبٌ قَمَلٌ كَرْنَا حَيْرِيْنَ اَوَازِ	حَوْرٌ حَنْكِي	حورج
	حِطَّةٌ مَعَانٌ كَرْنَا	حط	اِحْصَنَ مَا نَا تَحَصَّنَ دُهُونًا حَطَّ	حَوْرٌ غَضَةٌ	حورد
	حَطَمَ چَوْرًا چَوْرًا - رُوْنَدْنَا	حطم	حُصِمَ نَوْمٌ بِنَحْتِي - لَكَ تَارًا اِمْبَارِكُ	حَوْرٌ اَوْرَحُوْرٌ دِهْوِبٌ اِكْرَمِي	حور
	حُطْمَتُهُ دُوْرُخِ		حُسْنٌ خُوْبصُوْرَتِي حَسَانٌ خُوْبصُوْرَتِي	حُوْرٌ اَزَاوَحُوْرِيْنَ لِيْمٌ مَضِي ۶)	حور
	حَظْرٌ رُوْكُنَا (اِحْتَضَرَ بَابِيْنَا ۳۵)	حظر	حَسَنٌ اِيْجَاهُ هُوْنَا حَسَنَةٌ يَنْكِي	حُوْرِيٌّ اَزَادُوْرْنَا -	حور
	حَظًا حَظًا حَصَّةٌ	حظ	اِحْسَنَ اِحْسَانًا كَرْنَا -	حُوْرٌ سِوْ كِيْدَارِ - نَجْمِيَانِ	حورس
	حَفْدَةٌ اَوْلَادِ	حفد	حَشْرٌ اَكْثَمًا كَرْنَا (زَنُوْرًا) ۱۱۱)	حُوْرٌ صَ طَمْعٌ رَكْنًا	حورص
	حُفْرَةٌ كَرْنَا حَا فِرَةَ اِتْبَالِي	حفر	حَصَبٌ اِيْنِدْهِنَ - پَتْمَرُ	حُوْرٌ صٌ بِيْمَارٌ حُوْرٌ اِيْجَارًا	حورص
	حَالَتُ ص ۵)		حَا صِبٌ غَدَابٌ - هُوَا	حُوْرٌ كُنَا رَا	حورص
	حِفْظٌ حِفَاظَتُ كَرْنَا يَادُ كَرْنَا	حفظ	حَصَّ حَصَّ ثَابِتٌ هُوْنَا ظَاهِرٌ هُوْنَا	حُوْرٌ - تَحَوْرٌ بِلِ دِيْنَا	حورص
	حَا فِظًا، حَا فِظًا نَجْمِيَانِ		حَصَدٌ كَا ثِنَا	حُوْرٌ اَكْ كَا جَلَادِيْنَا	حورص
	(حَا فِظًا خَيْرًا رَهْمَنَا ۲)		حَصِيْرٌ قِيْدًا غَا نَةً (چِثَالِي مَضِي ۶)	اِحْتَقَرٌ اَكْ مِيْنَ جَلِ جَانَا	حورص
	(اِسْتَحْفَظَ نَجْمِيَانِ بِنَا ۳۳)		حَصْرٌ تَنَگٌ هُوْنَا رُكْنَا	حُوْرٌ اَكْ جَلَانَا - بِلَانَا	حورص
	حَقٌّ كَيْفِيْنَا	حق	حَصُوْرٌ بِي رَغْبَتِ	حُوْرٌ بِيْتِ اِلْحَرَامِ بِيْتِ اِلْحَرَامِ كَبِيْرُ	حورص
	حَقُوْرًا حَقًّا تَنَگٌ كَرْنَا دِيْپِي هُوْنَا اِنْگَنَا	حقوق	اِحْصَرَ رُوْكُنَا - كَيْفِيْنَا	حُوْرٌ عَزَّتُ كَرْنَا اِعْرَامٌ بَانْدَا ۲۶)	حورص
	حَقَبٌ اَحْقَابُ زَمَانِ	حقب	حَصَلٌ اَكْثَمًا كَرْنَا	حُرَامٌ كَرْنَا ۵)	حورص
	حَقْفٌ اَحْقَافٌ يَلِيْلَةٌ - رِيْتُ مَضِي ۱۶)	حقف	حُصُوْنٌ قَلَمٌ	حُوْرٌ حُرَامٌ حُوْرٌ بِي نَيْصِبِ	حورص
	حَقٌّ ثَابِتٌ هُوْنَا حَقٌّ رِيْحٌ رِيْتِ	حق	اِحْصَنَ بِي جَانَا - حِفَاظَتُ كَرْنَا	تَحَوْرِيٌّ اَمْتِيَا كَرْنَا - اِرَادَةُ كَرْنَا -	حورص
	حَا قَّةٌ قِيَامَتِ		مُحْصِنٌ - مُحْصِنَتٌ اَزَادِ	دُهُونٌ مَضِيْنَا -	حورص
	اِحْقٌ ثَابِتٌ كَرْنَا - لَاتِقٌ هُوْنَا حَقْدٌ		(شَادِي شَدِي - مَضِي ۵)	حُوْرٌ جَاعَتٌ - لَشْكُ	حورص
	(اِسْتَحَقَّ كَمِي كَا حَقٌّ دِيَا نَا ۵)		(حَصَّنَ كَمِي جَلَهٌ كُوْحُوْفِيْنَا ۳۳)	حُوْرٌ نَعْمِيْنٌ هُوْنَا حُوْرٌ نَعْمٌ	حورص
	حَكْمٌ حَكْمٌ كَرْنَا - فَيْصَلُهُ كَرْنَا -	حکمہ	تَحَصَّنَ بِي جَانَا (پَا كَلَامِن رَهْمَنَا)	حَسَبٌ كَانِي حَسْبَانِ غَدَابِ هُوَا	حورص
	(حَكْمٌ مَنصِفٌ)		اِحْصِي كُنَا	حَسِبٌ - لِمَانٌ كَرْنَا	حورص
	اِحْكَمٌ مَضْبُوْبٌ بِنَا		حَصْرٌ اَبَادٌ هُوْنَا - حَا ضَرٌ هُوْنَا	حَسِبٌ - حِسَابًا كُنَا } مَضِي ۲	حورص
	حَكْمٌ مَنصِفٌ بِنَا (۳۳)		اِحْصَرَ پِيْشِ كَرْنَا	(حَا سَبٌ حَسَابِ لِيْنَا ۱۳)	حورص
	(حَا كَمٌ جَلَهٌ فَيْصَلُهُ كَمِي جَانَا ۵)		اِحْصَرَ حَا ضَرٌ رَهْمَنَا ۵۲)	(اِحْتَسَبَ نِيَالٌ مِيْنَ لَانَا ۲۵)	حورص

الفاظ اور معنی	ماذہ	الفاظ اور معنی	ماذہ	الفاظ اور معنی	ماذہ
ح		حُوب گناہ	حوب	حَلَفَت قَسَمَ اٹھانا	حلف
حَبَّ جَبَّ جَبَّنا چھپنا - چھپانا	حَبَّ	حَوَّت مَچھلی (ض ۱/۲ ، ۲/۲)	حوت	حَلَقَ حَلَقَ سَمْرُطَانَا (۲/۲)	حلق
أَحَبَّتَ عَاجِزِي كَرْنَا	حَبَّت	حَاجَتَ حَاجَت - تنگی	حوج	حَلَقُومَ كَلَا (۲/۲)	حلقوم
حَبِثَ حَبِثَ نَآپَاك - رزی	حَبِثَ	إِسْتَحْوَذَ قَابِو پانا	حوفہ	حَلَّ أَرْنَا - كَهُونَا اِحْرَامَ كَهُونَا (۲/۲)	حل
حَبِثَ اَكْنَدِه يَانَا كَارِه هُونَا	حَبِثَ	حَوَّسَ اَكْنَدِه حَوَّاسِي مَدَاكَار	حورہ	أَحَلَّ أَرْنَا - كَهُونَا اِحْلَالَ نَا (۲/۲)	احلال
خَبِرَ خَبِيرَ آگَاہ ہونا - خبر دینا	خَبِرَ	جَاوَرَ پھرنَا حَاوَرَ بَات كَرْنَا	جاء	حَلِيلَةَ يَبْرِي	حلیلہ
خَبِزَ خَبِزَ (ض ۲/۲)	خَبِزَ	أَتَحَاوَرَ سَوَال وَجَوَاب كَرْنَا (۲/۲)	حواہ	حَلَمَ عَقَلَ حَلَمَ جَوَانِي - خَوَاب	حلم
خَبِطَ خَبِطَ اَسِيْب زَوْدہ كَرْنَا	خَبِطَ	تَحَيَّزَ مَلْنَا (ض ۲/۲)	حوزہ	حَلَمَ بَرَادَشَت كَرْنَا - جَوْن پَرْنَا	حلم برداشت
خَبَلُ خَبَلُ خِرَابِي	خَبَلُ	حَاشَا سَبِيح وَتَقْدِسُ	حوش	حَلِي (حَلِي - زَبِير پَبْنَا حَلِيلَةَ زَبِير	حلی
خَبُو خَبَا آگ كَا مَجْبُثَا	خَبُو	أَحَاطَ كَهْرِنَا	حوط	ض ۲/۲)	حلی
خَتَرَ خَتَرَ دَهو كَا دِينَا	خَتَرَ	حَوَّلَ - سَال - پَاس	حول	حَمَا مَثِي اَوْر اَس كِي مُتَمَلِّفَ حَالَتِيَس	حماء
خَتَمَ خَتَمَ مَر لَكَا نَا اِخْتَامَ مَر خَتَمَ هُونَا	خَتَمَ	أَحْوَلُ بَدَل دِينَا حَالًا حَالًا مَبْنِي (۲/۲)	حوہ	حَمَدَ تَعْرِيفَ كَرْنَا (حَمْدًا ، اِحْمَدًا)	حمد
خَدَّ خَدَّ رَحَارِضَ (۲/۲) اِخْدُو دَگَرُ كَا	خَدَّ	حَامِ اَوْنَتَ (ض ۱/۲ ، ۲/۲)	حومہ	ض ۱/۲)	حمد
(اصحَبُ الاِخْدُو دِض ۱/۲)		أَحْوَى سِيَاہ حَوَايَا اِنْتَرَايَاں	حوی	أَحْمَرَ - سَرخَ ض ۲/۲)	حمر
خَدَعُ خَدَعُ خَادِعَ دَهو كَا دِينَا	خَدَعُ	حَيْثُ - حَيْثُمَا جِهَالُ	حیث	(حِمَارًا گدھا ض ۲/۲)	حمر
خَدَنَ اَخْدَانَ دُورِست ض ۲/۲)	خَدَنَ	حَادَ كَرْنَا جَانَا	حید	حَمَلُ - حَمَلُ بَرُوجِه (ض ۲/۲)	حمل
خَذَلَ دَهو كَا دِينَا - دُورِست	خَذَلَ	حَايَرَانُ جَرِيَانُ هُونَا -	حیر	حَمَلُ (بُرُوجِه) اِثْمَانَا - سَوَار كَرْنَا	حمل
خَرِبَ خَرَابَ خِرَابِي - خَرَابُ هُونَا	خَرِبَ	مَحْيِضَ پَنَاه	حیض	(حَمَلُ عَلِيَّ بَرُوجِه لَادَنَا (۲/۲)	حمل
أَخْرَبَ خَرَابَ كَرْنَا	أَخْرَبَ	مَحْيِضَ حَيْضَ (حَاضَت -	حیض	(حَمَلُ بَرُوجِه اِثْمَانَا (۲/۲)	حمل
خَرَجَ خَرَجَ خَرَجَ مَحْصُولَ چِنْدُو (۲/۲)	خَرَجَ	حَيْضَ اَنَا (۲/۲)	حیض	اِحْمَلُ بَرُوجِه اِثْمَانَا اَوْر صَبْرُ كَرْنَا (۲/۲)	حمل
خَرَجَ نَكَلَا - اَخْرَجَ نَكَلَا	خَرَجَ	حَافَ بَ الصَّافِي كَرْنَا	حیف	حَمْرَ حَمِيرَ - پَانِي - دُورِست - گَرْمِي	حمر
(اِخْرَجَ كَشْمَلُ سَے نَكَلَا (۲/۲)		حَاقَ كَهْرِنَا	حیق	يَحْمُومَ - دَهوَال	حمومہ
خَرَدَلَ (خَرَدَلَ رَانِي ض ۲/۲)	خَرَدَلَ	حَيَلَةَ تَدْبِيرَ كَرْنَا	حیل	گَرْمِي (گَرْمَ كَرْنَا)	حمی
خَرَّ خَرَّ رَنَا	خَرَّ	حَايَنَ - حَيْثُ بَدِيذِ وَقْتِ	حاین	حَنْثَ حَنْثَ گَنَاهَ حَنْثَ قَسَمَ تَرُونَا	حنث
خَرَصَ اَكْلَ چُتُو - اِنْدَازہ لگانا	خَرَصَ	حَايَةَ سَابَ حَايَةَ زِنْدَگِي	حای	حَنْصِي حَنْجَارَ كَلَا	حنصی
خَرَطَه خَرَطَوَه نَاك	خَرَطَه	حَايِي زِنْدِه رَهْنَا حَايِي ض ۲/۲)	حای	حَنْدَ حَنْدَ بَهُونَا	حنڈ
خَرَقَ خَرَقَ پھاڑنا	خَرَقَ	أَحْيَا زِنْدِه كَرْنَا حَايِي رَعَا دِينَا	حای	حَنْفَ كَيْسُو هُونَا (ض ۲/۲)	حنف
خَزَنَ اَكْشَا كَرْنَا خَاوَاتِنُ خَزَوَانَه	خَزَنَ	إِسْتَحْيَا زِنْدِه رَكْنَا - شَرْمَانَا	حای	أَحْتَنَكَ قَابِو پَانَا	حنك
خَزَنَتَه وَارُوغَه - دُورِخَ كَا فَرَشَتَه	خَزَنَتَه			حَنْانُ مَرِيَانُ (حَنْيَنُ ض ۲/۲)	حنن

ادہ	الفاظ اور عنوان	ادہ	الفاظ اور عنوان	ادہ	الفاظ اور عنوان
خزى	خزى ذلت۔ ذليل ہونا	خفت	خَافَت۔ تَخَافَت۔ گھبرائی کرنا	خمس	خَمْسُ شَرَابٍ خَمْسٌ چادر
خزى	اَخْزَى ذليل کرنا	خفض	خَفَضَ جھکانا۔ نیچے کرنا	خمس	خَمْسٌ۔ خمسہ پانچ ص ۱۳)
خسأ	خَسَأَ دھسکارنا۔ ہٹانا خاص ذليل	خفت	خَفَتَ ہلکا ہونا خَفَفَ ہلکا کرنا	خمس	مخصوصہ بھوک
خسر	خَسِرَ نقصان اٹھانا اَخْسَرَ کمی کرنا	استخفت	اِسْتَخَفَتَ عقل کھوینا ہلکا کرنا	خمس	رذی۔ کڑوا
خسف	خَسَفَ (زمین میں دھنسانا) غدا	خفی	خَفِيَ چھپنا اَخْفَى چھپانا ص ۲)	خنزیر	(خنزیر سور ص ۲)
خشب	(خَسَفَ چاند گرہن لگنا ص ۱۸)	خفی	(اِسْتَخْفَى پوشیدہ ہونا ص ۲)	خنس	خَنَسٌ پیچھے ہٹنا خَنَسَ تارا
خشب	خَشَبَ لکڑی	خلد	خَلَدَ آباد ہونا۔ ہمیشہ ہونا	خناس جن	خَنَاسُ جَن
خشع	خَشَعَ جھکانا ڈرنا۔ عاجزی کرنا۔	خلص	خَلَصَ الگ ہونا	خنق	اِنْخَنَقَ مرنا
خشی	نیچے ہونا	خلط	اِسْتَخَلَصَ جن لینا ص ۲)	خوس	خَوَسَ آواز
خشی	خَشِيَ ڈرنا	خلط	خَلَطَ، خَالَطَ ملا نا ص ۲)	خوض	خَاضَ نفلوں تہن کرنا شغول ہونا
خص	خَصَصَ بھوک	خلع	خَلَعَ اُٹارنا۔	خون	خَافَ ڈرنا (تَخَوَّفَ ڈرنا ص ۱۳)
خص	(اِخْتَصَّ خاص کر لینا ص ۱)	خلف	خَلَفَ پیچھے آنا خلف چھلکا	خول	خَالَ خالہ ماموں خالہ ص ۱۲)
خصف	خَصَفَ جوڑنا	(خَالَفَ جانشین خلیفہ نائب)		خول	خَوَّلَ نعمت عطا کرنا
خصم	خَصَمَ (اِخْتَصَمَ جھگڑ کرنا)	(اَخْلَفَ خلاف کرنا ص ۲)		خون	خَانَ۔ اِخْتَانَ خیانت دھوڑنا۔
	(خَصَمَ مئی خَصَمَ اور	خَلَفَ پیچھے چھوڑنا خَلَفَ پیچھے		خوی	خَوَى گزنا
	خصیم جھگڑالو) (تَخَاصَمَ	خَالَفَ مخالفت کرنا۔ پیچھے رہنا		خبیب	(خَابَ نامراد ہونا ص ۱۳)
	ایک دوسرے جھگڑنا ص ۳)	اِخْتَلَفَ (اختلاف کرنا) اِخْتَلَفَ		خیر	خَيْرٌ اچھا۔ مال دولت نیکی
خضد	خَضَدَ کاٹنا	اِسْتَخْلَفَ اقتدار بخشنا خلیفہ بنانا		خیرۃ	خَيْرَةٌ اختیار (خیرات ص ۲)
خضر	(اَخْضَرَ سبز ص ۲) خَضِرٌ (خَضِرٌ)	خَلَقَ شکل و صورت خَلَقَ طریقہ		تخیر	تَخَيَّرَ پسند کرنا اِخْتَارَ جن لینا
خضع	خَضَعَ عاجزی کرنا	خَلَقَ حجتہ		خیط	(خیط وہاگا خیاط سونکی ص ۱)
خطا	خَطَأَ، خَطَأَ خَطَأً۔	خَلَقَ پیدا کرنا خَلَقَ شکل و صورت		خیل	خَيْلٌ گھوڑا جماعت جانوروں کی
	خَطِيئَةٌ گناہ (اَخْطَأَ۔	بنانا		ض ۵)	
	غلطی سے گناہ کرنا ص ۱۸)	اِخْتَلَقَ اُکل چھو یا میں بنانا		(خَيْلٌ خیال میں لانا ص ۱۳)	
خطب	خَطَبَ حال (خَطْبَةٌ منگنی	خلال دوستی۔ درمیان۔ اند		اِخْتَالَ اترانا	
	(۲) خَاطَبَ بات کرنا	خُلَّةٌ دوستی خلیل دوست		خیم	خَيْمٌ۔ خیمہ
خط	خَطَّ لکھنا	خلو	خَلَا، اَلگ ہونا۔ گزرتا	د	
خطف	خَطَفَ، تَخَطَفَ چھیننا	خلی	خَلِيَ چھوڑنا (تَخَلَّى خالی ہونا ص ۲)	دآب	حال۔ لگا تار
خطوط	میں سے مریضوں کو منفرات کتب پر مشتمل صف	خملہ	خَمَلٌ لگا کھانا	دآب	دآبۃ حوائی دَبّ چلنا

باد	الفاظ اور عنوان	باد	الفاظ اور عنوان	باد	الفاظ اور عنوان
دب	دُبُّ پٹیہ دابن جر	دفع	دَفَع دینا۔ سپرد کرنا۔ ہٹانا	دھق	دَهَق دھبنا
دبیر	أَدْبِرَ پھرنا اَدْبَاس پیچھے	دافع	دَافِع ہٹانا	دھم	أَدْهَم سیاہ ہونا
دبیر	دَبِيرٌ تدبیر کرنا تَدْبِيرٌ غور کرنا	دقق	دَقَّق نکلتا	دھن	دُهْن تیل اَدْهَن نرم کرنا
دشر	أَدْتَشَّ اورھنا	دك	دَكَ چورا چورا۔ زمین بوس کرنا	دھی	أَدْهَى سخت
دحو	دَحَو دھٹکارنا۔ ہٹانا	دھوار کرنا	ہموار کرنا	دین	دَيْن ادھار دین قیامت۔
دحص	أَدْحَضَ پھیلانا اَدْحِضَةُ ردی	دلک	دُلُوك ڈھلنا	دین (ض ۴)	دین (ض ۴)
دحی	دَحَى پچھانا۔ پھیلانا	دل	دَلَّ آگاہ کرنا دلیل دلیل	دین	دَانَ بدلہ دینا تَدَانٌ لین لین کرنا
دخر	دَاخِر ذلیل	دلو	دَلُو ڈول	ذ	ذ
دخل	دَخَلَ داخل ہونا اَدْخَلَ داخل کرنا	دلی	أَهْمَةُ آہستہ آہستہ کوئی کام کرنا،	ذنب	ذَنْبٌ (ذَنْبٌ بھڑیا ض ۴)
دخول	اَدْخَلَ سُرگھسانا (۱/۲)	ادلی	اَدْلَى لٹکانا۔ پھینکانا تَدَلَّى لٹکنا	ذعر	ذَعْر مدع موہرنا پسندیدہ
دخن	دُخَانَ دھواں	دمدم	دَمَدَمَ ہلاک کرنا۔ زمین بوس کرنا	ذب	ذَبَاب کھی ذَبَذَب لٹکنا
دہ	دَهَاء ہٹانا	دمر	دَمَّر ہلاک کرنا	ذبح	ذَبَح ذبح کرنا ذَبَّح مارڈالنا
	(تَدَاوَأَ ایک دوسرے پر	دمع	دَمَع آنسو (ض ۴)	ذخر	اَذْخَرَ اکٹھا کرنا
	جھگڑے میں الزام دھرنا (۲/۲)	دمغ	دَمَغ مارنا	ذرع	ذِرَاع پھیلانا۔ پیداکرنا
دربج	درجۃ رتبہ (ض ۴)	دمو	(دم خون (ض ۴)	ذرت	ذُرَّتٌ اولاد
	اِسْتَدْرَجَ آہستہ آہستہ کوئی کام کرنا	دن	(دینا۔ سکے (ض ۴)	ذرع	ذِرَاع بازو۔ ہاتھ
درا	دَرَا بارش دَرِي چمکدار	دنو	أَدْنَى دنیا۔ ردی کم ہے)	ذرو	ذَرَا اثرانا
درس	دَرَسَ پڑھنا اَدْرَسَ (ض ۱)	دنی	دَنِي جھکنا۔ نزدیک ہونا	ذعن	ذَعَن اطاعت کرنا
دراک	دَرَاكَ کڑا (دراک (ض ۴)۔	ادنی	أَدْنَى (یڈنی) نزدیک کرنا	ذقن	(اذقان ٹھوڑی (ض ۴)
	أَدْرَاكَ پانا اَدْرَاكَ گر پڑنا	دود	(دَاوُد (ض ۱)	ذکر	ذَكَر تَذَكَّر قرآن نصیحت
	(تَدَاوَأَ سنبھالنا (۱/۲)	دوسرا	دَاوِسْ ثمر گھردائے گردش ایام	ذکر مرد	ذَكَر مرد (ض ۴)
دھم	(دِہَم سکے (ض ۴)	دوسرا	(ض ۴)	ذکر یاد کرنا	ذَكَر یاد کرنا ذَكَر یاد لانا نصیحت کرنا
دھری	دَهْرِي جاننا اَدْرَاي آگاہ کرنا	داسرا پھرنا	دَاوَسَ پھرنا اَدْرَا لین دین کرنا	تذکرہ	تَذَكَّر نصیحت قبول کرنا
دسر	دُسْر سب	دول	دَوْلَةٌ گردش ایام مال و دولت	اذکر یاد کرنا	اَذْكَر یاد کرنا
دس	دَسَّ۔ دَسِي گاڑنا	دول (ض ۴)	(ض ۴)	ذکو	ذَكَو ذبح کرنا
دع	دَعَّ مارنا۔ ہٹانا	داول	دَاوَل بدلنا	ذل	ذَلَّ ذلت اَذَلَّ کمزور
دعو	دَعَا پکارنا۔ دُعَا دینا دَعِي مانگنا	دوامر	دَاوَمَر ہمیشہ رہنا	ذل	ذَلَّ جھکنا۔ ذلیل ہونا
	أَدْعِيَاء بے پالک مبتلی	دون	دُون سوائے (بہتر (ض ۴)	اذل	أَذَلَّ ذلیل کرنا تَذَلَّ مسخر ہونا
دو	دَوَّ غمی حاصل کرنا	دھر	دَهَّر زانہ	جھکانا۔	جھکانا۔

ادہ	الفاظ اور معنوں	ادہ	الفاظ اور معنوں	ادہ	الفاظ اور معنوں
ذقر	ذِقَّة ذمہ داری - عمد	سرد	سرا بیتہ سخت	ذق	سرد پھیرنا - لوٹانا لڑتہ پھیرنا لوٹنا
	مذموم ناپسندیدہ		سرنی سرتی پرورش کرنا آڑنی بڑھانا	ذق	سرد کھانا
	ذمہ بڑا بھلا کہنا	سرتق	سرتق کھانا	سرد	سرد پیچھے آنا سرد
ذنب	ذنب رج ذنوب) گناہ -	سرتق	سرتق لٹنا (ض ۲)	سرد	سرد پیچھے لگانا - لگاتار
	ذنوب ڈول	سرتق	سرتق پڑھنا	سرد	سرد دھریوار
ذود	ذاد رومب	سرج	سرج کا پینا	سردی	سردی - سردی ہلاک کرنا گرنا
ذوق	ذاق (چکھنا) ذائقہ مزہ	سرج	سرج گندگی - جین گندگی غذا		سردی ہلاک کرنا - گرنا
	(اذاق چکھانا) (۱۶)	سرجس	سرجس گندگی - عذاب - ناپاک	سردل	سردل ذلیل
ذہب	ذہب سونا (دھات) (ض ۱)	سرجع	سرجع لوٹنا - جواب دینا	سردق	سردق خوراک - مال دولت
	ذہب جانا اذہب اے جاننا		سرجع لوٹانا	سردق	سردق کھلانا - مال دولت لینا
ذہل	ذہل بھولنا -	(تواجم ایک دوسرے کی طرف)		سرخ	سرخ
ذی	ذو - والا - والے -	لوٹنا (۲)		سرخ	سرخ کنول (اصطلاحاً سرخ سے ہے)
ذیع	اذاع مشہور کرنا -	سرجع	سرجع کا پینا - عذاب -	سرسو	سرسو آڑنی گاڑنا سراسی پہاڑ
	س	(سرجع زلزلہ)		سرشد	سرشد ہلاکت پانا آنشد ہلاکت
سأس	سأس سرخ (۱)	آر جع مشہور کرنا		سینا	سینا شیشہ نیک بخت
سأن	سأون مہربان (سابقہ تر)	رجل	رجل پاؤں سرجل مرد	سأصد	سأصد لگاتار لگانا، چوکیدار
سأی	سأویا خواب	سرجل	سرجل (پیدل) چلنا	سأصن	سأصن جوڑنا - مضبوط بنانا
سأی	سأی دیکھنا سأی دکھلانا	سرجع	سرجع پھینکنا - مارنا - دھتکارنا	سأصنع	سأصنع دودھ پلانا
سأری	سأری دکھلانا (سأریاء نماش)	سرجو	سرجو (رج ارجاء) گناہ - رجاء	سأصاعۃ	سأصاعۃ دودھ پلانے کی مدت
سأرب	سأرب پروردگار - مالک	سرجو	سرجو لگانا آڑنی پیچھے کرنا	سأصنع	سأصنع دودھ پلوانا (ض ۲)
سأربانی	سأربانی نیک بخت	سرجہ	سرجہ آڑنی پیچھے ڈالنا	سأصنوا	سأصنوا - مرضیہ (۱۶۲۳)
سأرب	سأرب پرورش کرنا	سرجب	سرجب فراخ ہونا جزا کھانا	سأصنی	سأصنی خوش ہونا - راضی ہونا
	(سأربا تب پچھلگ اولاد (ض ۲))	سرجیق	سرجیق شرب	سأصنی	سأصنی خوش کرنا
سأرخ	سأرخ فائدہ ہونا	سرجل	سرجل سامان سرجل سفر کرنا	سأصنی	سأصنی آپس میں راضی ہونا
سأربص	سأربص انتظار کرنا	سرجم	سرجم - سرجیم مہربان	سأصنی	سأصنی پسند کرنا
سأربط	سأربط باندھنا - مضبوط کرنا	(سأربط - رحم - رج ارجام)		سأربط	سأربط تازہ (پہرا) و طرب
	(سأربط علی القلب ض ۲)	سرجم	سرجم (رج ارجام) بطن مادر (ض ۲)	سأربط	سأربط کھجور
	سأربط ثابت قدم رہنا	سرجو	سرجو آہستہ آہستہ	سأربط	سأربط ڈرنا
سأربو	سأربو سود سربوہ ٹیلہ - زمین	سأربو	سأربو مدد دینا	سأربو	سأربو بجلی

ادہ	الفاظ اور معنی	ادہ	الفاظ اور معنی	ادہ	الفاظ اور معنی
نرگ	نرگیا (صن ۱)	نریت	نریت میل (نریتوں صن ۱)	نرک	نرکریا (صن ۱)
نرکی	نرکیا - نرکیا پانچویں من کو ص ۱	نرید	نرید (صن ۱)	نرک	نرکیا - نرکیا پانچویں من کو ص ۱
نرک	نرکی - نرکی پاک ہونا	نرآد	نرآد - نرآد بڑھنا - بڑھانا	نرکی	نرکی پاک ہونا
نرزل	نرزل کا پناہ لڑلہ بھونچا (۲)	نر بیغ	نر بیغ ٹیڑھ	نرکی	نرکی پاک کرنا - سنوارنا
نرلف	نرلف حصہ - گھڑی نرلی رتبہ	نر آغ	نر آغ ٹیڑھا ہونا نراغ البصر دیکھنا	نرزل	نرزل کا پناہ لڑلہ بھونچا (۲)
نرلق	نرلق زمین اور اس کی اقسام	نر آغ	نر آغ ٹیڑھا کرنا	نرلف	نرلف حصہ - گھڑی نرلی رتبہ
نرلق	نرلق پھسلانا	نر یل	نر یل الگ کرنا نر یل الگ ہونا	نرلق	نرلق زمین اور اس کی اقسام
نرل	نرل پھسلنا آزل - اسڈل پھلنا	نرین	نرین مزین کرنا لڑلہ مزین ہونا	نرلق	نرلق پھسلانا
نرلہ	نرلہ (ج انلام) تیر	نرین	نرین مزین کرنا لڑلہ مزین ہونا	نرل	نرل پھسلنا آزل - اسڈل پھلنا
نرمر	نرمر جماعت - فرقہ	نرین	نرین مزین کرنا لڑلہ مزین ہونا	نرلہ	نرلہ (ج انلام) تیر
نرمل	نرمل اور ہنا	نرین	نرین مزین کرنا لڑلہ مزین ہونا	نرمر	نرمر جماعت - فرقہ
نرمر	نرمر تیر سردی	نرین	نرین مزین کرنا لڑلہ مزین ہونا	نرمل	نرمل اور ہنا
نرنجیل	نرنجیل سونٹھ (۶)	نرین	نرین مزین کرنا لڑلہ مزین ہونا	نرمر	نرمر تیر سردی
نرنم	نرنم - بنام	نرین	نرین مزین کرنا لڑلہ مزین ہونا	نرنجیل	نرنجیل سونٹھ (۶)
نرنی	نرنی بگاڑ کرنا بگاڑی	نرین	نرین مزین کرنا لڑلہ مزین ہونا	نرنم	نرنم - بنام
نرہل	نرہل بے نرستی کرنا	نرین	نرین مزین کرنا لڑلہ مزین ہونا	نرنی	نرنی بگاڑ کرنا بگاڑی
نرہر	نرہر روق - زینت	نرین	نرین مزین کرنا لڑلہ مزین ہونا	نرہل	نرہل بے نرستی کرنا
نرہق	نرہق بھاگنا - نکلنا	نرین	نرین مزین کرنا لڑلہ مزین ہونا	نرہر	نرہر روق - زینت
نررج	نررج بوی، بڑا خاندان سا بھتی	نرین	نرین مزین کرنا لڑلہ مزین ہونا	نرہق	نرہق بھاگنا - نکلنا
نررلف	نررلف (صن ۲)	نرین	نرین مزین کرنا لڑلہ مزین ہونا	نررج	نررج بوی، بڑا خاندان سا بھتی
نرروج	نرروج نکاح کر دینا	نرین	نرین مزین کرنا لڑلہ مزین ہونا	نررلف	نررلف (صن ۲)
نررد	نررد سامان	نرین	نرین مزین کرنا لڑلہ مزین ہونا	نرروج	نرروج نکاح کر دینا
نررد	نررد زار و راہ لینا (۲)	نرین	نرین مزین کرنا لڑلہ مزین ہونا	نررد	نررد سامان
نردوس	نردوس جھوٹ	نرین	نرین مزین کرنا لڑلہ مزین ہونا	نررد	نررد زار و راہ لینا (۲)
نرزل	نرزل دیکھنا نرزل زمین	نرین	نرین مزین کرنا لڑلہ مزین ہونا	نردوس	نردوس جھوٹ
نرزل	نرزل دھلنا لایر	نرین	نرین مزین کرنا لڑلہ مزین ہونا	نرزل	نرزل دیکھنا نرزل زمین
		نرین	نرین مزین کرنا لڑلہ مزین ہونا	نرزل	نرزل دھلنا لایر

مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان
سندس	(سندس باریک رقم ص ۳۱۲)	سندس	سندس باریک رقم ص ۳۱۲	سندس	سندس باریک رقم ص ۳۱۲
سنہ	(سنہ جنت میں ایک چشم ص ۲۷)	سہم	ساہرہ زمین اور اس کی اقسام	سہم	سہم
سن	(سن دانت ص ۲۸) سنہ طریقہ	سهل	سهل	سهل	سهل
سنہ	سن خراب ہونا۔ راہ ڈالنا	سہم	سہم (ساہم قرعہ ڈالنا)	سہم	سہم
سنہ	سنہ خراب ہونا	سہو	سہو	سہو	سہو
سنو سنہ سنہ	سنہ سال سنا چکنا	سب	سابقہ اونٹ (ص ۲۹)	سب	سب
سوہ	سوہ برا مٹھی پر کار	سبع	سبح سفر کرنا سباح کوزہ دار	سبح	سبح
	ساء برا ہونا سوہ برائی۔ دری	سیر	سیر	سیر	سیر
	سینہ برائی سوہ لاش چھ	سیر	سیر چلنا سیر چلانا سیر کرنا	سیر	سیر
	(آسمان برا بنانا۔ بگلانا ص ۷۱)	سیل	سیل	سیل	سیل
سوح	سوح ساحہ زمین اور اس کی اقسام	سین	سینا پہاڑ کا نام (ص ۷۱)	سین	سین
سود	سود خاند۔ سردار	ش	ش	ش	ش
	سود سیاہ ہونا آسود سیاہ	شام	شام بد بختی۔ نامبارک بھنا	شام	شام
سورہ	سورہ دیوار آسورہ لگن ص ۲۲	شان	شان کام	شان	شان
	سورہ چڑھنا	شبہ	شبہ شک و شبہ	شبہ	شبہ
سوط	سوط کوڑا	(شبہ شک میں ڈالنا ص ۲۲)			
سوع	سوع ساعت گھڑی۔ قیامت	تشابہ	تشابہ ہونا ص ۲۲	تشابہ	تشابہ
سوغ	سوغ پنا اساع نگلنا	شت	شت مختلف	شت	شت
سوف	سوف جلدی	شتو	شتو	شتو	شتو
سوق	ساق چلانا (ساق پنڈلی ص ۲۲)	شجر	شجر درخت شجر جھگڑانا	شجر	شجر
	پورے کا ڈنٹھل (ص ۲۲)	شح	شح بگل کرنا۔ طمع کرنا	شح	شح
	سوق بازار ص ۲۵	شحمہ	شحمہ (جزی ص ۲۲)	شحمہ	شحمہ
سول	سول سول مزین کرنا	شمن	شمن بھنا	شمن	شمن
سور	سور سوجھنا	شخص	شخص	شخص	شخص
	سورہ شعلہ مارنا بالوں کا سفید ہونا ص ۲۲	شد	شد بانہنا۔ مضبوط کرنا	شد	شد
	سورہ نشان زد کرنا	شد	شد شدید سخت آشد جوانی	شد	شد
سوی	سواء برابر درمیان۔ سیدھا	(شد زور پکڑنا ص ۲۲)			
	(سوتیا پورا اور تندرست ص ۲۲)	شرب	شرب پینا ہشرب گھٹ	شرب	شرب
	سوتی۔ ساوی برابر کرنا۔ درست کرنا	شرح	شرح کھولنا	شرح	شرح

ادہ	الفاظ اور معنی	ادہ	الفاظ اور معنی	ادہ	الفاظ اور معنی
صیق	صَنَاقَ تَنَاقَ ہونا صَیِّقَ تَنَاقَ (صَیِّقَ تَنَاقَ کو دینا ۱۶)	طلّ	طَلَّ بَارَشَ	ظیق	اِسْتَشَارَ اُزْنَا - بگھڑنا
طبع	طَبَعَ مَرَاگَا	طمٹ	طَمِئَتْ مِجُونَا - جماعت کرنا	ظین	ظَیِّنَ مِثی
طبوق	طَبَّقَ (مِرَاقی ہونا، طباقاً تہہ)	طس	طَسَسَ مِثَانَا	ظ	ظ
طحی	طَحَى بَچھانا - پھیلانا	طمع	طَمِعَ طَمِعَ رَکھنا	ظعن	ظَعَنَ سَفَرِکَرْنَا
طرح	طَرَحَ پھینکنا	طفر	طَفَرَ طَامَاتَة قِیَامَت	ظفر	أَظْفَرَ نَجَ دِینَا (ظُفْرَ نَاخِنِ ص ۲۱)
طرد	طَرَدَ نکالنا	طمان	طَمَّانَ اِظْمِیْنَ تَلَى -	ظلل	(ظَلَّ سَايَهَ ظَلَّلَ سَايَهَ اِزْنَاهَا)
طرن	طَرَنَ کتارا - نگاہ	طود	طَوَّدَ طَوَّدَ پھاڑ	ظلم	ظَلَمَ ظَلَمَ لَی اِنصَافِی کرنا - کم کرنا
طریق	طَرِيقَ رَاسِطَه - طریقہ	طوی	طَوَّى حَالَت (طَوَّى پھاڑ ص ۲۱)	ظلمہ	ظَلَمَ لَی اِنصَافِی کرنا - کم کرنا
طریق	طَرِقَ رات کے کام	طوع	(طَاعَ خُوشِی سے کرنا ۲۱)	ظلمہ	ظَلَمَ لَی اِنصَافِی کرنا - کم کرنا
طریق	طَرِی تازہ	طوع	طَوَّعَ زَیَادَه کرنا اِسْتَطَاعَ طَاعَت	ظلمہ	ظَلَمَ تَارِیْکِی چھانا (ظَلَمَ اِزْهَیْ)
طریق	طَعَمَ مَرَا - کھانا (طعام)	طون	طَوَّنَ پھرنا	ظلمہ	ظَلَمَ اِنصَافِی کرنا - کم کرنا
طریق	طَعَمَ کھانا اَطَعَمَ کھانا	طوائف	طَوَّافَت (طَوَّافَتِ جَمَاعَتِ فَرَق)	ظلمہ	ظَلَمَ اِنصَافِی کرنا - کم کرنا
طریق	(اِسْتَطَعَمَ کھانا مانگنا ۱۶)	طوائف	(تَطَوَّافَتِ طَوَّافَتِ کرنا ص ۲۱)	ظلمہ	ظَلَمَ اِنصَافِی کرنا - کم کرنا
طریق	طَعَنَ طَعَنَ دِینَا	طوائف	(أَطَافَتِ پھرانا ۱۶)	ظلمہ	ظَلَمَ اِنصَافِی کرنا - کم کرنا
طریق	طَعَنَ سَرِیْشِی کرنا طَاعَتِ بَت	طوائف	اَطَافَتِ طَاعَتِ رَکھنا	ظلمہ	ظَلَمَ اِنصَافِی کرنا - کم کرنا
طریق	(أَطَعَنَ سَرِیْشِی بَنَانَا ۱۶)	طوائف	طَوَّقَ طَوَّقَ ڈالنا	ظلمہ	ظَلَمَ اِنصَافِی کرنا - کم کرنا
طریق	اَطْفَأَ آگ بَچھانا - پھونکنا	طول	طَالَ - تَصَلَّ وَ لَ دَرَا ز ہونا	ظلمہ	ظَلَمَ اِنصَافِی کرنا - کم کرنا
طریق	طَفَعَتِ فَمَ کرنا	طول	طَوَّلَ فَرَاحِی	ظلمہ	ظَلَمَ اِنصَافِی کرنا - کم کرنا
طریق	طَوَّقَ شَرُوع ہونا	طوی	طَوَّى لِیْثَانَا (طَوَّى مِیْدَان - مِیْدَان)	ظلمہ	ظَلَمَ اِنصَافِی کرنا - کم کرنا
طریق	طِفَلَ بچہ	ظہر	ظَهَرَ پَاک ہونا ظَهَرَ پَاک	ظلمہ	ظَلَمَ اِنصَافِی کرنا - کم کرنا
طلب	طَلَبَ مَانگنا - ڈھونڈنا	ظہر	ظَهَرَ پَاک کرنا - نہانا - دھونا	ظلمہ	ظَلَمَ اِنصَافِی کرنا - کم کرنا
طلت	(طَالُوتِ اِیْکِ بادشاہ ص ۱۶)	ظہر	ظَهَرَ پَاک رَہنا	ظلمہ	ظَلَمَ اِنصَافِی کرنا - کم کرنا
طلح	(طَلَحَ کِیلا ص ۲۱)	ظہر	اِظْهَرَ نہانا دھونا	ظلمہ	ظَلَمَ اِنصَافِی کرنا - کم کرنا
طلح	طَلَحَ نکلنا طَلَحَ خُوش	ظہر	طَابَ خُوش لگنا - بابرکت ہونا	ظلمہ	ظَلَمَ اِنصَافِی کرنا - کم کرنا
طلح	اَطَّلَعَ آگاہ کرنا (اَطَّلَعَ اَطَّلَعَ پَآنَا)	ظہر	ظَهَبَ پَاک طَوَّابِی خُوشحالی	ظلمہ	ظَلَمَ اِنصَافِی کرنا - کم کرنا
طلق	طَلَّقَ اور طَلَّقَ آزاد کرنا	ظہر	ظَهَرَ اُزْنَا (ظَهَرَ پَرزَدَه ص ۲۱)	ظلمہ	ظَلَمَ اِنصَافِی کرنا - کم کرنا
	اِطَّلَقَ چلنا	ظہر	ظَهَرَ اِعْمَالِ نامہ - بدبختی	ظلمہ	ظَلَمَ اِنصَافِی کرنا - کم کرنا
		ظہر	تَطَهَّرَ بَدبختی (بَدبختی لَیْنَا)	ظلمہ	ظَلَمَ اِنصَافِی کرنا - کم کرنا

عبرانی الفاظ اور معنی	ادب	الفاظ اور معنی	ادب	عربی الفاظ اور معنی	ادب
عَبَسَ تیروی چڑھانا	عبدس	(عَدَسٌ سورض ۲)		(تَعَارَفَ اِنک سر کر کھچا کرنا ۲)	
(عَبْقَرِ پھونے سے ۲)	عبدل	عَدْلٌ برابر۔ بدلہ۔ انصاف		عَوْرٌ عورت	
عَتَبَ برا بھلا کہنا راضی کرنا (۲)		انصاف کرنا		عَوْدٌ عوام زمین کی قسم (عَوْدَةٌ کرامن ۲)	
(اِسْتَعْتَبَ ناراضگی دور کرنے کی کوشش کرنا ۲)	عدن	بے انصافی { ص ۳}		(اِعْتَرَى اَسِيب زدہ کرنا	
اَعْتَدَ تیار کرنا عتید حاضر	عدو	عَدُوٌّ بہشت		عُرَى ننکا ہونا	
عَتَقَ عتیق پُرانا کہہ۔		عَدُوٌّ دشمن عداوۃ دشمنی		عَوْبٌ پُچھنا	
عَتَلَّ اُجہد اُعتل کسینا		عُدُوَّةٌ کنا راعادیات گھوڑا		(عَزِيزٌ ص ۲)	
عَتَا کستی کرنا		عَدَا (عدوان) کعد کبرضا		عَزَمَ مدد کرنا	
عَثَرَ آگاہ ہونا۔ ظاہر ہونا	عذب	(عَادَى شمشینی کرنا اَعْتَدَ زیادتی کرنا)		عَزَمَةٌ عزت (غرور ۲)	
اَعْتَدَّ ظاہر کرنا		عَدَبَ پانی عذاب عذاب		عَزَّى ص ۲)	
عَثَا ضا د کرنا	عذر	عَدَبَ بدلہ دینا۔ عذاب دینا		عَزَّ غائب ہونا اَعَزَّ عزت دینا	
عَجِبَ عجب		عَدَسَ بہانہ بنانا		عَزَّزَ مدد دینا۔ قوت دینا	
اَعْجَبَ خوش گننا		اِعْتَدَسَ بہانہ پیش کرنا		عَزَلٌ الگ کرنا اَعْتَزَلُ الگ کرنا	
عَجْزٌ عجز	عرب	اَعْرَابٌ اُبدستی والے		مَعَزَلٌ کنا	
عَجَزَ عاجز ہونا اَعْجَزَ عاجز کرنا		عَوَّبَ محبت کرنا اَحْوَبَ بولنا		عَزَمَ ارادہ کرنا	
(عَاجِزٌ شکست دینا) (۲۳)	عرج	عَرَجَ پڑھنا (اَخْرَجَ لکھا ۲)		عَوَّزَ تار کی چھان	
عَجْفٌ عجف		مہراج سیرھی ص ۲		عَسَلٌ شہد ص ۲)	
(عَجَلٌ پھڑھڑ ۲) عاجلہ دینا	عرجن	عَرَجٌ عرج		عَسَى شاید	
عَجَلٌ تَعَجَّلَ جلدی کرنا	عق	اِعْتَقَ مانگنا مَعْرَةً تکلیف		عَشْرٌ دس ص ۲)	
(اَعَجَلَ جلدی پر اُجھانا ۲)	عروش	عُرُشٌ تخت۔ چھت		عَشِيرَةٌ قبیلہ معشرہ جماعت	
عَجَّلَ جلدی دینا		اَعْوَسَ ٹیال بانہنا ۲)		عَشَارٌ اونٹ	
اِسْتَعْجَلَ جلدی چاہنا	عرض	عَرَضٌ سامان عَرْضَةٌ ڈھال		عَاشَرَ آیا دکرنا	
اَعْجَبَ بولنا		عَارِضٌ بادل (عَرَضٌ چھائی ۲)		عَشَا عشا	
عَدَدٌ مدت۔ گنتی		عَرَضٌ پیش کرنا اَعْرَضَ مہجور کرنا		عَشَا عشا	
عُدَّةٌ سامان معلودہ چنہ	عرب	عَرَضٌ اشارہ کرنا		عَشِيَةٌ شام	
عَدَّ گنا اَعَدَّ تیار کرنا		عَوَّفَ آہستہ آہستہ طریقہ نیکی		عَشِيٌّ شام	
عَدَّ دُکُن گن کر رکھنا		(عَرَفَاتُ ص ۲) عَرَفَ پہچانا		عَصَبٌ عصبہ جماعت عَصِيْبٌ سخت	
(اِعْتَدَّ گنتی پوری کرنا ۲)		عَرَفَ آگاہ کرنا اِعْتَرَفَ اقرار کرنا		عَصْرٌ زمانہ اعصار ہوا	

مادہ	الفاظ اور معنوں	مادہ	الفاظ اور معنوں	مادہ	الفاظ اور معنوں
	مُعَصَّرَاتِ بَادِلٍ (عَصَرَ نَجْرًا) (۱۲)	عَقَبَ (مُرْنَا - سِجِّحَ كَلْبًا)	عَمِدَ	عَمِدَ	عَمِدَ
عَصَفَ	عَصَفَ چارہ عاصف ہوا (عَصَفَتْ آندھی چلنا)	عَقِدَ	عَقِدَ عَمِدَ، وَعَدَهُ (عُقِدَةُ كَرَاهٍ) عَقِدَ مضبوط بنانا	عَمِي	عَمِي عَمِي عَمِي (مَضَى) عَمِي عَمِي اندھا ہونا عَمِي دھندلا ہوا (عَمِي اندھا کرنا عَمِي غمی کرنا ۱۱)
عَصَمَ	عَصَمَ بچانا (عَصَمَ اور عَصَمَةَ نَامُوس)	عَقَرَ	عَقَرَ كَانَا عَاقِرًا بِأَجْمَلٍ	عَنْبَ	عَنْبَ (مَضَى) عَنْبَ
عَصَوَ	عَصَوَ بکڑنا اسْتَعَصَمَ بچنا عَصَا لاشی	عَقَلَ	عَقَلَ سبھنا	عَنْتَ	عَنْتَ تکلیف اٹھانا
عَصَى	عَصَى نافرمانی کرنا	عَقَمَ	عَقَمَ عَقِيمَهُ بِأَجْمَلٍ - هُوَا	عَنْدَ	عَنْدَ شقت میں ڈالنا
عَضَدَ	عَضَدَ بازو - مددگار	عَكَفَ	عَكَفَ رُكْنًا - مَهْمُرًا اِسْتَكْفًا	عَنْقَ	عَنْقَ پاس عَنِيد مخالف
عَضَّ	عَضَّ كَانَا	عَلَقَ	عَلَقَ لُكْنًا - لُكْنَانَا (عَلَقَتْ جَاهُ خُونِ مَضَى) ۱۲	عَنْقُورَ	عَنْقُورَ (مَضَى) عَنْقُورَ
عَضَلَّ	عَضَلَّ رُكْنًا	عَلَمَ	عَلَمَ (عَالِمُ جِهَانِ) ۱۲	عَنْوَ	عَنْوَ اِسْتَعَانَ
عَضُوَ	عَضُوَ (جِ عَضِيْنٍ) مَكْرًا	عَلَمَةٌ	عَلَمَةٌ نَشَانِي	عَوَجَ	عَوَجَ مِثْرَه
عَطَفَ	عَطَفَ پہلو	عَلِمَ	عَلِمَ آگاہ ہونا - جاننا، عالم	عَوْدَ	عَوْدَ دوبارہ کرنا اَعَادَ دُوبَارًا
عَطَّلَ	عَطَّلَ مَجْمُورًا مَعْطَلَةً بِيَارٍ	عَلُوَ	عَلُوَ آگاہ کرنا اِسْكَطَانًا	عَوْدَ	عَوْدَ پناہ لینا اَعَادَ پناہ میں دینا
عَطَلُوَ	عَطَلُوَ اَعْطَى (عَطَاءً) دِيْنَا	عَلَنَ	عَلَنَ ظَاهِرًا كَرَاهِيَةً تَظَاهِرًا	عَوْرَ	عَوْرَ اِسْتَعَاذَ پناہ چاہنا
عَظَمَ	عَظَمَ بڑی عَظْمًا بَرًّا بَرًّا (اَعْظَمُوْا كَرَاهِيَةً دِيْنَا) ۱۲	عَلُوَ	عَلُوَ اَعْلَى (يَعْلُو) بَلَدُهُ زَانًا لِيُرْطَانًا	عَوْرَقَ	عَوْرَقَ رُكْنًا
عَفَرَ	عَفَرَ بِيْتِ جَنٍّ	عَلُوَ	عَلُوَ سَرَّحِي كَرَاهِيَةً	عَوْلَ	عَوْلَ اَبِيْ اِنصَافِي كَرَاهِيَةً
عَقَفَ	عَقَفَ بچنا (اِسْتَعْفَفَ بچے رہنا)	عَمَدَ	عَمَدَ اَنَا تَعَالَى بَلَدُهُ زَانًا	عَوْمَ	عَوْمَ اَمْرًا سَالًا
عَفُوَ	عَفُوَ زَانًا عَفَا بَرَّهَانًا - مَعَاذَ كَرَاهِيَةً	عَمَدَ	عَمَدَ اِسْتَعْتَلَى غَالِبًا اَنَا	عَوْنَ	عَوْنَ اِسْتَعَانَ بُوْرْهَانًا
عَقِبَ	عَقِبَ اِنْجَامِ عَقِبِ اَوْلَادٍ اِطْرِي مَضَى ۱۲	عَمَدَ	عَمَدَ جِ عِمَادِ سِتْوَانِ مَضَى ۱۲	عَوَانَ	عَوَانَ مَدْرُكْرًا اِسْتَعَانَ مَدْرُكْرًا
	عُقْبَةُ كَهْلِي عِقَابُ بَلَدٍ عَدَا اَعْقَبَ بچے لگانا يعقوب مَضَى ۱۲	عَمَدَ	عَمَدَ (رَبِيْدَةُ وَالسُّنَّةِ) كَامُ كَرَاهِيَةً	عَوَانَ	عَوَانَ اَيْكُوسَ كِي مَدْرُكْرًا
		عَمَرُ	عَمَرُ نَدْرَتِ مَعْمُورٍ بُوْرْهَانًا عَمَرَ اَبَا دُرْكَرًا اَعْمَرَ لِي عَمْرِيْنَا	عَهْدَ	عَهْدَ عَمْدُ كَرَاهِيَةً عَاهِدَهُ عَاهِدَهُ كَرَاهِيَةً
		عَمَقَ	عَمَقَ (اَعْمَرَ عَمْرَهُ كَرَاهِيَةً) ۱۲	عَهْنَ	عَهْنَ اَوْنَ
		عَمَلُ	عَمَلُ (اِسْتَعْمَرَ دِرْهَمًا سَانًا) ۱۲	عَيْبَ	عَيْبَ اَحَابِ خَرَابِ كَرَاهِيَةً
		عَمَلُ	عَمَلُ كَامُ كَرَاهِيَةً - كَانَا - مَعْمَدُ كَرَاهِيَةً	عَيْسَ	عَيْسَ (عَيْسِي مَضَى) ۱۲
		عَمَلُ	عَمَلُ كَامُ كَرَاهِيَةً - كَانَا - مَعْمَدُ كَرَاهِيَةً	عَيْشَ	عَيْشَ زَانًا رَهْنًا
		عَمَلُ	عَمَلُ كَامُ كَرَاهِيَةً - كَانَا - مَعْمَدُ كَرَاهِيَةً	عَيْشَةَ	عَيْشَةَ جِ مَعَايِشِ سَامَانَ
		عَمَلُ	عَمَلُ كَامُ كَرَاهِيَةً - كَانَا - مَعْمَدُ كَرَاهِيَةً	عَيْلَ	عَيْلَ عَيْلَةً مَسْكَدُ مَضَى ۱۲

نادرہ	الفاظ اور معنوں	نادرہ	الفاظ اور معنوں	نادرہ	الفاظ اور معنوں
عین	عَيْنٌ آنکھ۔ چشم	عین	عَيْنٌ آنکھ۔ چشم	عین	عَيْنٌ آنکھ۔ چشم
عجی	عَجَى تھکانا۔ عاجز آنا	عجی	عَجَى تھکانا۔ عاجز آنا	عجی	عَجَى تھکانا۔ عاجز آنا
غبر	غَبْرَةٌ غبار	غبر	غَبْرَةٌ غبار	غبر	غَبْرَةٌ غبار
غبر	بَاقِي چھوڑنا۔ پیچھے رہنا	غبر	بَاقِي چھوڑنا۔ پیچھے رہنا	غبر	بَاقِي چھوڑنا۔ پیچھے رہنا
غبین	يَوْمُ التَّغَابِينِ آخرت	غبین	يَوْمُ التَّغَابِينِ آخرت	غبین	يَوْمُ التَّغَابِينِ آخرت
غشو	غَشَا وَجُورًا چھوڑنا	غشو	غَشَا وَجُورًا چھوڑنا	غشو	غَشَا وَجُورًا چھوڑنا
غدر	غَادِرٌ بَاقِي چھوڑنا۔ چھوڑنا	غدر	غَادِرٌ بَاقِي چھوڑنا۔ چھوڑنا	غدر	غَادِرٌ بَاقِي چھوڑنا۔ چھوڑنا
غلق	بَارَشٌ۔ وافر۔ بہت	غلق	بَارَشٌ۔ وافر۔ بہت	غلق	بَارَشٌ۔ وافر۔ بہت
غلو	غَدَّ كُلُّ غَدْوٍ عَدَاوَةٌ صبح	غلو	غَدَّ كُلُّ غَدْوٍ عَدَاوَةٌ صبح	غلو	غَدَّ كُلُّ غَدْوٍ عَدَاوَةٌ صبح
غزب	غَرَبَ چھینا (غروب کو امن)	غزب	غَرَبَ چھینا (غروب کو امن)	غزب	غَرَبَ چھینا (غروب کو امن)
غزب	غَرَابٌ سبب سیاہ	غزب	غَرَابٌ سبب سیاہ	غزب	غَرَابٌ سبب سیاہ
غز	عَرَّ وَهَوَا دینا	غز	عَرَّ وَهَوَا دینا	غز	عَرَّ وَهَوَا دینا
غزب	عُرْفَةٌ کرہ چھوڑنا (۱/۲)	غزب	عُرْفَةٌ کرہ چھوڑنا (۱/۲)	غزب	عُرْفَةٌ کرہ چھوڑنا (۱/۲)
غزب	(اعْتَرَفَ بَطْلُو بھرنے)	غزب	(اعْتَرَفَ بَطْلُو بھرنے)	غزب	(اعْتَرَفَ بَطْلُو بھرنے)
غزق	عَرَقَ (دوبنا)۔ اَعْرَقَ ڈوبنا	غزق	عَرَقَ (دوبنا)۔ اَعْرَقَ ڈوبنا	غزق	عَرَقَ (دوبنا)۔ اَعْرَقَ ڈوبنا
غور	عَرَّامٌ۔ مغمور نقصان	غور	عَرَّامٌ۔ مغمور نقصان	غور	عَرَّامٌ۔ مغمور نقصان
غزب	(عَوَّرَ تاوان بھرنے)	غزب	(عَوَّرَ تاوان بھرنے)	غزب	(عَوَّرَ تاوان بھرنے)
غزب	اَعْرَى پیچھے لگانا	غزب	اَعْرَى پیچھے لگانا	غزب	اَعْرَى پیچھے لگانا
غزل	(غَزَلَ سوت ص ۱/۲)	غزل	(غَزَلَ سوت ص ۱/۲)	غزل	(غَزَلَ سوت ص ۱/۲)
غزو	غَزَى نکلنا۔ جنگ	غزو	غَزَى نکلنا۔ جنگ	غزو	غَزَى نکلنا۔ جنگ
غسق	غَسَقٌ پانی۔ پیپ	غسق	غَسَقٌ پانی۔ پیپ	غسق	غَسَقٌ پانی۔ پیپ
غسق	عَسَقٌ تاریکی چھانا	غسق	عَسَقٌ تاریکی چھانا	غسق	عَسَقٌ تاریکی چھانا
غسل	غَسَلٌ پپ (دھوون)	غسل	غَسَلٌ پپ (دھوون)	غسل	غَسَلٌ پپ (دھوون)
غسل	غَسَلَ۔ اِغْتَسَلَ نہانا دھونا	غسل	غَسَلَ۔ اِغْتَسَلَ نہانا دھونا	غسل	غَسَلَ۔ اِغْتَسَلَ نہانا دھونا
غشی	غَشَاوَةٌ پردہ غائبیت قیامت	غشی	غَشَاوَةٌ پردہ غائبیت قیامت	غشی	غَشَاوَةٌ پردہ غائبیت قیامت
غشی	غَشَى ڈھانپنا۔ بیہوش ہونا	غشی	غَشَى ڈھانپنا۔ بیہوش ہونا	غشی	غَشَى ڈھانپنا۔ بیہوش ہونا
غشی	اَعَشَى ڈھانپ دینا غشی ڈھانپنا	غشی	اَعَشَى ڈھانپ دینا غشی ڈھانپنا	غشی	اَعَشَى ڈھانپ دینا غشی ڈھانپنا
غش	غَشَى ڈھانپنا۔ بیہوش ہونا	غش	غَشَى ڈھانپنا۔ بیہوش ہونا	غش	غَشَى ڈھانپنا۔ بیہوش ہونا
غش	اَعَشَى ڈھانپ دینا غشی ڈھانپنا	غش	اَعَشَى ڈھانپ دینا غشی ڈھانپنا	غش	اَعَشَى ڈھانپ دینا غشی ڈھانپنا

ادوہ	الفاظ اور معنوں	مادد	الفاظ اور معنوں	مادد	الفاظ اور معنوں	ادوہ
فتو	فَتَوَّرَ لَمْ يَهْوَا فَتَوَّرَ لَمْ يَكُنْ يَكْرَاهَا	فوتوس	فَوَّرَعَسَ جَنَّتْ كَيْفَ نَام	فوتوس	فَصَّحَ بُولًا	فتو
فتق	فَتَقَّى الْاَكْرَا حَضِي ۴	فتو	فَوَّرَ بَهَاگِنَا	فتو	فَصَّحَ بُولًا	فتق
فتل	فَتَيَّلًا تَهَوَّرَا	فرتش	فَوَّرَشَ بِجَهَانَا فَوَّاشَ بِجَهْوَانَا	فرتش	فَصَّيَلَةً قَبِيلَهُ فَصَّلَ الْاَكْرَا هَبْرَا۔	فتل
فتن	فَتَنَّةَ اَزْرَا ش۔ بَهَانَا		(فَوَّاشَ تَنَكُّعًا حَضِي ۲، ۵)		فَيَصِّلُ كَرْنَا (فَصَّلَ۔ فَيَصِلُهُ)	فتن
فتو	مَفْتُونٌ دِيَاوَانَةً فَتَنَ اَزْرَا شَ كَرْنَا	فروض	فَاَرَضَ بُوْرَهَا فَوَّرِيصَةً حَقِّ مَهْرٍ	فروض	فَصَّلَ بِيَا نَ كَرْنَا	فتو
	فَتِي حَ فَوَّرِيصَةً مَهْرًا مَكْرًا مَوَّرِيصَانًا		فَوَّرَصَ مَقْرَرًا كَرْنَا		فَصَّمًا اِنْقَصَامًا لُوْمِنَا	
	اَقْتَنَى تَعْيِيرًا بَلَاغًا۔ جَوَابُ دِيْنَا	فروط	فَوَّرَطَ زِيَادَتِي كَرْنَا۔ لَمْ يَكُنْ كَرْنَا حَضِي ۲	فروط	فَضَّحَ زَاوِيلَ كَرْنَا	
	اِسْتَفْتَى بِرُجْحَانَا		اَفْوَّرَطَ مَدَسَ بُرْهَانَا		فَضَّحَ جَا نَدِي حَضِي ۲	
فج	فَجَّ رَا سَتَهُ		فَوَّرَطَ مَدَسَ لَمْ كَرْنَا۔ لَمْ كَرْنَا		اِنْقَصَّ بِجَهْرَانَا	فج
فجو	فَجَّوْرًا بُرْهَانَا۔ بَهَانَا نَا فَرَا نِي كَرْنَا	فروع	فَوَّرَعَ شَاخٌ	فروع	فَضَّلَ اِحْسَانًا بِرُحْمَانَا فَيَضِلَّتْ دِيْنَا	فجو
	فَجَّوْرًا صَبْحًا فَجَّوْرًا كُنْكَارًا	فروعن	(فَوَّرَعُونَ حَضِي ۵)	فروعن	تَفَضَّلَ اَفْضَلِيَّتَ حَاصِلًا كَرْنَا ۲۳	
	فَجَّوْرًا بِجَهْرَانَا حَشْمَةً كَا مِثْلُ مَوْنَا	فروع	فَوَّرَعَ بَعْدَ كَارِ بَهْرَانَا	فروع	اَفْضَلِي سَبِيحَانَا	
	تَفَجَّرَ بِهَيْبَتَانَا اَوْرَهَانَا		فَاَرِخَ بَعْدَ قَرَارِ اَفْوَرَعَ وَ اَلَا		فَطَوَّرَ سَبِيحَانَا	
	اَفْجَجَرَ بِهَيْبَتَانَا مَكْلَانَا	فوق	فَوَّرَقَةً۔ فَوَّرَقِيْنِ۔ فَوَّرَقَةً جَمَاعَتًا	فوق	فُطُوْرًا شَكَا فَا	
فجو	فَجَّوْرَةً زَمِيْنًا اَوْرَا سَ كِي اَقْدَامًا		فَوَّرَقَ لَمْ كَرْنَا فَرَقَانًا قَرَا نًا		(تَفَطَّرَ اِنْطَفَرَتْ بِهَيْبَتَانَا)	فجو
فحش	فَاَحْشَنَةً۔ فَوَّاحِشًا۔ فَحْشَاءً		فَوَّرَقَ الْاَكْرَا بِجَهْرَانَا۔		فَطَّ اُجْبَدُ	فحش
	بَدَا كَارِي (بَعْدَ حَيَاتِي)		فَوَّرَقَ بِهَيْبَتَانَا		فَعَلَّ كَامًا كَرْنَا فَعَلَّ كَامًا	
فحز	فَحَزَّرَ اَزْرَا نَا فَحَا سَ لَمْ يَكُنْ يَكْرَاهَا		تَفَرَّقَ الْاَكْرَا بَهْرَانَا		فَقَدَّ لَمْ يَكُنْ يَكْرَاهَا	فحز
	(تَفَاوَّرَ اَلَيْدًا مَسْرُورًا فَحَزَّرَا ۲۵)	فوه	فَوَّرَهُ اَزْرَا نَا	فوه	(تَفَقَّدَ مَحْشَةَ كِي تَلَا شَ كَرْنَا ۲۵)	
فدو	فَوَّرِيصَةً۔ فَيَلَاءُ بَدَلُهُ	فوي	فَوَّرِيصَةً اَهْتَانًا (فَوَّرِيصَةً اَهْتَانًا بِجَهْرَانَا)	فوي	فَقَرَّ لُوْمِنَا فَقَرَّ مَسْجِدًا سَتِي	فدو
	(اَقْدَى بَدَلُهُ مِيْنِ دِيْنَا)		اِسْتَفْتَى بِمَقْرَرَانَا۔ عَقْلًا مَعْمُوْمِيْنَا		(فَاَقَعَ كَهْرًا زَرْدِيْنًا حَضِي ۲)	
	(فَادَى بَدَلُهُ مِيْنِ لِيْنَا ۲)	فزع	فَوَّرَعَ بَعْدَ قَرَارِ بَهْرَانَا	فزع	فَيَقَعُ بِهَيْبَتَانَا تَفَقُّدًا غَوْرًا كَرْنَا۔ بِجَهْرَانَا	
	(اِقْتَدَى بَدَلُهُ كِي اَوَّلِي كَرْنَا ۲۹)		(فَوَّرَعَ كَهْرًا مِيْنِ مِيْنِ ۲۳)		فَكَرَّ۔ تَفَكَّرَ غَوْرًا كَرْنَا	
فوت	فَوَّرَاتُ پَانِي	فصح	فَوَّرَعَ فَرَاخًا هُوَ اَتَّقَعَ كَهْلًا بِهَيْبَتَانَا	فصح	فَكَرَّ مَجْهْرَانَا اِنْفَكَتَ بَا زَا نَا	فوت
فوث	(اَفْوَرَّ حَضِي ۲)	فسد	فَوَّرَسَدَ خَرَابَتَانَا فَسَادًا غَوْرًا لِيْنَا	فسد	فَاَكْفَهَةً پَهْلًا	فوث
فوج	فَوَّرَجَ شَكَا فَا۔ بَشْرًا مَكَا۔		اَفْوَسَدَ فَسَادًا كَرْنَا۔ خَرَابًا كَرْنَا		فَيَكْفَهُ غَوْرًا بَهْرَانَا	فوج
	فَوَّرَجَ كَهْوَانَا	فسر	فَوَّرَسَرَّ بِيَا نَ كَرْنَا	فسر	تَفَكَّرَ فَضُوْلًا بِاَيْمِيْنًا بِنَا نَا	
فوح	فَوَّرَحَ اَزْرَا نَا۔ غَوْرًا بَهْرَانَا	فسق	فَوَّرَسَقَ نَا فَرَا لِي كَرْنَا فَاَسَقًا كَهْرًا	فسق	اَفْلَحَ كَا مِيَا بَ بَهْرَانَا	فوح
فود	فَوَّرَدَى اَكِيْلَا	فشل	فَوَّرَسَلَّ هَمَّتْ بَارْنَا	فشل	فَلَقَّ بِجَهْرَانَا اِنْفَلَقَّ بِهَيْبَتَانَا	فود

فعل اور مزاج	ماذہ	الفاظ اور مزاج	ماذہ	الفاظ اور مزاج	ماذہ
فَلَکَ	فعل	فَلَکَ آسَانَ فَلَکَ کَشْتِی	فعل	قَبْلَ پیلے قَبْلَ جَا۔ (مقابلہ ۳۳)	قَدَدَتَ پھینکنا۔ ڈالنا
فَلَنَ	فعل	فَلَانِ نَامِ، رَکھنا	فعل	قَبْلَ سَانِے قَبیلَہ	قَرَأَ قرآنِ قَرُوعَ حِیضِ
فَنَدَ	فعل	فَنَدَ ذَاقَ اَلرَّانَا	فعل	(قَبیلَہ قَبْلَہ) قَبْلَ اَنَقَبَلَ قَبْلَ اَلرَّانَا	قَرُوعَ پڑھنا اَحْرَا پڑھنا
فَنَنَ	فعل	اَقْدَانِ شَاخِ	فعل	اَقْبَلَ آگے پڑھنا۔ رُخ کرنا سنے اَنَا	قَرُبَانَ نَدُو نِیَا زَقْرُبِی رَشْتَدَا
فَنِیَ	فعل	فَنِیَ ہَلَکَ ہَوْنَا	فعل	(تَقَابَلَ اَسْنِے سَانِے ہونا ۱۵)	قَرُبَ نَزْدِیکَ اَنَا۔ جَامَعَتِ اَنَا
فَوَتَ	فعل	فَاتَ گَمَ ہَوْنَا تَقَاوَتَ فَرَقِ	فعل	(اَسْتَقْبَلَ سَانِے سَے اَنَا ۳۲)	قَرُبَ نَزْدِیکَ اَنَا۔ نَدْرُ اَنَا۔ رَسِبَانَا
فَوَجَ	فعل	فَوَجَ لَشْکَرِ	فعل	قَدَّرَ سِیَاہِی تَقْوَمَ بَحْلِ	(اِقْرَبَ قَرِیبَ اَجَانَا)
فَوْرَ	فعل	فَوْرَ جَلْدِی فَاسَا اَلنَا۔ چَہْرَ پھوٹنا	فعل	قَدَّرَ تَنگَ سَتَ ہونا	قَرَحَ زَمَ
فَوْرَ	فعل	فَاثَرَ کَا مِیَابِ ہونا۔ نِجَاتِ پَانَا	فعل	اِقْتَرَّ بَحْلَ کرنا۔ غَرَجَ کرنا	(قَوَدَہ بِنْدَرِضِ ۲)
فَوَضَ	فعل	فَوَضَ اَلْمَعَاذَہَ پِنَاہِ	فعل	قَتَلَ قَتَلَ کرنا۔ ہَلَکَتِ	قَوَارِیَہَ شِیشَہ
فَوَضَ	فعل	فَوَضَ سَہْرَ دَرُکَنَا	فعل	قِتَالَ جَنگَ قَتَلَ (بُرِی طَرَحَ اَلنَا)	طَهْرَنَا۔ ٹھنڈَا ہونا۔ قَرَارَ پکڑنا
فَوَاقَ	فعل	فَوَاقَ تَحْوَرَّ اَفْوَقَ اُدُورَ (۳۴)	فعل	قَاتَلَ قَاتَلَ کرنا۔ ہَلَکَ کرنا	اَقْرَرَ۔ اَقْرَرَ کرنا
اَفَاقَ	فعل	تَدَرَسَتْ ہونا	فعل	(اِقْتَسَلَ لُورَ پَرْنَا ۳۶)	(اِسْتَقْرَرَ قَامَ رَہْنَا ۳۳)
فَوَمَرَ	فعل	(فَوَمَرَ کَدَمَ ۲)	فعل	(قَتَّأَ کُکُوذِ ۲)	قَرَشَ (قَرَشِیَ قَوْمَ ۲)
فَوَهَ	فعل	(فَوَهَ۔ فَعْرَہ ۲)	فعل	اِقْتَحَرَ مَشَقَّتِ مِیں ڈالنا	قَرَضَ کَرَا جَانَا
فَوَهَ	فعل	فَوَهَ سَبْحَانَا	فعل	قَدَّ بَیْکَ	اَقْرَضَ اِدھار دِیَا قَرَضَ اُدھار
فَوَیَ	فعل	فَاءَ لُورُنَا فِی مَالِ دَوْلَتِ	فعل	قَدَحَ قَدَحَ آگَ جَلَانَا	قَرَضَ قَرَضَ کَاغِذَ
فَوَیَ	فعل	اَفَاءَ مَالِ دَوْلَتِ نِیَا۔ لُورُنَا	فعل	قَدَّ پھارنا	قَرَعَ قَارِیَعَتَ قِیَامَتِ۔ آواز
فَوَیَ	فعل	(قَدَّتِیَا سَاہِ کَا ڈھلنا ۱۱)	فعل	قَدَّرَ۔ قَدَّرَ۔ مِقْدَارَ اِنْدازَہَ	اِقَاتَرَ کَمَا نَا
فَوَیَ	فعل	فَاَصَّ بَہانَا چَہْرَ کَا پھوٹنا اور بَہانَا	فعل	(قَدَّرَ رَجَ قَدُورِ) بَہنڈیا ۲)	قَرَنَ قَرَنَ زَمَانَةَ قَرِیبِ دُوسْتِ۔
فَوَیَ	فعل	اَفَاَصَّ بَہانَا۔ مِشغُولَ ہونا۔ لُورُنَا	فعل	قَدَّرَ تَنگَ کرنا۔ قَابُورَ پَانَا	سَاتَمَ۔ ہَمَ آہنگِ
فَوَیَ	فعل	(فِیئَلِ ہَاتَمِ ۲)	فعل	قَدَّرَ اِنْدازَہَ لَکَانَا (اَقْدَرَ تَاوَرُ ہونا)	ذُو القَرَنِینِ ۲) (قَارُونَ ۲)
قَیَ	فعل	قَیَ	فعل	قُدَّسَ۔ قُدَّوَسَ پَاکَ	اَقْرَنَ قَابُورَ پَانَا قَرَنَ جَکھوٹنا
قَیَ	فعل	قَیَیَ بُرَا ہونا	فعل	قُدَّسَ سِیْرَہَ وَا تَعَدَّیَسَ کرنا	اِقْدَعَنَّ نَزْدِیکَ ہونا
قَبَرَ	فعل	قَبَرَ قَبْرَ اَقْبَرَ قَبْرِ مِیں کھوٹنا	فعل	قَدَّمَ پاؤں قَدَمَ قَدِیمَ پَرْنَا	قَرِیَ قَرِیَہَ شَہْرِ سَبْتِ
قَبَسَ	فعل	قَبَسَ آگَ جَلَانَا تَبَسَ اَلکَا	فعل	قَدَّمَ آگے سَیْنِچَا قَدَمَ اَلکَ بَیْجَا	(قَسَوَرَةَ شِیرَ بَہْرَ ۲)
قَبَسَ	فعل	(اِقْتَبَسَ آگَ سَے آگَ لَینَا)	فعل	نَقَدَّمَ آگے بڑھنا	قَسَ قَسَیْسِینَ عَالِمِ
قَبِضَ	فعل	(قَبِضَتَ مِٹھی ۲)	فعل	(اَسْتَقَدَّمَ آگے بڑھنے کَا خُورَشِ کرنا)	قَسَطَ اَصْطَاوَنَا۔ جَاہِ اِنصافِ کرنا (۱۲)
قَبِضَ	فعل	قَبِضَ بَہْرَ کرنا۔ پِکڑنا۔ تَنگَ کرنا	فعل	اِقْدَاءَ اطَاعَتِ کرنا	اَقْسَطَ اِنصافِ کرنا

الفاظ اور مترادف	ادہ	الفاظ اور مترادف	ادہ	الفاظ اور مترادف	ادہ
اُتْنی نعمت عطا کرنا (ض ۴)	قنی	قَطَعَتْ (ج قَطَوْنَ) خوشے	قَطَعَتْ	قِسْطًا س ترازو	قِسْطًا
قَابَ نِزْدِیکَ ہونا	قوب	قَطَمِرٌ تھوڑا	قَطَمِرٌ	قَسَمَ قَسَمًا - اِقْلَسَمَ	قَسَمَ
قَوْتُ خوراک مَقْوُومِینِ مسافر	قوت	قَطْنٌ یَقْطِینُ درخت	قَطْنٌ	بائٹنا ۱۵ - ۵۱	بائٹنا
مُقَبِیْتٌ نگہبان	مُقَبِیْتٌ	قَعَدَ بیٹھنا	قَعَدَ	قَاسَمَ قَسَمَ کھانا	قَاسَمَ
قَوَسٌ (قَوَسٌ کمان ص ۲)	قوس	اِقْفَعُوا اُکھڑنا	اِقْفَعُوا	قَاسَمُوا آپس میں تمہیں کھانا	قَاسَمُوا
قَبِیْعَةُ زَمِینِ اور اس کی اقسام	قوع	اِقْفَلُ (اقفال، مال ص ۲)	اِقْفَلُ	اِسْتَقْسَمَ تَمِیمَ چاہنا	اِسْتَقْسَمَ
قَالَ کنا قَوْلًا بات	قول	قَفَى یَقْفِیْ پڑنا قَفَى یَقْفِیْ لگانا	قَفَى	قَسَا سَخَتْ ہونا قَسْوَةٌ سختی	قَسَا
اُسْکُلٌ بَجْوِ - جھوٹ بنا نا	تَعْوَلٌ	قَلْبٌ رُلٌ اَقْلَبَ پھیرنا	قَلْبٌ	قَاسِیَةٌ سخت	قَاسِیَةٌ
قَوْمٌ مَقَامٌ جگہ قِیَامَةُ قِیَامَتِ	قوم	قَلْبُ الْاِثْرِ دینا - پھیرنا	قَلْبُ الْاِثْرِ	اِقْتَسَمَ رُوْنِکَ مَکْھڑے ہونا (۲)	اِقْتَسَمَ
قَوَامٌ عَامٌ قِیَمَةٌ مَضْبُوْطٌ	قوام	تَقَلَّبَ پھیرنا - لوٹنا	تَقَلَّبَ	قَصَدَ اِعْتَدَالَ - سیدھا ہلکا	قَصَدَ
قَامَ اِطْحَانًا اُکھڑا ہونا اقام سیدھا کھڑا ہونا	قام	اِنْقَلَبَ پھیرنا	اِنْقَلَبَ	اِقْصَدَ اور اِقْصَدَ درسیانی راہ	اِقْصَدَ
قَوْمًا (تقویہ) اِعْتَدَالَ	قوم	قَلَدٌ قَلَدٌ مَرَبَانِیُّ کاجانور -	قَلَدٌ	اِغْتِیَارَ کَرْنَا	اِغْتِیَارَ
اِسْتِقَامٌ ثَابِتٌ دَمٌ رِہنہا سْتِیْمٌ سَیِّدٌ	استقام	مَقَالِیدُ چابی	مَقَالِیدُ	قَصَرَ مَحَلٌ	قَصَرَ
قُوَّةٌ طَاقَتٌ	قوة	اَقْلَعُ رُوْکْنَا	اَقْلَعُ	قَصَرَ بِنْدَ ہونا - حد سے کم کرنا۔	قَصَرَ
(اَقْوَى طَاقَتٌ دِیْنًا کِزُوْرٌ مَوَاضِیْ ۲)	قوی	قَلِیلٌ تھوڑا قَلٌّ کم کرنا کم ہونا	قَلِیلٌ	قَمَّ کَرْنَا - نیچے رکھنا	قَمَّ
قَهْرٌ زَبْرُوسَتِی کَرْنَا غَالِبًا جُوْرْنَا	قہر	اَقْلًا اِطْحَانًا اَقْلًا تھوڑا اکلنا ۲	اَقْلًا	اِقْصَرَ کِی کَرْنَا اِقْصَرَ جھوڑا کرنا کِی کَرْنَا	اِقْصَرَ
قَبِیْضٌ مَسْلُطٌ کَرْنَا	قبض	(اَقْلَمَ قَلَمٌ ص ۲)	اَقْلَمَ	قَصَصَ کھانیاں قِصَصًا بَدَلٌ	قَصَصَ
قَالَ سَوْنَا	قیل	قَلَى بَرِزَارَ ہونا	قَلَى	قَصَّ بَیَانَ کَرْنَا چلنا پیچھا کرنا ۲	قَصَّ
ک		اَقْمَحَ سَرَاٹھانا	اَقْمَحَ	قَاصِفٌ ہوا	قَاصِفٌ
کَاسٌ پِیَالہ	کاس	قَمَرٌ چاند (ض ۲)	قَمَرٌ	قَصَفَ ہلاک کرنا	قَصَفَ
کَبٌ کَبٌ اِثْرٌ دِیْنًا	کبت	قَمِیْضٌ	قَمِیْضٌ	اِقْصَا کُنَارًا - اِقْصَى قِصَیْبًا	اِقْصَا
کَبِیْتٌ ذَلِیْلِ کَرْنَا	کبت	قَطَطٌ مِیْنِ سَخْتِ	قَطَطٌ	قَضَبٌ تَرَکَارِی	قَضَبٌ
کَبِدٌ سَخْتِ (کَبِدٌ جِگَرٌ ص ۲)	کبد	قَمَعٌ مِیْتُوْرًا ص ۲)	قَمَعٌ	قَضَّ اِنْقَضَ کَرْنَا	قَضَّ
کَبْرٌ بَرٌّ ہونا کَبِیْرٌ اور کَبِیْرٌ بَرٌّ	کبر	قَمَلٌ (قَمَلٌ جُوْمِیْنِ ص ۲)	قَمَلٌ	قَضَى پُوْرًا کَرْنَا اور کَرْنَا فِیْضًا کَرْنَا	قَضَى
کَبِیْرَةٌ بَرَّهَلٌ	کبیرہ	قَمَتٌ اَطَاعَتِ کَرْنَا	قَمَتٌ	قَطَرَ تَابًا قَطْرًا کُنَارًا	قَطَرَ
(اَكْبَرُ بَرٌّ سَمْنَا ۲ کَبِیْرٌ بَرٌّ ۳)	کبیرہ	قَطَطٌ نَا اَمِیْدٌ ہونا	قَطَطٌ	قَطْرَانٌ گندھاک (ض ۲)	قَطْرَانٌ
تَكْبَرٌ اِزْرَانًا	تکبر	قَنْطَرٌ خِرَازِنٌ	قَنْطَرٌ	قَطَّ اِعْمَالَ نَامٌ	قَطَّ
(اِسْتَكْبَرُ بَرٌّ اِنْفَانًا ۲)	تکبر	قَنْعٌ صَبْرًا اَنْعَمَ سَرُٹھانا	قَنْعٌ	قَطَعَ کَاشَانًا طے کرنا قَطَعَةٌ کِی کَرْنَا	قَطَعَ
کَبِکٌ کَبِکٌ اِثْرٌ دِیْنًا	کبک	قَنُوْا اَنْ خَوْشِ	قَنُوْا	قَطَعَ کَاشَانًا قَطَعَ لُوْشًا - کُنَا	قَطَعَ

ادہ	الفاظ اور معنی	ادہ	الفاظ اور معنی	ادہ	الفاظ اور معنی
کتب	کَتَبَ لکھنا کتاب امان نامہ	کسو	کِسْوَةٌ پوشاک گسا پہنانا	کتاب	کِتَابٌ لکھنا کتاب امان نامہ
کتب	کَتَبَ لکھنا کتاب امان نامہ	کسٹ	كَسَطَ کھال آمانا	کتب	کِتَابٌ مَكْتُوبٌ لوح محفوظ کتاب لکھی
کتب	کَتَبَ لکھنا کتاب امان نامہ	کشف	كَشَفَ کھولنا	کتب	کِتَابٌ لکھنا کتاب امان نامہ
کتب	کَتَبَ لکھنا کتاب امان نامہ	کظم	كَطَمَ برداشت کرنا	کتب	کِتَابٌ لکھنا کتاب امان نامہ
کتب	کَتَبَ لکھنا کتاب امان نامہ	کعب	كَعَبَ (ٹخنہ ص ۲۴) کعبۃ کعبہ	کتب	کِتَابٌ لکھنا کتاب امان نامہ
کتب	کَتَبَ لکھنا کتاب امان نامہ	کفت	كَفَتَ اٹھانا	کتب	کِتَابٌ لکھنا کتاب امان نامہ
کتب	کَتَبَ لکھنا کتاب امان نامہ	کفر	كَفَرَ کفارۃ بدلہ	کتب	کِتَابٌ لکھنا کتاب امان نامہ
کتب	کَتَبَ لکھنا کتاب امان نامہ	کف	كَفَّ كَسَان (کافو ص ۲۴)	کتب	کِتَابٌ لکھنا کتاب امان نامہ
کتب	کَتَبَ لکھنا کتاب امان نامہ	کود	كُوِدَ ناشکر کفو، کفران ناشکر	کتب	کِتَابٌ لکھنا کتاب امان نامہ
کتب	کَتَبَ لکھنا کتاب امان نامہ	کور	كُوِرَ انکار کرنا کفر کرنا ص ۲۴	کتب	کِتَابٌ لکھنا کتاب امان نامہ
کتب	کَتَبَ لکھنا کتاب امان نامہ	کوکب	كُوَكِبَ دور کرنا - معاف کرنا	کتب	کِتَابٌ لکھنا کتاب امان نامہ
کتب	کَتَبَ لکھنا کتاب امان نامہ	کون	كُوِنَ کاؤۃ پورا - سب کف سے قیل ص ۲۴	کتب	کِتَابٌ لکھنا کتاب امان نامہ
کتب	کَتَبَ لکھنا کتاب امان نامہ	کوت	كُوَتَ روکنا	کتب	کِتَابٌ لکھنا کتاب امان نامہ
کتب	کَتَبَ لکھنا کتاب امان نامہ	کوی	كُوِيَ کفیل حصہ کفیل ضامن	کتب	کِتَابٌ لکھنا کتاب امان نامہ
کتب	کَتَبَ لکھنا کتاب امان نامہ	کھف	كُهَفَ (ذا الکفل ص ۲۴)	کتب	کِتَابٌ لکھنا کتاب امان نامہ
کتب	کَتَبَ لکھنا کتاب امان نامہ	کھل	كُهَلَ پرورش میں لینا	کتب	کِتَابٌ لکھنا کتاب امان نامہ
کتب	کَتَبَ لکھنا کتاب امان نامہ	کھن	كُهِنَ آفیل کفیل سپرد کرنا	کتب	کِتَابٌ لکھنا کتاب امان نامہ
کتب	کَتَبَ لکھنا کتاب امان نامہ	کی	كِي كَفُو ہم آہنگی	کتب	کِتَابٌ لکھنا کتاب امان نامہ
کتب	کَتَبَ لکھنا کتاب امان نامہ	کید	كِيْدَ کئی کالی ہونا	کتب	کِتَابٌ لکھنا کتاب امان نامہ
کتب	کَتَبَ لکھنا کتاب امان نامہ	کیف	كِيْفَ کلاۃ حفاظت کرنا	کتب	کِتَابٌ لکھنا کتاب امان نامہ
کتب	کَتَبَ لکھنا کتاب امان نامہ	کیل	كِيْلَ (کلب گنا ص ۲۴) کلب کھلانا	کتب	کِتَابٌ لکھنا کتاب امان نامہ
کتب	کَتَبَ لکھنا کتاب امان نامہ	کلیح	كَلِيْحَ بد صورت ہونا - تروی پڑھنا	کتب	کِتَابٌ لکھنا کتاب امان نامہ
کتب	کَتَبَ لکھنا کتاب امان نامہ	کلف	كَلَفَ تکلیف دینا - محنت اٹھانا	کتب	کِتَابٌ لکھنا کتاب امان نامہ
کتب	کَتَبَ لکھنا کتاب امان نامہ	کل	كَلَّ بوجھ کل پورا سب سامنے	کتب	کِتَابٌ لکھنا کتاب امان نامہ
کتب	کَتَبَ لکھنا کتاب امان نامہ	کلو	كَلَوَ (کلالۃ لاولد ص ۲۴) کلا نہیں	کتب	کِتَابٌ لکھنا کتاب امان نامہ
کتب	کَتَبَ لکھنا کتاب امان نامہ	کلمہ	كَلِمَةٌ بات (حکم تو انین فطرت)	کتب	کِتَابٌ لکھنا کتاب امان نامہ
کتب	کَتَبَ لکھنا کتاب امان نامہ	کلمہ	كَلَمًا بات کرنا تکلمہ بولنا	کتب	کِتَابٌ لکھنا کتاب امان نامہ
کتب	کَتَبَ لکھنا کتاب امان نامہ	کمر	كَمَرَ کمر کتنے	کتب	کِتَابٌ لکھنا کتاب امان نامہ
کتب	کَتَبَ لکھنا کتاب امان نامہ	کمل	كَمَلًا پورا آکمل پورا کرنا	کتب	کِتَابٌ لکھنا کتاب امان نامہ

ادہ	الفظ اور معنی	ادہ	الفظ اور معنی	ادہ	الفظ اور معنی
بیت	بیت طہرنا تثبت طہرنا	لوح	لوح آگ کا جلانا	لوح	لوح آگ کا جلانا
لبد	لبد، لبد، وافر بہت	لفظ	لفظ بولنا	لفظ	لفظ بولنا
لبس	لبس پہننا لباس پوشنا	لغت	لغت پینٹنا آنت پینٹنا	لغت	لغت پینٹنا آنت پینٹنا
لبن	لبن دودھ (ض ۲)	لغو	لغو آٹنی پانا	لغو	لغو آٹنی پانا
لجأ	ملجأ پناہ	لقب	لقب (ج القاب) نام رکھنا	لقب	لقب (ج القاب) نام رکھنا
لج	لج اڑنا لجة لمرانی	لقح	لقح اٹھانا ہوا۔	لقح	لقح اٹھانا ہوا۔
لحد	الحد لیرھا ہونا الحدیث	لقط	لقط اٹھانا (ض ۲)	لقط	لقط اٹھانا (ض ۲)
لمتحد	لمتحد پناہ	لقت	لقت ٹکنا	لقت	لقت ٹکنا
لحف	الحف چھٹنا	لتم	لتم (القمان ض ۱)	لتم	لتم (القمان ض ۱)
لحق	لحق لنا الحق بلانا	لتي	لتي ملنا لقاء۔ تلاق ملاقات	لتي	لتي ملنا لقاء۔ تلاق ملاقات
لحم	لحم گوشت (ض ۲)	تلقاء	تلقاء جانب۔ پاس	تلقاء	تلقاء جانب۔ پاس
لحن	لحن بولنا کیفیت	التي	التي ڈالنا۔ دل میں ڈالنا۔ کھنا	التي	التي ڈالنا۔ دل میں ڈالنا۔ کھنا
لحي	لحيہ وارھی (ض ۲)	لتي	لتي ملنا تلتی سیکنا لینا	لتي	لتي ملنا تلتی سیکنا لینا
لد	لد بھلا کرنا آلد۔ لڈ بھلا کرنا	لآتی	لآتی ایک دوسرے سے ملنا	لآتی	لآتی ایک دوسرے سے ملنا
لدى	لدى زبان پاس	لعر	لعر نہیں لعر یوں	لعر	لعر نہیں لعر یوں
لدة	لدة مزہ	لمح	لمح دیکھنا کیفیت نظر	لمح	لمح دیکھنا کیفیت نظر
لرب	لرب چھٹنا لارہب مٹی کی تم	لمز	لمز طعنہ دینا	لمز	لمز طعنہ دینا
لزوم	لزوم چھٹنا (الزوم لازم نا چھٹنا)	لمس	لمس چھونا لامس مجامعت کرنا	لمس	لمس چھونا لامس مجامعت کرنا
لسن	لسن زبان (ض ۲) بولی	لمتسن	لمتسن ڈھونڈنا۔	لمتسن	لمتسن ڈھونڈنا۔
لطف	لطف مہربان تلطف نرم ہونا	لمع	لمع گناہ لغا کھنا ہونا	لمع	لمع گناہ لغا کھنا ہونا
لظي	لظي آگ تلظي آگ جلانا	لنار	لنار کھنا جب۔	لنار	لنار کھنا جب۔
لعب	لعب کھیلنا	لوا	لوا کر آوا۔ لو ما کیوں نہ	لوا	لوا کر آوا۔ لو ما کیوں نہ
لعل	لعل شاید	لوح	لوح تخته لوح محفوظ لوح	لوح	لوح تخته لوح محفوظ لوح
لعن	لعن بدو عا دینا	لواح	لواح آگ کا جلانا۔	لواح	لواح آگ کا جلانا۔
لغب	لغب ٹھکنا لغوب تھکاؤ	لواذ	لواذ اٹکنا	لواذ	لواذ اٹکنا
لغو	لغو بے ہودہ کلام	لوط	لوط (لوط ض ۱)	لوط	لوط (لوط ض ۱)
لفت	الفتی فضول باتیں بنانا	لومر	لومر لومر بھلا کرنا۔ گرفت کرنا	لومر	لومر لومر بھلا کرنا۔ گرفت کرنا
لفت	لفت پھیرنا التفت پیچھے دیکھنا		(الام ملامت ۲۹)		(الام ملامت ۲۹)
			(تلاوم ایدھر کلمات کرنا ۲۹)		(تلاوم ایدھر کلمات کرنا ۲۹)

ادو	الفاظ اور عنوان	ادو	الفاظ اور عنوان	ادو	الفاظ اور عنوان
مخو	مخو پھاڑنا	مسد	مسد سورج کی رسی من پڑے	مملک	مملک بادشاہ مملک فرشتہ۔
مخض	مخض (مخاض درد زہ ص ۲۲)	مس	مچھونا۔ پھینچنا کھاس مجامعت کرنا	مملک	مملک اختیار
مد	مدت مدت۔ مدد سیاسی	مسک	مسک (مسک مستوری ص ۲۲)	مالک	مالک دوزخ کا فرشتہ۔ مالک
مد	مد پھیلانا کھینچنا آمد مدد دینا	امکن	امکن بخل کرنا۔ روکنا	مملک	مملک اختیار رکھنا
مدد	مدد دراز کرنا۔ کھینچنا	تمتنک	تمتنک استمتک پکڑنا	ممل	مملۃ دین اہل کھونا
مدن	مدن شہر (مدینۃ النبی ص ۲۲)	مسو	مسو شام آہنی شام کرنا	مملی	مملیاً مت اعلیٰ پڑھنا جملت دینا
مرو	مرو۔ امرو مرو	مشج	مشج بلنا	من	من جو کوئی کون
مروا	مروا۔ اموا۔ بیوی عورت	مشی	مشی چلنا	منع	منع بچانا۔ روکنا
مروء	مروء نکلنا	مصر	مصر شہر (ایک ملک ص ۲۲)	من	من وسلوی کھانا (طعام)
مروت	مروت فرشتہ ص ۲۲)	مضغ	مضغہ لوتھر ص ۲۲)	من	من احسان کرنا۔ روکنا
مروج	مروج شعلہ موج شک و شبہ	مضی	مضی جانا۔ چلنا۔ گزرتا	منو	منوات بت ص ۲۲)
مروج	مروج طانا (موجان ص ۲۲)	مطر	مطر بارش اظطر بارش برنا	منی	منی نطفہ ص ۲۲ انبیثہ شراش
مروح	مروح آرتانا	مطو	مطو تظنی آرتانا	مریب	مریب المنون گوش ایام
مرد	مرد جن مرید سرکش	معن	معن کبری	معی	معی من پیکار (معی امید لگانا ص ۲۲)
مرد	مرد آرتانا۔ سرکشی کرنا	معن	معن ماعون۔ سامان معین پانی پڑنا	معنی	معنی آرزو کرنا
مرد	مرد ہوار کرنا	معی	معی آمعاء آندریال	موت	موت مرنا اموات مارنا
مرد	مرد بار، دفعہ مروء طاق	مقت	مقت بیزار ہونا مقت بیزاری	موج	موج لہر لٹھنا ص ۲۲) موج لہر ص ۲۲
مرد	مرد کڑوا	مکت	مکت مکت ٹھہرنا	موی	موی ہار کا پنا
مرد	مرد گزرتا استمر ہمیشہ رہنا	مکر	مکر تدبیر کرنا	موسیٰ	موسیٰ (موسیٰ ص ۲۲)
مرض	مرض بیمار ہونا مرض بیمار	مکن	مکن (مکن شہر ص ۲۲)	مول	مول مال۔ مال و دولت
مرو	مرو (مروء پہاڑی ص ۲۲)	مکن	مکن مکان جگہ مکان زمین رتبہ والا	موہ	موہ ماء (ج میاہ) پانی بارش
مروی	مروی شک شبہ مالی جھگڑا کرنا	امکن	امکن اختیار دینا کھانا پنا	مهد	مهد گود مہداد بچھونا
مروی	مروی۔ امروئی شک کرنا	مکن	مکن اختیار بخشنا	مهد	مهد بچھانا (مهد جھلائی ہیا کرنا ص ۲۲)
مرویہ	مرویہ (مرویہ ص ۲۲)	مکو	مکو مکاء آواز	مهل	مهل تانبا مہل بت
مزوج	مزوج مزاج طانا	ملا	ملا سردار ملا بھرتا	مہل	مہل مہلت دینا
مزوج	مزوج پھاڑنا	امتلا	امتلا بھرجانا	مہما	مہما مہما جوچھ
مزن	مزن بادل	ملح	ملح پانی کی اقسام	مہن	مہن مہین ذلیل
مسح	مسح جھاڑنا	ملق	ملق املاق تلکھستی	مید	مید ماد جھکا مائدہ کھانا (طعام)
مسخ	مسخ بد صورت بنانا	مملک	مملک ملکوت بادشاہی	میر	میر خوراک لانا

الفاظ اور معنی	ادہ	الفاظ اور معنی	ادہ	الفاظ اور معنی	ادہ
میز	میز	میز	میز	میز	میز
میتا	میتا	میتا	میتا	میتا	میتا
میل	میل	میل	میل	میل	میل
نای	نای	نای	نای	نای	نای
نیا	نیا	نیا	نیا	نیا	نیا
نبت	نبت	نبت	نبت	نبت	نبت
نبد	نبد	نبد	نبد	نبد	نبد
نبن	نبن	نبن	نبن	نبن	نبن
نبط	نبط	نبط	نبط	نبط	نبط
نبح	نبح	نبح	نبح	نبح	نبح
نتق	نتق	نتق	نتق	نتق	نتق
نثر	نثر	نثر	نثر	نثر	نثر
نجد	نجد	نجد	نجد	نجد	نجد
نجس	نجس	نجس	نجس	نجس	نجس
نجم	نجم	نجم	نجم	نجم	نجم
نجو	نجو	نجو	نجو	نجو	نجو
نحی	نحی	نحی	نحی	نحی	نحی
نحب	نحب	نحب	نحب	نحب	نحب
نحت	نحت	نحت	نحت	نحت	نحت
نحو	نحو	نحو	نحو	نحو	نحو
نحس	نحس	نحس	نحس	نحس	نحس
نخل	نخل	نخل	نخل	نخل	نخل
نحر	نحر	نحر	نحر	نحر	نحر

نادر	الفظ اور معنی	نادر	الفظ اور معنی	نادر	الفظ اور معنی
نقص	نَقَصَ بُلَانَا	نکب	نکب ڈیرھا ہونا (ہنکب کنڈھا منڈھا)	نقص	مناقص خلاصی
نفت	نَفَثَ بِهَوْنِكُنَا	نکت	نکت توڑنا تسم توڑنا کنکٹ کرنا	نفت	ناقہ اونٹ
نفع	نَفَعَهُ سَرْدِي - هَوَا	نکح	نکح - استنکح نکاح میں لانا	نفع	نار سونا ہنار خراب
نفع	نَفَعَّ بِهَوْنِكُنَا	نکد	نکد رزی	نفع	نون بھلی
نقد	نَقَدَ خَتْمَ هَوْنَا	نکر	نکر - منکر ناپسندیدہ نیکر عدا	نقد	نوی (نوی ٹھٹھل صن ۲)
نقد	نَقَدَ بِلَانَا	نکر	نکر - منکر ناپسندیدہ نیکر عدا	نقد	نال - پنپنا - چھیننا
نفر	نَفَرَ بِهَوْنِكُنَا	نکس	نکس بھگانا نکسن اوندھارنا	نفر	و
نفر	نَفَرَ بِهَوْنِكُنَا	نکس	نکس بھگانا نکسن اوندھارنا	نفر	وَادَ گارنا
نفس	نَفَسَ دَلَّ تَنَفَّسَ سَانَسَ بِلَانَا	نکص	نکص پھیرنا	نفس	مَوْبِلَ پناہ
نفس	نَفَسَ رَاتِ كَامٍ	نکت	نکت استنکت شرمنا	نفس	اَوْبَسَا بَال
نفع	نَفَعَهُ فَاوَدَهُ دِيْنَا	نکل	نکل آنکال زنجیرس	نفع	اَوْبَقَ بِلَاكُ كَرْنَا
نفع	نَفَعًا سَرْبَكًا	نکل	نکل سزا دینا نکال بترنا ک منزل	نفع	وَبَالَ بَدَلَهُ وَاِبِلَ بَارَش
نفع	أَنْفَقَ خَرَجًا	نمرق	نمرق (نمارق غلیچے صن ۲)	نفع	وَبَيْلَ عَذَابٍ
نفل	نَفَلَ بِرُحَانَا نَافِلَةً زَادَةً	نمیل	نمیل (نملاہ جھوٹی نملاہ ناول انگلیاں)	نفع	اَوْتَادَ مِخ
نفل	أَنْفَقَ خَرَجًا	نمق	نمق (نمیر چھلی ۲)	نفع	وَوْتَوَّ كَرْنَا (ووتس جوڑنا)
نفل	أَنْفَقَ خَرَجًا	نمق	نمق (نمیر چھلی ۲)	نفع	تَوْتَرًا لِكَا تَار
نفل	أَنْفَقَ خَرَجًا	نمق	نمق (نمیر چھلی ۲)	نفل	وَوْتِينَ گردن
نفل	أَنْفَقَ خَرَجًا	نمق	نمق (نمیر چھلی ۲)	نفل	اَوْتَقَ بَلَاغًا مَضْبُوطًا
نفل	أَنْفَقَ خَرَجًا	نمق	نمق (نمیر چھلی ۲)	نفل	مِيتَاتِقَ عَهْدًا وَتَقَى مَضْبُوطًا
نفل	أَنْفَقَ خَرَجًا	نمق	نمق (نمیر چھلی ۲)	نفل	اَوْتَقَ مَضْبُوطًا عَهْدًا لِيْنَا ۲
نفل	أَنْفَقَ خَرَجًا	نمق	نمق (نمیر چھلی ۲)	نفل	وَوْتَنَ (ج اوٹان) بَت
نفل	أَنْفَقَ خَرَجًا	نمق	نمق (نمیر چھلی ۲)	نفل	وَوَجَبَ كَرْنَا
نفل	أَنْفَقَ خَرَجًا	نمق	نمق (نمیر چھلی ۲)	نفل	وَوَجَدَ پَانَا وَوَجَدَ مَقْدُورًا
نفل	أَنْفَقَ خَرَجًا	نمق	نمق (نمیر چھلی ۲)	نفل	وَوَجَسَ دُرْنَا
نفل	أَنْفَقَ خَرَجًا	نمق	نمق (نمیر چھلی ۲)	نفل	وَوَجِبَ دُرْنَا اَوَّجِبَ دُرْنَا
نفل	أَنْفَقَ خَرَجًا	نمق	نمق (نمیر چھلی ۲)	نفل	وَوَجَلَّ دُرْنَا
نفل	أَنْفَقَ خَرَجًا	نمق	نمق (نمیر چھلی ۲)	نفل	وَوَجَّهَ رِضَا مَدِي (چہرہ صن ۲)
نفل	أَنْفَقَ خَرَجًا	نمق	نمق (نمیر چھلی ۲)	نفل	وَوَجَّهَهُ جَانِبَ وَجَّهِي عَزَّتِ وَاللَا
نفل	أَنْفَقَ خَرَجًا	نمق	نمق (نمیر چھلی ۲)	نفل	وَوَجَّهَهُ تَوَجَّهَ رِخَ كَرْنَا
نفل	أَنْفَقَ خَرَجًا	نمق	نمق (نمیر چھلی ۲)	نفل	وَوَجَّهَهُ تَوَجَّهَ رِخَ كَرْنَا

لہجہ	الفاظ اور معنی	ادب	الفاظ اور معنی	ادب	الفاظ اور معنی
وحد	واحد ایک ص (۱) وحید اکیلا	اوسع فراخ کرنا مقرر کرنا	وِعَاءَ سامان	وحد	وحد
وحش	وَحْشٌ وحوش چوپائے	وسق - اسق - اسق اٹھا کرنا۔ ہونا	وَقْدٌ مہمان	وحش	وحش
وحی	اَوْحَى دل میں بات ڈالنا	وسل و سِلَّة ذریعہ	موفور وافر بہت	وحی	وحی
ود	وَدَّ آرزو کرنا پسند کرنا	وسد داغ دینا نشان لگانا۔ توہم پہنچانا۔	اَوْفَضَ دوزنا	ود	ود
وَاد	وَادَّ جمت کرنا (وَدَّبْتُ من)	وسن سِنَّة اُونگھ	وَفَقٌ توفیق دینا واقف مرافقت کرنا	وَاد	وَاد
ودع	وَدَعَ وَدَعَ چھوڑنا	وسن و سَوَسٌ دل میں بات ڈالنا	وَفَى اوفی و فی پورا کرنا	ودع	ودع
استودع	اِسْتَوْدَعَ سپرد کرنا	وشی شَيْئَةً داغ	تَوَفَى پورا کرنا۔ مارنا استوفی پورا کرنا	استودع	استودع
ودق	وَدَّقَ بارش	وصب و صَبَّ ہمیشہ رہنا	وَقَبٌ تار کی چھانا۔ چھینا	ودق	ودق
ودی	وَدِيہ بدلہ۔ دینا وادی زمین کی تم	وصد و صَدَّ بند کرنا و صِدِّد چکھڑنا	وَقْتٌ میقات۔ وقت یا	ودی	ودی
	پانی کے راستے	وصف و صَفَّ بیان کرنا	اَقْتٌ وقت مقرر کرنا		
وذہر	وَذِهْرٌ چھوڑنا	وصل و صِلَّة اونٹ	وَقَدٌ و قُوْدٌ ایندھن	وذہر	وذہر
وراء	وَرَاءٌ پیچھے سولے (ص ۲)	وصل و صِلَّ پہنچنا۔ جوڑنا۔ ملانا	اَوْقَدَ۔ اِسْتَوْقَدَ آگ جلانا	وراء	وراء
ورث	وَرِثٌ وراثت اور ثراث وراث بنانا	وصل لگانا ملانا	وَقَدَّ مارنا	ورث	ورث
ورہ	وَرِهٌ و پارسا گھاٹ موٹا و گھاٹ	وصی و صِيَّة حکم نصیحت	وَقَرٌ و قَرٌّ و قَرٌّ بوجھ	ورہ	ورہ
	(وَرِيحٌ بکلی رنگ ص ۲)	اَوْصَى حکم دینا و صِيٌّ نصیحت کرنا	وَقَرٌ تعظیم کرنا و قَامِر عرت		
	وَرِهَادٌ پہنچا اوسماد پہنچانا۔	اَوْصَى ایلر سے کوئی کہنا (۲)	وَقَعَ گرنا ہونا واقعت قیامت		
ورق	وَرَقٌ پتہ ص ۲ (وَرِيحٌ بکلی رنگ ص ۲)	وضع و ضَعَّ امارنا۔ جننا۔ رکھنا	اَوْقَعَ ڈالنا واقع ہو کر پڑنا	ورق	ورق
وری	اَوْرَمَى آگ جلانا۔	اَوْضَعَ دوزنا	وَقَفَ ٹھہرنا۔ ٹھہرا ہونا، ٹرنا	وری	وری
	قَامِر مای چھپانا قَامِر مای چھپنا	وضن و ضَنَّ بننا	وَقَى بچانا واقف بچنا۔ ڈرنا		
وزن	وَزَنٌ ڈھانڈا و زبر بوجھ۔ و زبر و زگار	وطأ و طَأَّ روندنا و طَأَّ موافقت کرنا	وَقَّتِي نیک بخت	وزن	وزن
	وَزَنٌ پناہ۔ اَوْزَانُ آلات	وطر و طَرَّ حاجت۔ خواہش	وَكَا اِتکاء ٹیک لگانا		
وزج	وَزَجٌ روکنا اَوْزَجَ توفیق دینا	وطن و طَنَ زمین اور اس کی تمام	وَكَّدَ و كَدَّ مضبوط کرنا	وزج	وزج
وزن	وَزَنٌ تولنا و وزن بوجھ۔	وَعَدَ و عَدَّ وعدہ کرنا۔	وَكَّنَّ مارنا	وزن	وزن
	میزان ترازو و موزن زمین تول	اَوْعَدَ ڈرنا	وَكَّلَ سپرد کرنا مقرر کرنا (وکیل کار)		
	موزنوں مناسب (۱۵)	وَعظ و عَظَّ نصیحت کرنا و عَظَّ نصیحت	وَلَجَ داخل ہونا و لَجَّ دست		
وسط	وَسَطٌ درمیان و سَطَّ اعتدال	وَعَى و عَى یاد رکھنا اَوْعَى بخل کرنا	اَوْ لَجَّ داخل کرنا	وسط	وسط
	(اَوْ سَطَّ توش و سَطَّ) درمیانی پتہ		وَلَدَ و لَدَّ جننا والد باپ والدہ		
			وَلَدَ بٹا و لَدَّ ولیدہ مولود بچہ		

الفظ اور معنائ	بادہ	الفظ اور معنائ	بادہ	الفظ اور معنائ	بادہ
ولٰی	ولٰی یٰلٰی ملنا ولی پھیرنا	ہزء	استہزاء مذاق اڑانا ہز و مذاق	ولی	تو لئی پھیرنا۔ دوست بنانا۔ مزہ پھیرنا
ہیاء	ہیئت شکل و صورت۔ ہیئتاً آمیتا کرنا	ہزء	ہزء بلانا۔ اہانت بلنا	ولایت اختیار۔ وراثت۔ دوستی	ولایت اختیار۔ وراثت۔ دوستی
ہیئت	ہیئت آنا۔ لانا	ہزل	ہزل بے ہودہ کلام	ولی	ولی موبی دوست و دیگر آدمی اختیار
ہیج	ہاج خشک ہونا۔ جو برن پر آنا	ہزم	ہمکت دینا	ونی	ونی استی کرنا
ہیل	ہال پھلنا	ہش	ہش بلانا	وہب	وہب دینا
ہیم	ہامر آوارہ پھرنے	ہشم	ہشیمے چورا چورا	وہج	وہج روشن ہونا
ہیم	ہیم اونٹ۔ پیسا	ہضہ	ہضہ کم کرنا	وہن	وہن سستی کرنا۔ اوھن ٹھنڈ
یٰس	یٰس نا امید ہونا	ہطع	ہطع روڑنا۔ دیکھنا کیفیت نظر	وہی	واہیہ بوسیدہ۔ کمزور
یٰس	یٰس نا امید ہونا۔ ٹھگن ہونا	ہل	ہل کیا۔ نہیں	ویل	ویل افسوس۔ ہلاکت
یٰس	یٰس خشک ہونا	ہلج	ہلج بے قرار ہونا	ہ	
یتع	یتع (یتیم ص ن ب)	ہلك	ہلك مرنا۔ ہلاک ہونا	ہاؤم	ہاؤم لینا (ہامان ص ۱)
یدی	یڈ ہاتھ نین آیدی آگے	آہلك	آہلك مارنا۔ ہلاک کرنا۔ فرج کرنا	ہبط	ہبط اترا کرنا
یس	یسوا ہنہ ہنہ قیصرۃ فرامی۔	ہل	ہل مشہور کرنا۔ اہلہ چاند	ہبو	ہباء چورا چورا۔ غبار
یس	یس آسان ہونا۔ یس آسان بنا	ہلم	ہلم آنا۔ لانا	ہجد	ہجد رات کے کام
یس	یس میسر آنا۔ آسان ہونا	ہمد	ہمد خشک ہونا		(سونا اور جاگنا ص ۲)
یس	یس (یس ص ۱)	ہمو	ہمو اتھم کرنا	ہجر	ہجر چھوڑنا۔ فضول باتیں کرنا
یس	یس (یعقوب ص ۱)	ہمز	ہمز طعنے دینا۔ دل میں بات ڈالنا	ہاجر	ہاجر چھوڑنا
یعت	یعت (یعقوب ص ۱)	ہمس	ہمس آواز	ہجع	ہجع سونا
یعت	یعت (یعقوب ص ۱)	ہمق	ہمق ارادہ کرنا	ہد	ہد کرنا (ہد کرنا ص ۲)
یقت	یقت (یقوت ص ۱)	ہمن	ہمن مہین نگبان	ہدم	ہدم کرنا
یقط	یقط (انقراط جگنا ص ۱)	ہنأ	ہنأ ہنیا مزا	ہدی	ہدی ہدایت دینا
یقن	یقن آیقن یعتین کرنا	ہود	ہود لوٹنا۔ بیوردی ہونا	اہتدای	اہتدای ہدایت پانا
یقن	یقن استیقن یعتین آنا	ہود	ہود (ہود ص ۱)	ہدی	ہدی راستہ ہدی قرنی جانو
یقہ	یقہ پانی کے ذخیرے	ہوی	ہوی ہاس۔ انہاس کرنا	ہدیہ	ہدیہ تحفہ (دینا)
یقم	یقم ارادہ کرنا (کم کرنا)	ہون	ہون آہان ذلیل کرنا	ہرب	ہرب روڑنا
یمن	یمن قسم۔ ہاتھ اٹھنا۔ باریت	ہین	ہین آہون آسان	ہرت	ہرت (ہاروت ص ۱)
یملک	یملک یمن لڑی۔ غلام	ہوی	ہوی خواہش کرنا۔ گرنا	ہرع	ہرع روڑنا
ینع	ینع پھل پکنا	ہوی	ہوی خواہش ہاؤیہ و روح	ہرن	ہرن (ہارون ص ۱)
یوم	یوم دن	ہوی	ہوی کرنا (استہوی اپنی مرضی یوم		



۱۔ آباد ہونا (بسنا) رہنا

کے لیے سَكَنَ، تَبَوَّأَ (بویہ)، ثَوَى، بَسَدًا، حَضَرَ، حَلَدًا، عَاشَرَ اور عَثَى کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ سَكَنَ، سکون کا لفظ منظر اور حرکت کی ضد ہے (م۔ ل) لہذا آباد ہونا کے مفہوم میں جب سَكَنَ کا استعمال ہوگا تو اس کے معنی ہوں گے کہ کسی دوسرے مقام سے آکر رہائش پذیر ہونا اور جو قرآن کریم میں ہے: يَأْتِيهِمْ مِنْ رَبِّكَ الْمَنَّانُ (۱۰۶) لے آدم: تم اور تمہاری بیوی جنت میں آباد ہو جاؤ۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان کی پیدائش الجنۃ کے علاوہ کسی دوسرے مقام پر ہوئی تھی۔ حضرت ابراہیم نے حضرت ہاجرہ اور اسمعیل کو لایا یا تو فرمایا:

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي (۱۱۱) اور ہمارے پروردگار! میں نے اپنی اولاد لایا ہے۔

۲۔ تَبَوَّأَ کا مادہ (بویہ) ہے۔ اس کے مفہوم میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) رجوع الی الشیء اور (۲) برابر برابر ہونا۔ (م۔ ل) اور اس لفظ کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب کسی رہائشی مقام کی فضا اور ماحول رہنے والے کی طبیعت کے موافق اور سازگار ہو (معنی) یا کوئی شخص جس مقصد کے لیے کسی رہائشی جگہ کا انتخاب کرتا ہے وہ اس کے لیے موافق اور سازگار ہو۔ مثلاً:

وَكَذَلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَّبِعُوا مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ (۱۱۲) اور اسی طرح ہم نے یوسف کو ملک (مصر) میں اقتدار بخشا، وہ جہاں چاہتے رہائش اختیار کر لیتے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ حضور اکرم کو مخالفت کر کے فرماتے ہیں:

وَإِذْ عَدَدْتَ مِنْ أَهْلِكَ تَبَوَّأُ الْمُؤْمِنِينَ مَعَايِدَ لِلْقِتَالِ (۱۱۳) اور جب آپ صبح کو اپنے گھر سے روانہ ہو کر ایمان والوں کو روانہ کرنے کے لیے مورچوں پر موقع بہ موقع زمینیں کر رہے تھے۔

۳۔ ثَوَى؛ یعنی دفن کیا جانا، کسی جگہ ٹھہرنا، آباد ہونا۔ ثَوَى النَّجْلِ، آدمی کا مرنا (منجد) (لغت اضداد) اور یعنی کسی جگہ کو مستقل طور پر اقامت گاہ بنا لینا (معنی) آباد و اجلاسے کسی ایک مقام پر ہی رہائش اختیار کیے رکھنا۔ اللہ تعالیٰ حضور اکرم کو ارشاد فرماتے ہیں:-

وَمَا كُنْتَ تَأْوِيَةَ أَهْلِ مَدْيَنَ تَشَفُّوا عَلَيْهِمَا آيَاتِنَا (۳۵)

۴- خَلَدَ: کسی جگہ پر ایک طویل عرصہ تک رہنا جہاں تغیر و فساد واقع نہ ہو (مفت) اللہ تعالیٰ اہل جنت کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں،

www.KitaboSunnat.com اور وہاں اُن کے لیے پاک بیویاں ہوں گی اور وہ اس (جنت) میں ہمیشہ رہیں گے

۵- ۶- حَضَرَ: کسی شہر میں مقیم ہونا۔ شہری رہائش اختیار کرنا اور حَضَرَ کی ضد بَدَا ہے (محل) بَدَا (بَدَا بَدَا وَ بَدَا وَ) کے معنی کسی گاؤں یا دور افتادہ جگہ کا باشندہ ہونا۔ بَدَا کے لغوی معنی (ظاہر ہونا) بھی ہے اور اس سے ایسا مقام رہائش مراد ہوتا ہے جہاں بلند عمارتیں نہ ہونے کی وجہ سے سب کچھ نمایاں طور پر نظر آتا ہے (مفت) اسی سے بادِیہ یعنی صحرا، بادِیہ یعنی صحرائیں اور بَدَا یعنی بَدَا کے الفاظ مشتق ہیں۔ اب ان کی قرآن کریم سے مثالیں دیکھئے،

(۱) ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلًا حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (۱۱۰) یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جس کے اہل و عیال مکہ میں نہ رہتے ہوں۔

اور یوسف (ع) اللہ تعالیٰ کے احسانات کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

(۲) وَقَدْ اَحْسَنَ بِي اِذَا اَخْرَجْتَنِي مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكَرْمٍ مِنَ الْبَدْرِ (۱۱۱) اور اُس (اللہ) نے مجھ پر بہت سے احسان کیے ہیں جبکہ مجھے جیل خانے سے نکالا اور آپ (محب دالوں) کو گاؤں سے یہاں لایا۔

۷- عَاشَرَ: اس کا مادہ عشر ہے۔ جن کے دو بنیادی معنی ہیں ۱- دس کا عدد اور ۲- مخالفت اور مدخلت (محل) یعنی آپس میں مل جل کر رہنا۔ اسی سے لفظ عشرہ مشتق ہے جس کے معنی قبیلہ کے ہیں اور عَاشَرَ کے معنی ایک کنبہ کے ساتھ مل جل کر رہنا۔ قرآن کریم میں ایسے مردوں کو جنہیں اپنی بیویوں پر کچھ شکایات ہوں حکم دیا گیا ہے کہ،

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (۱۱۲) اور اُن عورتوں کے ساتھ اچھی طرح رہو۔

۸- عَشِيَ بِالْمَكَانِ: یعنی کسی مقام پر طویل مدت تک آرام و اطمینان سے رہنا۔ گویا وہ دوسری جگہوں سے بے نیاز ہے (مفت) قرآن میں ہے،

الَّذِينَ كَانُوا شُعَبًا كَانُوا يُعْتَبَرُونَ فِيهَا (۱۱۳) جنہوں نے شعب (ع) کی تکذیب کی ایسے برباد ہوئے کہ گویا وہ ان میں بھی آباد ہی نہ ہوئے تھے۔

حاصل ۱- سَكَنَ: کسی دوسرے مقام سے آکر آباد ہونے کیلئے
۲- تَبَوَّأَ: موافق اور سازگار ماحول میں آباد ہونے کے لیے
۳- تَوَّأَى: موافق طور پر کسی جگہ آباد ہونے کے لیے
۴- خَلَدَ: طویل عرصہ کے لیے جس میں تغیر و فساد نہ ہو
۵- حَضَرَ: کسی شہر میں رہنے کے لیے
۶- بَدَا: کسی دیہات یا جگہ میں رہنے کے لیے
۷- عَاشَرَ: اپنے خاندان میں مل جل کر رہنے کے لیے
۸- عَشِيَ: طویل مدت تک آرام و اطمینان سے رہنے کیلئے مجال ہوتا ہے

۲۔ آباد کرنا۔ بسانا

یہ مصدر آباد ہونے سے متعدی ہے۔ لہذا اسکن سے اسکن اور بوء سے بئوا بھی قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں اور عَمَرَ اور اَوْحَى (اوی) کے الفاظ بھی آئے ہیں:

۱۔ اَسْكَنْ : کسی ایک مقام سے دوسرے مقام پر لے جا کر آباد کرنا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں،

رَبَّنَا آتِنَا اسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ (پتہ) بسے میں شکر کہ آباد ہوا میں لایا ہے جہاں کوئی کھیتی نہیں

۲۔ بَسَّأ : کسی کو اس کی طبیعت اور پسند کے موافق جگہ پر آباد کرنا۔ قرآن کریم میں ہے،

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ مَبْشَرًا صَدِيقٍ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ (پتہ) اور ہم نے بنی اسرائیل کو رہنے کے لیے عمدہ جگہ دی اور کھانے کو پاکیزہ چیزیں مہیا کیں۔

۳۔ عَمَرَ : کا لفظ مکان بنانے، رونق بڑھانے اور نجر زمین کو آباد کرنے کے معنی میں آتا ہے اور ان الفاظ

کے نزدیک اس کے مفہوم میں بقار اور طویل مدت بھی شامل ہے (م۔ ل) اور طرہ مدت ہے جب تک

روح جسم کے ساتھ آباد رہے۔ عَمَرَ کی ضد خَرَب ہے جس کے معنی مکانوں یا کھیتوں کو برباد کرنا،

اُجَارْنَا اور بے آباد کرنا اور بے رونق بنا نا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب قیامت کی جو علامات بتلائی ہیں

تو ان میں ایک یہ بھی ہے،

مَسَاجِدُهَا عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِمَّنْ آتَتْهُ اس وقت مسجدیں آباد تو ہوں گی مگر ہر ایک کے لحاظ سے بڑھی ہوئی

اور قرآن کریم میں ہے،

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مِنْ آمِنٍ خدا کی مسجدوں کو تو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر

بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (پتہ) اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا،

كَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَأَثَارُوا وہ ان سے پہلی قومیں ان سے زور و قوت میں کہیں زیادہ

الْأَرْضِ وَعَمَّروها أَكْثَرَ مِمَّا عَمَّروها۔ تھے، انہوں نے زمین کو جو تا اور اس کو اس سے زیادہ آباد

کیا تھا جتنا انہوں نے آباد کیا ہے۔ (پتہ)

۴۔ اَوْحَى : کسی کو اپنے ہاں رہائش کے لیے جگہ دینا، پناہ دینا۔ اس کا مادہ اوی ہے جس کے معنی کسی کے ساتھ

مل جانا اور منضم ہو جانا (صفت) کے ہیں۔ تاکہ کسی نظر وغیرہ سے پناہ حاصل ہو جیسا کہ قرآن میں اصحابِ

کاتھہ مذکور ہے کہ وہ مشرک حکومت کے ڈر سے پہاڑ کی ایک کھوہ میں جا بیٹھے تھے۔ فرمایا،

إِذْ أَوْحَى الْفَيْثَةُ إِلَى الْكَثِفِ (پتہ) جب ان نو جوانوں نے غار میں پناہ پکڑ لی۔

اور جب نوح نے اپنے کافر بیٹے کو اسلام لانے اور شستی میں سوار ہونے کو کہا کہ وہ طوفان سے ہلاک

ہونے سے بچ جائے تو اس نے کہا،

سَأَرْتِي إِلَىٰ جَبَلٍ يَخْسَعُ لِي مِن
الْمَاءِ (۳۶)

اور افعالِ باب میں ایسا کسی کو اپنے ہاں جگہ دینا، ٹھہرانا سے مخصوص ہو جاتا ہے۔ ارشادِ باری
رَأَى الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ
وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ
أُوتُوا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَا
بَعْضٍ - (۳۶)

ماہصل : ۱۔ اَسْكَنَ کئی دوسرے مقام پر رہنے کیلئے
۲۔ بَوَّأ، مناسب ماحول میں آباد کرنے کے لیے
۳۔ حَقَّقَ، زمین آباد کرنے، مکان تعمیر اور آباد کرنے اور روتی
۴۔ آوَى، کبھی کو اپنے ہاں بطور پناہ رہائش دینے کے لیے تھما
ہوتا ہے۔

۳۔ آخرت

کے لیے آخِرَةُ، دَارُ الْآخِرَةِ، یَوْمُ الْآخِرِ، دَارُ الْقَرَارِ اور الْيَوْمِ الْآخِرِ کے الفاظ آئے ہیں۔ جو
آخرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں نیز یَوْمُ التَّعَابِنِ، یَوْمُ الدَّنَادِ، یَوْمُ السِّدِّ
یَوْمُ الْفَصْلِ، یَوْمُ الْجَمْعِ - یَوْمُ النُّشُورِ کے لیے دیکھیے زیر عنوان قیامت

۱۔ آخِرَةُ کا معنی دار البقا ہے (۴، ۴-م۔ منجد) یعنی مرنے کے بعد انسانوں کو دوسرے جہان میں جو
دائمی زندگی حاصل ہوگی اور اس زندگی میں رُوح اور جسم دونوں کا کلی طور پر اتصال ہوگا اور نیک اور
بدکار لوگوں کو اپنے اپنے اعمال کے بدلہ میں جنت یا دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔ ارشادِ باری ہے،
وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقَنُونَ (۳) اور (ایماندار لوگ) آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔
یہاں آخرت سے مراد اسی قسم کی زندگی ہے۔ اسی لحاظ سے آخرت کی ضد عاجلة، دنیا، ادنیٰ
اولیٰ سب قرآن میں مستعمل ہیں۔

۲۔ دارالآخرت - دار کا معنی رہائش گاہ ہے اور دار (جمع دیار، دُور) کا اطلاق بہت وسیع مفہوم پر
ہوتا ہے۔ دار یعنی گھر، حویلی، علاقہ، وطن، ملک، حتیٰ کہ یہ پوری دُنیا بھی انسانوں کی رہائش گاہ ہونے
کے لحاظ سے دارالدُنیا ہے اور اس کے ضد دارالآخرت ہے۔ البتہ اس آخری زندگی میں ہر
شخص کو اس کے اعمال کے مطابق دار عطا کیا جائے گا۔ قرآن میں ہے وَكَفَعَهُ دَارَ الْمُتَّقِينَ (۳) (جنا)
پر ہمیں گاروں کے لیے دار (جنت) کیسا اچھا ٹھکانہ ہے اور کافروں کے لیے یہی ٹھکانہ سَوَاءُ الدَّارِ
(۳) اور دَارُ الْبُورِ (۳) ثابت ہوگا اور دونوں سے مراد دوزخ ہے۔

۳۔ دارالقرار، قرار یعنی کسی جگہ جم کر رہنا ہے۔ چونکہ یہ زندگی ابدی اور دائمی ہوگی اس لحاظ سے اسے
دارالقرار کہا گیا۔ تاہم دارالقرار کا لفظ اچھے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور دارالقرار سے مراد نیک لوگوں کا ٹھکانا

یعنی جنت ہوگا۔ کافروں کے لیے اسی زمانہ کی طوالت اور خلوص کے لیے قرآن نے بئس القرار (مراڈوزخ) کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

۱۔ یوم الآخر: یوم سے مراد اس دُنیا کا معروف دن نہیں جو ۲۴ گھنٹے کا ہوتا ہے یا جو رات کے مقابلے میں استعمال ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے آخرت کی زندگی کا طویل دور مراد ہے۔ جیسے فرمایا:

إِنَّ رَبَّكُمْ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ بِسَبْعِ أَيَّامٍ (۳۶) اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔

اور یہ تو واضح ہے۔ زمین اور آسمانوں کی پیدائش سے پہلے موجودہ دن، جو سورج کے وجود سے پہلے ہوتا ہے، کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

۲۔ یوم البعث: بعث سے مراد قبروں سے زندہ ہو کر کسی خاص مقصد کے لیے اٹھ کھڑے ہونا ہے چونکہ آخرت کے اس طویل دور کا آغاز اسی "بعث" سے ہو گا لہذا اسے یوم البعث بھی کہا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْبَعْثِ (۳۶) تم اللہ کی کتاب کے مطابق یوم البعث تک قبروں میں ٹھہرے رہے۔

۴۔ آدمی (انسان)

کے لیے انس اور اس کے مشتقات مثلاً انسان انسیّاً۔ ناس، اناسی، وغیرہ کے علاوہ آدم اور بشر کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ غریب القرآن میں انس کے بہت معنی درج ہیں، ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ انسان کو انس اس لیے کہتے ہیں کہ وہ ظاہر ہے اور آنکھوں سے اس کا ادراک کیا جاسکتا ہے اور دلیل قرآن کریم کی اس آیت سے لاتے ہیں:

إِنِّي أَنسَنُ نَارًا (۲۸) میں نے آگ دکھی ہے۔

اور اس لحاظ سے انس کی ضد جن ہے۔ جس کے معنی استتار یا پوشیدگی کے ہیں اور آنکھ ان کا ادراک نہیں کر سکتی اور یہ اس لحاظ سے قرین قیاسن بھی ہے کہ انہیں دو مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے تَفْلَانِ کہا ہے اور ایک دوسرے کے مقابل استعمال ہوئے ہیں۔ جیسے فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (۱۶) اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔

۲۔ ابن عباسؓ سے یوں روایت ہے کہ انسان کو انسان یا (انسیّاً) اس لیے کہا گیا ہے کہ لَأَن تَعْبُدَ إِلَهِه فَعَبَدْتَهُ۔ یعنی اس سے ایک حمد کیا گیا تھا جسے وہ بھول گیا۔ (عق) گویا اس لحاظ سے انسان یا انسیّاً

کا مادہ نسی ہوا۔

۳۔ امام زحبیؒ اسے انس سے مشتق بیان کرتے ہیں یعنی ایسی مخلوق جو آپس میں انس و انسیّت باہم معاشرتی زندگی

گڑانے کے لیے پیدا کی گئی۔ جو مانوس ہو اور ایک دوسرے سے جان پہچان لگتی ہو۔ اس لحاظ سے اس کی ضد وحش ہوگی۔ (صفت)

۴۔ اور ابن الفارسی نے یہ دونوں چیزیں پیش کر دی ہیں۔ (۱) ظاہر ہونا (۲) ہر وہ شے جو جنگلی اور وحشی طور پر لقمے سے مختلف ہو۔ (۲-۱)

انس اسم جنس ہے یعنی انس سے مراد ایک شخص بھی ہو سکتا ہے اور تمام بنی نوع انسان بھی۔ یہی کیفیت لفظ انسان کی بھی ہے لیکن یہ لفظ بول کر عموماً تمام بنی نوع انسان ہی مراد لی جاتی ہے۔ اس کا واحد انسی ہے۔ قرآن میں ہے:

فَمَا تَزَيَّرِينَ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا فَقَوْلِي
إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَنِ صَوْمًا فَلَنْ
أَكْلِمَ الْيَوْمَ النَّسِيًّا۔
پھر اے مردم، اگر تجھے کوئی آدمی دکھائے تو کہہ کر کہیں نہ
اللہ کے لیے روزہ کی نیت مانی تھی۔ سو آج میں کئی آدمی
سے بات نہ کروں گی۔

اور اس کی جمع ناس، اناس اور اناسی آتی ہے۔

ناس کے لفظ میں عمومیت پائی جاتی ہے۔ اگر یا ایہا الناس کہا جائے تو اس سے مراد موجودہ دو یعنی حال اور مستقبل کے سب انسان مخاطب ہوتے ہیں۔

ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا مَا بَيْنَكُمْ
الَّذِي خَلَقَكُمْ (۲۱)

۱۔ اناس، انسانوں کے ایسے گروہ کو کہا جاتا ہے جو تقسیم کاری یا قبیلہ یا کسی دوسری وجہ سے دوسرے سے مختلف ہو۔ جیسے فرمایا:

قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبُهُمْ (۲۲)

اور اناسی، انسانوں کے ایک بہت بڑے گروہ کو کہا جاتا ہے جیسے:

خَلَقْنَا أَعْنَامًا وَأَنَا سَيِّئٌ كَثِيرًا (۲۳)

۲۔ آدم، کا مادہ ادم ہے جس کے بنیادی معنی توافق اور ملائمت کے ہیں (۲-۱) اور ادم ہر موافق اور ملائم

چیز کو کہتے ہیں (منجہ) اور اس پر دلیل حضور اکرم کا وہ ارشاد ہے جو آپ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو ایک عورت کو پیغام نکاح کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا:

لَوْ نَظَرْتُ إِلَيْهَا، فَإِنَّهُ أَخْوَىٰ أُمَّتٍ

یٰؤدُم بِنْتِکُمْ۔ (ترمذی، نسائی)

در بیان الفتاویٰ و خوشگوار پیغاموں کے لیے کہنے کا زیادہ امکان ہے!

اس توجیر کے علاوہ اور بھی کئی توجیہات بیان کی جاتی ہیں لیکن راجح یہی مذکورہ توجیر ہے کیونکہ اس کی تائید حدیث سے بھی ہو جاتی ہے۔

۳۔ ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کا نام ہے۔ تاہم افراد جنس پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہو سکتا ہے (منجہ)

اور جب بنی آدم کہا جائے تو اس سے تمام لوح انسانی مراد ہوتی ہے۔

اور آدم یا بنی آدم کا استعمال جہاں کہیں بھی قرآن کریم میں مذکور ہے وہ انسان کی تاریخ سے تعلق رکھتا ہے۔ مثلاً آدم کی مٹی سے پیدائش، حمد السنت، فرشتوں کا سجدہ کرنا۔ اس کا اشرف المخلوقات ہونا، شیطان کا آدم اور بنی آدم کو گمراہ کرنا اور اس کا خدا سے مکالمہ وغیرہ وغیرہ۔

۳۔ بشر: کے بنیادی معنی کسی چیز کا حسن و جمال کے ساتھ ظہور ہے (۲) جبکہ انس کے معنی محض ظہور کے ہیں۔ اَلْبَشَرَةُ انسان کی جلد کی اوپر کی سطح کو کہتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے:

لَوَاحِشَهُ لَلْبَشَرِ (۲۹)

دوزخ کی آگ جلد کو جھلس کر سیاہ کر دے گی۔

اور اس کی جمع بشرک اور بشائر آتی ہے اور انسان کو بشر اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی جلد بمقابلہ دوسرے حیوانات کے اون، لہم اور بالوں وغیرہ سے بہت حد تک پاک صاف ہوتی اور ظاہر دکھائی دیتی ہے۔ (صفت)

بشر کا لفظ واحد، جمع، مذکر، مؤنث سب کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ البتہ اس کی تشبیہ بشرین ہے۔ جیسے فرمایا:

أَتَوْنَا مِنْ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا (۳۳)

کیا ہم اپنے ہی جیسے دو آدمیوں پر ایمان لائیں؟

اور بشر کا لفظ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب انسان کے طبعی اور مادی پہلو اس کی جسمانی بناوٹ فطری حوائج اور کمزوریوں کا ذکر کرنا مقصود ہو۔ جیسا کہ مندرجہ بالا آیت سے واضح ہے۔ اور بشر کے مقابلہ میں مَلَك (یعنی فرشتہ) کا لفظ ہے جو مادی پہلو، یعنی ظاہری جسم اور فطری حوائج سے یکسر پاک ہوتا ہے۔ کفار کا ہمیشہ یہی اعتراض رہا کہ ہم اپنے ہی جیسے ایک بشر جو ہماری طرح ہی پیدا ہوتا اور مرتا ہے، کھاتا پیتا، بازاروں میں چلتا پھرتا اور اپنی حاجات ہماری طرح ہی پوری کرتا ہے۔ تو اس میں آخر کیا فوقیت ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے۔ ہاں اگر کوئی فرشتہ ہوتا، جو ان حوائج سے پاک ہوتا تو کوئی بات بھی تھی۔ درج ذیل آیات میں خدا تعالیٰ نے اسی اعتراض کا جواب دیا ہے:

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمْ
الرُّسُلُ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا
رَسُولًا۔ قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ
مَلَائِكَةٌ يَتَشَوَّنُ مَطْمَئِنِّتِينَ لَآتَيْنَا
عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَسُولًا۔

اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آگئی تو ان کو ایمان لانے سے اس کے سوا کوئی چیز مانع نہ ہوتی کہ کہنے لگے کہ کیا خدا نے آدمی کو پیغمبر بنا کے بھیجا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر فرشتے زمین میں آباد ہوتے جو چلتے پھرتے اور آرام کرتے تو ہم ان کے پاس آسمان سے فرشتہ ہی پیغمبر بنا کر بھیجتے۔

ماہصل: جب انسان کے معاشرتی پہلو کا تذکرہ مقصود ہو تو اس اور اس کے مشقات اور جب تاریخی پہلو کا ذکر ہو تو آدم اور بنی آدم اور جب اس کے طبعی اور فطری حوائج کا ذکر مقصود ہو تو بشر کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

۵۔ آرام کرنا

کے لیے سَکَنَ، سَبَتَ اور اِرْتَقَى (رفق) کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں؛
 ۱۔ سَکَنَ، حرکت اور اضطراب کے بعد ٹھہراؤ کو سکون کہتے ہیں (م) اور سکون کا لفظ ظاہری و معنوی دونوں طرح سے مستعمل ہوتا ہے جسمانی تھکاوٹ کے بعد آرام کرنے کے لیے بھی، جیسے فرمایا،
 مَنْ أَلِهَ عَذْرَاءُ اللَّهِ يَا ذِي كَفْرٍ لِيَلِّ لِيَلِّ تَشْكُونَ اشد کے سوا اور کون سمود ہے جو رات لاسکے جس میں تم
 فِيهِ - (۱۳۶) آرام کرتے ہو۔

اور ذہنی تفکرات سے سکون حاصل کرنے کے لیے بھی۔ جیسے فرمایا،
 وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنْ صَلَوَاتِكَ سَكَنَ لَهُمْ اور اُن کے حق میں دعا سے خیر کرو کیونکہ تمہاری رُحَمَاءُ اُن کے
 لیے موجب تسکین ہے۔ (۱۳۶)

۲۔ سَبَتَ، اس کے بنیادی معنی راحت اور سکون ہے (م)۔ یعنی ایسا آرام جس کے بعد راحت بھی
 حاصل ہو (معن) جیسے فرمایا،
 وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سَبَاتًا (۱۳۷) اور ہم نے نیند کو تمہارے لیے (موجب) آرام بنایا۔
 اور طبی تحقیق یہ ہے کہ دن بھر کام کرنے سے جسم کے جو خلیے ختم ہو جاتے ہیں نیند کی حالت میں انہی خلیے
 ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پوری نیند لینے کے بعد انسان جب بیدار ہوتا ہے تو تازہ دم اور
 مسرور ہوتا ہے اور یہی سبب کا مفہوم ہے۔

۳۔ اِرْتَقَى، اس کا مادہ ارتق ہے۔ درستی اور سستی سے پاک باہم موافقت اور قرب کو رفق کہتے ہیں۔
 بعد ازاں جو شے راحت اور موافقت کا سبب بنے اسے رفق کہا جاتا ہے۔ اسی لحاظ سے و سَرَفَقَ
 کہنی کو کہتے ہیں کہ اس سے ٹیک لگائی جاتی ہے اور انسان آرام محسوس کرتا ہے اور میرفتی چھوٹے
 ٹیکہ کو کہتے ہیں اور ارتفاق ایسی رفاقت کو کہتے ہیں جو موجب راحت اور موافقت ہو۔ اور اِرْتَقَى
 ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں آرام بھی میسر ہو اور کوئی چیز ظل انداز نہ ہو۔ جیسے ارشاد باری ہے:
 رَفَعْنَا السُّورَاتِ وَحَسَّنَّا مَرْتَقًا (۱۳۸) (وہ جنت کیا ہی) خوب بدلہ ہے اور کیا) اچھی آرام گاہ بنا

حاصل؛ سَکَنَ، جسمانی اور ذہنی آرام کے لیے ۲۔ ارتق، ایسے آرام کے لیے جس میں کوئی دوسری چیز حاصل یا
 ۲۔ سَبَتَ، آرام اور اس کے بعد راحت کے لیے ظل انداز نہ ہو، استعمال ہوتا ہے۔

۶۔ آرزو- آرزو کرنا

کے لیے اَمَلَ، اَمَّنِيَّتِه (معنی) اور وَدَّ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ اَمَلَ (ج اعمال) ایسی آرزو اور توقع جس کا پورا ہونا کو متوقع اور منظر ہوتا ہے تاہم مشکل اور بعید ہوتا ہے
 چنانچہ ابن فارس نے اس کے معنی اَلْتَثْبُتُ وَالْاِنْتِظَارُ وَرَجَّحَ فَرَمَتْهُ ہیں (م)۔ یعنی کسی آرزو کی آس

لگائے رکھنا اور اس کی تکمیل کا منتظر رہنا، زندگی کی بہاریں دیکھنے کا آرزو مند رہنا۔ جیسے کسی شاعر نے اپنے دوست کے وفا کی آرزو میں یہ مصرع کہہ دیا جو امل کے مفہوم کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔
دوست فریب ہے طول امل ہے، کچھ بھی نہیں!

ارشاد باری ہے:

ذُرْمُ يَا كَلْبُوا وَيَمْتَعُوا وَيَلْبِهِمْ
الْأَمَلُ نَسْوَةٌ يَعْلَمُونَ۔
(۱۵)

(۱۵) (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

۲۔ اُمْنِيَّة (رج امانی) ایسی آرزو جس کی کوئی مضبوط بنیاد موجود نہ ہو۔ حسن ظن و تخمین پر کوئی خیال باز نہنا پھر اس کی آرزو رکھنا (دفع) گویا یہ لفظ باطل اور جھوٹی خواہشات اور توقعات لگانے کے لیے آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ
كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَى تِلْكَ أَمَانِيُّكُمْ
قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَ كُفْرَانِكُمْ
صَلِّتَيْن۔ (۱۱)

اور (یودی اور عیسائی) کہتے ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے سوا کوئی بشت میں نہیں جاتے گا۔ یہ ان لوگوں کے خیالات باطل ہیں۔ (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

اور بعض علماء نے درج ذیل آیت:

وَمِنْهُمْ أُمِّيُونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ
إِلَّا أَمَانِيًّا فَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ۔
(۱۲)

اور ان میں سے بعض اُن پڑھ نہیں جانتے کہ اپنے خیالات باطل کے سوا (خدائی) کتابوں سے واقف ہی نہیں اور وہ مرتعن سے کام لیتے ہیں۔

میں امانی سے مراد وہ روایات ہی ہیں جو انہوں نے اپنی طرف سے دین میں شامل کر لی تھیں یا تحریک کی تھی اور مجاہد نے اِلَّا اَمَانِيًّا کے معنی اِلَّا كَذِبًا یعنی جھوٹ کیا ہے اور بعض نے اَمَانِيًّا سے مراد بے سچے سچے تلاوت کرنا مراد لیا ہے۔ (دفع) جیسا کہ اس خیال کی تائید بعض دوسری آیات بھی کرتی ہیں اور صحیحی، بعض جھوٹی بات کرنا تسخیر الرجل یعنی اس نے جھوٹ بولا (م۔ ق) قرآن میں ہے:

أَمْ لِلْإِنْسَانِ مَا تَمَسَّتْ
يَا لَيْسَ لَهُ شَيْءٌ يَشْكُرُ
(۱۳)

۲۔ وَدَّ، اس کے بنیادی معنی ہیں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) کسی چیز سے محبت کرنا (۲) اس کے حصول کی آرزو کرنا۔ پھر یہ لفظ کبھی دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے کبھی کسی ایک معنی میں۔ مثلاً درج ذیل آیت:

رُبَّمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوِ كَانُوا
مُسْلِمِينَ (۱۴)

میں دونوں باتیں پائی جاتی ہیں۔ اور درج ذیل آیت:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (۱۵)

سَيَجْعَلُ لَكُمْ الرِّحْلَيْنِ وَذَا - (۱۱) (مخلوقات کے دل میں ڈال دے گا۔)

میں صرف پہلا مفہوم پایا جاتا ہے۔

ماحصل؛ اہل بظاہر غیر متروق اور دیر سے وقوع پذیر ہونے والی آرزو۔ اُمڈیۃ، باطل اور بے بنیاد آرزو کو کہتے ہیں (ادھیں) آرزو کی بنیاد موجود ہو وہ رہا ہے۔ "امید لگانا نہیں دیکھیے) اور دیکھی بھی چیز کی محبت اور آرزو کو کہتے ہیں۔ نیز دیکھیے "خواہش"

۷-۱ آرٹ

کے لیے برزخ، حَجْر، حَجْر اور حَجْد کے الفاظ آتے ہیں۔

۱- برزخ، دو چیزوں کے درمیان کوئی حامل چیز جبکہ ان دونوں چیزوں کے درمیان کافی وسعت ہو تو یہ حامل چیز برزخ ہے (م۔ل) جیسے دنیا اور آخرت کے درمیان یا مرنے سے لے کر قیامت تک کا درمیانی وقفہ برزخ کہلاتا ہے۔

لیکن ابن الفارس نے جو کافی وسعت کی قید لگائی ہے یہ صحیح نہیں کیونکہ قرآن کریم اس کی تائید نہیں کرتا ارشاد باری ہے؛

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ - بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ
لَّا يَبْغِيَانِ - (۵۵)

اُس نے دو دریا ملان کیے جو آپس میں ملتے ہیں۔ دونوں میں ایک آڑ ہے کہ (اس سے) تجاوز نہیں کر سکتے۔

البتہ اگر کافی کھلی جگہ کے بجائے کافی فرق (خواص وغیرہ کا) ہوتا تو موزوں تر تھا۔

برزخ دراصل دو چیزوں کے درمیان ایک تیسری چیز ہوتی ہے جو آڑ کا کام بھی دیتی ہے مگر اس تیسری چیز یعنی برزخ میں دونوں چیزوں کے خواص بھی موجود ہوتے ہیں خواہ ایک چیز کے دوسری سے زیادہ ہوں یا برابر۔ عالم برزخ کی بھی یہی صورت ہے کہ مومن کے لیے راحت اور کافر کے لیے عذاب ہیں سے شروع ہو جاتا ہے لیکن یہ اخروی راحت یا عذاب کے کم تر درجہ کا ہوتا ہے۔

اور دو دریاؤں کا درمیانی برزخ یوں ہوتا ہے کہ سمندر میں ایک گرم نہر چل رہی ہے، دوسری سرد ہے تو اس برزخ کا پانی محتدل ہوگا۔ اسی طرح اگر ایک طرف میٹھا پانی ہو اور دوسری طرف کڑوا اور کھاری تو اس برزخ کا پانی درمیانی کیفیت کا حامل ہوگا اور اس برزخ کی چند مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ جن میں درمیان قسم کے خواص موجود ہوتے ہیں، مثلاً جنت اور دوزخ کے درمیان اعراف کہ یہاں نہ عذاب ہو گا نہ راحت۔ انسان اور حیوان کے درمیان بن مانس، انسان اور پھلی کے درمیان جل پری، حیوانات اور جمادات کے درمیان مرجان، ٹھوس اور مائع اشیاء کے درمیان پارہ وغیرہ وغیرہ!

۲- حجر۔ حجارة کا عام معنی پتھر ہے جو سخت اور ٹھوس ہے۔ پھر حجر ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو سخت بھی ہو اور ایسی آڑ یا روک کا کام دے جو کسی چیز کو دوسری چیزوں سے الگ کر سکے (معن) ابن فارس کے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے؛ المنع والحاطة علی الشیء (م۔ل) گاؤں کی حفاظت کے لیے

لعل الفاظ یہ ہیں؛ (البرزخ) الحائل بین الشیئین، کان بینہما برازای متسعاً۔

گاؤں کے گردھار کھینچ لینا، پتھروں سے احاطہ کرنا، کوٹ یا حویلی سے احاطہ کرنا۔ یہ سب کچھ حجر کے مفہوم میں شامل ہے، ارشاد باری ہے:

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلَائِكَةَ لَا بُشْرَىٰ لَكُمْ ۗ إِنَّمَا لَكُمْ فِي الْأَعْيُنِ مَا رَمَوْا بَصِيحًا ۚ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُجْرِمِينَ ۖ وَيَقُولُونَ ۗ جِجْرًا تَجْجِرُونَ ﴿٢٥﴾
 جس دن وہ اپنے نگاہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن نگاہوں کے لیے کوئی خوشی کی بات نہیں ہوگی اور کہیں گے (خدا کرے) تم روک لیے اور بند کر دیے جاؤ۔ (جالد حرشی)

(۲) روک دی جاوے کوئی آڑ۔ (عثمانی)
 جِجْرًا تَجْجِرُونَ کا لفظ اہل عرب کسی دشمن یا آفت کے نازل ہونے کے وقت مجازاً استعمال کرتے تھے جیسے ہم کہتے ہیں "اس سے خدا کی پناہ" تو سننے والا اس کو عموماً کوئی تکلیف نہ پہنچاتا۔

پھر حجر کا لفظ ایسی عقل کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جو غلط اور باطل نظریات اور بیہودہ باتوں کو قبول کرنے سے انکار کر دے۔ گویا ایسی عقلائے عقل کو بھی جو اپنا بچاؤ سوچ لے حجر کہتے ہیں ارشاد باری:

هَلْ فِي ذَٰلِكَ لَمَسْمُومٌ لِّذِي حِجْرٍ ﴿٢٦﴾
 بیشک یہ چیزیں عقلمندوں کے نزدیک تم کھانے کے لائق ہیں پھر حجر کا لفظ ممنوع، ناجائز اور حرام چیز کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

وَقَالُوا هٰذِهِ اَنْعَامٌ وَّحَرَّتْ جِجْرًا ﴿٢٧﴾
 اور وہ اپنے خیال سے یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ جانور اور کھیتی بیجے اس شخص کے سوا جسے ہم چاہتے ہیں کوئی نہ کھائے۔

۳۔ حجز دو چیزوں کے درمیان ایک تیسری چیز جو دونوں کے درمیان حاصل ہو جائے (الحوالین الشیشین-م) اور جائز بمعنی اوٹ۔ پردہ۔ ارشاد باری ہے:

وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ﴿٢٨﴾
 اور دو دریاؤں کے درمیان اوٹ (کس نے) بنائی؟

پھر جائز کا لفظ درمیان میں حاصل ہو کر کسی ایک چیز کو روک لینے یا دوسری کو بچا لینے کے معنی میں بھی آتا ہے

فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ﴿٢٩﴾
 پھر تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو اس سے بچالے (عثمانی)

۴۔ حَٰجِدٌ ہر چیز کی انتہا اور آخری کنارہ جو اسے دوسری چیزوں سے الگ کر دے (م) گویا اس کے بنیادی معنی میں (۱) روک (۲) کنارہ کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ گویا حَٰجِدٌ کوئی تیسری چیز نہیں ہوتی وہ ایک ہی چیز کا آخری کنارہ ہے جو اسے دوسری چیزوں سے ملنے نہیں دیتا (معنی) ہمارے ہاں صلہ و درجہ کا لفظ عام استعمال ہے جو اس مفہوم کی وضاحت کرتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا ۖ ذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ﴿٣٠﴾
 اور جو کوئی خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں (آخری انتہا) سے آگے نکل جائے تو خدا اُسے دوزخ میں ڈالے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔

حاصل: (۱) بَرَزَ: دو چیزوں کے درمیان ایک تیسری چیز جس میں دونوں کی پیش یا برابر برابری خاص پائے جائیں اور روک کا مے محفوظ رکھے۔ (۲) جِجْرًا: ایسی روک جو کسی چیز کو دوسری چیزوں سے

(۳) حُجْرٌ دُوْجُجْرٌ اور درمیان ایسی روک ہو ایک چیز کو (۴) حُجْرٌ، ایک ہی چیز کو آخری انتہا یا آخری کنارہ ہونے دوسری چیزوں سے محفوظ اور بچائے رکھے۔ دوسری چیزوں سے ملنے سے روک دے نیز دیکھتے پردہ اور دیوار

۸- آزاد

کے لیے حُجْرٌ، مُحْصِنٌ اور مُحْصَنَاتٌ اور سنّٰدی کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں
۱- حُرٌّ، یعنی آزاد (مصدق یعنی غلام) یعنی ایسا شخص ہو کسی کا غلام نہ ہو۔ قرآن میں ہے:
الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ
الْأَنْثَىٰ بِالْأُنْثَىٰ۔ (۱۱۸)
عصمت کے بدلے عورت۔

۲- مُحْصِنٌ، حُصْنٌ کے معنی قلعہ یا پناہ گاہ کے ہیں اور ابن الفارس کے نزدیک اس میں تین باتیں پائی جاتی ہیں۔ حفاظت، اعاطہ اور پناہ۔ اور احصائوں بھی بنیادی طور پر انہی باتوں کا تصور پایا جاتا ہے۔ احصان بھی دو قسم پر ہے ایک یہ کہ آزادی اور اس کا شرف غلامی کے مقابلے میں بذات خود ایک قلعہ کا کام دیتا ہے۔ دوسرے نکاح بھی فحاشی سے بچنے اور عصمت و عصمت کو محفوظ رکھنے کے لیے قلعہ کا کام دیتا ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ ان دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ حُصْنٌ یا حُصَنَاتٌ اگر عقیف یا عقیفہ کے معنی میں ہو تو حص کو زبرد اور زیر دونوں کے ساتھ بڑھ سکتے ہیں اور اگر حُجْرٌ کے بعد یہ لفظ آئے تو حص پر زبرد ہی پڑھا جائے گا اور اس کا معنی صرف شادی شدہ ہو گا (اعت، لونڈی اور غلام کے مقابلے میں آزاد مرد اور عورت اپنی عصمت کی حفاظت کرنے میں بہت حد تک آزاد ہیں۔ ایک تو لونڈی سلام کو کام کاج کے لیے باہر جانا پڑتا ہے اور وہ معاشرہ میں کمتر درجہ رکھنے کے باعث فحاشی کے زیادہ متوجہ یا شکار ہو جاتے تھے۔ دوسرے اس وقت کا یہ دستور بھی تھا کہ مالک محض لالچ کی خاطر اپنی لونڈی سے پیشہ کر لیتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس گروہ کا روبرو سے بشارت منع فرما دیا۔ ارشادِ باری ہے:
وَلَا تُكْرَهُنَّ وَفْتَنَتِكُمْ عَلَى الْبَغَاءِ
إِنْ أَرَدْتُمْ تَحْصِنَ أَنْتُمْ تَبْتَغُوا
عَرَضَ الْحَيَوةِ الدُّنْيَا (۱۲۳)
اور اپنی لونڈیوں کو اگر وہ پاکلائیں رہنا چاہیں تو حص دینیوی
فائدہ حاصل کرنے کے لیے بد کاری پر مجبور نہ کرو۔

نیز فرمایا،

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ
يَنْكِحِ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ
فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَمَنْ
فَتَنَتِكُمْ الْمُؤْمِنَاتِ (۱۲۴)
اور جو شخص تم میں سے آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کا
مقدور نہ رکھے تو مومن لونڈیوں ہی سے جو تمہارا
قبضہ میں آگئی ہوں نکاح کر لے۔

اس آیت میں حُصْنٌ کا لفظ آزاد اور کنواری عورتوں کے لیے استعمال ہوا ہے۔ شادی شدہ عورتوں کو اپنی عصمت کی حفاظت کے اور بھی زیادہ مواقع میسر آتے ہیں۔ نکاح کے بعد شہوت کی تسکین اور مرد کی

غیرت عورت کو فحاشی سے بچانے کے لیے مضبوط قلعہ کا کام دیتی ہے۔ درج ذیل آیت میں محصلت کا لفظ صرف شادی شدہ عورت کا مفہوم واضح کر رہا ہے۔

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ (۶۴)
اور شوہر والی عورتیں بھی (تم پر حرام ہیں) مگر وہ لونڈیاں جو تمہارے قبضہ میں آجائیں۔

گویا اِحْصَان کا لفظ اپنی عصمت و عفت کی حفاظت میں آزاد ہونے کے مفہوم کو ظاہر کرتا ہے۔

۳۔ سڈی، سدی الناقۃ یعنی اونٹنی نے اپنی چال میں فراخ قدم رکھا اور سادی اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو اپنی چال میں کھلے کھلے قدم رکھے (منجد) اور سڈی یعنی شتر بے ہمار جس پر کوئی

پابندی نہ ہو۔ ارشادِ باری ہے :

أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى (۶۵) کیا انسان خیال کرتا ہے کہ چھوٹا رہے گا بے قید (مٹائی)

ماہصل : (۱) محض: عہد کے مقابلہ میں آزاد (۳۱) سڈی: شتر بے ہمار
(۲) محصن: اپنی عصمت کی حفاظت کرنے میں آتم

۹ آزاد کرنا

کے لیے تحریر، طلاق اور تشریح کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں :

۱۔ تحریر: اس کا اصل محض ہے اور اس کے مادہ میں دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ (۱) آزاد ہونا (۲) عیب نقص سے پاک ہونا (م) ل) ترکی ضد عبد" یعنی غلام ہے۔ اور حُرٌّ (مخبر نبرگ) کے معنی غلام کو آزاد کرنا۔ گویا یہ لفظ صرف غلام کو آزاد کرنے کے لیے مخصوص ہے۔ ارشادِ باری ہے :

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيْرُهُ سَبْعَةَ مِائَةِ مِائَةٍ ذَرِيَّةً مَسْلَمَةً إِلَىٰ أَهْلِهِ (۶۶) اور جو بھول کر بھی مومن کو مار ڈالے تو (ایک تو) ایک مسلمان مؤمنینہ ذریعہ مگر مسلمانہ کے آہلہ (۶۶) غلام آزاد کرے اور (دوسرے) متزل کو اولوں کو خونا بھی دے

۲۔ طلاق: اس کے مادہ طلق" میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) تخلیہ (۲) ارسال (م)۔ گویا کسی

ذی حیات کو، جو اپنے کنٹرول اور نگہداشت میں ہو، اس سے کنٹرول اٹھا لینا اور اپنے ہاں سے روانہ کر دینا اس کا معنی ہے اور اس لفظ کا استعمال بالعموم اپنی بیوی کو نکاح کے بندھن سے آزاد کرنے اور نصبت کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ تاہم یہ ضروری نہیں کہ دونوں باتیں ایک ساتھ ہی پائی جائیں۔ ارشادِ باری ہے :

الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ (۶۷) طلاق دو بار ہے۔

اب یہ تو ظاہر ہے کہ ایک آدو مرتبہ کی طلاق میں تخلیہ تو پایا جاتا ہے لیکن نصبتی نہیں ہے۔

اسی طرح قیدی کو آزاد کرنے کے لیے بھی طلاق کا لفظ استعمال ہوتا ہے (گو قرآن کریم میں اس کی مثال موجود نہیں) تو یہاں بھی تخلیہ یا اپنے حق سے دستبرداری کی شرط موجود ہے لیکن ارسال کر نیکی نہ ضرورت ہے اور نہ شرط۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ طلاق میں اصل شرط تخلیہ کی ہے۔ اور ارسال کی شرط بعض اوقات

جیسے تیسری مرتبہ کی طلاق میں یہ شرط لازمی ہے اور بعض اوقات معدوم ہوتی ہے جیسے پہلی یا دوسری بار کی طلاق میں۔

۳- تسریح: سرح سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں مویشی کا چرنے کے لیے لے جانا اور استسرح بمعنی اونٹ یا مویشیوں کو چرنے کے لیے بھیجنا (منجد) بعد میں اس کا اطلاق مویشیوں کو چراگا ہوں میں کھلا چھوڑ دینے پر ہونے لگا (م) چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرَيِّجُونَ وَحِينَ تُسْرِحُونَ۔
اور شام کو جب ان مویشیوں کو (جنگل سے) لاتے ہو اور صبح کو جب (جنگل) چرانے لے جاتے ہو تو ان سے تیسری

(۱۶)

عزت و شان ہے۔

گویا تسریح کا بنیادی معنی رخصت میں سہولت کو ملحوظ رکھنا ہوتا ہے اور اس میں بندھن کی گرفت ایسی مضبوط نہیں ہوتی جیسی طلاق کے مفہوم میں پائی جاتی ہے۔ نیز تسریح کا لفظ عام ہے جبکہ طلاق کا لفظ قریباً عورت ہی سے مختص ہو کر رہ گیا ہے۔ البتہ یہ تسریح اگر عورت سے متعلق ہو (تسریح المرأة) تو پھر اس کے معنی عورت کو طلاق دے کر رخصت میں آسانی ملحوظ رکھنا (م) ہوں گے۔ ارشاد باری ہے:

الطَّلَاقُ مَرْثِنٌ فَإِنَّمَا أَكْرَمُ مَرْثِنٌ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ۔ (۱۶)

طلاق (صرف) دو بار ہے۔ پھر یا تو بطریق حسنہ نکاح میں سہنے دیا جائے یا انہیں بھلائی سے رخصت کر دیا جائے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكُمُ إِن كُنْتُمْ تُرِيدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَ زِيَّتَهُمَا فَمَتَّعَالَيْنَ أُمْتِعْكَنَّ وَاسْرَحْنَ سَرَاحًا جَمِيلًا (۲۳)

اے نبی! آپ اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت و آرائش کی خواہنگار ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دوں اور اچھی طرح سے رخصت کر دوں!

اصل (۱) تحریر کا لفظ صرف غلام کو آزاد کرنے کے لیے مخصوص ہے۔
(۲) الطلاق اور تسریح دونوں لفظ عورت کی جدائی یا

مات مفہوم میں طلاق کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ الطلاق میں تخلیہ ضروری اور ارسال جزوی شرط ہے جبکہ تسریح میں لازمی جز ارسال ہے اور وہ بھی آسانی و سہولت کو مد نظر رکھتے ہوئے۔

۱۔ آزمائش کرنا

کے لیے اِمْتَحَنَ (محن) بلی اور اَبْتَلَى (بلی) اور فِتْنَانَ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔
۱۔ اِمْتَحَنَ: امتحان ایسی آزمائش کو کہتے ہیں جو حقیقی کے بجائے نرمی سے کی جائے اور اس میں کٹانہ کا پہلو بھی شامل ہو (م) اور بسا اوقات اس آزمائش سے پیشتر امتحان دہندہ کو زیر تعلیم و تربیت بھی کھا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ كُفْرٌ

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس کفر آئے

المؤمنات مخلصات فاهتجنوهن
 اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِمْ فَيَنْ
 عِلْمُهُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا
 تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ - (۳۳)

وہن چھوڑ کر آئیں تو ان کی آزمائش کرو۔ (اور) خدا تو ان کے
 ایمان کو خوب جانتا ہے۔ سو اگر تمہیں معلوم ہو کہ مومن
 ہیں تو ان کو کفار کے پاس واپس نہ بھیجو۔

۲۔ بجلی (بیلو۔ بلاء) بلاء ایسی آزمائش ہے جس میں سختی اور شدت پائی جاتے صاحب منہی الارب
 اس کے معنی سختی و دریا فتن چیز سے کشف آل "بتلاتے ہیں (۵) اور یہ آزمائش خیر و شر دونوں صورتوں
 میں ہو سکتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَبَلَّوْا لَهُمْ بِالْحَسَنَاتِ
 لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (۱۶۷)

اور ہم آسانوں اور تکلیفوں (دونوں طرح) سے ان کی
 آزمائش کرتے رہے تاکہ تمہاری طرف رجوع کریں۔

تاہم آزمائش چونکہ عموماً تکلیف دہ ہوتی ہے اس لیے شر کے پہلو میں استعمال زیادہ ہوتا ہے۔ مثلاً:
 وَلَبَّلَّوْاكَمُ بَشِيْءٍ مِّنَ النَّحُوْبِ وَالْجُوعِ
 وَنَقِيْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالتَّمْرِ
 وَبَشِيْرٍ الصَّيْرِ (۱۶۷)

اور ہم کسی قدر خوف، بھوک اور مال، جانوں اور بیویوں
 کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے اور میر کرنے
 والوں (خدا کی خوشنودی کی) بشارت سنا دو۔

اور ابتلی کے معنی کسی چیز کو اٹ پٹ کرنا یا حالات کو دو گروں کر کے جانچنا ہوتا ہے ارشاد باری
 إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ
 آمشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ (۲۱)

ہم نے انسان کو مخلوقِ نطفہ سے پیدا کیا جسے ہم اٹتے پٹتے
 رہے۔

پھر ابتلاء عموماً کسی اتفاقی حادثہ سے ہوتا ہے۔ ایسے واقعہ سے جسے دوسرے لوگ بھی دیکھ سکیں۔
 دیکھیے درج ذیل آیت:

فَلَا تَبْتَئِلْ لِلدَّيْنِ إِيمًا رَبِّهِ بِكَلِمَتٍ
 فَاَتَتْهُمْ (۳۳)

اور جب حضرت ابراہیمؑ کی اس کے پروردگار نے چند
 باتوں میں آزمائش کی تو وہ ان میں پورے اترے۔

۳۔ فتنہ، ابتلاء کی طرح اس آزمائش میں بھی سختی پائی جاتی ہے۔ فتن کے معنی سونا چاندی کو کھینچنا
 اور ظاہر ہے کہ یہ باتیں ترک وطن، اولاد کو بے آب و گیاہ میدان میں بے آسرا چھوڑ دینا، بیٹے کی
 قربانی پر تیار ہو جانا، یا آگ میں داخل ہو جانا وغیرہ تھے۔ جنہیں دوسرے سب لوگ دیکھ سکتے تھے۔
 میں ڈال کر تپانا گلانا اور کھوٹ معلوم کرنا ہے (منجد) ارشاد باری ہے:

يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُقَالُونَ (۱۱۵)

وہ اس دن آگ پر تپائے جائیں گے۔

اور فتنہ کا لفظ اکثر بڑے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ فتنہ کے معنی آزمائش، دکھ، رنج، رسوائی، دیوانگی
 عبرت، عذاب، مرض ہیں (منجد) اسی طرح فتنان کے معنی شرانگیز انسان، چور، شیطان ہیں۔ (منجد)
 جبکہ ابتلاء میں انسان کی آزمائش ذاتی برائی اور خباثت کے سبب سے نہیں آتی۔ دور ابتلاء اور
 دور فتن میں جو فرق ہے وہ بالکل واضح ہے۔ ابتلاء میں بڑا پہلو عموماً قدرتی حوادث سے متعلق ہوتا ہے

جگہ فتنہ میں برپا ہلوسا اوقات انسان کا اپنا پیدا کردہ ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةً فِي الْأَرْضِ
وَفِتْنًا كَبِيرًا ﴿۳۶﴾
اور بڑا فساد ہے گا۔

ابتلاء اور فتنہ میں ماہر الامتياز فرق یہ ہے کہ فتنہ میں عام طور پر آزمائش ایسی چیزوں سے ہوتی ہے جن سے انسان محبت کرتا ہے اور ان سے اس کا دلی لگاؤ ہوتا ہے۔ (م) چنانچہ قرآن کریم کی یہ آیت،
وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا آمَنُوا لَكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ
فِتْنَةٌ ﴿۳۸﴾
اور جان رکھو کہ تمہارے مال اور اولاد بہت بڑی آزمائش ہیں۔

اس پر تفسیر دہیل ہے۔ سورہ بقرہ میں ہدوت اور مادوت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا
وَمَا يُعَلِّمِينَ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولُوا
إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ﴿۱۳۶﴾
یہ ذکر دیتے کہ ہم تو (ذریعہ) آزمائش ہیں۔ تم کفر میں پڑو۔
اور یہ کفر جاو کی طلب تھی۔ جس کی ہوس میں وہ لوگ گرفتار تھے۔ اسی ہوس کو فتنہ سے تعبیر کیا گیا۔

محصّل (۱) امتحان، اس آزمائش میں سختی کے

بجائے نرمی ہوتی ہے اور اس میں سابقہ تعلیم تربیت
ہوتی ہے۔ یعنی بالعموم ایسی چیزوں سے ہوتی ہے جن سے
کی آزمائش ہوتی ہے۔

(۲) ابتلاء اور ابتلاء، یہ آزمائش سخت قسم کی ہوتی ہے
اور بالعموم ایسے واقعات سے ہوتی ہے دوسرے بھی
دیکھ سکیں یعنی حوادث سے ہوتی ہے۔

۱۱۔ آسان

کے لیے یَسِيرٌ (یسیر) اور هَيِّنٌ (ہون) کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ یسیر، اس کے مادہ یُسْر میں الفتح اور خفیف ہونا داخل ہے (م) اور یسیر وہ کام ہے جو
آسانی اور سہولت کے ساتھ سرانجام پا جائے (ضد: عسیر)

وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ عَدُوًّا وَنَارًا وَظَلَمًا
فَسَوْفَ نُصَلِّيْهِ نَارًا وَكَانَ ذَلِكَ عَنِ
اللّٰهِ يَسِيرًا۔ ﴿۲۱﴾
اور جو تمہاری اور ظلم سے ایسا کہے گا۔ ہم اس کو مغرب جہنم میں
داخل کریں گے اور یہ بات اللہ کے لیے آسان ہے۔

۲۔ هَيِّنٌ، اس کا مادہ هَوْن ہے۔ جس میں آسانی کے علاوہ نرمی کا پہلو بھی شامل ہے (م) بشرطیکہ اس
نرمی میں شکی نہ ہو۔ بلکہ نرمی کے ساتھ ساتھ سکینت اور وقار شامل ہو اور یہ صفت قابل ستائش ہے،
ارشاد باری ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا ﴿۲۵﴾
اور خدا کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر تواضع ہو کر چلتے ہیں۔

اور اگر یہ نرمی کسی کو محترم کر دے تو یہ ذلت اور سوائی کی بات ہوتی ہے اور یہ مذموم فعل ہے اور اس کے لیے ہون کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا،

فَالْيَوْمَ نَجْزِيَنَّ عَذَابَ الْهَوْنِ (۱۱۱)

لہذا ہتینؑ ایسا کام ہے جو کرنے والے کی طاقت اور قدرت کے مقابلہ میں بالکل بیچ ہو۔ کیونکہ اس کے مادہ کے مفہوم میں فروتنی کے ساتھ ساتھ کمتری و ذلت کا پہلو بھی شامل ہے۔ (بالکل معمولی اور حقیر بات سورۃ مریم میں ہے کہ جب فرشتے نے حضرت مریم کو نبی باپ بیٹے کی پیدائش کی اطلاع دی۔ تو وہ حیران ہو کر بولیں،

أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا. قَالَ كَذَٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَىٰ هَيْئٍ

یہ کیسے ممکن ہے کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہو جبکہ مجھے نہ کسی آدمی نے چھوا ہے اور نہ ہی میں بدکار ہوں۔ فرشتے نے کہا۔ یونسی ہو گا۔ تمہارے پروردگار نے فرمایا۔ یہ جیسے میرے لیے بہت آسان ہے۔

(۱۱۱)

ماصل : (۱) یسیر، بات یا کام جو فاعل سے ہوتی ہے، (۲) ہتینؑ : ذہ بات یا کام جو فاعل کی قوت و قدرت کے مقابلہ میں بہت کم درجہ کا ہو۔

۱۲۔ آسمان

کے لیے سماء (سمو) اور فلک کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں :

۱۔ سماء۔ سمو اور سماء کے بنیادی معنی بلندی کے ہیں۔ لیکن اس بلندی کی کوئی حد نہیں۔ صاحب فقہ اللغۃ نے سماء کی تعریف ہی یہ کی ہے، ہر وہ چیز جو ہمارے اوپر اور ہم پر سایہ فلک (فلک) ہے۔ قرآن میں ہے :

وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً (۱۱۲)

اور اس (اللہ) نے آسمان سے پانی اتارا (میز بسایا) یہاں سماء سے مراد بادل ہیں جو سطح زمین سے عموماً میل ڈیڑھ میل کی بلندی پر اڑتے پھرتے ہیں۔ اس کی بلندی کے لیے بھی سماء کا لفظ استعمال ہوا ہے اور درج ذیل آیت میں :

إِنَّا زَيْنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ (۱۱۳)

اور اس (اللہ) نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین کیا۔ آتی زیادہ بلندی مراد ہے جتنی دوری پرستارے چمکتے ہیں خواہ وہ لاکھوں میلوں کی بلندی پر ہوں جیسے چاند یا کوڑوں میلوں پر جیسے سورج یا ارباب ہا میل کی بلندی جیسے العقرب وغیرہ۔

سماء کا لفظ اسمائے ثلثیہ میں سے ہے اور اس کی ضد "ارض" ہے۔ یعنی ہر چیز اپنے ماتحت کے لحاظ سے سماء اور وہی چیز اپنے مافوق کے لحاظ سے ارض بھی ہے (معنی) گویا ایک ہی چیز اپنے ماتحت کے لحاظ سے سماء ہے اور وہی اپنے مافوق کے لحاظ سے ارض ہے۔ چنانچہ :

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ
الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ (۱۱۶)

خدا ہی تو ہے جس نے سات آسمان اور ویسی ہی زمینیں
پیدا کیں۔

اس آیت میں ہی معنی پائے جاتے ہیں۔

پھر جس طرح سماں بلندی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ "ارض" بھی پستی کے معنوں میں آتا ہے۔ مثلاً:
لَوْ شِئْنَا لَازِفْنَا بِهَا وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى
الْأَرْضِ وَأَتَّبَعَ حَوَاهُ۔

اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں سے اس کے (درجے) بلند
کرتے۔ مگر وہ تو پستی کی طرف مائل ہو گیا۔ اور اپنی خواہش
کے پیچھے چل پڑا۔

(۱۱۶)

۲۔ فلک، کا معنی عموماً آسمان ہی کیا جاتا ہے۔ مگر حقیقتاً فضا میں سیاروں کے مدار یا اجرام فلکی کے گھومنے
کے راستوں کو فلک کہتے ہیں (م و م ل معن)

ارشاد باری ہے،

هُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ
وَالْقَمَرَ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ۔

اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور
چاند کو بنایا۔ یہ سب (یعنی سورج، چاند اور سیارے) آسمان
میں اس طرح چلتے ہیں گویا تیر رہے ہیں۔

(۲۱)

اور ان راستوں کو فلک کہنے کی توجیہ یہ ہے کہ سیارے، فلک میں پورے دائرہ کی شکل میں نہیں گھومتے بلکہ بعض
قوانین حرکت کے تحت بیضوی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔ پھر ان کے کشش نما ہونے کی وجہ سے انہیں فلک
کہا گیا ہے۔ ایسی کشش کو عربی میں فلک کہتے ہیں۔

ماحصل (۱) سماں سے مراد معنی بلندی بھی ہے اور (۲) فلک، فلک سے مراد سیاروں کے مدار ہیں۔
وہ مخصوص اجرام ہی جن کا قرآن و احادیث میں ذکر ہے

۱۳۔ آسب زدہ کرنا

کے لیے قرآن میں تَخَبَّطُ اور اِخْتَارَى (عوی) کے الفاظ آئے ہیں،

۱۔ تَخَبَّطُ، خطب یعنی کسی کو مار مار کر بدحواس کر دینا (معن) اور مَخْبُوطُ یعنی فاجر اِخْتِلَ۔ یعنی ایسا شخص جس
کی عقل ٹھیک کام نہ کرتی ہو۔ اہل عرب کے خیال کے مطابق یہ کام جنوں اور شیطانوں سے متعلق تھا۔
جیسے کہ وہ دیوانہ کو بھی جنون کہتے تھے۔ یعنی جس کو جن پڑ گئے ہوں اور اس نے اسے دیوانہ بنا دیا ہو۔ جنون
اور مَخْبُوطُ میں فرق صرف یہ تھا کہ جو شخص فتور عقل کے عارضہ سے بیمار ہوتا اسے جنون کہہ دیتے تھے اور
جسے وقتی اور عارضی طہ پر یہ مرض لاحق ہوتا اسے مَخْبُوطُ کہتے تھے۔ ارشاد باری ہے:

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الزُّبُرَةَ لَا يُؤْمِنُونَ
إِلَّا كَمَا يُؤْمِرُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ

جو لوگ سوکھاتے ہیں وہ قبروں سے (اس طرح) بدحواس
ہو کر اٹھیں گے۔ جیسے کسی کو جن نے لپٹ کر دیوانہ

بنا دیا ہو۔

مِنَ النَّاسِ (۱۱۶)

۲- اعتری (عری۔ عدو) بمعنی ننگا ہونا اور اغزی بمعنی کسی کے کپڑے آنا کر اسے ننگا کر دینا اور اعزلی فلا ناصد بقہ بمعنی کسی شخص کا اپنے دوست کی مدد نہ کرنا اور اسے چھوڑ کر دُور ہو جانا اور عخری بمعنی بخار کی سردی لگنا اور عوف سے کپکانا اور عُرُو بمعنی بخار کی سردی (منجہ) اور اعتری بمعنی کسی کو اس قسم کے مارضہ سے دوچار کر دینا ہے۔ قرآن میں ہے:

إِنَّ تَقْوَىٰ الْإِلَٰهِ أَعْتَرَاكَ بَعْضُ الْهَدْيَا (قوم ہونے کہا) ہم تو یہ جانتے ہیں کہ ہمارے کسی مہود نے تمہیں آسیب پہنچا کر دیوانہ کر دیا ہے۔

مہصل: مارضہ اگر عقل سے تعلق رکھتا ہو تو تختیظ اور اگر جسم سے متعلق ہو تو اعتری کا لفظ استعمال ہوگا۔

۱۲- آگ

آگ کے لیے قرآن کریم میں نار اور نظی کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

نار: کا لفظ عام ہے۔ آگ چاہے بھڑک رہی ہو، تیزی میں ہو یا بجھنے والی ہو، اس میں شعلہ ہو یا نہ ہو سب پر لفظ نار کا اطلاق ہوتا ہے جبکہ نظی ایسی شدید گرم اور بھڑکنے والی آگ کو کہتے ہیں۔ جس میں شعلہ نہ ہو (الخاص من اللهب فال ۵۶) قرآن میں ہے:

كَلَّا إِنَّمَا لَظَىٰ - نَزَاعَةٌ لِّلشَّوٰی (۱۶) وَهُ (دونخ) بھڑکتی ہوئی آگ ہے، کمال ادھیڑ دینے والی

۱۵- آگ کا انکارہ

کے لیے شہاب، جذوہ اور قبس کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- شہاب: ایسے انکارہ کو کہتے ہیں جس میں چمک اور شعلہ موجود ہو، خواہ وہ آگ کا ہو یا انضا میں پایا جائے (معن) اور اس کی جمع شہب آتی ہے۔ قرآن میں ہے:

وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَا غُلُبًا (جنوں نے کہا) اور یہ کہ ہم نے آسمان کو ٹوٹا تو اس کو حَرَسًا شَدِيدًا وَشُهَابًا۔ (۲۶) معنوبہ ہو گیا دنوں اول انکاروں سے بھرا ہوا پایا۔

۲- جذوہ: ایسا انکارہ جس میں چمک ختم ہو چکی ہو اور اوپر راہ آگئی ہو۔ (معن) قرآن میں ہے:

إِنِّي أَنسُتُ نَارَ الْعَلَمِ أَنِيكُمْ مِّنْهَا بَخْبِرٍ (مجبے آگ نظر آئی ہے۔ شاید میں وہاں سے (رستے کا) اَوْجَذُوهُ مِنَ النَّارِ (۲۶) کچھ پتہ لائن یا آگ کا انکارہ لے آؤں۔

۳- قبس: مانگا ہوا آگ کا انکارہ یا شعلہ۔ قبس آگ جلانا میں دیکھیے۔

مہصل: (۱) شہاب: شعلہ والا چمکتا ہوا انکارہ (۲) جذوہ: ایسا انکارہ جس پر راہ آری ہو اور چمک (۳) قبس: مانگا ہوا آگ کا انکارہ یا شعلہ۔ ختم ہو چکی ہو۔

۱۶۔ آگ کا جلنا۔ جلانا

کے لیے قرآن کریم میں قَدْح، اَوْزَى (وری)، (اسْتَوْقَد اور اوقد، قَبَس، شَعَرَ (سحر) سَجَرًا لِنَفْسِي کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ قَدْح بالزند یعنی جہاق سے آگ نکلنے کا ارادہ کرنا (منجد) گویا قَدْح کا لفظ صرف آگ نکلنے کی کوشش اور ارادہ تک محدود ہے۔

۲۔ اَوْزَى (وری)، وری الزند محاورہ ہے یعنی جہاق سے آگ کا شعلہ نکالنا (معن) اور وِزَى یُرِی کے معنی آگ کا شعلہ برآمد ہونا (م ل ۲۸۸) چنانچہ قرآن کریم کی اس آیت:

فَالْمُورِيَةُ قَدْحًا (۲۱) پھر (ان گھوڑوں کی تم) پھر پھر رینل مارگراگ نکالتے ہیں

میں قَدْح سے مراد پھر رینل مارگراگ اس سے شعلہ پیدا ہو (وری) اور (آری سے مراد شعلہ پیدا ہونا ہے۔ بعد ازاں لفظ اوری آگ جلانے کے معنوں میں عام استعمال ہونے لگا۔ خواہ وہ نباتاتی ایندھن سے ہو یا کسی دوسری چیز سے۔ قرآن میں ہے:

أَفْوَيْتُمْ النَّارَ الَّتِي تُوْرُونَ
ءَ أَنْتُمْ أَنْتُمْ شَجَرَ تَهَا أَمْ حُنْ
الْمُنْشُونَ۔ (۵۶)

بھلا دیکھو چراگ تمہارے سے نکالتے ہو کیا تم نے
اس کے درخت کو پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرتے ہیں؟

۳۔ اَوْقَد، وقد یعنی آگ کا بھڑک اٹھنا (منجد) ابن فارس نے اس کے معنی کلمۃ تبدل علی اشتعال

النار بیان کیے ہیں (م ل) www.KitaboSunnat.com

اور اَوْقَد، آگ جلانے کے معنی میں آتا ہے جبکہ اس میں شعلہ پیدا ہونے لگیں۔ جیسے:

فَأَوْقَدِي يَهَامُنَ عَلَى الطَّيْنِ فَاجْعَلِي
لِي صِرْحًا (۲۸)

لگا کر ایشیں پکا، دو پھر ایک اونچا محل بنا دو۔

اَوْقَد، کا استعمال معنوی طور پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے:

كَلِمًا أَوْقَدُوا نَارًا لِّلْحَرْبِ أَطْفَا مَا
اللَّهُ (۵)

جب کبھی یہ یہود لڑائی کے لیے آگ لگاتے ہیں تو خدا
اُسے بجھا دیتا ہے۔

اور اِسْتَوْقَد کے معنی ایندھن وغیرہ اکٹھا کر کے بہ تکلف آگ یا چراغ روشن کرنے کے ہیں (معن) ارشاد باری ہے:

مَثَلُ مُمْ كَتَبَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا

فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ

بِنُورِهِمْ (۱۶)

۴۔ قَبَس، یعنی آگ کی چنگاری جو شعلہ سے لی جاتے (معن) اور (معنی آگ کو بصورت شعلہ لینا اور قَبَسَ یعنی آگ کا

وہ شعلہ جو بڑی آگ سے لیا جاتے۔

اور قاپس یعنی آگ کا طالب اور قَبَسَةُ النَّارِ یعنی کسی کے واسطے آگ لانا اور اَقْبَسْنَا فُلَانًا یعنی کسی کو آگ دینا (منجد) ارشاد باری ہے؛

إِنِّي أَنسَتُ نَارَ الْعَلَمِ إِتِيحَكُمُ مِّنْهَا بَقِيسٍ
أَوْ أَحَدٌ عَلَى النَّارِ هُدًى - (۲۱)

میں نے آگ دکھی ہے شاید اس میں سے تمہارے پاس
انگاری لاؤں یا آگ جلائے والوں سے رستہ معلوم کر سکوں۔

اس آیت میں قیس کا لفظ جَذْوَةٌ تِنِ النَّارِ کے عوض آیا ہے اور مانگی ہوئی آگ کے لیے بھی۔

پھر قَبَسْنَا کا لفظ آگ کے علاوہ آگ سے آگ جلائے، بڑی روشنی سے روشنی حاصل کرنے اور بڑے علم والے
سے علم حاصل کرنے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ قَبَسْنَا أَيْ عَلِمْنَا بِمَعْنَى عِلْمٍ حَاصِلٍ كَرْنًا - علم سے فائدہ اٹھانا اور قَبَسْنَا

مِنْهُ النَّارِ وَالنُّورِ وَالْعِلْمِ بِمَعْنَى كَيْسٍ سِے آگ، روشنی یا علم حاصل کرنا (منجد) ارشاد باری ہے؛

يَوْمَ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالْمُكَذِّبُونَ
لِلَّذِينَ آمَنُوا انظُرُوا نَفْسًا لَّكُم مِّنْ

اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے
ہماری طرف نظر نہ متقت کیجئے کہ ہم بھی تمہارے نور سے
روشنی حاصل کریں۔

نُورٍ كُمْ (۲۲)

اور ہمارے ہاں جو اقباس کا لفظ مستعمل ہے تو اس کا معنی کسی کی علمی تحریر یا کتاب کے کوئی حصہ یا لکھنا
لینا اور اس کو پیش کرنا ہے۔

۵۔ سَعَرَ - سَعَرَ کا معنی آگ کا جلنا بھڑکانا اور بلند ہونا ہے۔ (م ل) گویا یہ وَقَدْ سے اگلا درجہ ہے

اور سَعَرَ یعنی آگ کو خوب بھڑکانا (منجد) اور سعیر یعنی بھڑکتی ہوئی آگ۔ قرآن کریم میں ہے؛

وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِرَتْ (۲۳)

۶۔ سَجَرَ، سَجَرَ میں کسی چیز کے بھرے ہوئے ہونے اور اس میں مخالطت یا تلاطم کا مفہوم پایا جاتا

ہے (م ل) سَجَرَ النَّوْرُ کے معنی نور کو ایندھن سے بھر کر گرم کرنا (منجد) تاکہ آگ پوری شدت

سے بھڑک سکے۔ نیز سَجَرَ (مع) بادل کی گرج اور صد کی آواز کو بھی کہتے ہیں (منجد) قرآن کریم کے

الْفَاظِ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُورِ (۲۴) سے مراد ہے کہ سمندر بھرا ہوا بھی ہو اور جوش تلاطم سے ابل بھی رہا ہو اور سَجُورِ

اس ایندھن کو کہتے ہیں جس سے نور گرم کیا جائے (منجد) گویا ہر وہ چیز جو آگ میں شدت پیدا کرنے

کے لیے نور میں جھونک لی جائے وہ سَجُورِ ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے؛

فِي الْحَمِيمِ نُورٌ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ - (۲۵)

یہ (کافر لوگ) پہلے کھوتے پانی میں بھرا آگ میں جھونک
لیے جائیں گے۔

۷۔ تَلَطَّى، تَلَطَّى میں ایسی آگ جو بھڑک رہی ہو مگر اس میں شعلہ نہ ہو (ف ل ۵۶) اور تَلَطَّى النَّارِ یعنی آگ

بھڑکانا اور تَلَطَّى یعنی آگ کا بھڑک اٹھنا۔ قرآن میں ہے؛

فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّى (۲۶)

پھر میں نے تم کو بھڑکتی آگ سے متنبہ کر دیا۔

ماحصل: (۱) قَدْحِ آگ نکالنے کی ابتدائی کوشش (۲) ادنیٰ شعلہ پیدا کرنا

- (۲) أَوْقَدَ: ایندھن سے آگ جلانا۔
 (۳) قَبَسَ، آگ سے آگ جلانا۔
 (۴) تَلَطَّقَى، جب آگ میں بھڑک ہی بھڑک ہو، شعلہ نہ ہو۔
 (۵) سَفَرَ، آگ کا بھڑکانا۔

۱۷۔ آگ کا دوسری چیزوں کو جلانا

- ۱- لَوَّحٌ، لَفَّحٌ، شَوَّيَ صَهْمًا، تَضَجَّ، حَقَّقَتْ اور اخْتَوَّتْ کے الفاظ آتے ہیں۔
 ۱- لَوَّحٌ، لاح سے مراد فقط جلد کی سیاہی مائل رنگت کی تبدیلی ہونا ہے۔ خواہ یہ آگ سے ہو یا حرارت سے، دھوپ سے ہو یا پیاس یا سفر سے (منجد) یعنی آگ یا حرارت کا کسی کو چھونا کہ اس سے رنگت سیاہی مائل ہو جائے اور لَوَّحٌ کے معنی آگ سے کسی چیز کو گرم کرنا ہے (منجد) قرآن میں ہے:
 لَوَّاحَةٌ لِلْبَشَرِ (۲۳)
 (دوزخ کی آگ) جلد کو جھلس کر سیاہ کر دے گی۔
 ۲- لَفَّحٌ، کے معنی آگ یا بادِ سموم کا چہرے یا جلد کو جھلس دینا مت۔ منجد ہے۔ جس سے علیہ بگڑ جائے گو یا یہ دوسرا درجہ ہوا قرآن میں ہے:
 تَلَفَّحُ وُجُوهُهُمْ مِنَ النَّارِ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ (۲۳)
 ہنم کی آگ ان کے چہرے جھلس دے گی اور وہ اس میں بد شکل بنے ہوئے ہوں گے۔
 ۳- شَوَّيَ (یشوی)، آگ میں (گوشت کو) بھوننا اور بھننے ہوئے گوشت کو شواء کہتے ہیں (منجد) (یہ تیسرا درجہ ہوا) قرآن میں ہے:
 وَإِنَّ يَسْتَنْجِسُوا بِهَا نُفُوسَهُمْ كَالْمُهَيْلِ يَشْوِي أَلْوَجُوهُ (۲۳)
 اور اگر فریاد کرینگے تو ایسے کھوتے پانی سے ان کی دادرسی کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح گرم ہو گا اور چہروں کو بھون ڈالے گا۔
 ۴- صَمَمَ، الصَّمَمُ معنی چربی وغیرہ کو گرم کر کے پگھلانا اور صمدانہ معنی پگھلائی ہوئی چیز۔ چربی کا ٹکڑا اٹھی کا گودا اور صمدونہ معنی پگھلانے والا۔ گوشت بھوننے والا (مع منجد) گویا صمد میں اتنی حرارت درکار ہے کہ جو پگھلنے والی اشیاء بالخصوص چربی کے پگھلانے کے لیے اور گوشت کے گھنے کے لیے درکار ہوتی ہے۔ اسٹار و باری ہے:
 يَصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُؤُوسِهِمْ أَلْحَمِيمٌ
 يَصْفُرُّ بِهِ مَائِي بُطُونُهُمْ وَالْجُلُودُ
 اور ان کے سروں پر اوپر سے ملتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ اس سے ان کے پیٹ کے اندر کی چیزیں اور کھالیں گل جائیں گی۔
 (۲۳)
 ۵- تَضَجَّ، شدت حرارت سے گوشت کا گل جانا (مع) اس طرح کہ اس کے اجزاء الگ ہونے لگیں۔ (یہ چوتھا درجہ ہوا) قرآن میں ہے:

سَوْتٌ نُصَلِّيهِمْ نَارًا كَلَّمَآ نَوْجِحَتْ
 جَلُودُهُمْ بَدَلَتْهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا (۳۴)
 ہم حفریب انہیں آگ میں داخل کریں گے۔ جب ان کی کھالیں
 گل اور جل جائیں گی تو ہم اور کھالیں بدل دیں گے۔
 ۶۔ حَرَقَ، حَرَقَ اور حَرَقَ (بالنار) آگ کا جلاؤ، التا اور احترق یعنی اس چیز کا جل کر راکھ ہو جانا ہے
 (معن) (یہ گویا آخری درجہ ہوا)

قرآن میں ہے:

قَالُوا حَرَقْتُوهُ وَالنَّصْرُ وَاللَّهُ كَمَا إِنْ
 كُنْتُمْ قَائِلِينَ۔ (۳۵)

(تب وہ مشرک) کہنے لگے۔ اگر تمہیں (ابراہیم سے اپنے
 مہبودوں کا انتقام لینا اور) کچھ کرنا ہے تو ابراہیم کو
 جلاؤ اور اپنے مہبودوں کی مدد کرو۔

دوسرے مقام پر ہے:

فَأَصَابَهَا أُنْصَارٌ فِرَاقٍ نَارًا فَاحْتَرَقَتْ
 (کر راکھ کا ڈھیر ہو جائے۔

۱۸۔ آگ کا بجھنا اور بجھانا

کے لیے حَمِدًا اور حَبَابًا (خسبو) اور طَفَأًا (طفنا) کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ حَمِدًا، آگ کے مدہم پڑ جانے کو کہتے ہیں جس سے شعلہ ختم ہو چکا ہو مگر انگارہ نہ بجھا ہو۔ اور
 حَمِدَتِ الْحُتِّيُّ کے معنی بخار کا زور ٹوٹ جانا اور حَمُودٌ کوئلہ کے معنی میں بھی آتا ہے اور بطور
 کنایہ موت کے معنی میں بھی (م۔ م۔ ق) ارشاد باری ہے:

إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَآجِدَةً فَإِذَا
 تَوَدَّ مَوْتًا مِثْلَ مَوْتِ سَوْدَةَ (اس سے) ناکمال
 هُمْ حَمِيدُونَ (۳۶)
 بھڑک رہے تھے۔ (یا مر گئے)۔

۲۔ حَبَابًا یعنی آگ کا شعلہ افسردہ ہو جانا اور کوئلہ یا انگارہ پر راکھ کا پردہ چڑھ جانا۔ (معن) ارشاد باری ہے:

كَلَّمَآ حَبَبَتْ رِذَّةُهُمْ سَجِيئًا (۳۷)
 جب اُس کی آگ بجھنے کو ہوگی تو ہم اس کو اور بھڑکادیں گے

۳۔ اَطْفَأَ۔ طَفَأًا یعنی آگ کا بالکل بجھ جانا، سرد پڑ جانا اور اَطْفَأًا بھی آگ کو بجھا دینا۔ چھونک مار کر
 چران کو گل کر دینا (معن منجھ) پھر اس لفظ کا استعمال مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں ہوتا ہے۔

جیسے اَطْفَأَ الْفِلَنَةَ (وَالْحَرْبَ)۔ یعنی فتنہ کو یا لڑائی کو بجھا دیا۔ ٹھنڈ کر دیا (منجھ) ارشاد باری ہے:

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَنْوَابِهِمْ
 کانر چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مومنوں سے چھونک

مار کر بجھا دیں۔ (۳۸)

اصل: حَمِدًا، آگ کا شعلہ ختم ہونا
 (۳) حَبَابًا، شعلہ کا ختم ہونا اور انگارہ پر راکھ کا پردہ آ جانا۔ یہ ربانی صورت

(۳) طَفَا، آگ کا بالکل بھ جانا۔

۱۹ آگاہ ہونا

کے لیے شَعْرًا، ظَهْرًا، عَشْرًا، عَلِمًا، خَبْرًا کے الفاظ آتے ہیں:

۱- شَعْرًا، شَعْرَ بال کو کہتے ہیں لہذا شَعْرَ کے معنی بال کی طرح باریک علم حاصل کرنا ہے (معنی کسی معاملہ کی باریکی اور لطافت کو سمجھ لینا یا حالات و واقعات سے نتیجہ اخذ کرنا اور معاملہ کی تہ تک پہنچ جانے کو شَعْرَ کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

أَلَا أَنْتُمْ هُمْ الْمُنْفِسُونَ ذَلِكُمْ لَئِيْشْعُرُونَ
 دیکھو منافقین بلاشبہ خود منفس ہیں لیکن انہیں سمجھ نہیں آتی۔

۲- ظَهْرًا، اس کے بنیادی معنی دو ہیں (۱) قُوَّة (۲) عیاں ہونا (م) ل) یہاں دوسرے مضموم سے تعلق ہے جس کی ضد بطن ہے تو ظَهْر سے مراد ایسا علم ہے جو بالکل ظاہری حالات و واقعات سے حاصل ہو قرآن میں ہے:

أَوِ الْبَطْنِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا وَعَلَى عَوْرَتِ
 الْبِئْسَاءِ (۲۴)
 یا ایسے لڑکوں سے (عورتوں کو پردہ کی ضرورت نہیں) جو ابھی عورتوں کے پردے کی چیزوں سے واقف نہ ہوتے ہوں۔

۳- عَشْرًا، ایسی بات کی واقعیت جو بغیر ارادہ کے باتوں باتوں میں حاصل ہو جائے (معنی ارشاد باری ہے، فَإِنْ عَشْرًا عَلَىٰ أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا ثَمَنًا۔ پھر اگر معلوم ہو جائے کہ ان دونوں نے جھوٹ بول کر گناہ حاصل کیا ہے۔

۴- عَلِمًا، کسی چیز کی حقیقت کے متعلق واقعیت اگر یقین کی حد تک پہنچ جائے تو یہ واقعیت علم کہلاتے گی اور اس کی ضد جہل ہے۔

وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي
 الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ
 اور وہ جان گئے تھے کہ جو شخص ایسی چیزیں (یعنی سحر اور ستر وغیرہ) کا خریدار ہو گا۔ اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔

۵- خَبْرًا، خَبْرَ کسی چیز کی حقیقت و ماہیت سے واقف اور باخبر ہونا اور اس کے دوسرے معنی خبر الشیء، کسی چیز کو تجربہ سے جان لینا۔ تجربہ کرنا۔ آزمانا (مخبر) ان سے واضح ہے کہ علم کے مقابل میں خبر میں واقعیت واضح تر ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

لَإِنَّ اللَّهَ يُخَبِّرُ بِمَا تَعْمَلُونَ (۵۹) بیک خدا تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔

حاصل (۱) شعرا، کسی معاملہ کی باریکی اور لطافت کو سمجھنے پر (۲) ظہر، ظاہری واقعات و حالات سے واقفیت ہم پہنچنے پر (۳) عَشْرًا، باتوں باتوں میں کسی چیز کا پتہ چل جانے پر (۴) عَلِمًا، کسی چیز کی حقیقت کے متعلق یقین حاصل ہونے پر

(۵) حَجْرٌ: جب علم کے ساتھ اس کی جانچ بھی ہو چکی ہو۔ تب استعمال ہوتا ہے۔

۲۰۔ آگاہ کرنا (بتلانا)

یہ لفظ آگاہ ہوناسے متعدی ہے۔ لہذا شَعْرٌ سے اَشْعَرَ، ظَهْرٌ سے اَظْهَرَ اور عَلِمٌ سے عَلَّمَ کے الفاظ آتے ہیں۔ پہلے ان کی مثالیں دیکھیے:

۱۔ اَشْعَرَ، فَابْتَغُوا أَحَدَكُمْ بَعْرًا هَذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ - فَلْيَنْظُرُوا أَيُّهَا أَزْكَ طَعَامًا فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِنْهُ وَلْيَسَلْطَفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا - (۱۹)

(اصحاب کثرت طویل مدت کے بعد بیدار ہوئے اور آپس میں گفتگو کرنے لگے کہ اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ دیکر شہر بھیج دے دیکھے کہ نہیں کھانا کونسا ہے تو اس میں کھانا لے آئے اور (قول و فعل میں) نرمی اختیار کرے گا تمہارا حال کسی کو نہ بتلائے (تمہارے حال سے کسی کو آگاہ نہ ہوئے دے)

۲۔ اَظْهَرَ:

عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَلْبِهِ أَحَدًا (۲۲)

(وہی اللہ) غیب (کی باتوں کو) جانتے والا ہے اور ہر اپنے غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔

۳۔ عَلَّمَ:

قُلْ أَتَعْلَمُونَ اللَّهَ بِدِينِكُمْ (۲۹)

اے پیغمبر! آپ ان سے کہہ دیجئے کیا تم اللہ کو اپنی دینداری بتلاتے ہو۔

ان کے علاوہ اس مفہوم میں اُذْهِبْ، حَذَّثْ، عَزَّزْتُ اور اَطَّلَعْتُ، اَنْتَبَأْتُ یا اَنْتَبَأْتُ (نبی) اور دَلَّ کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔

۴۔ اُذْهِبْ (دری) بمعنی کسی جیلہ یا تدبیر یا کسی اور چیز کے ذریعہ سے کسی چیز کا علم حاصل ہونا (صحت) دری سے مصدر درایت ہے جو بکثرت مستعمل ہے۔ اُذْهِبْ اس سے فعل متعدی ہے اس پر ہمیشہ کا، ما یا اِنْ نَافِیہ، یا ما استغناء یہ داخل ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَ تَأْكُلُ حَامِيَةً - اور تم کیا سمجھو کہ وہ کیا چیز ہے؛ (وہ) دیکھتی ہوئی آگ ہے۔ (۱۱-۱۲)

مزید مثالیں "جاننا" میں دیکھیے

۵۔ حَذَّثْ، حَذَّثْ بمعنی کسی امر کا وقوع پذیر ہونا۔ نیا ہونا یا نئی چیز یا بات کا پیدا ہونا ہے (مفہم) اور اِنْ الْفَارِسِ کے مطابق كَوْنِ الشَّيْءِ لَمْ يَكُنْ - پس ایسی چیز کا پیدا ہونا یا وجود میں آنا جو پہلے نہ تھی (محل) اور حَذَّثْ کے معنی کسی کو ایسی بات بتلانا جو وہ پہلے نہ جانتا ہو یا کم از کم بتلانے والا ایسا ہی گمان کرنا ہے۔

ارشاد باری ہے:

وَإِذَا قَالُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا
وَإِذَا خَلَا بِبَعْضِهمْ إِلَى بَعْضٍ قَالُوا
أَلَمْ نَحْذَرُهمْ بِمَا فَتَحَ اللهُ عَلَيْكُمُ
لِيُحَاجُّوكُمْ بِهِ عِنْدَ رَبِّكُمُ . . .
اور یہ (یہود) جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان
لے آئے اور جس وقت علیحدگی میں ایک دوسرے سے ملتے
ہیں تو کہتے ہیں جو بات خدا نے تم پر ظاہر فرمائی ہے وہ تم
ان کو اس لیے بتلاتے ہو کہ (قیامت کے دن) اس کے
حوالے سے تمہارے پروردگار کے سامنے تم پر لازم دیں۔

(۲۶)

۶۔ عَرَفَ: عَرَفَ کے معنی کسی چیز کے علامات و آثار پر غور و فکر کر کے اس کا ادراک کر لینا یا پہچاننا
ہیں (دعت) اور ظاہر ہے کہ پہچاننے میں انسان بعض دفعہ غلطی بھی کر سکتا ہے لہذا معرفت یا عرفان
کا درجہ علم سے کمتر ہے اور عرفان کی ضد انکار ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَمْ يَعْرِفُوا (۱۳)
یوسفؑ نے تو انہیں (اپنے بھائیوں کو) پہچان لیا لیکن
وہ آپ کو نہ پہچان سکے۔

پھر عَرَفَ کے معنی خوشبو لگانا اور عَرَفَ کے معنی خوشبو سے معطر کرنا اور خوشبو چھوڑ دینا بھی۔ (دعت مجہد)
جبکہ عَرَفَ کا عام مفہوم واقف کرنا، تعارف کرنا یا مطلع کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ درج ذیل آیت:
وَيَذَّحَاهُمُ إِلَى جَهَنَّمَ عَرَفَهَا هُمْ۔
اور ان کو بہشت میں داخل کرے گا جس سے ان کو آشنا
کر رکھا ہے۔ (۲۷)

۷۔ اَطَّلَعَ: طلع کے بنیادی معنی نمودار ہونا اور سامنے آنا ہے (م) اور طلع المکواکب بمعنی
سیاروں سورج، چاند وغیرہ کا طلوع ہونا ہے اور اَطَّلَعَ کے معنی کسی کو حقیقت حال سے واقف کرنا اور ارشاد باریؑ
وَمَا كَانَ اللهُ لِيُظْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَ
لِيَكُنَّ اللهُ يَجْعَلِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ
يَشَاءُ (۲۸)
اور یہ ممکن نہیں کہ اللہ تم کو غیب کی باتوں سے مطلع کرے
البتہ خدا اپنے پیغمبروں میں سے جسے چاہتا ہے انتخاب
کر لیتا ہے۔

۸۔ اَنْبَا اور نَبَا: نبا کے بنیادی معنی ایک جگہ سے دوسری جگہ آنا ہے اور سَيْلٌ نَابِيٌّ ایسے سیلاب
کو کہتے ہیں جو ایک شہر سے دوسرے شہر تک جا پہنچے (م) پھر اسی بنا پر نبا کا لفظ خبر کے معنوں
میں استعمال ہونے لگا۔ صاحب لغت مفتی الارنبی اَنْبَا کے معنی خبر دادن (آگاہ کردن) (م) لکھے ہیں۔
خبر اور نبا کا فرق یہ ہے۔ خبر عام ہے اور نبا کسی خاص واقعہ کی خبر کہتے ہیں جو سننے والے کیلئے مفید بھی ہو
علاوہ ازیں نبا کا تعلق ماضی، حال، مستقبل حتیٰ کہ مابعد الطبیعات یعنی مرنے کے بعد اور دوبارہ زندگی کی
خبروں سے بھی ہوتا ہے جبکہ خبر کا دائرہ ماضی اور حال تک محدود ہوتا ہے۔ گویا اہمیت انفرادیت
اور زمانہ کی دقت تین چیزیں نبا کو عام خبر سے ممتاز کرتی ہیں۔ نبیا میں چونکہ مستقبل کی خبر یا پیشین گوئی
بھی شامل ہے۔ اسی بنا پر کافر انبیاء کو کہا میں بھی کہتے رہے۔ امام رانوبی نے نبا کی تعریف میں یہ بھی لکھا ہے

کہ اس میں کذب کا احتمال نہ ہو اور اس سے علم یا مفید ظن حاصل ہو جیسا کہ وحی الہی سے اور خبرِ تواتر وغیرہ سے حاصل ہوتا ہے لیکن ہمارے خیال میں یہ قید درست نہیں۔ کیونکہ ارشادِ باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا (۱۳)

آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔

اور یہ تو ظاہر ہے کہ فاسق کی بنا میں کذب کا احتمال موجود ہے صحیحی تو اللہ تعالیٰ نے تحقیق کا حکم دیا ہے اسی طرح ہر بد پرندہ نے حضرت سلیمان کو جو خبر (نبا) دی تھی اس سے انہیں بھی علم یا مفید ظن حاصل نہیں ہوا تھا (نیز دیکھیے خبرِ دینا)

۹۔ دَلَّ (یعنی راہنما کرنا، راستہ دکھانا۔ کسی چیز کا پتہ بتلانا اور دلالت یعنی جس کے ذریعہ کسی چیز کی معرفت حاصل ہو جیسے الفاظ کا معنی پر دلالت کرنا۔ یا جیسے کوئی چیز حرکت کرنے لگے تو انسان سمجھ لیتا ہے کہ یہ چیز کوئی زندہ جانور ہے۔ گویا اس کی حرکت جاندار کی زندگی پر دلالت کرتی ہے (معنی) اور دَلَّ کا لفظ مادی اور منطوقی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

إِذْ قَدَّمْتَنِي أَخْتِكَ فَقَتُولَ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُ (۱۴)

اور (مے موٹی) تیری بہن (فرعون کے ہاں) گئی اور کہنے لگی کہ میں تمہیں ایسے شخص کا پتہ بتلاؤں جو اس کی کفالت کرے۔

دوسرے مقام پر ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ (۱۵)

لے لیا ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت دے دوں گا کہ عذابِ نجات دے۔

ماہصل (۱۴) اور (۱۵) کی جملہ اور تفسیر سے بات سمجھنا

(۱۵) حدیث، کوئی نئی بات بتلانا۔
 (۱۶) عَزَّوَجَلَّ، ملامت اور نشانہ لگانے کی بات سمجھانا۔
 (۱۷) اطلع، کسی چیز کی حقیقت سے مطلع کرنا۔
 (۱۸) دَلَّ، راہنما کرنا۔ کسی چیز سے دوسری کا پتہ بتلانا یا راہ سمجھانا۔

۲۱۔ آگے۔ سامنے

کے لیے قَبْل۔ قَبْل اور بین ایدی کے الفاظ آتے ہیں:

۱۔ قَبْل۔ اور قَبْل (صند ڈبیر اور ڈبیر) ہر چیز کا آگے کا حصہ جو پہلے نظر آئے (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَلَوْ أَنَّا نُنزِّلْنَا آلَاءَنا لَيْسَ لَكُمُ الْمَلَائِكَةُ وَكَلِمَتُهُمْ الْمَوْقُوتِ وَحَشْرْنَا عَلَيْكُمْ كُنْ لَكُمْ شَيْءٌ قَبْلًا مَا كَانُوا يَسْوُغُوا لَكُمُوهَا (۱۶)

اگر ہم ان پر فرشتے بھی اتار دیتے اور مردے بھی ان کے گفتگو کرنے لگتے اور ہم سب چیزوں کو ان کے سامنے لا موجود بھی کر دیتے تو بھی یہ ایمان نہ لاتے۔

اور قَبْل یعنی طاقت اور قدرت بھی ہے (منجد) اور قَبْل کسی ایسی چیز کے سامنے آنے کو کہتے ہیں جس کے مقابلے کی طاقت اور سکت نہ ہو۔ ارشادِ باری ہے:

بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿٥٤﴾
اس دیوار کی اندرونی جانب رحمت ہے اور بیرونی جانب
سامنے عذاب ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

أَوْتَاتِنِي بِاللَّهِ وَالْمَلِكَةَ قَبِيلًا ﴿٥٥﴾
یا تم اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آؤ

۲- بَيْنَ يَدَيْهِ أَرْبَابٌ آئِدِي (لفظی معنی ہاتھوں کے درمیان) کنایہ اور محاورہ بمعنی آگے یا سامنے (مخالف
خلف) اس کا استعمال ظرف زمان اور مکان دونوں طرح ہوتا ہے۔ زمانی کی صورت میں اس کا معنی اس وقت
کے موجود لوگ یا اس دور کے لوگ ہو گا لیکن عام طور پر اس کا معنی اگلے کر لیا جاتا ہے۔

فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا
خَلْفَهَا۔ ﴿٥٦﴾
تو ہم نے اس قصبے کو اس وقت کے لوگوں کے لیے اور
بعد میں آنے والوں کے لیے عبرت بنا دیا۔

اور مکانی کی صورت میں اس کا معنی آگے یا آگے آگے ہو گا۔ ارشاد باری ہے:

لَهُ مَعْقِدَاتُ مَن لَّبِثَ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ
يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ ﴿٥٧﴾
اس کے آگے اور پیچھے خدا کے چوکیدار ہیں جو خدا کے حکم سے
اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

ماحصل: قَبْل اور اس کے مشتقات میں دو چیزوں کا آنے سامنے یا آگے اور سامنے ہونا، یا زور دینا جو ضروری
ہے جبکہ بَيْنَ يَدَيْ غواہ زمانی ہو یا مکانی، میں چیزوں کا آنے سامنے ہونا ضروری نہیں ہوتا۔

۲۲- آگے بڑھنا

کے لیے قَدِمَ اور اسْتَقَدَمَ، سَبَقَ اور اسْتَبَقَ، أَقْبَلَ اور اسْتَقْبَلَ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱- قَدِمَ: کے معنی آگے چلنا، قدموں پر چلنا اور کسی کے آگے چلنا ہے (معنی) قرآن میں ہے،
يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَوْرَدَهُمُ
دوزخ میں جاتا ہے گا۔
النَّارَ ﴿٥٨﴾

اور اسْتَقَدَمَ۔ آگے بڑھنے کا ارادہ رکھنا (معنی) اور اس کی ضد اسْتَأْخَرَ ہے (معنی) ارشاد باری ہے:
إِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً
سکتے اور نہ جلدی کر سکتے ہیں۔
وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿٥٩﴾

۲- سَبَقَ: کے معنی آگے بڑھنا، پیش پیش ہونا، سبقت کرنا۔ السَّبْقُ: شرط جو آگے نکل جانے پر رکھی جاتی
ہے اور سابق یعنی دوڑ سے جیتنے والا گھوڑا اور سَبَقَ کے معنی شرط لینا دینا ہوتا ہے (منجد) گو یا سبق
میں مقابلہ آگے نکل جانے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا
کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں (سب کے گناہ معاف فرما۔
بِالْإِيمَانِ ﴿٦٠﴾

اور اسْتَبَقَ: کے معنی جلد آگے بڑھنے کی کوشش کرنا (منجد) یا آگے بڑھنے کے لیے دوڑ لگانا (معنی) کے

آتے ہیں، ارشاد باری ہے،

وَاسْتَبَقْنَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَیْنِصَابِیْنُ
اور دونوں دروازے کی طرف بھاگے (آگے) یوسف
بھیچے زلیخا، اور حرکت اس کا کرتا پیچھے سے (پکڑ کر جو
دُبر۔ (۱۷)

کھینچتا تو پھاڑ ڈالا۔

۳۔ اَقْبَلَ: اِقْبَالَ اور اسْتَقْبَالَ دونوں کے معنی کسی کے دربر و اور اس کی طرف متوجہ ہو جانے اور آگے
بڑھنے کے ہیں (مع) یعنی کسی کی جانب آگے بڑھنا۔ ارشاد باری ہے:

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ يَتَلَذُّمُوْنَ
پھر لگے ایک دوسرے کو رُو در رُو ملامت کرنے۔ (جان مری)
(۱۸)

دوسرے مقام پر ہے،

فَلَمَّا رَاُوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلًا اَوْوَدَّ يَتَّبِعُهُ
پھر جب انہوں نے اس (مذاب) کو دیکھا کہ باؤل (کی سمت
میں) ان کے میدانوں کی طرف بڑھ رہا ہے تو کہنے لگے
قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّطْرًا۔ (۱۹)

یہ تو بادل ہے جو ہم پر برس کرے گا۔

ماصل: قَدَمَ میں صرٹ آگے پہننے یا آگے بڑھنے، سَبَقَ میں دُشمن سے مقابلہ آگے بڑھنے اور اَقْبَلَ میں شخص یا
مسی چیز کی طرف منکر کرنے اور آگے بڑھنے کا مضموم پایا جاتا ہے۔

۲۲۔ آگے بھیجنا

کے لیے دو الفاظ قَدَّمَ اور اَسْلَفَ (سلف) آتے ہیں۔

۱۔ قَدَّمَ کے اصل معنی (۱) آگے بڑھنا، آگے چلنا اور (۲) آگے نکل جانا (م۔ ل) اور قَدَّمَ بمعنی "کوئی کام وقت
ضرورت سے پہلے کرنا اور اس کی ضد اَخَّرَ یعنی کسی کام کو مناسب وقت پر نہ کرنا اور پیچھے ڈال دینا (مع)
اور یہ مناسب وقت موت ہے یعنی موت سے پہلے اپنی زندگی میں جو اعمال انسان نے کیے وہ گویا سب
اس نے اپنی اخروی زندگی کے لیے آگے بھیجے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَلٰكِن يَّتَمَتُّوْهُ اَبَدًا اَيْمًا قَدَّمْتْ اَيْلِدِيْمُمْ
اور ان اعمال کی وجہ سے جو ان کے بھیج چکے ہیں
یہ یہود کبھی موت کی آرزو نہ کریں گے۔ (۲۰)

پھر کسی شخص کو کوئی کام کرنے سے بیشتر اس کے نتائج سے آگاہ کرنے کے لیے بھی قَدَّمَ کا لفظ آتا ہے۔ مثلاً:
قَالَ لَا تَعْتَصِمُوْا لِذِي وَّقَدَّ قَدَّمْتْ
اللہ تعالیٰ! ہل روز سے قیامت کے دن) فرمائے گا کہ ہمارا
حضور روڈو دکھ نہ کرو۔ ہم تمہارے پاس پہلے ہی (مذاب کی)
وعدہ بھیج چکے تھے۔ (۲۱)

۲۔ اَسْلَفَ، سَلَفَ کے معنی کسی چیز یا کام کا گزر جانا (م۔ ل) یہ سلف وہ ہے جس میں قیمت پیشگی ادا کر دی
جاتی ہے اور اسلاف گذشتہ دور میں گزری ہوئی نسلوں کو کہتے ہیں۔ گذشتہ آباؤ اجداد (مجدد) قرآن میں ہے لَّا

مَا قَدْ سَلَفَتْ (۱۱) مگر جو ہو چکا سو ہو چکا

پھر سَلَفَتْ کے دوسرے معنی "آگے بڑھنا" کے بھی آتے ہیں (م ل، منجد) سَلَفَتْ کے معنی آگے ہونے والا آگے چلنے والا۔ اَسْلَاف یعنی جماعت متقدمین (منجد) اور اَسْلَفَتْ کے معنی زمانہ ماضی میں کوئی کام کرنا ہوتا ہے۔

هَذَا لِكَيْ تَبْلُغُوا كُلَّ نَفْسٍ مَّا اَسْلَفَتْ۔ (۱۱) وہاں ہر شخص اپنے اعمال کی جو اس نے آگے بھیجے ہوں گے
(۱۲) وہاں جانچنے کا ہر کوئی جو اس نے پہلے کیا تھا (عثمانی)

محل؛ قَدْ اَمَّ اور اَسْلَفَتْ میں وہی فرق ہے جو ارتفاع اور عمق میں ہے اگر نیچے کے کنارے پر ہوں تو اسی راغی ملد کو بندی کہتے ہیں اور اوپر کے کنارے پر کھڑے ہوں تو وہی فاصلہ گہرائی یا عمق کہلاتا ہے۔ وہی بات یا کام ہو قدھر کا مفہوم ہے موقع کے لحاظ سے وہی اسلف بن جاتا ہے۔ جیسے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مومنوں سے فرمائیں گے، كَلِمًا وَاٰثَرًا بَرًّا هٰنِئِثًا اَيَمَا اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ (۱۳) جو (م ل) تو ایام گذشتہ میں آگے بھیج چکے ہو اس کے صلے میں نرسے سے کھاؤ اور یہ ہو۔ اب اگر یہی مفہوم زمانہ حال میں ادا کرنا ہو بِنَاقَةٍ اَيُّدِنُكُمْ سے ادا ہو گا۔

۲۲ آلات جنگ

کے لیے اَسْلِحَةَ، اَوْرَار، حِذْر اور تَشْوِكَتہ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱- اَسْلِحَةَ، سلاح کی جمع ہے اور ہر وہ چیز سلاح ہے جس سے جنگ کی جا سکے (م ل) گویا یہ لفظ جنگی ہتھیاروں سے مخصوص ہے خواہ وہ چاقو اور نیزہ تک موقوف ہو یا راتل اور میزائل تک۔
وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَيُغْفَرُونَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ
سے غافل ہو جاؤ۔

۲- اَوْرَار، وِرْر کی جمع ہے جس کے معنی بوجھ، ہتھیار اور آلہ کے ہیں۔ اور جب وِرْر الْحَرْب کا استعمال ہو تو یہ جنگی آلات سے مخصوص ہو جاتا ہے۔ (مفت)

تاہم صرف لفظ وِرْر سے بھی جنگی ہتھیار مراد لیا جاتا ہے (و کذا الموزن: السلاح والجمع او منار۔ م ل) قرآن میں ہے:

حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ اَافْئَامًا هَآءِهِمْ، یہاں تک کہ لڑائی (دفریق مقابل) اپنے ہتھیار ڈال دے۔

۳- حِذْر، کے اصلی معنی بچاؤ کرنا، محتاط اور چونکا رہنے کے ہیں (م ل) یہ لفظ عام ہے۔ اگر جنگ کے سلسلہ میں استعمال ہو تو اس کا مطلب دفاعی سامان جنگ ہو گا۔ اس سے جہاں بچاؤ کی جگہ مراد لی جاسکتی ہے جیسے مورچے وغیرہ، بعینہ اسی طرح ڈھال سے لے کر ریڈار تک بھی مراد لیے جاسکتے ہیں۔ یعنی ہر وہ چیز اور ہر وہ تدبیر جس سے بچاؤ اور بلاغت کی جاسکے وہ حِذْر ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى
مِنْ مَطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَرَضَى أَنْ تَضَعُوا
أَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ (۳۳)

اور تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم کو تکلیف ہو زمین سے یا تم میرا
کہ آتا رکھو اپنے ہتھیار اور ساتھ لے لو اپنا بچاؤ۔
(عثمانی)

اس آیت میں خُذُوا کا لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں حذر سے مراد صرف ہوشیار رہنا
نہیں (جیسا کہ فتح محمد صاحب نے لکھا ہے) بلکہ دفاعی سامان ہر حالت میں اپنے ساتھ رکھنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ
دشمن متبادیکہ کر اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے۔

۱۴ شوکتہ: شَوْكَةٌ یعنی کانٹا (۱۷۷) درمناک یعنی کانٹا چھوٹا اور شوکتہ یعنی ایک کانٹا (رج اشواک) بچھو
کا ڈونگ۔ ہتھیار تیزی۔ قوت۔ لڑائی۔ دبدبہ اور ذو شوکتہ یعنی ہاتھی یا سینگ اور شوکتہ سے یہ بھی
ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے جارحانہ ہتھیار مراد ہیں جن سے حملہ کیا جاسکے۔ (مخبر) قرآن میں ہے:
وَتُؤَدُّونَ أَنْ غَيْرِ ذَاتِ الشُّوْكَتِ اور تم چاہتے تھے کہ جو قافلہ بے ہتھیار ہے وہ تمہارا
تنگوں لکھو (۱۶) ہاتھ آجائے۔

ماصل: (۱) اسْلِحَتِكُمْ، قسم کا جنگی سامان جنگی سامان
جنگ ہیں ورنہ نہیں۔
یہ مخصوص لفظ۔
(۲) اوزار، یعنی ہتھیار۔ اگر جنگ سے نسبت ہو تو آلات
(۳) حِذْرٌ: دفاعی جنگ اور ہتھیار
(۴) شَوْكَةٌ: جارحانہ لڑائی کے ہتھیار

۲۵۔ آنا

کے لیے جَاءَ (جی)۔ اُنِي، هَيْتَ، هَلُمَّ اور تَعَالَى (علو) کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ جَاءَ: آنا کے لیے جَاءَ کا لفظ عام ہے۔ تاہم اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ آنے کا عمل فی الواقعہ ظہور میں آ
چکا ہو (معنا) ارشاد باری ہے:

وَجَاءُوا آبَاهُمْ عَشَاءً يَتَبَكَّوْنَ (۱۳)
اور وہ (یوسفؑ کے بھائی) رات کو روتے روتے اپنے
بچے پاس آئے۔

۲۔ اُنِي: کسی دوسرے کام کے نتیجہ میں آنے کو یا بسہولت آنے کو کہتے ہیں جیسے دودھ بولنے سے اُوپر کھن آجاتا
ہے تو اس کھن کو اُنُوَّةُ کہتے ہیں اور اُنِي سیلاب کو (معنا) بل کہتے ہیں۔

جَاءَ اور اُنِي میں دوسرا فرق یہ ہے کہ اُنِي میں (بخلات جَاءَ کے) یہ ضروری نہیں ہوتا کہ فی الواقعہ آنے کا عمل
واقعہ ہو چکا ہو۔ مثلاً درج ذیل آیت:

اُنِي اَمْرًا لَلّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ (۱۶)
خدا کا حکم (یعنی عذاب گویا) آبی پہنچا تو (د کافر) اس کے لیے

جلدی مت کرو۔

میں امر سے مراد قیامت اور جزاء و سزا کا عمل ہے جو ابھی واقع ہونے والا ہے۔

۳۔ هَيْتَ: یہ لفظ دراصل اُنِي کے صیغہ امر حاضر کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور اس کے صیغے ضمائر منفصل سے

تبدیل ہوتے ہیں۔ مثلاً هَيْتَ لَكَ هَيْتَ لَكُمْ، هَيْتَ لَكُمْ۔ وَتَسْ عَلٰی هَذَا۔ ابن فارس کے نزدیک هَيْتَ اصل میں "چھینے" پر دلالت کرتا ہے (كَلِمَةٌ تُدَلُّ عَلَى الصَّنِيعَةِ م) بمعنی اس کے معنی یہاں آنے، ادھر آنے اور جلدی آنے کے بھی لکھے ہیں۔ قرآن میں ہے،

وَعَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ (۳۳) وہ عورت (زلیخا) دروازے بند کر کے نکلے گی (یوسف) جلدی آؤ۔

۴۔ هَلَمَّ، اسما۔ الافعال سے ہے۔ هَلَمَّ یعنی پکار یعنی کسی کو پکار کر بلانا (م)۔ یہ لفظ بہت کم استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الْمُعَوِّظِينَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِينَ
لَا يُغْوُوا بِهُمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا۔ (۳۳)

کہتے ہیں کہ ہمارے پاس چلے آؤ۔

۵۔ تعال: علو معنی بلندی اور تعال معنی کسی کو بلند جگہ یا بلند مقصد کی طرف بلانا (م) کسی کو تعظیم سے بلانے کے لیے استعمال ہوتا ہے اور صرف امر حاضر کے صیغے استعمال ہوتے ہیں:

قُلْ يَا هَلْ الْكِتَابِ تَعَالُوا إِلَى كَلِمَةٍ
سَوَاءٍ بَيْنُنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ
إِلَّا اللَّهَ (۳۴)

(اے پیغمبر) آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب: جو بات ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔ اس کی طرف آؤ وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔

ماصل (۱) جاء کا استعمال عام ہے اور واقع شدہ

امر کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

(۲) آئی: بسوئت یا کسی دوسرے کام کے نتیجے میں آنا۔ نیز
پیش آنے والے واقعہ کے لیے بھی استعمال ہو سکتا ہے۔

استعمال ہوتا ہے۔

۲۶۔ آنکھ

کے لیے عَيْنٌ، عَيْنٌ، مَحْوٌ اور بَصْرٌ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ عَيْنٌ ہمشعہ عضو انسانی جس سے دیکھتے ہیں اور بمعنی چشمہ کہ ان دونوں میں کئی لحاظ سے مناسبت ہے۔

(ج اعین اور عیون) لیکن قرآن میں عین کی جمع اکثر اَعْيُنٌ اور بمعنی چشمہ کی جمع عُيُونٌ ہی آتی ہے لفظ عَيْنٌ کا اطلاق

محض ظاہری آنکھ پر ہوتا ہے جیسے وَالْعَيْنُ بِالْعَيْنِ (۲۶) آنکھ کے عوض آنکھ (تفصیل ہے) اور

صفات کے لحاظ سے عَيْنٌ کا دو اور ہمیں قرآن میں مذکور ہیں،

۲۔ عَيْنٌ بمعنی موٹی موٹی یا بڑی بڑی آنکھوں والی۔ اَعْيُنٌ اس مرد کو کہا جاتا ہے جس کی آنکھیں موٹی اور خوبصورت

ہوں اور عَيْنَاءُ ایسی ہی عورت کو اور اَعْيُنٌ اور عَيْنَاءُ دونوں کی جمع عَيْنٌ ہی آتی ہے۔ وحشی گائے کی آنکھیں

بھی چونکہ موٹی موٹی اور خوبصورت ہوتی ہیں لہذا اسے بھی اَعْيُنٌ اور عَيْنَاءُ کہا جاتا ہے (صحت) قرآن میں ہے:

وَعِنْدَهُمْ قَصْرٌ الظُّرْبِ عَيْنٍ۔ اور ان (جنیتوں) کے پاس عورتیں ہوں گی نکاح میں نیچی

رکھنے والی اور بڑی بڑی آنکھوں والی۔ (۳۶)

۳- حُورٌ الْعَيْنُ یعنی آنکھ کی سفیدی بہت سفید اور سیاہی خوب سیاہ ہو گئی۔ اور جس قدر آنکھ کی سفیدی میں سفیدی اور پتلی کی سیاہی میں سیاہی زیادہ ہو۔ اسی قدر خوبصورتی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اَحْوَرٌ اور حُورٌ اس مراد اور عورت کو کہتے ہیں جو اسی صفت سے موصوف ہو اور ان دونوں کی جمع حُورٌ آتی ہے (معن- م ق) قرآن میں ہے:

حُورٌ مَقْصُورَاتٌ فِي الْحِيَامِ (۲۳۳)

(جنت میں) حوریں ہوں گی جنہوں میں رُکھی رہنے والی۔

ایک دوسرے مقام پر آنکھ کی ان دونوں صفات کا اکٹھا بھی ذکر آیا ہے:

وَحُورٌ عَيْنٌ كَأَمْثَالِ النُّوْرِ الْمَكْتُونِ (۲۳۳)

اور بڑی بڑی آنکھوں والی سیاہ چشم حوریں ایسی ہیں جیسے کہ حفاظت سے چھپائے دھرے موتی۔

۴- بَصْرٌ، بَصْرٌ میں ظاہری آنکھ کے علاوہ قلبی رؤیت کا بھی لحاظ ہوتا ہے (معن) علاوہ ازیں بَصْرٌ کا

اطلاق ظاہری آنکھ کے عمل یعنی دیکھنے اور نگاہ پر بھی ہوتا ہے۔ اس کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

(۱) ظاہری آنکھ کے لیے: وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ يَا ذَاهِي سَأَخْصَهُ أَبْصَارُ

اور قیامت کا سچا وعدہ قریب آجائے تو ناگاہ کا فردوں کی آنکھیں کھل کی کھل رہ جائیں۔

الَّذِينَ كَفَرُوا (۱۱۰)

(۲) نگاہ کے لیے: فَكَشَفْنَا عَنْكَ

عِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ (۲)

اب ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھا دیا تو آج تیری نگاہ بہت تیز ہے۔

(۳) قلبی رؤیت کے لیے:

وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ (۲)

اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہے۔

بصر سے مصدر بصارة بھی ہے اور بصیرت بھی۔ بصارت کا اطلاق ظاہری نگاہ پر ہوتا ہے۔ ضعف بصارت سے اسی ظاہری نظر کی کمزوری مراد ہوتی ہے اور بصیرت مراد قلبی نگاہ ہے۔ کسی شاعر نے بصیرت اور بصارت کے فرق کو یوں واضح کیا ہے:

دلِ بنا بھی کر خدا سے طلب آنکھ کا نور دل کا نور نہیں!

ماحصل: عَيْنٌ کا لفظ دیکھنے کے ظاہری عضو کے لیے آتا ہے عَيْنٌ اور حُورٌ آنکھوں کی صفات ہیں عَيْنٌ

موتی موتی آنکھوں والی اور حُورٌ نہایت سفید اور پتلی نہایت سیاہ رنگ کی آنکھوں والی (۲) بَصْرٌ کا لفظ ظاہری

عضو کے علاوہ آنکھ کے عمل یعنی نگاہ اور پھر اس دیکھی ہوئی چیز پر غور کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔

۲۴ آوارہ پھرنا

کے لیے تَأَهُ (تیبہ) اور هَامٌ (ہیما) کے الفاظ آتے ہیں:

۱- تَأَهُ، حیران و سرسبز پھرنا۔ گراہی کی حالت میں اوھر اوھر جھکتے پھرنا۔ (معن) اور ابن فارس کے نزدیک

(جِنْسٌ قَرْنِ الْحَيْرِ م) یعنی یہ حیرانگی کی ایک خاص قسم ہے اور التیبہ کے معنی ایسا چٹیل میدان

جس میں چلنے والا ہٹک جائے۔ قرآن میں ہے:

فَاِنَّمَا مَحْرَمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِينَ سَنَةً خدائے فرمایا کہ وہ ملک ان (بنی اسرائیل) پر چالیس برس
يَتِيمُونَ فِي الْاَرْضِ (۴۶) تک چلیے حرام کر دیا گیا اور یہ جنگل کی مین گزرا دھتے رہیں گے۔

۲- ہام: بمعنی مجزنا کی کیفیت پھرنا۔ عاشق و محب کو گوں کی آوارگی (مفت) صاحبِ مہجرا س کے معنی محبت کرنا اور آوارہ پھرنا کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

وَالشُّعْرَاءُ يَلْعَنُوكُمُ الْغَاوِينَ۔ اَلْقَسْرَ اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ کیا تم نے
اَنهَضُّوا فِي كُلِّ وادٍ يَتِيمُونَ (۳۲۶) نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں سرمارتے پھرتے ہیں۔

ماصل: تاء، حیرانگی و سراسیمگی میں گمراہی کے رستوں پر سرگردان پھرنے کے لیے اور ہام مشق و محبت کی آوارگی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۲۸- آواز اور اس کی اقسام

عربی میں ہر قسم کی آواز کے لیے صَوْت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ وہ خواہ بولنے سے پیدا ہو یا چیزوں کے ٹکرنے سے، صوت کی ایک تعریف یہ کی گئی ہے: من سے نکلی ہوئی شے اگر الفاظ اور حروف پر مشتمل نہ ہو تو وہ صوت ہے (محیط) یہ تعریف قابل اعتبار نہیں۔ قرآن میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْعَوْا صَوَاتِكُمْ اسے ایمان والو! نبی کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرو۔

فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ۔ (۴۹) ظاہر ہے کہ صحابہ کی حضور اکرم ﷺ سے بے معنی آوازیں نہ ہوتی تھیں۔

البتہ ابن فارس نے صوت کی جامع تعریف کی ہے۔ وہ کہتے ہیں (كُلُّ مَا وَقَفَّ فِي اُذُنِ سَامِعٍ۔ م) ہر وہ کچھ جو سننے والے کے کان سے ٹکرائے وہ آواز ہے۔

قرآن کریم میں کچھ تو جانداروں کی آوازیں مذکور ہیں اور کچھ بے جان چیزوں کی۔ ہم اسی ترتیب کے انہیں بیان کریں گے۔

جانداروں کی آوازیں: صَدَّ، صَرَخَ، هَمَسَ، حَسِسَ، مَكَأَ (مکو) تَصَدَّدِيَّةٌ، صَاحَ، حَوَّانَ زَفِيرًا، شَمِيْقًا، لَهْفًا۔

۲- صَدَّ (يَصِدُّ صَدِيدًا) کسی انسان کے گرنے کے وقت کی چیخ و پکار اور کراہنے کی آواز (ن) ل (۱۹۲) لیکن یہ لفظ قرآن میں محض چیخنے چلانے کے معنوں میں آیا ہے۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَشَلًا اِذَا اور جب مریم کے بیٹے (عیسیٰ کا) حال بیان کیا گیا تو
قَوْمَكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ (۱۵۷) تمہاری قوم کے لوگ اس سے چلا اٹھتے ہیں۔

۳- صَرَخَ: بصیبت اور گہرا ہمت میں چلانے کی آواز فریاد (ن) ل (ارشاد باری ہے۔

وَهُمْ يَصْطَرِّحُونَ خَوْنًا فِيمَا دَرَبْنَا آخِرُ جَنَّا وَه اس (دوزخ) میں چلائیں گے اور کہیں گے، لے

نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا
 پروردگار ہم کو نکالے۔ تب ہم نیک عمل کیا کریں گے
 نَعْمَلْ (۲۵)

۴- ہنس، انسان کی کسی بھی حرکت کی آواز (فصل ۱۹۳) کھنکھنہ یا کانچھوس کی آواز (منجد) الصوت الخفي وأخس (م) گویا اس سے مراد انسان کی کوئی بھی ڈھیمی اور قابلِ محسوس آواز ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَحَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَنِ فَلَا
 اور خدا کے سامنے سب آوازیں دب جائیں گی اذم
 تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا (۲۸)
 آواز خفی کے سوا کوئی آواز نہ سن سکو گے۔

۵- حیس، قدموں کی آہٹ، چاپ۔ خیف سی آواز (منجد) آگ کے بھڑکنے کی آواز (فصل ۳۰۲) ارشاد باری ہے:

لَا يَسْمَعُونَ حَيْثُ هُمْ وَهُمْ فِي مَا
 نہیں سنیں گے اس کی آہٹ وہ اپنے جی کے سروں میں
 اسْتَهْوَتْ أَنْفُسَهُمْ خِلْدُونَ (۲۹)
 سدا رہیں گے۔ (عشانی)

۶- مَكَاءٌ، (مکو) منہ سے سیٹی بجانا (منجد) اور اس میں موسیقی کے تمام سُر تال شامل ہیں۔

۷- تَصْدِيَةٌ: (صدی) دونوں ہاتھوں سے تالیاں بجانا (م) اور اس میں تمام ساز و مضراب شامل ہیں۔ ارشاد باری ہے:

مَا كَانَ صَلَوَتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ
 اور ان لوگوں کی نماز خانہ کعبہ کے پاس سٹیٹیاں اور تالیاں
 إِلَّا مَكَاءً وَتَصْدِيَةً (۳۰)
 بجانے کے سوا کچھ نہ تھی۔

۸- صَبِيحٌ، گھوڑے تیز دوڑنے کی وجہ سے اس کے ہانپنے کی آواز (فصل ۱۹۹) ارشاد باری ہے:

وَالْعِدْيَاتُ صَبِيحًا (۳۱)
 اُن سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی تسم جو ہانپتے ہیں۔

۹- خُوَارٌ، بل۔ گائے یا بچھڑے کی آواز (فصل ۱۹۳) قرآن میں ہے:

وَأَنذَحَتْ قَوْمًا مُمُوسِي مِّنْ بَعْدِهِ مِّنْ
 اور قوم مومسی نے مومسی کے بعد اپنے زیور کا ایک بچھڑا
 حَلِيهِمْ عَجَلًا جَسَدًا لَهُ خُوَارٌ (۳۲)
 بنایا۔ وہ ایک تسم تھا جس میں سے بیل کی آواز نکلتی تھی۔

۱۰- زفير، زفر یعنی لمبا سانس یا بزنگانہ اور زفير یعنی گدھے کے ریٹنگنے کی ابتدائی آواز جو آہستہ آواز سے اونچی ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ (فصل ۳۲)

۱۱- شَرْهِيْقٌ، گدھا جب ریٹنگنے کو ختم کرنے لگے تو آخر کی آواز جو اونچی آواز سے پست ہونا شروع ہوتی ہے (فصل ۳۲) اور یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں (م) ارشاد باری ہے:

فَأَمَّا الَّذِينَ سَمِعُوا نَجِي النَّارِ لَهُمْ
 تو جو بد بخت ہیں وہ دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے
 فِيهَا زَافِرٌ وَشَرْهِيْقٌ (۳۳)
 اس میں ان کے لیے زفير اور شيريق جیسی آوازیں ہوں گی۔
 یہ آوازیں یا تو جہنم کی آگ سے پیدا ہوں گی جو انہیں سننا پڑیں گی یا گرمی اور پیاس کی شدت کی وجہ سے خود ان کے اندر سے منہ کے راستہ ایسی آوازیں نکلیں گی۔

۱۲- لہٹ: کتے کے ہانپنے کی آواز جس کی وجہ گرمی یا پیاس کی شدت ہوتی ہے اور وہ زبان باہر نکال کر ہانپنے یا ہونکنے لگتا ہے۔ (صفت منجد) ارشاد باری ہے:

فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحُمِلْ عَلَيْهِ
يَلْهَثُ أَوْ تَتَرَكَّهُ يَلْهَثُ - (۱۶۶)

اس شخص کی مثال کتے کی ہے کہ اگر اس پر بوجھ لادو تو بھی ہانپے اور اگر چھوڑ دو تو بھی ہانپے۔

بے جان چیزوں کی آوازیں،

۱۳- رکن: نجیعت اور دھیمی آواز (فل ۱۹۳) اور بعض کے نزدیک بھنک۔ مکھی کی بھنبھناہٹ۔ ارشاد باری ہے:

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَوْمٍ هَلَّ
بِحُسْنٍ مِنْهُمْ مِنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ
رِكْزًا - (۱۹۸)

اور ہم نے ان سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ بھلا تم ان میں سے کسی کو دیکھتے ہو یا کہیں ان کی بھنک سنتے ہو۔

۱۴- صیحۃ: (صبح) آواز چھاڑ چھاڑ کر چلنا یا حضور پھونکنے کی آواز (صفت) ایسی آواز جس سے دل بل جاتی ہے گرج دار آواز۔ دھماکہ۔ یعنی جب کسی بھی آواز میں شدت پیدا ہو جائے۔ ہر بے معنی اور بلند آواز کو صیحۃ کہتے ہیں (فول ۲۶) ارشاد باری ہے:

فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِينَ
فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا - (۱۹۹)

سوان کو سورج نکلنے نکلنے چٹکھاڑنے آپکڑا اور ہم نے اس (شہر) کو الٹ کر اس کے اوپر کے حصے کو نیچا بنا دیا

۱۵- صاخۃ: (صخ) ایسی کرخت آواز جو کانوں کو بہرا کر دے (م-ل) کان چھوڑنے والی آواز۔ سخت قسم کا شور وغل۔ قرآن میں ہے:

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ - (۲۰۰)

۱۶- تَغِيْظُ: جوش غیظ و غضب میں بھنبھلاہٹ (منجد) مجازاً جہنم کی آگ میں تیزی اور جوش کی وجہ سے پیدا شدہ آوازیں۔ قرآن میں ہے:

إِذَا رَأَوْهُمُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا
تَغِيْظًا وَزَفِيرًا - (۲۰۱)

جب وہ (دوزخ) ان کو دور سے دیکھے گی تو غھبناک ہو رہی ہوگی اور یہ اس کے جوش (غضب) اور چیخنے چلانے کو سنیں گے۔

۱۷- هَدَّ: کسی عمارت یا دیوار یا ستون وغیرہ کے گرنے کی آواز (فل ۱۹۴) دھڑام کی آواز۔ ارشاد باری ہے:

تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَنْقَطِرْنَ مِنْهُ وَ
تَلْشَقُ الْأَرْضُ وَتَخْشَى الْجِبَالَ هَذَا - (۲۰۲)

قریب سے کہ اس انفراس سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ڈھے کر گر پڑیں۔

۱۸- غَلَى: ہنڈیا کے ابلنے اور جوش مارنے کی آواز۔ کھولنے کی آواز۔ (صفت) قرآن میں ہے:

كَأَنَّهُمْ يَغْلَى فِي الْبُطُونِ كَغَلَى

جیسے گھلا ہوا تانا، پٹوں میں اس طرح کھولے گا،

الْحَمِيمِ - (۳۵-۳۴) جس طرح گرم پانی کھولتا ہے۔

۱۹۔ صَلَّال، خشک اور پختہ مٹی سے کھنکنے کی آواز۔ اصل میں یہ صلال تھا۔ ایک لام حد سے بدل گیا۔ (مع) الصلال من الطین۔ خشک کھنکنی مٹی جو لوہے کی طرح بجے (مجد) صَلَّ الْمَسَامِرُ یعنی وہ آواز جو کسی چیز میں سرخ یا کھیل ٹھونکنے سے پیدا ہو (مع) ارشاد باری ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ
مِنْ حَمِئٍ مَشْنُونٍ (۱۶)

اور ہم نے انسان کو کھنکھاتے مٹھے ہوئے گارے سے پیدا کیا ہے۔

۲۰۔ قَارِعَةٌ، قوع کے معنی ایک چیز کو دوسری چیز پر مارنا (مع) اور قَرَعَ الْبَابَ یعنی دروازہ کھٹکھٹانا (مجد) یعنی جب اس کے ایک پٹ کو دوسرے پٹ سے ٹکرا کر یا ہاتھ مار کر یا مٹی اور چیز سے آواز پیدا کی جائے۔ قیامت کو اللہ تعالیٰ نے قارعة کہا ہے کہ اس وقت چیزیں ایک دوسرے سے ٹکرا کر آوازیں پیدا ہوں گی۔ ارشاد باری ہے:

الْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ (۱۷) کھڑکھڑانے والی۔ کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی۔

- ماحصل : (۱) صوت۔ عام ہے۔ ہلکی ہو۔ بلند جاندا
کی ہوئے جان کی ہو، بے معنی ہو یا بامعنی ہو۔
- (۲) صَدَّ، چیخنا چلانا یا کرنا۔
(۳) صرُخ، نرہاد کی صورت چلانے کی آواز
(۴) هَمْس، انسان کی کسی بھی حرکت کی ہلکی آواز
(۵) حَبِيس، قدموں کی آہٹ کی طرف خمیت آواز
(۶) مَكَاء، سیٹی کی قسم کی آواز
(۷) تصدیه، تالی کی قسم کی آواز
(۸) ضبج، دوڑتے وقت ہانپنے کی آواز
(۹) خوار، بچھڑے کی آواز
(۱۰) زفیر، گدھے کے ریٹکنے کی ابتدا
- (۱۱) شہیق، گدھے کے ریٹکنے کی ابتدا
(۱۲) لہٹ، کتے کے جو کھنکنے کی آواز
(۱۳) ركن، کبھی بھجنا ہٹ جیسی ہلکی آواز
(۱۴) صیحة، بلند اور بے معنی آواز
(۱۵) صاخة، کان چھوڑنے والی کرخت اور بلند آواز
(۱۶) تعیظ، غیظ و غضب میں بھجنا ہٹ
(۱۷) هذ، دھڑم کی آواز
(۱۸) علی، ہنڈ یا کے لہنے کی آواز
(۱۹) صلصال، پختہ مٹی کے کھنکنے کی آواز
(۲۰) قارعة، کھڑکھڑانے کی آواز

۲۹۔ آہستہ آہستہ

کے لیے رُوَيْد (رود) رُحَاء (رخو)، عُرْف، عُرْف، اسْتَدْرَج اور تَدْلِي کے الفاظ آئے ہیں اور ان تمام الفاظ میں آہستگی کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

۱۔ رُوَيْدَا: الرُّود سے مشتق ہے اور اَرُوْد کا مصدر مصغر ہے۔ کہتے ہیں اھش علی الرود آہستہ چلو۔ اور سَارُوْدَا سِيْرًا رُوَيْدًا۔ وہ نرمی سے اور آہستہ آہستہ چلے اور اَرُوْد یعنی اپنے کام میں آہستگی کرنے والا۔ نیز کہتے ہیں اَلدَّهْرُ اَرُوْدٌ دُوْغِيْرٍ یعنی زمانہ چپکے چپکے کام کرتا رہتا ہے۔ پتہ نہیں لگنے

دیتا۔ نیز کہتے ہیں رُوَيْدٌ زَيْدٌ۔ زید کو مہلت دو (منجد) گویا رُوَيْدٌ کا مفہوم آہستہ آہستہ اور چپکے چپکے رسمی دراز کرتے جانا یا تھوڑی تھوڑی مہلت دینے جانا ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَمَثَلِ الْكَبِيرِ مِنَ الْهَلْهَلِمْ رُوَيْدٌ۔ تو تم کافروں کو مہلت دو۔ بس چند روز ہی مہلت

دو۔ (۱۶)

۲- رُحَاءٌ، اتنی نرم اور آہستہ چلنے والی ہوا جو کسی چیز کو نہ ہلاتے (منجد) ہوا کا نرمی سے پھیر دھیرے چلنا (ف ۴۶) ارشاد باری ہے:

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ
رُحَاءً حَذِيثٌ أَصَابَ (۱۶)

پھر ہم نے ہوا کو ان کے زیر فرمان کر دیا کہ جہاں وہ پہنچنا چاہتے ان کے حکم سے نرم نرم چلنے لگتی۔

۳- حُرْفًا، دھیمی دھیمی چلنے والی راحت بخش ہوا۔ العزف یعنی بُو۔ اکثر اس کا استعمال خوشبو کے لیے ہوتا ہے۔ (منجد) اور ایسی ہوا میں عموماً دھیمی رفتار سے چلتی ہیں۔ جیسے نسیمِ سحر۔ قرآن میں ہے:

وَالْمُرْسَلَاتُ حُرْفًا (۱۶) قسم ہے چلتی ہواؤں کی، دل کو خوش آتی (عثمانی)

۴- یُسْرٌ: یعنی آسانی اور سہولت اور اس کی ضد عُسْر (تنگی) ہے اور یُسْرًا کا لفظ اس حالت کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ جب کوئی کام آسانی اور سہولت کے ساتھ بلا تکلف سرانجام دیا جائے۔ اور اس میں کسی قسم کا جھول واقع نہ ہو۔ ارشاد باری ہے:

فَالْجَرِيْتُ يُسْرًا (۱۶) پھر اتم ہے ان ہواؤں کی جو آہستہ آہستہ چلتی ہیں (جاندھری)

پھر کشتیاں آسانی سے چلنے والیاں (عثمانی)

تو یہاں یُسْرٌ سے مراد رفتار کی کمی نہیں بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ تیز رفتاری سے چلنے کے باوجود ان میں کوئی جھکول، جھول، ڈھلک یا آواز پیدا نہیں ہوتی تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ آہستہ اور نرمی سے چل رہی ہیں۔

۵- استدرج: (درجہ) سیرھی کے زینہ کو کہتے ہیں جبکہ اوپر کو چڑھا جائے اور استدرج کے معنی آہستہ آہستہ اور بتدرج ایک چیز کو دوسری چیز قریب کرنے کے ہیں (معن) تاکہ اسے کچھ معلوم نہ ہو سکے۔ گویا استدرج میں تدرج اور آہستگی دو چیزوں کی رعایت ضروری ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ
مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ (۱۸)

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کو بتدرج

اس طرح پکڑیں گے کہ انہیں معلوم ہی نہ ہو گا (جاندھری)

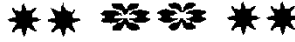
ہم ان کو آہستہ آہستہ پکڑیں گے۔ (عثمانی)

۶- دَلِيٌّ۔ دَلُوٌّ کے معنی ایسا ڈول ہے جو پانی سے خالی ہو اور اڈلی کے معنی خالی ڈول کو پانی سے بھرنے کے لیے کنویں میں لگانا ہے جو آہستہ آہستہ پانی تک پہنچ جاتا ہے اور دَلِيٌّ کے معنی آہستہ آہستہ کسی کام کو سرانجام دینے اور مقصد تک پہنچنے کے ہیں۔ (معن) ارشاد باری ہے:

فَدَلَّمَهُمَا بَعْرُورٍ (۳۶)

غرض (شیطان مزدوسنے) ان دونوں (آدم و حوا) کو دھوکا دے کر (معصیت کی طرف) کھینچ ہی لیا۔ (جہانگیرؒ)
مائل کر لیا ان کو قریب سے (عثمانیؒ)

- ماصل :** (۱) دُرُودِ کسی کی رسی آہستہ آہستہ چھوڑتے جانا تاکہ وہ اپنے انجام کو پہنچے۔
- (۲) دُخَاءَ: ہوا کا آہستگی اور نرمی سے کام کرنا جس سے کچھ مزاحمت نہ ہو۔
- (۳) عَوْقًا: ہوا کا آہستگی کے ساتھ چلنا جبکہ راحت بھی شامل ہو۔
- (۴) دُيُنُسًا: بلا تکلف اور سہولت کسی کام کو بغیر کسی مزاحمت کے سرانجام دینا۔
- (۵) اسْتَدْرَاجَ: تدریج اور آہستگی سے کسی دوسری چیز کے قریب ہونا۔
- (۶) دَلَّتِي: تدریج اور آہستگی سے اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے آنا ہے۔



۱۔ اُبلنا۔ جوش مارنا

کے لیے غَلِي، نَضَحَ اور فَارَ (فوز) کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ غَلِي، غلا کے بنیادی معنی اپنی حد سے تجاوز کرنا اور اوپر اٹھنا ہے، اس سے عَلَا الْقَدْر (مانڈی کا جوش مارنا اور غلا السعور (زرخوں کا بلند ہو جانا) ہے (م) ارشاد باری ہے:

كَانَ هَلْ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ كَغَلِي
جیسے گھلا ہوا تانا، پیٹوں میں اس طرح کھولے گا جیسے
الْحَوِصِ (۲۳)

۲۔ نضخ، پانی کا چشمہ سے زور سے پھوٹنا (منجد) مگر نضخ میں جوش مارنے کی وجہ کثرت آب اور دباؤ ہوتی ہے نہ کہ حرارت اور نضاخ موملادھار بارش کو بھی کہتے ہیں۔ (منجد) اور عَيْنٌ نَضَاخَةٌ وَهِيَ عَيْنٌ جَو كَثْرَتِ آبِ كِي وَجْهٍ سَعِ جَوْشٍ مَارَرِهَا هُوَ۔ (م) ارشاد باری ہے:

فِيهِمَا عَيْنَيْنِ نَضَاخَتَيْنِ (۲۴)
ان دونوں باغوں میں دو چشمے ابل رہے ہیں

۳۔ فَارَ، فار کا لفظ مانڈی کے جوش مارنے، چشمہ سے پانی ابلنے کے لیے اور آگ کے جوش مارنے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے مگر یہ لفظ اس صورت میں استعمال ہوگا جبکہ ابال جلد جلد اُٹھ رہا ہو کیونکہ الفوز کے معنی بہت جلدی کے ہیں۔ کہا جاتا ہے وجع من فوزہ، وہ بلا توقع بہت جلد جلد واپس ہوا۔ (منجد) اور لفظ فتوارہ بھی اسی سے مشتق ہے۔ جس میں پانی میں تسلسل قائم رہتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ (۲۵)
یہاں تک کہ ہمارا حکم آپہنچا اور تنور جوش مانے لگا۔

ماہصل؛ (۱) غلی، گرمی کی وجہ سے کسی مائع چیز (۲) نضخ؛ کثرت آب اور دباؤ کی وجہ سے پانی کا جوش مارنا
کا جوش مارنا اور اپنی اصل سطح سے بلند ہونا۔ (۳) فاس؛ کسی چیز میں شدت اور جوش کی وجہ سے اس کے ابال میں تسلسل قائم رہنا

۲۔ ابھار

کے لیے كَعْبٌ، حُدْبٌ، اَمْتٌ، نَجْدٌ اور سَمَكٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ كَعْبٌ: بمعنی ٹخنہ۔ پھر جو کوئی ابھار ٹخنہ کی مانند ہو اس پر بھی کعب کا اطلاق ہوتا ہے۔ كَعْبَتِ الْجَارِيَةِ

معنی لڑکی کے پستان ابھرے اور بڑے ہوئے۔ اور كَعْبٌ بمعنی عورت کے ابھرے ہوئے پستان اور کعب

اس عورت کو کہتے ہیں جس کے پستان اُٹھ آتے ہوں۔ (حج کو اعسب) بمعنی نوجوان عورتیں (معنی منجد) ارشاد باری ہے:

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا حَدِيدًا وَإِغْتَابًا
وَكُؤُوجًا بَاطِنًا - (سجہ)

بیشک پرہیزگاروں کے لیے کامیابی ہے (یعنی باطن) اور
انگور اور نوجوان ہم عمر عورتیں۔

۲- حَدَبٌ: حَدَبُ الرَّجُلِ یعنی آدمی کا کبڑا ہونا اور حَدَبٌ بمعنی کبڑا این اور مجازاً اس بلند اور سخت زمین کو بھی کہتے ہیں جو اس شکل کی ہو۔ ٹیلہ جو پھیلاؤ میں زیادہ اور بلندی میں کم ہو اور یہ اجھار یا ڈھلان کبڑا پن کی طرح ہو۔ (محدب ضد مخوف) ایسے شیشے جو دور و نزدیک کی نظر کی کمزوری کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں اور محدب شیشہ کو عدسہ بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ شیشہ مسور کے دلنے کی طرح دونوں طرف ابھرا ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ
وَهُم مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ (۹۶)

یہاں تک کہ یاجوج اور ماجوج کھول دیے جائیں اور
وہ ہر بلندی سے دوڑتے آ رہے ہوں۔

۳- اَمْتٌ: (ضد عوج) (معنی لستی) اور عوج اور امت بمعنی نشیب و فراز اور اَمْتٌ بمعنی چھوٹا ٹیلہ۔ ٹیلہ بلند مقام (منجد) یعنی ایسی بلندی اور پھیلاؤ جس میں کوئی ترتیب نہ ہو۔ ارشاد باری ہے:

لَا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا (۱۰۰)

جس میں نہ تم کجی لستی، دیکھو گے نہ ٹیلہ (اور بلندی)

۴- نَجْدٌ: کعب نما بلند اور بڑا ٹیلہ۔ اور بمعنی چھوٹا پہاڑ اور بمعنی گھاٹی اور اس پر سچھنے اور اترنے کا راستہ نیز بمعنی عورت کے پستان (منجد م ق) اور نَجْدَيْنِ کا لفظ محاوراً عورت کے دو پستانوں، صدق و کذب اور حسن و قبح کے تقابل کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے (معنی) ارشاد باری ہے:

وَمَدَيْنَهُ النُّجْدَيْنِ فَلَا اسْتِحْمَ
العقبَةَ (۹۷)

اور انسان کو خیر و شر کے دونوں راستے بھی دکھائیے
مگر وہ گھاٹی پر سے ہو کر نہ گزرا۔

اس میں نجدین سے بعض مفسرین دونوں پستان مراد لیتے ہیں جن کی طرف بچہ پیدا ہوتے فطری طور پر پلکتا اور پرورش پاتا ہے۔

۵- سَمَكٌ: سَمَكٌ بمعنی بلند کرنا۔ موٹا اور دیر کرنا اور سَمَكٌ بمعنی پھت یا چھت کی موٹائی نیز ہراوچی اور موٹی چیز کا دوامت (منجد) اور سَمَكٌ سَمَكٌ بمعنی اونٹ کی اونچی کمان۔ (م- ق) ارشاد باری ہے:

عَ أَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءِ
بَلْ مَارَفَعِ سَمَكُهَا فَسَوَّيْهَا (۹۸)

کیا تمہارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا۔ اللہ نے آسمان کو
کو بنایا۔ پھر اونچی کیا اس کا اجھار، پھر اسے برابر کیا (عثمانی)

ماصل: اجھار کا اگر پھیلاؤ اور بلندی تقریباً برابر ہوں تو یہ کعب اور نجد ہے۔ صرت کیت کا فرق ہے۔ اگر پھیلاؤ زیادہ اور بلندی کم ہو تو یہ حَدَبٌ ہے اور اگر پھیلاؤ کم اور اونچائی زیادہ ہو تو یہ سَمَكٌ ہے اور اگر بلندی

اور پھیلاؤ میں کوئی ترتیب اور تناسب نہ ہو تو یہ اہمت ہے۔

۳۔ اُبھارنا۔ براہِ نیکختہ کرنا

کے لیے حَرَضَ، حَضَّ، حَضَّ، حَضَّ، حَضَّ اور حَضَّ کے الفاظ آتے ہیں:

۱۔ حَرَضَ، کے معنی سخت بیمار ہونا۔ لاغر ہونا اور قریب بہ ہلاکت ہونا ہے (م۔ ل۔ م۔ ق) قرآن میں ہے
 قَالُوا تَاللّٰهِ تَفْتُنَاۗتُ ذٰلِكَ لَمُبْتَلٰتٌ
 حَتّٰى تَكُوْنُ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنُ مَرْتًا
 الرّٰسِ الْيَكِيْنِ۔ (۵۶)

اپنی دوست کو اسی طرح یاد کرتے رہیں گے تو یا تو بیمار ہو جائیں گے یا جان ہی دے دیں گے۔

اور حَرَضَ کے معنی ترغیب دے کر ایسی ہلاکت اور تباہی سے بچانا ہے (م۔ ل) یعنی کسی ایسے کام پر ابھارنا یا اشیاق پیدا کرنا کہ اگر وہ نہ کیا جاتے تو ہلاکت و تباہی کا موجب ہو۔ قرآن میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى
 الْقِتَالِ اِنَّ يَكُوْنُ مِنْكُمْ عَشْرُوْنَ
 صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِاۡتَتَيْنِ۔ ﴿۵۷﴾
 لے نبی! مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو۔ اگر تم میں بیس آدمی ثابت قدم بہنے والے ہوں گے تو دو سو کافروں پر غالب رہیں گے۔

۲۔ حَضَّ } کسی کو کسی کام پر ابھار کر کام کی رفتار تیز کرنا۔ اچھے کام کی ترغیب دینا۔ اصل میں حَضَّ
 ۳۔ حَضَّ } اور حَضَّ دونوں الفاظ ابھارنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ حَضَّ کا لفظ صرف کسی سواری وغیرہ کو چلانے اور ہانکنے کے لیے آتا ہے اور باقی سب کاموں میں حَضَّ کا استعمال ہوتا ہے۔

قرآن میں ہے:

يُغِيْثِ اللّٰيْلَ السَّيِّئَةَ رَطْبًا جَدِيْدًا۔
 وہی رات کو دن کا باس پہناتا ہے۔ کہ وہ اس کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے۔ (۵۴)

اور حَضَّ دوسری باتوں پر ابھارنے یا ترغیب دینے کے لیے آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

اَرَاَيْتَ الَّذِيْ يَكْذِبُ بِالذِّمِّيْنَ فَاذٰلِكَ
 الَّذِيْ يَلْعَلُ الْيَدِيْهٖ وَلَا يَحْضُ عَلٰى
 طَعَامِ الْمَسْكِيْنِ۔ (۱۶)

جھٹام نے اس شخص کو دیکھا جو روزِ جزا کو جھٹلاتا ہے۔ یہی (بد بخت) ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور فقیر کو کھانا کھانے کے لیے (لوگوں کو) ترغیب نہیں دیتا۔

۴۔ اَزَّ، کسی کو یوں براہِ نیکختہ کرنا کہ اسے احساس بھی نہ ہو کسی کو اپنی جگہ سے اٹھا کر دینا (م۔ ل) اَزَّيْنِ ہانڈی کے

جوش کی آواز کو بھی کہتے ہیں۔ اس لفظ کا استعمال عموماً بڑے مفہوم میں ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

اَلَمْ نَرَاۤ اَنْزَلْنَا الشّٰطِطِيْنَ عَلٰى
 الْكٰفِرِيْنَ نَوَّذُهُمْ اَنَّا ﴿۱۷﴾
 کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیطانوں کو کافروں پر چھوڑ رکھا ہے کہ وہ ان کو براہِ نیکختہ کرتے رہتے ہیں۔

۵۔ جَزَمَ (مصدر) گناہ اور قصور کو کہتے ہیں اور جب فیصل ہو تو اس کے معنی کسی کو بے جا ناکاہ کام پر لگانا

اور براہِ نیکختہ کرنا۔ قرآن میں ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰى اَلَّا تَعْلَمُوْا (۶)

اور لوگوں کی دشمنی ہمیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو۔

ماہصل (۱) حَرَضَ، ایسی بات پر ترغیب دینا کہ اس کا ترغیب کے لیے۔

(۲) حَضَّ، سواری وغیرہ کی رفتار تیز کرنے کیلئے۔

(۳) حَضَّ، سواری کے سوا باقی اچھے کاموں کی۔

(۴) آذَّ، برے کاموں پر یوں ابھارنا کہ احساس بھی نہ ہو۔

(۵) جَوَّهَرَ، گناہ کے کاموں پر ابھارنے اور اشغال دلانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۴۔ آمازنا۔ اترنا

اترنے کے لیے نَزَلَ اور تَنَزَّلَ، حَلَّ اور هَبَّطَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ نَزَلَ، اترنا معروف لفظ ہے۔ بلندی سے کسی چیز کا نیچے آنا (امت) اور اس لفظ کا استعمال عام ہے۔ (نزول کی ضد صعود بھی ہے اور عروج بھی۔ قرآن میں ہے؛

وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَرْجَعُ فِيهَا۔ اور جو چیز آسمان سے اترتی اور جو اس کی طرف پڑھتی ہے۔ (۵۶)

اور نَزَلَ بہم بھی نزل بہہ کا ہم معنی ہے۔ اور فرشتوں اور احکاماتِ الہی کے نزول کے لیے یہ دونوں الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ ارشاد باری ہے۔

(۱) نَزَلَ بِهٖ الرُّوْحُ الْاٰمِيْنَ (۱۳۱)

(۲) تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا يٰۤاٰدِمْ سَمِيْعًا مِّنْ كُلِّ اٰمِيْرٍ (۱۳۲)

اس راست میں رُوحِ (الامین) اور فرشتے ہر کام کے (انتظام کے) لیے اپنے پروردگار کے حکم سے اترتے ہیں۔

لیکن شیطانی القار کے لیے صرف نَزَلَ بہہ ہی آئے گا (نصف) ارشاد باری ہے؛

هَلْ اَنْتَ كَفِّرُ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيْطٰنُ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اٰثِمٍ (۳۱-۳۳)

میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں؛ وہ ہر جھوٹے گناہگار پر اترتے ہیں۔

۲۔ حَلَّ؛ کے بنیادی معنی "گرہ کھولنا" ہے اور اس کی ضد "عَقَدَ" یعنی گرہ باندھنا ہے۔ اربابِ حل و عقد عام فہم لفظ ہے بمعنی صاحبانِ بست و کشاد۔ اور سامان باندھنے اور کھولنے کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ مسافر سامان باندھ کر سفر پر جاتا ہے اور جہاں فروکش ہوتا ہے تو سامان کھول دیتا ہے۔ لہذا حَلَّ کا لفظ فروکش ہونے اور اترنے کے مفہوم میں استعمال ہونے لگا (م) اور جس طرح مسافر کسی جگہ فروکش ہو کر سامان کھولتا ہے۔ اسی طرح حَلَّ کا لفظ کسی کام کے نتیجے کے طور پر بھی آتا ہے۔ کہا جاتا ہے من جَوَّبَ الْمُجَوَّبَ حَلَّتْ به التلذمة۔ یعنی جو آزمائے ہوئے کو آزمائے اس پر ندامت اترتی ہے۔ قرآن میں ہے؛

مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَجِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقْتَدِمٌ - (۳۹)
 کس پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے گا اور کس پر ہمیشہ کا عذاب نازل ہوتا ہے؟

۳- هَبَطَ: کسی چیز کا قرآ یا اضطراراً نیچے اترنا یا گرنا یا نکلنا جیسے پتھر بلندی سے گرتا ہے (معنی بے اختیاراً ہو کر نکلنا، اپنے مرتبہ سے فروتر ہونا اور بلندی سے سستی کی طرف جانا، سب اس کے مفہوم میں شامل ہے۔ اب ان کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

(۱) کسی سواری سے نیچے اترنا کے لیے:

قِيلَ يٰنُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ (۱۱۱)
 حکم ہوا کہ نوح! ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو تم پر (نازل کی گئی ہیں) اتر آؤ۔

(۲) کسی چیز کا اضطراراً و قرآن نیچے اترنا۔

وَلَنْ مِنْهَا لَمَّا يَمْحُطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ - (۲۴)
 اور (پتھروں میں سے) کچھ ایسے ہیں کہ خدا کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔

(۳) مرتبہ سے فروتر ہو کر نکلنے کے لیے:

فَازْلَمْنَا الشَّيْطَانَ عَمَّا فَآخَرَ جَهَنَّمَ وَمِمَّا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ - (۱۱۴)
 پھر شیطان نے ان دونوں (آدم و حوا) کو وہاں سے پھلا دیا اور جس (عیش و نشاط) میں تھے۔ اس سے ان کو نکلوا دیا۔ تب ہم نے حکم دیا کہ یہاں سے نکل جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔

اس مفہوم کو ایک شاعر نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے:

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن بہت بے آبرو ہو کر تیسے کو پچھم نکلے!

ماصل: (۱) نزل کا لفظ عام ہے۔ تنزل، وحی و احکامات الہی اور شیطانی القارہ وغیرہ کے آتے ہے۔

(۲) حَلَّ: کسی مقام پر اترنے کے لیے۔

(۳) هَبَطَ: قرآ یا اضطراراً کسی جگہ سے اترنے، گرنے یا نکلنے کے لیے آتا ہے۔

آمانا: کے لیے نزل سے اَنْزَلَ اور نَزَلَ، حَلَّ سے اَحَلَّ اور اس کے علاوہ وَضَعَ اور خَلَعَ کے الفاظ آتے ہیں:

۱- اَنْزَلَ اور نَزَلَ: بعض علماء کا خیال ہے کہ اَنْزَلَ کا لفظ بلندی سے کوئی چیز یکبارگی امانے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ارشاد باری ہے:

اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ (۹۶)
 ہم نے قرآن کریم کو لیلۃ القدر میں امانا۔

اور یہ تو ظاہر ہے کہ قرآن کریم یکبارگی نازل نہیں ہوا۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ قرآن کریم اس رات کو آسمان دنیا پر تو یکبارگی نازل ہو گیا۔ بعد میں حسبِ موقع و ضرورت بذریعہ وحی نازل ہوتا رہتا دوسری توجیہ یہ ہے جیسے (فتح محمد صاحب) نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے۔ ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل (کرنا شروع)

کیا اور تنزیل سے مراد کسی چیز کو بتدریج یا حسب ضرورت اتارنا کے ہیں۔ جیسے:
 تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ
 عَبْدِهِ ۝۵۔ (۲۵)
 اپنے بند سے پر قرآن نازل فرمایا۔

چنانچہ امام رغب بھی یہی خیال فرماتے ہیں۔ فرماتے ہیں: "ان دونوں میں معنوی فرق یہ ہے کہ تنزیل کے معنی ایک چیز کو مرتباً بعد از مرتباً اور متفرق طور پر نازل کرنے کے ہوتے ہیں۔ اور انزال کا لفظ عام ہے جو ایک ہی دفعہ متحمل طور پر کسی چیز کو نازل کرنے پر بھی بولا جاتا ہے (معنی) گویا امام موصوف کے نزدیک تنزیل کا لفظ تدریج کے لیے اور انزال کا تدریج اور یکبارگی اتارنے دونوں کیلئے ہے لیکن قرآن اس کی تائید نہیں کرتا۔ مثلاً،

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ
 الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۝۶۴۔ (۲۶)
 اور کافر کہتے ہیں کہ اس پر قرآن یکبارگی کیوں نہیں
 اتارا گیا؟
 یہاں یکبارگی کے ساتھ تنزیل کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ دونوں لفظ اس قدر قریب المعنی ہیں کہ ایک کی جگہ دوسرا بلا تکلف استعمال ہو سکتا ہے صرف الفاظ کی بندش اور جملہ کی وضاحت کے لحاظ سے کوئی بھی ایک لفظ قرآن کریم نے استعمال کر لیا ہے۔

۲۔ أَحَلَّ: کسی دوسرے کو کسی مقام پر اتارنا۔ اور یہ اتارنے والے کے کسی عمل کے نتیجہ پر ہوتا ہے۔ اور خیر و شر دونوں صورتوں میں آتا ہے۔ مثلاً خیر کے لیے،

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ
 عَنَّا الْحَزْنَ ۚ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ
 الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمَقَامَةِ وَرَبَّ
 فَضْلِهِ ۝۲۵۔ (۲۷)
 وہ کہیں گے، خدا کا شکر ہے، کہ جس نے ہم سے غم دور کیا۔ بے شک ہمارا پروردگار بخشنے والا اور قدر دان ہے۔ جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ کے لیے اپنے گھر میں اتارا۔

شکر کے لیے،
 أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَلُوا نِعْمَةَ اللَّهِ
 كُفْرًا وَآحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۚ
 كِیَا تَم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے خدا کے احسان کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں جا اتارا۔ (۲۸)

۳۔ وَضَعَ: وضع کے بنیادی معنی نیچے رکھ دینا کے ہیں (معنی) لفظ وضع حمل اور بوجھ اتارنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور حمل میں بھی بوجھ ہی اتارا جاتا ہے۔ مثلاً،
 وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ الَّذِي أَنقَضَ
 ظَهْرَكَ ۚ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ۚ
 اور ہم نے آپ سے وہ بوجھ اتار دیا جو آپ کی کمر توڑ رہا تھا۔ (۲۹)
 پھر یہ لفظ اتارنے کے لیے عام ہونے لگا، مثلاً،

- حِينَ تَصْعَقُونَ نِيَابًا كَثِيرًا قَدْ غَلَّغْنَا فِي الرِّجْلِ الْمَظْمُورَةِ - اور جب تم دو پہر کو اپنے کپڑے اتارتے ہو۔
- ۴- خَلَعَ: بنیادی معنی کسی چیز کو علیحدہ کرنا ہے جو پہلے اس میں شامل تھی۔ (م ل) لفظ خَلَعَ بھی یہی مفہوم ادا کرتا ہے کہ عورت زبردل سے کرناوند سے علیحدہ ہو جاتی ہے اور طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ پاؤں سے جوتے تک کو علیحدہ کرنے (اتارنے) کے لیے استعمال ہوا ہے۔ فرمایا،
 اِنِّي اَنْتَارِبُكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ - اِنَّا نَاكَ (۱۷۱)
 پاؤں کو الٹے میں سے اٹا دو۔ تم یہاں پاک میدان یعنی طوی میں ہو۔
- اور خلع میں یہ عجیب نسبت ہے کہ قدیم تہذیبوں میں عورت کو پاؤں کے جوتے سے تعبیر کیا جاتا تھا۔
ماہل: (۱) اِنْخَالٌ اور تَنْزِيلٌ، کسی چیز کو نیچے اتارنے کے لیے ہیں اِنْخَالٌ یکساں اور تَنْزِيلٌ مفرق اُن کے لیے خواہ کیا گیا ہو یا بتدریج
 (۲) اَحْلَى: میں اتارنے کا عمل اترنے والے کے کسی عمل کے نتیجے میں ہوتا ہے۔
 (۳) وضع، کسی چیز کو اتار کر نیچے رکھنے کے لیے۔
 (۴) خلع، کسی چیز کو دوسری چیز سے علیحدہ کر کے اتارنے کے لیے جس میں وہ شامل تھی، استعمال ہوتے ہیں۔

اترانا۔ تبخیر کرنا

کے لیے فَرِحَ، بَطَرَ، مَرَحَ، اِخْتَالَ، فَخَخَ، اَشْرَحَ، تَمَطَّى اور تَشَكَّرَ اور فَرِحَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں:

- ۱- فَرِحَ، کا استعمال دو طرح سے ہوتا ہے۔ فرح القلب اور فرح النفس۔
 فرح القلب سے مراد کسی نعمت پر تہ دل سے شکر گزار ہونا ہے۔ یہ محمود صفت ہے۔ ارشاد باری ہے:
 قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ قَبْدَ لِكَ
 فَلْيَقْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ - سے نازل ہوئی ہے، تو چاہیے کہ لوگ اس سے خوش ہوں اور یہ اس سے کہیں بہتر ہے، جو وہ جمع کرتے ہیں۔ (۵۸)
- اور فرح النفس مذموم صفت ہے۔ یعنی خدا کی نعمتوں کا شکر یہ ادا کرنے کی بجائے اترانے لگنا اور چھوٹا نہ سمانا اور خوشیاں منانا۔ ارشاد باری ہے:
 اِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ
 لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ (۷۱)
 خدا اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔
- ۲- بَطَرَ، نعمتوں کی فراوانی کی وجہ سے بہک جانا اور بقول امام راجب بطر ایک دہشت ہے جو خوشی کے غلط استعمال، حق نعمت میں کوتاہی اور نعمت کے غلط استعمال سے انسان کو لاحق ہوتی ہے۔ (معنی) اور ابن فارس کے نزدیک بطر کے اصل معنی پھاڑنا کے ہیں یعنی جیسے نعمت کی فراوانی نے کسی کے پیسے پھاڑ دیے ہوں اور وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا گویا بطر کے مفہوم میں بھی نعمت کی فراوانی اور عدم شکر اور غلط استعمال موجود ہے اور یہ فَرِحَ سے اگلا درجہ ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ تَرْبِيَةٍ بَطَرَتْ
مَعِي شَتَبًا (۱۵)

اور ہم نے بہت سی بستیوں کو ہلاک کر ڈالا جو اپنی فراخی
معیشت پر اتر رہے تھے۔

۳- مَرَحٌ، فرط انبساط سے جھومنے لگانا (شذوۃ الفرح فل ۱۸) ناز و اداسے اڑا کر اڑکھلانا۔ یہ تلمیذ درجہ
ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ
تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ
طُولًا (۱۶)

اور زمین میں اڑا کر (اور تن کر) مت چل کہ تو نہ تو زمین کو
چھاڑ سکے گا اور نہ ہی لمبا ہو کر پہاڑوں کی چوٹی تک
پہنچ سکتے گا۔

۴- اِخْتَالَ، (خیل) ابن فارس کے نزدیک خیل کے معنی یدل علی حرکتہ فی تَلَوُّنٍ (م۔ل) یعنی
وہ حرکت جو بہر آن نیارنگ بدلتی ہے۔ تَخْيِيلُ کے معنی تصور باندھنا، متحجر کرنا اور اختال یعنی اڑا کر اڑکھلانا اور
متحجر کی چال چلنا (مخبر) آتے ہیں۔ گویا ایسے شخص کا دماغ عام آدمیوں سے اونچی سطح پر ہوتا ہے۔ اور یہ
مَرَحٌ سے اگلا درجہ ہے۔

۵- فخر، ایسی باتوں پر شغی بگھانا جو اس کے اپنے قبضہ و اختیار سے خارج ہوں۔ مثلاً حسب و نسب پر
اترانا یا موروثی مال و دولت پر شغی بگھارنا (معن) ارشاد باری ہے:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ
فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ
كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ (۱۷)

اور (ازرا و غرور) لوگوں سے گال نہ پھلانا اور زمین میں
اڑا کر نہ چلنا کہ خدا کسی اترنے والے خود پسند کو پسند
نہیں کرتا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مَرَحٌ، اختال اور فخر تینوں مذموم صفات کا بالترتیب ذکر فرمایا ہے۔
۶- أَشْرٌ، اَشْرٌ: ایسے خود پسند کو کہتے ہیں جو مندرجہ بالا صفات کے علاوہ زبان سے مہینگیں مارتا اور
لاف زنی بھی کرتا ہو۔ امام راغب الاشر کے معنی بہت زیادہ اترانا بتلاتے ہیں (معن) گویا یہ مَرَحٌ
اور اختال سے بھی اگلا درجہ ہے۔ ارشاد باری ہے:

سَيَعْلَمُونَ عَدَاوَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَلَّا يَشْرُ
تَمَطَّى: (مطو) یعنی چلنے میں گھمنڈ سے باز و پھیلانا (مخبر) بے نیازی کا اظہار کرنا۔ باز و پھیلنا
گھمنڈ سے تیز تیز چلنا (فل ۱۷۸) قرآن میں ہے:

فَلَا صَدَقَ وَلَا صَلَّى وَلَكِنْ كَذَّبَ
وَتَوَلَّى ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ آهْلِهِ يَمْتَطِي -
تو اس (عاقبت نا اندیش نے) نہ تو (کلام خدا کی) تصدیق
کی اور نہ نماز پڑھی بلکہ جھٹلایا اور نہ پھیر لیا۔ پھر اپنے
گھر والوں کے پاس اڑتا ہوا چل دیا۔ (۱۷۹)

۸- تَكَبَّرَ: یہ فخر کا سب سے آخری درجہ ہے جس میں انسان عُجْب میں مبتلا ہو جاتا ہے اور خود پسندی کی
اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ دوسروں کو حقیر سمجھنے لگتا ہے اور سچی بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے
جیسا کہ حدیث میں مروی ہے، الیکبران تَسَفَّهَ الْحَقُّ وَتَغَمَّضَ النَّاسُ (الادب المفرد للبخاری)

ارشاد باری ہے:

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا قَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا (۱۱۱)

اللہ تعالیٰ نے شیطان سے فرمایا تو جنت سے نکل جا۔ تجھے
شایاں نہیں کہ تو یہاں فرود کرے۔

۹۔ قِرَّةٌ: بمعنی خوش ہونا۔ اکلنا اور فسہ بمعنی ماہر ہونا۔ حاذق ہونا۔ خوش ہونا۔ سبک ہونا اور فارغ
بمعنی چست چالاک۔ جس کی مہارت ظاہر ہو (مخبر) گویا قِرَّةٌ اپنے ہنر اور فن کے کمال پر خوش ہونے
اترنے اور فخر کرنے کے لیے آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَتَنحِبُّونَ مِنَ الْجِبَالِ كَيْسُوتًا
فَارِهِينَ (۱۱۲)

اور تکلف سے پہاڑوں میں تراش تراش کر گھر
بناتے ہو۔ (عالم دہری)

فخریہ عمارتیں بناتے ہو (موردی)

اصل: (۱) فِرْحَ: خوشیاں برسانا۔ خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی بجائے ان پر اترانا۔

مارنا

(۲) بَطَرٌ: کفرانِ نعمت اور ان کا لفظ استعمال کرنے

(۴) تَمَطَّى: گھمنڈ کی وجہ سے بازو پھیلا کر تیز تیز چلنا۔

(۸) تَكْتَبُرُ: گھمنڈ کا آخری درجہ۔ سخت بات کو رد کر دینا اور
لوگوں کو حقیر جاننا۔

لگنا اور دوسروں کو خاطر میں نہ لانا۔

(۳) مَرَحٌ: ناز و اداسے اکر اکر کر چلنا شدتِ لغو

(۹) فسہ: اپنے فن کی مہارت پر اترانا۔

(۵) فَخْرٌ: ایسی باتوں پر اترنا جنہیں کسی کا اپنا کچھ دخل نہ ہو۔

۶۔ اُكْلٌ يَجُوعًا مِنْ كَهْرٍ بَاتِينَ كَرْنَا

کے لیے خَرَصٌ، اِخْتَلَقَ (خلق)، اِخْتَرَا (فری) اور تَقْوَلُ (قول) کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ خَرَصٌ: محض ظن اور تخمین سے کام لینا۔ خَرَصَ التَّخْلُفَ سے یہ مراد ہے کہ محض اُكْل سے اندازہ لگانا

کہ اس مجھور کے درخت پر کتنا چھل ہو گا اور خواص اس شخص کو کہتے ہیں جو اکثر کاموں میں محض اندازہ

اور تخمین سے کام لیتا ہو۔ (مخبر) ایسا آدمی عموماً جھوٹا اور ناقابلِ اعتماد ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

قِيلَ الْخَرَصُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي

خَيْرَةٍ سَامُونَ۔ يَسْتَلُونَ آيَاتِ

يَوْمِ الدِّينِ (۱۱۳)

۲۔ اِخْتَلَقَ: خَلَقَ بمعنی کوئی چیز پیدا کرنا جس کا مواد کچھ نہ کچھ پہلے موجود ہو اور اختلاق کے معنی ایسی بات

جس میں کچھ تھوڑی بہت تھوڑی بھی ہو تو اس میں جھوٹ سچ ملا کر اس کو ہوا، چکنا اور ملائم بنانا (مادہ)

بنانا اور خود تراشیدہ بات۔ (اشتریح (صفت) یہ لفظ جھوٹی بات سے مختص ہے جسے اس طرح ہوا کرنا

کیا ہو کہ وہ سچ معلوم ہو۔ (فقہ ل ۱۱۲) ارشاد باری ہے:

مَا سَمِعْنَا بِمِثْلِهَا فِي الْمَلَةِ الْآخِرَةِ
كَافِرُونَ لَمْ يَكُنْ فِيهَا مِثْلُهَا
سہی ہی نہیں۔ یہ تو بالکل بنائی ہوئی بات ہے۔

۳۔ افتراء، اس کا مادہ فری ہے۔ فری کے معنی جھوٹ باندھنا اور بگاڑ پیدا کرنا (م-۱) ہے۔ چنانچہ
قرآن کی اس آیت:

فَأْتَتْ بِهِ قَوْمًا تَحْمِلُهُ قَالُوا
يَسْرِيمُ لَقَدْ جِئْتَنَا بِكِبْرَةٍ
پھر (مریمؑ) لائی اس کو اپنے لوگوں کے پاس گود میں
تو وہ اسے کھنکھاتے ہوئے کہتے: تو لائی یہ چیز طرفان کی (مثالی)

سے یہ مراد ہے تو لے یہ کیا غضب کر دیا اور فساد بپا کر دیا ہے۔
اور افتراء ایسے جھوٹ یا الزام کو کہتے ہیں جو فساد اور بگاڑ کی خاطر سوچ سمجھ کر بنایا جاتے (صحت)
ہستان باندھنا۔

وَأَنْ كَادُوا لَيَفْلِتُنَّكَ عَنِ الذِّمِّي
أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ لَتُنْفِتُنَّ عَلَيْنَا غَيْرَهُ
اور لے پیغمبر جو دہی ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے قریب
تھا یہ (کافر) لوگ تم کو اس سے بھلا دیں تاکہ تم اس کے سوا
دوسری باتیں ہماری نسبت بنا لو۔

۴۔ تَقْوَلْ، قول۔ ہرگز سے نکلی ہوئی بات قول ہے۔ اور بعض دفعہ قول کا اطلاق ایسی بات پر بھی ہوتا ہے جو ابھی
دل میں ہو۔ مثلاً،

وَيَقُولُونَ رَفِيعَ أَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا
اللَّهُ - (۵۸)

اور تَقْوَلْ کے معنی جھوٹی بات کو انخراہ کرنا پھر اسے کسی دوسرے کے سر تعویب دینا (مخبر قرآن میں ہے،
وَلَوْ تَقْوَلْ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَارِبِ
لَا أَخَذْنَا مِنْهُ بِالْأَيْمِينِ لَعَلَّ نَفْسُهُ
مِنْهُ الْوَتَّيْنِ (۳۴/۳۵)

ماحصل: (۱) خصوص، محض ظن و تخمین سے کام لینا۔
حقیقت کو دخل نہ ہو۔
فسانہ ہو۔ جھوٹی بات جو سچی معلوم ہو۔

(۲) افتراء، فساد اور بگاڑ پیدا کرنے کی خاطر جھوٹ تراشنا۔
(۳) تَقْوَلْ، جھوٹ خود تراشنا پھر اسے کسی دوسرے پر تعویب دینا۔

۴۔ اُطْهَانًا - بوجھ اُطْهَانًا

کے لیے حَمَلٌ، نَأْمٌ (نوع)، وَزْرٌ، اُنْثَارٌ (شور)، اَقْلٌ، بَعَثٌ، اُنْشُرٌ، اُنْشُرٌ، اَلنَّقْطُ اور لَفْطِجِ
کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ حَمَلٌ، بوجھ اٹھانے کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اس کا استعمال عام ہے اور ماوی اور معنوی دونوں کے
لیے استعمال ہے۔ مثلاً:

(۱) مادی بوجھ اٹھانے کے لیے خواہ یہ ظاہری ہو یا باطنی جیسے ماں کا اپنے پیٹ میں بچہ کا بوجھ اٹھانا یا درخت کا اپنے پھل کا یا بادل اپنے پانی کا بوجھ اٹھانا۔ غرض یہ لفظ ہر طرح مستعمل ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَلَمَّا تَفَشَّتْهَا حَمَلَتْ حَمَلًا خَفِيفًا
فَمَرَّتْ بِهِ (۲۸۹)

جب مرد عورت کے پاس جاتا ہے تو اسے ہلکا سا حمل ہو جاتا ہے اور وہ اس کے ساتھ چلتی پھرتی ہے۔

(۲) مہنوی بوجھ اٹھانے کے لیے،

وَعَلَّتِ الْوُجُوهُ لِلْبَيْحِ الْقَوُورِ وَقَدْ
خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا - (۳۱۱)

اور اس زندہ و قائم کے درود نہ نیچے ہو جائیں گے اور جس نے ظلم کا بوجھ اٹھایا وہ نامراد رہا۔

اور حمل علیٰ معنی کسی پر بوجھ لادنا اور حمل بوجھ اٹھوانا کے معنوں میں آتا ہے۔ جیسے فرمایا،
وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا أَصْرًا (۲۸۶)

اور ہم پر بوجھ نہ ڈال۔

۲- نَاءٌ، (نیوے) کے معنی سخت محنت کرنا اور شفقت سے بوجھ اٹھانا (م۔ ن) زیادہ بوجھ ہونے کی وجہ سے شکل سے اٹھانا یا اٹھا سکن (م۔ ا) ارشاد باری ہے:

وَأَتَيْنَهُ مِنَ الْأُنثَىٰ مَا كَانَ مَفْعًا تَحَهُ
لَتَنُوَّعُنَّ بِالْغَضَبِ أُولَىٰ الْقُوَّةِ (۲۹۸)

اور ہم نے اس (قارون) کو اتنے نزلانے دیے تھے کہ ان کی کنبیاں ایک طاقتور جماعت کو اٹھانی مشکل ہوتیں۔

۳- وَذَرًا، جب کوئی شخص اپنا کپڑا پھیلا کر اس میں اپنا بوجھ رکھ کر اٹھانا اور پل دیتا ہے تو یہی وَذَرًا کا صحیح مفہوم ہے۔ اسی لیے ذنب یعنی گناہ کو وَذَرًا کہتے ہیں یعنی وہ شخص اپنے لیے ہوتے گناہ کا بوجھ اٹھا لیتا ہے۔ (م۔ ل) گویا وَذَرًا کا استعمال عموماً گناہوں کے بارگراں اٹھانے کے لیے آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ عَلَىٰ
ظُهُورِهِمْ إِلَّا سَاءَ مَا يَزْمُرُونَ - (۳۱)

اور وہ اپنے (گناہوں کے) بوجھ اپنی پشتوں پر اٹھاتے ہوئے ہوں گے۔ دیکھو جو بوجھ یہ اٹھائیں گے کیسا بُرا ہے۔

۴- آثَارٌ، (ثور) ثار کے معنی کسی چیز کے اوپر اٹھنا ہیں (م۔ ل) اور آثَارٌ کا لفظ اوپر اٹھانے کے لیے آتا ہے۔ اگر یہ لفظ زمین سے متعلق ہو تو اس کے معنی ہل جوتنا ہوتا ہے کہ اس سے زمین کو اوپر اٹھاتے ہیں۔

اور بالعموم اس لفظ کا استعمال ہواؤں اور دریاؤں کو اوپر اٹھانے کے لیے ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

اللَّهُ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ فَتُثِيرُ
سَحَابًا فَيَبْسُطُهُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ
يَشَاءُ وَيَجْعَلُ كِسْفًا (۲۸)

خدا ہی تو ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے تو وہ بادلوں کو اٹھاتی ہیں، پھر خدا اس کو جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا اور تہ بہ تہ کرتا ہے۔

۵- أَقْلٌ، قَلٌّ بنیادی طور پر دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) کم ہونا (۲) بلند ہونا اور أَقْلٌ بمعنی کسی چیز کو اٹھانا اور بلند کرنا (منجد) اور أَقْلٌ آثَار سے زیادہ بلند ہے۔ یعنی ہواؤں کا بارش سے

لدے ہوئے بوجھل بادلوں کو معمولی اور خیر سمجھ کر اٹھانے کے لیے پھرنا (معنی) چنانچہ درج ذیل آیت بھی اس بات کی وضاحت کر رہی ہے:

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا
بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ حَتَّىٰ إِذَا
أَقْلَّتْ سَحَابًا لِّقَا لَأَسْمَعْتَهُ لِبَلَدٍ
أَوْ رُوحٍ تَوَسَّعَ بِرَحْمَتِهِ لِيُنزِلَ
كُوخًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا يَغِيظُ
الْبَاطِلِينَ

۶۔ بَعَثَ، بنیادی طور پر اس میں دو معنی پائے جاتے ہیں (۱) ابھارنا۔ اٹھانا (۲) تیار کرنا (منجد) کبھی تو
ایک وقت یہ لفظ دونوں معنوں میں کبھی الگ الگ کسی ایک معنی میں استعمال ہوتا ہے، کہا جاتا ہے بَعَثْتُ
الْبَعِيرَ جس کے معنی ہیں اونٹ کو اٹھانا اور آزاد کر دینا۔ اس وقت ہمارے زیر بحث اس کے پہلے معنی میں ساگر
اس لفظ کا استعمال مڑوں سے متعلق ہوتا بھی اس میں دونوں معنی پائے جاتے ہیں۔ یعنی مڑوں کو زندہ کر کے اٹھانا
اور میدانِ عمر کی طرف چلانا۔ مثلاً:

وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا
وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ (۲۳)
اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں
اور یہ کہ خدا سب لوگوں کو جو قبروں میں ہیں جلا اٹھائے گا۔
پھر یہ لفظ نیند سے اٹھانے کے لیے بھی (یعنی صرف پہلے معنی میں) استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ نیند بھی ایک
بلکہ قسم کی موت ہی ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَكَذَلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ
أَمْ نَحْيُوا أَمْ لَا (۱۶)

۷۔ اَنْشَرُ، اَنْشَرْتُ کے بنیادی معنی پھیلانا ہیں اور اس کی ضد طوی یعنی پلینا ہے۔ نَشَرْتُ الْكِتَابَ
یعنی میں نے کتاب کو کھولا یا پھیلا یا اور طَوَيْتُهُ کے معنی کتاب کو لپیٹ دیا یا بند کر دیا (م) جیسا کہ
قرآن کریم میں ہے:
وَلَاذِ الصُّحُفِ نَشَرْتُ (۱۶)

اور جب عملوں کے دفتر کھولے جائیں گے۔
اور نَشَرْتُ الْمِثْقَالَ نَشْرًا کے معنی میت کے از سر زندہ ہونے کے ہیں (معن) وَالْيَوْمِ النَّشْرُ
معنی اللہ کے پاس ہی قبروں سے نکل کر جانا ہے۔ اس میں زندہ ہونا، اٹھنا اور پھیلنا سب معنی پائے
جاتے ہیں۔ اسی سے اَنْشَرُ فعل متعدی ہے۔ ارشاد باری ہے،

ثُمَّ آتَاهُمْ فَاَقْبَرَهُ ثُمَّ إِذَا اشَاءَ
اَنْشَرَهُ (۱۶)

۸۔ اَنْشَرُ، اَنْشَرْتُ کے بنیادی معنی ارتفاع، اٹھان، اُبھار کے ہیں۔ خصوصاً جب کسی چیز میں یہ اٹھان تحریک
اور ہيجان کا نتیجہ ہو۔ (غ ق) نَشَرَ الرَّجُلُ كَأَنَّ بَيْتَهُ هُوَ آدَمِيٌّ كَأَنَّ كَهْرًا هُوَ نَشْرًا (منجد) اسی
سے اَنْشَرُ فعل متعدی ہے۔ قرآن میں ہے،

وَانظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً
لِّلنَّاسِ وَاَنْظُرْ إِلَىٰ الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِرُهَا

ثُمَّ تَلْتَمِسُوهُمَا لَحْمًا ﴿۱۰۹﴾
 انہیں کسی طرح ابھار کر جوڑ دیتے ہیں۔ پھر ان پر گوشت
 پوست پڑھاتے ہیں۔ (عثمانیؒ)

یہاں اَنْشَرَ استعمال کرنے کا یہ معنی ہے کہ ان ہڈیوں میں تحرک اور جھجھکان پیدا ہوا۔ وہ آپس میں جوڑنے
 لگیں اور گدھے کا پیچ بکھڑا ہو گیا۔

۹۔ اَلتَّقَطَ، اَلْقَطَّ کے معنی زمین سے کسی چیز کا اٹھانا اور لُقَطَةً اس چیز کو کہتے ہیں جو زمین پر گری پڑی
 دستیاب ہو اور اس کا مالک معلوم نہ ہو (مخبر) اسی سے اَلتَّقَطَ مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ زمین سے
 کسی ایسی گری پڑی چیز کا اٹھانا جس کے مالک کا علم نہ ہو۔ قرآن میں ہے:

قَالَ قَائِلٌ مِّمَّنْهُمْ لَا تَتَّقُوا لِيُؤْتِيَكُمْ
 وَالْقُوَّةُ فِي غِيَابِ الْجُبِّ يَلْتَقِطُ
 بَعْضُ السَّيَّارَةِ ﴿۱۱۳﴾
 (یوسفؑ کے بھائیوں میں سے) ایک کہنے والے نے
 کہا کہ یوسفؑ کو جان سے نہ مارو۔ کسی گھرے کنوئیں میں
 ڈال دو۔ کوئی راگبیر لے اٹھالے جائیگا۔

۱۰۔ اَللَّقَحَّ، یہ لفظ باطنی قسم کے بوجھ اٹھانے سے مخصوص ہے لقحة الناقة یعنی اونٹنی حاملہ ہو گئی (بھٹ)
 پھر یہ لفظ ہواؤں سے بھی متعلق ہے جو زبردخت سے تخم لے جا کر مادہ درخت میں تخم ریزی کرتی ہیں
 یا وہ ہوا میں جو بارش کا بوجھ اٹھائے پھرتی ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَرْسَلْنَا الرِّيحَ لَوَاجِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنْ
 السَّمَاءِ مَاءً ﴿۱۱۶﴾
 اور ہم بادلوں کے پانی کا بوجھ اٹھانے والی ہوائیں بھیجتے
 ہیں۔ پھر ہم ہی آسمان سے مینہ برساتے ہیں۔

نیز دیکھیے — بلند کرنا۔

ماحصل؛ (۱) حَمَلَ، بوجھ اٹھانے کے لیے خواہ

(۲) نَاءَ، زیادہ بوجھ جو بہ مشقت اٹھایا جاسکے،

(۳) اَنْشَرَ، مادی ہو یا معنوی۔ عام ہے۔

(۴) اَلتَّقَطَ، کسی چیز میں تحرک پیدا کر کے اٹھانے کے لیے

(۵) اَللَّقَحَّ، بوجھ کو بہ مشقت اٹھانا

(۶) اَنْشَرَ، ہواؤں کا بادلوں کو اٹھانے کے لیے

(۷) اَللَّقَحَّ، باطنی قسم کا بوجھ اٹھانے کے لیے مخصوص ہے

(۸) اَنْشَرَ، ہواؤں کا بوجھ اٹھانے کے لیے

(۹) اَللَّقَحَّ، نیز دیکھیے بلند کرنا

(۱۰) اَللَّقَحَّ، ہواؤں کا بوجھ معمول سمجھ کر اٹھانے کے لیے

ماٹھن

کے لیے بَعَثَ سے اَبْعَثَ، نَشَرَ، نَشَّرَ اور قَامَرَ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ اَبْعَثَ، بَعَثَ (کے معنی کے لیے اٹھانا) کے باب اَبْعَثَ میں ہونے کی وجہ سے اس کے معنی کسی شخص
 کا خود اٹھنا اور کسی اہم مقصد کی تکمیل کے لیے تنہا روانہ ہونا ہے۔ قرآن میں ہے:

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهُمْ اِذِ ابْعَثَ
 (قوم) ثمود نے اپنی سرکشی کے سبب پیغمبر کو بھٹلایا۔ جب

- ۱- اَشْقَمَهَا (۹۱) ان میں ایک نہایت بد بخت اٹھا۔
- ۲- نَشْرًا (۱۱) مُردوں کا قبروں سے اٹھ کر پھیل جانا (کما حق) (۲) اٹھ کر نکل کھڑا ہونا۔
- (۱) وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَوَةً وَلَا نُشُورًا (۲۵)
- (۲) هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْيَسَدَ لِبَاسًا وَالنُّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا (۲۵)
- اور وہی تو ہے جس نے رات کو تمہارے لیے پردہ اور نیند کو آرام بنایا اور دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت ٹھہرایا۔
- ۳- نَشْرًا کسی تحریک یا تحریک کی وجہ سے اٹھنا۔ (کما حق)
- لے ایمان والا اور جب تمہیں مجالس میں کھل کر بیٹھنے کو کہا جاتے تو کھل کر بیٹھو خدام کو کشادگی بخشنے کا اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو کر۔
- فَانْشُرُوا (۳۱)
- ۴- قَامَرٌ بیٹھے ہوئے یا لیٹے ہوئے آدمی کا اٹھ کھڑا ہونا یا چلتے چلتے کھڑے ہونا سب کے لیے آتا ہے۔
- گو یا کھڑا ہونا کے لیے بالعموم استعمال ہوتا ہے۔ اب مثالیں دیکھئے :
- (۱) الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا - (۱۹۱)
- لے (مجدد) جو کھڑے لیٹے پڑے ہو اٹھو اور ہاربت کرو۔
- جب بجلی (جھپکتی اور) ان پر روشنی ڈالتی ہے تو اس میں چل پڑتے ہیں اور جب اندھیرا ہو جاتا ہے تو کھڑے کھڑے رو جاتے ہیں۔
- (۲) اَشْقَمًا اور پھیل جانا۔
- مَحْصُلٌ : (۱) انبعث، اٹھ کر تنہا کسی مقصد کے لئے (۲) نشز، کسی تحریک کی بنا پر اٹھ جانے کے لیے۔
- (۳) قَامَرٌ کسی بھی حالت کے بعد کھڑا ہونا۔ عام ہے۔

۹- اجازت لینا

- اجازت لینے کے لیے اِسْتَأْذَنَ (اذن) اور اِسْتَأْذَنَسَ (انس) کے الفاظ آتے ہیں۔
- ۱- اِسْتَأْذَنَ اِذْنًا (یعنی اجازت یا منظوری) سے مستحق ہے۔ اِسْتَأْذَنَ (یعنی منظوری حاصل کرنا کسی کام کے لیے اجازت چاہنا اور اِسْتَأْذَنَ عَلَيْهِ (یعنی اندر آنے کی اجازت طلب کرنا۔ (مجدد) ارشاد باری ہے :
- لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَ
- جو لوگ خدا اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ تو آپ کے

بِالْيَوْمِ الْأَخِيرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ (۱۱۶)

اجازت نہیں چاہتے کہ پیچھے رہ جائیں۔ بلکہ چاہتے ہیں کہ اپنے مال اور جان سے جہاد کریں۔

۲- اِسْتَأْنَسَ، اِسْتَأْنَسَ یعنی کسی چیز کو دیکھنا اور اس کو جاننا۔ اِسْتَأْنَسَ الصَّوْتُ یعنی آواز سن لینا۔ اِسْتَأْنَسَ النَّارَ یعنی آگ دیکھنا۔ اسی سے اِسْتَأْنَسَ مشتق ہے۔ یعنی موائست پیدا کرنا۔ اپنے کسی قول و فعل کے ذریعے دوسرے کو اپنے سے متعارف کرنا۔ مثلاً کوئی شخص دروازے پر کھڑا ہو کر صاحب خانہ کو آواز دیتا ہے یا کھانتا ہے تو اس آواز یا کھانے کے عمل سے صاحب خانہ کو معلوم ہو جاتا ہے کہ دروازے پر فلاں شخص ہے۔ تو اِسْتَأْنَسَ کا مفہوم پورا ہو گیا۔ ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَلَسْتُمْ عَلَىٰ أَهْلِيهَا

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے (لوگوں کے) گھروں میں گھر والوں سے اجازت لینے اور ان کو سلام کیے بغیر نہ داخل ہوا کرو۔ (۲۲)

ماہصل: (۱) استاذن کسی کام کی اجازت یا منظوری طلب کرنا۔

(۲) استانس، اپنے کسی قول و فعل سے دوسرے کو متعارف کرانا۔

اور اجازت دینا کے لیے صرف اِذْنُ آیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے

عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذْنَتْ لَكَ (۱۱۷) (اے پیغمبر!) خدا آپ کو معاف کرے۔ آپ نے ان (مناظروں کو جہاد پر نہ جانے کی) کیوں اجازت دی۔

۱۰۔ اُجِدُّ

کے لیے عُجِّلَ۔ فَظًا اور اَعْرَابٌ کے الفاظ آئے ہیں:

۱- عُجِّلَ، عَجَّلَ یعنی سختی سے اور درشتی سے کسی کو اس کے سر کے بالوں سے پکڑ کر کھینچنا اور گھسیٹنا (معن)

عَجَّلَهُ إِلَى السِّجْنِ یعنی اسے گھسیٹ کر قید خانہ میں ڈال دیا۔ (م۔ ق) ارشاد باری ہے:

حُدِّدْهُ فَاعْتَلَوْهُ إِلَى سَوَاءٍ الْجَحِيمِ (۱۱۸) اے پکڑ لو اور کھینچ کر درخ کے بیچوں بیچ لے جاؤ۔

اور عُجِّلَ یعنی اُجِدُّ اور درشت نحو (م۔ ق) سخت گیر (معن) ارشاد باری ہے:

عُجِّلْ بَعْدَ ذَلِكَ زَيْدٌ (۱۱۹) سخت نحو اور اس کے علاوہ ہدفات ہے۔

۲- فَظٌ یعنی بد مزاج (معن) بد خلق (م۔ ق) اور فَظٌ یعنی سخت کلام اور خلق ہونا (مجدد) زبان کا کرکڑا صندلین

یعنی زبان اور مزاج کا نرم ہونا) ارشاد باری ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ (۱۲۰)

(اے محمد!) خدا کی مہربانی سے تمہاری افتاد مزاج ان لوگوں کے لیے نرم واقع ہوئی ہے اور اگر آپ تندخو اور سخت دل واقع ہوتے تو یہ لوگ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے۔

۲- اعراب، گنوار۔ بادیشین، جنگلی، جنگل میں رہنے والے غیر مہذب۔ جنہیں گفتگو یا طرز بود و باش کا سلیقہ

اور تمیز ہی نہ ہو ارشاد باری ہے:

الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ
أَلَّا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى
رَسُولِهِ (۳۶)

گنوار کفر و نفاق میں بہت سخت ہیں۔ اور اسی لائق ہیں کہ
وہ ان احکام کو جو ارشاد نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں
جان ہی نہ سکیں۔

(۳) اعراب، بد تمیز جنہیں آداب گفتگو کا سلیقہ ہی نہ ہو

ماحصل: (۱) عتشل، سخت مزاج اور سخت گیر
(۲) فظ، بد مزاج اور گفتگو میں گالی کلوج استعمال کرنے والا

۱۱۔ اچانک۔ (ناگماں)

کے لیے اِذَا اور إِذَا اور بَغْتَةً کے الفاظ آتے ہیں،

۱۔ اِذَا اور إِذَا۔ دونوں حروف ظرف "جب" کا معنی دیتے ہیں۔ اِذَا عموماً ماضی کے لیے آتا ہے اور إِذَا
مضارع کے لیے۔ یہ دونوں حروف کبھی مضامبات یعنی ناگماں یا اچانک کسی خبر کے ظہور کے لیے آجاتے
ہیں۔ تاہم بعد کے واقعہ کا پہلے سے کچھ نہ کچھ تعلق ہوتا ہے جیسے خَرَجْتُ فَإِذَا أَسَدٌ بِالْبَابِ۔
یعنی میں نکلا تو اچانک دروازے پر شیر تھا۔ (موجد) اور قرآن میں ہے:

فَأَلْقَى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ۔
موسیٰ نے اپنی لاطھی (زمین پر ڈالی تو اچانک وہ صرخ اڑھا
بن گیا۔ (۳۷)

۲۔ بَغْتَةً: بمعنی اچانک کسی چیز کا یوں ظہور میں آنا کہ اس کے ظہور کا گمان بھی نہ ہو (مفت) بَغْتَةً اور
إِذَا یا إِذَا کا فرق یہ ہے کہ اِذَا میں بعد کے واقعہ کی پہلے واقعہ سے کچھ تعلق یا نسبت ہوتی ہے، جبکہ
بَغْتَةً میں صرف کسی فجائی یا ناگمانی واقعہ کا ذکر ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے،
فَأَخَذَتْهُمُ بَغْتَةً وَهُمْ لَا
يَشْعُرُونَ۔ (۳۸)

دوسرے مقام پر ہے:

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً
قَالُوا يَا حَسْرَتَنَا عَلَىٰ مَا فَرَطْنَا فِيهَا (۳۹)

یہاں تک کہ جب قیامت اچانک ان پر آ موجود ہوگی
تو کہیں گے اے انہوں جو ہم نے قیامت کے بارے میں تقصیر کی!

۱۲۔ اچھا۔ خوب۔ بہتر

کے لیے نِعْمٌ، خَيْرٌ، حَسَنٌ، مُثَبِّلٌ اور جَمِيْعٌ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ نِعْمٌ: کلمہ تحسین ہے جو بہتر تم کی مدح کے لیے استعمال ہوتا ہے (مفت) جس کے معنی ہیں۔ واہ۔ واہ۔
کیا خوب۔ کسی اچھی چیز پر خوش ہو کر بولا جاتا ہے۔ ابن فارس کے نزدیک اس کا اصل عطف اور میلان
سے ذم ل یعنی جس چیز کو دیکھ کر طبیعت ادھر مائل اور راغب ہو تو نِعْمٌ کہتے ہیں اور اس کی ضد بئس

ہے جو کلمہ زم ہے اور نذرت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَنِعْمَ ذَاذُ الْمُنْتَقِينَ ﴿۱۷﴾ اور پرہیزگاروں کا گھر کیا خوب ہے؟
۲۔ خَیْرٌ ہر وہ چیز جو سب کو مرغوب ہو۔ مثلاً عدل، فضل، عقل اور مال و دولت کو بھی خیر کہتے ہیں (م۔۱)۔
اس کی ضد شر ہے۔ قرآن میں ہے:

وَدَانَهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ ﴿۱۸﴾ اور وہ انسان تو مال و دولت سے سخت محبت کرنے والا ہے۔

یعنی خیر سے مراد ہر بھلی بات یا نیک کام ہوتا ہے اور اس کی جمع خیرات ہے۔ ارشاد باری ہے:
يَوْمِئِذٍ يَاللّٰهُ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يَأْكُرُونَ
کام کرنے کو کہتے ہیں اور بُری باتوں سے منع کرتے
يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ ﴿۱۹﴾ ہیں اور نیک کاموں پر پلکتے ہیں۔

خیر کا لفظ صرف بھلی بات یا بھلے کام پر ہی استعمال نہیں ہوتا بلکہ بھلے آدمیوں یا چیزوں پر بھی ہوتا ہے اور ایمان کے لیے بھی اس صورت میں خیر سے جمع اختیار آتی ہے۔ مثلاً:
إِنَّمَا عِنْدَنَا لَيْسَ الْمُصْطَفِينَ الْاٰخِيَارِ
وہ ہمارے نزدیک منتخب اور نیک لوگوں میں سے
تھے۔ ﴿۲۰﴾

گو یا خیر کا لفظ کسی بھلی بات یا کام یا آدمی کے لیے استعمال ہوتا ہے اور نیک کسی بھلی چیز کو دیکھنے سے
خوش ہونے پر بولا جاتا ہے۔ درج ذیل آیت اس بات کی وضاحت کر رہی ہے:
وَلَذٰٓ اٰرَآ الْآخِرَةَ خَيْرًا وَّلِنِعْمَ ذَاذُ
الْمُنْتَقِينَ ﴿۲۱﴾ گھر کیا ہی خوب ہے۔

۳۔ حَسَنٌ، یعنی خوش کن اور پسندیدہ چیز (معنی) اور اس کی ضد سَاءٌ ہے۔ پھر یہ لفظ ظاہری خوبصورتی
اور چہرے کے نکھار کے لیے بھی مستعمل ہے۔ جیسے فرمایا:
فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ ﴿۲۲﴾ ان (جنت کے باغوں میں) نیک سیرت اور خوبصورت
عورتیں ہیں۔

اس صورت میں اس کی ضد قَبِيْحٌ ہے۔ علاوہ ازیں یہ لفظ اخلاق کی عمدگی کو ظاہر کرنے کے لیے بھی معنوی
طور پر استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:
وَحَسَنٌ اَوْلٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۲۳﴾ اور ان لوگوں کی رفاقت کیا ہی خوب ہے۔

۴۔ اَمْتَلٌ اور مُثَلًى۔ مَثَلٌ کے معنی تصویر کا آنکھوں کے سامنے ہونا (معنی) اور اَمْتَلٌ کے معنی مثالی، پیغمبر،
آئیڈل۔ بہترین (م۔۱)۔ جیسے قرآن میں ہے:
اِذْ يَقُوْلُ امْتَلْ بِمَعْرِفَةٍ ﴿۲۴﴾ اس وقت سب سے اچھی راہ والا (یعنی عاقل دہوش مند)

کہے گا۔ (جان دھری)

اور مُثَلًی، اَمْثَلٌ سے مؤنث ہے۔ قرآن میں ہے:

وَيَذُهَا بِطَرِيقَتِكُمُ الْمُثَلًی (۱۶)

۵۔ جمیل، اپنی اصل کے لحاظ سے جمال کے معنی ظاہری خوبی، شان، ٹٹھاٹھ اور خوبصورتی ہے (فقہ، ۲۱)۔

جیسے فرمایا،

وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ (۱۷)

اور تمہارے لیے اس میں شان ہے۔

اور اَجْمَلٌ فِي الْعَمَلِ بمعنی کام کو بہتر طریقے سے سرانجام دینا ہے (م۔ ق) اور جمیل کا لفظ بہتر راستہ

اختیار کرنے کے لیے آتا ہے۔ جیسے یعقوب نے اپنے بیٹوں سے فرمایا:

بَل سَوَّلْتُ لَكُمْ أَنْفُسَكُمْ أَمْرًا فَاصْبِرُوا

تم یہ بات اپنے دل سے نالائے ہو۔ سواب صبر بھی

جمیل (۱۸)

اچھا ہے۔

اور رسول اللہ نے اپنی بیویوں سے فرمایا،

إِنْ كُنْتُنَّ تَرْضَيْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَ

اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت و آرائش کی خواستگار

ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دوں اور اچھی طرح سے رخصت

زینتہا فتعالین اَمْتَعْتِكُنَّ وَأَسْرَحْتِكُنَّ

سَرَّاحًا جَمِيلًا (۱۹)

کردوں۔

بعد میں یہ لفظ چہرہ کی خوبصورتی میں بھی استعمال ہونے لگا۔ لیکن اس کی مثال قرآن میں نہیں ہے۔

ماحصل (۱) نعم۔ کلمہ تھیں ہے جو کسی اچھی بات پر

خوبصورتی اور اچھائی کے لیے۔

تقریب کے طور پر کہا جاتا ہے۔ (۴) امثل اور مثلی بمعنی مثالی۔ بہترین۔ آئیڈیل جو قابل تقلید ہو۔

(۲) خیر۔ بہ بھلی بات، کام یا آدمی کے لیے۔ (۵) جمیل۔ افعال، اخلاق اور احوال ظاہرہ کی اچھائی کے لیے

(۳) حُسن۔ خوش کن اور پسندیدہ بات ظاہری و معنوی آتا ہے۔

۱۲۔ اچھیا۔ اچھیا ہونا

کے لیے نیکو۔ عَجَبٌ اور تَجَدُّبٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آتے ہیں۔

۱۔ نیکو بمعنی کسی بات سے ناواقف ہونا (نیکوۃ ضد معرفتہ) اور انکر بمعنی انکار کرنا۔ کسی سے

ناواقف ہونا اور تناکر بمعنی جان بوجھ کر ایک دوسرے سے ناواقف بنانا اور اجنبیوں کا سا سلوک

کرنا اور نکر۔ بُرا کام۔ سخت کام (منجد) اور منکر بمعنی بُرا کام۔ بُری بات۔ ناگوار چیز۔ گویا نکر

میں اجنبیت اور ناگواری دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ ارشاد باری ہے:

فَلَمَّا رَأَىٰ أَن يَدْعُهُمْ لَا تَحْسَبُ عَلَيْهِمْ

پھر جب حضرت ابراہیم نے دیکھا کہ ان (فرشتوں) کا ہاتھ

نَكَرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً (۲۰)

کی طرف نہیں جلتے تو ان کو اجنبی سمجھ کر دل میں خوف کیا۔

۲۔ عَجَبٌ۔ عَجَبٌ ایسی حیرت کو کہتے ہیں جس کا سبب معلوم نہ ہو (معت) نیز عَجَبٌ بمعنی پسند کرنا اور

اَعْجَبٌ بمعنی کسی چیز کا خوشگوار محسوس ہونا جو غیر متوقع ہو یا اس کا سبب معلوم نہ ہو۔ اور عَجَبٌ یہ لفظ محض خوشگوار کے

معنوں میں بھی آتا ہے۔ گویا عجب میں بھی دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ اجنبیت اور خوشگواری۔ ارشاد باری ہے:

قَالُوا أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَةً
اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ ﴿۱۳۱﴾

فرشتے (حضرت ابراہیمؑ کی بیوی سے) کہنے لگے کیا تم
خدا کی قدرت سے تعجب کرتی ہو۔ اے اہل بیت! تم پر
خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔

۳۔ جُذْبُ، جَذْبُ بمعنی پہلو۔ کرٹ اور جُذْبُ بمعنی اجنبی بھی اور ناپاک بھی اور جُذْبُ کا لفظ واحد ثنیۃ جمع، مذکر مؤنث سب کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ (منجد) یہ لفظ قرآن میں ان دونوں معنوں میں آیا ہے۔ جب یہ اجنبی کے معنوں میں آئے تو اس میں ناگواری یا خوشگواری کا کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ ارشاد باری ہے:

وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ
وَالصَّاحِبِ بِآلِ جَدِّهِ ﴿۱۳۲﴾

اور رشتہ دار ہمسایوں، اجنبی ہمسایوں اور رشتے پہلو
(پاس بیٹھنے والوں) سے اچھا سلوک کرو۔

اور جُنُبُ بمعنی ایک طرف ہو جانا اور دُور ہونا اور جنبی شخص کو بھی چونکہ نماز اور مسجد وغیرہ سے ایک طرف
یا علیہ رہنے کا حکم ہے۔ اسی نسبت سے اسے جنبی یا جُنُبُ کہا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ
تَغْتَسِلُوا ﴿۱۳۳﴾

اور جنبی بھی (نماز کے قریب نہ جائے) جب تک نما
نہ لے۔ مگر جو راہ چلتا مسافر ہو۔

ماہصل: اجنبیت کے ساتھ اگر ناگواری شامل ہو تو ذِکْرُ اور اگر خوشگواری شامل ہو تو عجب اور جب ناگواری
یا خوشگواری کچھ نہ ہو تو جُذْبُ آتا ہے۔

۱۲۔ احسان کرنا

کے لیے فَضْلٌ، مَنٌّ، اِنْعَمٌ اَحْسَنُ کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں:

۱۔ فَضْلٌ: بمعنی کسی اچھی چیز کے اقتصاد اور توسط درجہ سے زیادہ ہونا (مف) اور فَضُولٌ بمعنی
ضرورت سے زیادہ چیز۔ نیز وہ مال غنیمت جو تقسیم کے بعد بچ رہے۔ اور فَضُولٌ بہت فضل کرنے والا
اور فَضْلٌ بمعنی احسان۔ زیادتی (منجد) اور فَضْلٌ بمعنی کسی کو فضیلت یا بڑائی دینا۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا تَسْأَلُوا فَضْلَ بَيْتِكُمْ ﴿۱۳۴﴾ اور آپس میں احسان کرنا نہ بھولو۔ (عثمانی)

اور فَضْلٌ بمعنی کسی کے اہل استحقاق سے ازراہ مہربانی کچھ زیادہ دینا۔ ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا مَالَ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ
مِمَّا بَلَغُوا حُلُمًا مِّنْهُ يَوْمَ يُنْفَخُ الْأَقْرَابُ يَوْمَ يَقُولُ الْمُطَّوِّئُونَ
لِلَّذِينَ هُمْ يُقْرَبُونَ لَا خَلْفَ لَهُمْ مِّنْ شَيْءٍ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْتَبِرُونَ ﴿۱۳۵﴾

یہ پیغمبر ہیں (جو ہم وقتاً فوقتاً بھیجتے رہے) ہم نے ان میں
سے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔

۲۔ مَنٌّ، بمعنی احسان بھلائی اور مَنٌّ بمعنی احسان کرنا۔ احسان جتنا اور ایک بھاری وزن کا نام (ج
اَمْتَانٌ اور اَمْتَاءُ) (منجد-مف) اور مَنٌّ بمعنی بھاری احسان یا بڑا احسان ہے۔ (مف) ارشاد باری ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ
اَللّٰهُ تَعَالٰی نَے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں

بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ (۳۳) انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجا۔

۲۔ اَنْعَمَ، اَنْعَمَةٌ۔ انسان کی اچھی حالت کو کہتے ہیں اور نعمت ہر وہ چیز ہے جو انسان کی کوئی ضرورت پوری کرے اور اس کی خوشحالی کا باعث بن سکے اور یہ لفظ جنس کے لیے ہے خواہ نعمت تھوڑی ہو یا زیادہ اور نعمت اور انعام کا لفظ انسان کے ساتھ مخصوص ہے۔ اَنْعَمَ کے معنی احسان، نیکی یا بھلائی کرنا ہے۔ لیکن انعم علی فرسہ کبھی نہ آئے گا (م۔ ق) نیز یہ لفظ اپنی ذات کے لیے بھی استعمال نہیں ہوتا (فق۔ ل۔ ۱۵۸)

اِذْ تَقُولُ لِلَّذِي اَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِ
وَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْ سِئِدُكَ عَلَيْنَا
زَوْجًا كَ (۳۳)

جب تم اس شخص سے، جس (زید بن حارثہ) پر خدا نے بھی احسان کیا اور تم نے بھی احسان کیا۔ یہ کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دو۔ (طلاق نہ دو)

۳۔ اَحْسَنَ، احسان کا معنی ہر نیک اور اچھا کام ہے خواہ اس کا تعلق اپنی ذات سے ہو، یا کسی دوسرے سے (فق ل ۱۵۸)۔ حدیث جبرئیل میں ہے کہ جبرئیل نے آپ سے پوچھا کہ احسان کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا "احسان یہ ہے کہ تو خدا کی بول عبادت کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو کم از کم یہ ضرور سمجھنا چاہیے کہ خدا تجھے دیکھ رہا ہے" احسان کا لفظ چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے ہر بھلائی کے کام پر بولا جاتا ہے۔ جیسے حضرت یوسفؑ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا:

وَقَدْ اَحْسَنَ بِنِي اِذْ اَخْرَجْتَنِي مِنَ السِّجْنِ
وَجَاءَ بِكَ مِّنَ البَدْوِ (۳۴)

اور اس نے مجھ پر احسان فرمایا کہ مجھ کو جیل خانہ سے نکالا اور تم سب کو گاؤں سے یہاں لے آیا۔

ماہل؛ (۱) فَضَّلَ، ازراہ ہر بانی کسی کو اس کے (۲) اَنْعَمَ، کسی انسان پر سوائے اپنی ذات کے احسان کرنے کیلئے آج ہے استحقاق سے کچھ زیادہ دینا۔ (۳) اَحْسَنَ، بہت عام ہے اور اس کا تعلق دوسرے سے بھی ہو سکتا ہے اور اپنی ذات سے بھی۔ (۲) مَن، کسی بڑے احسان کرنے کے لیے۔

۱۵۔ اختیار (کھٹ)

کے لیے خَيْرَةٌ، مَلِكٌ، وَّلَايَةٌ اور اَمْكَنٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں؛

۱۔ خَيْرَةٌ۔ خیر یعنی اچھا اور بہتر اور خَيْرَةٌ اور اِخْتَارٌ یعنی دو یا زیادہ چیزوں میں سے کسی اچھی چیز کو پسند کر لینا، چن لینا یا اختیار کرنا ہے۔ ارشاد باری ہے،

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا لِمُؤْمِنَةٍ اِذَا
قَضَى اللهُ وَرَسُولُهُ اَمْرًا اَنْ يَكُوْنَتْ
لَهُمُ الخَيْرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ (۳۴)

کسی مومن مرد یا مومن عورت کا یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو ان کا اپنا کچھ اختیار باقی رہ جائے۔

۲۔ مَلِكٌ، مَلِكٌ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی کے قبضہ میں ہو اور کسی دوسرے کا اس میں تصرف کرنے کا اختیار نہ ہو اور مَلِكٌ اور مَلِكٌ دونوں اس لحاظ سے ہم معنی ہیں (معنی) مَلِكٌ ایسی چیز میں اختیار

کو کہتے ہیں جو اپنی ملکیت اور قبضہ میں ہو اور مَلَک بادشاہ کو کہتے ہیں کہ پہلک اس کے قبضہ اور تصرف میں ہوتی اور وہ اس کا عظیم ہوتا ہے، قرآن میں ہے:

قَالُوا مَا آخِذْنَا مَوْجِدًا بِمَلَکِنَا۔ (بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے) کہا ہم نے اپنے اختیار

سے تم سے وعدہ غلات نہیں کیا۔ (۱۶)

یعنی ساری فریبت ہم سے زیورات لے کر اور بچھڑا بنا کر کچھ اس طرح ہم پر مسلط ہو گیا تھا کہ ہمیں اپنی مرضی سے اپنی چیزوں میں بھی تصرف کرنے کا اختیار ہی نہ رہا۔

۳۔ وَلَا یَیۡتِہٖ، (دوستوں کے ساتھ، اور اگر وکسورہ یعنی وَلَا یَیۡتِہٖ ہو تو اس کا معنی ملک، سلطنت یا بادشاہی

ہے) اور وَلَا یَیۡتِہٖ یعنی کسی کام کا متولی ہونا (امت) اور الولاء بمعنی وہ میراث جو اپنے آزاد کردہ غلام سے

حاصل ہو (امت) اور وَلَا یَیۡتِہٖ کا لفظ قرآن میں وراثت کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔ ہماجرین اولین

اور انصار میں جب موافقہ کا سلسلہ قائم ہوا تو وہ ایک دوسرے کے وارث بھی ہوتے تھے۔ لیکن

بعد میں یہ احکام ختم کر دیے گئے اور حقیقی وارثوں کو ہی اصل وارث قرار دیا گیا۔ (دیکھیے سورہ انفال ۷۱)

نیز قرآن نے مولیٰ (ج مولیٰ) وارث کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلِیۡکُمْ جَعَلْنَا مَوَالِیَہِمَا تَرَکَ الْوَالِدِیۡنَ اور ایسے مال کے لیے جس کو والدین اور رشتہ دار لوگ

چھوڑیں ہونے کے لیے وارث مقرر کر لیے ہیں (۱۷)

گویا وَلَا یَیۡتِہٖ کا لفظ مَلَک سے بہت زیادہ وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

مَنَّالِکَ الْوَالِیۡۃُ لِلّٰہِ الْحَقِّ (۱۸) یہاں سے ثابت ہوا کہ حکومت سب ظلمتے برحق کی ہے (مائدہ ۷۱)

یہاں سب اللہ ہی کو اختیار ہے (عثمانیؒ)

۴۔ اَفَکُنَّ، مکان بمعنی جگہ۔ موضع۔ درجہ اور اَمَکُنَّ اور مَکُنَّ دونوں کے معنی کسی کو کسی جگہ پر قدرت دینا۔

اختیار دینا اور قادر بنانا ہے (منجد) اور اَمَکُنَّ الا امر بمعنی کسی کام کو ممکن اور آسان بنانا ہے۔ (منجد)

گویا اَمَکُنَّ میں اختیار کے ساتھ جگہ یا مقام کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاِنَّ یُرِیۡدُ فَاٰجِیۡا اَنْتَکَ فَقَدْ خَاۡفُوۡا اللّٰہَ مِنْ قَبْلِ فَاَمَکُنَّ مِنْہُمْ (۱۹)

تو اس نے ان کو بکڑوا دیا۔ (عثمانیؒ)

ماصلہ: (۱) حَیۡرَۃ۔ دو یا زیادہ چیزوں میں سے ایک

انتخاب کر لینے کا اختیار۔

(۲) مَلَک؛ کسی چیز میں تصرف کرنے کا اختیار

(۳) اَمَکُنَّ؛ جب اختیار میں مقام یا جگہ کا تصور بھی موجود ہو۔

۱۶۔ اختیار کرنا

۱۔ اِسْتَحَبَّ، حُبٌّ بِمَعْنَى مَحَبَّةٍ اَوْ مِلَّةٍ شَرِيفَةٍ بِمَعْنَى اِسْتِحْبَابِ شَيْءٍ اَوْ اِعْتِيَادِ كَرَامَةِ اِنْسَانٍ كَا جِي
 بھی چاہتا ہو۔ ارشاد باری ہے:
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ
 وَلَا إِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ كَمَا كَفَرُوا اِسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ
 عَلَى الْإِيمَانِ - (۲۲)

۲۔ تَحَرَّى (حذر) آخری یعنی لائق تر (م ق) اور تَحَرَّى بِمَعْنَى اِسْتِعْمَالِ فِيْهِ زِيَادَةً مَنَاسِبًا وَ لَاقِنَ كَو
 طلب کرنا۔ دو چیزوں میں سے زیادہ بہتر کو طلب کرنا (مخبر) قرآن میں ہے:
 فَمَنْ أَسْلَمَ فَأَوْلِيَّكَ تَحَرَّى رَشَدًا ﴿۱۲۱﴾ تو جو کوئی اسلام لایا اس نے اہل کفر کو لیا نیک راہ کا (عثمانی)
 حاصل: دو یا زیادہ چیزوں سے ایسی چیز کو اختیار کرنا جو بہتر ہو جائے تو یہ اِسْتَحَبَّ ہے اور اس چیز کو اختیار کرنا جو اچھے
 مناسب اور لائق تر ہو تو یہ تحری ہے۔ نیز دیکھیے۔ پسند کرنا اور چن لینا۔

www.KitaboSunnat.com

۱۷- ادھار

کے لیے قرض اور دین کے الفاظ قرآن میں استعمال ہوتے ہیں۔

۱- قرض قرض ایسا ادھار جو انسان اپنی احتیاجات کے لیے کسی دوسرے سے لیتا ہے اور اہم راعب کے مطابق
 ۲- دین وہ مال جو اس کی ضرورت پوری کرنے کے لیے دیا جاتا ہے۔ اس شرط پر کہ وہ واپس مل جائے گا۔

ہفت) اور صاحب لغتھی الارب اس پر اس شرط کا بھی اضافہ کرتے ہیں کہ ایسا ادھار جس کی ادائیگی کے
 لیے مدت مقرر نہ کی گئی ہو۔ (م-۱) اگر مدت مقرر ہو تو یہ دین ہے۔ اس پر دلیل یہ آیت ہے:
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ
 بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ ﴿۱۶۱﴾ قرض کا معاملہ کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو۔

اور دین سے مراد لین دین کی تمام تر ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ گویا یہ لفظ قرض سے عام ہے۔ یہ نجبرائی
 اغراض کے تحت بھی لیا جاسکتا ہے۔ اور ذاتی ضرورتوں کے لیے بھی۔ اس کی مثال یوں سمجھیے کہ ایک آدمی
 نے لوگوں کو پانچ ہزار روپے ادا کرنے ہیں۔ اور ساتھ ہی آٹھ ہزار لینے بھی ہیں۔ تو وہ میلوں تو ضرور ہے
 لیکن مقروض نہیں ہے۔ اور اگر اس نے آٹھ ہزار ادا کرنے ہیں اور پانچ ہزار لینا ہیں تو وہ میلوں بھی ہے
 مقروض بھی۔ اور اگر کسی شخص نے ذاتی ضروریات کے لیے قرض کسی مقررہ مدت پر لیا ہے تو اس نے مقررہ
 وقت پر قرض کی ادائیگی کی ذمہ داری قبول کر لی ہے تو یہ قرض نہیں بلکہ دین ہے کیونکہ قرض کا لفظ جہاں
 کہیں قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔ اکثر ساتھ حسنہ کا لفظ بھی آیا ہے اور قرض حسنہ کی ایک شرط یہ
 بھی ہے کہ:

وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ

اور اگر قرض لینے والا تنگ دست ہو تو اسے کشائش (کے

حاصل ہونے تک) مہلت دو۔

مَيْسِرَةٍ - (۱۶۲)

اور ایسے قرض کو اللہ تعالیٰ قرضِ حسنہ فرماتے ہیں اور خود قرض لینے سے منسوب فرماتے ہیں حالانکہ یہ دیا تو صاحبِ احتیاج کو گوں کو ہی جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضْعِفَ لَهُ أَجْرًا كَرِيمًا۔
کون ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے تو وہ اس کو اس سے دگنا ادا کرے اور اس کے لیے عزت کا صلہ یعنی

(۲۴) جنت ہے۔

اس لحاظ سے ہر قرضِ فین حق ہوتا ہے۔ لیکن ہر دین قرض نہیں ہوتا۔ (فقہ قول ۱۳۰)

ماہل: (۱) قرض۔ ذاتی احتیاجات کے لیے دہی کی شرط اور قرضِ حسنہ غیر معین مدت کے لیے۔

(۲) دین، کسی بھی طرح کی ادائیگی اور اس کی ذمہ داری کو کہتے ہیں خواہ یہ ادائیگی تجارتی قرض کی ہو یا ذاتی قرض کی یا کسی دوسری چیز کی۔

۱۸۔ ارادہ کرنا (قصد کرنا)

کے لیے ارَادَ (رَزَدَ) هَمًّا، عَزَمًا، اَبْرَمًا، اَمْرًا، تَبَيَّنَمَ (يَم) اور تَحَقَّقَى (حَدَى) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ ارَادَ، رَزَدَ یعنی کسی چیز کی تلاش میں آنا جانا (م۔ ۱) اور ارَادَ یعنی کسی بات یا کام کے کرنے کا دل میں خیال آنا (معن) اور اسے چاہنا۔ (ضد کبرہ) فقہ قول ۱۰۳، ارشاد باری ہے:

اَلَمَّا اَمْرُهُ اِذَا ارَادَ شَيْئًا اَنْ يَقُولَ لَهٗ
كُنْ فَيَكُونُ (۲۵)

تو وہ اس سے فرماتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔

۲۔ هَمًّا، جب کوئی ارادہ کچھ وقت دل میں رہے اور انسان اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے غور و فکر اور سوچ و بچار کرتا ہے تو اسے هَمًّا سے تعبیر کیا جائے گا (معن) ارشاد باری ہے:

اَلَا تَفْقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوْا اٰيْمَانَهُمْ
وَهُمْ اٰيْحَارِجِ الرَّسُوْلِ (۱۶)

اور رسول کو نجانے کی نکر میں رہے۔ (مثنوی)

۳۔ عَزَمًا، پھر جب ایسے ارادہ پر سوچ و بچار کے بعد ایک قطعی فیصلہ کر لیا جائے تو اسے عَزَمًا کہتے ہیں۔ ابن الفارس کے الفاظ میں یہ دل علی العزیمۃ والقطع (م۔ ۱) یعنی پختہ ارادہ بنا لیتا۔ پھر اس کو پورا کرنے کی ٹھان لینا۔ ارشاد باری ہے:

وَشَارِدُهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ
فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (۱۵۹)

اور (لے نبی) اپنے معاملہ میں (صحابہ سے) مشورہ کر لیا کرو۔

پھر جب کسی کام کا عزم کر لو تو اللہ پر بھروسہ رکھو۔

۴۔ اَبْرَمًا، اَبْرَمًا یعنی دو برسوں کو ملا کر بٹنا اور اَبْرَمًا یعنی کسی کام یا معاملہ یا چیز کو مضبوط بنانا ہے (م۔ ۱) اور اس کی ضد نقض ہے، اور اَبْرَمًا یعنی کسی عزم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تدابیر اختیار کرنا، منصوبہ بندی کرنا اور اسے آخری شکل دینا۔ ارشاد باری ہے:

اَمْرًا اَبْرَمًا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرَمُونَ (۲۶)

کیا انہوں نے کوئی بات ٹھہرا رکھی ہے تو ہم بھی ٹھہرے اور ہمیں

اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے جو کفار مکہ نے رسول اکرم کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ اور اللہ کا یہ منصوبہ تھا کہ وہ اپنے رسول کو ان سے بچالے گا۔

۵۔ آخر: یعنی کسی راستے یا سفر کا ارادہ کرنا (م-ا) اور امام رابع کے نزدیک سیدھا مقصد کی جانب متوجہ ہونا اور کسی طرف مائل نہ ہونا ہے۔ ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَجَلَوْا أَعْمَارًا
لِئِذَا دُعُوا لِلجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَلَا تَقْلَابُوا وَجْهَكُمْ فِيهَا وَلَا تَصَدَّقُوا
بِأَمْوَالِكُمْ أَسْرًا يَوْمَ الْقِتَالِ
ذَلِكُمْ يُكْفِرُ بِكُمْ وَأَنْتُمْ كَافِرُونَ

۶۔ تَيْمَمٌ: صاحب نعتی الارب کے نزدیک یہ لفظ دراصل تَأْتَمُّرٌ تھا جو آخر سے مشتق ہے اور ابن الفارسی

اس کا مادہ تَمَرٌ قرار دیتے ہیں یعنی عمداً اور قصداً کوئی کام کرنا (م-ل) گویا یہ لفظ ایسے امور سے متعلق ہے جہاں سوچ و فکر اور مشورہ کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ احکام شرعی کی تعمیل کا قصد کرنا مراد ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔ ایک دفعہ امر کے لیے اور دوسری دفعہ نهي کے لیے۔ ارشاد باری ہے:

(۱) فَلَمَّا تَجَدُّوا وَمَأْوَاكُمْ مُتَمِّمُوا
صَعِيدًا طَلَبًا

(۲) وَلَا تَيْمَمُوا الصَّلَاةَ مِنْهُ تَنْفِقُونَ
وَلَسْتُمْ بِالْحَدِيثِ عَلَيْهِ إِلَّا أَنْ تُعْمَضُوا فِيهِ

تو نہ ملائم کو پانی تو ارادہ کرو تم زمین پاک کا (عثمانی؟)

۷۔ تَحَرَّى: حری یعنی سزاوار اور تَحَرَّى: یعنی راہ صواب ترین جستن " (م-ا) یعنی بہترین راہ کی تلاش کرنا اور

یعنی زیادہ مناسب اور لائق کو طلب کرنا۔ دو چیزوں میں سے زیادہ بہتر کو طلب کرنا۔" منجہ ارشاد باری ہے:

فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا

۱) (۱) آراء: دل میں کسی بات کا خیال آنا جانا۔ (۲) آخر: ادھر ادھر توجہ کیے بغیر سیدھا اپنی منزل کا قصد۔

(۳) حَزَمٌ: اس ارادہ پر سوچ بچار کرنا۔ (۴) تَيْمَمٌ: کسی شرعی حکم کی تعمیل کا ارادہ کرنا۔

(۵) تَحَرَّى: خوب تر راہ کا قصد کرنا۔ (۶) حَزَمٌ: سوچ بچار کے بعد بہتر ارادہ بنالینا۔

(۷) اَبْرَقٌ: عزم کی منصوبہ بندی کرنا۔

۱۹۔ اَرْنَا

کے لیے اَصْرٌ۔ مَرَدٌ اور رَجْعٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آتے ہیں،

۱۔ اَصْرٌ: صَرْ: یعنی باندھنا اور صَرَّةٌ اس تھیلی کو کہتے ہیں جس میں نقدی رکھ کر باندھ دی جاتی ہے اور

اَصْرٌ: یعنی کسی گناہ یا عجزی بات پر سختی سے جم جانا اور اس سے باز نہ آنا۔ (صفت) زیادہ تر گناہ کے لیے یہ

لفظ آتاس ہے (م-ق) ارشاد باری ہے،

وَكَاثُوا يُصْرُونَ عَلَى الرَّحْمَةِ الْعَظِيمَةِ (۳۰) اور وہ لوگ بڑے گناہ (شرک) پڑھے ہوئے تھے۔

۲- صَرَدَ، صَرَدَ کے بنیادی معنی کسی چیز کا ایسی چیز سے خالی ہونا جس کا وہ سزاوار ہو۔ اصرود وہ درخت ہے جس کے پتے نہ ہوں اور نیز وہ نوجوان جس کے یا تو ابھی وارثی نہ آتری ہو یا ویسے ہی بچہ پریش ہو۔ لوندنا۔ اور وارد جنوں یا انسانوں میں سے ایسے شیطان کو کہا جاتا ہے جو ہر قسم کی خیر سے عاری ہوں۔ پھر یہ لفظ کسی بڑی بات پر اگر خیر سے خالی رہنے کے لیے استعمال ہونے لگا۔ (مف) ارشاد باری ہے،

وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنْفِقُونَ اور تمہارے گرد و نواح کے بعض دیہاتی منافق ہیں اور بعض من اهل المدينة مَرَدٌ وَعَلَى الْبِقَاعِ (۳۱) مدینہ والے بھی جو اپنے نفاق پڑھے ہوئے ہیں۔

۳- لَجَّ، یعنی ضد سے جھگڑنا۔ دشمنی میں مدد و دست کرنا (منجد) اور لَجَّتَ، یعنی پانی کی گہرائی اور بَحْرٌ لَجِيٌّ یعنی گہرا سمندر اور لَتَجَّ الْبَحْرُ، یعنی سمندر کا ہیجان یا طوفان میں آنا اور متلاطم ہوتا (منجد) گویا لَجَّ کے معنی کسی بڑے کام میں دو دروازے تک چلے جانے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے،

وَلَوْ رَجَعْنَاهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِم مِّنْ غُصْبٍ لَّكَفَّوْا فِي ظُنُونٍ بِهِمْ يُعْمَهُونَ (۳۲) اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور جو تکلیفیں ان کو پہنچ رہی ہیں وہ دور کریں تو اپنی سرکشی پڑھے رہیں (اور بھگتے پھریں) (۳۲)

ماہصل (۱) اصتر کسی بے کام پڑا جانا یا اٹے رہنا (۳) لَجَّ، اڑنا اور اڑنے کے فعل میں دو دروازے تک چلے جانا (۲) مرد، جب اڑنا بطور عادت بن جائے۔ اور شدت اختیار کرنا۔

۲۰- اُرَانَا- اُرْنَا

اُرْنَا کے لیے اُدْرِي (ذرو) اور نَسَفَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں اور اُرْنَا کے لیے حطاس اور استطار کے۔

۱- اُدْرِي، ذرہ، یعنی کلام کا نام تمام مکڑا اور ذرَّاتِ الزَّبْحِ یعنی ہوانے ٹکڑے ٹکڑے شدہ چیز کو اٹھایا اور دور لے گئی (م-ل) اور اُدْرِي، یعنی ہوا کا ہلکی ہلکی چیزوں کو ہوا میں بکھیر کر اُرْنَا۔ ابن الفارس کے نزدیک ذرہ سے مراد ایسی چیزوں کا ہوا میں اُرْنَا ہے جو بعد میں متفرق ہو کر نیچے گر پڑیں (م-ل) ارشاد باری ہے: فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ پھر اس کے ساتھ زمین کی روئیدگی مل گئی پھر وہ چور چور ہَشِيمًا تَذْرُوهُ الزَّبْحُ (۱۸) ہو گئی کہ ہوا میں اسے اڑاتے پھرتی ہیں۔

۲- نَسَفَ، نَسَفَ الْحَبِّ۔ غلہ کو چھان سے پھینکنا اور نَسَفَ، چھان اور پھینکی وغیرہ جس سے غلہ صاف کیا جائے۔ اور نَسَفَ الزَّبْحِ، یعنی ہوا کا کسی چیز کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دینا (مف) اور یعنی پھاڑ وغیرہ کو کوٹنا اور اسے ہوا میں اڑا دینا (م-ل) ارشاد باری ہے: وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا اور تم سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دو كُرْدَانِ كُؤْرَا كُرْبَحِيرَةَ كَا۔ رَبِّي نَسَفًا (۲۵)

ماہصل اذ رو چھوٹی چھوٹی چیزوں کے ہوا میں اُٹنے کے لیے اور (نفس) بڑی چیزوں کو پہلے ریزہ ریزہ بنانے پھر ہوا میں اڑا کر بھرنے کے لیے آتا ہے۔

۲- طَارَ اور اسْتَطَارَ۔ الطائر ہر پروردار جانور کو کہتے ہیں جو فضا میں حرکت کرتا ہے اور طَارَ ذَبِيحًا یعنی پرندہ کا اڑنا اور طَائِرٌ طَائِرٌ کی جمع ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَا طَائِرٌ يُطَيِّرُ بِنَحْنَاهِ (۱۱۳)

اور نہ ہی کوئی پرندہ جو اپنے دونوں پروں سے اُڑتا ہے۔ اور عِبَابٌ مُسْتَطَارٌ یعنی ہوا میں اڑ کر منتشر ہو جانے والا عِبَار (مفت) یعنی استطار کے معنی کسی چیز کا ہوا یا فضا میں اڑ کر منتشر ہو جانا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَتْ سُورَةٌ مُسْتَطِيرًا۔ اور وہ لوگ ڈرتے ہیں اس دن سے جس کی بُرائی ہے

(۱۱۶) پھیل ہوئی۔ (عثمانیؓ)

۲۱۔ اشارہ کرنا

کے لیے اَشَارَ (شور) ، رَمَزَ ، تَغَامَزَ اور عَرَضَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- اَشَارَ، منہ کھولے بغیر ہاتھ کی حرکت سے کسی کو کوئی بات سمجھانا (نل ۱۴۴) قرآن میں ہے:

فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْأَرْحَامِ صَيِّتًا۔ (۱۱۹)

ہم اس سے کراچی گوہ کا بچہ ہے کیسے بات کریں؟

۲- رَمَزَ، ہونٹ سے اشارہ کرنے یا ہلکی سی آواز نکلانے کو کہتے ہیں (نل ۱۴۴) اور ہر وہ کلام جو

اشارہ کی طرح کا ہو وہ رمز ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالَ آيَتُكَ إِلَّا نُكَلِّمُ النَّاسَ ثَلَاثَةً أَيَّامٍ إِلَّا رَمَزًا (۱۲۱)

لوگوں سے تین دن اشارے کے سوا بات نہ کر سکو گے۔

۳- تَغَامَزَ، (عزم) یعنی پکوں اور ابروؤں سے بات سمجھانا (نل ۱۴۴) اور ابن الفارسی کے بقول کسی

جانور کو کوئی چیز چھونا تاکہ چل پڑے (م-ل-م) اور تَغَامَزَ بمعنی کسی کی عیب جوئی کرنے کے لیے

ابرو سے اشارہ کرنا (مفت) ارشاد باری ہے:

وَلَاذْأَمْرًا بِهِمْ تَتَغَامَزُونَ (۱۲۲)

اور جب ان کے پاس سے گزرتے تو عداوت سے اشارہ کرتے

۴- عَرَضَ، عَرَضَ بمعنی پیش کرنا اور عَرَضَ بمعنی اشارہ اور کنایت میں بات کرنا اور امام راغب کے نزدیک

تعریض کے معنی "پہلو دار بات کرنا جو سوچ اور جھوٹ اور ظاہر و باطن دونوں پر محمول ہو سکتی ہو (م)

ارشاد باری ہے:

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَضْتُمْ

اور (عدت کے دوران) اگر تم کنایہ کی باتوں میں عورتوں

کو جناح کا پیغام بھیجو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔

بِهِ مِنْ حِطْبَةِ الشَّأْبِ (۱۲۵)

ماہصل ہاتھ کی حرکت سے اشارہ کرنے کے لیے اَشَارَ، ہونٹوں کی حرکت سے اشارہ کے لیے رَمَزَ، آنکھوں، پکوں یا

ابروں سے اشارہ کرنے کے لیے غمزہ آتا ہے اور عرض میں اشارہ کرنا مقصود نہیں بلکہ اشارہ کنایہ سے بات سمجھانا مقصود ہوتا ہے۔

۲۲۔ اطاعت (پیروی) تا بعداری، فرمانبرداری کرنا

کے لیے تَبِعَ، اِقْتَدَا (قدو)، اُسُوۃً (اسو) اَطَاعَ، اِسْتَجَابَ، اَسْلَمَ، كَلَّمْتُ اور ذَخِنَ کے الفاظ قرآن کریم میں آتے ہیں،

۱۔ تَبِعَ، کسی کے پیچھے لگنا پاس کے نقش قدم پر چلنا (معت) اور یہ ظاہری اور باطنی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ باطنی طور پر جیسے دین کی یا ہدایت کی یا کسی شخص کے عادات و اطوار کی پیروی کرنا۔ جیسے: فَمَنْ تَبِعَ هَذَا يَفْلَاحْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۳۸﴾ اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔ اور ظاہری طور پر کسی شخص کے پیچھے پیچھے چلنے کے لیے اَتَّبِعْ آتا ہے۔ جیسے:

۲۔ اِقْتَدَا، یعنی کسی کی پیروی کرنا اور اس جیسا کام کرنا اور اَقْتَدَى کے معنی نیکی اور دین کے راستہ میں کسی کی پیروی کرنا ہے (منجد) جیسا کہ مقتدی نماز کی حالت میں امام کی اقتداء کرتے ہیں۔ ارشاد باری ہے: اُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فِيمُدَّتْهُمْ اِقْتَدَا ﴿۴۶﴾ ہدایت کی پیروی کرو۔

اور اقتداء کا لفظ بڑے مفہوم میں بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ قُدْوَةٌ دراصل انسان کی اس حالت کو کہتے ہیں جب وہ کسی دوسرے کا تابع ہو (معت) اور قُدْوَةٌ، مقتدا، رہنما اور پیشوا کے معنی میں بھی آتا ہے (منجد) تو اگر مقتدا بڑا شخص یا بڑی چیز یا بڑا نمونہ ہو تو اقتداء بھی ایسی ہی ہوگی۔ جیسے قرآن میں ہے: اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا عَلٰى اُمَّةٍ وَّزَنَّا عَلٰى اَنۡاُرِهِمْ مُّقْتَدُوۡنَ ﴿۳۳﴾ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راہ پر پایا اور ہم ان ہی کے قدم بقدم چل رہے ہیں۔

۳۔ اُسُوۃً اور قُدْوَةٌ دونوں قریب المعنی الفاظ ہیں۔ اور نمونہ یا قابل تبع حالت کے لیے آتے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ اُسُوۃً میں مواساة یعنی آپس میں ہمدردی اور منگساری کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔ گویا اسوہ ایسا نمونہ ہے جس سے تسلی بھی ہو سکے اور ایسی مہر ہم ٹپی کرنے والے، طبیب اور صلح جو کو کہتے ہیں (معت۔ م۔ ل۔ منجد) گویا اُسُوۃً کا لفظ قُدْوَةٌ سے زیادہ ابلغ ہے۔ ارشاد باری ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ اُسُوۃً حَسَنَةً ﴿۳۳﴾ تم کو نبیؐ خدا کی پیروی کرنی بہتر ہے (عابد ہرٹی) تمہارے لیے جہلی تھی سیکھنی رسول اللہؐ کی چال (عثمانی)

۴۔ اَطَاعَ، طوع یعنی دل کی خوشی اور رضامندی (مذکورہ) یعنی کراہت، نفرت ناپسندیدگی

اور اطاع سے مراد ایسی فرمانبرداری ہے جو دل کی خوشی سے سرانجام دی جائے۔ ارشاد باری ہے:

فَقَالَ لَهَا وَ لِلْأَرْضَيْنِ أَتَيْتَا طَوْعًا أَوْ
كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ ﴿۳۱﴾
خوہ خوشی سے یا ناخوشی سے۔ انہوں نے کہا، کہ ہم خوشی سے آتے ہیں۔

۵۔ اِسْتَجَابَ، بمعنی جواب دینا۔ بات ماننا۔ فرمانبرداری کرنا۔ حکم مان لینا۔ اطاعت اور استجابت میں فرق یہ ہے کہ اطاعت صرف بڑے کی جاتی ہے جبکہ استجابت چھوٹا بھی بڑے کی کر سکتا ہے لگاس کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس کا معنی اللہ کے بندے کی دعا کو قبول کر لینا ہے اور اگر اس کی نسبت بندے کی طرف ہو تو اس کا معنی بندے کا اللہ کا حکم مان لینا ہے (فقہ ل ۱۸۴) ارشاد باری ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ
وَلِلرَّسُولِ ﴿۳۲﴾
لے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو۔

۶۔ اَسْلَمَ، بمعنی صحت و عافیت (م) اور بمعنی ظاہری اور باطنی آفات سے محفوظ ہونا (معن) اور اَسْلَمَ بمعنی اطاعت اختیار کرنا اور خدا کے احکام اور اس کی رضا کے سامنے تسلیم خم کر دینا تاکہ آخری عذاب سے امن اور عافیت حاصل ہو۔ (معن) ارشاد باری ہے:-

إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلَمْتُ
لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۳﴾
جب حضرت ابراہیمؑ کے پروردگار نے ان سے فرمایا کہ اسلام لے آؤ تو انہوں نے عرض کی کہ میں رب العالمین کے سامنے سر اطاعت خم کرتا ہوں۔

۷۔ قَدَّتْ بمعنی تمام و کمال خاموشی سے نماز میں کھڑا ہونا اور اللہ تعالیٰ کے آگے خشوع و خضوع کرنا (مخبر) اور امام راضی کے نزدیک "عبادت میں ہر تن مصروف ہونا اور غیر سے توجہ ہٹانا" ہے (معن) گویا قنوت ایسی اطاعت ہے جو پورے خشوع و خضوع اور توجہ سے بجالی جاتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَمَنْ يَقْنُتْ مِنكُنْ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَيَعْمَلْ
صَالِحًا نُؤْتِهِم مَّا أَعْرَضُوا عَنْهُ ﴿۳۴﴾
اور اے نبی کی پیروی، جو تم میں سے اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کی اور سچے کام کریں گے اس کو ہم دگنا ثواب دیں گے

۸۔ ذَعَنَ، بمعنی مطیع و منقاد ہونا اور اشاروں پر چلنا اور صدقان بمعنی آسانی سے فرمانبردار ہو جانے والا (مخبر) اور نَاقًا قَدْحًا سوار کی مطیع اور فرمانبردار اونٹنی کو کہتے ہیں (معن) گویا ذعن میں اطاعت کے ساتھ عاجزی اور ذلت کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَنْ يَكُنْ لَهُمُ الْخَطِيئَةُ يَوْمَئِذٍ
مُذْعِنِينَ ﴿۳۵﴾
اور اگر حق ان کو پہنچتا ہو تو اس کی طرف مطیع ہو کر چلے آتے ہیں۔

بعض مفسرین نے مذعنین کا ترجمہ مطیعین ساریں کیا ہے۔ یعنی اگر معاملہ ان کے حق میں جانا ہو تو اسے قبول کرنے کو دوڑتے آتے ہیں (فقہ ل ۲۰۹)

ماحصل (۱) تبع۔ یعنی کسی کے پیچھے چلنا۔ یہ اطاعت عام اور ابلغ ہے۔

- (۲) اقتداء یعنی کسی کے پیچھے چلنا اور اس جیسا کارنا
 (۳) اسوۃ۔ کسی مثالی کردار کی اتباع کرنا جذبہ بہمدی کیا
 (۴) اطّاع۔ دل کی خوشی کیساتھ کسی کا حکم بجالانا۔
 (۵) استجاب۔ حکم قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا، بات
 (۶) اسلمہ۔ کسی کی رضلکے سامنے تسلیم خم کر دینا۔
 (۷) قنّت۔ عبادات میں ایسی اطاعت جس میں غریزی لہذاں بھی ہو
 (۸) ذعن۔ نگوں کرنا اپنے مفاد کی خاطر اطاعت کرنا۔
 مان لینا اور یہ بڑے سے بھی ممکن ہے۔

۲۳۔ اعتدال

کے لیے قَصْد، وَسْط اور تَقْوِيم کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ قَصْد، قَصْد اور اقْتِصَاد کے معنی افراط و تفریط سے بچتے ہوئے درمیانی راہ کو اختیار کرنے کے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ اقْتِصَاد کا استعمال عموماً خرچ اخراجات سے متعلق ہے جبکہ قَصْد کا لفظ عام ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَأَقْصِدْ فِي مَشْيِكَ (۴۶)

اپنی چال میں اعتدال کو ملحوظ رکھو۔
 اور قَصْد السبیل سے مراد افراط و تفریط سے بچتے ہوئے درمیانی اور اعتدال کی راہ اختیار کرنا ہے اور یہی ایک راستہ سیدھا ہو سکتا ہے۔ جبکہ باقی سب راستے افراط یا تفریط کی طرف مائل یا ٹیڑھے ہی ہوں گے۔ ارشاد باری ہے:

وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِزٌ (۱۶)

اور اللہ پر پہنچتی ہے سیدھی راہ (عثمانی) اور اس کے علاوہ سب راہیں ٹیڑھی ہیں۔

۲۔ وَسْط: ایک ہی چیز کا درمیان یا دو یا دو سے زیادہ چیزوں کی درمیانی چیز کو یا کہ یہ لفظ قَصْد سے زیادہ ابلغ ہے اور وَسْط بمعنی ہر ایک معاملہ میں درمیانی اور اعتدال کی راہ اختیار کرنے والا ارشاد باری ہے:

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (۱۲۳)

اور اسی طرح ہم نے تم کو امت معتدل بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔

۳۔ تَقْوِيم: تَقْوِيم کا تعلق ایک ہی چیز سے ہوتا ہے کہ اس میں افراط و تفریط کے جملہ پہلوؤں کو دور کر دیا جائے۔ اور وہ متوازن، متناسب اور معتدل بن جائے۔ اس میں کوئی جھول، ڈھلک اور ٹیڑھ نہ رہے (فقہ ل ۱۷۴) قوم الشیء بمعنی کسی چیز کی تعیین و تعدیل کرنا اسی سے تقویم البلدان بنایا گیا ہے کیونکہ اس میں شہروں کے طول و عرض کو بیان کیا جاتا ہے اور قَوْمٌ ذُرَاهُ بمعنی ٹیڑھے پن کو سیدھا کرنا (مجد) قرآن میں ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (۹۶)

بیشک ہم نے انسان کو بہترین انداز سے پیدا کیا ہے۔

ماحصل: (۱) قَصْد، کسی عمل میں افراط و تفریط سے بچ کر اعتدال کی راہ۔

(۲) وسط، یہ زیادہ وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ بھی اوساط ہیں۔ یہ لفظ سب پر حاوی ہے۔
 (۳) تقویم، ایک ہی چیز میں ہر پہلو سے اعتدال کو ملحوظ رکھنا۔

۲۲۔ اعمال نامہ

کے لیے طَائِرٌ، قَطٌّ، كِتَابٌ اور صُحُفٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آتے ہیں:

۱۔ طَائِرٌ: طائر، یعنی پرندہ (ج طائِرٌ) اور تَطَائِرٌ اور اَطَائِرٌ یعنی پرندہ سے شگون لینا۔ یہ لفظ بڑے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ پھر طَائِرٌ کا لفظ بھی نحوست، بد عمل اور بد شگونی کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ ارشاد باری ہے:

فَالْوٰطَآئِرُ كُمْ مَعَكُمْ (۳۶)

اور جب انسان کوئی عمل کر چکتا ہے تو اس پر اسے کوئی اختیار نہیں رہتا۔ گو یا وہ اس کے ہاتھوں سے یوں اڑ گیا جیسے پرندہ اڑ جاتا ہے۔ اس پہلو سے انسان کے اعمال کو بھی طائر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَكَلَّ اِنْسَانَ اَلْوَمْنَهُ طَائِرَةً فِى عُنُقِهِ (۳۷)

اور ہر انسان کا نامہ اعمال اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے۔

۲۔ کتاب: کتب، یعنی لکھنا اور ہر قسم کی تحریر چھوٹی ہوتی یا بڑی۔ چٹھی ہو یا کوئی ضخیم کتاب سب پر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے اور انسان کے اعمال بھی ساتھ ہی ساتھ کرنا کا تائین تحریر کرتے جا رہے ہیں۔ لہذا اعمال نامہ کو اس لحاظ سے کتاب کہا گیا ہے۔ مندرجہ بالا آیت کا اگلا حصہ یوں ہے،

وَنُخْرِجُ لَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا تَلْقَاهُ مَنْشُورًا (۳۸)

اور ہم وہ کتاب اسے قیامت کے دن نکال دکھائینگے جسے وہ کھلا ہوا دیکھے گا۔

۳۔ قَطٌّ: یعنی حساب کا رجسٹر، حکم نامہ۔ محاسبہ کی تحریر۔ احکام (منجذہ مفت) اعمال نامہ کو اس لحاظ سے قرآن میں قَطٌّ کہا گیا ہے کہ یہ تحریر انسان کے محاسبہ کی بنیاد ہوگی۔ ارشاد باری ہے:

وَقَالُوا رَبَّنَا عَجَلْ لَنَا قِطْعَانًا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ (۳۹)

قیامت کے دن سے پہلے پہلے۔ (عثمانی ج)

۴۔ صُحُفٌ (واحد صحیفہ) صحیفہ، یعنی پھیلی ہوئی چیز اور ہر وہ چیز جس پر کچھ لکھا جاتا ہے (مفت) صحیفہ، یعنی لکھا ہوا کاغذ۔ درق اور صحائف، یعنی اخبار نویسی اور اَصْحُفٌ، یعنی صحیفوں یا لکھے ہوئے اوراق کو کتاب کی صورت میں جمع کرنا اور مَصْحُفٌ، یعنی کتاب مجلد کتاب (ج مصاحف) (منجذہ) اور اعمال نامہ کو اس پہلو سے صحیفہ کہا گیا ہے کہ یہ بڑے بڑے پھیلے ہوئے صفحات کی صورت میں ہوگا۔ ارشاد باری ہے:

وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (۴۰)

اور جب (عملوں کے) دفتر کھولے جائیں گے۔

ماحصل اعمال بے اختیار نہ بہنے کی وجہ سے اعمال نامہ کو طائر، لکھے ہونے کی وجہ سے کتاب، جامعہ کی بنیاد ہونے کی وجہ سے قسط اور بڑے بڑے صفحات میں لکھا ہونے کی وجہ سے صُحُف کہا گیا ہے۔

۲۵۔ افسوس

کے لیے وَيْلٌ، لَيْتٌ، اَسْفَى اور اَسْفَى (اسی) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں:

۱۔ وَيْلٌ کلمہ و عید ہے جو اپنی اصل کے لحاظ سے بددعا کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور وَيْلٌ (اسم) بمعنی شر و برائی کا نزول۔ ہلاکت، بہت سخت مصیبت (منجہ) اور تَوَائِلُ بمعنی ایک دوسرے کو بددعا دینا (منجہ) و یل کا لفظ بڑے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور حسرت کے موقع پر بولا جاتا ہے (۳۔ ۱) اور جب انسان کسی مصیبت یا پریشانی میں گرفتار ہو تو اس کلمہ سے افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ اب اس کی مثالیں دیکھیے:

(۱) مصیبت میں: (۱) قَالُوا يَوَيْلَنَا مَنْ بَعَلْنَا مِنْ مَرْقَدِنَا (۲۶)

کہیں گے۔ اے ہائے! ہمیں ہماری خوابگا ہوں سے کس نے جگا دیا؟

(۲) وَيْلٌ يَوْمَ عِذِّ اس دن بھٹلانے والوں کے لیے خرابی ہے۔

لِلْمَكْدِبِينَ (۳۶)

(۲) پریشانی میں: فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُورِثُ سَوْءَهُ أَيْتُهُ قَالَ يُوَيْلِيَّتِي أَعْجَزْتُ أَنْ أُكُونَ مِثْلَ هَذَا الْغُرَابِ (۳۶)

اب خدا نے ایک کوا بھیجا جو زمین کو دینے لگا، تاکہ اے دکھائے کہ اپنے بھائی کی لاش کو کوئی نہ چھپائے کہنے لگا اے ہے۔ مجھ سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ اس کو تے کے برابر ہوتا۔

۲۔ لَيْتٌ، حسرت تھی مشبہ بہ فعل ہے اور گذشتہ کوتاہی پر اظہارِ تاسف کے لیے آتا ہے (معنی) اے کاش کہ کاش کہ۔ افسوس اور ایسی آرزو کے لیے آتا ہے جس کا پورا ہونا ناممکن نہ ہو۔ جیسے لَيْتَ الشَّبَابِ عَاشِدًا کاش جو ان لوٹ آتی۔ ارشاد باری ہے:

وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا (۳۶)

اور (قیامت کے دن) کافر کہے گا۔ اے کاش! میں مٹی ہو چکا ہوتا۔

۳۔ اَسْفَى، افسوس اور غم کے طے جملے جذبات کو کہتے ہیں۔ غصہ جب کسی کمزور شخص پر آتے تو وہ غیظ و غضب کی شکل اختیار کرتا ہے اور جب اپنے سے طاقتور پر غصہ آتے تو وہ منقبض ہو کر حزن اور افسوس بن جاتا ہے (معنی فل ۱۵۰) قرآن میں ہے:

وَقَالَ يَا أَسْفَى عَلَى يَوْمِئِذٍ وَابْيَضَّتْ عَيْنُهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ (۳۶)

اور (یعقوب) نے کہا ہائے افسوس! یوسف (علیہ السلام) اور غم سے اس کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور اس کا دل غم سے بھرا ہوا تھا۔

۴۔ اَسْفَى، جو موقع غفلت یا کوتاہی کی وجہ سے ہاتھ سے نکل جائے اس پر افسوس اور غم کا اظہار کرنا (فل ۱۵۰)

ارشاد باری ہے :

لَيْسَ لَنَا سَوْعًا عَلَى مَا فَا تَكْمُ وَلَا تَعْرَجُوا
تاکہ جو کچھ تم سے فوت ہو گیا اس کا تم نہ کھا یا کرو اور جو
بِمَا آتَكُمُ (۵۶)

ماہصل (۱) ویل کا لفظ اظہارِ افسوس کا کلمہ ہے جو کسی پریشانی اور مصیبت میں انسان کے منہ سے نکل جاتا ہے۔

(۲) لیت، حریف، تنہی ہے اور گذشتہ کو تاہی پر اظہارِ افسوس کے لیے آتا ہے۔

(۳) اسف: ایسے افسوس اور غم کو کہتے ہیں جہاں انسان کا بس نہ چل سکتا ہو۔

(۴) آسٹی: کوئی اچھا موقع اپنی کوتاہی سے کھو دینا، پھر اس پر افسوس کرنا۔

۲۶۔ اقتدارِ بخشا

کے لیے مَكْنٌ اور اِسْتَخْلَفَ کے الفاظ آتے ہیں،

۱۔ مَكْنٌ: بمعنی قدرت دینا، اختیار دینا، قادر بنانا (منجد) جگہ اور منزلت پانا۔ اپنے پاؤں پر قائم ہونا اور

کسی چیز پر قادر ہونا (م۔ ل) یعنی کسی کو اقتدارِ بخشا اور حکومت عطا کرنا کے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

الَّذِينَ اِنْ هَمَّكُمْ فِي الْاَرْضِ
وَهُ لَوْ كَمَا اِذَا هُمْ اَنْتُمْ فِي الْاَرْضِ

اَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَ
نُظُمُ، قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، اچھے کاموں کا حکم

اَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوُا عَنِ الْمُنْكَرِ (۲۴)
دیں اور بُرے کاموں سے روکیں۔

۲۔ اِسْتَخْلَفَ، خَلَفَ بمعنی پیچھے آنا یا کسی کا جانشین ہونا اور اِسْتَخْلَفَ بمعنی کسی کو جانشین یا

تائم مقام بنانا (منجد۔ م۔ ل) ارشادِ باری ہے:

وَعَدَ اللهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ وَ
يَسْمَعُوا الصَّلٰةَ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ

فِي الْاَرْضِ (۲۵)
بنادے گا۔

گویا استخلاف کا لفظ اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ موجودہ اقتدار بُرے آدمیوں کے ہاتھ میں ہے

اور جو لوگ اللہ پر ایمان لائیں اور اچھے کام کریں اللہ تعالیٰ یہ موجودہ حکومت بدل کر اقتدار ان کے حوالے

کر دے گا۔

ماہصل: مَكْنٌ کا لفظ اقتدار و اختیار اور حکومت دینے کے لیے عام ہے جبکہ اِسْتَخْلَفَ سے مراد صرف ایسی

حکومت یا کسی کا جانشین بنانا ہے جو احکامِ شرعیہ کو رائج کریں اور فروعِ بخشیں۔

۲۷۔ اقرار کرنا

کے لیے اَقْرَرُ، اِعْتَرَفَ (عترف) اور شَهَّدَ کے الفاظ قرآنِ کریم میں استعمال ہوتے ہیں،

۱۔ اَقْرَرُ، اس کا مادہ قَرَر ہے بمعنی کسی جگہ جم کر ٹھہرنا۔ قرار پڑنا اور اَقْرَرُ کے معنی کسی بات پر ثابت و قائم

ہو جانا (م)۔ اور اقرار عموماً کسی معاملہ یا وعدہ سے متعلق ہوتا ہے جو زمانہ مستقبل سے تعلق رکھتا ہے یعنی کسی وعدہ پر ثابت قدم اور قائم رہنا۔ ارشاد باری ہے:

قَالَ ءَاَقْرُرُكُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ
اِصْرِيْ نَالُوْا اَقْرُرْنَا قَالُوْا فَاشْهَدُوْا
وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۔
(اس عہد پر بیان کے) گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ
(۳۶۱)

گواہ ہوں۔

۲۔ اِعْتَرَفَ، عَدَّتَ کے معنی کسی چیز کو پہچان لینا اور اَعْتَرَفَ یعنی اپنے جرم کا اقرار کر لینا اور ذیل منور ہونا (م)۔ (۱) گویا جرم ہو اپنے جرم سے بہر حال پہلے ہی واقف اور شناسا ہوتا ہے۔ جب خود اس کا اقرار کرے تو یہ اعتراف کہلاتا ہے اور اس جرم کا تعلق زمانہ گذشتہ سے ہوتا ہے جس کا اس نے اقرار کیا۔ ارشاد باری ہے:

فَاَعْتَرَفُوْا بِذٰلِكَ حَقًّا اَلَا تَصْحٰبُ
التَّوْبَةِ (۳۶۲)
سواہل جہنم کے لیے (خدا کی رحمت سے) دوری ہے۔

۳۔ شَهِدَ: بمعنی گواہی شہادت۔ اور یہ شہادت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک یعنی شہادت دوسرے قلبی شہادۃ یعنی ایسی حقیقت جس کا انسان کو کلی طور پر یقین ہو اور اس کا قاضی کے سامنے بیان دینا جیسے کلمہ شہادت۔ جو ہر مسلمان گواہی دیتا ہے۔ حالانکہ انہوں نے اللہ کو دیکھا نہیں۔ اور صحابہؓ کے علاوہ دوسرے مسلمانوں نے رسول اللہ کو بھی نہیں دیکھا۔ پھر جب یہی قلبی شہادت اپنی ذات سے متعلق ہو تو اس کا معنی "اقرار کرنا" ہوگا۔ قرآن میں ہے:

نَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰى اَنْفُسِنَا وَنَحْنُ نَسْمُوْ
اَلْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (۳۶۳)
ہے اور ان لوگوں کو دنیا کی زندگی نے دھوکا میں ڈال رکھا تھا۔

ماحصل: (۱) اقرار کسی عہد و پیمانہ پر قائم ہونا اور اس کا تعلق آئندہ سے ہوتا ہے۔

(۲) اعتراف، اپنے جرم کا اقرار کرنا جو زمانہ ماضی میں ہو چکا ہوتا ہے۔

(۳) شہادت، قلبی شہادت یعنی ایسی بات کا اقرار جس کا تعلق اپنی ذات سے ہو۔

اگر نانا کے لیے دیکھیے۔ (ترانا)۔

اکسا، کے لیے دیکھیے۔ (بھارنا)۔

۳۰۔ اکیلا

کے لیے اَحَدٌ، وَحْدٌ، قَدْرٌ اور فَرَادٰی کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ اَحَدٌ: بمعنی لاثانی۔ بے نظیر (مخبر) اس لحاظ سے اس لفظ کا اطلاق صرف ذات باری تعالیٰ ہوتا ہے

غیر باری تعالیٰ کے لیے دلچد کا لفظ استعمال ہوتا ہے (معنی - ۳) لیکن دو موقعوں پر اَحَد کا لفظ واحد کا مرادف ہو کر آتا ہے۔ (۱) اسمائے عدد اور ان کی ترکیب میں جیسے اَحَدٌ عَشْرٌ، اَحَدٌ هُمْ، اَحَدٌ مِنْكُمْ، اَحَدُكُمْ، یوم الاحد (اتوار) وغیرہ (۲) نفی کی صورت میں صرف ذوی العقول کے لیے آتا ہے۔ جیسے لَيْسَ فِي الدَّارِ اَحَدٌ (گھر میں کوئی بھی نہیں ہے) جیسے کہ قرآن میں ہے:

فَمَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ عِنْدَ حَاجِزَيْنِ۔ پھر تم میں سے کوئی بھی ہم کو روکنے والا نہ ہوگا۔

(۶۹)

اور واحد کا لفظ عام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اور ماسوا سب کے لیے یکساں مستعمل ہے اور اللہ تعالیٰ کا ایک نام ہے جس کے معنی ایک کے ہیں۔ جیسے هُوَ اللهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ، لیکن جب ہم کہو کہ وہ (ذات پاک جس کا نام اللہ ہے) ایک ہے۔

ثَلَّ هُوَ اللهُ اَحَدٌ (۱۳)

کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ یکتا، بے نظیر اور لاثانی ہے۔ اور ان معنوں میں یہ لفظ ذلت باری تعالیٰ سے مختص ہے۔

۲۔ وَحِيدٌ، اَحَدٌ کے مقابلہ میں جو چیز خلقت میں سے ایسی اور یکتا ہو اور اس کی مثل نہ ہو۔ اس کے لیے واحد اور وحید دونوں الفاظ مستعمل ہیں۔ جیسے الشَّمْسُ وَاحِدَةٌ (سورج ایک ہی ہے)۔ یا فُلَانٌ وَاحِدٌ عَصْرِهِ (فلان شخص یکتا ہے روزگار ہے) اور لفظ وحید انہیں معنوں میں آتا ہے۔

قرآن میں ہے:

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا (۴۴)

ہمیں اس شخص سے سمجھ لینے دو جس کو ہم نے اکیلا پیدا کیا

یہ آیت ولید بن مغیرہ سے متعلق ہے جو اس وقت اولاد اور جاہ و حشم میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔

۳۔ فَرْدٌ: بمعنی اکیلا۔ طاق۔ ایک تلوے کی جوتی۔ کہا جاتا ہے۔ هَذَا شَيْءٌ فَرْدٌ۔ (یہ مفرد چیز ہے۔ مفرد) فرد ایسی چیز کو کہتے ہیں۔ جس کے ساتھ دوسری نہ ملانی گئی ہو۔ یہ لفظ وتر (طاق، جنت کی ضد) سے عام ہے اور واحد سے خاص (معنی) اس کی جمع افزا ہے جس کے معنی ہیں سب الگ الگ۔

ارشاد باری ہے:

وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَى رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ (۹۵)

اور زکریا (کو یاد کرو) جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ پروردگار مجھے اکیلا نہ چھوڑا اور تو سب سے بہتر

وارث ہے۔

۴۔ فُرَادَى الْفُرْدَةُ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں، تنہا جانے والا۔ کہا جاتا ہے جَاءُوا فُرَادَى وہ سب اکیلے اکیلے آئے۔ (مفرد چنانچہ قرآن میں ہے:

وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَى كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ (۲۱)

اور جیسا ہم نے تم کو پہلی دفعہ پیدا کیا تھا ایسا ہی آج اکیلے اکیلے ہمارے پاس آئے۔

ماہل: اَحَدٌ، لاثانی بے مثل، ان معنوں میں اللہ تعالیٰ کے لیے یا ایسی مخلوق کے لیے جس کی مثال نہ ہو۔

- ۲- وحید، لاثانی بے مثل، ان معنوں میں مخلوقات کے لیے اور یہ احد سے عام ہے۔
 ۳- فرد، اکیلا فرد واحد، منفرد کے لیے جبکہ اسی جیسے دوسرے موجود ہوں۔
 ۴- فردی، ایک ایک کر کے جانے والے کو کہتے ہیں۔ (نیز دیکھیے ضمیر ملامت)

اکھاڑنا۔ اکھڑنا

کے لیے اِجْتَدَتْ (جَدَّتْ) اور اِنْفَعَرَ (قَعَرَ) کے الفاظ آتے ہیں۔

- ۱- اِجْتَدَتْ، جَدَّتْ بمعنی جڑ سے اکھاڑنا۔ بیخ کنی کرنا اور جَدَّتْ۔ اس کھڑی کو کہتے ہیں جس سے گھاس وغیرہ کریدی جاتی ہے (منہد) اور جَدَّتْ اس گھور کے پودے کو کہتے ہیں جو اکھاڑ کر دوسری جگہ لگا یا گیا ہو۔
 (مفت) اور اِجْتَدَتْ بھی انہیں معنوں میں استعمال ہے۔ جَدَّتْ کا لفظ گھاس پھوس اور چھوٹے پودوں

کی بیخ کنی کے لیے آتا ہے۔ قرآن میں ہے،

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ
 اِجْتَدَّتْ مِنْ قَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ
 قَرَارٍ (۱۳۱)

اور ناپاک بات کی مثال ناپاک درخت کی سی ہے (نہ جڑ
 مستحکم، نہ شاخیں بلند) زمین کے اوپر ہی سے کھڑ کر پھینک
 دیا جائے اس کو ذرا بھی قرار (دشات) نہیں۔

- ۲- اِنْفَعَرَ، قَعَرَ کا معنی کسی چیز کی گہرائی اور پیندا ہے اور اِنْفَعَرَ الشَّجَرُ
 کے معنی کسی درخت کو جڑ سے اکھاڑ دینا ہے۔ ان الفاظ کے مطابق کسی ایسی شے کی جڑیں اکھاڑنا جو زمین میں نیچے
 تک چلی گئی ہوں (م) اور صاحب مثنوی الارب اس کے معنی میں درخت کو جڑ سے اکھاڑنا کے بعد پھر اسے
 زمین پر پھینک دینا کا اوصاف بتلاتے ہیں (م-۱)

گویا اِنْفَعَرَ کا لفظ ایسے بڑے بڑے درختوں کی بیخ کنی کے لیے استعمال ہوتا ہے جن کی جڑیں زمین میں دُور
 تک گہرائی میں چلی گئی ہوں اور اِنْفَعَرَ جب اس فعل کا ورود اس چیز پر ہو۔ ارشاد باری ہے،
 تَنْزِعُ النَّاسَ كَمَا نَهْنَهُمْ اَعْبَادًا نَّخْلٍ
 وَهُ (باوِصْر) لوگوں کو یوں اکھڑے ڈالتی تھی گویا اکھڑی
 ہوئی گھوڑوں کی جڑیں ہیں۔

ماحصل، جَدَّتْ، چھوٹے پودوں اور گھاس پھوس کی بیخ کنی کے لیے اور اِنْفَعَرَ بڑے بڑے درختوں، جن کی جڑیں
 کافی گہرائی تک ہوں کی بیخ کنی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۲۸۔ اکٹھا کرنا۔ ہونا

کے لیے جَمَعَ اِجْتَمَعَ، حَشَرَ، اِدْحَرَ، حَزَنَ اور دَسَقَ، اَسَقَ، كَدَّتْ، نَمَتْ، حَصَلَتْ اور مَشَابَهَتْ
 کے الفاظ آتے ہیں،

- ۱- جمع، جمع کا لفظ ایک ہی چیز کے مختلف اجزاء کو، یا مختلف چیزوں کو اکٹھا کرنے کے لیے آتا ہے۔ یہ چیزیں
 خواہ جاندار ہوں یا بے جان۔ مثلاً :-

۱- جاندارا شیاء کے لیے،

الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَد جَعَلُوا لَكُمْ

جب ان لوگوں نے کہا کہ تمہارے ہمارے (مقابلے کے) لیے (شکر کثیر جمع کیا ہے۔

۲- بیجان چیزوں کے لیے،

الَّذِينَ جَعَلَ مَا لَكُمْ وَعَدَدَهُ

جس نے مال جمع کیا پھر گنتا رہا۔

پھر جمع کا لفظ جس طرح ظاہری چیزوں کو اکٹھا کرنے کے لیے آتا ہے۔ معنوی طور پر بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً،

فَتَوَلَّى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهُ ثُمَّ

پھر ٹوٹ گیا فرعون پھر جمع کیلئے سادے داد پھر آیا۔

آتٰی۔ (۱۵)

۲- اِجْتَمَعَ کا لفظ صرف ذوی العقول کے اکٹھا ہونے کے استعمال ہوتا ہے۔ خواہ وہ ایک ہی جنس سے تعلق

رکھتے ہوں یا مختلف ہوں مثلاً،

فَلَمَّا اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْبِحْتُ

کہہ دو کہ اگر تمام انسان اور جن اس بات پر مجتمع ہوں کہ

حَلٰى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا

اس قرآن جیسا بنا لائیں تو نہ لاسکیں گے۔

يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ (۱۶)

۳- حَشَرَ کا لفظ صرف جانداروں کے لیے آتا ہے یعنی لوگوں کو ان کے ٹھکانوں سے کسی ایک مقام کی طرف

لے جانا (معن) اور ابن الفارس بھی اس معنی کی تائید کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں الحشر الجمع مع سوق

(۴- ل) قرآن میں ہے:

فَحَشَرَ فَنَادَى فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ

تو فرعون نے (لوگوں کو) اکٹھا کیا اور پکارا۔ کہنے لگا

الْأَعْلٰى (۲۳-۲۴)

تمہارا رب بڑا مالک تو میں ہوں۔

پھر یہ لفظ کبھی صرف بعث یا انبعاث کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے (۴- ل) یعنی مردہ کو جلا اٹھانا

یا کسی خاص مقصد کے لیے لے جانا۔ بعث کے معنوں میں درج ذیل مثال دیکھئے:

قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْ اَعْمٰى وَقَدْ

وہ کہے گا کہ میرے پروردگار! تو نے مجھے اندھا کر کے

كُنْتُ بَصِيْرًا (۱۷)

کیوں (قبر سے) اٹھایا۔ میں تو دیکھتا بھالتا تھا۔

اور کبھی اس لفظ کے استعمال میں تَجَمُّع، سُوق اور بعث سب معنی پائے جاتے ہیں۔ جیسے،

وَيَوْمَ نُسِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ

اور جس دن ہم پہاڑوں کو جلا دیں گے اور تم زمین کو صاف

بَارِزَةً وَحَشَرْتُمْ فَلَمْ تُغَادِرْ

میدان دیکھو گے اور ان لوگوں کو ہم جمع کر لیں گے تو ان

مِنْهُمْ اَحَدًا (۱۸)

میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔

۴- اِدْحَرَ، اس کا مادہ دحر ہے جس کے معنی مستقبل کی ضرورت کے لیے کوئی چیز یعنی از قبیل اجناس

خور دنی سٹاک کر لینا۔ ذخیرہ کرنا (معن) اور یہ ذخیرہ انسانوں کے علاوہ دوسرے بھی کئی جہاز

کرتے ہیں۔ ابن فارس اس کے معنی میں دو دنیاوی باتیں لکھتے ہیں اکٹھا کرنا (اور اسے محفوظ کرنا) (۴- ل)

اور اذْخَرَ بھی اسی معنی میں آتا ہے اور جمع شدہ چیز کو ذخیر اور ذخیرہ کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

وَأَنْبَتَكُمْ بِمَاءِنَا كَالْعُلُوقِ وَمَا تَتَذَكَّرُونَ (عیسیٰ نے کہا) اور جو کچھ تم کھا کر آتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو سب تم کو بتا دیتا ہوں۔

۵۔ حَزْنٌ: ذخیرہ کا لفظ عموماً اجناس خوردنی کو جمع کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن حَزْنٌ کا لفظ اس سے عام ہے۔ یہ اکثر مال و دولت کے جمع کرنے کے لیے آتا ہے جیسے حَزْنْتُ الذَّرَاهِمَ لیکن اس میں بنیادی مفہوم اکٹھا کرنے سے زیادہ حفاظت کرنا ہے۔ کہا جاتا ہے حَزْنْتُ التَّيْسَ (میں نے بھید کو محفوظ رکھا) (م۔ل) اور جو شخص اس جمع شدہ چیز یا مال کا محافظ ہو اسے حَازِنٌ کہتے ہیں اور اس کی جمع حَزَنَاتٌ آتی ہے۔ قرآن میں ہے:

كُلَّمَا أَلْقَى فِيهَا فَوْجٌ سَأَلْتَهُمْ حَزَنَاتُهُمْ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ (۶۷)

جب اس (دوزخ) میں کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو دوزخ کے حازن (محافظ داروغہ) ان سے پوچھیں گے تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؛

اور جہاں کوئی چیز جمع کی جائے اس جگہ کو خزانہ اور خزانہ کہتے ہیں اور اس کی جمع خزان ہے۔ آیہ مندرجہ میں جمع شدہ چیز گنہگار لوگ، دوزخ خزانہ اور داروغہ یا اس خزانہ کا محافظ یعنی حازن ہیں۔

۶۔ وَتَسْقَى: کے معنی چیزوں کو جمع کرنا اور اٹھانا (منجد۔ م۔ل) ہے اور اسق یعنی جانور پر بوجھ لانا اور وَتَسْقَى الشَّيْءُ: کسی چیز کے متفرق اجزاء کو جمع کرنے کے ہیں اور اسق کے معنی یہ ہیں کہ اس چیز کے سب اجزاء مجتمع ہو گئے اور وہ مکمل ہو گئی۔ (معن) قرآن میں ہے:

وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ (۸۸)

اور تم ہے رات کی اور جن چیزوں کو وہ اکٹھا کر لیتی ہے اور چاند کی جب کامل ہو جائے۔

۷۔ كَفَّتْ: بمعنی کسی چیز کو جمع کر کے اسے اپنے قبضہ میں لے لینا (معن) سنبھال لینا۔ سیٹ لینا اور کفیت بمعنی توشہ دان جس میں خوراک اور سامان خوراک کو سنبھال رکھتے ہیں اور الْكُفَّةُ الْكُفَّةُ۔ یا اللہ اسے سنبھال لے یا مار دے (منجد) ارشادِ باری ہے:

أَلَمْ تَجْعَلِ الْأَرْضَ كَفَاتًا أَحْيَاءًا وَآمَوَاتًا۔ (۹۶)

اور مژدوں کو۔

۸۔ لَمَّ: بمعنی کسی چیز کو جمع کرنا اور اس کو سنوارنا یا اس کی اصلاح کرنا (معن) قرآن میں ہے:

وَتَأْكُلُونَ الشُّرَابَ أَكْلًا لَمًّا (۹۹)

اور تم میراث کے مال کو سیٹ کر کھاتے ہو

۹۔ حَصَلَ۔ التحصیل بمعنی پھلنے سے گودہ اور مغز کو نکالنا (معن) گویا حَصَلَ کے معنی میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) نکالنا (۲) جمع کرنا۔ قرآن میں ہے، وَحَصَلَ مَا فِي الصُّدُورِ (۱۰۱) تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جو بھید سینوں میں ہوں گے وہ نکال کر اس طرح جمع کر دیے جائیں گے جس طرح کہ پھلنے سے مغز الگ کر لیا جاتا ہے (معن)

۱۰۔ مثابۃ: ثوب کے اصل معنی کسی چیز کا اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ آنا ہے۔ کہتے ہیں ثَابٌ مُّثَابٌ اِلَى دَارِهِ۔ یعنی فلاں شخص اپنے گھر کی طرف لوٹ آیا اور مَثَابَةٌ اس کا جگہ کہا جاتا ہے جو کونوں کے منہ پر پانی پلانے کے لیے بنائی جاتی ہے (معنی) چونکہ لوگ پانی پینے اوسے جانے کے لیے ایسی جگہ پر بار بار لوٹ کر آتے اور جمع ہوتے تھے۔ لہذا اسے مثابۃ کہا جاتا ہے۔ اسی نسبت سے اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ شریف کو مثابۃ کہا کہ یہاں لوگ اگر بار بار اپنی روحانی پیاس بجھاتے اور جمع ہوتے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

وَاذْجَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ
وَأَمَّنَّا (۱۲۵)

اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے جمع ہونے اور
امن پانے کی جگہ مقرر کیا۔

ماحصل (۱) جمع کا لفظ عام ہے۔ ہر قسم کی چیزوں کے لیے اور ظاہری اور معنوی سب صورتوں میں استعمال ہوتا ہے
(۲) اجتماع، صرف جانداروں کو اکٹھا کرنے کیلئے (۳) وَتَسْقَىٰ، ایک ہی چیز سے متعلقہ اجزاء کو اکٹھا کرنے کے لیے۔
(۴) حَشَرَ: جانداروں کیلئے اور تو اپنے اپنے ٹھکانوں
(۵) كَفَفَتْ: بمعنی جمع کرنا اور قبضہ میں لینا، سمیٹ لینا۔
(۶) لَعَنَ: جمع کرنا اور اس کی اصلاح کرنا۔
(۷) حَصَلَ: نکالنا اور جمع کرنا۔
(۸) مَثَابَةٌ: میں جمع ہونا کا معنی کنایۃ پایا جاتا ہے۔ اصل
(۹) حَزُونٌ: جمع شدہ چیزوں کی حفاظت کرنے کیلئے۔ معنی بار بار آتے رہنا ہے۔

۳۱۔ اگر

کے لیے اِنْ، اِمَّا اور لَوْ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ اِنْ، حرف شرط ہے۔ مستقبل کے لیے آتا ہے۔ اس کا پہلا جملہ شرطیہ ہمیشہ فعل ہوتا ہے اور دوسرے جملہ (ہذا) پر داخل ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

اِنْ تَعْبُدُوهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ (۱۱۸)

اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں۔

۲۔ اِمَّا، (اِنْ۔ مَّا) جب حرف شرط کے طور پر آتا ہے تو اس میں صرف اِنْ ہی معنی دیتا ہے۔ ماحرف زیادت اور صرف تخمین کلام کے لیے آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

(۱) اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدًا هُمْ۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک تمہارے سامنے

بڑھاپے کو پہنچ جائے۔ (۱۱۹)

(۲) فَاِمَّا تَرَىٰ مِنْ الْبَشَرِ اَحَدًا (۱۲۰)

تو (میں) اگر تم کسی آدمی کو دیکھو۔

۳۔ لَوْ: حرف شرط مگر اس میں جزا کا جملہ ہمیشہ شرط سے مقید ہوتا ہے اور اس کی جزا پر ل (لام مفتوحہ) داخل ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا

اگر مال غنیمت سہل الحصول اور سفر ہلکا ہوتا تو یہ لوگ تمہارا

لَا اتَّبِعُوا - (۳۲) ساتھ چل پڑتے۔

اور اگر تو سے پہلے وہ داخل ہو (لوگوں تو یہ اگر پرہیزگار کا معنی دے گا۔ ارشاد باری ہے،
 آتِنَا مَا تَكُونُوا يَذَرِكُمْ لَمَوْتٍ وَكُنُوا كُنْتُمْ فِي بَرُوجٍ مُّشِيدَةٍ (۳۱) مضبوط قلعوں میں ہو۔

اور تو کے بعد اٹھانے کرنے سے "اگر نہ" کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے فرمایا:
 لَوْلَا اَنْتُمْ لَكُنَّا مُّؤْمِنِينَ (۳۲) اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہوتے۔

اصل: تو میں جزا شرط سے مفید ہوتی ہے جو ان کی صورت میں نہیں ہوتی۔ اٹھا جب اگر کے معنوں میں آئے تو اس میں
 ماحرف زیادت ہے جو محض تمہیں کے لیے آتا ہے۔

۳۲۔ اَلطَّيْنَا، اَوْنَدَهَا كَرْنَا

کے لیے اَرْتَمْنَا اور اَتْفَنَّا (افنک)، جَشَعْنَا، كَتَبْنَا، كَبَّكَتْ اور قَلَّبْنَا، كَبَّكَتْ اور كَبَّكَتْ کے الفاظ آئے ہیں،
 ۱۔ اَوْنَدْنَا، وَكُنْتُمْ کے معنی کسی چیز کو اس کے سر پر اٹھا کر دینا (یعنی سر نیچے ہو اور ٹانگیں اوپر) اُٹھا کر دینا یا اس کے
 پہلے سر سے کوٹھکے سر سے اُٹھا کر ملادینا (م۔ ل۔ تہ وہلا کر دینا۔ کہتے ہیں۔ ارسک الشوب فی الصبیغ
 بمعنی اُٹھا کر رنگ میں کپڑا ڈبو یا (م۔ ق) ارشاد باری ہے:
 وَاللّٰهُ اَرْكَسْتُمْ بِمَا كَسَبْتُمْ (۳۱) خدا نے ان (منافقین) کو ان کے کرتوتوں کے سبب اڑھا
 کر دیا۔

۲۔ اَرْتَمْنَا، اَفَنَّا کے معنی کسی کو صحیح رخ سے موڑ دینا (م۔ ل) اور اگر کسی صحیح رخ کے علاوہ کسی دوسرے
 رخ پر پھینک دیا جائے تو اسے اَرْتَمْنَا کہتے ہیں (معت) قرآن میں ہے:
 وَالْمُؤْمِنَاتُ كُنَّ اَهْلًا (۳۲) اور اسی لے اٹھی جو تھی بتیوں کو دے پٹکا۔

۳۔ جَشَعْنَا، پرندے کا سینہ کے بل زمین پر بیٹھنا اور پھر اس سے چمٹ جانا (فل ۱۸۶) کنایتہ کسی شخص کا سینہ
 کے بل زمین پر لیٹنا۔ ارشاد باری ہے:
 فَاخَذَتْهُمْ الزَّجْفَةُ فَاَصَابَتْ حَوَافِي دَارِهِمْ جُجْثَمِينَ (۳۳)
 تو ان کو بھونچال نے آپکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اڑھے
 پڑے رہ گئے۔

۴۔ كَبَّ، كَبَّ اَلْوِنَاءُ کے معنی برتن کو اٹھا کر رکھ دینے کے ہیں (مخبر) اور كَبَّتْ حُلَاثَا کے معنی کسی کو
 منہ کے بل گرا دینے کے (معت) قرآن میں ہے:
 وَمَنْ جَاءَ بِالسَّبْتِ فَاَتَتْهُ نَكْبَتٌ وَجَوَّهْتُمْ فِي النَّارِ (۳۴) اور جو کوئی بُرائی لے کر آئے گا تو ایسے لوگ اوندھے منہ
 دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے۔

۵۔ كَبَّكَتْ، میں تکرار لفظی ہے جو اس کے معانی میں بھی شدت پیدا کر رہا ہے۔ بمعنی کسی چیز کو اوپر سے
 لٹھا کر گڑھے میں پھینک دینا۔ (معت) (مخبر) ارشاد باری ہے:

تَوَوُّهُ اور گمراہ (یعنی بت اور بت پرست) اذندھے منہ
دورخ میں ڈال دیے جائیں گے۔

۶۔ قَلْبٌ، تَقْلِيْبُ الشَّيْءِ۔ یعنی کسی چیز کو پھرنے اور ایک حالت سے دوسری حالت میں لوٹانے کے
ہیں اور قَلْبُ الشُّوْبِ یعنی کپڑے کو الٹنا۔ قَلْبُ كَاسْتِعْمَالِ مَادِيٍّ اور معنوی دونوں طرح ہوتا ہے
مادی کی مثال یہ ہے،

يَوْمَ تَقْلَبُ وَجُوهُهُمْ فِي النَّارِ (۳۳)
جس دن اُن کے منہ آگ میں الٹے جائیں گے۔
اور معنوی کی مثال یہ ہے،

لَقَدْ ابْتَعُوا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلِ وَقَلْبُوا
لَكَ الْاُمُورَ حَتَّىٰ جَاءَ الْحَقُّ (۱۸)
یہ پہلے بھی طالب فساد رہے ہیں اور بہت سی باتوں
میں تمہارے لیے الٹ پھر کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ
حق آ پہنچا۔

۷۔ نَكَسَ اور نَكَسٌ، نَكَسَ یعنی اوندھا کرنا اور نَكَسَ رَأْسَهُ یعنی ذلت یا نڈارت سے سر جھکا دینا۔ یہ محاورہ
استعمال ہوتا ہے اور نَكَسَ الْعَرِيضَ مَرِيضٍ کا دوبارہ بیمار پڑنا اور اَلنَّكَاسُ یعنی بیماری کا دوبارہ عود
کر آنا اور اَلنَّكْسُ یعنی بیماری کا دوبارہ عود کر آنا۔ گر کر نہ سنبھلنا۔ پھر دوبارہ پہلے سے زیادہ زور سے
گرنا اور النکس یعنی بہت بوڑھے لوگ اور نکس یعنی اوندھا کرنا اور اَلنَّكْسُ یعنی سر کے بل گرنا۔ دوبارہ
بیمار پڑنا۔ (مخبر معنی) ارشاد باری ہے،

ثُمَّ نَكَسُوا عَلٰی رُءُوسِهِمْ (۲۵)
دوسرے مقام پر فرمایا،

وَمَنْ يُعْمِرْهُ نَكَسْنَاهُ فِي الْخَلْقِ۔ (۳۶)
اور جس کو ہم بڑی عمر دیتے ہیں اسے فلقت میں اوندھا
کر دیتے ہیں۔

ماہصل (۱) ارکس، نچلا سر اُوپر اور اُوپر کا نیچے لگے (۵) گنکب، لڑھکا کر اذندھے منہ گڑھے میں گرا دینا۔
پھینک دینا۔
(۲) اِنْتَقَلَ، صبح رُخ کے علاوہ دوسرے رُخ پر
بیٹھ دینا۔
(۳) جَشَمَ، سینہ کے بل گرنا یا چٹلنا۔
(۴) كَبَّتْ، اذندھے منہ گرانا۔
(۵) نَكَسَ اور نَكَسٌ، سر کو ذلت سے جھکانا۔ بیماری کا
پہلے شدید حملہ ہونا جس سے بیمار سنبھل نہ سکے۔ بڑھاپے
کا آدبانا جس سے عقل و حواس زائل ہونے لگے۔
الٹ پلٹ کرنا کے لیے فتن اور ابتلی "آزائش کرنا" میں دیکھیے اور قَلْبُ "الٹ دینا" میں۔

۳۳۔ اَلْكَرْمُ نَا (جُدَا يَاعِلِيْحَهُ كَرْنَا)

کے لیے فَرَقٌ، فَتَقٌ، عَزَلٌ، جَنَبٌ، مَأَزٌ (میں اور ستم نیکل کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ فَزَيَّنَّا كَمِيَّ حَبِيْرٍ كُوْجَاثْرٍ كَرَاكِكُ كَرُوْنِيَا۔ (مفت) پھر اس الگ شدہ حصّہ کو فسّوق اور اگر انسانوں کا گروہ ہو تو

اسے فرقہ کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے،

وَلَاذِ فِرْقَتَايَا كُمُ الْبَسْعَرَا (۲۰)

اور دوسری جگہ ہے،

فَاَنْفَلَقَا فَمَا كَانَ كَلَّ فِرْقِيَا كَالظُّوْدِ الْعَظِيْمَا۔

تو دریا پھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا (یوں) ہو گیا گویا بڑا

پھاڑ (ہے)۔

(۲۱)

پھر فَزَيَّنَّا کا استعمال معنوی طور پر بھی ہوتا ہے۔ یعنی دو قسم کی چیزیں جو بظاہر ایک ہی نظر آتی ہوں مگر حقیقتاً الگ الگ ہوں تو ان کو الگ کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے،

عَالِ رَبِّ اِنِّي لَا اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَارْحَمِيْ

موسیٰ نے (فداسے) التجا کی کہ پورے گاڑ میں اپنے اور اپنے

فَاَفْرَقْنَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْكٰفِرِيْنَ۔

بھائی کے سوا کسی پر اختیار نہیں رکھتا تو ہم میں اور ان نافرمان

لوگوں میں جدائی ڈال دے۔

(۲۵)

اور فَزَيَّنَّا بمعنی کسی جماعت کے الگ ہونا، علیحدہ فرقہ بنا لینا۔ قرآن میں ہے،

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنََهُمْ وَكَانُوْا شَيْكَعًا۔

جن لوگوں نے اپنے دین میں (ہمت سے نکلنے اور کسی کئی

فرقے ہو گئے۔ (جالندھری)

(۲۶)

۲۔ فَتَقَّ، کے معنی کسی چیز میں بڑا سا ٹکٹا ڈال کر اسے کھول دینا ہے۔ جیسے نافہ مشک کو کھولا جاتا ہے (م) یا

یا دو متصل چیزوں کو الگ الگ کرنا اور اس کی ضد فَزَيَّنَّا ہے بمعنی کسی چیز کا گڈمڈ شدہ اور جڑی ہوتی ہونا

(مفت) چنانچہ قرآن میں ہے،

اِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا

آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے تو ہم نے ان کو

جدا جدا کر دیا۔

فَفَقَعْنَاهُمَا۔ (۳۱)

۳۔ عَزَلٌ، کسی کو اس کے اصل کام یا مقصد سے علیحدہ کر دینا۔ بیکار کر دینا۔ ایک جانب لگا دینا (م)۔ (ب) بخدا

اسی سے معزول اس شخص کو کہتے ہیں جو کام سے علیحدہ کر دیا گیا ہو۔ اور عَزَلْتُ گوشہ تہائی کے معنوں میں

آتا ہے۔ قرآن میں ہے،

وَمِنْ اَبْتَعِيْتِ مِمَّنْ عَزَلْتِ فَاَلَا

اور جس بہو گئی تم نے علیحدہ کر دیا ہو اگر اس کو پھر اپنے پاس

طلب کر لو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔

جُنَاحَ عَلَيْكَ۔ (۳۲)

۴۔ جَذَبٌ، جذب کے بنیادی معنی دو ہیں (۱) پہلو (۲) بُعِدَ ہونا اور جَذَبَ کے معنی کسی کو کسی آفت یا

مصیبت سے دُور رکھ کر بچا لینا (م)۔ (ن) (۱)

قرآن میں ہے،

وَإِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا

اور جب ابراہیم نے دعا کی کہ میرے پروردگار! اس شہر

الْبَلَدِ اٰمِنًا وَّاجْعَلْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْتَ

کہ کو امن کی جگہ بنا دے اور مجھے اور میری اولاد کو اس

تَبَدُّدًا أَوْ ضَمَامًا (۱۳۶) بات سے کہ تون کی پرستش کرنے لگیں، بچائے رکھو۔
 ۵۔ مَازَ (میز) کسی چیز کو دوسری سے کسی فوقیت اور تریح کی بنا پر الگ کرنا اور ماز الشیء بمعنی چیز کو دوسری چیزوں پر تریح دینا۔ فوقیت دینا (منجد) قرآن کریم میں ہے،
 مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ (۱۳۷) (لوگو!) جب تک خدا ناپاک کو پاک سے الگ نہ کر دیا مومنوں کو اس حال میں جس میں تم ہو ہرگز نہیں رہنے دے گا۔

۶۔ زَيْلٌ، بمعنی کسی چیز کو اس کے اصل مقام سے زائل کرنا (معن) زال عن مکانہ جگہ سے ہٹانا اور زَيْلٌ بمعنی کسی کو اس کی جگہ سے ہٹا کر دوسروں سے الگ کر دینا یا متفرق کرنا (منجد) ہے۔ ارشاد باری ہے:
 وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر مشرکوں سے
 لِلَّذِينَ آمَنُوا مَا كَانَ لَكُمْ أَنْتُمْ وَمَشْرَاكُمْ کہیں گے تم اور تمہارے شرک اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو
 فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ (۱۳۸) پھر ہم ان میں جدائی ڈال دیں گے۔

ماصل، (۱) فرق۔ کسی چیز کو چھا کر الگ الگ (۴) جَدَّبَ: کسی کو الگ کر کے کسی مصیبت سے دُور رکھنا
 کر دینا۔
 (۲) قَتَقَ: کسی چیز کو چھا کر کھول دینا۔ یاد متصل
 چیزوں کو منفصل کرنا
 (۳) حَزَلَ: کسی کو اس کے کام سے الگ کرنا
 (۴) زَيْلٌ، کسی کو ایک جگہ سے سرکار یا ہٹا کر دوسروں سے الگ کر دینا۔

۳۴۔ الگ ہونا (جدا ہونا علیحدہ ہونا)

کے لیے فَتَرَقَّ، عَزَلَّ، اِعْتَزَلَ، جَدَّبَ سے اِعْتَزَلَ، مَازَ سے اِعْتَزَلَ اور فَتَرَقَّ سے فَتَرَقَّ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔ ان پر لغوی بحث ہو چکی۔ اب ان کی مثالیں دیکھیے،
 ۱۔ فَتَرَقَّ، تَجَمَّعَ کی ضد ہے۔ یعنی الگ الگ اور متفرق ہو جانا۔ پھٹ کر علیحدہ علیحدہ ہو جانا (منجد) ارشاد باری ہے:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا (۱۳۹) اور سب مل کر خدا کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا۔

۲۔ اِعْتَزَلَ: کسی چیز سے کنارہ کش ہو جانا خواہ کسی کام سے یا حقیقہ سے یعنی خواہ یہ کنارہ کشی ظاہری ہو یا معنوی سب صورتوں میں اِعْتَزَلَ استعمال ہوتا ہے۔ اب ان کی مثالیں دیکھیے،
 (۱) اعتقادات سے یعنی معنوی کنارہ کشی کے لیے،
 وَإِن لَّمْ تَشُوا لِي فَأَعْتَزِلُنَّ (۱۴۰) اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ۔
 (۲) کسی کام سے یعنی ظاہری کنارہ کشی کے لیے،

فَاعْتَرَلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَجِيئِ (۲۳۴) سو آیام حیض میں ہوتوں سے کنارہ کش رہو۔

۳- تَجَدَّبَ، ایک طرف ہو کر دُور رہنا۔ پہلو تہی کرنا۔

سَيِّدًا كَرُمًا يَتَخَشَى وَيَتَجَلَّبَهُمَا (۲۳۵) جو خوف رکھتا ہے وہ تو نصیحت پکڑے گا اور (بے خوف) بد بخت پہلو تہی کرے گا۔

۴- اِمْتَاَزَ، کسی فضیلت اور ترمیح کی بنیاد پر اچھی چیز کا بُری سے یا بُری چیز کا اچھی سے الگ ہو جانا۔
وَأَمْتَاَزُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ (۲۳۶) اور گنہگارو! تم آج الگ ہو جاؤ۔
ان کے علاوہ درج ذیل الفاظ بھی الگ ہونا کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔

خَلَا (خلو)، خَلَصَ، فَصَلَّ، اِنْتَبَذَ (نبذ)، تَزَيَّلَ (زایل)، اور تَجَلَّبَى (جفو)

۵- تَحَرَّأَ (بخلو) خلاء خالی جگہ کو کہتے ہیں جہاں عمارت و مکان وغیرہ کچھ نہ ہو۔ یہ لفظ زمان و مکان دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے خلا الزمان کے معنی زمانہ کو رکھنا اور طرف مکانی کے لحاظ سے خلا الرجل کے معنی کسی کے ساتھ علیحدگی (خلوت) میں ملاقات کرنا ہوگا (مع مجتہد)

وَلَاذًا اخْلَقُوا إِلَى شَيْءٍ طَيِّبٍ هُمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ (۲۳۷) اور جب تنہا ہوتے ہیں اپنے شیطانوں کے پاس تو کہتے ہیں۔ بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں (عثمانیؓ)

۶- خَلَصَ، کسی چیز کو آمیزش سے پاک کرنا اور اس سے ملاوٹ علیحدہ کرنا اور اس کی ضد خَلَطَ ہے۔
فَلَمَّا اسْتَيْسَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا۔ (۲۳۸) جب وہ اس سے ناامید ہو گئے تو الگ ہو کر صلاح کرنے لگے۔

یعنی آپس میں مشورہ کرنے کے لیے دوسرے لوگوں سے الگ ہو کر کہیں جا بیٹھے۔

۷- فَصَلَّ، دو چیزوں کا یوں علیحدہ ہونا کہ ان میں فاصلہ ہو جائے (مع) کسی مقام سے روانہ ہو جانا؛
فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ (ان سے کہا، کہ خدا ایک نئے سے تمہاری آزمائش کرنے والا ہے۔)
إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهْرٍ۔ (۲۳۹)

۸- اِنْتَبَذَ، نَبَذَ کے معنی کسی چیز کو ناقابل التفات سمجھ کر پھینک دینا (مع) اور اِنْتَبَذَ کے معنی خود احساس کمتری میں مبتلا ہو کر دوسروں سے علیحدہ ہو جانے کے ہیں۔ ارشاد باری ہے؛

وَأَذْكُرِي فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ (اور کتاب (قرآن) میں مریم کا بھی تذکرہ کرو۔ جب وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر مشرق کی طرف چلی گئیں۔)
وَمِنْ أَهْلِهَا مَكَّا تَاشْرُقِيًّا۔ (۲۴۰)

اس مقام پر حضرت مریم کے لیے اِنْتَبَذَ کا لفظ اس لیے استعمال ہوا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کے حمل کی وجہ سے لوگوں کے اعتراضات اور طعن و تشنیع سے بچنے کے لیے لوگوں سے علیحدہ ہو کر شرقی مکان میں عزت نشین ہو گئی تھیں۔

۹- تَزَيَّلَ، زال کے معنی چیز کو اس کی جگہ سے ہٹا دینا (مع) اسی نسبت سے تزیل کے معنی کسی چیز کا اپنی جگہ چھوڑ کر ادھر ادھر ہو جانا۔ ہٹ کر پرے ہو جانا۔ ارشاد باری ہے؛

لَوْ تَرَىٰ يُؤْتُوا الْعَدَّ بَنَاتِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ
عَدَّ ابْنَا الْيَتَامَىٰ (۳۳)
اور اگر وہ الگ ہو جاتے تو جو ان میں کافر تھے ہم انکو
دکھ دینے والا عذاب دیتے۔

۱۰۔ تَجَانِي: جَفْوَةٌ اور جَفَاءٌ کے معنی ظلم اور جفا یا جفوا کے معنی ایک جگہ قرار نہ پکڑنا ہے (منجد) اور
اسی نسبت تَجَانِي کا معنی بقراری کی وجہ سے اپنی جگہ بدلنا یا اس جگہ سے الگ رہنا ہیں۔ ارشادِ باری ہے۔
تَتَجَانِي جُنُودُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ
يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا (۳۴)
ان کے پہلو بچھوڑنے سے الگ ہوتے ہیں (اور وہ اپنے
پروردگار کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں۔

ماہصل (۱) تَفَرَّقَ: جماعت الگ اور
(۲) تَفَرَّقَ: کسی کام سے یا عقیدہ سے یا انسانوں سے
متفرق ہو جانا۔
(۳) تَفَرَّقَ: کسی چیز سے الگ ہو کر دور چلے جانا
(۴) تَفَرَّقَ: کسی خصوصیت کی بنا پر دوسروں سے الگ ہونا
(۵) تَفَرَّقَ: تنہائی میں ملنے کے لیے علیحدہ ہونا۔
(۶) تَفَرَّقَ: آمیزش کا اصل چیز سے الگ ہونا اور خالص
باقی رہ جانا۔
(۷) تَفَرَّقَ: اسبابِ بُرتری کی بنا پر دوسروں سے الگ ہونا
(۸) تَفَرَّقَ: اپنی جگہ چھوڑ دینا اور ہٹ کر علیحدہ ہونا۔
(۹) تَفَرَّقَ: بقراری کی وجہ سے کسی چیز سے الگ ہونا
(۱۰) تَفَرَّقَ: کسی خصوصیت کی بنا پر دوسروں سے الگ ہونا

۳۵۔ اَمِيدُ الْكَلْبَانِ

کے لیے اَمَلٌ: اَمْنِي اور رَجَا کے الفاظ آتے ہیں،

۱۔ اَمَلٌ کی بحث "آرزو" میں گزر چکی ہے اور اس کے معنی ایسی آرزو اور امید کے ہیں جو بظاہر
غیر متوقع اور دیر سے وقوع پذیر ہونے والی ہو۔ گویا اَمَلٌ میں مدت اور انتظار کا تصور بھی پایا جاتا ہے
اس لحاظ سے یہ امید لگاتے رکھنے کے معنی میں آتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے:

وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ مِّمَّا وَعَدَّ
رَبِّكَ تَوَابًا وَخَيْرًا مَّا لَدَّ (۱۶)
اور نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں وہ تو اب کے لحاظ سے تمہارے
پروردگار کے ہاں بہت اچھی اور امید لگانے کے لحاظ سے بہتر ہیں

۲۔ اَمْنِي، اَمْنِيۃ یعنی جھوٹی اور باطل آرزو اور اَمَانِي اس کی جمع ہے۔ یہ بحث بھی "آرزو کرنا" میں گزر
چکی اور اَمْنِي کا لفظ کسی کو ایسی ہی باطل اور جھوٹی امید دلانے کے معنوں میں آتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے:
وَلَا حِصْنَةٌ لَهُمْ وَلَا أَمْنِيۃٌ لَهُمْ (۱۶)
(شیطان نے کہا) اور ان انسانوں کو ضرور گمراہ کرتا اور
امیدیں لگاتا رہوں گا۔

۳۔ رجا، (رجو) رَجَا کے بنیادی معنی دو ہیں (۱) کنارہ (۲) امید لگانا (م۔ل) یہاں دوسرے معنی
سے غرض ہے اور اس میں بھی اَمَلٌ کی طرح مدت اور انتظار کا تصور پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:
وَالْحُرُونَ مَرْجُونَ لِأَمْرِ اللَّهِ (۱۶)
اور کچھ اور لوگ ہیں جن کا کام ڈھیل میں ہے علمِ پروردگار کے (منجلی)
البتہ رجا ایسی امید کہتے ہیں جس کے پورا ہونے کا ظن غالب ہوتا ہے (اور اس کی ضد یا اس ہے)۔

ارشاد باری ہے:

وَلَا تَهْتَفُوا بِإِتِّعَاءِ التَّوَمِرِ وَلَا تَكُونُوا
تَأَلُّمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْتُونَ كَمَا
تَأَلَّمُونَ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا
يَرْجُونَ ﴿۱۳۶﴾

اور کفار کے پیچھا کرنے میں سستی نہ کرنا۔ اگر تم بے آرام
ہوتے ہو تو جس طرح تم بے آرام ہوتے ہو۔ اسی طرح
وہ بھی بے آرام ہوتے ہیں اور تم خدا سے ایسی امیدیں
بھی رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے۔

ماہل (۱) آمَل، دیر سے پوری ہونے والی اور بظاہر خیر متوقع امید کے لیے آتا ہے۔

(۲) آمَنِي، چھوٹی قسم کی امیدیں دلانے کے لیے اور

(۳) رَجَا، ایسی امید کے لیے آتا ہے جس کے وقوع پذیر ہونے کا ظن غالب ہو خواہ دیر سے ہو۔

انہار اور انہوہ کے لیے دیکھیے واہر۔ بہت

انتخاب کرنا، کے لیے دیکھیے ”چن لینا“

۳۶۔ انطریاں

کے لیے دو الفاظ حَوَايَا (حوی) اور اَمْعَاءُ (معی) آتے ہیں۔

۱۔ حَوَايَا، (حَوَايَا کی جمع ہے) حوایا سے مراد سانپ کی طرح کندلی مارنے والی انطریاں ہیں۔ حَيَّةٌ سَابٌ

کو کہتے ہیں۔ تحوی الحیة ”سانپ کے کندلی مارنے کو اور حادی۔ سانپ کا منتر پڑھنے والے کو

کہا جاتا ہے (منہج) اور یہ وہ روہہ مستقیم ہے جو کندلی مارتے مارتے متعدد تک پہنچ جاتی ہے۔ (م-۱)

وَحَرَمْنَا عَلَيْكُمْ شَحْمَؤُمْ هَمَّالًا مَّا
اَدَّوْهُ لَئِنْ اَبُو دِيؤُاں، پُرَانِ دَوْنُوں (گائے اور کبریٰ) کی چوٹی

حَمَلَتْ طَهْرُؤُهُمَا اَوْ اَلْحَوَايَا اَوْ مَّا
سَرَامِ كَرِيْمِي سُوْلَةِ اَسْ كَسْ جَوَانِ كِي پِيْطِرْ پَرِ لَگِي ہُوْ اَنْتَرِيؤَا

اِخْتَلَطَ بِعَظْمِہَا ﴿۱۳۷﴾
کی یا جو ہڈی کے ساتھ مل گئی ہو۔

۲۔ اَمْعَاءُ، یہ معنی کی جمع ہے۔ یہ لفظ عام ہے جو ہر قسم کی چھوٹی بڑی انطریلوں کے لیے استعمال ہوتا ہے ارشاد

باری ہے:

وَسْتُوا مَاءً حَمِيْمًا نَفْطَعُ اَمْعَاءَ هُمْءِ۔
اور انہیں کھون ہوا پانی یا باہانے گا جو ان کی انطریلوں کو

کھوے کھوے کر دے گا۔ ﴿۱۳۷﴾

۳۷۔ انظر اور نظر

کے لیے اِنْتَظِرْ، اِرْتَقِبْ، تَرْتَبَّصْ کے الفاظ آتے ہیں،

۱۔ اِنْتَظِرْ، نَظَرَ کے بنیادی معنی دو ہیں۔ (۱) معائنہ یعنی آنکھوں کوئی چیز دیکھنا اور (۲) تَأَمَّلِ الشَّيْءَ،

کسی چیز کے لیے انتظار اور مہلت (م ل) یہاں دوسرے معنی سے غرض ہے۔ قرآن کریم میں نَظَرٌ اِسْمٌ

میں آیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَأِنْ كَانَ دُونَ عَشْرَةٍ فَنظُرَةٌ إِلَى الْمَيَسْرَةِ - اور اگر قرض لینے والا تنگ دست ہو تو (اسے) کشائش (کے معاملے)

ہونے تک ہمت (دو)۔

(۲۸۱)

اور انتظار کسی امید کے پورا ہونے کا وقت گزارنا اور یہ لفظ انتظار کے لیے عام ہے اور اس لحاظ سے نظریہ اور انتظار قریب المعنی ہیں۔ اور انتظار خیر و شر دونوں میں۔ نیز شک اور یقین دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (فقہ ۵۸) ارشاد باری ہے:

وَقُلْ لِّلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ أَعْمَلُوا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ إِنَّا نَعْتَدُ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا
مَنْ تَعْبَرُوا مِنِّي فَأَعْتَبُوا عِبْرَتِي فَلَا تُغْنِي عَنْكُمْ كُفْرَانِي إِذْ أَقْبَلْتُمُ الرِّبَا بَعْدَ إِقْبَالِكُمْ وَأَنْتُمْ كَارِهُونَ
مَنْ تَعْبَرُوا مِنِّي فَأَعْتَبُوا عِبْرَتِي فَلَا تُغْنِي عَنْكُمْ كُفْرَانِي إِذْ أَقْبَلْتُمُ الرِّبَا بَعْدَ إِقْبَالِكُمْ وَأَنْتُمْ كَارِهُونَ

تم بھی انتظار کرو۔ ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔

(۲۸۲)

۲۔ اِذْ تَقْبَلُ الرِّبَا - گردن کو کہتے ہیں اور رِقَب کسی کی گردن پر نظر رکھنے یا اس کی نگرانی کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے (معنی) اور رِقَبۃ کے معنی احتیاط۔ نگہبانی، بچاؤ اور خوف ہے (مخبر) اَلْمَالُ اَلرَّقَبُ سے مراد ایسی انتظار ہے جس میں انسان چوکس اور چوکنا رہے۔ دوسرے کی حرکات و سکنات کا خیال رکھے اور اپنے بچاؤ کا بھی۔ قرآن میں ہے:

سَوَفَ تَعْلَمُونَ مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَمَنْ هُوَ كَارِهُ اَلَّذِي يَأْتِيهِ رِزْقٌ مِّنَّا بِرِزْقٍ مِّمَّا كَانَتْ تَأْتِيهِ مِمَّا كَانَتْ تَأْتِيهِ مِمَّا كَانَتْ تَأْتِيهِ مِمَّا كَانَتْ تَأْتِيهِ

تم کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ رسوا کر لے والا عذاب کس پر آتا ہے اور بھوٹا کون ہے؛ اور تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

(۲۸۳)

۳۔ تَرَبُّصٌ، رَبْصٌ اور تَرَبُّصٌ ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں اور یہ انتظار یا تو کسی معینہ مدت کے لیے ہوتا ہے یا کسی ایسے امر کے ہونے یا زائل ہونے کا جس کی توقع ہو (معنی)۔ مثلاً اشیائے تجارت کی گرانی اور اڑانی کا۔ تَرَبُّصٌ بِسَلْمَةٍ کا معنی ہے مال کی گرانی کا انتظار کرنا (مخبر) اسی طرح عورت کے لیے اپنی عدت پوری کرنے کا انتظار تَرَبُّصٌ كَلَامَتِي کا اور یعنی زیادہ فائدہ حاصل کرنے کے لیے انتظار کرنا۔ (فقہ ۵۹) ارشاد باری ہے:

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا اِلَّا اِحْتَدَى الْحُسَيْنَيْنِ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُصِيبَكُمْ اللهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖ اَوْ يَأْتِيَنَا فَتَرَبَّصُوا لَنَا مَعَكُمْ مَّتَرَبَّصِينَ

کہ دو تم ہمارے حق میں دو جھلاہوں میں سے ایک کے منتظر ہو اور ہم تمہارے حق میں اس بات کے منتظر ہیں کہ خدا (یا تو) خود اپنے پاس سے تم پر کوئی عذاب نازل کرے اور تمہارے ہاتھوں سے تو تم بھی انتظار کرو۔ ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں۔

(۲۸۴)

محلہ: (۱) اِنْتِظَارٌ: کسی امید کے وقت تک کی مدت گزارنا اور یہ لفظ عام ہے۔ خیر و شر میں اور شک و یقین دونوں صورتوں میں آتا ہے۔

(۲) تَرَبُّصٌ: انتظار کرنا اور چوکس رہنا۔ کوئی نظر رکھنا۔ عموماً باری کے وقت کی انتظار کے لیے آتا ہے۔

(۳) تَرَبُّصٌ: زیادہ فائدہ حاصل کرنے کی مدت یا معینہ مدت کا انتظار۔

۳۸۔ انجام (کار)

کے لیے منتہی، صَارَ (صیر) اور عَاقِبَةُ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ منتہی، النہی کے معنی روکنا اور اختتامی رک جانا کے معنوں میں آتا ہے۔ النہل والنہایۃ۔ کسی چیز کی غایت اور آخر (مخبر) اور نہایۃ الدار گھر کی چار دیواری کو کہتے ہیں (مقی) اور منتہی اسم ظرف ہے۔ زمانہ یا جگہ کے لحاظ سے کوئی چیز جہاں تک پہنچ کر رک جائے وہ اس کی آخری حد یا منتہی یا انجام ہے۔ ارشاد باری ہے:

ثُمَّ يَجْزِلُهُ الْجَزَاءُ الْأَدْنَىٰ وَأَن إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنْتَهَىٰ (۵۳)

پھر اس کو اس کا ہولہ اور بدلہ دیا جائے گا اور یہ کہ آخر تمام پروردگار ہی کے پاس پہنچتا ہے۔

۲۔ صَارَ کے معنی میں دو باتیں بنیادی ہیں (۱) رجوع اور (۲) مآل یعنی انجام (م۔ م۔) اور صیر الامر سے مراد کسی کام کا آخری حصہ یا اس کی انتہا ہے۔ جب کسی شخص کا کوئی کام اختتام پذیر ہو تو کہتے ہیں فُلَانٌ عَلٰی صَعِيرٍ الْآخِرِ (مخبر) پھر صَارَ کے معنی ایک حالت کے دوسری حالت میں منتقل ہونا بھی ہیں۔ (مخبر) گویا صَارَ کا لفظ کام کی نوعیت سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ ایک کام جس نہج پر ہو رہا ہے۔ وہ کوئی اور نہج تو اختیار نہیں کرے گا اور جس انداز میں وہ جا کر ختم ہو گا اس آخری کیفیت کا نام صیر ہے۔ اور صَعِيرٍ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوئی چیز نقل و حرکت کے بعد پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے (معن) ارشاد باری ہے:

أَلَا لِيَ اللَّهُ تَصِيرًا لِّلْمُؤْمِنِينَ (۵۴)

دیکھو سب کام اللہ کی طرف رجوع ہوں گے۔

۳۔ عَاقِبَةُ، عقب یعنی اڑی اور عَقَبْتُ کے معنی کسی کے پیچھے چلنا اور پیچھے آنا اور عَاقِبَةُ ہر چیز کا آخر یا عمل کا انجام ہے (مخبر) پھر عقب کے مفہوم میں شدت اور صعوبت بھی پائی جاتی ہے عَاقِبَةُ کے معنی کسی کو اس کے عمل کے بدلہ میں پکڑنا بھی ہے اور عَقَابُ کا لفظ عموماً کسی بُرے کام کے بدلے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَجَادِلْهُمْ بِالْبَاطِلِ لِيُحْضَرُوا
بِهِ الْحَقَّ فَآخِذْهُمْ فَكَيْفَ كَانَ
عِقَابُ (۵۵)

اور یہود و شہدائے جھگڑتے ہے کہ اس سے حق کو زائل کر دیں تو میں نے ان کو پکڑ لیا۔ سو دیکھ لو میرا عذاب کیسا ہوا؟

گویا عَاقِبَةُ کے لفظ کا اطلاق محض کسی کام کے انجام پر نہیں ہوتا بلکہ اس کام کے بدلہ پر بھی ہوتا ہے۔ نیز یہ لفظ اچھے اور بُرے دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے مثلاً

(۱) خیر کے لیے، وَإِنِ الْأَرْضُ يُؤَرِّثُهَا مَنْ
يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ (۵۶)

زمین تو خدا کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا مالک بنا تا ہے اور آخر عہد تو اوروں نے والا ہے

(۲) شر کے لیے، قَدْ خَلَقْتُمْ مِنْ قَبْلُ سُنَّكَ
تم سے پہلے ہی بہت واقعات گزر چکے ہیں تو تم زمین میں

فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ ﴿۱۳۷﴾

- ماہصل: (۱) مسند تہی، کسی کام کا انجام جہاں جا کر وہ ختم ہوتا ہے، یہ عام ہے۔
 (۲) صیغہ، کسی کام کا انجام اور اس کے ختم ہونے کا رخ اور طور طریق۔
 (۳) عاقبتہ، کسی کام کے انجام اور اس کے بدلہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۳۹۔ اندازہ لگانا

کے لیے دو الفاظ خَرَصَ اور قَدَّرَ استعمال ہوتے ہیں۔

۱۔ خَرَصَ کے معنی محض ظن اور تخمین سے کام لینا۔ خَرَصَ النَّخْلَةَ سے یہ مراد ہے کہ محض اٹکل سے اندازہ کرنا کہ اس پھل کے درخت پر کتنا پھل ہوگا اور خَرَصَ الصَّيِّدَ ایسا تخمینہ لگانے والے آدمی کو کہتے ہیں (منجد) اور خَرَصَ یعنی کذاب (بہت جھوٹا) بھی مستعمل ہے کیونکہ ایسا آدمی بغیر علم اور حقیقت کے بات کرتا ہے اور یہی بات جھوٹ کی بنیاد ہے۔ ارشاد باری ہے:

إِن تَشْعُرُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ﴿۱۳۸﴾

۲۔ قَدَّرَ کے معنی کسی معاملہ کی تدبیر کرنا، کسی چیز کو تیار کرنا اور اس کی دیکھ بھال کرنا ہے (منجد) اور قَدَّرَ (معت) سے مراد وہ قوانین فطرت ہیں جن کے تحت کوئی چیز وجود میں آتی اور ترتیب پاتی ہے اور یہ صفت اللہ تعالیٰ سے خاص ہے اور صرف اچھے معنوں میں آتا ہے (فقہ ل ۱۵۷) اِنَّا كُلُّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ﴿۵۱﴾ ہم نے ہر چیز اندازہ مقررہ کے ساتھ پیدا کی ہے۔ اور قَدَّرَ کے کسی چیز کو اس مخصوص طرز پر بنانا اور ترتیب دینا ہے جیسا کہ حکمت کا تقاضا ہو، اور یہ لفظ عام ہے اور یہ اندازہ اچھا بھی ہو سکتا ہے اور بُرا بھی (فقہ ل ۱۵۷) جیسا کہ یہ بات عقیدہ میں شامل ہے۔ وَالْقَدْرَ خَيْرِهِمْ وَشَرِّهِمْ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى۔ ارشاد باری ہے:

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ﴿۱۰﴾ (کا) حساب معلوم کرو۔

ماہصل: (۱) خَرَصَ، ایسا اندازہ جس کی بنیاد علم و حقیقت کی بجائے ظن و تخمین پر ہو۔ اور یہ ناقابل اعتماد ہوتا ہے۔

(۲) قدر، وہ قوانین فطرت ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی علم و حکمت سے مقرر کر رکھے ہیں اور یہ مستحکم الدلائل ہوتے ہیں۔ اور قَدَّرَ ایسے قوانین پر مبنی اندازہ کو کہتے ہیں۔

۴۰۔ اندر

کے لیے جَلَّالٌ، بَاطِنٌ اور بَاطِنٌ اور جَوَافٍ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں،

۱- خلال، دو ایسی چیزوں کے اندر کوئی جگہ جن کا آپس میں تعلق ہو۔ خلال و انتوں کی درمیانی جگہ کو صاف کرنے کے تنگہ کو بھی کہتے ہیں اور اس جگہ کے صاف کرنے کو بھی۔ ایسے ہی ہاتھ کی انگلیوں اور داڑھی کے بالوں میں وضو کرتے وقت پانی سے خلال کیا جاتا ہے۔ منافقین کے بارے میں ارشاد باری ہے:

لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ
إِلَّا خَبَالًا وَلَا ذَمًّا وَلَا يَتَّبِعُونَكُمْ
الْفِتْنَةَ - (۹۶)

اگر وہ تم میں شامل ہو کر نکل بھی کھڑے ہوتے تو تم میں فساد
ڈولنے کی خاطر تمہارے ہی اندر گھوڑے دوڑاتے۔

۲- باطن، بطن پیٹ اور ہر چیز کے اندرونی حصہ کو کہتے ہیں اور باطن صرف کسی چیز کے اندرونی حصہ، اندرونی جانب یا اندر کو کہا جاتا ہے (مخبر) ارشاد باری ہے:

فَضْرِبْ بَيْنَهُمْ بِسُورَةٍ بَابٍ
بِاطْنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ
مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ - (۹۷)

سوان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی
جس کا ایک دروازہ ہوگا۔ اس کے اندر کی طرف تو
رحمت ہوگی اور باہر کی طرف عذاب ہوگا۔

باطن، بطانہ کی جمع ہے اور بطانہ لباس کے اندرونی طرف لگے ہوئے کپڑا یا ستر کو بھی کہتے ہیں اور جمید کو بھی (مخبر) نیز راز دار دوست کو بھی۔ قرآن میں ہے:

مُتَّكِئِينَ عَلَى فُرُشٍ بَطَائِنُهَا مِنْ
إِسْتَبْرَقٍ - (۹۸)

(اہل جنت) ایسے بچھڑوں سے تکیہ لگائے ہوں گے
جن کے ستر اٹلس کے ہوں گے۔

۳- جَوْفٌ، جَوْفٌ یعنی کھوکھلا ہونا اور جَوْفٌ یعنی کھوکھلا کرنا۔ جَوْفٌ پیٹ یا اندرونی حصہ کو کہتے ہیں اور جَوْفٌ البیت مکان کے اندرونی حصہ کو اور جَوْفٌ کھوکھلی چیز کو (مخبر) گو یا جَوْفٌ میں جہاں اندر یا اندرونی حصہ کا تصور پایا جاتا ہے وہاں ساتھ ہی ساتھ کھوکھلا پن وسعت یا خلا کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

مَا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِنْ قَلْبَيْنِ
فِي جَوْفِهِ - (۹۹)

اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی کے اندر دو دل نہیں بنائے۔

ماحصل (۱) خلال۔ دو ایسی چیزوں کا درمیان یا اندرونی حصہ جن کا آپس میں تعلق ہو۔
(۲) کسی چیز کا اندر یا اندرونی حصہ یا جانب۔ (۳) جَوْفٌ، کسی چیز کا اندرونی خلا۔

۴۱۔ اندھا

کے لیے اَعْمَى، اَكْتَمَ اور تَجَمَّهَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- اَعْمَى، نابینا جو بصارت کے عاری ہو۔ آنکھوں کا اندھا۔ (فل ۳۹) (ع عجمی) قرآن میں ہے:

هَلْ يَسْمُؤِي الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ (۳۶) کیا بینا اور نابینا برابر ہیں؟

گواس لفظ کا اطلاق عموماً ظاہری آنکھوں کے اندھے پن پر ہوتا ہے۔ لیکن گاہے گاہے دل کے اندھے پن پر بھی ہوتا ہے۔ مثلاً،

وَمَا أَنْتَ بِهَدَى الْعَمَى عَنْ صَلَاتِهِمْ
اور آپ ان اندھوں کو گمراہی سے (نکال کر) راستہ نہیں
دکھا سکتے۔ (۲۶)

۲۔ اکتہ۔ مادر زاد اندھے کو کہتے ہیں (م۔ل۔ منجد) قرآن میں ہے:
وَسَبْرِي الْأَكْمَةَ وَالْعَبْوَصَ بِإِذْنِ
اور اے علیؑ! تم میرے حکم سے مادر زاد اندھے اور سفید
واغ والے کو چھکا کر دیتے تھے۔ (۱۳۰)

۳۔ عیۃ یعنی فقدان بصیرت (منجد) اور بمعنی دل کا اندھا پن (م۔ق) اور بمعنی حیران ہونا۔ گمراہی
میں جھٹکنا (منجد) اور بمعنی حیرانگی کی وجہ سے تردد میں پڑنا (معن) ارشاد باری ہے:
اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ
اللَّهُ ان شاء من سے مذاق کرتا ہے اور انہیں مہلت دے جاتا ہے
فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْتَهُونَ (۲۵)
کہ سرکشی میں پڑے جھٹک رہے ہیں۔ (جاندھری)

اپنی سرکشی میں اور حالت یہ ہے کہ دل کے اندھے ہیں (عثمانی)
ماصل: مادر زاد اندھے کے لیے اکتہ اور اس کے علاوہ آنکھی کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور عیۃ بمعنی دل کا اندھا ہونا۔
اندھیرا کرنا۔ ہونا کے لیے دیکھیے "تاریکی چھانا"

۲۲۔ انصاف

کے لیے قسط اور عدل کے الفاظ آئے ہیں

۱۔ قسط کے معنی کسی کو اس کا حق پورا پورا ادا کر دینا یعنی اس کے بنیادی معنی ظلم سے بچنے کے ہیں (معن)
اس لحاظ سے اس کا معنی انصاف کرنا کر لیا جاتا ہے۔ اور اس کا اطلاق ظاہری امور میں انصاف
کرنے پر ہوتا ہے۔ اسی لیے میزان اور میکان کو بھی قسط کہتے ہیں (فق ل ۱۹۴)
وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا
اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور تول کم مت کرو۔
الْمِيزَانَ (۲۵)

پھر قسط کا لفظ لغت ذوی الاضداد سے ہے۔ اگر قِسْطٌ يَقْسُطُ ہو تو اس کے معنی اُوپر بیان ہوئے
اور قِسْطٌ يَقْسِطُ تو اس کے معنی کسی کے حق دبانے، حق کے خلاف کرنے اور حق سے تجاوز کرنا
ہوں گے۔ (معن منجد) ارشاد باری ہے:

وَأَمَّا الْقَائِسُطُونَ فَكَانُوا لِجَنَّتِهِمْ
اور وہ جو بے انصاف (ظالم) ہوتے وہ جہنم کا ایندھن
حَطَبًا (۲۶)
بنے (عثمانی)

پھر کسی کے حق کی ادائیگی خواہ ایک مشت جو یا کئی حصوں میں۔ اس کے لیے بھی قسط اور اقساط
کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ گویا لفظ قسط کا استعمال حق کی ادائیگی کل اور جزو دونوں پر ہوتا ہے۔

پر ہوتا ہے۔ لیکن ان معنوں میں اس کا استعمال قرآن کریم میں نہیں ہے۔ البتہ باب افعال ہو تو انصاف کرنا ہی کے معنوں میں آئے گا۔ ارشاد باری ہے:

وَأَقْسَطُوا لَانَ اللَّهِ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ اور انصاف کرو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (۲۹)

۲- عدل: میں بنیادی معنی دو پائے جاتے ہیں (۱) توازن و تناسب کو قائم رکھنا (۲) دوسرے کو اس کا سخی بے لاگ طریقے سے دینا (فق) اور یہ روایت کہ بالعدل قامت السموات والأرض یعنی زمین و آسمان عدل کے سہارے قائم ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کے ستاروں میں اس قدر توازن و تناسب اور ہم آہنگی ہے۔ کہ اگر ان کی کشش اور حرکت میں ذرا بھی کمی بیشی ہو جائے تو زمین و آسمان ایک دوسرے سے ٹکرا کر کائنات فوراً فنا ہو جائے۔ قرآن کریم کی درج ذیل آیت اسی پہلے معنی میں استعمال ہوتی ہے اور عدل کا تعلق ظاہری اور باطنی امور سب پر ہوتا ہے (فق ل ۱۹۴) اور یہ قسطے بہت وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوِّدَكَ فَعَدَلَكَ۔ جس نے تجھے پیدا کیا اور (تیرے اعضا) کو ٹھیک کیا اور (تیری قامت کو) معتدل رکھا۔ (۳۲)

پھر یہ لفظ اسی لحاظ سے (۱) برابر اور (۲) عوض یا بدلے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:

(۱) یعنی دو چیزوں کا آپس میں برابر ہونا۔
أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ أَوْ عَدْلٌ ذَلِكْ صِيَاهًا لَيْسَ دُرٌّ وَبَالَ أَمْرِهِ۔
یا کفارہ (دے اور وہ) مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے) یا اس کے برابر روزے رکھے تاکہ اپنے کام کی سزا (کا مزہ) چکھے۔ (۹۵)

(۲) یعنی عوض۔ بدلہ۔ معاوضہ
وَلَا يُبَدِّلُ مِنْهَا شَفَاعَةً وَلَا يُؤَخِّدُ مِنْهَا عَدْلٌ (۳۸)
نہ کسی کی سفارش قبول کی جائے اور نہ کسی سے کسی طرح کا بدلہ قبول کیا جائے۔

اور عدل کا دوسرا مفہوم یعنی دوسرے کا سخی دینا، ہی ہمارے زیر بحث ہے جو انصاف کا مفہوم ادا کرتا ہے ارشاد باری ہے:

لَعَدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى (۴)

پھر ان معنوں میں بھی عدل کا لفظ ذوی الاضداد سے ہے۔ اگر عَدِلٌ يَعْدِلُ بَابِ آتے تو اس کے معنی ظلم کرنا یا نا انصافی کرنے کے ہوتے ہیں (مخبر) قرآن کریم میں ہے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ (۶)
ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے جس نے آسمانوں و زمین کو پیدا کیا اور اندھیرا اور روشنی بنائی پھر بھی کافر اپنے پروردگار سے نا انصافی کرتے ہیں۔ یاد و سرول کو اللہ کے برابر کر دیتے ہیں

لفظ عدل چونکہ وسیع مفہوم رکھتا ہے لہذا یہاں یَعْدِلُونَ کا ترجمہ عدل کے برابر ٹھہرتے یا خدا کی مثل اور نظیر قرار دیتے ہیں بھی کر لیا جاتا ہے۔

ماہصل؛ (۱) قسط، کا لفظ دوسرے کو اس کا پورا پورا حق ادا کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے، وہ بکشت ہو یا بالاقساط۔ خصوصاً جبکہ باب افعال سے ہو اور اس کا تعلق ظاہری چیزوں سے ہوتا ہے۔

(۲) عَدَلَ، دوسرے کو اس کا پورا پورا حق یا اس کی مالیت کے برابر اس کا عوض دینا اور تناسب و مساوات کو ملحوظ رکھنا اور اس کا استعمال ظاہری اور باطنی امور میں عام ہے۔

۴۳۔ انکار کرنا

کے لیے آبی، اَنْكَرَ، حَجَّجَدَ اور كَفَّرَ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ آبی، بمعنی کسی بات کو تسلیم نہ کرنا، شدت امتناع۔ (معنی) گردن کشی۔ قبول نہ کرنا۔ اَوْجَانًا (م۔) اور آبی کے معنی مکروہ جاننا، ناپسند کرنا۔ کسی چیز سے ناخوش ہونا بھی ہے۔ (منجد) ارشاد باری ہے:

وَاذُقْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَسْحٰدًا وَاِلٰدَمَ اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے
فَسَجَدُوْا لِاٰلِآیٰٓتِیْنَۙ اَبٰیۙ وَاَسْتَكْبَرَ سجدہ کرو۔ تو وہ سب سجدے میں گر پڑے مگر شیطان نے
وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ (۲۱)

انکار کیا اور غرور میں آکر کافر بن گیا۔

۲۔ اَنْكَرَ، نکر کے معنی کسی چیز کو پہچاننا، کسی چیز یا بات سے اجنبی ہونا (م) اور اس کی ضد عَرَفَ ہے۔ جس کے معنی کسی چیز کو پہچان لینے کے ہیں (یعنی ایسی بات جسے انسان کا دل قبول نہ کرے اور جو اچنبھا معلوم ہو۔ خواہ وہ بوجہ جہالت نہ سمجھ سکے یا سمجھتا ہو۔) (معنی) ارشاد باری ہے:

وَجَاۤءَ اٰخُوْهُ یُوْسُفَۙ فَاذْحَلُوْا عَلَیْهِ اور یوسف کے بھائی آئے اور یوسف کے پاس گئے
فَقَرَّحُمُۥمُ وَّهُمُ لَهٗ مُنْكَرُوْنَ (۱۲) تو اس نے ان کو پہچان لیا۔ اور وہ یوسف کو نہ پہچان سکے۔

دوسرے مقام پر فرمایا،

وَهٰذَا اِذْ كَرِهَ اَبْرٰهٖمُۙ اَنْزَلْنٰهُ اور یہ مبارک نصیحت ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے،
اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكَرُوْنَ (۲۱) تو کیا تم اس سے انکار کرتے ہو؟

۳۔ حَجَّجَدَ، بمعنی کسی بات کا علم ہو جانے کے بعد دیدہ و دانستہ انکار کر دینا (م۔) ایسی بات کا زبان سے انکار کرنا جسے دل صحیح تسلیم کرتا ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَجَحَّجَدُوْا بِهَا وَاَسْتَفْتٰنَهَا اَنْتُمْ هُمْ اور انہوں نے بے انصافی اور غرور سے ان بھڑکتے بھڑکتے
ظَلَمًا وَّعُلُوْا (۲۲) مالا نکر ان کے دل ان کو مان چکے تھے۔

۴۔ كَفَّرَ، حق کو نہ پہچاننا (م۔) اور اس کے بنیادی معنی کسی چیز کو چھپانے اور اس پر پردہ ڈالنے کیلئے ہیں۔ اور کسان کو بھی کافر کہا جاتا ہے (منجد) کیونکہ وہ زمین میں دانہ کو چھپا دیتا ہے۔ اور ان معنوں میں بھی یہ لفظ قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے:

گَمَشَلٍ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ
 جیسے بارش کہ اس سے کھیتی اگتی اور کسانوں کو کھیتی بھلی
 لگتی ہے۔ (۲۵)

اور کفر کی ضد ایمان ہے اور اسے کفر اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس سے ایمان پر پردہ پوشی کی جاتی ہے (م۔ ل) قرآن میں ہے:

تَال لَّهٗ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ اَکْفَرُ
 تو اس کا دوست جو اس سے گفتگو کر رہا تھا کہنے لگا۔ کیا
 پالڈی خلیق کے من شراپ (۲۶)
 تو منکر ہو گیا اس جس نے پیدا کیا تجھے مٹی سے۔ (عثمانی)

اور کفر بمعنی احسان فراموشی بھی ہوتا ہے۔ اس معنی میں اس کی ضد شکر ہے (۲۷)
ماہصل (۱) آبی۔ کسی بات کو قبول کرنے سے انکار۔ اڑ جانا۔ نہ ماننا۔ تسلیم نہ کرنا۔

(۲) حجد۔ ایسی بات سے انکار جس کا دل میں یقین ہو۔

(۳) آنکر۔ کسی چیز کو نہ پہچاننے کی وجہ سے انکار۔

(۴) کفر۔ حق بات پر پردہ ڈالتے ہوئے انکار کر دینا۔

۴۴۔ انگلیاں

کے لیے دو الفاظ اصابع اور اناصیل آئے ہیں:

۱- اصابع کی جمع ہے۔ جس کے معنی انگلی کا ناخن والا پور۔ خم اور جوڑ کا مجموعہ ہے (مفت) قرآن میں ہے:

يَتَجَمَّلُونَ اصَابِعَهُمْ فِي اِذَا زَمَّهُمْ (۲۸)
 وہ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتے ہیں۔

اور صرف پوروں کے لیے بَنَانٌ کا لفظ آیا ہے جس کا واحد بَنَانَةٌ ہے۔ قرآن میں ہے:
 بَلِي قَادِرِينَ عَلٰى اَنْ يُّسَوِّىَ بَنَانَهُمْ (۲۹)
 کیوں نہیں، اور ہم اس بات پر قادر ہیں کہ اس کی
 پور پور درست کر دیں۔

۲- اَنَامِلٌ کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہیں انگلی کا بالائی حصہ اور اس کی اطراف (مفت) قرآن میں ہے:

وَاِذَا خَلَقُوا عَصْوًا عَلَيَّكُمْ لَا تَامِلٌ
 اور جب علیحدہ ہوتے ہیں تو تم پر غصے کے سبب انگلیاں
 کاٹ کاٹ کھاتے ہیں۔ (۳۰)

۴۵۔ اوڑھنا

کے لیے استغشى (غشی)، اِدْتَرَّ (دش) اور اِدْتَمَلَّ (دمل) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- استغشى، غشی کے معنی کسی چیز کا دوسری چیز کو ڈھانپ لینا۔ اور یہ لفظ اوپر سے ڈھانک لینے یا پردہ ڈالنے کے معنی میں آتا ہے (م۔ ل)

اور استغشی کے معنی اپنے اوپر کوئی کپڑا اوڑھ لینا اور غواش ہر اوڑھنے والی چیز کو کہتے ہیں۔ (۳۱۳) قرآن میں ہے:

أَلَا جِنَّةٌ يَسْتَنْفِثُونَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُونَ مَا يُبْسِرُونَ وَمَا يَأْتِيهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ فَأَصَابِعُهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَأَنصَتُوا ثِيَابَهُمْ وَأَصْرُوا وَآسَاطِيرُ أُولَى الْأَلْبَابِ
 سن رکھو! جس وقت وہ اوڑھتے ہیں اپنے کپڑے جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔ (عثمانیؓ)
 اور یہ لفظ جس طرح ظاہری طور پر استعمال ہوتا ہے معنوی لحاظ سے بھی ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے،
 وَإِنِّي كَلِمَاتٌ عَوَّاهُ لَتَعْفِرَنَّ لَكُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَأَنصَتُوا ثِيَابَهُمْ وَأَصْرُوا وَآسَاطِيرُ أُولَى الْأَلْبَابِ
 تو ان کو صاف فرمائے تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور کپڑے اوڑھ لیے اور اوڑھ گئے اور اکڑ بیٹھے۔
 اسْتَجَابَ الرَّبُّ

۲۔ اِدَّثَرَ، الذثار اس گرم چادر یا کپڑے کو کہتے ہیں جسے عام لباس کے اوپر اوڑھا جاتا ہے۔ یا سونے والا اوڑھ کر سوتا ہے (منجد) اور ہر وہ کپڑا جو بدن سے ملا ہوا ہو اسے شعار اور جو کپڑا شعاس سے ملا ہوا ہو اسے دثار کہتے ہیں (ن۔ ل۔ ۱۹) اور اِدَّثَرَ بمعنی چادر یا کپڑے عام لباس کے اوپر اوڑھ لینا۔ اور دشور القلب بمعنی کسی کی یاد دل سے محو ہونا اور دَاثَرَ بمعنی ہالک اور غافل (م۔ ۱) گویا اِدَّثَرَ سے مراد کپڑا اوڑھ کر غفلت کی نیند سونا ہے۔ ارشاد باری ہے،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيُذَكِّرَ اللَّهُ لِيَذْكُرَ (۱۱۳)

۳۔ اِرْمَلٌ، رَمَلٌ بمعنی کپڑے میں لپیٹنا۔ کپڑے میں اپنے آپ کو چھپانا اور رَمَمْتُ مَثَلٌ بمعنی کپڑوں میں لپیٹا ہوا اور اِرْمَلٌ اور مَثَلٌ بمعنی کمزور۔ بزدل، ڈرپوک (منجد) اور رَمَلٌ بمعنی ضعیف، ترسید و بد دل (م۔ ۱) گویا مَثَلٌ اس کپڑا اوڑھنے والے کو کہتے ہیں جو کسی کمزوری، ڈر یا بددلی کی وجہ سے کپڑا اوڑھ کر لیٹ جائے۔ ارشاد باری ہے،

يَا أَيُّهَا الْمَرْمِلُ قُمْ إِلَى الْبَلَدِ لَا تَكُن مِثْلَ الْقَلِيلِ (۴۳)

لے (محمدؐ) جو کپڑے میں لپٹ رہے ہو۔ رات کو قیام کیا کرو مگر تھوڑی سی رات۔

ماہصل (۱) استغشی، کسی حالت میں کوئی بھی کپڑا اوڑھنا یا اپنے گرد لپیٹنا عام ہے۔

(۲) اِدَّثَرَ، کپڑا اوڑھ کر غفلت کی نیند سونا یا گہری نیند لینے کی نیت سے کپڑا لپیٹنا۔

(۳) اِرْمَلٌ، کسی ڈر، کمزوری یا بددلی کی وجہ سے کپڑا اوڑھنا۔

۴۶ — اولاد

کے لیے اولاد، ذُرِّيَّةٌ (ذسر) اَسْبَاطٌ، عَقَبٌ، نَسْلٌ، حَفْدَةٌ، اَهْلٌ اور اِل کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ اولاد، ولد بمعنی جنا ہوا بچہ اور اولاد اس کی جمع ہے۔ اس لفظ کا اطلاق عموماً بیٹے بیٹیوں، پوتے

پوتیاں اور پھر نیچے تک ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے :

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي آوَالِدِكُمْ لِلذَّكَرِ
مِثْلَ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ (۴۱)

خدا تمہاری اولاد کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے کہ
ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے۔

۲- اَسْبَاطُ: سبب کے معنی اولاد کی اولاد کے ہیں (یعنی دوسری نسل) مگر یہ لفظ زیادہ تر نواسوں کے لیے
مخصوص ہے۔ جس طرح پوتے کے لیے حَفِيدٌ يٰحَفَدَةُ ہے (مخبر) اور اسباط کے معنی لڑکیوں کی
اولاد یعنی نواسے نواسی اور پھر آگے تک نیز اسباط عموماً حضرت اسماعق علیہ السلام کی اولاد کے لیے
استعمال ہوتا ہے (معن - مخبر) ارشاد باری ہے :

أَمْ تَقُولُونَ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ
وَأَسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ كَانُوا
هُودًا أَوْ نَصٰرَى (۱۱۳)

(اے یہود و نصاریٰ) کیا تم اس بات کے قائل ہو کہ ابراہیم
اور اسمعیل اور اسماعق اور یعقوب اور ان کی اولاد یہودی یا
عیسائی تھے۔

۳- ذُرِّيَّةٌ: بعض اہل لغت اسے دُتر سے مشتق قرار دیتے ہیں جس کے معنی ہیں چھوٹی چیزیں یا (مخبر) اور
ذُرَّةٌ اس کا واحد ہے اور ذُرِّيَّةٌ چھوٹی اولاد کو کہتے ہیں (معن) جیسا کہ قرآن میں ہے :
وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَةٌ ضِعْفًا
اور اس کو بڑھاپا آپکڑے اور اس کے ننھے ننھے بچے
بھی ہوں۔ (۲۶۶)

پھر اس لفظ کا اطلاق سب اولاد پر ہونے لگا اور بعض اسے ذُرَّاء سے مشتق قرار دیتے ہیں۔ ذُرَّاءُ
الْأَرْضِ کے معنی زمین میں کچھ بونا (مخبر) اور ابن فارس کے نزدیک ہر وہ چیز جو بونی اور لھیتی کی جا
کے (م) اور یہ لفظ اولاد سے عام ہے۔ اس میں بیٹے، بیٹیاں، پوتے، پوتیاں، نواسے، نواسیاں
سب شامل ہیں۔ (فت ل ۲۰۶) ارشاد باری ہے :

قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ
وَمِن ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي
الظَّالِمِينَ (۱۲۳)

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم سے فرمایا۔ میں تم کو لوگوں کا
پیشوا بناؤں گا۔ انہوں نے کہا کہ (پڑھو گا) میری
اولاد میں سے بھی (پیشوا بنائیں) خدا نے فرمایا ہمارا اقرار
ظالموں کے لیے نہیں ہو کرتا۔

۴- عَقِبٌ: عَقَبٌ بمعنی اڑی۔ بیٹا۔ پوتا اور عَقَبٌ کے معنی پیچھے چلنا اور آخِئِبٌ کے معنی جانشین
ہونا ہے (مخبر) اور عَقِبٌ کا اطلاق انسان کے مرنے کے بعد اپنی پیچھے چھوڑی ہوئی اولاد پر
ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے :

وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقْبِهِ (۴۳)
اور حضرت ابراہیمؑ، یہی بات اپنی اولاد میں پیچھے
چھوڑ گئے۔

۵- نَسْلٌ: نَسْلٌ کے لغوی معنی تیز دوڑنا یا بلندی سے پستی کی طرف دوڑنا کے ہیں (مخبر) جیسا کہ قرآن کریم
میں آیا ہے :

حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ ۖ يَهَابُونَكَ يَا جُوحُورُ ۗ وَهُم مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ ﴿۳۶﴾
یہاں تک کہ یا جوج اور ماجوج کھول دیے جائیں گاؤ
وہ ہر بلندی سے دوڑ رہے ہوں۔
اور اس کا دوسرا معنی کسی جاندار کے جسم سے کوئی چیز جدا ہونا ہے اور نَسَا لَہِ دائرہ صحن سے گزرتے
بالوں کو کہتے ہیں یا پرندوں کے ان پروں کو جو پھڑک کر جاتے ہیں اور چونکہ اولاد بھی ماں باپ کے جسم
کا حصہ ہوتا ہے جو ان سے جدا ہوتی ہے۔ لہذا اولاد کو نسل سے تعبیر کرتے ہیں (معنی) ابن الفارس
نے بھی یہی دو معنی بیان کیے ہیں (م)۔

نَسْلٌ (معنی) سے مراد کسی مخصوص انسان کی تمام نرہشتیں ہوتی ہیں۔ گویا یہ لفظ اولاد اور خُرَیْقَتِ
وغیرہ سب کا نام ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنسَانِ مِن طِينٍ ثُمَّ
جَعَلَ نَسْلَهُ مِن سُلَالَةٍ مِّن مَّاءٍ
اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا۔ پھر اس کی
نسل خلاصے (یعنی) حقیر پانی سے پیدائی۔
مَّهِينٍ۔ (۳۷)

۶۔ حَفْدَةٌ: حَفْدٌ بمعنی کام کرنے میں پھرتی دکھانا (معنی) مَجْدُوعٌ، دُعَاؤُكَ تَوَسُّعُ الْغَاظِ وَالْيَسْكُ
نَسْبِيٌّ وَتَحْفِيدٌ سے یہی مراد ہے اور حَافِدٌ بمعنی تَبَرُّعًا آتِزِي کے ساتھ خدمت، بجالانے والا
خواہ یہ اجنبی ہو یا رشتہ دار (معنی) اور حَافِدٌ اور حَفِيدٌ دونوں کے معنی پوتا بھی ہیں (معنی) مجب
اور حَافِدٌ کی جمع حَفْدَةٌ ہے۔ امام راضی کے نزدیک حَفْدَةٌ کا اطلاق کسرا اور اولاد دونوں
طرف کے رشتہ داروں پر ہوتا ہے (اناث اس میں شامل نہیں) ارشاد باری ہے:
وَجَعَلَ لَكُم مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ بَنِينَ وَ
حَفْدَةً ﴿۳۸﴾
اور تمہارے لیے تمہاری بیویوں سے بیٹے اور پوتے
پیدا کیے۔

۷۔ آل اور اہل، بعض اہل لغت کے نزدیک یہ دونوں لفظ ہم معنی ہیں اور رشتہ دار یا خاندان کے مغزوں
میں آتے ہیں۔ مگر ان دونوں لفظوں میں کئی فرق ہیں مثلاً،
(۱) اہل کا دائرہ اس لحاظ سے محدود ہے کہ اس میں صرف گھر والے یعنی بیوی بچے شامل ہوتے ہیں
جبکہ آل میں ذہنی یگانگت رکھنے والے بھی شامل ہوتے ہیں مثلاً اہل فرعون سے صرف اس
کے گھر والے اور آل فرعون سے گھر والوں کے علاوہ اس کے اہل کار اور اس سے متعلق تمام لوگ شامل
ہیں۔ اسی طرح آل النبیؐ میں آنحضرتؐ کے رشتہ داروں کے علاوہ امت کے وہ لوگ بھی شامل ہیں،
جنہیں علم و معرفت کے لحاظ سے آپؐ خصوصاً تعلق ہو۔

(۲) اور اہل کا دائرہ آل سے اس لحاظ سے وسیع ہے کہ یہ غیر ذمی العقول کی طرف بھی مضافات
ہو سکتا ہے۔ مثلاً اہل البلد (شہر والے) یا اہل الارض تو کہا جا سکتا ہے مگر آل البدیہ یا آل الارض نہیں
کہہ سکتے۔ اسی طرح اہل المدینہ، اہل الذکر، اہل الکتاب اور اہل النار کی بھی صورت ہے۔

(۳) آل کا لفظ صرف کسی معروف ہستی کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ مثلاً آل ابراہیم یا آل عمران تو

کہہ سکتے ہیں مگر آل الخیاط نہیں کہہ سکتے۔ ہاں اہل الخیاط کہہ سکتے ہیں۔ اس صورت میں درزی کے گھر والے، اس کا معنی ہوگا۔

- ماحصل (۱) اولاد بیٹے بیٹیاں پوتے پوتیاں اور لڑکے تک۔ (۵) نسل، کسی شخص کی تمام پہلی پشتیں اس کی نسل ہے۔
 (۲) استبطا، نولے، نوایساں اور لڑکے تک۔ (۶) حَفْدَة، پوتے (صرف ذکور) اور بعض کے نزدیک سرال کا بھی۔
 (۳) ذریت: اس میں پوتے نولے سب شامل ہیں۔ (۷) آھل، گھر والے۔ بیوی سمیت۔ اولاد اور اہل خاندان۔
 (۴) مرنے کے بعد کسی کی اولاد کو عقب کہہ سکتے ہیں، (۸) آل، رشتہ داروں کے علاوہ ذمہنی یگانگت رکھنے والے۔
 اُس کی زندگی میں نہیں۔

۴۷۔ اُول

کے لیے دو الفاظ آئے ہیں۔ صَوْتٌ اور عَرْفَن

۱۔ صَوْتٌ: بھیڑ اور مینڈھے وغیرہ کے جسم سے آ رہی ہوتی اُول کو صَوْتٌ کہتے ہیں۔ (فل ۳۰) ارشاد باری ہے،

وَمِنْ اَصْوَاتِهَا وَاذْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَا
 اُولان (جانوروں) کی اُول، ایشم اور بالوں سے تم اسباب
 اور برتنے کی چیزیں (بناتے ہو جو) مدت تک (کام
 دیتی ہیں)۔

۲۔ عَرْفَن: اور جب یہ اُول رنگ دی جائے تو عَرْفَن ہے۔ رنگی ہوتی اُول۔ قرآن میں ہے:
 وَيَكُونُ السَّمَاءُ كَالْهَيْدِلِ وَيَكُونُ الْجَبَالُ
 اور پہاڑ جیسے رنگی ہوتی اُول۔
 كَالْيَمِينِ (۱۰۸)

۴۸۔ اُوْط

کے لیے اِبِل، بَعِيْر، جَمَل، هَيْم، رُكْبَاب، نَاقَة، صُامِر، عِشَار، بَدْن، بَحِيْرَة، وَصِيْلَة، سَائِبَة اور حَام۔ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اِبِل، اسم جنس ہے۔ ہر قسم کے اُوٹ اور زرمادہ سب کے مستعمل ہے۔ اس کا تشبیہ اور جمع نہیں آتا۔ اور اس لفظ سے اُوٹوں کا گلہ بھی مراد لیا جاتا ہے (مع) ارشاد باری ہے:
 اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ يَخْلُقُهَا
 یہ لوگ اُوٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے عجب
 پیدا کیے گئے ہیں۔ (۱۱۷)

۲۔ بَعِيْر، اسم جنس ہے اور زرمادہ سب پر استعمال ہوتا ہے جب اُوٹ چار سال کا بار برداری کے قابل ہو جائے تو بَعِيْر ہوتا ہے۔ نوجوان اور طاقت ور اُوٹ (مع فل ۲۷) قرآن میں ہے:
 قَالُوْا لَنْفَقِدُكَ صَوَاحِ الْاِيَّامِ وَلَيْسَ جَاءَ
 وہ بولے کہ بادشاہ کے (پہننے کا) گلاس ہمیں مل نہیں پاتا۔

جمل بے پیر و انا بے زعمیم (۲۶) جو شخص اس کو لے آئے اس کے لیے ایک باوشر (العام)

اور میں اس کا ضامن ہوں۔

۳۔ جمل، پانچ سال سے زائد عمر کا نر اونٹ۔ خوبصورت اونٹ (صل ل ۲۷) اس کی جمع جملۃً آتی ہے۔ قرآن میں ہے،

إِنَّمَا تَرَىٰ فِي بَشَرٍ لِّقَاصٍ مِّمَّا كَانَتْ جَمَلَتْكَ صُنْفُرًا (۳۳-۳۴)

اس سے آگ کی اتنی بڑی بڑی چنگاریاں اڑتی ہیں جیسے
جمل گو یا زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔

۴۔ ہیمہ، هام دو معنی میں استعمال ہوتا ہے (۱) عاشقانہ اور مجنونانہ کیفیت کے آوارہ پھرنا اور (۲) سخت پیاسا ہونا۔ یہاں دوسرا معنی زیر بحث ہے اور ہیمام اونٹوں کی ایک بیماری ہے جس میں لے اتنی پیاس لگتی ہے کہ وہ سیر نہیں ہوتا (مجد) اور ہیمہ ایسے اونٹ کو کہتے ہیں جو سخت پیاسا ہو۔ ارشاد باری ہے،

فَشَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ فَشَارِبُونَ شَرِبَ الْهَيْمِ (۵۵)

اور اس پر کھولتا ہوا پانی پیو گے اور پیو گے جی اس طرح
جیسے پیاسے اونٹ پیتے ہیں۔

۵۔ ریکاب، ریکب کے معنی سوار ہونا اور ریکاب کسی سوار کے سوار ہونے کے وقت پاؤں رکھنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ (ہمارے ہاں ریکاب انہی معنوں میں مستعمل ہے) پھر یہ لفظ ہر سوار اور سواری کے لیے استعمال ہونے لگا۔ (مجد) عرف عام میں ریکب کا لفظ صرف شتر سوار کے لیے مخصوص ہے اور اس کی جمع ریکبان، ریکب اور ریکوب آتی ہے (صفت) اور ریکب کا لفظ اونٹوں کے گلہ پر بھی بولا جاتا ہے جس طرح خیل کا لفظ گھوڑوں کے گلہ پر بولا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے،

فَمَا آوَجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا

اس کے لیے نہ تم نے گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ۔

ریکاب (۱۶)

۶۔ صنامیر، صمیر یعنی ہموار شکم، باریک اور لطیف جسم والا۔ اور صنامر ہر وہ سواری (گھوڑا یا اونٹ) ہے جو کہ ریاضت کی وجہ سے تنک جسم ہو، خوراک کی کمی کی وجہ سے نہ ہو، اور صنامر اس جسگہ کو کہتے ہیں جہاں ان جانوروں کو ریاضت کی مشق کرائی جاتی ہے (۲-۱) گو یا صنامر یعنی پھر پیسے بدن والے، سبک رفتار گھوڑے یا اونٹ خواہ نر ہو یا مادہ۔ اور عرب میں چونکہ اونٹ کی سواری عام ہے اس لیے اس کا اطلاق بیشتر اس قسم کے اونٹ پر ہی ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے،

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ

پس اعلان دوڑنے والے اونٹوں پر جو (دور دراز) رسول

سے چلے آتے ہوں سوار ہو کر چلے آئیں۔

عَبِيْقٍ - (۱۷)

۷۔ بَدَنٌ: بَدَنَةٌ کی جمع ہے اور بَدَنَةٌ وہ اونٹ یا گائے ہے جو مکہ کو بھیجی جاتے (۴-۱) یا جو مکہ معظمہ لے جا کر ذبح کی جاتے (مجد صفت) اور بَدَنَةٌ بدن کی مناسبت سے ان دونوں جانوروں کے جسم ہونے کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ اور عرف عام میں اس سے صرف قربانی کا اونٹ مراد ہے

جو مکہ لے جا کر ذبح کیا جائے۔ ارشاد باری ہے:

وَالْبَدَنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّنْ شَعَائِرِ اللَّهِ (۲۲)
اور قربانی کے اونٹوں کو بھی ہم نے تمہارے لیے شعائرِ
خدا مقرر کیا ہے۔

اور شعائرِ اللہ سے مراد وہ ادب کی چیزیں ہیں جو اللہ کے نام نامزد کی جاتی ہیں۔

۸۔ نَاقَةُ: (نوق) اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو جنتی کے قابل ہو چکی ہو (ص-ل-۱۷) قرآن میں ہے:
وَيَقُومُ هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ
اور (صالح) لے کہا۔ لے قوم ایہ خدا کی اونٹنی تمہارے
لیے ایک نشانی ہے۔ (۱۱۳)

۹۔ عِشَاءُ: عشر اور جمع ہے اور عشر بمعنی دس سے مشتق ہے۔ عِشَاءُ ایسی اونٹنی کو کہتے ہیں
جسے حاملہ ہونے دس ماہ گزر چکے ہوں (م-۱) اور ایسی اونٹنی بہت پیاری بھی جاتی تھی کہ اب بہت
جلد بچہ دینے والی ہے۔ قرآن میں ہے:

وَرَادَ الْعِشَاءُ عَطَلَتْ (۱۱۴)

اور جب بیاتی اونٹیاں بچھی پھریں (عشائی) (یعنی ایسی
پیاری چیزوں کو سمجھانے کا کسی کو ہوش نہ ہوگا)۔

۱۰۔ بُحَيْرَةٌ: جب کوئی اونٹنی یا بکری دس پچھتے جن چکتی تو اسے اہل عرب بتوں کی قربانی کے لیے
وقف کر دیتے اور علامت کے لیے اس کے کان چیر دیتے اور اسے آزاد کھلا چھوڑ دیتے اور اس
کوئی دودھ بھی نہیں دودھ سکتا تھا اور اس کے مرنے پر اس کا گوشت مردوں کے لیے حلال لیکن عورتوں
پر حرام سمجھا جاتا تھا۔

۱۱۔ سَائِبَةٌ (سایب) بحیرہ کے مقابلہ میں سائبہ وہ سائبہ قسم کا اونٹ ہے جو پانچ بچے
جنم دینے کے بعد آزاد چھوڑ دیا گیا ہو۔ اور اسے پانی اور چارہ کی کہیں بھی رکاوٹ نہ ہو۔ یہ بھی
بتوں کے نام قربانی ہوتی تھی۔ اور اس پر کوئی بوجھ نہ لاد سکتا تھا۔

۱۲۔ وَصِيْلَةٌ: وہ بکری جو دو دو بچے دینے کے بعد ساتویں لپٹن میں ایک نر اور ایک مادہ بچہ دے،
جاہلیت میں اس مادہ کی وجہ سے اس نر بچہ کو بھی ذبح نہ کرتے تھے (صحت) یہ بھی بتوں پر قربانی کیا جاتا۔
۱۳۔ حَامٍ (حوم) ایسا اونٹ جس سے کم از کم دس بچے پیدا ہو چکے ہوں۔ یہ بھی آزاد چھوڑا اور بتوں
کی نذر کیا جاتا تھا۔

اب ایسی قربانیوں کے متعلق ارشاد باری ملاحظہ فرمائیے:

مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنَ بُحَيْرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ

اللہ نے بحیرہ کچھ چیز بنایا ہے نہ سائبہ، نہ وصیلہ اور نہ

حَامٍ۔ بلکہ کافر خدا پر جھوٹا فخر کرتے ہیں۔

كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ (۱۱۵)

کافروں نے یہ نام تو خود مقرر کر رکھے تھے اور کہتے کہ یہ شریعتِ ابراہیمی کے حکم ہیں اور ان سے
تقرب الی اللہ حاصل ہوتا ہے۔

- ماہصل:** (۱) اہل- اہم جنس ہر قسم کے اونٹ پر اور (۵) مہاجب: سواری کے قابل اونٹوں کا گلہ۔
 (۲) بعیر: اہم جنس۔ چار سال کا باربردار اونٹ (۴) ناقص: ایسی اونٹنی جو جنتی کے قابل ہو چکی ہو۔
 (۳) بجل: پانچ سال سے زائد عمر کا نر اونٹ بھرت (۹) بدن: قربانی کا اونٹ جو حرم کعبہ میں لے جا کر ذبح
 اونٹ۔ کیے جاتیں۔
 (۴) ضامن: پھر یہی بدن کا سبک رفتار اونٹ (۱۳) بحیرۃ، سائبثۃ، وصیلۃ اور حام، جاہلیت میں
 نہ ہو یا مادہ۔ مختلف شرطوں کے تحت توں کی نذر و نیاز اور قربانی کے جانور
 اونٹ پر کرنا، دیکھیے بلند کرنا۔ اوندھا کرنا، دیکھیے اُلٹ دینا۔!

۴۹۔ اُونُكْھ

- کے لیے قرآن کریم میں دو الفاظ ہیں۔ نَعَّاسٌ اور نَسْنَسَةٌ (وسن)
 ۱۔ نَعَّاسٌ (نعمس) یہ نیند کی ابتدائی کیفیت ہے (ف ل ۲۴) بمعنی غنودگی۔ جب نیند کی وجہ سے حواس
 سُست پڑ جائیں اور آنکھوں پر اس کا اثر نمایاں ہونے لگے تو اسے نَعَّاسٌ کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:
 اِذْ يَفْقِطُ كُمُّ النَّعَّاسِ اَمْنَةً مِّنْهُ (۳۱) جب اللہ نے تمہاری تسکین کے لیے اپنی طرف سے تمہیں
 نیند کی چادر اور عادی۔
 ۲۔ نَسْنَسَةٌ (وسن) اُونُكْھ۔ ایسی غنودگی جس سے سر میں گرانی محسوس ہونے لگے اور سر جھکنے لگے۔ غنودگی
 کا اگلا درجہ۔ غنودگی اور نیند کی درمیانی کیفیت (ف ل ۱۶۱) ارشاد باری ہے:
 اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔ لَا يَـُٔوْدُهُ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ۔ لَـَٔمَّا يَشَآءُ يَخْتِذُ لَهَا سِنَةً وَّ لَا نَوْمًا (۲۵۵)
 رہنے والا، اسے ناندگھ آتی ہے نہ نیند۔

۵۰۔ اَیْنِدْھِن

- کے لیے حَطَبٌ، حَصَبٌ اور دَثْوُدٌ کے الفاظ آئے ہیں۔
 ۱۔ حَطَبٌ، نَبَاتَاتِی اَیْنِدْھِن۔ ناکارہ صرف جلانے کے قابل لکڑی، جھاڑ جھنکار (پنجابی۔ ہالن قرآن
 میں ہے:
 وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (۱۳) اور اس (ابوہب) کی جو زوجہ بھی جو اَیْنِدْھِن سر پر اٹھائے
 پھرتی ہے۔

- اور جو لکڑی کا رآمد ہو اسے حَصَبٌ کہا جاتا ہے۔
 ۲۔ حَصَبٌ، کے معنی پتھر۔ چھوٹی پتھر ہلیں۔ لنگر وغیرہ اور حَصَبٌ اس تند و تیز ہوا کو کہتے ہیں جو

کنکروں اور چھوٹے پتھروں کو اٹھائے پھرتی ہے (مخدر) چنانچہ یہ لفظ قرآن کریم میں پتھروں کی بارش کے معنی میں استعمال ہوا ہے (۶۶) اور حَصَب کے معنی ایندھن بھی ہے (مخدر) اور اس سے مزاج ماداتی ایندھن ہے۔ مثلاً گندھک۔ پلوٹاش اور دوسرے آتش گیر مادے۔ اور پتھر وغیرہ غرضیکہ ہر وہ چیز جو آگ کو بیٹھ کا دسے وہ حصب ہے (ف ل ۱۶) ارشاد باری ہے:

لَا تَكْفُرْ وَمَا تَنْعَمُ بِهِ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَافِرًا اس روز تم اور جن کی تم خدا کے سوا عبادت کرتے

حَصَبٌ جَمَعْتُمْ (۲۱)

جو دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔

۳۔ وَقُودٌ: وَقَدَ یعنی آگ روشن کرنا اور وَقُودٌ ہر وہ ایندھن ہے جو شعلہ پیدا کر کے جلے (ف ل ۳) خواہ وہ لکڑیاں ہوں یا پتھر یا انسان۔ بعض دفعہ آگ کی تیزی اس انتہا کو پہنچ جاتی ہے کہ پانی بھی آگ بھانے کی بجائے اس کے مزید بھڑکنے کا سبب بن جاتا ہے۔ تو اس صورت میں پانی بھی وَقُود میں شامل ہوگا۔ کوئی بھی ایندھن کی قسم ہو جب وہ جل رہا ہو تو اس وقت وَقُود کہلاتے گا پہلے نہیں۔ اسی لیے فرمایا:

تَأْتُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (۲۲) تو اُس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔

ماحصل (۱) حَصَب، نہاتانی ایندھن، ناکارہ لکڑیاں، بالن۔

(۲) حَصَب، جماداتی اور معدنیاتی ایندھن۔ (۳) وَقُود، جلتے ہوئے ایندھن کو خواہ کسی قسم کا ہو وَقُود کہتے ہیں۔

۵۔ اے (حرف ندا)

کے لیے قرآن میں یا۔ آيَةٌ اور يَا يَهَيَّا کے الفاظ آئے ہیں۔

یا کا استعمال عام ہے۔ اسم نکرہ اور معرفہ سب پر داخل ہو سکتا ہے جیسے يٰيُنْحِي اِسْرَائِيْلَ (۱۰۶) اور يٰمَرْيَمُ (۲۱۳) (اے مریم) لیکن جب اسم نکرہ پر ال معرفہ کا داخل ہو تو آيَةٌ۔ یا۔ اِيَّهَا استعمال ہوگا۔ جیسے اِيَّهَا الثَّقَلَيْنِ (۱۱۳) (اے دو بھاری فرقہ) اور اِيَّهَا الْجَاهِلُونَ (۱۰۳) (اے جاہلوں) اور نونٹ کے لیے اِيَّتِي آتا ہے۔ جیسے اِيَّتِي الْعَاثِرِ (۱۱۳) (اے قافلہ والو) اور صبی کلام میں زور پیدا کرنے اور تمہیں کلام کے لیے یا اور اِيَّهَا کو ملا کر استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ نکرہ معرفہ باللّام پر ہی داخل ہوگا جیسے فرمایا يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ (۲۱۳) اور يٰاَيُّهَا النَّاسُ (۱۰۶) (اے لوگو) پھر جس طرح یہ الفاظ نکرہ معرفہ باللّام پر داخل ہوتے ہیں، اسمائے موصولہ الذی، الذین وغیرہ پر بھی داخل ہوتے ہیں۔ جیسے يٰاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا (۱۰۶) (لفظی ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لاتے ہو) اور نونٹ کے يٰاَيُّهَا آتے گا، جیسے فرمایا يٰاَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (۱۰۶) (اے اطمینان پانے والی جان)۔

یاور ہے کہ (۱) منادای کے واحد، تشبیہ جمع ہونے کا حرف ندا پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ (۲) اللہ سے پہلے یا کا استعمال ترکیب موضوعہ اور غیر عرب کی پیداوار ہے۔ جیسے یا اللہ کہنا۔ قرآن و حدیث میں اسے اللہ کے لیے اَللّٰهُمَّ کا لفظ آتا ہے۔

۱۔ باپ

www.KitaboSunnat.com

باپ کے لیے والفاظ آتے ہیں۔ والد اور آب۔

۱۔ والد: کا لفظ صرف باپ کیلئے استعمال ہوتا ہے یعنی صرف وہ شخص جس نے جنا ہو۔ اسی طرح والدہ

کا لفظ صرف اس عورت کے لیے جس نے بچہ جنا ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلَاٌ هُوَ جَارٌ عَنْ وَالِدِهِ شَيْئًا (۲۳)

کچھ کام آسکے گا۔

اور ماں باپ دونوں کے لیے والدین کا لفظ آئے گا۔ جیسے:

أَنْ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ (۲۴) میرا بھی شکر یاد کرنا اور اپنے ماں باپ کا بھی۔

۲۔ آب: لیکن آب کا لفظ بہت وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ لفظ باپ و دادا پر وادا اور اپنی سب پشتوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور ماں باپ کے لیے حسب موقع ابوین یا ابوان آتا ہے۔ اب ان کی مثالیں دیکھیے:

(۱) صرف ماں باپ کے لیے وَأَمَّا الْعُلَمَاءُ اور وہ جو لڑکا تھا، اس کے ماں باپ دونوں مومن

تھے۔ فَكَانَ آبَؤَاهُ مُؤْمِنَيْنِ۔ (۱۸)

(۲) کسی پشتوں کے لیے مَا سَمِعْنَا بِهِ هَذَا فِيّ۔ ہم نے اپنے باپ دادا میں تو یہ بات کبھی سنی نہیں۔

الْبَائِتْنَا الْأَوْلَادِينَ (۲۴)

اور یہ پشتیں بہت زیادہ بھی ہو سکتی ہیں۔ جیسے:

وَمَلَّةٌ أَيْبِكُمْ أَبْرَاهِيمَ هُوَ سَمُّكُمْ اور تمہارے لیے تمہارے باپ ابراہیم کا نظام دین

(پسند کیا) اور تمہارا نام مسلمان رکھا۔

الْمُسْلِمِينَ (۲۴)

واضح رہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیمؑ میں قریباً ۲۲ پشتوں کا فاصلہ تھا۔ حتیٰ کہ حضرت آدمؑ کے لیے بھی جو نوح انسان کے جدِ اعلیٰ میں آب کے لفظ کا اطلاق ہوا ہے۔ مثلاً:

يَبْنِي أَدَمَ لَا يَقْتُلُكُمْ الشَّيْطَانُ كَمَا لَسَ بَنِي آدَمَ؛ دیکھنا کہیں شیطان تمہیں بہکانے سے بصرح

اَخْرَجَ أَبُو يَكْفَرٍ مِنَ الْجَنَّةِ (۱۶۷)

تمہارے ماں باپ کو (ہم) جنت سے نکلا دیا۔
اب اصل میں ابو ہے۔ اور یہ کسی کی تربیت اور خوراک کی فراہمی پر ولایت کرتا ہے (م ل) اس لیے
بیٹا اگر باپ سے مخاطب ہو تو عموماً آت کا لفظ ہی استعمال ہوگا جیسے،
حضرت یوسف اپنے باپ یعقوب کے یوں گویا ہوتے،

يَا أَبَتِ هَذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِن قَبْلُ (۱۶۸)

ابا جان! یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے
پہلے بچپن میں دیکھا تھا۔

پھر اب کا لفظ بعض دفعہ کسی خاص صفت کی وجہ سے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے میزبان کو ابوالاضیف
اور جنگجو کو ابوالحرب کہہ دیتے ہیں۔ قرآن کریم میں ابولہب کا لفظ اسی صفت کی وجہ سے استعمال
ہوا ہے کہ اس کا رنگ شعلہ کی طرح دکھتا تھا۔ اسی طرح کسی چیز سے نسبت اور پیار کی وجہ سے
کنیت رکھ لیتے ہیں جیسے ابوہریرہ اور ابو تراب وغیرہ۔ نیز دیکھیے کنیت اور نسب میں فرق
"بیٹا۔ بیٹی" میں۔

۲۔ بابرکت ہونا

کے لیے تَبَارَكَ اور مَبَارَكَ، اَيْمَن اور طَيِّب اور طَوْفِي کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
۱۔ تَبَارَكَ بَرَكْتِ کے معنی میں کسی چیز میں خیر الہی کا ثبات ہونا (معنی) یعنی جو کام کیا جائے اس میں
مَبَارَكَ متوقع زیادہ سے زیادہ فائدہ ہو جانا بَرَكْت ہے بشرطیکہ یہ کام یا توقع خیر کا پہلو رکھتی ہو اور بروکۃ
بمعنی بڑھاؤ۔ زیادتی (مجد) اور جس چیز میں یہ خیر کا پہلو بار آور ثبات ہو وہ مبارک ہے۔ ارشاد
باری ہے،

وَهَذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ أَنْزَلْنَاهُ (۱۶۹) اور یہ مبارک ذکر ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے۔

اور تَبَارَكَ بمعنی نیک فال یا نیک شگون لینا (مجد) لیکن یہ لفظ عموماً اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہے اور
ان خیر کے کاموں کے لیے آتا ہے جو صرف اللہ تعالیٰ سے مختص ہیں۔ مثلاً تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ
الْقُرْآنَ (۱۷۰) فَتَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ (۱۷۱) تَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ (۱۷۲) تَبَارَكَ
الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا (۱۷۳) اور تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ (۱۷۴) وغیرہ۔

۲۔ اَيْمَن، یَمِين۔ یعنی دایاں ہاتھ اور دائیں طرف اور اصْحَابُ الْيَمِينِ بمعنی دائیں ہاتھ والے
جانب والے بھی اور اصحاب خیر و برکت بھی (معنی) ہے۔ اور يَمِينٌ يَمِينٌ بمعنی بابرکت ہونا
خوش قسمت ہونا۔ تَيِّمَنٌ بمعنی برکت لینا۔ نیک فال لینا اور مَيِّمُونٌ بمعنی مبارک (مجد)
ہے اور امام رابع کے نزدیک ميمون بمعنی سعادت مند ہے (معنی) گویا جس طرح سعادت
فطرت میں ودیعت ہوتی ہے اسی طرح اَيْمَن وہ چیز ہے جس کی فطرت میں برکت ودیعت کی گئی
ہو۔ ارشاد باری ہے،

فَلَمَّا آتَاهَا نُودِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِئِ الْاَيْمَنِ (۲۴)
پھر جب موٹی وہاں پہنچے تو بابرکت میدان کے کنارے سے آواز آئی۔

۳۔ طیب اور طوبی، طاب یعنی کسی چیز کا دل کو اچھا لگنا اور طیب یعنی پاکیزہ اور حلال چیز اور طیب یعنی خوشبو۔ اور بِلْدَةُ طَيْبَةٍ یعنی امن اور برکتوں والا شہر (منجد) نیز الْبَلَدُ الطَّيِّبُ یعنی بابرکت یا زرخیز زمین (معن) ارشاد باری ہے،
وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِاِذْنِ رَبِّهِ (۲۵)
اور زرخیز زمین سے سبزہ بھی پروردگار کے حکم سے نفیس ہی نکلتا ہے۔

اور طوبی یعنی رشک، سعادت، خیر، بہتری (منجد) گو یا طوبی سے ایسی خیر و برکت مراد ہے جو من کو بھی جاتی ہو۔ ارشاد باری ہے،
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
طُوبَى لَهُمْ وَحَسُنَ مَا ابْتِغَوْا (۲۶)
جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے ہی خوشحالی اور عمدہ ٹھکانے ہے۔
ماحصل (۱) مبارک۔ ہر وہ چیز جو خیر کا پہلو لیے ہو اور نتیجہ خیر ثابت ہو۔

- (۲) تبارک۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات۔
(۳) آمین۔ ایسی خیر و برکت جو فطری طور پر دولت ہو۔ سعادت۔
(۴) طوبی۔ ایسی خوشحالی اور خیر و برکت جو دل کو لہجاتی ہو۔

۳۔ بات

کے لیے قَوْل، تَحْدِيث اور كَلِمَة کے الفاظ آتے ہیں،
۱۔ قول، اس کی جمع اقوال اور جمع الجمع اَقَادِيل ہے۔ عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہر وہ بات جو زبان سے ادا کی جائے وہ قول ہے خواہ وہ بے معنی ہو یا با معنی۔ لیکن قرآن کریم میں یہ لفظ تین صورتوں میں استعمال ہوا ہے۔ (۱) منہ سے نکلی ہوئی بات کے لیے (۲) ایسی بات جو منہ سے نہ نکلی ہو بلکہ ابھی دل میں ہی ہو اور (۳) کسی نظریہ کے لیے۔ مثلاً،

(۱) منہ سے نکلی ہوئی بات کے لیے قَال
قَابِلٌ مِنْهُمْ كَفَرْتُمْ (۱۸)
ایک کہنے والے نے کہا کہ تم ایساں کتنی بد رہے؟

(۲) دل میں بات کے لیے، وَيَقُولُونَ
فِي النَّفْسِ هُمْ لَوْلَا يَعِدُ بِنَا اللَّهِ (۱۹)
اور وہ اپنے دل میں کہتے ہیں کہ اگر یہ واقعی سچ ہے تو خدا ہمیں سزا کیوں نہیں دیتا؟

(۳) کسی نظریہ کے لیے، ذَلِكَ عَيْتِي ابْنُ
مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ (۲۰)
یہ مریم کے بیٹے عیسیٰ ہیں (اور یہ) سچی بات ہے جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔

(منجد)

۲۔ حَدِيث، حدث یعنی کسی چیز کا ظہور میں آنا۔ کسی امر کا واقعہ ہونا۔ نئی چیز یا بات کا پیدا ہونا۔

اور اس کی ضد عدم ہے۔ ابن فارس کے الفاظ میں ایسی شے کا پیدا ہونا جو پہلے نہ تھی (م۔ ل) اور حدیث سے مراد ہر وہ نئی بات یا نظریہ ہے جس کا تعلق عام لوگوں سے ہو اور پہلے اکثر لوگ اس سے نا آشنا ہوں۔ ارشاد باری ہے:

لَا تَذَرِنِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا۔ (۳۵)

تجھے کیا معلوم شاید اللہ پیدا کر دے اس طلاق کے بعد نئی صورت (عثمانی)

نیز فرمایا،

اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ (۳۶)

خدا نے نہایت ہی اچھی باتیں نازل فرمائی ہیں۔

یہاں حدیث سے مراد قرآن کریم ہے اور ظاہر ہے کہ اس دور کے لوگوں کے نظریات اور خیالات کے مطابق یہ ایک نئی چیز تھی۔ پھر حدیث کے لفظ کا اطلاق جس طرح نئی چیز کے لیے ہوتا ہے، اسی طرح کسی ایسی پرانی بات یا واقعہ کے لیے بھی ہوتا ہے جو عام طور پر لوگوں کے ذہن سے اتر چکی ہو۔ ایسی صورت میں اس کا مفہوم بھولی بسری بات یا کہانی ہو گا۔ ارشاد باری ہے:

كُلَّمَا جَاءَ أُمَّةٌ رَّسُولًا كَذَّبُوهُ فَأَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَجَعَلْنَا لَهُمُ آيَاتٍ۔

جب کبھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آتا تو اسے جھٹلا دیتے۔ تو ہم بھی بعض کو بعض کے پیچھے (ہلاک کرتے اور ان پر عذاب لاتے رہے اور ان کے افسانے بناتے رہے۔ (۳۷)

۳۔ کلمۃ: کلمہ۔ کالغوی معنی "بامعنی بات" ہے۔ جس کا ادراک قوتِ سامعہ سے ہو سکے اور اس کا

مفہوم سمجھ میں آسکے۔ ابن فارس کے اپنے الفاظ میں نطق یفہم (م۔ ل) ہے۔ قرآن میں ہے:

إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا۔ (۳۸)

وہ تو ایک بات ہو گی جو کہنے والا کہے گا۔

لیکن جب لفظ کلمۃ کی نسبت ذات باری تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنی عجائباتِ قدرت، قوانینِ فطرت اور اللہ تعالیٰ کے تخلیقی کائنات سے مراد ہوتے ہیں (تفہیم القرآن) ارشاد باری ہے:

قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِذًا أَدَّ الْكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفَذَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَذَ كَلِمَاتِ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا (۳۹)

کہہ دو اگر سمندر میرے پروردگار کی باتوں کے (لکھنے کے) لیے سیاہی ہو تو قبل اس کے کہ میرے پروردگار کی باتیں تمام ہوں سمندر ختم ہو جائے۔ اگر ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لائیں۔

اور جب کلمہ کی نسبت خدا تعالیٰ سے انسان کی طرف ہو تو اس سے مراد احکام و سننِ الہی ہوتے ہیں:

أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ أَفَأَنْتَ تُنقِذُ مَنْ فِي النَّارِ (۴۰)

جلا جس شخص پر خدا کا حکم صادر ہو چکا تو کیا تم (ایسے) دوزخی کو مخلص دے سکتے؟

ماصل: (۱) قول، کوئی بات بے معنی ہو یا بامعنی۔ خواہ دل میں ہو یا کوئی نظریاتی ہو۔

حدیث - نئی بات - ایسی بات جس سے عام لوگ نا آشنا ہوں -
کلمۃ - صرف بامعنی بات - خدا کے احکام اور عجاibat قدرت وغیرہ -

۴۔ بات کرنا

کے لیے کلمہ اور حَاوَر (حور) اور خَاطِب کے الفاظ آتے ہیں
۱۔ کلمہ بمعنی ہم کلام ہونا۔ بات چیت کرنا، گفتگو کرنا (مخبر) یہ عموماً مختصر سی بات چیت کے لیے یا ایسی باتوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جن کا جواب بات سن کر فوری طور پر دیا جاسکے۔ پھر کلمہ میں یہ بھی ضروری نہیں ہوتا کہ بات چیت دو طرفہ ہو۔ کبھی یہ ایک طرفہ بھی ہو سکتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا يَكْلَمُ لَهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۲۶)

اور اللہ تعالیٰ قیامت کے روز نہ تو ان سے کلام کرے گا نہ ہی ان کی طرف دیکھے گا۔

۲۔ حَاوَر، ابن فارس کہتے ہیں کہ حور میں بنیادی طور پر دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) رجوع اور مرجمۃ الکلام اور (۲) ایک چیز ایک کی طرف اور پھر دوسرے کی طرف لوٹائی جاتے (م) اور صواب منجد حَاوَر کے معنی واپس ہونا نیز متعبر ہونا لگتے ہیں۔ گویا حَاوَر سے مراد ایسی گفتگو ہے جو بطور سوال جواب ہو۔ اور کسی بات کا جواب سننے والے کو سوچ سمجھ کر دینا پڑے۔ ایسی گفتگو عموماً طویل ہوتی ہے۔ اسی سے لفظ حَاوَر مشتق ہے۔ جس سے یہ مراد ہے کہ وہ بات سوچ سمجھ کر کہی گئی ہو اور

زبان زد بھی ہو۔ چنانچہ قرآن میں ہے:

قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ
أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ
ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاهُ رَجُلًا (۳۶)

تو اس کا دوست جو اس سے گفتگو کر رہا تھا، کے گا کہ کیا تم اس (خدا) سے کفر کرتے ہو جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے پھر تمہیں پورا مرد بنایا۔

۳۔ خَاطِب: بھی گفتگو کرنے کے معنوں میں آتا ہے (مخبر) اور خطبہ و عظ و تقریر کو کہتے ہیں۔ جو عموماً یکطرفہ ہوتی ہے۔ خطیب بمعنی خطبہ دینے والا۔ وضاحت سے بات کہنے والا (م ق) اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سننے والا مختصر سا جواب دے کر خطاب کرنے والے کو چُپ کر دیتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ حضرت نوح سے فرماتے ہیں:

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ يَا نُوحُ أَدْبَارَ السُّفْهَاءِ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُخَاطَبُ فِي الدِّينِ ظُلْمًا (۱۱)

اور ایک کشتی ہمارے حکم سے ہمارے دربرو بناؤ اور اور جو لوگ ظالم ہیں ان کے بارے میں ہم سے کچھ نہ کہنا

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا (۲۵)

اور جب بات کرنے لگیں ان سے بے سبھ لوگ تو کہہ دیتے ہیں صاحب سلامت۔ (عثمانی)

- ماحصل؛ (۱) کلمہ گفتگو کے لیے عام لفظ۔ عموماً مختصراً اور فوری گفتگو کے لیے۔
 (۲) حاد، سوال و جواب کے طرز پر گفتگو جو سوچ بچھ کر کی جائے اور طویل ہو۔
 (۳) مخاطب، یہ عموماً ایک طرف بات ہوتی ہے۔ یا جس کا جواب مخاطب دینا پسند کرے یا ضروری سمجھے تو دے دے۔
 نیز دیکھیے — ”بون“ —

۵۔ بادشاہی

کے لیے سُلْطَان اور مُلْك اور مَلِكُوْت کے الفاظ قرآن میں آتے ہیں۔

- ۱۔ سُلْطَان، کالفظ تین معنوں میں آتا ہے (۱) یعنی دلیل جو سند یا دستاویز کی حیثیت رکھتی ہو۔
 اتھارٹی۔ ان معنوں میں یہ لفظ قرآن کریم میں اکثر آیا ہے۔ (۲) سلطنت یا بادشاہی۔ اس معنی میں صرف
 ایک مقام پر آیا ہے اور (۳) یعنی بادشاہ (ج سلاطین) ان معنوں میں یہ لفظ قرآن میں نہیں آیا اور
 سلطان کا معنی بادشاہ۔ لغت کے اعتبار سے نہیں بلکہ یہ کنائی معنی ہے۔

جب یہ لفظ سلطنت یا بادشاہی کے معنوں میں آتے تو اس سے مراد وہ علاقہ ہے جو کسی شخص یا ادارہ
 یا سلطان کے زیر نگیں ہو اور اس پر اس کا تسلط ہو۔ قرآن میں ہے، کافر قیامت کے دن کہیگا،
 مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَةٌ هَلَكَ عَنِّي آجِزًا لِّمَا لَمْ يَرْكَبْهُ لَقَدْ جِئْتَنِي بِرِجَالٍ لَّيْسَ لَهُمْ شِرْكٌ لِّئَلَّا يُدْعَىٰ بِسْمِ اللَّهِ الْغَيْبِ
 سُلْطَانِيَّةً (۲۹۰-۲۹۱) بھی میرے پاس نہ رہی۔

- ۲۔ مُلْك، مَلِك اور مَلِكُوْت سے زیادہ وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ زمین کا کوئی خاص علاقہ جو چونکہ
 قدرتی حدود سے محدود ہو وہ بھی ملک ہے اور تمام روئے زمین بھی ملک ہے۔ ارشاد باری ہے،
 قُلِ اللَّهُمَّ مَلِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْكَافِرُ وَالْمُشْرِكُ نَجِسٌ لِّكُلِّ نَجِسٍ لِّئَلَّا يُدْعَىٰ بِسْمِ اللَّهِ الْغَيْبِ
 مَنْ تَشَاءُ (۲۱۰) بادشاہی بخشا ہے۔

اس آیت میں پہلا ملک تمام روئے زمین کے معنوں میں اور دوسرا ایک مخصوص رقبہ کے معنوں میں
 آیا ہے۔

اور مُلْك کے معنی لکیت، بادشاہی اور قبضہ اور مُلْك یعنی بادشاہ اور جمع دونوں کی اَمَلَاك اور مُلْكُوْت
 آتی ہے (منجہ) اور مَلِكُوْت کا لفظ ملک بھی زیادہ وسیع مفہوم میں آتا ہے یعنی زمین و آسمان
 یا کائنات کی بادشاہی۔ قرآن میں ہے،

(۱) وَاتَّبِعُوا مَا تَشَاءُوا الشَّيْطَانِ عَلَىٰ
 مُلْكِ سُلَيْمَانَ (۲۰۶) اور وہ ان ہزلیات کے پیچھے لگ گئے جو حضرت سلیمان
 کی بادشاہی کے وقت شیاطین پڑھا کرتے تھے۔

(۲) فَسَبِّحْهُنَّ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوْتُ كُلِّ
 شَيْءٍ يَرْتَجِعُونَ (۲۱۰) وہ (ذات) پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت
 ہے۔ اور اس کی طرف تم لوٹ کر جانا ہے۔

ماحصل؛ جب اقتدار اور شان و شوکت کا انہماق مقصود ہو تو سُلْطَان اور جب رقبہ کی وسعت کا انہماق مقصود
 ہو تو مُلْك کا لفظ آئے گا۔

۶۔ بادل

کے لیے سحاب، غمام، عَارِضٌ، مُعْصِرَاتٌ، مَزْنٌ اور صَيْبٌ کے الفاظ آتے ہیں:

۱۔ سحاب، (سحب یعنی گھسیٹنا اور کھینچنا) بادل کے لیے اس کا استعمال عام ہے۔ ن۔ ل۔ (۲۵۴) ہر قسم کے بادل کو سحاب کہہ لیتے ہیں تاہم اس لفظ کا اطلاق اس بادل پر ہوتا ہے جسے ہوائیں اٹھا کر آسمان پر پھیلا دیتی ہیں۔ گویا یہ ہر بادل کی ابتدائی شکل ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاللّٰهُ الَّذِيْ اَرْسَلَ الرِّيْحَ فَتَنِيْضُ وَاورغابى تو ہے جو ہوائیں چلاتا ہے اور وہ بادل کو بھارتی سحاباً (۲۶)

ہیں۔

۲۔ غَمَامٌ وَّغَمٌّ بمعنی دھانک لینا (مجد) اور غمام وہ بادل ہے جو تہ بہ تہ ہو کر گاڑھا ہو جائے اور سورج کی روشنی کو زمین تک آنے سے روک دے۔ (فل ۲۵۴) یعنی زمین پر سایہ لگن ہو جائے۔ قرآن میں ہے:

وَوَلَلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنِّ وَالسَّلْوٰى (۲۷)

اور ہم نے بادل کا تم پر سایہ کیے رکھا اور تمہارے لیے من و سلوی اتارتے تھے۔

۳۔ عَارِضٌ پھر جب گاڑھے اور پھیلے ہوئے بادل سے بوند باندی بھی شروع ہو جائے تو وہ عَارِضٌ ہے (فل ۲۵۴) قرآن میں ہے:

قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّنتَطِرًا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۲۸)

کہنے لگے یہ بادل تو ہم پر برس کر رہے گا (نہیں) بلکہ یہ وہ چیز ہے جس کی تم جلدی کرتے تھے یعنی آندھی جس میں دردینے والا عذاب ہے۔

۴۔ مُعْصِرَاتٌ: عصر کے معنی کپڑے کو نچوڑنا اور پھلوں وغیرہ سے رس (نچوڑنا۔ نیز عصر نکالے ہوئے رس کو بھی کہتے ہیں (م ل) اور عصر القوم بمعنی قوم پر بارش برسا یا جانا (مجد) اور مُعْصِرَاتٌ "مُعْصِرَةٌ" کی جمع ہے یعنی ایسے بادل جو پانی سے لے کر ہونے اور برسنے والے ہوں؛ نچرٹنے والے بادل۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا۔ (۲۹) اور ہم نے نچرتے بادلوں سے موسلا دھار مینہ برسایا۔

۵۔ مَزْنٌ: مَزْنٌ بمعنی (مشک کو پانی وغیرہ سے) بھرنا اور ابن المزنۃ۔ بادلوں میں سے نمودار ہونے والے پسند کو کہتے ہیں (صفت) اور مزن سفید اور چمکدار بادلوں کو کہتے ہیں (صفت۔ فل ۲۵۵) اور حَبُّ الْمَزْنِ اُولے کو (مجد) اور مَزْنٌ بارش طلے بادل کو (مجد) ارشاد باری ہے:

ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمْوَهُ مِنَ الْمَزْنِ اَمْ نَحْنُ كِيَا تَم نے اس (پانی) کو بادل سے نازل کیا ہے یا ہم الْمُنزِلُوْنَ (۳۰) نازل کرتے ہیں؟

۶۔ صَيْبٌ: جو بادل سخت گر جدار ہو اسے صَيْبٌ کہتے ہیں (فل ۲۵۵) جبکہ صاحب مفتی الادب

اس سے زور و بارش مراد لیتے ہیں (م۔ل) صاحب منجد کے نزدیک کوئی سا بارش والا بادل صیب

ہے۔ ارشاد باری ہے:

أَوْ كَصَيْبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ
وَرَعْدٌ وَبُرْقَانٌ (۲۱)

یا اس بارش کی مانند جس میں اندھیرے بھی ہیں، گرج
بھی اور چمک بھی۔

ماحصل (۱)۔ سحاب۔ بادل کے لیے عام لفظ اور اس کی ابتدائی شکل۔

(۲) غمامہ۔ جب بادل گاڑھا ہو جائے اور سایہ نکلن ہو سکے۔

(۳) عارض۔ ایسا بادل جس میں بوند باندی کی ابتداء ہو چکی ہو۔

(۴) معصرت۔ پانی سے بھر پور بادل۔

(۵) مزین۔ سفید چمکدار بادل۔

(۶) صیب۔ بعض کے نزدیک سخت گرج بار بادل۔

۴۔ بار۔ دفعہ۔ مرتبہ

کے لیے مَرَّةٌ، كَرَّةٌ اور تَارَةً کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں اور یہ سب الفاظ اسم مَرَّةٌ ہیں۔ یعنی
کسی کام کو ایک بار کرنا جس طرح جَلَسَتْ کے معنی ایک بار بیٹھنا اور عَزْوَةٌ کے معنی ایک بار کی
لڑائی یا حملہ ہے۔ اب ان کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ مَرَّةٌ: مَرَّ بمعنی کسی مقام کے پاس سے گزرنا (معنی) اور نیز وقت کا گزرنا۔ اور اس لحاظ سے

اس کا معنی ہوگا، ایک بار گزرنا یا کوئی کام کرنا۔ اس کی تشبیہ مَرَّتَانِ یا مَرَّتَيْنِ اور جمع مَرَاتٍ

اور مَرَاتِمًا (یعنی کئی بار) آتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

أَوْ لَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْلِتُونَ فِي كَيْلٍ

کیا یہ دیکھتے نہیں کہ وہ ہر سال ایک یا دو بار بلائیں

عَامٌ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ (۲۲)

۲۔ كَرَّةٌ، كَرَّرًا بمعنی (دہن پر) حملہ کرنا۔ ٹوٹ پڑنا۔ اسی سے لفظ کتر مشہور ہے اور کتر و کتر

اس جنگی چال کو کہتے ہیں جو عرب میں ایک دور میں مشہور تھی۔ یعنی حملہ کرنا اور یکدم پسپا ہو کر از

سر نو دوبارہ ٹوٹ پڑنا اور (۲) کتر۔ تکرار بمعنی کسی کام کو پہلے کی طرح بار بار کرنا (منجد) اور یہی

زیر بحث ہے یعنی کسی کام کو بالکل اسی طرح کرنا جیسے پہلے کیا تھا، ایک بار پھر کرنا۔ اور ابن الفلاس

کے الفاظ میں رجوع الی الشی بعد مرة الاولی (م) بمعنی دوبارہ پہلے ہی جیسا کام کرنا (قول)

اور كَرَّةٌ بمعنی لڑائی میں ایک بار کا حملہ بھی اور کسی کام کو دوبارہ کرنا بھی۔ ارشاد باری ہے:

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكُرَّةَ عَلَيْهِمْ (۲۳)

پھر ہم نے دوسری بار تم کو ان پر غلبہ دیا۔

اس آیت میں كَرَّةٌ کا لفظ دونوں مفہوم ادا کر رہا ہے اور علی کا صلہ غلبہ کو ظاہر کر رہا ہے۔ دوسرے

مقام پر فرمایا:

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ
الْبَصَرُ خَائِسًا وَهُوَ حَسِيرٌ (۲۶) ناکام اور تھک کر لوٹ آئے گی۔

جب کوئی شاعر اپنا کلام سنا ہے تو کسی اچھے شعر پر حاضرین میں سے کوئی مکرر کا لغزہ لگاتا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس شعر کو دوبارہ سنا پڑھ کر سناؤ۔ یہی کثرت کا مفہوم ہے اور ابولہلال سکری کے نزدیک دوسری بار کرنے یا دہرانے کے لیے اعادہ اور دوبار سے زیادہ کرنے کے لیے کثرت آتا ہے (فقہ - ل ۲۷)

۴۔ تَارَةً لِلسَّعْيِ اَبْلُ لَفْتٍ تَوْرِكَ تَحْتِ لَاتِي هِي اَوْبِعُضُ تَامِرِ كَيْ تَحْتِ - اور اس کا معنی ہے اعادہ
بَعْدَ مَرَّةٍ (۴-ق) اور بَعْضِي بِنَكَامٍ وَيَجِبُ (۴-د) یعنی کبھی کسی وقت ایک بار پھر وہ کام کرنا۔ کہتے ہیں فَغَلَّتْ
تَارَةً هَذَا تَارَةً ذَاكَ - یعنی میں نے کبھی تو یہ کام کیا اور کبھی وہ (منجد) گویا تَارَةً اِيسَةَ كَامٍ كَا اِعَادَهُ هِيَ
جو کبھی کسی زمانہ میں پہلے کیا تھا۔ ارشاد باری ہے:

وَمِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا
نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى (۲۷)

اس (زمین) سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تمہیں
لوٹائیں گے اور اسی سے دوسری مرتبہ نکالیں گے۔

ماحصل (۱) مَرَّةً، بار۔ دفعہ یا مرتبہ کے لیے عام لفظ۔

(۲) كَثْرَةً - یعنی ایک بار پھر مکرر وہی کام کرنا۔ دوبار سے زیادہ کرنے کے لیے آتا ہے۔

(۳) تَارَةً - کبھی پھر وہ کام یا اس جیسا کام کرنا۔

۸۔ بارش

کے لیے مَطَرٌ، مَاءٌ، طَلٌّ، وَدَّقٌ، عَيْثٌ، مَيْدَسَانٌ، عَيْثٌ، وَأَيْدِيلٌ، صَيْدِبٌ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ مَطَرٌ - بارش کے لیے عام لفظ ہے۔ بارش فائدہ مند ہو یا نقصان دہ۔ پانی برسے یا کوئی اور حیوان

کے لیے مَطَرٌ کا لفظ استعمال ہو سکتا ہے اور اَمَطَرٌ بمعنی بارش برسانا۔ ارشاد باری ہے:

وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَسَاءً مَطَرٌ
الْمُتَذَرِّينَ (۲۸)

۲۔ مَاءٌ: لفظی معنی پانی ہے (ج میاہ) مجازاً بارش کے لیے استعمال ہوتا ہے؛ مثلاً

وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ
مِنَ الشَّجَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ (۲۹)

اور آسمان سے یلینہ برس کر تمہارے کھانے کے لیے
انواع واقسام کے میوے پیدا کیے۔

۳۔ طَلٌّ: بالکل خفیف اور کمزور سی بارش (فل ۲۵۶-م) شبنم اور چھوہار دونوں کے لیے طَلٌّ

کا لفظ استعمال ہوتا ہے (ف م) قرآن میں ہے:

فَإِنْ لَمْ يُمْسِبْهَا وَآبِلٌ فَطَلٌّ (۳۰)

۴۔ وَدَّقٌ: جو بارش لگتا ہوتی رہے اسے وَدَّقٌ کہتے ہیں (فل ۲۵۸) ایسی بارش عموماً آہستہ آہستہ اور

بہت دیر تک جاری رہتی ہے۔ قرآن میں ہے:

ثُمَّ يَجْعَلُهُ رُكَّامًا تَرَى الْوَدْقَ
يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِمْ (۲۶۶)

پھر ان بادلوں کو تہہ کرتا ہے۔ پھر تم دیکھتے ہو کہ
بادلوں میں سے مینہ نکل رہا ہے۔

۵۔ عَدَّتْ، وہ بارش جو ضرورت کے وقت ہو اور ضرورت کے مطابق ہو وہ عَدَّتْ ہے (فصل ۲۵۸
م ل) قرآن میں ہے:

كَمْ تَلَّ عَدَّتْ أَعْجَبَ الْكُفَّارِ نِبَاتُهُ
(۲۶۷)

جیسے بارش کو اس سے کھتی گئی اور کسانوں کو بھلی لگتی
ہے۔

۶۔ مَدَّ مَرَّارًا، الذَّرَّ وودھ اور وودھ کی فراوانی کو کہتے ہیں اور درود بہت زیادہ وودھ برسنے والی
اونٹنی کو کہتے ہیں۔ اس سے مَدَّ مَرَّارًا مشتق ہے۔ عَدَّتْ وودھ کے معنی بہت آنسو بہانے والی آنکھ
اور مددگار کے معنی بہت برسنے والی بارش ہے (مخمد) یعنی مددگار وہ بارش ہے جس میں پانی
کی فراوانی ہو۔

وَيَقُومُ اسْتَقْفِرُ وَارْتَبَكَ ثُمَّ تَوَجَّوْا لَيْدَةً
يُرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا (۲۶۸)

اور اسے قوم! اپنے پروردگار سے بخشش مانگو پھر اس کے
آگے توبہ کرو۔ وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار مینہ برسائے گا۔

۷۔ عَدَّتْ، ابن الفارسی کے مطابق عَدَّتْ وہ بارش ہے جس میں پانی کی بھی فراوانی ہو اور سود مند
بھی ہو (م ل) اور عَدَّتْ یعنی شیریں چشمہ اور عَدَّتْ المکان یعنی جگہ کا بارش سے تر ہو جانا۔
سرسبز ہو جانا اور عَدَّتْ یعنی سرسبز جگہ (مخمد) گویا عَدَّتْ ایسی بارش کو کہتے ہیں جو سرسبزی
کا باعث ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَأَنْ لَّوِ اسْتَقْفِرُوا عَلَيَّ الظَّرِيفَةَ
لَأَسْقِيَنَّهُمْ مَاءً غَدَقًا (۲۶۹)

اور اگر یہ لوگ میرے رستے پر رستے تو ہم ان کو پینے
کو بہت سا پانی دیتے۔

۸۔ صَدَّبَ، ایسی زوردار بارش ہے جس میں بادل بھی خوب گرج رہے ہوں اور بجلی بھی چمک رہی ہو
(فصل ۲۵۵۔ م ل) اور ابن الفارسی کے نزدیک ایسی بارش جو جم کر برسے (م ل) ایسی بارش کو پنجابی میں
پھانڈا کہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

أَوْ كَسَيْتُمْ مِنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ
وَأَعَادُوا بُرُوقًا (۲۷۰)

یا اس بارش کی مانند جس میں اندھیرے بھی ہوں گے بھی
اور چمک بھی۔

۹۔ وَاِبِلٌ، وِیْبَل کے معنی (مویشی وغیرہ کو) لالھی سے لگتا مارنا (مخمد) اس کے معنی میں شدت اور تسلسل
پایا جاتا ہے۔ ابن فارس کہتے ہیں کہ وِیْبَل کسی چیز میں شدت اور کثرت کے معنی دیتا ہے اور وِیْبَل
سے مراد شدید قسم کی بارش ہے (م ل) گویا وِیْبَل وہ بارش ہے جو پانی کی کثرت اور اپنی شدت اور
تیزی کی وجہ سے خس و خاشاک تک بہانے جاتے اور یہ بارش کا آخری درجہ ہے۔ ارشاد
باری ہے:

- فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ
 قَاصَابَةٌ وَابِدٌ فَتُرْكُ صَدًّا (۳۶۴)
- اس کی مثال اس چٹان کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی
 پڑی ہو اور اس پر نہ ورکا مینہ برس کر اسے صاف کر ڈالے۔
- ماہصل (۱) مَطَرٌ - ہر طرح کی بارش کے لیے۔ (۲) مَطَرٌ - ہر طرح کی بارش کے لیے۔
 (۳) مَطَرٌ - ہر طرح کی بارش کے لیے۔ (۴) مَطَرٌ - ہر طرح کی بارش کے لیے۔
 (۵) مَطَرٌ - ہر طرح کی بارش کے لیے۔ (۶) مَطَرٌ - ہر طرح کی بارش کے لیے۔
 (۷) مَطَرٌ - ہر طرح کی بارش کے لیے۔ (۸) مَطَرٌ - ہر طرح کی بارش کے لیے۔
 (۹) مَطَرٌ - ہر طرح کی بارش کے لیے۔ (۱۰) مَطَرٌ - ہر طرح کی بارش کے لیے۔

۹۔ باز آنا

کے لیے دو الفاظ آتے ہیں۔ اِنْتَهَى (تمہی) اور اِنْفَكَ (فک)

- ۱۔ اِنْتَهَى، اِنْتَهَى کے معنی روکنا اور انتہی باز آجانا یا رکنا کے معنی میں آتا ہے اور اِنْفَكَ وَالزَّهَادَةُ
 کسی چیز کی غایت اور آخری حد کو کہتے ہیں (منجد) ارشاد باری ہے:
 فَقَاتِلُوا اُمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَا اِيْمَانَ
 لَكُمْ لَعَلَّكُمْ يَذَّهَبُونَ (۳۶)
- لوگ ہیں اور ان کی فتوں کا کچھ اعتبار نہیں۔ عجیب نہیں
 کہ (اپنی حرکت سے) باز آجائیں۔
- ۲۔ اِنْفَكَ، فَكَ کے معنی کسی بندھن سے آزاد کرنا ہیں۔ فَكَ الْاَسِيرِ مَعْنَى قَيْدِي كُوْجُحْرَانَا۔ فَكَ
 الزَّهْنِ - گردی چیز کو واکرار کرنا ہے۔ اور فَكَ زَقَبِيَّةٌ غَلَامٌ كُوْجُحْرَانَا۔ اور اِنْفَكَ كَالْمَعْنَى خُودِ
 جِدَّاهُنَا، كَهَلْنَا۔ اِنْفَكَ الْعَبْدُ كَالْمَعْنَى غَلَامٌ كَالْمَعْنَى خُودِ جِدَّاهُنَا۔ نِيْزًا اِنْفَكَ الْعَظْمُ كَالْمَعْنَى
 كَمُورِي كِي وَجْهٍ سَهْ شَانَهُ كَالْمَعْنَى جِجْهٍ سَهْ شَانَهُ كَالْمَعْنَى جِجْهٍ سَهْ شَانَهُ كَالْمَعْنَى جِجْهٍ سَهْ شَانَهُ
 ہے کہ اِنْفَكَ كَالْمَعْنَى جِجْهٍ سَهْ شَانَهُ كَالْمَعْنَى جِجْهٍ سَهْ شَانَهُ كَالْمَعْنَى جِجْهٍ سَهْ شَانَهُ
 اضطراراً الگ اور پرے ہونا۔ ارشاد باری ہے:
 لَمْ يَكُنْ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ
 الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِيْنَ حَتَّى
 تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ۔ (۳۶)
- جو لوگ کافر ہیں یعنی اہل کتاب اور مشرک وہ (کفر سے)
 باز رہنے والے نہ تھے۔ جب تک کہ ان کے پاس کھلی
 دلیل نہ آتی۔
- اور یہ کھلی دلیل حضور اکرم کی بعثت اور غلبہ اسلام تھا جس نے انہیں کفر و شرک سے باز رہنے پر مجبور کر دیا۔
 ماہصل: (۱) انتہی میں باز رہنے کا عمل بہت حد تک اختیاری ہوتا ہے جبکہ اِنْفَكَ میں یہ عمل اضطراری صورت
 میں ہوتا ہے۔

۱۰۔ بازو

کے لیے جَنَاحٌ - عَضُدٌ اور ذِرَاعٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں؛
۱۔ جَنَاحٌ بمعنی پرندے کا پر یا بازو۔ تشبیہ جَنَاحِیْن - پھر کنایتہ کسی چیز کے دو پہلوؤں کو جَنَاحِیْن
کہہ دیتے ہیں۔ جَنَاحًا الْعَسْكَرُ بمعنی شکر کے دونوں بازو یا جانب۔ اسی طرح انسان کے دونوں
بازوؤں پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔ گویا جَنَاحٌ کا لفظ دائیں یا بائیں جانب یا پہلو یا بازو سب
جگہ استعمال ہوتا ہے۔ اور بازو سے مراد کندھے سے لے کر انگلیوں کے آخر تک کا حصہ ہے۔

ارشاد باری ہے؛

وَاصْنُمْنَا لِيكَ جَنَاحَكَ مِنَ
الرَّهْبِ (۲۳) مِثْرًا
اور خوف سے بچنے کے لیے اپنے بازو کو اپنی طرف
میکڑو۔

۲۔ عَضُدٌ سے مراد کہنی سے لے کر کندھے تک کا حصہ ہے (مف) اور عَضُدٌ تہ بمعنی پسینے
اسے بازو پر مارا۔ نیز اس کے معنی میں نے اس کا بازو پکڑا اور سہارا دیا بھی ہیں۔ لہذا یہ لفظ ید کی
طرف بطور استعارہ مددگار کے معنوں میں بھی آتا ہے (مف) ارشاد باری ہے؛

وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذًا الْمُضِلِّينَ عَضُدًا (۲۴) اور میں ایسا نہ تھا کہ گمراہ کرنے والوں کو مددگار بنانا۔

۳۔ ذِرَاعٌ بمعنی کہنی سے لے کر درمیانی انگلی کے آخر تک کا حصہ اور اس کا ترجمہ عموماً "ہاتھ" ہی کہ
لیا جاتا ہے۔ (مف) ارشاد باری ہے؛

وَكَلَبَهُمْ بِاسْطِ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَيْحِ (۲۵) اور ان کا کتا جو کھٹ پر دونوں ہاتھ پھیلانے ہوئے تھا

پھر ذِرَاعٌ سے مراد پیمائش میں اتنی لمبائی بھی لی جاتی ہے جتنی کہنی سے لے کر درمیانی انگلی کے
آخر تک ہوتی ہے۔ اس لمبائی کو ہاتھ کہتے ہیں۔ چونکہ انسان کا قد و قامت مختلف ادوار میں مختلف
رہا ہے۔ لہذا اس ماپ کی مقدار بھی مختلف رہی ہے۔ صاحب مخد نے ۵۰ سے ۶۰ سنتی میٹر بتلائی ہے
یعنی تقریباً ۲۰ انچ سے ۲۸ انچ تک۔ بعض مترجمین اس کا ترجمہ گز بھی کر دیتے ہیں۔ ارشاد باری ہے۔

ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ
ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ (۲۶) پھر ایک زنجیر سے جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے اسے
جکڑو۔

ماہصل؛ کندھے سے کہنی تک عَضُدٌ، کہنی سے درمیانی انگلی کے آخری سرے تک ذِرَاعٌ اور ان دونوں
کا مجموعہ یعنی کندھے سے انگلی کے سرے تک جَنَاحٌ ہے۔

۱۱۔ باغ

کے لیے جَنَّةٌ - حَدَائِقُ اور رِزْوَانَةٌ کے الفاظ آئے ہیں؛

۱۔ جَنَّةٌ؛ جَنٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی کسی چیز کو جو اس سے پرشیدہ کرنا اور چھپانا ہیں۔ اور

جَنَّةٍ ایسے باغ کو کہتے ہیں جس کی زمین درختوں اور سبزہ کی وجہ سے نظر نہ آئے (معنی) صاحب نجد کے نزدیک جَنَّةٌ درختوں سے ہر ابھر باغ ہے۔ خواہ وہ ارضی ہو یا سماوی۔ قرآن میں ہے،
كَمْ شَجَلٍ جَنَّةٍ يَرْبَوْنَ بِهَا وَابِلًا
فَاتَتْ أَكْثَرَهَا ضَعْفَيْنِ - (۳۶۵) واقع ہو (جب) اس پر زو کا مینہ پڑے تو دو گنا پھل لائے

۲- حَدِّيقَةٌ، حَدِّيقَةٌ کی جمع ہے جو حَدِّيقٌ کے مشتق ہے اور حَدِّيقٌ کے معنی کسی کو چاڑوں طرف سے گھیر لینا۔ لہذا حَدِّيقَةٌ ایسے باغ یا باغیچہ کو کہتے ہیں جس کے گرد حفاظت کے لیے چار دیواری بنا دی گئی ہو (نجد) ارشاد باری ہے:
فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَدِّيقًا ذَاتَ بَهْجَةٍ ﴿۳۶﴾ پھر ہم نے اس بارش سے سرسبز باغ اگانے۔

۳- رَوْضَةٌ (ج روضات) روض کا لفظ وسعت اور فراخی پر دلالت کرتا ہے (م۔ل) اور رَوْضٌ الْمَنْطَرُ الْأَرْضِ کے معنی بارش کا زمین کو باغ و بہار بنا دینا ہے اور رَوْضَةٌ پُر بہار کی باری کو بھی کہتے ہیں (نجد) کو یا رَوْضَةٌ کسی باغ کے اندر وہ حصہ یا مقام ہوتا ہے جو بڑا پُر بہار ہو۔ اور ایسی جگہ ہی عموماً بالا خانے یا بارہ درمی وغیرہ بنائی جاتی ہے۔

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ ﴿۳۷﴾ (بہشت کے) باغ میں آد بھگت کیے جائیں گے۔

ماحصل (۱) جَنَّةٌ: کوئی سا باغ جہاں درخت بجزرت ہوں۔

(۲) حَدِّيقَةٌ: چار دیواری والا باغ اور (۳) رَوْضَةٌ: باغ کے اندر کوئی پُر بہار خطہ ہے۔

۱۲- باقی رکھنا۔ چھوڑنا

کے لیے اَلْبَقِيَّةُ، اَلْبَقِيَّةُ اور عَادِرٌ کے الفاظ آئے ہیں:

۱- اَلْبَقِيَّةُ: بقی کے معنی کسی چیز کا باقی رہنا اور ہمیشہ رہنا (م۔ل) ہے۔ اور اس کی ضد فسخی اور هَلَكٌ ہے۔ یعنی کسی چیز کا نیست و نابود اور ختم ہو جانا اور اَلْبَقِيَّةُ کے معنی کسی چیز کو برقرار اور باقی رکھنے کے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَأَنْتُمْ أَهْلُكَ عَادِرِينَ الْأُولَىٰ وَتَمُوتُونَ
فَمَا أَلْبَقِيَّةٌ ﴿۳۸﴾ اور یہ کہ اسی نے عَادِرٌ کو ہلاک کر دیا اور تُوَدُّ کو بھی۔
غرض کسی کو باقی نہ چھوڑنا۔

۲- اَلْبَقِيَّةُ، اَلْبَقِيَّةُ کے معنی کسی چیز کو اپنی حالت پر برقرار رہنا (اور اس کی ضد ذَلَالٌ ہے۔ یعنی کسی چیز کا اپنی جگہ سے ادھر ادھر ہٹ جانا) اور اَلْبَقِيَّةُ کے معنی کسی چیز کو اس کی اصلی حالت پر برقرار اور جانے رکھنا ہے (معنی) ارشاد باری ہے:

يَتِمُّ حَوْلَهُ مَا يَشَاءُ وَيُكَلِّمُ ﴿۳۹﴾ اللہ جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے

باقی رکھتا ہے (عثمانی)

۳۔ عَادَر، عَادَر کے معنی عمد کو توڑنا اور وعدہ خلافی کرنا ہے (م۔ ل) نیز اس کے معنی پیچھے چھوڑ دینا بھی ہے (م۔ ل) اور عَادَر کے معنی حساب کتاب کرنے کے وقت کوئی چیز ارادۃً پیچھے چھوڑنا یا شمار نہ کرنا کے ہیں (صفت) ارشاد باری ہے:

وَلْيَقُولُوا يَوْمَئِذٍ مَا لَنَا هَذَا
وَلْيَقُولُوا يَوْمَئِذٍ مَا لَنَا هَذَا
وَلْيَقُولُوا يَوْمَئِذٍ مَا لَنَا هَذَا
وَلْيَقُولُوا يَوْمَئِذٍ مَا لَنَا هَذَا
وَلْيَقُولُوا يَوْمَئِذٍ مَا لَنَا هَذَا
وَلْيَقُولُوا يَوْمَئِذٍ مَا لَنَا هَذَا
وَلْيَقُولُوا يَوْمَئِذٍ مَا لَنَا هَذَا
وَلْيَقُولُوا يَوْمَئِذٍ مَا لَنَا هَذَا
وَلْيَقُولُوا يَوْمَئِذٍ مَا لَنَا هَذَا
وَلْيَقُولُوا يَوْمَئِذٍ مَا لَنَا هَذَا

ماہصل: (۱) اَبْقَى۔ کسی چیز کا وجود باقی رکھنا (۲) اَشْبَهت۔ کسی چیز کو اپنی حالت پر باقی رکھنا (۳) عَادَر۔ بہت چیزوں میں سے کسی ایک کو باقی چھوڑنا۔

۱۳۔ بال

کے لیے شَعْر۔ وَجِبَر اور صُنُوف کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں،

- ۱۔ شَعْر، انسان سمیت تمام جانداروں کے بال۔ یہ لفظ عام ہے اور اس کی جمع اشعار ہے۔
- ۲۔ وَجِبَر: اونٹ اور پرندوں کے بال۔ لشم (ج اَوْبَس)۔
- ۳۔ صُنُوف: بھیڑ بکری وغیرہ کے بال۔ اون (ج اَصْوَف)۔

قرآن میں ہے:

وَمِنْ اَصْوَابِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَا
اَنَاثًا وَمَتَاعًا اِلَىٰ حَيْثُ (۱۳)

ان کی اون، لشم اور بالوں سے تم اسباب اور برتنے کی چیزیں بناتے ہو جو ایک وقت تک کام دیتی ہیں۔

۱۴۔ بانجھ

کے لیے دو الفاظ ہیں: عَاقِر اور عَقِيْم۔

- ۱۔ عَاقِر کے مادہ عقر میں گھاؤ زخم لگانے کا مفہوم پایا جاتا ہے (م ل) اَلْكَلْبُ الْعُقُورُ کاٹنے والے کتے کو کہتے ہیں اور عَقْرُ الْتَخْلَةِ کے معنی بھور کے درخت کو جڑ سے کاٹ دینا

قرآن میں ہے:

فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوْهَا (۹۱)
تو انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا اور انہی کی کو بچیں کا دیں۔
پھر العُقور کسی کے آخری بچہ کو بھی کہتے ہیں جس کے بعد کوئی اولاد نہ ہو (صفت) گویا عَاقِر کا لفظ ایسی عورت کے لیے مستعمل ہے جس کے پہلے اولاد ہوتی رہی ہو۔ بعد میں رحم میں زخم یا حیض کی بندش یا کسی دوسرے عارضہ سے اس کے ہاں اولاد ہونا بند ہو گئی ہو۔ نیز یہ لفظ عورت مُرد دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَرَائِي
حضرت نوحؑ نے خدا سے التجا کی، اور میں اپنے بعد

وَكَاذَبَتْ أُمَّرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا (۱۹)

اپنے بھائی بندوں سے ڈرتا ہوں۔ اور میری بیوی باندھنے ہے۔ تو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما۔

۲۔ عقیقہ، لفظ عاقِر کی طرح عقیقہ بھی مذکر و مؤنث دونوں کے لیے استعمال ہے۔ عقیقہ اس تودہ ریت یا خطہ زمین کو بھی کہتے ہیں جو منجر ہو (م-۱) اور ریت عقیقہ کو ایسی ہوا کہتے ہیں جو نیر سے خالی ہو۔ اس معنی میں یہ لفظ قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔ (۲۱)

اور عقیقہ وہ شخص ہے جس کے مادہ تولید موجود ہی نہ ہو یا اس کے کرم مردہ ہوں۔ اسی طرح عقیقہ ایسی عورت کو کہتے ہیں جو مرد کا مادہ سرے سے قبول نہ کرے (م-۲) (۱) گویا عقیقہ وہ مرد یا عورت ہے جس کے ہاں سرے سے کوئی اولاد نہ ہوئی ہو (پنجابی سنڈھ) ارشاد باری ہے:

أَوْ يَزْجُهُمْ ذُكْرَانًا وَنِسَاءً لِيَجْعَلَ مِنْ نِسَاءٍ عَقِيمًا (۲۲)

یا ان کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے باندھنا دیتا ہے۔

ماصل، عاقِر۔ وہ جس کے پہلے اولاد ہوتی رہی، بعد میں بند ہو چکی ہو اور عقیقہ وہ ہے جس کے ہاں طبع اولاد پیدا نہ ہوئی ہو۔

۱۵۔ باندھنا

کے لیے رَبَطٌ، شَدٌّ، عَقْلٌ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ رَبَطٌ، مضبوط اور مرابط اور مرابطہ اس کی کہتے ہیں جس سے جانور باندھا جائے اور رَبَاطٌ بمعنی تانت کو باندھنے والا اور سبب بمعنی بندھے ہوئے جانور اور رَبَطَ اللَّهُ عَلَيَّ قَلْبِي محاورہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو باندھ دیا یعنی اس کے دل کو قوت بخشی اور صبر عطا فرمایا (منجد) ارشاد باری ہے:

إِنْ كَادَتْ لَتُبْدِي بِهِ لَوْلَا أَنْ رَبَطْنَا عَلَى قَلْبِهَا (۲۳)

اگر ہم اس (موسیٰ کی ماں کے) دل کو گرمانہ دیتے، تو قریب تھا کہ وہ اس بات کو ظاہر کر دے۔

۲۔ شَدٌّ، شَدَّ الشَّيْءُ بمعنی کسی چیز کو باندھنا۔ مضبوط کرنا۔ مضبوط باندھنا (منجد) قرآن میں ہے:

حَتَّىٰ إِذَا أَثخنَ مَوْتُهُمْ فَشَدَدْنَا الرِّجَالِ (۲۴)

پھر جب ان کو خوب قتل کر چکو تو انہیں مضبوط باندھ کر قید کر لو۔

۳۔ عَقْلٌ، عقل ہر وہ چیز جس سے کسی بھی عضو کو جلا کر اس کے وسط میں باندھ دیا جائے اور بمعنی طوق (ج اغلال) اور کنایہ مغلول الید یعنی شخص کو کہتے ہیں یعنی اس شخص کے ہاتھ خرچ کرنے سے بندھے ہوئے ہوتے ہیں (من) ارشاد باری ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَا اللَّهُ مَتْلُوهُمْ وَعَلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلَعِنُوا يَمًا قَالُوا

اور یہود کہتے ہیں کہ خدا کا ہاتھ (گردن سے) باندھا ہوا ہے (یعنی اللہ نیکل ہے) انہیں کے ہاتھ باندھے جائیں

بَلْ يَدُهُ مَبْسُوطَتَيْنِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ (۳)

اور ایسا کہنے کے سبب ان پر لعنت ہو۔ بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں۔ وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔

ماہصل (۱) ربط۔ کسی چیز کو رسی سے باندھنا اور ربط اللہ علی قلبہ۔ اللہ کا کسی کے دل کو مضبوط کر کے صبر عطا فرمانا۔

(۲) شد۔ باندھ کر خوب مضبوط کرنا۔ ربط سے الٹ ہے۔

(۳) خُل۔ کچھ خرچ کرنے سے ہاتھوں کا باندھا جانا اور مغلول الید یعنی بغیل۔

۱۶۔ بُت

کے لیے صَنَمٌ، نُصْبٌ، اَوْثَانٌ، حَبْتٌ، اور طَاعُوتٌ کے الفاظ آئے ہیں،

۱۔ صَنَمٌ (ج اَصْنَام) چاندی، پتیل یا لکڑی کے خود تراشیدہ بت اور مورتیاں وغیرہ (معن م) جو قابل انتقال اور خرید و فروخت ہوتے ہیں۔ صَنَاعَةُ الْأَصْنَامِ۔ بُت فروشی کے فن اور پیشہ کو کہتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ جن کا باپ آزر بھی کاروبار کرتا تھا، اپنے ربؑ دعا کرتے ہیں،

وَابْحُسْبِنِي وَبِنِعْمَتِكَ الْأَصْنَامُ۔ اور اے پروردگار! مجھے اور میری اولاد کو بتوں کے پرستش سے بچائے رکھنا۔ (۱۳)

۲۔ نُصْبٌ، نَصَبُ الشَّيْءِ کے معنی کسی کو سیدھے رخ کھڑا کر دینا اور زمین میں گاڑ دینا اور نَصِيبٌ وہ پتھر ہے جو بطور نشان راہ گاڑا جاتا ہے (معن) اور نَصِيبٌ پتھر یا لوہے وغیرہ کے اس مجسمے کو بھی کہتے ہیں جو کسی جگہ بغرض عبادت نصب کر دیا گیا ہو۔ یہ مجسمے عموماً تلیوں، ویلوں اور پیروں یا بادشاہوں کے ہوتے ہیں۔ اور ایسے مقامات جہاں یہ مجسمے نصب ہوں انہیں تھان کہا جاتا ہے اور اس کی جمع نَصَبٌ اور اَنْصَابٌ آتی ہے۔ قرآن میں ہے:

وَمَا دُبَّحَ عَلَى النَّصْبِ وَاَنْ تَسْتَفْتِيَهُمْ اَوْ رُوهُ جَانُوْرٌ هِيَ جُوْتَانٌ پَرَزَنٌ كَمَا جَاءَتْ اُوْرِيْبِي بِاَلْاَنْزَلَاْمِ (۵)

پانسوں کے تیروں سے قسمت معلوم کرو۔ (یہ سب کچھ

تم پر حرام کیا گیا ہے)

۳۔ وَاَوْثَانٌ (ج اَوْثَان) اپنی جگہ ثابت و قائم رہنے والے بت (۱-۲) یہ بت تراشیدہ اور نصب کردہ نہیں ہوتے۔ بلکہ بعض مخصوص مقامات پتھروں، درختوں، ستاروں یا دروازوں وغیرہ میں خشکی صفات کا عقیدہ رکھ کر ان کی عبادت شروع کر دی جاتی ہے۔ اَلْوَشْيُ حَبْتٌ پَرَسْتٌ كُوْرُوْرٌ اَلْوَشْيَةُ بت پرستی کو کہتے ہیں (مخبر) ارشاد باری ہے،

فَاِحْتَبِذُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اِحْتَبِذُوا قَوْلَ الْزُّوْرِ (۳)

تو بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو۔

۴۔ چبّت: بمعنی بُت و کاہن و فال گری، اور ہسرد، چیسر جس میں خیر نہ ہو (۲-۱) یہ لفظ دراصل ادہام و خرافات کے لیے جامع لفظ ہے۔ جس میں جادو، ٹونے ٹونکے، جنتر منتر، ستاروں کی تاثیرات، گنڈے، نقش اور تعویذ وغیرہ سب کچھ شامل ہے۔

۵۔ طاعُوت بمعنی لات، عزیزی، جادوگر، کاہن، باطل، بُت اور غیر اللہ کی پرستش اور سرکش (۲-۱) گویا طاعوت سے مراد وہ تمام باطل اور سرکش نظام یا قوت ہے جو اللہ کے مقابلہ میں اس کے احکام کی اطاعت پر مائل یا مجبور ہوں۔ ارشاد باری ہے:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أَوْتُوا نَصِيبًا كَمَا آتَى الْكُفْرَانَ كَثِيرًا لَّيْسَ لَهُمْ صِغَارٌ وَلَا عِلْمٌ وَلَا خَيْرٌ لَّهُمْ فِيهَا حَتَمٌ وَمَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ (۱۰۶)

کیا آپ نے ان لوگوں پر غور نہیں کیا جنہیں کتاب اللہ سے حصہ ملا ہے۔ پھر بھی وہ جنت اور طاعوت پر ایمان رکھتے ہیں۔

ماحصل: (۱) اَصْنَام، تراشیدہ اور قابل انتقال و خرید و فروخت بت۔

(۲) نَصَب، کسی جگہ کاڑھے ہونے جیسے۔

(۳) وَثْن، مخصوص مقامات اور شجر و حجر وغیرہ جن میں خانی صفات تسلیم کی جائیں اور ان کی عبادت کی جائے۔

(۴) چبّت، ادہام و خرافات مثلاً ٹونا ٹونکے، جادو گنڈا یا ستاروں کے اثرات اور ان کی فرادوانی ماننا۔

(۵) طاعُوت، اللہ کے سوا ہر وہ باطل اور سرکش طاقت نظام یا اقتدار جسے خدائی احکام کے علی الرغم تسلیم کر لیا جائے۔

بت لانا کے لیے دیکھیے آگاہ کرنا۔

۱۰۔ بجلی

کی تین مختلف اقسام کے لیے تین الفاظ بَیْرُق، رَعْد اور صَاعِقَة آتے ہیں۔

۱۔ بَیْرُق، چمکنے والی یا کوندنے والی بجلی کو کہتے ہیں جو آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے اور بَیْرُقُ الْبَصَرُ

بمعنی آنکھوں کا چندھیانا۔ قرآن میں ہے:

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارًا هُمْ قَرِيبٌ هُوَ كَرْبَلَى كِيكِبِ، ان کی آنکھوں کی بصارت کو اچھلے جاتے۔ (۲۰)

۲۔ رَعْد، کڑکنے اور گرجنے والی بجلی۔ نیز ایسے بادل کو بھی کہتے ہیں جس میں کڑک اور گرج ہو (ص)

ارشاد باری ہے:

وَيَسْبِغُ الرِّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلٰٓئِكُۃُ مِنْ حَيْفَتِهِ (۳۳)

اور رعد اور فرشتے سب اس کے خوف سے اس کی تسبیح و تحمید کرتے رہتے ہیں۔

۳۔ صَاعِقَة، گرنے اور گر کر جسم کرنے والی بجلی کو کہتے ہیں۔ لہذا اس کا معنی عذاب الہی یا موت بھی

کر لیا جاتا ہے۔

اور امام راغب کہتے ہیں کہ اس سے مراد ایسا خوفناک وہمہا کہ ہے جو اجسام علوی سے متعلق ہوا اور

اس کے مقابل لفظ صَفَعٌ ہے جو اجسام ارضی سے مخصوص ہے اور معنی دونوں کا ایک ہی ہے۔ (معن) اور صاحب منشی الادب اس کے معنی آسمان سے شدید کڑوک کے ساتھ آگ پھینکنا، یا ایسی سخت آواز جسے سن کر بیہوش ہو جائیں؛ بتلاتے ہیں (۲-۱) اس صورت میں صَاعِقَةٌ، رَعْدٌ ہی کی انتہائی صورت ہے۔ صَاعِقَةٌ کی جمع صَوَائِقُ آتی ہے۔ ارشاد باری ہے؛

وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا
مَنْ يَشَاءُ (۱۳)

اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے۔ پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے۔

ماہل؛ بَرَقَ۔ چمکنے والی رَعْدٌ۔ گرجنے والی اور صَاعِقَةٌ۔ شدید کڑوک کے ساتھ گرنے والی بجلی کو کہتے ہیں۔ بچھانا اور بچھانے کے لیے دیکھیے آگ اور اس کے افعال۔

۱۸ بچانا

کے لیے وَفَى، مَنَّعَ، حَاجَزَ، أَحْصَنَ، جَذَبَ اور عَصَمَ کے الفاظ آئے ہیں؛
۱- وَفَى کے معنی بُرے کاموں کے انجام سے ڈرا کر اُن برے کاموں اور اُن کی عقوبت سے بچانا ہے۔

(معن) ارشاد باری ہے؛
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ
وَأَهْلِيكُمْ نَارًا (۲۴)

مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آتش جہنم سے بچاؤ۔

۲- مَنَّعَ کے معنی روکنا اور اس کی ضد الإِعْطَاءُ یعنی کسی کو کچھ دے دینا ہے (م۔ل) روک کٹری کر دینا یا رکاوٹ بن کر کسی مصیبت یا آفت سے بچانے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ قرآن میں ہے؛
وَلَا تَنْسُوا أَنْفُسَكُمْ فَمَا لَكُمْ لِمَنْ حُضِرْتُمْ
مِنَ اللَّهِ (۵۹)

اور وہ لوگ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ان کے قلعے اُن کو خدا (کے مذاہب) سے بچالیں گے۔

۳- حَاجَزَ؛ حجز اصل میں دو چیزوں کے درمیان ایک تیسری چیز ہوتی ہے جو درمیان میں آئی ہو کر آڑ کا کام دے دیتی ہے (م۔ل) اور حجز بمعنی آڑ بن کر ایک چیز کو دوسری سے بچالینا ارشاد باری ہے؛

فَمَا مِنْكُمْ مَّنْ أَحَدٌ عَنْهُ لِحُجْرَيْنِ (۶۹)

۴- أَحْصَنَ، حَصَّنَ کے معنی قلعہ یا پناہ گاہ کے ہیں۔ ابن الفارس کے نزدیک اس کے معنی میں تین باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں (۱) حفاظت (۲) احاطہ (۳) پناہ (م۔ل) لہذا أَحْصَنَ میں بھی یہی باتیں پائی جاتی ہیں گی۔ یعنی روکنا۔ بچانا اور پوری طرح نگہداشت کرنا۔ ارشاد باری ہے؛
وَمَرْيَمَ ابْنَتِ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ
فَرْجَهَا۔ (۳۱)

اور عمران کی بیٹی مریم کی جنہوں نے اپنی ستر نگاہ کو محفوظ رکھا۔

۵- جَذَبَ۔ جذب کے بنیادی معنی ہیں (۱) پہلو (۲) دور کر دینا (م۔ل) اور جَذَبَ کے معنی کسی کو دور

کر کے علیحدہ لے جا کر کسی مصیبت یا آفت سے بچا لینا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے پروردگار کے حضور
دُعا فرمائی،

وَلَجُّنُنِي وَيَسِيَّيَ اَنْ تَعْبُدَا لِاَصْنَامٍ۔ اور مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے کہ تم لوں
کی پرستش کرنے لگیں بچاتے رکھ۔ (۱۳۵)

۶۔ عَصَمَ کسی چیز کو اپنے پاس روک کر یا اپنی حفاظت میں لے کر اسے کسی ایسی آفت سے
بچانا جس میں وہ جا پڑنے والا ہو۔ (م۔ ل) ابن فارس کے اپنے الفاظ میں ع۔ ص۔ م۔ جَمَعَهُ
تَسَدَّلُ عَلَى الْاِمْسَاكِ وَالْمَنَعِ وَالْمَلَا زِمَةَ مِنْ سَوْءٍ مَا يَفْعُ فِيهِ (م۔ ل) ارشاد باری ہے:
يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ
رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ لے پیغمبر! جو ارشادات خدا کی طرف سے تم پر نازل ہوتے
ہیں سب لوگوں کو پہنچا دو۔ اگر ایسا نہ کیا تو تم خدا کا
پیغام پہنچانے میں قاصر رہے اور خدا تم کو لوگوں سے
بچاتے رکھے گا۔ (۱۳۶)

ایک دوسرے مقام پر نوحؑ کا بیٹا حضرت لوطؑ کو یوں جواب دیتا ہے:
سَأَوِي إِلَىٰ جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ (طوفان کے
پانی سے بچالے گا۔)

ماحصل: (۱) وَتِي کسی بڑے کام کی محنت و زراعت (۲) أَحْصَنَ، نگہداشت اور حفاظت کے خود کو بچانا۔

اس جگہ کام اور سزا سے بچانا۔ (۵) جَدَّبَ: کسی چیز سے دور لے جا کر بچانا۔

(۲) مَنَعَ، کسی چیز کی روک بن کر بچانا۔ (۶) عَصَمَ، کسی مصیبت، خوف و خطرہ سے کسی دوسرے کو

(۳) حَجَّزَ، کسی تیسری چیز کا عامل ہو کر بچانا۔ اپنی حفاظت میں لے کر بچانا۔

۱۔ بچنا

کے لیے وَتِي سے (تقیؑ)، حَصَّنَ سے تَحَصَّنَ، جَدَّبَ سے اجْتَدَبَ اور عَصَمَ سے اسْتَعَصَمَ
کے افعال لازم قرآن کریم میں آئے ہیں جن کی تشریح گزر چکی، اب ان کی مثالیں دیکھیے،
التقیؑ، کسی بڑے کام کی سزا سے بچنے کے لیے بڑے کام اور اس کی سزا سے بچنا، پرہیزگاری اختیار کرنا۔
ارشاد باری ہے:

خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا
مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (۲۶۳)
جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے اس کو زور سے پکڑے
رہو۔ اور جو اس میں (لکھا) ہے اسے یاد رکھو تاکہ تم
(عذاب سے) بچ سکو۔

۲۔ تَحَصَّنَ، کسی چیز کی نگہداشت اور حفاظت کر کے اسے بچانا۔ یہ لفظ عموماً اپنی عفت کی حفاظت کے لیے
مستعمل ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا تُكْرَهُوَ فَاقْتَلِبْكُمْ عَلَى الْإِعَاءِ
 إِنَّ أَرْدَنَ تَحَصَّنًا لَتَبْتَعُوا عَرَضَ
 الْحَيَوةِ الدُّنْيَا (۲۲)

اور اپنی لونڈیوں کو اگر وہ پاکدامن رہنا چاہیں تو جبے تیری
 (سے) دنیاوی زندگی کے فوائد حاصل کرنے کے لیے
 بدکاری پر مجبور نہ کرنا۔

۳۔ اجْتَنَّبَ، کسی چیز سے دور رہ کر بچنا۔ ارشاد باری ہے،

فَلِجْتَنَّبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ
 وَاجْتَنَّبُوا قَوْلَ الزُّورِ (۲۳)

تو بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹی بات سے پرہیز
 کرو۔

۴۔ اسْتَعَصَمَ، کسی مضرت، خوف یا گناہ سے خود بچنا۔ قرآن میں ہے،

وَلَقَدْ رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ فَاسْتَعَصَمَ
 طَرَفَ الْمَلِكِ مَا كَفَىٰ يَاجُجَارَ (۳۲)

(زیلینا کہنے لگی، بیشک میں نے اسے (یوسف کو) اپنی
 طرف مائل کرنا چاہا مگر یہ بچا رہا۔

مندرجہ بالا الفاظ علاوہ حَدَرَ اور تَعَفَّفَ بھی بچنا کے معنوں میں قرآن کریم میں استعمال ہوتے ہیں،

۵۔ حَدَرَ، کسی متوقع خطرہ سے بچاؤ کی خاطر سوچنا اور ہوشیار رہنا (مع م ل) ارشاد باری ہے،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَنِ آذَنُواكُمْ
 وَأَوْلَادُكُمْ عَدُوًّا لَكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ (۳۳)

اے ایمان والو! تمہاری عورتوں اور اولاد میں سے بعض
 تمہارے دشمن (بھی) ہیں۔ سواں سے بچتے رہو۔

۶۔ تَعَفَّفَ، عَفَّتْ کے معنی حرام یا غیر مستحسن کام سے رکنا۔ پاکدامن رہنا اور تعفف کے معنی کوشش سے

پاکدامن اور پارسا رہنا ہے (منجھد م ل) قرآن میں ہے،

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ
 التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمِهِمْ لَا
 يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَاقًا (۳۴)

ان کے نہ مانگنے کی وجہ سے نادانف شخص ان کو غنی خیال
 کرتا ہے اور تم قیامت سے ان کو صاف پہچان لو کہ وہ
 (شرم کے سبب منہ پھرا کر اور ہلٹ کر نہیں مانگتے۔

حاصل؛ (۱) راقی اور تقویٰ، بُرے کاموں کی عفت
 (۲) اسْتَعَصَمَ، کسی گناہ یا نقصان بچنا اور حفاظت رکھنا۔

سے ڈر کر ان بُرے کاموں سے بچنا۔

(۳) تَحَصَّنَ، نگہداشت اور حفاظت کے بچنا۔

(۴) اجْتَنَّبَ، کسی چیز یا کام سے دور رہ کر بچنا۔

۲۰۔ بچہ (ط کا)

کے لیے اِحْتَهُ، وَبَيْدَ، مَوْلُودٌ، وَكَلَّ، يَطْفُلُ، صَبِيحٌ اور عَلَامٌ کے الفاظ آتے ہیں؛

۱۔ اِحْتَهُ؛ جنین کی جمع ہے۔ جس کا معنی کسی چیز کو ڈھانپ لینا اور پوشیدہ کرنا اور جنین

وہ بچہ ہے جو ابھی ماں کے پیٹ میں ہو (فل ۹۰) ارشاد باری ہے،

وَلَاذُنْتُمْ اِحْتَهُ فِي بُطُونِ
 اُمَّهَاتِكُمْ (۳۵)

اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں پختے تھے۔

۲- وِلْدًا: کالغوی مفہوم نوزائیدہ بچہ ہے۔ پھر اس لفظ کا اطلاق چھوٹی عمر کے بچوں پر ہونے لگا (مف۔ فل ۱۹۰) قرآن میں ہے:

قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فَيُنَا وِلْدًا وَّلِيْدًا وَّلِيْدًا
فِيْنَا مِّنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ (۳۳)

(فرعون نے موسیٰ سے کہا۔ کیا ہم نے تم کو کہ تم ابھی
بچے تھے پرورش نہیں کیا اور تم نے برسوں ہمارے
ہاں عمر بسر نہیں) کی؟

اور ولد اور مولود کا تعلق صرف بچہ یا اس کی عمر سے نہیں۔ بلکہ والد کے مقابلہ میں اس کے
(جننے جانے) کے فعل سے بھی ہے۔ وہ خواہ چھوٹی عمر کا ہو یا جوان ہو یا بوڑھا اپنے والد کے
مقابلے میں ولد اور مولود ہی ہے۔ ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ وَاخْشَوْا
يَوْمًا لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهِ
وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَايِزٌ عَنِ وَّلَدِهِ
شَيْئًا (۳۱)

لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو اور اس ن کا خوف کرو
کہ نہ تو باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آئے اور نہ بیٹا
باپ کے کچھ کام آسکے۔

اس لحاظ سے ولد اور مولود، ولید یعنی نوزائیدہ بچہ یا طفل شیرخوار کے معنوں میں بھی
آجاتے ہیں۔ مثلاً:

لَا تَضَارُّ وَاَلِدَةَ وَّلَا مَوْلُوْدًا
لَّهُ يَوْمَئِذٍ (۲۳۲)

نہ تو ماں کو اس کے بچے کے سبب (درد ہر پلانے کے
معاملہ میں) نقصان پہنچایا جائے۔ اور نہ بچے کو اس کے والد کی وجہ سے

اور ولد کے لفظ کا تعلق عمر سے ہو۔ تو اس کا اطلاق عموماً آٹھ دس سال کے نوخیز بچوں پر ہوتا ہے
جو چھوٹے موٹے کام کرنے اور خدمت کرنے کے قابل ہو جائیں اور اس کی جمع ولدان آتی ہے۔
مذکورہ نوشتہ دونوں کے لیے مستعمل ہے (فل ۹۳) جیسا کہ قرآن میں ہے:

وَيَطْوُونَ عَلَيْهِمْ وِلْدَانَ مِثْلَدُونِ
اِذَا رَأَوْهُمُ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا
(۹۶)

اور ان (یعنی لوگوں) کے پاس لڑکے آتے جاتے ہونگے
جو ہمیشہ ایک ہی حالت پر رہیں گے۔ جب تم ان پر
نگاہ ڈالو تو خیال کرو کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔

۳- طِفْلٌ: طفل کے معنی نرم و نازک ہونا اور طفلہ گداز بدن عورت کو کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے
جب تک بچہ نرم و نازک رہے وہ طفل ہے (مف) تاہم اس سے ایسے بچے مراد ہوتے ہیں
جو ابھی بالغ نہ ہوئے ہوں (رج اطفال) ارشاد باری ہے:

وَاِذَا بَلَغَ اَلْاَطْفَالَ مِنْكُمْ اَلْحُلُمَ
فَلَيْسَتْ اٰذِنُوْكُمْ اَسْتَاذِنَ اَلَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ (۲۵۹)

اور جب تمہارے لڑکے بالغ ہو جائیں تو ان کو بھی اس
طرح اجازت لیننی چاہیے جس طرح ان سے لگے یعنی
بڑے آدمی (اجازت حاصل کرتے رہے ہیں۔

اس آیت سے یہ واضح ہے کہ بلوغت کے بعد طفل بچہ کی حد سے بڑے کی حد میں داخل ہو جاتا ہے۔

۴۔ صَبِيٌّ، صَبِيٌّ وَهُوَ بَعْجٌ هُوَ ابْنٌ نَادَانِيٌّ أَوْ كَهَيْلٌ كَوْدِيٌّ عَمْرِيٌّ هُوَ (م۔ ل) اور اس لفظ کا تعلق عمر سے زیادہ بچپن کی عادات سے ہوتا ہے۔ اگر لڑکا بالغ ہونے کے بعد بھی نادان اور کھیل کود میں مبتلا ہو تو وہ صَبِيٌّ ہی ہے۔ صَبِيٌّ بمعنی بچکانہ عادات اور حرکات و سکنات والا بچہ ارشاد باری ہے:

يَا يَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَاذْكُرْ
الْحِكْمَ صَبِيًّا (۱۹)

اے یحییٰ! (ہماری) کتاب کو زور سے پکڑے، رُوادِر
ہم نے ان کو لڑکپن ہی میں دانائی عطا فرمائی تھی یعنی
جس عمر میں دوسرے بچے کھیل کود میں مصروف ہوتے ہیں

۵۔ عُلْمٌ: وہ بچہ جس میں جنسی خواہشات بیدار ہو چکی ہوں (م۔ ل) یعنی بالغ ہو چکا ہو۔ نوجوان۔ اَوْ
اِغْتَلَمَ الْفَحْلُ عُلْمَةً یعنی کسی زریں جماع کی خواہش کا پہچان پیدا ہونے کو کہتے ہیں۔ اور عُلْمٌ
نوجوان کو اور اِغْلَامٌ مشت زنی کرنے کو۔ اِغْلَامٌ جمع عُلْمٌ اور عُلْمَانٌ آتی ہے۔ ارشاد
باری ہے:

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ عِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاتِبٌ
لَوْ لَوْ مَكْتُونٌ (۲۳)

اور نوجوان خدمت گزار (جو ایسے ہوں گے) جیسے پھانچا
ہوئے موتی، اُن کے آس پاس پھریں گے۔

ماہل (۱) جَنِينٌ: وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں (۲) طِفْلٌ: بلوغت کی عمر تک کا بچہ۔
(۲) وِلْدٌ: آٹھ دس سال کی عمر تک کا بچہ (والد) (۳) صَبِيٌّ: بچپن کی عادات اور کھیل کود میں رہنے والا نادان بچہ
کی طرف نسبت کی لحاظ سے ہر عمر کا آدمی۔ (۵) اِغْلَامٌ: وہ بچہ جو بالغ ہو چکا ہو۔ نوجوان۔

۲۱۔ بچکانا

کے لیے دَحِيٌّ (دحو) اور طَحِيٌّ (طحو)، سَطْحٌ، فَرَسٌ اور مَهْدٌ کے الفاظ آئے ہیں،
۲-۱۔ دَحِيٌّ اور طَحِيٌّ، یہ دونوں لفظ دراصل ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ صرف تلفظ کا فرق
ہے۔ (مف) یعنی مختلف علاقوں کی لغت ہے۔ قرآن کریم میں یہ دونوں الفاظ صرف ایک ایک
بار ہی استعمال ہوئے ہیں اور ایک ہی معنی میں آئے ہیں۔ کہتے ہیں دَحِيٌّ الْمَطْرُ الْحَصِيُّ۔ بارش
کنکر یوں کو دُور دُور تک بہا لے گئی اور دَحِيٌّ الرَّجُلُ کے معنی اس شخص نے ملک بھر میں یعنی
دُور دراز تک) سفر کیا۔ تو دَحِيٌّ اور طَحِيٌّ کے معنی دُور دُور تک) لے جا کر پھانچا یا پھیلا نا کے ہیں۔
قرآن کریم کی متعلقہ دونوں آیات یہ ہیں:

(۱) وَالسَّمَاءِ وَمَا بَدَأْنَا وَأَلْأَرْضِ وَمَا
طَلَحْنَاهَا (۲۶)

اور آسمان کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے بنایا
اور زمین کی اور اس کی جس نے اسے پھیلا یا۔

(۲) وَالْأَرْضِ بَعْدَ ذَلِكَ دَحِينَا۔ (۲۹)

اور اس کے بعد زمین کو پھیلا دیا۔

اور بعد تحقیق یہ ہے کہ دَحِيٌّ کے مفہوم میں گولائی کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔ اِدْحِيَّةٌ بمعنی ریت میں

شتر مرغ کے انڈے دینے کی جگہ (منجد) اور اُدْحِجُ النِّعَامُ یعنی ریت میں شتر مرغ کے انڈے دینے کی جگہ (مفت) اور دَحْوَةُ شتر مرغ کے انڈے کو کہتے ہیں۔ اور لفظ دَحِجی سے زمین کا گول ہونا ثابت کیا جاتا ہے۔

۳۔ سَطْحَ کے بنیادی معنی پھیلا نا اور پھرا (۲) ہموار کرنا ہیں۔ سَطْحَ الْبَيْتِ گھر کی چھت کو ہموار کرنا اور مَسَطَحٌ ہموار کرنے کے اوزار کو کہتے ہیں۔ مکان کے اوپر کے حصّہ اور چھت کو سطح کہتے ہیں۔ (منجد) امام راغب کے الفاظ میں اَلسَّطْحُ: اَعْلَى الْبَيْتِ جُعِلَ سَوِيًّا (مفت) قرآن میں ہے:

وَالِى الْأَرْضِ كَيْفَ سَطَّحَتْ (۳) اور (کیا وہ نہیں دیکھتے) زمین کی طرف کہ کس طرح بچھائی گئی (یعنی اس کا اوپر کا حصّہ ہموار بنایا گیا)

۴۔ قَرْشٌ بمعنی کپڑا وغیرہ بچھانا (بستر لگانا۔ اور ہر وہ چیز جو بچھائی جائے اسے فرش اور فراش (معنی بچھونا) کہتے ہیں (مفت) فرش کے بنیادی معنی کسی چیز کو پھیلا نا اور فراخ کرنا ہے (م۔ل) یعنی کسی چیز کو پورے کا پورا پھیلا دینا اور قَرْشٌ الدَّارِ بمعنی فرش لگانا۔ اینٹ اور تھچہ بچھانا (منجد) اَلَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ فِرَاشًا جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو قَرْشًا (۴) چھت بنایا۔

۵۔ مَهْدٌ: صاحب منجد کے نزدیک جس طرح چھت کو پھیلانے اور ہموار کرنے کے لیے سَطْحَ کا لفظ آتا ہے اسی طرح زمین کو ہموار کرنے کے لیے مَهْدٌ استعمال ہوتا ہے (منجد) لیکن مَهْدٌ ماں کی گود کو بھی کہتے ہیں جس میں تربیت کا پہلو بھی شامل ہے۔ اور مَهْدٌ الْأَرْضِ کے معنی یہ ہوں گے کہ زمین کو اس طرح پھیلا نا کہ اس کے باشندگان کو وسائل رزق بھی مناسب طور پر مہیا ہوں۔ اور قرآن کریم سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَهَّدْنَا لَهُ تَنْهِيْدًا لَكُمْ نَضَعُ اَنْ اور میں نے اس کے لیے ہر طرح کے سامان میں اَزِيْدٌ (۵) وسعت دی۔ ابھی خواہش رکھنا ہے کہ اور زیادہ دُل!

اور قرآن کریم کی اس آیت:

وَالْاَرْضِ قَرْشًا فَانْعَمَ الْمُهْدُوْنَ۔ اور زمین کو ہم ہی نے بچھایا تو (دیکھو) ہم کیا خوب بچھانے والے ہیں۔ (۵)

سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ مَهْدٌ میں قَرْشٌ سے زیادہ وسعت ہے۔ یعنی ضرورت سے پیشتر متعلقہ سامان کی تیاری۔

- ماہصل: (۲) دَحِجی اور طَحِجی: کسی چیز کو اپنی جگہ سے دُور دُور تک لے جا کر پھیلا دینا۔
- (۳) سَطْحَ: پھیلا نا یا بچھانا اور پھرا سے ہموار کرنا۔
- (۴) قَرْشٌ: کسی چیز کو پورے کا پورا پھیلا نا یا بچھانا اور ہموار کرنا۔
- (۵) مَهْدٌ: بچھانے کے ساتھ اس میں سامانِ تربیت بھی فراہم کرنا۔

۲۲۔ پچھونا

کے لیے قرآن کریم میں حمّاد، فِرَاش اور مَصْجَع کے الفاظ آتے ہیں،
۱۔ حمّاد، حمّاد کا معنی پچھانا اور اس میں سامانِ تربیت مہیا کرنا ہے۔ جیسا کہ اوپر تفصیل گزر چکی ہے۔ زمین کو اللہ تعالیٰ نے اس لحاظ سے حمّاد فرمایا ہے کہ اس میں یہ دونوں باتیں پائی جاتی ہیں۔ ارشاد باری ہے:

أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا ﴿۲۲﴾ کیا ہم نے زمین کو پچھونا نہیں بنایا؟

۲۔ فِرَاش، فرش یعنی پچھانا اور ہموار کرنا۔ الفِرَش اپنے اصل معنی کے لحاظ سے کپڑا پچھانے کے معنوں میں آتا ہے (مفت) تاہم فرش اینٹ پتھر کا فرش لگانے کے معنوں میں بھی آتا ہے جیسے فِرَشَ الرَّجُلِ کے معنی پچھونا پچھانا بھی ہے اور فرش بنوانا بھی (منجد) اور فِرَاش پچھونا یا بستر کو کہتے ہیں اور کنایۃً فِرَاش میاں بیوی میں سے ہر ایک پر بولا جاتا ہے (مفت) جیسے آنحضرتؐ نے فرمایا أَلَوْلَا فِرَاشٌ أَوْ رِلْعَا هِرَاحَجَّرَ (لڑکا خاوند کا ہے اور زانی کے لیے رحم ہے) قرآن کریم نے اس لفظ کو زمین کے معنوں میں بھی استعمال کیا ہے۔ اور پچھونا یعنی بستر کے معنوں میں بھی۔ (ج فُرُش) ارشاد باری ہے:

مُشْكِبِينَ عَلَى فُرُشٍ رِطًا تَمُوتُ مِنْهَا
إِنَّ جَنَّةَ الْفِرَاشِ أُولَٰئِكَ فِيهَا مُتَنَزِعُونَ
اِسْتَبْرَقِي ﴿۵۵﴾

۳۔ مَصْجَع، (مصجع کی جمع ہے) صَجَع یعنی پہلویا کروٹ کے بل لیٹنا، سستانا یا آرام کرنا۔ خواہ اونگھ یا نیند آجاتے یا نہ آتے۔ نیم خوابی حالت (م۔ ق) اور اَصْحَفَةٌ یعنی اس نے سلائی (منجد) اور مصجع یعنی بستر یا پچھونا جس پر آرام کیا یا سویا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

تَتَجَافَى جُنُودُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ
يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا ﴿۲۳﴾

ماہل (۱)۔ مہاد۔ کنایۃً زمین کو کہتے ہیں کہ وہ تمام جانوروں کے سامانِ تربیت کے علاوہ آرامگاہ یعنی بستر کا کام دیتی ہے۔
(۲) فِرَاش۔ بستر یا پچھونا کے لیے عام استعمال لفظ ہے۔

(۳) مصجع۔ ہر ایسی چیز جس کے ساتھ انسان ٹیک لگا کر سستا سکے یا سو سکے۔ خواہ چارپائی اور بستر ہو یا کوئی اور چیز۔

بخشنا اگر کچھ دینے کے معنی ہیں تو دینا، میں اور اگر گناہ وغیرہ معاف کرنا کے معنی ہیں ہو تو معاف کرنا دیکھئے

۲۳۔ نخل کرنا

کے لیے بَخَلَ، اَمْسَكَ، اَدْعَى، اَكْدَى، اَقْبَحَى، صَنَعَ، شَخَّ او عَخَلَ کے الفاظ آتے ہیں،

۱- بَحْلٌ: کے معنی اپنے جمع شدہ مال میں سے ایسی جگہ بھی خرچ نہ کرنا جہاں خرچ کرنا چاہیے (من) بخل دو قسم کا ہوتا ہے (۱) کسی دوسرے کے حقوق کی ادائیگی میں یا انفاق فی سبیل اللہ میں بخل کرنا (۲) اپنی جائز ضروریات پر بھی خرچ نہ کرنا۔ یہ دونوں قسم کا بخل مذموم فعل ہے۔ اور یہ لفظ عام ہے جو ہر طرح کے بخل پر استعمال ہو سکتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

الَّذِينَ يَبْخُلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ
بِالبَحْلِ وَيَكْمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ
مِنْ فَضْلِهِ وَاعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ
عَذَابًا مُهِينًا ﴿١٦٦﴾

جو خود بھی بخل کریں اور دوسروں کو بھی بخل سکھائیں
اور جو (مال) خدا نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمایا
ہے اسے چھپا چھپا کر رکھیں۔ اور ہم نے ایسے ناشکروں
کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

۲- اَمْسَكَ: کے معنی جو کچھ پاس ہو اسے ہاتھ سے نکلنے نہ دینا اور تھامے رکھنا۔ یا کسی چیز سے تمسک جانا اور اس کی حفاظت کرنا (من) کے ہیں۔ اور اَمْسَاكَ کے معنی بخل اور مَسْكُ بمعنی تمسک بھی استعمال ہوتا ہے (م-ل) ارشاد باری ہے:

قُلْ لَوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُونَ خَزَائِنَ رَحْمَةِ
رَبِّيَ اِذَا لَمْ اَمْسِكْمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاكِ
ان کو بند کر کے رکھتے۔

۳- اَوْعَى، الْاِيقَاءُ کے معنی کسی چیز (مال وغیرہ) کو تحفظ میں سنبھال کر اُدپر سے منہ بند کر دینا (من) صاحب منجد کے نزدیک یہ تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے (۱) کسی چیز کو یاد رکھنا (۲) جمع کرنا اور (۳) بخل کرنا (منجد) اور ابن الفارسی کے نزدیک اس کا بنیادی معنی صرف منہ بند کرنا ہے (م-ل) اور وِعَاءُ ہر ایسے سامان کو کہتے ہیں جس کا منہ بند کر دیا جائے یا منتقل کر دیا جائے قرآن میں ہے:

تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وُجُوْهُهُ وَاجْتَمَعَ
فَاَوْعَى - ﴿١٦٧﴾

ان لوگوں کو (دور رخ) اپنی طرف بلائے گی جنہوں
نے (دین حق سے) اعراض کیا اور منہ پھیر لیا اور
مال جمع کیا اور بند رکھا۔

اور اُدْوَى وَاَوْعَى (۱۶۷) بمعنی کسی بات کو دھیان سے سننے اور یاد رکھنے والے کان اور مرد اس سے ایسے آدمی ہیں جو کسی بات کو خوب غور سے سنیں۔ پھر اس کو خوب یاد رکھیں اور اس بات کے الفاظ یا مفہوم میں کسی قسم کی کمی بیشی نہ ہونے دیں۔ جیسا کہ رسول اللہ نے اپنے مشہور خطبہ حجۃ الوداع میں، جو آپ نے اونٹنی پر سوار ہو کر منیٰ کے مقام پر دیا تھا، فرمایا:

نَضَرَ اللَّهُ عِبَادًا سَمِعَ مَقَالَتِي
فَوَعَاهَا ثُمَّ اَدَّاهَا وَبَلَّغَهَا - (ترمذی)

اللہ تعالیٰ اس بندے کو خوشحال رکھے جس نے میری
احادیث کو سنا۔ پھر ان کو یاد رکھا پھر دوسروں تک

پہنچا دیا۔

گویا دینی کا لفظ صرف اموال کے لیے نہیں بلکہ ہر قابل حفاظت چیز کے لیے عام ہے۔
 ۴۔ اَکْدَى: کَدِيَّةٌ - سخت زمین کو کہتے ہیں۔ اور حَقْوَرٌ فَاكْدَى کے معنی ہیں وہ گڑھا کھودنے
 کھودنے سخت زمین تک جا پہنچا (مفت فل ۲۶۲) اور مال کے خرچ کرنے کی نسبت سے اَکْدَى
 کے معنی تھوڑا سا خرچ کر کے ہاتھ روک لینا۔ یا خرچ کرنے کا ارادہ کر کے پھر ترک جانا ہے۔ قرآن
 میں ہے:

أَفْرَأَيْتَ الَّذِي تَوَلَّى وَاعْطَى قَلِيلًا
 بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے منہ پھیر لیا اور
 تھوڑا سا دیا۔ پھر ہاتھ روک لیا۔ (۵۳)

۵۔ اَقْتَرٌ: قَتَرٌ کے معنی بہت کم خرچ کرنا ہے۔ (مفت) اور اَقْتَسَا، اسراف کی ضد ہے۔ یعنی
 اپنی جائز ضروریات پر بھی ضرورت سے کم خرچ کرنا اور کج نموسی کر جانا۔ صاحب مفتی الارب
 کے نزدیک اس کے معنی "وہ شخص جس نے اپنے اہل و عیال پر لطفہ تنگ کر رکھا ہو۔ (۲-۱)
 اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں،
 وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ
 يَقتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا۔
 اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بیجا اٹاتے ہیں اور
 نہ کج نموسی کرتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ نہ ضرورت
 سے زیادہ نہ کم۔ (۲۵)

۶۔ حَنَّ: کے معنی کسی پسندیدہ اور مرغوب شے کے دینے میں نخل کرنا (مفت) اور الضنآن وہ چیزیں ہیں
 جن کی نفاست کی وجہ سے نخل کیا جائے (منجد) جیسے حکیم اپنے مجرب نسخے بتانے یا کوئی فن کار اپنا
 کسب سکھانے میں نخل کرتا ہے۔ ارشاد باری ہے،
 وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ (۸۱)
 اور وہ (محمود اکرم) پوشیدہ باتوں (کے ظاہر کرنے)
 میں نخیل نہیں۔

۷۔ شَخَّ: کے معنی نخل کرنا۔ حرص و لالچ کرنا (منجد) جب نخل اور حرص دونوں باتیں جمع ہو جائیں تو
 اسے شَخَّ کہتے ہیں (فل ۳۳، م) اور اسی کا دوسرا نام شدتِ حرص ہے۔ یعنی ہر وقت
 مال و دولت سمیٹنے کی فکر میں رہنا اور خرچ کرنے میں نخل کرنا۔ ارشاد باری ہے،
 وَمَنْ يُوقِ شَخَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ
 هُمُ الْمُفْلِحُونَ (۵۹)
 اور شَخَّ کے معنی نخیل اور حرص آدمی اور اس کی جمع شَخَّحٌ اور اَشْحَحٌ آتی ہے ارشاد
 باری ہے،

فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَفُوكُمْ
 بِالسِّنَةِ حِدَادٍ أَشْحَحَ عَلَى الْخَيْرِ
 پھر جب خوف جاتا رہے تو تیز زبانوں کے ساتھ تمہارا
 بائے میں زبان درازی کریں اور مال میں نخل کریں (جائزہ صری)
 ڈھکے پڑتے ہیں مال پر (مثنوی) (۳۳)

۸۔ غُلَّ ا کے بنیادی معنی اس طرح کی خیانت ہے کہ اپنے زیر تصرف کوئی چیز جو اپنی ملکیت نہ ہو اٹھا کر چپکے سے اپنے سامان میں رکھ لی جائے جیسے غیبت کے مشرکہ مال سے کوئی چیز اٹھا کر اپنی ملکیت میں کر لینا اور غُلَّ بمعنی طوق ہتھکڑی یا بیٹری یعنی ہر وہ چیز جس سے کسی کے اعضاء کو جکڑ کر وسط میں باندھ دیا جاتا ہے اور اس کی جمع اغلال ہے۔ اسی نسبت سے کنایۃً مغلول الید کجھوس شخص کو بھی کہہ دیتے ہیں جس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں اور وہ کچھ خرچ نہیں کر سکتا۔

قرآن میں ہے،

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُوبَةٌ
خَلَّتْ آيَاتُهُمْ (۴۲)

اور یہود کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ بند ہو گیا۔ انہیں
کے ہاتھ بند ہو جاویں۔ (عثمانی)

خدا کا ہاتھ (گدن سے) بندھا ہوا ہے (یعنی اللہ بخیل ہے)

انہیں کے ہاتھ باندھے جائیں (جان دھری)

ماصل (۱۱) بخل۔ جائز ضرورت تک مخم خرچ کرنا اپنی ذات یا دوسروں کے لیے۔ نیز یہ لفظ بخل کے لیے عام ہے۔

(۲) امسک۔ جو کچھ بھی اپنے پاس ہو اسے روکے رکھنا۔

(۳) اذعی۔ سنبھالنا اور کئی نہ ہونے دینا۔ ہر قابل حفاظت چیز کے لیے عام ہے۔

(۴) اگڈی۔ تھوڑا سا خرچ کرنے کے بعد رُک جانا یا ارادہ کر کے پورا نہ کرنا۔

(۵) اقر، اپنے میال میں نان و نفقہ میں بخل کرنا یا اپنی ذات پر بھی کجھوسی کرنا۔

(۶) صنق، کسی مرغوب شے کے بتلانے میں بخل کرنا۔

(۷) شخ، شدت حرص و دخل کا مجموعہ

(۸) مغلول الید۔ محالاً بخیل اور کجھوس آدمی جو دوسروں کو کچھ نہ دے۔

۲۲۔ بدبختی

کے لیے شِقْوَةٌ، نَحْوَسَةٌ، طَّائِسٌ، شَقُومٌ اور شَقُومٌ کے الفاظ آتے ہیں،

۱۔ شِقْوَةٌ، شِقْوَةٌ اور شِقَاوَةٌ دونوں کے معنی بدبختی (ضد سعادة) اور جس طرح سعادة

امور ارضانیہ سے ہے۔ اسی طرح شقاوۃ اور شِقْوَةٌ بھی امور ارضانیہ سے ہے اور شقی وہ

شخص ہے جو فطرتاً ہی بدبخت یا بد نصیب ہو (مفت) قرآن میں ہے،

قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا

وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ (۲۲)

ہم پر غالب آگئی اور ہم سستے سے بھٹک گئے۔

۲۔ نَحْوَسَةٌ، نَحَّاسٌ کے معنی تانہ بھی ہے اور آگ کی ایسی لیٹ بھی جس کا رنگ تانبے

جیسا ہو۔ اور نَحَّسٌ کے معنی آسمان کا سرخ ہو کر تانبے کی رنگت جیسا ہو جانا ہے اور یہ نَحَّسٌ

کے لیے ضرب المثل ہے۔ اور نَحَّسٌ اور نَحْوَسَةٌ بمعنی سختی اور بدبختی کا دور (نحس کی ضد) بھی

سُنْدِہی آتی ہے) ارشاد باری ہے:

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا
فِيْ اَيَّامٍ ثَجِيسَاتٍ (۳۱۶)

ہم نے ان پر غومت کے دنوں میں زور کی ٹھنڈی
ہوا چلائی۔

۳۔ طائر: طائر یعنی پرند وغیرہ کا ہوا میں اڑنا اور طائر (ج طیں) بمعنی پرندہ ہے۔ چونکہ پرندوں سے فال لینے کا رواج عام تھا۔ لہذا طائر کا لفظ فال یا شگون لینے کے معنوں میں بھی استعمال ہونے لگا۔ اس لفظ کا استعمال عموماً بُرے معنوں میں ہوتا ہے۔ اِطَّيْرَ اور تَطَّيْرَ کے معنی بد فالی یا بُر شگون لینا ہے (مُضْتَمِّنٌ اور مُتَبَرِّكٌ) گویا طائر کا اصل معنی بد معنی نہیں بلکہ بد معنی کی فال لینا ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالُوا اِنَّا تَطَّيْرُنا بِكُمْ (۳۱۸)

کافروں نے رسولوں سے کہا کہ ہم تمہیں نامبارک سمجھتے ہیں۔

تو ان پیغمبروں نے یہ جواب دیا کہ:

قَالُوا طَائِرُكُمْ مَعَكُمْ (۳۱۹)

پیغمبر کہنے لگے کہ تمہاری بد معنی تمہارے ساتھ ہے۔

۴۔ شائم: الشَّامَةُ الْمُشْتَمَةُ بمعنی غومت۔ بے برکتی اور بایاں پہلو (مخبر) اور بایاں پہلو بھی غومت کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ اور شامت دراصل ایسی بد شگونی کو کہتے ہیں جو اپنے اعمال کے نتیجہ میں متوقع ہو۔ شامت اعمالِ شہور لفظ ہے اور تَشَائِمٌ بمعنی بُری فال لینا (مُضْتَمِّنٌ) ارشاد باری ہے:

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَ تَوَّصَوْا بِلَصْنَةٍ وَ تَوَّصَوْا بِالْحَيَّةِ
اَوَّلِكَ اصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَيْتِنا هُمْ اصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ۔

پھر ان لوگوں میں داخل ہوا جو ایمان لائے اور میری تلقین اور لوگوں پر شفقت کرنے کی وصیت کرتے رہے یہی لوگ صاحبِ سعادت ہیں اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو نہ مانا، یہی لوگ بد بخت ہیں۔

(۱۹:۶۱-۶۲)

۵۔ حُسوم: الحسوم بمعنی چیز کو کاٹنا اور اس کے نام و نشان تک کو مٹا دینا اور زائل کر دینا۔ اور حُسام بمعنی تلوار۔ پھر حُسوم لسی غومت یا عذاب کو بھی کہتے ہیں کہ انسان کا نام و نشان تک مٹا دینے (مفت) ارشاد باری ہے:

وَأَمَّا عَادُ فَاهْلِكُوا بِرِيحِ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ۔ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَتَلَيُّنَةٍ اَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَى۔ كَانَتْهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ

رہے عاد تو ان کا نہایت تیز آندھی سے ستیا ناس کر دیا گیا۔ خدا نے اس ہوا کو سات دن اور آٹھ راتیں لگاتار چلائے رکھا۔ تو تو دیکھے انہیں پھڑپھڑے ہوئے، گویا وہ ہیں پھجوروں کی کھوکھلی جڑیں۔

خَاوِيَةٍ۔ (۷۹:۶۶)

- ماہصل (۱) بِشْقَوَةٍ۔ ایسی بدبختی جو مقدمہ ہو۔ (۴) شَتْمُومِر۔ شامۃ۔ اعمال کے نتیجہ میں متوقع بدبختی۔
 (۲) نَحْوَسَاةٍ۔ بدبختی اور سختی کا دور۔
 (۵) حَسُوْمِر۔ ایسی بدبختی جو یلیا میٹ کرے۔
 (۳) طاش۔ کسی کے متعلق بدبختی کی فال لینا۔ بڑھانی

۲۵۔ بددُعائیں

کے لیے لَعْنٌ، بَعْدٌ، سُنْحَقًّا اور اِبْتِهَالٌ (بہل) کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔
 ۱۔ لَعْنٌ یعنی کسی کو ناراہنگی کی بنا پر اپنے سے دُور کرنا اور دھتکارنا ہے۔ اور جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا مطلب اللہ کی رحمت اور توفیق سے دور ہونا ہے (معت) اور نیز یعنی گالی دینا نیکی سے دور کرنا اور دھتکارنا ہے (مخبر) اور لعنت بددعا کے لیے عام اور جامع لفظ ہے۔ ارشاد باری ہے:

لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي بَيْتِ إِسْرَائِيلَ
 عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ
 بِنُوحٍ إِذْ أَوْفَىٰ يَدَاهُ آيَاتِنَا
 وَأَبَاهُ يُنَادِيهِمْ فِرْعَوْنُ بِأَسْفَلَ سُرَّتِهِ
 اتُّخِذُوا لِلْكَافِرِينَ مَوَدَّةً
 لِلَّذِينَ كَفَرُوا فِي بَيْتِ إِسْرَائِيلَ
 وَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ

(۵۸)

۲۔ بَعْدٌ اور بَعْدٌ (بُعْدًا) یعنی دور ہونا۔ ہلاک ہونا۔ مرنا۔ اور بُعْدًا بددعا کا کلمہ ہے یعنی اللہ اس کو ہلاک کرے یا اپنی رحمت کے دور کرے (مخبر) ارشاد باری ہے،
 أَلَا بُعْدًا لِّلْمَدِينِ كَمَا بَعْدَتْ
 ثَمُودُ (۱۶)
 ثَمُودَ بِرَحْمَتِي
 إِذْ كَانُوا يَكْفُرُونَ

۳۔ سُنْحَقًّا، سُنْحَقٌّ یعنی دُور وغیرہ کو پسینا ہے۔ اور اسُنْحَقَّ الثُّوبُ یعنی کپڑے کا پرانا ہونا اور اسُنْحَقَّهُ اللهُ کے معنی اللہ سے ہلاک کرے (معت) نیز سُنْحَقٌّ سُنْحَقًّا یعنی دور ہونا اور اسُنْحَقَّ یعنی دور کرنا بھی ہے (مخبر) گویا یہ بھی بددعا کا کلمہ ہے اور اس کا معنی بھلائی سے دُری ہے۔ مگر اس میں بُعْدًا سے زیادہ شدت پائی جاتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَاعْتَرَفُوا بِذَنبِهِمْ فَسُحِقًا
 لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ (۳۶)
 لِيُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ وَيَسُدَّ
 عَنْهُمْ سُبُلَ الرِّجَالِ
 وَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكٰفِرِينَ

۴۔ اِبْتِهَالٌ، اِبْتِهَالٌ فَلَا تَأْمَادُ رِبَةً استعمال ہوتا ہے اور اس کا معنی ہے کسی کو اس کی رستے اور لڑہ میں آزاد چھوڑ دینا اور اِبْتِهَالٌ وَالْاِبْتِهَالُ فِي الدُّعَاؤِ کے معنی دعا میں پوری آزادی اور عاجزی سے دُعا کرنا (معت) پھر چونکہ آیت مباہلہ میں اللہ کی لعنت کا ذکر ہے۔ اس لیے مباہلہ کا لفظ ایک دُوسرے پر لعنت بھیجنے کے معنوں میں مشہور ہو گیا گویا اس کا استعمال بھی بُرے مفہوم میں ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

ثُمَّ نَبَّيْتَهُمُ لِنَجْعَلَ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِمْ
 وَلِيُذَكِّرَ الَّذِينَ لَمْ يَرْجِعُوا
 إِلَى اللَّهِ أَنَّهُمْ كَانُوا
 فِي لَعْنَتِهِمْ يَوْمَ أُحُدٍ

خدا کی لعنت بھیجیں۔

الْكَافِرِينَ ﴿۴۱﴾

ماصل (۱) لَعْنٌ: خدا کی لعنت اور توفیق سے دوری کی بددعا۔

(۲) بَعْدُ: رحمت کے دوری اور ہلاکت کی بددعا۔

(۳) سُنْحًا: بددعا کے لیے عام اور جامع لفظ۔ اس کے مفہوم میں بَعْدًا سے زیادہ شدت پائی جاتی ہے۔

(۴) اِبْتِغَالٌ: فریقین کا ایک دوسرے پر لعنت لگنے کے لیے مکمل آزادی سے عداوت کا کرنا۔

۲۶۔ بد صورت بنانا۔ ہونا

کے لیے مَسَخٌ، كَلَجٌ اور قَبْحٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ مَسَخٌ: بمعنی شکل و صورت کو بگاڑ دینا اور خراب کر دینا (مف) ارشاد باری ہے،

وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنَهُمْ عَلَىٰ مَكَانَتِهِمْ
وہاں سے نہ آگے جا سکیں اور نہ پیچھے لوٹ سکیں۔

(۴۶)

۲۔ كَلَجٌ، كَلَجَةٌ: بمعنی منہ اور اس کے آس پاس کا حصہ اور کالج وہ شخص جس کے ہونٹ آپس میں
پلیں نہیں بلکہ گھٹے رہتے ہوں اور كَلَجٌ، كَلَجٌ بمعنی تیوری چڑھا ہوا ہونا اور اَلْكَفُوحُ بمعنی تیوری چڑھانے
میں دانست نکالنا (مجد) اور صاحب فتنہ اللغۃ کے نزدیک یہ تیوری چڑھانے کا انتہائی درجہ
ہے (دیکھیے تیوری چڑھانا) جس میں انسان کا تحلیلہ بگڑ جاتا ہے اور دانست نکلے ہونے کی وجہ
سے بڑا بد صورت دکھائی دیتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

تَلْفَحُ وُجُوهُهُمْ النَّارَ وَهُمْ فِيهَا
كَالْحُوتِ ﴿۴۷﴾
اگ ان کے چہروں کو جھلس دے گی اور وہ اس (دوزخ)
میں بڈکل ہو سے ہوں گے

۳۔ قَبْحٌ: بمعنی بد صورت ہونا۔ بد نما ہونا اور قبیح بمعنی بُرا۔ بد نما۔ بڈ شکل اور قبیح کا لفظ معنوی
طور پر بھی استعمال ہوتا ہے بمعنی قول یا فعل یا شکل کا بُرا ہونا (مجد) ارشاد باری ہے:

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمْ شَرِبُوا
الْمَقْبُوحِينَ ﴿۴۸﴾
اور وہ قیامت کے روز بھی بد حالوں سے ہوں گے

اس آیت میں مقبوحین دونوں معنی دے رہا ہے۔

ماصل (۱) مَسَخٌ: اچھی شکل و صورت کو بگاڑنے اور بُری بنانے کے لیے۔

(۲) كَلَجٌ: کسی عارضہ، تکلیف یا جذبات کی وجہ سے عارضی طور پر شکل کے خراب ہونے کے لیے اور

(۳) قَبْحٌ: پیدائشی طور پر بُری شکل و صورت ہونے کے لیے آتا ہے۔ صفات کے لیے بھی آتا ہے۔

بد حالی اور بڈگونی کے لیے بڈبختی اور نامبارک سمجھنا دیکھیے!

۲۷۔ بد کاری

کے لیے بزنا، بغاء، سافح اور فاحشہ کے الفاظ آئے ہیں،
۱۔ بزنا، معروف لفظ ہے۔ یعنی کسی مرد کا غیر عورت یا عورت کا اپنے مرد کے علاوہ کسی دوسرے سے بد فعلی کا ارتکاب زنا کہلاتا ہے (معنی) ارشاد باری ہے،
وَلَا تَقْرُبُوا الزَّوْجَاتِ الَّتِي كَانَتْ فَاِحِشَةً ۚ اُوْر زنا کے پاس بھی نہ جانا کہ وہ بے حیاتی اور بُری
وَسَاءَ سَبِيْلًا (۱۶۶)

۲۔ بغاء، بغی کے معنی حد سے تجاوز کرنا، نافرمانی کرنا، درازدستی کرنا ہیں۔ اور بَاَحْتِ الْاَمَةِ بِغَاءٌ کے معنی لوٹنڈی کا زنا کرنا ہے اور بغی کے معنی زنا کا فاحشہ عورت کے ہیں (مخبر) یعنی بغاء کا لفظ یا تو لوٹنڈی کے زنا سے مخصوص ہے یا پھر پیشہ ور بدکار عورت یعنی کجبری کے لیے۔ جو دوسروں میں زانیہ مشہور ہو چکی ہو۔ قرآن ان دونوں معنوں کی تائید کرتا ہے۔ ارشاد باری ہے،
وَلَا تُكْرَهُنَّ وَفَلْتَيَا تَكْرَهُنَّ عَلَى الْبِغَاءِ (۱۶۷) اور اپنی لوٹنڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرنا۔
ایک دوسرے مقام پر یہود حضرت مریم کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں،
يَا بَاَحْتِ هٰؤُوْنِ مَا كَانَ اَبُوؤُا امْرَاً لِّسُوْرٍ وَمَا كَانَتْ اَمْرًا بَغِيًّا (۱۶۸) اور نہ تیری ماں ہی بدکار تھی۔

۳۔ سافح، سفح کے معنی خون یا پانی بہانا اور سافح کے معنی زنا کرنا ہیں (مخبر) اور اِنْ الْفَارَسِ کے الفاظ میں صَبَّ الْمَاءِ بِلَا حَقْدٍ نِجَاحٌ یعنی نِجَاح کے عقد کے بغیر زنا کرنا۔ گویا زنا اور سافح میں فرق یہ ہے کہ اس میں تکرار پایا جاتا ہے۔ اور قرآن کریم نے مُخْصِنَاتِ کے مقابلے میں مُسَافِحِيْنَ کا لفظ استعمال کر کے، اس کی تائید کر دی ہے۔ تو سافح کے معنی ہماری زبان میں "بطور واسطہ رکھنا" ہیں اور مُسَافِحِ یعنی ایسی عورت اور مرد ہیں جن کے آپس میں علاقہ تعلقاً استوار ہوں۔ آشنا کا لفظ بھی آج کل اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے،
فَاِنَّكَ حَوْرٌ بِاَذْنِ اَهْلِيْهِنَّ وَاَتُوْهُنَّ اَجْوَرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُخْصِنَاتٍ غَيْرِ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ اَنْحَادٍ۔
تو ان کے ساتھ ان کے مالکوں سے اجازت حاصل کر کے نکاح کر لو۔ اور دستور کے مطابق ان کا مزہ بھی ادا کرو۔ بشرطیکہ حقیقت ہوں نہ ایسی کہ کھلم کھلا بدکاری کریں اور نہ درپردہ دوستی کرنا چاہیں۔ (۱۶۹)

۴۔ فاحشہ، فحش کے معنی ہر وہ قول یا فعل جو قباحت اور بُرائی میں حد سے بڑھا ہوا ہو (معنی) مل اور فاحشہ سے مراد ایسے اقوال و افعال ہیں جو زنا کے قریب لے جاتے ہیں یعنی بے حیاتی کے کام اور باتیں اور ان معنوں میں یہ لفظ قرآن کریم میں بار بار استعمال ہوا ہے اور زنا کے لیے فاحشہ مُبَيِّنَةٌ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے،

وَلَقَدْ نَعَصُ لَوْ هُنَّ لَتَذَهَبُوا بِبَعْضِ
مَا آتَيْنَهُمْ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ
مُبِينَةٍ (۱۶)

اور اس نیت کے جو کچھ تم نے ان کو دیا ہے اس میں سے
کچھ لے لو انہیں (گھروں میں) مت روکن مگر یہ کہ وہ
کھلے طور پر بدکاری کی متحکب ہوں۔

اور فاحشہ کا لفظ ایسے بدکاری کے فعل پر آتا ہے جو ابھی ثبوت کا محتاج ہو۔ ارشادِ باری ہے
وَالَّتِي يَأْتِيَنَّ الْفَاحِشَةَ مِنْ
نِسَاءِ كَعَفَا سْتَشْرَهْدُوا
عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةٌ مِنْكُمْ (۱۷)

مسئلہ نوا تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا ارتکاب
کر بیٹھیں ان پر اپنے لوگوں میں سے چار شخصوں کی شہادت
لو۔

ماصل (۱۷) زنا۔ معروف لفظ ہے۔ غیر مرد اور غیر عورت کا آپس میں بد فعلی کرنا۔

(۲) بفاء۔ لوندی کا بدکاری کرنا یا پیشہ در عورت کا۔ زنا کا پیشہ۔

(۳) سافح۔ غیر مرد اور غیر عورت کا بدکاری کے تعلقات علانیہ استوار رکھنا۔ دا شتر رکھنا۔

(۴) فاحشہ۔ زنا کے قریبے جانے والے کاموں اور باتوں یا اس زنا کے الزام کے لیے آتا ہے جو ثبوت کا

محتاج ہو۔

۲۸۔ بدل دینا

کے لیے بَدَل، حَوَل، عَتْر، حَتْرَف اور تَحَوَل، تَحَوَل اور دَوَل کے الفاظ قرآن میں آتے ہیں،
۱۔ بَدَل، بَدَل معروف لفظ ہے یعنی ایک چیز کے عوض کوئی چیز اور بدل سے مراد کسی چیز
کے بدلے دوسری چیز ملے آنا (مف) گویا پہلی چیز مفقود اور اس کی جگہ دوسری چیز موجود ہوتی ہے۔
۲۔ حَوَل، حَوَل کے معنی ابن فارس کے نزدیک تَحَوَل فی دور یعنی پیکر میں حرکت کرنا ہے (م) اور
اور کسی چیز کے ارد گرد کو اس کا حَوَل کہتے ہیں اور حَوَل کے معنی کسی چیز کو اصل جگہ سے ہٹانے
کسی دوسری جگہ رکھ دینا۔ گویا حَوَل میں چیز مفقود نہیں ہوتی۔ بلکہ اصل مقام سے ہٹ جاتی ہے۔

چنانچہ ارشادِ باری ہے:

فَمَنْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ
فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا وَلَنْ
تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا (۲۵)

یہ اگلے لوگوں کی روش کے سوا کسی اور چیز کے منتظر نہیں
سو تم خدا کے دستور میں نہ تو تبدیلی پاؤ گے نہ اُسے
مٹا پاؤ گے (عثمانی ج)

اور خدا کا دستور یہ ہے کہ مجرم قوموں کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ آیت بالا میں خدا کے دستور میں تبدیلی
کا مطلب یہ ہے کہ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ مجرم قوم پر سزا کی بجائے انعامات ہونے لگیں اور تحویل
کا مطلب یہ ہے کہ جرم تو کسی کا ہو اور اس کی سزا دوسرے کو ملے۔

۳۔ عَتْر، عَتْر کے معنی سوا۔ کوئی دوسرا اور عَتْر سے مراد حالت کی تبدیلی ہے۔ عَتْر میں کوئی چیز
نہ مفقود ہوتی ہے اور نہ اپنی جگہ سے ہٹتی ہے بلکہ اس کی حالت یا صورت میں تبدیلی واقع ہوتی ہے
ارشادِ باری ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ (۱۳)

خدا اس (نعمت) کو جو کسی قوم کو (حاصل) ہے نہیں بدلتا جب تک وہ آپ اپنی حالت نہ بدلے۔

اور اسی آیت کا ترجمہ کسی شاعر نے یوں کیا ہے۔
خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ جو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

ایک دوسرے مقام پر شیطان اللہ تعالیٰ کو یوں جواب دیتا ہے:
وَلَا ضَلَّتْهُمْ وَلَا مَيَّيَّتْهُمْ وَلَا مَرَّتْهُمْ
فَلْيَبْتَئِكُنَّ أَذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَا مَرَّتْهُمْ
فَلْيَبْتَئِرْنَ خَلْقَ اللَّهِ (۱۱۸)

اور میں (جی آدم کو) گمراہ کرتا اور امیر میں دلاتا ہوں گا اور یہ سکھاتا رہوں گا کہ جانوروں کے کان چیرتے رہیں اور (یہ بھی) کستا رہوں گا کہ وہ خدا کی بنی ہوئی صورتوں کو بدلتے رہیں۔

۴۔ حروفِ ا حروف کے بنیادی معنی کسی چیز کے کنارے کے ہیں اور حروفِ ت کے معنی اس کنارہ کو موڑ دینا (معن م ل) اور حروف کی جمع حروف اور حروف الکلام سے مراد حروفِ تہجی ہیں۔ اور تحریف الکلام یہ ہے کہ سلسل عبارت کے کچھ الفاظ کو سیاق و سباق کا خیال نہ رکھ کر اصل مقام کے بجائے دوسرے مقام پر چسپاں کر دینا جس سے کوئی دوسرا مطلب حاصل کیا جاسکے اور اگر کچھ لفظوں کی بجائے دوسرے لفظ داخل کر دیے جائیں تو یہ تبدیلی ہموگی اور یہودیہ دونوں کام کر لیا کرتے تھے۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَا تَقْضِيهِمْ مَّيِّتًا وَلَهُمْ لَعْنَةُ مَوْتِهِمْ وَ
جَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ
الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ (۵)

تو ان لوگوں کے حمد توڑنے کے سبب ہم ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔ یہ لوگ کلمہ (کتاب) کو اپنے مقامات سے بدل دیتے ہیں۔

اور تحروف یعنی کنارے پہلو بدلنا اور تحروف عنہ یعنی کسی سے مائل ہو کر ایک طرف ہو جانا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ يُؤْمَرْ بِهِ يَوْمَئِذٍ دُوبِرْهُ إِلَّا الصَّخْرَةَ
لَقِيَتْهَا (۶)

اور جو شخص جنگ کے روز سوائے اس کے کہ لڑائی کے لیے کنارے کنارے چلے (جانہ صری)

ہنر کرنا ہوا لڑائی کا (مثنوی)

۵۔ نکر، نکر میں دو باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں (۱) اجنبیت اور (۲) ناگواری۔ تنبیح کی ضد تعریف ہے اور منکر کی معروف۔ تنبیح یعنی کسی کو نہ پہچاننا اور تعریف یعنی کسی کو پہچاننا۔ اسم نکرہ اور اسم معرفہ مشہور الفاظ ہیں۔ اور منکر یعنی بڑے کام اور معرف یعنی بھلے کام اور نکر کے معنی اسم نکرہ بنا نا بھی ہے (منجد) اور کسی چیز کی ہیئت کو اس طرح بدل دینا کہ وہ اپنے جہا معلوم ہو۔ ارشادِ باری ہے:

قَالَ نَكَرُوا لَهَا عَنْ شَهَاتِهَا (۷)

سیماں نے کہا اس (بلقیس) کے لیے اس کے تخت کا

رُوب بدل دو۔

۶۔ ذَاوِل، اَلذَّوْلَةُ وَالذَّوْلَةُ بمعنی گردش کرنا اور ذَاوِل کی ضد ذَاوِر ہے۔ ذَوْد اور ذَاوِرَةُ کا لفظ تنگ دستی، بد حالی اور گردشِ آیام کے لیے آتا ہے۔ اور ذَوْلَةُ اور ذَوْلَةُ مَبْرُءِ دُنُوں سے خوشحالی کے آیام پھرنے کو کہتے ہیں۔ اور ذَاوِل بمعنی خوشحالی کے دنوں کا اول بدل کرنا یا پھیر پھیر کر لانا (مفت) ارشاد باری ہے:

وَتِلْكَ الْأَيَّامُ تُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (۳۳)

اور یہ دن ہیں کہ ہم ان کو لوگوں میں ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔

ماحصل: (۱) بَدَّلَ، ایک چیز کو مفقود کرنا (۴) تحریف، کسی سلسل عبارت یا تحریر میں یا اس کے اور اس کی جگہ دوسری لانا۔
 مفہوم میں تبدیلی کرنا۔
 (۲) تَحْوِيلٌ: کسی چیز کو اس کے اصل مقام کی بجائے (۵) تَنَكُّرٌ، رُوب بدل دینا۔
 دوسری جگہ کر دینا
 (۶) ذَاوِلٌ، اول بدل کرنا اور بہتر حالت کی طرف لانا۔
 (۳) تَغْيِيرٌ: کسی چیز کی حالت یا صورت میں تبدیلی لانا۔

۲۹۔ بدلہ

کے لیے بَدَّلَ، بَدَّلَ، عَدَّلَ، اَتَجَرَ، حَزَّأَ، فَوَّابٌ، عَقَّابٌ، وَشَبَّالٌ، كَفَّارَةٌ وَفَصَّاصٌ
 فِدْيَةٌ اور دِلِّيَّت (ودی) کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔
 ۱۔ بدل، بمعنی ایک چیز کے بجائے دوسری چیز لانا (مفت) اور یہ کم بھی ہو سکتا ہے زیادہ بھی، اچھا بھی اور بُرا بھی، اس جیسا بھی اور اس کے علاوہ بھی۔ گویا بدلہ کے لیے یہ لفظ عام ہے۔ ہم یہاں صرف دو مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں:

(۱) ارشاد باری ہے:

أَفْتَحْ ذَوْنَهُ وَذَرِيَّتَهُ أُولِيَاءَ مَنْ
 دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بَيْنَسَ
 لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا (۳۰)

کیا تم شیطان اور اس کی اولاد کو میرے سوا دست بناتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ اور (شیطان کی دوستی ظالموں کی ہے) خدا کی دوستی کلمہ بدل ہے۔ (ماہنامہ صریح)

(۲) اَلَا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا
 صَالِحًا فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ
 حَسَنَاتٍ (۳۱)

مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو خدا تمہیں کیوں سے بدل دے گا۔

۲۔ ب، ایک چیز کے عوض دوسری بالکل ایسی ہی چیز کے لیے آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَكُتِبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنْ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ
 وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ

اور ہم نے ان لوگوں کے لیے تورات میں یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک

وَالَّذِينَ بِالْأَذْنِ وَاللِّسَانِ وَالْيَدِ وَالرِّجْلِ وَ
 كَانُكَ بَدَلُكَ كَانُ، دانت کے بدلے دانت اور سب
 زخموں کا اسی طرح بدلہ ہے۔

۳- عَدْلٌ، جبکہ یہ بدلہ اصل چیز کے متوازن اور متناسب ہو۔ (تفصیل "انصاف کرنا" میں دیکھیے) ارشاد
 باری ہے،

وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ
 مِنْهَا عَدْلٌ ﴿۱۶﴾
 نہ کسی کی سفارش قبول کی جائے اور نہ کسی سے کسی کا بدلہ
 قبول کیا جائے۔

۴- اَجْرٌ اور اَجْرَةٌ وہ بدلہ ہے جو پہلے عہد و پیمان سے تعین ہو چکا ہو یا وقت ضرورت آجرو
 بدلہ کا اعلان کرے اور اجیر اس کو قبول کر کے کام شروع کر دے۔ یہ جڑے عمل ہے۔ اور کونایع مند
 بدلہ کے لیے بولا جاتا ہے۔ اجر کا لفظ دینی اور دنیوی دونوں طرح کے بدلہ کے لیے آتا ہے۔ لیکن
 اجرت کا لفظ عموماً دنیوی بدلہ پر بولا جاتا ہے۔ اور اجز کام لینے والے کو اور اجزین کام دینے والے
 خد متکار یا اجرت وصول کرنے والے کو کہتے ہیں (مفت) اور استاجز یعنی کسی کو مزدور یا نوکر رکھنا،
 اجر کا استعمال دینی، دنیوی دونوں صورتوں میں قرآن کریم میں مذکور ہے۔ ارشاد باری ہے،

﴿۱﴾ وَلَا جِزْيَ إِلَّا جِزْيَ قَوْمٍ لَّكِنَ يَتَّخِذُونَ
 اَمْثَلًا وَكَانُوا يَشْكُرُونَ ﴿۱۶﴾
 اور جو لوگ ایمان لائے اور ڈرتے رہے، ان کے لیے
 آخرت کا اجر بہت بہتر ہے۔

انہوں نے (موسیٰ) سے کہا کہ میں چاہتا ہوں اپنی ان و
 بیٹیوں میں سے سے ایک کو تم سے بیاہ دوں۔ اس (عہد)
 پر کہ تم آٹھ برس میری خدمت کرو۔

۵- جزاء کے معنی کالی ہونا اور کفایت کرنا (م۔ ل) اور جزاء وہ بدلہ ہے کہ جو کام کی نسبت سے کسی
 صورت کم نہ ہو۔ خواہ وہ کام ادا اس کا بدلہ اچھا ہو یا بُرا۔ اور اس میں عہد و پیمان اور تعین بھی شرط نہیں
 ارشاد باری ہے،

وَمَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۷﴾
 اور تم کو ویسا ہی بدلہ ملے گا جیسے تم کام کرتے رہے۔

۶- ثواب، ثوب کے بنیادی معنی دوبارہ آنا اور واپس آنا کے ہیں اور يَتُوبُ الْإِنْسَانُ إِلَى اللَّهِ کے معنی
 جس شخص کے پاس لوگ بھرت آتے جاتے ہوں۔ قرآن میں یہ لفظ ان معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے
 ارشاد باری ہے،

وَلَاذْجَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ
 وَأَمْنًا ﴿۱۸﴾
 اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے جمع ہونے اور امن
 پانے کی جگہ مقرر کیا۔

علیٰ ہذا القیاس انسان کو اس کے اعمال کا جو بدلہ لوٹتا ہے۔ اسے ثواب کہا جاتا ہے (مفت)
 گو اس کا استعمال نیز و شر دونوں طرح ہو سکتا ہے۔ تاہم عموماً اچھے اعمال کے اچھے بدلہ کے لیے آتا ہے
 ارشاد باری ہے،

فَاتَمَّهُمُ اللَّهُ تَوَابَ الدُّنْيَا وَحَسَنَ تَوَابَ الْآخِرَةِ (۳۳۸)
تو خدا نے ان کو دنیا میں بھی بدلہ دیا اور آخرت میں بھی بہت اچھا بدلہ دے گا۔

اور یہ جو قرآن میں ہے:
هَلْ تَوَابُ الْكُفَّارِ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (۳۳۹)
تو کافروں کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ مل گیا۔

اس آیت میں بطور طرز ثواب کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

۷۔ عِقَاب، کا لفظ بُرے کام کے بُرے بدلہ کے لیے آتا ہے (تفصیل "انجام" میں دیکھیے) یعنی سزا یا عذاب کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاقْفُوا لِلَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (۱۹۶)
اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے

۸۔ كَفَّارَةٌ: كَفَّرَ بمعنى چھپانا (تفصیل انکار کرنا) میں دیکھئے) اور تکفیر بمعنی گناہ کو چھپانا اور كَفَّارَةٌ کے معنی وہ نیکی جو گناہ کے بدلے میں کی جائے اور اس سلسلہ میں جو صدقہ یا روزہ رکھا جائے وہ كَفَّارَةٌ کہلاتا ہے۔

۹۔ وَبَالَ: وَبَالَ کے بنیادی معنی میں شدت اور قتل کا مفہوم پایا جاتا ہے (مفت - منجد) اور اس کے معنی لاشعی سے مارتے جانا ہے۔ اور وبال کا لفظ کسی بُرے کام کی سخت سزا کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یہ سزا خواہ دنیا میں ملے یا آخرت میں لیکن اکثر دنیوی گرفت یا مکافاتِ عمل کی صورت میں ملتا ہے۔ اب مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

(۱) وبال بصورت کفارہ، اَوْ كَفَّارَةٌ
یا کفارہ (دے اور وہ) مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یا اس کے برابر روزے رکھے تاکہ اپنے کام کی سزا کا مزہ چکھے۔
صَيَا مَا لَيْدُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ (۹۵)

(۲) كَمَثَلِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ذَاتُوا وِبَالَ أَمْرِهِمْ وَكَرِهْتُمْ عَذَابَ آيَتِهِ (۵۹)
ان کا حال ان لوگوں کا سا ہے جو ان سے کچھ ہی پیشتر اپنے کاموں کی سزا کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ اور (بھی) ان کے لیے دکھ دینے والا عذاب تیار ہے۔

۱۰۔ قِصَاص: قص کا بنیادی معنی کسی چیز کا تعلق کرنا ہے (م۔ ل) اور قصاص کے معنی کسی کے بُرے فعل کا بدلہ دینا ہے (منجد) اور قصاص بالعموم انسانی خون اور اس کے اعضا و جوارح سے تعلق رکھتا ہے۔

جس کی مثال اسی عنوان میں ب کے تحت گزر چکی، تاہم یہ ضروری نہیں۔ ارشاد باری ہے:
الشُّرُكُ الْحَرَامُ بِالشُّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرْمَتُ قِصَاصٌ (۱۶۳)
ادب کا ہمینہ ادب کے مینے کا مقابل ہے اور ادب کی چیزیں ایک دوسرے کا بدلہ ہیں۔

۱۱۔ فِدْيَةٌ: فداع کے معنی کسی کی طرف سے کچھ مال وغیرہ دے کر اسے کئی مصیبت سے بچالینا ہے (مفت)

صاحبِ منجد کے نزدیک مال وغیرہ دے کر قید سے بچھڑانا ہے۔ اور یہ رقم جو بطور معاوضہ دی جائے فِذْیَۃً ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا يَأْتُوكُمْ أُسْرَىٰ تَفْذُوهُمْ
وَهُمْ مُحْرَقُونَ عَلَيْكُمْ إِحْرَاجُهُمْ -
اور اگر وہ تمہارے پاس قیدی ہو کر آئیں تو بدلہ دے کر
ان کو چھڑا بھی لیتے ہو۔ حالانکہ ان کا نکال دینا ہی
تم پر حرام تھا۔ (۲/۵)

۱۲- دِیَۃً (ودی) وَدَىٰ يَدَىٰ وَدَىٰ وَدِیَۃً یعنی قاتل یا اس کے لواحقین کا مقتول کے لواحقین کو خون بہا دکرنا۔ اور اودی یعنی کسی کا ناجائز خون بہانا اور دِیَۃً وہ مال ہے جو مقتول کی جان کے عوض قاتل یا اس کے درنار کی طرف سے دیا جاتا ہے (معت) ارشاد باری ہے:

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيرُ
رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِیَۃٌ مَّسْلَمَةٌ إِلَىٰ
أَهْلِهَا إِلَّا أَنْ يَصَدَّقُوا (۴۶)
اور جو بھول کر بھی مؤمن کو مار ڈالے تو (ایک تو) ایک
مسلمان غلام آزاد کرے اور (دوسرے) مقتول کے وارثوں
کو خون بہا دے۔ الا یہ کہ وہ معاف کر دیں۔

ماصل (۱) بدلہ کے لیے عام لفظ، کم
ہو یا زیادہ، اچھا ہو یا بُرا۔
(۲) ب: مال و لپی ہی چیز سے بدلہ دینا۔
(۸) وِیَال: مکافاتِ عمل کی صورت میں شدید
گرفت۔

(۳) عَدْل: اصل چیز کے متوازن اور متناسب بدلہ
(۹) کَفَّارَة: گناہ کے دور کرنے کے لیے عوض یا بدلہ۔
(۱۰) قِصَاص: انسانی خون ناحق اور اعضا و جوارح کا بدلہ۔
(۱۱) فِذْیَۃ: کسی کو نصیبت یا قید سے بچھڑانے کا عوض خانہ۔
(۱۲) دِیَۃ: قاتل یا اس کے لواحقین کا مقتول کے لواحقین کو خون بہا دینا۔
(۳) آجروا طے شدہ بدلہ۔ خدمت کا عوض خانہ۔
(۵) جَزَا: وہ بدلہ جو کسی صورت کم نہ ہو۔
(۶) ثَوَاب: اچھے کام کا اچھا بدلہ۔

۳۰۔ بدلہ دینا

کے لیے جَزَا، ثَوَاب اور اَثَاب، عَذَاب اور دَانَ کے الفاظ آتے ہیں۔
۲۱- جَزَا کا بیان تو "بدلہ" (جزاء) اور اَثَاب اور ثَوَاب کا بھی "بدلہ" میں گزر چکا ہے۔ باقی عَذَاب اور دَانَ کی تفصیل یہ ہے:

۳- عَذَاب: عَذَاب یعنی سخت پراس کی وجہ سے کھانا چھوڑ دینا اور عَذَاب کے معنی میٹھا اور خوشگوار شروب یا کھانا اور مَآءُ عَذْبٍ کے معنی ٹھنڈا اور خوشگوار پانی اور اَعْدَابُ یعنی میٹھے پانی پر پہنچنا (معت منجد) لیکن یہ لفظ بابِ تفعیل میں جا کر اپنے بنیادی معنی چھوڑ دینا ہے اور عَذَابُ یعنی سخت تکلیف یا سزا دینا یا عذاب دینا ہے۔ ابو ہلال اس کی تعریف "أَلَا لَكُمْ الْمُسْتَقْرَرُ" یعنی ثابت و برقرار رہنے والا دکھ سے کہتے ہیں۔ (فقہ ل ۱۹۸) ارشاد باری ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ
اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج لیں، عذاب نہیں

دیا کرتے۔

رَسُولًا (۱۶)

۴۔ دَانَ، الدِّينِ کا لفظ بڑے وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ مختصراً اس کے چار معانی ہیں۔ (۱) مکمل حاکمیت (۲) مکمل عبودیت اور بندگی۔ قرآن میں ہے،

أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ (۳۹) تو اس میں یہ دونوں مفہوم پائے جاتے ہیں (۳) قانون جزا و سزا بھی اور (۴) اور اس قانون کے اچھے اور بُرے اعمال کی جزا اور سزا دینا بھی۔ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ (۱۶) میں یہ چوتھا مفہوم پایا جاتا ہے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

فَلَوْلَا إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ
تَرْجِعُونَهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔
پھر اگر تم بدلہ دیے جانے سے آزاد ہو تو روح کو
جب نکل رہی ہوتی ہے، لوٹا کیوں نہیں لیتے۔ اگر تم

سچے ہو۔

(۵۶
۸۷، ۸۶)

ماحصل: (۱) جَزَا، پورا پورا بدلہ دینے کے لیے۔

(۲) اِثَابٌ اور ثَوْبٌ، عموماً اچھے کام کے اچھے بدلہ کے لیے۔

(۳) عَذَابٌ، سخت سزا کے لیے۔

(۴) دَانَ، جزا و سزا میں عاظم و محکوم کے پہلو کو اُھاگر کرنے کے لیے آتا ہے۔

۳۱۔ بدلہ لینا

کے لیے عَاقِبٌ، اِنْتَقَمَ اور اِنْتَقَمَ کے الفاظ آتے ہیں،

۱۔ عَاقِبٌ، عقب کے معنی ایڑی اور پیچھے اور عقب کے معنی پیچھے لگنا اور عَاقِبٌ کے معنی کسی کے پیچھے لگ کر اس کا مواخذہ کرنا اور سزا دینا (مخبر) ارشاد باری ہے،
وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا
أُورَاكُمْ بَدَلَةً لِّوَأْسَىٰ قَدْرٍ بَدَلَةً لِّوَأْسَىٰ قَدْرٍ تَكْرِيمًا
پہنچائی جائے۔

عَوِّقْتُمْ بِهِ (۱۱۶)

۲۔ اِنْتَقَمَ، نفع کے معنی کسی چیز کو بُرا سمجھنا اور اس میں عیب دھرنے (مع - م ل) فتنان

میں ہے،

وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا
ان کو مومنوں کی یہی بات بُری لگتی تھی کہ وہ خدا پر ایمان
لائے ہوتے تھے۔

بِاللَّهِ الْعَظِيمِ (۵۷)

اور انتقام کے معنی کسی کو اس کے ناپسندیدہ کام پر غضبناک ہو کر سزا دینا یا بدلہ لینا ہے۔ اور ابولہاسن عسکری کے نزدیک انتقام کی ضد انعام اور انتقام کا معنی انعام کا سلب کر لینا ہے (فتاویٰ ۱۹۹) ارشاد باری ہے:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرُوا بِالْآيَاتِ وَرَبِّهِ
اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون جس کو اس کے پروردگار کی
آیتوں سے نصیحت کی جائے تو وہ ان سے منہ پھیرے

مُنْتَقِمُونَ (۳۲) ہم گنہگاروں سے ضرور بدلہ لینے والے ہیں۔

۳۔ اِنْتَصَرَ: نَصَرَ کے معنی ظلم اور زیادتی دور کرنے کے لیے کسی کی مدد کرنا (محیط) اور اِنْتَصَرَ کے معنی کسی ظلم و زیادتی اور دفع مضر کے لیے بدلہ لینا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ (۳۳) اور جو ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم (تعدی) ہو تو (مناسب طریقے سے بدلہ لیتے ہیں۔)

ایک دوسرے مقام پر حضرت نوحؑ اپنے پڑور و گار سے فریاد کرتے ہیں:

فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ تو اس نے اپنے پڑور و گار سے دعا کی کہ میں (ان کے مقابلے میں) کمزور ہوں تو ان سے بدل لے۔

(۵۲) میں کمزور ہوں تو ان سے بدل لے۔

ماحصل (۱) عاقب: کسی کے پیچھے لگ کر اس کے کیے کا بدلہ لینا۔

(۲) انتقام: کسی کو اس کے بُرے اعمال پر غضبناک ہو کر سزا دینا یا بدلہ لینا یا نعمت کا چھین لینا۔

(۳) انتصار: کسی ظلم و زیادتی کا بدلہ لینا۔ خواہ ظلم خود لے یا اس کی مدد کرتے ہوئے کوئی دوسرا بدل لے۔

۳۲۔ بدست ہونا

کے لیے نَزَفٌ، غَالٌ (غول) اور سَكْرٌ کے الفاظ آتے ہیں:

۱۔ نَزَفٌ: بمعنی کسی چیز کا بتدریج ختم ہو جانا ہے۔ نَزَفَ الْمَاءُ الْبَيْتْرَ بمعنی بتدریج کنویں سے

سارا پانی نکال لینا اور نَزَفَ الْمَاءَ بمعنی بتدریج پانی کا ختم ہو جانا۔ اسی طرح نَزَفَ دَمْعَهُ

بمعنی اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ بہہ کر ختم ہو گئے یا خشک ہو گئے۔ اور نَزَفَ الرَّجُلُ

کسی شخص کی عقل کا بتدریج ختم ہو جانا، بے عقل ہونا یا بدست ہونا ہے۔ اس کی وجہ خواہ کچھ ہو۔

(معنی منجھ) ارشاد باری ہے:

لَا يَصْلَحُونَ عَنْهَا وَلَا يُنْفِقُونَ۔ اس سے نہ تو ان کے سر میں درد ہوگا اور نہ بکواس

کریں (عثمانی) (۵۶)

۲۔ غَالٌ (غول) الغول بمعنی گونا گوں شکلیں اختیار کرنے والا جن اور جادوگر۔ پھلاوہ، پٹریل (معنی منجھ)

اور الغول بمعنی مدہوشی، سر درد۔ (منجھ) اور غَالٌ بمعنی کسی کو یوں ہلاک کر دینا کہ اس کا پتہ بھی نہ چل

سکے (معنی) گویا غول سے ایسی مدہوشی اور بدستی مراد ہے جس کی وجہ معلوم نہ ہو سکے۔ ارشاد باری ہے:

لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْفِقُونَ (۳۴) نہ اس سے عقلیں ضائع ہوں اور نہ بکواس کریں (عثمانی)

۳۔ سَكْرٌ، سُكْرٌ کا استعمال عموماً شراب کی وجہ سے مستی اور عقل ضائع ہو جانے پر ہوتا ہے اور

سَكْرٌ بمعنی ہر نشہ آور چیز ہے۔ یعنی جب کسی بھی چیز کی مستی، خواہ غلبہ عشق ہو یا موت کی سختی کی وجہ

سے عقل زائل ہو جائے تو سَكْرٌ کا استعمال ہوگا۔ سَكْرَاتُ الْمَوْتِ مشہور لفظ ہے۔ ارشاد

باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ
 وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ (۳۳)

اسے ایمان والو! جب تک تم نشہ کی حالت میں ہوتو

ماہصل: (۱) نَزْف، بتدریج عقل کا زائل ہونا، وجہ خواہ کچھ بھی ہو، لیکن معلوم ہو۔
 (۲) غَسُول، ایسی بدستی جس کی وجہ معلوم نہ ہو سکے۔

(۳) سُكْر، ایسی فوری بدستی جس کی وجہ شراب ہو۔ تاہم یہ لفظ علیہ عشق یا دہشت کے موقع پر بھی استعمال ہوتا ہے۔
 براہِ گنجۂ کرنا — دیکھیے اُجھازنا،

۳۳۔ برا۔ بُرائی

اور بُرا کے لیے بِئْسٌ، شَرٌّ اور سَاءٌ اور اس کے مشتقات اور قَبِيحٌ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ بِئْسٌ: بمعنی بُرا، لکنہ ذم، فعل ماضی جامد ہے۔ کسی ناگوار کام یا بُری بات کی مذمت کے لیے استعمال
 ہوتا ہے۔ (موجد) اور اس کی ضد نِعْمَةٌ ہے۔ یعنی اچھا، واہ واہ، کیا خوب، جو ہر قسم کی مدح کے
 لیے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

فَحَسْبُ بِلْجَهَنَّمَ وَكَيْسٌ الْمُنَادِ (۳۶)

سوا لیے کو جہنم سزا دار ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے

۲۔ شَرٌّ: ہر وہ چیز جس سے ہر کوئی کراہت کرے یا اس سے نقصان پہنچے اور اس کی ضد خَيْرٌ ہے
 یعنی سب کے لیے مرغوب اور پسندیدہ (مفہم) اور شَرٌّ کا لفظ بُرا، بُرائی اور تکلیف سب معنوں
 میں استعمال ہوتا ہے۔ اور شرارہ آگ کی چنگاری کو کہتے ہیں جس کی جمع شرر ہے۔

اور شرارت ہر وہ درپردہ فعل ہے جس سے کسی کو نقصان پہنچایا جاسکے۔ اور بُرے آدمی کو شریر
 کہتے ہیں اور اس کی جمع اشْرار آتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ
 خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا
 وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ۔ (۲۱۶)

اور عجیب نہیں کہ ایک چیز تم کو بُری لگے اور وہ تمہارے
 حق میں بھلی ہو۔ اور عجیب نہیں کہ ایک چیز تم کو
 بھلی لگے اور وہ تمہارے لیے مضر ہو۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَقَالُوا مَا لَنَا لَا نَرَىٰ رِجَالًا كُنَّا
 نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْأَشْرَارِ۔ (۳۸)

اور (اہل دوزخ) کہیں گے کیا سبب ہے کہ ہم (یہاں)
 ان شخصوں کو نہیں دیکھتے جنہیں ہم بُروں میں شمار کرتے تھے

۳۔ سَاءٌ: بمعنی قبیح ہونا (موجد) بد صورت یا ناگوار ہونا، جو ظاہری بد صورتی اور معنوی خرابی دونوں کے لیے
 آتا ہے۔ اور اس کی ضد حَسَنٌ ہے۔ اسی طرح سَيِّئَات (بُرے کام) کی ضد حَسَنَات آتی ہے،
 سَاءٌ سے صرف ماضی اور مضارع کے صیغے آتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

(۱) معنوی بُرائی کے لیے:

وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ عَلَىٰ

اور وہ (اپنے اعمال کے) بوجھ اپنی پیٹھوں پر اٹھاتے

ظَنُّوْهُمْ أَلَسَاءَ مَا يَزِيْرُونَ۔
ہوئے ہوں گے۔ دیکھو جو بوجھ اٹھا رہے ہیں۔ بہت
بُرا ہے۔ (۴۱)

۲۔ ظاہری بد صورتی کے لیے؛

فَلَمَّا رَاوْهُ رُفِنَتْ وُجُوْهُ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴿۱۶﴾
سو جب وہ دیکھ لیں گے کہ وہ (دعا) قریب آ گیا تو
کافر دل کے منہ بڑے ہو جائیں گے۔

اور سَاء سے فعل متعدی اَسَاء کے معنی خراب کرنا اور بگاڑنا، بُرا بنا دینا کے ہیں۔ ارشاد باری ہے،
فَاِذَا جَاءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْءَا
وُجُوْهُكُمْ ﴿۱۶﴾
پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا تو (ہم نے پھر
اپنے بندے بھیجے تاکہ تمہارے چہروں کو بگاڑ دیں۔

اور سُوْء (مع) یعنی بُرا بُری۔ بُرائی جو کسی چیز کے اندر ہو۔ اِسْوَاءُ بمعنی بد کار آدمی۔ اور سُوْءُ
(صفت) بمعنی عیب بُرا کام اور بُرائی کے معنوں میں آتے ہیں۔ اور مُسِيْحٌ بمعنی بُرے کام کرنے والا
بدکار۔ بد کردار۔ ارشاد باری ہے؛

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
وَلَا الْمُسِيْحِ ﴿۱۷﴾
اور نہ وہ لوگ جو ایمان لاتے اور نیک کام کیے اور
بدکار (برابر ہو سکتے ہیں)۔

۴۔ قَبِيْحٌ؛ بمعنی قول یا فعل یا شکل کا بُرا ہونا اور قبیح بمعنی بُرا۔ بد نما (منجذ) یہ لفظ عموماً ظاہری حالت
کی بُرائی کے لیے آتا ہے اور قَبِيْحٌ بمعنی بد حال (مع) بمعنی بد صورت یا بد نما ہونا (منجذ)
ارشاد باری ہے؛

وَاتَّبَعْتُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا
لَعْنَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِنَ
الْمَقْبُوْحِيْنَ۔ ﴿۱۸﴾
اور ہم نے اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگا دی
اور قیامت کے دن بھی وہ بد حالوں میں سے ہونگے۔

ماہل؛ (۱) يٰٓهٰلُ؛ کلمہ ذم ہے اور اس کی ضد نِعْمٌ ہے۔

(۲) شَرٌّ؛ ہر وہ چیز جس سے انسان کراہت کرے۔

(۳) سَاءٌ؛ ظاہری اور معنوی بد صورتی کے لیے آتا ہے اور اس کی ضد حَسَنٌ ہے۔

(۴) قَبِيْحٌ؛ بد حال یا بد صورت ہونا۔ قول یا فعل اور شکل کی بُرائی کے لیے آتا ہے۔ عموماً ظاہری طور پر استعمال ہوتا ہے۔

۳۴۔ بُرَا بَجَلًا كَمَا

کے لیے ذَمٌّ، عَدْبٌ، لَأَمٌ (لوم) سَبٌّ اور تَرْجَبٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ذَمٌّ (ضد مدح) بمعنی بُرائی کرنا۔ عیب گیری کرنا۔ اَذَمُّ۔ بمعنی حقیر جاننا اور سَدَمٌ بمعنی
کسی سے خود بچنا اور اسے اپنے لیے ننگ و عار سمجھنا (منجذ) اور ذَمَامٌ بمعنی عزت اور تَعَمُّدٌ
یعنی اس نے اس کی خوب بے عزتی کی۔ (م۔ ق) گویا ذَمٌّ کا لفظ ایسے کام پر عیب گیری یا بجزئی

کرنے کے لیے آتا ہے جن کا کرنا کرنے والے کے لیے باعث ننگ و عار ہو۔ ارشاد باری ہے:

ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلُهَا ۖ يَهْرَأَسُ كَيْ يَلِيَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَمَّا أَقْرَبُوا مَقْرَبًا مَقْرَبًا ۖ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ﴿۱۶﴾

جس میں وہ نعرین سر کر اور زندہ خدا ہو کر داخل ہو گا۔

۲۔ عَدَبَ، بمعنی سرزنش کرنا، خشکی کرنا۔ (یہ لفظ لغت اضداد سے ہے) عاتب کے معنی ملامت کرنا اور غصہ کرنا بھی ہے اور ناز سے خطاب کرنا بھی۔ اور اَعَدَّبَ کے معنی سبب ناراضگی کو دور کرنا اور اسْتَعَدَّبَ کسی کو راضی کر لینا اور رُوٹھے ہوئے کو سنا لینا (منجد) گویا عتاب ایسی میٹھی میٹھی سرزنش اور ملامت کو کہتے ہیں جس کا مقصد بالآخر رضامند ہونا اور من جانا ہو۔ اور عتاب کا استعمال دوستی اور ہمدردی کے تعلقات ضائع کرنے پر ہوتا ہے (فقہ ل ۲۹) ارشاد باری ہے۔

وَإِنْ يَسْتَفْتِيْهِمْ فَاٰمَنَّا مِنْهُمُ الْمَعْتَبِيْنَ ﴿۲۳﴾

اگر وہ سنا ناچاہیں تو ان سے رضامندی نہ ہوگی۔

۳۔ لَامَ، بمعنی کسی کام کو بُرا سمجھ کر اس کے کرنے والے کو بُرا بھلا کہنا (مع) خواہ یہ فعل بذات خود بُرا نہ ہو اور بمعنی انسان کے کسی فعل کے نتیجہ پر اسے تنبیہ کرنا (فقہ ل ۲۹) ارشاد باری ہے:

يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ﴿۵۳﴾

اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔

۴۔ سَبَّ، بمعنی مغلطات بخانا اور بخش گالیاں دینا (مع) اور سَبَّبَ بمعنی بہت زیادہ گالی دینا۔ (منجد) ارشاد باری ہے:

لَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴿۱۰۹﴾

جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے یا پرستش کرتے ہیں انہیں گالی نہ دو۔ ورنہ وہ ازراہ نادانی ضد میں آ کر اللہ تعالیٰ کو بُرا بھلا کہنے لگیں گے۔

۵۔ تَوَبَّ، کسی کے بُرے فعل پر اسے سرزنش اور زجر و توہین یا ڈانٹ ڈپٹ کرنا (مع) توبہ کے معنی میں ہے:

لَا تَتَّبِعِ تَابِ عَلَيْهِمْ الْيَوْمَ بَیْفِرُوا ۗ اللَّهُ لَكُمْ ﴿۱۳﴾

(حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا) آج تم پر کوئی سرزنش نہیں۔ اللہ بھی تمہیں معاف کرے۔

ماحصل: (۱) ذہر: عیب گیری کر کے کسی کی بے عزتی کرنا۔

(۲) عَدَبَ، ناراضگی دور کرنے کے لیے میٹھے انداز میں خشکی کا اظہار کرنا۔

(۳) لَأْمَرٌ، کسی کو اس کے کسی فعل پر بُرا بھلا کہنا۔ اس کے کام کے نتیجہ پر تنبیہ کرنا۔

(۴) سَبَّبَ، بخش مغلطات بخانا۔

(۵) تَوَبَّ، ملامت کے علاوہ ڈانٹ ڈپٹ بھی کرنا۔

۳۵۔ بُرَا لِكُنَا

کے لیے نَسَكَرَ اور نَقَعَمَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- نَسَكَرَ میں بنیادی طور پر دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ (۱) اجنبیت (۲) ناگواری۔ اور اَنْكَوَرَ کے معنی انکار کرنا بھی ہے اور اچنبھا سمجھنا بھی اور مَسَكَرَ کے معنی ہر وہ بات جو عام معاشرہ کی نگاہوں میں ناپسندیدہ ہو یا جسے شریعت نے ناپسندیدہ قرار دیا ہو۔ اور نَسَكَرَ بمعنی ایسی بُری بات جو ہر ایک کو ناگوار ہو اور بُری لگے۔ قرآن میں ہے :

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ مُّشْكِرًا (۵۴)

تو تم ان (کافروں سے) منہ پھیر لو اس دن جب بلائے والا ایک ناپسندیدہ بات کی طرف بلائے گا۔

۲- نَقَعَمَ اور نَقَعَمَ بمعنی کسی چیز کو بُرا سمجھنا (معت) اور بمعنی مکروہ جاننا۔ عیب لگانا، ملامت کرنا، سزا دینا (مخبر) گویا نَقَعَمَ ایسی ناگوار بات کو کہتے ہیں کہ کسی کو بُری لگے، کسی کو نہ لگے۔ خواہ یہ بات فی الواقعہ ناگوار ہو یا نہ ہو۔ پھر وہ اس کے انتقام پر بھی اتر آتے اور نَقَعَمَ بمعنی سزا، عذاب یا بدلہ بھی ہے۔ قرآن میں ہے :

وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ (۵۵)

اور ان کافروں کو مومنوں کی صرف یہ بات بُری لگتی تھی کہ وہ خدا کے غالب و قابل ستائش پر ایمان لائے تھے!

ماحصل (۱) نَسَكَرَ، ہر وہ بات جو عام لوگوں کی نظروں میں ناگوار ہو اور اچنبھا بھی ہو۔

(۲) نَقَعَمَ، جو کسی خاص شخص کو بُری لگے اور وہ اسے برداشت نہ کر سکے۔ اگرچہ فی الواقعہ بات بُری نہ ہو۔

۳۶۔ بَرَابِرٌ بَرَابِرُهُنَا۔ كِرْنَا

کے لیے عَدَلٌ، سَوَاءٌ، سَوَاءٌ اور استواری کے الفاظ آئے ہیں :

۱- عَدَلٌ، ایسی چیزوں میں برابری کو کہتے ہیں جن کا تعلق ماپ تول یا وزن سے ہو یا جن کا اور اک حواس ظاہری سے ہو سکے (معت) انہی حواس ظاہرہ کی بنا پر ہی عدل کو انصاف بھی کہا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے :

أَوْعَدَلْ ذَلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ (۹۵)

یا اُس کے برابر روزے رکھے تاکہ وہ اپنے کرمات کا مزہ چکھے۔

۲- سَوَاءٌ اور استواری، حالت اور مقدار کی برابری کے لیے آتا ہے (معت۔ فقہ ل ۱۲۸) ارشاد باری ہے :

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ (۶)

جو لوگ کافر ہیں انہیں تم نصیحت کرو یا نہ کرو ان کے لیے برابر ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْلَىٰ وَالْبَصِيرُ أَمْ
هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ ﴿۱۶﴾
کیا دینا اور نابینا برابر ہو سکتے ہیں یا کیا اندھیرے اور
روشنی برابر ہو سکتی ہے۔

اور استوی علیٰ کا معنی کسی سواری پر چم کر بیٹھنا ہے۔

اور قرآن کی حالت کو برابر کرنے کے لیے استوی کا لفظ آتا ہے۔ درج ذیل آیت میں یہ دونوں الفاظ
اکٹھے آگئے ہیں۔

الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ
وہ ذات جس نے تجھے پیدا کیا۔ پھر (تیری حالت کو)

درست کیا پھر تجھے برابر (متناسب و متوازن) کیا۔ (۱۶)

اور استوی کا لفظ بھی وسیع المفہوم ہے۔ جس میں پورا کرنا۔ برابر کرنا۔ درست اور ٹھیک ٹھاک کرنا۔
سب کچھ آجاتا ہے۔

ماہصل: عدل کا تعلق ان چیزوں سے ہے جن میں حواس ظاہرہ سے برابری پیدا کی جاسکے اور سواہو حالت اور
مقدار میں برابری اور مساوات کو کہتے ہیں۔

۳۷۔ بر باد ہونا۔ کرنا (ضائع ہونا۔ کرنا)

کے لیے ضل اور اصطل، تحبط اور اخبط، بطل اور ابطل اور اصناع کے الفاظ آتے ہیں،
۱۔ ضل کے معنی کسی چیز کا ضائع ہو کر دوسرے کے حق میں چلا جانا ہے (م۔ ل) یعنی اپنے وجود کو
ختم کر کے یا لیا میٹ کر کے کسی دوسرے وجود میں مدغم ہو جانا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَقَالُوا آءِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿۲۲﴾
اور کافر کہنے لگے کہ جب ہم زمین میں رل مل جائیں گے
تو کیا از سر نو پیدا ہوں گے؟

پھر بعض دفعہ یہ لفظ صرف کسی چیز کے وجود کے ختم ہو جانے یا ضائع و بر باد ہونے کے معنوں میں
بھی آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا عَلَيَّ
أَنفُسِهِمْ أَنفُسَهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ﴿۲۳﴾
وہ کافر کہیں گے (معلوم نہیں) کہ وہ ہمارے شریک
کہاں غائب ہو گئے۔ اور اقرار کریں گے کہ بیشک وہ کافر تھے

اور ضل کا لفظ اگرچہ عام ہے جیسا کہ مندرجہ بالا مثالوں سے ظاہر ہے۔ تاہم اس کا طلاق عموماً
راستہ کھودینے پر ہوتا ہے اور ضل یعنی راہ گم کر دینا اور صحیح راہ کا پتہ نہ چل سکانا۔ اور اس کی

تلاش میں پھرنا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ﴿۲۴﴾
اور اترنے تجھے بھٹکانا یا اترا بھٹکانا (عثمان)

اور اصطل کا معنی عموماً کسی دوسرے کو راستہ سے بھکا دینا، بھٹکا دینا۔ اور

بھکا کر غلط راستے پر ڈال دینا ہے۔ تاہم یہ لفظ اکارت کرنے یا ضائع کرنے کے معنوں میں بھی

آتا ہے۔ ارشاد باری ہے،

الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ
اللَّهِ أَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ (۴)

جن لوگوں نے کفر کیا اور (دوسروں کو) خدا کی راہ سے روکا
خدا نے ان کے اعمال برباد کر دیے۔

۲- حَيْضُ: بمعنی اکارت جانا، برباد ہونا، عمل بیکار ہونا، خراب ہونا اور حَيْضُ دم القتل بمعنی
مقتول کا خون رائیگاں جانا (مخبر) یعنی کسی عمل کا بعض دوسرے اسباب کی وجہ سے نتیجہ خیز ثابت
نہ ہونا۔ اچھے اعمال کا بُرے اعمال کی وجہ سے ضائع ہونا اور اگر بُرے اعمال اچھے اعمال کی وجہ سے
ختم ہو جائیں تو اس کا نام تکفیر ہے۔ (فقہ ۱۹۶) ارشاد باری ہے،

وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَصْرًا
وَكَانُوا يَعمَلُونَ (۵)

اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے سب ضائع
ہو جاتے۔

اور أَحْبَطَ بمعنی اکارت بنا دینا یا برباد اور ضائع کر دینا ہے۔ ارشاد باری ہے،

ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ
فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ (۶)

یہ اُس لیے کہ اللہ نے جو کچھ نازل فرمایا، انہوں نے اس کو
ناپسند کیا تو اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیے۔

۳- بطل: باطل کی ضد حق ہے تحقیق کے بعد جس چیز میں ثبات اور پائیداری نظر نہ آئے
وہ باطل ہے (معت) یعنی ناسحق اور بے اصل کام کو باطل کہتے ہیں۔ اور بَطُلٌ بمعنی کسی چیز
کا بے نتیجہ اور بے اثر ہونے کی وجہ سے ضائع ہونا ہے۔ جیسے بد پرہیزی علاج کے فائدہ کو
بے اثر کر دیتی ہے یا علاج بیماری کے اثرات کو دور کر کے ختم کر دیتا ہے، ارشاد باری ہے،

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا
يَعْمَلُونَ (۷)

پھر حق ثابت ہو گیا تو جو کچھ فرعونی کرتے تھے وہ
باطل ہو گیا۔

اور أَبْطَلَ بمعنی کسی کام کو بے اثر اور بے نتیجہ بنا دینا جس کی وجہ کوئی دوسرا اس کے مخالف
عمل ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے،

لَا تُبْطَلُوا صِدْقًا تَكْمُرُ بِالْمُنِّ
وَالْأَذَى (۸)

اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف دے کر
ضائع نہ کرو۔

۴- أَضَاعَ: بمعنی تلف کرنا۔ ہلاک کرنا۔ برباد کرنا۔ خواہ یہ محسوس بھی ہو، عام ہے۔

ارشاد باری ہے،

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ
أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ
فَسُوءَاتٍ يَلْقَوْنَ عَذَابًا (۹)

پھر ان کے بعد چند نخلت ان کے جانشین ہوئے
جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات کے پیچھے
لگ گئے۔ سو عقریب ان کو گمراہی کی سزا ملے گی۔

ماصل (۱) صَلَّ: کسی چیز کا ضائع ہو کر دوسرے کے حق میں چلے جانا اور اپنا وجود دکھو دینا۔

(۲) حَيْضُ: بعض دوسرے اسباب کی وجہ سے کوئی عمل بے اثر اور بے نتیجہ ثابت ہونا۔

- ۱- بَطَّلَ: کسی عمل کے مخالف کوئی ایسا عمل جو پہلے عمل کو بے کار کر دے۔
۲- أَضَاعَ: عام ہے۔ کسی بھی وجہ سے کوئی چیز برباد کر دینا۔

۳۸۔ برداشت کرنا

کے لیے حِلْمٌ، صَبْرٌ اور كَيْفٌ کے الفاظ آتے ہیں۔
۱- حِلْمٌ: بمعنی مُرُوْبَار ہونا۔ سوصلہ والا ہونا۔ یہ ایک مستقل صفت ہے جو ہر وقت حلیم انسان کے اندر موجود رہتی ہے۔ یعنی جب وہ کوئی ناگوار بات سنے یا اسے کوئی صدمہ پیش آئے یا کوئی بے عزتی کرے یا کوئی بڑی خوش کن بات سنے تو اس کی طبیعت میں اتار چڑھاؤ پیدا نہ ہو یا اگر ہو تو معمولی قسم کا ہو اور علیٰ عالمہ برقرار رہے۔ اور یہ بڑی محمود صفت ہے اور ابوہلال اس کا معنی اَمْهَالٍ بِتَاخِيْنٍ اَلْعَقَابِ الْمُسْتَحَقِّ (فقل ۱۶۵) یعنی کسی مستحق سزا کو سزا میں تاخیر کے ہمت دینا ہے (فقل) ارشاد باری ہے،

فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ حَلِيْمٍ (۳۶) ہم نے ابراہیم کو ایک صاحب سوصلہ لڑکے کی خوشخبری ہی۔
۲- صَبْرًا: الصَّبْرُ کے لغوی معنی ہیں کسی کو تنگی کی حالت میں روکنا (معت) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الصَّبْرُ کی یوں تعریف فرمائی کہ الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ اَلْاَوَّْلَى (یعنی کسی صدمہ مصیبت یا ناگوار حادثہ کے پٹنے پر فوراً اپنے نفس کو جبرج فزع اور بے قراری سے روکنا اور اسے برداشت کر جانا ارشاد باری ہے،

وَالصَّبْرُ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَ اَدْرُوهُ لَوْگ بوسختی، دکھ اور جنگ کے وقت صبر
جِيْنَ الْبَأْسِ (۱۶۷) کرنے والے ہیں۔

۳- كَظْمًا: كَظْمٌ سانس کی نالی کو کہتے ہیں اور كَظْمٌ السَّقَاؤُ بمعنی مشک کو پانی سے لبالب بھر کر اس کا منہ بند کر دینا (معت) اور كَظِيْمٌ اور مكظوم اس شخص کو کہتے ہیں جو غم یا غصہ سے سانس کی نالی تک بھرا ہوا ہو۔ مگر اس کا اظہار نہ کرے اور اسے دبا جائے۔ ارشاد باری ہے،
وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزَنِ اور یعقوب کی دونوں آنکھیں غم کی وجہ سے سفید
فَهُوَ كَظِيْمٌ (۱۶۵) ہو گئیں اور وہ غم سے (لبالب) بھرے ہوئے تھے۔

دوسرے مقام پر حضرت یونس کے متعلق فرمایا:

اِذْ نَادَى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ (۳۸) جب انہوں نے پکارا اور وہ غم و غصہ سے بھرے ہوئے تھے۔

تیسرے مقام پر مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:
وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ - (۲۴) اور وہ غصہ کو دبا جانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں۔

ماصل: (۱) خَلْمٌ: غم و غصہ کے موقع پر طبیعت کا استدلال پر رہنا۔ اور کسی سختی سزا کو سزا دینے میں تاخیر کرنا اور اور مہلت دینا۔

(۲) صَبْرٌ: ہر قسم کی سختی اور مصیبت کے وقت بے قراری سے پرہیز اور اسے برداشت کر جانا۔

(۳) كَطْمٌ: غم اور غصہ خواہ کتنا ہی زیادہ ہو کر دبانے رکھنا اور اس کا اظہار نہ ہونے دینا۔

۳۹۔ بڑا (بزرگ)

کے لیے کبیر اور اکبر اور عظیم اور اعظم، ذوالجلال اور مجید کے الفاظ آتے ہیں،

۱۔ کبیر اور اکبر، اکبر میں بنیادی طور پر محض بڑائی کے معنی پائے جاتے ہیں۔ کبیر کی ضد صغیر اور اکبر کی اصغر ہے۔ اور یہ اسمائے اضافیہ سے ہے۔ یعنی ہر چیز اپنے سے چھوٹی کے مقابلہ میں کبیر ہے اور وہی چیز اپنے سے بڑی کے مقابلہ میں صغیر ہے (صفت) اور کبیر کا لفظ بنیادی طور پر اجسام کیلئے استعمال ہوتا ہے خواہ وہ چیز عمر میں بڑی ہو یا جسامت میں یا کسی دوسری صفت ظاہری میں۔ مثلاً،

(۱) عمر میں بڑائی کے لیے؛

قَالَ كَبِيرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنْ اَبَاكُمْ
فَدَاخَذَ عَلَيْنَكُمْ مَوْتُهَا مِنْ اَللّٰهِ (۱۱)

ان (یوسف کے بھائیوں) میں سے سب سے بڑے نے کہا
کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے والد نے تم سے خدا کا
عہد لیا ہے۔

(۲) جسامت میں بڑائی کے لیے؛

فَجَعَلَهُمْ جُذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَهُمْ
(۲۵۸)

پھر حضرت ابراہیمؑ نے ان (بتوں) کو توڑ کر ریزہ ریزہ
کر دیا۔ مگر بڑے بت کو (نہ توڑا)۔

لیکن بعد میں لفظ کبیر اور اکبر کا استعمال معنوی طور پر بھی ہونے لگا۔ مثلاً؛

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ
قُلْ فِيْهِمَا اَرْثٌ كَبِيْرٌ وَمَنْ يَنْفَعُ
لِلنَّاسِ وَاَرْثُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا۔
(۲۱۹)

اے پیغمبر! لوگ آپ سے شراب اور سونے کا حکم
دریافت کرتے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ ان میں نقصان بڑے
ہیں اور لوگوں کیلئے کچھ فائدے بھی ہیں مگر ان کے نقصان
فائدوں سے کہیں زیادہ بڑے ہیں۔

کبیر کی جمع کبراء آتی ہے اور اکبر اسم تفصیل ہے بمعنی بہت بڑا یا سب سے بڑا۔ دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور اس کی جمع اکابر آتی ہے۔

۲۔ عظیمہ ضد حقیر اور اعظم، عظمہ کے بنیادی معنی میں بڑائی کے علاوہ قوت اور شدت کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ اور یہ معنوی صفات کہیں سب اکٹھی اور کہیں فرداً فرداً پائی جاتی ہیں۔ اور بڑی کو بھی اس کی قوت اور شدت کی وجہ سے عظمہ کہتے ہیں۔ (م ل) عظمہ اور عظیمہ دونوں کی

جمع عظام آتی ہے۔ عظیم کا لفظ بھی اجسام و اعیان دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔
(مف) اور اعظم اسم تفضیل ہے بمعنی بہت بڑا یا بزرگ یا سب سے بڑا اور بزرگ۔ اب مثالیں
دیکھیے:

- (۱) وَكَلَّمَهُ عَدَّابٌ عَظِيمٌ (۲)
اور ان کافروں کے لیے بڑا عذاب ہے۔
(۲) فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ (۵۶)
تو آپ اپنے پروردگار بزرگ کے نام کی تسبیح کرتے رہتے۔
ایک قوم میں کبیر اور اکبر بہت سے لوگ ہو سکتے ہیں لیکن عظیم ایک ہی ہوتا ہے۔
(فوق ۱۵۰)

۳۔ ذوالجلال، جلال، قدر و منزلت میں بڑائی کو کہتے ہیں۔ ذوالجلال بمعنی عظیم المرتبت اور جلیل کے
معنی بڑی بڑی عظیم الشان اشیاء کو پیدا کرنے والا ہے (مف) اور بمعنی اپنے عظیم الشان کاموں کی
وجہ سے متحق تعریف ذات (فوق ۱۵۰) ارشاد باری ہے:

تَبَرُّكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ
اور عظمت والا ہے۔ (عثمانی ص)

۴۔ مجید، مجد کے معنی شان و شوکت میں بڑا اور وسیع الشان ہونے کے ہیں (مف)۔ اور
ابن الفارض کے نزدیک، وہ جو کرم و عزت و شرافت میں انتہائی حد کو پہنچا ہوا ہو (م۔ل)
اور بمعنی لوگوں کی نظروں میں بڑا ہو (م ق)۔ ارشاد باری ہے:

وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ
اور وہ بخشنے والا اور محبت کرنے والا ہے۔ غرش کا مالک
بڑی شان والا۔ (۱۵)

ماحصل: (۱) کبیر، بڑائی کے لیے عام لفظ ہے۔ عموماً اجسام اور ظاہری صفات میں بڑائی کے لیے آتا ہے۔

(۲) عظیم: جس میں بڑائی کے علاوہ قوت اور شدت پائی جائے جس طرح حیرت انگیز علم تو ہے اس طرح عظیم فکر اور ہے

(۳) ذوالجلال، قدر و منزلت میں بزرگ۔ اور عظیم الشان کاموں کی وجہ سے حمد کا مستحق۔

(۴) مجید، شان و شوکت میں بزرگ و داب میں بڑا۔

۳۹۔ بڑائی (بزرگی)

کے لیے کبیر، جلال اور تجدد کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ کبیر، عموماً عمر میں بڑائی کے لیے آتا ہے۔ بمعنی بڑھاپا۔ جیسے فرمایا:

وَاصَابَهُ الْكِبَرُ وَوَلَّهُ ذُرِّيَّةً صُغْفَاءً (۳۳) اور بڑھاپا آپنچے اور اس کے ننھے ننھے بچے ہوں۔

نیز کبیر بمعنی اظہار عظیم الشان (فوق ۲۰۲) اپنی شان کی بڑائی کا اظہار تکبر ہے۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ
کے لیے سزاوار ہے۔ باقی سب کے لیے مذموم ہے۔ قرآن میں ہے:

إِنَّ فِي صُدُورِهِمْ لَكِبْرًا (۳۴)
ان کے دلوں میں بڑائی اور تکبر کے سوا کچھ نہیں۔

۲۔ جلال: قدر و منزلت میں بڑائی۔ عظمت کی آخری حد جس کے بعد اور کوئی مرتبہ نہ ہو۔ اور ذوالجلال کا لفظ صرف اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہے۔ جبکہ جلیل دوسری اشیاء بھی ہو سکتی ہیں۔ اور جلیل ہر وہ چیز ہے جو ہر بات میں بڑی ہو اور مضبوط ہو۔ عظیم الشان (مفت) ارشاد باری ہے:

تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ
وَالْإِكْرَامِ (۵۵)

تو تمہارے پروردگار کا نام بڑا بابرکت ہے جو صاحب جلال و عظمت ہے۔

۳۔ جَدّ: بمعنی فیض الہی اور بمعنی بخت و نصیب جَدِّدَتْ بمعنی یکن خوش قسمت صاحب نصیب ہو گیا۔ اور جَدّ بمعنی دنیاوی مال و جاہ سے کسی کو نوازنا نیز جَدّ بمعنی آبائی نسب (مفت) جَدّ بمعنی داد و انانہ (ج اجداد) اور بمعنی خوش قسمتی۔ بزرگی۔ عظمت دولت۔ رزق اور فُلاَنٌ ذُو جَدِّ بمعنی وہ شخص بڑا صاحب نصیب ہے (مجدد) ارشاد باری ہے:

وَأَنَّهُ تَعَالَى جَدْرٌ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ
صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا (۶۶)

اور ہمارے پروردگار کی شان بہت بڑی ہے جس کے نہ بیوی ہے نہ اولاد۔

ماہصل (۱) کبر: عمر میں بڑائی کے لیے یا اپنی (۲) جلال: قدر و منزلت میں بڑائی کی آخری حد۔
شان کے اظہار کے لیے۔ (۳) جَدّ: فیضان الہی کو وہ دوسروں کو بھی بزرگی عطا کرتا ہے۔

۴۰۔ بڑھنا اور بڑھانا

کے لیے بِنَادٍ اور لَزَادًا، كَثُرَ اور كَثُرَ - ضَاعَفَ، عَفَا - تَطَوَّعَ - نَقَلَ - اذْبَنِي کے الفاظ آتے ہیں،

۱۔ زَادَ اور لَزَادًا: (ضد نقص) بمعنی بڑھنا اور بڑھانا۔ دونوں افعال لازم و متعدی دونوں طرح آتے ہیں (مفت) (مجدد) یہ بڑھنے اور بڑھانے کے لیے عام لفظ ہے جو عموماً مقدار اور صفات میں اضافہ کے لیے استعمال ہوتا ہے اور الزيادة بمعنی وہ اضافہ ہے جو کسی چیز کے پورا ہونے کے بعد بڑھایا جائے (مفت) اب ان کی مثالیں دیکھیے:

(۱) وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ - اور اللہ نے اس (طالوت) کو علم اور جسم میں زیادہ کثرت بخشی تھی۔ (۲۳۶)

(۲) وَمَا تَغْيِضُ إِلَّا رَحَامٌ وَمَا تَزَادُ - اور اللہ جاننا ہے، پریت جو سکتے اور بڑھتے ہیں۔ (۱۳)

۲۔ كَثُرَ اور كَثُرَ - كَثُرَ (ضد قل) تعداد اور مقدار میں زیادہ ہونا۔ مثلاً تعداد کے لیے: وَكَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ (۱۶) اہل کتاب میں سے اکثر یہ چاہتے ہیں۔
مقدار کے لیے وَمَا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ اس (ترک) سے، خواہ یہ تھوڑا ہو یا زیادہ، جتنے

مقرر شدہ ہیں۔

نَصِيْبًا مَّفْرُوضًا (۲۳)

اور کثر عموماً تعدا میں اضافہ کے لیے آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاذْكُرْ اِذَا كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكُثِرْ كَثْرًا (۲۴) اور (اس وقت کو) یاد کرو جب تم تھوڑے تھے تو

انہوں نے تمہیں بڑھا دیا۔

اور اَكْثَرَ عَمُوْمًا مقدار میں اضافہ کے لیے آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

فَاكْثُرْ فِيهَا الْفَسَادَ (۲۵) تو انہوں نے اس (زمین) میں زیادہ فساد پیا کر دیا۔

۳۔ ضَاعَفَ، ضعف بمعنی دوگنا (ضد نصف) ضعف الشئ یعنی کسی چیز کی مثل اتنا ہی اور (ضعف) خواہ یہ اضافہ مقدار میں ہو یا تعدا میں۔ اور ضَعَّفَ بمعنی دوگنا کرنا اور ضَاعَفَ میں اور زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے ارشاد باری ہے:

وَاللّٰهُ يُضْعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ وَاَسِعَ عَلِيمٌ اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے اس سے بھی بڑھا دیتا ہے اور اللہ فراخی والا اور جاننے والا ہے۔

۴۔ عَفَا، عفا کا عام معنی معاف کرنا ہے تاہم اس کا لغوی معنی یہ بھی ہے کہ کسی چیز کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ بڑھ جائے۔ عفا الشعر بمعنی بالوں کو چھوڑ دینا تاکہ وہ بڑھ جائیں اور لمبے ہو جائیں۔ ارشاد نبوی ہے قَصُّوا الشُّوَابِرَ وَاعْفُوا اللَّعْنَةَ یعنی مونگھول کو کتر و اور داڑھیاں بڑھاؤ۔ اور یہ لفظ لازم و متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔

قرآن میں ہے:

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتَّىٰ عَفَّوْا۔ (۹۵)

پھر ہم نے تکلیف کو آسودگی سے بدل دیا حتیٰ کہ وہ (مال و اولاد میں) بڑھ گئے۔

اور عَفَّوْا بڑھی ہوئی اور ضرورت سے زائد چیز کو بھی کہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے،

وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْغَنَوٰ (۲۱۹)

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ (راوند میں) کیا خرچ کریں تو کہہ دو جو ضرورت کے زائد نفع رہے۔

۵۔ تَطَوَّعَ، طوع بمعنی دل کی خوشی سے باعبار ہونا ہے (معنی) اور تَطَوَّعَ کے اصل معنی توبہ تکلف حکم بجالانا ہے۔ مگر عرف عام میں وہ نیکی کے کام اور عبادات ہیں جو فرائض کے علاوہ اپنے شوق سے سرانجام دی جائیں۔ مثلاً نفل نماز و صدقات وغیرہ۔ ارشاد باری ہے:

وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهِ فِدْيَةٌ اور جو شخص روزہ کی طاقت نہ رکھیں تو اس کے بدلے طعام مسکینین فمن تطوع خیراً ایک مسکین کو کھانا کھلائیں۔ جو جو کوئی اپنے شوق سے نفل خیر کے لیے بہتر ہے۔ (۲۱۸)

۶۔ نَافِلَةٌ، نفل بھی واجب پر زیادتی کو کہتے ہیں (معنی) اور انفال اموال غنیمت کو۔ نفل اور تطوع میں فرق یہ ہے کہ تطوع میں دل کی خوشی اور شوق بھی ضروری ہوتا ہے جبکہ نوافل کی ادائیگی

میں یہ بات ضروری نہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ۔ اور رات کو بیدار ہو کر نماز تہجد ادا کرو۔ یہ تمہارے لیے زیادتی ہے۔ (۱۶/۲۶)

۷۔ اَزْبَى، رَبَّيَا الْمَالِ یعنی مال کا زیادہ ہونا۔ اور رَبِيُوْا یعنی سود۔ اصل زر پر بلا محنت زائد اضافہ۔ رَبِيَا الْقُرْآنِ یعنی گھوڑے کا سانس پھول جانا اور رَبِيَا الْوَلَدِ یعنی بچے کا نشوونما پا کر پڑھنا ہے اور اَزْبَى یعنی کسی چیز کی تربیت کرنا یا پال پوس کر بڑھانا ہے۔ ارشاد باری ہے:

يَتَذَقُّ اللَّهُ الرِّبَا وَالزِّيْرَةَ الصَّدَقَاتِ۔ اللہ تعالیٰ سود کو مشاماً اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ (۲۶/۶)

ماہصل: (۱) زلد کسی چیز کے پورا ہونے کے بعد (۲) عفا، کسی چیز کو چھوڑ دینا کہ وہ بڑھ جائے۔ مقدار اور صفات میں اضافہ کے لیے۔ (۵) تطوع، فرائض پر اپنے شوق سے زیادتی۔ (۲) کثر، تعداد اور مقدار میں اضافہ کے لیے۔ (۶) نفل، واجبات پر زیادتی۔ (۳) ضاعت، دگنا یا اس سے بھی زیادہ کرنے (۷) اَزْبَى، پال پوس کر بڑھانے کے لیے۔ کے لیے۔

۴۲۔ بستی۔ بستی ولے

کے لیے قَرِيَّةٌ، بَدُو اور اَعْرَابِ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں:

۱۔ قَرِيَّةٌ، ہر وہ جگہ جہاں لوگ جمع ہو کر آباد ہو جائیں قَرِيَّةٌ ہے خواہ یہ چھوٹی سی بستی ہو، گاؤں ہو، قصبہ ہو یا شہر (ج قری) اور اُمُّ الْقُرَى یعنی مرکزی بستی یا شہر۔ شہر مکہ کو بھی اُمُّ الْقُرَى کہا گیا ہے اور قَرِيَّةٌ سے مراد بستی بھی ہے اور بستی ولے بھی یا باشندگان بھی (مفت) قرآن میں ہے:

وَسُئِلَ الْقَرِيَّةِ الَّتِي كُنَّا فِيهَا۔ اور جس بستی میں ہم ٹھہرے تھے اس کے رہنے والوں سے پوچھ لیجئے۔ (۸۲)

۲۔ بَدُو، یعنی گاؤں۔ دیہات یا دور افتادہ جگہ۔ بَدَاً بمعنی ظاہر ہونا اور بَدُو سے ایسی جگہ مراد ہے جہاں بلند عمارتیں نہ ہونے کی وجہ سے سب کچھ نمایاں طور پر نظر آتا ہو (مفت) اسی سے بادِیۃ بمعنی صحرا، بادِی بمعنی صحرائِ نشین اور بَدُو بمعنی دیہاتی کے الفاظ مشتق ہیں۔ قرآن میں ہے:

وَقَدْ آمَسْنَ فِي آذَانِ أَخْرَجْنِي مِنَ النِّجْنِ اور اس (اللہ) نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے جیل سے نکالا اور آپ کو گاؤں سے یہاں لایا۔ (۱۱۱)

۳۔ اَعْرَابِ، عَرَبِ بمعنی ملک عرب کا باشندہ اور اَعْرَابِ بمعنی عرب کا دیہاتی۔ ملک عرب کے دیہات میں رہنے والا (ج۔ اَعْرَابِ) بادِیۃ نشین۔ پھر چونکہ دیہات کے رہنے والے عموماً جاہل اور گنوار ہوتے ہیں لہذا اعراب کا لفظ گنوار کے معنوں میں بھی مستعمل ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ
مَغْرَمًا (۹۸)

اور بعض دیہاتی (گنوار سخنائی) ایسے ہیں جو کچھ خرچ کرتے ہیں لے تاوان سمجھتے ہیں۔
ماہصل: قریبہ، بستی (گاؤں یا شہر) اور اس کے باشندے۔ ہدو: دیہات اور دور افتادہ مقامات کیلئے اور اعراب دیہاتیوں اور گنواروں کے معنوں میں آئے ہیں۔

۴۳۔ بکری

کے لیے غنم اور معز کے الفاظ ہیں۔

۱۔ غنم، غنم کے معنی اصل میں ایسا مال ہاتھ لگتا ہے جو پہلے کسی کی ملکیت نہ ہو (م-ل) پھر یہ لفظ ایسی بکریوں کے ریوڑ پر استعمال ہونے لگا جو کہیں سے ہاتھ لگ جائیں۔ بعد میں اس لفظ کا اطلاق اس مال پر بھی ہونے لگا۔ جو لڑائی کے بعد دشمن سے حاصل ہو (معن) ارشاد باری ہے:

وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ (۸۸)

اور جان رکھو کہ جو چیز تم (گنار سے) لوٹ کر لاؤ۔

پھر اس لفظ کا استعمال عام بکریوں کے ریوڑ سے بھی مخصوص ہو گیا۔ قرآن میں ہے:

وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمُونَ فِي
الْأَرْضِ إِذْ نَفَسَتْ فِيهِ غَنَمُ

الْقَوْمِ (۲۸)

کی بکریاں رات کو چر گئی اور لے ڈنڈ گئی تھیں۔

۲۔ معز، بمعنی بکریاں اسم جنس ہے۔ بکری، بکرا سب کے لیے یکساں ہے اور اس کا واحد ما عز ہے۔ (منجد) ارشاد باری ہے:

مِنَ الصَّانِ اثْنَتَيْنِ وَصِنَ

الْمَعْزِ اثْنَتَيْنِ (۱۳۳)

بھیرٹوں میں سے دو (دو) اور بکریوں میں سے دو (دو)۔

ماہصل: جب دو یا دو سے زیادہ بکریاں ہوں تو اس پر معز کا اطلاق ہو سکتا ہے لیکن غنم صرف بکریوں کے ریوڑ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۴۴۔ بکھرنا (پراگندہ ہونا)

کے لیے اِنْبَثَّ، اِنْتَشَرَ، اِنْتَشَرَ (نثر) اور اِنْفِضَّ۔ اِنْتِطَارَ کے الفاظ آئے ہیں،

۱۔ اِنْبَثَّ: بَثَّ کے معنی پراگندہ کرنا اور دُور دُور تک پھیلا دینا ہے (م-ل) اور اِنْبَثَّ کے معنی کسی چیز کا متفرق ہو کر سب اطراف میں دُور تک پھیل جانا ہے۔ اور اس میں پھیلنے والی چیز کے ارادہ کا کچھ دخل نہیں ہوتا۔ ارشاد باری ہے:

وَبَثَّتِ الْجِبَالُ بَسًا فَكَانَتْ هَبَاةً

اور پہاڑ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ پھر

مُنْبَثًا (۵۶) غبار ہو کر اُٹنے لگیں۔

۲- اِنْتَشَرَ، نشر کے معنی پھیلانا اور مشہور کرنا (م- ل) اور اِنْتَشَرَ کے معنی کسی مجمع یا جلوس وغیرہ سے لوگوں کا اُٹھ کر چلے جانا اور اپنی اپنی راہ لینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ (۶۲)

پھر جب نماز (جمعہ) ہو چکے تو اپنی اپنی راہ لو۔ اور خدا کا فضل (معاش) تلاش کرو۔

۳- اِنْفَضَّ، فِض کے معنی کسی چیز کو اس طرح توڑنا کہ وہ الگ الگ ہو جائے اور اِنْفِضَاضُ بمعنی شیشہ وغیرہ کے ٹکڑے ٹوٹ کر الگ الگ ہوتے جانا (م- ل) ہے۔ گویا اِنْفَضَّ کے معنی کسی چیز کے سب کے سب اجزاء کا پراگندہ ہونا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا لَفَضُوا إِلَيْهَا وَتَوَلَّوْا كَمَا تَأْتِيهِمْ تَوَلَّوْا

اور جب یہ لوگ سودا بکٹا یا تماشہ ہوتا دیکھتے ہیں تو ادھر بھاگ جاتے ہیں اور تمہیں (کھڑے کا) کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔ (۳۳)

۴- اِنْتَشَرَ، نثر ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی چیز سے بھڑ کر پراگندہ ہو جائے۔ اور اِنْتِشَارُ ناک بھاٹنے کو کہتے ہیں۔ (م- ل) ابن فارس نثر کے معنی کسی متفرق چیز کو نیچے ڈال دینا کہتے ہیں۔ ان کے اپنے الفاظ میں کلمۃ تَدُلُّ عَلَى الْقَاءِ شَيْءٍ مُتَّفَرِّقٍ (م- ل) اور نثر غیر منظوم عبارت کو بھی کہتے ہیں۔ نیز اِنْتِشَرَفَ غیر جاندار کے لیے آتا ہے:

إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ وَإِذَا الْكُوَاكِبُ انْتَشَرَتْ (۴۲)

جب آسمان پھٹ جائے گا اور تارے جھڑ جائیں گے۔

۵- اِسْتَطَارَ، طَارَ بمعنی کسی پر دار جانور یا چیز کا ہوا میں اُڑنا اور طَارَ بمعنی پرندہ ہے (ج طیار) اور اِسْتَطَارَ بمعنی کسی چیز کا ہوا میں بلند ہو کر پھیلنا اور بکھر جانا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يَوْمَئِذٍ يَأْتِي السَّمَاءُ دُخَانًا وَيَخْفَؤُنَ يَوْمَئِذٍ السُّعُودُ وَكَانَ سَعِيرًا مُسْتَطِيرًا (۶۶)

وہ لوگ نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے جس کی سختی پھیل رہی ہوگی خوف رکھتے ہیں۔

ماہصل : (۱) اِنْبَثَّ، متفرق ہونا اور دُور دُور تک پھیل جانا۔ (ارادہ کا دخل نہیں ہوتا)

(۲) اِنْتَشَرَ، مجمع کا متفرق ہونا اور اپنی اپنی راہ لینا۔ (اپنے ارادہ سے)

(۳) اِنْفَضَّ، کسی چیز کے پورے اجزاء کا آہستہ آہستہ متفرق ہونا اور پراگندہ ہوتے جانا۔

(۴) اِنْتَشَرَ، متفرق ہونا اور گر پڑنا وغیرہ جاندار چیزوں کے لیے آتا ہے۔

(۵) اِسْتَطَارَ، کسی چیز کا فضا میں بکھر کر پھیل جانا۔ دینا دیکھیے اٹھانا۔

بکھیرنا کیلئے دیکھیے پھیلانا اور اٹھانا۔

بگاڑ " " خرابی " " بگاڑنا کیلئے دیکھیے فساد کرنا:

بلانا " " پکارنا۔

۴۵۔ بلند کرنا (اونچا کرنا)

کے لیے رَفَعَ اور اَنْشَأَ کے الفاظ آتے ہیں،
۱۔ رَفَعَ کے معنی بلند کرنا۔ اور اگر یہ فعل زمین سے کوئی چیز اٹھانے اور بلند کرنے سے متعلق ہو تو اس کی ضد وَضَعَ آتی ہے۔ اور اگر آواز کو بلند کرنے سے متعلق ہو تو اس کی ضد خَفَضَ آتی ہے۔ ارشاد باری ہے،

(۱) کسی چیز کو بلند کرنے کے لیے،

اور جب ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے۔

وَاذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمَ الْقَوَاعِدَ
مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلَ (۱۳۷)

(۲) آواز بلند کرنے کے لیے،

اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا
اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (۱۳۸)

۲۔ اَنْشَأَ، نشو یعنی کسی چیز کا اٹھانا اور بلند ہونا (م) نیز اس کے معنی کسی کی تربیت کر کے اُسے پروان پڑھانا بھی ہے (مع) اور نشأة اٹھان کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یہاں اس لفظ کے بلند ہونے کا پہلو زیر بحث ہے۔ اور اَنْشَأَ بمعنی کسی چیز کو پیدا کرنا، اٹھانا اور پروان پڑھانا۔ قرآن میں ہے:

وہی تو ہے جو تم کو ڈرنے اور امید دلانے کے لیے بجلی دکھاتا اور بھاری بھاری بادل پیدا کرتا ہے۔
(جالندھری) اٹھاتا ہے (عثمانی)

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ الْاَبْقٰمَ خَوْفًا
وَقَطْمًا وَيُنْشِئُ السَّحَابَ
الثَّقَالَ (۱۳۹)

ماصل؛ (۱) رَفَعَ؛ کسی چیز کو زمین سے بلند کرنا، اونچا کرنا۔

(۲) اَنْشَأَ؛ کبھی چیز کو پیدا کرنا۔ تربیت کرنا اور اوپر اٹھانا۔

۴۶۔ بلند ہونا۔ اونچا ہونا

کے لیے عَلَا، بَسَّقَ اور سَمَّخَ کے الفاظ آتے ہیں،

۱۔ عَلَا، بمعنی بلند ہونا اور اس کی ضد سَفَلَّ ہے۔ یہ لفظ اجسام و ایمان دونوں جگہ استعمال ہوتا ہے۔ یعنی جگہ اور کسی جسم کی بلندی کے لیے بھی اور مرتبہ کی بلندی کے لیے بھی۔ نیز یہ لفظ مذموم اور محمود دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اب مثالیں ملاحظہ فرمائیے،

(۱) جگہ کی بلندی کے لیے، وَرَفَعْنَاہُ اور ہم نے ان (ادریس) کو اونچی جگہ اٹھایا تھا۔ (جالندھری)

اور اٹھایا اس کو ایک اونچے مکان پر (عثمانی)

مَكَانًا عَلِيًّا۔ (۱۹)

(۲) مرتبہ کی بلندی کے لیے:

وَجَعَلْنَا لَكُمْ لِسَانَ صِدْقٍ
عَلِيًّا (۱۹)

اور ہم نے ان (انبیاء) کا ذکر جمیل بلند کیا۔ (جالدہری)
اور کہا ان کے واسطے سچا بول اور نچلا۔ (عثمانی)

(۳) مذموم صورت میں:

إِنَّ فِتْوَعُونَ عِلًّا فِي الْأَرْضِ (۲۸)

۲۔ بسق، صرف بلند و بالا درختوں اور خصوصاً کھجور کے بلند ہونے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

(ف ۲۳) ارشاد باری ہے:

وَالنَّخْلُ بَيْضٌ لَهَا طَلْعٌ تَضِيدٌ (۱۵)

اور بلند کھجوریں جن پر تہہ برتہ خوشے لگے ہیں۔

۳۔ شمش: کا لفظ کسی چیز کے (۱) بڑا اور (۲) بلند ہونے پر دلالت کرتا ہے (م ل) پہاڑوں اور بلند و بالا عمارتوں کی بلندی کے لیے استعمال ہوتا ہے (ف ۲۳) فلک بوس بلندی۔ ارشاد باری ہے:

وَجَعَلْنَا فِيهَا رِوَابِيًّا شَاخِحْتِ - اور ہم نے اس (زمین) پر اونچے اونچے پہاڑ رکھ دیے۔ (۲۶)

ماصل: عِلَّا کا استعمال عام ہے لیکن بلند درختوں اور خصوصاً کھجور کی بلندی کے لیے بسق اور پہاڑوں اور بلند عمارتوں کی بلندی کے لیے شمش آئے گا۔

۲۴۔ بنانا

کے لیے جَعَلَ، بَنَى اور صَنَعَ اور رَضِطَنَعَ اور رَأَتْ خَذَّ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ جعل، بنانا کے لیے جعل کا استعمال عام ہے۔ خواہ اس کام کا تعلق ایجاد اور تخلیق سے ہو یا محض ترتیب وغیرہ سے۔ ارشاد باری ہے:

أَلَدِنِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ
فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً - (۲۲)

جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا۔

۲۔ بَنَى، کوئی عمارت وغیرہ بنانا اور بَنِيَانٌ بمعنی عمارت، دیوار یا کوئی تعمیر ہے (م ل) اور

ابن فارس کے نزدیک بِنَاءُ الشَّيْءِ بضم بعضه الی بعض (م ل) (یعنی کسی چیز کو اس طرح بنانا کہ اس کا ایک حصہ دوسرے میں ضم ہو جائے) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدِي رِيشَا
لَمُوسِعُونَ (۱۶)

اور آسمان کو ہم ہی نے ہاتھوں سے بنایا اور ہم کو سب مقدر ہے۔

۳۔ صَنَعَ، کوئی چیز فنی مہارت کے ساتھ خوبصورت بنانا (م ل) اور صَنَاع - ماہر کاریگر یا فنکار کو کہتے ہیں اور رَضِطَنَعَ کے معنی کسی کام کو فنی مہارت اور خاص توجہ سے بنانا ہے (م ل) ارشاد باری

(۱) وَأَصْنَعُ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيُنَا (۱۶) اور لے نوح! ہمارا دروڑ اور ہماری ہدایت مطابق شی بنادو

(۲) وَأَصْطَلَعْتَكَ لِنَفْسِي (۳۱)

اور (۱) موٹی، بنا یا میں نے تجھ کو خاص اپنے لیے۔

۴۔ اِتَّخَذَ: اخذ بمعنی پکڑنا، لینا، کسی چیز کو حاصل کرنا۔ احاطہ میں لینا اور اِتَّخَذَ و مفعولوں کی طرف متعدی ہو کر جَعَلَ کے جاری مجری ہوتا ہے۔ (معنی) اس میں نہ ترتیب کو کچھ دخل ہوتا ہے نہ تخلیق کو۔ اور اس میں استمرار پایا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِّصْرَ لَا مِرَّةَ أَكْرِمِي مَشْوَدَ عَسَىٰ أَن يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا۔ (۳۲)

اور مصر میں جس شخص نے یرسٹ کو خریدنا اپنی بیوی سے کہنے لگا اس کو عزت و اکرام سے رکھو کچھ عجب نہیں کہہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں۔

ماحصل: (۱) جَعَلَ کا لفظ عام ہے۔ ہر موقع (۳) صَنَعَ، کسی چیز کو فنی مہارت سے بنا نا۔ پر استعمال ہو سکتا ہے۔ (۲) اِتَّخَذَ، دو مفعولوں کی طرف متعدی ہو کر بنانا کے معنی دیتا ہے اور اس میں استمرار پایا جاتا ہے۔ (۲) بَنَى، عمارت وغیرہ بنا نا۔

۴۸۔ بند کرنا۔ ہونا

کے لیے خَلَقَ، وَصَدَّ، قَصَرَ اور قَبَضَ کے الفاظ آتے ہیں:

۱۔ خَلَقَ، خَلَقَ بمعنی بند کر دینا اور اس کی ضد فَكَّ بمعنی رہا کرنا یا پھڑانا ہے (م۔ ل) اور خَلَقَ بمعنی قفل یا تالا کے ہیں (مخبر) اور خَلَقَ الباب کے معنی دروازہ کو مضبوطی سے بند کرنا، چٹینی وغیرہ لگانا یا مقفل کرنا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَعَلَقْتَ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ (۳۳)

اور اس عورت (زینب) نے دروازے بند کر لیے اور کہنے لگی یوسف جلدی آؤ۔

۲۔ وَصَدَّ: وَصَدَّ اس طرح بند کرنے کو کہتے ہیں کہ بند شدہ چیز سے کچھ باہر نہ نکل سکے۔ ابن فارس کے الفاظ الوصد ختم شئی علی شئی (م۔ ل) اور اَوْصَدَّتْ الْقَدَرُ کے معنی ہانڈی پر ڈھکنا دینا تاکہ بھاپ نہ نکل سکے۔ (م۔ ل) اور اَوْصَدَّتْ الْبَابَ۔ دروازہ بند کرنا۔ لیکن اس کا اطلاق اس وقت ہو گا جب کوئی دوسری کھڑکی یا دروازہ یا دروازہ وغیرہ کھلا نہ ہو۔ قرآن میں ہے:

عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤَصَّدَةٌ (۳۴)

یہ لوگ آگ میں بند کر دیے جائیں گے۔

۳۔ قَصَرَ: بنیادی طور پر دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) کسی چیز کا اپنی انتہا اور ہدف تک نہ پہنچنا (۲) جسب یعنی بند ہونا (م۔ ل)۔ یہاں دوسرا معنی زیر بحث ہے۔ کہتے ہیں قَصَرَ فِي بَيْتِهِ، اپنے گھر میں مجوس یا بند ہو گیا۔ چنانچہ قرآن میں ہے:

حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ (۳۵)

حوریں ہیں رُکی رہنے والی خیموں میں (عثمانی)

۴۔ قَبَضَ: کے معنی کسی چیز کو مٹھی میں بند کرنا اور قبضہ مٹھی کو کہتے ہیں (معنی) لِهَذَا قَبِضَ بِكَرْتَانَا

ہوتا ہے۔ اور ثقیل کی ضد خفیف ہے۔ یعنی وزن میں ہلکا۔ جیسا کہ قرآن میں ہے،
 اِنْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا (۱۶۱) تم سب سب ہو کر یا اگر انبار ہو کر گھروں سے نکل آؤ۔
 اور ثقل کی جمع اُنْقَال آتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَتَحْمِلُ اُنْقَالَكُمْ اِلَىٰ بَلَدٍ لَّكُمْ تَكُونُوا بِالْغَيْبِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ۔
 اور اُدو دروازہ شہروں میں جہاں تم زحمت شاقہ کے بغیر نہیں پہنچ سکتے۔ وہ (چارپائے) تمہارا بوجھ اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ (۱۶۲)

اور ثقیل (یعنی وزنی اور بوجھل اشیاء) کا استعمال کبھی کبھی معنوی طور پر بھی ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے،

اِنَّا سَأَلْنَا نَبِيَّكَ قَوْلًا ثَقِيلاً (۱۶۳) ہم عنقریب تجھے ایک بھاری فرمان نازل کریں گے۔
 یہاں ثقیل سے مراد ایسی بات، کلام یا فرمان ہے جو طبیعت کو بہت بوجھل محسوس ہو اور اس پر عمل پیرا ہونا بڑی ہمت کا کام ہو۔

۲۔ حَمَلٌ، حَمَلٌ بوجھ اٹھانے اور بوجھ لادنے کو کہتے ہیں۔ اور حَمَلٌ ایسے بوجھ کو کہتے ہیں جو کوئی چیز باطن اپنے اندر اٹھائے ہوئے ہو۔ جیسے پیٹ میں بچہ، درخت کا پھل یا بادل میں پانی (معت) قرآن میں ہے:

فَلَمَّا تَشَفَّهَا حَمَلَتْ حَمَلًا حَقِيقًا فَمَرَّتْ بِهِ (۱۶۴)
 جب مرد عورت کے پاس جاتا ہے تو اسے ہلکا سا حمل ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس کے ساتھ چلتی پھرتی ہے۔

اور حمل اس بوجھ کو کہتے ہیں جو حسی طور پر کسی کی پیٹھ پر لادو یا جائے (معت) لیکن صاحب معنی اللرب کے نزدیک حمل کے معنی بار سیر یا بار لُفْط ہے (م و) یعنی اٹھانے والا جتنا زیادہ سے زیادہ بوجھ اٹھا سکتا ہو وہی اس کے لیے حمل ہے۔ اور یہ تعریف زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ اور قرآن کریم سے اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے،

قَالُوا نَفَقَدْ صَوَّغَ الْمَلِكُ وَلِيْمًا جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ قِانًا بِهِ رَعِيْمًا (۱۶۵)
 وہ بولے کہ بادشاہ (کے پانی پینے) کا گلاس کھویا گیا ہے اور جو شخص اس کو لے آئے اس کے لیے ایک بار شتر (انعام) اور میں اس کا ضامن ہوں۔

۲۔ وَقْرٌ، بوجھ کے لیے وقر کا استعمال معنوی طور پر ہوتا ہے۔ کہتے ہیں "فِي صَدْرِهِ وَقْرٌ" اس کے دل میں کینہ (کا بوجھ) ہے۔ (مغز) اسی طرح "فِي اُذُنَيْهِ وَقْرٌ" اس کے کان میں بوجھ ہے یعنی اسے نقل سماعت یا بہرائی کا عارضہ ہے اور اُونچا سنتا ہے بعض لوگ وقر کا معنی کانوں کا میل بھی کرتے ہیں مگر پہلا معنی زیادہ ابلغ ہے۔ اور کانوں کا میل سے معذوکر دیتا ہے۔ ارشاد باری ہے،

اِنَّا جَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَشْكُرُوا
 بیشک ہم ان کے دلوں پر پردہ ڈال دیتے ہیں کہ سمجھ نہ سکیں

تَيْفَهُمْ هُوَ وَفِيَّ إِذْ أَنْزَلْنَاهُ وَقُرْآنًا (۱۵) اور ان کے کانوں میں ثقل پیدا کر دیتے ہیں۔
اور دِقْر کا لفظ اسی معنوی بوجھ کی اس زیادہ سے زیادہ مقدار کو کہتے ہیں جو اٹھانے والے کی
استطاعت کے مطابق ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَالَّذِي لِي لَبِيبٌ ذَرُورًا فَالْحَمَلِ لَبِيبٌ
وَقُرْآنًا (۱۶) بکھرنے والی ہواؤں کی قسم جو اڑا کر بکھیر دیتی ہیں۔ پھر
ان ہواؤں کی (جو پانی کا) بوجھ اٹھاتی ہیں۔

۴۔ دِقْر: ابن فارس لکھتے ہیں کہ کوئی شخص جب اپنا کپڑا پھیلا کر اس میں اپنا بوجھ رکھ کر اڑاٹھا کر
چل دیتا ہے تو یہ دِقْر ہے۔ اور اسی لیے الذنوب (گناہ) کو دِقْر (بوجھ) کہتے ہیں۔ یعنی اپنے
کئے ہوئے عمل کا بوجھ۔ اور ایسے ہی دِقْر السطح کو بھی کہتے ہیں جمع ادزاس (م۔ ل) اور آفتر
ایز آرا کے معنی چھپانا، لے جانا اور پناہ دینا وغیرہ بھی آتے ہیں (منجد) اور اسی طرح دِقْر
کے معنی کسی پہاڑ میں جاتے پناہ کے بھی آتے ہیں (معن) اور دِقْر کا استعمال اکثر گناہوں کے
بارگراں کے لیے ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَهُمْ يَحْمِلُونَ آثْرَهُمْ عَلَى
ظُهُورِهِمْ إِلَّا سَاءَ مَا يَزُرُونَ (۱۷) اور وہ اپنے (اعمال کے) بوجھ اپنی پٹھوں پر اٹھانے
ہوئے ہوں گے۔ دکھو جو بوجھ پر اٹھا رہے ہیں بہت
بُرَابُ ہے۔

۵۔ اِضْر: الاضر کے معنی (۱) گرہ لگانے اور (۲) کسی چیز کو زبردستی روک لینے کے ہیں (معن ل)
اس لحاظ سے اپنے عہد و پیمان کی پابندی اور شرعی احکام کی تعمیل کی ذمہ داری کا بار اِضْر ہے
اور ابن فارس کے نزدیک ہر عقد، عہد اور قرابت اِضْر ہے (م۔ ل) ارشاد باری ہے:
رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِضْرًا كَمَا
حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا (۱۸) اے پروردگار! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالو جیسا تو نے ہم سے
پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔
پھر اِضْر کا اطلاق راہ حق کو اختیار کرنے میں ان رکاوٹوں پر بھی ہوتا ہے۔ جو کسی معاشرہ کے رسم و
رواج کی وجہ سے پیش آتی ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِضْرَهُمْ وَالْاَغْلَالَ
الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ (۱۹) اور (محمد رسول اللہ) ان پر سے وہ بوجھ اتارتے ہیں جو
ان کے سر پر تھے۔ اور وہ طوق بھی جو ان کے گالے میں تھے

۶۔ كَلٌّ: یعنی محتاج، عیال، تلیم، درماندہ، عاجز اور بوجھ کے ہیں۔ (منجد م۔ ل۔ م۔ ل) اور كَلٌّ سے
مراوترتیت کی ذمہ داری یا نان و نفقہ کا بوجھ ہے۔ قرآن میں ہے:

اَحَدُهُمَا اَنْهَكَ وَلَا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ
وَهُوَ كَلٌّ عَلَى مَوْلَاهُ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُ
لَا يَأْتِ بِخَيْرٍ (۲۰) ان دونوں میں سے ایک گونگا ہے (بے اختیار و
نا توانا) کہ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور اپنے مالک
پر بوجھ بنا ہوا ہے۔ وہ جہاں اسے بھیجتا ہے (خیر سے)

کبھی بھلائی نہیں لاتا۔

۴۔ وَزْنٌ اور موازین، وَزْنٌ بمعنی کسی چیز کو تولنا۔ وزن کرنا۔ اور وَزْنٌ وُہ بوجھ جو ترازو کے کسی پلٹے میں تلنے کے لیے رکھا جائے۔ اور میزان بمعنی ترازو بھی اور مقدار وزن بھی (ج موازین) (مفت - منجد) ارشاد باری ہے:

فَمَا مَأْمَنَ تَقَلَّتْ مَوَازِينُهُ ذَهَبًا
فِي عَيْشَةٍ رَاضِيَةٍ (۱۶)

تو جس کے اعمال کے وزن بھاری نکلیں گے وہ دہیند
عیش میں ہوگا۔

ماحصل (۱۱) ثقل؛ عموماً مسافر کے سامان اور مادی بوجھ کے لیے۔

(۲) حَمَلٌ؛ ایسا بوجھ جو باطن اٹھایا جائے۔

حَمَلٌ؛ اٹھانے والے کی استطاعت کے مطابق زیادہ سے زیادہ مادی بوجھ۔

(۳) وَقْرٌ؛ عموماً معنوی بوجھ کے لیے آتا ہے۔

وَقْرٌ؛ اٹھانے والے کی استطاعت کے مطابق زیادہ سے زیادہ معنوی بوجھ۔

(۴) رِزْمًا؛ عموماً گناہوں کے لیے۔ گناہوں کا بار۔ پاپ کی گٹھری۔

(۵) اصمراً؛ عمدہ و پیمان، شرعی احکام کی ذمہ داریاں یا رسم و رواج کی جگہ بندیاں۔

(۶) كَلٌّ؛ کسی بے اختیار دنا تو ان کی تربیت کے بوجھ کے لیے آتا ہے۔

(۷) وزن اور موازین، وُہ بوجھ جو تلنے کے لیے ترازو میں رکھ دیا جائے۔

۵۔ بوجھل (بھاری یا گراں) ہونا

کے لیے ثَقُلَ، كَسَلَ، اَدَّ (اود) كَبُرَ اور كَبِيرَةٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ثَقُلَ؛ بمعنی تول میں کسی چیز کا بھاری ہونا جیسے کہ آیت بالا سے واضح ہے۔

۲۔ كَسَلَ؛ سستی کی وجہ سے طبیعت کا بوجھل اور بھاری ہونا اور الكَسَلُ بمعنی ایسے معاملہ میں

گرا بھاری ظاہر کرنا جس میں گرا بھاری مناسب نہ ہو (مفت)۔ منافقین کے بارے میں اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں:

وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ
كَسَالَى (۹۴)

اور وہ نماز کو آتے ہیں تو سست اور کابل
ہو کر۔

۳۔ اَدَّ؛ (اود) بمعنی بوجھ یا محنت و مشقت کی زیادتی کی وجہ سے طبیعت کا گرا بھاری ہونا (مفت) ارشاد باری ہے:

وَلَا يُؤَدُّهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ
الْعَظِيمُ (۱۷۵)

اور زمین و آسمان کی حفاظت اللہ تعالیٰ کو گرا بھاری
نہیں کرتی۔

۴۔ كَبُرَ اور كَبِيرَةٌ؛ کسی کام کو مشکل اور بھاری سمجھنے کی وجہ سے طبیعت کا گراں بار ہونا۔ ارشاد باری ہے:

وَأَنَّ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ (۳۶) اور اگر ان کی رُوگردانی تم پر گراں گزرتی ہے۔

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

وَأَسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ اور نماز اور صبر سے مدد لیا کرو اور بیشک نماز

وَلَا نَهَا لِكَثْرَةِ إِلَّا عَلَى الْخَشِيِّينَ (۳۷) گراں ہے مگر ان لوگوں پر جو عاجزی کرنے والے ہیں۔

ماصل؛ (۱) ثَقُلَ، وزن میں بوجھل ہونا۔ (۲) أَذَى، مُنْتِ شَقَّتْ کی زیادتی کی وجہ سے طبیعت کا بوجھل ہونا۔

(۲) كَسَلٌ ہستی کی وجہ سے طبیعت کا بوجھل ہونا۔ (۳) كَبُرَ کسی کام کو مشکل اور بھاری سمجھنے کی وجہ سے طبیعت کا بوجھل ہونا۔

بوجھ اٹھانا کیلئے دیکھیے۔ اٹھانا

۵۲۔ بُوْرْطَا

کے لیے شَيْخ، شَيْب، كَهْل، عَجْز، مَعْتَمِر، عَوَان، فَاَرَضَ کے الفاظ آتے ہیں؛

۱۔ شیخ: بمعنی بزرگ۔ خواہ عمر کے لحاظ سے بڑا ہو، یا علم فضیلت اور مرتبہ میں بلند مقام رکھتا ہو۔

(مخبر) شیخ دراصل تکویم کا لفظ ہے۔ شیخ المرأۃ عورت کے خاوند کو بھی کہہ دیتے ہیں خواہ

وہ چھوٹی عمر کا ہو۔ تاہم قرآن کریم سے یہ لفظ عمر کے لحاظ سے بوْرطَا کے معنی میں ہی استعمال

ہوا ہے (ج۔ شیوخ) ارشاد باری ہے؛

ثُمَّ لَتَبْلُغُوا أَشَدَّكُمْ ثُمَّ

لَتَكُونُوا شَيْوخًا۔ (۳۸) پھر تم اپنی جوانی کو پہنچتے ہو۔ پھر بوْرطَا سے ہو جاتے ہو۔

۲۔ شَيْب، شَاب بمعنی سفید بالوں والا ہونا۔ کہتے ہیں شَابَتْ رَعْوَسُ الْأَكَامِ یعنی ٹیلوں

کی چوٹیاں بونگ سفید ہو گئیں۔ اور أَشْيَبُ کے معنی سفید سر والا۔ شَيْبُ اِی کی جمع ہے۔

(مخبر) اور شَيْبُ بمعنی پڑھا پامنت) صاحب فقہ اللغۃ اسے جوانی اور بڑھاپے کا درمیانی

حصہ قرار دیتے اور ۲۰ سے ۴۰ سال تک عمر بتلاتے ہیں (ف۔ ل۔ ۹۱) بہر حال شیب

وہی ہو سکتا ہے جس کے بال سفید ہونا شروع ہو چکے ہوں۔ ارشاد باری ہے؛

فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا

تَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا (۳۹) اگر تم نے کفر کیا تو تم اس دن سے کیوں بچو گے جو بچوں کو بوْرطَا کر دے گا۔

۳۔ كَهْلُ بمعنی ادھیڑ عمر کا ہونا اور كَهْلُ ۲۰ سال سے ۵۰ سال کی عمر والے کو کہتے ہیں اور كَاهِلُ الرَّجُلِ

سے مراد آدمی کا شادی کرنا ہے (مخبر) جبکہ صاحب فقہ اللغۃ اسے ۴۰ سے ۶۰ سال کا عرصہ

قرار دیتے ہیں (ف۔ ل۔ ۹) ان کے اپنے الفاظ میں ثُمَّ مَا دَامَ بَيْنَ الثَّلَاثِينَ وَالْأَرْبَعِينَ

فَهُوَ شَابٌ۔ ثُمَّ هُوَ كَهْلٌ، اِلَى أَنْ يَسْتَوْفِيَ الْبَتِينَ ۶۰ قَرَأَن مِیْن ہے؛

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَسْجِدِ وَكَمَا تَلَا۔ اور وہ (یسع ابن مریم) مال کی گود میں اور بڑی عمر کا ہو کر

(دونوں حالتوں میں) لوگوں سے (یکساں) گفتگو کرے گا۔ (۴۰)

۴- عَجُوز: صرف مؤنث کے لیے آتا ہے۔ یعنی بڑھیا عورت جس کے اولاد ہونا بند ہو چکی ہو۔ اور عجزۃ کسی کے آخری بچہ کو کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

قَالَتْ لِيُوَيْسَلُنِي يَوْمَ الْوَالِدِ وَأَنَا عَجُوزٌ
وَهَذَا بَعْلِي شَيْخًا (۱۱۶)

۵- مُعْتَمِر: یعنی عمر رسیدہ کافی عمر تک زندگی پانے والا۔ ارشاد باری ہے:
وَمَا يُعْتَمِرُ مِنْ مُعْتَمِرٍ وَلَا يَنْقُصُ
مِنْ عُمرِهِ إِلَّا فِي كِتَابٍ (۳۵)

اور نہ کسی بڑی عمر والے کو عمر زیادہ دی جاتی ہے اور نہ اس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا ہے)۔

۶، ۷- عَوَان اور فَارِض: عان یعنی ادھیڑ عمر والا ہونا۔ انسان، حیوان، عورت، مرد سب کے لیے آتا ہے۔ اور عَوَان یعنی ادھیڑ عمر (منجد) اور فَارِض یعنی عمر رسیدہ گائے یا بیل اور اس کی ضد پگڑ ہے۔ یعنی پھڑ پھڑا بھی جوان نہ ہوا ہو۔ (صفت) نیز یعنی کنواری لڑکی (منجد) ارشاد باری ہے:
قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقْرَةٌ لَا فَارِضٌ
وَلَا بِكِرٍّ عَوَانٌ بَيْنَ ذَلِكَ (۶۸)

بڑھا ہوا اور نہ پھڑ پھڑا بلکہ ان کے درمیان (یعنی ادھیڑ عمر) ہو۔

ماحصل (۱) شیخ، بڑھا کے لیے عام لفظ ہے؛ (۲) عَجُوز: بڑھیا۔ (یہ صرف مؤنث کیلئے استعمال ہوتا ہے) نیز عزت شرف اور علم والے کو بھی شیخ کہہ دیتے ہیں۔ (۳) مُعْتَمِر: کھولت کے بعد کی عمر تک زندہ رہنے والا۔ (۴) شایب: جس کے بال سفید ہونا شروع ہو چکے ہوں۔ (۵) عَوَان: ادھیڑ عمر۔ انسان، حیوان، عورت مرد سب کے لیے استعمال ہے۔ (۶) کھل: چالیس ساٹھ سال کی درمیانی عمر۔ (۷) فَارِض: عمر رسیدہ گائے یا بیل کے لیے مخصوص لفظ۔

۵۳۔ بوسیدہ ہونا

کے لیے بَلَّتِي (بیلی) وَهِي، رَمَتْ، رَفَّتْ اور نَخَرَتْ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- بَلَّتِي: کسی قابل استعمال چیز کا پُرانا ہو جانے کی وجہ سے کمزور پڑ جانا۔ بَلَّتِي الشَّوْبُ، کپڑا پُرانا ہو گیا (صفت) پنجابی ہنڈ جانا۔

قَالَ يَا دَاوُدُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَى شَجَرَةٍ
الْخُلْدِ وَمَمْلِكٍ لَا يَبْلَى (۱۱۶)

شیطان نے کہا ہے آدم! میں بتاؤں تجھ کو درخت سدا رہنے کا اور بادشاہی جو پرانی نہ ہو۔

۲- وَهِي: کسی چیز کے جوڑ ڈھیلے پڑ جانا (م) وَهِي الشَّوْبُ وَالْحَبْلُ، کپڑے یا رسی کا کنگلی کی وجہ سے پھٹنے لگنا (ن ل ۳۹) چمڑے کا بوسیدگی کی وجہ سے پھٹ جانا (م۔ ل) تَسْرَانُ میں ہے:

وَأَشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ (۶۹)

اور آسمان پھٹ جائے گا وہ تو اس دن کمزور (اور بوسیدہ) ہوگی

۳۔ سَمَرًا: رَمَّ بمعنی قابلِ مرمت ہونا اور بوجہ بوسیدگی (اور رَمَّ الرَّحْبِلَ بمعنی رسی کا ٹوٹ جانا۔ اور رَمَّ العظم۔ ہڈی کا بوسیدہ ہو جانا اور رِقَّةً پرانی ہڈی کو کہتے ہیں جو بوسیدہ اور بھری ہو چکی ہو (فل ۵۲) یا پھر پرانی رسی کے ٹکڑے کو جو علیحدہ ہو گیا ہو (مخبر) ارشادِ باری ہے:

مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا وَهْ نَامِرًا كَمَا هِيَ (ہو) جس چیز پر چلتی اس کو ریزہ ریزہ جَعَلْتَهُ كَالرَّمِيمِ (۳۳) کیے بغیر نہ چھوڑتی۔

۴۔ رَقَّتْ: بمعنی توڑنا۔ کوٹنا اور رَقَّتِ الْعِظْمُ بمعنی ہڈی کا پورا پورا ہونا۔ اور الرقات: معنی ہر ٹوٹی ہوئی چیز۔ بوسیدہ (مخبر) ارشادِ باری ہے:

وَقَالُوا لَإِذَا كُنَّا عِظًا مَّا وَرَقْنَا
عَ إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا (۳۴) اور کہتے ہیں کہ جب ہم (مترک بوسیدہ) ہڈیاں اور چورا چورا ہو جائیں گے تو کیا از سر نو اٹھاتے جائیں گے؟

۵۔ نَخْرٌ: نَخْرٌ کے معنی خراٹے لینا، اور نَخْرٌ کے معنی بوسیدہ ہونا اور ریزہ ہونا ہے (مخبر) نخرة بمعنی ہڈی کا بوسیدہ ہو کر اندر سے کھوکھری یا خالی ہو جانا یا اس میں سوراخ ہو جانا

ہے۔ قرآن میں ہے:

يَقُولُونَ عَ إِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي
الْحَافِرَةِ عَ إِنَّا لَعِظَمًا نَخْرَةً (۳۵)

(کافر) کہتے ہیں کیا ہم اٹھے پاؤں پھر لوٹیں گے، بھلا جب ہم کھوکھلی ہڈیاں ہو جائیں گے (تو پھر زندہ کیے جائیں گے)۔

ماحصل: (۱) بلی، کسی چیز کا بوسیدہ اور پرانا ہونا۔ (۲) رسی کی بوسیدگی کی وجہ سے ٹکڑے الگ ہونے لگنا۔ (۳) رسی کی بوسیدگی کی وجہ سے ریزہ ریزہ ہو جانا۔ (۴) رسی کی بوسیدگی کی وجہ سے کھوکھلی ہونا۔ (۵) نَخْرٌ: (ہڈی کا) بوسیدگی کی وجہ سے اندر سے کھوکھلا ہونا۔

۵۲۔ بولنا

کے لیے لَفْظًا، نَطْقًا، فَصَحًا، أَعْرَبًا، تَكَلَّمَ اور لَحْنٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ لَفْظًا اور لَفْظٌ کے معنی ہنہ سے، پھینکنا اور لَفْظًا مَعْنَى ہنہ سے پھینکی ہوئی چیز یا دسترخوان سے بھاڑی ہوئی چیز کو کہتے ہیں اور لَفْظٌ مَعْنَى ہنہ سے بولا جانے والا کلمہ (ج الفاظ، منجند) اور لَفْظٌ پہلی کو کہتے ہیں کہ وہ آٹا بامہر پھینکتی جاتی ہے (م۔ ق) اور لَفْظٌ مَعْنَى کسی بات کا زبان سے ادا ہونا خواہ وہ ایک آدھ لفظ ہی ہو۔ ارشادِ باری ہے:

مَا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ (۳۶)

کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی مگر ایک نگبان اس کے پاس تیار رہتا ہے۔

۲۔ نَطْقًا، ایسی بات کہنا جس کے معنی سمجھ میں آسکیں۔ کہتے ہیں أَلْمَالُ النَّاطِقُ وَالصَّامِتُ یعنی بولنے والے مال سے حیوان اور چپ رہنے والے مال سے سونا چاندی مراد ہے۔ اور حیوان

بھی ناطق ہیں۔ کیونکہ وہ ایک دوسرے کی بولی سمجھ لیتے ہیں۔ اور مَنْطِقُ الظَّيْرِ بمعنی جانوروں کی بولی۔ لیکن یہ لفظ بالذات صرف انسان کے متعلق بولا جاتا ہے۔ اور اہل منطق صرف انسان کو ہی حیوانِ ناطق کہتے اور نطق سے قوتِ گویائی مراد لیتے ہیں۔ (سب سے پہلے ارسطو نے انسان کو حیوانِ ناطق کہا تھا۔ مگر لغوی لحاظ سے یہ لفظ ذوی العقول کے لیے استعمال ہو سکتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا
وَحْيٌ يُوحَىٰ (۵۳)

اور (محمدؐ) خواہشِ نفس سے منہ سے بات نہیں نکالتے
یہ (قرآن تو) حکمِ خدا ہے جو ان کی طرف وحی کیا جاتا ہے

اور جو حضرت سلیمانؑ کے متعلق قرآن کریم میں آیا ہے کہ:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَّمْنَا مَنْطِقَ الظَّيْرِ۔
اے لوگو! ہمیں خدا کی طرف سے پرندوں کی بول سکھائی
گئی ہے۔ (۲۶)

تو یہاں نطق کا لفظ حضرت سلیمانؑ کے سمجھ لینے کی نسبت سے آیا ہے اور پرندوں کے بولنے کی نسبت سے۔

پھر جس طرح لفظ ظاہری ہے اور اس سے مراد قابلِ فہم بات ہے نطقِ باطنی بھی ہے جس کا مراد فہم و ادراک یا زبانِ حال ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

هَذَا كَيْبُلُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكَ بِالْحَقِّ
إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (۶۸)

یہ ہماری کتاب تمہارے بارے میں سچ سچ بولے گی
جو کچھ تم کیا کرتے تھے، ہم لکھواتے جاتے تھے۔

۳۔ فَصَحَّ: کے معنی کسی چیز کو آمیزش سے پاک و صاف کرنا۔ اور فَصَّحَ اللَّبَنُ کے معنی دودھ کے اوپر سے بھاک اتار کر دودھ کو صاف کر لینا ہے۔ اور فَصَّحَ الرَّجُلُ اسی سے مستعار ہے جس کے معنی کسی شخص کا خوش گفتار ہونا اور اس کے کلام کا ستور و زوائد سے پاک صاف ہونا۔ اور موزوں تر الفاظ کا استعمال کرنا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَأَجْحَىٰ هَرُونَ هُوَ أَفْصَحُ مِنْجِي
لِسَانًا فَأَرْسَلَهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِي۔

(موتی نے کہا) میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ
فیض ہے تو (اے اللہ) اسے میرے ساتھ مددگار بنا کر
بھیج کہ میری تصدیق کرے۔ (۲۸)

۴۔ اَعْرَبَ: اَلْاَعْرَابُ بمعنی کسی بات کو واضح کر دینا۔ اور اَعْرَبَ عَنْ نَفْسِهِ بمعنی اس نے بات کو
۵۔ اَعَجَمَ: و صانحت سے بیان کر دیا۔ اَلْعَرَبِيَّةُ بمعنی وضاحت بیان کرنے والا بھی ہے اور واضح اور فیض
کلام بھی (صفت) ارشادِ باری ہے:

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا (۳)

ہم نے اس قرآن کو واضح اور فیض زبان میں نازل کیا ہے

اور اَلْعَجَمَةَ کے معنی اہم اور اٹھانے کے ہیں اور اَلْاَعَجَمَةُ اس شخص کو کہتے ہیں جس کی زبان فیض
نہ ہو خواہ وہ زبانِ عربی ہی کیوں نہ ہو۔ اہل عرب اپنے آپ کو فیضِ زبان کے مالک اور دوسروں کو

غیر فصیح تصور کرتے تھے اور تمام غیر عرب کو العجم کہتے تھے۔ العجمیٰ اسی کی طرف منسوب ہے۔ اور چوپایوں کو بھی عجماء کہتے ہیں کہ وہ اپنے مافی الضمیر کو ٹھیک طور پر ادا نہیں کر سکتے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَقَالُوا
تَوَلَّأَ فَبِصَلَاتٍ آتَيْنَاهُ آعْجَبِيًّا وَ
عَرَبِيًّا (۴۳)

اور اگر ہم قرآن کو غیر عربی زبان میں نازل کرتے تو یہ لوگ کہتے کہ اس کی آیتیں (ہماری زبان میں) کیوں کھول کر بیان نہیں کی گئیں (کیا خوب کہ قرآن تو عجمی اور (غالب) عربی۔

۶۔ تَكَلَّمَ، كَلَّمَ، بِمَعْنَى كَلَامٍ كَرْنَا يَابَاتٍ كَرْنَا أَوْ تَكَلَّمَ بِمَعْنَى بُولْنَا يَابَاتٍ كَوْمَنْهُ پَرَلَانَا ہے۔ ارشاد باری ہے: لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ۔ کوئی شخص بول نہ سکے گا مگر جسے اللہ تعالیٰ اجازت بخشے گا۔ (۴۴)

۷۔ لِحْنٌ: بِمَعْنَى عَامٍ مُسْتَعَلٍ طَرِيقَةٍ أَوْ سُلُوبٍ بِمَعْنَى لِحْنِ الْقَوْلِ بِمَعْنَى مَرُوبٍ طَرِيقِ بَيَانٍ أَوْ أَمَّا لِحْنٌ كُفْلُو سَہْطٌ كَر كُوْنِي دُوسَر طَرِيقَةٍ اسْتَعْمَالِ كَرْنَا أَوْ أَلْحَنُ فِصْحٌ كَلَامٌ كُوْبِي كَسْتِي هِي (م۔ ق) اُوْر بَانُ كُوْ اُوْر فِصْحٌ شَخْصٌ كُوْبِي (مف) اُوْر لِحْنٌ بِمَعْنَى سَرِيْلِي آواز سے پڑھنا ہے۔ لِحْنٌ دَاوُدِي مشہور ہے۔ تاہم لِحْنٌ کا اصل معنی اجہ کی تبدیلی ہے۔ کہ اس سے ایک ہی فقرہ کبھی مثبت ہی منفی اور کبھی استغناء میرہ بن جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لِحْنِ الْقَوْلِ (۴۵)

اور تم انہیں ان کے انداز گفتگو ہی سے پہچان لو گے۔ حاصل (۱) لفظ۔ جو کچھ بھی منہ سے نکلے وہ (۵) اعجم۔ غیر فصیح اور مبہم بات کرنا۔

لفظ ہے۔ منہ سے کچھ کہنا۔ (۶) تَكَلَّمَ۔ کسی با معنی بات کا زبان پر لانا، جسے دوسرا سن رہا ہو۔ (۲) نَطَقَ۔ قابل فہم بات کہنا۔ (۳) فَصَحَ۔ خوش گفتار ہونا۔ حشو و زوائد سے (۷) لِحْنٌ۔ عام روش سے ہٹ کر کوئی دوسرا انداز پاک بات کرنا۔ گفتگو اختیار کرنا۔

(۴) أَعْرَبَ۔ وضاحت سے بولنا۔ فہم دیکھے "بات کرنا"۔

www.KitaboSunnat.com

۵۵۔ بہانا اور بہنا

کے لیے اسال، افاض، سكب، سفك، سفح، فبحر اور ججری کے الفاظ آئے ہیں۔ ۱۔ اسال، سال (سیل) کے معنی بالغ اشیاء کا، بہنا یا بہنکنا اور سیل کے معنی بہنے والا پانی، سیلا اور سیال یعنی زور سے بہنے والا منجد نیز ہر بہنے والی چیز کو سیال کہتے ہیں۔ اور اسال کے معنی کسی (بہنے والی یا بالغ چیز) کو بہا دینا۔ ارشاد باری ہے:

وَأَسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ (۲۳)

اور اس (داؤد) کے لیے ہم نے تانبے کا چشمہ بہا دیا تھا۔

۲- افاض: فاض (فیض) کے معنی کسی چیز کا بسولت جاری ہو جانا (م-ل) یا پانی کا کسی جگہ سے اچھل کر بہ نکلنا (صفت) کہتے ہیں۔ افاض السَّيْلِ پانی کا کثرت سے ہونا۔ اور وادی کے کناروں سے بہ نکلنا۔ اور فاضت عَيْلَانُ یعنی اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور افاض کے معنی (پانی وغیرہ کا) بسولت بہانا کہتے ہیں۔ افاض اِنَاہُ اس نے اپنا برتن بالباب بھرا کہ پانی اوپر سے نیچے گرنے لگا۔ گویا اس کا اصل معنی (OVERFLOW) ہونا ہے قرآن میں ہے:

وَنَادَىٰ اصْحَابُ النَّارِ اَصْحَابَ
الْجَنَّةِ اَنْ اَيُّضُوا عَلَيْنَا مِنْ
الْمَاءِ (۵۶)

اور دوزخی بہشتیوں سے (گڑگڑا کر) کہیں گے کہ
کسی زائد پانی ہم پر بھی بہا دو۔

۳- سَكَب: کے معنی (پانی وغیرہ کا) گرانا اور بہانا ہے۔ اور السَّكْبُ لگا تار بارش کو (مخبر) یا موٹے موٹے قطروں والی بارش کو (م-ل) کہتے ہیں جس کا پانی بہ نکلے۔ اور اَلْاَسْكُوبُ بمعنی لگا تار جھڑی (مخبر) گویا سَكَب میں پانی وغیرہ کے گرنے یا بہنے کے ساتھ تسلسل یا دوام کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔ اور مَاءٌ مَسْكُوبٌ بمعنی جَارِدٌ اَيْمًا (م-ق) قرآن میں ہے:

وَوَيْلٌ لِلْمَسْكُوبِ اَنْ يَسْكَبَ اَوْ يَنْسَلِبَ (۳۱)

اور سایہ لہا اور پانی بہتا ہوا۔ (عثمانی)

۴- سَفَكَ: بمعنی خون یا پانی بہانا۔ لیکن اس کا اطلاق زیادہ تر خون بہانے پر ہوتا ہے۔ اور سَفَاكَ خونریز انسان کو کہتے ہیں (م-ل) ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَاْخُذْ نَاْمِيْنَا كَمَا كُنَّا لَا نَسْفِكُوْنَ
دِمَاآءَكُمُ (۱۲۳)

اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ آپس میں کشت و
خون نہ کرو گے۔

۵- سَفَّحَ: کے معنی بھی لغوی لحاظ سے خون یا پانی بہانے کے ہیں (صفت) اور بمعنی کسی بہنے والی چیز کا سرعت سے بہنا اور جاری ہونا (فحل ۲۵۷) قرآن میں دَمًا مَسْفُوحًا بہتا ہوا خون کے معنوں میں آیا ہے تاہم اس لفظ کا عموماً استعمال منی کا پانی ناجائز طور پر بہانے یا بدکاری کرنے کے لیے ہوتا ہے، مَسْفُوحٌ کے معنی بدکار مرد اور مَسْفُوحَةٌ بمعنی بدکار عورت۔ ارشادِ باری ہے:

وَاٰجِلٌ لَّكُمْ مَّا وَّرَا ذٰلِكُمْ
اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ
مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مَسْفُوحِيْنَ (۱۲۳)

اور ان (محرمات) کے علاوہ اور سب عورتیں تم پر
حلال ہیں اس طرح کہ مال خرچ کر کے ان سے نکاح کر لو
بشرطیکہ نکاح سے مقصود عفت قائم رکھنا ہو، نہ کہ
شہوت رانی۔

۶- فَجَّرَ: کے اصل معنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنا کے ہیں (صفت) بہنے والی چیزوں کے متعلق اس کا استعمال وسعت پر ولالت کرتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَنْجُرَ
لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا ﴿١﴾
اور کافر کہنے لگے ہم تجھ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے
تو آنکہ تم ہمارے لیے زمین سے چشمہ نہ بہا دو۔

بہنا کے لیے سَالٌ اور فَاضٌ اور پُرْگَرٌ چکے۔ ان کی مثالیں دیکھیے۔
(۱) سَالٌ: أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً
اسی نے آسمان سے مینہ برسایا پھر اس سے اپنے اپنے
مقدور کے مطابق نالے بہنے لگے۔

(۲) فَاضٌ: وَإِذَا سَمِعُوا مَا أَنْزَلَ
إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ
مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ﴿٢﴾
اور جب اس کتاب کو سنتے ہیں جو پیغمبر (محمدؐ) پر نازل
ہوتی تو دم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری
ہو جاتے ہیں اس لیے کہ انہوں نے حق بات پہچان لی۔

۴۔ جَرَى: (جَرِيًّا وَجَرِيَانًا) اپنی اصل کے لحاظ سے یہ لفظ پانی اور اسی طرح کی سیال چیزوں کے
بہنے اور بہتے جانے کے لیے استعمال ہوتا ہے (مفت) جیسے ارشاد باری ہے،
فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ﴿٩٦﴾ اس (جنت) میں چشمہ ہے بہتا ہوا۔

پھر یہ لفظ ہر اُس چیز کے لیے استعمال ہونے لگا جو دوڑتک یا دیرتک بہتی اور چلتی رہتی ہیں۔
گو یا ظرف زمانی اور مکانی دونوں صورتوں میں اس کا استعمال عام ہو گیا۔ جیسے ہواؤں یا شمس و قمر
کے چلنے اور چلتے رہنے کے لیے اس کا استعمال قرآن کریم میں موجود ہے۔ پھر اس کا استعمال
معنوی طور پر بھی ہوتا ہے نہایت جاریہ مشہور لفظ ہے۔

ماحصل: (۱) اسال، کسی بھی بہنے والی چیز کو بہانا۔ (۵) سَفَّحَ: شہوت رانی کے لیے عام استعمال ہے۔
(۲) فَاضٌ: کسی بہنے والی چیز کا کنارے سے بہنے لگنا۔ (۶) فَجَرَ: کسی چیز کا وسیع و عریض رقبہ میں بہنا۔
(۳) سَمَكَبَ: کسی بہنے والی چیز کا بھرت کرنا کہ بہنے لگے۔ (۷) جَرَى: کسی چیز کا دوڑتک یا دیرتک بہتے یا
(۴) سَفَّكَ: خون بہانا کے لیے عام استعمال ہے۔ چلتے جا رہے۔

۵۶۔ بہانہ۔ بہانہ بنانا

کے لیے عَذْرٌ۔ عَذْرٌ اور اِعْتَذَرَ اور فِئْتَنَةٌ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ العُذْرُ: بمعنی کسی الزام کو دور کرنے کے لیے کوئی وجہ پیش کرنا ہے۔ امام راغب کے الفاظ میں
ایسی کوشش جس سے انسان اپنے گناہوں کو مٹا دینا چاہے اور عَذْرٌ کے معنی عذر قبول کرنا،
عَذْرٌ کے معنی جھوٹا بہانہ یا کوئی بھوٹ موٹ وجہ بیان کرنا اور اِعْتَذَرَ بمعنی عذر پیش
کرنا ہے۔ اب اس عذر کی بھی تین قسمیں ہیں: پہلی قسم فِئْتَنَةٌ ہے۔

۲۔ فِئْتَنَةٌ: (۱) یہ کہ انسان بھوٹ سے کام لے کر اس الزام یا گناہ ہی سے انکار کر دے۔ اس قسم کے لیے
قرآن نے فِئْتَنَةٌ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِئْتَنَهُمْ إِلَّا أَنْتَ
تو اُن سے کچھ عذر نہ بن پڑے گا۔ بجز اس کے کہ وہ

قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ۔
یہ کہہ دیں۔ خدا کی قسم جو ہمارا پروردگار ہے ہم شریک نہیں بناتے تھے۔ (۶۳)

(۲) عذر کی دوسری قسم یہ ہے کہ انسان کوئی غلط و بجا جھوٹا بہانہ پیش کر کے اپنے آپ کو بری الذمہ ثابت کرنے کی کوشش کرے۔ اس کے لیے قرآن نے عذر کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَاءَ الْمُعَذِّرُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ (۹)
اور صحرا نشینوں سے کچھ لوگ عذر بناتے ہوئے تمہارے پاس آئے کہ انہیں (جہاد پر نہ جانے کی) اجازت دیجائے۔

(۳) اور تیسری قسم یہ ہے کہ یہ وجہ فی الواقعہ درست اور معقول ہو۔ اس کے لیے عذر اور معذرتہ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَإِذْ قَالَتِ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا يَا لَئِي اللَّهِ مُهِّلِكُمْ أَوْ مَعِذِبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا قَالُوا مَعِذْرَةٌ إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ (۱۳۳)
اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں خدا ہلاک کرنے والا یا سخت عذاب دینے والا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ تمہارے پروردگار کے سامنے معذرت پیش کر سکیں اور عجب نہیں کہ وہ پرہیزگاری اختیار کریں۔

ماہل؛ درست اور معقول وجہ پیش کرنے کے لیے عذر اور معذرتہ، جھوٹا بہانہ بنانے کے لیے تعذیر اور الزام سے بچرنا کار دینے کے لیے فتنہ کا لفظ آیا ہے۔

۵۴۔ بہتان

کے لیے بہتان۔ اِفْكَ اور اِفْتِرَاء کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ بہتان؛ بہت کے معنی حیران اور متحیر ہونا (معنی) یا حیرانی کی وجہ سے خاموش اور دم بخود ہو جانا ہے (مغذ) اور بہتان ایسی بات کو کہتے ہیں جسے سن کر لوگ ہوش کھودیں اور حیران و ششدر رہ جائیں اور انہیں یقین نہ آئے کہ یہ بات ممکن لعل ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ (۲۳)
اور جب تم نے اسے سنا تھا تو کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں شایان شان نہیں کہ ایسی بات بانی پرائیں (پروردگار) تو پاک ہے یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔

۲۔ اِفْكَ اِفْكَ یعنی کسی چیز کو اس کے صحیح رخ سے موڑ دینا ہے (معنی) قرآن میں ہے:

قَالُوا اجْتَنِبْنَا إِنَّا نَبْغِيكَ عَنِ الْهُدَىٰ۔
وہ (قوم عاد) کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے مجودوں سے پھیر دو۔ (۲۴)

اسی طرح حق سے باطل کی طرف یا سچ سے جھوٹ کی طرف یا اچھے کاموں سے بُرے کاموں کی طرف

پھرنے کو اِفْكَ کہتے ہیں۔ اور اسی لحاظ سے من گھڑت اور جھوٹی بات اور الزام کو بھی اِفْكَ کہتے ہیں۔ اور اَفْكَ بمعنی جھوٹی اور من گھڑت باتیں گھڑنے والا الزام تراش ہے اور ابوہلال عسکری کے الفاظ میں اِفْكَ ایسا جھوٹ ہے جس کا تعلق فَاِحْسَ الْقُبْحِ سے ہو۔ ارشادِ باری ہے:

لَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَلَمَ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِنَّ خَيْرًا وَّ قَالُوا هَذَا اِفْكَ كُفَّيْنِ (۳۳)

جب تم نے وہ بات سنی تھی تو مومن مردوں اور عورتوں نے کیوں اپنے دلوں میں نیک گمان نہ کیا اور (کیوں) کہا کہ مرتع طوفان ہے۔

گویا اِفْكَ کا واقعہ اس لحاظ سے کہ وہ بے بنیاد باتوں پر استوار تھا اِفْكَ تھا اور اس لحاظ سے کہ وہ اتنا بڑا جھوٹ تھا کہ عقل سلیم ونگ رہ جائے بہتان تھا۔

۳۔ اِفْتَرَى: فری کے معنی چڑے کو سینے اور درست کرنے کے لیے کاٹنے کے ہیں اور اِفْتَرَأَ کے معنی اسے خراب کرنے کے لیے کاٹنے کے (مع) اور فری بفری بمعنی طوفان جوڑنا (منجد) اور اِفْتَرَى کا لفظ صلاح و فساد دونوں کے لیے آتا ہے۔ لیکن اس کا زیادہ استعمال فساد ہی کے معنوں میں ہوتا ہے (مع) قرآن پاک میں یہ لفظ جھوٹ، شرک اور ظلم کے موقعوں پر استعمال کیا گیا ہے۔ اور اِفْتَرَأَ سے مراد عموماً وہ بناوٹی عقائد ہیں جو خود تراش کر خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیے جاتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا (۹۳)

اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جو اللہ پر بہتان باندھے۔

اور فَرِيًّا کا معنی کسی کے ذمہ بہتان اور جھوٹی بات لگا دینا (منجد) ارشادِ باری ہے:

قَالُوا لِمَرْيَمَ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا (۱۹)

(تفہیم القرآن)

ماہل (۱) اِفْكَ، بے بنیاد الزامات۔ اصل بات کو توڑ موڑ کر بنایا ہوا قصہ۔

(۲) بہتان، ایسا الزام جو لوگوں کو درطہ حیرت میں ڈال دے۔

(۳) اِفْتَرَأَ، بناوٹی عقائد جو خود تراش اللہ کی طرف منسوب کر دیے جائیں۔ یا جو اصلاح کی بجائے بگاڑ پیدا کریں۔

۵۸۔ بہکنا اور بہکانا

کے لیے ضَلَّ - غَوَىٰ اور تَأَهَّ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ ضَلَّ کے معنی کسی چیز کا ضائع ہو کر کسی دوسرے حق میں چلا جانا ہے (م۔ ل) یعنی جس مقصد کے لیے کوئی کام کیا جائے وہ نتیجہ برآمد نہ ہونا۔ یا راہِ راست سے ہٹ جانا۔ قرآن میں ہے:

الَّذِينَ ضَلَّ سَعِيْرُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنْهُمْ يُحْسِبُوْنَ صُنْعًا (۱۸)

وہ لوگ جن کی سعی دنیا میں برباد ہو گئی اور وہ یہ سمجھے ہوتے ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں۔

نیز فرمایا:

اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيْلٍ (۱۹)

کیا ان کا واؤ غلط نہیں کیا۔ یعنی ان کی تدبیر رائیگاں ہو گئی۔

اور یہ بے راہروی قصد بھی ہو سکتی ہے اور اضطرار بھی۔ اگر اضطرار یعنی ترک ضبط و سبب ہو تو اس کے معنی بھولنا ہوں گے یعنی کسی بات یا واقعہ یا اس کا کچھ حصہ بھول جانا۔ ارشاد باری ہے:

فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَاِمْرَاَتَيْنِ مِمَّنْ تَرْتَضُوْنَ مِمَّنِ الشُّرَكَاءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدَاهُمَا الْاٰخْرٰى (۲۰)

اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جن کو تم گواہ پسند کرو کہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے۔

اس لحاظ سے ضلال یا ضلالت کی ضد حق بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے ارشاد باری ہے:

فَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ (۲۱)

اور حق بات ظاہر ہونے کے بعد گمراہی کے سوا ہے ہی کیا؟

اور ہدایت بھی جیسے فرمایا:

وَوَجَدَكَ ضٰلًا فَهَدٰى (۲۲)

اور (آپ کو) راستے سے ناواقف دیکھا تو سیدھا راستہ دکھایا۔

۲۔ غَوٰى کے معنی کسی کام میں لاعلمی کی بنا پر غلط کام میں پھنس جانا (م۔ ۱) اور پھر راہ راست سے ناامید ہو جانا ہے (م۔ ۱) اور اس کا استعمال صرف دینی معاملات میں ہوتا ہے۔ (فقہ ۱۳۷) ارشاد باری ہے:

وَعَصٰى اٰدَمُ نَهٰى رَبِّهٖ فَغَوٰى (۲۳)

آدم نے اپنے پروردگار کے (حکم کے) خلاف کیا تو وہ (اپنے مطلوب سے) بے راہ ہو گئے۔

اور غی (معا) کی ضد رشد ہے۔ یعنی سیدھی راہ پر گامزن ہو جانا اور نیک چلن اختیار کرنا۔ اور رشید بمعنی ہدایت یافتہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (۲۴)

ہدایت صاف طور پر ظاہر اور گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔

نیز ارشاد باری ہے:

مَا هٰتَلَ صٰاجِبِكُمْ وَمَا غَوٰى (۲۵)

تمہارے رفیق (محمد) نہ راستہ بھولے ہیں نہ بھٹکے ہیں۔

۳۔ تاہ (تبیہ) اور تیہاء ایسے طویل میدان کو کہتے ہیں جس میں چلنے والا بھٹک جائے۔ اور تاہ کے معنی متحیر ہو کر سرگشتہ پھرنا ہے (منجد) ارشاد باری ہے:

قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً عَيِّتَهُمُؤْنٌ فِي الْأَرْضِ (۳۱)

خدا نے فرمایا کہ وہ ملک ان کے لیے چالیس برس تک بے حرام کر دیا گیا (کہ وہاں جانے نہ پائیں گے اور سبک لیا) زمین میں سرگردان پھرتے رہیں گے۔

ماحصل؛ ضلّ، عمداً یا سهواً بے راہرو ہونے کے لیے۔ غسوی، دینی امور میں بے راہ آدمی کے غلط کام میں پھنس جانے کے لیے (صلوات اکلہ درجہ) اور تاہ، حیرت و سرسیمگی میں بھٹکتے رہنے کے لیے آتا ہے۔ اور بھکانا یا گمراہ کرنا کے لیے ضلّ سے اصّلاً اور غسوی سے اغوی آئیں گے۔ مثلاً:

(۱) قَيِّقُولُءَ أَنْتُمْ أَضَلُّتُمْ عَادِي هَوْلًا
 تَوَالِدُ تَعَالَى اِنْ (معبودان باطل) سے فریٹے گا کیا تم نے
 اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ (۲۵)
 میرے بندوں کو بھکایا تھا یا یہ خود بھگ گئے تھے؟
 تَوْجِنَ لَوْكُوْنَ پَر (عذاب کا حکم ثابت ہو چکا ہوگا،
 (۲) قَالَ الدِّينَ حَقِّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ
 وہ کہیں گے کہ ہمارے پروردگار یہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے
 رَبَّنَا هَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا.
 گمراہ کیا تھا اور جس طرح ہم خود گمراہ ہوئے تھے اس طرح
 أَغْوَيْنَاهُمْ كَمَا غَوَيْنَا (۲۶)
 ان کو گمراہ کیا تھا۔

۵۹۔ بھگانا۔ بھگانا

کے لیے فَرًّا، اَبَقًا، زَهَقًا، هَرَبًا، اسْتَنْفَرًا اور مَشْرَدًا کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ فَرًّا: معنی بھگانا عموماً ملزم کے لیے آتا ہے یا کسی قسم کے خوف و خطر سے بھاگنے کے لیے۔

کہتے ہیں۔ فَرَّ مِنَ الْحَوْبِ فِرَارًا کے معنی میدان کارزار کا چھوڑ دینا یا لڑائی سے فرار ہو جانا اور مَقَرًّا ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں بھاگ کر پناہ لی جاسکے۔ اور مَفْرُودًا ملزم جو بھاگ جائے

ارشاد باری ہے:

قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمْ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ
 تَم كِدُو كِرْمُوتِ يَاتِلُ هُو بِلْنِ سَ بَهَا كْتِ هُو
 مِّنَ الْمَوْتِ اَوْ الْقَتْلِ وَاِذَا لَأَ
 تَوْ بَهَا كِنَا تَم كُو فَا نَدَه نَهِي نِ دَسَ گَا اُو رَا سِ وَا قْتِ تَم
 تَمْتَعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا (۳۲)

بہت ہی کم فائدہ اٹھاو گے۔

نیز یہ لفظ مقابلہ تیز دوڑنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ الفِرَارُ تیز دوڑنے والے کو کہتے ہیں۔ اور مفر من الخيل اس تیز دوڑنے والے گھوڑے کو کہتے ہیں جو بھاگتے وقت کام میں آئے (منجد) یہ لفظ ان معنوں میں بھی قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔ قرآن میں ہے:

فَيَفْرُرْ اِلَى اللّٰهِ اِنِّى لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ
 تَوْ تَم لَوْ كِ طَرَفِ بَهَا كِ چَلُو۔ مي نِ اس كِ طَرَفِ
 تَم كُو صَرِي حِ طَوْرِ پَرُوْرُنِ وَا لَاهُو نِ۔
 مَيْنِ (۱۵)

اس آیت میں مندرجہ بالا دونوں مفہوم پائے جاتے ہیں۔

۲- اَبَقَ، کا لفظ غلام کا اپنے مالک کے ہاں سے بھاگ جانے کے لیے مخصوص ہے (مفت مجتہد) خصوصاً جب اسے اپنے مالک کی طرف سے کوئی خطرہ بھی نہ ہو (ف۔ ل۔ ۲۱) نیز اس لفظ کا استعمال اپنی ذمہ داریوں سے فرار کی راہ اختیار کرنے پر بھی ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ - إِذْ ادْرَأْتُمُوهُ فِي الْبَحْرِ وَهُوَ يَهُرَّ يَبْعَثُ فِي الْفَوْاقِ يَتَخَوَّىٰ عَنْهُمْ وَيُحْضِرُ إِلَيْهِمُ الْبُرْجَانَ وَاصْبُرْ لِمَصْرُفِ السُّعُودِ ۚ إِنَّا بِأَعْيُنِنَا ۖ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ وَمِنْ اللَّيْلِ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَائِمًا وَإِذَا سَأَلَكَ السُّعُودُ ۖ خَبِّرْ وَلَا تَجْهَلْ أَلُفْ لَهُمْ آيَاتِنَا فَهَلْ يُعَذِّبُهُمْ بِمَا عَصَوْا ۚ إِنَّا كَارِهِمْ

اس آیت میں اَبَقَ کا لفظ یہ سب معنی دے رہا ہے۔

۳- زَهَقَ، کے معنی شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہونا ہے (م۔ ل۔ ۱) کہتے ہیں زَهَقَتْ فُسْلُهُ اس کی رُوح نکل گئی۔ یہ لفظ لغت اضداد سے ہے۔ زاهق معنی بہت موٹا جانور بھی اور بہت ڈبلا اور کمزور بھی (مجتہد) لہذا اَزْهَقَ سے مراد کسی چیز کا شکست کھا کر یا کمزور اور مضحل ہو کر نکل بھاگنا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔

اور کہہ دو کہ حق آ گیا اور باطل نابود ہو گیا۔ بے شک باطل نابود ہونے والا ہے۔ (بالندھری)

اور کہہ دو آیات اور نکل بھاگا جھوٹ۔ بیشک جھوٹ ہے نکل بھاگنے والا۔ (مجتہد)

۴- هَرَبَ، کسی کا خود پکڑے جانے کے خطرہ کی وجہ بھاگنا (ف۔ ل۔ ۲۱) جیسے چور کا چوری کرتے وقت اطلاع ہونے پر بھاگ کھڑا ہونا۔ یا مال چوری لے جانا اور تفریبِ محسول بچانے اور مَهْرَبِ اسمِ لکڑے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے (قاموس الجدید) قرآن میں ہے:

وَأَنَّا ظَنَنَّا أَن لَّن نَّعْجِزَ اللَّهَ فِي الْأَرْضِ وَلَئِن نُّعْجِزْهُ هَرَبًا ۖ

اور یہ کہ ہم نے یقین کر لیا ہے کہ ہم زمین میں (خواہ کہیں ہوں) خدا کو ہر نہیں سکتے اور نہ بھاگ کر اس کو تھکا سکتے ہیں۔

۵- اسْتَنْفَرَ، فَرَّ کے معنی جنگ وغیرہ کے لیے نکلنا، اور اسْتَنْفَرَ کے معنی کسی چیز سے بدک کر بھاگنے کو کہتے ہیں (مفت) قرآن میں ہے:

كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفَرَةٌ ۚ فَزَوَّجْنَا مِنْ قَسْوَرَةٍ ۖ

گو یا گدے ہیں کہ بدک جاتے ہیں جو شیر سے ڈر کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

۶- شَرَّدَ الْبَعِيرَ، یعنی اونٹ بدک کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اور شَرَّدَ بمعنى ایسا کام کرنا کہ پھر دوسرے اس جیسا کام نہ کریں (مفت) اور معنی دھتکا زنا ڈرانا بھاگانا (مجتہد) گو یا اس کا معنی کھی سے جو تیرنگ سلوک کر کے دوسروں کو بھاگا دینا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَإِمَّا تَشْتَقِقْهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ ۚ

اگر تم ان کو لڑائی میں پاؤ تو انہیں ایسی سزا دو کہ جو

بِرَهْمٍ مِّنْ خَلْفِهِمْ (۵۷) لوگ ان کے پس پشت ہوں وہ ان کو دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوں۔

- ماہصل (۱) فتح: کسی ملام کا بھاگنا۔ (۲) زہق: کمزور اور شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہونا۔
 (۲) ابق: غلام کا آقا کے پاس سے بھاگنا یا (۳) ہرب: مجرم کا جرم کرنے کے دوران بھاگنا کہ ذمہ داریوں سے بھاگنا۔
 (۵) استنفر: بک کر بھاگنا۔ (۶) ایسی جو ترناک سزا جس سے دوسرے بھاگ کھڑے ہوں۔

۶۰۔ بھائی

- کے لیے اَخ اور اس کی جمع اِخْوَةٌ اور اِخْوَانٌ آتی ہے۔
 ۱۔ اِخْوَةٌ یعنی بھائی بھائی۔ نسبی تعلق کے لیے استعمال ہوتا ہے (مخدر معن) اور اس میں سب بہن بھائی شامل ہوتے ہیں۔ جیسے:
 يَا نَّكَاحُكَ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَوَافِئِكُمْ وَاهْتَدَتْ بِأَفْئِئْتِكُمْ وَاْتَتْ بِيَمِينِكُمْ وَالْوَالِدَاتُ يُغْضِبْنَ بِنُسْرِئِكُمْ فَفُتِنْنَ بِأَخْوَاتِكُمْ رَبَّهُنَّ لَوَّى خُسْرًا لِّمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَكْفُرُونَ (۳۱)
 اگر میت کے بھائی بھی ہوں۔
 میں اِخْوَةٌ کا لفظ بہن بھائی دونوں کے لیے شامل ہے (معن)
 ۲۔ اِخْوَانٌ کا لفظ بلحاظ صداقت اور دوستی بھائی کے معنی دیتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقْوَاهُ وَالصَّالِحِينَ وَابْتَغُوا لِنَفْسِكُم مِّنْ أَمْوَالِكُم مَّا رَزَقْنَاهُمْ حلالًا وَحَلالًا وَالَّذِينَ آمَنُوا وَابْتَغُوا لِنَفْسِكُم مِّنْ أَمْوَالِكُم مَّا رَزَقْنَاهُمْ حلالًا وَحَلالًا وَالَّذِينَ آمَنُوا وَابْتَغُوا لِنَفْسِكُم مِّنْ أَمْوَالِكُم مَّا رَزَقْنَاهُمْ حلالًا وَحَلالًا وَالَّذِينَ آمَنُوا وَابْتَغُوا لِنَفْسِكُم مِّنْ أَمْوَالِكُم مَّا رَزَقْنَاهُمْ حلالًا وَحَلالًا (۵۹)
 معاہد فرما۔

اور قرآن کریم کی اس آیت،
 اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ (۳۹) مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔
 میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مومنوں کو محض صداقت اور دوستی کا تعلق ہی نہ سمجھنا چاہیے بلکہ نسبی برادری کی طرح ایک دوسرے کو سمجھنا چاہیے۔
 بھاری ہونا کیلئے بوجھل ہونا۔ بھٹکانا کیلئے دیکھیے بھٹکانا

۶۱۔ بھرنا

- کے لیے مَلَأَ اور اِمْتَلَأَ، دَهَّقَ اور شَعَّنَ کے الفاظ آتے ہیں؛
 ۱۔ مَلَأَ؛ مَلَأَ الْإِنَاءَ کے معنی کسی برتن کو بھر دینا اور مَلَأَ کُمی چیز کی وہ مقدار ہے جس سے کوئی برتن بھر جائے (م ل منجد) قرآن میں ہے:
 فَلَنْ يَّقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِلًّا (کافر اگر نجات حاصل کرنے کے لیے بدلے میں زمین
 الْأَرْضِ ذَهَبًا وَقَوَافِدًا يٰۤاِيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَذِهِ السُّبُلَ فَتَفْسَدُوا وَآنتُمْ كَالضَّالِّينَ (۱۶۱)
 بھر سونادیں۔ تو بھی ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

اور امتلاً بمعنی کسی چیز کا بھر جانا۔ ارشادِ باری ہے:

يَوْمَ نَقُولُ لِجَنَّتُمْ هَلْ اَمْتَلَيْتُمْ وَنَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ (۳۵)

اس دن ہم جنم سے کہیں گے کیا تو بھر گئی؟ اور وہ کیسی بگھ اور بھی ہے؟

۲- دَهَقٌ، پیالہ کے کسی مشروب بھر جانے کے لیے استعمال ہوتا ہے (ن ل ۶۵) قرآن میں ہے:

اِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا حَدًّا اَتَوْا وَ اَعْتَابًا وَ كَوَاعِبَ اَثْرًا بَا وَا كَا سَا دِهَاقًا (۴۹)

بے شک پرہیزگاروں کے لیے کامیابی ہے (یعنی) باغ اور انگور اور ہم عمر نوجوان عورتیں اور چھلکتے ہوتے جام۔

۳- شحْنٌ مٹی یا جہاز کو سوار اور سامان لاؤ کر بھرنا (ن ل ۶۹) ارشادِ باری ہے:

اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفَلَكَ الْمَشْحُونِ (۳۳)

جب وہ (یونس) بھاگ کر بھری ہوئی کشتی میں پہنچے۔

ماحصل؛ دھق، پیالہ بھرنے کے لیے مشحون کشتی کا سامان سے بھرنے کے لیے اور مَکَلًا کا استعمال ظم ہے۔

۶۲۔ بھوک

کے لیے جُوع، مَسْغَبَةٌ، مَخْصَصَةٌ اور خَصَّاصَةٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- جُوع؛ بمعنی کھانے کی طلب پیدا ہونا (ن ل ۱۶۱) اور اس کی ضد مَشْبَعٌ (کھا کر سیر ہو جانا) ہے۔

(ن ل) اور یہ بھوک کا ابتدائی درجہ ہے (ن ل ۱۶۱) ارشادِ باری ہے:

اَلَّذِي اَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ وَ اَمَّهُمْ مِنْ خَوْفٍ (۳۳)

اس نے ان کو بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف سے امن بخشا۔

۲- مَسْغَبَةٌ؛ سغب بمعنی بھوکا ہونا اور اَسْغَبَ بمعنی قوم کا قحط سالی میں بہتلا ہونا اور سغاب بھوک کو کہتے ہیں۔ اور یہ بھوک کا دوسرا درجہ ہے (ن ل ۱۶۱) قرآن میں ہے:

اَوْ اِطْعَاكُمْ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ (۳۳)

یا بھوک والے دنوں میں کھانا کھلانا۔

۳- مَخْصَصَةٌ؛ خَمَّصَةُ الْجُوعِ بمعنی بھوک کا کسی کو بولے پیٹ والا کر دینا اور مَخْصَصَةٌ مہم بمعنی پیٹ کا کھانے سے خالی ہونا ہے (منجد) خوراک کی کمی اور محنت کی زیادتی سے لاغر و کمزور ہونا (ن ل) اور پیٹ کا پچک جانا۔ اور یہ بھوک کا تیسرا درجہ ہے (ن ل ۱۶۱) ارشادِ باری ہے:

فَمِنْ اضْطَرَّتْ فِي مَخْصَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِآثِمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ عَفُوٌّ رَّحِيْمٌ (۳)

ہاں جو شخص بھوک میں ناچار ہو جائے (بشرطیکہ) گناہ کی طرف مائل نہ ہو۔ تو خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

۴- خَصَّاصَةٌ، خَصَّ بمعنی محتاج و مفلس ہونا اور خَصَّاصَةٌ مصدر ہے اور خَصَّاصَةٌ تھوڑا اور قلیل کے معنوں میں آتا ہے (منجد) یعنی مفلسی اور احتیاج کی وجہ سے فاقہ کشی کی نوبت کو پہنچنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَيُؤْتِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ
 بِهِمْ خَصَاصَةٌ (۵۹)

اور ان (مہاجرین) کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے
 ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو۔
 اگرچہ ہوا ہے ان پر فاقہ (مٹائی؟)

ماہل (۱) جُوع: وہ حالت جب انسان کو
 کھانے کی طلب ہو۔
 (۲) مسغبة: قحط سال کا دور۔
 (۳) منحصہ: خوراک کی کمی کی وجہ سے دبلے پیٹ
 والا ہونا۔
 (۴) خصاصة: مظلومی محتاج کی سہ سے فاقہ کشی کی نوبت آنا۔

۶۳۔ بھولنا، بھلانا

کے لیے نسیی، سہما، ضلّ اور ذہل کے الفاظ آتے ہیں،

۱۔ نسیی، بھولنا کے لیے یہ لفظ عام ہے۔ خواہ اس کی وجہ غفلت ہو یا ترک ضبط، یا کوئی اور
 (معت) ارشادِ باری ہے:

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ۔
 اور (انسان) ہمارے بارے میں مثالیں بیان
 کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا۔
 (۲۶)

اور اُنسی یعنی کسی دوسرے کو کوئی بات بھلا دینا۔ قرآن میں ہے:

فَأَنسَى الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ (۲۷)
 لیکن شیطان نے اپنے آقا سے (یوسف کا) ذکر کرنا
 بھلا دیا۔

۲۔ سہما (سہموا) غفلت کی وجہ سے کسی بات یا کام سے توجہ ہٹ جانا۔ توجہ کا اصل کام سے ہٹ کر
 دوسری طرف پھر جانا اور سہما ہی بمعنی غافل اور فراموش کار (م)۔ (۱) سجدہ سوم مشہور لفظ ہے۔
 یعنی کام اور کوئی کرنا چاہیے تھا۔ بھول کر کر کوئی اور دیا۔ قرآن میں ہے:

الَّذِينَ هُمْ فِي عَمْرٍةٍ سَاهُونَ (۲۸)

۳۔ ضلّ: ترک ضبط کی وجہ سے کوئی بات یا واقعہ یا اس کا کچھ حصہ بھول جانا۔ (دیکھیے بھلنا)
 أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ
 إِحْدَاهُمَا الْآخَرَى (۲۹)

۴۔ ذہل: ذہل (ذہولاً) جب بھولنے کا سبب دہشت ہو یا ایسی مشغولیت جو غم اور
 پریشانی کا باعث ہو تو اسے ذہول کہتے ہیں (معت) ذہل (ذہولاً) کے معنی غافل ہونا
 بھول جانا اور ذہل ذہولاً کے معنی ہکا بکا ہونا۔ حیران رہنا ہے (منجد) ارشادِ باری ہے:

يَوْمَ تَرَوْنَهَا ذَهَلًا كُلُّ مَرْصُوعٍ
 عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ
 حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَرَى

جس دن تو اس زلزلہ قیامت کو دیکھے گا تمام دودھ
 پلانے والی عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی اور تمام
 حمل والیوں کے حمل گر پڑیں گے اور تو لوگوں کو متوالا

- وَمَا هُمْ بِمُكْرَمِي (۲۲) دیکھے گا مگر وہ متوالے نہیں ہوں گے۔
ماہصل؛ (۱) نسی، عام استعمال ہوتا ہے، وجر خواہ کچھ ہو۔
 (۲) سما، غفلت کی وجہ سے بھولنا۔ توجہ کا دوسری طرف پھر جانا اور اصل کام کی بجائے کوئی دوسرا کام کرنا۔
 (۳) ضل، ترک ضبط کی وجہ سے بھولنا۔
 (۴) ذہل، دہشت اور پریشانی کی وجہ سے بھولنے کو کہتے ہیں۔

۶۴۔ بھوننا

کے لیے شَوٰی اَوْحٰنًا کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

- ۱۔ شَوٰی، یعنی گوشت وغیرہ کو آگ میں بھوننا (مف) ارشاد باری ہے:
 وَإِن تَسْتَغِيثُوا نَوَانِيًا تَمَاءٍ كَالْمُهْلِ
 كَهَوِّتِ بَانِي سَمَانِ كَادِرْسِي كِي جَانِي كِي جَوَانِ كِي
 جہروں کو بھون ڈالے گا۔
 ۲۔ حنذ، الحنذلة یعنی سخت حرارت اور حنيد، یعنی گرم پانی بھی اور بھوننا ہوا گوشت بھی۔ اور حنذ ثلث الشمس یعنی سورج کا کسی کو بھلس دینا۔ (مف) حنذ کے اصل معنی کسی بھی ذریعہ حرارت سے لزوجت اور رطوبت کو خارج کرنا ہے (مف) قرآن میں ہے:
 فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيدٍ۔
 ابھی کچھ وقفہ نہیں گزرا تھا کہ (ابراہیم) ایک بھننا ہوا
 پھڑالے آئے۔ (۱۹)

ماہصل؛ شَوٰی، آگ سے گوشت وغیرہ کو بھوننا اور پکانا۔

حنذ، کسی بھی حرارت کے ذریعہ گوشت وغیرہ سے لزوجت اور رطوبت کو خارج کر دینا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم کے متعلق یہ روایت ہے کہ انہوں نے پھڑے کی کھال اتار کر اسے دو سخت گرم پتھروں کے درمیان رکھ کر اس گوشت سے لزوجت اور رطوبت خارج کی۔ اور اسے شترہ اور کھانے کے قابل بنا دیا تھا۔ (مف)

۶۵۔ بھیننا

کے لیے دو لفظ ہیں۔ اَرْسَل اور بَعَث۔

- ۱۔ اَرْسَل، کسی کو پیغام، چٹھی یا حکم دے کر بھیجنا یا روانہ کرنا اور اَرْسَل بِهِ اَلَيْدِہ کے معنی پیغام کے ساتھ کسی کو کسی کے پاس بھیجنا ہے۔ (مف) اور رسول بمعنی پیغمبر یا پیغام بر ہے جو انسانوں میں سے بھی ہیں اور فرشتوں سے بھی۔ قرآن میں ہے:
 قَالُوا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسَل فِي

الْمَدَائِنِ حُشْرِيَّتَ (۳۱) اور اس کے بجائی کے معانی کو موقوف رکھیے اور

شہروں میں ہر کار سے روانہ کر دیجئے۔

۲۔ بَعَثَ، بنیادی طور پر اس کے دو معنی ہیں (۱) اُجَازًا، اُتْهَانًا اور (۲) تَنْهَارًا اور نہ کرنا۔ پھر کبھی اس سے ایک ہی مفہوم لیا جاتا ہے۔ مثلاً بَعَثْتُ الْبَعِيزَ میں نے اونٹ کو اٹھا کر آزاد چھوڑ دیا۔ اور جب یہ روانہ کرنا کے معنی میں ہو تو اس کا مطلب کسی مقصد یا ہم کی تکمیل کے لیے روانہ کرنا ہوگا۔

ارشاد باری ہے:

فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ (۳۲)

اور خدا نے ایک کو ابھی جو زمین کو کھینچنے لگا۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ لِيَتْلُوَ عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيَهُمْ

وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں سے ایک رسول بھیجا۔ جو ان پر اللہ کی آیات پڑھتا اور ان کو پاک کرتا ہے۔

ماصل، اَرْسَلَ، کسی کو پیغام دے کر بھیجا۔ بَعَثَ، کسی کو کسی مقصد کی تکمیل کے لیے تہا روانہ کرنا۔

۶۶۔ نشان کرنا

کے لیے وَصَفَ، قَصَّ، صَرَّبَ، حَدَّثَ، بَشَّرَ، صَرَّفَ، قَصَّدَ اور فَشَّرَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ وَصَفَ کے معنی کسی کا علیہ بیان کرنا (م۔ ل) کسی چیز کا علیہ اور نعمت بیان کرنا خواہ وہ صحیح ہو یا غلط (مف) منظر کشی کرنا۔ قرآن میں ہے:

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبْرًا حَمِيدًا وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ (۱۲)

یعقوب نے کہا (یوں نہیں ہے) بلکہ تم اپنے دل سے یہ بات بنا لاتے ہو۔ اچھا صبر ہی خوب ہے اور جو تم بیان کرتے ہو، اس کے بارے میں خدا ہی مدد مطلوب ہے۔

۲۔ قَصَّ کے معنی کسی کے نشان قدم پر چلنا ہے (مف) جیسا کہ قرآن میں ہے:

فَارْتَدَّ عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا (۱۳)

تو وہ دونوں اپنے پاؤں کے نشان دیکھتے دیکھتے لوٹ گئے۔

اسی سے قَصَّ بمعنی بتدریج اتباع کرتے جانا ہے (مف) یعنی ایسی بات یا واقعہ بیان کرنا جو لوگوں میں سلا بعد سلا بیان ہوتا چلا آ رہا ہو۔ جیسے:

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنَ (۱۴)

(اے پیغمبر) ہم اس قرآن کے ذریعے جو ہم نے تمہاری طرف دکھایا ہے تمہیں ایک نہایت اچھا قصہ بیان کرتے ہیں۔

پھر اس لفظ کا اطلاق عام واقعہ اور قصہ کو بیان کرنے پر بھی ہونے لگا۔ قرآن میں ہے،
 فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ
 قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (۲۸)

جب موسیٰ شیب کے پاس آئے اور ان سے اپنے
 واقعات بیان کیے تو انہوں نے کہا کہ کچھ خوف نہ کرو
 تم ظالم لوگوں سے بچ آئے ہو۔

۳- ضَرْبَ (مثلاً) کسی بات کو اس طرح بیان کرنا کہ اس سے کوئی دوسری بات سمجھ میں آجائے۔
 (مع) کہاوت یا مثال بیان کرنا۔ ضرب مثل مشہور لفظ ہے۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَجِيبُ أَنْ يُضْرَبَ مَثَلًا
 مَا بَعُوضَةٌ فَمَا تُوقِرُهَا (۶۶)

خدا اس بات سے عار نہیں کرتا کہ پھر یا اس کے بڑھ کر
 کسی چیز (مثلاً مکھی، مکڑی وغیرہ) کی مثال بیان فرمائے۔

۴- حَدَّثَ حَدَّثَ کے معنی کسی ایسی چیز کا وجود میں آنا ہے جو پہلے موجود نہ تھی (م۔ل) اور
 حَدَّثَ کے معنی ایسی بات یا خبر بتلانا جس سے عام لوگ بے خبر ہوں۔ ارشاد باری ہے،
 وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا- يَوْمَئِذٍ
 تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا (۹۹)

اور انسان کہے گا کہ اس زمین کو کیا ہوا ہے؟ اس روز
 وہ اپنی خبریں بیان کر دے گی۔

۵- بَيِّنَ: بیان کے معنی فصیح گفتگو (مخبر) اور بَيِّنَةٌ کے معنی دلیل اور ثبوت کے ہیں۔ اور بَيِّنٌ سے
 مراد کسی بات کو دلائل سے پیش کرنا ہے۔ ابن الفارسی کے نزدیک بین میں تین باتیں بنیادی
 طور پر پائی جاتی ہیں۔ (۱) افتراق (۲) بُنْد اور (۳) وُضُوح یعنی کسی چیز کا دوسری سے جُدا اور
 واضح ہونا (م۔ل) ارشاد باری ہے،

كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ
 لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ (۲۱)

اسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے
 واسطے تاکہ وہ سمجھ سکیں۔ (عثمانی)

اور تَبَيَّنَ واضح ہونا۔ بُلْدا ہونا کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشاد باری ہے،

قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (۲۶۶)

ہدایت صاف طور پر گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔

۶- صَرَّفَ: صرف بمعنی کسی چیز کو ایک حالت کے دوسری میں پھیر دینا۔ اور صَرَّفَ بمعنی بات
 کو لوٹا لوٹا کر بیان کرنا ہے (مع) یعنی کسی معاملہ کو سمجھانے کے لیے اسے مختلف انداز سے
 بیان کرنا اور اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنا ہے۔ ارشاد باری ہے،

أَنْظُرْ كَيْفَ نَصَّرَفَ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ
 يَفْقَهُونَ (۶۵)

دیکھو ہم اپنی آیتوں کو کس کس طرح بیان کرتے ہیں
 تاکہ یہ لوگ سمجھ سکیں۔

۷- فَصَّلَ کے معنی ایک چیز کا دوسری سے اس طرح الگ ہونا کہ ان کے درمیان فاصلہ ہو جائے اور
 فَصَّلَ کے معنی کسی معاملہ کو الگ الگ کر کے اور ترتیب وار کر کے بیان کرنا ہے۔ ارشاد باری ہے،
 وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا (۱۶)

اور ہم نے ہر چیز کی (بخوبی) تفصیل بیان کر دی ہے۔

۸- فَسَّرَ: الفسر کے معنی کسی چیز کی معنوی صفت بیان کرنا (مع) نیز فَسَّرَ بمعنی مراد بتلانا اور

وضاحت کرنا ہے۔ اور فِئْتَاؤُنِكَ کسی چیز سے پردہ ہٹانا ہے (م۔ ل۔ منجد) اور عموماً دو الفاظ سے کی جاتی ہے۔ لفظ اُنّی سے مبہم کی وضاحت اور لفظ اُو سے معنی اور مراد کی وضاحت کی جاتی ہے۔ اور معنی جملہ کے ایک ایک لفظ کو کھول کر بیان کرنا اور تنزیل کا لحاظ رکھنا (فقہ ل ۴۳)

وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَقْسِيمًا (۲۵)

اور یہ لوگ جو اعتراض کی بات لاتے ہیں۔ ہم تمہارے پاس اس کا معقول اور خوب مشرح جواب بھیج دیتے ہیں۔

ماصل (۱) وَصَفَ کسی چیز کا عیلم بیان کرنا۔ (۵) بین ، بات کو دلائل کے ساتھ بیان کرنا۔
 (۲) قَصَّ ، کوئی قصہ یا ماجرا بیان کرنا۔ (۶) صَرَفَ ، کسی بات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنا۔
 (۳) صَرَّبَ (مَثَلًا) مثال یا لکھنا بیان کرنا (۷) قَصَّصَ ، کوئی بات ترتیب دار اور الگ الگ کر کے بیان کرنا۔
 (۴) حَدَّثَ ، ایسی چیز بتانا جس سے عام لوگ (۸) فَتَسَّرَ مَبْهُمًا شَكْلًا مقامات کی وضاحت کرنا۔
 بے خبر ہوں۔

۶۷۔ بیٹا۔ بیٹی

کے لیے وُلْدٌ، ولید، مولود، ابن اور بذت کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ وُلْدٌ، ہر وہ بچہ جسے ماں نے جناوہ ولد بھی ہے ولید بھی اور مولود بھی۔ یہ تینوں الفاظ مذکر و مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں۔ لغوی لحاظ سے ولید کی مؤنث ولیدۃ آتی ہے۔ لیکن قرآن میں ولیدۃ کا لفظ نہیں آیا۔ ان تینوں الفاظ میں اگر کچھ فرق ہے تو یہ کہ ولد کا لفظ ہر عمر والے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ایک بوڑھا آدمی بھی اپنے باپ یا ماں کا ویسے ہی ولد ہے۔ جیسے پیدا ہوتے وقت تھا۔ ولید کا لفظ پیدائش سے لے کر بلوغت سے پہلے تک کے لیے آتا ہے۔ قرآن میں ہے۔ فرعون نے موسیٰ کو مخاطب کر کے کہا،

اَلَمْ نُرَبِّكَ فَيَتَاوَلِيْنَا (۲۸)

کیا ہم نے تمہیں بچپن میں پالنا تھا۔

اور مولود کی نسبت بالعموم باپ کی طرف ہوتی ہے۔ ماں کی طرف کم ہی ہوتی ہے۔ مولود لہ باپ کے معنوں میں اور مولود بیٹا کے معنوں میں آتا ہے۔ اس کا اطلاق بھی عموماً چھوٹے بچہ پر ہوتا ہے (منجد) تاہم بڑے پر بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے،

وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَاوِزٌ عَنِ الْوَالِدِہِ شَيْئًا (۲۹)

اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آسکے گا۔

۲۔ ابن اور بذت، ابن بمعنی بیٹا (ج۔ ابناء اور بنون۔ تصغیر بنی) اور بذت بمعنی بیٹی (ج۔ بنات) ابّ اور اُمّ کی طرح یہ الفاظ بھی صرف صلبی بیٹے اور بیٹی کے معنی میں استعمال نہیں ہوتے بلکہ ان کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے۔ مثلاً بنی آدم، بنو اسمعیل وغیرہ اور قبائل کے تو نام ہی جدا جدا کے نام پر چلتے ہیں۔

ولد اور ابن میں دوسرا بڑا فرق یہ ہے کہ ابن اور بذت کے الفاظ نسب اور رشتہ کو ظاہر کرنے کے لیے آتے ہیں۔ جیسے علی بن مریم، مریم بنت عمران، بنی اخوانین اور بنات الارض وغیرہ۔ ولد وغیرہ استعمال نہیں ہوتے۔

اور تیسرا فرق یہ ہے کہ ابن اور بذت کے الفاظ کینت کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اور کینت میں ابواور امہ بھی شامل ہوجاتے ہیں۔ اس صورت میں ایک ادنیٰ سی مشابہت یا تعلق ہی کافی سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً ابوقرباب، ابوہریرہ، ام الخبائث (شراب)، ام الامراض (قبض)، اسی طرح ابن الوقت۔ ابن السبیل۔ ابن الادھم، بذت الکرم (انگور) اور بنات النعش (مکشاں) وغیرہ استعمال ہوتے ہیں۔ ولد اور اس کے مشتقات کینت کے لیے بھی استعمال نہیں ہوتے۔

۶۸۔ بیٹھنا

کے لیے جُلَسَ، قَعَدَ اور جَثَا (جٹو) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ جُلَسَ، بیٹھ جانے کے معنوں میں اس کا استعمال عام ہے۔ خواہ کوئی بیٹھنے کی حالت سے اٹھ کر بیٹھ جائے یا کہیں سے آکر یا کھڑے ہونے کے بعد بیٹھ جائے (صند قام) اور جُلَسَ بمعنی بلند اور سخت زمین اور جُلَسَ بمعنی کسی سمت جگہ پر اپنی مقعد رکھنا اور بیٹھنے کی جگہ کو مجلس کہا جاتا ہے۔ اور ان لوگوں کو بھی جو کٹھے بیٹھے ہوں (ج۔ مجالس) اور جلسہ اسم مرہ ہے۔ بیٹھنا ایک بار بیٹھنا یا بیٹھنے کی حالت (معنی معجد) ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ
تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا
يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ۔ (۵۵)

۲۔ قَعَدَ، کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً (۱) کھڑا ہونے کی حالت سے بیٹھ جانا اور قعدة اسم مرہ ہے۔ بمعنی ایک بار بیٹھنا جیسا کہ دو مسجدوں کے درمیان بیٹھتے ہیں۔ (۲) قرآن میں قَعَدَ تَقَعَدُ بَعْدَ الَّذِي كَرَّمِي مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (۶۸)

(۱) بمعنی بیٹھ رہنا۔ کوئی کام نہ کرنا۔ اصل کام سے اعراض کرنا۔ ان معنوں میں جُلَسَ استعمال نہیں ہوتا۔ ارشاد باری ہے:

وَجَاءَ الْمُعَذَّبُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ
لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِينَ كَذَبُوا
اللَّهَ وَرَسُولَهُ (۶۹)

اور صحرا نشینوں میں سے بھی کچھ لوگ عذر کرتے ہوئے
تمہارے پاس آئے کہ ان کو بھی اجازت دی جائے اور
جنہوں نے خدا اور رسول سے جھوٹ بولا وہ (گھڑیں)
بیٹھ رہے۔

(۱) یعنی کھڑا ہونا (قَعَدَ لَغْتَ ذَوِي الْاَضْدَادِ سے ہے) قعودا کے معنی بیٹھتے ہوئے بھی اور کھڑے ہوئے بھی۔ اسی طرح مَقْعَدُ مَعْنَى بِيْطْحَكُ بھی اور مقام بھی (م۔) (مخبر) ارشاد باری ہے:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَدَّتٍ وَّمَنْزِيْلٍ
مَّقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكَ مُّقْتَدِرٍ
یعنی پاک مقام میں (یہی بیٹھک میں) (مخانی) ہر طرح کی قدرت رکھنے والے بادشاہ کی بارگاہ میں۔

(۲) پھر جس طرح قَعَدَ بیٹھ رہنے یا کام نہ کرنے کے معنوں میں آتا ہے کسی کام کے لیے تیار ہونے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ جیسے قَعَدَ لِلْحَرْبِ مَعْنَى لِزَانِيْ كَيْ لِيْ تِيَارِ هُوَ بِيْطْحَا (م۔ ق) ارشاد باری ہے:

فَاَقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ
وَجَدْتُمُوهُمْ وَحَدُّهُمْ
اِحْصُرُوهُمْ وَاَقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ
مَوْصِدٍ (۹)

مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو۔ انہیں پکڑ لو اور گھیر لو۔
اور ہر گھات کی جگہ ان کی تاک میں بیٹھے رہو۔

اور قَعِيْدَه اس عورت کو کہتے ہیں جو گھر کی نگہبان اور محافظ ہو اور گھر میں ہی رہے (ج قواعد) ارشاد باری ہے:

وَالْمَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي لَا يَرْجُونَ
نِكَاحًا (۲۲)

اور گھر میں بیٹھ سہنے والی عورتیں جنہیں نکاح کی امید نہ رہی ہو۔

۳۔ جَنَّا يَجْتَوِيْنَ جُنُوًا اور جَحِي يَجْحِي جَحِيًا دونوں طرح آتا ہے بمعنی زانو کے بل بیٹھنا (مت) دو زانو ہو کر بیٹھنا۔ قرآن میں ہے:

وَتَرَى كُلَّ اُمَّةٍ جَائِئِيَةً
اِدْرَمُ هِرْفَرْتِي كُوْكُهْتُوْنَ كَيْ بِلِ بِيْطْحَا دِكْهُوْكَ۔

ماحصل (۱) جلس، لیٹنے، بٹھا ہونے یا چلنے کے بعد غرضیکہ کبھی بھی حرکت کے بعد بیٹھ جانا۔
(۲) قَعَد، بہت وسیع مفہوم میں مستعمل ہے (لغت اضداد سے ہے) بمعنی بیٹھنا۔ بیٹھ رہنا۔ ہو بیٹھنا وغیرہ۔
کام چھوڑ دینا۔ تیار ہونا۔ (۳) جَسَع، زانو کے بل بیٹھنا۔

۶۸۔ بیماری

کے لیے مَرِيْضٌ، سَقِيْمٌ اور حَرَضٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں:

۱۔ سَقِيْمٌ: سقم۔ بیماری، روگ اور غیر درست کلام کو بھی کہتے ہیں (مخبر) سقم کا لفظ جسمانی عوارض سے مخصوص ہے (مت) اور صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک بیماری کا پہلا درجہ علات ہے۔ جبکہ مریض کی طبیعت معمولی خراب ہو تو اسے علیل کہتے ہیں۔ مزید بگڑنے پر اسے سَقِيْمٌ کہیں گے اور جب زیادہ بیمار ہو جائے تو وہ مَرِيْضٌ ہوتا ہے (فل ۱۱۲۳) قرآن میں ہے:

فَنظَرَ نَظْرَةً فِي التُّجُومِ فَقَالَ اِلٰتِي سَقِيْمَةٌ (۳۸)
پھر ابراہیم نے ستاروں کی طرف سے ایک نظر کی اور کہہ کر
میں تو بیمار ہوں۔

۲- مریض: بیماری کے لحاظ سے سَقِيْمَةٌ سے اگلا درجہ ہے۔ اور مرض الموت ایسی بیماری کو
کہتے ہیں جو جان لیوا ثابت ہو۔ اور مرض کا لفظ جسمانی اور قلبی عوارض دونوں کے لیے آیا ہے
قرآن میں ہے:

فِي قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا (۲۱)
اُن کے دلوں میں (کفر کا) مرض تھا۔ خدا نے ان کا مرض اور
زیادہ کر دیا۔

اور قلبی امراض سے مراد اخلاق رذیلہ مثلاً بزدلی، بخل، نفاق، کفر وغیرہ ہیں۔
اور مریض کی جمع مَرَضِيٌّ اور اس کی جمع مَرَضٌ آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے،
لَيْسَ عَلَى الصُّعْفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضِيَّاتِ نَزْوُ الْعِيَالِ بِرُءُوْسِهِمْ وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يَنْفِقُونَ
جن کے پاس خرچ کرنے کو کچھ موجود نہیں کہ وہ شریک چھار
حَرَجٌ (۹۱)۔ (ہوں)۔

حَرَضٌ: بمعنی بڑی بیماری میں مبتلا ہو کر لاغر و ناتوان ہونا اور أَحْرَضَهُ الْمَرَضُ او الْحَزَنُ بمعنی
اس کو بیماری یا غم نے گھلا دیا (مخمد) اور حَرَضٌ بمعنی سخت لاغر ہو کر موت کے قریب پہنچ جانا۔
(م-ق) قرآن میں ہے:

قَالُوا تَأْتِيَنَا اللّٰهُ تَفْتًاؤًا تَدْكُرُ كَيْفَ سَقَفَ هٰذَا حَتّٰى
ہیٹے کہنے لگے کہ وا اللہ اگر آپ یوسف کو اسی طرح
تَكُوْنُ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنُ مِنَ الْاَبْلٰكِيْنَ۔
ہی یاد کرتے رہیں گے تو یا تو سخت بیمار پڑ جائیں گے
یا جان ہی دے دیں گے۔ (۱۲)

ماحصل: (۱) سقیمہ: صفت جسمانی عوارض اور معمولی بیمار کے لیے۔

(۲) مریض: جسمانی، قلبی، معمولی یا سخت ہر طرح کے بیمار کے لیے۔

(۳) حرض: وہ مریض جو لاغر و ناتوان اور قریب بہ ہلاکت ہو۔

۴۰۔ بیوی

کے لیے کوئی مخصوص لفظ نہیں ہے۔ اور جتنے الفاظ قرآن کریم کے اس معنی میں آئے ہیں سب مجازاً
استعمال ہوئے ہیں اور وہ یہ ہیں:

زَوْجٌ، حَلَالٌ، اِمْرَاَةٌ، صَاحِبَةٌ، نِسَاءٌ اور اَهْلٌ۔

۱- مَزْوُجٌ: بمعنی جوڑا۔ پھر جوڑا میں سے ہر کوئی ایک دوسرے کا زوج ہے۔ میاں بیوی کا زوج ہے اور
بیوی میاں کی زوج۔ مثلاً:

(۱) عورت کے لیے، وَقُلْنَا يَا اٰدَمُ اسْكُنْ اِدْرٰہِمَ لَہٗ اَدَمَ: تم اور تمہاری بیوی (دونوں)

جنت میں رہو۔

أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ (۲۵)

(۲) مرد کے لیے، قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ
النَّبِيِّ تَجَارِدُكَ فِي زَوْجِهَا (۴)
اور دونوں مل کر بھی زوج ہی رہتے ہیں۔
(۱) اے پیغمبر! جو عورت تم سے اپنے شوہر کے بارے
بجٹ و جدال کر رہی تھی خدا نے اس کی التماس لی۔

۲۔ حلائل، حلائل حلیلہ کی جمع ہے۔ یعنی حلال اور منکوحہ عورت یا بیوی۔ اور حلیلۃ
حلیل کی مؤنث ہے۔ مرد کے لیے بیوی حلیلۃ ہے اور بیوی کے لیے مرد حلیل ہے
حلیل اور حلیلۃ دونوں کی جمع حلائل ہے (منجد) حلیل کی مثال قرآن میں نہیں ہے،
حلیلۃ کی مثال یہ ہے:

وَحَلَّائِلُ أَبْنَاءِ الَّذِينَ مِنْ
أَصْلَابِكُمْ (۲۶)
اور تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں بھی تم پر حرام ہیں۔

۳۔ اِمْرَاةٌ: عام عورت کو کہتے ہیں اور یہ لفظ بیوی کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ مثلاً،
صَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا اِنَّهُمْ كَانُوا كَافِرُونَ كَيْ يَبُوءَ لِيَوْمِئِذٍ
اِمْرَاةٌ نَّوْجٍ وَاَمْرَاةٌ لُّوْطٍ (۲۷)
مثال بیان فرمائی ہے۔

۴۔ نِسَاءٌ: اِمْرَاةٌ کی جمع غیر سالم ہے یعنی عام عورتیں۔ یہ لفظ بھی بیویوں کے لیے استعمال ہوا ہے۔
ارشاد باری ہے:

يُنِسَاءَ النَّبِيِّ لِنِسَاءٍ كَاٰحَدٍ مِّنْ
النِّسَاءِ (۲۸)

۵۔ صاحبة: صاحب یعنی ساتھی اور دوست۔ اور اس سے مؤنث صاحبۃ ہے جو بیوی کے
معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے:

يَوْمَ يُعْزِزُ الْمُؤْمِنَةَ وَاٰخِيَةَ وَاَمْتَهُ وَاٰبَةَ
اٰبِيهِ وَاَصَابِحَتِهِ وَيَكْتُمُهَا (۲۹)

۶۔ اَهْلٌ، اهل الرجل کسی شخص کے ہم نسب لوگ یا وہ جو ایک ہی مسکن میں رہتے ہوں۔ پھر اس
لفظ کا استعمال آدمی کے قریبی رشتہ داروں پر بھی ہوتا ہے۔ اور کبھی اهل الرجل سے مراد بیوی ہوتی
ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ
سُوْءًا (۳۰)

(زینب) اے اپنے خاوند سے کہا بھلا جو شخص تمہاری
بیوی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرنے کی کیا سزا ہو؟

۷۔ بے انصافی یا نا انصافی کرنا

کے لیے عَدْلٌ، قَسْطٌ، ظَلْمٌ، حَافٌ (حیف)، عَالٌ اور ضَارٌّ (ضیغ) کے الفاظ استعمال

ہوئے ہیں۔

- ۱- عدل کے لیے دیکھیے انصاف کرنا۔ کیونکہ یہ دونوں لفظ ذوالاَضْدَاد سے تعلق رکھتے ہیں۔
 ۲- قسط
 ۳- ظلم: ظلم بنیادی طور پر دو طرح استعمال ہوتا ہے (۱) کسی چیز کو ناجائز طریقہ سے اس کے اصل مقام کے علاوہ کسی دوسری جگہ رکھنا اور (۲) بمعنی تاریکی جو روشنی اور نور کی ضد ہے۔ اور ظلمت بمعنی تاریکی ج ظلمت اور جمع الجمع ظلام آتی ہے (م- ل) اور پہلے معنوں میں ظلم کی ضد عدل ہے۔ اور ہر بے انصافی کی بات، خواہ وہ حقوق اللہ سے تعلق رکھتی ہو یا حقوق العباد سے، وہ ظلم ہے۔ اور اس لفظ کا استعمال عام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَبْغَىٰ لَا تُشْرِكُ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (۳۱)
 لے میرے بیٹے! خدا کے ساتھ شرک نہ کرنا۔ شرک تو بڑا (بھاری) ظلم ہے۔

﴿لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ﴾ (۳۲)
 اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی کسی کو علانیہ بڑا کہے مگر وہ جو مظلوم ہو۔

- ۴- حاف: کا بنیادی معنی آئیل یا کسی جانب جھکاؤ ہے (م- ل) یعنی فیصلہ کرتے وقت ایک جانب جھک جانا اور انصاف نہ کرنا (مف) پھر حاف کے معنی کسی چیز کو اطراف سے گھٹانا کے بھی آتے ہیں (مجدد قرآن میں ہے:

﴿أَهْرِيحَافُونَ أَنْ يَجِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ﴾ (۳۳)
 یا ان کو یہ خوف ہے کہ خدا اور اس کا رسول ان کے حق میں بے انصافی کریں گے۔

- ۵- عَال: بمعنی ظلم کرنا۔ سیدھی راہ سے ہٹنا (مجدد) اور العول ہر ایسی چیز کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو انسان کو گرا بنا کر دے اور وہ اس کے بوجھ تلے دب جائے۔ گویا اس کے معنی حق استحقاق سے زیادہ لے کر بے انصافی کرنا ہے (مف) ارشاد باری ہے:

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةٌ أَوْ مَآ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ آدُنِي أَلَّا تَعْوِلُوا﴾ (۳۴)
 اور اگر تمہیں اس بات کا اندیشہ ہو کہ سب عورتوں سے یکساں سلوک نہ کر سکو گے تو ایک عورت (کافی ہے یا لونڈی جس کے تم مالک ہو۔ اس سے تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے۔

- ۶- ضَمَّار: بمعنی ظلم کرنا۔ حق کم دینا۔ ضَمَّيْنِ بمعنی کچی اور قِسْمَةٌ بمعنی ضَمَّيْنِ بمعنی ناقص اور ظالمانہ تقسیم (مجدد) یعنی اپنے اور دوسروں کے حقوق متعین کرتے وقت تمام انصاف کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھ دینا۔ دھاندلی کرنا۔ ارشاد باری ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ كَذَّبُوا الْآيَاتِ تِلْكَ إِذْ أَقْسَمْتُمْ ضَمَّيْنِ﴾ (۳۵)
 (مشرکوں) تمہارے لیے تو بیٹھے ہوں اور خدا کے لیے بیٹھیاں۔ یہ تو بڑی دھاندلی کی تقسیم ہوئی (تفہیم القرآن)

- ماہصل**؛ (۱) عدل، دوسرے کو اس کا حق یا اس کا عوض پورا نہ دینا اور توازن و تناسب کا لحاظ نہ رکھنا اور
 (۲) قسط، کسی کے حق کی ادائیگی نہ کرنا۔ (جبکہ یہ دونوں الفاظ نا انصافی کے معنوں میں آتے ہوں۔
 (۳) ظلم، ہر بے انصافی کی بات خواہ اس کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا معاملات سے۔
 (۴) حاف، دوسرے کے حق کی ادائیگی میں جانبداری کرنا اور کم دینا۔
 (۵) عال، ایسی بے انصافی کرنا جس میں دوسرے کا حق بھی تلف ہو۔ اور حق دہنے والے کے لیے گرا بنا رہی ہو۔
 (۶) ضامن، حقوق کے تعیین میں انتہائی بے ضابطگی کرنا۔

۴۲۔ بے رغبتی کرنا

- کے لیے رَغْبٍ عَنْ، حَصُور اور زَاهِد کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔
 ۱۔ رَغْبٍ عَنْ، رَغْبٍ بِمَعْنَى كَيْ شَيْءٍ فِي طَرَفِ رَغْبَةٍ أَوْ نَوَاحِشٍ رَكْعَانًا أَوْ كَأْسٍ كَأَصْلِهِ عَنِ هُوَ تَوَاسٍ
 سے بے رغبتی کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ قرآن میں ہے:
 وَمَنْ يَرْغَبْ عَنْ حَمَلَةِ إِبْرَاهِيمَ ۗ إِنَّهَا لَأُمَّةٌ مِّن سَفَهٍ مُّسْتَفْهِمٍ ۗ (۳۱)
 وہ اپنے آپ کو بڑھو بنا لے۔
 ۲۔ حَصُور، حصص بمعنی تنگ کر کے گیر لینا اور حَصْر بمعنی تنگ ہونا اور رکنا۔ اور حَصُور
 اس شخص کو کہتے ہیں جو عورتوں کی طرف سے رُکرا رہے اور ان سے رغبت نہ رکھتا ہو۔ قرآن
 میں ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بَيْعَتِكَ بِمُصَدِّقًا
 بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَأَحْصُورًا
 وَبَدِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ (۳۲)
 بے شک اللہ تجھ (اے زکریا) بیعت کی بشارت دیتا ہے
 جو اللہ کے کلمہ (عیسیٰ) کی تصدیق کرے گا اور سردار
 ہوگا اور عورتوں سے رغبت نہ رکھنے والا اور بدینہ
 نیکو کاروں سے ہوگا۔

- ۳۔ زَاهِد، زَاهِد بمعنی بے غرض ہونا چھوڑ دینا۔ اور زَاهِد بمعنی خیر چیز اور زَاهِد فِي الشَّيْءِ
 بمعنی کسی چیز سے بے رغبتی کرنے والا یا خیر سے کسی چیز پر راضی ہو جانے والا (امت) قرآن میں ہے:
 وَشَرَرَهُ بِمِثْمِنِ أَبِي حَسِبٍ ذَرَاهِمَ ۗ
 مَعْدُودَةٍ وَكَأَنُوفِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ (۳۳)
 اور یوسف کے بھائیوں نے یوسف کو تھوڑی سی قیمت
 یعنی چند ٹکوں میں بیچ ڈالا اور انہیں اس بارے میں
 کچھ رغبت بھی نہ تھی۔

ماہصل؛ (۱) رَغْبٍ عَنْ، بے رغبتی کے لیے عام لفظ۔

- (۲) حَصُور، وہ شخص جو عورتوں کی طرف سے بے رغبت ہو۔
 (۳) زَاهِد، کسی چیز کو خیر اور مولیٰ سمجھ کر اس سے بے رغبتی کرنے والا یا دلچسپی نہ لینے والا۔

۷۳۔ بیزار ہونا

کے لیے تَبْرًا، قَتْلًا اور مَقْتًا کے الفاظ آتے ہیں،
۱۔ تَبْرًا، بَرًّا کے معنی ہیں کسی مکروہ یا تکلیف دہ چیز سے نجات حاصل کرنا (صفت) بَرِّئْتُ
من المرض یعنی میں تندرست ہوا۔ اور ابراً المريض۔ یعنی مریض کو شفا دینا (مخبر) قرآن
میں ہے:

وَأَبْرئِي الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأَنْجِي
الْمُوتَى بِإِذْنِ اللَّهِ (۲۹)

اور میں خدا کے حکم سے اندھے اور برص والے کو تندرست
کر دیتا ہوں اور مردے میں جان ڈال دیتا ہوں۔

اور بَرَاءَةٌ بمعنی بیزاری، قطع تعلق۔ بایکٹ۔ (فقہ ل ۱۱۳) جیسے فرمایا،

بَرَاءَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ (۹)

اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بیزاری کا اعلان ہے

اور بَرًّا کے معنی کسی کو کسی مکروہ یا تکلیف دہ بات سے نجات دینا۔ بَرِّئْتُكَ بِإِذْنِ اللَّهِ
وغیرہ دُور کرنا۔ قرآن میں ہے:

وَمَا أَبْرئِي نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ
بِالسُّوءِ (۱۲)

اور میں اپنے تئیں پاک صاف نہیں کتا۔ کیونکہ نفس
(امارہ انسان کو) برائی ہی سکھاتا رہتا ہے۔

اور تَبْرًا کے معنی مکروہ یا تکلیف دہ بات سے خود بیزار ہو جانا۔ قرآن میں ہے۔

لَا تَبْرَأُ الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِن الَّذِينَ
اتَّبَعُوا ذُرًّا وَقَلْبًا وَتَقَطَّعَتْ

اس دن (کفر کے) پلٹو اپنے پیروؤں سے بیزاری ظاہر
کریں گے اور (دونوں خدایاں) دیکھ لیں گے اور

يَهْمُ الْأَسْبَابُ (۱۶۶)

ان کے آپس میں تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔

۲۔ قَتْلًا کسی سے ناراضگی کی بنا پر بیزار ہونا۔ صاحبِ فقہ اللقنہ قتل کو عدالت کے باب

میں دوسرے درجہ پر لائے ہیں۔ یعنی بغض کے بعد قتل کا درجہ ہے (ف۔ ل ۱۶۶) ارشاد

باری ہے:

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَتَلَ (۹۲)

(۱) (اے محمد) تمہارے پروردگار نے نہ تو تم کو چھوڑا

اور نہ (ہی تم سے) ناراض ہوا۔ (جائید صری)

(۲) نہ رخصت کر دیا تمہ کو تیرے رب نے اور نہ بیزار ہوا (عثمانی)

۳۔ مَقْتًا کسی قبیح فعل کے ارتکاب پر سخت ناراض ہونا اور بیزار ہو جانا۔ اور یہ قتل سے

الگ درجہ ہے (ف ل ۱۶۶) ارشاد باری ہے:

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاءُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا

اور جن عورتوں سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہو ان

مَا قَدْ سَلَفَ۔ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً

سے نکاح نہ کرنا مگر (جاہلیت میں) جو ہو چکا (سو

وَمَقْتًا۔ وَسَاءَ سَبِيلًا (۲۶)

ہو چکا) یہ نہایت ہی بے حیائی اور ناخوشی کی بات

تھی اور بہت بڑا دستور تھا۔ (جاملندھری)

ماصل، اتباً کسی مکروہ بات یا تکلیف نہ امر سے بیزار ہونا۔
قلی کسی سے ناراضگی کی بنا پر اس سے بیزار ہونا۔ اور ہمت کسی قلیح فعل پر سخت ناپسندیدگی اور
بیزاری۔ قلی کا اگلا درجہ۔

۶۲۔ بیشک

کے لیے اِنَّ، اَنَّ، لَا جَرَمَ اور قَدْ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔ یہ سب تحقیق کے لیے
آتے ہیں۔ اور بلاشبہ، بیشک، یقیناً کا معنی دیتے ہیں۔

۱- اِنَّ اور اَنَّ: یہ دونوں الفاظ اسم پر داخل ہوتے ہیں۔ اِنَّ صدر کلام میں آتا ہے۔ جیسے اِنَّ اللّٰهَ
عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۲۱) بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے) لیکن اَنَّ درمیان میں آتا ہے۔
جیسے اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۳۱) (میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔
یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ قَالَ اور اس کے مشتقات کے بعد درمیان کلام میں بھی اِنَّ
ہی آئے گا۔ جیسے قرآن میں ہے:

قَالَ اِنَّهُ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقْرَةٌ (۶۸) موسیٰ نے کہا کہ بلاشبہ تمہارا پروردگار کہتا ہے کہ وہ

ایک گائے ہے۔

عَلِمَ اور شَهِدَ کے بعد درمیان کلام میں کَرَامَر کے لحاظ سے اَنَّ ہی آنا چاہیے۔ (جیسا کہ
اور پر مثال بھی دی گئی ہے) لیکن ایک مقام پر قرآن میں عَلِمَ اور شَهِدَ کے بعد بھی اِنَّ
استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلٌ وَّاللّٰهُ
يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ (۳۱) اللہ یہ بھی گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔

۳- لَا جَرَمَ: اس لفظ کے معنی میں علماء میں اختلاف ہے۔ اکثر مترجمین اس کا معنی بلاشبہ یا
بیشک لکھتے ہیں۔ صاحب منجد اس کا معنی خدا کی قسم لکھتے ہیں۔ قرآن میں یہ لفظ تین بار استعمال
ہوا ہے اور تینوں بار اِنَّ سے پہلے آیا ہے (۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸) جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تحقیق مزید
کے لیے آتا ہے۔ تاہم اگر صاحب منجد کا معنی "خدا کی قسم" کر لیا جائے تو بھی درست ہے اور
تاکید مزید ہی پیدا ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاٰخِرُوْنَ بلاشبہ یہ لوگ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان پانے

والے ہیں۔ (۱۱۳)

۴- قَدْ فعل ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی بھی دیتا ہے اور زمانہ حال کے قریب بھی کر دیتا ہے۔ یعنی
فعل ماضی کو ماضی قریب میں بدل دیتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي (۵۶) بلاشبہ اللہ نے اس عورت کی بات سُن لی ہے۔

ماہصل؛ اِنَّ صدر کلام میں اَنْ درمیان میں آتا ہے۔ لاجرم اَنْ پر داخل ہو کر تاکید مزید پیدا کرتا ہے۔ قَدْ ماضی پر داخل ہو کر ماضی قریب کے معنوں میں بھی کر دیتا ہے۔

۷۵۔ بقرار ہونا گھبرانا

کے لیے فَرْعٌ، جَزَعٌ، فَرْعٌ، كَرْبٌ، هَلَعٌ، اِضْطْرًا اور اِسْتَفْزَرَ کے الفاظ آئے ہیں،
۱۔ فَرْعٌ: بمعنی خالی ہونا اور اس کی ضد شَغْلٌ یعنی کسی کام میں معروف ہونا ہے اور قَلْبٌ فَارِعٌ ایسی کیفیت ہے جب اس میں کچھ شغْل نہ ہو (ل۔ ۷۰) یعنی حوصلہ یا صبر نہ رہے اور بے قرار ہو جائے۔ ارشاد باری ہے:

وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أَمْرٍ مُوسَىٰ فَارِعًا
اِنَّ كَادَتْ لَتُبْدِي بِهِ لَوْلَا اَنَّ
رَبَّنَا عَلَىٰ قَلْبِهَا (۵۷)

اور موسیٰ کی ماں کا دل بے قرار ہو گیا۔ اگر ہم اس کے
دل کو مضبوط نہ کر دیتے تو قریب تھا کہ وہ اسے
ظاہر کر دے

۲۔ جَزَعٌ: اس کی ضد صبر ہے یعنی بے صبر ہو جانا۔ اور اس لفظ کا اطلاق اس وقت ہوتا ہے
جب انسان کسی دکھ یا مصیبت پر صبر کرنے کے بجائے غم و تکرر کا زبان سے اظہار بھی شروع
کر دے (مخبر) قرآن میں ہے:

سَوَاءٌ عَلَيْنَا اَجْرُ حَنَّا اَمْ صَبْرُنَا
مَا لَنَا مِنْ مَّحِيصٍ (۵۸)

برابر ہے ہمارے حق میں ہم بقرار کریں یا صبر کریں
ہم کو نہیں خلاصی (شمانی؟)

۳۔ فَرْعٌ: بمعنی دہشت زدہ ہونا (م۔ ل) اور امام راغب کے نزدیک یہ جَزَع ہی کی قسم ہے (مفت)
یعنی جب جَزَع کے ساتھ گھبراہٹ بھی شامل ہو جائے تو یہ فَرْع کی کیفیت ہے۔ ارشاد
باری ہے:

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ
مِنْهَا وَهُمْ مِنَ فَرْعٍ يَوْمَئِذٍ
اِمْتُونٌ (۵۹)

جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے بہتر (بدلہ
تیار) ہے اور ایسے لوگ (اس روز) گھبراہٹ سے
بے خوف ہوں گے۔

۴۔ كَرْبٌ: ایسی بقراری جس میں غم بھی شامل ہو (ل۔ ۱۷۰) بے چینی۔ اضطراب اور گھبراہٹ
ارشاد باری ہے:

وَتَوْحَاذٍ نَادَىٰ مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا
لَهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَاَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ
الْعَظِيمِ (۶۰)

اور نوح کا قصہ بھی یاد کرو) جب (اس سے پیشتر
انہوں نے ہمیں پکارا تو ہم نے ان کی دعا قبول فرمائی
اور اُن کو اور اُن کے ساتھیوں کو بڑی گھبراہٹ سے

نجات دی۔

۵۔ هَلَعَ: صاحبِ فقہ اللغۃ کے مطابق یہ جزع کی انتہائی کیفیت ہے (ن ل ۴۸) بے حوصلہ

اور بے صبر ہونا۔ قرآن میں ہے:
 اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا اِذَا مَسَّهُ
 الشَّرُّ جَزُوْعًا ﴿۱۹﴾
 کچھ شک نہیں کہ انسان کم حوصلہ پیدا ہوا ہے جب
 اسے تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے۔

۶۔ اضْطَرَّ: ضَرَّ اور ضَرَّ بمعنی کسی کو تکلیف دینا۔ نقصان پہنچانا اور اضرہ علی الامر بمعنی
 کسی کو کسی کام پر مجبور کر دینا۔ اور اضطر بمعنی کسی کو مجبور کرنا۔ حاجت مند بنانا (منجد) گویا اضطرار
 ایسی بے قراری ہے جس سے انسان کی کوئی حاجت وابستہ ہو۔ ارشادِ باری ہے:

فَمِنْ اضْطَرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ
 فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ ﴿۲۴﴾
 پھر جو کوئی بے قرار ہو جائے بشرطیکہ وہ نہ تو خدا کا نافرمان
 ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا ہو تو اس پر (سخت جہاد
 کی حالت میں کوئی حرام چیز کھالینے پر) کچھ گناہ نہیں۔

۷۔ اسْتَفْرَّ: فَرَّ کے معنی کسی کے ہوش اڑا دینا۔ کسی کو گھبراہٹ میں مبتلا کر کے نکال دینا۔ اور
 اسْتَفْرَّ بمعنی مضطرب کر دینا، ہلکانا دینا (امت) اور ذلیل جاننا کے معنوں میں آتا ہے۔
 ارشادِ باری ہے:

وَاسْتَفْرَزَ مِنْ اسْتَضْطَمَّتْ مِنْهُمْ
 بِصَوْتِكَ ﴿۱۶﴾
 اور گھبرائے تو ان کو جن کو تو گھبرا سکے اپنی آواز سے۔
 (عشمانی ۳)

اصل: فَرَّغَ: دل کا صبر و سکون خالی ہونا۔ (۱) کرب: جس بے قراری میں غم کا عنصر بھی شامل ہو۔

- (۲) جَزَعَ: جب بے صبرین کر زبان سے واویلا
 کرنے لگے۔
 (۳) فَرَّغَ: گھبراہٹ جو کسی چیز کی دہشت کی
 (۴) اسْتَفْرَّ: کسی دوسرے کو گھبراہٹ میں مبتلا کرنا۔
 دوسرے ہو۔

۷۔ بیچارہ ہونا

کے لیے فَرَّغَ اور عَطَّلَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ فَرَّغَ: کسی کام سے فارغ ہونا (مضد شغَلِ مَعْت) یعنی کسی شخص کا کسی ایک کام کو ختم کر کے فارغ
 ہونا۔ قرآن میں ہے:

فَاِذَا فَرَّغْتَ فَاَنْصَبْ وَاِلٰى رَبِّكَ
 فَارْجِعْ ﴿۹۴﴾
 تو جب فارغ ہوا کرو تو (عبادت میں) محنت کیا
 کرو۔ اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو جا یا کرو۔

۲۔ عَطَّلَ: بمعنی کسی مزدور کا بے کار ہونا یا عورت کا زیور سے خالی ہونا (امت) اور عَطَّلَ بمعنی کسی
 کو بے کار چھوڑ دینا۔ قرآن میں ہے:

وَلَا ذَا الْيَسَارِ عَطَلَتْ (۱۶) اور جب بیانے والی اونٹنیاں بیکار تھیں پھر ہیں۔
ماحصل : فراخت ایک کام کے ختم ہونے اور دوسرا شروع کرنے کے درمیانی وقفہ کا نام ہے۔ اور یہ بیکاری
 کبھی ہوتی ہے کبھی نہیں ہوتی۔ اور اگر ہو تو عارضی ہوتی ہے۔
 اور عَطَلٌ : بے کاری جو اضطراراً ہو۔

۷۷۔ بے نصیب

کے لیے محروم اور شقیّتاً کے الفاظ آتے ہیں۔
 ۱۔ محروم، حرام وہ چیز ہے جس سے روک دیا گیا ہو۔ پھر یہ امتناع بعض دفعہ تسخیری ہوتا
 ہے۔ کبھی جبری اور کبھی شرعی۔ اور محروم وہ شخص ہے جس سے وسعت رزق اور خوشحالی
 کو روک دیا گیا ہو (معت) محروم کا لفظ قرآن میں غالباً تین جگہ آیا ہے اور ہر مقام پر تنگ دست
 ہی کے معنوں میں آیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ
 لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ (۲۴-۲۵) اور ان (اغنیاء) کے اموال میں مانگنے والوں اور نہ
 مانگنے والوں کا حق مقرر ہے۔

۲۔ شقیّتاً، شقی کی ضد سعید ہے۔ اور سعید وہ شخص ہے۔ جسے فطری طور پر نیک بنتی
 و دلیریت ہوئی ہو۔ اسی طرح شقی وہ شخص ہے جو اس بہرہ قسمت سے محروم ہو۔ قرآن میں ہے:
 وَلَمْ أَلَنْ لِكُنْ عَائِلًا رَبِّ شَقِيًّا (۱۶) (حضرت زکریا نے کہا) اور اے میرے پروردگار!
 میں تجھ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا۔

ماحصل : محروم معاشی لحاظ سے بے نصیب کے لیے اور شقیّا تمام بھلائی کی باتوں سے بے نصیبی
 کے لیے آیا ہے۔
 بے نور ہونا۔ دیکھیے۔ ”دُھندلانا“

۷۸۔ بے نیاز

کے لیے دو لفظ آتے ہیں۔ غنی اور صمد۔
 ۱۔ غنی کی ضد فقیر یعنی محتاج ہے۔ اور غنی وہ ہے جسے کسی دوسرے کی احتیاج نہ ہو۔ اور
 یہ لفظ اکثر مال و دولت سے بے نیاز ہونے کے معنوں میں آتا ہے۔ اور غنی دولت مند کو
 کہتے ہیں (ج اغنیاء)۔ یعنی کم از کم اتنا مالدار ضرور ہو کہ وہ اُسے معاش کے سلسلہ میں دوسروں کی
 احتیاج نہ ہو (معت منجد) ارشاد باری ہے:
 يَحْسَبُ أَنَّ الْجَاهِلَ اغْنِيَاءَ مِنْ
 التَّعَفُّفِ (۱۶) مالدار خیال کرتا ہے۔

۲- صَمَد: اس میں دو باتیں بنیادی ہیں (۱) کسی چیز کا ٹھوس اور مضبوط ہونا (۲) لوگ ہر طرف سے اس کی طرف قصد کریں (م-ل میخند) یعنی ایسی ذات جو خود تو کسی کی محتاج نہ ہو مگر دوسرے سب اس کے محتاج ہوں۔

غنی اور صمد میں دوسرا فرق یہ ہے کہ غنی کا تعلق زیادہ تر معاشی امور سے ہے جبکہ صمد جملہ پہلوؤں میں بے نیاز اور دوسرے اس کے محتاج ہوتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ۔ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے معبود برحق بنیاداً (۱۱۳) ہے۔

بے وفائی کرنا کے لیے خان، خذل اور ختر۔ ”دھوکہ دینا“ میں دیکھیے۔

۷۹۔ بے ہودہ کلام

کے لیے لغو اور لاغیہ، ہزل اور نزف کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- لغو، لغی (یلغوا) کے معنی بے سوچے سمجھے بولنا اور بکواس کرنا۔ اور لغی الطیرُ بِأَصْوَاتِهَا پرندوں کے اپنی اپنی بولیاں بولنے کو کہتے ہیں۔ معروف لفظ لغت اسی سے مشتق ہے۔ یعنی سب کی ملی جلی زبان۔ اور لغو ہر بیہودہ کلام اور کتے کی آواز کے لیے استعمال ہوتا ہے اور لاغیہ کے معنی بیہودہ اور فحش کلام ہے (میخند) ارشادِ باری ہے:

لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا إِلَّا سَلَامًا ﴿۱۱۳﴾ نہ سنیں گے وہاں بک بک سوائے سلام (عثمانی) دوسری جگہ فرمایا،

لَا تَسْمَعُ فِيهَا لِغْيَةً ﴿۱۱۴﴾ نہیں سنتے اس میں بکواس۔ (عثمانی)

۲- ہزل، ہزل کے بنیادی طور پر دو معنی ہیں۔ (۱) لاغر، دبلا یا کمزور ہونا (۲) ہزل فی کلامہ یعنی ہنسی مذاق کرنا۔ بکواس کرنا (م-ل میخند) اور ہزالۃ بمعنی ظرافت و خوش طبعی بھی ہے۔ (میخند) گویا ہزل کے معنی دل لگی کے طور پر کہیں ہانکنا ہے (فق-ل ۲۱۱) ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَضْلٌ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ۔ بیشک یہ کلام حق کو باطل سے جدا کرنے والا ہے۔ اور کوئی بیہودہ بات نہیں (جانندھری) نہیں بات ہنسی کی (عثمانی) (۱۱۸)

۳- نزف: نزف کے معنی کسی چیز کا ختم ہونا اور منقطع ہونا ہے (م-ل) نزف ذمۃ، اس کا سب خون نکل گیا۔ اور نزفیت وہ آدمی جس کی عقل کھینچ لی گئی ہو۔ مدہوش اور متوالا (م-ل) اور نزف الماء کے معنی تدریج پانی کھینچ لینا ہے (مع) گویا نزف کے معنی وہ ہسکی ہسکی باتیں ہیں جو کسی نشہ آور چیز کے استعمال سے یا کسی دوسری وجہ سے عقل مدہوش میں کمی واقع ہونے سے بدست آدمی کرتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَأْسٍ مِّنْ مَّعِينٍ ان میں شراب لطیف کے جام کا دور چل رہا ہوگا

- بَيِّنَا لَذَّةَ لِشْرِبِئِنَّ - لَا فِيهَا
 عَوَلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْفَوْنَ ﴿۳۵﴾
 جو سفید رنگ اور پینے میں نہایت لذیذ ہوگی۔
 اس سے نہ تو درد سر ہو اور نہ اس سے متوالے ہوں۔
 حاصل (۱) لغو؛ فضول جو اس اور بے سوچے سمجھے شور مچانا۔
 (۲) ہزل؛ دماغ الوقتی کے لیے ہنسی مذاق اور خوش گپیوں کو۔ اور
 (۳) نوزف؛ ان ہبکی باتوں کو کہتے ہیں جو نشہ میں بدست آدمی کیا کرتے ہیں۔

۸۰۔ بیہوش ہونا

کے لیے صَبِغٌ، سَكْرٌ، غَمْرٌ اور صَرَّحٌ اور غَشِيٌّ کے الفاظ آئے ہیں۔

- ۱- صَبِغٌ، دہشت اور گھبراہٹ کی وجہ سے بیہوش ہونے کو کہتے ہیں (ف-ل-۱۳۰) اور
 صاعقہ کرنے والی بجلی کو یا اس خوفناک دھماکہ کو جس کا تعلق اجسامِ علوی سے ہو (تفصیل پہلی
 میں دیکھیے) ارشادِ باری ہے؛

فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ
 دَكًّا وَخَرَّ مُوسَى صَبِغًا ﴿۱۳۳﴾
 جب اس کا پروردگار پہاڑ پر نودار ہوا تو (جلی انوارِ بانی
 نے اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے

- ۲- سَكْرٌ، سَكْرٌ ایسی حالت کو کہتے ہیں جب انسان عقل و ہوش کھو بیٹھے (صفت قرآن میں ہے)
 وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ - اور موت کی بے ہوشی حقیقت کھولنے کو طاری
 ہوگئی۔ ﴿۵۶﴾

لیکن اس کا اکثر استعمال کسی نشہ آور چیز کے استعمال سے عقل و ہوش کھولنے پر ہوتا ہے، کیونکہ
 سکر شراب اور ہر نشہ آور چیز کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں ہے؛

وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ
 تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا
 بناتے ہو اور عمدہ رزق کھاتے ہو۔

حَسَنًا ﴿۱۶۶﴾

اور سَكْرٌ بمعنی شراب سے مدہوش ہونا اور صفت سکران ہے۔ مونت سَكْرٌ اور اس کی
 جمع سَكْرٌ آتی ہے (منجد)۔

- ۳- غَمْرٌ؛ کے معنی بیہوشی طاری ہونا اور غمورات الموت کے معنی موت کی تکالیف اور سختیاں
 ہیں جس سے انسان کے ہوش و حواس جانتے ہیں (منجد) غمرة کثیر بانی کو بھی کہتے ہیں جس کی
 اتھاہ معلوم نہ ہو سکے۔ ابن الفارس غمرة کے معنی شداہ اور سختیوں کی وجہ سے عقل و ہوش کا مستور
 ہونا کہتے ہیں (م-ل) ارشادِ باری ہے؛

وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمْرَاتِ
 الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوْا
 اور کاش تم ان ظالم لوگوں کو اس وقت دیکھو جب
 وہ موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں اور فرشتے اُن کی

طرف ہاتھ بٹھا رہے ہوں۔

أَيُّدِيهِمْ (۹۶)

دوسرے مقام پر فرمایا:

بَلْ قُلُوبُهُمْ فِي غَمْرَةٍ مِّنْ هَذَا۔ کوئی نہیں۔ ان کے دل بیہوش ہیں اس طرف سے۔

(عثمانی؟)

(۲۳)

۴۔ صَرَع: صرع یعنی مرگی یا اُم الصبیاں۔ مشہور بیماری ہے جس میں انسان بیہوش ہو کر پٹاخ سے زمین پر ایسے گر پڑتا ہے جیسے کسی نے ہٹخ دیا ہو۔ اور صَرَع یعنی اضطراب اور گھبراہٹ کی وجہ سے زمین پر گرنا (ف۔ ل۔ ۱۲۰) قرآن میں ہے:

فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَى (۶۹) پھر تو دیکھے کہ لوگ اس میں پھڑے گئے (عثمانی؟)

۵۔ غَشَى: غشا کے معنی کسی چیز کو ڈھانپ لینا اور اس پر پردہ ڈال دینا ہے۔ اور جب انسان کی عقل پر پردہ پڑ جائے اور اس کے حواس کام نہ کریں تو اسے بھی غشی کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ خواہ دہشت ہو یا خوف یا کوئی اور۔ اور غشی اس کو کہا جاتا ہے جو بے ہوش ہو گیا ہو،

قرآن میں ہے:

فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفَ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ
إِلَيْكَ تَدْوُرًا عَلَيْهِمْ كَالَّذِي
يُغْشَىٰ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ (۳۲)

پھر جب ڈر کا وقت آئے تو تم ان کو دیکھو کہ تمہاری
طرف دیکھ رہے ہیں اور ان کی آنکھیں (اس طرح)
پھر رہی ہیں جیسے کسی کو موت سے غشی آ رہی ہو۔

ماصل: (۱) صَدِق: کسی آسانی کا رخ سے بیہوش ہونے کے لیے۔

(۲) سَكْر: عموماً شراب یا نشہ آور چیزوں سے بے ہوشی۔

(۳) غَمْر: شدائد اور سختیوں کی وجہ سے بے ہوشی۔

(۴) صَرَع: بے ہوشی کی وجہ سے پٹاخ سے زمین پر گر پڑنے کے لیے۔

(۵) غَشَى: کسی چیز کی دہشت یا مرض کی وجہ سے یا کسی بھی وجہ سے بیہوشی کے لیے عام لفظ ہے۔

پاس

کے لیے عِنْدٌ، لَدُنِّي اور لَدُنْ، تَلْقَاءُ اور حَوْلِ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں،

۱- عِنْدٌ: بمعنی نزدیک۔ ظرف زمانی اور مکانی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ عند المکان بمعنی کسی مقام کے پاس یا قریب اور عند اللیل بمعنی رات کو یا رات کے قریب۔ (م۔ و) غروب آفتاب سے تھوڑا پہلے یا تھوڑا بعد۔ ارشاد باری ہے:

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ جَوْ كُفْرٍ تَهَارُ مِنْهُ مَا هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْهُ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (۱۱۰)

جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا۔ اور جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔

اور کبھی عِنْدٌ سے پہلے میں آتا ہے جو مزید تاکید کو ظاہر کرتا ہے۔ مِنْ عِنْدِ بِمعنی پاس سے طرف سے۔ جیسے فرمایا:

كُنْتُمْ أَنِي هَذَا قُلُّ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ (۱۱۵)

تو تم جلا اٹھے کہ یہ مصیبت کہاں سے آئی۔ کہہ دو یہ تمہاری ہی طرف سے شامت اعمال ہے۔

۲- لَدُنِّي اور لَدُنْ۔ دونوں لفظ ایک ہی ہیں۔ اگر لَدُنِّي پر میں داخل ہو تو یہ لَدُنْ سے بدل جائے گا۔ جیسے مِنْ لَدُنْكَ، مِنْ لَدُنَّا۔ اگر میں کے بغیر آئے تو لَدُنِّي آتا ہے۔ جیسے بِمَا لَدَيْهِمْ يَا لَدَا الْبَابِ۔ یہ لفظ عِنْدٌ سے انھیں اور ابغ ہے (معنی) اور مزید قربت کو ظاہر کرتا ہے۔ نیز ممکن کو مقتضی ہے۔ مثلاً میرے پاس مال اگر حاضر ہو تو لَدُنِّي مَالٌ کہتے ہیں لیکن عِنْدِي مَالٌ اس صورت میں بھی کہہ سکتے ہیں کہ مال ملکیت میں تو ہو مگر پاس موجود اور حاضر نہ ہو (فوق ل ۲۳۶) ارشاد باری ہے:

وَأَلْفِيَا سَيْدَهَا لَدَا الْبَابِ (۱۲۵)

ان دونوں نے زلیخا کے خاوند کو دوازے کے پاس پایا۔ دوسرے مقام پر ہے:

وَإِذَا لَا تَدِينُهُمْ مِنْ لَدُنَّا أَجْرًا عَظِيمًا (۱۲۶)

اور اس وقت ہم انہیں اپنے ہاں سے اجر عظیم بھی عطا فرماتے۔

۳- تَلْقَاءُ، لِقَىٰ، يَلْقَىٰ لِقَاءً۔ بمعنی کسی چیز کا کسی چیز کے سامنے آنا۔ ملاقات کرنا۔ اور تَلْقَاءُ، لِقَاءُ سے اسم حاصل مصدر ہے۔ اور مقابل یا متقابل کے معنوں میں آتا ہے۔ کہتے ہیں جَلَسَ تَلْقَائِي بمعنی وہ اس کے سامنے یا مقابل بیٹھا۔ قرآن میں ہے:

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ (۲۶) اور جب موسیٰ نے مدین کی طرف رُخ کیا۔

اور تلقاء نفس یعنی خود بخود۔ اپنے آپ۔ فَعَلَ الْأَمْرَ تِلْقَاءَ نَفْسِهِ اس نے کام کو خود بخود

کیا (منجد) نہ اس کی کسی نے مدد کی نہ کسی نے مجبور کیا۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا يَكُونُ لِقَائِ أُمَّكَ (۱۰) کہہ دو مجھے یہ اختیار نہیں ہے کہ میں قرآن کو اپنے

تِلْقَائِي نَفْسِي (۱۱) آپ بدل دوں۔

۴۔ حَوْلِ اِحَالِ کا بنیادی معنی تغیر پذیر حرکت اور انتقال ہے۔ اور حَوْلِ الشَّيْءِ یعنی کسی چیز

کی وہ جانب جس کی طرف اسے پھیرنا ممکن ہو۔ (معن) بعد میں یہ لفظ کسی چیز کے ارد گرد، گردا گرد

(منجد) یا آس پاس کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا أَصَابَتْ مَحْوِلَ ذَهَبٍ (۱۲) پھر جب آگ نے اس کے ارد گرد کی چیزیں روشن

کیں تو خدا نے ان لوگوں کی روشنی زائل کر دی۔

اللَّهُ يَبْصُرُهُمْ (۱۳)

ماحصل؛ (۱) عند: قرب زانی اور مکانی کے لیے آتا ہے اور مِنْ داخل ہو تو مزید تاکید کیلئے ہوتا ہے۔

(۲) لَدُن: پر مِنْ ہمیشہ داخل ہوتا ہے۔ عند سے انحصار اور ابلغ ہے۔ مزید قربت اور تکیہ کے لیے آتا ہے

لَدَى اس کا ہم معنی ہے جو مِنْ کے بغیر آتا ہے۔

(۳) تِلْقَائِي، نفس کے ساتھ ل کر خود بخود اپنے آپ کے معنی دیتا ہے۔ عند انفسکم کی نسبت اس میں

تاکید بھی ہے اور قربت بھی۔ اور مقابل کی سمت بھی متعین کرتا ہے۔

(۴) حَوْلِ: کسی چیز کے گردا گرد یا آس پاس۔

۲۔ پاک

کے لیے سُبْحَانَ، قُدُّوس، زَكِيَّة، طَلْحُورًا، طَيْبًا اور ان کے مشتقات آتے ہیں۔

۱۔ سُبْحَانَ: ابن فارس کے نزدیک لفظ سَبَّح کے بنیادی معنی دو ہیں (۱) عبادت کی قسم۔

(۲) دوڑنے کی قسم۔ (۳)۔ (۴)۔

اور امام راجب سَبَّح کے معنی کسی چیز کا پانی یا ہوا میں تیرنا یا تیز رفتاری سے گزر جانا کہتے ہیں

(معن) سَبَّاح یعنی بڑا تیراک۔ اور فَزْرَسٌ سَبَّوْحٌ اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو رفتار میں تیزی

کی وجہ سے ادھر ادھر نہلے (منجد) چنانچہ قرآن میں ہے:

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ (۲۱) اور وہی تو ہے جس نے رات اور سورج اور چاند

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ (۲۲) کو بنایا (یہ) سب (یعنی سورج، چاند اور ستارے)

آسمان میں تیر رہے ہیں۔

(۲۱)

اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا:

وَالسَّابِحَاتِ سَبَّحًا (۲۳) اور ان فرشتوں کی قسم جو (فضا میں) تیرتے پھرتے ہیں۔

(۲۳)

پھر اس لفظ کا استعمال کسی کام کو سرعت کرنے پر ہونے لگا۔ ارشادِ باری ہے،
 إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْعًا وَخَلْفَهُ سَبْعُونَ أَلْفًا مِائَةً (۱) دن کے وقت تو آپ کو اور بہتے شغل ہوتے ہیں۔
 ۱- سُبْحَانَ: سُبْحَانَ سے مصدر ہے۔ جیسے غَفَرَ سے غُفْرَانِ فضا میں لاکھوں اور کروڑوں سیتائے
 نہایت تیزی سے گردش کر رہے ہیں۔ جن میں نہ کبھی لرزش پیدا ہوتی ہے نہ جھول اور نہ ہی تصادم
 یا ٹکراؤ۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ ان پر کنٹرول کرنے والی ہستی اپنی تقدیر و تدبیر اور انتظام میں
 نہایت محکم اور ہر قسم کی تے تدبیری اور عیب یا نقص سے پاک ہستی ہی ہو سکتی ہے۔ اور یہی سُبْحَانَ
 کا معنی ہے۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ ایسی تدبیر ہستی جو اپنی تدبیرِ عکم سے کائنات کا انتظام چلا
 رہی ہے، وہ اس انتظام و انصرام میں بلا شرکتِ غیر سے مختارِ کل ہو۔ کیونکہ کسی بھی دوسرے کامل ذہن
 اس کائنات کے انتظام میں خلل انداز ہو کر اس میں گڑبڑ پیدا کر سکتا ہے۔ لہذا سبحات
 کے معنی وہ ہستی ہے جو عیب و نقص سے بھی پاک ہو۔ اور وہ بلا شرکتِ غیر سے مختارِ کل بھی ہو۔
 اور کائنات میں اس طرح کی حرکت پذیر تمام اشیاء پر پورا پورا کنٹرول بھی رکھتی ہو۔ ارشادِ
 باری ہے:

وَمَا لَكُمْ لِمَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
 كُنْتُمْ قَائِلِينَ (۲) اور یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ خدا اولاد رکھتا
 ہے۔ (نہیں) وہ پاک ہے۔ بلکہ جو کچھ آسمانوں اور
 زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور سب اسکے فرمانبردار ہیں

اور کائنات کی جملہ اشیاء کا یہ عمل جس کے تحت وہ تدبیر ہستی کے تجوزہ قوانین کے تحت سرگرم عمل
 ہیں۔ ان کی تسبیح، فرمانبرداری یا عبادت کہلاتا ہے۔ گویا کائنات کی جملہ اشیاء زبان حال اور اپنے
 عمل سے اس بات کی گواہی دے رہی ہیں کہ ان کا انتظام کرنے والی تدبیر ہستی ہر طرح کے عیوب و
 نقائص اور شرک سے سزہ و مبرا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

سُبْحَانَ اللَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي
 الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۳) جو چیز آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے، سب
 خدا کی تزیینہ کرتی ہے اور وہ غالب بھی ہے اور محکم بھی۔

پھر کائنات اور اس کی جملہ اشیاء کے اس مربوط اور منظم عمل کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ انسان اسکی
 تنظیم اور باقاعدگی جس میں ایک لمحہ کی بھی تقدیم میں تاخیر ناممکن ہے، نہ جھول ہے نہ تصادم اور
 ٹکراؤ کو دیکھ کر درطہ حیرت میں ڈوب جاتا ہے تو بے اختیار اُس کی زبان سے اس تدبیر کائنات
 کی بزرگی اور تعریف جاری ہو جاتی ہے۔ چنانچہ سُبْحَانَ کا لفظ ایسے مقام پر بھی استعمال ہوتا ہے
 جب خالق کائنات کی کار آفرینیاں انسان کو درطہ حیرت میں ڈال دیتی ہیں۔ گویا یہ کلمہ تزیینہ
 بھی ہے اور استعجاب بھی۔ ہماری زبان میں سحان تیری قدرت " ایسے ہی موقع پر بولا جاتا ہے۔
 ارشادِ باری ہے:

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا
 وَهُوَ ذَاتُ الْبَاطِنِ رَأَى رِجَالَهُمْ
 كَمَا هُمْ وَرَأَى الْكُفْرَانَ كَحَبْلٍ خَنزِيرٍ (۴) وہ ذاتِ پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو

مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْمَقْدِسِ (یعنی بیت المقدس) سے مسجد الحرام (یعنی خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک لے گیا۔

۲۔ اس مقام پر لفظ سبحان کا استعمال اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سیر روحانی نہیں بلکہ جسمانی تھی۔
قَدْ وُسَّ: قدّوس کے معنی پاک اور صاف ہونا ہے (صفت) اور صاحبِ مہجد کے نزدیک پاک اور بابرکت ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

قَدْ نَزَّلْنَا ذُرُوحَ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ (۱۱۳)
(اے پیغمبر!) کہہ دیجیے کہ اس پاکیزہ روح (جبرئیل) کو تمہارے پروردگار کی طرف سے سچائی کیساتھ لیکر نازل کرنے میں تو یہاں روح القدس سے مراد یہ ہے کہ جبرئیل خدا کے کلام کو ہر طرح کی آلائشوں اور آمیزشوں سے پاک و صاف رکھ کر نازل فرماتے تھے۔ اسی لیے انہیں دوسرے مقام پر روح الامین بھی کہا گیا ہے۔

اور ارض مقدسہ میں سے مراد وہ پاک اور مبارک سرزمین (مہجد) ہے جو انبیاء کے مولد و مدفن یعنی کی نسبت کی وجہ سے بابرکت ہو گئی ہے اور ان کی تبلیغ کی وجہ سے شرک کی آلائشوں سے پاک رہی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا مِنْهَا صَادِقِينَ (۱۱۳)
موسیٰ نے کہا) تو بھائیو! تم ایضاً مقدس (یعنی ملک شام) میں جسے خدا نے تمہارے لیے لکھ رکھا ہے داخل ہو جاؤ۔
اور قدّوس اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ جس کے معنی ہیں اصداغ اور انداد (جمع ند بمعنی شریک) سے پاک (م۔ل) اور معنی ہر بڑی بات سے پاک اور بابرکت ذات (مہجد) ارشادِ باری ہے:
يَسْبِغُ اللَّهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكُ الْقَدُّوسُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۱۱۴)
جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے، سب خدا کی تسبیح کرتی ہے جو بادشاہِ حقیقی پاک ذاتِ زبردستِ حکمت والا ہے۔

۳۔ زَكِيَّةٌ، زکی (ذکو) کے معنی بالیدگی، نشوونما پانا، بڑھنا اور عمدہ ہونا ہے۔ اور زَكِيٌّ کے معنی کسی چیز کو عمدہ بنانا، اس کی اصلاح کرنا اور آگے بڑھانا ہے۔ اور زَكِيٌّ ذَفَنٌ کے معنی اپنی تعریف آپ کرنا یا اپنے منہ میں مٹھو بنانا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ اَتَّقَى (۱۱۵)
تو اپنے آپ کو صاف نہ بناؤ۔ جو پرہیزگار ہے، وہ (اللہ) اس سے خوب واقف ہے۔ (جانِ برحق)

سوت بیان کرو اپنی خوبیاں وہ خوب جانتا ہے لے سکو جو پھر نکلا عثمانی (۱۱۶)
اور تزکیہ کا استعمال عموماً نفس سے متعلق ہے۔ تزکیہ نفس کے معنی نفس کو روحانی آلائشوں، بیماریوں یا اخلاقِ رذیلہ سے پاک صاف کر کے اوصافِ حمیدہ پیدا کرنا ہے (صفت) ارشادِ باری ہے:
قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا (۱۱۷)
جس نے (اپنے) نفس (یعنی روح) کو پاک رکھا، وہ مراؤکو

۳ شہنا۔ (۹۱)

اور نفس زکیہ وہ شخص ہے جو بے گناہ اور ہر طرح کے الزام سے پاک صاف ہو۔ قرآن میں ہے :
 قَالَ أَقْتَلْتَنِي سَاءَ زَكِيَّةً يُغَيِّرُ نَفْسِي (موسیٰ نے حضرت سے) کہا کہ آپ نے ایک بے گناہ شخص
 لَقَدْ جِئْتَنِي شَيْئًا نُكْرًا۔ (چپ) (ناحق) بغیر قصاص کے مار ڈالا (یہ تو) آپ نے بُری بات کی۔

۴۔ ظہور: ظہر کی ضد دُتس بمعنی میل کچیل اور تلچٹ وغیرہ ہے (م۔ ل۔ اور ظہور وہ چیز ہے
 کہ میل کچیل اور گندگی سے پاک صاف ہو، یا بقول امام رابع نجاست محسوسہ سے پاک ہو۔
 ارشاد باری ہے:

وَسَقَطُهُمْ رُجُومًا شَرَّآبًا ظَهُورًا (۳۱)

اور ان کا پروردگار ان کو نہایت پاکیزہ شراب پلانے گا۔
 اسی طرح عورت کا حیض، نفاس وغیرہ سے پاک ہونا بھی طہر ہے۔ ارشاد باری ہے :
 فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ (۲۲۲)

سوا ایام حیض میں عورتوں سے گناہ کش رہو اور جب تک
 پاک نہ ہو جائیں ان سے مقاربت نہ کرو۔
 اور طہر (باب تغیل) ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی نجاستوں سے پاکیزگی کے لیے استعمال
 ہوتا ہے۔ مثلاً:

(۱) ظاہری نجاست کو دُور کرنے کے لیے،

وَرَبِّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (۴)

اور اپنے پروردگار کی بڑائی کرو اور اپنے کپڑوں کو پاک
 رکھو۔

(۲) باطنی برائیوں سے صاف کرنے کے لیے،

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ
 الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ
 تَطْهِيرًا (۳۳)

جیسا کہ پاکیزگی کا معنی ہے۔

۵۔ طَلَب، طَاب بمعنی کسی چیز کا دل کو خوش لگنا، خوش ذائقہ ہونا۔ ارشاد باری ہے:

فَأَنذِرْهُم مَّا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ (۳۴)

تو نیک کر لو جو عورتیں تم کو خوش آویں۔ (عثمائی)

اور طَلَب بمعنی خوشبو (مخند) اور طَلَبَة دل کی خوشی اور رضا کو کہتے ہیں (م۔ ق) اور طَلَب
 ہر وہ چیز ہے جو خوشگوار، پاکیزہ اور حلال ہو (صفت) اور اس کی ضد خبیثت ہے۔ ارشاد باری ہے:
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كَلِمَاتٍ طَلَبَاتٍ لِّعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ (۲۴)

اے اہل ایمان! جو پاکیزہ چیزیں تم کو عطا فرمائی
 ہیں ان کو کھاؤ۔

اور بَلَدَة طَلَبَة ایسے شہر کو کہتے ہیں جو صاف ستھرا، خوش منظر اور صاف ستھرے ماحول والا
 اور زرخیز ہو۔

ماہصل (۱) سُبْحَانَ، وہ ذات جو ہر طرح عیب اور نقص کمی اور کوتاہی سے پاک ہو۔ اور وہ صمد ہے

- (۲) قَدْ وُسِّدَ، اللہ تعالیٰ کا نام۔ شرک اور اسی طرح کی دوسری برائیوں سے پاک اور بابرکت ہستی یا مقام۔
 (۳) زُكِيَ، نفس کا اخلاقِ رذیلہ سے پاک ہونا اور صلاح یافتہ ہونا یا سنورنا۔
 (۴) ظَهَرَ، ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی نجاستوں سے پاک ہونا۔ اور یہ آؤنکی سے ابلغ ہے۔
 (۵) طَيَّبَ، ظاہری نجاستوں سے پاک حلال اور خوش منظر چیز۔

۳۔ پاک کرنا

- کے لیے مَخَّصٌ، زُكِيَ اور طَهَّرَ، صَفَاً، بَتْرًا کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں،
- ۱۔ مَخَّصٌ: محص یعنی کسی چیز کو کھوٹ، آلائش اور آمیزش سے پاک صاف کرنا۔ اور مَخَّصٌ الذَّهَبُ یعنی سونے کو کٹھالی میں ڈال کر اور آگ پر پگھلا کر اس سے میل کچیل اور آمیزش کو دور کر کے اسے خالص بنانا (معنی۔ منجید) ارشادِ باری ہے:
- وَلِيْمَخَّصَّ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَيَبْتَخِشَ الْكُفْرَيْنَ (۳۳)
- اور کافروں کو نابود کر دے۔
- اس مقام پر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی عملی کمزوریوں کا ذکر کر کے ان کی اصلاح فرما رہے ہیں۔ گویا محص سے مراد عملی زندگی میں انسان کو کمزوریوں اور تقاضوں سے پاک کرنا مراد ہے۔
- ۲۔ زُكِيَ سے مراد نفس کو روحانی آلائشوں، بیماریوں اور اخلاقِ رذیلہ سے پاک کرنا ہے (تفصیل اوپر دیکھئے)
- ۳۔ طَهَّرَ سے مراد ظاہری نجاست کو دور کرنا بھی ہے۔ اور دل کو شرک اور شیطانی وساوس سے پاک کرنا بھی۔ (تفصیل اوپر گزر چکی)
- ۴۔ صَفَاً یعنی کسی چیز کا ہر طرح کی آمیزش سے پاک و صاف ہونا ہے (معنی) اور صَفَىٰ یعنی کسی چیز کو پاک و صاف بنانا۔ جیسے شہد کو موم اور ستھا وغیرہ کی آمیزش اور آلائش سے پاک و صاف کیا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:
- وَ أَنْهَارًا مِنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى (۱۶)
- اور (جنت میں) صاف شدہ شہد کی نہریں ہوں گی۔
- ۵۔ بَتْرًا، بَرَّعَ یعنی بیماری سے شفا پانا اور اَجْرًا یعنی تندرست کرنا اور بَتْرًا یعنی کسی کو تھمت یا عیب سے پاک کرنا (منجید۔ معنی) بری قرار دینا۔ ارشادِ باری ہے:
- فَبَتْرَاهُ اللهُ مَعًا قَاتِلُوا وَكَانَ عِنْدَ اللهِ وَجِيهًا (۲۶)
- ما حاصل (۱) محص، بھی چیز کو ظاہری اور باطنی آلائشوں اور کمزوریوں سے پاک کرنا۔
- (۲) زُكِيَ، نفس کو اخلاقِ رذیلہ سے پاک کرنا۔
- (۳) طَهَّرَ، ظاہری نجاست نیز شرک و وساوس کی آلائشوں سے پاک صاف کرنا۔
- (۴) صَفَاً، خام پیداوار کو اس کی آلائشوں سے پاک کرنا۔

(۵) بَرَّأَ کسی کو تمت یا عیب سے پاک کرنا۔ نیز دیکھیے صاف کرنا۔
پاکیزگی بیان کرنا کے لیے دیکھیے تَبَيَّنَ وَتَقَدَّسَ

۴ — پانا

کے لیے وَجَدَ، تَقَفَّ، اَلْفَى اور اَذْرَكَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ وَجَدَ۔ کسی چیز کو موجود دیکھنا (معنی) اس لفظ کا استعمال عام ہے اور ہر جگہ استعمال ہو سکتا ہے۔ قرآن میں ہے:

كَلَّمَآ دَخَلَ عَلَيْهِمَا زَكَرِيَّا الْغُرَابَ زَكَرِيَّا يَجِبُ كَهِجَةِ عِبَادَتِ گاہ میں اس (مُرِّمِ) کے پاس
وَجَدَ عِنْدَ هَارِزَاقًا (۳۷) آتے تو اس کے پاس کھانا پاتے۔

۲۔ تَقَفَّ، یعنی کسی چیز کے پالینے یا کسی کام کے کرنے میں حذاقت اور مہارت سے کام لینا (معنی) اور تَقَفَّ فَنِ حَرْبٍ وَضَرْبِ كَے استاد اور ماہر کو کہتے ہیں (م۔) (۱) تَقَفَّفَ بِمَعْنَى دَانَا اور ہوشیار اور ثقافت یعنی دانائی اور مہارت اور تَقَفَّفَ بِمَعْنَى كَے پانا اور اس کی خوب خبر لینا اور اس پر فتح پانا ہے۔ (م۔) (۲) ارشادِ باری ہے:

وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ تَقَفَّوْهُمْ اور ان کو جہاں پاؤ قتل کرو۔ اور جہاں سے انہوں نے
وَآخِرُ جَوْهَرِهِمْ مِنْ حَيْثُ آخِرُ جَوْهَرِهِمْ (۱۱۶) تم کو نکالا ہے وہاں سے تم بھی ان کو نکال دو۔

دوسرے مقام پر بالکل ایسے ہی موقع کے لیے تَقَفَّفَ كَے بجائے وَجَدَ کا لفظ استعمال ہوا ہے جو وَجَدَ کی عمومیت پر دال ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَخَذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ تَوَّأْنُوْا كَے پکڑ لو اور جہاں پاؤ قتل کرو۔
وَجَدَ تَمَّوْهُمْ (۳۸)

۳۔ اَلْفَى، لَفُو بِمَعْنَى كَے چیز کے آگے سے حجاب دُور ہونا اور اس کا ظاہر ہو جانا (م۔) (۱) اَوَّ اَلْفَى یعنی از خود کسی چیز کا علم میں آنا یا کوئی چیز سامنے آنا۔ قرآن میں ہے:

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصًا مِنْ دُورِهِ وَدَوَّوْا دَرِزَابَ كَے طرف بھاگے (آگے پوٹتے
بچھنے لگتا) اور عورت نے ان کا کرتا بچھے سے (پکڑ کر جو کھینچا) پھاڑ ڈالا۔ اور دونوں دروازے کے پاس عورت کا خاوند مل گیا۔
(۱۲۵)

دوسرے مقام پر قرآنِ کریم میں ہے:
قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا اَلْفَيْنَا عَلَيْهِمْ اَبَاءَنَا كَے ہیں بلکہ ہم تو اسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر
ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ (۱۲۵)

اس آیت میں اَلْفَى کا استعمال اس لحاظ سے ہوا ہے کہ چیز انہیں سُنَّا بَعْدَ سَلِّ وَرَشِدِ میں ملی تھی۔ ایک دوسرے مقام پر بالکل ایسے ہی موقع پر اَلْفَى کی جگہ وَجَدَ کا لفظ استعمال ہوا ہے جو وَجَدَ کی عمومیت

پر دلالت کرتا ہے۔ ارشادِ باری ہے،

قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا
کہتے ہیں کہ جس طریق پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا
ہے وہی ہمیں کافی ہے۔ (۱۳۴)

۴۔ اَدْرَكَ: دَرَك اور درج ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ میٹرھیوں پر جب نیچے سے اُوپر کو چڑھیں تو یہ درج یا درجہ ہے۔ اور جب اوپر سے نیچے آئیں تو یہ ورک ہے۔ اسی لیے درجاً الْجَنَّةِ اور دركاتُ النار کا محاورہ استعمال ہوتا ہے (معن) ارشادِ باری ہے:

إِنَّ الْمُنْفِقِينَ فِي الذَّلِيلِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ
کچھ شک نہیں کہ منافق لوگ دوزخ کے سب سے
نچلے طبقہ میں ہوں گے۔

اور اَدْرَكَ کے معنی کسی چیز کا درجہ بدرجہ اپنی غایت کو پہنچنا۔ پالینا (معن) یا کسی چیز کا اپنے وقت پر پہنچنا۔ اَدْرَكَ الثَّمَرُ پھل کا پک جانا اور اَدْرَكَ الْوَلَدُ بمعنی لڑکے کا بالغ ہونا ہے۔ (مخبر) اور ابن الفارسی اس کے معنی کسی چیز کا دوسری کو مل کر اسے پالینا (یعنی آپکڑنا، آ لینا، یا آ دو پوننا) بتلاتے ہیں (م۔ ل) مزید تفصیل گرانامیں دیکھیے (ارشادِ باری ہے:

لَا تُذْرِكُهُ الْآبْصَارُ وَهُوَ يُذْرِكُ
نہیں پاسکتیں اس کو آنکھیں اور وہ پاسکتا ہے
آنکھوں کو۔ (عثمانی)

ماحصل (۱) وَجَدَ کسی چیز کو موجود دیکھنا۔ اس کا استعمال عام ہے۔

(۲) ثَقِفَ: کسی چیز کو پانے میں ہمارے کام لینا۔ دورانِ جنگ مطلوبہ افراد کو پانا۔

(۳) اَلْفَى، اَتَّفَقَ کسی چیز کو پانا۔ حجاب دور ہونے پر کسی چیز کا موجود پانا۔ از خود کسی چیز کو پانا۔

(۴) اَدْرَكَ کسی چیز کی انتہا تک پہنچ کر اس کو پانا۔

۵۔ پانی اور اس کی اقسام!

پانی کے لیے عام متعمل لفظ ماء ہے۔ پانی گدلا ہو یا ستھرا، بیٹھا ہو یا کھاری۔ سب پر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور اس کی درج ذیل اقسام قرآن کریم میں مذکور ہوتی ہیں۔ حَمِيمٌ۔ غَسَّاقٌ۔ اِنٌّ اور اِنِّيَّةٌ۔ غَوْرٌ۔ مَعِينٌ۔ عَذْبٌ۔ فَرَاتٌ۔ مِلْحٌ۔ اَجَّاجٌ۔

۱۔ بلحاظ حرارت:

۱۔ حَمِيمٌ: حَمَ بمعنی گرم ہونا اور حَمِي تپ یا بخار کو کہتے ہیں (مخبر) اور حَمِيمٌ ایسے گرم پانی کو کہتے ہیں جو دھوپ کی وجہ سے (ہو ہڑوں وغیرہ میں) سخت گرم اور بعض دفعہ بدبو دار بھی ہو جاتا ہے۔ صاحب فقہ اللغۃ اس کے معنی "سخت گرم پانی" بتلاتے ہیں۔

۲۔ غَسَّاقٌ: کا ترجمہ عموماً بپ یا رستی پیرے کیا جاتا ہے۔ لیکن صاحب فقہ اللغۃ اور صاحب مخبر دونوں اس کے معنی ٹھنڈا اور بدبو دار پانی بتلاتے ہیں (ف ل ۲۶۰۔ مخبر) قرآن کریم سے

بھی اس معنی کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ قرآن میں حمیمہ اور غَسَّاق کے الفاظ دو بار ایک دوسرے کے مقابلے میں استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً:

(۱) لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا
وہاں نہ ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے۔ نہ پینا ہو گا مگر
رَّالَّا حَويِمًا وَغَسَّاقًا (۴۶)

(۲) جَهَنَّمَ يَصَلُّونَهَا فَمِنْهَا قُلُوبٌ هَاهُنَا هَذَا
دوزخ جس میں وہ داخل ہوں گے وہ بری آرمگاہ
فَلْيَذُوقُوا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا (۲۸)
ہے۔ یہ کھولتا ہو گا گرم پانی اور پیپ ہے۔ اس کے
مزے چکھیں۔ (جالدھری)

۳۔ ان۔ اِنِّيَّة، اِنِّي کے معنی پکن یا اس کا وقت قریب آنا ہے۔ اور اِنِّي ایسے شدید گرم پانی کو کہتے ہیں جو کھولنے لگ جائے۔ ارشاد باری ہے:

يَطْوُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ اِنٍ
وہ دوزخ اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے درمیان
گھومتے پھریں گے۔ (۵۵)

دوسرے مقام پر فرمایا:

تَصَلَّى نَارًا حَامِيَةً يَسْتَقِي مِنْ عَيْنٍ
وہ دہکتی آگ میں داخل ہوں گے۔ ایک کھولتے ہوئے
چشے کا ان کو پانی پلایا جائے گا۔
اِنِّيَّة (۵۵)
(ب) بلحاظ گہرائی:

۴۔ عَوْدُ، وہ پانی جو زمین کے نیچے ہو۔ گہرائی میں پانی (ف ل ۲۵۹) اور صاحب منجد عَوْدُ کے
معنی "زمین میں بند ہونے والا پانی" لکھتے ہیں۔

۵۔ مَعِين، مَعْنٌ یعنی پانی کا نرم رفتار سے بہنا (منجد) اور معین ایسا پانی جو سطح زمین پر جاری ہو
(ف ل ۲۵۹) سیلاب کی طرح تندی اور تیزی سے نہیں بلکہ نرمی اور سہولت سے جاری
ہونے والا۔ ل۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اَرَايَكُمْ اِنْ اصْبَحَ مَاءٌ كَثَمٌ
کہہ دیجئے بھلا دیکھو تو اگر تمہارا پانی خشک ہو جائے
عَوْدًا فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَاءٍ مَّعِينٍ (۱۳)
تو کون ہے جو تمہارے لیے شیریں پانی کا چشمہ بہلائے

(ج) بلحاظ ذائقہ:

۶۔ عَذْبٌ، میٹھا اور خوشگوار پانی (منجد) ٹھنڈا اور میٹھا پانی جسے پینے کو خواہ مخواہ جی چاہے۔ (معن)

۷۔ فُرَاتٌ، فُرَاتٌ، یعنی سمندر۔ نیز ایک بڑے دریا کا نام ہے جو صلیج فارس میں گرتا ہے اور
فُرَاتَانِ وریائے دجلہ اور فرات کو کہتے ہیں۔ اور فُرَاتِ الْمَاءِ کے معنی پانی کا بہت میٹھا اور
خوشگوار ہونا ہے (منجد) گویا فُرَاتِ میں خاصیت عذب کی ہے جبکہ مقدار میں کافی زیادہ
ہو۔ (۲۶)

۸۔ مِلْحٌ، نمکین پانی۔ آپ شور۔ (ف ل ۲۳)

۹- اُجَاج: ایسا پانی جو نمکین بھی ہو اور کڑوا بھی (خل ۳۳) سخت کھاری اور گرم پانی چھپاتی

جلائے والا (مفت) ارشاد باری ہے:

اور دونوں دریا یکساں نہیں ہو سکتے یہ تو میٹھا ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ هَذَا عَذْبٌ

پراس بکھاننے والا جس کا پانی خوشگوار ہے۔ اور یہ

قُرْأَتٌ سَائِغٌ شَرَابٌ وَهَذَا مِلْحٌ

کھاری ہے۔ کڑوا، کھیلا

اُجَاجٌ (۲۳)

(۶) عَذْبٌ، مٹھا اور میٹھا پانی۔

ماہصل: (۱) حیمہ گرم پانی

(۷) قُرْأَتٌ: مٹھا اور میٹھا پانی جبکہ کثیر مقدار میں ہو۔

(۲) اُن: کھوتا ہوا پانی

(۸) مِلْحٌ: آب شور

(۳) عَسَاكٌ، مٹھا اور بدبودار پانی یا پیپ۔

(۹) اُجَاجٌ: کھاری اور کڑوا پانی۔

(۴) عَوْدٌ زَمِينٌ کے نیچے موجود پانی

(۵) صَعِيْنٌ: سطح زمین پر زری سے بننے والا پانی۔

۱- پانی کے راستے اور ذخیرے

کے لیے اَوْدِيَّةٌ (ودی) عَیْنٌ، اَنْهَارٌ، سُرِّيٌّ، يَمْرٌ اور بَحْرٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- اَوْدِيَّةٌ: وادی کی جمع ہے۔ وادی اصل میں اس کشادہ میدان کو کہتے ہیں جو پہاڑوں کے

درمیان ہو اور اس دُھلوان کو بھی جو پہاڑوں کے درمیان ہوتی ہے اور اس میں پانی بہتا ہو۔

(مفت) پہاڑوں کے درمیان ہونے کی وجہ سے اس میدان میں ندی نالوں کا جاری ہونا

ضروری ہے۔ پہاڑوں پر ہونے والی بارش اور گھٹنے والی برف کے پانی کے بہنے کے ہی راستے

ہوتے ہیں۔ پھر وادی کا لفظ کبھی تو صرف درمیان کے وسیع میدان کے معنوں میں استعمال

ہوتا ہے۔ اور کبھی ندی نالے کے معنوں میں۔ ارشاد باری ہے:

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ اَسَى نَآءِ سَمَانٍ سَآءِ مَآءِ سَآءِ مَآءِ سَآءِ مَآءِ سَآءِ مَآءِ سَآءِ مَآءِ سَآءِ مَآءِ

گنہائش کے مطابق ندی نالے بہ نکلتے۔

يَقْدَرُهَا (۱۴)

۲- عَیْنٌ: بمعنی چشمہ۔ پہاڑوں یا زمین میں کسی جگہ اگر بانی پھوٹ کر کسی نشیبی جگہ میں جمع ہو جائے تو یہ

چشمہ ہے۔ اور چشمہ اتنے بڑے بھی ہوتے ہیں کہ ان سے دریا اور نہر میں بہنے لگتے ہیں۔ ایسے

ہی چشمہ کو آج کے معنوں میں جھیل کہا جاتا ہے۔ پھر ایسی ہی جھیلوں کا اگر کوئی ایک حصہ بڑے

سمندر سے مل رہا ہو تو اسے خلیج کہا جاتا ہے۔ (ح عیون) قرآن میں ہے:

حَتَّىٰ اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا

جب ذوالقرنین غروب آفتاب کی حد تک پہنچ گیا

تَوَسَّلَ فِي عَیْنٍ حَمِيْمَةٍ (۱۵)

تو اس نے سورج کو گرم اور بدبودار پانی کے چشمہ میں

دُور سے دیکھا۔

اور تاریخی تحقیق کے مطابق یہ وہ مقام تھا جہاں صحرا بحین چھوٹی چھوٹی ٹیلوں کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

قرآن نے یہاں بخج کی بجائے عین کا لفظ استعمال کیا ہے جو عین کے لغوی مفہوم کے مطابق ہے۔
 ۳۔ اَنْهَرُ، نَهْرٌ کی جمع ہے۔ یعنی پانی کے بہاؤ کے لیے وہ بڑا نالہ جس میں ادھر ادھر سے کئی نالے
 آکر شامل ہو جاتے ہیں۔ نهر کا اطلاق عام طور پر اس بڑے نالے پر ہوتا ہے جس کے بہاؤ کا راستہ
 انسان اپنی ضرورت کے مطابق اپنی کوششوں سے بناتے ہیں۔ نہریں یا تو پہاڑوں کے درمیان
 پانی کے کسی بہت بڑے ذخیرہ حثمہ یا جھیل سے نکالی جاتی ہیں یا دریاؤں سے۔ ارشادِ باری ہے:
 عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا
 فَتَجْعِلُهَا سُرِّيًّا (۶۷)
 اور اس میں سے چھوٹی چھوٹی نہریں نکال کر اپنے پاس
 لے جائیں گے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

جَعَلْتُمْ تَجْرِي مِمَّنْ تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ (۱۰۱)

انگات جن میں نہریں جاری ہیں۔

۴۔ سُرِّيٌّ: سری میں دو باتوں کا تصور پایا جاتا ہے (۱) رات کو چلنا (۲) چھوٹا ہونا۔ سُرِّيَّةٌ بمعنی
 چھوٹا سا لشکر بھی اور چھوٹی کشتی بھی۔ اور اس کی جمع سُرُیَا ہے۔ اور ساریہ بمعنی رات کو روانہ
 ہونے والا چھوٹا سا لشکر۔ اور سُرِّيٌّ بمعنی چھوٹی سی نہر جو جاری ہو (منجد۔ ج ۱ ص ۲۶) ارشادِ
 باری ہے:

قَدْ جَعَلْنَا لَكُمُ الْاَنْهَارَ سُرِّيًّا (۱۱۹)

تمہارے پروردگار نے تمہارے نیچے ایک حثمہ پیدا

کر دیا ہے۔

۵۔ يَتَّ: لامعنی اکثر اہل لغت پانی کا بہت بڑا ذخیرہ۔ دریا، بہن در کہتے ہیں۔ (معن منجد) لیکن ہمارے
 خیال میں يَتَّ کا اطلاق پانی کے اس ذخیرہ پر ہوتا ہے جو نشیبی علاقہ کی طرف بہ رہا ہو۔ یعنی دریا
 قرآن میں ہے:

اِنَّ اَقْدَرِيْنِ فِي التَّابُوْتِ قَافِلِيْنِ
 فِي الْاَيْمِ فَاَلِيْقَهُ الْاَيْمُ بِالسَّاحِلِ يَاحْضَرُ
 عَدُوِّي وَعَدُوْلَهُ (۱۲۹)

(مہ نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی کہ) موسیٰ کو صندوق
 میں رکھو۔ پھر اس صندوق کو دریا میں ڈال دو تو دریا
 اس کو کنارے پر ڈال دے گا۔ پھر میرا اور تمہارا دشمن
 (فرعون) اسے اٹھالے گا۔

اور دوسرے مقام پر ہے کہ:

وَقَالَتْ لِاخْتِي اُصْبِيْهِ فَبَصَرَتْ بِعَيْنِ
 جُنْبٍ وَهَمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (۱۳۳)

اور موسیٰ کی ماں نے موسیٰ کی بہن سے کہا کہ اس
 (صندوق) کے پیچھے پیچھے چلی جا۔ تو وہ اسے دوسے
 دیکھتی رہی اور ان لوگوں کو کچھ خبر نہ تھی۔

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ يَتَّ پانی کا وہ ذخیرہ ہے جو ندی، نالوں اور نہروں کی طرح
 نشیبی علاقہ کی طرف بہ رہا ہو۔ اور اس کے لیے ہمارے ہاں دریا کا لفظ مخصوص ہے۔

۶۔ بَحْر (ج: أَبْحَرُ) اہل لغت بَحْر کا معنی بھی دریا یا سمندر لکھتے ہیں۔ لیکن آج کی زبان میں بحر پانی کا وہ بہت بڑا ذخیرہ ہے جو نشیبی جگہ میں جمع ہو جائے اور ہر طرف سے پانی اس میں آکر شامل ہوتا رہے۔ نشیبی علاقہ میں جمع ہونے والا پانی اگر قلیل مقدار میں ہو تو اسے جوہڑ کہتے ہیں۔ اس سے زیادہ مقدار میں ہو تو اسے جھیل کہتے ہیں زیادہ مقدار میں ہو تو اسے بحیرہ یعنی چھوٹا سمندر اور اس سے زیادہ مقدار میں ہو تو اسے بَحْر کہتے ہیں۔ قرآن میں بحیرہ اور بحر کے لیے بحر ہی لفظ استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاذْفَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَإِن جِئْتُمْ
اور اسے بنی اسرائیل وہ دقت بھی یاد کرو جب ہم
نہ تہا کیلئے بحر کو بچا دیا اور تم کو تو نجات دی اور
فرعون کی قوم کو غرق کر دیا۔

اور تاریخی تحقیق یہ ہے کہ یہ بحر "بحیرہ قلزم تھا۔

سمندر میں جمع شدہ پانی کبھی کبھی ساکن ہوتا ہے۔ بسا اوقات ہوائیں اس میں توج پیدا کرتی اور اسے متحرک رکھتی ہیں۔ گو یہ حرکت کسی نشیبی علاقہ کی طرف نہیں ہوتی۔ پھر سمندر کے جمع شدہ پانی کے اندر بھی پانی کے دریا نشیب کی طرف چلتے ہیں اور کبھی دو دریا بھی ساتھ ساتھ رواں ہوتے ہیں۔ جن میں ایک گرم پانی کا ہوتا ہے دوسرا سرد پانی کا۔ یا ایک میٹھے پانی کا دوسرا کڑوے پانی کا۔ اور یہ آپس میں ملتے نہیں۔ حالانکہ یہ بات بھی پانی کی خاصیت کے خلاف ہے۔ اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے تحت ہوتا ہے۔ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا
اسی نے دو دریا رواں کیے جو آپس میں ملتے ہیں۔
بَرْزَخٍ لَّا يَبْغِيَانِ (۵۹)

اس آیت میں دریا کے لیے قرآن میں بحر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس لیے کہ ایسے دریا سمندر میں ہی چلتے ہیں۔

- ماہصل؛ (۱) اَوْدِيَّةٌ: یعنی ندی نالے۔ (۲) عَيْنٌ: چشمہ۔ جھیل۔ خلیج وغیرہ۔ (۳) غَمْرٌ: معروف لفظ ہے۔ (۴) سَرِيٌّ: چھوٹی سی نہر۔ (۵) يَمٌّ: پانی کا بڑا ذخیرہ جو نشیب کو بہتا ہو۔ دریا۔ (۶) بَحْرٌ: سمندر یا سمندر میں بننے والے دریا کیلئے آتا ہے۔

۷۔ پانی مانگنا

کے لیے اسْتَسْقَى اور اسْتَسْقَاتِ کے الفاظ آئے ہیں۔

- ۱۔ اسْتَسْقَى: سقی یعنی کسی کو پانی پلانا اور اسْتَسْقَى یعنی کسی دوسرے کو پینے کے لیے پانی دینا۔ اور اسْتَسْقَى یعنی پینے کے لیے پانی مانگنا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَإِذْ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا
اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ ﴿۵۱﴾
اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے (غدا سے) پانی

۲۔ اِسْتِغَاثَ : غیثت اس بارش کو کہتے ہیں جو ضرورت کے وقت ہو اور ضرورت کے مطابق ہو (نہ کم نہ زیادہ) (ت ل ۲۵۸-م ل) اور غیثت اس گھاس اور نباتات کو بھی کہتے ہیں جو اس بارش سے اُگے۔ (منجد-م-ق) اور غاث اللہ البلاد یعنی اللہ تعالیٰ نے ملک پر بارش برسانی۔ (منجد) اور استغاث بمعنی ایسی ہی بارش کے لیے فریاد کرنا یا فریاد کے طور پر پانی مانگنا۔ ارشاد باری ہے:

فَإِنْ يَسْتَفِئِثُوا يُفَاءُوا بِمَاءٍ كَانَهُمْ
جیسا کھولتا پانی دیا جائے گا۔

ماصل (۱) اِسْتَسْقَىٰ : پینے کو پانی مانگنا۔ (۲) اِسْتِغَاثَ : پانی مانگنے کے لیے فریاد یا التجا کرنا

۸۔ پاؤں (پیر)

کے لیے دو الفاظ ہیں، رَجُلٌ اور قَدَمٌ۔

۱۔ رَجُلٌ : پنڈلی کے نیچے سے لے کر پاؤں کی انگلیوں تک معروف عضو بدن (مفت) اور سکی جمع اَرْجُلٌ آتی ہے۔ (۱) ارشاد باری ہے:

أُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هَذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ
قَوَّ شَرَابٌ ﴿۲۳﴾

اور رَجُلٌ بمعنی مرد کی جمع رِجَالٌ آتی ہے۔ اور اگر رِجَالٌ بطور صفت ہو تو اس کے معنی پیادہ پا اور اس کی ضد رِجَابٌ (معنی سوار) آتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ فِرْجَآلًا أَوْ رِجَابًا
(جس حال میں ہو نماز ادا کر لو)

۲۔ قَدَمٌ : چلتے وقت پچھلے پاؤں اور اگلے پاؤں کے درمیانی فاصلہ کو قدم کہتے ہیں۔ اور

اس کی جمع اقدام آتی ہے (مفت) اور انگریزی میں رِجُل اور قدم دونوں کے لیے لفظ (FOOT) آتا ہے۔ اور فٹ ۱۲ انچ کی لمبائی کا پیمانہ بھی ہے۔ لہذا جدید عربی میں

اس لمبائی کے پیمانہ کو بھی قدم کہتے ہیں۔ چالیس فٹ کی لمبائی کا عربی ترجمہ ہے اربعین اقدام (قاموس الجدید) اور قَدَمٌ بطور فعل استعمال ہو تو اس کے معنی آگے بڑھنا اور

آگے چلنا کے ہوں گے۔ اور قدم بطور اسم رِجُل یعنی پاؤں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

گویا رِجُل اور قدم میں بالکل ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ عین اور بصر میں ہے جس کی تفصیل

”آنکھ میں گور چکی ہے۔ ارشاد باری ہے:

يَعْرِفُ الْمَجْرُمُونَ بِسِيمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ
بِالتَّوَصُّعِ وَالْأَقْدَامِ (۵۵)
گنہگار اپنے چہرے ہی سے پہچان لیے جائینگے تو پیشانی
کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ لیے جائیں گے۔
نیز دیکھئے "قدم"!

۹۔ تپھر

کے لیے حَجْر اور حَجَارَة ، حَضَب اور سَجَّيْل کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَجْر، بمعنی سخت تپھر اور اس کی جمع أَحْجَار اور حَجَارَة آتی ہے (مفت) قرآن میں ہے؛
وَرَأَى مِنَ الْجَبَارَةِ لِمَا يُنْفَعُ حَجْرُ
مِنْهُ الْأَنْهَارِ (۶۷)
اور کچھ تپھر ایسے بھی ہیں کہ ان سے نہریں پھوٹ
نکلتی ہیں۔

۲۔ حَضَب، بمعنی چھوٹے چھوٹے تپھر، کنکر اور حَاصِب اس تند و تیز ہوا کو کہتے ہیں جو ایسی
کنکریوں کو اڑائے پھرتی ہے۔ قرآن میں حَاصِب کا لفظ تپھروں، کنکروں کی بارش کے لیے
استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے؛

أَمْ أَمِنْتُمْ مَنِ فِي السَّمَاءِ أَنْ يُرْسِلَ
عَلَيْكُمْ حَاصِبًا (۶۷)
یا تم اس سے جو آسمان میں ہے نڈر ہو گئے کہ وہ
تم پر کنکر بھری ہوا چھوڑ دے۔

۳۔ سَجَّيْل، بمعنی کنکر سنگ گل (مفت)۔ منجد (یعنی وہ نوکدار کنکریاں جس میں مٹی کی بھی آمیزش
ہوتی ہے۔ اور وہ مٹی سے کنکریاں بن رہی ہوتی ہیں۔ ارشاد باری ہے؛
فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا
سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً
مِّنْ سَجَّيْلٍ مَّنصُودٍ (۱۱)
تو جب ہمارا حکم آیا، ہم نے اس بستی کو (الٹ کر)
اس کا اوپر کا حصہ نیچے کر دیا اور ان پر تپھر کی تہ بہ تہ (یعنی
پے در پے) کنکریاں برسائیں۔

ماصل؛ (۱۱) حجروں سخت اور بڑا تپھر۔

(۲) حصب؛ چھوٹی کنکریاں اور چھوٹے تپھر۔

(۳) سججیل، بمعنی سنگ گل۔ مٹی کی آمیزش والی نوکدار کنکریاں۔

۱۰۔ پکھلا

کے لیے دو الفاظ اِخْر اور خَلَّت آئے ہیں؛

۱۔ اِخْر؛ بعد کا۔ اول کی ضد۔ اس لفظ میں عمومیت ہے۔ ظرف زمان کے طور پر استعمال ہوتا

ہے (منجد) قرآن میں ہے؛

بہت سے اگلے لوگوں میں سے ہیں اور بہت سے

قُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَرُذُلَةٌ مِّنَ

پکھلوں میں سے۔

الْآخِرِينَ (۵۶)

۲- خَلَفَ: (ضد سَلَفَ) ایک ہی قوم یا گروہ کی بعد کی نسل۔ (خَلَفَ بمعنی جانشین ہونا) اور خَلَفَ کا لفظ عموماً بڑے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی نالائق اور نااہل نسل یا خلف ارشادِ باری ہے،

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا
الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّمْوَاطِ فَتَوَذَّ
يَلْقَوْنَ عَذَابًا (۱۹)

پھر ان کے بعد چند ناخلف ان کے جانشین ہوئے۔
جنہوں نے نماز کو چھوڑ دیا۔ اور خواہشات
نفسانی کے پیچھے لگ گئے۔ سو عنقریب ان کو
گمراہی کی سزا ملے گی۔

اور خَلَفَ کی ضد بین یدی یا بین ایدی بھی ہے اور یہ الفاظ بطور زمان و مکان و نون
طرح آتے ہیں۔ زمانی کی صورت خَلَفَ سے مراد بلا کسی تخصیص پچھلے لوگ مراد ہوتے ہیں۔
ارشادِ باری ہے،

فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا
وَمَا خَلْفَهَا (۲۶)

تو اس قصے کو ہم نے اس دور کے لوگوں کے لیے اور
پچھلوں کے لیے عبرت بنا دیا۔

لیکن بین یدی کے مقابلہ میں اگر خَلَفَ ظرف مکانی کے طور پر استعمال ہو تو اس کا معنی
پچھلے نہیں بلکہ پیچھے ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّنْ آيَاتِهِ وَهِنَّ
خَلْفُهُ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ (۳۳)

اس کے آگے اور پیچھے اللہ کے جو کیدار ہیں۔ جو
اس کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

ماحصل: (۱) الخ: صرف ظرف زمانی کے طور پر آتا ہے۔ اور اس کے استعمال میں عمومیت ہے۔
(۲) خَلَفَ: ظرف زمانی و مکانی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ زمانی کی صورت میں پچھلے کا معنی تو دیتا
ہے۔ مگر اس میں اگلے اور پچھلوں میں نسلی تعلق ہونا ضروری ہے۔

۱۱۔ پچھتانا

کے لیے نَدَمٌ، حَسِرٌ اور نَقِطٌ فِي يَدِهِ کے الفاظ آتے ہیں:

۱- نَدَمٌ: اپنے کیے ہوئے کسی بڑے فعل پر پشیمان ہونا۔ اس کا استعمال عام ہے۔ قرآن میں ہے:
فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِي بِالْفَتْحِ أَقَامِرٍ
مَنْ عِنْدَهُ فَيُضِيبُوا عَلَى مَا أَسْرَوْا
فِي أَنفُسِهِمْ نَدِمِينَ (۵۲)

سو قریب ہے کہ خدا فتح بھیجے یا اپنے ہاں سے
کوئی اور امر نازل فرمائے، تو پھر یہ اپنے دل کی باتوں پر
جو یہ پھپھیا کرتے تھے پشیمان ہو کر رہ جائیں گے۔

۲- حَسِرٌ: صاحب فقہ اللغة حسرة کے معنی أَشَدُّ الدَّامَةِ (بہت زیادہ ناوم ہونا) بتلا
ہیں۔ (ف۔ ن۔ ۲۰)۔ لیکن صاحب منجد حَسِرٌ اور حسرة کے معنی افسوس کرنا لکھتے ہیں۔
یعنی حَسِرَةٌ اپنے کسی کئے ہوئے فعل پر افسوس اور ندامت کے اظہار کا نام ہے۔ ارشادِ

باری ہے:

قَالُوا يَا حَسْرَتَنَا عَلَىٰ مَا فَرَقْنَا بَيْنَنَا
وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ عَلَىٰ
ظُنُورِهِمْ (۳۱)

تو کہیں گے کہ ہائے! اس تقصیر پر افسوس ہے جو
ہم نے قیامت کے بارے میں کی۔ اور وہ اپنے
(اسمال کے) بوجھ اپنی پیٹیوں پر اٹھاتے تھے ہونگے۔

۳۔ سَقِطٌ فِي يَدَيْهِ: محاورہ ہے جس کے معنی اپنی کی ہوئی بات یا دلیل کے غلط معلوم ہونے پر
لوگوں کے سامنے ناوم اور ذلیل ہونا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَكَلَّمَ سَقِطًا فِي آيَاتِهِ يَمْذُرُ آيَاتًا
أَنْتُمْ قَدْ ضَلُّوا (۱۳۹)

اور جب وہ نامدم ہوتے اور دیکھ کہ وہ گمراہ
ہو گئے ہیں۔

ماحصل: (۱) ندم: اپنے کسی بڑے فعل پر پچھتانا۔

(۲) حَسْرَةٌ، انتہائے ندامت اور اس کا اظہار۔

(۳) سَقِطٌ فِي يَدَيْهِ: اپنا سامنے کر رہ جانا۔ اپنی بات یا دلیل کی غلطی کے احساس پر نامدم ہونا۔
پراگندہ ہونا دیکھیے "بکھرنا"۔

۱۲۔ پُرَانَا — پُرَانَا ہونا

کے لیے بِلَى، قَدِيمٌ اور عَتِيقٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بِلَى (بِلَى بِلَاءً) کسی قابل استعمال چیز کا استعمال میں رہنے کی وجہ سے پُرَانَا اور بوسیدہ
ہو جانا۔ بِلَى التَّوْبِ بمعنی کپڑا کا پُرَانَا اور بوسیدہ ہونا (مخبر۔ ممت) پنجابی "ہنڈ جانا"۔
قرآن میں ہے:

قَالَ يَا ذِمَّةُ هَلْ آدُلُكَ عَلَىٰ شَجَرَةٍ
الْحَلْدِ وَمَلِكٍ لَا يَبْلَى (۱۳۱)

شیطان نے کہا لے آدم: میں بتاؤں تجھ کو درخت
سدازندہ بہنے کا اور بادشاہی جو پُرَانَا نہ ہو (شعانی)

۲۔ قَدِيمٌ، پُرَانے زمانے کا۔ پُرَانے وقت کا۔ پُرَانَا اور اس کی ضد جدید (بمعنی نیا) ہے۔
قَدَمٌ بمعنی آگے بڑھنا اور قَدَمٌ بمعنی پُرَانَا ہونا ہے۔ (مخبر)

قَالُوا تَأْتِيهِمْ إِنَّكَ لَفِي صَلَابِ الْقَدِيمِ (یعقوب کے بیٹے بولے کہ واہ! آپ اسی قدیم غلطی
میں مبتلا ہیں۔) (۱۳۵)

۳۔ عَتِيقٌ، العتق (مصد) کے معنی خالص الاصل ہونا۔ جمال۔ شرافت۔ نجابت آزادی۔ کہنگی۔

(مخبر) عتیق وہ چیز ہے جس کے قدیم ہونے کے باوجود اس کی شرافت و نجابت میں کوئی
فرق نہ آئے۔ زندہ جاوید۔ اسی لحاظ سے خانہ کعبہ کو بیت العتیق کہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

ثُمَّ لِيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلِيُؤْتُوا أُذُنَهُمْ
وَلِيُطَوُّوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ (۱۳۶)

پھر چاہیے کہ (حجاج) اپنا میل کبیل دُور کریں اور نذیر
پوری کریں اور خانہ قدیم (یعنی بیت اللہ) کا طواف کریں

- ماصل**؛ (۱) قَدِيم؛ پُرانا۔ پُرانے زمانے کا۔ تَدَقُّوۃ سے۔
 (۲) بَلِيّٰ؛ کسی قابل استعمال چیز کا استعمال کی وجہ سے پُرانا ہونا۔
 (۳) عَتِيْق؛ کسی چیز کے پُرانا ہونے کے باوجود اس کی شرافت و نجابت میں فرق نہ آنا۔

۱۳۔ پُرَدَہ

کے لیے غَطَاء (غطو)، غَشَاوَة (غشی) غُلْف، اَكْتَام، اَكْتَنَة، سَتْر، حِجَاب، عَوْرَة اور سُرَادِق کے الفاظ آئے ہیں۔

اور ان کے علاوہ حَجْر، حَجَز، بَرْنَج کے الفاظ بھی اس سے قریب المعنی ہیں۔ جو "آڑ" میں گزر چکے ہیں۔

۱۔ غَطَاء؛ ہر وہ چیز جو کسی چیز پر بطور سرپوش رکھی جائے اور اسے مکمل طور پر ڈھانپ دے۔ وہ غطاء ہے (صفت) جیسے ہانڈی کا طباق یا ڈھکن، یا دوات کا ڈھکن۔ اور اس لفظ کا اطلاق عموماً ایسی چیزوں پر ہوتا ہے جن کی ایک ہی طرف خالی ہو۔ اور اس خالی طرف پر جو چیز رکھ دی جاتے، تاکہ اسے مکمل طور پر ڈھانک دے وہ غطاء ہے۔ غطاء کے لیے ضروری ہے کہ وہ کثیف بھی ہو اور مٹا ہوا بھی تاکہ مکمل طور پر ڈھانک کر اوجھل کر دے (فق۔ ل۔ ۲۳۸) ارشاد باری ہے:

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ
 الْيَوْمَ حَدِيدٌ ﴿۳۳﴾

۲۔ غَشَاوَة؛ غشی بمعنی کسی چیز کو کسی رقیق چیز سے ڈھانپنا کہ وہ کچھ نہ کچھ نظر بھی آتی رہے۔

(فق۔ ل۔ ۲۳۸) اور یہ غطاء سے عام ہے۔ غشی اس مرض کو کہتے ہیں جس سے عواس پر پردہ پڑ جائے اور وہ جو اب دے جائیں۔ اسی طرح یہ پردہ کپڑے وغیرہ یا تار کی کا بھی ہو سکتا ہے۔ اور یہ لفظ ظاہری اور ضمنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ
 وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ﴿۱۶﴾

۳۔ غُلْف؛ غُلْف بمعنی کسی چیز کو ہر طرف سے ڈھانک دینا تاکہ وہ چیز پوری طرح چھپ جاتے۔ غُلْفَتِ السَّيْفِ یعنی میں نے تلوار کو نیام میں ڈال دیا (صفت) اور غلاف وہ چیز جس میں کوئی چیز چھپائی جاتے۔ اس کی جمع غُلْفَاتِ ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ بَلْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ
 بِكُفْرِهِمْ ﴿۸۸﴾

۴۔ اَكْتَام؛ اَكْتَام بمعنی چھپانا اور اَكْتَامِ الْبَعِيْثِ بمعنی اونٹ کے منہ پر تھو تھنی چڑھانا (مخبر) اور اَكْتَامِ

کالفظ خوشوں کے خلاف کے لیے آتا ہے۔ اور اس کی جمع اکتام ہے (معنی) ارشاد باری ہے:
فِيهَا مَا فَكَّرْتُمْ وَاللَّخْلُ ذَاتُ
الْكَتَامِ (۵۱)

خوشوں پر غلاف ہوتے ہیں۔

۵۔ اِكْتَةُ: كُنَّ الشَّيْءُ بِمَعْنَى كَسَى حَيْزِرًا كَوَ مَحْفُوظٍ مَقَامٍ فِيهِ مِثْلُهَا أَوْ دَهْوِ بٍ سَبْجَانًا - اور كُنَّ فِي نَفْسِهِ كَمَعْنَى كَسَى بَات كَو دَل فِيهِ مِثْلُهَا (منجہ) اور كُنَّ اس جگہ کو کہتے ہیں، جہاں حفاظت یا پناہ حاصل کی جائے اور اس کی جمع اکتان اور اکتہ آتی ہے۔ گویا یہ لفظ ظاہری اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:

(۱) ظاہری طور پر:

وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِمَّا خَلَقَ ظِلَالًا
وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْجِبَالِ أَكْنَانًا (۱۱۸)

اور خدا نے تمہارے لیے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں کے
سائے بنائے اور پہاڑوں میں غاریں بنائیں۔

(۲) معنوی استعمال:

وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِيْ اِكْتَةٍ مِّنْهُمَا
تَذْعُونَا اِلَيْهِ (۱۱۹)

اور کہنے لگے جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو
اس سے ہمارے دل پر دلوں میں ہیں۔

۶۔ سِتْرًا: سِتْرٌ بِمَعْنَى مِثْلِهَا أَوْ رِدَاءٌ أَوْ حِجَابٌ أَوْ مِثْلُهَا كَوَيْلًا أَوْ مِثْلُهَا كَوَيْلًا أَوْ مِثْلُهَا كَوَيْلًا
کو بھی جو چھپائے یا پردہ کا کام دے (معنی) اور سِتْرَةٌ اس روک کو کہتے ہیں جو نمازی نماز
پڑھتے وقت اپنے آگے رکھ لیتا ہے۔ اور سِتْرَةٌ السَّطْحِ چھت پر پردہ کی دیوار کو کہتے
ہیں (منجہ) گویا ستر میں کوئی چیز مکمل طور پر نظروں سے اوجھل نہیں ہوتی۔ اور ستر کا تعلق
کسی دوسری چیز سے ہونا ضروری نہیں جبکہ حجاب کا تعلق کبھی دوسری چیزوں سے ہوتا ہے (فق ۲۳۸)
ارشاد باری ہے:

وَجَدَهَا تَطَّلَعُ عَلَى قَوْمٍ لَّمْ يَجْعَلْ
لَهُمْ مِّنْ دُونِهَا سِتْرًا (۱۱۸)

ذوالقرنین کو یوں معلوم ہوا کہ سورج ایسے لوگوں پر
طلوع کرتا ہے جن کے لیے ہم نے سورج کے اس طرف
کوئی اوٹ نہیں بنائی تھی۔

۷۔ حجاب: حجب کے معنی کسی چیز تک پہنچنے سے روکنا اور درمیان میں حائل ہو جانا ہے۔ اور
حجاب دربان کو کہتے ہیں (معنی) فق۔ ل۔ ۲۳۸) اور حَجَبٌ کے معنی پردہ میں کر دینا (م۔ ل۔) وہ
اس طرح کو دو چیزوں کے درمیان یوں پردہ کر دینا کہ ایک چیز دوسری کو نہ دیکھ سکے نہ دوسری تک
پہنچ سکے۔ عورتوں سے متعلق پردہ کے احکام کو آیہ حجاب کہا جاتا ہے۔ اور حجاب کا مطلب یہ
ہے کہ چادر یا کوئی دوسرا کپڑا لگا ہوں سے اتنا نیچے ہو جانا چاہیے کہ عورت راستہ تو دیکھ سکے،
لیکن کسی راہ چلتے کو نہ دیکھ سکے اور نہ کوئی مرد عورت کے چہرہ یا جسم وغیرہ کو دیکھ سکے۔ اسی
طرح ہر ایسی آڑ یا روک جو یہ مقصد پورا کر دے وہ حجاب ہے۔ بالفاظ دیگر حجاب دو چیزوں

کے درمیان ایسا پردہ ہے جس سے ایک دوسرے کو دیکھنا اور پہننا ممنوع ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا ذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ
مِنْ زَوَاجٍ حِجَابٍ (۲۳)

کے باہر مانگو۔

۸۔ عَوْرَةٌ، العوار والعورة۔ بمعنی کپڑے یا مکان میں شکاف ہونا۔ رخنے پڑ جانا۔ قرآن میں ہے:

لَإِنَّ بَيْوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ
کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں۔ حالانکہ وہ کھلے نہیں
تھے۔ (۲۳)

یعنی ان مکانوں میں کوئی شکاف یا رخنہ نہیں پڑے تھے جن سے کوئی اندر گھس آتا۔
اور عَوْرَةٌ بمعنی ہر وہ چیز جس سے شرم (عار) محسوس ہو۔ اور کنایۃً انسان کے وہ اعضا جنہیں
شرم کی وجہ سے چھپایا جاتا ہے۔ مقامات ستر۔ (مف۔ منجد) ارشاد باری ہے:

أَوِ الْطِفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلٰی
عَوْرَاتِ النِّسَاءِ (۲۴)

یا ایسے لڑکوں سے جو ابھی عورتوں کے پردہ کی چیزوں
سے واقف نہ ہوں۔

اور عورت کو عورت اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی لیے چہرہ اور ہاتھوں کے سوا سائے جسم کو ڈھانپنا ضروری
ہے۔ اور بے ستر رہنے کو باعث عار سمجھا جاتا ہے۔ گویا عورت کا معنی شکاف یا رخنہ
بھی ہے۔ مقام ستر بھی اور ان کو پردہ سے ڈھانپنا بھی۔ پھر یہ لفظ صرف پردہ کے معنوں میں بھی
آیا ہے۔ قرآن میں ہے:

كُلَّتْ عَوْرَاتٍ لِّكُفٍّ (۲۵)

یہ تین اوقات ہمارے پردے کے ہیں۔

۹۔ مُسَوِّدِقٍ: یہ لفظ فارسی سے معرب ہے۔ بمعنی سراپردہ (مف) موٹے کپڑے کی دیواریں۔
قناتیں یا شامیانے یا ایسے نیچے جن پر چھت نہ ہو۔ واحد سَوِّدَقٍ، قرآن میں ہے:

إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهَا عَيْنُ
ہم نے ظالموں کے لیے (دوزخ کی) آگ تیار کر رکھی
ہے۔ جس کی قناتیں اس کو گھیر رہی ہوں گی۔
(۱۹)

ماہصل: (۱) غِطَاءٌ، کسی چیز کی ایک خالی طرف کو کثیف چیز سے ڈھانپ کر اسے اوجھل کرنے والا۔
(۲) غِشَاوَةٌ، کسی رقیق چیز کا پردہ جس سے وہ کچھ نہ کچھ نظر بھی آئے۔ ظاہری اور معنوی دونوں طرح مستعمل ہے۔
(۳) غَلْفٌ، کسی چیز کو ہر طرف سے ڈھانک دینے والی چیز۔
(۴) اَكْمَامٌ، درختوں کے میوؤں کے اوپر کے پردے
(۵) اَكْتَانَةٌ، حفاظتی پردے اور جگہیں۔

(۶) سِترٌ، بزودی طور پر حال ہونے والے پردے۔ اس کا تعلق کسی دوسری چیز سے ہونا ضروری نہیں۔
(۷) حِجَابٌ، ایسا پردہ جس سے ایک چیز کا دوسری کو دیکھنا یا اس تک پہنچنا ممنوع ہو۔
(۸) عَوْرَةٌ، شکاف۔ مقامات ستر اور ان کا پردہ۔
(۹) مُسَوِّدِقٍ، قناتیں۔ بغیر چھت کے موٹے کپڑے کے کھڑے کیے ہوئے پردے۔

۱۴۔ پردہ کرنا

کے لیے اسْتَشْرَ اور حَجَب کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں:

ان دونوں الفاظ کی تشریح اور فرق اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اب ان کی مثالیں دیکھیے:

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَشِرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ۔ اور تم اس بات کے خوف سے پردہ نہیں کرتے تھے کہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور کھالیں تمہارے خلاف شہادت دیں گے۔ (۴۱/۲۲)

۲۔ كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمِئِذٍ لَمَّحْجُوبُونَ (۴۲/۱۵)

بیشک یہ لوگ اپنے پروردگار (کے دیدار) سے اوٹ میں ہوں گے۔

۱۵۔ پرورش کرنا

کے لیے رَبًّا اور رَبِّي (ربو)، اَنْبَتَ، اَنْشَأَ، رَبًّا اور كَفَّلَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ رَبِّي اور رَبِّي۔ رَبًّا الْوَالِدُ یعنی بچے کا نشوونما پانا۔ اور رَبِّي یعنی بچے کی پرورش کرنا، پالنا۔ جنتی بنانا (منجہ) قرآن میں ہے: فرعون نے حضرت موسیٰ سے کہا:

الْمَرْئِيكَ فِينَا وَلِيَدًا (۲۸/۲۸) کیا ہم نے تم کو کہ تم بھی بچے تھے پرورش نہیں کیا؟

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

وَقَدْ رَبَّتِ الرَّحْمَنُ مَا كَمَا رَبَّتِ بَنِي صَفِيْرًا (۶۳/۶۳) اور دعا کرو کہ جس طرح ان دونوں (والدین) نے مجھے بچپن میں پرورش کیا ہے تو بھی ان پر تم فرما۔

۲۔ اَنْبَتَ۔ نَبَتَ یعنی گھاس یا سبزی وغیرہ کا اگنا۔ اور اَنْبَتَ یعنی اگانا ہے لیکن اگر کسی بچے کی یوں پرورش کی جائے کہ بچے کے پلنے اور بڑھنے کی رفتار عام بچوں سے غیر معمولی طور پر زیادہ ہو تو اس کے لیے بھی اَنْبَتَ کا لفظ قرآن کریم نے استعمال کیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَتَقَبَّلْنَاهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَ تَوَاصَوْا بِهَا بِقَبُولِ حَسَنٍ وَ تَوَاصَوْا بِهَا بِقَبُولِ حَسَنٍ وَ تَوَاصَوْا بِهَا بِقَبُولِ حَسَنٍ (۲۷/۲۷) تو اس (مذکر) کو پسندیدگی کے ساتھ قبول فرمایا اور اسے اچھی طرح پرورش کیا۔

۳۔ اَنْشَأَ۔ اَنْشَأَ کے معنی پیدا ہونا، زندہ ہونا اور جوانی کو پہنچنا (منجہ) اور اَنْشَأَ یعنی کسی کو پیدا کرنا پھر اس کو پال پوس کر بڑھانا ہے (مف) اور تَوَاصَوْا نَبَاتًا حَسَنًا (۴۶/۴۶) اُنھان کو۔ ارشاد باری ہے:

اَنْوَىٰ يَوْمَئِذٍ النَّارَ الَّتِي تُورَدُونَ عَاثُمْ اَنْشَأْتُمْ شَجَرًا تَمَّامًا فَحُصِّنُ الْمُنَشَّوْنَ (۵۶/۵۶)

بھلا دیکھو تو جو آگ تم درخت سے نکالتے ہو، کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرتے ہیں۔

اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا:

وَيُنشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ (۳۲) اور وہ (خدا) بھاری بادل پیدا کرتا ہے (جاندھری)

اور اٹھاتا ہے بادل بھاری (عثمانی)

اور نَشَأَ يُنْشِئُ (باب تفعیل) کے معنی صرف پالنا اور پرورش کرنا کے ہوتے ہیں (منجد) ارشاد باری ہے:

أَوْ مَنْ يُنشِئُ فِي الْحَلِيَّةِ وَهُوَ فِي الْإِحْصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ (۳۳) کیا وہ جو زیور میں پرورش پائے اور جھکڑے کے وقت وضاحت نہ کر سکے (خدا کی بیٹی ہو سکتی ہے)۔

۴۔ رَبِّ: رَبِّ مصدر ہے جس کے معنی کسی کو پرورش کر کے بتدریج حد کمال تک پہنچانا اور اس کی پوری ضرورتوں کا خیال رکھنا ہے (مفت)۔ یہ لفظ عموماً بطور اسم فاعل استعمال ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (۱)

سب طرح کی تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے جو تمام جہانوں کا پرورش کنندہ ہے۔

ربوبیت کی صفت اللہ ہی کو سزاوار ہے۔ اور الرَّبِّ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ تاہم لفظ رب کی نسبت آقا اور مالک کی طرف بھی ہو سکتی ہے۔ (اور اس صورت میں اس کا مصدر ربوبیت نہیں بلکہ ربابیت آئے گا) (مفت) قرآن میں ہے:

يُصَاحِبِي السَّجْنَ أَنَا أَحَدُكُمْ لَأَسْبَغِي لِرَبِّهِ خَمْرًا (۳۴) لے میرے جیل خانہ کے رفیقو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلائے گا۔

اسی طرح رَبِّ کی جمع آنے کی بھی کوئی ٹیمک نہیں۔ لیکن چونکہ کفار نے کئی رَبِّ بنا لیے تھے اس لیے قرآن نے اس کی جمع آرزواجب استعمال کی ہے۔ ارشاد باری ہے:

يُصَاحِبِي السَّجْنَ أَرْبَابٌ مُتَفَرَّقُونَ خَيْرًا أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهْمَانُ (۳۵) لے میرے جیل خانہ کے ساتھیو! بھلا کئی جدا جدا آقا اچھے یا ایک خدا ہے بچتا وغالب؟

۵۔ كَقَوْلِهِمْ قُلْنَا لِمَنْ كَفَلْنَا مَرْيَمَ كَفَلْنَا بَعْضُ كَفَلْنَا اور اس پر خرچ کرنا (م۔ ق) اور معنی کسی کے نان و نفقہ اور اس کی خبر گیری کا ذمہ دار ہونا (مفت) منجد) ارشاد باری ہے:

وَمَا كُنْتُمْ لَدَيْهَا إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ (۳۶) اور آپ اس وقت ان کے پاس نہیں (بطور قرص) اپنی قلمیں ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کو پرورش میں لے۔

حاصل: (۱) رَبِّ: محض تربیت کرنے اور پالنے کے لیے آتا ہے۔

(۲) رَبِّتْ: خوراک وغیرہ کا خیال رکھ کر نہایت اچھی طرح پرورش کرنا۔

(۳) نَشَأَ: یعنی پیدا کرنا۔ پھر پال پوس کر بڑھانا۔

- (۴) رُت ، پیدا کرنا۔ پھر تربیت کر کے بدرتج حدکمال تک پہنچانا اور اس کی جملہ ضرورتوں کا خیال رکھنا۔
 (۵) کفّٰل، کسی کی پرورش اور تربیت کا ذمہ دار بننا۔

۱۶۔ پڑھنا۔ پڑھانا

کے لیے قَرَأَ اور اَقْرَأَ، تَلَّى، رَتَّلَ، دَرَسَ اور دَرَسَةُ اور اَمْتَلَى (معلی) کے الفاظ آئے ہیں۔
 ۱۔ قَرَعٌ، پڑھنا اور مطالعہ کرنا کے لیے اس کا استعمال عام ہے۔ خواہ کوئی تحریر پڑھی جائے یا کتاب یا ایک آدھ لفظ (فقہ ل۔ ۲۸) اور قرآن کریم کو قرآن اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ بجزرت اور بار بار پڑھا جاتا ہے۔ اور اس لفظ قرآن میں مبالغہ پایا جاتا ہے۔ جیسے عَفَرَ سے عَفْرَان۔ ارشاد باری ہے،
 فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِحَمْدِنَا فِيَعْتَوُنَّ
 مَاؤْمُرًا قَرَعًا وَآيَاتِنَا يَتَذَكَّرُ
 أَلَّا يُكُونَ مِنَ الْمُهْتَكِرِينَ (۶۹)
 تو جس کا (اعمال) نامہ اس کے داہنے ہاتھ میں دیا
 جائے گا وہ (دوسرے سے) کہے گا کہ جیسے میرا نامہ (اعمال)
 پڑھیے۔

اور اَقْرَأَ بمعنی کسی دوسرے کو پڑھانا۔ ارشاد باری ہے:

سُنِّقِرُوكَ فَلَا تَكْسِبُ (۵۶)
 ہم تمہیں پڑھائیں گے تو پھر تم نہیں بھولو گے۔

۲۔ تَلَّى، يتلوا۔ تلووا کے معنی کسی چیز کے پیچھے پیچھے آنا اور بار بار آتے رہنا۔
 (معنی) ارشاد باری ہے:

وَالشَّمْسُ وَضُحَاهَا وَالْقَمَرُ إِذَا تَلَّيَا
 اس کے پیچھے چلے۔ (۹۱)

اور تَلَّى (تِلْوًا۔ تِلْوَةٌ) بمعنی کتاب یا قرآن پڑھنا۔ اور تِلْوَةٌ کا لفظ صرف خدا کی طرف سے نازل شدہ کتابوں کے پڑھنے سے مخصوص ہے (معنی) کیونکہ اس میں ایک کے بعد دوسری، دوسری کے بعد تیسری آیات (علیٰ ہذا القیاس) پڑھی جاتی ہیں۔ (۴-ل) الہامی کتابوں کا ایک آدھ حرف یا جملہ پڑھنے پر تلاوت کا اطلاق نہیں ہوتا۔ (فقہ ل۔ ۲۸) ارشاد باری ہے:
 اُنزِلْ مَا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ (۲۹)
 اس کو پڑھا کرو۔

لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اہل لغت کا تلاوت کے لفظ کو الہامی کتابوں کے پڑھنے سے مختص کرنا نزول قرآن سے بہت بعد کی پیداوار ہے۔ کیونکہ قرآن نے اس لفظ کو عام پڑھنے حتیٰ کہ جستر منتر اور جاؤ کے الفاظ و اورداد پڑھنے کے لیے بھی استعمال کیا ہے۔ ارشاد باری ہے:
 وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيْطَانُ عَلَىٰ
 سُلَيْمَانَ كَمَا تَتْلُوا لَكُمْ
 اور وہ ان (ہزلیات) کے پیچھے لگ گئے جو
 سلیمان کے عہد حکومت میں شیطان پڑھا
 کرتے تھے۔ (۳۶)

۳۔ رَتَّلَ، رَتَّلَ کسی چیز کی خوبی، آرائش اور بھلائی کو کہتے ہیں (۴-۱) اور رَتَّلَ کے معنی سہولت اور حسن تناسب کے ساتھ کسی کلمہ کو ادا کرنا (معنی) ہے۔ اور تَرْتِیلَ بمعنی خوش آوازی سے پڑھنا یا پڑھنے میں خوش الحانی اور حسن ادائیگی حروف کا لحاظ رکھنا ہے منجہا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا ہے اِشْرَافِ باری ہے:

وَرَتَّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِیلًا (۲۴)

اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو (جالندھری)

اور کھول کھول کر پڑھ قرآن کو صاف (عثمانی)

۴۔ دَرَسَ: بمعنی بوسیدہ ہونا۔ کہا جاتا ہے، دَرَسَ الثَّوْبَ یعنی کپڑا پرانا اور بوسیدہ ہو گیا اور درس العلم بمعنی علم کو یاد کرنے کے لیے متوجہ ہونا ہے۔ (منجہا) اور امام رابع کے نزدیک اس کے معنی علم کو حفظ اور ضبط کر کے اس کا اثر حاصل کرنا ہے۔ اور چونکہ یہ بات مسلسل پڑھنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے لہذا دَرَسَ مسلسل اور باقاعدہ پڑھنے کے معنی میں آتا ہے (معنی) ارشادِ باری ہے:

وَلٰكِنْ كُنُوْا رِبَّآئِيْنَ يٰمَآ كُنْتُمْ
تَعْلَمُوْنَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ
تَدْرُسُوْنَ (۲۵)

(اے اہل کتاب!) تم (علمائے) ربانی بن جاؤ۔ کیونکہ تم کتاب خدا کو سکھلاتے اور پڑھتے پڑھاتے رہتے ہو۔

اور دَرَسَ (دِرَاسَةً) بمعنی پڑھنا پڑھانا اور دَرَسَ (دِرَاسَةً) بمعنی ایک دوسرے کو پڑھ کر سنانا باہم پڑھنا (منجہا) قرآن میں ہے:

اَنْ تَقُوْلُوْا لَمَّا اُنزِلَ الْكِتَابُ
عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَاَنْ
كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ (۱۵۸)

تا کہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہم سے پہلے دو ہی گروہوں پر کتابیں اتاری ہیں اور ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے (غفلتور) بے خبر تھے۔

۵۔ اَمَلَى: اَلْاَمَلَاءُ کو اہل لغت دو موادوں کے تحت لاتے ہیں۔ (۱) اَمَلٌ جَمِيْلٌ اَمَلَاءٌ (ممل) اور (۲) اَمَلَى جَمِيْلٌ اَمَلَاءٌ (مملی) اور دونوں صورتوں میں اَمَلَاءُ کا ایک ہی معنی ہے یعنی تحریر کرانا یا لکھوانا (منجہا) (معنی) اور چونکہ اَمَلَاءُ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک آدمی بولتا جاتا ہے اور دوسرا لکھتا ہے۔ تو اس لحاظ سے اَمَلَى کا لفظ قرآن کریم میں بعض کے نزدیک لکھی ہوئی عبارت کو پڑھ کر سنانے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

وَقَالُوْا اَسَاطِيْرُ الْاٰلِ وَاٰلِيْنَ اَلَّذِيْنَ
فَتَحَىٰ نَسَمٰۤی عَلَیْہِ بُكْرَةٌ وَاٰجِيْلًا۔

(۱) اور کہتے ہیں کہ یہ پستے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنکو اس نے جمع کر رکھا ہے اور وہ صبح و شام پڑھ پڑھ کر سنانی جاتی ہیں۔ (جالندھری)

(۲۵)

(۲) اور کہتے ہیں یہ نقلیں ہیں پہلوں کی جن کو اس نے لکھ رکھا ہے سو وہی لکھوائی جاتی ہیں اس کے پاس صبح و شام عثمانی

- ماحصل** : (۱) قرآن پڑھنے کے لیے اس کا استعمال عام ہے۔ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ کتاب ہو یا چٹھی۔
 (۲) تلاوة : الہامی کتابوں یا جنت منتر کے پڑھنے کے لیے آتا ہے۔
 (۳) رقتل، ٹھہر ٹھہر کر اور سنوار سنوار کر پڑھنا۔
 (۴) درس، باقاعدہ سیکھنے کے لیے اور اس کا ضبط کرنا۔
 (۵) اُمتلی، لکھی ہوئی عبارت پڑھ کر سنانا۔
 پسند آنا کے لیے دیکھیے "خوش ہونا"

۱۔ پسند کرنا

کے لیے حَبَّ، وَدَّ، اِرْتَضَى اور تَخَيَّرَ کے الفاظ قرآن میں آتے ہیں۔

- ۱۔ حَبَّ اور حَبَّتْ دانہ (گندم، جو وغیرہ) کو کہتے ہیں۔ اور حَبَّتْ الْقَلْبَ سویدے دل کو اور حَبَّتْ کے معنی کسی چیز کو اچھا سمجھ کر سویدے دل میں جگہ دینا، اس کا ارادہ کرنا اور چاہنا (معنی) اور معنی چاہنا اور اس کے حصول میں حکمت سے کام لینا (فول ۹۹) قرآن میں ہے،
 اَيُّ حَبِّ اَحَدِكُمْ اَنْ يَأْكُلَ لَحْمًا
 اَخِيْنِيهِ مِمَّا فَكَّرِيَهُمْ مَوَّهٌ (۴۹)
 مرے ہوتے بھائی کا گوشت کھائے۔
 ۲۔ وَدَّ کے معنی بہت محبت کرنا (م۔) اور امام راضی کے نزدیک کسی چیز سے محبت کرنا اور بعض دفعہ صرف اس کے ہونے کی تمنا کرنے کے ہیں۔ پھر یہ لفظ ان دونوں معنوں میں الگ الگ بھی استعمال ہوتا ہے (معنی) اور وَدَّتْ معنی بہت محبت اور وَدَّدْتُ بہت محبت کرنے والا ہے۔ اور یہ لفظ صرف کسی چیز کو پسند کرنے یا کسی چیز کی تمنا کرنے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:

(۱) يَوَدُّ الْمُنَجَّرُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ

عَذَابٍ يَلْبَسُهُ يَدْبِيهِ

(۲) رَبِّمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا

مُسْلِمِينَ (۱۵)

ہوتے۔

- ۳۔ اِرْتَضَى، رَضِيَ معنی کسی سے خوش اور راضی ہونا۔ اور اِرْتَضَى معنی اپنے دل کی خوشی سے کسی چیز کو پسند کر لینا۔ ارشاد باری ہے،

فَلَا يُظِلُّرُ عَلٰی غَيْبِهِ اَحَدًا اِلَّا

مِنْ اِرْتَضٰی مِنْ رَسُوْلٍ (۲۶، ۲۷)

جس پیغمبر کو پسند فرمائے (تو اسے غیب کی باتیں بتلا بھی دیتا ہے)۔

- ۴۔ تَخَيَّرَ، خَيَّرَ معنی بہتری، بھلائی۔ اور تَخَيَّرَ معنی بہت سی چیزوں میں سے کسی چیز کے

اوصاف کی بنا پر اسے پسند کرنا۔ قرآن میں ہے:

وَقَالِ كَهْفَةَ مَعْتَابَةً تَخْتَارُونَ (۵۶) اور میوے جس طرح ان کو پسند ہوں۔

محل (۱) حَبّ، کھجیز کی پسندیدگی اور خواہش اور اس کے حصول میں حکمت سے کام لینا۔

(۲) وَدَّ، انتہائی محبت یا اس کے حصول کی تمنا کے لیے آتا ہے۔ گویا پسندیدگی کی اصل سے وَدَّ کا لفظ حَبّ سے ابلغ ہے۔

(۳) ارتقاضی، میں پسندیدگی کی اصل وجہ دل کی خوشی ہے جبکہ،

(۴) تَخْتَار میں پسندیدگی کی اصل وجہ اس پسندیدہ چیز کے اوصاف ہیں۔

نیز دیکھیے ”چُن لینا“

۱۸۔ پکارنا

کے لیے دُعَا، نَادَا، اَذَّنْ، اَبْتَمَلْ اور جَمَعْ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱-۲۔ دُعَا اور نِدَاء اور نُوول الفاظ قریب معنی ہیں۔ دُعَا کا لفظ نداء سے اخذ ہے۔ اور

ان میں درج ذیل باتوں میں فرق پایا جاتا ہے۔

(۱) دُعَا کے معنی محض پکارنا ہے جبکہ نداء عموماً بلند آواز سے پکارنے کے لیے آتا ہے کیونکہ نِدَا کے معنی لمبے فاصلے کے بھی آتے ہیں۔ (م-ل) اور منادی ڈھنڈورچی یا اعلیٰ سنجی کو کہتے ہیں۔

(۲) دُعَا میں کلام کا با معنی ہونا ضروری ہے جبکہ نداء با معنی بھی ہو سکتی ہے اور بے معنی بھی یعنی صرف بلند آواز نداء تو ہے مگر دُعَا نہیں ہے۔ گویا نداء کا لفظ محض چلانے پر بھی استعمال ہو سکتا ہے۔

(۳) دُعَا میں کسی کو مخاطب کرنا ضروری ہے۔ مگر نِدَاء میں مُنَادَا کا نام لینا ضروری نہیں (مفت) ارشاد باری ہے:

وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الدَّيْبِ اور جو لوگ کافر ہیں ان کی مثال اس شخص کی سی ہے

يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاؤًا جو کسی ایسی چیز کو آواز دے جو چکار اور آواز کے

سوا کچھ نہ سُن سکے۔ نِدَاءُ (۱۲۱)

نعق، کوئے کے چلانے کو کہتے ہیں۔ اور آیت بالا میں نِدَاء سے مراد محض چلانا اور دُعَا سے مراد چکارنا ہے۔ اور یہ جو قرآن میں آیا ہے:

إِذْ نَادَى رَبَّهُ لِنِدَاءِ خَفِيئًا (۱۹) جب انہوں نے اپنے پروردگار کو دہنی آواز سے پکارا

تو یہاں خَفِيئًا کا لفظ استئذان کی صورت پیدا کر رہا ہے۔

اور نِدَاء کا لفظ قرآن کریم میں اذان کے معنوں میں بھی آیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَادَىٰ
لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا
إِلَيْ ذِكْرِ اللَّهِ - (۶۱)

مومنو! جب جمعے کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے
تو خدا کی یاد (یعنی نماز) کے لیے جلدی کرو۔

گویا نداء کی اس صورت میں منادی کا ہم بھی نہیں لیا جاتا اور بلند آواز اور لمبے فاصلے کی شرط بھی موجود ہے۔
۳۔ اَذَّنَ کے معنی کسی کو بلند آواز سے متوجہ کرنا اور بلانا ہے۔ اس طرح کہ آواز اس کے کانوں تک پہنچ سکے۔ گویا اذان اور تاذین کا لفظ نداء سے اخذ ہے۔ قرآن میں ہے:

ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَتَيْنَا الْعِيبَ لَنَكْفُرَهُ
لَسَاءَ صُؤُنٌ (۶۲)

پھر جب وہ آبادی سے باہر نکل گئے تو ایک
پکارنے والے نے آواز دی کہ قافلے والو! تم توجہ کرو۔

۴۔ اِبْتِهَالٌ: بہل، علیحدگی اور دعا کی ایک خاص قسم کو کہتے ہیں۔ اور اِبْتِهَالٌ یا مباحلہ یہ ہے
کہ کسی فیصلہ طلب امر میں فریقین میں سے ہر ایک جھوٹا اور غلط ہونے کی صورت میں اپنے
اور اپنے ساتھیوں کے لیے نہایت آزادی اور عاجزی سے بددعا کرے۔ (۴)۔ (۱) ارشادِ
باری ہے:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعِ آبَاءَنَا وَآبَاءَكُمْ
وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ
ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لِقَدَّتِ اللَّهُ عَلَى
الْكَاذِبِينَ - (۶۳)

تو اے پیغمبر! انصاری سے کہو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں اور
عورتوں کو بلائیں، تم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلاؤ
ہم بھی آئیں اور تم خود بھی آؤ۔ پھر دونوں فریقین (مذہب) دعا
التجا کریں۔ اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت بھیجیں۔

۵۔ جَهْرٌ: یعنی اتنی بلند آواز سے پکارنا یا بولنا جسے دوسرے ساتھ والے سن سکیں۔ اور اس کی ضد
اَسْرٌ ہے یعنی اتنی خفی آواز سے بولنا جسے ساتھ والے نہ سن سکیں۔ جیسے نماز میں مقتدی
پڑھتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے،

وَلَا تَجْهَرُوا بِالْقَوْلِ فَيَكْفُرَ
النَّاسُ وَآخَفِي (۶۴)

اگر تم پکار کر بات کو تو وہ مجھے بھید اور نہایت
پوشیدہ بات تک جانتا ہے۔

ماصل (۱)؛ دُعَا، بمعنی کلام، عام یا دینی آواز سے اور مدعو کو مخاطب کرنا ضروری ہے۔

(۲) نداء: کا اطلاق صرف بلند آواز سے اور بے معنی کلام پر بھی ہو سکتا ہے اور منادی کا نام بھی دینا ضروری نہیں
(۳) اذان اور تاذین: بلند آواز سے پکار کر اپنی طرف کسی کو متوجہ کرنا یا بلانا۔
(۴) اِبْتِهَالٌ: بددعا کی ایک خاص قسم ہے۔
(۵) جَهْرٌ: اتنی بلند آواز سے پکارنا جسے کم از کم ساتھ والے سن سکیں۔

۱۹۔ پکڑنا

کے لیے اَخَذَ، بَطَّشَ اور تَنَاوَشَ (فوش) قَبَضَ، حَطَفَ، سَطَّ (سطو) اِعْتَصَمَ (عصم)

استمشك (مسك) اور ذرّك کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- اخذًا: پکڑنے کے لیے یہ لفظ عام ہے۔ کسی چیز کو حاصل کر لینا یا احاطہ میں لے لینا (مع) اور یہ لفظ ظاہری اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:

(۱) ظاہری لحاظ سے:

قَالَ يَا بَنُو قُرَيْشٍ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي (۹۳)
 (ہارن حضرت موسیٰ سے) کہنے لگے کہ بھائی میری
 داڑھی اور سر کے بالوں کو نہ پکڑیے۔

(۲) معنوی لحاظ سے:

خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاسْمَعُوا (۹۴)
 (جو کتاب) ہم نے تم کو دی ہے اسے قوت سے
 پکڑو اور (جو تمہیں حکم ہوتا ہے اسکو) سنو۔

۲- بَطَشٌ: معنی کسی چیز کو غلبہ اور قوت سے پکڑنا (م-ل) یا کوئی چیز زبردستی سے پکڑنا یا لے لینا۔ (مع) ہے۔ سخت اور مضبوط گرفت۔ جابرانہ گرفت۔ سختی اور رعب سے پکڑنا (م-ق) اخذ کی

طرح یہ لفظ بھی ظاہری اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَإِذَا بَطَشْتُمْ بَطْشَتُمْ جَبَّارِينَ (۹۵)
 اور جب (کسی کو) پکڑتے ہو تو ظالمانہ پکڑتے ہو۔

۳- تَنَاوَشٌ: ناش معنی کسی چیز کو اتنی دُور سے پکڑنا کہ اس تک ہاتھ پہنچ سکے۔ طلب کرنا (منجد) اور تناوش معنی کسی مطلوبہ چیز تک رسائی ہونا۔ دست رسی ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ وَأَتَيْنَاكَ الْوَسْطَانِ بِالْحَقِّ (۹۶)
 اور (اب) اتنی دُور سے ان کا ہاتھ ایمان کے لیے
 کیونکر پہنچ سکتا ہے؟ (نیز دیکھیے پہنچنا)

۴- قَبَضٌ: کسی چیز کو مٹھی میں پکڑنا اور قبضۃ معنی مٹھی آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ (۹۷)
 (سامری نے) کہا کہ میں نے ایسی چیز دیکھی جو لوگوں نے
 نہیں دیکھی تو میں نے فرشتے کے نقشِ پاسے (مٹھی کی)

ایک مٹھی بھر لی۔

۵- خَطَفٌ: کسی چیز کو پکڑنا اور لے اُڑنا۔ جلدی سے کوئی چیز پکڑنا اور چلتے بنا (فل ۱۰۰) اچک لے

جانا۔ کسی (پزندے وغیرہ) کا کوئی چیز جلدی میں لے اُڑنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُ الْقَطِيرُ أَوْ يَهْوَىٰ بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ (۹۸)
 اور جو شخص (کسی کو) خدا کے ساتھ شریک مقرر کرے
 تو وہ گویا ایسا ہے جیسے آسمان سے گر پڑے پھر اس کو
 پزندے اچک لے جائیں یا ہوا کسی دُور جگہ اڑا کر پھینک

۶-

۶- سَطًا: معنی کسی پر حملہ کر کے اسے مغلوب کرنا (منجد) اور امامِ راعب کے نزدیک حملہ کے دوران سختی سے گرفت کرنا ہے (مع) اور سَطْوَةٌ کے معنی البطش برفع الید، کسی پر ہاتھ اٹھا کر سخت

گرفت کرنا ہے، ہاتھ چلانا (م-ق) ارشاد باری ہے:

قَوَادِئُ تَتَلَّى عَلَيْهِمُ الْيَتِيمَ إِيمَانًا بَيِّنَاتٍ تَعْرِفُ
 فِي وُجُوهِ الَّذِينَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ لَا يَدْرُونَ
 يَسْطُورُونَ بِالَّذِينَ يَتَلَوْنَ عَلَيْهِمْ
 آيَاتِنَا. (۲۱۶)

اور جب ان کو واضح آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں،
 (تو ان کی شکل بگڑ جاتی ہے اور تم ان کے چہروں میں حسرت
 طور پر ناخوشی کے آثار دیکھتے ہو۔ قریب جوتے ہیں
 کہ جو لوگ ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنتے ہیں ان پر عملہ
 کریں۔

۷۔ اِعْتَصَمَ : عَصَمَ معنی چیز کو محفوظ رکھنا اور بچانا (مخبر) اور اِعْتَصَمَ معنی دونوں ہتھیلیوں
 سے مضبوط پکڑنا اور پنجہ مارنا ہے (فل ۱۷۴) ارشاد باری ہے:
 وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا
 تَفَرَّقُوا. (۲۱۷)

اور سب مل کر خدا کی (ہدایت کی) رسی مضبوط پکڑے ہوا
 اور تفرق نہ ہونا۔

۸۔ اِسْتَمْسَكَ : اَمْسَكَ کے معنی جو چیز پاس ہو اسے ہاتھ سے نکلنے نہ دینا۔ روک لینا۔ چمکنا اور
 تَمَسَكَ اور اِسْتَمْسَكَ معنی مضبوطی سے تھامے رکھنا۔ چمٹ جانا۔ مضبوط پکڑے رکھنا (مخبر)
 ارشاد باری ہے:

مَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ
 بِاللَّهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ
 ۹۔ دَرَكٌ معنی کسی چیز کا پیچھے سے دوسری چیز کو ملنا اور اسے آپکڑنا (م-ل) اِدْرَاكٌ سمندر کی تہ کو بھی کہتے
 ہیں اور اس رسی کو بھی جس کے ساتھ پانی کی تہ تک پہنچنے کے لیے دوسری رسی باندھ کر ملائی جاتی ہے
 (صفت) گو ادرک کسی چیز کو جا لینا۔ جا پکڑنا یا آپکڑنا کا معنی دیتا ہے۔ ارشاد باری ہے،
 لَا الشَّيْءُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرَكَ
 الْقَمَرُ. (۲۱۸)

تو شخص توں سے عقدا نہ رکھے اور خدا پر ایمان لائے
 تو اس نے مضبوط صلحہ ہاتھ میں پکڑ لیا۔
 نہ تو سورج سے یہ ہو سکتا ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے

حاصل (۱۱) اِحْدَا پکڑنا کے لیے نام لفظ ہے۔ (۶) سطا: یوں پکڑنا جیسے کوئی حملہ کر رہا ہو۔
 (۲) بطش: سخت اور جاہلانہ گرفت۔ (۷) اعتصم: دونوں ہتھیلیوں سے کسی چیز کو مضبوط پکڑنا۔
 (۳) تناوش: کسی دور کی چیز کو پکڑنے کی کوشش۔ (۸) استمسک: جو چیز پکڑی ہے یا پاس ہے اسے مضبوطی
 (۴) قبض: مٹھی میں کوئی چیز پکڑنا۔ سے تھامے رکھنا۔
 (۵) خطفت: جلدی سے کوئی چیز لے کر چلتے بننا۔ (۹) درک: کسی چیز کو پیچھے سے جا پکڑنا۔
 اچک لے جانا۔

۲۰۔ پناہ۔ پناہ۔ گاہ یا جائے پناہ

کے لیے وَرَرٌ، مَوْتَلًا، اَكْنَانًا، مَلْجَاً، مَفَازَةً، مَحِيصًا اور مُلْتَحَدًا کے الفاظ آتے ہیں،

۱- دَنْس: پہاڑ کو بھی کہتے ہیں اور جائے پناہ کو بھی (م-۱) اور بقول امام راغب کسی پہاڑ میں جائے

پناہ کو (معن) غار، کھوہ وغیرہ۔ ارشادِ باری ہے:

كَلَّا لَا تَتَذَكَّرُ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَ تَذٰنُ
الْمَسٰكِرُ ﴿۴۹﴾
پاس ٹھکانا ہے۔

۲- مَوْثِلًا: وَالَّةٌ، اُوْتِ اور بھیڑ بکریوں کے پاڑہ کو کہتے ہیں اور راسِ سَيْتَالِ بمعنی اوٹوں کا جمع

ہونا ہے (م-۱) اور ابن فارس کے نزدیک ”اٹھا ہونے اور حفاظت و نجات“ پر دلالت کرتا ہے۔ گویا مَوْثِلًا ایسی خود ساختہ جگہ ہے جو چوری چکاری اور دوسرے خطرات سے محفوظ رہنے کے لیے بنائی گئی ہو۔ ارشادِ باری ہے:

”بَلْ لِيَوْمَ تَوَعَّدُوْنَ لَنْ يَّجِدُوْا مَوْتًا
مِنْكُمْ مَّوْتًا ﴿۱۸﴾“
مگر ان کے لیے ایک وقت (مقرر کر رکھا) ہے کہ اس کے عذاب سے کوئی پناہ کی جگہ نہ پائیں گے۔

۳- اَكْتَانٌ، كُنْ بمعنی کسی چیز کو گھر میں چھپانا اور دھوپ وغیرہ سے بچاؤ کرنا (منجد) اور كِنٌ وہ محفوظ

مقام ہے جہاں دھوپ اور بارش سے پناہ لی جاسکے (م-۱) یا ہر وہ چیز جس میں کسی چیز کو چھپایا جاسکے۔ اور كِنٌ کی جمع اَكْتَانٌ اور اَكْتَانَةٌ آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَعَلْ لَّكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْتَانًا۔ اور خدا ہی نے تمہارے لیے پہاڑوں میں غار بنا لی
اور بنا دیں تمہارے واسطے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہیں (مَنْعَانِ) ﴿۱۹﴾

۴- مَدَجًا: لَجًا بمعنی قلعہ وغیرہ میں پناہ لینا (منجد) اور لَجًا قلعہ کو بھی کہتے ہیں اور اس کی جمع

الْجَاءُ ہے (م-۱) اور مدجاء کے معنی قلعہ یا کوٹ کے ہیں۔ جہاں دشمن سے حفاظت کا انتظام ہو۔ ارشادِ باری ہے:

مَا لَكُمْ مِّنْ مَّدَجٍ يَّوْمَ تَلْمِذُوْا وَمَا لَكُمْ
مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿۲۰﴾
اس دن تمہارے لیے نہ کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ تم سے گناہوں کا انکار ہی بن پڑے گا۔

۵- مَحِيصٌ: حَيْصٌ بمعنی تنگی اور سختی (م-۱) حَيْصٌ اور بَيْصٌ دونوں الفاظ عموماً اکٹھے استعمال

ہوتے ہیں اور قریب المعنی ہیں۔ جن کا مفہوم یہ ہے کہ ایسی مشکل اور تردد جس سے نجات کی صورت نہ ہو۔ اور مَحِيصٌ وہ جگہ جہاں شدائد سے پناہ مہیا ہو سکے۔ ارشادِ باری ہے:

اُوْلٰٓئِكَ مَا وَّارَهُمْ جَمِيْنٌمْ وَيَجِدُوْنَ
حَتْمًا مَّحِيصًا ﴿۲۱﴾
ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔ وہ وہاں سے غلصی نہ پاسکیں گے۔

۶- مَفَاةٌ: فَازٌ بمعنی نجات حاصل کرنا۔ مصیبتوں سے نجات حاصل کر کے خیر و عافیت کے

ساتھ سلامتی کی جگہ پہنچنا ہے (معن) اسی لیے فَازُ الرَّجُلِ اور فَوْزُ الرَّجُلِ کے معنی مَرْنَا اور ہلاک ہونا بھی آتا ہے (یہ لفظ ذوی الاضداد سے ہے) (م-۱، ل-۱، م-۱) گویا مَرْنَا بھی انسان دُنیا

کی پریشانیوں اور مصیبتوں سے نجات حاصل کرتا ہے۔ اور مَفَاةٌ وہ امن و سلامتی کی جگہ ہے جہاں

انسان کو سختیوں سے اطمینان اور پریشانیوں سے سکون نصیب ہو۔ اور نیز بمعنی ہلاکت کی جگہ اور اس کا سبب (منجد) ارشاد باری ہے:

وَيُخَيِّجُ اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَقَانٍ تَمِيمٍ
لَا يَمَسُّهُمْ الشَّوْءُ (۳۱)

اور جو پرہیزگار ہیں ان کی سعادت اور کامیابی کے سبب خدا ان کو نجات دے گا تو ان کو کوئی سختی نہ پہنچے گی۔

۷۔ مُلْتَحِدًا، اَلْحَدَّ بمعنی کسی کی طرف بھگنا اور مائل ہونا۔ گوشہ چشم سے دیکھنا۔ اور اَلْحَدَّ کے معنی وہ شکاف جو قبر کے ایک طرف بنایا جاتا ہے (۲-۱) اور مُلْتَحِدًا وہ جگہ جہاں تھوڑا سا ادھر ادھر یا آگے پیچھے ہو کر انسان بچ سکے۔ ارشاد باری ہے:

قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيزَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَ
لَنْ أَحْذِرَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحِدًا (۳۲)

یہ بھی کہہ دو کہ خدا (کے عذاب) سے مجھے کوئی پناہ نہیں دے سکتا اور میں اس کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں دیکھتا

ماہصل (۱) دَرَارَہ پہاڑ کی کھوہ۔ یا غار کو کہتے ہیں جس میں پناہ لی جاسکے۔

(۲) مَوْثِلًا، خود ساختہ پناہ گاہ جہاں انسان یا مویشی کسی حفاظت گاہ میں اکٹھے ہوں۔ حفاظت گاہ۔

(۳) اَلْكَتَان، دھوپ اور بارش وغیرہ سے بچاؤ کی جگہ محفوظ مقام۔

(۴) مَلْجَأًا، قلعہ یا کوٹ جہاں دشمن سے حفاظت کا انتظام ہو۔

(۵) مَجِئِصًا، سختیوں اور مصائب سے حفاظت کی جگہ۔

(۶) مَقَاظَہ، سختیوں اور مصائب سے خیر و عافیت سے ایسی حفاظت گاہ میں پہنچنا جہاں امن اور سلامتی بھی نصیب ہو۔

(۷) مُلْتَحِدًا، کسی مصیبت کے مقام سے ادھر ادھر ہٹ کر بچاؤ کی جگہ۔

۲۱۔ پناہ دینا۔ مانگنا

کے لیے اَجَارًا اور اِسْتِجَارًا۔ اَعَاذًا اور اِسْتِعَاذًا کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَجَارًا اور اِسْتِجَارًا۔ جَارَ بمعنی پڑوسی۔ ہمسایہ۔ حمایتی اور مددگار (مفت) اور اِسْتِجَارًا بمعنی دشمن سے بطور حمایت و مدد و حفاظت اور پناہ چاہنا۔ اس کے دکھ اور سزا سے حفاظت کی طلب کرنا۔ اور اَجَارًا بمعنی کسی کو دشمن سے حفاظت میں لینا یا پناہ دے دینا (مفت۔ منجد) ارشاد باری ہے:

وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ
فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ
أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ (۳۳)

اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ کا خواستگار ہو تو اس کو پناہ دو۔ یہاں تک کہ خدا کا کلام سنے۔ پھر اس کو اس کی جگہ واپس پہنچا دو۔

۲۔ اَعَاذًا اور اِسْتِعَاذًا، عَوْدًا بمعنی جائے پناہ اور مَعَاذًا بمعنی پناہ گاہ بھی اور جادو بھی (منجد) گویا یہ پناہ

بدر و دوحوں خواہ وہ جن ہوں یا شیطان یا جادوگر قسم کے لوگ ہوں، سے متعلق ہے۔ اور تعویذ بمعنی رقیبہ منتر دم جھاڑ بھی (صفت) اور وہ اسماء و آیات بھی جو رفع مرض یا کسی دوسری تکلیف کے دفعیہ کے لگے وغیرہ میں باندھے جاتے ہیں (مخبر) اور استیعاذ بمعنی ایسی خبیثت رُوحوں کے شر سے پناہ یا حفاظت چاہنا اور اعاذ بمعنی پناہ میں آنا اور چھٹے رہنا ہے (صفت) قرآن میں ہے:

قَالَ اَعُوذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنْ
الْجَاهِلِيْنَ (۱۷۷)

موسیٰ نے کہا کہ میں خدا کی پناہ میں آتا ہوں کہ میں نادان نہ ہوں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَمَا يَنْزَعُكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْعٌ
فَاَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (۱۷۸)

اور اگر شیطان کی طرف سے تمہارے دل میں کسی قسم کا دوسرا پیدا ہو تو خدا سے پناہ مانگو۔

ماصل (۱) آجاز، دشمن سے پناہ اور حفاظت کے لیے اور (۲) اعاذ: تمام بدر و دوحوں کے شر سے پناہ اور حفاظت کے لیے آتا ہے۔

۲۲۔ پوچھنا

کے لیے سَأَلَ، اسْتَفْتَا اور اسْتَشْتَبَا کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں:

۱۔ سَأَلَ کے بنیادی معنی دو ہیں (۱) استفسار یعنی کسی بات کا جواب لینے کے لیے پوچھنا (۲) کوئی چیز مانگنا اور جواب میں وہ چیز چاہنا۔ اس وقت پہلا معنی زیر بحث ہے۔ استفسار کے معنوں میں اس کا استعمال عام ہے۔ ارشاد باری ہے:

كَلِمًا اَلْقٰی فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلُوْهُ
نَحْوَهَا اَلَمْ يَاۤ اِكْرَهْ نَدِيْرًا (۱۷۹)

جب بھی دوزخ میں کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو دوزخ کے داروغہ ان سے پوچھیں گے کیا تمہارا پاس کوئی ڈرنے والا نہ آیا تھا۔

۲۔ اسْتَفْتَا، فتویٰ اور فُتِيَ، کسی مشکل مسئلہ کے جواب کو کہتے ہیں (صفت) اور اسْتَشْتَبَا بمعنی فتویٰ مانگنا کسی عالم سے کسی مشکل مسئلہ کے بارے میں شرعی حکم پوچھنا۔ کسی مشکل مسئلہ میں مشورہ یا رائے دریافت کرنا ہے۔ ارشاد باری ہے:

يَسْتَفْتُوْكَ قُلُ اللّٰهُ يُفِيْتِيْكُمْ فِي
الْكَلٰلَةِ (۱۸۰)

لوگ آپ سے کلالہ کے متعلق حکم پوچھتے ہیں۔ کہدو کہ اللہ تعالیٰ کلالہ کے بارے میں یہ حکم دیتا ہے۔

۳۔ اسْتَشْتَبَا، نبی ایسی خبر کو کہتے ہیں جو اہم بھی ہو اور پوچھنے یا جواب دینے والے سے تعلق بھی رکھتی ہو۔ خواہ کوئی واقعہ ہو چکا ہو یا ہونے والا ہو۔ لفظ نبوت اور نبی اس سے تعلق ہے۔ نبی وہ ہستی ہے جو اللہ تعالیٰ سے بذریعہ وحی ایسی خبریں پا کر لوگوں تک پہنچائے خواہ یہ خبریں زمانہ ماضی سے تعلق رکھتی ہوں یا مابعد الطبیعات اور آنے والے واقعات سے۔ اور استنباء بمعنی خبر دریافت کرنا خبر

کی تحقیق کرنا منجد) ارشاد باری ہے،

يَسْتَدْتَبُونَكَ أَحَقُّ هُوَ قَوْلُ إِي
وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقُّ (۱۵۶)

اور امام راغب کے نزدیک نَبَاؤُهُ خبر ہے جس میں کذب کا احتمال نہ ہو (مفت) مگر یہ قید درست معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ
فَأَسِقُوا لِبَلَاءٍ فَنَبَيْتُمْ (۱۵۷)

اسی طرح ہُد پر بندہ جو نبی حضرت سلیمان کے پاس لایا تھا۔ تو آپ نے اسی کذب کے احتمال کی بنا پر اس کی تحقیق ضروری سمجھی تھی۔

ماہل (۱۱) سَأَلَ: "پوچھنا" کیلئے عام لفظ ہے۔ (۱۲) اسْتَفْتَا: کبھی شکل مسند میں شرعی حکم پوچھنا۔ (۱۳) اسْتَسْتَبَأَ: کسی اہم خبر کے متعلق پوچھنا۔

۲۳۔ پورا۔ سارا (سب)

کے لیے کُلٌّ، کَامِلٌ، کَافَّةٌ اور سَلْمٌ کے الفاظ آتے ہیں،

۱۔ کُلٌّ بمعنی سب۔ پورا کا پورا (اس کی ضد جُزْءٌ ہے) یعنی جس کے اجزاء پورے ہوں۔ اور کُلٌّ کا استعمال اس کے پورے اجزاء کا احاطہ کرنے کے لیے بھی ہوتا ہے۔ گویا بمعنی ہر ایک، ہر کوئی ہر چیز اور کل پر بھی۔ اور اس صورت میں اس کا معنی پوری طرح ہوتا ہے۔ اب ان کی مثالیں دیکھیے:

(۱) كَلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (۱۵۸)
(۲) وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ
وَيَكُونَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَكُمْ
وَيَكُونَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَكُمْ
وَيَكُونَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَكُمْ

۲۔ کَامِلٌ (اس کی ضد نَاقِصٌ ہے) یعنی وہ چیز جس کے اجزاء پورے ہوں۔ اور صفات مکمل ہوں۔ یعنی اپنی غرض و غایت کو پورا کرے (منجد) ارشاد باری ہے:

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ
حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ (۲۳۴)

۳۔ کَافَّةٌ، الْكَفَافُ: کسی چیز کے پورے گھیر کو کہتے ہیں۔ اور کَاتُ اسم فاعل ہے اور اس سے مَوْتٌ کَافَّةٌ ہے۔ کہا جاتا ہے، جَاءَ النَّاسُ كَافَّةً یعنی سبھی لوگ آئے (منجد) یہ لفظ کَامِلٌ سے بھی ابلغ ہے۔ کیونکہ یہ صرف اجزاء کو ہی نہیں جملہ پہلوؤں کو محیط ہوتا ہے۔ اب ان کی مثالیں دیکھیے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ
إِذَا دَخَلْتُمْ أَرْضَ آلِ عَدُوِّكُمْ

كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ۔ جاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو۔

(۲) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ (۳۸)
اور اے محمد! ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے خوشخبری
سنانے والا اور ڈرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ (۳۸)

(نیز دیکھیے سب - سارے)

۴۔ سَلَّمَ یعنی بے گزند اور درست - صحیح و سالم (م۔ ہ) اَلتَّلَمَّ کے معنی ظاہری اور باطنی آفات سے پاک اور محفوظ رہنا۔ اور سَلَّمَ ایسی چیز جو اپنی ذات میں درست بھی ہو اور اس پر کسی دوسرے کا بھی کوئی حق نہ ہو (امت) ارشادِ باری ہے:

رَجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ
وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَتَوَلَّى
مَثَلًا (۳۹)

۱۔ ایک شخص ہے جس کی آدمی شریکوں میں مختلف الج اور بدخوا اور ایک آدمی خاص ایک شخص کا (غلام) ہے۔ جہلاً دونوں کی حالت برابر ہے (باجادری)

۲۔ ایک ہے کہ میں شریک ہیں جسے ہی او ایک پورا ایک شخص کا

کیا برابر ہوئی ہیں دونوں مثل عثمانیؓ

ماصل ۱) کل: جز کے مقابلہ میں بھی آتا ہے اور کل اجزاء کے احاطہ کے لیے بھی پورا۔ سارا۔ ہر ایک

(۲) کامل: ناقص کے مقابلہ میں آتا ہے جس میں کوئی کسر یا کمی نہ رہ گئی ہو۔ اور غرض و غایت کو پورا کرے۔

(۳) کافۃً: جماعت کے سبھی افراد۔ یا کسی معاملہ کے جملہ پہلوؤں کے لیے آتا ہے۔ پورے کے پورے سب سب ان معنوں میں یہ کلمے الٰہی ہے۔

(۴) سَلَّمَ بے گزند اور درست۔ یعنی جس پر دوسرے کا کسی قسم کا کوئی حق نہ ہو۔

۲۲۔ پورا کرنا۔ ہونا

کے لیے تَمَّ، اَتَمَّ، اَكْمَلَ، اَوْفَى، قَضَى اور اَسْبَغَ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ اَتَمَّ، تَمَّ یا تَمَّ الشَّيْءُ الشَّيْءِ کے معنی کسی چیز کے اس حد تک پہنچ جانے کے ہیں جس کے بعد کسی اور خارجی چیز کی ضرورت باقی نہ رہے اور اس کی ضد نَقَصَ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا۔ اور تمہارے پروردگار کی باتیں سچائی اور انصاف میں

پوری ہیں۔ (۱۱۵)

اور اَتَمَّ کے معنی کسی ناقص اور ناتمام چیز کو پورا یا تکمیل تک پہنچانا ہے۔ اور اس کا استعمال عموماً گنتی مقدار یا مدت کو پورا کرنے کے لیے آتا ہے۔ مثلاً:

۱۔ گنتی کے لیے فَإِنِ انْتَمَيْتُمْ عَشْرًا
فَمِنَ عِنْدِكَ (۲۸)

اور اگر دس سال پورے کر دو تو تمہاری طرف سے (احسان) ہے۔

۲۔ مقدار کے لیے وَانْتَمَيْتُمْ عَلَيْنَا نِعْمَتِي (۱۱۵) اور میں نے تم پر اپنی نعمتیں پوری کر دیں۔

۳۔ مدت کے لیے، ثُمَّ آتَبُوا الصِّيَامَ پھر سوزہ (دیکھ کر) رات تک پورا کرو۔

إِلَى الْيَتِيلِ (۱۸۷)

۲۔ اَكْمَلْ بِكَامِلِ كِي ضد بھی ناقص ہے، یعنی کسی شروع کیے ہوئے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانا

یعنی جس غرض کے لیے وہ وجود میں آئی تھی وہ غرض پوری ہو جانا (مفت) ارشاد باری ہے:

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ آتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي (۱۸۸)

آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں۔

تمام اور کمال کا مسرق واضح کرنے کے لیے دوسری مثال ملاحظہ ہو:

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُنْفِقَ (۲۳۳)

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال خود دھ پلائیں۔

یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جو پوری مدت تک خود دھ پلوانا چاہے۔

اس آیت میں رضاعت کی مدت پوری کرنے کے لیے تمام اور رضاعت کی غرض پوری کرنے کے لیے کامل کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

۳۔ اَوْفَى اِدْفَى کا لفظ حمد، ماب تول، زندگی یا شرط اور اجر کو پورا کرنے کے لیے آتا ہے۔ اور اس کی

ضد غدر (یوفائی کرنا) ہے (مفت) اب ان کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ عَمَدٌ كَيْسٌ، اَوْفُوا بِعِدَّتِي اَوْفُوا اس اقرار کو پورا کرو جو تم نے مجھ سے کیا تھا، میں اس اقرار کو پورا کروں گا جو میں نے تم سے کیا تھا۔

۲۔ ماب تول کے لیے، فَاَوْفُوا لِكَيْدِ وَالْمِيزَانِ وَلَا تَبْخُسُوا النَّاسَ اَشْيَاءَهُمْ ذَرًا كُرًا۔

۳۔ مَتَّ، نَذْرٌ شَرْطٌ كَيْسٌ، وَ لِيُؤْفُوا اور انہیں چاہیے کہ اپنی نذرین پوری کریں۔

نَذْرَهُمْ (۲۳۴)

۴۔ اجریا اجرت کی ادائیگی کے لیے، اور یہ باب وُفَى سے آئے گا۔

وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو فلا

فِيُؤْفِقُهُمْ أُجْرَهُمْ (۲۳۵)

۴۔ قَضَى، جب اس کی نسبت انسان کی طرف ہو تو اس کے معنی ذمہ داری پورا کرنا اور اس سے فارغ

ہونا (مفت)۔ م (ق) ہوں گے۔ ارشاد باری ہے:

فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا

پھر جب حج کے ارکان پورے چکو تو مٹی میں، خدا کو یاد

اللَّهِ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ (۲۳۶)

کر جو جس طرح اپنے باپ کو یاد کیا کرتے تھے۔

اسی طرح دوسرے مقام پر ہے:

فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ (۱) ان میں سے بعض ایسے ہیں جو اپنی نذر سے فارغ ہو گئے

يَنْتَظِرُ (۳۳)

اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں۔

۲۔ پھر کوئی تو نہیں پورا کر سکا اپنا ذمہ کوئی جان میں راہ دیکھنا چاہتا؟

۵۔ اسبغ، صبغ کا لفظ کسی چیز کے تمام اور کمال پر دلالت کرتا ہے (م۔ ل) اور امام راغب کے نزدیک اس میں وسعت اور آسانی کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اور صبغ کھلی زرعه کو کہتے ہیں (معنی) اور اسبغ کے معنی کسی کام کو اس طرح پورا کرنا کہ اس میں کچھ کسر یا کمی بھی نہ رہے۔ اور غرض و غایت بھی پوری ہو جائے۔ اور اس لفظ کا استعمال عموماً وضو اور نعمتوں کے پورا کرنے کے لیے ہوتا ہے ارشاد باری ہے:

وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعْمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً

اور خدا نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر

(۳۱)

دی ہیں۔

ماہل؛ (۱) آتق، کسی چیز کو اس طرح پورا کرنا کہ اس میں کوئی کسر یا کمی نہ رہے اور اس کا استعمال مدت مقدار یا گنتی پورا کرنے کے لیے ہے۔

(۲) آكَمَل، کسی چیز کو اس طرح پورا کرنا کہ اس کی غایت پوری ہو جائے۔

(۳) آوَفَى، عمد، ماپ تول، ابرت، قدر اور زندگی پورا کرنے کے لیے آتا ہے۔

(۴) قَضَى، جب اس کی نسبت انسان کی طرف ہو تو ذمہ داری پوری کرنا اس سے فارغ ہونے کے لیے آتا ہے۔

(۵) آسَبَغَ، کسی چیز کو اس طرح پورا کرنا کہ اس میں کمی بھی نہ رہے اور غایت بھی بطریق احسن پوری ہو جائے۔

پوشیدہ ہونا کیلئے دیکھیے پھینا،

۲۵۔ پوشاک

کے لیے لِبَاسٌ اور كِسْوَةٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ لَبِيسٌ يَلْبَسُ۔ فعل ماضی میں ب مکسور اور مضارع میں مفتوح بمعنی کپڑا یا لباس پہننا اور

لباس بمعنی کسی کی اپنی پوشاک۔ ارشاد باری ہے،

يُحَلِّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ

انہیں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور موتی۔

وَلَوْلُؤُوءَ أَوْلِيَاءُ مِمَّنْ فِيهَا حَرِيْرٌ (۳۴) اور وہاں بہت میں، ان کا لباس ریشمی ہوگا۔

۲۔ كِسْوَةٌ، كَسَا۔ يَكْسُوُ بمعنی کسی دوسرے کو کپڑا پہنانا اور كِسْوَةٌ بمعنی کسی دوسرے کی پوشاک یا

لباس۔ ارشاد باری ہے،

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ

اور ان مطلقہ عورتوں کی خوراک اور پوشاک دستور کے

مطابق باپ کے ذمہ ہے۔ (۳۳)

ماہل؛ جو پوشاک اپنے لیے ہو وہ لباس ہے اور جو دوسرے کے لیے تیار کی جائے وہ كِسْوَةٌ

ہے۔

۲۶۔ پہاڑ

کے لیے جَبَل، رُوَاسِي، طُوْد، صَخْرَة اور اَعْلَام کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جبل، اسم جنس ہے۔ اس لفظ کا اطلاق ہر طرح کے پہاڑ پر چھوٹا ہو یا بڑا، بلند ہو یا پست، سب پر ہوتا ہے (فہرست، ۲۶۶) اور اس کی جمع جبال آتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا (۲۶۶)

۲۔ رواسی: (راسیہ کی جمع) رسو، بمعنی کسی چیز کا جما ہوا اور گڑا ہوا ہونا۔ ثابت اور استوار ہونا۔ رَسَا السَّيْفِيَّةُ بمعنی جہاز کا لنگر انداز ہونا۔ اور مَرَسِي بِنَدْرَاہ کو کہتے ہیں (منجد) اور راسی اس بڑی ویگ کو بھی کہتے ہیں جو بڑی ہونے کی وجہ سے ایک ہی جگہ نصب کی گئی ہو۔ (۲۶۶) اور راسیہ کے معنی مضبوط اور مستحکم پہاڑ (م۔) (منجد) اور رواسی بمعنی سلسلہ ہائے کوہ۔ یہ عموماً جمع ہی استعمال ہوتا ہے۔ دور تک پھیلے ہوئے پہاڑ۔ ارشاد باری ہے:

وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيًا أَنْ تَمِيدَٰ وَبُحْبُوحًا (۲۶۷)

اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے تاکہ لوگوں کے بوجھ سے ہلنے اور جھکنے نہ لگے۔

۳۔ طُوْد: بہت بڑا پہاڑ۔ جو بلند بھی ہو اور پھیلاؤ میں بھی بڑا ہو (فہرست، ۲۶۷) اور صاحبِ ملتقی العرب کے نزدیک بڑے پہاڑ کے علاوہ بہت بڑے ٹودے ریگ پر اس کا استعمال عام ہوتا ہے (م۔) ارشاد باری ہے:

فَانْفَلَتْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيًا وَطُودًا (۲۶۸)

تو دریا پھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑوں کو گیا (کہ گویا بڑا پہاڑ ہے)۔

۵۔ صَخْرَة: بمعنی چٹان۔ چھوٹا سا بلند پہاڑ۔ سخت پتھر (مفت) دراصل صخره ایک ہی بہت بڑا پتھر ہوتا ہے جو کافی بلندی تک چلا گیا ہو۔ ابن فارس اس کے معنی حجر عظیم کہتے ہیں (م۔) ارشاد باری ہے:

وَتَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَةَ بِالْوَادِ (۲۶۹)

اور تمود کے ساتھ (کیا کیا) جو وادی ترقی میں پتھر تراشتے (اور گھر بناتے) تھے۔

۶۔ اَعْلَام: علم کی جمع ہے۔ اور علم کے معنی نشان۔ نشان منزل۔ جھنڈا۔ روشنی کا مینار اور پہاڑ سب آتے ہیں۔ اور اَعْلَام ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنے ہسروں میں ممتاز ہو۔ نامور ہستیوں پہاڑ وغیرہ۔ اَعْلَام کے ساتھ ایسا قرینہ موجود ہو تو پھر اس کے معنی یقیناً پہاڑ ہو گا۔ ارشاد باری ہے:

وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنشَآتُ فِي الْبَحْرِ (۲۷۰)

اور جہاز بھی اس کے ہیں جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح اونچے کھڑے ہوتے ہیں۔

- ماحصل؛ (۱) جبکہ، اسم جنس۔ اس کا استعمال عام ہے۔
 (۲) رَوَّاسِي، مضبوط اور مستحکم پہاڑ۔ سلسلہ ہائے کوہ۔
 (۳) طُود، بہت بڑا اور بلند پہاڑ یا تودہ ریت۔
 (۴) صَحْحِيح، چھوٹا اور بلند پہاڑ۔ بہت بڑا سا اونچا۔ پتھر۔ چٹان
 (۵) اَعْلَام، پہاڑ کے لیے مجازاً استعمال ہوا ہے۔ اصل معنی ہر وہ چیز جو اپنے ہمسر سے ممتاز ہو۔

۲۷۔ پچاننا

- کے لیے عَرَفَ اور تَوَسَّمَ کے الفاظ آئے ہیں:
- ۱۔ عَرَفَ؛ یعنی کسی چیز کی علامات و آثار پر غور کر کے اس کا ادراک کر لینا (صند نیکو)۔ یہ علم سے کم درجہ رکھتا ہے (صفت) ارشاد باری ہے:
- وَجَاءَ إِخْوَهُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ
 فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ ﴿۱۵﴾
- اور یوسف کے بھائی (کنعان سے مصر غلہ خریدنے کیلئے آئے تو یوسف کے پاس گئے، یوسف نے انہیں پہچان لیا مگر وہ یوسف کو نہ پہچان سکے۔
- ۲۔ تَوَسَّمَ؛ وَسَمَ یعنی نشان زد کرنا۔ داغ لگانا (صفت) اور یعنی جسم پر نقش و نگار اور تل وغیرہ کھودنا (م۔ ل) اور وَسَمَ اور وَسَامُ وہ چیز جس سے داغ لگایا یا رنگا جائے۔ اور وَسِيمٌ یعنی خوبصورت (م۔ ق) اور تَوَسَّمَ یعنی فرست سے کوئی چیز بیان کرنا۔ علامت طلب کرنا۔
- پہچاننا (مخبر) ارشاد باری ہے:
- إِنِّي ذَٰلِكَ لَا يَتِلَّغُ لِلْمُتَوَسِّمِينَ ﴿۱۵﴾
- بیک اس (قصے) میں اہل فرست کے لیے نشانیاں ہیں:
- ماحصل؛ (۱) عَرَفَ، علامات و آثار سے کسی چیز کو پہچاننا۔
 (۲) تَوَسَّمَ، اپنی فہم و فرست سے پہلے علامات و قرآن معلوم کرنا پھر پہچاننا۔

۲۸۔ پہلا۔ پہلی۔ پہلے

- کے لیے اَوَّلٌ، اَوَّلِي، سَابِقٌ اور قَبْلٌ کے الفاظ آئے ہیں۔
- ۱۔ اَوَّلٌ؛ یعنی پہلا اور اس کا مونث اَوَّلِي یعنی پہلی ہے۔ اور اَوَّلٌ کا استعمال تین طرح سے ہوتا ہے (۱) عدوی ترتیب کے لحاظ سے؛ یعنی وہ عدد جس سے پہلے کوئی عدد نہیں۔ اس لحاظ سے اَوَّلٌ کے بعد ثانی۔ پھر ثالث وغیرہ آئے گا۔
- (۲) ترتیب کار یا نظام صناعتی کے لحاظ سے جیسے الأَشْأُ اَوَّلًا ثُمَّ الْبِنَاءُ یعنی پہلے بنیاد رکھی جائے گی پھر تعمیر ہوگی۔
- (۳) ترتیب زمانی کے لحاظ سے۔ اس لحاظ سے اَوَّلٌ کی ضد اٰخِرٌ یعنی پچھلا ہے۔ اور اَوَّلِي (پہلی دنیا)

کی ضدِ اِخْرَافِ (بچھلی۔ اخروی زندگی) ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ لَمَجْمُوعُونَ
إِلَىٰ مِيقَاتٍ يَوْمَ مَعْلُومٍ (۵۰-۵۱)

پر جمع کیے جائیں گے۔

۲۔ سَبَقَ، کا اصل معنی خود آگے بڑھ جانا اور دوسروں کو پیچھے چھوڑ دینا ہے۔ یعنی سابق کا لفظ سبقی کا مقتضی ہوتا ہے۔ جبکہ اَوَّل کا لفظ آخر کا مقتضی نہیں ہوتا۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ فلاں، فلاں کا پہلا لڑکا ہے خواہ اس کے بعد دوسرا تیسرا کوئی بچہ نہ ہو۔ لیکن سابق نہیں کہہ سکتے (فقہ ۹۷) ارشادِ باری ہے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ
سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ (۴۹)

اے ہمارے پروردگار! ہمیں بھی معاف فرما اور ہمارے
ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لاتے۔

۳۔ قَبْل (ضد بعد) ہر طرح کے تقدم (زمانی، مکانی، ترتیبی) کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مگر قرآن میں یہ لفظ صرف تقدمِ زمانی کے طور پر ہی استعمال ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ
وَمَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ (۶)

اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو تجھ پر نازل
ہوا اور اس پر بھی جو تم سے پہلے (پیغمبروں پر) نازل ہوا۔

ماہصل (۱) اَوَّل اور اَوَّلٰی۔ یعنی پہلا صرف ترتیبِ عددی، صناعتی اور زمانی کے لیے۔

(۲) سَبَقَ، مسبوق کا بھی مقتضی ہوتا ہے اور (۳) قَبْل: کسی بھی کام میں تقدمِ زمانی کے لیے آتا ہے۔ اور اَوَّل کے مقابلہ میں انحصار ہے۔

۲۹۔ پہلو

کے لیے جُنْب، جُنْح اور عِظْف کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جُنْب، بمعنی پہلو۔ طرف۔ جانب۔ کروٹ۔ اور جذب کسی چیز کی کوئی ایک طرف یا پہلو بھی ہو سکتا ہے۔ جیسے:

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا
لِجُنْبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا (۱۱۳)

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچی جتو لیٹا اور بیٹھا
اور کھڑا (ہر حال میں) ہم کو پکارتا ہے۔

اور اس کے علاوہ پاس یا پہلو والی کوئی اور چیز بھی۔ جیسے صاحبِ الجُنْب بمعنی پاس بیٹھنے والا ساتھی اور جانب یا طرف بھی جیسے جذب الحائِط بمعنی دیوار کی جانب (صفت) اور جذب

بنیادی طور پر بھی دو معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ ۱۔ پہلو ۲۔ دور ہونا (م۔ ل) درج ذیل آیت میں،
وَالْجَارِ الْجُنْبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجُنْبِ اور ہمسایہ اجنبی اور پاس بیٹھنے والا اور مسافر۔

وَابْنِ السَّبِيلِ (۱۱۳)

اور جارا الجُنْب سے مراد دور کا ہمسایہ اور صاحبِ الجُنْب کے معنی پاس رہنے والا ہے۔

اور اسی نسبت سے کسی کے حق میں، کے بارے میں، کی بابت کے لیے بھی یہ لفظ آتا ہے۔
قرآن میں ہے؛

أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ لِيَحْسَبَنَّ عَلِيٌّ مَا نَقُلُتُ ۗ مَبَادِئُ اس وقت کوئی یوں کہے۔ افسوس اس تفسیر پر
فِي جَدْبِكَ اللَّهُ (۲۵۹)
جو میں نے اللہ کے حق میں کی۔

۲- جَنَاح: عموماً پرندوں کے پر کے معنی میں آتا ہے۔ اس کی تشبیہ جَنَاحَيْنِ (۲۶۸) اور جمع أَجْنِحَةٍ
(۲۶۹) آتی ہے۔ پھر یہ لفظ انسان کے بازو کے لیے بھی استعمال ہونے لگا۔ جس سے مراد کندھا،
اور پھیلی تک کا حصہ ہے (منجد) اور جَنَاحُ بمعنی مائل ہونا۔ اگر یہ میلان اچھائی کی طرف ہو، تو
جَنَاح اور برائی کی طرف ہو تو جَنَاح کا استعمال ہوگا (صفت) درج ذیل آیات میں جَنَاح کا معنی
بازو یا پہلو ہی ہے مگر اس کا جھکاؤ بھلائی کی طرف ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَأَخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (۲۶۵)
اور جو مومن تمہارے پیرو ہو گئے ہیں ان کے لیے اپنے بازو
نیچے رکھ۔ (عثمانی)

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَأَخْفِضْ لِمَنْ جَنَاحَ الذَّلِيلِ مِنَ الرَّحْمَةِ ۗ (۲۶۶)
اور عاجز و نیاز سے ان (والدین کے) لیے اپنے کندھے
نیچے رکھ (عثمانی)

لفظ جَنَاح بھلائی کے میلان کے لیے نہیں آتا بلکہ گناہ یا اس کی طرف میلان کے معنی دے گا۔
۳- عَطَفَ، عَطَفَ بمعنی کسی چیز کا ایک سر اور دوسرے کی طرف موڑنا، دوہرا کرنا۔ اور عَطَفَ دو
تہوں والی چادر کو کہتے ہیں (صفت) اور عَطَفَ کچی اور جھکاؤ کو بھی کہتے ہیں (منجد) اور عَطَفَ
بمعنی پہلو اور کنارہ۔ اور عَطَفَ الرجل بمعنی مرد کے دونوں پہلو ہیں۔ اور تَنَاقَطَ عَطْفَهُ بمعنی
منہ موڑ لینا اور زیادتی کرنا۔ اور مَرَّ تَائِي عَطْفَهُ بمعنی بکتر کی چال چلنا ہے (منجد) گویا عَطَفَ کا لفظ
جب پہلو کے معنی استعمال ہو تو زیادتی اور بکتر کی حالت بیان کرنے کے لیے آتا ہے۔ ارشاد
باری ہے:

تَائِي عَطْفَهُ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۗ اور (بکتر سے) کروٹ موڑ لیتا ہے تاکہ (لوگوں کو) خدا
کے رستے سے گمراہ کر دے۔ (۲۶۷)

ماہل: (۱) جَدْب: جاندار اور بے جان دونوں کے پہلو، پاس والی اور دُور والی چیز کے لیے یکساں آتا ہے۔
(۲) جَنَاح: جانداروں کے پہلو کے لیے اور تواضع و انکساری کی کیفیت بیان کرنے کے لیے آتا ہے۔
(۳) عَطَفَ: زیادتی اور بکتر کی حالت بیان کرنے کے لیے آتا ہے۔

۳۔ پہنچن

کے لیے بَلَّغَ، أَصَابَ (صوب) أَقْصَى (فضی) نَالَ (نیل) نَارَشَ، تَعَاطَى (عطو) وَصَلَ،

مَشَّ اور وَرَدَ کے الفاظ آئے ہیں،

۱- بَلَّغْ، بمعنی کسی مقصد کے منتہی کو پہنچنا، آخری حد کو پہنچنا (مفت) ارشاد باری ہے،
وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا

اور سرحد اتے رہو یتیموں کو۔ جب تک پہنچیں نکاح
کی عمر کو۔

النِّكَاحِ ﴿۴﴾

۲- أَصَابَ، صَوَّبَ کے معنی کسی چیز کے اترنے اور قرار پکڑنے کے ہیں۔ اور الصوب بارش برسنے
کو بھی کہتے ہیں۔ اور أَصَابَ بمعنی تیر وغیرہ کا ٹھیک نشانے پر لگنا۔ اور صواب بمعنی درست
اور ٹھیک۔ اور اس کی ضد خطا ہے (منجد) اور مُصِيبَةٌ اصل میں اس چیز کو کہتے ہیں جو
ٹھیک نشانے پر لگ جائے۔ پھر عرف عام میں مصیبت کا لفظ عموماً بُرے مفہوم میں استعمال
ہونے لگا۔ ارشاد باری ہے،

الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ
قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿۱۰۶﴾

کہ جب پہنچے ان کو کچھ مصیبت تو کہیں ہم تو اللہ ہی
کا مال ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے

ہیں (عثمانی)

گویا أَصَابَ کا اطلاق خدا کی طرف سے انسان کو پہنچنے والی تنگی ترشی پر ہوتا ہے۔ گو اس کا استعمال
زیادہ تر بُرے مفہوم میں ہوتا ہے۔ تاہم اچھے معنی میں بھی آسکتا ہے۔ ارشاد باری ہے،

وَلَيْسَ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللَّهِ ﴿۴۶﴾

اور اگر تم کو پہنچے فضل اللہ کی طرف سے (عثمانی)

۳- نَالَ: اس چیز تک پہنچنا یا حاصل کرنا۔ جس کی انسان خواہش رکھتا ہو (مفت) اُڑے ہاتھوں
لینا (ق۔ ج) اور نیل مطلب اور مراد کو۔ اور نَيْلَةٌ مطلوبہ چیز کو کہتے ہیں (منجد) ارشاد
باری ہے،

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنْفِقُوا مِمَّا
رَبُّكُمْ جَعَلَ لَكُم مِّنْهُ مَخْرَجًا

جب تک تم ان چیزوں میں سے جو تمہیں عزیز
ہیں راہ خدا میں صرف نہ کرو گے، کبھی نیکی حاصل نہ
کر سکو گے۔

تُحِبُّونَ ﴿۳۳﴾

۴- نَاش، ناش بمعنی کسی چیز کو پکڑنا۔ طلب کرنا (منجد) اور بمعنی تناول کرنا۔ اور نَاشٌ فَلَانًا بمعنی
اس کا سر اور داڑھی پکڑنے کو لپکا (م۔ ق) نَالٌ اور نَاشٌ تقریباً ہم معنی الفاظ ہیں۔ یعنی بڑھ کر
ہاتھ سے پکڑ لینا یا ہاتھ کا کسی چیز تک پہنچ پانا۔ فرق صرف یہ ہے کہ نَالَ صرف کسی مرغوب چیز کے
حصول کے لیے آتا ہے جبکہ نَاش عام ہے۔ ارشاد باری ہے،

وَقَالُوا آمَنَّا بِهِ وَإِنَّا لَلنَّادُونَ

اور عذاب دیکھ کر نہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لے آئے۔

مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ ﴿۳۴﴾

اتنی دُور سے ان کا ہاتھ ایمان لے لیے جو نکرہ پہنچ سکتا ہے

۵- تَعَاطَى (عَطَو) کسی مطلوبہ چیز تک پہنچنے اور اسے پکڑنے کے ہیں۔ ابن فارس کے الفاظ میں اس
معنی "تناول بالید" ہیں۔ اور جو چیز حاصل ہو وہ عطاء اور عطیہ ہے۔ اور تَعَاطَى کے معنی

ایسی چیز پر ہاتھ ڈالنا ہے جس پر کوئی حق نہ ہو (م۔ ل) اور معنی ایڑیاں اٹھا کر انگلیوں کے بل کھڑا ہوا اور ہاتھ اٹھا کر کوشش سے ایک ناسحق چیز کو پکڑا (م۔ ق) ارشاد باری ہے:

فَنَادُوا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَى فَعَقَرَ۔
تو ان لوگوں نے اپنے رفیق کو بلایا۔ اور اس نے اونٹنی تک پہنچ کر اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ (۵۴۹)

۶۔ وَصَلَ: کے معنی کسی چیز کا دوسری چیز تک پہنچ کر اس میں مل جانا ہے۔ جیسے دائرہ کا قطر دونوں سروں پر محیط سے مل یا جڑ جاتا ہے (ص) لہذا اس کے معنی پہنچنا۔ ملانا اور جوڑنا سب آتے ہیں (منجد۔ م۔ ق) پھر یہ لفظ ان تینوں معنوں میں الگ الگ بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً:

۱۔ یعنی پہنچنا، قَالُوا يَا لَوْطَ إِنَّا مُسَلِّمُونَ
فرشتوں نے کہا لے لوط! ہم تمہارے پروردگار کے
رَبِّكَ لَنْ يَصْلَوْا إِلَيْكَ (۱۱۱)
فرستادہ ہیں۔ یہ لوگ ہرگز تم تک نہ پہنچ سکیں گے۔

۲۔ یعنی ملانا۔ جَوْرًا، وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ
اور جس چیز کو (رشتہ قرابت) کو جوڑے رکھنے کا اللہ
لَهُ يَهَّئِ لَهُ أَنْ يُوْصَلَ (۶۷)
نے حکم دیا ہے۔ اسے قطع کیے ڈالتے ہیں (جان بھری)

اور قطع کرتے ہیں اس چیز کو جس کو اللہ نے فرمایا ملانے کو (مثلاً):

۷۔ أَقْضَى: فَضَا کے معنی زمین و آسمان کے درمیان کھلی اور خالی جگہ ہے۔ (ص۔ م۔ ل) اور مَقَامٍ
فَاضٍ ایسی جگہ کو کہتے ہیں جو کھلی، کشادہ اور خالی پڑی ہو (منجد) اور أَقْضَى إِلَيْهِ بَسْتِمٌ کسی کو
رازی کی بات بتا دینا۔ اور أَقْضَى بَفْلَانٍ کسی کو کشادہ میدان کی طرف لے جانا (منجد) اور أَقْضَى
إِلَى امْرَأَتِهِ اپنی عورت سے صحبت کرنا کے معنوں میں عاودنا استعمال ہوتا ہے ارشاد باری ہے:

وَكَيْفَ تَأْخُذُ وَنَهَى وَقَدْ أَقْضَى
اور تم کیونکر اس (دیے ہوئے حق نہر) کو (واپس) لے
بَعْضُكُمْ إِلَى بَعْضٍ (۶۶)
سکتے ہو اور پہنچ چکا ہے تم میں کا ایک دوسرے تک (شتمانی)

۸۔ مَسَّ: کا اصل معنی ایک چیز کا دوسری کو چھونا ہے۔ لیکن ترجمہ میں بعض دفعہ یہ لفظ پہنچنا کا معنی
دے جاتا ہے۔ مثلاً ارشاد باری ہے:

ثُمَّ بَدَلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ
پھر ہم نے محکلف کو آسودگی سے بدل دیا یہاں تک
حَتَّىٰ عَفْوًا وَقَالُوا قَدْ مَسَّ آبَاءُنَا
کہ وہ (مال و اولاد) میں بڑھ گئے تو کہنے لگے کہ اسی
الصَّغْرَاءُ وَالشَّرَاءُ (۹۵)
طرح کا رنج و راحت تو ہمارے بڑوں کو پہنچا رہا ہے۔

۹۔ وَرَدَّ: کا لغوی معنی کسی شخص کا پانی پینے کے لیے پانی کی تلاش میں کنوئیں یا گھاٹ پر آپہنچنا ہے اور
اس کی ضد صَدَّرَ ہے یعنی پانی لے کر یا پانی کر یا سیراب ہو کر واپس چلے جانا ہے (ص) ارشاد
باری تعالیٰ ہے:

وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ
اور جب موسیٰ مدین کے پانی (کے گھاٹ) پر پہنچے
أُمَّةً مِنَ النَّاسِ يَسْتُونَ (۱۲۸)
تو دیکھا کہ وہاں لوگ (اپنے چو پالیوں کو) پانی پلا رہے
ہیں۔

مَصْلُومٌ (۱) بَلِّغْ: کسی مقصد کے منطقی یا آخری حد کو پہنچنا۔

(۲) اَصَابَ: خدا کی طرف سے انسان کو تنگی یا بھلائی پہنچنا۔

(۳) نَالَ: اس چیز تک پہنچنا اور حاصل کرنا جس کی انسان خواہش رکھتا ہو۔

(۴) فَاوْتَشَ: ہاتھ بڑھا کر کسی چیز تک پہنچ کر لے پکڑنا۔ نَالَ سے عام ہے۔

(۵) تَعَاطَى: کسی ایسی چیز تک پہنچ کر ہاتھ چلانا جس پر اس کا حق نہ ہو۔

(۶) وَصَلَ: کسی چیز تک پہنچنا اور مل جانا۔

(۷) اَفْطَى: محاورہ میاں بوی کے ایک دوسرے کے پاس پہنچنے یا صحبت کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔

(۸) مَسَّ: کا اصل معنی چھونا ہے۔ ترجمہ کی ضرورت سے بعض دفعہ پہنچنا کر لیا جاتا ہے۔

(۹) وَرَدَ: پانی کے گھاٹ یا کنویں پر پہنچنا۔

۳۔ پہنچانا

کے لیے اَبْلَغَ اور بَلِّغَ، اَوْرَدَ، جَبَّ (جَبَّوْ) اور اَذَلَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بَلِّغَ اور اَبْلَغَ دونوں کوئی چیز یا پیغام وغیرہ اصل منتہی تک پہنچانے کے معنی میں آتے ہیں۔

ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ وَأَعْيُنُهُمْ كَالْحِجَابِ يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ لَّا يَحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِندِ رَبِّهِمْ إِلَّا بِمَا نَحْنُ بِمُحِيطِينَ بِمَا نُفَعِلُونَ ۚ
فَاِذَا نَزَّلْنَاهُ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا فَلَا يَشْعُرُ بِهَا كُنُوزٌ اٰتِيَةٌ ۙ وَرِجَالٌ لَّا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْهَا سِوَا نَبِيِّهَا ۗ اِنَّهَا لَآيَاتٌ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ
اَبْلَغَهُ مَا مَمَّنَّتْهُ (۹)

دوسرے مقام پر فرمایا:
يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۗ لَوْ كُنْتَ إِذْ نَزَّلْنَا الْبُرْجَانَ مِنَ السَّمَاءِ مِثْلَ نَارٍ لَّا يَأْتِيَنَّكَ الْمُشْرِكُونَ ۗ اِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ
لَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْهَا سِوَا نَبِيِّهَا ۗ اِنَّهَا لَآيَاتٌ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ
رَبِّكَ (۱۰)

۲۔ اَوْرَدَ: بمعنی دوسرے شخص کو گھاٹ پر پہنچانا (معنی) ارشادِ باری ہے:

يَقْدِرُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ وَبِئْسَ الْاُورُودُ الْمُورُودُ (۱۱)
وَهُ (فرعون) قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے
چلے گا اور ان کو دوزخ میں جا پہنچائے گا۔ کیسا بُرا
گھاٹ ہے جس پر وہ پہنچے۔

۳۔ جَبَّ کے بنیادی معنی میں دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ (۱) کسی چیز کو جمع کرنا یا اکٹھا کرنا (۲) پھرا سے دوسرے

مقام تک پہنچانا۔ جببت الخراج جبا یہ محاورہ جو اموال خراج کو اکٹھا کرنے پھرا سے اصل مقام کی طرف بھیجنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَوَّلَمْ كُنْتُمْ لَكُمْ حَرَمًا مِّمَّا يُبْجَىٰ
إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ (۱۲)
کیا ہم نے ان کو حرم میں جو امن کا مقام ہے جگہ نہیں
دی جہاں ہر قسم کے میوے پہنچائے جاتے ہیں۔

۴۔ اَدْلَى، دَلْو بمعنی پانی کا خالی ڈول۔ اور اَدْلَى بمعنی اس خالی ڈول کو بھرنے کے لیے کنویں میں لٹکانا (مفت) جو آہستہ آہستہ پانی تک پہنچ جاتا ہے۔ اور ادلی الی فلان کے معنی ہیں اپنے معاملہ یا بھگڑا وغیرہ کو کسی دوسرے شخص کے پاس فیصلہ کے لیے پہنچانا یا لے جانا اور رشوت داری یا سفارش کا وسیلہ پکڑنا ہے۔ (منجد) ارشادِ باری ہے،

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ
وَتَذَلُّوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِيَأْكُلُوا
فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ
اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ اور نہ اس کو
(رشوت) حاکموں کے پاس پہنچاؤ۔ تاکہ لوگوں کے مال
کا کچھ حصہ ناجائز طور پر کھاؤ۔

ماہصل: (۱) اَبْلَغٌ اور بَلَّغٌ: کوئی چیز یا پیغام ملتی تک پہنچانا۔ بَلَّغَ عَامَ طُورِ سِنْيَا، پہنچانے کے لیے آج تک بَلَّغَ عَامَ جَا (۲) اَوْرَدَ، کسی کو گھاٹ پر پہنچانا۔

(۳) جبنا: کسی چیز کو جمع کر کے دوسرے مقام تک پہنچانا۔

(۴) ادلی الی فلان: اپنا قضیہ کسی دوسرے شخص تک پہنچانا۔ اور قربت رشوت اور سفارش سے کام لینا ہے۔

۳۲۔ بھاڑنا

کے لیے خَرَقٌ، قَدٌّ، فَطْرٌ، فَجْرٌ، مَخْرٌ، شَقٌّ، فَلَاقٌ، فَرَقٌ، مَزَّقٌ کے الفاظ تشریح کریم ہیں آئے ہیں۔

۱۔ خَرَقَ کے معنی کسی چیز کو بھاڑنا اور خراب کر دینا۔ توڑ پھوڑ دینا۔ یا بگاڑنے کے لیے توڑنا ہے۔ (مفت) اور خَرَقَهُ کپڑے کے چلیپھڑے کو کہتے ہیں اور خارق عادت کے خلاف بات کو کہتے ہیں (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَأَنْطَلَقَ حَتَّى إِذَا رَكِبَ فِي السَّفِينَةِ
خَرَقَهَا قَالَ آخِرَتْهَا لِنَحْرِ أَهْلِكِ
تو دونوں چل پڑے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار
ہوئے تو (نہرنے) کشتی کو بھاڑ ڈالا (موسیٰ نے) کہا،

کیا اپنے اس کو اس لیے بھاڑا ہے کہ سواروں کو غرق کر دیں۔ (۱۸)

۲۔ قَدَّ کسی چیز کو لمبائی کے رخ بھاڑنا۔ اور قَدَّ بمعنی انسان کی لمبائی۔ قد و قامت (مفت) اور قدید خشک گوشت کی لمبی لمبی تاشوں کو کہتے ہیں (مفت) منجد) قرآن میں ہے:

وَأَسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ
مِنْ دُبُرِهِ (۱۹)
اور دونوں دروازے کی طرف بھاگے (آگے) یوسف پیچھے
زیلجا) اور عورت نے اس کا کرتا پیچھے سے پکڑ کر کھینچا تو) بھاڑ ڈالا۔

۳۔ فَطَرَ کسی چیز کو لمبائی میں یوں بھاڑنا کہ اس میں شکاف پڑ جائے۔ تراش تراش کرنا۔ اس لحاظ سے فَطَرَ بنانے اور پیدا کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور فَطَّرَ شکاف کو کہتے ہیں (مفت) منجد) ارشادِ باری ہے:

فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ سَرِيَ مِنْ فَطُورٍ
آنکھ اٹھا کر دیکھ بھلا تھ (کو آسمان میں) کوئی شکاف

(۶۶) نظر آتا ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

۱۔ غدا کی بنائی ہوئی (فطرت) چھپرائے لوگوں کو پیدائش (افعیائے ہون)
 ۲۔ وہی تراشائش کی جس پر تراشا لوگوں کو۔ (عثمانی)

۴۔ فَجَرَ، کسی چیز کو وسیع پیمانے پر پھیلانا۔ اور فَجَّرَ (پو پھینے کا وقت) کو اسی لیے فجر کہتے ہیں کہ وہ سارے افق پر نمودار ہوتی ہے۔ اور فِجْرٌ بمعنی دین کے احکام کی دیدہ دلیری سے پروردہ دری کرنا۔ اور اسی سے فاجرا اور فِجَارٌ ہے (مفت) اور فَجَرَ اور فَجَّرَ کے معنی اسی لحاظ سے پانی کو وسیع علاقے تک چلانا یا جاری کرنا کے بھی آتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

وَقَالُوا لَنْ نَمُوتَ مِنْكَ حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا (۱۹۶)

جب تک ہمارے لیے زمین سے چشمہ جاری کر دو۔

اور فَجَّرَ کا لفظ صرف "پانی بہانے کے لیے دور تک راستہ کھولنا کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَفَجَّرْنَا خِلْفَهُمْ نَهْرًا (۱۳۸)

اور ہم نے ان دونوں (باغوں) کے درمیان ایک نہر جاری کر رکھی تھی۔

۵۔ مَخْرًا، پانی کے کٹاؤ اور پھیر بھاڑ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ کہتے ہیں مَخْرًا كَمَا أَنَّ الْأَرْضَ بِمَعْنَى پانی کا زمین کو چیرنا پھاڑنا اور اس میں چکر لگانا۔ اور مَخْرُ السَّفِينَةِ بمعنی کشتی کا اپنے سینے سے پانی کو چیرنا اور پھاڑنا۔ اور آواز پیدا کرنا۔ اور مَخْرًا اس کشتی کو کہتے ہیں جو پانی کو بھاڑے اور اس میں آواز پیدا کر دے (م۔ ل) اور مَخْرٌ کی جمع مَوَاحِرٌ آتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَتَسْرَى الْفُلُكَ مَوَاحِرَ فِيهِ (۳۳)

اور دیکھتے ہو کہ شیتان ریاض پانی کو بھاڑتی جلی جاتی ہیں۔

۶۔ شَقٌّ کسی سخت چیز کا پھاڑنا۔ قرآن میں اس کا استعمال آسمان زمین، چاند اور چھتر جیسی بڑی اور سخت چیزوں کے پھیننے پر ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے:

ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا (۳۶)

پھر ہم نے ہی زمین کو چیرا پھاڑا۔

۴۔ فَلَاقٌ: الفلق اور الفرق دونوں قریب المعنی ہیں۔ اور دونوں میں دو باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں۔ (۱) پھیننا اور (۲) الگ ہونا۔ اور سر کے بالوں کے درمیانی حصہ یعنی مانگ کو فَسْرُقٌ بھی کہتے ہیں اور فَلَاقٌ بھی۔ چنانچہ قرآن کریم میں یہ الفاظ ایک ہی معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ ایک مقام پر فرمایا:

وَلَاذِ فِرْقًا يَكْفُرُ الْبَحْرَ فَأَنْجَيْنَاكُمْ (۱۰)

جب ہم نے تمہارے لیے دریا کو بھاڑا تو تم کو تو نجات دی اور فرعون کی قوم کو غرق کر دیا۔

اسی واقعہ کو دوسرے مقام پر یوں بیان فرمایا:

فَاَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنِ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالثَّلَوِثِ الْعَظِيمِ (۲۶)

اس وقت ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاشی دریا پر مارو۔ تو دریا بچھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا (یوں) ہو گیا کہ گویا بڑا پہاڑ ہے۔

البتہ ان دونوں میں تھوڑا سا فرق بھی ہے اور وہ یہ کہ فلق عام طور پر اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کسی چیز کا ایک حصہ علیحدہ ہو جائے یعنی کل برابر دو حصوں میں سیر کی مانگ کے لیے فلق کا لفظ اسی لیے آتا ہے کہ وہ بالوں کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ اور فلق اور فلقہ دو حصوں میں بھٹی ہوئی چیز کے ایک حصہ کو کہتے ہیں۔ لیکن فرق کا لفظ اس لحاظ سے عام ہے۔ اس کا اطلاق دو اور دو سے زیادہ حصوں پر بھی ہوتا ہے۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ فلق کا اطلاق عموماً بے جان اشیاء پر ہوتا ہے جبکہ فرق عام ہے۔ اس کا اطلاق بے جان اور جاندار خصوصاً انسان پر بھی ہوتا ہے کسی جماعت سے الگ شدہ حصہ کو فرق اور اگر یہ الگ شدہ حصہ بھی بڑی تعداد میں ہو تو اسے فرقہ کہا جاتا ہے۔ اور کسی جھگڑا یا معاملہ کی صورت میں فریق۔ ارشاد باری ہے،

إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَى (۲۷) بیشک اللہ ہے کہ پھوڑ ڈالتا ہے دانہ اور گٹھلی۔ (عثماني)

یعنی دانہ اور گٹھلی درمیان سے بچھٹ کر الگ ہوتے ہیں اور اس سے کوئیل نکلتی ہے۔

اسی طرح خالق الاصباح (۲۸) پھوڑ نکلانے والا صبح کی روشنی (عثماني) میں فلق کا لفظ اس لحاظ سے موزوں ہے کہ صبح کی دھاری آسمان میں ہے، جیسے سر میں مانگ۔

۹۔ مَرَّقٌ، مَرَّقٌ (الثوب) بمعنی کپڑا پھاڑنا اور مَرَّقٌ بمعنی پھاڑنا۔ کبھی تباہ کر دینا (مخبر) گویا مَرَّقٌ میں عمل کی شدت پیدا ہو جاتی ہے (مخبر) ارشاد باری ہے:

فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَرَّقْنَاهُمْ كُلَّ مَرَّقٍ (۲۹)

تو ہم نے ان کے افسانے بنا دیے تو ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے تباہ کر دیا۔

اصل (۱) حَرَّقٌ: کسی چیز کو بگاڑنے کے لیے پھاڑنا (۲) شق: کسی سخت چیز کو پھاڑنا۔

(۳) قَدَّ: لمبائی میں پھاڑنا۔ (۴) فَطَّرَ، شَكَفَ: ڈالنا اور تراش تراش کرنا۔

(۵) فَجَّرَ: کسی چیز کو وسیع پیمانے پر پھاڑنا اور بہانا۔ (۶) فَرَّقَ: کسی چیز کو دو یا زیادہ حصوں میں علیحدہ کر دینا (عام ہے)

(۷) مَحَّرَ: کشتی کا پانی کو پھاڑنا جس سے آواز بھی پیدا ہو۔ (۸) مَرَّقٌ: ٹکڑے ٹکڑے کر کے تباہ کر دینا۔

(۹) مَرَّقٌ: ٹکڑے ٹکڑے کر کے تباہ کر دینا۔

۳۳۔ پھلنا

کے لیے فطر سے انْفَطَرَ اور تَفَطَّرَ، شَقٌّ سے شَقٌّ اور انْفِشَقٌ، فلق سے انْفَلَقَ۔ صَدَعَ اور تَصَدَّعَ اور تَمَيَّزَ کے الفاظ آئے ہیں۔ اب ان کی مثالیں دیکھیے:

۱- اِنْفَطَرُ حَيْسَ اِذَا السَّمَاءُ اِنْفَطَرَتْ۔ (۱) جب آسمان پھٹ جائے گا۔
(۲) جب آسمان چر جائے (عثمانیؓ) (۱۶)

۲- تَفَطَّرُ اور اِنشَقَّ حَيْسَ،
تَكَادُ السَّمَوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ
تَلشَقُّ الْاَرْضُ (۱۹)

شقق حیسے،
وَ اِنْ مِنْهَا لَمَا يَشْفَقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ
الْمَاءُ (۲۰)

۳- فلق سے (انفلق، مثال بھی اوپر گزر چکی۔

۴- صَدَّعَ کسی چیز کا اس طرح پھینکا کہ ٹکڑا ٹکڑا نہ ہو (منجد) اور بقول امام رابع ٹھوس اجسام،
جیسے لوہا شیشہ وغیرہ میں شکاف پڑنا۔ (مفت) اور ایسی سردرد کو جس سے سردرد کی وجہ سے
پھٹ رہا ہو صداع کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے،
وَ الْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدَّعِ (۳۶) اور زمین کی قسم جو پھٹ جاتی ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا،

لَا يُصَدِّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنْفِقُونَ۔ (اسل شراب) سے نہ تو سر میں درد ہوگا اور نہ ان کی عقلیں
زائل ہوں گی۔ (۵۱)

اور تَصَدَّعَ کے معنی کسی چیز کا پھٹ کر کئی حصے ہو جانا ہے۔ تَصَدَّعَ الْقَوْمُ بمعنی قوم کا
منتشر ہونا (منجد) ہے۔ ارشاد باری ہے:

لَوْ اَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاٰيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ
خَشْيَةِ اللّٰهِ (۵۹)

۵- تَمَيَّزَ، مَاَزَ (میز) کے معنی کسی چیز کو دوسری سے کسی فوقیت کی بنا پر الگ کرنا۔ اور امتاز

اور تَمَيَّزَ کے معنی دوسروں سے جدا ہونا ہے۔ اور تَمَيَّزَ بمعنی الگ ہونا اور پھٹ کر
پارہ پارہ ہو جانا (م-ق) اور تَمَيَّزَ فَلَانَ مِّنَ الْغَيْظِ محاورہ ہے۔ بمعنی فلاں شخص غصہ سے

پھٹ پڑا۔ (منجد) ارشاد باری ہے:

تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ (۱۶)

قریب ہے کہ جہنم مارے جوش کے پھٹ پڑے

(۳) انفلق، کسی نرم یا چھوٹی چیز کا پھٹ کر دو حصے ہو جانا

(۴) تصدع، پھٹ کر کئی حصوں میں بٹ جانا۔

(۵) تمیز، کسی چیز کا اندر کے جوش سے پھینا۔

ماصل، (۱) انفطر اور انفطر، لمبائی میں کسی چیز

میں پھٹ کر شکاف پڑنا۔

(۲) تشقق اور انشق، کسی چیز کا پھٹ کر دو حصے ہونا

۳۲ — پھرنا

کے لیے دَارَ، طَافَ، حَارَ، تَقَلَّبَ اور انقلب، تَكَصَّ عَلَى عَقِيْبِهِ، اِنْصَرَفَ، وَتَلَّى تَوَلَّى، اَزْتَدَّ اور اَدْبَرَ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱- دَارَ: (دَوْر) گولائی میں پھرنا۔ گھومنا۔ چکر کھانا۔ زمانہ کا پلٹا کھانا (منجد) اور دائرہ مشہور لفظ ہے۔ اس کی جمع دو اثر یعنی گردش ایام۔ زمانہ کی آفتیں اور مصیبتیں (منجد) یہ لفظ بڑے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ دَوْرَةَ کی ضد دَوْلَةٌ ہے جس سے مراد خوشحالی کا زمانہ ہوتا ہے۔ (معن) ارشادِ باری ہے:

فَاِذَا جَاءَ الْخَوْفَ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ
إِلَيْكَ تَدْوَرًا عَيْنُهُمْ كَالَّذِي
يُعْشَى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ (۲۲)

پھر جب ڈر کا وقت آئے تو تم ان کو دیکھو کہ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں۔ اور ان کی آنکھیں (اس طرح) پھر رہی ہیں جیسے کسی کو موت سے غشی آرہی ہو۔

۲- طَافَ (طوف) کسی چیز کا دوسری چیز کے گرد چکر کاٹنا (م۔ ل) کسی چیز کے چاروں طرف گھومنا یا چکر لگانا۔ اور مطاف چکر لگانے کی جگہ کو کہتے ہیں (منجد) ارشادِ باری ہے:

يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ
ان کے ارد گرد پھریں گے۔ (۵۶)

۳- حَارَ: معنی گھوم پھر کر اسی جگہ واپس آنا جہاں سے ابتدا ہوئی۔ ابن فارس کے نزدیک اس کے بنیادی معنی دو ہیں (۱) رجوع (۲) ان بیدور الشیخ دور (م۔ ل) کہا جاتا ہے حار الماء فی الغدیر۔ معنی پانی حوض میں گھومنے لگا۔ اور محور اس لکڑی کو کہتے ہیں جس کے گرد چرخ گھومتی ہے۔ یعنی چرخ کا دھرا (معن) قرآن میں ہے:

إِنَّهُ خَلَقَ أَنْ تَنْ يَخْوَرُ (۴۴) وَهُ (مجرم) خیال کرتا تھا کہ (خدا کی طرف) پھر نہ جائیگا۔

۴- تَقَلَّبَ اور انقلب: قلب حالت کا رخ موڑنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی کسی چیز کے اوپر کے حصہ کو نیچے یا اندر کے حصہ کو باہر کر دینا (منجد) اور امام راغب کے الفاظ میں ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلنا پلٹنا ہے (معن) اور تقلب اور انقلاب کے معنی خود پھرنا یا پہلی حالت کو بدلنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

(۱) قَدْ سَرَى تَقَلَّبَ وَجْهَكَ فِي السَّمَاءِ (۱۳۳) (اے محمدؐ) ہم تمہارا آسمان کی طرف منہ پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں۔

اور انقلاب کا لفظ خیر و شر دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْتَقِلِبَ پھر دوبارہ (سربارہ) نظر کر تو نظر (سربارہ) تیرے پاس ناام
إِلَيْكَ الْبَصَرُ حَايَةً هُوَ حَسِيرٌ (۶۶) اور تھک کر لوٹ آئے گی۔

اور شرکے لیے یا خیر سے واپس پھرنے کے لیے اِنْقَلَبَ عَلٰی عَقِبَيْهِ اور عَلٰی وَجْهِهِ دونوں محاورے استعمال ہوئے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

﴿۱۱﴾ اَفَاِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ اَنْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِكُمْ (۳۳)

تم اٹھے پاؤں پھر جاؤ گے؟ (یعنی مرتد ہو جاؤ گے؟)

﴿۱۲﴾ وَاِنْ اَصَابَهُ فِتْنَةٌ اِنْقَلَبَ عَلٰی وَجْهِهِ (۲۲)

اور اگر اسے کوئی آفت پڑے تو منہ کے بل ٹوٹ جائے۔

۵۔ نَكَصَ عَلٰی عَقِبَيْهِ نَكْصٌ - یعنی ہٹنا۔ اور نَكَصَ عَنِ الْاَمْرِ - یعنی کسی کام سے باز رہنا۔ رک جانا۔ اور نَكَصَ عَلٰی عَقِبَيْهِ اٹنے پاؤں پھرنا۔ پہلے کام سے ہٹ جانا (منجد) اور اس کا استعمال صرف نیک کاموں سے پھرنے کے لیے ہوتا ہے۔ (م۔ ل) گویا یہ لفظ انقلاب سے انحصار ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قَدْ كَانَتْ اٰيَاتِي تَنْتَلِيْ عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِكُمْ تَنْكُصُوْنَ (۲۳)

میری آیتیں تم کو پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تو تم اٹھے پاؤں پھر جاتے تھے۔

۶۔ اِنْصَرَفَ: صَرَفَ كَالْفَرْغِ نَكَبَ (ٹپٹھا ہونا) سے اعم ہے۔ نَكَبَ پوری تبدیلی کے لیے آتا ہے۔ یعنی الٹ دینا پلٹ دینا۔ پھیر دینا۔ جبکہ صَرَفَ رُخَ تَبْدِيْلٍ كَرْنِے اور پوری تبدیلی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ تَصْرِيفُ الرِّيَاحِ - یعنی ہواؤں کا رُخ بدلنا ہے۔ خواہ یہ تبدیلی بالکل تھوڑی سی ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَ اِذَا مَا اُنزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ هَلْ يَرٰكُمْ مِنْ اَحَدٍ ثُمَّ اَنْصَرَفُوْا (۹)

اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں (اور پوچھتے ہیں کہ) بھلا تمہیں کوئی دیکھتا ہے؟ پھر پھر جاتے ہیں۔

۷۔ وَلِيٌّ اَوْ تَوَلٰى: اَلشَّيْءُ يَاعَنِ الشَّيْءُ بِمَعْنٰى اِعْرَاضَ كَرْنًا - منہ پھیرنا۔ اَلثَّابِتُ - پھرنا۔ دَوْرٌ هُوَ اَلْمَجْدُ اور وَلِيٌّ اَلدُّبْرُ - پیٹھ دے کر پھر جانا۔ یا بھاگ جانا کے معنی میں آتا ہے۔

مَثَلًا: ﴿۱۱﴾ فَلَمَّا رَاَهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلِيٌّ مُّدْبِرًا (۲۱)

پھر جب (موسیٰ نے عصا دیکھا تو وہ) (اس طرح) ہل رہا تھا گویا سانپ ہے، تو پیٹھ دے کر بھاگے۔

﴿۲﴾ فَتَوَلٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰ قَوْمِ لَقَدْ اٰبَلَقْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ (۹)

پھر صراحت ان سے ناامید ہو کر پھر سے اور کہا کہ میری قوم! میں نے خدا کا پیغام تم کو پہنچا دیا۔

۸۔ اِرْتَدَّ: رَدَّ کے معنی کسی چیز کو قبول نہ کرنا اور واپس موڑ دینا (م۔ ق) اور مَرَدٌ و دَوْدٌ چیز ہے جو ناتاہل قبول ہونے کی وجہ سے واپس لوٹا دی جائے۔ اور اِرْتَدَّ - یعنی کسی چیز سے ناپسندیدگی کی بنا پر پھرنا۔ واپس ہونا۔ اور اِرْتَدَّ عَنْ دِيْنِهِ دین سے پھر جانا یا مرتد ہونا ہے۔ قرآن میں ہے:

(۱) قَارَتَدَاعِلَىٰ اٰثَارِهِمَا قَصَصًا۔ (۱۳/۱۳)
پھراٹے پھرے اپنے پیر پہچانتے (عثمانیؓ)
دوسرے مقام پر ہے:

(۲) وَمَنْ يَّرْتَدِدْ دِينَكُمْ عَنْ دِينِ قِيَمَتٍ
وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولَٰئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ
فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (۲۱/۲۱)

۹۔ اَدْبَرَ: دُبْرَجِ اَدْبَارًا) بمعنی پشت۔ مقعد (صند قبل) اور دَبَّرَ فَلَانٌ بمعنی فلال شخص
نے پلٹھ پھیری (معن) اور اَدْبَرَ بمعنی پلٹھ پھیر کر چلے جانا۔ ارشاد باری ہے،
ثُمَّ نَظَرَ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ثُمَّ
اَدْبَرَ وَاَسْتَكْبَرَ۔ (۲۱/۲۱-۲۲)

سبب "لوٹنا" بھی ملاحظہ فرمائیے!

ماصل

- (۱) دَارَ: گھومنا چکر کاٹنا گولائی میں پھرنا
(۲) طَافَ: کسی چیز کے چاروں طرف پھرنا۔
(۳) حَارَ: گھوم پھر کر اصل مقام پر آنا۔
(۴) تَقَلَّبَ وَانْقَلَبَ: ایک حالت سے دوسری
خلاف حالت میں مکمل تبدیلی۔
(۵) نَكَصَ عَلَىٰ عَقْبِهِ: اچھے کاموں سے بری
طرف پھرنا۔

۳۵۔ پھیرنا

کے لیے اَقْلَبَ اور قَلَّبَ، صَرَفَ، وَلَّى، رَدَّ، لَفَّطَ اور اَفْكَتَ کے الفاظ آئے ہیں۔
۱۔ اَقْلَبَ۔ قَلَّبَ: قلب ایک حالت سے دوسری حالت میں مکمل تبدیلی کو کہتے ہیں۔ اور یہ افعال
قَلَّبَ بمعنی ہیں ارشاد باری ہے:

(۱) يُعَدِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَرْحَمُ مَنْ
يَشَاءُ وَذَلِيقَهُمْ تَقْلِبُونَ (۲۱/۲۱)
(۲) وَتَقْلِبُهُمْ ذَاتَ الْاَيْمِينِ وَ
ذَاتَ الشِّمَالِ (۱۸/۱۸)

۲۔ صَرَفَ، موڑ دینا کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشاد باری ہے،
وَإِذَا صَرَفْتُمْ أَبْصَارَهُمْ تَلْقَاءُ
أَصْحَابِ النَّارِ (۲۴/۲۴)

- ۳۔ وَتُنِيْ مِنْهُ مَوْزِنًا، اعراض کرنا۔ دُور ہونا اور دور کر دینا۔ ارشادِ باری ہے:
- فَلَنُؤَلِّيْتَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا (۱۳۳)
- سوالنہ پھیریں گے ہم تجھ کو جس قبلہ کی طرف تو راضی ہے۔
- ۴۔ رَدْنَا قَابِلٌ قَبُولٍ ہونے کی وجہ سے پھیر دینا۔ کوٹنا۔ دفع کرنا۔ ارشادِ باری ہے:
- وَلَمَّا دَتَّتْ حُوتًا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوا
بِضَاعَتَهُمْ رَدَّتْ إِلَيْهِمْ (۱۳۴)
- اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا تو دیکھا کہ انکا
سزا یہ واپس کر دیا گیا ہے۔
- ۵۔ لَفَّتْ یعنی کسی چیز کو دائیں یا بائیں موڑنا۔ اور لَفَّتْ اور لَفَّتَتْ بمعنی متوجہ ہونا۔ مڑ کر دیکھنا۔
- چہرے کا رخ پھیر کر نظر کرنا۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:
- ۱) قَالُوا أَجِئْتَنَا لِنَلْفِتْنَا عَمَّا وَجَدْنَا
عَلَيْهِ آبَاءَنَا (۱۳۵)
- فزون کر رہی ہیں (اے مومنین) کیا تم ہمارے پاس آئے ہو کہ جس (راہ)
پر ہم اپنے باپوں کو پاتے تھے یہاں اس ہم کو پھیر دو؟
- ۲) وَلَا يَلْفِتْ مِنْكُمْ أَحَدًا (۱۳۶)
- تم میں سے کوئی شخص مڑ کر نہ دیکھے!
- ۶۔ أَفْكَ: بمعنی صحیح اور درست سمت سے پھیر دینا (مف) اور اَفْكَ بھوٹ اور بہتان کے معنی
- میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:
- قَالُوا أَجِئْتَنَا لِنَأْفِكَنَا عَنِ الْهَدْيِ نَا۔
وہ (قوم عاد) بولے کہ کیا تم ہمارے پاس اس لیے
آئے ہو کہ ہم کو ہمارے سمجھوڑوں سے پھیر دو۔ (۱۳۷)

ماصل (۱) نَقَلَبَ: پہلی حالت کی پوری تبدیلی اور پہلے کام سے الٹ کام کرنا۔

(۲) صَرَفَ: محض رخ پھیرنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

(۳) دَلَّى: اعراض کرنا۔ منہ موڑنا اور دُور ہونا۔

(۴) رَدَّ: ناقابل قبول ہونے کی وجہ سے کوئی چیز پھیر دینا۔

(۵) لَفَّتَ: دائیں یا بائیں موڑنا۔

(۶) أَفْكَ: صحیح رخ سے غلط رخ کی طرف پھیرنا۔

نیز دیکھیے ”منہ پھیرنا“

۳۹۔ پھسلنا۔ پھسلنا

کے لیے زَلَقٌ اور اَزْلَقٌ، مَزَلٌ اور اَمَزَلٌ۔ دَحَضٌ اور اَدْحَضٌ، هَالٌ (ہیل) اور رَاوَدٌ
کے الفاظ آتے ہیں:

- ۱۔ زَلَقٌ: بمعنی پھسلنا۔ اور اس کی ضد ثَبَّتَ آتی ہے (م۔ ل)۔ زَلَقَتِ الْقَدَمُ۔ پاؤں پھسل گیا
اور زَلَقَ يَدٌ بمعنی بدن پر تیل وغیرہ مل کر پھسلا ہٹ پیدا کرنا۔ اور مَزَلَقَ اِلَيْهِ جَسَدٌ
کہتے ہیں جہاں پھسلن ہو جائے اور قدم جم نہ سکے۔ قرآن میں ہے:
- وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَاءِ اور اس تمہارے باغ پر آسمان سے آفت بھیج دے

فَتَصْبِيحٌ صَبِيحًا زَلَقًا ﴿۱۷﴾
 تو وہ صاف میدان ہو جائے۔ (یعنی انسان پھیلنا)
 اور اَزَلَقَ کے معنی کسی کو ڈرا کر یا مکرو فریب سے پھسلانا۔ اور اَزَلَقَ بِبَصِيرَةٍ محاورہ ہے۔ معنی
 کسی کو غصہ اور تیز نظروں سے گھوڑنا۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:
 وَلَا تَيَكَّدُ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيَلْقَوْكَ
 اور کافر جب نصیحت (کی کتاب) سنتے ہیں تو
 يُولُّوْا لَكَتَيْمًا يَمُرُّ بَصُرَاتِهِمْ
 یوں لگتے ہیں کہ تم کو اپنی نگاہوں سے پھسلادیں گے۔
 (یعنی تم کو گھوگھو کر اس طرح دیکھتے ہیں کہ تم ڈر کر پھیل جاؤ۔)

۲۔ زَلَّ۔ زَلَّ بمعنی پھسلنا اور اپنی جگہ سے ہل جانا۔ اور اس کی ضد زَلَّ سَخَّ ہے (م۔ ل۔) اور بعض
 کے نزدیک اس کے معنی پھسلنا اور گر پڑنا (م۔ ق) ہیں۔ اور اس کی ضد ثَبَّتَ بھی آتی ہے
 اور قرآن کریم اسی کی تائید کرتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِنَا كَمَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ الَّذِينَ كَفَرُوا
 اور اپنی قسموں کو آپس میں اس بات کا ذریعہ نہ بناؤ
 فَتَزِلَّ قَدَمُ بَعْضِكُمْ بَعْضًا
 کہ (لوگوں کے) قدم چھنے کے بعد اکھڑ جائیں۔

اور اَزَلَّ بمعنی کسی دوسرے کو یوں پھسلانا کہ وہ اپنی جگہ سے اکھڑ جائے۔ اور زَلَّ اور اَزَلَّ دونوں
 ظاہری اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

فَازِلْهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا
 پھر شیطان نے دونوں (آدم دھوا) کو وہاں سے پھسلا
 مِمَّا كَانَا فِيهِ ﴿۱۸﴾
 دیا اور جس عیش و نشاط میں تھے اس سے ان کو نکلوا۔

۳۔ دَحَضَ اور اَدْحَضَ: دحض ہر وہ چیز جو زوال پذیر اور پھسل جانے والی ہو (م۔ ل) اور
 دَحَضَ بمعنی مذروح جانور کی طرح پٹھنا اور دَحَضَ الزَّجَلُ بمعنی آدمی کا پاؤں پھسلا یا
 اس نے ٹھوکر کھائی (معنی) اور دَحَضَتِ الْحُجْبَةُ بمعنی کسی دلیل کا باطل ہونا (منجد)
 اور اَدْحَضَ بمعنی کسی کو پھسلا دینا۔ ڈگمگا دینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَيُجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ
 اور جو کافر ہیں وہ باطل (کی سند) سے جھگڑا کرتے
 لِيُذْهِبُوا بِهِ الْحَقَّ ﴿۱۹﴾
 ہیں تاکہ اس سے حق کو پھسلا دیں۔

۴۔ ہال (ہیل) ریت یا مٹی کے تودہ سے ریت کا اوپر سے نیچے کو پھسلنا۔ اور الہیال اور
 الہیال گری ہوئی ریت کو کہتے ہیں (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَكَانَتْ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَهِيلاً ﴿۲۰﴾
 اور ہو جائیں پہاڑ ریت کے تودے پھسلتے۔

۵۔ سَاوَدَ: (سور) کلا بمعنی کسی شے کی تلاش میں گھومنا اور آنا جانا۔ اور اَرَادَ دل میں کسی
 خیال کا آنا۔ اور رَاوَدَ بمعنی دوسرے کو ہم خیال یا ہم ارادہ بنانا جبکہ پہلے ہم آہنگی نہ ہو۔
 اور اس لفظ کا استعمال بدی اور بد کاری کی ترغیب کے لیے ہوتا ہے۔ یعنی بد کاری کے لیے کسی کو
 پھسلانا اور بہکانا (معنی) ارشادِ باری ہے:

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ إِذْ رَاوَدْتَنِي
 شاہِ مِصْرَ عَمْرُوتُوسَ يَوْمَ جَاءَ بِهَا
 شاہ مصر نے عورتوں سے پوچھا کہ بھلا اس وقت کیا

يُوسُفَ عَنِ نَفْسِهِ - ہوا تھا۔ جب تم نے یوسف کو اپنی طرف بل کرنا چاہا تھا۔
 ۲۔ کہا بادشاہ نے عورتوں کو کیا حقیقت بتائی
 جب تم نے پھسلا یا یوسف کے اس کے نفس کی حفاظت (عثمانی)
 (۱۲/۵۱)

ماحصل (۱) زلق: قدم پھسلنا۔ (۴) ہمال: ریت وغیرہ کا تودے سے نیچے پھسلنا۔
 (۲) زلق: قدم پھسلنا اور اکھڑ جانا یا گر پڑنا۔ (۵) زلزلہ: کسی کو بدکاری کے لیے اس کے ارادہ سے
 (۳) دحض: پھسلنا اور کمزور ہونا۔ زائل ہونا۔ پھسلنا۔

۲۷۔ پھل

کے لیے ثمر، فَاكِه، بَجْنِي اور اُكْل کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ ثمر: بمعنی پھل۔ اس لفظ کا استعمال عام ہے۔ پھل تازہ ہو یا خشک اور کوئی بھی ہو سب پر اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اس کی جمع اثمار اور ثمرات آتی ہے۔ ارشاد باری ہے:
 فَآخِرَاجٍ بِهَا مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا
 پھر نکالے اس (زمین) سے میرے تمہارے کھانے کے واسطے (عثمانی)

لَكُمْ (۱۲/۲۱)

۲۔ فَاكِهَة: مجبور، انگور اور انار کے علاوہ باقی سب پھلوں کو فَاكِهَة کہتے ہیں اور اس کی جمع فواکہ ہے (۴-ل) اور بعض علماء کے نزدیک صرف مجبور اور انار کے علاوہ باقی سب پھل انگور سمیت فَاكِهَة ہیں۔ اور اس پر قرآن کریم کی درج ذیل آیت دلیل لاتے ہیں:

فِيهَا فَاكِهَةٌ وَتَخْلُجُ قُرْمَانًا (۱۲/۲۱)

جس کا مطلب یہ ہے کہ مجبوریں اور انار فَاكِهَة سے الگ چیزیں ہیں اور بعض فواکہ سے نکلتے ہیں اور فَاكِهَة کے معنی خوش طبعی، ہنسنے ہنسانے والا ہونا۔ اور فَاكِهَة کے معنی میوہ کھلانا بھی ہے۔ اور شیریں کلام سے کسی کو خوش کرنا بھی (منجد) اسی لیے ابن فارس کے نزدیک فَاكِهَة وہ پھل ہے جس سے لذت اور سرور حاصل ہو۔ (۴-ل) لَوَاثِمَةُ اعْلَمُ

۳۔ جَنِي: تازہ پھل۔ یعنی وہ پھل جو پک کر چھننے کے لیے بالکل تیار ہو۔ خواہ وہ ابھی درخت پر ہو یا اتارا جا چکا ہو (صفت) جَنِي کے معنی پھل چھیننا یا تازہ پھل توڑنا بھی ہے (منجد) ارشاد باری ہے:

وَجَنَاتٍ الْجَدَّتَيْنِ دَانٍ (۱۲/۵۵)

اور دونوں باغوں کے میوے قریب ہو (مجھک)

رہے ہیں۔

۴۔ اُكْل: درختوں اور پودوں کی ہر پیداوار کا وہ حصہ جو انسان کی خوراک بنے (صفت) صاحب منجد کے نزدیک اس کے معنی پھل، خوراک اور کشادہ روزی ہے۔ قرآن میں ہے:

كَمْ مَثَلٍ جَنَّةٍ كَبْرَ نَبْوَةٍ فَاصَابَهَا وَابِلٌ
 ان کی مثال ایک بارش کی سی ہے جو اونچی جگہ پر

- فَاتَتْ أَكْهَأَ ضَعْفَيْنِ (۲/۷۵) واقع ہو اس پر مینہ پڑے تو دگنا پھل لاتے۔
ماحصل؛ (۱) شمر: پھل کے لیے عام لفظ ہے۔
 (۲) فاکہتہ: کھجور اور انار کے سوا باقی پھل اور بعض کے نزدیک لذیذ پھل یا خشک میوے۔
 (۳) جَنِي: تازہ بہ تازہ اترے ہوئے یا نکتے ہوئے پھل۔
 (۴) أَكْلٌ: پھلدار، درخت یا پودے کا وہ حصہ جو انسانی خوراک کا کام دے۔

۳۸۔ پھل پکنا

کے لیے يَنْعَ اور جَنِي کے الفاظ آئے ہیں،
 ۱۔ يَنْعَ بمعنی پھل کا بالکل پک کر تیار ہو جانا۔ اور پختہ پھل کو يَانَعَةً یا مُوَفَّعَةً کہتے ہیں
 (صفت) ارشاد باری ہے:

أَنْظُرُوا إِلَى ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ (۱۱۱)
 اس کے پھل کو دیکھو۔ جب وہ پھل دیتا ہے اور اس کے پکنے کو بھی دیکھو۔

۲۔ جَنِي: جنانی جینی۔ لغوی طور پر پکے ہوئے پھل کو توڑنے اور اسے چننے کے معنوں میں آتا ہے (صفت منجد) لیکن قرآن میں یہ لفظ دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔ تو درختوں پر لگے ہوئے پکے اور اترنے کے قابل پھل کے لیے استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَجَنَّاتٍ أَلْبَتَيْنِ دَانٍ (۵۵)
 اور ان دونوں باغوں کے میوے جھک رہے ہیں۔
 دوسرے مقام پر ہے:

وَهِيَ زَايَاتٌ يَبْدُجُ النَّخْلَةَ
 تَسَاقُطُ عَلَيْكَ رَطْبًا جَلِيًّا (۱۹)
 اور درخت کے تنے کو اپنی طرف زور سے ہلاؤ۔ تو پکی کھجوریں بھڑ پڑیں گی۔
ماحصل؛ (۱) يَنْعَ: پھل کا پک کر تیار ہو جانا۔

(۲) جَنِي، اتنا پک جانا کہ اگر چنانہ جائے تو از خود درخت سے گر پڑے یا پھل کو توڑنا اور چھیننا۔
 چھوٹا سیلے دیکھیے ”چشمہ چھوٹنا“

۳۹۔ پھونکنا پھونک مارنا

کے لیے نَفْحٌ، نَفَسٌ اور أَطْفَأَ (طَفَأَ) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ نَفْحٌ: نَفْحٌ بمعنی پیٹ کا پھولنا اور منفوخ بڑے پیٹ والے یا موٹے آدمی کو کہتے ہیں اور نَفْحٌ بمعنی کسی جسم میں پھونک مار کر ہو داخل کرنا (م-۱) اور صاحب منجد کے نزدیک نَفْحٌ کے معنی صرٹ پھونک مارنا ہے۔ اور منفاخ کو ہار کی دھونکنی کو کہتے ہیں قرآن میں ہے:
 فَأَنْفَعُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا يَأْتِي
 پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ خدا کے حکم سے

اللہ (۲۹) (سج) کا پرندہ ہو جاتا ہے۔
 ۲۔ نَقَرَ: بمعنی کسی بچنے والی چیز میں پھونک مار کر بجانا۔ اور ناقور ہر وہ چیز ہے جو کھڑی اور اندر سے خالی ہو۔ مثلاً نرسنگا، بگل، صُور یا کوئی بجانے کی چیز (مف) قرآن میں ہے:

فَإِذَا نَقَرْتُمُ النَّاقُورَ (۲۹) تو جب صُور میں پھونکا جائے گا۔
 ۳۔ نَفَثَ: کے معنی تھکانا۔ تھوڑا سا اُگلنا (فل ۱۹۰) جھاڑ پھونک کر نایا زہر اُگلنا (مف) اور نَفَثُ الدَّمِ اس بیماری کو کہتے ہیں جس میں تھوک کے ساتھ کچھ خون بھی آتے۔ قرآن میں ہے:

وَمِنْ سِرِّ النَّفَثَاتِ فِي الْعُقَدِ۔ (۱۱۳) اور گندوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والیوں کی برائی سے (سے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں)
 ۴۔ اَطْفَأَ: طَفَأَتِ النَّارُ بمعنی آگ کا بجھنا۔ اور اَطْفَأَ بمعنی پھونک سے بجھانا (مف) اور چراغ یا روشنی گل کرنے کے لیے بھی یہی لفظ استعمال ہوتا ہے (ن-ل ۱۳۲) اِشْرَاقُ بَارِيءٍ يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ (یہ چاہتے ہیں کہ خدا کی ہدایت کی روشنی کو مرنے سے بَانُوا هَيْمًا (۱۱) پھونک مارنا۔ عام استعمال ہے۔ اور بعض کے نزدیک کسی جسم میں پھونک مارنا۔

(۲) نقر: کسی بچنے والی یا اندر سے خالی چیز میں پھونک مارنا۔
 (۳) نفث: تھکانا۔ جھاڑ پھونک کرنے والے کا پھونک مارنا۔
 (۴) اطفأ: پھونک مار کر چراغ گل کر نایا آگ بجھانا۔
 پھیلانے کے لیے دیکھئے ”بکھڑنا“

۴۰۔ پھیلانا

کے لیے ذَرَأَ، مَدَّ، دَسَخَ اور طَخَى، نَشَرَ، بَسَطَ اور بَسَّطَ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ ذَرَأَ: ذَرَعٌ ہر وہ چیز جو بولٹی جائے اور کھیتی باڑی کی جائے (م-ل) اور ذَرَأَ الْآدَمُ بِمَعْنَى زَيْدٍ مَبْنِيٍّ وَالدُّنَا (مجد) اور صاحبِ ملتھی اللارب اس کے معنی پیدا کرنا اور بڑھانا یا پھیلانا لکھتے ہیں (م-ل) اور اسی سے ذَرِّيَّةٌ ہے جس کا اطلاق جن اور انسان دونوں کی اولاد پر ہوتا ہے۔ اور قرآن کریم بھی صاحبِ ملتھی اللارب کے معنی کی تائید کرتا ہے مثلاً:

(۱) صرف پیدا کرنے کے معنی ہیں،
 وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ (۱۴۹)
 اور ہم نے بہت سے جن اور انسان دونوں کے لیے پیدا کیے ہیں۔

(۲) پھیلانا یا بڑھانا کے معنی میں،
 قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي

- ۱- اَلْاَرْضُ وَاللَّهُ نَحْشُرُونَ (۲۶) اسی کے دُور و تم جمع کیے جاو گے۔
- ۲- مَدَّ کسے چیز کو لمبائی میں کھینچ کر پھیلانا اور لمبا کر دینا (م.ل)۔ (معن) گویا مَدَّ کے معنی لمبا کرنا اور پھیلانا ہے۔ ارشادِ باری ہے:
- الْمَقْرَأِ إِلَى رَبِّكَ كَيْفَ
مَدَّ الظِّلَّ (۲۵)
- ۳- دَحَىٰ اور طَحَىٰ؛ یہ دونوں حقیقتاً ایک ہی لفظ ہیں۔ صرف لہجہ یا علاقائی لغت کا فرق ہے۔ اور اس کا معنی دُور دور تک پھیلا دینا ہے۔ اس کی تفصیل پچھانا میں گزر چکی ہے۔
- ۴- نَشَرَ کے معنی کسی چیز کو پھیلانا، خیر مشہور کرنا (م.ل) اور اس کی ضد طَوَىٰ بمعنی لپیٹنا ہے۔ کہتے ہیں نَشَرَ الْکِتَابِ ثُمَّ طَوَيْتَهُ میں نے کتاب کھولی پھر بند کر دی۔ ارشادِ باری ہے:

وَهُوَ الَّذِي يَنْزِلُ الْغَيْثَ مِنْ سَّمَاءٍ
بَعْدَ مَا قُنُطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ۔
(۲۲)

اور وہی تو ہے جو لوگوں کے ناامید ہونے کے بعد
بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت (یعنی بارش کی برکت)
کو پھیلا دیتا ہے۔

- ۵- بَسَطَ کے معنی کسی چیز کو کھولنا، پھیلانا اور وسیع کرنا ہے۔ اور بساط کے معنی وسیع زمین بھی ہے۔ اور وسعت بھی (معن) اور اس کی ضد قبض بھی آتی ہے (۲۵) اور قدر بھی۔
- ارشادِ باری ہے:

اللَّهُ يَنْزِلُ الرِّيحَ فَتُبْرِجَاجًا
فَيَبْسُطُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ۔
(۳۸)

خدا ہی تو ہے جو ہواؤں کو جلاتا ہے تو وہ بادل کو
اُبھارتی ہیں۔ پھر خدا اس کو جس طرح چاہتا ہے
آسمان میں پھیلا دیتا ہے۔

- ۶- بَثَّ، بمعنی پراگندہ کرنا اور کھینچنا۔ اور بَثَّ پراگندگی کا حال اور سخت غم کو بھی کہتے ہیں (مغبد)
گویا بَثَّ پھیلانا کے معنوں میں یوں استعمال ہوتا ہے کہ اس چیز کے اجزاء بکھرے ہوئے
ہوں۔ جیسے گرد وغبار (۲۶) یا شمع کے پرنالے (۱۱) ارشادِ باری ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّ الَّذِي
خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ
مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا
كَثِيرًا وَنِسَاءً (۴)

لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے
پیدا کیا۔ اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے
کثرت سے مرد اور عورت (پیدا کر کے) تو نے زمین پر
پھیلا دیے۔

- مَصل (۱) ذَرَأَ، بمعنی پیدا کرنا اور پھیلانا۔ (۴) نَشَرَ، اُطَّحْنَا، پھیلانا اور مشہور کرنا۔
- (۲) مَدَّ؛ پھیلانا اور لمبا کرنا۔ (۵) بَسَطَ؛ کھولنا۔ پھیلانا اور وسیع کرنا۔
- (۳) دَحَىٰ اور طَحَىٰ، دُور دور تک پھیلانا (۶) بَثَّ، اس طرح پھیلا کر اسکے اجزاء پراگندہ اور کھڑے ہونا۔

۴۱۔ پھینکنا

کے لیے نَبَذَ، طَرَحَ، رَجَعَهُ، رَمَى، قَذَفَ اور جَفَأَ کے الفاظ آتے ہیں۔
۱۔ نَبَذَ: بمعنی کسی چیز کو درخور اعتنائے سمجھتے ہوئے پھینک دینا۔ کسی چیز کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسے پس پشت ڈال دینا (معنی۔ فل۔ ۱۹۰) ارشاد باری ہے:
أَوْكَلْنَا عَهْدًا وَعَهْدًا نَبَذَهُ فَرِيقٌ
ان لوگوں نے جب کبھی (خدا سے) عہد واثق کیا تو
ان میں سے ایک فریق نے اسکو (بے پرواہی سے)
مَنْهُمْ (۱۲۰)

پھینک دیا۔

۲۔ طَرَحَ: کسی چیز کو فالتو اور ردی سمجھ کر پھینک دینا۔ لوگوں کی نظروں سے بچا کر کہیں دُور پھینکنا (معنی) کہتے ہیں رَأَيْتُهُ مِنْ طَرَحٍ میں نے اسے دُور سے دیکھا۔ اور طَرُوحٌ دوز دراز مقام کو۔ اور الطَرَحُ اس چیز کو کہا جاتا ہے جو فالتو سمجھ کر پھینک دی جائے۔ قرآن میں ہے:
أَقْبَلُوا يَؤُسُفَ أَوْ اطْرَحُوهُ أَرْضًا
مارڈالو۔ یا کسی ملک میں پھینک آؤ، پھر ابائی تو بہ
يَخْلُ لَكُمْ وَجْهَ أَبِيكُمْ (۱۲۱)
صرف تمہاری طرف ہو جائے گی۔

۳۔ رَجَعَهُ: پتھر، کنکر پھینک کر کسی کو ہلاک کرنا اور جان سے مار ڈالنا، سنگسار کرنا (فل۔ ۱۸۹)
قرآن میں ہے:

إِنَّهُمْ لَمَنْ يَنْظُرُونَ وَعَلَيْكُمْ بَرَجُومٌ
اگر وہ تم پر دسترس پالیں گے تو تمہیں سنگسار کر دیں گے
أَوْ يُعِيدُوكُمْ فِي بِلْدَتِهِمْ (۱۲۱)
یا پھر اپنے مذہب میں داخل کر لیں گے۔

۴۔ رَمَى، قَذَفَ، دونوں الفاظ قریب المعنی ہیں۔ دونوں کے معنی کنکر، پتھر وغیرہ دُور پھینکنا یا دُور سے پھینکنا (معنی) ان میں بنیادی فرق یہ ہے کہ رَمَى عام طور پر مادی اشیا کے پھینکنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ
اور (مے محمد) جس وقت تم نے کنکر یاں پھینکی تھیں تو
وَهُ تَمَّ نَزَلَتْ عَلَيْكُمْ بِرِجْمَتِهِمْ
وہ تم نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں۔
رَمَى (۱۲۱)

اسی سے رمی الجمار کی شرعی اصطلاح بھی اس معنی میں استعمال ہوتی ہے کہ حاجی لوگ منیٰ میں دور سے شیطانوں پر کنکر یاں مارتے ہیں۔ اور قَذَفَ کا لفظ معنوی طور پر استعمال ہوتا ہے، جیسے حَذَفَ مشہور شرعی اصطلاح ہے یعنی کسی پر بد کاری کا الزام یا تہمت لگانے

کی حد اسی معنی میں قرآن کریم میں ہے:

وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّجُوبَ
اور اللہ نے ان کے دلوں میں دہشت ڈالی تو کتنوں
كَمْ تَمَّ قَتْلُ كَرِيْمٍ كَرِيْمٍ
کو تم قتل کر دیتے تھے اور کتنوں کو قید کر لیتے تھے۔
قَرِيْبًا تَقْتُلُوْنَ وَيَأْسُرُوْنَ قَرِيْبًا (۲۳)

لیکن بعد میں یہ دونوں الفاظ ہم معنی استعمال ہونے لگے۔ چنانچہ قرآن کریم میں رمی کا استعمال معنوی طور پر بھی ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَمَنْ يَكْسِبْ حَظِيئَةً أَوْ اِثْمًا
ثُمَّ يَرِهِ بِهِ بَرِيًّا فَتَدَّ اِحْتَمَلْ
بُهْتَانًا وَاَوْ اِثْمًا مَبِينًا ﴿۴۱﴾

اسی طرح قذف کا استعمال قرآن کریم میں مادی اشیاء کے لیے بھی ہوا ہے۔ مثلاً:
وَلَكِنَّا حَمَلْنَا اَوْ زَارًا مِنْ زِينَتِنَا
الْقَوْمِ فَفَقَدْنَا هُنَا ﴿۴۲﴾

۶۔ جفاء: الجفاء یعنی وہ کوڑا کرکٹ جو وادی کے دونوں کناروں پر رہ جاتا ہے یا ہانڈی کا میل کھیل جو اُبال آنے سے ادھر ادھر گر جاتا ہے، کہا جاتا ہے اَجْفَاتِ الْقَدْرِ مِنَ بَدَهَا یعنی ہنڈی نے اپنا اُبال پھینک دیا۔ قرآن میں ہے:

فَاَمَّا الذَّبِيذُ فَيَذُفُ جُفَاءً۔ اور وہ جو جھاگ ہے وہ جاتا رہتا ہے سوکھ کر (یعنی

دریا سے کناروں پر پھینک دیتا ہے تب بدین وہیں خشک ہو کر جم جاتا ہے) ﴿۴۳﴾

ماہصل (۱) نَبَذَ: کسی چیز کو درخور اعلانہ سمجھتے ہوئے پس پشت ڈال دینا۔

(۲) طَوَّحَ: فالتواور ردی چیز سمجھ کر پھینکنا۔

(۳) رَجَعَهُ، وُور سے پتھر نکلنا یا مار کر ہلاک کرنا سنگسار کرنا۔

(۴) دُمِي: دور پھینکنا یا دور سے پھینکنا

(۵) قَذَفَ: اور ان کا استعمال ظاہری اور معنوی دونوں طرح ہوتا ہے۔

(۶) جَفَأَ: دریا کا اپنے جھاگ یا ہنڈی یا اپنے اُبال کو کناروں پر پھینکنا۔

۴۲۔ پیاسا۔ پیاسا ہونا

کے لیے ظَمَانٌ، وَزْدٌ، هَيْتَمٌ اور كَهْمَتٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ظَمَانٌ: ظَمًا بمعنی پیاسا ہونا۔ اور ظَمًا بمعنی پیاس۔ اور ظَمًا کا لفظ عَطَشٌ بمعنی

پیاس سے اگلا درجہ ہے (فل ۱۶۲) اور ظَمَانٌ اسمِ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بمعنی ایسا شخص جو

پیاس سے بے قرار ہو رہا ہو۔ بہت پیاسا۔ قرآن میں ہے:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا اَسْمًا لَهُمْ كَسْرًا
بِقِيَعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمَانُ مَاءً۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا۔ ان کے اعمال کی مثال

ایسی ہے) جیسے سراب (میدان میں ریت) کہ

پیاسا سے پانی سمجھے۔ ﴿۲۴﴾ (۳۹)

۲- وَرْدٌ، وہ پیسا آدمی یا قافلہ جو پانی کی تلاش میں نکل کھڑا ہو (معت) اور وَرْدٌ کے معنی پانی پینے کے لیے گھاٹ پر پہنچا (۱۹) اور وَرْدٌ کے معنی گھاٹ (۱۹) اور وَرْدٌ بھی گھاٹ کو کہتے ہیں وَرْدٌ کی ضد صَدْرٌ ہے معنی پانی پی لینے کے بعد واپس ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

وَنَسُوهُ الْمُحْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ
وَرْدًا (۱۹)

لے جائیں گے۔

۳- هَيْمٌ (الهیام) انتہائی شدت کی پیاس (م-ل)۔ ذل (۱۶۲) اور هَامٌ معنی سخت پیاسا ہونا (منجد) اور هِيَامٌ اونٹ کی ایک بیماری ہے جس میں اونٹ سخت پیاسا رہتا ہے۔ اور هَيْمٌ وہ سخت پیاسا اونٹ جسے پیاس نہ بچھنے کی بیماری لگی ہو ارشادِ باری ہے:

فَنَشَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ
فَنَشَارِبُونَ شَرِبَ الْهَيْمِ (۲۵)

اور اس پر کھولتا ہوا پانی پیو گے اور پیو گے بھی تو اس طرح جیسے پیاس کی بیماری والے اونٹ پیتے ہیں۔

۴- لَهَثٌ، سخت پیاس کی وجہ سے زبان باہر نکالنا اور ہانپنا۔ اور بعض کے نزدیک یہ لفظ درماندگی اور پیاس دونوں کے مجموعہ پر بولا جاتا ہے (معت) اور لَهَثٌ سخت پیاس کو اور لہات اس پیاس کو کہتے ہیں جو اندرونی گرمی کی وجہ سے ہو (ق-م) ارشادِ باری ہے:

فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِذَا تَحَمَّلَ
عَلَيْهِ يَلْهَثُ أَوْ تَرَكَهُ يَلْهَثُ

تو اس کی مثال کتے کی سی ہے کہ اگر تو اس پر بوجھ لائے تو زبان نکالے رہے اور اگر یوں ہی چھوڑ دے تو بھی زبان نکالے رہے۔

(۲۶)

ماصل: (۱) ظَمَانٌ: پیاس سے بقیار۔ (۲) هَيْمٌ: ایسا سخت پیاسا جس کی پیاس بچھنے میں آئے (۲) وَرْدٌ جو پیمانے کی تلاش میں چل کھڑا ہو۔ (۳) لَهَثٌ: سخت پیاس کی وجہ سے زبان کا باہر نکل آنا۔

۲۳- پیسا

کے لیے اَكْوَابٌ، كَأْسٌ، سَقَايَةٌ اور صُؤَاعٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- اَكْوَابٌ، كُؤَبٌ کی جمع ہے۔ اور كُؤَبٌ ایسے پالے کو کہتے ہیں جس کے دستی نہ ہو (گلاس وغیرہ) اور اگر دستی والا ہو تو اسے كُؤُزٌ کہتے ہیں (ذل ۳۰) اور اگر دستی اور ٹوٹی دونوں ہوں تو وہ اَبْرِيْقٌ ہے۔ جس کی جمع اَبَارِيْقٌ آتی ہے۔ یعنی ٹوٹا یا جگمگ وغیرہ۔

۲- كَأْسٌ: مشروب بھرا ہوا پیالہ۔ جام۔ پھلکتا جام۔ اور اگر اس میں مشروب نہ ہو تو وہ قَلْحٌ ہے۔ (ف-ل-۲۰) کاس عموماً شراب سے بھرے ہوئے پیالہ کو کہتے ہیں۔ اور کاس کا معنی

شراب بھی ہے (منجد) ارشادِ باری ہے:

يَطْوُونَ عَلَيْهِمْ وِلْدَانَ فِجْدُونَ
يَا كُؤَابَ وَآبَارِيْقَ وَكَأْسٍ مِّنْ

نوجوان خدمت گزار جو ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہیں گے اس پاس پھرں گے یعنی آنکھ لگائے اور آواز

- مَعِينِ (۵۶)
- ۳۔ سَقَايَةٌ: سستی یعنی پانی پلانا یا کوئی مشروب پیش کرنا۔ اور سَقَايَةٌ پانی پلانے کو بھی کہتے ہیں اور پینے کے برتن کو بھی (مف) کوئی ساپینے کا برتن۔ قرآن میں ہے:
- فَلَمَّا جَمَعَتْهُمْ بِجَهَنَّمَ جَعَلُوا فِيهَا سِقَايَةً فِي رَحْلِ أَخِيهِ (۱۲)
- شیتے میں گلاس رکھ دیا۔
- ۴۔ صُوعٌ اور صُوعٌ یعنی پانی پینے کا پیالہ ج صیغان (منجد) اور یعنی پانی پینے کا برتن جو سونے یا چاندی کا ہو۔ اگر کالج کا ہو تو اسے قدح، لکڑی کا ہو تو عَشٌّ، چمڑے کا ہو تو عِلْبَةٌ اور مٹی کا ہو تو مرکن کہتے ہیں (الجمال والکمال سلیمان منصور پوری ص ۱۷۴) واضح رہے کہ یہ لفظ صاع (یعنی پیمانہ معروف) سے مشتق نہیں (ارشادِ باری ہے:
- قَالُوا نَفَقْدُ صُوعَ الْمَلِكِ (۱۳) وہ بولے کہ بادشاہ (کے پانی پینے) کا گلاس ہمیں بھیجے گا۔
- ماصل: (۱) کوب: بغیر سستی کے پیالہ۔ (۲) سَقَايَةٌ: پانی پینے پلانے کا پیالہ یا برتن۔
- (۲) کاس: مشروب بھرا ہوا پیالہ۔ شراب کا جام۔ (۳) صُوعٌ: پانی پینے کا پیالہ یا گلاس جو سونے یا چاندی کا ہو۔

۴۴ پیپ

- کے لیے غَسْلِينَ، غَسَّاقٌ اور صَدِيدٌ کے الفاظ آئے ہیں۔
- ۱۔ غَسْلِينَ: غَسَّلَ کے معنی کسی چیز کو پانی سے پاک کرنا اور میل کچیل ڈور کرنا۔ اور غَسَّلَ ہر وہ چیز ہے جس سے کسی چیز کو دھویا یا میل کانی جائے (منجد) اور غَسْلِينَ میلے کچیلے اور گندے پانی یا دھوون کو کہتے ہیں اور زخموں کے دھوون کو بھی جس میں پیپ، خون اور میل کچیل شامل ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:
- وَلَا طَعَامٌ لِّلْأَمِنِّ غَسْلِينَ لَا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِطُونَ (۶۹)
- گنہگاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتے گا۔
- ۲۔ غَسَّاقٌ، غَسَّاقٌ کا ترجمہ عموماً پیپ یا ہتھی پیپ کر لیا جاتا ہے۔ صاحب منجد، فقہ اللغۃ اور منتہی الادب سب نے اس نے معنی ٹھنڈا اور بدبودار پانی بتلائے ہیں۔ اور صاحب مقایس اللغۃ نے اس کے معنی مَا تَقَطَّرُ مِنْ جُلُودِ أَهْلِ النَّارِ یعنی جو کچھ دوزخوں کی جلدوں سے قطرہ قطرہ کر کے گرے گا۔ لکھے ہیں (م۔ ل) قرآن کریم میں غَسَّاقٌ کا لفظ دو مقامات حمیم کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے معنی ٹھنڈا اور بدبودار پانی، ہی زیادہ مناسب ہے۔ دائرہ علم۔ اب ان کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:
- (۱) إِلَّا حَيِّمًا وَغَسَّاقًا۔ (۲) مگر گرم پانی اور ہتھی پیپ (جاندھری)
- (۲) مگر گرم پانی اور ہتھی پیپ (عثمانی) (۲۵)

(۲) هَذَا أَفْلَيْدٌ وَمَوْءُ حَبِيمٌ وَعَسَائٌ (۲۸) یہ کھولتا ہو اگر گرم پانی اور پیپ (ہے) اب اس کے مزے چکھیں (جالدھریؒ)

(۲) یہ ہے۔ اب اس کو چکھیں گرم پانی اور پیپ (عثمانیؒ)

۲۔ صدید: امام راغب کے نزدیک اس کے معنی پیپ جو گوشت اور چمڑے کے درمیان حاصل ہو جاتی ہے، "مغ" اور یہ غالباً صدک کے معنی کے لحاظ سے تعریف کی گئی ہے۔ صاحب منجد اس کے معنی "خون ملی پیپ یا مچھلو،" لکھتے ہیں۔ اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اور صاحب فقہ اللغة اس کے معنی "زخم میں پانی اور خون کی آمیزش لکھتے ہیں (ف۔ ل۔ ۱۱۸) ارشاد باری ہے: مِنْ وَرَائِهِ جَهَنَّمُ وَيُسْقَى مِنْ تَحْتِهِ دَرَنٌ هُوَ - اور اُسے پیپ کا پانی دیا جائے گا۔

مآءٌ صَدِيدٌ (۳۱) غلین: زخموں کا دھوون، خون پیپ اور میل کچیل کا ملا جلا مجموعہ۔

(۲) غساق: بدبودار ٹھنڈا پانی یا ہتی ہوئی پیپ۔

(۳) صدید: پیپ، خون اور پانی کی آمیزش کیلئے۔

۲۵۔ پٹیٹہ لشت

کے لیے ظہر، دُبر اور صلب کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ظہر: مقعد کے اوپر گردن تک پچھلا بیرونی حصہ (مغ) اور اس کی جمع ظہود آتی ہے۔ قرآن میں ہے:

فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ وَرَأَىٰ ظَهْرَهُ (۲۹) اور جس کا نامہ اعمال اس کی پٹیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا۔

۲۔ دُبر: یعنی مقعد اور ہر چیز کا پچھلا حصہ (مغ) جمع ادبار اور اس کی ضد قُبْل ہے۔ دُبر اور ادبار بعد یا پیچھے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ دبر الصلوة اور ادبار السجود (۳۰) کے معنی بعد از نماز ہے۔ اسی طرح وَاتَّبِعْ أَذْيَارَهُمْ (۳۱) کا معنی اور خود ان کے پیچھے چلے ہے۔ گویا دُبر کا لفظ ظہر سے زیادہ وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے: سَيَهْرَمُ الْجَمْعُ وَيُولُونَ الدُّبُرَ - عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پٹیٹھ پھر کر بھاگیں گے۔

۳۔ صلب: صلب العظم یعنی ہڈی سے چربی نکالنا۔ اور صلب ریڑھ کی ہڈی کی چربی اور گودا کو کہتے ہیں (منجد) اور چونکہ یہ ہڈی پشت کے درمیان ہوتی ہے لہذا اس کا ترجمہ پشت یا پٹیٹھ ہی کر لیا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

يَخْرُجُ مِنَ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ (۳۲) جو پٹیٹھ اور سینے کے بیچ میں سے نکلتا ہے۔

- ماصل**؛ (۱) ظہور کسی جاندار کا مقصد سے لے کر گردن تک کا پھیلا ہوا حصہ۔
 (۲) دُبر؛ مقعد اور ہر چیز کا پھیلا حصہ۔
 (۳) صُلْب؛ ریڑھ کی ہڈی۔ چربی گودا وغیرہ سمیت۔ پشت۔

۴۶۔ پیچھا کرنا

کے لیے اِتَّبَعَاءُ، حَقَّصٌ اور اَتَّبَعَ کے الفاظ آتے ہیں۔

- ۱۔ اِتَّبَعَاءُ؛ بَنِي مَعْنَى دُھونڈنا، طلب کرنا۔ چاہنا۔ اور اِتَّبَعَاءُ کے معنی مطلوبہ چیز کو دُھونڈنا اور اس کا پیچھا کرنا۔ ارشادِ باری ہے:
- وَلَا تَتَّبِعُوا فِي اِتَّبَعَاءِ اَلْقَوْمِ (۱۳۳)
- اور کفار کے پیچھا کرنے میں سستی نہ کرنا۔
- ۲۔ حَقَّصَ؛ پیچھے پیچھے چلنا، کسی نشان کا پیچھا کرتے چلے جانا (معنی) قرآن میں ہے:
- وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّیْهِ (۲۸)
- اور (موسیٰ کی ماں نے) اس کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے چل جا۔

۳۔ اَتَّبَعَ کسی کا پیچھا کرنا اور اُس کو جا لینا (معنی) قرآن میں ہے:

فَاتَّبَعُوهُمْ مَشْرِقِينَ فَلَمَّا تَرَاءَ الْجَحْمِیْنَ قَالَ اصْحَبْ مُوسَى اِنَّا لَمُدْرِكُوْنَ (۲۶)

تو انہوں نے سورج نکلنے (یعنی صبح کو) اُن کا تعاقب کیا۔ جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں تو موسیٰ کے ساتھی کہنے لگے، ہم تو پکڑ لیے گئے۔

ماصل؛ (۱) اِتَّبَعَاءُ؛ کسی مطلوب چیز کو دُھونڈنا اور اس کا پیچھا کرنا۔

(۲) حَقَّصَ؛ کسی نشان کا تتبع کرتے چلے جانا۔ (۳) اَتَّبَعَ؛ پیچھا کرنا اور جا لینا۔

۴۷۔ پیچھے

کے لیے بَعْدُ، وَّرَاءَ، خَلْفَ اور اَدْبَارَ کے الفاظ آتے ہیں۔

- ۱۔ بَعْدُ؛ بمعنی پیچھے۔ بعد ازاں۔ یہ ظرفِ زمان ہے (مخبر) اور اس کی ضد قبل بمعنی پہلے ہے:
- ثُمَّ بَعَثْنَاكُمْ مِنْ بَعْدِ هَوَاتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (۲۵)
- پھر موت آ جانے کے بعد ہم نے تم کو از سر نو زندہ کر دیا تاکہ تم احسان مانو۔
- ۲۔ اَدْبَارَ؛ دُبر ہر چیز کے پچھلے حصہ کو کہتے ہیں اور اس کی ضد قبل ہے۔ اور یہ پیچھے کے معنوں میں بطور ظرفِ زمانی متصل استعمال ہوتا ہے۔ یعنی کسی کام کے ختم ہونے کے ساتھ ہی یا فوراً بعد اور دبر الصلوٰۃ کے معنی بعد از نماز ہے (جمع ادبار) ارشادِ باری ہے:
- وَمِنَ اللَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُودِ۔ اور رات کے بعض اوقات میں بھی اہد نماز کے بعد جی اس (کے نام کی) تہنیز یہ کیا کرو۔ (۵)

اور سادہ ہار کے معنی کسی چیز کا پیڑھ دے جانا اور غائب ہو جانا۔ چنانچہ دوسرے مقام پر ارشاد باری ہے،

وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبَّحَهُ وَادَّ بَارَ الْكُفْرِ
اور رات کے بعض اوقات میں بھی اور ستاروں کے
غروب ہونے کے بعد بھی اس کی تزیین کیا کرو۔ (۳۶۹)

اس آیت میں نصاحت یہ ہے کہ اِدَّ بَارَ کے ساتھ اَدَّ بَارَ کا مفہوم بھی آ گیا ہے۔

۳۔ خلفت: بمعنی پیچھے اور اس کی ضد بین یدین یعنی سامنے ہے، وقت یا قریب ہے اور یہ بھی ظرف زمان و مکان دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ ظرف زمانی کی صورت میں بین یدین کے معنی موجودہ اور مکافے صورت میں سامنے ہو گا۔ ارشاد باری ہے:

(۱) زَمَانِ كَيْسٍ، فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا
اور اس قصے کو اس وقت کے لوگوں کے لیے اور جو
بعد میں آنے والے تھے، عبرت بنا دیا۔ (۳۶۶)

۴۔ مکان کے لیے:

لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ
اس کے آگے اور پیچھے خدا کے چوکیدار ہیں جو خدا کے
خلفہ۔ يَحْفَظُونَ لَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ (۳۶۳)
حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

۴۔ وِرَاءَ، بمعنی پیچھے یا آگے (لغت اضداد) مذکور و موش ہے (منجد) اور ظرف زمان و مکان
دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اب اس کی مثالیں دیکھیے:

(۱) بمعنی پیچھے ظرف مکان:

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَّرَآءِ
جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے (باہر سے) آواز دیتے
الْحُجُرَاتِ (۳۶۸)
ہیں۔

(۲) پیچھے ظرف زمان:

فَبَشِّرْهُمَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَّرَآءِ إِسْحَاقَ
تو ہم نے اس کو اسحاق کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی
يَعْقُوبَ (۳۶۷)

(۳) بمعنی آگے مکان:

وَكَانَ وَّرَآءَهُمْ مَلِكٌ يَلْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ
اور ان کے سامنے (کی طرف) ایک بادشاہ تھا۔ جو
غَضَبًا (۳۶۹)
ہر ایک کشتی کو زبردستی چھین لیتا۔

پھر یہ لفظ کبھی سوا یا علاوہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَمَنْ ابْتغَى وَّرَآءَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ
اور جو ان کے سوا اور ان کے طالب ہوں (خدا کی
هُمُ الْعَادُونَ (۳۶۵)
مقرر کی ہوئی حد سے نکل جانے والے ہیں۔

اور وِرَاءَ الْإِنْسَانِ بمعنی پڑا ہے۔ جیسا کہ اوپر مثال ملے سے بھی واضح ہے۔ گویا وِرَاءَ کے معنی
پرے سے۔ اس پار یا اس پار۔ ادھر یا ادھر۔ اور یہ زمانی بھی ہے اور مکانی بھی۔ جیسا کہ درج ذیل

آیت سے واضح ہے،

فَاِذَا سَجَدًا وَقَلْبِكُمْ نَوَّارًا
وَرَأَيْتُمْ كَمْ وَتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَى لَمْ
يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكُمْ (۱۳۳)

جب وہ سجدہ کر چکیں تم سے پے ہو جائیں پھر دوسری
جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی (ان کی جگہ) آئے
اور تمہارے ساتھ نماز ادا کرے۔

مآصل: (۱) بَعْدُ: ظرف زمانی (ضد قبل۔ یعنی پہلے) زمانہ یا وقت کے لحاظ سے۔
(۲) اَدْبَارَ: ظرف زمانی متصل (ضد قبل) یعنی فوراً بعد۔

(۳) خَلْفَ: ظرف زمانی اور مکانی۔ ضد بین یدین (زمانی کی صورت میں بین
ایدی کے معنی اس وقت کے موجود لوگ۔ اور مکانی کی صورت میں سامنے)۔

(۴) وَرَاءَ: خود ذمی الاضداد سے ہے۔ یعنی آگے یا پیچھے یا اس طرف یا اس طرف۔ (دھر یا ادھر۔ اس پار یا
اس پار۔ اس کے علاوہ۔)

۲۸۔ پیچھے آنا

کے لیے خَلْفَ اور خِلْفَةً، اَرْدَفَ اور تَلَّى (تلو) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔
۱۔ خَلْفَ، سَلَفَ کی ضد ہے اور ظرف زمانی کے طور پر آتا ہے۔ یعنی بعد میں آنا۔ قائم مقام
ہونا۔ جانشین ہونا (منجد) اور خَلْفٌ عموماً نالائق اور نااہل جانشین کے لیے آتا ہے۔ ارشاد
باری ہے:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ
اَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّمُوتَ
فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ عَذَابًا (۱۹)

پھر ان کے بعد چندنا خلفت ان کے جانشین ہوئے۔
جنہوں نے نماز کو چھوڑ دیا (جیسے) کھو دیا۔ اور غواہت
نفسانی کے پیچھے لگ گئے۔ سو عقرب ان کو گراہی
(کی سزا) ملے گی۔

اور خِلْفَةً کے معنی دو چیزوں کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا جانا۔ پہلا دوسرے کے پیچھے،
دوسرا پہلے کے پیچھے۔ یکے بعد دیگرے آتے جاتے رہنا۔ (منجد) ارشاد باری ہے:
وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ
خِلْفَةً (۲۵)

اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے
کے پیچھے آنے (جانے) والا بنایا۔

۲۔ اَرْدَفَ، اَرْدَفَ بمعنی کسی کے پیچھے سوار ہونا اور اَرْدَفَ ایک سوار کے پیچھے دوسرے سوار کو کہتے
ہیں (منجد) ایک چیز کے بعد اسی طرح کی دوسری چیز کا آنا۔ اور اَرْدَفَ بمعنی ایک چیز کے بعد
اسی طرح کی چیز کا لگانا بھیجنا۔ تاننا باندھنا۔ (ردیف مشہور لفظ ہے) ارشاد باری ہے:
اِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابْ
جَبْتُمْ لِنِي بَرْدٍ رَاغٍ فَرَادَ كَرْتُمْ تَحْتُمْ تَوَانِي

لَكُمْ أَنْتِي مُبِيدُكُمْ بِالْفِ مِّنَ
 الْمَلَكَةِ مُرْدِفِينَ (۹)

تمہاری دعا قبول کر لی (اور فرمایا) کہ (تسلی رکھو) میں ہزار
 فرشتوں سے جو ایک دوسرے کے پیچھے آتے جائیں گے
 تمہاری مدد کروں گا۔

۳۔ تلی؛ یعنی کسی چیز کے پیچھے پیچھے آنا اور بار بار آنا۔ آتے رہنا (مفت) ارشاد باری ہے:
 وَالشَّمْسُ وَصُحُبَا الْقَمَرِ إِذَا
 تَلَمَّهَا (۱۰)

سورج کی قسم اور اس کی روشنی کی اور چاند کی جب
 اس کے پیچھے آئے۔

ماہل (۱۱) خَلَفَ: ظرف زمانی۔ انسانوں کا بعد میں آنا۔ بعد میں آنے والی نسلیں۔ خَلَفَتْ: ایک چیز کا
 دوسری کے اور دوسری کا پہلے کے پیچھے آنا جانا۔
 (۲) رَدَفَ: کسی چیز کے پیچھے اسی طرح کی دوسری چیز کا لگنا۔
 (۳) تَلَى: کسی چیز کے پیچھے کسی دوسری چیز کا بار بار آتے رہنا۔

۲۵۔ پیچھے چھوڑنا

کے لیے اَخَّرَ اور خَلَفَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَخَّرَ: تاخیر کی ضد تقدیم ہے۔ ظرف زمانی کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ یعنی پیچھے
 چھوڑنا یا پیچھے کرنا۔ پھر یہ لفظ کسی کام کو پیچھے کرنے اور اس کا تعلق اگر کسی دوسرے سے ہو
 تو مہلت دینے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:
 يَذَّبُوا إِلَىٰ نَاسٍ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمُوا
 وَأَخَّرُوا (۱۱)

اس دن انسان کو جو (عمل) اس نے آگے بھیجے ہوگا
 اور جو پیچھے چھوڑے ہوں گے سب تادیبے جائیں گے۔
 ۲۔ خَلَفَ: پیچھے چھوڑنا۔ جہاں ظرف زمانی و مکانی دونوں کا تعلق ہو تو یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔
 ارشاد باری ہے:

وَعَلَىٰ الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا

اور ان تینوں پر بھی جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا تھا (جان مری)
 اور ان شخصوں پر جن کو پیچھے رکھا گیا (عثمانی) (۱۱۸)

ماہل؛ اَخَّرَ صرف ظرف زمانی کے لیے اور خَلَفَ ظرف زمانی اور مکانی بیک وقت دونوں کے لیے آتا ہے۔

۵۔ پیچھے رہنا

کے لیے تَأَخَّرَ، خَالَفَ اور غَبَّرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ تَأَخَّرَ: خود اپنے اختیار سے پیچھے رہنا۔ ارشاد باری ہے:
 فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا أَثَمَ
 عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا أَثَمَ عَلَيْهِ (۱۲)

اگر کوئی جلدی کرے (اور) دو ہی دن میں (چل دے)
 تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جو بعد تک ٹھہرے

اس پر بھی کچھ گناہ نہیں۔

۲- خَالَفَ: نقصان یا کوتاہی کی وجہ سے پیچھے رہنا (معنی) اس کا دوسرا معنی مخالفت کرنا بھی ہے اور خَالَفَ اپنی نستی یا نااہلی سے پیچھے رہنے والے کو کہتے ہیں (معنی) اور خَالَفَ بمعنی اہم اور وہ جو ایک شخص کے جانے کے بعد بیٹھا رہے (منجد) ارشادِ باری ہے:

إِنَّكُمْ رَضِيتُمْ بِالْفُجُورِ أَوَّلَ مَرَّةٍ
فَأَقَعُوا مَعَ الْخَالِفِينَ (۱۸۶)

تم پہلی دفعہ بیٹھ رہنے سے خوش ہوئے تو اب
بھی پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔

اور خَالَفَ کی تونٹ خَالَفَهُ سے عموماً گھر یا عورت مراد لی جاتی ہے جو جہاد کے دوران گھر پر رہ جاتی ہے۔ اور جس کی جمع خَوَالِفَ آتی ہے (معنی) ارشادِ باری ہے:

رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ۔
(۱۸۷)

یہ اس بات سے خوش ہیں کہ عورتوں کے ساتھ جو
پیچھے رہ جاتی ہیں گھروں میں بیٹھ رہیں۔

۳- غَيْرَ: اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ جانا (معنی) ارشادِ باری ہے:

فَأَنْجَبْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهَا
كَانَتْ مِنَ الْغَيْرِينَ (۱۸۸)

اور ہم نے لوط اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا۔ مگر
ان کی بی بی (غیر) کی کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں تھی۔

ماصلُ تَأَخَّرَ: اپنے لادہ و افتیاری سے پیچھے رہنا خَالَفَ: سستی اور کوتاہی کی وجہ سے پیچھے رہ جانا۔
غَبَرَ: اپنے ساتھیوں سے کوتاہی کی وجہ سے پیچھے رہ جانا۔

۵- پیچھے کرنا یا ڈالنا

کے لیے آخِرًا، اَرْجَى، اَرْجَاةً اور تَسَا کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- آخِرًا: مقررہ وقت سے پیچھے کرنا یا عملت دینا (منجد) معنی) اس لفظ کا استعمال عام ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذْ أَحَاءَ أَجَلُهَا (۱۸۹)

اور جب کسی کی موت آجاتی ہے تو خدا اس کی موت کو ملت نہیں دیتا۔

۲- اَرْجَى: رجاء ایسے ظن کو کہتے ہیں جس میں مسرت حاصل ہونے کا امکان ہو (معنی) اور اس کی ضد خَوْفٌ ہے۔ اور رجاء اور خوف دونوں متضام ہیں۔ جب کسی محبوب چیز کے حصول کی توقع ہوگی تو اس کے ضیاع کا اندیشہ بھی دانگنہ رہے گا۔ ایسے ہی اس کے برعکس صورت میں اندیشہ کے ساتھ امید بھی پائی جاتی ہے۔ اور اَرْجَى کے معنی کسی ایسی چیز کو پیچھے ڈالنا جس میں مسرت حاصل ہونے کا امکان ہو۔ ارشادِ باری ہے:

تُرْجَى مَنْ تَشَاءُ مِنْهُمْ وَتُؤَدَّى
إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ (۱۹۰)

پیچھے رکھ دے تو جس دہری کو تو چاہے ان میں سے اور
جگہ دے اپنے پاس جس کو تو چاہے: (عشاق)

۳- اَسْرَجَهُ: سراجہ کے معنی کسی چیز کو دانتوں سے تھامنا اور اَسْرَجَهُ اَلْأَمْرُ کسی کام کو پیچھے ڈالنا (منجد) یعنی اَسْرَجَهُ میں تانیر کا سبب احتیاط اور مضبوطی ہر تانہ ہے تاکہ اس کام سے متوقع نتائج برآمد ہو سکیں۔ ارشادِ باری ہے:

قَالُوا أَرْجَاهُ وَأَخَاهُ وَلَا ذِيَلٍ فِي
الْمَدَائِنِ حَشِيرِينَ۔
(۶)

دو بار یوں نے فرعون سے کہا کہ فی الحال موسیٰ اور اس کے
بھائی کے معاملہ کو موقوف رکھیے اور شہروں میں نقیب
روانہ کر دیجئے (بحالندھری)

بولے ڈھیل دے اس کو اور اس کے بھائی کو اور بیچ
پر گھنوں میں جمع کرنے والوں کو۔ (عثمانی)

۴۔ نَسَاءً، یعنی کسی چیز کو موخر کر دینا۔ محاورہ ہے۔ نَسَأَكَ اللهُ فِي أَجَلِكَ یعنی خدا تمہاری عمر
دراز کرے (صحت) اور نَسِيئَةٌ تاخیر اور ادھار کو بھی کہتے ہیں۔ یعنی خرید و فروخت اور لین دین
میں رقم بچھدیں، اذاکرنا۔ اور نَسِيئٌ کا لفظ قرآن کریم نے تقدیم و تاخیر کے معنوں میں استعمال کیا ہے
اور فی الحقیقت یہی اس کا معنی ہے۔ یعنی ایک بات میں تعجیل ہو اور دوسری میں تاخیر۔ م۔ قی انکار کی
یوں کرتے تھے کہ حج کے ایام کو مقدم موخر کر کے موسم کے مطابق بنا لیتے تھے تاکہ فصلیں پکے
تیار ہو جائیں اور خدام کعبہ کے نذرانوں کی ادائیگی میں سہولت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی
تقدیم و تاخیر کو کفر قرار دیا اور فرمایا:

إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُصَلُّ
بِهَا الَّذِينَ كَفَرُوا يُجَلُّونَهُ عَامًا
وَيُخَرِّمُونَهُ عَامًا۔ (۹)

اس کے کسی عینے کو ہٹا کر آگے پیچھے کر دینا کفر میں اضافہ
کرنا ہے اور اس سے کافر گمراہی میں پڑے رہتے ہیں
ایک سال تو اس کو حلال کر لیتے ہیں دوسرے سال حرام۔

۵۔ (۱) أَخَّرَ، اس کا استعمال عام ہے۔

(۲) آذَى، ایسی تاخیر جس میں مسرت حاصل ہونے کا امکان ہو۔ پُرْمِيدٌ ہونے کی وجہ سے دیر کرنا۔

(۳) آذَى، ایسی تاخیر جس میں احتیاط ملحوظ ہوتا کہ کام درست ہو سکے۔

(۴) نَسِيءٌ، ایک بات میں تعجیل اور دوسری میں تاخیر کرنا۔

۵۲۔ پیچھے لگانا۔ پیچھے لگنا

کے لیے آتَّبَعَ، تَقَفَى اور قَفَى (قَسْو) اور اَتَّغَرَى (غَرَى) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ آتَّبَعَ: لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ لازم ہو تو اس کے معنی پیچھے لگنا یا

تقاب کرنا ہے۔ مثلاً:

فَاتَّبَعُوهُمْ مُشْرِقِينَ (۲۶)

تو فرعون کے درباریوں نے سورج نکلنے ہی ان کا
(بنی اسرائیل) کا تقاب کیا۔

اور متعدی ہو تو اس کے معنی پیچھے لگانا ہوگا۔ ارشاد باری ہے:

وَاتَّبَعْنَاهُمْ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً۔ اور اس دُنْيَا میں ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگادی۔

۲۔ قَفَى اور قَفَى؛ القفاء کے معنی گدڑی کے ہیں۔ اور قَفَا۔ يَفْقُوْا کے معنی کسی کی گدڑی پر مارنا اور کسی کے پیچھے لگ جانا یا پیچھے پڑ جانا (مفت) ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ۔ اور جس چیز کا تمہیں علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ۔

اور قَفَى کے معنی کسی کے پیچھے کسی چیز کو لگانا۔ لگانے کے ہیں (اسی سے لفظ قافیہ ہے۔ اس طرح پیچھے لگانا کہ تسلسل قائم رہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَقَفَيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالْوَسْئِلِ (۱۷)۔ اور ان کے پیچھے یکے بعد دیگرے پیغمبر بھیجتے رہے۔

۳۔ اَعْرَى، کے معنی کتے یا کسی شکاری جانور کو برا بھلا کہنے کے شکار کے پیچھے لگا دینا (مفت) پنجابی سٹشکارنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاعْرَيْنَا بَدَنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ۔ پھر ہم نے لگادی آپس میں ان کے دشمنی اور

(۱۵) کینہ۔ (عثمانی)

ماصل (۱)؛ اَتَّبَعَ: عام ہے لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ یعنی پیچھے لگانا اور لگانا۔

(۲) قَفَى کسی چیز کے پیچھے پڑ جانا اور قَفَى؛ کسی چیز کے پیچھے کسی کو تسلسل کے ساتھ لگانا۔ (۳) اَعْرَى، محی چیز کو بھلا کر دوسرے کے پیچھے لگانا۔

۵۳۔ پیچھے کے دوسرے مشتقات

علاوہ ان میں پیچھے کے کچھ مشتقات ایسے ہیں جن کے لیے قرآن کریم میں ایک ہی لفظ آیا ہے اور وہ یہ ہیں:

(۱) پیچھے چلنا کے لیے اَتَّبَعَ اور

(۲) پیچھے دیکھنا کے لیے اَلتَّفَتَ: اَلتَّفَتَ کے معنی کسی چیز کو موڑ کر دائیں یا بائیں کر دینا۔

(۳) اور اَلتَّفَتَ کے معنی مڑ کر دیکھنا۔ توجہ کرنا اور پیچھے کی طرف دیکھنا ہے۔ اَلتَّفَتَاتُ

مشہور لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَأَسْرِبْ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِنَ الْيَثْرِ وَاَتَّبِعْ أَذْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ

أَحَدٌ۔ (۱۶)

پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔

۴۔ پیچھے ہٹنا کے لیے خَتَسَ: خَتَسَ کے معنی پیچھے ہٹنا اور سکرٹ جانا (منجد) اور معنی سیدھا چلتے چلتے ایک قدم پیچھے ہٹ جانا (مفت) آنکھ بچا کر یا چوری چھپے پیچھے ہٹ جانا۔

(۳) اور خَانِسٌ بمعنی پیچھے ہٹ جانے والا۔ اس کی جمع خَتَسَاتٌ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَا أَنْتَسِمُ بِالْخَتَسِ الْجَوَارِ الْكُنُوسِ۔ ہم کو ان ستاروں کی قسم جو پیچھے ہٹ جاتے ہیں

اور جو سیر کرتے ہیں اور غائب ہو جاتے ہیں۔ (۱۷)

اور خَانِسٌ سے اسمِ مبالغہ خَتَسَاتٌ ہے۔ یعنی جس نے بار بار پیچھے ہٹ جانے کو اپنا طریقہ

بنایا ہو۔ ارشادِ باری ہے:
 مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ۔
 (اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں، شیطان) و سوسرہ لعلز
 کی برائی سے جو خدا کا نام سن کر پیچھے ہٹ جاتا ہے۔
 (۱۱۳)

۵۴۔ پیدا کرنا

کے لیے بَدَعَ، فَطَرَ، خَلَقَ، اَنْشَأَ اور ذَسَّرَ کے الفاظ آئے ہیں۔
 ۱۔ بَدَعَ: کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا۔ جامہ خلقت پہنانا (منجد) فق۔ ل۔ ۱۱۳۔ ایجاد و

اختراع کرنا۔ ارشادِ باری ہے:
 فَاقْتُلُواْ اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ
 اور اپنے تئیں ہلاک کرو ڈولو تمہارے خالق کے نزدیک
 عنْدَ بَارِيكُمْ (۵۳)
 تمہارے حق میں یہی بہتر ہے۔

۲۔ بَدَعَ: پہلی بار بنانا۔ کسی نمونہ اور کسی کی تقلید کے بغیر بنانا (منف) اور بَدِيع بمعنى انوکھی
 چیز بنانے والا (منجد) ارشادِ باری ہے:

بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (۱۱۷)
 وہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔
 ۳۔ فَطَرَ کے معنی تراش خراش کو خوبصورت تخلیق کرنا۔ آیت فَطَرَتِ اللّٰهُ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ
 عَلَيْهَا (۱۱۲) کا ترجمہ عثمانی صاحب یوں کرتے ہیں: "وہی تراش اللہ کی جس پر تراشا لوگوں کو"

نیز ارشادِ باری ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ
 السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔
 سب تعریف خدا ہی کو (سزاوار ہے) جو آسمانوں
 اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔

سب خوبی اللہ کو ہے جس نے بنا نکالے آسمان اور زمین (عثمانی)
 (۲۵)

۴۔ خَلَقَ: کا لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:

(۱) کسی چیز کو بنانے کے لیے اس کا اندازہ لگانا یا خاکہ تیار کرنا (منف) گویا تخلیق کا کام ذہنی بھی
 ہو سکتا ہے اور اس کی نسبت غیر اللہ کی طرف بھی ہو سکتی ہے۔

(۲) کبھی خلق اِبْدَاع کے معنی میں بھی آتا ہے۔ قرآن کریم میں جیسے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ
 الْاَرْضِ آتا ہے، ایسے ہی بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بھی آتا ہے۔ اس صورت میں
 اس کی نسبت غیر اللہ کی طرف نہیں ہو سکتی۔

(۳) اور خلق کا عام مفہوم یہ ہے کہ ایک چیز سے دوسری چیز بنائی جائے۔ پہلے مادہ موجود

ہو تو اس سے کوئی دوسری ایجاد کی جائے۔ جیسے ارشادِ باری ہے:

خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَخَلَقَ
 مِنْهَا رَوْحَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا
 تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (اور) اُس سے اس کا
 جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے کثرت مرد و عورت

كَثِيرًا وَنِسَاءً (۴)

اس صورت میں اس کی نسبت غیر اللہ سے بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پیدا کر کے زمین پر پھیلا دیے۔

وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ
الطَّيْرِ (۵)

اور جب تو بنا تا تھا گارے سے جانور کی صورت۔
نیز یہ آیت،
فَدَبَّارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ (۱۳)

تو خدا جو سب بہتر بنانے والا ہے، بڑا بابرکت ہے۔ (جالندھری)

بہترین پیدا کرنے والا۔ (عثمانی)

۵۔ اَنْشَأَ: اس کے بنیادی طور پر دو معنی ہیں (۱) کسی چیز کو پیدا کرنا اور (۲) پھر اسے پال پوس کر بڑھانا (۱-ل۔ منجد) اور یہ لفظ ان دونوں معنوں میں الگ الگ بھی استعمال ہوتا ہے اور مشترک طور پر بھی مثلاً:

(۱) بمعنى پیدا کرنا؛

وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ
وَاحِدَةٍ (۶)

اور وہی تو ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا۔

(۲) بمعنى پال پوسنا؛

أَوْ مَنْ يَنْشُؤُ فِي الْحِلْيَةِ (۷)

بھلا ایسا شخص جو پرورش پاتا ہے زیور میں۔

(۳) پیدا کرنا اور بڑھانا مشترک عمل کے لیے:

ءَأَنْتُمْ أَنْشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ

کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا یا ہم پیدا کرتے ہیں۔

نَحْنُ الْمُنْشِئُونَ (۸)

۶۔ ذَرَعَ (۱) بمعنی پیدا کرنا (۲) پھیلا دینا۔ (۱-ل) اور یہ لفظ دونوں معنوں میں الگ الگ بھی استعمال ہوتا ہے اور اکٹھے معنوں میں بھی۔ مثلاً درج ذیل آیت صرف پیدا کرنے کے معنوں میں ہے:

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ
الْجِنِّ وَالْإِنسِ (۹)

اور بیشک ہم نے بہت سے جن اور انسان دو ذرغ کے لیے پیدا کیے۔

اور ذَرَأَ بمعنی کھیت میں بیج ڈالنا (منجد) اور ذرغ بمعنی ہر وہ چیز جو بوٹی جائے اور کھیتی باڑی کی جائے (۱-ل) گویا جس طرح بیج پھیلا کر بکھیر دیا جاتا ہے اسی طرح انسانوں کے زمین میں پھیلا دینے یا بکھیر دینے کے معنوں میں بھی یہ لفظ آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ
کہہ دو وہی ہے جس نے تم میں زمین میں پھیلا دیا

- وَالَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٦٦﴾ اور اسی کے رُوبرو تم جمع کیے جاؤ گے۔
- ماہل (۱)؛ بَرَأَ، بغير مَادِه کے کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا۔
- (۲) بَدَعَ، بغير نمونہ اور تقليد کے یعنی پہلی بار بنانا یا پیدا کرنا۔
- (۳) فَطَرَ، تراش تراش کر اچھی شکل بنانا۔
- (۴) خَلَقَ، ایسی چیز بنانا جس کا مواد پہلے موجود ہو۔
- (۵) اَنشَأَ، پیدا کرنا اور نشوونما کرنا۔
- (۶) ذَرَأَ، پیدا کرنا اور پھیلانا۔
- پیروی کرنا کے لیے دیکھیے "اطاعت کرنا"

۵۵۔ پیش کرنا

کے لیے عَوَضَ اور اَحْضَرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

- ۱۔ عَوَضَ: بمعنی پیش کرنا۔ سامنے لانا (منجد) اور یہ عموماً غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے۔ جیسے عرضداشت، پیغام یا دوسری اشیاء اور عموماً معنوی طور پر استعمال ہوتا ہے۔ (معن) قرآن میں ہے:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ

اور اللہ نے آدمؑ کو سب چیزوں کے نام سکھائے

عَوَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ ﴿٣١﴾ اور پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا۔

- ۲۔ اَحْضَرَ: حَضَرَ کے معنی سامنے آنا، پیش ہونا۔ اور اَحْضَرَ بمعنی کسی دوسرے کو پیش کرنا یا سامنے لانا، حاضر کرنا اور اس میں اس شے کا ورود اور شاہدہ ضروری ہے (م-ن) اور یہ عموماً ذوی العقول کے لیے آتا ہے۔ اور بُرے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے جیسے کسی مجرم کو حاضر کرنا اور احضار کا لفظ ناراضگی اور غضب پر دلالت کرتا ہے (فقہی) ارشادِ باری ہے:

قُورَيْكَ لَنَحْشُرَنَّهِنَّ وَالشَّيْطَانِ

تمہارے بڑے گار کی قسم! ہم ان کو جمع کریں گے اور

نَحْشُرَنَّهِنَّ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا۔

شیطانوں کو بھی پھر ان سب کو بہنم کے گرد حاضر

کر دیں گے۔ ﴿١٩﴾

- ماہل (۱)؛ عَوَضَ، غیر ذوی العقول کے لیے۔ مادی و معنوی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔

- (۲) اَحْضَرَ، ذوی العقول کے لیے اور اس میں ورود اور شاہدہ ضروری ہے اور بُرے مفہوم میں آتا ہے۔

۵۶۔ پیشانی (ماتھا)

کے لیے جَبَّيْنِ، جَبْتِهْ اور نَأْصِيْتِهْ کے الفاظ آئے ہیں۔

- ۱۔ جَبَّيْنِ، ماتھے کے کسی ایک کنارہ کو کہتے ہیں (منجد) اور پیشانی کی دونوں اطراف (دائیں

اور آپس کو اجنبیان کہا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا آسَلَّمَاؤُتْ لِّلْحَبِشِيْنَ - جب دونوں نے حکم مان لیا تو باپ نے بیٹے کو
ماٹھے کے بل لٹا دیا۔ (۳۱۳)

۲- جبکہ: بمعنی پیشانی کی چوڑائی اور اس کی خوبصورتی (مخبر) جبکہ دراصل پیشانی کے سامنے
کے حصہ کو کہتے ہیں جو سجدہ کے وقت زمین پر لگتا ہے۔ پیشانی کے دونوں اطراف کا درمیانی
حصہ۔ اور اس کی جمع جبناہ آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَسَلُّوْا بِهَا جَبَاهُمْ وَجَنُوْهُمْ - ان بخیلوں کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں، داغی
و ظہورہم (۴۵)

جائیں گی۔

۳- نَاصِيَةٌ: بمعنی پیشانی یا پیشانی کے بال جبکہ وہ دراز ہوں۔ (مخبر) اس کا اطلاق پیشانی کے
بالوں پر بھی ہوتا ہے اور پیشانی پر بھی۔ اس کی جمع نواصی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يَعْرِفُ الْمَجْرُمُوْنَ بِسَيْمَاهُمْ - گنہگار اپنے چہرے ہی سے پہچان لیے جائیں گے تو
فَيُوْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْاَذْرَامِ (۲۵)

پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ لیے جائیں گے۔

ماہصل (۱۱) جبین: پیشانی کی کوئی ایک طرف دائیں یا بائیں۔

(۲) جبکہ: پیشانی کا درمیانی حصہ۔ (۳) نَاصِيَةٌ: پیشانی اور اس کے بال۔

۵۷۔ پیغمبر

کے لیے نَبِيٌّ، رَسُوْلٌ، مُرْسِلٌ اور مَلِيْكَةٌ کے الفاظ قرآنِ کریم میں آتے ہیں۔

۱- نَبِيٌّ، رَسُوْلٌ اور مُرْسِلٌ: نبی، نبی سے مشتق ہے۔ اور اس کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ سے بذریعہ
وحی انبائے غیب وصول کرنے والا۔ اور نبوت کی نسبت نبی کی طرف ہوتی ہے۔

اور رسول کا لغوی معنی صرف پیغامبر ہے جو کسی کی طرف سے کوئی شخص بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن
شرعی اصطلاح میں رسول وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے بذریعہ وحی والہام انبائے غیب اور احکام
وصول کرے اور اس پیغام کو دوسرے لوگوں تک پہنچا دے۔ رسالت کی نسبت رسول کی
طرف نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ اور رسول مُرْسِلٌ صرف اسی وقت کہلا سکتا ہے
جب وہ پیغام دوسروں تک پہنچا دے۔ حالانکہ رسول وہ اس وقت سے ہوتا ہے جب کوئی
پیغام یا نامہ اس کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ (فقہ ل۔ ۲۲۳)

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نبی اور رسول میں کوئی فرق نہیں اور یہ ایک ہی سکہ کے دو رخ
ہیں۔ ان لوگوں کی دلیل یہ ہے کہ جن ہستیوں کو اللہ تعالیٰ نے نبی کہا، ان کو یا ان میں سے
اکثر کو رسول بھی کہا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نبی اور رسول میں بین فرق ہے۔ اور اس
فرق کی دلیل درج ذیل آیت ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمَّنَاتِهِ
اور ہم نے کوئی رسول اور نہ ہی کوئی نبی ایسا بھیجا ہے
کہ جب اس نے کوئی آرزو کی تو شیطان نے اس
کی آرزو میں دوسوسہ ڈال دیا۔ (۲۲)

اس آیت سے صاف واضح ہے کہ نبی اور رسول دو الگ الگ اصطلاحیں ہیں اور ان میں
بنیادی فرق مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) رسول کے مبعوث ہونے کے پیشتر اس کی آمد کی خبر سابقہ نبیوں کے ذریعہ دی جاتی ہے
جس کا وہ اعلان کرتے ہیں۔ لیکن نبی کے لیے یہ بات ضروری نہیں ہوتی۔

(۲) رسول اپنے ساتھ ایک نئی شریعت لاتا اور ایک نئی امت کی تشکیل کرتا ہے لیکن نبی اپنے
سے پہلے کے رسول کی مشدہ تعلیم کی اصلاح اور پہلی ہی امت کے کردار کی اصلاح کے لیے
آتا ہے۔

(۳) لوگوں کی دستبرد سے رسول کی حفاظت اللہ کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ جبکہ انبیاء بغیر حق کے
قتل بھی کیے جاتے رہے۔

۳۔ مَلِیْکَۃٌ: کا مادہ لَأَکَ ہے۔ أَلَاکَہُ اِلٰی فُلَانٍ یعنی اس کو پیغام پہنچانا۔ اَلِکَیْجِی اِلٰی فُلَانٍ
یعنی میرا سے پیغام دینا۔ اور مَلَاکٌ اور مَلَّکٌ یعنی پیغام رساں فرشتہ (مجدد) ملک یعنی
فرشتہ (ج مَلِیْکَۃٌ) بھی ایک شرعی اصطلاح کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور اس میں یہ شخص
بھی نہیں کہ ہر ملک ضرور پیغام رساں ہو۔ اور وہ فرشتہ جو اللہ کا پیغام نبیوں اور رسولوں تک
لانے کے لیے مقرر ہے وہ جبریل ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے رُوح اور رُوحِ الْاٰیِن کے لقب سے
بھی پکارا ہے تاہم پیغام رسانی کا کام دوسرے فرشتے بھی کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری ہے:
وَإِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ یٰمَرْیَمُ إِنَّ
اللّٰهُ یُبَشِّرُکَ بِکَلِمَۃٍ مِنْہٗ اَسْمٰٓءُ
الْمِیْسِیْحِ عِیْسٰی ابْنَ مَرْیَمَ (۲/۲۵)
اور جب فرشتوں نے (مریم سے) کہا اے مریم!

اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف سے ایک کلمہ کی بشارت
دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا۔

ماصل (۱) نبی: اللہ تعالیٰ سے بذریعہ وحی غیب کی خبروں وصول کرنے والا اور اس کے مطابق سابقہ تعلیم
اور سابقہ امت کے کردار کی اصلاح کرنے والا۔

(۲) رَسُوْلٌ: وہ نبی جو صاحب شریعت بھی ہو اور نئی امت تشکیل کرے اور اللہ کا پیغام دوسروں تک پہنچائے۔
(۳) مَلِیْکَۃٌ: فرشتے جو پیغام رساں بھی ہوتے ہیں۔

۵۸۔ پیغمبروں کے حرفیت

حرفیت کا لغوی معنی تو ہم پیشہ ہے۔ تاہم اس لفظ کا اطلاق کسی ایک پہلو میں مماثلت پر بھی ہوتا
ہے۔ پیغمبروں نے جب بھی دعوتِ پلش کی تو کفار کی طرف سے انہیں ساعر، کاہن، شاعر اور مجنون کے

الزامات دیے جاتے ہیں۔ ہم یہاں یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ان لوگوں کے کاموں اور پیغمبروں کے کام میں بنیادی فرق کیا ہے؟

۱- سَلْحُو: (مبعض جادوگر) انبیاء و رسل کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض دفعہ از خود، بعض دفعہ کفار کے مطالبہ پر اور بعض دفعہ کسی اشد ضرورت کے تحت معجزات عطا کیے جاتے ہیں تو کفار فوراً جادوگر کا الزام دے دیتے۔ ارشاد باری ہے:

إِذَا تَرَبَّتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَ قِيَامَت قَرِيبٌ أَسْمِعِيْ اٰیٰتِيْ يَعْزِمُوْنَ اَوْ يَقُوْلُوْنَ سِحْرٌ كُوْنِيْ نَشَانِيْ دِكْهَتِيْ هِيْنَ اَوْ مَنَّمِنِيْ بَحِيْرِيْتِيْ هِيْنَ اَوْ رَاكَ اَكْفَرُ اِنْ يَرَوْا اٰیٰةً يَعْزِمُوْنَ اَوْ يَقُوْلُوْنَ سِحْرٌ كُوْنِيْ نَشَانِيْ دِكْهَتِيْ هِيْنَ اَوْ مَنَّمِنِيْ بَحِيْرِيْتِيْ هِيْنَ اَوْ رَاكَ اَكْفَرُ

کہ یہ تو جادو ہے ہمیشہ سے چلا آتا۔

پہلی آیت میں انشقاقِ قمر کا معجزہ بیان کرنے کے بعد فوراً یہ حقیقت بتلانی گئی کہ کفار کا تو کام ہی یہ ہے کہ وہ جھٹ مجزہ کو جادو کہہ دیتے ہیں۔ لہذا جادو اور معجزہ کا فرق سمجھنا ضروری ہے۔ اور یہ فرق درج ذیل ہیں۔

(۱) جادو میں اشیاء کی ماہیت اور حقیقت نہیں بدلتی بلکہ لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا جاتا ہے۔ اور انہیں چیز کچھ کی کچھ دکھائی دینے لگتی ہے۔ موسیٰ کے مقابلہ میں جادوگروں نے سریلوں اور لاطیوں کے جو سانپ بناتے تھے ان کے متعلق ارشاد باری ہے:

فَلَمَّا اَلْقَوْا سَحْرًا اَعْيَنَ النَّاسَ وَاسْتَرْهَبُوْهُمُ وَاخْرَجُوْا بِسِحْرِ عٰظِمِيْمٍ

جب ان جادوگروں نے جادو کی چیزیں ڈالیں تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا یعنی نظر بندی کر دی اور انہیں بہت ڈر دیا اور بہت بڑا جادو دکھایا۔

جبکہ معجزہ کی صورت میں چیز کی ماہیت اور حقیقت ہی بدل جاتی ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ کا عصا جسے پھینکنے پر تو سانپ بن جاتا۔ مگر پھر کپڑے سے اپنی اصلی حالت میں آجاتا تھا۔

(۲) معجزہ سے نئی پیدا شدہ چیز یا تو اسی صورت میں قائم اور بحال رہتی ہے جیسے چاہ نوزم بار بار پینٹوں کا اجزا یا پھر اپنی اصلی حالت پر لوٹ آتی ہے۔ جیسے انشقاقِ قمر، عصاے موسیٰ یا یوسف کا۔ معجزہ کا اہلاک ممکن نہیں جبکہ جادو کا اہلاک ممکن ہے۔ جیسے جادوگروں کے بناتے ہوئے سانپوں کو حضرت موسیٰ کا عصا (سانپ) ہڑپ کر گیا تھا۔

۱۰ قرآن میں معجزہ کا لفظ نہیں آیا۔ اس کی بجائے آیۃ، آیۃ بیّنۃ، ہبصرۃ اور برہان کے الفاظ آئے ہیں۔ قرآن کے بیان، انداز بیان اور سیاق و سباق سے بھی فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ لفظ اپنے معروف معنوں میں استعمال ہوا ہے یا معجزہ کے معنوں میں۔ اور بعض دفعہ ان الفاظ میں سے کوئی بھی نہیں آتا۔ صرف انداز بیان ہی سے معجزہ ثابت ہو جاتا ہے۔ مثلاً سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰیْ مِیْنَ سُبْحٰنَ کَالْفَرْجِ حٰیْرَتِ اسْتَعْجَابِ هے۔ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ سفر روحانی نہیں بلکہ جہانی تھا اور معجزہ تھا۔

(۳) جادو ایک فن ہے جو کسبِ حاصل ہوتا ہے۔ لیکن معجزہ وہی چیز ہے جو کسب و کفایت سے حاصل نہیں ہوتی۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں آنے والے جادوگر، جو فن کی انتہائی بلندیوں پر تھے، یہ جان گئے کہ یہ چیز جو موسیٰ نے پیش کی ہے فن سے ماوراء ہے۔ لہذا وہ فوراً ایمان لے آئے۔

(۴) جادو گروں کی سیرت و کردار مکروہ ہوتا ہے اور لوگ ان کے شر سے بچنے کے لیے ان سے خائف رہتے ہیں جبکہ انبیاء کی زندگی پاکیزہ ہوتی ہے اور اس لحاظ سے وہ لوگوں میں معزز اور محبوب ہوتے ہیں۔

۲- کاہن: انبیاء بھی مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کی خبریں دیتے ہیں اور کاہن بھی۔ اس لحاظ سے انبیاء کو کاہن کا الزام بھی دیا جاتا رہا ہے۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ انبیاء کی خبر کا ماخذ وحی الہی ہوتا ہے جس کا جھوٹ ثابت ہونا ناممکنات سے ہے۔ جیسے دُور نبویؐ میں رومیوں کو شکست ہوئی تو وحی الہی نے بتلایا کہ ۳ سے ۹ سال کے عرصہ تک رومی دوبارہ غالب آجائیں گے۔ اگرچہ بظاہر اس بات کا کوئی امکان نظر نہ آتا تھا۔ تاہم یہ پیشگوئی پوری ہو کر رہی۔ اور کہانت کا ماخذ جنات اور غیبی شے ہیں۔ جو علماء اعلیٰ سے کوئی نہ کوئی بات سُن پاتے اور جھوٹ سچ ملا کر کاہنوں تک پہنچاتے ہیں لہذا ان کی خبریں غلط بھی ہو جاتی ہیں اور کبھی صحیح بھی۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ عورت کا ہنہ تو ہو سکتی ہے لیکن نلبیہ نہیں ہو سکتی۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے لیکن کوئی عورت حتیٰ کہ حضرت مریم بھی نبی نہ تھیں۔ کاہن مردوں اور عورتوں کو مذہبی تقدس کا درجہ حاصل تھا۔ لوگ ان سے اپنے پیچیدہ خصومات کا فیصلہ بھی کرواتے اور اسی تقدس کی وجہ سے اسے حتمی فیصلہ سمجھتے تھے۔ دُور نبویؐ میں ابن صیاد ایسا ہی کاہن تھا جس کا ذکر احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔ انسانی جان کے مقابلہ میں سواوٹ کی دیت کا فیصلہ بھی کہانت کی بنا پر رواج پا گیا جسے اسلام نے بحال رکھا۔

۳- شاعر کا کام یہ ہے کہ وہ فصیح و منظوم زبان میں اپنے تخیل کی بلندی اور نکتہ آفرینی کو یوں پیش کرتا ہے کہ اس سے سننے والے پر ایک وجدانی سی کیفیت آ جاتی ہے۔ قرآن کریم کو بحرِ قرآن کے لحاظ سے بڑا ہے لیکن باقی تمام خصوصیات اس میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں جو کسی انسان کے کلام میں ممکن نہیں۔ اس وجہ مماثلت کی بنا پر آپ کو شاعر بھی کہا جاتا رہا۔ شاعر اور نبی میں بنیادی فرق یہ ہے کہ شاعر کے تخیل کی پرواز کا میدان زندگی کا ہر اچھا یا بُرا پہلو ہوتا ہے ماحول کا تاثر اس کی طبیعت پر غالب رہتا ہے۔ اور معاشرہ کی اکثریت چونکہ گمراہ ہوتی ہے۔ لہذا اس کا تخیل بھی انہیں راستوں پر پرواز کرتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ - اَلَمْ تَرَ

اور شاعروں کی پیروی تو گمراہ لوگ ہی کرتے ہیں۔

أَنَّهُمْ فِي حُلٍّ وَاذٍ يَهْمُونَ (۲۶) تم دیکھتے نہیں کہ وہ ہر میدان میں سر ملتے پھرتے ہیں۔
 جبکہ نبی کے تخلیل کی پرواز کا میدان وحی الہی کے تابع ہوتا ہے۔ اور دوسرا فرق یہ ہے کہ شاعر
 کے نظریات میں عمر و عقل کی پختگی تجربہ اور ممارست کی وجہ سے تسدیلی ہوتی رہتی ہے
 لیکن نبی ابتداء میں جو کچھ کہہ دیتا ہے۔ بعد میں جو کچھ بھی کہے گا اس کی تائید میں کہے گا۔ کفار
 کے ان الزامات کا رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا هُوَ بِقَوْلٍ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَّا تَوْمِنُونَ۔ اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں۔ لیکن تم لوگ کم ہی ایمان
 ولا بِقَوْلٍ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَّا تَدَّكَّرُونَ۔ لاتے ہو۔ اور نہ ہی یہ کسی کاہن کے مرفعات ہیں مگر
 تم لوگ کم ہی نصیحت حاصل کرتے ہو۔ (۲۹/۳۱)

ان قباحتوں کی وجہ سے ہی آپ کو شعر کی تعلیم نہیں دی گئی۔ حالانکہ آپ اَفْصَحَ الْعَرَبِ وَالْجَمَّةِ
 تھے۔ ان سب باتوں کے باوجود یہ کہنا غلط ہے کہ سب اشعار اور شعرا مذموم ہی ہوتے ہیں۔ شاعر
 کا تخلیل صواب کی راہ بھی دیکھ سکتا ہے۔ چنانچہ آپ نے حضرت لبید کے درجہ جاہلیت کے اس شعر
 کو بہت پسند فرمایا۔ کیونکہ یہ شعر وحی الہی ہی کی ترجمانی پیش کرتا ہے:

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَّا خَلَا اللَّهَ بَاطِلٌ جان لو کہ اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے اور نعمت
 وَكُلُّ نَجِيمٍ لَّا مَحَالَةَ زَائِلٌ لامحالہ زائل ہو کے رہے گی۔

۴۔ مجنون: یعنی فاخر العقل۔ وہ شخص جس کی عقل پر پردہ پڑ چکا ہو۔ اور وہ بہکی بہکی باتیں کرتا
 ہو۔ اہل عرب دلوئے کو مجنون اس لیے کہتے تھے کہ ان کے خیال کے مطابق جن کسی انسان
 کے اندر داخل ہو کر اسے مغبوط یا خواص بنا دیتا ہے اور وہ خلاف عقل یا دستور باتیں کرنے لگتا
 ہے۔ انبیاء کی تعلیم بھی چونکہ معاشرہ کو اس نہیں آتی اس لیے کفار کی طرف سے انبیاء کو
 مجنون کا خطاب بھی دیا جاتا رہا ہے۔ ارشاد باری ہے:

كَذَلِكَ مَا آتَى الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ اسی طرح ان سے پہلے بھی کوئی رسول ایسا نہیں آیا،
 مِّن رَّسُولٍ إِلَّا قَالُوا سِحْرٌ وَخُحْنُونَ۔ جسے لوگوں نے جادوگر یا دیوانہ نہ کہا ہو۔

(۵۳)

نبی اور مجنون میں بنیادی فرق ہے کہ نبی کی دعوت کو معاشرہ کی عقل اور دستور کے خلاف ہوتی
 ہے۔ تاہم وہ ہمیشہ اپنی ذات پر قائم رہتا اور اس پر عمل کر کے دکھاتا اور اپنی پاکیزہ سیرت و کردار
 سے اپنی بات پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے جبکہ مجنون ان تینوں باتوں سے عاری ہوتا ہے۔

۵۹۔ پینا

کے لیے شَرِبَ، جَرَعَ اور سَاغَ (سوغ) کے الفاظ آتے ہیں۔

شَرِبَ: یعنی پنی یا کوئی دوسری پینے کی چیز نوش کرنا (معت) پینا کے لیے اس لفظ کا استعمال

عام ہے۔ شراب بمعنی پینے کی کوئی چیز۔ شَرِبَ - شَرِبَةً - پینے کی باری یا ایک بار پینا۔ اور
مَشْرَبٌ بمعنی پینے کی جگہ۔ گھاٹ (منجد) قرآن میں ہے:

فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي (۲۷۹)

جو کوئی اس سے پانی پی لے گا وہ ہم سے نہیں۔

۲- جَرَعَ بمعنی گھونٹ گھونٹ کر کے پینا (منجد) اور جَرَعَةً بمعنی گھونٹ اور اجترَعَ یکبارگی
پی جانے کو کہتے ہیں (منجد) قرآن میں ہے:

يَتَجَرَّعُونَ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ (۱۲)

وہ اس کو گھونٹ گھونٹ پتے گا اور گلے سے نیچے نہیں

اتار سکے گا۔

۳- سَاغَ بمعنی کسی مشروب کا آسانی کے ساتھ حلق سے نیچے اتر جانا (معن) غٹ غٹ کر کے پی جانا
اور ساغیۃ خوش مزہ شربت یا مشروب کو کہتے ہیں (صراح) اور اس کی ضد غَضَّ ہے یعنی ایسی
چیز جو گلے سے آسانی سے نیچے نہ اترے اور پھنس جائے۔ ارشاد باری ہے:

سُقِّیْكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ

ان (بولیوں) کے پیٹوں میں جو گوبر اور لہو ہے اس

فَرِثٍ وَدَمٍ لَبْنَاخًا لِصَاسِئَعًا

میں سے ہم تم کو خالص دودھ پلاتے ہیں۔ جو پینے

والوں کے لیے خوشگوار ہے۔

الشَّرِيبِ (۱۶)

ماہصل (۱) شَرِبَ پینا کے لیے عام لفظ ہے۔ (۲) جَرَعَ، گھونٹ گھونٹ کر کے پینا۔
(۳) سَاغَ: مشروب خوشگوار ہونے کی وجہ سے غٹ غٹ کر کے پی جانا۔



تابعدری کرنا کیلئے دیکھیے اطاعت کرنا۔ تابع کرنا کیلئے دیکھیے ”مستخر کرنا“

۱۔ تارا۔ (اقسام)

کے لیے نَجْم اور کَوْكِب کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ نَجْم: بنیادی طور پر دو معنوں میں آتا ہے۔ (۱) بے تنہ نباتات۔ بڑی بوٹیاں اور جھاڑ جھنکار (۲) ستارے جو طلوع و غروب ہوتے ہیں۔ اور اس کی جمع نجوم آتی ہے۔ اور نَجْم بطور اسم جنس استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَفْتَدُونَ ﴿۳۶﴾ اور لوگ ستاروں سے رستے معلوم کرتے ہیں۔

۲۔ كَوْكِب: کوكبۃ ایک بڑے ستارے کا نام (منجد) اور کوكب ہر بڑے تارے کو کہتے ہیں خواہ وہ ستارہ ہو یا سیارہ (ف۔ ل) اور اس کی جمع کواکب ہے۔ اور کوكب الحديد یعنی لوہے کا چمکنا دکننا۔ چم چم کرنا (منجد) ہے۔ گویا کوكب ہر اس تارے کو کہتے ہیں جو بڑا بھی ہو اور تارناک بھی۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّا زَيْنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ
بِالنَّجْمِ ﴿۳۷﴾ بیشک ہم ہی نے آسمان دُنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین کیا۔

قرآن کریم میں مندرجہ ذیل ستاروں کا ذکر آیا ہے:

(۱) شَعْرَانِي: ایک چمکدار ستارے کا نام جو سخت گرمی کے موسم میں طلوع ہوتا ہے (مف) ایام جاہلیت میں اس کی پرستش کی جاتی تھی۔ (مزید تفصیل ص ۱۵) ”معبودان باطل“ میں دیکھیے اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے فرمایا کہ:

وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشَّعْرَانِي ﴿۳۸﴾ اور یہ کہ وہی اللہ (شعری) کا مالک ہے۔

(۲) حُخْس: حُخْس یعنی پیچھے ہٹنا اور سکر جاننا (منجد) سیدھا چلتے چلتے ایک قدم پیچھے ہٹ جانا (مف) آنکھ بچا کر یا چوری چھپے پیچھے ہٹ جانا (م۔ ل) اخائس کے معنی پیچھے ہٹنے والا اور حُخْس اس کی جمع ہے۔ گویا حُخْس وہ سیارے ہیں جو سیدھے چلتے چلتے الٹی چال چلنے

لگ جاتے ہیں۔

بعض کے نزدیک زہرہ مشتری، زحل، مریخ اور عطارد یہ پانچ سیارے ہیں (منجد) اسی وجہ سے انہیں خمسہ متحیرہ بھی کہتے ہیں۔

(۳) جَوَارِ: جَارٌ۔ جَوَّارٌ۔ یعنی راستہ سے ایک طرف ہٹ جانا۔ (منجد) اور جوار سے

مراوہ سیارے ہیں جو سیدھی چال چلتے رہتے ہیں۔ کبھی کبھار تھوڑا سا رخ بدل جاتے ہیں۔

(۴) كُنُسٌ: کنس یعنی چھپ جانا، غائب ہو جانا (م۔ ل) اور کناس ہرن کی پناہ گاہ کو اور کناس

پناہ گاہ میں داخل ہونے والے ہرن کو کہتے ہیں۔ کناس کی جمع کُنُوسٌ ہے۔ یعنی وہ سیارے جو

چلتے چلتے یک دم غائب ہو جاتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَا أَسْمُرُ بِالْجَوَارِ الْكُنُوسِ۔ ہم کو ان ستاروں کی قسم جو پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور

جو سیر کرتے اور غائب ہو جاتے ہیں۔ (۱۶۱:۵)

۲۔ تاریخ کی چھانا

کے لیے عَسَسَ، عَشَقَ، غَطَّشَ، وَقَبَ، سَجَى، أَظْلَمَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ عَسَسَ یعنی شام کا دھند لگا ہونا۔ سورج غروب ہوتے ہی شام کا اندھیرا چھانا۔ ایسے ہی

سورج طلوع ہونے سے تھوڑا پیشتر کا دھند لگا (مف) قرآن میں ہے:

وَالْيَلِ إِذْ أَعْسَسَ وَالصُّبْحِ إِذَا

اور رات کی قسم جب چھانے لگتی ہے۔ اور صبح

کے وقت جب نمودار ہوتی ہے۔

۲۔ عَشَقَ: شفق غائب ہو جانے کے بعد کا اندھیرا۔ ابتدائی رات۔ اول الليل (د۔ ل۔ ۳۴) ارشادِ

باری ہے:

أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَى

نماز (ظہر، عصر، مغرب اور عشاء) اور صبح کو نماز پڑھا

کرو۔ (جالندھری)

۳۔ اَغَطَّشَ: غَطَّشَ (اللیل) یعنی رات کا تاریک ہونا۔ اور غَطَّشَ بمعنی کمزور نظر یا دھندلی نظر

والا ہونا۔ اسی طرح غطاش رات کی تاریکی کو بھی کہتے ہیں اور نظر کی کمزوری کو بھی (منجد) یعنی

اتنی تاریکی جس میں اشیاء دھندلی سی نظر آسکیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَأَغَطَّشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحَاهَا (۱۹)

اور اسی نے رات تاریک بنائی اور دن کو دھوپ نکالی۔

۴۔ وَقَبٌ: وَقَبٌ کسی چٹان وغیرہ میں گڑھے کو کہتے ہیں۔ اور وَقَبٌ بمعنی گڑھے میں داخل ہو کر

غائب ہو جانا۔ وَقَبُ الشَّمْسِ بمعنی سورج کا غروب ہونا۔ اور وَقَبُ الظَّلاهِرِ بمعنی اتنی تاریکی

چھانا جس کے اندر اشیاء غائب ہو جائیں (مف) قرآن میں ہے:

وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ (۱۱۳) اور شب تاریکی کی برائی سے (اسے اندھیرا سمجھا جائے۔)

۵- سَجِيءٌ: سچی، لیل یعنی رات کا سنان اور غاموش ہونا۔ اور سَجِيءٌ اَلْمَيْتٌ: میت پر چادر ڈال کر لپیٹنا اور چھپانا۔ سَجَّ مَحَابِبُ اَخِيكَ بمعنی اپنے بھائی کے عیوب کو چھپاؤ (مخبر) گویا اس لفظ میں چھپانے کا تصور بھی پایا جاتا ہے اور پُر سکون ہونے کا بھی۔ یعنی رات کا اتنا حصہ گزر چکا ہو کہ سب لوگ سو چکے ہوں اور تاریکی بھی پوری طرح چھا چکی ہو۔ قرآن میں ہے:

وَالصُّحُفِ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَى (۹۳) آفتاب کی روشنی کی قسم اور رات کی تاریکی کی جب چھا جائے۔

۶- اَظْلَمَ: ظَلَمَ (ظُلْمًا) اور اَظْلَمَ اللَّيْلُ بمعنی رات کا تاریک ہونا (مخبر) اندھیرا چھپانا۔ یہ لفظ رات کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ اگر دن کو بادلوں یا کسی دوسری وجہ سے اندھیرا ہو جائے تو اس لفظ کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اور ظَلَمْتُ بمعنی اندھیرا (ضد نور) ج ظَلَمَ اور ظَلَمَ اور ظَلَمْتُ اور ظَلَمَاتُ (مخبر) ارشاد باری ہے:

يَكَادُ الْبَرْقُ يَنْخَطِفُ اَبْصَارَهُمْ
كَلِمًا اَضَاءَ لَهُمْ مَشْوًا فِيهِ وَاِذَا
اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا (۲۱)

قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھوں (بصارت) کو
اچک لے جائے۔ جب بجلی چمکتی اور ان پر روشنی
ڈالتی ہے تو اس میں چل پڑتے ہیں اور جب اندھیرا
ہو جاتا ہے تو کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں۔

ماصل (۱) عَسَسَ: صبح یا شام کا دھندلکا
(۲) عَسَقَ: رات کا ابتدائی حصہ۔
(۳) عَطَشَ: اتنی تاریکی کہ چیزیں لچھی طرح نظر نہ آئیں۔

(۴) وَقَبَ: جب اشیاء تاریکی میں غائب ہو جائیں۔
(۵) سَجَى: گئی رات کا سناٹا اور تاریکی۔
(۶) ظَلَمْتُ: اندھیرا کے لیے عام لفظ خواہ رات کا ہو یا کسی دوسری وجہ سے۔

۳۔ تازہ

کے لیے طَرِيٌّ، رَطْبٌ، فَضْرَةٌ (فضس) اور نَاعِمَةٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- طَرِيٌّ، بمعنی تروتازہ۔ اس کا استعمال گوشت کے لیے ہوتا ہے (ف۔ ل۔ ۵۲) طراوت بمعنی تروتازگی۔ قرآن میں ہے:

وَمِنْ كُلِّ ثَاءٍ تَأْكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا وَسَجِيءٌ
حَلِيَّةٌ تَلْبَسُونَهَا (۳۵)

اور طرح (کے سمندر میٹھے پانی کا ہو یا کھاری کا) سے
تم تازہ گوشت کھاتے ہو۔ اور زیور نکالتے ہو جسے
تم پہنتے ہو۔

۲- رطب، بمعنی تروتازہ اور اس کی ضد یا پس بمعنی خشک شدہ ہے۔ لیکن عرف عام میں رطب

کا لفظ پکی اور تازہ کھجور کے ساتھ مخصوص ہے (معنی) ارشاد باری ہے:

وَهُزِّي إِلَيْنِكَ بِحَذِّجِ التَّخْلَةِ
تُسْقِطُ عَلَيْكَ رَطْبًا جَنِينًا (۱۹)

اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ۔ تم پر تازہ
پکی کھجوریں بھڑپڑیں گی۔

۳۔ نَضْرَةً: نَضْرَہ معنی ملائم و تازہ اور خوبصورت ہونا (منجد-۲-۱) اور نضرة رنگت کی
خوبصورتی اور جمال کو کہتے ہیں (۲-۱) چہرے کی تروتازگی اور رونق۔ بشاشت۔ قرآن میں ہے:
فَوَقَّهْمُ اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ وَرَ
لَقَدْ هُمُ نَضْرَةً وَسُرُورًا (۲۱)

تو خدا ان کو اس دن کی سختی سے بچالے گا اور تازگی
اور خوشدلی عنایت فرمائے گا۔

۴۔ نَاعِمَةً: بمعنی آسودہ زندگی۔ آسودہ حالی (منجد) نعمتوں کی فراوانی اور آسودہ حالی کی وجہ سے
چہرے کا تروتازہ ہونا۔ ارشاد باری ہے:

وَجُودًا يَوْمَئِذٍ نَاعِمَةً لِّسَعْيِهَا
رَاضِيَةً (۲۲)

اس دن بہت سے چہرے تروتازہ ہوں گے۔ اپنے
اعمال (کی جزا) کی وجہ سے خوش دل ہوں گے۔

ماحصل (۱) طری: عموماً گوشت کی تروتازگی کے لیے۔

(۲) رطب: کھجور کی تازگی یا تازہ کھجور کے لیے

(۳) نَضْرَةً: چہرے کی بشاشت اور فضا کی پاکیزگی اور

(۴) ناعمة: آسودہ حالی کی وجہ سے تروتازگی کے لیے آتا ہے۔

۴۔ تاکہ

کے لیے ل۔ کئی۔ اَنْ، كِي لَا، لِكَيْلَا، لِكَيْلَا کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں:

یہ سب الفاظ مضارع پر داخل ہو کر تعلیل (وجہ بتلانے) کا فائدہ دیتے ہیں۔ ان میں سے پہلے تین اشبات کے لیے ہیں۔
۱۔ اُوکی ابتداء میں اور اَنْ درمیان میں آتا ہے۔ باقی تین آخر میں لائے اِضَانِہ کے ساتھ نفع کے لیے جرب بنا لیے گئے ہیں اب ان کی مثالیں دیکھیں:

۱۔ لِيَعْفَرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا
تَأَخَّرَ (۲۳)

۲۔ كِي لَا، كِي تَقَرَّعَيْنَهُمَا وَلَا تَحْزَنَ (۲۴)

وہ رنج نہ کریں!

۳۔ اَنْ، ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ تَقَرَّعَيْنَهُنَّ (۲۵)

۴۔ كِي لَا، كِي لَا يَكُوْنُ دُوْلَةً بَنِيْنَ
الْاَخْيَانِ اِيَّاكُمْ (۲۶)

میں (وہ مال) نہ پھرتا رہے۔

۵۔ لِكَيْلَا، لِكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ
سے جاتی رہی۔ (۲۷)

تاکہ تم اس چیز سے غمناک نہ ہو جو تمہارے ہاتھ

۶- لَيْسَ لَكَ لِيْلًا يَكُونُ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ (تاکہ لوگوں کے لیے تم پر کوئی الزام نہ ہو۔

۵- تانبا (پگھلا ہوا)

کے لیے قِطْرٌ اور مُهْلٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- قِطْرٌ پگھلے ہوئے تانبا کے لیے مخصوص لفظ (معنہ - منجد) ارشادِ باری ہے:
وَأَسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ (۲۳)

اور ہم نے اس (سیماں) کے لیے تانبے کا چشمہ بہا دیا تھا۔

۲- مُهْلٌ: بمعنی فلذات جیسے چاندی، لوہا، تانبا۔ پگھلی ہوئی دھاتیں۔ پتلا قطر ان (بہنے والی گندھک) زہر پیپ (منجد) اور مُهْلٌ اور مُهْلَةٌ بمعنی زرد آب مردہ یعنی وہ زرد رنگ کی پتلی آلاش جو لاش سے نکلتی ہے۔ (منجد - م - ق) گویا مُهْلٌ تانبا کے علاوہ چند دوسری پگھلی ہوئی دھاتوں، نیز ہر بہنے والی زرد آلاش کے لیے بھی آتا ہے۔ اسی لیے بعض علماء نے مُهْلٌ کا ترجمہ پیپ بھی کیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَأَنْ يَسْتَفِيضُوا يَمَانًا ثَوَابًا كَالْمُهْلِ
الْغُرَّةُ (پانی کے لیے) فریاد کریں گے تو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح کھولتے پانی سے ان کی فریاد دسی کی جائے گی۔
يَشْوِي الْوُجُوهُ بِسُّ الشَّرَابِ (۱۶)

چہروں کو بھون ڈلے گا۔ (کیسا) بڑا مشروب ہے؟

حاصل (۱) قطر: پگھلا ہوا تانبا۔

(۲) مُهْلٌ: تانبے کے علاوہ بعض دوسری پگھلی ہوئی دھاتیں۔ اور ہر بہنے والی مکڑہ آلاش۔

تباہ ہونا کے لیے دیکھیے — "ہلاک ہونا" تبدیل کرنا کے لیے دیکھیے — "بدلنا"

۶- تخت

کے لیے عَرْشٌ، أَرَابِكٌ (اریکہ کی جمع) اور سُرُورٌ (سریر کی جمع) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- عَرْشٌ: بمعنی تخت شاہی۔ سریر الملک (د - ل - ۲۳۰) ارشادِ باری ہے:

وَرَفَعَ أَبُوبِهِ عَلَى الْعَرْشِ (۱۳)

اور یوسفؑ نے اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا۔

اور عَرْشُ الْبَيْتِ گھر کی چھت کو کہتے ہیں۔ اور عَرْشٌ يَعْرُشُ بمعنی لکڑی کا گھر بنانا۔ گویا عرش البیت ایسی چھت کو کہتے ہیں جو ٹھنڈی اور بالوں وغیرہ پر مشتمل ہو۔

۲- أَرَابِكٌ: اریکہ کی جمع بمعنی چھپرکھٹ یا مسمری والی چار پائی یا تخت (د - ل - ۳۰) یا ٹیک لگائے جانے والے آرام دہ تخت پوش اور کرسیاں۔ آراستہ و مزین تخت (منجد) ارشادِ باری ہے:

مُتَكِرِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَابِكِ (۱۶)

اہل جنت جنت میں تختوں پر ٹیکے لگائے بیٹھے ہونگے

۳۔ سُور: واحد سریر۔ بغیر مسہری یا چمپرکھٹ کی چار پائی (ف۔ ل۔ ۳۰) سَرِيرٌ اَلْمَيِّتُ وَهُ
چار پائی جس پر جنازہ اٹھایا جاتا ہے۔ اور صاحبِ موجد کے نزدیک سریر کا استعمال بھی
زیادہ تر تخت شاہی کے لیے ہوتا ہے۔ اور امامِ راغب اس کے معنی ایسا تخت بتلاتے ہیں
جو خوشحال لوگ ٹھاٹھ سے بیٹھنے کے لیے بنواتے ہیں۔ (مف) قرآن میں ہے:
عَلَى سُرُرٍ مَّوْضُونَةٍ مَّتَّكِئِينَ (لعل ویا قوت سے) جڑے ہوئے تختوں پر آنے
عَلَيْهَا مُتَّقِبِينَ (۱۶۶) سامنے ٹیکہ لگائے ہوئے۔

اور مَوْضُونَةٍ میں وَصَنَّ كَالْفَرْزِ بَانِي یعنی سونے چاندی کے تاروں سے بٹننے کے لیے تیار ہے
(مف) گویا اس آیت کا یہ ترجمہ بھی ہو سکتا ہے۔ سونے چاندی کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر۔
ماحصل (۱) عرش، تخت شاہی کے لیے
(۲) اریکہ، بیک ڈرائیو کے لیے اور
(۳) سریر: خوشحال لوگوں کے ٹھاٹھ سے بیٹھنے کے تخت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۶۔ تخت

کے لیے زُبُرٌ اور اَلْوَاحُ کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ زُبُرٌ: زُبُرَةٌ کی جمع ہے۔ اور زُبُرَةٌ بمعنی لوسہ کا تختہ۔ چادر (مف۔ موجد) قرآن میں ہے:
اَتَوْنِي زُبُرًا اَلْحَدِيدِ (۱۹۶) تم میرے پاس لوسہ کے (بڑے بڑے) تختے لاؤ۔

۲۔ اَلْوَاحُ (واحد لوح) اور لوح بمعنی کشتی وغیرہ کا تختہ۔ ارشادِ باری ہے:
وَحَمَلْنَاهُ عَلَى ذَاتِ اَلْوَاحِ وَوَدَّعِينَا
تیار کی گئی تھی۔ سوار کیا۔ (۱۹۶)

نیز لَوْحٌ لکڑی وغیرہ کی اس تختی کو بھی کہا جاتا ہے جس پر کچھ لکھا جاتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:
وَكَتَبْنَا لَهُ فِي اَلْوَاحِ مِنْ قَبْلُ
بہر نصیحت کی چیز لکھ دی۔ (۱۹۶)

ماحصل: (۱) زُبُرٌ، عموماً لوسہ کی چادروں اور بڑے تختوں کے لیے اور،
(۲) لَوْحٌ، لکڑی کے تختے یا لکھنے کی تختی کے لیے آتا ہے۔

۸۔ تدبیر کرنا

کے لیے دَبَّرَ، كَادَ (کید)، مَكَّرَ اور حَيَّلَ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ دَبَّرَ: دَبَّرٌ بمعنی پشت یا کسی چیز کا پھیلا حصہ۔ اور دَبَّرٌ بمعنی کسی کام کے انجام پر نظر رکھ کر
اس میں غور و فکر کرنا اور اس کی راہ متعین کرنا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ يَكِدْ بِرَأْسِهِ فَرَسًا لَمْ يَأْكُلْ فَرْسًا يَكُونُ
اللَّهُ (۳۶)

اور دنیا کے کاموں کا انتظام کون کرتا ہے؟ جھٹ
کہہ دیں گے کہ اللہ!

۲- کیند کسی کام کو سرانجام دینے کے لیے خفیہ تدبیر کرنا۔ داؤ یا چال چلنا (مفت) اور کیند سناچر
یعنی جاوگر کے ہتھکنڈے (مفت) ایسی تدبیر کا مقصد اگر درست اور نیک ہو تو یہ جائز اور
درست ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كَذَلِكَ كَانُوا لِيُؤْسَفُوا - (۳۷)

اسی طرح ہم نے یوسفؑ کے لیے تدبیر کی۔

اور اگر مقصد بُرا ہو تو یہ مذموم ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَإِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكَيْدُكُمْ (۳۸)

اگر تم کو کوئی داؤ آتا ہو تو مجھ سے کر چلو۔

۳- حکم: کسی کام کو سرانجام دینے کے لیے حیلہ جوئی اور دھوکا کرنا (۴-۱) اور یعنی کسی کو خفیہ
طریقہ سے مکر وہ چیز دوچار کر دینا (فوق ۲۱۳) یہ لفظ عموماً بُرے مفہوم میں آتا ہے۔ حکم بمعنی
فریب اور مکار بمعنی فریب کار اور بد نہاد (۴-۲) اور امام لاغیب اس کے معنی کسی شخص کو حیلہ بہانہ
سے اس کے مقصد سے پھیر دینا بتلاتے ہیں (مفت) اگر اس لفظ کی نسبت اللہ کی طرف ہو۔ تو مکار
لوگوں کے لیے جو اباً کاروائی کے طور پر آتا ہے۔ جیسے فرمایا اللہ يَسْتَفْزِزُكُم بِرِهْبِهِ - اور مشاکلہ کی صورت
میں یہ بات روا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرٌ

یہود قتلِ عیسیٰ کے بارے میں ایک چال اور خدا بھی

عیسیٰ کو بچانے کے لیے) ایک چال چلا۔ اور خدا خوب

الْمُكْرِمِينَ (۵۴)

چال چلنے والا ہے۔

۴- حیلہ: (حول) بمعنی ہوشیاری۔ دور بینی۔ تصرف کرنے پر قدرت (ح- حیل اور حوئل)
(منجد) اور بمعنی مکر و فریب (۴-۲) (ق) حیلہ دراصل ایسے کام کو کہتے ہیں جو کہ حیلہ و خفیہ یا
دفعِ مضر کے لیے اس طرح کیا جائے کہ لوگوں یا قانون کی گرفت سے بچ جائے مثلاً سال گزرنے
سے پہلے اپنا مال، اپنی بیوی کو ہبہ کر لے۔ یہ ہوشیاری بھی ہے اور دھوکہ بھی اور تدبیر بھی۔ مکر یا کیند
بیوی سے اپنے لیے ہبہ کر لے۔ یہ ہوشیاری بھی ہے اور دھوکہ بھی اور تدبیر بھی۔ مکر یا کیند
کی طرح یہ کوئی خفیہ تدبیر نہیں ہوتی۔ ارشادِ باری ہے:

إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانَ لَّا يَسْتَطِيعُونَ
حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا (۵۸)

ہاں جو مرد، عورتیں اور بچے بے بس ہیں۔ جو نہ تو حیلہ
کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ ہی رستہ جانتے ہیں۔

ماصل (۱) دَبَّرَ: کسی کام کے انجام کو سامنے رکھ کر خود فکر کرنا۔

(۲) کیند ایسی خفیہ تدبیر جو کسی کو مکر وہ شے دوچار کر دے۔ ہلکے پیمانہ پر ہو تو حکم اور بڑے پیمانہ پر تو کیند ہے:

(۳) مکر: اور یہ اچھے مقصد کے لیے درست اور بُرے مقصد کے لیے ہوں تو ناجائز ہیں البتہ مکر کا لفظ اکثر بُرے مفہوم میں آتا ہے۔

(۴) حیلۃ، ہوشیاری اور چالاکی سے تصرف پر قدرت حاصل کرنا۔

۹۔ ترازو

کے لیے **مِيزَان** اور **قِسْطَاس** کے الفاظ آتے ہیں:

۱۔ **مِيزَان**: وزن کرنے کا آلہ۔ کسی وزن کے برابر وزن کرنے کے آلہ کے لیے یہ لفظ عام ہے۔ اور **مِيزَان** ترازو میں دونوں طرف پڑے ہوئے وزن میں سے ہر ایک کو بھی کہتے ہیں۔ تولیہ ارشاد باری ہے:

أَلَا تَطَعُونَ فِي الْمِيزَانِ وَأَقِيمُوا
الْوِزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا
الْمِيزَانَ (۹۵-۹۸)

تا کہ ترازو (سے تولنے) میں حد سے کمی بیشی نہ کرو اور
انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو۔ اور تولیہ مت
کرو۔

۲۔ **قِسْطَاس**: رومی لغت کا لفظ ہے جو عربی میں استعمال ہونے لگا (ن۔ ل۔ ۲۸۶) اور اس ترازو کو کہتے ہیں جو بہت حساس ہو۔ راست ترازو۔ (۱-۲) ایسا ترازو جس میں جھکاؤ دیکھنے کے لیے کاٹھا (لِسَانُ الْمِيزَانِ) بھی لگا ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَزِنُوا بِالْقِسْطِ الْمُسْتَقِيمِ (۱۱۶)

اور جب تول کرو تو ترازو سیدھی رکھ کر تولو کرو۔

www.KitaboSunnat.com

۱۰۔ تراشنا

کے لیے **نَحَتْ** اور **جَاب** (جوب) کے الفاظ ہیں۔

۱۔ **نَحَتْ**: کسی سخت چیز مثلاً لکڑی، پتھر، لوہا وغیرہ کو پھیلنے یا تراشنے کے معنوں میں آتا ہے۔ اور **نَحَاتَہ** برادہ یا تراشہ کو کہتے ہیں (مفت) ارشاد باری ہے:

أَتَعْبُدُونَ مَا تَدْعُونَ
كِيَا تَمِغْنِيں پوجتے ہو جنہیں خود تراشتے ہو۔ (۳۶)

اور ظاہر ہے کہ یہ بُت، پتھر، لکڑی یا دھاتوں سے بنائے جاتے تھے۔ دوسرے مقام پر فرماتا ہے:

وَتَدْعُونَ مِنْ الْجِبَالِ بُيُوتًا (۱۱۶)

اور تم پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے ہو۔

۲۔ **جَاب**: یعنی قطع کرنا (مفت) اور سوراخ یا شکاف کرنا (منجد) اور پھر اسے پھیل چھال کر درست کرنا ہے۔ گویا باریک کام کے لیے **نَحَتْ** کا لفظ موزوں ہے اور بھاری کام کے لیے **جَاب** کا۔ ارشاد باری ہے:

وَتَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخَرَ
بِالْوَادِ (۹۹)

اور تمود جو وادی (قری) میں پتھر تراشتے (اور گھر
بناتے تھے۔

مَاصِل: **نَحَتْ**: صرف تراشنے اور باریک کام کے لیے اور **جَاب**: کاٹنے، شکاف کرنے اور پھیلنے کے معنوں میں آتا ہے۔ اور اس کا تعلق بھاری کام سے ہے۔

ترغیب دینا ————— ”اُبھارنا“ میں دیکھیے!

۱۱۔ ترکاری

کے لیے قَضَبٌ اور بَقْلٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- قَضَبٌ بمعنی وہ ترکاری یا سبزی جو تازہ کاٹ کر کھائی جائے (منجد) اور صاحب مفردات اور منتہی الارب اس میں تازہ لکھا اس (یعنی مویشیوں کی خوراک) کو بھی شامل کرتے ہیں۔ اور صاحب تفسیر محمدی نے بحوالہ معالم التنزیل قَضَبٌ کی تعریف کی ہے۔ وہ خوب تر معلوم ہوتی ہے۔ یعنی ہر وہ سبزی یا ترکاری جس کے پتے مویشیوں کی خوراک، زمین سے باہر ہوں اور کاگند چیز، انسانوں کی خوراک، زمین کے اندر ہو۔ مثلاً گاجر، مولیٰ، شلجم، چغندر وغیرہ۔ ارشاد باری ہے:

فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا وَعُجْبًا وَقَضْبًا
وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ﴿۳۸﴾

پھر ہم نے اس میں سے اناج اگایا اور انگو اور ترکاری اور زیتون اور کھجوریں۔

۲- بقل: امام رغب کے نزدیک ایسی سبزیاں جن کی جڑیں اور شاخیں سرسڑیوں میں باقی نہیں رہتیں (مفت) اور صاحب منتہی الارب کے نزدیک بَقْلٌ ہر وہ سبزی اور ترکاری ہے جو بیج سے اُگتی ہے نہ کہ جڑ سے۔ جیسے گنا وغیرہ۔ لیکن صحیح بھی معلوم ہوتا ہے کہ بقل کا لفظ عام ہے جو ہر قسم کی سبزی ترکاری کو محیط ہے۔ اور بَقْلٌ سبزی فروش کو کہتے ہیں جو ہر قسم کی سبزی ترکاری بیچتا ہے۔ قرآن میں ہے:

فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا
تَشَكَّلَتُ الْأَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا ﴿۳۹﴾

تو اپنے پروردگار سے دُعا کیجئے کہ ترکاری جو زمین سے اُگتی ہے ہمارے لیے پیدا کر دے۔

۱۲۔ تسبیح و تقدیس (پاکیزگی بیان کرنا)

کے لیے سَبَّحَ، قَدَّسَ اور حَاشَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- سَبَّحَ: تسبیح کہنا۔ سبحان اللہ کہنا یا سبحان اللہ کا ذکر کرنا۔ اس ذات کی زبان یا زبان حال سے صفت بیان کرنا۔ جو ہر قسم کے عیب، نقص اور کمزوریوں سے پاک ہے۔ اس کی خوبیوں کا ثبوت انداز میں ذکر اور حمد بیان کرنا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے ”پاک“)

۲- قَدَّسَ: قَدَّسَ اللہ تعالیٰ کا نام ہے یعنی وہ ذات جو دوسرے کی شرکت کی احتیاج اور شرک کی دوسری آلتوں سے پاک ہو۔ (تفصیل ”پاک“ کے تحت دیکھیے) اور قَدَّسَ بمعنی ایسی ذات کی پاکیزگی کا ذکر کرنا۔ تنزیہ کرنا۔ جو باتیں اللہ تعالیٰ کے شان بیان نہیں ان کی نفی کرنا۔ ارشاد باری ہے:

وَنَحْنُ سُبَّحٌ بِحَمْدِكَ وَتَقَدَّسَ
لَكَ ﴿۴۰﴾

(فرشتے کہنے لگے) اور ہم تیری تعریف کے ساتھ
تیری تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں۔

۳۔ حَاشٌ؛ کلمۃ استعجاب ہے۔ اور حَاشًا لِلَّهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ کے ہم معنی ہے۔ لیکن بہت محدود معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ کلمۃ تنزیہیہ اور کلمۃ استثناء ہے (معنی) کلمۃ استعجاب کے لحاظ سے بھی اس کا استعمال نہیں ہوتا (معنی) ارشادِ باری ہے؛

فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُمْ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَذَا بَشَرًا إِنْ هَذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ۔
 جب ان عورتوں نے حضرت یوسفؑ کو دیکھا تو ان کا رعب ان پر لایا، جھاگیا کہ (پھل تراشتے تراشتے) اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور بیسائنتہ بول اٹھیں کہ سبحان اللہ (یہ حسن اور بیکرہا یہ آدمی نہیں، کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔)
 (۳۱)

دوسرے مقام پر ہے؛

قَالَ مَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الرَّوِّدَاتُ يَؤُسُفَ عَنْ نَفْسِهِ قُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْعٍ (۳۲)
 (بادشاہ نے عورتوں سے پوچھا، بھلا اس وقت کیا ہوا تھا جب تم نے یوسفؑ کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا؟ سب بول اٹھیں کہ حاشا اللہ بنئے میں کوئی برائی معلوم نہیں کیا)

اور کبھی حاشا کے ساتھ کَلَّا کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ حَاشٌ وَكَلًّا جو اپنے یا کبھی دوسرے سے الزام کی پروردگاری کے لیے آتا ہے۔ اس کا استعمال قرآن میں نہیں ہے۔ گویا حَاشٌ میں الزام کی پروردگاری کا پہلو شامل ہوتا ہے۔

ماہصل : (۱) سَبَّحٌ، سَبَّحٌ، سَبَّحٌ؛ سبحان اللہ کا ذکرنا۔ اس ذات کی مثبت صفات کا ذکر اور اس کی حمد بیان کرنا (۲) قدس، بُرِّی اور منشی صفات کی تردید کرتے ہوئے کبھی ذات یا چیز کا ذکر کرنا تنزیہ کرنا (۳) حَاشٌ، سبحان کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور الزام کی تردید کے لیے آتا ہے۔

۳۔ تسکین (تسلی)

اس لیے سَكِينَةٌ اور اَطْمَیْنٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَكِينَةٌ؛ سکونِ حرکت کے بعد ٹھہراؤ کو سکون کہتے ہیں۔ یہ جہانی بھی ہو سکتا ہے اور ذہنی یا قلبی بھی۔ اگر ذہنی یا قلبی ہو تو اسے سَكِينَةٌ کہا جاتا ہے۔ یعنی تفکرات اور غم و فکر سے دل کو نجات ملنا۔ اور قرار حاصل ہونا۔ قرآن میں ہے؛

إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ۔
 جب پیغمبرؐ اپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے کہ غم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے تو خدا نے اسے تسکین نازل فرمائی۔
 (۳۶)

۲۔ اَطْمَیْنٌ؛ اطمینان حاصل ہونا۔ غلجبان، تردد اور شک و شبہ کے بعد نفس کا سکون پذیر ہونا (معنی) طبیعت کا مطمئن ہونا۔ ارشادِ باری ہے؛
 قَالَ أَرَأَيْتُمْ تَوَدُّونَ أَنْ يَتَّبِعَ النَّاسَ أَلْفًا يَلِوْا كِبْرًا وَجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَلْعَبُونَ
 فرمایا کیا تم نے یقین نہیں کیا؟ کہا کیوں نہیں لیسک

لَيْطَمَيْنَ قَلْبِي (۱۶۶) اس واسطے چاہتا ہوں کہ تسکین ہو جائے میرے دل کو عثمانیٰ
ماصل: (۱) غم و تفکرات سکون کے لیے سَکِينَةٌ اور (۲) شکوک و شبہات سے نجات کچے لیے اَطْمِئِنَان
کا لفظ آتا ہے۔

۱۴۔ تعبیر بتلانا

کے لیے عَبْرًا، اَوَّلًا اور اَفْتٰی کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ عَبْرًا: بمعنی کسی وادی یا نہر کو پار کر جانا اور عِبَارَةٌ الرَّؤْيَا اور عَبْرًا الرَّؤْيَا بمعنی خواب کی
تعبیر بیان کرنا اور عَبَارٌ بمعنی تعبیر خواب دینے والا (مخد) اور الْعَبْرَةَ وَالْحَبِيْبَارُ بمعنی کسی
دیکھی ہوئی چیز سے ان دیکھے نتائج تک پہنچنا۔ اور تعبیر بمعنی خواب کا انجام بتلانا (مف)
قرآن میں ہے:

اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُونَ (۱۶۶) اگر تم خواب کی تعبیر بیان کر سکتے ہو۔

۲۔ اَوَّلًا: (تاویل) بمعنی کسی چیز کو اس کی غایت یا انجام کی طرف لوٹانا۔ اور یہ لفظ تعبیر سے اعم
ہے کیونکہ تاویل کے معنی مطلق کسی بات کا انجام بیان کرنا۔ خواہ یہ خواب ہو یا کوئی دوسری
بات ہو۔ جبکہ تعبیر کا لفظ خواب کا انجام بیان کرنے کے لیے مخصوص ہے اور صراحتاً فرق اللغویہ
کے نزدیک تاویل و تشابہ چیز کی ہی کی جاتی ہے (فقہ ل ۲۳) ارشاد باری ہے:

وَقَالَ الْاٰخِرَ بَآئِيْ اَرْسِيْ اَحْمَدٌ دُوَسْرَے نَے کہا کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ
فَوْقَ رَاسِيْ خُبْرًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ اِنے سر پر روٹیاں اٹھنے ہوئے ہوں اور پرندے

بَسْتَنَّا بِنَا وَاَوْلٰہِ (۱۶۷) ان میں سے کھا رہے ہیں تو ہمیں اسکی تعبیر بتلا دیجئے!

۳۔ اَفْتٰی: بمعنی کسی مشکل اور پیچیدہ مسئلہ کا حل بتلانا۔ فَتْوٰی ایک شرعی اصطلاح ہے یعنی کسی مشکل
اور پیچیدہ مسئلہ کا شرعی حل پیش کرنا۔ بتلانا۔ اور استفتاء بمعنی کسی عالم سے ایسے مسئلہ کا حل
پوچھنا۔ قرآن میں اَفْتٰی کا لفظ خواب کی تعبیر کے لیے صرف اس لحاظ سے آیا ہے کہ جس
خواب کی تعبیر مطلوب تھی وہ خواب بڑا پیچیدہ اور مشکل تھا۔ قرآن میں ہے:

يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ اَلْفُؤْنِي فِي رُؤْيَايَ (۱۶۸) بادشاہ مصر نے کہا، اے سرور! مجھے خواب کی تعبیر بتلاؤ!

اور اسی پیچیدہ خواب کو ان تعبیر بتلانے والوں نے اضغاث احلام کہہ کر ٹال دیا۔ پھر
یوسفؑ کے آزاد شدہ ساتھی نے کہا،

يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ اَفْتِنَا فِى سُبْحِ يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيقُ اَفْتِنَا فِى سُبْحِ یوسفؑ! اے سچے دوست ہمیں اس خواب کی تعبیر

بتلائیے کہ سات موٹی گاکیں؟ ... (۱۶۹)

ماصل: (۱) عبر اور تعبیر کا لفظ خواب کا انجام بتلانے سے خاص ہے۔

(۲) تاویل کسی بات یا واقعہ کا انجام بتلانا عام ہے جس میں خواب بھی شامل ہے۔

(۳) آفتی، کسی مشکل اور پیچیدہ مسئلہ کا حل پیش کرنا جس میں خواب کی تعبیر بھی شامل ہے۔

۱۵۔ تعریف کرنا

کے لیے حَمْدٌ اور شُكْرٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَمْدٌ، کسی کے اوصافِ حمیدہ اور فضائل بیان کرنا۔ بشرطیکہ وہ افعالِ اختیاری ہوں۔ مثلاً کوئی شخص سخاوت کرتا ہے تو اس کا یہ فعل اختیاری ہے۔ اس پر جو تعریف کی جائے گی وہ حَمْدٌ ہوگی۔ اور اگر اضطراری ہوں۔ مثلاً کوئی شخص دراز قامت یا خوش شکل یا عالی نسب ہے تو اس میں اس کا اپنا کچھ عمل دخل نہیں ہے۔ تو ان اوصاف پر اگر اسکی تعریف کی جائے تو یہ مدح کہلانے گی۔ اور اس کی حمد ذمہ ہے۔ یعنی ایسے عیوب کا بیان جو کسی شخص میں موجود ہوں۔ خواہ وہ اختیاری ہو یا اضطراری۔ گویا حمد کا لفظ مدح سے خاص ہے۔ مدح ہر اختیاری اور اضطراری خوبی پر ہو سکتی ہے لیکن حمد کا اطلاق افعالِ اختیاری پر ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے۔

وَيُجِيبُونَ أَنْ يُحَمِّدُوا وَإِنَّمَا كَيْفَعَلُوا۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ جو پسندیدہ کام انہوں نے نہیں کیے ان پر بھی ان کی تعریف کی جائے۔ (۱۸۸)

اور اللہ کے لیے مدح کا لفظ ناموزوں ہے۔ کیونکہ اللہ کے سب افعال پسندیدہ بھی ہیں اور اختیاری بھی۔ اسی لیے فرمایا:

أَلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱﴾
سب طرح کی تعریفِ خدا ہی کو سزاوار ہے۔ جو تمام مخلوقات کا پروردگار ہے۔

اور مدح کا لفظ قرآنِ کریم میں کہیں نہیں آیا۔

۲۔ شُكْرٌ، کسی کے احسانات و انعامات کے تصور اور اظہار کو کہتے ہیں (مدح) اور اس کی ضد کُفْرٌ ہے۔ بمعنی کسی کے احسان کو بھلا دینا یا نعمت کو ٹھپانا اور ظاہر نہ ہونے دینا۔ احسان ناشناسی یا کفرانِ نعمت۔ گویا شُكْرٌ، حَمْدٌ سے بھی خاص ہے۔ اگر ہم کہیں کہ خدا تعالیٰ نے کائنات کا نظام کس خوبی سے چلایا ہے تو یہ حَمْدٌ ہے اور اگر ہم کہیں کہ خدا ہی ہمیں کھلاتا پلاتا ہے تو یہ شُكْرٌ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَئِنْ شُكِرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ﴿۱۴﴾
اگر شکر کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا۔ اور اگر ناشکری کرو گے تو یاد رکھو کہ میرا عذاب بھی سخت ہے!

حاصل مدح، ہر طرح کی صفت کی خوبی بیان کرنے کیلئے حمدِ اختیاری اوصافِ خلیہ اور شکرِ انعامات و احساناتِ خلیہ آتا ہے۔

۱۶۔ تعظیم کرنا

کے لیے عِظْمٌ اور وَقَرٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- عَظْمٌ: عَظْمٌ کے معنی بڑا ہونا بھی ہیں اور ہڈی بھی۔ گو یا عَظْمٌ میں بڑائی کے ساتھ صلابت یا سختی کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔ اور عَظْمٌ کے معنی کسی کو دل سے بڑا اور قابلِ عزت سمجھنا ہے۔ اور یہ جاندار اور بے جان سب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ يُعْظَمْ شَعًا شَرَّ اللَّهُ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ (۳۳)

سودہ دل کی پرہیزگاری کی بات ہے (عثمانی)

۲- وَقَرٌ: وقار معنی سنجیدگی اور عظمت (منجد) اور صاحبِ مفردات کے نزدیک سنجیدگی اور علم (معن) ہے۔ ابن فارس بھی اس کے معنی الحلم والتواضع (م۔ ل) لکھتے ہیں۔ اور وَقَرٌ کے معنی کسی صاحبِ مرتبہ کے مرتبہ کو ملحوظ رکھنا اور اس کے منافی کوئی بات نہ کرنا۔ اور یہ لفظ صرف انسانوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لِتَوَمَّسُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ (۴۸)

تاکہ تم خدا پر اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کو بزرگ سمجھو۔

ماحصل (۱) عَظْمٌ عام ہے، جبکہ (۲) وَقَرٌ صرف انسان کے لیے استعمال ہوتا ہے۔
تقویت دینا جھیلیے دیکھیے "قوت دینا"

۱۷- تَك

کے لیے دو الفاظ ہیں۔ اِلٰی اور حَتَّىٰ۔

یہ دونوں الفاظ انتہا اور غایت بتلانے کے لیے آتے ہیں۔ ظرفِ زمان اور مکان دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں۔ ان دونوں میں مندرجہ ذیل فرق ہیں:

۱- اِلٰی: اسمِ ضمیر پر بھی داخل ہو سکتا ہے۔ جیسے اِلَيْكَ اور اس صورت میں یہ "طرف" کا معنی دینگا لیکن حَتَّىٰ صرف اسمِ ظاہر کی طرف مضاف ہو سکتا ہے ضمیر پر داخل نہیں ہوتا۔ اسمِ یا فعل ہی پر داخل ہوتا ہے، جیسے فَرَمَا بِحَتَّىٰ تَرَىٰ لِلَّهِ جَهَنَّمَ (۵۵) یہاں تک کہ ہم اللہ کو سامنے دیکھ لیں۔

۲- حَتَّىٰ: انتہی اور غایت بتلانے کے لیے حَتَّىٰ، اِلٰی سے زیادہ ابلغ ہے۔ حَتَّىٰ اَلْآن (اس وقت تک) تو کہہ سکتے ہیں۔ مگر اِلٰی اَلْآن نہیں کہتے۔ اِلٰی کا معنی صرف تک سے کیا جاتا ہے جبکہ حَتَّىٰ کا معنی تک۔ "یہاں تک کہ" ہے۔ جیسا کہ اوپر کی مثال سے واضح ہے۔

متنبر کرنا "اترانا" میں دیکھیے:

۱۸- تَكْلِيفٌ

کے لیے صَتْرٌ، صَتْرٌ صِتْرًا، كَرِهًا، اَذَىٰ اور مَعْرَةٌ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱- صَتْرٌ: یعنی نقصان۔ کوئی بھی مادی یا معنوی تکلیف یا نقصان۔ اور اس کی ضد نفع ہے۔ اور یہ

بعض دفعہ اچھی بھی ہو سکتی ہے جیسے کرطوی دوا سے تکلیف پہنچنا (فقل ۱۶۲) ارشادِ باری ہے:

قُلْ أَعْمَدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْبَلِكُمْ لَكُمْ صَرًّا وَلَا نَفْعًا ﴿۲۶﴾

کہو کہ تم خدا کے سوا ایسی چیز کیوں پرستش کرتے ہو جس کو تمہارے نفع اور نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں۔

۲۔ صَرًّا میں مبالغہ پایا جاتا ہے اور یہ عموماً جسمانی تکلیف کے لیے آتا ہے۔ بد حالی، بیماری زخم یا دوسرے جسمانی اور ذہنی عوارض (مف۔ منجد) کے لیے استعمال ہوتا ہے اور بُرے مفوم میں آتا ہے (فقل ۱۶۲) ارشادِ باری ہے:

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا ﴿۲۶﴾

اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹا، کھڑا اور بیٹھا (ہر حال میں) ہمیں پکارتا ہے۔

۳۔ صَرًّا: تکلیف اور بد حالی کا دور۔ جان، مال یا اولاد کا نقصان ہونا یا قحط (منجد۔ مفوم قحط) اور اس کی ضد نفعاً بمعنی خوشحالی کا دور ہے یعنی ایسی ظاہری تکلیف جو دوسروں کو نظر آئی۔

(فقل ۱۶۳) ارشادِ باری ہے:

مَتَّهْمُهُمُ الْبِأَسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَرُبُّهُمُ أُولَٰئِكَ حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَّىٰ نَصَرَ اللَّهُ ۗ ﴿۳۱﴾

ان کو (بڑی بڑی) سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں۔ اور وہ (صعوتوں میں) ہلا ہلا رہے گئے یہاں تک کہ پیغمبر اور مومن لوگ جو اس کے ساتھ تھے سب پکار اٹھے کہ کب خدا کی مدد آئے گی۔

۴۔ اَذَى: بمعنی الضَّرُّ الْيَسِيرُ یعنی ہلکی تکلیف ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَنْ يَضُرَّكُمْ إِلَّا أَذًى ﴿۳۱﴾

یہ تمہیں خفیف سی تکلیف کے سوا کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔

پھر یہ ہلکی تکلیف ذہنی بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے کسی کا دل دکھانا یا کالی گلوچ جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤَدُّونَ النَّجَىٰ وَ يَقُولُونَ هُوَ أَدْنَىٰ ﴿۳۲﴾

اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو پیغمبر کو اذیت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص زرا کان ہے۔

اور جسمانی بھی جیسا کہ قرآن کریم میں حیض کو اَذَى سے تعبیر کیا گیا ہے جس کا ترجمہ ناپاکی یا گندگی بھی کیا جاتا ہے۔

۵۔ كُرْهًا: بمعنی جبر یہ مشقت یا اضطراری تکلیف (مف) کسی تکلیفِ دہ کام کے سرانجام دینے پر مجبور ہونا۔ (اور اس کی ضد طَوْعًا ہے۔ یعنی کسی کام کو دل کی خوشی سے سرانجام دینا۔ تشریح میں ہے:

حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا۔

اس کی ماں نے اس (انسان) کو تکلیف سے پیٹ میں اٹھایا اور تکلیف ہی سے بنا۔ ﴿۲۶﴾

۶۔ مَعْرَةٌ: الْعَرُّ وَالْعَرَّةُ: غارش کی بیماری کو کہتے ہیں جو پورے بدن کو عارض ہو جاتی ہے۔ اسی نسبت سے مَعْرَةٌ ہر قسم کی مضرت پر بولا جاتا ہے (مف) اور صاحبِ مجدد اس کے معنی گناہ، تکلیف، ہمدی قصور، عیب، بُری بات، سختی اور گالی لکھتے ہیں۔ گویا یہ لفظ وسیع المفہوم ہے جو ہر طرح کے دکھ، رنج اور خرابی پر بولا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَتَصِيبُكُمْ مِنْهُم مَّعْرَةٌ بَٰعِثٌ بِكُمْ
 پھر تم پر ان کی وجہ سے خرابی پڑ جاتی ہے خبری سے۔
 (عُمَانِيَّة)

- حاصل (۱) صَمْرٌ: نقصان کے معنوں میں فائدہ کے مقابلہ پر۔
 (۲) صَمْرٌ: جسمانی تکلیف اور عوارض کے لیے۔
 (۳) صَمْرَاءٌ: ظاہری مشکلات کے دور کے لیے۔
 (۴) اَذَى: ہلکی تکلیف کے لیے۔
 (۵) كَرْهًا، جبری تکلیف کے لیے۔
 (۶) مَعْرَةٌ، ہر طرح کی تکلیف اور خرابی کے لیے آتا ہے۔

۱۹۔ تکلیف اٹھانا۔ دینا

کے لیے اَذَى سے اَذَى يُؤْذِي اور صَمْرٌ اور صَمْرٌ سے يَصْرُ اور كَرْهًا سے الْكَرْهُ يَكْرَهُ کے افعال تکلیف دینے کے معنوں میں قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں اَذَى میوڈی کی مثال اور پرگزہ چکی۔ اب باقی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ (۱) وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَوَالِيًّا
 اور ان لوگوں کی طرح جنہوں نے موالی کو تکلیف دی تھی۔ (۳۳۹)

۲۔ (۲) وَإِنْ تَصَبَّرُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَا يُصْرِكُمْ
 كَيْدَهُمْ شَيْئًا (۱۲۳)
 اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو ان کا فریب تمہیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔

اور صَمْرًا (يُضَارُّ) یعنی ایک دوسرے کو دکھ دینا، نقصان دینا یا تکلیف پہنچانا۔ قرآن میں لَا تُضَارُّ وَالِدَهُ بَوْلِدًا وَلَا مَوْلُو دُلَّهُ بَوْلِدِهِ (۲۳۳)
 اور باپ کو اس کی اولاد ہونے کی وجہ سے۔

۳۔ (۳) كَرْهًا: یعنی جبری مشقت اور اَكْرَهًا: یعنی کسی کو ایسی مشقت میں ڈالنا جو اس کے مرضی کے خلاف ہو۔ کسی کو اس کی مرضی کے خلاف کسی کام پر مجبور کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تُكْرَهُوا فَتَلِيَّتِكُمْ عَلَى الْبِعَاءِ (۱۲۴)
 اور اپنی لوڈیوں کو بد کاری پر مجبور نہ کرنا۔
 ان کے علاوہ ان معنوں میں كَلَّفَ، شَقَّى، سَأَهَرَ اور عَدَّتْ کے الفاظ آتے ہیں۔

۴۔ كَلَّفَ: یعنی کسی چیز سے اس کی حیثیت اور طاقت سے زیادہ کام لینا (مف) یا مشکل کام کا حکم

دینا (مخبر) ارشاد باری ہے:

لَا يَكْلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا (۲۳۸) خدا کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ اور تکلیف محمود بھی ہوتی ہے اور مذموم بھی۔ محمود یہ ہے کہ کسی کام کو اس لیے سرانجام دے کہ وہ اس پر آسان ہو جائے اور اس سے اُسے محبت ہو جائے۔ اور یہی شرعی تکلیف ہے۔ اور مذموم وہ ہے جسے تکلیف کہتے ہیں۔ یعنی بناوٹی تکلیف یا بناوٹ کرنا۔

۵۔ شَقٌّ: شَقٌّ بمعنی پھاڑنا بھی آتا ہے۔ اور شَقٌّ يَشُقُّ كَمَى سے اس کی طاقت سے زیادہ کام لینا یا محنت و مشقت میں مبتلا کرنا ہے (مخبر) قرآن میں ہے:

وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَمْسُقَ عَلَيْكَ (۲۳۹) اور میں تجھ کو تکلیف میں ڈالنا نہیں چاہتا۔
۶۔ عَدَّتْ: ایسی تکلیف پانا جس میں ہلاکت کا اندیشہ ہو (محنت) اور بمعنی اشدّة الضرر یا انتہائی تکلیف

(م-ق)۔ ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِيَدِنَا مَعِينًا (۲۴۰) مومنو! کسی غیر اندھے آدمی کو اپنا راز دار نہ بنا لیں۔
لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (۲۴۱) لوگ تمہاری خرابی اور فتنہ انگیزی کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ جس طرح ہوتی ہیں تکلیف

اور اَعَدَّتْ بمعنی کسی کو ایسی مشقت میں ڈال دینا ارشاد باری ہے:

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعَدَّتْكُمْ (۲۴۲) اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو تکلیف میں ڈال دیتا۔

۷۔ سَاهَرٌ: بمعنی کسی کو تکلیف دینا اور سَاهَمٌ خَسْفًا، محاورہ ہے بمعنی کسی کو ذلیل و خوار کرنا (مخبر) ساهر سے مفہوم ایسی تکلیف ہے جس میں ذلت اور خواری کا پہلو بھی شامل ہو۔ قرآن میں ہے:

يَسْمُوهُمْ نَوْمَكُمْ سَوَاءَ الْعَذَابِ يَذُوقُونَ (۲۴۳) وہ (لوگ) تم کو بڑا دکھ دیتے تھے۔ تمہارے بیٹوں کو تو قتل کر ڈالتے تھے اور بیٹوں کو زندہ رہنے دیتے تھے

۸۔ اِذْيٌ: معمولی تکلیف کے لیے۔ (۵) مُشَقَّةٌ: طاقت سے زیادہ کام لینے کے لیے۔

(۶) عَدَّتْ: ایسی تکلیف جس میں ہلاکت کا ذہنی ہوا جسمانی۔

(۲) صَرٌّ: بڑی تکلیف اور نقصان کے لیے۔

(۳) اَكْرَهٌ: جبری تکلیف کے لیے۔ (۷) سَاهَرٌ: ایسی تکلیف کے لیے جس میں ذلت کا پہلو شامل ہو۔

(۴) تَكْلِيْفٌ: استطاعت کے مطابق کام لینے کیلئے

۲۰۔ تندرست کرنا۔ ہونا

کے لیے شَفِيٌّ اور اَبْرَأُ (برء) اور اَفَاقٌ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ شَفِيٌّ: شفاء بمعنی مرض سے نجات پانا۔ سلامتی سے ہمکنار ہونا۔ اور شَفِيٌّ يَشْفِيٌّ بمعنی مرض سے نجات دینا۔ تندرست کرنا (محنت) قرآن میں ہے:

وَلَاذًا مَرَضَتْ فَهَوَّ يَشْفِينِ (۱۲۱) اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو مجھے شفا بخشنا ہے۔
 اور شفیٰ جس طرح جسمانی بیماریوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ویسے ہی روحانی بیماریوں کے
 نجات کے لیے بھی آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:
 وَيَشْفِي صُدُورَ كَوْمٍ مُؤْمِنِينَ اور مومنوں کے سینوں کو شفا بخشنے گا۔
 (۱۲۱)

۲- اَبْرَءٌ، بَرَّءٌ، بمعنی بیزار ہونا۔ اور بَرَّءٌ بمعنی کسی مکروہ امر سے نجات حاصل کرنا اور رَجُلٌ
 بَرَّءٌ بمعنی پاک اور بے گناہ آدمی۔ اور بَرَّءٌ مِنَ الْمَرَضِ بمعنی شفا پانا۔ مرض سے نجات
 حاصل کرنا۔ اور اَبْرَءٌ الْمَرِيضِ بمعنی مریض کو اس کی مرض سے شفا دینا ہے۔ قرآن میں ہے:
 وَأَبْرَأَى الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُجْحَى اور میں خدا کے حکم سے اندھے اور کورھی کو تندرست
 کر دیتا ہوں اور مروے میں جان ڈال دیتا ہوں۔
 الْمَوْقَى بِأَذْنِ اللَّهِ (۱۲۲)

۳- آفَاقٌ؛ بمعنی نشہ یا غشی کی حالت سے ہوش میں آنا یا کمزوری سے قوت کی طرف لوٹنا۔
 (معن) (م-ق) صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک آفَاقٌ کا لفظ صرف بیہوشی سے ہوش میں
 آنے کے لیے استعمال ہوتا ہے (ف ل ۱۲۱) ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا جب اُن کا پروردگار پہاڑ پر نمودار ہوا تو (جبل) انوار پانی
 وَخَرَّ مُوسَى صَبِقًا- فَلَمَّا آفَاقَ قَالَ نے پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر
 سُبْحَانَكَ گریے۔ جب ہوش میں آئے تو کہنے لگے، تیری
 ذات پاک ہے۔

ماحصل؛ (۱) شفیٰ؛ مرض سے صحت پانا۔ (۲) آفاق؛ بے ہوشی سے ہوش میں آنا۔
 (۲) اَبْرَءٌ؛ کسی شدید مرض سے نجات دینا۔

۲۱- تنگدستی

کے لیے فَتْرٌ، مَسْكَنَةٌ، عَيْلَةٌ (عیل)، اِمْلَاقٌ، قَتْرٌ، بَأْسَاءٌ اور مَتْرَبَةٌ کے لفاظ آئے ہیں
 ۱- فَتْرٌ؛ بمعنی مفلسی، ناداری، فقر اور فقرۃ۔ ریڑھ کی ہڈی کے منکے کو کہتے ہیں۔ اور اس کی
 جمع فقار ہے۔ فقرۃ بمعنی ریڑھ کی ہڈی۔ اور فَتْرٌ ریڑھ کی ہڈی یا کمر توڑنے کے معنی میں بھی آتا ہے
 کہتے ہیں فَتْرَتُهُ الدَّاهِيَةُ اس پر ایسی مصیبت نازل ہوتی جس نے اس کی کمر کی ہڈی کو
 توڑ دیا (منجد) گویا فقر کمر توڑنے والی یا انتہائی مفلسی کو کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:
 اِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ اَكْرَهٍ مَفْلَسٌ هُوْنَ كَيْ تُوْخَا اَنْهِيْنَ اِسْنِيْهِ فَعَضَلَهُ (۲۲)
 خوشحال کر دے گا۔

۲- مَسْكَنَةٌ؛ مسکین وہ شخص ہے جس کے پاس ضروریاتِ زندگی نہ ہونے کے برابر ہوں (ن ۱۱۰)

بعض کے نزدیک مسکین وہ ہے جو مشکل گزار بسر تو کر رہا ہو لیکن اس کی ملکیت کچھ نہ ہو یعنی رہائش بھی نہ ہو۔ اہل لغت کا اس بات میں اختلاف ہی رہا ہے کہ آیا معاشی طور پر فقیر سے زیادہ کمزور ہوتا ہے یا مسکین۔ تاہم قرآن کے انداز بیان سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ فقیر ہی زیادہ محتاج اور تنگ دست ہے۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ
صدقات (یعنی زکوٰۃ و خیرات) تو مفلسوں، محتاجوں

(۳۱) کا حق ہے۔

آیت بالا میں فقیر کا لفظ مسکین سے پہلے استعمال ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ اور آیت ذیل
أَمَّا السَّعِيَّةُ فَكَانَتْ لِمَسْكِينٍ يَعْمَلُونَ
اور جو کشتی تھی وہ غریب لوگوں کی تھی جو دریائیں
مزدوری کرتے تھے۔
فِي الْبَحْرِ (۳۲)

سے ثابت ہوتا ہے کہ مسکین مالک ہو سکتا ہے۔

۳۔ عَيْلَةٌ: عَوْل ہر وہ چیز ہے جو انسان کو گزارا بنا کر دے اور اس کے بوجھ تلے دب جائے۔ اور
عیال سے مراد وہ افراد ہیں جن کے اخراجات زندگی کے لیے انسان ذمہ دار ہونے کی وجہ سے
بوجھ تلے دبا ہوا ہوا (مصنف) گویا عیال وہ مفلسی اور محتاجی ہے جو عیال کی وجہ سے ہو ارشاد
باری ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةَ نِسْوَةٍ فَعَضُّوا
اور اگر تم کو مفلسی کا خوف ہو تو خدا چاہے گا تو اپنے
فَضْلٍ مِنْ قَوْلِي (۳۳)
فضل سے تم کو غنی کر دے گا۔

۴۔ اِمْلَاقٍ، واصل مفلسی اور محتاجی کو نہیں کہتے، بلکہ اس اندیشے کو کہتے ہیں کہ جو مال و دولت
موجود ہے وہ کہیں خرچ ہو کر ختم نہ ہو جائے۔ کہا جاتا ہے۔ "أَمَلَقَ الدَّهْرُ مَلَأَهُ" "وہ اپنے اس کے
مال کو ہاتھ سے نکال دیا (منجد) اور اَمْلَقٌ بمعنی موجود مال و دولت کا ہاتھ سے نکل جانا۔ ارشاد
باری ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشِيَةَ اِمْلَاقٍ۔ اور اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرنا۔

(۳۴)

یہی مفہوم ایک دوسری آیت میں خَشِيَةَ اِنْفَاقٍ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔

۵۔ قَتْرٌ: بمعنی احتیاج، مفلسی اور ناداری بھی قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً:

وَمِمَّنْ مَعَهُمْ عَلَى الْمَوْسِعِ قَدْرٌ وَعَلَى
ان (مطلقہ) عورتوں کو دستوں کے مطابق کچھ خرچ ضرور
دو۔ (یعنی) مال دار اپنے مقدر کے مطابق دے اور
الْمُقْتَرِ قَدْرُهُ (۳۵)

تنگ دست اپنی حیثیت کے مطابق۔

لیکن اہل لغت اس کے معنی "اپنے عیال پر لنگہ کو تنگ کر دینا" (م، ۴، ق) بتلاتے ہیں۔ یعنی مقتدر وہ
شخص ہے جو فی الواقع تنگ دست نہیں ہوتا لیکن اپنی حیثیت کے مطابق اپنے عیال پر خرچ کرنے

میں بخل سے کام لیتا ہے۔ اور ان معنوں میں بھی یہ لفظ قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً ارشاد باری تعالیٰ:

وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِمَا لَمْ يُنْفِقُوا لَمْ يُسِرُّوا
وَأُولَٰئِكَ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ

اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بجا اڑاتے ہیں
اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں۔ بلکہ اعتدال کھاتے

(۲۶۵) نہ ضرورت سے زیادہ نہ کم۔

۶۔ بَأْسَاءُ: بَيْسٌ يَبِيسُ بمعنى سخت حاجتمند ہونا اور بَأْسٌ بمعنى عذاب، جنگ اور بھوک (مخجدا) اور بَأْسَاءُ عموماً مالی مشکلات کے دور اور فقر و فاقہ کے لیے آتا ہے (اور اس کی ضد سَرَاءٌ بمعنى خوشحالی اور سُرْتٌ کا دور۔ یعنی مسرّة فی الیسر (م۔ ق) اور یاساء بمعنى ایسی تکلیف جس میں خوف بھی شامل ہو۔ (فقہ ۱۶۳) ارشاد باری ہے:

وَاطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ (۲۸۸) اور فقیر و ماندہ کو بھی کھلاؤ۔

اسی طرح مَسْتَرْبَةً الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَاءُ (۲۸۴) میں بَأْسَاءُ سے مراد معاشی بد حالی اور ضرراء سے مراد دوسرے شدائد ہیں۔

۷۔ مَسْتَرْبَةٌ: تَرَابٌ بمعنى خشک مٹی اور تَرِبٌ (يَتَرَبُّ تَرَبًا مَتَرَبًا) الرجل بمعنى آدمی آنا غریب ہوا کہ خاک میں مل گیا (مزید تفصیل کے لیے دیکھیے ضمیمہ ۳ لغت اصناف (تحت، تَرِب) قرآن میں ہے:

أَوْ اطْعَامٍ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ يَتِيمًا
ذَا مَقْرَبَةٍ أَوْ مَسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ (۱۳۱)

یا بھوک کے دنوں میں کھانا کھانا، یتیم رشتہ دار کو، یا
خاک میں ملے ہوئے مسکین کو۔

ماہل: (۱) فقر، انتہائی تنگدستی۔ (۵) قَسْوٌ، اپنے عیال پر خرچ کرنے میں بخل کرنا۔
(۲) مَسْكَنَتٌ بشکل گزر بسر کرنا۔ (۶) بَأْسَاءُ: فقر و فاقہ کا دور۔
(۳) عیال، عیال کے خرچ تلے دب جانا۔ (۷) مَسْتَرْبَةٌ: غربت کی وجہ سے خاک میں مل جانا۔
(۴) اِمْلَاقٌ: تنگدستی ہونے کی فکر رہنا۔

۲۲۔ تنگی

کے لیے عُسْرٌ، حَرْجٌ، ضَنْكٌ، ضَيْقٌ اور حَاجَةٌ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ عُسْرٌ: بمعنى تنگی یا تنگی کا وقت۔ صعوبت اور شدت (م ل) خواہ یہ تنگی معاشی ہو یا کسی اور قسم کی۔ اس لفظ کا استعمال عام ہے اور اس کی ضد یُسْرٌ ہے یعنی آسانی اور فارغ البالی۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (۹۲) بلیک تنگی کے ساتھ آسانی بھی ہے۔

۲۔ حَرْجٌ، دل کی گھٹن۔ ناجائز پابندیوں سے دل کا تنگ ہونا (فت ل ۵۴) وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرْجٍ مِّنْ شَيْءٍ اور تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی۔

۴- ضَنْكُ: یعنی بود و باش اور رہن سن کی تنگی۔ (ف ل ۵۴) دل کی بے اطمینانی و بے قراری۔ تفکرات کا ہجوم رہنا۔ ضَنْكًا: یعنی تنگ زندگی (منجد)۔

وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا (۱۳۸)

اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی۔

۴- حَنِيقٌ: جگہ کی تنگی کے لیے استعمال ہوتا ہے (ف ل ۵۴) اور اس کی ضد سَعَةٌ یعنی فراخی ہے۔ (م۔ل) ارشاد باری ہے:

إِذَا الْفُلُومِنَهَا مَكَانًا ضَيِّقًا (۲۵)

اور جب یہ دوزخ کی کسی تنگ جگہ میں ڈالے جائیں گے۔

کبھی اس کی ضد رَحْبٌ بھی آتی ہے جیسے:

حَتَّىٰ إِذَا صَافَتْ عَلَيْهِمُ أَكْوَافُ بِيَارٍ رَحْبَتْ (۱۱۸)

پہانٹک کہ جب زمین باوجود فراخی کے ان پر تنگ ہو گئی۔

پھر کبھی ضَيْقٌ کا لفظ حَرَجٌ یعنی دل کی تنگی کے معنوں استعمال ہوتا ہے۔ گویا یہ حَنِيقٌ کا معنوی استعمال ہے۔ جیسے:

وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ (۱۱۲)

اور جو تمہارا اندیشہ کرتے ہیں اس سے تنگدل نہ ہو۔

۵- حاجة، الحوجج: یعنی احتیاج اور فقر و فاقہ۔ اور حَاجٌ: یعنی محتاج ہونا۔ اور حاجت: بمعنی ضرورت۔ وہ تنگی جو کسی خواہش یا ضرورت کے پورا نہ ہونے کی وجہ دل میں محسوس ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا (۵۹)

اور جو کچھ انہیں ملا ہے۔ اس سے اپنے سینوں میں تنگی محسوس نہیں کرتے۔

ماصل: (۱) عُسْرٌ: تنگی کے وقت کے لیے۔ (۲) حَنِيقٌ: جگہ کی تنگی کے لیے۔

(۲) حَرَجٌ: دل کی تنگی اور گھٹن کے لیے۔ (۵) حاجة: وہ گھٹن جو کسی خواہش یا ضرورت کے پورا نہ ہونے پر پیدا ہوتی ہے۔

(۳) ضَنْكٌ: زندگی کی تنگی اور پریشانیوں کے لیے۔

یا تفکرات سے زبوں حالی کے لیے۔

۲۲- تنگ کرنا۔ ہونا

کے لیے صَاقٌ، قَدْرٌ، قَبْضٌ، حَصْرٌ اور حَقْفًا (حفو) کے الفاظ قرآن میں آتے ہیں۔

۱- صَاقٌ: جگہ کی تنگی پر دلالت کرتا ہے۔ تفصیل اوپر گزر چکی۔

۲- قَدْرٌ: قَدَرَ کے معنی بنیادی طور پر کسی چیز کا اندازہ کرنا اس کی دیکھ بھال اور اس کی تدبیر کرنا ہے (منجد) لیکن جب یہ لفظ رزق کے ساتھ منسوب ہوگا تو اس سے مراد رزق کی تنگی ہوتا ہے

اور اس کی ضد بَسَطٌ آتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ (۲۹)

خدا ہی اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

۳- قبض: کے معنی کسی چیز کو پورے سنجے سے پکڑنا (مف) مٹھی میں بند کرنا اور سکرٹنا۔ اور قبضتہ بمعنی مٹھی اور اس میں بند شدہ چیز کو کتے ہیں۔ اس کی ضد بھی بسط آتی ہے۔ اور قبض کا استعمال اس وقت ہوتا ہے کسی ایسی چیز میں تنگی یا مٹی کر دی جائے جو پہلے زیادہ ہو۔ خواہ رزق کا معاملہ یا اور کچھ۔ ارشاد باری ہے:

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضْعِفُهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ (۳۰)

کوئی ہے کہ خدا کو قرض حسنہ دے کہ وہ اس کے بدلے اس کو کئی حصے زیادہ کرے گا اور خدا ہی روزی کو تنگ کرتا اور کشادہ کرتا ہے۔

۴- حَصَصَ: حَصَرَ بمعنی تنگی ہونا۔ گھر جانا اور حصر الرجل بمعنی دل پر کسی کا دباؤ محسوس کرنا (مف) دل گھٹ جانا تنگ ہو جانا۔ قرآن میں ہے:

إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِلْثَاقٌ أَوْ جَاءُوكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ أَنْ يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ (۳۱)

مگر جو لوگ ایسے لوگوں سے جا ملیں کہ ان میں اور تم میں معاہدہ ہے۔ یا تمہارے پاس آئیں تو ان کے دل تنگ ہوتے ہیں کہ وہ تم سے لڑائی کریں یا اپنی قوم سے لڑائی کریں۔

۵- حفا: حفا، کالغوی معنی کسی چیز میں طلب میں مبالغہ اور اصرار ہے۔ (مف: م: ق) اور حفا بمعنی کسی چیز کے متعلق پورا پورا علم رکھنے والا۔ عزت و اکرام و اظہار خوشی میں مبالغہ کرنا۔ کسی شخص کے حالات بہت پوچھنے والا اور سوال کرنے میں اصرار کرنے والا (مف) تو اسی مبالغہ اور اصرار سے بعض دفعہ تنگ کرنے کا معنی پیدا ہو جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

إِنْ يَسْأَلْكُمْ عَنْهَا فَيَحْفَظْكُمْ تَجَلَّوْا (۳۲)

اور وہ تم سے مال طلب کرے اور تمہیں تنگ کرے تو تم بخل کرنے لگو۔

ماصل: (۱) حفاق: جگہ کی تنگی کے لیے۔

(۲) قدر: اگر رزق سے منسوب ہو تو رزق کی تنگی کے لیے۔

(۳) قبض: اگر رزق سے منسوب ہو تو پہل حالت کے مقابلہ میں تنگی کے لیے۔

(۴) حَصَصَ: (صدر) دل کی گھٹن اور گھبراہٹ کے لیے اور

(۵) حفا: کسی سوال میں مبالغہ اور اصرار سے تنگ کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔

۲۲۔ تَوْرًا

کے لیے نَكَثًا، نَقَضًا، اَنْقَضًا، فَفَّرَ اور جَدَّدَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ نَكَثَ: بمعنی بٹی ہوئی یا بٹی ہوئی چیز کو اُدھیرنا۔ اور نَكَثَتْ دوبارہ کاتنے کے لیے اُدھیرے ہوئے کبل یا خیمے کو۔ اور نَكَثَتْ بٹی ہوئی یا بٹی ہوئی چیز کو اُدھیرنے والے کو کہتے ہیں۔ (منجد) اور اس کا استعمال عموماً عہد و پیمان، قسم اور بیع کے لیے ہوتا ہے۔ یعنی عہد توڑ دینا، وعدہ کا خلاف کرنا (۱)۔ (۲) ارشادِ باری ہے:

الَّذِينَ يَلْعَنُونَ قَوْمًا نَكَثُوا اِيْمَانَهُمْ
بھلا تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی
قسموں کو توڑ ڈالا۔ (۹۳)

۲۔ نَقَضَ: بمعنی کسی چیز کا شیرازہ بکھیرنا (اور اس کی ضد اَبْرَمَ ہے۔ یعنی کسی معاملہ کو مضبوط و مستحکم بنانا) (مف) اور یہ لفظ نَكَثَ سے زیادہ عام ہے۔ جیسے نَقَضَتْ الْبِنَاءَ بمعنی عمارت کو ڈھانا۔
— الْكُفْرُ بَدِي تَوْرًا — العقداگہ کھولنا۔ اسی طرح نَقَضَتْ الْحَبْلَ رَسِي کے بل اتارنا کے معنی میں بھی آتا ہے۔ پھر نَقَضَ، نَكَثَ سے ابلغ بھی ہے۔ اور اس عہد یا قسم کو توڑنے کے لیے آتا ہے۔ جو بختہ کیا جا چکا ہو۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے:

وَاَوْفُوا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاٰهَدْتُمْ
اور جب خدا سے عہد واثق کرو تو اُس کو پورا کرو
وَلَا تَنْقُضُوْا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا
اور جب پکی تمہیں کھاؤ تو ان کو مت توڑو۔
(۹۱)

اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا:
الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ
جو خدا کے اقرار کو مضبوط کرنے کے بعد توڑ دیتے
بَعْدَ مِيْثَاقِهٖ (۹۲) ہیں۔

۳۔ اَنْقَضَ کے معنی کسی چیز کا اس طرح توڑنا کہ کڑ کڑانے کی آواز سنائی دے (مف) پھر اس کا اطلاق مختلف مواقع پر بھی ہونے لگا۔ مثلاً اَنْقَضَتْ الدُّجَا جَاةً بمعنی مرغی کا اُٹھنا دیتے وقت کڑ کڑ کرنا۔ الا دیم چڑے کا چڑ چڑانا۔ اور اَنْقَضَ اَصَابِعُهُ بمعنی انگلیاں چٹخانا (منجد) اور اَنْقَضَ الْحَمْلُ الظَّهْرَ: بمعنی پیٹھ پر اتنا زیادہ بوجھ لادنا۔ کہ کڑ کڑانے لگے اور دوسری ہوجائے چنانچہ ارشادِ باری ہے:

وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ الَّذِيْ
اور ہم نے تم پر سے بوجھ اتار دیا جس نے تمہاری
اَنْقَضَ ظَهْرَكَ (۹۴) کمر توڑ رکھی تھی۔

۴۔ فَفَّرَ: یہ لفظ اَنْقَضَ سے اخصل ہے۔ جو صرف کمر توڑنے کے معنی میں آتا ہے۔ جبکہ اَنْقَضَ عام ہے۔ اَلْفَقْرَةُ اور اَلْفَقْرَةُ رِيْطُهُ کی ہڈی کے منکے کو کہتے ہیں جس میں سوراخ ہوتا ہے اور

اور اس کی جمع فقار اور فقرات آتی ہے۔ اور فَقْرًا لِّخَيْرٍ بمعنی موتی کے پروانے کے لیے اس میں سوراخ کرنا۔ اور فَاقِرًا ایسی مصیبت کو کہتے ہیں جو ریڑھ کی ہڈی کو توڑ دے (مخبر) ارشاد باری ہے:

وَرُجُوهُ يَوْمَئِذٍ بِأَسْرَةٍ تَنْظُنُّ أَنْ يَفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةً (۴۵)

اور کتنے مند اس دن اداس ہیں، خیال کرتے ہیں کہ ان پر وہ آئے جس سے ٹوٹے کر۔ (عثمانیؒ)

۵۔ جَدَّ: کسی سخت چیز کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دینا (تفصیل کاٹنا میں دیکھیے)

ماحصل (۱) نَكَثَ: بیع، قسم اور عہد توڑنے یا نبی ہوئی چیز کو ادھیڑنے کے لیے۔

(۲) نَقَضَ: کسی بھی چیز کو ادھیڑنے، شیرازہ بکھیرنا اور پختہ عہد اور قسم کو توڑنے یا جملہ بہانہ سے خراب کرنے کیلئے

(۳) أَلْفَضَ: کسی چیز کو اس طرح توڑنا کہ کر دکھانے کی آواز پیدا ہو۔

(۴) فَقَّرَ: لمر کی ہڈی توڑنے سے مخصوص ہے۔

(۵) جَدَّ: کسی سخت چیز کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔

تمت لگانا۔ دیکھیے ”پھینکنا“

۲۵۔ توفیق دینا

کے لیے وَفَّقَ اور أَوْزَعَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں:

۱۔ وَفَّقَ: وَفَّقَ بمعنی دو چیزوں کے درمیان مطابقت اور ہم آہنگی (صفت) اور وَفَّقَ بمعنی موافق بنانا۔ اور وَفَّقَ اللَّهُ بمعنی اللہ تعالیٰ کی حالات کو کسی کام کے موافق بنا دینا۔ ارشاد باری ہے:

إِنْ يُرِيدْ إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ لِعَمَلِهِمُ (۲۵)

اگر وہ دونوں صلح کر دینا چاہیں تو اللہ ان دونوں کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا۔

۲۔ أَوْزَعَ: وَزَعَ بمعنی روکنا۔ وَزَعَ الْجَيْشُ بمعنی فوج کو ترتیب وار صفوں میں رکھنا اور وَزَعَ اور أَوْزَعَ بمعنی تقسیم کرنا۔ پراگندہ کرنا (صفت اضداد) اور أَوْزَعَ الشَّيْءُ بمعنی الہام کرنا اور استوزع اللہ شکرہ خدا تعالیٰ سے شکر کی توفیق پانا (مخبر) اور أَوْزَعَ اللَّهُ فَلَانًا بمعنی اللہ تعالیٰ نے

فلان کو شکر گزاری کا الہام کیا (صفت) ارشاد باری ہے:

قَالَ رَبِّ أَوْزَعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَتِي۔

تو کہنے لگا کہ لے میرے پروردگار مجھے توفیق عنایت کر کہ جو احسان تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے ہیں، اُن کا شکر ادا کروں۔ (۲۶) (۲۷)

ماحصل:

(۱) وَفَّقَ اللَّهُ: اللہ کی حالات کو کسی کام کے لیے سازگار بنانا۔

(۲) أَوْزَعَ اللَّهُ: اللہ تعالیٰ کا کسی کے دل کو کسی کام کے لیے سازگار بنانا۔

۲۶۔ تہ برتہ

کے لیے طَبَاق (طبق) مَرَكُوم۔ رُكَام (رکم) مَتْرَاكِبًا (رکب)، نَضِيد اور مَضْنُود (نضد) اور كِسْف کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ طبق: ایک چیز کے اوپر اس کے برابر دوسری چیز رکھنا (منہ) کہ فرٹ بیٹھ جائے۔ مطابقت کرنا۔ ارشاد باری ہے:

الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ طَبَاقًا۔
اس نے سات آسمان اُپر تلے بنائے (جالندھری)
جس نے بنائے سات آسمان تہ برتہ (عثمانیؑ)

۲۔ رُكْمًا: یعنی ڈھیر لگانا (منجد) بغیر کسی نظم و ترتیب کے کسی چیز کو اُوپر نیچے یا آگے پیچھے ساتھ ملا کر اکٹھا کر دینا۔ اور رُكَام اور مَرَكُوم یعنی تہ برتہ بادل یاریت (منجد) ارشاد باری ہے:

الَّذِي تَرَىٰ اِنَّ اللّٰهَ يُزَيِّجُ سَحَابًا مِّمَّ
يُوَلِّفُ بَلِيَّةً ثُمَّ يُجْعَلُهُ رُكَامًا۔
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا ہی بادلوں کو چلاتا ہے۔
پھر اُن کو آپس میں ملا دیتا ہے۔ پھر اُن کو تہ برتہ
کر دیتا ہے۔

دوسرے تمام پر فرمایا:

وَيَجْعَلُ الْخَبِيثَاتِ بَعْضُهُمْ عَلٰى
بَعْضٍ فَيَرْكَبُهُنَّ جَمِيعًا (۳۷)

اور ناپاک کو ایک دوسرے پر رکھ کر ایک ڈھیر بنا دے۔

۳۔ تراکب: رُكَب یعنی سوار ہونا۔ اور رُكَيْب دو سواروں میں سے پچھلا سوار یا بڑھی ہوئی چیز جیسے انگوٹھی میں نگ ہوتا ہے (منجد) اور تراکب بمعنی اس طرح تہ برتہ ہونا کہ ان میں کوئی خاص نظم اور ترتیب پائی جاتی ہو۔ اور متراکب بمعنی گتھے ہوئے یا گندھے ہوئے۔ ارشاد باری ہے:

فَاتَّحَرْنَا مِنْهُ خَبْرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ
حَبًا مَّتْرَاكِبًا (۹۶)

پھر ہم اس میں سے سرسبز کو نپلیں نکالتے ہیں اور
ان کو نپلوں میں سے ایک دوسرے کے ساتھ بڑھے
ہوتے دلے نکالتے ہیں۔ (جالندھری)

۴۔ نَضِيد: نَضَد بمعنی سامان کا ایک دوسرے پر ٹھلنا۔ اور نَضْد گھر کے بچنے ہوئے سامان کو کہتے ہیں (منجد) اور نَضَدَتِ الْأَسْنَانُ بمعنی دانتوں کا با ترتیب ہونا (منجد) گویا نضد اس طرح اکٹھا کرنے کو کہا جاتا ہے۔ جس میں کوئی سلیقہ اور ترتیب پائی جائے۔ ارشاد باری ہے:

وَالَّذِي لِيَسْقِتَ لَهَا طَلْعُ نَضِيدٍ (۱۵)
اور یہی لمبی کھجوریں جن کا گجھاتہ بتہ ہوتا ہے۔

۵۔ كِسْف: كِسْف کے معنی کسی متخلخل جسم مثلاً بادل یا روئی وغیرہ کا ٹکڑا ہے جس کی جمع کِسْفِ آتی ہے۔ اور كِسْفًا ایسے متخلخل ٹکڑوں کو، خواہ وہ چھوٹے بڑے ہوں، ایک دوسرے کے اُوپر تہ

لگا دینے کو کہتے ہیں (مع) ارشاد باری ہے:

اللَّهُ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ فَتُشِيرُ
سَحَابًا فَيَبْسُطُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ
يَشَاءُ وَيَجْعَلُهُ كِسْفًا

خدا ہی تو ہے جو ہواؤں کو پھیلاتا ہے تو وہ بادل کو
اُٹھارتی ہیں۔ پھر خدا اس کو جس طرح چاہتا ہے۔
آسمان میں پھیلا دیتا اور تہہ بہہ کر دیتا ہے۔

- ماہل: (۱) طباق: ایک چیز کے اوپر اس کے برابر دوسری چیز رکھنا۔
(۲) رُكْم: بغیر کسی نظم و ترتیب کے کسی چیز کا اوپر نیچے یا آگے پیچھے ڈھیر لگا دینا۔
(۳) تراکب: اس طرح نظم و ضبط سے اوپر نیچے یا آگے پیچھے رکھنا کہ وہ جڑی ہوتی ہوں۔
(۴) نضد: قرینے سے استیوار کو اوپر نیچے رکھنا اور بچانا۔
(۵) کِسْف: متخلخل اجسام مثلاً روئی بادل وغیرہ کو اوپر نیچے رکھنا۔

۲۷ — تھکان

کے لیے سَتَمَّ، نَصَبٌ، عَجَى، لَعَبٌ، حَسْرٌ اور اَدٌّ (اد) کے الفاظ آتے ہیں۔

۱- سَتَمَّ: کسی چیز کے زیادہ عرصہ تک رہنے کی وجہ سے اس سے کبیدہ خاطر یا دل برداشتہ ہونا۔
(مع) اُلٹا جانا۔ کسی چیز سے دل کا اُچھاٹ ہو جانا۔ کسی کام کو کرتے کرتے دل بھر جانا۔ یہ تھکنے کی
ابتدائی حالت ہے۔ ارشاد باری ہے:

لَا يَسْتَمُّ إِلَى نَسَانٍ مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ (۲۱)

انسان بھلائی کی دعائیں کرتا کرتا تھکتا نہیں۔

۲- نَصَبٌ: کے لغوی معنی کاڑنا ہے۔ اور عَلِمَ يَعْلَمُ باب سے ہو تو اُلٹ معنی پیدا ہو جاتے
ہیں یعنی انسان تھکاوٹ کی وجہ سے اپنا جسم مستوی اور قائم نہ رکھ سکے۔ (م۔ ل) لِهَذَا نَصَبٌ
بمعنی سخت محنت کرنا، نیز بمعنی محنت کی وجہ سے تھکاوٹ۔ شَدَّةُ التَّعَبِ (ن ل ۲۸) قرآن
میں ہے:

فَلَمَّا جَاؤَا قَالِ لِقَتْلُهُ اَتَيْنَا غَدَامًا
لَقَدْ لَيْتِنَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا نَصَبًا۔

جب آگے چلے تو (مولیٰ نے) اپنے شاگرد سے
کہا کہ ہمارے لیے کھانا لاؤ۔ اس سفر سے ہمیں
بہت تھکان ہو گئی ہے۔ (۱۸)

۳- لَعَبٌ: کام یا محنت کی زیادتی کی وجہ سے تھک جانا اور کمزور ہو جانا۔ (م ل) درمانہ ہونا۔
ارشاد باری ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ
وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا
مِنْ لُغُوبٍ (۵)

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو مخلوقات
ان میں ہے سب کو چھ دن میں بنا دیا۔ اور ہم کو ذرا
بھی تھکان نہیں ہوا۔

۴- عَجَى، تھکاوٹ کی وجہ سے مزید کام نہ کر سکرنا اور عاجز و درمانہ ہونا۔ اَلْعَجَىٰ اور اَلْعِيَانُ تھکے ہوئے

اور دَاْعَاءِ عِبَادٍ لِّعَلَّاجٍ مَرَضٍ كُفِّتُمْ بِهِمْ (مخبر) ارشاد باری ہے:
 أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ
 السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَخْلُقْ
 بِخَلْقِنَهُنَّ (۳۳)

۵۔ حَسْرَ: اگلا درجہ ہے (ف ل۔ ا) یعنی تھکاوٹ کی وجہ سے سخت لاچار ہو جانا۔ ارشاد

باری ہے:
 ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ
 إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَائِسًا وَهُوَ حَسِيرٌ (۳۴)
 پھر دوبارہ (سب بارہ) نظر کر تو (ہر دفعہ) نظر تیرے پاس
 ناکام اور تھک کر لوٹ آئے گی۔

۶۔ اَدَّ (يُؤَدُّ) کے اصل معنی بوجھ اور گرانباری کی وجہ سے اپنی گزرگاہ سے ٹیڑھا ہو جانا ہے (معن او)
 عرف عام میں اس کا معنی بوجھ اور گرانباری کی وجہ سے تھک جانا ہے۔ ارشاد باری ہے:
 وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ
 وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا (۲۵۵)
 اس کی کرسی زمین و آسمان پر عادی ہے اور اسے ان
 دونوں کی حفاظت گرانبار نہیں کرتی۔

ماہصل: (۱) سَتَمَّ: کسی کام سے طبیعت اکتا جانا۔

(۲) نَصَبَ: تھکاوٹ کی وجہ سے جسم مستوی رکھ سکتا۔

(۳) لَقَبَ: تھکاوٹ کی وجہ سے کمزور ہو جانا۔

(۴) عَجَى: تھکاوٹ کی وجہ سے مزید کام کرنے سے عاجز ہونا۔

(۵) حَسْرَ: تھکاوٹ اور عاجزی میں عجز سے اگلا درجہ

(۶) اَدَّ: بوجھ اور گرانباری کی وجہ سے تھکنا۔

www.KitaboSunnat.com
 ۲۸۔ تھمنا (رُكِنَا)

کے لیے سَكَنَ، سَكَّتَ اور دَهْوَا کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ سَكَنَ: حرکت کے بعد ٹھہراؤ کو سکون کہتے ہیں۔ ظاہری اور معنوی دونوں طرح سے

استعمال ہوتا ہے۔ اور اس کی ضد علی الترتیب حرکت اور مضطرب ہے (معن) ارشاد باری ہے:

إِنْ يَشَأْ يُسْكِنِ الرِّيحَ (۳۲)
 اگر خدا چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے۔

۲۔ سَكَّتَ: بمعنی خاموش ہونا (مخبر) باتیں کرتے کرتے چُپ ہو جانا (معن) ٹھہر جانا تھم جانا

اور سَكَيْتَ اور سَاكُوْتُ اس شخص کو کہتے ہیں جو زیادہ چپ رہنے والا ہو۔ اور سَكَّتَ

الغَضَبُ بمعنی غصہ کافر و ہونا ہے (مخبر) قرآن میں ہے:

وَلَمَّا سَكَتَ عَنِّ مُوسَى الْغَضَبَ (۱۰۱) اور جب تھم گیا موسیٰ کا غصہ (عثمانی)

۳۔ رَهْوَا: رَهَا يَرْهْوَا: بمعنی نرم رفتار سے چلنا۔ اور رَهَا الْبَحْرَ بمعنی سمندر کا سکون پذیر ہونا۔

(مخدر) یعنی پانی میں موجوں اور لہروں کا تھم جانا۔ اور معنی ہموار قطعہ زمین میں جمع شدہ پانی (مغ) قرآن میں ہے:

وَأَثْرُكَ الْبَخْرَ هَوَا (۴۳)

اور چھوڑ جا دیا کو تھما ہوا۔

ماحصل: (۱) سَكَنَ: کا استعمال عام ہے۔ ہر چیز کی حرکت کے بعد تھمنے کو سکون کہتے ہیں۔

(۲) سَكَّتْ، بولتے بولتے تھم جانے کے لیے اور

(۳) رَهَوَا: پانی پر لہروں اور موجوں کے تھمنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۵۔ تھوڑا

کے لیے قَلِيلٌ، فَتِيلٌ، نَفِيرٌ، قَطْمِيرٌ اور فَوَاقٍ کے الفاظ آتے ہیں:

۱۔ قَلِيلٌ: اس کی ضد کثیر ہے۔ یعنی زیادہ کے مقابلے میں کم، اس کا استعمال عام ہے۔ مقدار، وزن، فاصلہ مدت وغیرہ سب جگہ استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَشْتَرُوا بِأَيْحِي ثَمَنًا قَلِيلًا (۴۴) اور نہ لو میری آیتوں پر مول تھوڑا (عثمانی)

۲۔ فَتِيلٌ: فتیل یعنی رسی وغیرہ بٹنا۔ اور فتیل بٹی ہوئی رسی کو کہتے ہیں۔ اس کی مؤنث فَتِيلَةٌ

ہے۔ جس کے معنی وہ تہی جس سے چراغ روشن کیا جاتا ہے۔ نیز فتیلہ اس باریک سے دھاگے

کو بھی کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی کے شکاف میں ہوتا ہے (مخدر) اور اس لفظ سے بہت تھوڑی

مقدار مراد لی جاتی ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَا يُظَلَّمُونَ فَتِيلًا (۴۵) اور ان پر دھاگے برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔

۳۔ نَفِيرٌ: نقر الطیر یعنی پرندہ نے چوڑھ لگائی۔ اور نقر الطیر الحب یعنی پرندے نے دانہ

چینا۔ مقدار یعنی چوڑھ اور نفیر کھجور کی گٹھلی میں چھوٹے سے گول نشان کو کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کی

شکل ایسی ہوتی ہے جیسے کسی پرندے نے چوڑھ لگائی ہو۔ اور نفیر سے مراد بھی بہت ہی

قلیل مقدار لی جاتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمَلِكِ فَإِذَا

يَأْتِيهِمْ بَأْسٌ بَادِشَاهِي كَأَنَّهُمْ

كُوتِلُوا بِرَبَابٍ يَوْمَئِذٍ يَوْمَئِذٍ

لَا يُجَاوِزُونَ النَّاسَ نَفِيرًا (۴۶)

۴۔ قَطْمِيرٌ: کھجور کی گٹھلی کے اوپر باریک سا پردہ یا جھلی (مخدر) اور اس لفظ سے انتہائی قلیل مقدار

مرا ہے جو نہ ہونے کے برابر ہو۔ محاورہ ہے "مَا أَصْبَدْتُ عَنْهُ قَطْمِيرًا" یعنی "اس سے مجھے

کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔ ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا

يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ (۴۷)

اور جن لوگوں کو تم اس کے سوا پکارتے ہو تو کھجور کی

گٹھلی کے پھلکے کے برابر بھی (کسی چیز کے) مالک نہیں

۵۔ فَوَاقٍ: دو دفعہ دوہنے کے درمیان کا وقت۔ دوہنے والے کے ہاتھ سے تھنوں کو دبانے اور

ہاتھ کھولنے کے درمیان کا وقت (مخدر) اور اس سے مراد قلیل وقت یا مدت لی جاتی ہے۔ ارشادِ

وَمَا يَنْظُرُ هُمُ إِلَّا الصَّيْحَةَ وَالْحِدَّةَ
 مَا لَهَا مِنْ قَوَاتٍ (۲۵)

اور یہ لوگ تو صرف ایک زور کی آواز کا جس میں شرم
 ہونے کے بعد کچھ وقفہ نہیں ہوگا انتظار کرتے ہیں۔

ماصل: (۱) قلیل، ہر زیادہ چیز کے مقابلہ
 (۲) قطعی: اتنی تھوڑی مقدار جو نہ ہونے کے برابر
 میں تھوڑی کے لیے۔ اس کا استعمال عام ہے۔ ہو۔

(۲) قلیل، تھوڑی سی مقدار کے لیے۔ بہت تھوڑی مدت یا وقفہ کے لیے آتا
 (۳) فقیر: بہت تھوڑی مقدار کے لیے۔ ہے۔

نوٹ: اسی طرح قرآن میں خوردل (رائی کا دانہ) اور ذرۃ بھی انتہائی قلیل مقدار ظاہر کرنے کیلئے آئے ہیں۔

۳۰۔ تیار کرنا

کے لیے ہیتاً، اَعْتَدَ، اَعْتَدَ اور جَهَّزَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
 ۱۔ هَيَّئْ: (ہاءِ یہنی) هَيَّئْ کسی چیز کی حالتِ محسوسہ کو کہتے ہیں (معنی) اور هَيَّئاً بمعنی
 موافقت کرنا۔ درست کرنا۔ تیار کرنا (مخبر) یعنی کسی کام کی سرانجام دہی کے لیے اس کے موافق
 اسباب تیار کرنا اور انہیں درست کرنا۔ ارشاد باری ہے:

يُنْزِلُ لَكُمْ رِيحًا مِّن رَّحْمَتِهِ وَ
 يَهَيِّئُ لَكُمْ مِّنْ أَمْرِكُمْ مَّا تَشَاءُونَ (۱۶)

تمہارا پروردگار تمہارے لیے اپنی رحمت و مسیح
 کرے گا اور تمہارے کاموں میں آسانی دے گا (سامان) مینا
 کرے گا۔

۲۔ اَعْتَدَ، اَعْتَدَ اس سامان کو کہتے ہیں جو کسی مقصد کے لیے تیار کیا جائے اور عَتَدَ بمعنی آمادہ
 ہونا۔ تیار ہونا۔ اور اَعْتَدَ بمعنی تیار کرنا (مخبر) ارشاد باری ہے:
 اِنَّا اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِكُفْرٍ مِّنْ نُّنَّا۔ ہم نے (یہ) کافروں کے لیے جہنم کی ممانی تیار کر
 رکھی ہے۔

۳۔ اَعَدَّ بمعنی تیار کرنا۔ حاضر کرنا (مخبر) یعنی تیار کر کے سامنے لا کھڑا کرنا۔ عَدَّ بمعنی گننا اور شمار کرنا
 ہے۔ اور اَعَدَّ بمعنی اس کی تیاری سے متعلق ایک ایک چیز کو مکمل کر کے سامنے حاضر کر دینا۔
 ارشاد باری ہے:

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُهْوَتْ بِهَا النَّاسُ وَ
 الَّتِي كَانَتْ لِلْكَافِرِينَ (۲۳)

اُس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہونگے
 اور جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

اکثر اہل لغت اَعْتَدَ کو بھی عدد کے تحت لے آتے ہیں۔ امام راغب کے نزدیک اَعْتَدَ نا
 دراصل اَعَدَّ و نا تھا۔ پہلی (د)، (ت) سے بدل گئی تو اَعْتَدَ نا ہو گیا (معنی) گویا اکثر اہل لغت
 کے نزدیک اَعَدَّ اور اَعْتَدَ دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔

۴۔ جَهَّزَ: جَهَّزَ: مسافر کا وہ سامان ہے جو تیار کر کے رکھا جائے۔ اور جَهَّزَ بمعنی تیار شدہ سامان

کو لادنا اور بھیجنا (مف) عموماً اس لفظ کا اطلاق یا تو میت کے لیے ہوتا ہے۔ تجمیر و تکفین مشہور لفظ ہے۔ یا پھر مسافر کا سامان تیار کرنے کے لیے۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا جَزَّهٖ هُمْ بِجَهَنَّمَ (۱۳) پھر جب یوسف نے اپنے بھائیوں کا سامان تیار کر دیا۔

ماحصل؛ (۱) ہیتاً؛ کسی چیز کی تیاری میں سامان کا موافقت کرنا۔

(۲) عتد؛ تیاری سے متعلقہ سامان تیار کر رکھنا۔

(۳) اعد؛ سب کچھ مکمل کر کے سامنے لا کر حاضر کرنا۔

(۴) جہز؛ مسافر یا میت کا سامان تیار کرنا۔

۳۱ — تیر

کے لیے سہم اور زکم کے الفاظ آتے ہیں:

۱- سہم؛ عام تیر کو بھی کہتے ہیں۔ اور جوئے کے تیر کو بھی جس سے قرعہ نکالتے ہیں (ج سہام) اور ساہم۔ یعنی قرعہ اندازی کرنا۔ اور تساہم۔ یعنی کسی چیز کو آپس میں بانٹ لینا ہے۔ سہم یعنی بانٹا ہوا حصہ۔ نصیب۔ قسمت (م-ق) قرآن میں ہے:

فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ (۳۱) اس وقت قرعہ ڈالا تو یونس نے زک اٹھائی۔

۲- زکم؛ بے پر کا تیر۔ فال لینے کا تیر (ج-ا زلام) (منجد) وہ چھوٹا سا تیر جس میں ریش اور فصل نہ ہو (م-ق) پانہ۔ ارشادِ باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ (۳۱)

اے ایمان والو! شراب اور جو اور بت اور پانے (یہ سب) ناپاک کام اعمالِ شیطان سے ہیں۔

۳۲ — تیز

کے لیے حدید اور حداد اور سلق کے الفاظ آتے ہیں۔

۱- حدید اور حداد؛ حد یعنی کسی چیز کا آخری کنارہ جو اسے دوسری چیزوں سے علیحدہ کرے اور حد السیف والسیکین یعنی تلوار یا پھری کی دھار تیز کرنا۔ اور حدید یعنی لوہا بھی اور تیز بھی۔ حدید الفہم یعنی تیز فہم۔ اور حدید النظر یعنی تیز نظر والا ہے۔ قرآن میں ہے:

لَقَدْ كُنْتُمْ فِي عَفْوَةٍ مِّنْ هٰذَا تُوَسَّدُ قِيَامَتِكُمْ (۳۲) تو اس (قیامت کے دن) سے غافل ہو رہا تھا۔ اب فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ كَحَدِيدٍ (۳۲) ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھا دیا۔ سو آج تیری نگاہ تیز ہے۔

اور حدید اللسان یعنی تیز زبان اور حدید کی جمع حداد ہے۔ اور

۲- سَلَقَ: یعنی قمر اور غلبہ کے ساتھ دست درازی یا زبان درازی کرنا ہے۔ اور سَلَقَ اللسان یعنی زبان کو تیزی سے چلانا۔ (منجد) ارشاد باری ہے:

فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوا كَوْمَهُمْ
بِالسِّنَةِ حَدَادٍ أَسْحَبًا عَلَى الْخَيْرِ

پھر جب (جنگ کا) خوف دُور ہو جائے تو تیز تیز
زبانوں سے تمہارے بارے میں زبان درازی کریں۔
اور بہت حرلیں ہیں مال پر۔ (۲۳/۱۹)

۲۳- تیل

کے لیے زَيْتٌ، دُهْنٌ اور دِهَانٌ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱- زَيْتٌ: زیتون کے درخت کے تیل کو زیت اور پھل کو زیتونہ کہتے ہیں (م-ق) اور زَايَاتِ الطَّعَامِ یعنی کھانے میں زیتون کا تیل ڈالا یا اس کو زیتون کے تیل سے مرغن کیا۔ اور یہ تیل جلانے کے لحاظ سے بہت عمدہ تیل ہے۔ ارشاد باری ہے:

يَكَادُ زَيْتُهَا يَضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ
نَارٌ (۲۴)

اس کا تیل خواہ اسے آگ نہ بھی چھوئے جلنے کو
تیار ہے۔

۲- دُهْنٌ: یعنی تیل روغن، چکنائی یہ لفظ عام ہے۔ خواہ یہ روغن یا تیل کسی قسم کا ہو، نباتاتی ہو، یا حیواناتی۔ اور دِهَانٌ اور أَدُهْنٌ یعنی دھوا کا دینا۔ منافقت کرنا اور تَدَهْنٌ یعنی تیل سے

چکن کرنا (منجد) ارشاد باری ہے:

وَسَجْرَةٌ تَخْرُجُ مِنْ حُلُورِ سَيْنَانِ
تَنْبَلُتُ بِالدَّهْنِ (۲۵)

اور وہ درخت (بھی ہم ہی نے پیدا کیا) جو طور سینا میں
پیدا ہوتا ہے اور روغن لیے ہونے لگتا ہے۔

۳- دِهَانٌ: یعنی تیل کی تلچھٹ۔ پھسلنے کی جگہ۔ والرش۔ پلینٹ (منجد) ارشاد باری ہے:

فَإِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكُانَتْ
وَدَدَةً كَالدِّهَانِ (۲۶)

پھر جب آسمان پھٹ کر تیل کی تلچھٹ کی طرح
گلابی ہو جائے گا۔

ماصل: زَيْتٌ صرف زیتون کے تیل کو کہتے ہیں اور دُهْنٌ زیت سمیت ہر قسم کے تیل کو۔ اور تیل خواہ کسی قسم کا ہو اس کا تلچھٹ دِهَانٌ ہے۔

۳۲- تیوری چڑھانا

کے لیے عَبَسَ، كَلَجَ اور بَسَرَ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱- عَبَسَ: یعنی چیں بہ جبین ہونا۔ دونوں آنکھوں کے درمیان پلشانی میں سلوٹ پڑ جانا۔ یہ پہلا
درجہ ہے (ف ل ۱۳۹) قرآن میں ہے:

عَبَسَ وَتَوَلَّى أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمَى (۲۷)

(محمد مصطفیٰ) ترش رو ہوئے اور منہ پھیر بیٹھے کہ

اُن کے پاس ایک نابینا آیا۔

۲۔ کَلَّحَ: یہ عبس کا اگلا درجہ ہے۔ چہرہ پر سلوٹیں پڑ جانا کہ شکل بگڑ جائے (ف۔ ل۔ ۱۳۹) اور بعض کے نزدیک ہونٹوں کو اس طرح اوپر نیچے کرنا کہ دانت نظر آنے لگیں اور چہرہ بد نما نظر آئے۔

(م۔ ق) قرآن میں ہے:

تَلْفَحُ وُجُوهُهُمْ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا
كَالْحُورِ (۲۳)

آگ اُن کے مونہوں کو بھلس دے گی اور وہ اس میں
تیوری چڑھائے ہوں گے۔ (جالندھری)

بھلس دی گئی انکے منہ کو آگ اور وہ اس میں بد شکل ہو رہے ہونگے (عثمانی)
۳۔ بَسَرَ: عبس کا آخری درجہ۔ جب تیوری چڑھانے کا عمل انتہا کو پہنچ جائے تو بَسَرَ کہلا گیا۔

ترش رو ہونا (ف۔ ل۔ ۱۳۹) قرآن میں ہے:

ثُمَّ نَظَرَ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ (۴۳)

پھر تامل کیا۔ پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑ لیا۔
(جالندھری)

ط

اَلطُّكْرُ

کے لیے جُزءِ قَطْع، بُقْعَة، کِسْفَا، زُبْر، اَنْكَاث، عِضْبِین (عضو) جُدَاذ (جدّ) فُرْق، بعض کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- جُزء: بمعنی ٹکڑا یا کسی چیز کا علیحدہ شدہ حصّہ۔ اس کی ضد کُل ہے (ج اجزاء) ہے۔ یعنی کسی چیز کے وہ حصّے جن کے ملانے سے وہ چیز مکمل ہوتی ہے۔ اور جُزءُ الشَّیء بمعنی کسی چیز کو مختلف اجزاء میں تقسیم کرنا۔ ایک حصّہ لینا (منجد) ارشاد باری ہے:

ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ

پھر اُن کا ایک ایک ٹکڑا ہر ایک پہاڑ پر رکھ دو۔

جُزءًا (۳۶۶)

۲- قَطْع، قَطَعٌ کی جمع ہے۔ یعنی کسی چیز کا جدا کردہ حصّہ یا ٹکڑا۔ قَطَعَهُ اشعار کے اس مجموعہ کو بھی کہتے ہیں جن میں ۴ سے زیادہ اور اسے کم شعر ہوں اور زمین کے علیحدہ کئے ٹکڑے کے لیے بھی آتا ہے۔ پلاٹ وغیرہ (منجد) ارشاد باری ہے:

وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجَوِّدَاتٌ

اور زمین کئی طرح کے قطععات ہیں۔ ایک دوسرے سے ملے ہوئے۔

(۳۶۷)

اور قِطَعٌ کا لفظ اگر رات سے منسوب ہو۔ تو اس سے مراد رات کا کوئی ایک حصّہ ہوتا ہے (منجد) لیکن بعض مترجمین اس سے رات کا آخری حصّہ مراد لیتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

فَاَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ

تو کچھ رات رہے سے اپنے گھر والوں کو لے کر چل

دو۔ (۳۶۸)

۳- بُقْعَة: صاحب مقياس اللغة کے نزدیک (بحوالہ خلیل) بقعة زمین کا وہ قطعہ ہے جو اس پہاڑ کے قطععات سے نمایاں ہو۔ م۔ ل۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا أَنهَا مَوْدِي مِنْ شَاطِئِ

جب اُس کے پاس پہنچے تو میدان کے دائیں کنارے سے ایک مبارک جگہ میں ایک درخت کے آواز

مِنَ الشَّجَرَةِ (۳۶۹)

آئی۔

۹- فِرْقٌ: یعنی کسی چیز کا ٹوٹا ہوا یا کٹا ہوا ٹکڑا (منجد) اس میں بالعموم دو ٹکڑوں کا تصور پایا جاتا ہے۔ ایک کٹ کر علیحدہ شدہ ٹکڑا۔ دوسرے وہ جو کٹنے کے بعد باقی رہ گیا۔ اور فِرْقٌ سر کے بالوں کے درمیانی رستہ یا مانگ کو بھی کہتے ہیں (منجد) اور فِرْقٌ سامنے کے دو دانتوں کے درمیانی فاصلہ کو (منجد)

ارشادِ باری ہے:

فَأَنفَلَقَ فَمَا كَانَ كَلْفِ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ (۲۶)

پھر دریا پھٹ گیا اور ہر ایک حصہ یوں ہو گیا۔ گویا بڑا پہاڑ ہے۔

(فِرْقٌ اور فِلِقٌ میں فرق کیلئے دیکھیے ”پھاڑنا“)

۱۰- بَعْضٌ کا استعمال عام ہے۔ یہ کسی ”کل“ کے ”جزر“ کے لیے بھی آتا ہے۔ جیسے ارشادِ باری ہے:

فَقَلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا (۲۳)

تو ہم نے کہا کہ اس (ذبح شدہ گائے کا) ایک ٹکڑا دوسرے پر مارو۔

اور اگر کل کئی مستقل چیزوں کا مجموعہ ہو تو فرد کے لیے بھی آتا ہے۔ جیسے بعض الیائی یعنی راتوں میں سے کوئی ایک رات یا بعض الناس۔ کوئی آدمی۔ قرآن میں ہے:

فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَلَدُّ مَوْتًا (۶۸)

پھر لگے ایک دوسرے کو ملامت کرنے۔

(۶۸)

علاوہ ازیں بعض کا استعمال معنوی طور پر بھی ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَالْبَيْنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلَفُونَ (۲۲)

ہو تھیں سمجھا دوں۔

۱۱- حاصل:

(۱) جزو: کسی چیز کے حصے جن سے وہ مکمل ہوتی ہے۔

(۲) قطعہ: زمین، اشعار اور رات کے حصے یا ٹکڑے کے لیے۔

(۳) بقعہ: وہ قطعہ زمین جو دوسروں سے ممتاز ہو۔

(۴) كَسَفٌ: متخلخل اجسام مثلاً بادل، روئی یا آسمان کا ٹکڑا۔

(۵) رُبٌّ: لوہے یا کاغذ وغیرہ کے تختے۔ اوراق۔

(۶) انکاث: ٹہنی ہوئی روئی یا اون کے ٹکڑے۔

(۷) عضین: گوشت کے ٹکڑے۔ بوٹیاں۔

(۸) جذاذ: قیمتی دھاتوں کے ریزے اور ٹکڑے۔

(۹) فِرْقٌ: بالعموم دو حصوں میں سے کوئی ایک۔

(۱۰) بعض: کل کے مقابلہ میں جزر کے لیے اور مجموعہ کے مقابلہ میں فرد یا کچھ افراد کے لیے آتا ہے۔

نیز دیکھیے ”حصہ“

ط ۲۔ ٹوٹ

کے لیے تَبَّ، اِنْفَصَمَ، اِنْقَضَ، تَقَطَّعَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ تَبَّ: کے لغوی معنی مسلسل نقصان و خسارہ کی وجہ سے ہلاکت کو پہنچنا ہیں (معنی) اور قرآن میں تباہ کا لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اور تَبَّ دعائیہ کلمہ بھی ہے۔ کہتے ہیں تَبَّأَنَّكَ یعنی خدا تجھے غارت کرے یا ہلاک کرے۔ اسی طرح تَبَّتْ يَدَاہُ یعنی اس کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں (منجد) ارشاد باری ہے:

تَبَّتْ يَدَا آتِي لَهَبٍ وَتَبَّ ﴿١١﴾ ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں اور وہ تباہ ہو۔

۲۔ اِنْفَصَمَ: کسی چیز کا اس طرح ٹوٹنا کہ دونوں حصے الگ نہ ہوں بلکہ جڑے رہیں (منجد) لیکر آجانا۔ بال آنا۔ ارشاد باری ہے:

فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ

تو جو شخص بتوں سے اعتقاد نہ رکھے اور یقین لاوے اللہ

بِاللَّهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ

پر اُس نے پکڑ لیا حلقہ مضبوط۔ جو ٹوٹنے والا نہیں۔

الْوُثْقَى لَا انْفِصَامَ لَهَا ﴿٢٥٦﴾

۳۔ اِنْقَضَ: انْقَضَ یعنی توڑنا اور اِنْقَضَ بمعنی عمارت یا دیوار وغیرہ کا ترخ جانا۔ اور اِنْقَضَ بمعنی عمارت وغیرہ کا ٹوٹنا ہوا حصہ (منجد) دیوار وغیرہ کا ترخ کر اس میں دراڑ پڑنا اور شکستہ ہو کر ایک طرف کو ٹھک جانا۔ ارشاد باری ہے:

فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا اِذَا تُرِيدُ اَنْ

پھر انہوں نے ایک دیوار دیکھی جو ٹھک کر گرا

چاہتی تھی۔ تو اس (خضر نے) اسکو سیدھا بنا دیا۔

يَنْقُضَ فَاَقَامَهُ ﴿١٤﴾

۴۔ تَقَطَّعَ: کسی چیز کا ٹوٹ کر یا ٹک کر علیحدہ ہو جانا۔ ظاہری اور معنوی دونوں طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَرَاوَالْعَذَابِ وَقَطَّعَتْ بِهِمُ

وہ عذاب (اللی) دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے

تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔

الْاَسْبَابِ۔ ﴿٢٦٦﴾

ماہل: (۱) تَبَّ: دعائیہ کلمہ۔ برے مفہوم میں (۲) تَقَطَّعَ: اس طرح ٹوٹنا کہ اس کے حصے الگ

معنی کسی کی تباہی و بربادی کے لیے بددعا۔ ہو جائیں۔

(۲) اِنْفِصَامَ: اس طرح ٹوٹنا کہ دونوں حصے الگ (۳) اِنْقَضَ: عمارت یا دیوار وغیرہ کا ترخ جانا۔

نہ ہوں۔ ٹھٹھا کرنا۔ دیکھئے مذاق اڑانا

۳۔ ٹھنڈا ہونا۔ کرنا

کے لیے بَرَدٌ اور قَرٌّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- بَرَدٌ: بمعنی ٹھنڈا ہونا۔ اور بَرَدٌ۔ بَرَدٌ بمعنی ٹھنڈک یا سردی۔ اور بَرَدٌ بمعنی اولے۔ بَرَدٌ
الارض بمعنی زمین پر اولے برسے (منجد) اور باردٌ بمعنی کوئی بھی ٹھنڈی چیز۔ ارشادِ باری ہے:
أَنْزَلْنَا مِنْ سَمَاءٍ مَوْجِدَةٍ مَاءً بَارِدًا وَغَرَابِيبًا كَثِيرًا (۳۸)

(دیکھو) یہ (پتھر نکل آیا) نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو شیریں

۲- قَرٌّ: قَرٌّ الْيَوْمَ بمعنی دن کا ٹھنڈا ہونا۔ يَوْمَ قَرٌّ بمعنی ٹھنڈا دن۔ لَيْلَةٌ قَرٌّ بمعنی ٹھنڈی
رات۔ پھر یہ معنوی طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے قَرَّتْ (قَرٌّ وَ قَرٌّ) عَيْنُهُ بمعنی کسی
کی آنکھ ٹھنڈی ہونا۔ دل کی خوشی اور مراد حاصل ہونا (منجد)۔ گو یا ایسی ٹھنڈک جو خوشگوار
بھی ہو اس کے لیے قَرٌّ کا لفظ آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَكَلْبِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا (۱۹)

تو لے مریم) کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو۔

ماہل: برد ٹھنڈک کے لیے عام ہے۔ اور قَرٌّ ایسی ٹھنڈک کو کہتے ہیں جو خوشگوار اور باعثِ راحت سکون ہو۔

۴- ٹھہرنا (معنی رُکنا)

کے لیے سَكَنَ، رَكَدَ، جَمَدَ، رَهَوَا، قَرٌّ اور وَقَفَتْ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱- سَكَنَ: حرکت کے بعد ٹھہراؤ کے لیے آتا ہے (منف)

۲- رَكَدَ: کسی چیز کی احتیاج کے بعد کسی چیز کا اپنے سہارے قائم و ثابت ہو جانا (م)۔ رَكَدَ الْمِيزَانَ
معنی ترازو کا برابر ہو کر ٹھہر جانا۔ اور رَكَدَ الشَّمْسُ بمعنی سورج کا سر پر آکر ٹھہرنا معلوم ہونا۔

ارشادِ باری ہے:

إِنْ يَشَاءُ يُسَكِّنِ الرِّيحَ فَيَظَلِّلْنَ
رَوَاكِدَ عَلَى ظَهْرِهِ (۴۲)

اگر خدا چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے اور ہماز اس کی سطح پر

کھڑے کے کھڑے رہ جائیں۔

۳- جَمَدَ: بے جان چیزوں کا بالکل بے حس و حرکت ہونا۔ جَمَدَ الْمَاءُ بمعنی پانی کا جم جانا۔ اور

جَمَدَ الدَّمُ بمعنی خون خشک ہونا۔ اور جَمَدَ جَمْعٌ ہوتے پانی کو کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً
وَهِيَ تَمُرٌّ مَرًّا السَّحَابِ (۲۸)

اور تم پہاڑوں کو دیکھو کہ (اپنی جگہ پر) جمے کھڑے ہیں
مگر وہ (اس روز) اس طرح اڑتے پھریں گے، جیسے

باؤل اڑتے پھرتے ہیں۔

۴- رَهَوَا: سمندر یا سطحِ آب پر لہروں اور موجوں یا تلاطم کا رُک جانا (منجد) دوسری لغت یہ ہے:

دوبلندیوں کے درمیان کھلی جگہ یا راستہ (م)۔ (منف)

قرآن کریم میں یہ لفظ ایک ہی بار استعمال ہوا ہے۔ اور دونوں معانی کا ساتھ دیتا ہے۔ ارشادِ باری

ہے:

وَأَتْرَكُ الْبَحْرَ رَهَوًا (۴۲)

اور چھوڑ جا دوں یا کو تھما ہوا۔

۵- قَرَّ: کسی جگہ قرار پکڑنا (مخبرہ) جم کر ٹھہرنا۔ ارشاد باری ہے:

وَلْيَقَرُّ فِي الْأَحْصَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسْتَقَرٍّ (۲۲)

اور ہم جس کو چاہتے ہیں ایک مقررہ میعاد تک پیٹ میں ٹھہرائے رکھتے ہیں۔

۶- وقت، بے حس و حرکت کھڑا ہونا (م۔ ق) کسی کام کے کرتے کرتے تھوڑی دیر کے لیے ٹھہرنا (موقت) سیارات بس ٹیڈ کو کہتے ہیں) یا ایسا ٹھہراؤ جس کے بعد پہلی سی حرکت یا کام متوقع ہو۔ ادریہ لفظ لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

(۱) لَازِمٌ: وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ (۲۱)

اور کاش تم ان کو (اس وقت) دیکھو جب وہ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے۔

(۲) متعدی (بمعنی ٹھہرنا): وَوَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُورُونَ (۲۲)

اور ان کو ٹھہرائے رکھو کہ ان سے (کچھ) پوچھنا ہے۔

ماحصل: (۱) سکن، حرکت کے بعد ٹھہرنا۔

(۲) رُكُود: کسی حرکت کرتی ہوئی چیز کا اپنے سہارے قائم و ثابت ہو کر ٹھہر جانا۔

(۳) جَمَدٌ: جم جانا۔ بیجان اشیاء کا مستقل ٹھہراؤ۔

(۴) رَهْوًا: سطح آب کا پرسکون ہونا۔ یاد و بقرار چیزوں کے درمیان بھلی جگہ۔

(۵) قَرَّ: کسی چیز کا کسی جگہ قرار پکڑنا۔ کچھ مدت کے لیے ٹھہرے رہنا۔

(۶) وقت: دوران کار ٹھہرنا۔

۵۔ ٹھہرنا۔ (آباد ہونا)

کے لیے لَبِثٌ، مَكَّتٌ، عَكَّتْ کے الفاظ آئے ہیں۔ نیز دیکھیے "آباد ہونا"

۱- لَبِثٌ: بمعنی کسی جگہ جم کر ٹھہرنا اور مستقل قیام کرنا (معت) ارشاد باری ہے:

وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا (۱۸)

پس وہ (اصحاب کف) اپنے غار میں نوادپر تین سو سال رہے (جالندھری)

۲- مَكَّتٌ: کسی چیز کی انتظار میں ٹھہرنا (معت)۔ م (ل) قرآن میں ہے:

فَقَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا۔

مولیٰ نے اپنے گھروالوں سے کہا۔ آپ ٹھہریں۔ میں نے آگ دیکھی ہے۔ (۲۰)

دوسرے مقام پر ہے:

فَمَكَّتْ غَيْرَ بَعِيدٍ (۲۴)

ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی۔

اور تیسرے مقام پر ہے:

وَقَرَّانَا فَرَقْنَا لَهُ لِقَاءَ عَلِي النَّاسِ

اور قرآن کو ہم نے جزو جزو کر کے (نازل کیا ہے)

عَلَىٰ مَكَّةَ (۱۶)
تاکہ آپ اذیں ٹھیر ٹھیر کر پڑھ کر سنائیں۔ تاکہ وہ
ساتھ ساتھ سمجھتے جائیں

لیکن بعد میں یہ لفظ اپنی اصل کو چھوڑ کر لَبَتْ کا ہم معنی قرار پا گیا۔ جیسے قرآن میں ہے:
وَهُ اس (جنت) میں ہمیشہ رہیں گے۔

۳۔ عَكَفٌ: بمعنی تعظیماً کسی چیز کی طرف متوجہ ہونا اور اس سے وابستہ رہنا (صفت) اور معنی گوشہ نشین
ہونا، اپنی اصلاح کرنا اور خود کو باز رکھنا (م۔) یعنی کسی تبرک مقام پر بغرض عبادت ٹھہرنا اور رُکے
رہنا۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا تَبَايَسُوا رُؤُوسَهُمْ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ
فی الْمَسَاجِدِ (۱۷)

سے باشرت نہ کرو۔

ماصل: (۱) لبت: بہت طویل مدت تک ٹھہرنے کے لیے۔

(۲) مکث: کسی چیز کے انتظار میں ٹھہرنے کے لیے۔

(۳) عکف: کسی تبرک مقام پر بغرض عبادت ٹھہرنے کے لیے آنا ہے۔

نوٹ: سَكَنٌ، خَلَدٌ وغیرہ کے لیے دیکھیے — آباد ہونا۔

۶۔ ٹیلہ اور اُس کی اقسام

کے لیے رُبُوعٌ، اَمْتًا، حَدَبٌ، رُبْعٌ، اَحْقَافٌ اور رَجْدٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رُبُوعٌ: بمعنی جائے بلند جس میں نشیب و فراز ہو (م۔) (۱) ریابیر سوا بمعنی بڑھنا اور پھلنا پھولنا۔
اور رُبُوعٌ سے مراد ایسی ریتی زمین ہے جس کی سطح قدرے بلند ہو۔ یہ عموماً سرسبز اور شاداب
ہوتی ہے (پنجابی میرا زمین) قرآن میں ہے:

كَذَٰلِكَ جَنَّةُ بَدْرٍ رُبُوعٌ اَصَابَهَا وَايْلٌ
فَأَتَتْ اَكْثَرَهَا ضَعْفَتَيْنِ (۱۸)

۲۔ اَمْتًا: اونچان (م۔) (۲) ٹیلہ چھوٹا ٹیلہ۔ بلند مقام (منجد) ارشاد باری ہے:

لَا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَا اَمْتًا (۱۹)

جس میں نہ تم کجی (اور پستی) دیکھو گے نہ ٹیلہ اور بلندی۔

۳۔ حَدَبٌ: کے لغوی معنی اُبھارا اور کبڑا ہوا ہے۔ اور مجازاً بلند اور سخت زمین کو بھی کہتے ہیں جو اس

شکل کی ہو (صفت) یعنی ایسا ٹیلہ جو پھیلاؤ میں زیادہ اور بلندی میں کم ہو۔ (محدب ضد جعجعی
شیشے جو نزدیک اور دور کی نظر کی کمزوری کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ اور محدب شیشہ کو
عارضہ بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ مسور کے دانوں کی شکل کی طرح دونوں طرف اُبھرا ہوا ہوتا ہے قرآن میں ہے:

حَتَّىٰ اِذَا فُتِحَتْ يَا حُجُّوجٌ وَمَا حُجُّوجٌ
وَهُمْ مِّنْ جَلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ (۲۰)

یہاں تک کہ یا حوج اور ما حوج چھوڑ دیے جائیں اور
وہ ہر بلندی سے دوڑ رہے ہوں۔

۴- ربيع: ربيعہ کی جمع ہے۔ یعنی بلند وادی۔ پہاڑوں کے درمیان قابل رہائش وادیاں (م۔ ل) اور ربيعہ
 بمعنی بلند ٹیلہ۔ وادی کی بلندی سے پانی بہنے کی جگہ۔ پہاڑی کشادہ راستہ (منجد) ارشاد باری ہے،
 أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رَيْعٍ آيَةً تَعْلَمُونَ (۲۱۸)

۵- احقاف: حقیقت کی جمع ہے۔ بمعنی ریت کا ناہموار ٹیلہ (مفت) ریت کا لہبا اور پیچلا قطعہ (منجد)
 اور احقاف بمعنی ریت کے ٹیلے۔ ریگستان۔ ایک ریگستان کا نام۔ ارشاد باری ہے۔
 وَأَذْكُرْ أَخَعَا دَاوُدَ إِذْ أَنْذَرَهُ قَوْمَهُ
 بِالْأَحْقَافِ (۳۱)

۶- نجد: بلند اور سخت زمین۔ ٹیلہ کو بھی کہتے ہیں اور پستان کو بھی (منجد) اور بمعنی چھوٹا پہاڑ (منجد)
 پھر نجد گھاٹی کو اور گھاٹی کو جانے والے بلند راستہ کو بھی کہتے ہیں اور اترنے والے کو بھی (منجد)
 ارشاد باری ہے:

وَهَدَىٰ نَبِيَّهُ التَّجْدِينَ فَلَا اقْتَحَمَ
 الْعُقَبَةَ (۹)

ماہصل: (۱) رعبوہ، بلند اور نرم ریشلی زمین۔ (۲) ربيع، پہاڑوں کے درمیان قابل رہائش وادیاں۔
 (۳) امت: چھوٹا سا ناہموار ٹیلہ۔ (۴) احقاف: ریگستان۔ ریت کے لمبے اور پیچلا ٹیلے
 (۵) حدب، ایسا ٹیلہ جو پھیلاؤ میں زیادہ اور بلندی میں کم ہو (۶) نجد: گھاٹی اور اس پر چڑھنے اور اترنے کا راستہ

۷- ٹیڑھ (کچی) ٹیڑھا ہونا

کے لیے عَوْجٌ، رَيْعٌ، الْحَادُّ، جَوْرٌ اور نَكَبٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- عوج: بمعنی کسی الیادہ چیز مثلاً دیوار یا درخت کے بالائی حصہ کا ٹیڑھا ہونا اور عَوْجٌ بمعنی ٹیڑھی
 چال والا آدمی۔ اور العَوْجُ وہ ٹیڑھاپن ہے جو ظاہری آنکھوں سے دیکھا جاسکے اور العَوْجُ وہ
 ٹیڑھاپن ہے جو عقل و بصیرت سے دیکھا جاسکے (مفت) لیکن درج ذیل آیت کی رو سے یہ بات
 درست معلوم نہیں ہوتی۔ وَاللَّهُ اعْلَمُ!

لَا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا (۲۱)

عوج اور امت متضاد الفاظ ہیں۔ بمعنی اونچ نیچ اور خلیل کے نزدیک یہ دونوں لفظ مترادف
 یا ہم معنی ہیں جو کہ ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہو جاتے ہیں۔ (مہل) بہر حال عوج و عوج وسیع مفہوم
 رکھتا ہے۔ ظاہری اشیاء میں اس کا مفہوم اونچ نیچ اور موڑ ہے اور معنوی چیزوں میں اس کا مفہوم
 پیچیدگی، الجھن یا ابہام ہے۔ ارشاد باری ہے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ
 الْكِتَابَ وَلَقَدْ يَجْعَلُ لَكَ عِوَجًا (۱۸)

زیغ: زاغ بمعنی راہِ حق سے انحراف کرنا۔ زاع البصر بمعنی نظر کا تھکنا (منجد) اور امام راغب کے نزدیک نگاہ نے غلطی کی اور ایک طرف ہٹ گئی (معن)۔ یہ لفظ عموماً معنوی طور پر استعمال ہوتا ہے اور اس کا مفہوم زاویہ نگاہ یا نقطہ نظر میں تبدیلی، ٹیڑھ اور انحراف ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ
تو پھر جن لوگوں کے دل میں کجی ہے وہ ان میں سے
مَتَشَابِهَاتٍ بِئِنَّهَا لَكُنَّ عَيْنًا
مشابہات کے پیچھے لگتے ہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ ﴿٦٦﴾
تو جب انہوں نے کجروی کی تو اللہ نے (بھی ان کے) دل ٹیڑھے کر دیے۔

۳۔ اَلْحَدَّ اَلْحَدَّ بمعنی قبر اور اس کا بغلی حصہ۔ اور اَلْحَدَّ بمعنی راہِ راست سے کسی ایک طرف ہوجانا اور اَلْحَدَّ اَلتَّهْمُ اَلرَّدْفُ بمعنی تیر کا نشانہ کے کسی ایک پہلو میں لگنا۔ اور اَلْحَدَّ عَنِ الَّذِينَ بمعنی دین میں طعن کرنا (معن) اور اس الحاد کا تعلق عقائد سے ہوتا ہے (فقہ ل ۱۸۹) جیسے خدا کی ذات و صفات میں شک کرنا یا سحرات سے انکار کرنا۔ تاہم اس سے انسان کافر نہیں ہوتا (فقہ ل) ارشاد باری ہے:

وَمَنْ يَزِدْ فِيهِ بِالْحَادِ يُظَلِّمْ نُدْفًا
اور جو اس میں شرارت کجروی (دکھن) کرنا چاہے۔
مِنْ عَذَابِ اَلْاِيسِ ﴿٢٢﴾
اس کو ہم دکھ دینے والے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَاللَّهِ اَلْاَسْمَاءُ اَلْحَسَنَى فَاذْعُوْهُ بِهَا
اور خدا کے سب نام اچھے ہی اچھے ہیں تو اس کو اس کے ناموں سے پکارا کرو۔ اور جو لوگ اس کے ناموں میں کجی اختیار کرتے ہیں۔ اُن کو چھوڑ دو۔

۴۔ جَوْرٌ: جَارٌ بمعنی مِثْلٌ عَنِ الطَّرِيقِ (م-ل) یعنی راستہ سے ایک طرف مائل ہوجانا اور بمعنی شریعت کے احکام سے رک جانا (منجد) اور اس کجی کا تعلق شریعت کے احکام سے عدول کرنا (فقہ ل ۱۹۹) اور جائر بمعنی ایک طرف جھکا ہوا۔ زیادتی کی طرف مائل۔ ارشاد باری ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَهٰذَا
اور سیدھا راستہ خدا تک پہنچتا ہے۔ اور بعض رستے
جَائِرٌ ﴿٩﴾
ٹیڑھے ہیں (وہ اس تک نہیں پہنچتے) (جائیدھی)

۵۔ نَكَبٌ، نَكَبٌ اِلٰى نَاءٍ؛ بمعنی برتن میں جو کچھ ہے اسے جھکا کر گردینا۔ اور نَكَبَاتُ التَّرِيْحُ بمعنی ہوا کی ٹیڑھا چلنا (منجد) اور اَلَا نَكَبٌ (۱) بمعنی ٹیڑھے شانے والا اور (۲) وہ اونٹ جو جھک کر چلے (معن) اور اَلَا نَكَبٌ بمعنی ایک شانہ کو دوسرے سے اونچا رکھنے والا۔ ظالم۔ جفا کار۔ اور نَكَبٌ (ج نكوب اور نكبات) بمعنی مصائب (منجد) گویا نَكَبٌ ایسے جھکاؤ اور ٹیڑھ کو کہتے ہیں جس کا نتیجہ عیب، ظلم یا مصیبت ہو۔ ارشاد باری ہے:

اِنَّ الدِّیْنَ لَا یُؤْمِرُ سُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ
 الصِّرَاطِ لَنَا کِبُوْنَ (۲۳)

اور وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔ وہ راہ
 (حق) سے ٹیڑھے ہو گئے ہیں (عثمانی)

ماہصل: (۱) عوج: اجسام میں بلندی الپتی، موڑ، ٹیڑھ، جھکاؤ اور معنوی استعمال ہو تو اس کا معنی پچھیدگی
 الجھاؤ اور ابہام ہے۔

- (۲) زَبِغ: زاویہ نگاہ اور نظریات میں ٹیڑھ کے لیے۔
 (۳) اَلْحَاد: خدا کی ذات و صفات اور عقائد میں ٹیڑھ کے لیے۔
 (۴) جَوْر: احکام شریعت کی تعمیل میں بے راہروی کے لیے۔
 (۵) نَکَب: ایسی ٹیڑھ اور جھکاؤ جو کسی عیب، ظلم اور معصیت کا سبب ہو۔

۸۔ ٹیک لگانا

کے لیے اَتَّكَا اور اِزْتَفَّقَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَتَّكَا: اَتَّكَا بمعنی کسی کے لیے تکیہ لگانا۔ اور اَتَّكَا عَلَی الشَّیْءِ بمعنی سہارا لینا، ٹیک لگانا۔ تَوَكَّأَ
 عَلَی الْقَصَا بمعنی اس نے عصا پر ٹیک لگائی اور تَوَكَّأَ بِمَعْنَى جِسْمٍ چیز پر ٹیک لگائی جائے مثلاً لا طعی
 تلوار، کمان وغیرہ۔ اور اَتَّكَا بمعنی ٹیک لگا کر بیٹھ جانا (منجد۔ ق) ارشاد باری ہے:

مُتَّكِيْنَ فِيْهِ مَاعَلَى الْاَرَابِكِ (۲۳)

وہ اس جنت میں تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔

۲۔ اِزْتَفَّقَ: مرفق بمعنی کہنی اور ہر وہ چیز جس سے سہارا لیں۔ اور مَرَفَقَةٌ بمعنی چھوٹا تکیہ اور اِزْتَفَّقَ
 بمعنی کہنی یا تکیہ پر ٹیک لگانا۔ اور مَرَفَقًا اِیْسَی جگہ کو کہتے ہیں جہاں تکیے لگے ہوں اور ہر طرح کا
 آرام میسر ہو (منجد) ارشاد باری ہے:

نِعْمَ التَّوَابُ وَحَسُنَتْ مَرَفَقَاتُہُمْ (۲۴)

کیا اچھا بدلہ ہے اور کیا خوب آرام کی جگہ ہے!

ماہصل: اَتَّكَا: کسی بھی چیز سے ٹیک لگانے اور اِزْتَفَّقَ صرف آرام دہ چیزوں سے ٹیک لگانے کیلئے آتا ہے۔



۱۔ ثابِت ہونا

- کے لیے حَقُّ اور حَصَّصْ کے الفاظ آئے ہیں۔
- ۱۔ حَقُّ، بمعنی ثابت ہونا۔ واجب ہونا منجہ اور اس کی ضد بَطُل ہے۔ (م۔ ل) اور حَقُّ بمعنی ثابت بات۔ سچائی۔ راستی (ضد باطل) ارشادِ باری ہے:
- فَسَفَّوْا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ - تُوْهُ نَافِرَانِيَا ل كَرْتَه رَهْبَه بِحْرَاسِ (سجی) پْر عَذَاب
فَدَمَرْنَهَا تَدْمِيرًا (۱۶)
- ۲۔ حَصَّصْ: حق بات جو کسی دباؤ کے تحت چھپی رہے پھر دباؤ اٹھنے پر اس کا واضح طور پر سامنے آجانا (معت) حق کا پوشیدگی کے بعد ظاہر ہونا (منجہ قرآن میں ہے:
- قَالَتْ امْرَأَةُ الْعَزِيزِ اَلَنْ حَصَّصَ الْعَزِيزُ لِي عَزِيزِي كَمَا اب سَجِي بَات تَوْظَا هِر هُو هِي
اَلْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِي (۱۷)
- گئی ہے (اصل یہ ہے کہ) میں نے ہی اس کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا۔

۲۔ ثابِتِ قَدَم رِهْنَا رَهْنَا

- کے لیے ثَبَّتْ، اِسْتَقَامَ (قوم) اور اَصْطَبَرَ (صبر) اور صَابَرَ اور رَابَطَ کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔
- ۱۔ ثَبَّتْ: بمعنی کسی بات پر جم جانا۔ اپنی جگہ پر برقرار رہنا۔ ثابِتِ قَدَم رِهْنَا (ضد لَز) ارشادِ باری ہے:
- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ أَقْبَسْتُمْ فِتْنَةً لِّسَ اِيْمَانِ وَالْوَلُو! جِب تَهَارَا (كفار کی) جعاعت کے مقابلہ
فَاتَّبَعْتُمْ (۱۸)
- ہو تو ثابت قدم رہو۔
- ۲۔ اِسْتَقَامَ: قائم علی الامن بمعنی کسی کام یا بات پر برقرار رہنا۔ اور اِقَامَ الشَّيْءَ مَعْنَى كَسِي كُو كَهْرَا كَر دِيْنَا سِي دَهَا كَرْنَا اور اِسْتَقَامَ بمعنی کسی چیز کو قائم اور جاری رکھنا۔ اور مَدَامَت كَرْنَا (منجہ) نیز اِسْتَقَامَ بمعنی سیدھی راہ پر چلنا اور اس پر ثابِتِ قَدَم رِهْنَا ہے (معت) ارشادِ باری ہے:
- إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبَّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا جِن لُو كُو ل نَه كَمَا هِمَا پْر وِر دَا كَر صِرَف اَللَّهُ هِي هِر

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ اس بات پر ثابت قدم رہے انہیں نہ تو کچھ خوف

ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔ (۲۱)

۳۔ اِصْطَبِرْ: صَابِرٌ اور صَبْرٌ بمعنی اپنے آپ کو تنگی یا مصیبت کے وقت ناجائز افعال سے روکنا۔ (صغ) (ضد جرح) اور صَبْرٌ بمعنی بہادری سے برداشت کرنا۔ اور صَبْرٌ التَّذَابُہُ بمعنی کسی جانور کو بغیر چارہ کے باندھے رکھنا۔ صابِرٌ بمعنی ایک دوسرے کو ثابت قدم رہنے اور صبر کرنے کی تلقین کرنا۔ (مجد) اور اِصْطَبِرْ بمعنی مصائب و مشکلات کے آگے سینہ سپر ہونے کی عادت بنالینا۔ اسی پر مداومت کرنا۔ ڈٹ جانا۔ ارشادِ باری ہے،

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ
عَلَيْهَا (۲۲)

۴۔ رَابِطٌ: ربط الفرس بمعنی گھوڑے کو حفاظت کے لیے کسی جگہ باندھنا۔ اور رَابِطٌ وَهُ مَقَامٌ جہاں حفاظتی دستے متعین رہتے ہیں۔ چھاؤنی قلعہ اور رَابِطٌ الْجَيْشِ بمعنی فوج کا کسی جگہ پر متعین کرنا (صغ) اور رَابِطٌ الْجَيْشِ دُشْمَنِی کی سرحد کے پاس لشکر کا ہمیشہ پڑاؤ رکھنا اور رَابِطٌ الْأَمْرِ بمعنی کسی امر پر ہمیشگی اختیار کرنا (مجد) گویا رَابِطٌ کسی ایسے امر پر ہمیشگی اختیار کرنے کے لیے آئے گا۔ جس کا تعلق اس امر کی حفاظت اور مضبوطی سے ہو۔ ارشادِ باری ہے،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَبِرُوا وَاصْبِرُوا
وَرَابِطُوا (۲۳)

اختیار کرو اور (مورچوں میں) جمع رہو (جانِ صبری)

ماہصل: (۱) ثابت: کسی بات پر ثابت قدم رہنا۔

(۲) استقام: کسی درست بات پر چلنا اور ثابت قدم رہنا۔ اس پر مداومت کرنا۔

(۳) اصْطَبِرْ: مصائب و مشکلات کے سامنے سینہ سپر ہونا اور اس کو عادت بنالینا۔

(۴) رَابِطٌ: کسی ایسے کام پر ثابت قدم رہنا جس کا استحکام اور حفاظت ضروری ہو۔

اور ثابت قدم رکھنا کے لیے قَبِلْتَ آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَكَلَّا نَقْصُ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ
مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ (۱۱)

(اے محمد!) ہم رسولوں کے حالات سے سب کچھ بیان کیے دیتے ہیں تاکہ تمہارے دل کو ثابت قدم رکھیں۔

ج

۱۔ جاسوسی کرنا

کے لیے تَجَسَّسَ اور سَمَّاع کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ تَجَسَّسَ، جَسَّسَ یعنی پتہ لگانے کے لیے ہاتھ سے چھونا۔ اور جَسَّسَ بِعَيْنَيْهِ یعنی تیز نظر سے دیکھنا گھورنا۔ اور جَسَّسَ اور تَجَسَّسَ یعنی تفتیش کرنا (منجہ) کسی کے عیب تلاش کرنا۔ اُس کی ٹوہ میں رہنا۔ عموماً بڑے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ اور جَسَّسَ یعنی جاسوس (م۔ ق) ارشاد باری ہے:

وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبَ بَعْضُكُمُ
بَعْضًا (۴۹/۱۳)

اور کسی کا عیب نہ ٹھولو۔ اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے۔

۲۔ سَمَّاعٌ، سَمِعَ یعنی سنا اور سَمَّاعٌ یعنی سننے والا۔ اور سَمَّاعٌ یعنی جاسوسی کرنے کے لیے کوئی بات

چوری چھپے سننے والا۔ جاسوس (م۔ ق) ارشاد باری ہے:

سَمِعُونَ لِلْكَذِبِ سَمْعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ۔ یہودی غلط باتیں بنانے کے لیے جاسوسی کرتے پھرتے
ہیں۔ اور ایسے لوگوں کے لیے جاسوس بنتے ہیں۔ جو ابھی تمہارا
لَمَّا يَا نُؤُكَ۔ (۳۱)

پاس نہیں آئے۔

ماصل : تَجَسَّسَ، عموماً بڑے مفہوم میں آتا ہے۔ یعنی کسی کے عیب تلاش کرنا۔ اور اس کی ٹوہ لگانا۔ خواہ کسی طریقہ سے ہو۔

سَمَّاعٌ : وہ شخص جو جاسوسی کرنے کے لیے کسی بات پر کان لگائے اور دوسروں کو خبر پہنچائے۔

جانچنا۔ دیکھنے آزمائش کرنا

۲۔ جاننا

کے لیے عَلِمَ، اَدْرَى (دری) اور أَحَسَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ عَلِمَ : یعنی کسی چیز کی حقیقت کا ادراک کرنا (مف) جاننا۔ معلوم کر لینا قرآن میں ہے:

فَدَعَا عَلِمَهُ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرِئًا بِهَلْمِهِ (۲۱) اور تمام لوگوں نے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کر لیا۔

۲۔ اَدْرَى : کسی دوسری چیز کی وساطت، تدبیر یا حیلہ سے کسی بات کا علم ہونا (مف) یعنی جاننا، سمجھنا یہ علم ناقص ہوتا ہے کیونکہ بالواسطہ حاصل ہوتا ہے۔ اور اس پر ہمیشہ لَا يَأْمُرُ بِالسُّفْهَانِ نَافِيَةً

داخل ہوتا ہے۔ مثلاً:

«قُلْ إِنْ أَدْرَىٰ أَقْرَبِيكَ مَا تُوعَدُونَ
أَفَرِيحُ جَعَلَ لَهُ رَبِّي أَمَدًا ﴿۳۱﴾»

کہ دو کہ جس دن کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے میں نہیں

جاننا کہ وہ (دن) قریب (آنے والا) ہے یا میرے

پروردگار نے اس کی مدت دراز کر دی ہے۔

﴿۳۱﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَ تَأْرَحِمِيَّةٌ ﴿۳۲﴾

﴿۳۲﴾ لَا تَذَرِي لَمَلِ اللَّهِ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ

أَمْرًا ﴿۳۳﴾

اور تم کیا سمجھو کہ ہاویہ کیا چیز ہے؛ (وہ) دیکھی ہوئی لگتی

تجھ کو خبر نہیں شاید اللہ پیدا کر دے اس طلاق کے بعد

نئی صورت (عثمانی)

۳۔ أَحْسَنَ اَوْتَرْتِ جِسِّ سَے کسی چیز تک پہنچنا (صفت) حواسِ خمسہ ظاہری سے کسی بات کا علم میں آنا۔ محسوس

کر لینا۔ اس کو قریب بہ علم کہہ سکتے ہیں (صفت) ارشاد باری ہے:

فَلَمَّا أَحَسَّ عَيْسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ ﴿۱۰﴾

پھر جب معلوم کیا عیسیٰ نے بنی اسرائیل کا کفر (عثمانی)

ماہل؛ (۱۱) عَلِمَ: کسی چیز کو صحیح اور ٹھیک طور پر جاننا۔

(۲) أَدْرَى: بالواسطہ کسی چیز کا علم ہونا۔

(۳) أَحْسَنَ: حواسِ ظاہری سے کسی چیز کا علم ہونا۔ یہ قریب بہ علم ہوتا ہے۔

۴۔ جانب (سمت)

کے لیے جَانِبٌ، طَرْفٌ، وَجْهَةٌ، شَطْرٌ، تِلْقَائِيٌّ اور يُقْبِلُ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ جَانِبٌ اور جَنْبٌ بمعنی پہلو۔ طرف۔ گوشہ۔ سمت اور اس کی جمع جَوَانِبٌ ہے (منجد) سمتیں

جہات یہ چھ ہیں۔ دائیں بائیں، آگے پیچھے، اُوپر نیچے، شمال، مشرق، جنوب، مغرب وغیرہ۔ اور جانب

وہ سمت ہے جس کا کسی کام کے وقت قریب ہونے سے تعلق ہو (فتح ۲۴۲) ارشاد باری ہے:

وَنَادَيْنَاهُ مِنْ جَانِبِ الظُّورِ الْاَيْمَنِ۔ اور ہم نے موسیٰ کو طور کی داہنی طرف سے پکارا۔ اور باتیں

وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا۔ (۱۹) کرنے کے لیے نزدیک بلایا۔

۲۔ طَرْفٌ: بمعنی کسی شے کی آخری حد یا کنارہ (صفت۔ م۔ ل۔ ج) اطْرَافٌ سمت کے لیے طَرْفٌ

کا لفظ عربی میں مستعمل نہیں۔ البتہ اُردو میں اس کا استعمال عام ہے۔ قرآن کریم میں جہاں کہیں یہ لفظ

استعمال ہوا ہے آخری حد یا کنارہ کے معنی میں آیا ہے۔ یا پھر حدِ نگاہ اور نگاہ کے لیے۔ ارشاد

باری ہے:

﴿۱﴾ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ

وَرُفْعًا مِّنَ اللَّيْلِ ﴿۱۱﴾

(۲) يَنْظُرُونَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ﴿۳۲﴾

۳۔ وَجْهَةٌ: بمعنی چہرہ۔ اور کسی چیز کے سامنے کی طرف۔ وَجْهَةُ النَّهَارِ بمعنی دن کا پہلا حصہ

اور رَاَجَةٌ بمعنی آنے سامنے ہونا (منجد) اور وَجْهَةٌ وہ سمت ہے جس کی طرف کوئی متوجہ ہو (صفت)

یعنی وہ مخصوص سمت اور مقام جدھر کوئی رُخ کر کے عبادت وغیرہ کرے۔ قبلہ افق۔ ۲۲۲۔ ارشادِ باری ہے:

وَلِكُلِّ وُجْهَةٍ هُوَ مَوْرِدُهَا۔
اور ہر ایک (طرفے کے لیے ایک سمت (مقرر) ہے۔

جدھر وہ (عبادت کے وقت) منہ کیا کرتے ہیں۔
(۲/۱۳۸)

۴۔ شَطْر کے بنیادی طور پر دو معنی ہیں (۱) نِصْفُ الشَّيْءِ (۲) اَلْبَعْدُ وَالْمَوَاجِزُ (۳) ل۔ یعنی شَطْر میں آنے سامنے ہونے کے علاوہ دُوری بھی ضروری ہے جبکہ وِجْهَةٌ میں یہ ضروری نہیں یعنی دُور دراز مقام سے کسی مخصوص جگہ کی طرف منہ کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَمِنْ حَدِيثٍ خَرَجْتَ قَوْلًا وَجْهَكَ
شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (۲/۱۳۸)
اور تم جہاں سے نکلنا (میں) اپنا منہ مسجد حرام کی طرف
کر لیا کرو۔

۵۔ تَلْقَاؤُ: لَقِيَ بمعنی کسی چیز کے سامنے آنا اور اسے پالینا (صفت۔ مسجد) اور تَلْقَاءُ لِقَاءُ کا اسم ظرف ہے معنی ملاقات کی جگہ۔ کہتے ہیں۔ جَلَسَ تَلْقَاءَ ؕ وَهُوَ اس کے مقابل بیٹھا۔ فَعَلَ الْاَمْرُ مِنْ تَلْقَاءِ نَفْسِي۔
اس نے وہ کام خود بخود کیا۔ اسے کسی نے مجبور نہیں کیا (مسجد) اور قرآن کریم کی آیت:
قُلْ مَا يَكُونُ لِي اَنْ اَبْدِلَ كُمْ مَن
تَلْقَاؤِي نَفْسِي (۱۵)
کہ دو مجھ کو اختیار نہیں کہ میں اسے اپنی طرف سے
بدل دوں۔

یعنی اپنی مرضی سے نہیں بدل سکتا۔ اور آیت:
وَلَمَّا تَوَجَّهَ تَلْقَاءَ هَذَيْنِ (۲۸)
میں مقابل یا سامنے کی طرف ہے۔

۶۔ قِبَلٌ: بمعنی مقابلہ بھی اور ایک چیز کا دوسری کے سامنے ہونا بھی ہے۔
گویا قِبَلٌ وہ جانب ہے جو سامنے نظر آرہی ہو۔ ارشادِ باری ہے:
لَيْسَ الْاَبْرَارُ اَنْ تُولُوْا وُجُوْهُكُمْ قِبَلَ
الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْاَبْرَارَ مَنْ
اَمَّنْ يَّاتِيهِ وَالْيَوْمُ الْاٰخِرُ (۱۲۹)
نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق و مغرب کو قبلہ سمجھ کر اُن کی طرف
منہ کر لو۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر اور
آخرت کے دن پر ایمان لائے۔

ماصل ۱) جَانِبٌ۔ قریبی سمت۔

- (۲) طَرْفٌ: عربی میں جانب یا سمت کے لیے نہیں آتا۔ البتہ اردو میں غلط العام ہے۔ اس کے معنی کنارہ یا حد کے ہیں۔
(۳) وِجْهَةٌ: مخصوص مقام اور سمت جدھر منہ کر کے عبادت کی جلتے۔
(۴) شَطْرٌ: دُور دراز مقام سے کسی چیز کی طرف رُخ کرنا۔
(۵) تَلْقَاؤُ: سامنے کی طرف کسی چیز کے بالمقابل ہونا۔ (۶) قِبَلٌ: سامنے کی طرف ہونا نظر آرہی ہو۔

۴۔ جب

کے لیے اِذَا۔ اِذَا۔ اِذَا اور لَمَّا اور كَلِمًا کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱- اِذَا: ماضی کے لیے آتا ہے۔ اس کے بعد جملہ ہی آتا ہے۔ یا پھر جملہ محذوف ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:
 وَ اِذَا قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ
 فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (۲۱)

۲- اِذَا: مستقبل میں ظرف زمان کے طور پر آتا ہے۔ اور فعل ماضی پر داخل ہو کر اس میں مضارع کے معنی پیدا کر دیتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَ اِذَا اَلْفَوْا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْا اٰمَنَّا
 کہ ہم ایمان لائے۔ (۲۲)

اور دوسرے مقام پر ہے:

اِذَا السَّمٰوٰتُ کُوْنَتْ
 اور کبھی اس پر توین لاکر مستقبل میں وقت کا تعیین کیا جاتا ہے یعنی اِذَا بمعنی اُس وقت۔ اُس صورت میں۔ اُس حال میں۔ جیسے فرمایا:

اِذَا الْاَرْضَ اَبْلُ الْاَرْضِ
 اس وقت اہل باطل ضرور شک کرتے۔ (۲۳)

جہنم کے بعد بھی اس لفظ کا اضافہ کر کے جہنم بمعنی اِس وقت کے معنوں میں۔ اور یَوْمَ کے بعد اضافہ کر کے یَوْمَ بمعنی اُس دن کے معنوں میں محض کر دیا جاتا ہے۔ اور یہ سب مشتقات مستقبل میں ظرف زمان کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔

۳- لَمَّا: ماضی میں شرط کے لیے آتا ہے۔ جیسے فرمایا،

فَلَمَّا اَنَّ جَاءَ الْبَشِیْرُ
 تو جب خوشخبری دینے والا آ پہنچا۔ (۲۴)

۴- کَلَّمَا: بمعنی جب کبھی۔ جب بھی۔ کئی امور میں بطور ظرف زمانی (ماضی) سب کا احاطہ کرنے کے لیے آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

اَفْکَلَّمَا جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰی
 تو جب بھی تمہارے پاس کوئی رسول ایسی باتیں لے کر
 اَنْفُسَکُمْ اَسْتَكْبَرْتُمْ (۲۵)
 آیا جن کو تمہارا جی نہیں چاہتا تھا تو تم سرکش ہو گئے۔

اصل: (۱) اِذَا: ماضی میں بطور ظرف زمان۔ (۲) لَمَّا: ماضی میں شرط کے طور ظرف زمان۔

(۲) اِذَا: مستقبل میں بطور ظرف زمان (۳) کَلَّمَا: کئی امور کا احاطہ کرنے کے لیے۔

جتلانا دیکھیے آگاہ کرنا اور خبر دینا۔ جدا ہونا کے لیے دیکھیے الگ ہونا، اور جدا کرنا کے لیے الگ کرنا۔

۵۔ جر

کے لیے اَصْل۔ اَعْتَجَاز اور دَابِّر کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- اَصْل: بمعنی کسی چیز کی بنیاد اور درختوں اور پودوں وغیرہ کی جڑ (مضارع بمعنی شاخ) (معنی منجد) (ج اصول) اور اصول ان قواعد کو بھی کہتے ہیں جن پر کسی علم کی بنیاد ہو (منجد) ارشاد باری ہے:

پاکیزہ کلمہ کی مثال اس پاکیزہ درخت کی طرح ہے جسکی
 جڑ مضبوط (یعنی زمین کو پکڑے ہوئے) ہو اور شاخیں
 آسمان میں ہوں۔

مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ
 طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي
 السَّمَاءِ (۲۳)

۲۔ اَعْجَازُ: اَعْجَازُ النَّخْلِ یعنی کھجور کے درخت کی جڑیں (منجد) درخت کی جڑ کے کئی حصے بن کر زمین میں

پیوست ہو جاتے ہیں۔ جڑ کے ان حصوں کو اعجاز کہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

فَقَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَى كَأَنَّهُمْ
 اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ (۲۴)

تو اس قوم کو اس طرح پکڑے ہوئے دیکھے جیسے کھجور کی
 کھوکھلی جڑیں۔

۳۔ دَابِرٌ: دُبُرٌ یعنی پشت۔ مقعد۔ اور ہر چیز کا پچھلا حصہ۔ اور دَابِرٌ یعنی ہر چیز کا آخر۔ اصل اور
 قَطَعَ اللهُ دَابِرَهُمْ یعنی اللہ ان کی زنج کٹی کرے (منجد) اور اِذْ بَارَءُكَ اَبْرَءُكَ یعنی دوست ہے
 اور اس کی ضد اِقْبَالٌ ہے۔ اور دَابِرٌ دراصل کسی چیز کے رہنے سے یا نپکے کھجے بڑے اثرات کے
 لیے آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

يُرِيدُ اللهُ اَنْ يَّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ يَقَطَعُ
 دَابِرَ الْكَافِرِيْنَ (۲۵)

اللہ چاہتا تھا کہ اپنے فرماں سے حق کو قائم رکھے اور کافروں
 کی جڑ کاٹ کر پھینک دے۔

ماصل؛ (۱) اَصْلُ: درختوں اور پودوں کی جڑ۔ (۲) دَابِرٌ: زنج کٹی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ خرابی کی جڑ یا بنیاد
 (۳) اَعْجَازُ: جڑ کی زمین میں پھیلی ہوئی جھوٹی شاخیں۔

۶۔ جِسْمٌ

کے لیے جِسْمٌ۔ جِسْدٌ اور بَدَنٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جِسْمٌ: ہر وہ چیز جو طول، عرض اور عمق رکھتی ہو (منجد) خواہ جاندار ہو یا بے جان (بج اجسام) (مفت)
 جسامت یعنی ڈیل ڈول۔ قد و قامت۔ تناور اور بڑا ہونا۔ ارشاد باری ہے:

وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ
 اُنْ كَمِ جِسْمِهِمْ (۲۶)

اور جب تم ان (کے) تناسب (احضار) کو دیکھتے ہو تو
 ان کے جسم تمہیں (کیا ہی) اچھے معلوم ہوتے ہیں۔

۲۔ جِسْدٌ: جاندار اشیاء کا جسم جن میں دورانِ خون نہ ہو (ف۔ ل۔ ۴۵۔ ۱۱۵) خواہ کسی حیوان کا جسم ہو جیسے،
 فَأَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جِسْدَ اَللّٰهِ حُوْرًا
 تو سامری نے ان کے لیے ایک پھڑپھڑا بنا دیا۔ (یعنی اس کا)
 قالب جس کی آواز گائے کی سی تھی۔ (۲۷)

اور خواہ انسان کا جیسے:

وَمَا جَعَلَهُمْ جِسْدًا اَلَّا يَأْكُلُوْنَ
 الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خُلْدِيْنَ (۲۸)

اور ہم نے ان ہنسیروں کے لیے جسم نہیں بنائے تھے
 کہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔

اسی لیے میتِ انسانی کو جسدِ خاکی یا جسدِ عَصْرِي کہا جاتا ہے۔

۲۔ بَدَن: جانداروں کا جسم جس میں خون جاری ہو یا ابھی خشک نہ ہوا ہو (فت ل ۱۱۵) ارشاد باری ہے،
 فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ
 لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً ﴿٦٦﴾
 لیں گے تاکہ تو پچھلوں کے لیے عبرت ہو۔

ماصل: جسم۔ ام ہے ہر مادی چیز جسم رکھتی ہے۔ جسد جسم سے خاص ہے یعنی کسی جاندار کا جسم جس میں خون خشک ہو چکا ہو۔ اور بدن انھیں ہے۔ یعنی جاندار کا ایسا جسم جس میں خون جاری ہو یا ابھی خشک نہ ہوا ہو۔

۷۔ جَلَرْنَا (رسی وغیرہ سے)

کے لیے وَثَقَ اور قَرَّنَ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ وَثَقَ: یعنی رسی سے باندھنا اور گانٹھ دینا۔ اور وَثَاقٌ اور وَثَاقٌ جگرٹنے کی چیز یا رسی وغیرہ کو کہتے ہیں انجید نیز وَثَقَ اس رتے کو بھی کہتے ہیں جس سے جانوروں کو باندھا جائے۔ ارشاد باری ہے،
 حَتَّىٰ إِذَا أَتَخْتَمُوهُمْ فَشُدُّوا
 الْوَتَاقَ ﴿٤٤﴾
 اُن کو مضبوطی سے قید کرو۔

اس آیت میں شَدَّ کا لفظ شامل ہونے سے وَثَقَ کے معنی مضبوط باندھنا یا جگرٹنا ہو گئے ہیں۔

۲۔ قَرَّنَ: قرن یعنی ایک چیز کو دوسری کے ساتھ باندھنا اور ملانا۔ اور قَرَّنَ اس رسی کو کہتے ہیں جس سے دو یا زیادہ اونٹوں کو باندھ دیا جائے (معن) اور اس کے معنی کسی کے ساتھ بلا ہوا کے بھی ہیں (انجید) اسی لیے قرین ایسے دوست کو کہتے ہیں جو ہم عمر یا ہم نشین ہو۔ اور قَرَّنَ میں مبالغہ پایا جاتا ہے۔
 قرآن میں ہے:

وَالْآخِرِينَ مُمْقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿٣٨﴾ اور اوروں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔

ماصل: وثق؛ رسی وغیرہ سے جگرٹنے کے لیے اور قَرَّنَ جب اس رسی کا تعلق مزید مضبوطی کے لیے کسی دوسری چیز سے بھی ہو۔

۸۔ جَلَّ

کے لیے مقام۔ مکان۔ مراغمہ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ مَقَام: قَامَ بمعنی کھڑا ہونا۔ اور مَقَامٌ اس سے اسم ظرف (مکانی) کھڑا ہونے کی جگہ کے لیے آتا ہے۔
 ارشاد باری ہے:

وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى
 اور جس مقام پر حضرت ابراہیمؑ کھڑے ہوئے اُسے
 نَازِكًا جَلَّ بِنَاوِ ﴿١٣٥﴾
 نماز کی جگہ بنا لو۔

اور مَقَام (م مضموم) قَام سے مصدر مبی ہے۔ بمعنی کھڑا ہونا۔ جیسے فرمایا:

وَلَيْمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ
 اور جو شخص اپنے پروردگار کے رُوبرو کھڑا ہونے سے

ڈرا اس کے لیے دو باغ ہوں گے۔ ﴿٥٥﴾

۲۔ مَكَان، (ممكن) مکان اس جگہ کو کہتے ہیں جو کسی جسم پر حاوی ہو۔ اور اس میں رہنے والے کو مَكِين کہتے ہیں (صفت) بشرطیکہ یہ ظرف مکانی کے طور پر استعمال ہو (ارشاد باری ہے، فرعون نے موسیٰ سے کہا:

فَأَجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا
لَّا نُخْلِفُهُ نَحْنُ وَلَا أَنْتَ مَكَانًا
سُوَى (۲۸)

ہمارے اور اپنے درمیان ایک وقت مقرر کر لو جس کا
نہ ہم خلاف کریں نہ تم اور یہ (مقابلہ) ایک ہو اور جگہ
(میدان) میں ہو گا۔

۳۔ مَرَاغِمَ: رِغْمَ بمعنی خاک اور رِغْمَةً أَنْفٌ فَلَانٌ بمعنی اس کی ناک خاک آلود ہو یا وہ ذلیل ہو۔
(نارا ضلگی کا کلمہ ہے) اور رَاغِمًا بمعنی ایک دوسرے کو ذلیل کی کوشش اور منازعت۔ اور مَرَاغِمَ
اس جگہ کو کہتے ہیں جو دوسروں کے ساتھ منازعت اور کوشش سے حاصل کی جائے (صفت) ارشاد
باری ہے:

وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ
فِي الْأَرْضِ مُرَاعِمًا كَثِيرًا وَسَعَةً (۲۹)

اور جو شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کرے تو زمین میں بہت
سی جگہ اور کاشائش پائے گا۔

مَاصِل (۱) مقام، کھڑا ہونے یا قیام کرنے کی جگہ۔ (۲) مراغِمہ، منازعت اور کوشش سے حاصل شدہ
جگہ۔ (۲) مکان، ایسی جگہ جو کسی جسم پر حاوی ہو۔

۹۔ جلا وطنی

کے لیے جلا (جلو) اور نفی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جلا، جلا بمعنی کسی امر کو واضح کرنا۔ ظاہر و آشکارا کرنا۔ اور جلا الرجل (عن بلدہ) کسی کو اس کے
شہر یا ملک سے نکالنا۔ جلا وطن کرنا۔ جلا التَّحِلَّ بمعنی شہد نکالنے کے لیے دھونی دے کر مکھیوں کو
بھگانا۔ اور الجالی بمعنی وہ مسافر لوگ جو اپنا وطن چھوڑ کر آتے ہیں (مخبر قرآن میں ہے:
وَلَوْلَا أَن كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ
تَوَانُ كُوْدِيَا مِيں بِي عِيَاب دِيَا۔
اور اگر خدا نے ان کے بارے میں جلا وطن نہ لکھ رکھا ہوتا
تو ان کو دنیا میں بھی عذاب دے دیتا۔

۲۔ نفی، بمعنی موجود نہ رہنا۔ اور اس کی ضد تَبَت ہے۔ اور نفی بمعنی نیست و نابود کیا ہوا۔ دور ہٹایا ہوا
اور نفی الرجل من بلدہ بمعنی کسی کو شہر بدر کرنا (مخبر) اور نفی يَنْفَعُوْا بمعنی قید خانہ میں قید کرنا (مخبر
م۔ ق) اور کسی چیز کو باہر پھینک دینا کے بھی آتے ہیں جیسے چکی آٹے کو، یا ہنڈیا ابل کر ابل کو یا
سیلاب کو ٹرا کر کٹ کو باہر پھینک دیتا ہے (م۔ ق) اور التَّغَايَةُ اس ردی شے کو کہتے ہیں جو پرے
پھینک دی جائے (م۔ ل) گویا نفی يَنْفَعُوْا میں بے بسی اور بے آبروئی کا عنصر بھی شامل ہوتا ہے۔
ارشاد باری ہے:

لَا تَمَاجِرُوا الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
بِوَلُوكِمْ خَدَا اُوْرَاسِ كِي رَسُوْلِي لَاطِي كِرِيں اُوْر مَلِكِ

وَيَسْعُونَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يَبْتَغُوا
 أَوْ يَصْلُبُوا أَوْ يَنْقُطَ آيِدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ
 مِنْ خَلَابٍ أَوْ يَبْقُوا مِنَ الْأَرْضِ -
 میں فساد کرنے کو دوڑتے پھریں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل
 کر دیے جائیں یا سولی چڑھا دیے جائیں یا ان کے ایک
 ایک طرف کے ہاتھ اور ایک طرف کے پاؤں
 کاٹ دیے جائیں یا ماک سے نکال دیے جائیں۔
 (۳۳)

ماصل: جلاہ: یعنی کسی کو جلا وطن کرنا۔ اور نفی میں فوا یعنی کسی کو ذلت اور رسوائی سے نکانا ہے۔

۱۰۔ جلدی کرنا

کے لیے سَرِعٌ - عَجَلٌ اور اسْتَعْجَلَ - بَدَّرٌ اور فَوْرٌ - سٌ اور سَوَفٌ کے الفاظ آئے ہیں۔
 ۱۔ سَرِعٌ: جو کام کرنا ہو اس میں دیر نہ کرنا (صفت) آج کا کام کل پر نہ چھوڑنا۔ سستی نہ کرنا۔ کام کو وقت
 پر یا ذرا پہلے کر لینا۔ اور یہ صفت محمود ہے اور اس کی ضد بَطْءٌ یعنی دیر کرنا (بوسہ سستی وغیرہ) ہے۔
 جہاں جلدی کرنا بہتر اور درست ہو وہاں کرنا (فقہ تل ۱۶۸) ارشادِ باری ہے:

أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا
 وَاللَّهُ سَرِيعٌ الْحِسَابِ (۲۳)
 یہ لوگ ہیں جن کے لیے ان کے کاموں کا حصہ یعنی اجر
 نیک تیار ہے۔ اور خدا جلد حساب لینے والا اور جلد
 اجر دینے والا ہے۔

۲۔ عَجَلٌ: کسی چیز کو اس کے وقت سے پہلے حاصل کرنے کی کوشش کرنا (صفت) جلد بازی کرنا۔ اور یہ صفت
 مذموم ہے۔ جہاں جلدی نہ کرنا چاہیے وہاں کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَيَذَعُ الْإِنْسَانَ بِالْشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ
 وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا (۱۱۱)
 اور انسان جس طرح (جلدی سے) بھلائی مانگتا ہے اسی طرح
 بُرائی مانگتا ہے۔ اور انسان جلد باز (پیدا ہوا) ہے۔

اور اسْتَعْجَلَ یعنی کئی چیز جلدی یا پیش از وقت طلب کرنا۔ ارشادِ باری ہے:
 وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسِّنْثَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ
 اور یہ لوگ بھلائی سے پہلے بُرائی کے جلد خواستگار
 یعنی طالبِ عذاب ہیں۔ (۱۱۲)

۳۔ بَدَّرٌ: کسی کام کے سر انجام دینے میں جتنا وقت درکار ہو۔ اس وقت میں کئی کام کو پہلے کر لینا۔ حدیث
 میں ہے:

لَا تُبَادِرُونِي بِالرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ -
 رُكُوعٌ وَسُجُودٌ مَجْدٌ سَيِّئٌ يَكُونُ فِيهِ جِلْدِيَّةٌ نَهَى كَرِيْمٌ
 (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

اور سر آن میں ہے:

وَلَا تَأْكُلُوهُمَا أَسْرَاقًا وَبِدَارًا (۱۱۳)
 اور نہ کھاؤ تینوں کا مال ضرورت سے زیادہ اور حاجت سے پہلے۔
 ۴۔ قَوْرٌ: قار یعنی ابلنا اور جوش مارنا۔ اور قَوْرٌ یعنی بہت جلدی۔ کہا جاتا ہے رَجَعَ مِنْ قَوْرِهِ - وَهُ
 بلا توقف بہت جلدی واپس ہوا (منجد) یعنی فوراً اسی دم جوش کے ساتھ کوئی کام کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

بَلَىٰ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن
قَوَرِهِمْ هَذَا يُمْدِّدْكُمْ رَيْبَكُمْ
يُخَمِّسَةَ الْآيَاتِ مِنَ الْمَلِئِكَةِ
مُسَوِّمِينَ (۱۶۷)

ہاں اگر تم دل کو مضبوط رکھو اور (اللہ سے) ڈرتے رہو اور
کافر تم پر جوش کے ساتھ دفعہ حملہ کریں تو تمہارا پورا کار
پانچ ہزار نشان زد فرشتے تمہاری مدد کو بھیجے گا۔

۵۔ سَنَ اور سَوَفَ، علاوہ انہیں سَنَ اور سَوَفَ مضارع پر داخل ہو کر جلدی کا معنی پیدا کر دیتے ہیں۔ اور
مضارع کو مستقبل سے مختص کر دیتے ہیں۔ ان دونوں میں صرف یہ فرق ہے کہ سَنَ مستقبل قریب کے لیے
آتا ہے اور اس کا معنی "اب" سے کیا جاتا ہے۔ جیسے فرمایا،
سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ (۱۶۸)

اور سَوَفَ کا زمانہ سَنَ سے لمبا ہوتا ہے جیسے فرمایا:
كَلَّا سَوَفَ تَعْلَمُونَ (۱۶۹)

ہرگز نہیں تم جلد ہی جان لو گے۔

مآصل (۱۷۰) سَوَعٌ، کام کو مناسب وقت سے ذرا پہلے سر انجام دینا۔

(۲) حَجَلٌ، جلد بازی کسی چیز کو اس کے مناسب وقت سے پہلے حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ کہ وہ صبح طور پر ادا نہ ہو۔

(۳) بَدَرَ، کام کے مطلوبہ وقت میں کمی کر کے جلدی کرنا۔

(۴) قَوْرٌ، اسی دم جوش سے کوئی کام کرنا۔ (۵) سَنَ اور سَوَفَ مضارع پر داخل ہو کر اس میں جلدی کا معنی پیدا کر دیتے ہیں

جلنا دیکھتے آگ

۱۱۔ جماعت

کے لیے جَمَعَ، رَهَطٌ، شَرِّدِمَةٌ، عَصْبَةٌ، طَائِفَةٌ، فِئَةٌ (فای)، فِرْقَةٌ، زُمْرَةٌ، حِزْبٌ،
ثَلَاثَةٌ، عِزْمٌ، مَعْشَرٌ، نَفْلَانٌ اور أُمَّةٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جَمَعَ: جماعت کے لیے یہ لفظ عام ہے۔ خواہ تھوڑے آدمیوں کا ہو یا زیادہ کا اور خواہ کسی قسم کا ہو۔ ارشاد

باری ہے:
سَيَهْتَمُ الْجَمْعُ وَيُولُونَ الدُّبُرَ (۱۷۱)

عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی۔ اور یہ لوگ ہٹیں
پھیر کر جھاگ جائیں گے۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

وَلَا تَأْتِي الْجَمْعُ حُدُودَهُ (۱۷۲)

۲۔ رَهَطٌ: ایک ہی خاندان کے نوجوانوں کی مختصر جماعت جو ۲ سے ۹ افراد تک ہو، ان کا سردار بھی

رَهَطٌ کہلاتا ہے (ن۔ ل۔ ۲۰۵) اور امام رابع کے نزدیک یہ تعداد چالیس تک ہے۔ (صفت) او

صاحبِ موجد یہ قید لگاتے ہیں کہ ان میں کوئی عورت نہ ہو۔ (موجد) اور اگر عدد کی طرف اضافت ہو

تو اس سے افراد و اشخاص مراد ہوتے ہیں۔ جیسے عَشْرُونَ رَهَطًا بمعنی بیس اشخاص (موجد) ارشاد باری ہے:

وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ
 اور شہر میں نو شخص تھے جو ملک میں فساد کیا کرتے تھے
 اور اصلاح سے کام نہیں لیتے تھے۔
 (۲۶/۳۸)

دوسرے مقام پر ہے:

قَالَ يَقَوْمُ أَرْهَطِي أَعَزُّ عَلَيْكَ مِنَ
 اللّٰهِ (۳۳)
 شیعت نے کہا کہ اے میری قوم! کیا میرے بھائی بندوں
 کا دباؤ تم پر خدا سے زیادہ ہے؟

۳- بِشْرُزِمَةَ: ناتواں اور بیکس لوگوں کی چھوٹی سی جماعت۔ یہ تعداد کے لحاظ سے رھط سے بڑی ہوتی ہے
 (فت. ل. ۲۰۵) اور شیبابگ شرازیمہ یعنی پھٹے پرانے چلتھڑے (منجد صفت) قرآن میں ہے،
 إِنَّ هَؤُلَاءِ لَشِرْزِمَةٌ قَلِيلُونَ (۲۳/۲۳) یہ لوگ ایک جماعت ہے تھوڑی سی۔

۴- عَصَبَةٌ: طاقتور اور مضبوط لوگوں کی جماعت جس کے سب افراد ایک دوسرے کے حامی و ناصر
 ہوں (صفت) تعداد کے لحاظ سے یہ شرزیمہ سے بڑی ہے (فت. ل. ۲۰۵) لیکن صاحب فقہ اللغۃ کی
 یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ قرآن نے یہ لفظ یوسفؑ کے دس بھائیوں کے لیے بھی استعمال
 کیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

قَالُوا لَيْنَ أَكَلَةَ الذَّنْبِ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ
 وَإِنَّا لَإِذَا الْخَيْرُ نَاظِرُونَ (۱۳)
 وہ (یوسفؑ کے بھائی) کہنے لگے کہ اگر ہماری موجودگی
 میں کہ ہم ایک طاقتور جماعت ہیں اسے بھیڑا لکھا گیا۔
 تو ہم بڑے نقصان میں پڑ گئے۔

۵- طَائِفَةٌ: ایک راستے اور مذہب کے لوگ (منجد) تعداد کے لحاظ سے عصبۃ سے بڑی ہوتی ہے
 (فت. ل. ۲۰۵) ارشاد باری ہے:

وَإِنَّ طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَتَتْهُمَا
 فَاصِلَةٌ بَيْنَهُمَا (۲۹)
 اور بعض مفسرین کا خیال ہے کہ طائفۃ کا اطلاق ایک فرد بھی ہو سکتا ہے جبکہ وہ ایک فریق ہو۔
 اور دلیل میں یہی آیت پیش کرتے ہیں۔

۶- فِئْتَةٌ: ایسی جماعت جس کے افراد تعاون کے لیے ایک دوسرے کی طرف لوٹ آئیں (صفت)
 ارشاد باری ہے،

كَمْ مِّنْ فِئْتَةٍ بَقِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئْتَةً
 كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ (۲۳/۲۳)
 بسا اوقات تھوڑی سی جماعت نے خدا کے حکم سے
 بڑی جماعت پر فتح حاصل کی ہے۔

۷- فِرْقَةٌ: ایسی جماعت جو کسی بڑی جماعت سے کٹ کر علیحدہ ہو گئی ہو۔ اور فِرْقٌ بمعنی کسی چیز کا ٹکڑا
 ٹکڑا (صفت) ارشاد باری ہے:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ

طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ (۹/۱۳۴) اشخاص نکل جاتے تاکہ دین کا علم سیکھتے اور اس میں سمجھ پیدا کرتے۔

اس آیت میں بھی طائفۃ کا اطلاق ایک فرد پر ہونا مراد لیا جاتا ہے۔
۸۔ ثَلَاثَةٌ، ثَلَاثَةٌ، ثَلَاثَةٌ اون کے ڈھیر کو بھی کہتے ہیں اور بکریوں کے ریوڑ کو بھی (معت) اور ثَلَاثَةٌ انسانوں کی جماعت کو بھی (منجد) (گو یا اس کی بنیاد کثیر مقدار یا تعداد ہے) کہتے ہیں فَلَا نَ لَا يَفْرُقَ بَيْنَ الثَّلَاثَةِ وَالثَّلَاثَةِ یعنی فلاں شخص بھیسروں اور انسانوں کی جماعت میں تمیز نہیں کرتا۔ اور تعداد کے لحاظ سے صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک ثَلَاثَةٌ کی تعداد طائفۃ سے زیادہ اور فرقہ سے کم ہے (ف ل ۲۰۵) قرآن میں ہے:

ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْأَوْلِيَاءِ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْأَخْيَرِينَ۔
وہ بہتے تو ان کے لوگوں میں سے ہوں گے اور تھوڑے سے بچھلوں میں سے۔ (۵۲)

۹۔ زُمْرَةٌ: صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک زُمْرَةٌ، ثَلَاثَةٌ سے بڑی جماعت کو کہتے ہیں (ف ل ۲۰۵) اور اس کی جمع زُمْرٌ ہے۔

اور امام راغب کے نزدیک زُمْرَةٌ چھوٹی سی جماعت کو کہتے ہیں۔ اور شَاةٌ زُمْرَةٌ یعنی کم اون والی بھیسڑ۔ اور زُمْرٌ بے مروت آدمی کو کہتے ہیں (معت) اور قرآن کریم بھی اسی معنی کی تائید کرتا ہے یعنی جب کوئی بڑی جماعت چھوٹے چھوٹے دستوں یا ٹولوں میں بٹ کر نقل و حرکت کرے تو یہ ٹولے زُمْرٌ کہلا میں گئے۔ قرآن میں ہے:

وَسِيْقَ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مَعَهُمُ الْحَبْلَ
الْجَنَّةِ زُمْرًا۔ (۲۹)

۱۰۔ عِزِينَ: الْعِزَّةُ کی جمع عِزِينَ اور عِزُونَ آتی ہے۔ اور الْعِزَّةُ بمعنی ایک ہی نسب کے لوگوں کی جماعت (معت) اور الْأَعْتَابُ فِي الْحَرْبِ بمعنی کسی شخص کا لڑائی کے دوران اپنا حسب نسب بیان کرنا (معت) ہے۔ قرآن میں ہے:

فَمَا لِيَ الَّذِينَ كَفَرُوا يَكُفُّوا عَنكَ مَهْمُ طَيْبِينَ
عَنِ الْكَيْبِينَ وَعَنِ السَّمَالِ عِزِينَ۔
تو ان کافروں کو کیا جو ہے کہ تمہاری طرف دوڑے
چلے آتے ہیں (اور) دائیں بائیں سے گروہ گروہ ہو کر
جمع ہوتے جاتے ہیں۔ (۶۲)

۱۱۔ حِزْبٌ: ایسی جماعت جس میں سختی اور شدت پائی جاتے (معت) اور حِزْبٌ بمعنی پارٹی، گروہ ہتھیار، انسانوں کی فوج اور آپس میں ہم خیال ساتھی۔ ج احزاب اور حِزَابٌ بمعنی کسی پارٹی میں شامل ہونا۔ مدد دینا۔ اور قوت پہنچانا ہے (منجد) ایک جھنڈے تلے جمع ہونے والے لوگ (م۔ ق) گویا حِزْبٌ کا لفظ سیاسی پارٹی یا فوج اور لشکر کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ جس کا مقصد مملکت میں عمل دخل حاصل کرنا ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَمَا تَدْرَأُ الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ (۳۳)

اور جب مومنوں نے (کافروں کے) لشکر کو دیکھا تو کہنے لگے یہ وہی ہے جن کا خدا اور اس کے پیغمبر نے وعدہ کیا تھا

۱۲- معشر: عشر یعنی دس اور عشیرۃ خاندان کے کل افراد کو کہتے ہیں جو باپ کی طرف سے ہوں۔ گویا اس میں عدد کامل جو دس ہے کا تعلق پایا جاتا ہے (مفت) اس لحاظ سے معشر کسی جماعت کے وہ کل افراد ہوتے ہیں جن کا مقصد و مطلوب ایک ہو۔ اور ان میں اشتلاط اور موافقت پائی جائے (م۔ل) ارشاد باری ہے:

يَمَعَشِرَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ إِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا (۵۵)

اے گروہ جن و انس! اگر تمہیں قدرت ہو کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل سکو تو نکل جاؤ۔

۱۳- ثَقَلَان: ثقل یعنی بوجھ۔ وزن۔ گرانباری۔ اور ثَقِيل اور ثَقَال یعنی بوجھل اور وزنی چیز اور ثَقَلَان دو بڑی بھاری جماعتیں۔ دو بڑی الواح یعنی جن اور انسان (مجمد۔ ف۔ ل ۱۳۴) ارشاد باری ہے:

سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَا الثَّقَلَانِ (۵۶)

اے دونوں جماعتو! ہم عنقریب تمہاری طرف توجہ دیتے ہیں۔

۱۴- اُمَّة: ہم جنس لوگوں یا جانوروں یا پرندوں کی جماعت۔ ارشاد باری ہے:

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَّةٌ مِمَّا كُنْتُمْ (۶۸)

اور زمین میں جو چلنے پھرنے والا حیوان (یا دوپروں سے اڑنے والا جانور) ہے ایسی ہی جماعتیں ہیں۔

اور جب اس لفظ کا اطلاق انسانوں کے لیے ہو تو اس سے مراد ہم عقیدہ لوگ ہوتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

كَانَ لِلنَّاسِ أُمَّةٌ وَاحِدَةً (۶۳)

(پہلے تو سب) لوگوں کا ایک ہی مذہب تھا۔

اور عرب عام میں اُمَّة ان ہم عقیدہ لوگوں کی جماعت کو کہتے ہیں جسے کوئی نبی یا رسول تشکیل دیتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ - (مومنو) جتنی امتیں بھی لوگوں کے لیے پیدا ہوئیں تم ان میں سے بہتر ہو۔ (۶۴)

اور اُمَّة کا لفظ قرآن کریم نے صرف حضرت ابراہیم (فرد واحد) کے لیے بھی استعمال کیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے اکیلے اعلیٰ کلمۃ الحق کے لیے اتنا کام کر دکھا یا بتنا کہ ایک امت کام کرتی ہے۔ اور بعض کے نزدیک اُمَّة یعنی امام یعنی پیشوا یا راہ ڈالنے والا ہے۔ (جان محمدی) عثمانی۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّا بَرَأْنَاهُمْ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا (۱۲)

بیک ابراہیم ایک پوری امت تھے۔ خدا کے فرمانبردار اور صرف اسی کے مورث تھے۔

مآصل: (۱) جمع اور جمیع: کسی بھی موقعہ پر جمع شدہ لوگ۔

(۲) رَهْط: ایک خاندان کے نو جوانوں کی جماعت جو دس تک ہو اور اس جماعت کا سردار۔

(۳) بَشْر ذِمَّة: ناتواں لوگوں کی چھوٹی سی جماعت۔

(۴) عَصْبَة: مضبوط اور طاقتور لوگوں کی چھوٹی سی جماعت جو ایک دوسرے کے حامی و ناصر ہوں۔

(۵) طَائِفَة: ایک راتے اور مذہب کے لوگ۔

(۶) فِئْتَة: ایک دوسرے سے تعاون حاصل کرنے والی جماعت۔

(۷) فِرْقَة: کسی بڑی جماعت سے الگ شدہ چھوٹی جماعت۔

(۸) ثَلَاثَة: صرف کثیر تعداد کے لیے آتا ہے۔

(۹) زَمْرَة: کسی بڑی جماعت کے متفرق شدہ نقل و حرکت کرنے والے ٹولے۔

(۱۰) عَزَبِيْن: ایک ہی نسب کے لوگ۔

(۱۱) حِزْب: لشکر سیاسی پارٹی، مملکت کے کاروبار میں عمل دخل حاصل کرنے کی کوشش کرنے والی جماعت۔

(۱۲) مَعْشَر: کسی مخصوص مقصد والی جماعت کے کل افراد جن میں اختلاف و موافقت ہو۔

(۱۳) ثِقْلَان: دو بڑی مخلوقات جن اور انسان۔

(۱۴) اُمَّة: ہم جنسوں (انسان، جانور، پرندے) کی جماعت۔ یا ایسے ہم عقیدہ لوگ جو کسی ایک امام کے تابع ہوں۔

۱۲۔ جماعت (جانوروں کی)

کے لیے رَكْبٌ، الْخَيْلُ، غَنَمٌ اور اَبَابِيْئِلُ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ رَكْبٌ: یعنی اونٹوں کا گلمہ بھی اور قافلہ بھی اور شترسوار بھی سب پر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے (معنی)

ارشاد باری ہے:

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدُوِّ الدُّنْيَا وَهُمْ

بِالْعُدُوِّ الْقُصُوْبِيِّ وَالرَّكْبِ

اَسْفَلَ مِنْكُمْ ﴿۳۲﴾

تھا۔

۲۔ خَيْلٌ، (۳۳) یعنی گھوڑوں کا گلمہ۔ پھر رَكْبٌ کی طرح لفظ خَيْلٌ کا اطلاق گھڑسوار (یعنی فارس) پر بھی ہوتا ہے (مجدد معنی) اور گھوڑے اور سوار دونوں کے مجموعہ پر بھی بولا جاتا ہے (معنی)

ارشاد باری ہے:

وَمِنْ زَبَايِطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ فِيْهِ

عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ ﴿۳۶﴾

و دشمنوں پر دھاکا بٹھاؤ۔

۳۔ غَنَمٌ: یعنی بکریوں کا ریوڑ (معنی) قرآن میں ہے:

وَدَاوُدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمْنَ فِي الْحَوٰثِ

اور داؤد اور سلیمان جب ایک کھیتی سے متعلق مقدمہ

إِذْ نَفَسَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ (۲۱) کا فیصلہ کرنے لگے جس میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کو چر کر اسے اجاڑ گئی تھیں۔

۴- ابابیل: بمعنی پرندوں کا جھنڈ۔ اور بعض کے نزدیک ابابیل کا اطلاق پرندوں، اونٹوں اور گھوڑوں کی جماعت پر ہوتا ہے (م-ق) ہاں اگر طیاراً ابابیل ہو تو اس کا معنی پرندوں کا جھنڈ ہی ہوگا۔ پرندوں کی ٹکڑیاں۔ غول۔ ارشاد باری ہے:

وَأَرْسَلْ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ تَتَّبِعُهُمْ
وَيَكِيدُهُمْ كَمَا كِيدُوكَ (۱۵)

اور انہوں نے ان پر بھلے کے جھلے جانور بھیجے جو ان پر پتھر کی کنکریاں پھینکتے تھے۔

۱۳۔ جن

کے لیے جن، شیطان، مارد، ختناس اور جعفریت کے الفاظ آئے ہیں،

۱- جن، الْجِنُّ وَالْجِنَّةُ، اسم جنس۔ انسان کے علاوہ دوسری بڑی مخلوق جو شریعت کی تکلف ہے۔ پوشیدہ مخلوق جو آگ سے پیدا کی گئی۔ آتشین مخلوق۔ جن۔ پری۔ دیو اور جآن (جن کا اسم جمع ہے۔ ارشاد باری ہے،

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (۱۶)

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

۲- شَيْطَانٌ، شَطْنٌ بمعنی دُور ہونا۔ شَطْنُ الرَّجُلِ کسی آدمی کا حق سے دُور ہو جانا اور شَيْطَانُ ہر بدروح کو کہتے ہیں جو اپنی سرکشی اور نافرمانی سے حق سے دُور ہو چکا ہو (م-ل) جنوں میں سے کچھ نیک صالح بھی ہوتے ہیں اور کچھ خبیث، موزی اور بد کردار بھی۔ اس دوسری قسم کو شیطان کہتے ہیں۔ مثال، پھر اس لفظ کا اطلاق ہر سرکش اور نافرمان پر بھی ہونے لگا خواہ انسان ہو یا جن یا کوئی جانور سانپ کو اس کی ایذا دہی کی وجہ سے شیطان (مخدر) جن اور جآن (۱۶) کہتے ہیں۔ مثلاً شياطين العرَب کے معنی ہیں عرب کے سرکش اور نافرمان لوگ۔ ارشاد باری ہے:

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَجِيٍّ عَدُوًّا
شَيْطَانِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنَّ (۱۷)

جنوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا تھا۔

۳- مارد، اگر شیطان اپنی سرکشی اور ایذا رسانی میں غایت کو پہنچ جائے تو اسے مارد کہتے ہیں (ت-ل ۱۳۵) ارشاد باری ہے،

وَحَفَظْنَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدًا (۱۸)

اور ہر شیطان سرکش سے اس کی حفاظت کی۔

۴- ختناس، ختنس، بمعنی پیچھے ہٹنا اور سکڑنا اور ختناس (ج ختنس) ایسے ستاروں کو کہتے ہیں جو سیدھی چال چلتے چلتے اُٹھ چلنے لگتے ہیں۔ مثلاً زحل، مشتری اور مریخ وغیرہ (مف) اور ختناس مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یعنی ہر وقت واؤ فریب کی غرض سے پیچھے ہٹنے اور پھر آگے چلنے والا۔ اور

اس سے مراد دوسرے اندازی کرنے والا شیطان ہے، جو ہر آن انسان کو گمراہ کرنے کے لیے اس انداز سے دوسرے اندازی کرتا رہتا ہے خواہ وہ جنوں سے ہو یا انسانوں سے۔ ارشادِ باری ہے:

مِن شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ - الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ - مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ (۱۱۴/۳)

انسانوں سے۔

۵۔ عِقرِئِيت: وہ جن جو بہت شہ زور اور قوی، ہیکل ہول سے عِقرِئِيت کہتے ہیں (د۔ ل۔ ۱۲۵) ارشادِ باری ہے:

قَالَ عِقرِئِيتُ مِنَ الْجِنِّ اَنَا اَتَيْتُكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ قَعَمِكَ - جَنَاتِ مِيں سے اِيك قَوِي هِيكَل جِنِّ نِي كَمَا كِه قَبَلِ اِس كِه كِه اِيك اِيك جِگِه سِي اِطِيَس مِيں اِس تَحْتِ كُو اِيكِي پَس لَاهَا ضَر كَر تَا هُوں - (۲۶/۳۹)

ماصل (۱): جن - انسان کے علاوہ دوسری پوشیدہ اور آتشیں مخلوق جو شریعت کی تکلف ہے۔

(۲) شَيْطَان: غیبت، کسرکش اور موذی جن یا انسان۔

(۳) مَا رِد: وہ شیطان جو ایذا رسانی اور شرارت و کسرشی میں حد درجہ کو پہنچ جاتے۔

(۴) خَنَّاس: دوسرے اندازی کرنے والا شیطان۔

(۵) عِقرِئِيت: شہ زور اور قوی ہیکل جن۔

۱۴۔ جنّت اور اس کے مختلف نام!

۱۔ جَنَّةٌ: بمعنی باغ (ج جَنَاتٌ) جَنّ بمعنی ڈھانپنا اور جَنَّةٌ ایسے باغ کو کہتے ہیں جس کی زمین

درختوں یا کھیتی کی وجہ سے نظر نہ آئے (معنی) قرآن میں ہے:

اَيُّوَدُ اَحَدٌ كَمَا اَنْ تَكُوْنُ لَهَا جَنَّةٌ مِّنْ تَنْجِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ (۲۶/۴۶) باغ ہو۔

اور الْجَنَّةُ اور جَنَّةٌ کا لفظ قرآن کریم اکثر مقامات پر اس کا باغ کے لیے استعمال ہوا ہے جہاں

نیک اور متقی لوگوں کو اخروی زندگی میں ٹھکانا ملے گا۔ بہشت۔ ارشادِ باری ہے:

وَبَشِّرِ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو

اَنْ لَهُمْ جَنَّتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا نُوْحُفْرِي سَاوِدُ كِه اِن كِه لِيْے (نمٹک) باغ ہیں جن

کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔ (۱۶/۷)

۲۔ جَدَّتْ عَدْنٍ: عَدْنٌ بمعنی کسی جگہ قرار پکڑنا۔ رہائش پذیر یا مقیم ہونا (معنی) کسی جگہ اقامت کرنا اور ہمیشہ رہنا۔ (م۔ ل) گویا جَدَّتْ عَدْنٍ ایسے باغات ہوں گے جو طویل مدت تک برقرار

رہیں گے۔ اور طبی لوگ اس میں اقامت پذیر ہوں گے۔ ارشادِ باری ہے:

جَزَاءُ هُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ﴿۱۹﴾
ان کا صلہ ان کے پروردگار کے ہاں ہمیشہ رہنے کے
باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔

۲- جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ، فردوس یعنی سرسبز وادی (مغرب) اور فردوس بمعنی رودبار میں واقع باغ جس میں ہر
قسم کے پھل اور پھول موجود ہوں (م-۱) گویا جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ سرسبز، گھنے سائے والے اور ٹھنڈی
چھاؤں والے باغ کو کہتے ہیں جو پھولوں کی خوشبو سے معطر اور ہر قسم کے پھل بافراط ہوں۔ بہشت کا وہ
حصہ جس کے لیے حضور اکرم نے مسلمانوں کو دُعا سکھائی۔ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ الْفِرْدَوْسِ اور
قرآنِ کریم میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا -
جو لوگ ایمان لائے ہیں اور کیے ہیں بھلے کام۔ ان
کے واسطے ہیں ٹھنڈی چھاؤں کے باغ مسمانی۔
(عثمانیؒ) (۱۸)

۳- جَنَّاتُ النَّعِيمِ: نعمت بمعنی آرام و آسائش و عیش و عشرت کا سامان اور پاکیزہ زندگی (م-۱) گویا
جَنَّاتُ النَّعِيمِ ایسے باغات ہیں جن میں باغ کی خوبیوں کے علاوہ آسائش و راحت کے دوسرے
لوازم بھی موجود ہوں۔ ارشادِ باری ہے:

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٍ
النَّعِيمِ ﴿۲۰﴾
پرہیزگاروں کے لیے ان کے پروردگار کے ہاتھوں
والے باغ ہیں۔

۱۵۔ جنگ

کے لیے حَرْبٌ، قِتَالٌ، زَحْفٌ، بَأْسٌ، جِهَادٌ اور غَزْوٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- قِتَالٌ، قَتَلَ بمعنی کسی کو مار ڈالنا۔ اور قِتَالٌ بمعنی ایسی لڑائی جس میں ایک دوسرے کو مار ڈالنے
کا ارادہ ہو۔ ارشادِ باری ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كَرْهٌ
لَكُمْ ﴿۲۱﴾
تم پر خدا کے راستے میں، لڑنا فرض کیا گیا ہے جو تمہیں
ناگوار ہے۔

اور کسی قتال بمعنی مَقْتَلٌ یا میدانِ کارِ بَرِہی آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَإِذْ عَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ
الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ﴿۲۲﴾
اور اس وقت کو یاد کرو، جب تم صبح کو اپنے گھر سے
روانہ ہو کر ایمان والوں کو لڑائی کے لیے مورچوں پر
موقع بہ موقع متعین کرنے لگے۔

۲- حَرْبٌ، حَرْبٌ بمعنی ٹوٹ لینا یا چھین لینا۔ اور حَرْبَةٌ نیزہ، برہمی یا برہمی کو کہتے ہیں (مغرب)
اور اَحْرَبَ الْحَرْبِ کے معنی لڑائی کو بھڑکانا یا دشمن کا مال لوٹنے کے لیے کسی کی راہنمائی کرنا ہے۔

(مخبر) حَرْبِ كَالْفِظِ قِتَالٍ سے زیادہ وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ اس میں لڑنے کے علاوہ مالِ غنیمت حاصل کرنے کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔ نیز یہ لفظ لڑائی کے اسباب و نتائج اور متاثرہ حالات تک کے پورے زمانہ کو محیط ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

كَلِمًا أَوْ قَدْ نَارًا لِّلْحَرْبِ أَظْفَاهَا
 جَب كَبِيْءٍ أَكَّ سَلَكَاتِهِ لِيْلِي لَارِيْئِي
 اللّٰهُ (۳۳)

بجھادیتا ہے (عثمانیؒ)

۳۔ رَحَفَ: رَحَفَ بِمَعْنَى الْغَيْثِ يَأْسِرِينَ كَيْلَ دَهْرٍ دَهْرٍ كَيْسْتَانَا۔ اور رَحَفَ الْعَسْكَرُ إِلَى الْعَدُوِّ بِمَعْنَى لَشْكِرِ كَاكْثِرَ هَوْنَهُ لِي دَجْرٍ سَيْئِ كِي طَرَفٍ آهَمْتَهُ آهَمْتَهُ بِمَعْنَى قَدَمِي كَرْنَا۔ اور الرَّحْفُ دُشْمَنِي كِي طَرَفٍ بَرْحَنِي وَاِلَى لَشْكِرِ جَزَارٍ كَا كِيْتِي هِي (مخبر) كُوِيَا رَحْفًا كِي لَعُوِي مَعْنَى لِرَايِي كَرْنَا يَا لِرَايِي كَا مِيْدَانِ نِيْسِي بَلْ كَسِي لَشْكِرِ جَزَارٍ كَا مِيْدَانِ كَار زَارِي كِي طَرَفٍ آهَمْتَهُ آهَمْتَهُ بِمَعْنَى قَدَمِي كَرْنَا هِي۔ حَرْنِي كِي اُپْسِي مِيْسِي مِطْهَ بِيْطْرَ هُو جَانِي (م۔ ق) اور رَحْفُوفٍ اور زِحَافَاتٍ، زِيْنِي كِي سَاثِ مِيْطِ لِكَا كَرِ جَلْنِي وَاِلَى يَارِيْنِي كِي وَاِلَى جَانُوْرِي كُو كِيْتِي هِي جِيْسِي سَانِپٍ وَغِيْرِهِ۔ ارشادِ باري ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ
 الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوهُمْ
 الْأَدْبَارَ (۱۵)

۴۔ بَأْسٌ: كَا بِنْيَادِي مَفْهُومِ نَجْمِي، شَدْتِ، قُوْتِ اور نَاكُوَارِي هِي۔ (م ل ر ص ف) نِوَاهُ وَهُ مَعِيْشَتِي مِيْسِي هُو جِيْسِي تَنَكِّ دَسْتِي اور نَقْرُ وَفَاتِهِ۔ اور اَسْ كِي لِيْسِي عُمُوْمًا بَأْسَاءٌ كَالْفِظِ آتَا هِي نِوَاهُ عَذَابِ كِي صُوْرَتِ هُو يَا لِرَايِي كِي۔ صَاْحِبِ مَخْبَرِي نِيْسِي بَأْسٌ كِي مَعْنَى شِجَاعَتِ، دَلِيْرِي، قُوْتِ، خُوْفِ اور عَذَابِ لَكْهِي هِي۔ اور بَأْسٌ كَالْفِظِ جَبِ جَنْكِ يَا مِيْدَانِ جَنْكِ كِي لِيْسِي آتَا هِي كُو اَسْ سِي لِرَايِي كِي سَخِيَا، شَدَادَتِ اور جِسْمَانِي نَقْصَانِ مَرَادِ هُو تَا هِي۔ ارشادِ باري ہے:

وَالضَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالصَّرْوَةِ وَجِيْنِ
 الْبَأْسِ (۲۰)

ثَابِتِ قَدَمِي رِيْسِي وَاِلَى۔

۵۔ جِهَادٌ: بِمَعْنَى كَسِي كَامِ مِيْسِي اِيْنِي اِنْتِهَانِي كُو شَشْ صَرَفِ كَرْنَا۔ اور هِمَاوِنِي سَبِيْلِ اللّٰهِ هِرُو كُو شَشْ هِي هُو ذَاتِي غَرَضِ كُو چُجُوْرُ كَرْمُضِ اللّٰهِ كِي كَلْمِي كِي سِرْبَنْدِي كِي لِيْسِي كِي جَانِي۔ اور جِهَادِ اِيْكِ شَرْعِي صِطْلَاحِ هِي حَسْبِ كَا اِطْلَاقِ عُمُوْمًا جِهَادِ بَالسَيْفِ يَعْنِي اِيْنِي ذَاتِي غَرَضِ كُو چُجُوْرُ كَرْمُضِ كَلْمَةِ اللّٰهِ اور دِيْنِ كِي سِرْبَنْدِي كِي لِيْسِي كَفَارِي لِرَايِي كَرْنِي كِي مَعْنُوْنِ مِيْسِي آتَا هِي۔ ارشادِ باري ہے:

وَإِذَا أَنْزَلْتُمْ سُورَةَ أَنْ آمَنُوا بِاللّٰهِ
 وَجَاهِدُوا مَعَ رَسُوْلِيْهِ اسْتَأْذِنَكَ
 أُولُو الْقَوْلِ مِنْكُمْ (۹)

اور جَبِ كُوِي سُوْرَتِ نَاَزَلِي هُو تِي هِي كَر عَدَا پَر اِيْمَانِ لَاؤُ اور اَسْ كِي رَسُوْلِ كِي سَاثِ هُو كَر جَنْكِ كَرُو۔ كُو هُو اِنِ مِيْسِي دَوْلَتِ مَنَدِ هِي تَمِ سِي اِجَازَتِ طَلَبِ كُنِي كِيْتِي هِي۔

۶- غَزَاي: (غزوة) بمعنی دشمن سے جنگ کرنے کے ارادہ سے نکلنا۔ اور غازی وہ ہے جو اس ارادہ سے نکلے۔ اور اس کی جمع غَزَاةٌ اور غَزَائٌ ہے۔ (مفت) ارشادِ باری ہے:

لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا
لَاخُوا نَبِيًّا إِذَا ضَرَبُوا إِلَى الْأَرْضِ
أَوْ كَانُوا غَزَىٰ لَوْ كَانُوا عِنْدَنَا مَا
مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا (۱۵۶)

مآصل (۱)؛ قتال۔ ارادہ سے ایک دوسرے کو مارنا۔ جنگ اور میدانِ جنگ۔

(۲) حَرْب، لڑائی کرنا اور دشمن سے مال چھیننا۔

(۳) زَحْفًا؛ میدانِ جنگ کی طرف کسی بڑے لشکر کا آہستہ آہستہ پیش قدمی کرنا۔

(۴) بَأْس؛ دورانِ جنگ کی سختیاں اور جہاںی نقصان۔

(۵) سِجْدَاد؛ ذاتی اغراض کو چھوڑ کر محض دین کی سر بلندی کے لیے لڑنا۔

(۶) غَزَى؛ دشمن کرنے کے لیے بغرض بہاؤ لگھڑا ہونا۔

۱۶۔ جننا

کے لیے وَضَعَ اور وَكَلَّدَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- وَضَعَ کے بنیادی معنی کسی چیز کو نیچے رکھ دینا ہے (مفت) وَضَعْتُ الْوَحْمَلُ بمعنی میں نے بوجھ اتار کر نیچے رکھ دیا۔ (مفت) جب وضع کے ساتھ حمل کا لفظ آئے اور اس کی نسبت مادہ کی طرف ہو تو اس کا معنی بچہ جننا ہے۔ وضع حمل کا لفظ عام ہے جو انسانوں کے علاوہ حیوانات کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ ایک وقتی عمل ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّي وَضَعْتُهَا
اُنْثَىٰ (۳۶)

دوسرے مقام پر ہے:

وَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا (۳۷) اور ہر حمل والی اپنا بچہ جننے گی۔

۲- وَكَلَّدَ عموماً انسان کے لیے آتا ہے۔ اور ولادت کی نسبت وقتی نہیں بلکہ دائمی ہوتی ہے۔ والدہ ہمیشہ کے لیے اپنے مولود کی والدہ ہے مگر وہ ہمیشہ کے لیے واضح حمل نہیں۔ پھر وَكَلَّدَ میں صرف جننے کا ہی تعلق نہیں ہوتا مولود کی تربیت کا بھی ہوتا ہے۔ اور وَكَلَّدَ الْوَلَدُ بمعنی اس نے بچہ کی پرورش کی۔ قرآن میں ہے۔ فرعون نے موسیٰ کو مخاطب کر کے کہا:

اَلَمْ نُرَبِّكَ فَيَسَاوِلْكَ اٰلِهٰتُكَ (۳۸) کیا ہم نے تم کو کہ ابھی بچے تھے پرورش نہیں کیا؟

۱۷۔ جواب دینا

کے لیے آجَاب (جواب) رَجَعَ اور آفَتْی (فتویٰ) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
 ۱۔ آجَاب (صندَسَال) اور سَالْ (معنی سوال کرنا، کوئی چیز مانگنا بھی ہے اور کچھ پوچھنا بھی ہے) اسی طرح آجَاب کے معنی کسی سوال کا جواب دینا بھی ہے۔ اور کوئی چیز مانگی جائے تو اس کا قبول کرنا یا دینا بھی ہے۔ یہاں سوال کا جواب زیر بحث ہے۔ قرآن میں ہے،
 يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرَّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ (۲۰۹) تمہیں کیا جواب دیا گیا تھا؛

۲۔ رَجَعَ، کا بنیادی معنی پھرنا، لوٹنا یا واپس ہونا ہے۔ اور الرَّجْعُ (مصدر) بمعنی خط کا جواب دینا (منجد) ہے۔ قرآن میں ہے:

إِذْ هَبَّ بِكَيْتِي هُدَا فَاَلْقَيْتُ إِلَيْهِمْ
 ثُمَّ قَوْلَ عَنَّهُمْ فَاَنْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ۔
 میرا یہ خط لے جا اور اسے ان کی طرف ڈال دے۔ پھر
 ان کے پاس سے پھر آ اور دیکھ کہ وہ کیا جواب
 دیتے ہیں۔ (۲۱۰)

۳۔ آفَتْی، بمعنی کسی مشکل اور پیچیدہ مسئلہ کا جواب دینا خواہ یہ مسئلہ شرعی ہو یا عام ذمیوی ہو اسے متعلق ہو اور فتویٰ بھی شرعی اصطلاح میں کسی عالم سے کسی پیچیدہ مسئلہ کا جواب لینے کو کہتے ہیں۔ اور استفتاء بمعنی ایسے مسئلہ کا جواب طلب کرنا۔ ارشاد باری ہے؛
 يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي
 الْكَلَاةِ (۲۱۱) لوگ آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں۔ کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں
 کلام کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔

حاصل (۱) آجَاب، کسی سوال کا جواب دینا۔ (۲) رَجَعَ، خط کا جواب دینا۔

(۳) آفَتْی، کسی مشکل اور پیچیدہ مسئلہ کا جواب دینا۔ فتویٰ دینا۔

۱۸۔ جوانی

کے لیے حَلْمٌ اور اَشْدُّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَلْمٌ: حَلْمًا بمعنی لڑکے کا بالغ ہونا (منجد) اور حَلْمٌ بمعنی خواب میں جماع کرنا (م) ل) گویا جب لڑکے کو پہلی بار استحلام ہو تو اس عمر کو حَلْمٌ یا سن بلوغت کہتے ہیں۔ آغاز جوانی۔ قرآن میں ہے،
 وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ
 فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ
 مِنْ قَبْلِهِمْ (۲۱۲) اور جب تمہارے لڑکے بالغ ہو جائیں تو ان کو بھی اسی
 طرح (دھروں میں داخل ہونے کے لیے) اجازت لینے
 چاہیے۔ جس طرح ان سے اگے (یعنی بڑے آدمی) اجازت
 حاصل کرتے ہیں۔

۲۔ اَشْدُّ: اَشْدُّ بمعنی عقل یا عمر کی پختگی تک پہنچنا (منجد) اور یہ تقریباً اوجیٹ عمر ہوتی ہے۔ بھر پور جوانی۔ جس کے بعد بڑھاپے کے آثار شروع ہو جاتے ہیں۔ ارشاد باری ہے؛

حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ اَشَدَّهُ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً (۲۱)

یہاں تک کہ جب خوب جوان ہوتا اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے۔

۱۹۔ جوڑا

کے لیے زَوْج اور شَفَع کے الفاظ آتے ہیں:

۱۔ زَوْج: زوج کا لفظ بہت وسیع معنوں میں آیا ہے۔ نَزَّجَ بمعنی (۱) بیوی یا مادہ (۲) شوہر یا نر۔ (۳) میاں بیوی یا نر و مادہ دونوں مل کر بھی ایک نَزَّجَ ہیں۔ اور نر و مادہ یا میاں بیوی کے ملانے کو زَوْج کہتے ہیں۔ نَزَّجَ کے برعکس زَوْج کا اطلاق ہر اس چیز پر بھی ہوتا ہے جس میں نر و مادہ کا وجود یا شعور پایا جاتا ہے جیسے نباتات وغیرہ۔

اب زوج کے دو حصے ہوتے۔ ایک نر اشیاء انہیں ذَكَرٌ اور ذُكْرَانٌ (دوسرے مادہ انہیں اُنْثَىٰ (ج اناث) کہا جاتا ہے) نَزَّجَ کے لیے یہ بھی ضروری نہیں ان کا جنسی لحاظ سے ملاپ ہو بلکہ صرف ایک نر اور ایک مادہ کے الگ کر دینے پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

يَهَبُ لِمَن يَشَاءُ اُنَاثًا وَيَهَبُ لِمَن يَشَاءُ اَلذَّكَوٰنَ اَوْ ذَكَرًا نَّا
جسے چاہتا ہے بنیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے یا پھر انہیں بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا فرماتا ہے۔ (۲۲/۵۰)

۲۔ شَفَع: کا اطلاق ان اشیاء پر ہوتا ہے جن میں نر و مادہ کی تیز نہیں۔ اور شَفَع بمعنی ایک چیز کو اس جیسی دوسری چیز کے ساتھ ملا دینا اور جنت چیز کو شَفَعٌ اور جس کے ساتھ اس جیسی دوسری چیز نہ ہو اسے دشر کہتے ہیں۔ اور اعداد میں ہر وہ ہندسہ جو دو پر تقسیم ہو جائے وہ شَفَعٌ یا جُفَّتٌ ہے۔ اور جو دو پر پورا تقسیم نہ ہو وہ وتر یا طاق ہے۔ مثلاً ایک، تین، پانچ سات وغیرہ۔ اور دو چار چھ، آٹھ وغیرہ جُفَّتٌ یا شَفَعٌ ہیں۔ قرآن میں ہے:

وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ
قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جنت اور طاق کی (۲۱/۲۹)

اور شَفَعٌ بمعنی ایسی چیزوں کا جوڑا بنانا۔ یہ لفظ قرآن میں نہیں آیا۔ البتہ شَفَعَ سفارش کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ اِلَّا
یَا ذِيْنِہٖ (۲۰)

کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس سے کسی کی سفارش کر سکے۔

۲۰۔ جوڑنا

کے لیے وَصَّلَ، حَصَفَ اور رَضَّ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- وَصَلَ، بمعنی ملانا اور جوڑنا (م-ل) ملانا کے لحاظ سے اس کی ضد فصل ہے۔ اور جوڑنا کے لحاظ سے قطع۔ اور وصل کے معنی ایک چیز کو دوسری سے اس طرح ملانا کہ وہ بٹ جائے۔ یہ لفظ دونوں معنوں میں الگ بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور مادی اور مننوی دونوں صورتوں میں بھی۔ ارشاد باری ہے:

وَيَقِطُّعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ۔ اور وہ اس تعلق کو توڑتے ہیں جس کے تعلق اللہ نے ملانے یا جوڑنے کا حکم دیا تھا۔ (۲۶)

۲- خَصَفَ، خَصَفَ چمڑے کے اس ٹکڑے (یا فرسے) کو کہتے ہیں جس کے اوپر چمڑا رکھ کر نئے جوتے کا ماپ کاٹا جائے (مع) اور خَصَفَ بمعنی جوڑنا لینا، جوتے میں پیوند لگانا۔ اور خَصَفَ الشیء علی الشیء بمعنی ایک چیز کو دوسری پر رکھ کر جوڑنا اور چپکانا (مجد) ارشاد باری ہے،

بَدَتْ لَهُمَ سَاوَاتُهُمْ مَأْوَئُهُمْ فَأَخَصَفْنَاهُمْ تَرَادُّمًا وَمَا كَانُوا يَلْقَوْنَ فِيهَا قَوْمًا يَجْعَلُونَ بَيْنَهُمْ حُجُورًا مَدْبُورَةً مِثْلَ عُمُرَانَاتِ بَنِي إِسْرَائِيلَ۔ اور آدم و حوا کی شرکاء کے درمیان پر ظاہر ہو گئیں۔ اب وہ ان پر بہشت کے پتے جوڑنے لگے۔ (۲۳)

۳- رَضَّ، بمعنی ایک چیز کو دوسری سے ملانا، چمکانا، پیوستہ کرنا (مجد) اور بمعنی دو چیزوں کو باہم جوڑ دینا (مع) اور نیز رَضَّ بمعنی سیسے کی قلعی کرنا۔ اور رصاص بمعنی سیسہ (مجد) یعنی رَضَّ کے معنی کسی چیز کو کسی سالہ وغیرہ سے جوڑ کر اسے مضبوط بنانا ہے۔ ارشاد باری ہے،

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًا كَانَتْهُمْ بَنِيَاتٌ مَرُوضًا۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اس کی راہ میں یوں قاتل باہر کر لڑتے ہیں جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار۔ (۲)

مآصل (۱) وصل، بمعنی ملانا اور جوڑنا۔ (۲) خصف، بمعنی جوڑنا اور چپکانا۔ (۳) رَضَّ، دو چیزوں کو جوڑنا اور سالہ وغیرہ سے پیوستہ کرنا۔

جوش مارنا کیلئے دیکھیے "أَبْلَنًا"

۲۱- جہاں، جہاں کہیں

کے لیے حَيْثُ حَيْثُمَا، آيْتِنَا کے الفاظ آتے ہیں۔

۱- حَيْثُ، مکان بہم کے لیے آتا ہے مابعد کے جملہ سے اس کی تشریح ہوتی ہے۔ بمعنی جہاں (مع) ارشاد باری ہے:

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ اور تم جہاں سے نکلو۔ مسجد الحرام کی طرف منہ (ر کے نماز پڑھا) کرو۔ (۱۲۴)

۲- حَيْثُمَا، بمعنی جہاں کہیں۔ ما کا اضافہ صرف ممنوں میں وصحت کے لیے ہے۔ ارشاد باری ہے،

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهُكُمْ

اور تم جہاں کہیں بھی ہو۔ اس (مسجد حرام) کی طرف رخ

کر لیا کرو۔

سَطْرَةٌ (۱۳۹)

۳- آيِنًا: آئین یعنی کہاں کسی جگہ کے متعلق سوال کرنے کے لیے آتا ہے۔ اور آيِنًا یعنی کوئی بھی جگہ اس طرح آيِنًا اور حَيِّثًا ہم معنی بن جاتے ہیں۔ البتہ آيِنًا میں شرط کے معنی بھی پائے جاتے

ہیں (منجد - ق) ارشاد باری ہے:

اَيِنًا تَقِفُوا أَخِذُوا وَقِفَتُمْ لِقَابًا

جہاں کہیں بھی پائے گئے پکڑے گئے اور جان سے مار

ڈالے گئے۔

(۲۲)

۲۲۔ چھڑکنا

کے لیے رَجَرَ، اِرْدَجَرَ اور تَهَرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- رَجَرَ: کسی کو اونچی آواز سے تہدیداً میرزکلمات کہنا۔ جھڑکنا۔ دھتکارنا۔ ڈانٹنا۔ اور رَجْرَةٌ یعنی ڈانٹ (۲۳) قرآن میں ہے:

فَالرَّجْرَاتِ رَجْرًا (۲۴)

پھر (م ہے) ڈانٹنے والے فرشتوں کی جھڑک کر۔

۲- اِرْدَجَرَ: یعنی کسی کو جھڑک کر بھگا دینا (معنی) ارشاد باری ہے:

فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَاجُنُونٌ

تو انہوں نے ہمارے بندے کو بھٹلا دیا اور کہا کہ دیوانہ

ہے اور انہیں ڈانٹا بھی۔

وَأَرْدَجَرَ (۲۵)

۳- تَهَرَ: یعنی کسی مانع چیز کا زور سے ہٹا بھی۔ اور تَهَرَ السَّائِلِ یعنی سائل کو جھڑکنا بھی (منجد)

جھڑکنے اور ڈانٹنے میں سختی سے کام لینا۔ التَّجْرُ الْفَلِيظُ (معنی - ق ل ۱۸۸) ارشاد باری ہے:

وَأَمَّا السَّائِلُ فَلَا تَهَرُّهُ (۲۶)

اور مانگنے والے کو جھڑکی نہ دینا۔

(۲) نہر: سختی سے جھڑکنا۔

اصل (۱) زجر۔ جھڑکنا۔ ڈانٹنا۔

(۲) اِرْدَجَرَ۔ جھڑک کر نکال دینا۔

۲۳۔ جھکنا

کے لیے جَنَحَ، مَالَ (میل) عَنَّا عِنَّا (صفا) صَفَا (صفا) رَكْنَ، مَادَّ (مید) خَشَعٌ، ذَلَّ، عَالَ

وَفِي، جَنَفَ، صَبَا کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- جَنَحَ: کسی ایک طرف جھکنا۔ جَنَحَتِ السَّيْفِيَّةُ کشتی کا ایک جانب جھکنا۔ اور جَنَاحُ یعنی

پرنہ کا پر۔ انسان کا پہلو۔ (تشبیہ جَنَاحِيْنَ) اور جَنَاحٌ بھلائی کی طرف جھکاؤ، اور جَنَاحُ

(گناہ) بُرائی کی طرف جھکاؤ کے لیے آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْتَنِبْ كَمَا (۲۷)

اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی مائل ہو جاؤ۔

۲- مَالَ: المیل یعنی میلان طبع۔ رغبت (منجد) طبیعت کا جھکاؤ ہونا۔ کسی بات یا چیز پر طبیعت کا

مائل ہونا۔ یہ لفظ عام ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ
النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا
كُلَّ الْمِيلِ (۳۶)

۳۔ عَنَّا يَعْنِي مَعْنَى ذَلِيلٍ هُونًا، هُونًا، هُونًا، هُونًا۔ اور عَنَّا يَعْنِي مَعْنَى مُشَقَّتٍ بِرِوَاغَتِهَا۔
اور عِنِّي يَعْنِي مَعْنَى تَهْكُنَا (مُخْبِرًا) كَمَا يَأْتِي فِي آيَاتٍ أُخْرَى، هُونًا، هُونًا، هُونًا، هُونًا۔ اور عَنَّا يَعْنِي مَعْنَى مُشَقَّتٍ بِرِوَاغَتِهَا عَاجِزًا أَوْ تَهْكُنَا
کے معنی دیتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَعَدَّتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ (۳۷)

۴۔ صَنَاعًا يَصْنَعُونَ، پوری طرح جھکنے کے معنی میں آتا ہے۔ صَعَتِ النُّجُومُ وَالشَّمْسُ مَعْنَى سُورِجِ يَأْتِي
کا مائل بہ غروب ہونا (صفت) اور صَعَتِ الْإِنَاءُ مَعْنَى نَبْرَتِهَا كَمَا يَأْتِي فِي آيَاتٍ أُخْرَى، اس سے چیز نکل آئے
اور اصْفَى إِلَيْهِ مَعْنَى كَيْسِي طَرَفِ كَانِ جَهْلَانًا۔ کان دھرنا (م۔ م) قرآن میں ہے،
إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا (۶۶)
اگر تم دونوں خدا کے آگے توبہ کرو (تو بہتر ہے، کیونکہ)
تمہارے دل کج ہو گئے ہیں۔

۵۔ رُكْنٌ: رُكْنٌ مَعْنَى قُوَّةٍ۔ غَلْبَةٌ: قَلْعَةٌ مُضْبُوطٌ بِهَلْوٍ۔ اور رُكْنٌ مَعْنَى كَيْسِي بِرِوَاغَتِهَا عَاجِزًا أَوْ تَهْكُنَا
جھکنا جس سے قوت حاصل کی جائے۔ (مخبر) ارشاد باری ہے:

وَقُلْ لَا أَنْتُنَّكَ لَقَدْ كَذَبْتَ تَوَكَّنْ
إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا (۳۸)

۶۔ مَادٌ: مَعْنَى كَيْسِي بِرِوَاغَتِهَا عَاجِزًا أَوْ تَهْكُنَا، ہل جھل کر کسی بھی طرف جھک پڑنا (م۔ ن) حرکت
کرنا، ہلنا، کانپنا (مخبر) مَادَاتُ الْغَصْنِ مَعْنَى شَاخِ جَهْلَانًا، قرآن میں ہے:
وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيًا أَنْ تَمِيدَ
سے ہلنے (اور جھکنے) نہ لگے۔

بِهِمْ (۳۹)
۷۔ خَشَعٌ: عَاجِزِي كَيْسِي دَجْرًا مَعْنَى جَهْلَانًا۔ اِلْيَاخُوفٌ جِسْ كَاثِرٌ جَوَارِحُ بِرِوَاغَتِهَا عَاجِزًا أَوْ تَهْكُنَا،
چہرہ، آواز اور دل کے جھکنے کے لیے آتا ہے۔ اور اس میں خوف بھی شامل ہوتا ہے۔ مثلاً:

وَحَشِدَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَنِ (۴۰)

اور خدا کے سامنے آوازیں پست ہو جائیں گی۔

(۲) آنکھ کے لیے،

خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرَاهُمْ ذَلِيلًا
ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی اور ان پر ذلت چھا رہی
ہوگی۔ (۴۱)

۸۔ ذَلٌّ: مَعْنَى زُورٍ أَوْ قَرْمَرٍ أَوْ دَبَاؤٍ كَيْسِي دَجْرًا مَعْنَى جَهْلَانًا۔ اور اس کی ضد عَزٌّ ہے (صفت) ذلیل ہونا طبیعت

کی تیزی اور سختی کا از خود مغلوب ہو جانا (مفت) ارشادِ باری ہے:

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالٌ لَّهُمْ وَذَلَّلْتُمْ قُطُوفَهَا تَذَلِيلًا (۶۶)

ان سے (متردار شاخیں اور) ان کے سائے قریب ہوں گے۔ اور میوؤں کے کچھے جھکے ہوئے ٹک ہوں گے۔

۹۔ عَالٍ: (عول) بمعنی ظلم کرنا۔ سیدھی راہ سے ہٹنا (منجد) أَلْعُولُ ہر ایسی چیز کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو انسان کو گرا بنا کر دے اور وہ اس کے بوجھ تلے دب جائے (مفت) اس سے مراد ایسا جھکاؤ ہے جس میں کسی کا حق تلف ہوتا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

فَإِنْ خَفْتُمْ أَلَا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ آذَنٌ أَلَا تَتَّقُونَ (۳)

اگر تمہیں اس بات کا اندیشہ ہو کہ سب عورتوں سے یکساں سلوک نہ کر سکو گے تو ایک (عورت) کافی ہے۔ یا لوزی جس کے تم مالک ہو۔ یہ (اس لیے کہ تم ایک طرف نہ جھک جاؤ (شمانی؟))

۱۰۔ دَنِيٌّ: بمعنی قریب ہونا۔ نزدیک ہونا۔ اور اگر اُس کی نسبت کسی بلندی کی طرف ہو تو یہ جھک کر قریب ہونا کے معنی دے گا۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَنَّتِ الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ (۵۵)

اور ان دونوں بانگوں کے پکے میوے جھک رہے ہوں گے (یعنی زمین سے قریب ہو رہے ہوں گے)

۱۱۔ جَنَفَ: بمعنی جانبداری کرنا۔ طرفداری کرنا۔ جھکاؤ کا رُخ بھی ایک فنی کی طرف ہوتا ارشادِ باری ہے:

فَمَنْ خَافَ مِنْ مَوْصٍ جَنَفًا أَوْ يَأْتِيَ تَلْفِيًا كَاخُوفٍ رَكَعًا هُوَ۔

۱۲۔ صَبَاً: (صبو) صَبِيٌّ بمعنی بچہ، چھوٹا لڑکا (ج صَبِيَّان) اور صَبَابًا بمعنی بچوں جیسی حرکتوں کی طرف مائل ہونا۔ اور تَصَبَّى بمعنی کھیل کی طرف راغب ہونا (م۔ ق) گویا صَبَابًا ایسے جھکاؤ کو کہتے ہیں جو ازراہ بچپن ہو۔ یوسف نے فرمایا:

وَالَا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ (۱۳)

اے اللہ! اگر تو مجھ سے ان عورتوں کے فریب کو نہ ہٹائے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا۔

ماصل (۱۱) مال: طبیعت کا جھکاؤ اور رغبت عام ہے۔ (۵) خَشَعٌ: خوف اور عاجزی سے جھکنا جس کا اثر جو اس کے نمایاں ہو

(۲) جَنَحٌ: اچھے کام کی طرف جھکنا۔ (۸) دَنِيٌّ: کسی دباؤ کی وجہ سے جھکنا۔

(۳) عَنًا: مشقت کی وجہ سے تھک کر جھکنا۔ (۹) عَالٍ: ایسا جھکاؤ جس میں دوسرے کی حق تلفی ہو۔

(۴) صَغًا: پورے یا زیادہ جھکاؤ کے لیے۔ (۱۰) دَنِيٌّ: جھک کر قریب ہونا۔

(۵) رُكْنٌ: کسی چیز کی طرف قوت پناہ حاصل کرنے کی جھکنا (۱۱) جَنَفَ: جانبداری کی وجہ سے جھکنا

(۶) صَادَ: حرکت بڑھتی دیر سے جھک پڑنا۔ پھولے کھانا۔ (۱۲) صَبَابًا: ازراہ بچپن کسی ناشائستہ حرکت کی طرف جھکاؤ پڑنا

۲۲۔ جھکانا

کے لیے حَقْفَضٌ، عَضٌّ، رَكْعٌ اور نَكْسٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَقْفَضٌ: بمعنی جھکانا۔ پست کرنا (اور اس کی ضد رَفَعٌ ہے۔ بمعنی اُپر اُٹھانا۔ بلند کرنا) حَقْفَضٌ، ظاہری اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ خافض اور رافع دونوں اللہ تعالیٰ کے نام یا صفات بھی ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَخَفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِيِّ مِنَ الرَّحْمَةِ (۱۳)

اور جھکادے ان کے آگے کندھے عاجزی کر کرنا زبردستی سے (پشتیانی)

۲۔ عَضٌّ: نظر جھکانے یا آواز کو پست کرنے سے مخصوص ہے (م۔ ق) ارشاد باری ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَخْفَضُوْنَ اَبْصَارَهُمْ۔ مومن مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نظروں نیچی رکھا کریں۔

(۲۳)

۳۔ رَكْعٌ: بمعنی بدن کو جھکانا، سر کو خم کرنا۔ خمیدہ پشت ہونا (امت) کثایتاً نماز ادا کرنا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَإِذْ أَوْحَيْنَا لَهُمْ اِرْكَعُوا لآيَاتِنَا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (۲۴)

اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ (خدا کے آگے) جھکے تو

جھکتے نہیں۔

۴۔ نَكْسٌ: بمعنی اوندھا کرنا۔ اور نَكْسٌ رَأْسُهُ کے معنی سر جھکانا۔ سرنگوں ہونا۔ شرم و ندامت سے سر جھکالینا اور تَنَكَّسَ الْعِلْمُ بمعنی جھنڈا کا سرنگوں ہونا (مخبر) ہے اور اِنْتَكَسَ بمعنی سر کے بل کرنا۔ اور تَنَكَّسَ عَلَى رَأْسِهِ محاورہ ہے بمعنی لاجواب ہو کر ندامت سے سر جھکالینا۔ ارشاد باری ہے:

ثُمَّ نَكَّسُوا عَلَى رُؤُوسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا هُمْ بِكَآفِرُونَ (۲۵)

پھر (شرمندہ ہو کر) سر نیچا کر لیا (اس پر بھی ابراہیم سے کہنے لگے کہ تم جانتے تو ہو کہ یقیناً نہیں۔

محل (۱) حَقْفَضٌ، جھکانے یا پست کرنے کے لیے عام لفظ۔

(۲) عَضٌّ: نظر اور آواز کے لیے۔

(۳) رَكْعٌ: بدن کو جھکانے اور خمیدہ پشت ہونے کے لیے۔

(۴) نَكْسٌ: علی رَأْسٍ لاجواب ہو کر ندامت سے سر ڈال دینا۔

۲۵۔ جھگڑنا

کے لیے شَجَرَ، تَنَازَعَ، حَاجَّ، جَدَلَّ، مَارَّ (مری) خَصَمَ، لَدَّ اور تَشَاكَسَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ شَجَرَ، جھگڑنا اور اختلاف کرنا (امت) بحث کرنا (مختلف فیہ ہونا) (مخبر) اختلاف رائے کی بنا پر

جھگڑا کرنا جبکہ اصول پر فریقین متفق ہوں اور جھگڑا فروری نوعیت کا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ
يُحْكِمُوا لَكَ وَيَتَأْتُوا خَضِرًا حَتَّىٰ تُفِيضَ فِيهِمْ أَمْوَالَهُمْ الَّتِي كَسَبُوا
فِي سَنَةٍ مِّنْ قَبْلِهَا سِتًّا وَتَجِدُوا لَكَ قِرْبَانَ مِثْلَ حَثِثٍ لِّقِرْبَانٍ
ذُو شُرَكَاءَ لَمْ يَكُن لِّقِرْبَانِهِمْ حِسَابٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ذُو الْقُرْبَىٰ
يَحْتَضِرُ قِرْبَانَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَنزَلَ اللَّهُ ذَلِكَ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ
آيَاتِهِ وَلِيُذَكِّرَ الَّذِينَ لَمْ يَرْجِعُوا إِلَى اللَّهِ أَنَّهُمْ لَن يُؤْمِنُوا
(۲۳۷)

۲- تنازع، یعنی اختلاف کرنا اور اپنی طرف کھینچنا (منجد) اور نزاع کسی چیز کو اس کی قرار گاہ سے کھینچنا (مفت) کھینچنا تانی۔ جھگڑے کا طول پکڑنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ (۲۳۷)

اللہ کے اور رسول کے۔ (عثمانی)

۳- حَاجٌّ، حَاجٌّ، یعنی دلیل میں غالب آنا۔ اور حُجَّةٌ یعنی دلیل۔ اور اِخْتِجَّ یعنی اپنے دعویٰ پر دلیل لانا (منجد) ہے۔ گو یا حَاجٌّ دلائل سے بحث کرنے اور ایک دوسرے کی بات کو دلیل سے رد کرنے کو کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ حَاجَّكَ بَآيَاتِنَا فَنَدَّبْنَاهُم لَكُم بَطُونَ تَوَلَّوْا
وَكُنْتُمْ لَهُمْ آيَةً يُضَلُّونَ بِالْأَحْقَابِ فَأُولَٰئِكَ ظُلُمَاتٌ سَوِيَّةٌ
لَّهُمْ فِي الْقُلُوبِ عَمَلَةٌ كَثِيرَةٌ يَعْزُمُونَ الْحَقَّ بِالْكَافِرِ
الَّذِينَ يَخْتَفُونَ بَيْنَ يَدَيْهِمْ وَأَكْثَرُ الْبَشَرِ لَجُورٌ أُولَٰئِكَ
سَوَاءٌ لَّهُمْ مَا يَدْعُونَ بِكُم يُحَادِّثُونَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ
كُلَّ مَلَأَنٍ فَاسِقٍ لِّتَأْتِيَهُمْ آيَاتُ اللَّهِ مُتَوَاتِرَةٌ يَتَوَلَّوْنَ
لَهَا وَنُكِرُوا بِهَا كَالَّذِينَ سُئِلُوا بِآيَاتِنَا فَكَفَرُوا
(۲۳۸)

۴- جَدَلٌ: گفتگو میں ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرنا (مفت) بے جا ٹکرا کرنا۔ اور جَدَلٌ یعنی پچھاڑ دینا اور زمین پر گرنا (منجد) بطور سوال جواب جھگڑا نام۔ (ق) صاحب مقائیل اللغۃ کے نزدیک طویل گفتگو سے جھگڑا کو طول دینا (م۔ ل) ارشادِ باری ہے:

يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ ۗ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ
أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۗ
أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ كُلَّ مَلَأَنٍ فَاسِقٍ لِّتَأْتِيَهُمْ
آيَاتُ اللَّهِ مُتَوَاتِرَةٌ يَتَوَلَّوْنَ لَهَا وَنُكِرُوا بِهَا كَالَّذِينَ
سُئِلُوا بِآيَاتِنَا فَكَفَرُوا
(۲۳۹)

۵- مَارًا: مَرِيَّةٌ یعنی تردد اور شک۔ اور مَارًا یعنی ایسی بات میں جھگڑا کرنا جس کے تسلیم کرنے میں تردد ہو۔ (مفت) ارشادِ باری ہے:

مَا كَذَّبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ أَفَتَأْمُرُونَ
عَلَىٰ مَا يَرَىٰ (۲۴۰)

جو کچھ انہوں (منجھ) نے دیکھا ان کے دل نے اس کو جھوٹ نہ جانا۔ کیا جو کچھ وہ دیکھتے ہیں تم اس میں ان سے جھگڑتے ہو

۶- خَصْمٌ: یعنی دعویٰ دار۔ تدعی اور مدعا علیہ یا دونوں میں سے کوئی ایک۔ مخالفت فریق۔ خواہ ایک فرد ہو یا زیادہ۔ ایسا جھگڑا یا مقدمہ جس میں فریقین کے حقوق زیر بحث ہوں۔ اور اَخْصَمَ یعنی کسی کے خلاف دلیل مہیا کرنا۔ دلیل سمجھانا (منجد) قرآن میں ہے:

وَهَلْ أَتَاكَ نَبْوُ الْأَخْصَمِ ۗ
اور پہنچی تجھ کو خبر دعویٰ والوں کی (عثمانی)

۷- لَدَا: یعنی شدۃ الخصومة (مفت) ل۔ (۲۴۱) اور اَلَدُّ یعنی سخت جھگڑا الوادی۔ پنجابی (لے) غور جو دوسروں کی بات کو درخود اعتنا نہ سمجھے اور اپنی بات کے لیے شور مچاتا جائے۔ قرآن میں ہے:

وَيُضِلُّهُ اللَّهُ عَلَىٰ مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ
اور وہ اپنے مافی الضمیر پر خدا کو گواہ بنا تا ہے تاکہ

أَلَدُّ الْخِصَامِ (۲۴) وہ سخت جھگڑا لوبہ ہے۔

۸۔ تَشَاكُسٌ: اَلتَّشَاكُسُ یعنی بد مزاج آدمی۔ اور تَشَاكُسٌ یعنی بد مزاجی کی وجہ سے باہم جھگڑا کرنا (صفت) اور شَكْسٌ بمعنی سخت مزاج اور بخیل ہونا (موجد) گویا تشاکس کے معنی بخل، تند خوئی اور بد مزاجی کی وجہ سے ایک دوسرے سے اپنے اپنے حق کے لیے کھینچا تانی کرنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

صَرََبَ اللّٰهُ مَثَلًا زَجَلًا فِيْهِ شُرَكَاءُ
مَثَلًا كَسُوْنَ وَرَجَلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ
هَلْ يَسْتَوِيْنَ مَثَلًا (۳۹)

اللہ ایک مثال بیان کرتا ہے ایک شخص چند بد شر اور بخیل مالکوں کا غلام ہے اور دوسرا صرف ایک ہی آدمی کا غلام ہے۔ تو کیا ان دونوں کی حالت ایک جیسی ہو سکتی ہے؟

- اصل** (۱) شَجَرَ: اختلاف رائے ہونا۔ (۲) تَنَازَعَ: اختلاف رائے میں کھینچا تانی۔ (۳) حَاجَّ: دلیل سے جھگڑا کرنا۔ (۴) جَدَلَ: خصومتِ باطل۔ کج بحثی۔ (۵) مَارَ: ایسی بات میں جھگڑا کرنا جس کو تسلیم کرنے میں تردد ہو۔
- (۶) خصمہ: کسی چیز کے دعویدار ہونے کی بنا پر دوسروں سے جھگڑنا۔
(۷) لَدَّ: شدتہ انصومتہ۔
(۸) تشاکس: بد مزاجی اور بخل کی بنا پر ایک دوسرے سے اپنے اپنے حق کے لیے جھگڑنا۔

۲۶۔ جھوٹ

کے لیے کِذْبٌ، باطِلٌ، زُورٌ اور اَفْكَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ کِذْبٌ: بمعنی جان بوجھ کر غلط خبر دینا (موجد) دل اور زبان کی ہم آہنگی نہ ہونا (صفت) یا اختلافِ واقعہ بات کہنا ہے۔ اور اس کی ضد صِدْقٌ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَيَقُولُوْنَ عَلٰى اللّٰهِ الْكِذِبُ وَهُمْ
يَعْلَمُوْنَ (۲۸)

اور خدا پر جھوٹ بولتے ہیں۔ اور (یہ بات) جانتے بھی ہیں۔

۲۔ باطل یعنی ہر وہ بات جس میں تحقیق کے بعد ثبات اور پائیداری نظر نہ آئے (صفت) ناسحق ہے اصل لغوی فضول (موجد) اور اس کی ضد حَقٌّ ہے۔ بمعنی حقیقت۔ سچ۔ سچائی۔ راستی وغیرہ۔ گویا باطل کا لفظ وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے جس کا ایک معنی کذب یا جھوٹ بھی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يَا اَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِالْحَقِّ
لَمَّا كُنْتُمْ تَقُولُوْنَ لَنْ نَّعْمُرَ الْاَرْضَ
وَلَنْ نَّسْتَعْمِلَ الْاٰلَافَ بَيْنَ يَدَيْهِمْ
يَوْمَئِذٍ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمْ اَصْحَابُ
الْاٰلِ الْاَبْتَالِ (۳۱)

اے اہل کتاب تم سچ کے ساتھ جھوٹ کو کیوں غلط مطلق کرتے ہو؟

۳۔ زُورٌ: زور بمعنی سینہ کے اوپر کے حصّہ کی ٹیمدگی کچی اور زُورٌ بمعنی حق کے خلاف جھوٹ اور رائد سے شرک کرنا (موجد) اور زُورٌ کے معنی راہِ حق سے کترا جانا۔ سیدھی راہ سے ایک طرف ہو کر مکمل جانا۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:

وَتَرَى السَّمْسَ اِذَا اطَّلَعَتْ تُرَاوِمًا
وَرَجَبٌ سُوْرَجٌ نَّكَلَةٌ تَكْمَلُ
وَمِنْ مَثَلِ الْاَنْبِيَاءِ الْاُولٰٓئِكَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمْ اَصْحَابُ
الْاٰلِ الْاَبْتَالِ (۳۱)

اور جب سورج نکلے تو تم دیکھو کہ (دھوپ) اُن کے

عَنْ كَثِيرٍ مِمَّنْ ذَاتَ الِيمِينِ (۱۷) فار سے واہنی طرف کھٹ جائے۔

اور قول الزور کے مقابلہ میں قرآن میں قَوْلًا سَدِيدًا کے الفاظ آئے ہیں۔ یعنی ایسی بات جس میں کوئی رشتہ، اہام، ہیرا پھیری اور پیچیدگی نہ ہو۔ اور قَوْلَ الزُّورِ ایسی بات ہے جس میں یہ باتیں یا ان میں سے کوئی ایک موجود ہو۔ اور ابو ہلال عسکری کے نزدیک زور ایسا جھوٹ ہے جسے بنا سنوار کر پیش کیا جائے کہ وہ بھلا اور درست معلوم ہو۔ (فقیہ ۳۴) ارشاد باری ہے:

فَاَجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ (۲۲) کرو۔

۴۔ اَفْكَ: اَفْكَ بمعنی اصل سمت سے رخ موڑ لینا جس میں بدیہی شامل ہو (مفت) بات کچھ ہو تو اس سے کچھ اور ہی بنا لینا۔ باتیں گھڑنا۔ الزام۔ بہتان۔ اور یہ جھوٹ کی بدترین قسم ہے۔ اور صاحب فرق اللغویہ کے نزدیک اس جھوٹ کا تعلق فاحش القبح یعنی زنا وغیرہ کی تہمت سے ہوتا ہے (فقیہ ۳۴) ارشاد باری ہے:

لَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ (۲۳) جب تم نے بات سنی تھی تو مومن مردوں اور عورتوں نے کیوں اپنے دلوں میں نیک گمان نہ کیا۔ اور (کیوں نہ) کہا کہ یہ مرتد طوفان ہے۔

ماہصل (۱) کذب: خلاف واقعہ بات۔

- (۲) باطل: ناپائیدار اور بے بنیاد بات بہت وسیع معنوں میں آتا ہے جس کی ایک قسم کذب ہے۔
 (۳) زور: ایسی بات جو تیج ڈال کر حقیقت کھپاتے ہوئے بنا سنوار کر یوں پیش کی جائے کہ وہ سچ معلوم ہو۔
 (۴) اَفْكَ: بدیہی سے کسی بات کو کچھ کا کچھ بنا دینا۔ اور اس کا تعلق تہمت سے بھی ہوتا ہے۔

۲۷۔ جھوٹ بولنا یا بنانا

کے لیے کَذَبَ، اَفْكَ اور تَقَوَّلَ (قول) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ کَذَبَ: جان بوجھ کر ایسی خبر دینا جو واقعہ کے خلاف ہو۔ قرآن میں ہے:

وَلَنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدْمًا مِّنْ دُبُرِكُمْ فَكَذَّبْتُمْ وَهُوَ مِنَ الضَّالِّينَ (۲۶) اور اگر کرتا پیچھے سے پھٹا ہو تو یہ (زلیخا) جھوٹی اور وہ (بوسٹ) سچا ہے۔

۲۔ اَفْكَ: کسی چیز کا رخ موڑ دینا۔ بدیہی سے بات کو کچھ کا کچھ بنا دینا جیسا کہ اوپر گذرا اور یہ بدترین قسم کا جھوٹ ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

هَلْ أَتَيْتُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ (۲۶) (اچھا) میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں بڑھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں۔

۳۔ تَقَوَّلَ: ایسی بات کہنا جس کا اصل موجود ہی نہ ہو کسی پر جھوٹ تھوپنا (مخبر) ارشاد باری ہے:

وَلَوْ نَقُولَ عَلَيْهِمْ نَبَعْضُ الْأَقَابِ لِيَلَّ
لَا خَدَّ نَامِنَهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا
مِنْهُ الْوَتِينَ (۲۹)

اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی جھوٹی بات بنا لاتے تو
ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر ان کی رگ گردن کاٹ
ڈالتے۔

ماہل (۱۱)؛ كَذَبَ، خلاف واقعہ بات یا جھوٹ (۲) أَفَلَمْ، کسی پر بہتان تراشنا۔
بولنا۔ (۳) تَقْوَلُ، جھوٹ بنانا اور دوسرے کے نام لگا دینا۔

۲۸۔ جھٹلانا

کے لیے كَذَّبَ اور أَبْطَلَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- كَذَّبَ، بمعنی کسی کو جھوٹا قرار دینا۔ معروف لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے:
فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ رَسُولُكُمْ
قَبْلِكَ (۲۳)

پھر اگر ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا ہے تو آپ سے پہلے بھی
رسول جھٹلائے جا چکے ہیں۔

۲- أَبْطَلَ، باطل بمعنی ناسخ اور ناپائیدار (ضد حق) تو جس طرح حق کا ایک معنی سچ ہے اسی طرح
باطل کا ایک معنی جھوٹ بھی ہے۔ اور أَبْطَلَ حالات و واقعات کے ساتھ کسی چیز کو جھٹلانا یا جھوٹ
ثابت کر دینا۔ ارشادِ باری ہے:

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلُؤْكَرَهُ
الْمُجْرِمُونَ (۸)

تا کہ (اللہ تعالیٰ) سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ ثابت
کر دے۔ اگرچہ مجرم مشرک ہانا خوش ہی ہوں۔

ماہل؛ كَذَّبَ، محض کسی کی بات کو جھٹلادینے کے لیے اور ابطل کسی بات یا کام کو دلائل، تجرباتی ثبوتات
سے جھوٹا ثابت کرنے کے لیے آتا ہے۔
جینا کے لیے دیکھیے — ”زندہ رہنا“

ج

۱۔ چابی۔ (مخفی)

کے لیے مَقَالِد اور مَفَاتِح کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ مقالید: قَلَد بمعنی لوسہ کو تپلا کرنا اور کسی چیز پر موڑنا یا موڑ کر گچھا بنانا۔ اور قِلَاد یا اقلید تانبے یا پتیل کے اس تار کو کہتے ہیں جس کو ہار میں استعمال کیا جائے۔ اور قِلَادۃ گلے کے ہار کو کہتے ہیں۔ مَقَلَد اس لوسہ کی چابی کو کہتے ہیں جو تالے میں موڑ کر تالا کھولا جاتا ہے۔ اس کی جمع مَقَالِد اور جمع الجمع مقالید آتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَبْسُطُ
الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ (۲۳)

وہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور

جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

۲۔ مَفَاتِح: فَتَّح کے معنی کھولنا یا کسی چیز سے بندش اور پیچیدگی دور کرنا (مفت) اور یہ لفظ دروازہ کھولنے، تالا کھولنے، پانی بہنے کے لیے راستہ کھولنے، کسی قضیہ کا فیصلہ کرنے اور کسی ملک کو فتح کرنے سب معنوں میں آتا ہے۔ مَفَاتِح (ج مَفَاتِح) کے معنی چابی بھی ہے اور پانی کی نالی بھی۔ (مخبر) اور مَفَاتِح کی جمع مَفَاتِح: پھر اس کی جمع مَفَاتِح ہے (مخبر) اور یہ لفظ قرآن کریم میں استعمال نہیں ہوا۔ گویا مَفَاتِح کا لفظ مقالید سے زیادہ ابلغ ہے جو ہر قسم کی بندش اور کاوٹ کو دور کرنے اور کھولنے کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا
إِلَّا هُوَ (۵۹)

اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۲۔ چادر

کے لیے خُمُر اور جَلَابِیْب کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ خُمُر: واحد خِمَار بمعنی اوڑھنی۔ دوپٹہ۔ پردہ (مخبر) بِخِمَارِ وہ چھوٹی چادر یا دوپٹہ جس سے چہرہ کا پردہ کیا جاسکے۔ اور پہلوؤں کو نیز سینہ کو ڈھانپا جاسکے۔ ارشاد باری ہے:

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ - اور (مومن عورتوں کو) چاہیے کہ اپنے گریبانوں کو اڑھینوں سے اڑھے رہا کریں۔ (۲۳)

۲- جَلَابِيبٌ: واحد جَلَبَابٌ - معنی چادر یا قمیص اور جَلَبِيبٌ معنی چادر یا قمیص پہنانا (منجد) جلابیا واصل وہ بڑی چادر ہے جو سر سے پاؤں تک سارا بدن ڈھانپ سکے۔ ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَ تَرَوُنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ يَدِينُونَ عَلَيْهِنَّ مِّنَ جَلَابِيبِهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ (۳۹)

لے نبی اپنی بیویوں، بیٹیوں، اور مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ اپنی چادریں نیچے لٹکانے رکھیں تاکہ وہ پہچانی جائیں اور نہ انہیں کوئی ایذا لے۔

۳- چارہ

۱- مَرَّعِيٌّ: رَعِيٌّ معنی موشی کا گھاس چرنا۔ اور مَرَّعِيٌّ کا لفظ چراگاہ کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور تازہ گھاس کے لیے مَرَّعِيٌّ، آبٌ اور عَصْفٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

یا چارہ کے بھی منجد ارشاد باری ہے:

وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَىٰ فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَىٰ (۱۵)

اور جس نے چارا اگایا پھر اس کو سیاہ رنگ کا کوڑا کر دیا۔

۲- آبٌ: ایسی گھاس جو جانوروں کے چرنے اور کٹنے کے لیے بالکل تیار ہو (صفت) اور صاحب منجد کے نزدیک اس لفظ کا اطلاق تر و خشک ہر قسم کے چارہ پر ہوتا ہے جو مویشیوں کی خوراک ہو، مثلاً توڑی، گھاس، بھوسہ وغیرہ۔ یا ایسا چارہ جسے سٹاک کیا جاسکے۔ جو حیثیت انسان کے لیے فاکہتہ کی ہے وہی چارہ پاویں کے لیے آبٌ کی ہے۔ فاکہتہ معنی میوے خشک ہوں یا تر۔ اسی طرح آبٌ خشک و تر چارہ کے لیے آتا ہے (۲-ق) قرآن میں ہے:

وَفَاكِهِتَةً وَآبَاءً مَّتَّعًا عَا لَكُمْ وَا لِنَعَامِكُمْ (۸۶)

اور میوے اور چارا (بھی زمین سے نکالا۔ یہ سب کچھ تمہارا اور تمہارے چارہ پاویں کے لیے بنایا۔

۳- عَصْفٌ: دانہ کے اوپر کے پردے اور پھلکے (م-ن) توڑی، بھوسہ۔ وغیرہ۔ اور عصف ما کول چارے کا وہ حصہ یا ڈنٹھل ہیں۔ جو جانور چرنے کے آخر پر چھوڑ دیتے ہیں (عثمانی) اور صاحب منجد کے نزدیک بھیتسی کے تنے اور بھوسہ کے تنکے ہیں۔ عَصْفٌ معنی ہوا کا تیز چلنا اور عَصْفٌ آدھی کو کہتے ہیں۔ اور آدھی جو گھاس پھوس اور اس کے تنکے اڑاتی پھرتی ہے وہ بھی عَصْفٌ ہے قرآن میں ہے:

فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّا كُوِّلِ (۱۵)

تو ان کو ایسا کر دیا جیسے کھایا ہوا بھوس۔

ماصل: مَرَّعِيٌّ: تازہ چارہ کے لیے آبٌ: ایسے چارہ کے لیے جو خشک ہو رہا ہو۔ اور عَصْفٌ چرنے کے بعد

بھوڑے ہوئے حصّہ کے لیے آتا ہے۔

۴۔ چاند

کے لیے قَمَر اور اَهْلَة کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَهْلَة: قَمَر: اَهْلَة: هلال کی جمع ہے۔ اور هلال بمعنی نیا چاند اور هَلْ بمعنی بلال کا نوا ہر ہونا۔ اور اَهْلٌ بمعنی کسی بات کو مشہور کرنا۔ جیسے لوگ نئے چاند دیکھتے وقت ایک دوسرے کو اشارہ سے بتلاتے، دکھاتے اور مشہور کرتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاَهْلَةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِنُ
لِلنَّاسِ وَالْحَبِج (۱۸۹)

(اے پیغمبر!) لوگ آپ سے نئے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں (کہ گھٹتا بڑھتا کیوں ہے) تو کہ دیجئے کہ یہ لوگوں کے

اوقات مقرر کرنے اور حج کا وقت معلوم کرنے کا ذریعہ ہیں۔

اہل عرب نے چاند کو شکلوں کے لحاظ سے تین حصّوں میں تقسیم کر رکھا تھا ہلال کا وقت ۷ دن ہے۔ تین دن نمودار ہونے کے بعد اور چار دن پہلے۔ چوتھی سے لے کر بارہویں تک اور پھر انیسویں سے لے کر چھبیسویں تک قَمَر ہے۔ اور تیرہویں سے اٹھارہویں تک ایک ہفتہ بَدْر ہے۔ تاہم اس کا عام استعمال نام قمر ہی ہے۔ اور ہر شکل کے چاند کو قمر کہہ سکتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَالْقَمَرَ قَدَرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ
كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ (۲۶۱)

اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں۔ حتیٰ کہ وہ (گھٹتے گھٹتے) کھجور کی پرانی خشک ٹہنی کی طرح ہوجاتا ہے

ماہصل: ہر شکل کے چاند کو قمر کہہ سکتے ہیں۔ اور هلال صرف نئے چاند یا پتلی شکل کے چاند کو کہتے ہیں۔ یعنی پھیسیوں تاریخ کے چاند سے لے کر تیسری تک کا چاند۔

۵۔ چاہنا

کے لیے شَاءَ اور اَرَادَ، اِشْتَهَى اور رَغِبَ، اِبْتَغَى اور رَغِبَ کے الفاظ آئے ہیں۔

- ۱۔ شَاءَ، کا مصدر شَيْءٌ ہے بمعنی چیز۔ اور شَيْءٌ وہ ہوتی ہے جس کا علم ہو سکے اور اس کی خبر دی جاسکے (ج اشیاء) (منجد مفت) اور مَشِيئَةٌ اور مَشِيئَةٌ اسم ہے بمعنی ارادہ۔ (منجد) اصل میں مَشِيئَةٌ کے معنی کسی چیز کی ایجاد یا اس کو پالینے کے ہیں۔ لیکن ہر چیز کو وجود میں لانے اور اس کا انتظام رکھنے والا چونکہ اللہ تعالیٰ ہے۔ لہذا مَشِيئَتٌ کا لفظ صرف ارادہ الہی کے معنوں میں آتا ہے۔
- ۲۔ اَرَادَ: مَشِيئَتٌ الہی اور ارادۃ الہی میں بھی فرق ہے۔ مَشِيئَتٌ ایسا ارادہ ہوتا ہے جو اللہ کے علم اور تقدیر کے مطابق وجود میں آنا ضروری ہوتا ہے۔ اسی بنا پر کہتے ہیں مَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ یعنی اللہ جو چاہے وہی ہوتا ہے اور جو نہ چاہے نہیں ہوتا۔ جبکہ ارادۃ الہی اس کے حتمی وجود کا مقتضی نہیں ہوتا۔ قرآن میں ہے:

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمْ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ
بِكُمُ الْعُسْرَ (۱۸۵)

اسی طرح دوسرے مقام پر ہے:

وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظَلْمًا لِّلْعِبَادِ (۲۱۶)

اور خدا بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا۔
مالانکہ یہ امر واقع ہے کہ لوگوں میں سختی، تنگی اور ظلم پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ مشیت ان باتوں کی مقتضی
ہوتی ہے۔ شفاء کی نسبت جب انسان کی طرف ہو تو اس سے مراد ایسی خواہش یا ارادہ ہوتا ہے
جو اللہ کی تقدیر کے تابع ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ
الْعَالَمِينَ (۲۱۶)

چاہے۔

جبکہ انسان کا ارادہ اس قید سے آزاد ہے وہ اللہ کی مشیت کے خلاف ہو سکتا ہے۔ مثلاً انسان چاہتا
ہے کہ اسے موت نہ آئے۔ لیکن ایسا ہونا مشیت الہی کے خلاف ہے۔ لہذا نہیں ہو سکتا۔ ارشاد
باری ہے:

يُرِيدُونَ لِيُظْفِقُوا نُورَ اللَّهِ بِأَنوَاهِهِمْ
وَاللَّهُ هُمِتُمْ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ۔
یہ چاہتے ہیں کہ خدا کے چراغ کی روشنی کو مزہ سے (چھوڑ
مار کر) بجھا دیں۔ حالانکہ خدا اپنی روشنی کو پورا کر کے رہیگا
خواہ کافر ناخوش ہی ہوں۔ (۱۱۰)

نیز ارادہ اور مشیت کا واضح فرق ہے کہ ارادہ آگے پیچھے ہو سکتا ہے لیکن مشیت کا وقت آگے پیچھے
نہیں ہوتا (فق ل ۲۰)۔

۳۔ اِشْتَمَلِيْ بِمَعْنَى نَفْسٍ كَمَا اس چیز کی طرف کھچ جانا جسے وہ فطری طور پر پسند کرتا ہو۔ فطری میلانات
مثلاً بھوک، شہوت، حرص وغیرہ (مفت) (ضد نفرت) اور صاحبِ موجد اس کے معنی مرغوب چیزوں
کی خواہش کرنا لکھتے ہیں (موجد) ایسی خواہشات جن میں ارادہ کو دخل نہیں ہوتا (فق ل ۹۸) ارشاد
باری ہے:

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيْ اَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ
فِيهَا مَا تَدْعُونَ (۲۱۶)

اور وہاں جس (نعمت) کو تمہارا جی چاہے گام کو ملے گی
اور جو چیز طلب کرو گے تمہارے لیے موجود ہوگی۔

۴۔ یعنی، بمعنی کسی چیز کی طلب میں میانہ روی کی حد سے تجاوز کرنے کی خواہش کرنا (مفت) (اور یہ
صفت محمود بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے فرائض سے آگے بڑھ کر تطویع بجالانا اور مذموم بھی۔ جیسے
حق سے تجاوز کر کے باطل کی طرف مائل ہونا) قرآن میں ہے:

فَاَلْوَا يَا بَانَا مَا تَبِعْنِيْ هٰذِهِ بِصَاعَتُنَا
رَدَّتْ اِلَيْنَا (۱۱۰)

کنے لگے آبا! ہمیں (اور) کیا چاہیے، یہ ہماری پونجی
بھی ہمیں واپس کر دی گئی ہے۔

گویا یہ پونجی کی بازیافت، "اُن کا حق نہ تھا جو انہیں مل گیا۔"

اور (بتنی یعنی کوشش کے ساتھ کسی چیز کا طلب کرنا) صفت ہے یعنی واجب کوشش سے زیادہ کرنا۔
ارشاد باری ہے:

إِلَّا اتَّبِعَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى (۹۱) مگر واسطے چاہنے مرضی اپنے رب کی جو سب سے بڑے ہے۔
۵۔ رَغِبَ: کسی چیز کو دل سے چاہنا۔ اور مرغوب بمعنی من بھانا۔ خواہ یہ چیز طبعی میلانات کے مطابق ہو یا نہ ہو۔ ارشاد باری ہے:

عَسَىٰ رَبِّنَا أَنْ يَبْدُلَنَا خَيْرًا مِنْهَا إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا رَاغِبُونَ (۶۹) شاید ہمارا پروردگار ہمیں اس سے بہتر باغ عطا کر دے ہم اپنے پروردگار کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

ماصل (۱)۵: مثلاً، ایسی خواہش یا ارادہ جو اللہ کی تقدیر کے تابع ہو۔ اور یہ مقررہ وقت سے آگے پیچھے نہیں ہوتا۔
(۲) آزاد: عام ہے۔ خواہ مشیت الہی کے تابع ہو یا نہ ہو۔ اس کا وقت آگے پیچھے ہو سکتا ہے۔

(۳) اِشْتَهَى، مرغوب چیزوں کی خواہش طبعی میلانات کی خواہش کرنا۔

(۴) بَغِيَ: کسی چیز کو حاصل کرنے میں مُدَاخَلَة سے آگے چلا جانا۔

(۵) رَغِبَ: کسی چیز کی محض چاہت۔ خواہ یہ طبعی میلانات کے مطابق ہو یا نہ ہو۔

۶۔ چپ ہونا۔ رہنا

کے لیے سَكَّتَ، صَمَّتَ اور اَنْصَتَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَكَّتَ: بات کرتے کرتے رُک جانا۔ تھم جانا۔ چپ ہو جانا۔ خلاف الکلام (م۔ ل۔ منجبر) اس معنی میں اس لفظ کا استعمال قرآن کریم میں نہیں۔ البتہ غصۃ تھم جانے کے لیے آیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَمَّا سَكَتَ عَن مَّوْسَىٰ اَلْغَضَبَ (۱۵۳) جب موسیٰ کا غصہ فرو ہوا۔

۲۔ صَمَّتَ، بمعنی چپ رہنا۔ کم گویا خاموش طبع ہونا۔ فرماں نبویؐ ہے مَنْ صَمَّتَ نَجَا یعنی جو شخص خاموش رہا وہ نجات پایگا۔ صَمَّتَ کی ضد نَطَقَ ہے۔ مالِ صامت روپے پیسے اور نقدی کو کہتے ہیں جبکہ مالِ ناطق حیوانات کو (منجبر) قرآن میں ہے:

سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَدْعُوهُمُ هُمْ أَمْ أَنْتُمْ صَامِتُونَ (۱۹۳) تمہارے لیے برابر ہے تم ان کو بلاؤ یا چپکے ہو رہو۔

۳۔ اَنْصَتَ، نَصَّتَ اور اَنْصَتَ بمعنی دوسرے کی بات چپ چاپ رہ کر سننا (منجبر) قرآن میں ہے:

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَ اَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (۶۳) اور جب قرآن پڑھا جائے تو توجہ سے سنا کرو اور خاموش رہا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جاوے۔

ماصل:

خاموش طبع یا کم گوئی کے لیے صَمَّتَ، باتیں کرتے کرتے چپ ہونے کے لیے سَكَّتَ اور دوسرے کی بات خاموش ہو کر سننے کے لیے اَنْصَتَ آتا ہے۔

۷۔ چراغ

کے لیے **مُصْبِحٌ** اور **سُرُجٌ** کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ **مُصْبِحٌ**، **صَبَّحَ** بمعنی روشن اور چمکدار ہونا، **صَبَّحَ الشَّعْرَ** بمعنی بالوں کا چمکدار ہونا۔ اور **صَبَّحَ الْخَيْدَ** بمعنی لوسے کا تباہ ہونا۔ اور **صَبَّحَ** اور **صَبَّحَانٌ** خوبصورت کے معنوں میں آتا ہے (منجد) اور ابن فارس لکھتے ہیں کہ **صَبَّحَ** کا لفظ بلیاوی طور پر سرخ رنگ پر دلالت کرتا ہے۔ صبح کو بھی اسکی سرخی کی وجہ سے صبح کہتے ہیں۔ اور **مُصْبِحٌ** (ج مصابیح) (چراغ) کو بھی اس کی سرخی کی وجہ سے مصباح کہتے ہیں (م) قرآن میں ہے:

مَثَلُ نُورِهِ كَمِثْلِ سُكُوتٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ - اس (اللہ) کے نور کی مثال ایسی ہے کہ گویا ایک طاق ہے جس میں چراغ ہے۔ (۲۵)

پھر **مُصْبِحٌ** کا لفظ روشن ستاروں کے لیے بھی قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ - اور ہم نے قریب کے آسمان کو (تاروں کے) چراغوں سے زینت دی۔ (۶۷)

۲۔ **سُرُجٌ**: ابن فارس کہتے ہیں کہ **سُرُجٌ** کا لفظ حسن، زینت اور جمال پر دلالت کرتا ہے۔ اور **سُرُجٌ** (چراغ) کو **سُرُجٌ** اس کی روشنی اور زینت کی وجہ سے کہتے ہیں۔ گھوڑے کی زین کو بھی **سُرُجٌ** اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اس کی زینت ہے۔ کہا جاتا ہے **سُرُجٌ وَجْهَهُ** اس نے اپنے چہرے کی آرائش کی۔ **سُرُجٌ شَعْرُهُ** اس نے اپنے بال سنوارے یا گوندھے۔ (م) قرآن میں ہے:

تَبَارَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَجَعَلَ فِيهَا سُرُجًا وَقَمَرًا مُنِيرًا (۱۵)

بنائے اور ان میں (آفتاب کا نہایت روشن) چراغ اور چمکتا ہوا چاند بھی بنایا۔

ابن الفارس صاحب مقائیس اللغۃ کے حوالے سے اوپر جو لغوی محقق پیش کی گئی ہے قرآن اس کی تائید نہیں کرتا بلکہ معاملہ اس کے برعکس معلوم ہوتا ہے قرآن نے سورج کو **سُرُجٌ** (۲۵) اور **سُرُجًا** (۱۵) کہا ہے حالانکہ اس کی روشنی سرخی مائل ہوتی ہے سفیدی مائل نہیں ہوتی۔ اسی طرح قرآن نے ستاروں کو **مَصَابِيحٌ** کہا ہے حالانکہ ان کی روشنی سفیدی مائل ہوتی ہے سرخ نہیں ہوتی۔ لہذا اصل یہ ہے کہ:

ماحصل: **سُرُجٌ** وہ ہے جس کی روشنی سرخی مائل ہو اور **مُصْبِحٌ** وہ ہے جس کی روشنی سفیدی مائل ہو۔ **واشہد اعلم!**

۸۔ چرانا

کے لیے **رُحَىٰ** اور **أَسْتَمٌ** کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ **رُحَىٰ**، بمعنی کسی حیوان کو چرانا اور اس کی حفاظت اور نگہداشت کرنا۔ اور **رُحَىٰ** بمعنی چرواہا۔ **گڈریا**۔ اور

مَرَّحَىٰ بِمَعْنَىٰ چارہ بھی اور چراگاہ بھی (معت) کسی چیز کو ضائع ہونے سے بچانا۔ اور بیرونی خطرات پیدا ہونے کے اسباب دُور کرنا (صندھماں) بمعنی ریوڑ کا چرواہا کے لغیر ہونا (نقل ۱۵) ارشاد باری ہے:

كُلُّوْا وَاْرْعَوْا اَنْفُسَكُمْ (۲۴)

خود بھی کھاؤ اور اپنے چارپایوں کو بھی چراؤ (یا کھلاؤ)

لفظ رَحَىٰ کا بنیادی معنی چونکہ تربیت اور نگہداشت ہے لہذا اس کا اطلاق انسانوں پر بھی ہو سکتا ہے۔

بادشاہِ راعی ہے اور پہلکِ رعیت۔

۲۔ آسَاہ: سَوْرَہ کے بنیادی معنی دو ہیں (۱) طلب (۲) روانگی یعنی کسی چیز کی طلب میں روانہ ہو جانا (سَاہ) اَلْاِبِلُ بمعنی اونٹ چرنے کے لیے چراگاہ کی طرف چلے گئے۔ اور آسَاہ بمعنی چرنے کو لے جانا (معت) ارشاد باری ہے:

وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسَمِّيْنَ (۱۶)

اور اس بارش سے درشت (بھی شاداب ہوتے) ہیں

جنہیں تم اپنے چارپایوں کو چراتے ہو۔

ماصل (۱) رَحَىٰ بمعنی چرانا اور نگہداشت کرنا۔ (۲) آسَاہ: چرانے کے لیے لے جانا۔

۹۔ چَرَّهْنَا (اوپر کو)

کے لیے عَرَجٌ، رَفِيٌّ، صَعَدَ، ظَهَرَ، سَاهَقَ اور تَسَوَّرَ کے الفاظ آتے ہیں۔

نوٹ: سورج اور سیارات کے چرھنے یا طلوع ہونے کے لیے دیکھیے نکلنا۔

۱۔ عَرَجٌ کے معنی میں دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ جھکاؤ اور بلندی (م۔ ل) عَرَجٌ بمعنی مستکرا کر چلنا اور عَرَجٌ نکلنے کو کہتے ہیں۔ اور عَرَجٌ فِي السَّكَمِ بمعنی میڑھی پر چرھنا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّواْ اُوْدًا كَمَا جَاءُواْ اُوْدًا وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً سَاطِئًا لَّكَفَرُوْا اِلَّا لِقَلِيْلٍ مِّنْهُمْ اَلَمْ يَلْمِزُوْا اَنْزَالَآءَهُمْ وَكَانُوْا يُنَادُوْنَ اَنْزَالَآءَهُمْ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدًا مِّنَ السَّمَاءِ كَمَا اَنْزَلْتَهُ عَلَيْنَا فِي الْاَوَّلِ اَلَمْ نَكْنِزْ لَكَ خِزْيًا فِي الْاَرْضِ لِمَنْ نَّشَاءُ وَاَنْزَلْنَا لَكَ الْاِنْجِيلَ فِي الْاَوَّلِ اَلَمْ نَكْنِزْ لَكَ فِي الْاَرْضِ خِزْيًا لِمَنْ نَّشَاءُ اَلَمْ نَكْنِزْ لَكَ فِي الْاَرْضِ خِزْيًا لِمَنْ نَّشَاءُ اَلَمْ نَكْنِزْ لَكَ فِي الْاَرْضِ خِزْيًا لِمَنْ نَّشَاءُ اَلَمْ نَكْنِزْ لَكَ فِي الْاَرْضِ خِزْيًا لِمَنْ نَّشَاءُ

اور اگر ہم آسمان کا کوئی دروازہ ان پر کھول دیں۔ اور وہ

اس میں چرھنے بھی لگیں تو بھی یہی کہیں کہ ہماری آنکھیں

نمور ہو گئی ہیں۔

۲۔ رَفِيٌّ: کے معنی جھاڑ چھونک کرنا بھی ہیں اور بلندی پر چرھنا بھی۔ اس طرح کہ اس میں اپنی دستک مطابق قوت صرف کی جائے۔ آہستہ آہستہ نرم رفتار سے اُوپر چرھنا (منجد) کہا جاتا ہے (ذوقِ علیٰ ظَنُّوْكَ یعنی اپنی ہمت کے مطابق چرھو۔ اپنے نفس پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو۔ (منجد۔ معت) اور کہا جاتا ہے رَفِيَّتْ فِي الْعِلْمِ وَالشَّرَفِ میں نے علم اور شرف میں ترقی کی (فتح ل ۱۵۲) گویا اس کا استعلا عام ہے۔ قرآن میں ہے:

اَوْ تَرَفَىٰ فِي السَّمَاوٰتِ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُفِيِّكَ

یا تم آسمان پر چرھ جاؤ اور ہم تمہارے چرھنے کو بھی نہیں

حَتَّىٰ تَنْزَلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا تَقْرٰهُ (۱۶)

میں گے جب تک کہ کوئی کتاب نہ لاؤ جسے ہم پڑھ

بھی لیں۔

۳۔ صَعَدَ کے مفہوم میں دو باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں (۱) بلندی (۲) مشقت (م۔ ل) یعنی کسی بلند

مقام پر شقت سے چڑھنا۔ اور صَعَدُ باندی اور گھائی کو کہتے ہیں۔ اور اس پر چڑھنے والے دشوار گزار راستے کو بھی (مخبر) کسی چیز کا مشکل اور اٹھنا جیسے دھواں اُپر اٹھتا ہے۔ اور مصعد الکھمر بائیسہ برقی لفظ کو کہتے ہیں (مف) اور اصعد اور صعد بمعنی وقت اور دشواری سے اوپر چڑھنا۔ قرآن میں ہے:

يَجْعَلُ صَدْرَهُ ضَيْقًا حَرَجًا كَانَمَا
يَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ (۱۲۶)

نوٹ: مندرجہ بالا تینوں الفاظ عَرَجٌ، رَفِيٌّ اور صَعَدٌ کی ضد توکل ہے۔

۴- ظَهَرَ: بمعنی ظاہر ہونا۔ غالب آنا، چڑھنا اور چڑھ کر اُپر تک پہنچ جانا خواہ یہ سیرٹھیاں ہوں یا دیوار وغیرہ جس پر بغیر سیرٹھیوں کے چڑھا جائے۔ ارشاد باری ہے:

فَمَا اسْطَاعُوا أَنْ يَظْهَرُوهُ وَمَا
اسْتَطَاعُوا لَهُ نَبْحًا (۱۸)

پھر نہ تو وہ اس (دیوار) پر چڑھنے کی طاقت رکھیں اور نہ سوراخ کرنے کی۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

لِيُؤْتِيَهُمْ مِّنْ سَفْعًا مِّنْ فَضَّةٍ وَمَعَارِجَ
عَلَيْهَا يَنْظُرُونَ (۱۹)

ہم ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور سیرٹھیاں بھی جن پر وہ چڑھتے۔

۵- رَهَقَ: بمعنی ایک چیز کے اوپر دوسری چیز چڑھ جانا اور اسے چھپا لینا (اس میں اضطرابی کیفیت پائی جاتی ہے) رہقہ الامر بمعنی کسی معاملہ نے اسے بزور و جبر دبا لیا (مف) یعنی اسے ڈھانپ لیا۔

(م۔ل) چنانچہ قرآن میں ہے:

وَرَجُوعُهُ يُؤْمِنُ بِهِ عَلَيْهِ مَاعْبَرَةٌ تَرْهَقُهَا
قَتَرٌ (۲۰)

اور کتنے منہ ہوں گے جن پر گرد پڑ رہی ہوگی (اور) ایسا چڑھ رہی ہوگی۔

۶- تَسَوَّرَ سَوَّرَ بمعنی شہر پناہ یا ایسی بلند دیوار جسے پھاند کر اندر داخل نہ ہو سکیں (م۔ل) اور سَاكَّرَ بمعنی دیوار پر چڑھنا یا اس کو پھاندنا۔ اور تَسَوَّرَ کا معنی دیوار پر چڑھنا اور پھاندنا بھی ہے اور کنگن پھاندنا بھی (جو سوار، سوار (رج اساور اور اسورة) بمعنی کنگن سے مشتق ہے) ارشاد باری ہے:

وَهَلْ أَمْتِكَ نَبْوًا الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا
بِحِوَابِ (۲۱)

جب وہ دیوار پھاند کر اندر داخل ہوئے۔

ماصل: (۱) رُكْرُكٌ رک کر چڑھنے کے لیے عَرَجٌ۔ (۵) ایک چیز پر دوسرے کے چڑھنے اور اسے دبا لینے کے لیے مَرَهَقٌ۔

(۲) اپنی ہمت کے مطابق چڑھنے کے لیے رَفِيٌّ۔
(۳) بر شقت اور چڑھنے کے لیے صَعَدٌ۔
(۴) اوپر تک چڑھ جانے کے لیے ظَهَرَ۔
(۶) دیوار پر چڑھنے یا اسے پھاندنے کے لیے تَسَوَّرَ
کا لفظ آئے ہیں۔

۱۰۔ چشمہ

کے لیے عَيْنٌ، يَنْبُوعٌ اور سِرِّيٌّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ عَيْنٌ، بمعنی آنکھ اور اس کی جمع قرآن میں اَعْيُنٌ آئی ہے پھر اس اعتبار سے کہ آنکھ سے پانی بہتا ہے۔ مشکیزہ کے منہ کو بھی عَيْنٌ کہہ دیتے ہیں۔ اسی طرح پانی کے اس چشمہ کو بھی جس سے پانی جاری ہو جائے (صفت) اور عَيْنٌ جاری چشمہ کے معنی میں آتا ہے اور اس کی جمع قرآن میں عَيُونٌ آئی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عَيْونًا فَالْتَمَتِ الْمَاءَ عَلَى
أَمْرِ قَدِيدٍ (۵۴)

جو مقدر ہو چکا تھا جمع ہو گیا۔

اور عَيْنٌ کا اطلاق جھیل اور ضلع پر بھی ہو سکتا ہے۔ دیکھیے — ”پانی کے راستے“

۲۔ يَنْبُوعٌ، نَبْعٌ بمعنی چشمہ سے پانی پھوٹنا اور منبع اس مقام کو کہتے ہیں جہاں سے پانی پھوٹتا ہے۔ اور يَنْبُوعٌ ایسے چشمہ کو کہتے ہیں جس سے پانی اُبل رہا ہو (صفت) اور اس کی جمع نَبَايِعٌ (۶۱) آئی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِكَ حَتَّىٰ تَنْفَجِرَ لَنَا
مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا (۱۶)

اور کہنے لگے کہ ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ
ہمارے لیے زمین سے چشمہ نہ جاری کر دو۔

۳۔ سِرِّيٌّ، بمعنی چھوٹی سی نہر۔ جاری نہر (صل ۲۶۱ مجلد) اس کی جمع اَسْرِيَّةٌ اور سُرِّيَانٌ آتی ہے اور سِرِّيَّةٌ چھوٹے سے لشکر یا فوجی تھے کو بھی کہتے ہیں جس کی جمع سَرَايَا ہے۔ اور سَارِيَةٌ بمعنی رات کو جانے والی تھوڑی سی فوج (مبغ) کو یا اس میں چھوٹائی کا تصور پایا جاتا ہے۔ (مخبر) ارشاد باری ہے:

فَدَجَّ تَلٌّ رَبِّكَ تَحْتِكَ سِرِّيًّا (۱۹)

تمہارے پڑوس گارنے تمہارے نیچے ایک چشمہ پیدا کر دیا ہے۔

ماہل؛ چشمہ کو جريان کے اعتبار سے عین اور زمین سے پانی پھوٹنے کے اعتبار سے ينبوع اور جاری شدہ چشمہ جو چھوٹی نہری شکل اختیار کر جائے اسے سَرِيٌّ کہتے ہیں۔

۱۱۔ چشمہ کا پھوٹنا اور بہنا

کے لیے فَارٌّ، اِنْبِجْسٌ، اِنْفَجْرٌ اور فَجْرٌ، نَضْحٌ، سَالٌ (سویل) جَرِيٌّ اور فَاَضٌ (فیض) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ فَاَضٌ، بمعنی جوش مارنا اور اَبْجَسٌ (مخبر) اور فُجْرٌ بمعنی غلیان یا اَبْالٌ (م.ل) ہے۔ فَاَرَأَيْتُمْ ذَرِّعًا مَعْنَى مَاهِدِي كَابُجُوشٍ مَارِنًا۔ فَاَرَأَيْتُمْ مَاءً مَعْبُورًا بِمَاءٍ مَارِنًا اور فَاَرَأَيْتُمْ رِجًّا مَعْنَى رِجًّا مَارِنًا مَعْنَى رِجًّا مَارِنًا مَعْنَى رِجًّا مَارِنًا ہے۔ گویا فَاَرٌ میں پانی بہنے کی بجائے اس کے جوش مار کر اُپر اٹھنے کا تصور پایا جاتا ہے۔ خصوصاً جب کہ نیچے پانی کا دباؤ زیادہ ہو اور رِجٌّ تنگ ہو۔ اسی سے مشہور لفظ قَوَارِعُ مشتق ہے۔ ارشاد باری ہے:

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ ﴿۱۱﴾ یہاں تک کہ ہمارا حکم آپہنچا اور تپتے ہوئے بوش مارنے لگا۔
 ۲۔ نَضَّحْ: بمعنی پانی کا چشمہ سے زور سے پھوٹنا۔ اور انضَحَّ بمعنی پانی کا اچھل کر نیچے گرنے۔ نَضَّحْ مَوْلَا دَهَا
 بارش اور منضَحَّة پانی چھڑکاؤ کرنے کے آگے کو کہتے ہیں (مخبر) گویا اس لفظ میں جوش مار کر اُوپر
 اُچھلنے کی بجائے اُبلنے اور بہنے کا تصور پایا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:
 فِيهِمَا عَيْنَانِ نَضَّحَتَيْنِ ﴿۵۹﴾ ان (دونوں باغوں میں) دو چشمے اُبل رہے ہیں۔
 ۳۔ اَنْجَسَ: بمعنی کسی چیز کا پانی کی وجہ سے کھل جانا، خواہ زمین ہو یا پتھر یا پہاڑ (م۔ ل) اور صاحب
 فِهِّ اللِّقَّةِ کے نزدیک پہاڑ یا پتھر سے پانی نکلنے اور بہنے کے لیے انجس کا لفظ خاص ہے (تال)
 ارشاد باری ہے:

وَاَوْحَيْنَا اِلَىٰ مُوسَىٰ اِذَا اسْتَمَعَهُ
 قَوْمُهُ اَنْ اَضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ۔
 فَانْجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ﴿۶۱﴾
 اور جب موسیٰ سے اُن کی قوم نے پانی طلب کیا تو ہم نے
 اُن کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مار تو اس سے بار
 چشمے پھوٹ نکلے۔

۴۔ اَنْفَجَرَ اور اَنْجَسَ قریب المعنی الفاظ ہیں۔ اور قرآن کریم میں یہ دونوں الفاظ ایک ہی موقع کے لیے
 استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً اَنْفَجَرَ سے متعلقہ آیت اس طرح ہے:

وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا
 اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ۔ فَانْفَجَرَتْ
 مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ﴿۶۲﴾
 اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے خدا سے پانی
 مانگا تو ہم نے کہا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو (انھوں نے لاٹھی
 ماری) تو پھر اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔

ان دونوں میں خفیف سا فرق یہ ہے کہ جب چشمہ کا دہانہ پوری طرح نہ کھلا ہو اور پانی کچھ تھوڑا بہت اوپر
 بھی اٹھتا ہو تو اَنْجَسَ کا لفظ استعمال ہوگا۔ اور جب منہ پوری طرح کھل جائے اور پانی دہانہ پر آکر
 بہنے لگے تو اَنْفَجَرَ کا لفظ استعمال ہوگا۔ اور دوسرا فرق یہ ہے کہ انجس پہاڑ یا پتھر کی زمین سے چشمہ
 پھوٹنے سے خاص ہے جبکہ انفجر کا لفظ عام ہے۔ یہ پہاڑی اور میدانی زمین دونوں کے لیے استعمال
 ہو سکتا ہے۔ طوفانِ نوحؑ کے وقت پانی عام زمین سے پھوٹ کر نہ نکلا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
 وَفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَىٰ الْمَاءُ
 عَلٰى اَمْرٍ قَدٍ قَدِيرٍ ﴿۵۳﴾
 کام کے لیے جو مقدر ہو چکا تھا۔ جمع ہو گیا۔

۵۔ سَأَلَ: میں صرف پانی کے بہنے کا تصور پایا جاتا ہے خواہ یہ پانی بارش کا ہو یا چشمے کا۔ مثلاً:

(۱) اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ
 اَوْدِيَةً تُقَدَّرُهَا ﴿۱۲﴾

انداڑے کے مطابق نالے بہ نکلے۔

اور ہم نے سلیمانؑ کے لیے تانبے کا چشمہ بہا دیا تھا۔

(۲) وَاَسْلَمْنَاكَ لِعَيْنِ الْقَيْطَرِ ﴿۲۳﴾

اسی سے لفظ سیال ہے جو ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو پانی کی طرح نشیب کی طرف بہ نکلے۔ گویا
 سیل میں نیچے کی طرف زور سے بہنے کا تصور پایا جاتا ہے۔ اور سیل کو ہی ہماری زبان میں سیلاب

کہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے،

فَاعْوَصُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ سَيْلَ
الْحَرَمِ (۲۲)

انہوں نے (ناگزرگاری سے) منہ پھیر لیا پس ہم نے ان پر
زور کا سیلاب چھوڑ دیا۔

۶۔ جَرَى: پانی کا چلنا اور جاری ہونا۔ جبکہ نشیب بھی زیادہ نہ ہو اور پانی کا زور بھی زیادہ نہ ہو۔ معمولی
رقم سے پانی کا ہسنا یا چلنا خواہ یہ چشمہ کا ہو یا نہر کا یا دریا کا۔ مثلاً:

(۱) فِيهِمْ سَاعَتَيْنِ تَجْرِيَانِ (۲۵)

ان دونوں باغوں میں دو چشمے بہ رہے ہیں۔

(۲) لَهُمْ جَنَّتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔

(۲۸)

اور جَرَى کا استعمال عام ہے جو سیالی چیزوں کے علاوہ ہواؤں اور سورج، چاند وغیرہ کے چلنے
کے لیے بھی قرآن کریم میں استعمال ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اس کا استعمال منوی طور پر بھی ہوتا ہے جیسے
سَلْتٌ جاریہ مشہور لفظ ہے۔ مگر قرآن میں اس منوی استعمال کی مثال غالباً موجود نہیں۔ ظرف زمانی
اور مکانی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے، بمعنی دور تک یا نزدیک جاری ہونا یا ہسنا۔

۷۔ فَاَصَّ، فیض میں دو تصور پائے جاتے ہیں۔ (۱) کسی چیز کی کثرت (۲) کثرت کی وجہ سے بے قابو
ہو جانا۔ فَاَصَّ السَّيْلُ بمعنی پانی کا کثرت سے ہونا اور ندی کے کناروں کے اوپر سے بہ نکلنا (منجد)
اور اَفَاَصَّ الْإِنَاءُ بمعنی اس نے ترن کو اتنا بھرا کہ پانی کناروں سے بہنے لگا (OVER FLOW)

(منجد۔ مفت) قرآن میں ہے:

تَرَوِي أَعْيُنُهُمْ تَفِيضًا مِنَ الدَّمْعِ
مِتَاعًا فَوَازِنَ الْحَقِّ (۳۸)

آپ دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو
جاتے ہیں اس لیے کہ انہوں نے حق کی بات پہچان لی۔

یعنی آنکھیں آنسوؤں سے اتنی بھر جاتی ہیں کہ آنسو بہنے لگتے ہیں۔

دوسرے مقام پر ارشاد باری ہے:

ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاَصَّ النَّاسُ

پھر جہاں سے اور لوگ واپس ہوں تم بھی وہیں سے
واپس ہو۔ (۱۹۹)

یہاں لوگوں سے مراد لوگوں کا ریلہ، ہجوم یا کثرت ہے۔ جن کی کثرت خود بخود ان کا ساتھ دینے پر مجبور کرتی
ہے۔ اور ان کا ساتھ دینے اور لوٹنے کو فَاَصَّ سے تعبیر کیا گیا۔ اسی طرح تیسرے مقام پر کسی کام یا باتوں
میں انتہائی انہماک کی بنا پر بھی اَذْفَيْضُونَ دِينَہ (۳۹) کا استعمال ہوا ہے۔

اصل: (۱) خَارَ: پانی کا جوش مار کر اوپر اچھلنا۔

(۲) نَصَّخَ: پانی کا اچھلنا اور نیچے گرنا۔

(۳) رَانَجَسَ: پانی کا چشمہ سے پھوٹ کر بہ نکلنا جب کہ وہاں تنگ ہو۔

(۴) اِنْفَجَجَ: پانی کا چشمہ سے پھوٹ کر بہ نکلنا جب کہ وہاں کشادہ ہو جائے۔

- (۵) سَالٌ: میں پانی یا کسی مائع چیز کے صرف بہنے کا تصور پایا جاتا ہے۔
 (۶) جَزْرِيٌّ، معمولی رفتار سے پانی یا کسی دوسری چیز کا دیر تک یا دُور تک بہتے یا چلتے جانا۔
 (۷) فَاضٌ، محض کثرت کی وجہ سے پانی یا کسی دوسری چیز کا بہنے لگنا۔ (OVER FLOW)

۱۲۔ چلنا

کے لیے مَشَى، دَبَّ، اِنْطَلَقَ، سَلَكَ، سَرَبَ، سَرَى، دَابَّ، مَضَى، نَقَبَ، سَارَ (سیریں قَصَّ اور رَجَلَ (بہ جالاً) کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ مَشَى، بمعنی ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف قصد اور ارادہ سے چلنا (معت) قدم بہ قدم چلنا۔ چلنا پھرنا۔ عام رفتار سے چلنا۔ (فل ۱۷۶) چلنا کے لیے بالعموم ہی لفظ استعمال ہوتا ہے قرآن میں ہے:

وَقَالُوا مَا لَهِمْ هَذَا الرَّسُولِ يَا كُفُلُ
 الظَّعَامِرِ مِثْلِي فِي الْأَسْوَابِ (۱۵) بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔

۲۔ دَبَّ: عام رفتار سے تھوڑی ہلکی رفتار سے چلنا (ححرکتہ علی الارض اخف من المشى) (م۔ ل) رینگنا، سانپ کی طرح چلنا یا بچہ جو ہاتھ پاؤں پر چلنا سیکھتا ہے سب اس میں شامل ہے (م۔ ق) اور جو بھی زمین پر چلنا پھرتا ہے وہ دابہ ہے۔ (م۔ ل) قرآن میں ہے:

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ
 رِزْقًا مِمَّا (۱۶) اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق خدا کے ذمہ ہے۔

۳۔ اِنْطَلَقَ: طَلَقَ بمعنی کسی بندھن سے آزاد کرنا (معت) اور اِنْطَلَقَ بمعنی کسی توقف کے بعد چلنا۔ چل کھڑا ہونا۔ روانہ ہونا۔ قیدی کا رہائی کے بعد روانہ ہونا یا چُپ رہنے کے بعد گفتگو شروع کرنا۔ ارشاد باری ہے:

(۱) فَاِنْطَلَقَا حَتَّىٰ اِذَا رَكِبَا فِي السَّيْفِينِ۔
 پھر وہ دونوں چل کھڑے ہوئے حتیٰ کہ ایک کشتی میں سوار ہوئے۔ (۱۶)

(۲) وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانُكَ
 حُرُوفًا (۱۷) اور میری زبان نہیں چلتی سوا پاؤں کی طرف بھی وحی بھیج (کہ میرا مددگار بنے)۔ (۱۷)

۴۔ سَلَكَ: دو معنی میں استعمال ہوتا ہے (۱) کسی رستہ کو بکڑے چلے جانا اور ادھر ادھر نہ ہونا (مخمس) رستہ پر چلنا اور چلنا (معت) قرآن میں ہے:

تَعْرَجُ مِنَ الْجِبَالِ الشَّعْرَتِ وَأَسْلَىٰ سَبُلَ رَبِّكَ
 ذُو كَلَّا (۱۸) (اے شہد کی مکھی) ہر قسم کے بوسے کھا اور اپنے پر ڈگاد کے صاف رستوں پر چلتی جا۔ (۱۸)

اور (۲) نفوذ الشئ فی الشئ (م۔ ل) یعنی ایک چیز میں دوسری کا نفوذ کرنا۔ داخل ہو جانا، کرنا۔ پرونا۔

قرآن میں ہے:

أَسْأَلُكَ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجُ بَيْضَاءً
مِنْ غَيْرِ سَوَاءٍ (۲۸)

اور اے موسیٰ! اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالو۔ بغیر کسی عیب کے سفید نکل آئے گا۔

۵۔ سَرَبٌ: یعنی نشیب کی طرف جانا۔ گھٹتے چلے جانا۔ اور سَرَبٌ بمعنی وحشی جانوروں کا سوراخ یا بل۔ زمین کے اندر کا گڑھا۔ ترخانہ۔ قید خانہ (معنی) کہتے ہیں اَنْسَرَبْتَ اِلَى جَحِيْمٍ۔ یعنی سانپ اپنے بل میں گھس گیا (معنی) قرآن میں ہے:

فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا (۲۹)

تو اس (مچھلی) نے دریا میں سرنگ کی طرح اپنا راستہ بنالیا۔

۶۔ سَرَى (سِرَى) بمعنی رات کو چلنا۔ رات کو سفر کرنا۔ اور اَلتَّارِيْقَةُ بمعنی رات کو سفر کرنے والی چھوٹی سی جماعت (معنی) قرآن میں یہ لفظ رات کو چلنے کے معنی میں نہیں، بلکہ خود رات کے چلنے کے معنی میں آیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاللَّيْلِ اِذَا يَسِرَ (۳۰)

اور رات کی قسم جب جانے لگے۔

۷۔ دَابٌّ: کوشش اور مشقت سے برابر کسی کام کو کرتے رہنا (منجد) مسلسل چلتے جانا۔ بغیر وقفہ کے چلتے رہنا (معنی) قرآن میں ہے:

سَخَّرَ لَكُمْ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَابِّيْنِ۔ (۳۱)

اور تمہارے لیے سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا۔ دونوں ایک دستور پر چل رہے ہیں۔

دوسرے مقام پر ہے:

تَنْزَعُونَ سَتَعٍ سَبِيْنِ دَابًا (۳۲)

سات برس تواتر کھلتی باڑی کرو گے۔

۸۔ مَضَى: بمعنی گزنا۔ چلے جانا۔ اور غالی ہونا (م۔ ق) مَضَى میں یا تو محض وقت یا زمانہ کے گزرنے کا تصور پایا جاتا ہے اور ماضی گزرے ہوئے زمانہ کو کہتے ہیں یا کسی چیز کے وقت اور زمانہ کے ساتھ چلنے اور گزرنے کے معنی دیتا ہے مَضَى ماضی بمعنی جو ہوا سو ہوا۔ جو گزرا سو گزرا (منجد) قرآن میں ہے:

فَا هَلْ كُنَّا اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَ
مَضَى مَثَلُ الْاَوْلِيْنَ (۳۳)

تو جو ان میں سخت زور دے تھے ان کو ہم نے ہلاک کر دیا اور اگلے لوگوں کی حالت گزر گئی۔

(۳۲) حَتَّى اَبْلَغَ مَجْمَعِ الْبَحْرِ يَنْ اَوْ اَمَضَى
حَقِيْبًا (۳۴)

جب تک کہ میں دودریاؤں کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں۔ ہٹنے کا نہیں خواہ برسوں چلتا جاؤں۔

یہاں زمانہ کے لحاظ سے مَضَى کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یعنی ہٹنے کا نہیں خواہ تمہیں گزر جائیں۔

۹۔ نَقَبٌ: نَقَبٌ بمعنی (۱) دیوار یا چوڑے میں سوراخ کرنا اور (۲) خبروں کی تحقیق کرنا۔ اور نَقَبٌ بمعنی

گشت لگانا۔ کسی ملک میں داخل ہونا۔ اور حالات کی تحقیق و تفتیش کرنا۔ قرآن میں ہے:

فَنَقَبُوْا فِي الْاِيْلَادِ هَلْ مِنْ مَّخِيْصٍ (۳۵)

وہ شہروں میں گشت کرنے لگے کیا کوئی جھاگ کر پناہ

پناہ حاصل کرنے کی جگہ ہے؛

۱۰۔ سَارَ: بمعنی چلنا پھرنا۔ سیر کرنا، چہل قدمی کرنا خواہ یہ بھی مقصد کے لیے ہو۔ اور چلنے والے آدمی کو سائر اور ایک ساتھ چلنے والی جماعت کو سَيَارَة (۱۶) کہا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے؛
فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَىٰ الْأَجَلَ وَسَارَ (مقرنہ) پوری کر چکے تو اپنے گھر
والوں کو لے کر چلے۔

۱۱۔ قَصَصَ: کے معنی کسی نشان پر چلنا۔ بدرتج پیچھے پیچھے چلنا اور اتباع کرتے جانا ہے (معن) ارشاد
بِأَهْلِيهِ (۲۸)
باری ہے؛

اور موسیٰ کی ماں نے موسیٰ کی بہن سے کہا، اس کے پیچھے
پیچھے چلی جا۔ تو وہ لمبے دور سے دیکھتی رہی اور اُن
(لوگوں کو) کچھ خبر نہ تھی۔ (۲۸)

۱۲۔ رَجَلَ: بمعنی پاؤں پر یا پیدل چلنا۔ اور اس کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب مقابلہ میں کچھ سوار
بھی ہوں۔ قرآن میں ہے؛

يَأْتُوكَ رِجَالًا وَرِجَالًا وَرِجَالًا صَوِيرًا (۳۲)
وہ تیرے پاس پیدل بھی آئیں گے۔ اور ڈوبلی تپلی اونٹنیوں
پر سوار ہو کر بھی۔

دوسرے مقام پر ہے؛

فَرِحَالًا أَوْ رُكْبَانًا (۳۲۸)

اور اگر سوار نہ ہوں تو ہشی کا لفظ آئے گا۔

ماحصل: (۱) ہشی، عام رفتار سے چلنا۔ چلنا کے
لیے عام لفظ۔

- (۲) دَبَّ، ہشی سے ذرا ہلکی چال چلنا۔
(۳) انطلق: روانہ ہونا۔ چل کھڑا ہونا۔
(۴) سَلَكَ، رستہ کے ساتھ ساتھ چلے جانا۔
(۵) سَرَبَ: نشیب کی طرف چلنا۔ بل میں گھسنا۔
(۶) سَوْرَى: رات کو چلنا یا رات کا چلنا۔
- (۷) دَابَّ، کسی معین راہ پر چلتے رہنا۔
(۸) هَضَى، وقت کا گزرنے یا وقت کے ساتھ چلنا۔
(۹) نَقَبَ، گشت لگانا۔
(۱۰) سَارَ، چلنا پھرنا۔ سیر کرنا سفر کرنا۔
(۱۱) قَصَصَ، کسی کے پیچھے پیچھے چلتے جانا۔
(۱۲) رَجَلَ، پیدل چلنا جبکہ کچھ لوگ سوار بھی ہوں۔

۱۳۔ چلنا

کے لیے سَاتَقَ (سوق)، سَحَرَكْ، اَسْحَجِي (رجو)، سَلَكَ، شَيَّرَ اور اَسْتَرَى کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَاتَقَ، ہانکنا۔ کسی کو پیچھے سے ہانک کر چلانا۔ جیسے چرواہا چوپایوں کو ہانکتا ہے۔ (فتل ۱۸۷)۔
ڈرائیور کا گاڑی چلانا (ڈرائیور کو سواتی کہتے ہیں) (ق۔ ج) قرآن میں ہے؛

وَسَوَّى الْمَجْرَمِينَ الْخِجَمَ وَزِدًا (۱۹)

اور ہم گنہگاروں کو جہنم کی طرف پیاسے ہانکے لے جائیں گے۔

۲- حَوَّلَ: بمعنی ہلنا، حرکت کرنا اور حَوَّلَكَ بمعنی کسی چیز کو ہلانا، حرکت دینا۔ حرکت دے کر آگے بڑھانا یا چلانا۔ ارشادِ باری ہے:

لَا تُحَوِّلُ بِهِ لِسَانَكَ لِتُجَازِلَ بِهِ (۲۰) اور اے محمد! وہی کے پڑھنے کے لیے اپنی زبان نہ چلایا کرو کہ اس کو جلد یاد کرو۔

۳- اَنْجَبِي: آہستہ آہستہ ہانکنا۔ نرمی سے چلانا اور حَوَّلِي بمعنی کمزور (منجد) ارشادِ باری ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزَيِّجُ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ (۲۱)

اُن کو آپس میں ملا دیتا ہے۔

۴- سَلَكَ (۱) معین راستہ پر چلنا اور چلانا۔ لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ (۲) کسی چیز کا دوسری میں نفوذ کرنا یا آ رہا ہونا (م۔ ل) پرونا۔ بدھنا۔

اس لفظ کا راستہ سے خاص تعلق ہے۔ قرآن میں ہے:

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ اَرْضًا وَّ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ فِيهَا سُبُلًا (۲۲)

اور وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا اور اس میں تمہارے لیے راستے چلائے۔

۵- سَبَّيْرًا سَارَ بمعنی چلنا پھرنا۔ سیر کرنا۔ سفر کرنا۔ اور سَبَّيْرًا بمعنی چلانا۔ سفر کرنا۔ سفر پر روانہ کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

هُوَ الَّذِي يَسِّرُ لَكُمْ فِي الْبَرِّ وَّ الْبَحْرِ (۲۳)

وہی تو ہے جو تمہیں خشکی اور سمندر میں سفر کرتا ہے۔

۶- اَسْرَى: سُرَى یَسْرِی بمعنی رات کو چلنا۔ اور اَسْرَى بمعنی رات کو چلانا۔ سیر کرنا۔ سفر کرنا۔ قرآن میں ہے:

فَاَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ۔ (۲۴)

(اے لوط) کچھ رات رہے سے اپنے گھر والوں کو لے کر چل دو۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

سُبْحَانَ الَّذِي اَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا۔ (۲۵)

پاک ہے وہ ذات جو ایک رات اپنے بندے کو لے گیا۔

اصل: (۱) سَاقٍ۔ پیچھے سے چلانا۔ (۲) سَلَكَ (۳) راستہ پر چلنا یا راہ چلانا۔

(۴) حَوَّلَكَ: حرکت دے کر چلانا۔ ہلانا۔ (۵) سَبَّيْرًا: سیر کرنا۔ چلانا۔

(۶) اَسْرَى: رات کو چلانا۔ سیر کرنا۔ (۷) اَسْرَى: دھیرے دھیرے چلانا۔

۱۴۔ چیلانا۔ چیخنا

کے لیے نَعَقٌ، صَدٌّ، جَعْرٌ، اسْتَصْرَحَ (صرخ) اور صَرَخَ کے الفاظ آئے ہیں۔
۱۔ نَعَقٌ: بلند آواز سے گلا بھاڑ کر کسی کو پکارنا۔ کوٹے کا زور سے کانیں کانیں کرنا۔ چرواہے کا ریوڑ کو دُور

سے آواز دینا۔ (ن۔ ل۔ ۱۹۴) قرآن میں ہے:

وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي
يَنبَغِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءَ وَنِدَاءَ
بِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (۱۶۱)

۲۔ صَدٌّ: بمعنی خواہ مخواہ شور مچانا۔ چیلانا۔ واریلانا کرنا۔ اور صَدٌّ بمعنی تالی بجانا (منجد)
ارشادِ باری ہے:

وَلَمَّا صُيرَ بَٰبُ مَرْيَمَ مَشَلًا إِذَا
قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ (۴۲)

۲۔ جَعْرٌ: بلند آواز سے گڑگڑانا۔ زاری کرنا (منجد) گھبراہٹ کے وقت وحشی جانوروں مثلاً ہرن وغیرہ کا
زور سے آواز نکالنا اور چیخنا (منف) ارشادِ باری ہے:

حَتَّىٰ إِذَا أَخَذْنَا مُتْرَفِيهِمْ بِالْعُنَادِ
إِذَا هُمْ يَجْعَرُونَ (۶۲)

۴۔ اسْتَصْرَحَ: صَرَخَ بمعنی چیخنا چیلانا تاکہ دوسرے لوگ مدد کو پہنچیں۔ فریاد کرنا۔ اور اَصْرَحَ بمعنی کسی کی
فریادوں کو اس کی مدد کو پہنچانا۔ اور:

اسْتَصْرَحَ كَمَا مَعْنَىٰ مَوْجُودِ لُؤْلُؤِ كَمَا مَعْنَىٰ بِيحِجٍّ
فَإِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهُ بِالْأَمْسِ
تُو اس وقت دُوبی آدمی جس نے کل مدد مانگی تھی، پھر

ان سے فریاد کرنے لگا۔
يَسْتَصْرِخُهُ (۲۸)

۵۔ صَرَخَ اور صَرَخَ الرَّجُلُ بمعنی کسی کا زور سے چیلانا (منجد) اور صَرَخَ بمعنی بیخ (منف) ارشادِ باری ہے:

فَاقْبَلْتِ أَمْرًا نَبِيًّا صَرَّةً فَصَكَّتْ
وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمَةٌ (۵۶)

کہ (۱) ہے ایک تو بڑھیا اور (دوسرے) بانجھ (جان بھری)

(۴) اصْطَرَّحَ: فریاد کے طور پر چیلانا۔

(۵) صَرَخَ: بیخ مارنا۔

اصول: (۱) نَعَقٌ: گلا بھاڑ کر آواز دینا۔

(۲) صَدٌّ: خواہ مخواہ شور مچانا۔

(۳) جَعْرٌ: گھبراہٹ کی وجہ سے زاری کرنا۔

۵۔ چیخنا

کے لیے اَلْحَفُّ، لَوْبٌ اور لَوْرٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- اَلْحَفَّ: لِحَافٍ بمعنی اوڑھنے کا کپڑا۔ محاورہ ہے، اَلْحَفْفَةُ فَالْتَحَفَتْ میں نے اسے لِحاف میں ڈھانپ دیا چنانچہ وہ اس سے لپٹ گیا۔ اور اَلْحَافِ کے معنی اَلْحَاح یعنی چپٹ کر مانگنا ہیں۔ (مف) ارشاد باری ہے:

تَعَرَّفْتُمْ بِنِسْبَتِهِمْ لَمْ يَسْأَلُونِ
النَّاسَ اَلْحَافَا (۲۶۳)

مگر شرم کے باعث، لوگوں سے چپٹ کر سوال نہیں کرتے۔ تم ان کے چہروں سے پہچان لو گے (کہ وہ عاجز ہیں)

۲- لَزِبَ: لَا زِبَ اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی مقام پر شدت سے ثابت ہو جائے اور چپٹ جائے (مف) اور صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک لَزِبَ سے مراد ہی چپکدار اور لیسدار مٹی ہے (ف ل ۲۶۸) قرآن میں یہ لفظ صرف مٹی ہی کے لیے استعمال ہوا ہے۔ لہذا دونوں معنی کی تائید ہو جاتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

اِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِّنْ طِينٍ لَّزِبٍ (۲۳)

ہم نے انہیں چپکتے گارے سے بنایا ہے۔

۳- لَزِبَ: میں ثابت اور دوام دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ یعنی کسی چیز کا عرصہ دراز تک ایک جگہ ٹھہرے یا لگے رہنا (مف) اسی مفہوم کے لحاظ سے اس لفظ کا مختلف مقامات پر اردو زبان کے لحاظ سے مختلف الفاظ میں ترجمہ کیا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّي
لَكَانَ لِرِزَامًا وَّاجَلٌ مُّسْتَمِي (۱۶۹)

اور اگر ایک بات تمہارے پروردگار کی طرف سے پہلے صادر (اور اجلئے اعمال کے لیے) ایک مدت مقرر نہ ہو چکی ہوتی تو عذاب (تم سے) چپٹ جاتا۔

ماہصل: (۱) اَلْحَفَّ: جس سے چپٹ کر یا لپٹ کر اسے کام پر آمادہ کرنا۔

(۲) لَزِبَ: کسی چیز کا چپکدار اور لیسدار ہونے کی وجہ سے چپٹنا۔

(۳) لَزِبَ: ایک چیز کا دوسری سے عرصہ دراز کے لیے لگنا یا چپٹنا۔

۱۶۔ چمکنا۔ چمک

کے لیے بَرَّحٌ، اَشْرَقٌ (شرق) فُتِقٌ، سَنَأٌ (سنو) اور دُرِّشِيٌّ (دَر) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- بَرَّحٌ: (سورج) کا طلوع ہونا جبکہ اس کی روشنی پھیل رہی ہو۔ (مف) سورج، چاند، ستاروں یا اجرام فلکی کی روشنی کے لیے آتا ہے جبکہ وہ طلوع ہو رہے ہوں۔ اور نَجْوَمٌ بَرَّحٌ طلوع ہونے والے ستاروں کو کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا رَأَى السُّنَّاسَ بَارِغَةً قَالَ هَذَا
رَبِّي (۱۶۷)

پھر جب سورج کو دیکھا کہ جگمگا رہا ہے تو کہنے لگے میرا پروردگار یہ ہے۔

۲- اَشْرَقٌ: شرق بمعنی روشنی کا کھل جانا یا پھیل جانا (م) اور اَشْرَقٌ کسی چیز کو منور کرنا۔ اس پر پوری پوری روشنی ڈالنا کہ وہ چمک اُٹھے۔ ارشاد باری ہے:

وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا (۳۹) اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے چمک اٹھی۔

۳۔ ثَقَبٌ: آگ کا روشن ہونا۔ ستارہ کا چمکنا۔ اور ثَقَبٌ سرخی میں آگ کے مشابہ ہونا (منجد) روشنی کا پوری طرح نفوذ کر جانا اور آر پار ہو جانا (م۔ل) ثَقَبٌ بمعنی کسی چیز میں سوراخ کرنا اور ثاقب کے معنی اتنا روشن کہ جس چیز پر اس کی شعاعیں پڑیں ان میں سے چھید کرتی ہوئی پار گزر جائیں (صفت) گویا ثقب میں تیزی اور آگ کی طرح سرخ روشنی کا تصور پایا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهُ
مَكْرُوحًا كُنِيَ الشَّيْطَانُ فَمَنْ لَمَّا بَاتَ
كُفًّ بِهَا فَتَأْتِبُ (۴۰)
تو جلتا ہوا انکارہ اس کے پیچھے لگتا ہے۔

۴۔ سَنَا: بمعنی (چمکنے والی بجلی کی) کوند۔ پنجابی لشک۔ نگاہوں کو خیرہ کرنے والی روشنی (منجد) قرآن میں ہے:

يَكَادُ سَنَا بَرْقِهِ يَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ (اور بادل میں جو بجلی ہوتی ہے) اس کی چمک آنکھوں کو
خیرہ کر کے بینائی کو) اُچکے لیے جاتی ہے۔ (۴۱)

۵۔ دُرِّيٌّ: دَرّ میں چمک اور زیادتی دو تصور پائے جاتے ہیں۔ سَيِّفٌ دُرِّيٌّ بمعنی چمک دکھائی
تلوار۔ اور دَارٌ اور دَارٌ بہت زیادہ دودھ مینے والی اونٹنی کو کہتے ہیں۔ لفظ صَدْرًا لًا میں
یہی مفہوم ہے اور دَرّ چمکنے والے موتی کو کہتے ہیں۔ اور کبھی یہ دونوں باتیں اکٹھی پائی جاتی ہیں جیسے
گوکب دَرّی بہت زیادہ چمکدار ستارہ۔ یعنی روشن بھی بہت ہو اور چمک دکھ بھی بہت رکھتا
ہو۔ قرآن میں ہے:

كَأَنَّهُمَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ (۴۲)
گویا موتی کی طرح چمکتا ہوا اتلا ہے۔

اصل: (۱) بَنْعٌ: اجرام فلکی کا بوقت طلوع چمکنا۔

(۲) اشراق: کسی چیز پر روشنی پڑنا اور پھیلنا اور اسے متور کر دینا۔

(۳) ثقب: سرخ اور نیر روشنی کا آر پار گزر جانا۔

(۴) سنا: نگاہوں کو خیرہ کرنے والی روشنی۔ کوند۔ لشک۔

(۵) دَرّی: بہت زیادہ چمکدار

۱۰۔ چند

کے لیے معدّودہ، بِنْعٍ اور تَفَرُّکٍ کے الفاظ آتے ہیں،
۱۔ معدّودہ کے معنی ہیں گنتی کے، چند ایک یا تھوڑے زیادہ کے مقابلہ میں کم۔ جیسے ہزار کے مقابلہ

میں سینکڑہ بھی تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخِيسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ۔ اور پوسٹ کے بھائیوں نے انہیں تھیر سی قیمت چند

درہموں کے عوض بیچ دیا۔ (۴۳)

۲۔ بضع: تین سے لے کر دس تک کے درمیانی اعداد میں ہر ایک کو بضع کہہ سکتے ہیں (ن ل ۶۶۔ م ف) ۲ سے ۹ تک کے صرف طاق اعداد بضع ہیں (م۔ ق) قرآن میں ہے:

وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَلِيِّهِمْ سَيِّغِلِيُونَ اور وہ (اہل روم) اپنی شکست کے بعد عنقریب غالب
فی بضع سنین (نہ) آئیں گے۔ چند ہی برسوں میں۔

۳۔ نَفَرًا: النَفَرُ بمعنی سارے لوگ بھی اور تین سے لے کر دس تک کی جماعت اور شَلَاةً نَفَرًا اور انْفَانِی تین آدمی (مخد) ارشادِ باری ہے:

قُلْ اَوْحِيَ اِلَىَّ اَنَّهُ اسْمَعُ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ﴿۹۲﴾
(لے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ میرے پاس وحی آئی ہے
کہ جنوں کی ایک جماعت نے (اس کتاب کو) سنا تو کہنے لگے
ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔

ماہصل (۱) معدودہ: گنتی کے چند زیادہ کے (۲) بضع: ۲ سے ۹ تک عام چیزوں کے لیے۔
(۳) نفر: ۲ سے ۹ تک کی جماعت۔ ذوی العقول کے لیے۔
مقابلہ میں کم۔

۱۸۔ چُن لینا

کے لیے اِخْتَارَ (خیر)، اِصْطَفَى (صفو)، اِجْتَبَى (جبو) اِسْتَخْلَصَ (خلص) اور اِصْطَفَعَ (صنع) کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ اِخْتَارَ، خیر ہر اس چیز یا بات کو کہتے ہیں جو سب کو مرغوب ہو (م ف) اور اِخْتَارَ سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی جنس کی بہت سی اشیاء میں بہتر چیز کا انتخاب کر لینا۔ (م ف) قرآن میں ہے:

وَإِخْتَارَهُ مُوسَىٰ تَوَسُّبَيْنَ رَجُلًا لَّيْقِنَاتَنَا اور موسیٰ نے اس میعاد پر جو ہم نے مقرر کی تھی اپنی قوم میں سے ستر آدمی منتخب کیے۔ (۱۵۵)

۲۔ اِصْطَفَى: الصفا اور صفو کے معنی ہیں پاک و صاف ہونا (م ف) اِصْطَفَى اور اِصْطَفَا مخلص و درست کو کہتے ہیں (مخد) اور اِصْطَفَى بمعنی پاکیزگی اور طہارتِ نفس کی بنا پر کسی چیز کا انتخاب کرنا۔ قرآن میں ہے:

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ بِلِقَاءِ اللَّهِ تَعَالَىٰ لِيُخْرِجَهُمْ مِنْهَا وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿۳۳﴾
بلیک اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہان والوں سے برگزیدہ کیا۔

۳۔ اِجْتَبَى: جبو کے معنی (۱) کسی چیز کو جمع کرنا (۲) پھر اسے کہیں لے جانا۔ يُجْمَعُ وَيُجْمَلُ (م۔ ق) ابن فارس کے الفاظ میں جمع الشيء والتجتمع (م۔ ل) ہیں۔ نیز جبو کا لفظ عموماً اخراج یا محصول اکٹھا کرنے کے لیے آتا ہے جس میں اسے خزانہ تک پہنچانا بھی شامل ہے۔ اور مُجْتَبَى بمعنی خراج۔ (م۔ ق) قرآن میں ہے:

يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ

سُحْرًا (۲۸) پہنائے جاتے ہیں (جان دھری) اور اجتنابی کے معنی ہیں کسی عمدہ چیز کو انتخاب کر کے قریب کر لینا، مقرب و برگزیدہ بنا لینا۔ قرآن میں ہے:

وَكَذَلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ
مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ (۱۳)

اور اسی طرح (اے یوسف) خدا تمہیں برگزیدہ کرے گا
(اور خواب کی) باتوں کی تعبیر کا علم تمہیں سکھائے گا۔

۴۔ اسْتَخْلَصَ، خَلَصَ (مِنْ خَلَطٍ) بمعنی دوسری چیزوں کی آمیزش اور آلاش سے صاف ہونا
خالص ہونا۔ اور خَلَصَ بمعنی خالص بنانا (مخبر) خالص، صافی سے ابلغ ہے۔ کیونکہ صافی کبھی پہلے
ہی صاف ہو سکتا ہے۔ لہذا استخلص کے معنی کسی کو چننا اور اسے اپنے لیے مختص کر لینا
ہے۔ قرآن میں ہے:

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهَا اسْتَخْلَصَهُ
لِنَفْسِي (۱۳)

شاہ مصر نے حکم دیا کہ یوسف کو میرے پاس لاؤ۔ میں
اسے اپنا مصاحب خاص بناؤں گا۔

۵۔ اصطنع، صنع کے معنی ہیں کسی چیز کو فنی مہارت سے بنانا۔ اور اصطنع کے معنی کسی خاص مقصد
کے لیے کسی موزوں شخص کا انتخاب کر کے اس کی خاص طور سے تربیت کرنا۔ حضرت موسیٰ کے متعلق
اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي (۲۰)

اور (اے موسیٰ) میں نے تمہیں اپنے کام کے لیے چن لیا ہے۔

ماہل: (۱) اختار: بہت سی چیزوں میں سے (۲) اسْتَخْلَصَ، کسی خاص مقصد کے لیے کسی شخص کا انتخاب
کسی بہتر چیز کا انتخاب کرنا۔

(۲) اصْطَفَى، کسی چیز کو پاکیزگی کی بنا پر انتخاب کرنا۔ (۵) اصْطَنَعَ، کسی خاص مقصد کے لیے کسی کا انتخاب کر کے
(۳) اجتنابی: کسی کو انتخاب کر کے اسے اپنا مقرب بناؤ۔ اس کی موزوں طریقہ پر تربیت کرنا۔

۱۹۔ چوپائے

کے لیے وُحُوشٌ، بَهَائِمٌ، اَنْعَامٌ، دَوَابٌّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ وُحُوشٌ، وحش کی جمع ہے۔ اور وحش، انس کی ضد ہے۔ یعنی ایسے جاندار جو انسان سے مانوس
نہ ہوں۔ جنگلی جانور اور درندے وغیرہ (صفت) قرآن میں ہے:

وَاِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ (۱۱)

اور جب وحشی جانور اکٹھے کیے جاویں گے۔

۲۔ بَهَائِمٌ: بہیمہ کی جمع ہے۔ اور وحشی چوپایوں کے علاوہ باقی سب قسم کے چوپایوں پر اس کا
اطلاق ہوتا ہے (صفت) خواہ خشکی کے ہوں یا تری کے۔ (مخبر) تاہم اس کا استعمال زیادہ تر بھیڑ بکری
اور گائے پر ہوتا ہے (مخبر) بہیمہ بھیڑ بکری کے بچہ کو کہتے ہیں (صفت) اور بہیمہ کی ایک
تعریف یہ ہے کہ ایسے چوپائے (ماسوائے درندوں کے) جن میں قوت گویائی نہ ہو (مخبر) اور بہیمہ

مشکل کام کو اور اہتم کو گننے کو کہتے ہیں (مخبر)
 ۳- اَنعَام: نفع کی جمع ہے۔ گواس لفظ کا اطلاق بھی درندوں کے علاوہ باقی جانوروں پر ہوتا ہے تاہم اس کا استعمال زیادہ تر اونٹ کے لیے استعمال ہوتا ہے (فصل ۱۳۴) کیونکہ عربوں کے لیے اونٹ سے بڑھ کر کوئی نعمت نہ تھی۔ قرآن میں اَنعَام کا لفظ تو اکیلا بھی آتا ہے۔ جیسے:

مَتَاعًا لَّكُمْ وَلَا نَعْمًا لَّكُمْ ﴿۳۱﴾
 یہ سب سامان تمہارے اور تمہارے چار پاؤں کے لیے ہے۔

يَا كَلْبُوا وَأَرْعُوا اَنْعَامَكُمْ ﴿۳۲﴾
 تم خود بھی کھاؤ اور اپنے چار پاؤں کو بھی چراؤ۔

لیکن بہیمۃ کا لفظ (واحد کی صورت میں) اکثر اَنعَام کے لفظ کے ساتھ آتا ہے۔ جیسے:
 مِنْ بَهِيمَةِ اَلْاَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا
 مَوْشٰى جُوْا بَنٰى اِسْرٰءٰلَآءِ كٰلَہٗمُ
 وَاطْعِمُوْا الْبٰیٓسَ الْفَقِيْرَ ﴿۳۳﴾
 فیقر در ماندہ کو بھی کھلاؤ۔

یا جیسے فرمایا:

اٰحَدَتْ لَكُمْ بَهِيْمَةً الْاَنْعَامِ الْاَمَّا
 يٰسٰلٰى عَلَيْكُمْ ﴿۳۴﴾
 چوپائے جانور (چرنے والے) تم پر حلال کیے گئے ہیں۔
 مگر جو تم پر پڑھ کر سنانے جاتے ہیں۔

۴- الدَّوَاب: دآبۃ کی جمع ہے۔ اور ہر جانور جو سطح زمین پر چلتا ہے خواہ وہ پیٹ کے بل چلے جیسے سانپ وغیرہ یا دو پاؤں پر چلے جیسے انسان۔ اور بندروں کی بعض اقسام یا چار پاؤں والا۔ جیسے وحشی جانور اور چوپائے وغیرہ خواہ وہ سواری کا ہو یا بار برداری کا۔ مذکر یا مؤنث سب کے لیے دآبۃ کا لفظ عام ہے (مخبر) لیکن اس کا استعمال خصوصاً گھوڑے، خیر اور گدھے پر ہوتا ہے۔ (فصل ۱۳۴) قرآن میں تخصیص ممکن نہیں بلکہ علی الاطلاق اس کا استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے:
 وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلٰى اللّٰهِ
 اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق اللہ
 رِزْمًا فَرَقًا ﴿۳۵﴾
 کے ذمہ ہے۔

بلکہ ارض سے پہلے فی کا لفظ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس میں پانی کے جانور اور کبھی شامل ہیں۔
 اِنْ شَرَّ الدَّوَابَّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴿۳۶﴾
 جانداروں میں سب بدتر اللہ کے نزدیک لوگ ہیں جو کافر ہیں۔
محل: (۱) وُحُوْشٍ، جنگلی جانور۔ درندے۔

(۲) بَهَائِمٍ: درندوں کے علاوہ باقی چوپائے۔ چرنے والے جانور جو پیٹ بکری اور گائے کے لیے۔

(۳) اَنْعَامٍ: درندوں کے علاوہ باقی چوپائے۔ جموں اونٹ کے لیے۔

(۴) دَوَاب: زمین میں چلنے والا ہر جاندار۔

۲۰۔ چورا چور یا ریزہ ریزہ

کے لیے ہَشِيْمٌ، حُطَامٌ، عِثَاءٌ (خشو)، هَبَاءٌ (ہبو)، رُفَاتٌ، بَسٌّ اور دُكَاۓ کے الفاظ
 قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- هَشِيمٌ: هَشَمٌ یعنی کوٹنا۔ اور هَشِيمٌ کوٹی ہوئی خشک گھاس کو کہتے ہیں (منجد) اور اس سے مراد بہتر قسم کی نباتات کا چوراخس و خاشاک اور بھس ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً
فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ (۵۲)

اور ٹوٹی ہاڑی طرح خش و خاشاک بن گئے۔

۲- حُطَامٌ: حَطَمَ یعنی توڑنا۔ مروڑنا۔ اور حُطُومٌ ایسی تند و تیز ہوا کہ کہتے ہیں جو ہر جسم کو توڑ مروڑ کر رکھ دے۔ اور حُطَامٌ توڑی مروڑی یا ریزہ ریزہ شدہ چیز کو کہتے ہیں (منجد) یہ لفظ کسی چیز کو روندنے اور ریزہ ریزہ کر دینے پر بھی بولا جاتا ہے۔ کچل ڈالنا (مف) ارشاد باری ہے:

ثُمَّ يَخْرُجُ بِهِ زُرْعًا مُخْتَلِفًا
أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهْبِجُ تَوْرَهُ مُمْسِرًا
ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا (۲۹)

ہو۔ پھر اسے جوڑا ہوا بنا دیتا ہے۔

۳- عُنَاءٌ: یعنی سیلاب کے پانی کے جھاگ میں پھنسا ہوا کوڑا کرکٹ۔ درختوں کے گلے سڑے پتے جو جھاگ میں ملے ہوئے ہوں (منجد) اور عَشِيءُ الْكَلَامِ یعنی بات میں بھوٹ سچ ملانا اور عُنَاءٌ گھاس پھوس کے چورا اور کوڑا کرکٹ کو بھی کہہ دیتے ہیں (مف) قرآن میں ہے:

الَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْحَىٰ وَجَعَلَهُ عُنَاءً
أَحْوَىٰ (۸۶)

کوڑا بنا دیا۔

۴- هَبَاءٌ: گرد و غبار جسے ہوا اُڑاتی پھرے۔ اُڑتی ہوئی خاک (فصل ۲۵۳) مٹی کے باریک ذرات جو ہوا میں پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور الْهَبْوَةُ گرد و غبار کے بگولے کو کہتے ہیں (منجد) قرآن میں ہے:

وَقَدْ مَنَّآ إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنَّ عَمَلٍ لَّيْسَ لِيَجْعَلَهُ
هَبَاءً مَّنْشُورًا (۲۵)

اور جو انہوں نے عمل کیے ہوں گے ہم ان کی طرف توبہ کریں گے تو انہیں اُڑتی ہوئی خاک بنا دیں گے۔

۵- رُفَاتٌ: رَفَتَ یعنی توڑنا اور کوٹنا (منجد) اور رفات یعنی کوٹی ہوئی چیز بوسیدہ (منجد) اور اس لفظ کا استعمال بوسیدگی کی وجہ سے چورا چورا ہونے پر ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاللَّوَاءُ إِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا إِنَّا
لَنَبْعَثُنَّوَنَ خَلْقًا جَدِيدًا (۱۶)

اور کہتے ہیں کہ جب ہم (مرکب بوسیدہ) ہڈیاں اور چورا چورا ہو جائیں گے تو کیا از سر نو پیدا کر کے اٹھائے جائیں گے۔

۶- بَسٌّ: یعنی پتھروں کا ریزہ ریزہ ہونا (مف) اور صاحب مقامیں اللہ کے نزدیک اس کے بنیادی معنی دو ہیں۔ (۱) کسی چیز کا چورا کرنا اور (۲) اُسے کسی دوسری چیز میں ملا دینا۔ قرآن کریم سے ان دونوں معنوں کی تائید ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَبَسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا فَكَانَتْ هَبَاءً
مُّتَبَدِّلًا (۵۶)

اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ پھر غبار بن کر اُڑنے لگیں۔

۴۔ دَكَاةٌ: دَكَاةٌ کے بنیادی معنی دو ہیں (۱) کوٹنا اور پھر (۲) اسے ہموار کر دینا (م ل) یعنی کسی چیز کو کوٹ کر اور ریزہ ریزہ کر کے اسے زمین کے برابر کر دینا (مفت) قرآن میں ہے:

فَلَمَّا تَبَجَّتْ رَبُّهُ لَلَّذِجَبَلِ جَعَلَهُ
رِيْزَةً رِيْزَةً كَرَّعَ يَوْمَئِذٍ كَرَّعًا
(۱۳۳)

دوسرے مقام پر ہے:

فَاِذَا جَاءَ وَعَدَتْ رِبِّيْ جَعَلَهُ دَكَاةً (۱۸۸)

پھر جب میرے پروردگار کا وعدہ آپہنچے گا تو اس (سَدِّ ذَوَالْقَرْنَيْنِ) کو ڈھا کر بیوند خاک بنا دے گا۔

ماصل: (۱) ہشیم، ہر قسم کی نباتات کا خشک پھولا۔ بھس۔

(۲) حُطَّامٌ: خشک نباتات۔ وہ پھولا جو روندے اور کچلے جانے سے بنا ہو۔

(۳) غَشَاءٌ: خش و خاشاک۔ کوڑا کرکٹ۔

(۴) هَبْلًا: گرد و غبار۔ ہر چیز کے اڑتے پھرتے ذرات۔

(۵) رِفَاتٌ: بوسیدگی کی بنا پر کسی چیز کا پھولا پھولا ہونا۔

(۶) بَسٌّ: پتھر یا کسی سخت چیز کا پھولا پھولا ہونا۔

(۷) دَكَاةٌ: کسی چیز کا پھولا پھولا ہو کر زمین بوس ہو جانا۔

۲۱۔ چوری کرنا

کے لیے سَرَقٌ اور اسْتَرْقٌ اور غَلٌّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَرَقٌ: چوری کرنا معروف لفظ ہے۔ یعنی کسی دوسرے کی مملوکہ چیز جو محفوظ جگہ پر ہو اسے خفیہ طور پر لے لینا۔ ارشاد باری ہے:

فَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا
(۳۸)

پور مرد ہو خواہ عورت، ان کے ہاتھ کاٹ دو۔

اور اسْتَرْقٌ یعنی چوری کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ اور اسْتَرْقُ السَّمْعِ یعنی کان لگا کر چوری چھپے ہاتھیں ملنا۔ ارشاد باری ہے:

اَلَا مَنِ اسْتَرْقَ السَّمْعَ فَاتَّبَعْتَهُ شَهَابٌ
مُّسَيِّنٌ (۱۵)

ہاں اگر کوئی شیطان چوری چھپے سنا چاہے تو چمکتا ہوا ستارہ اس کے پیچھے پلکتا ہے۔

۲۔ غَلٌّ: یعنی کوئی چیز چوری چھپے پکڑ کر اپنے سامان میں رکھ لینا (منجد۔ م ق) یہ دراصل چوری اور نیت کی مٹی جلی شکل ہے۔ اس لیے اس لفظ کا ترجمہ چوری کرنا بھی کیا جاتا ہے اور خیانت کرنا بھی مثلاً مشترکہ مال غنیمت سے کوئی چیز اٹھا کر لے لینا جو چوری کی شرائط پورا نہیں کرتی۔ وغیرہ۔ ارشاد باری ہے:

وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمًا
اور جو کوئی چھپائے گا اُسے گا قیامت کے دن ساتھ

الْقِيَمَةِ (۲۱)

اس کے جو پھپائی اس نے۔ (عثمانی)
اور خیانت کرنے والوں کو قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز
(خدا کے روبرو) لاکر حاضر کرنی ہوگی (جان دھری)
ماصل؛ (۱) سرق۔ چوری کرنا منہوم عام ہے۔ (۲) غل؛ چوری اور خیانت کی ٹلی جسی شکل۔

۲۲۔ چوکیدار

کے لیے حَرَسٌ، رَصَدٌ اور مَعْقِبَاتٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
۱۔ حَرَسٌ؛ بمعنی حفاظت میں لینا۔ حراست میں لینا۔ پہرہ لگانا۔ ملزم کی نگرانی کرنا۔ ابن الفارسی کے نزدیک
حرس میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) حفاظت (۲) زمانہ (۲-۱) یعنی کچھ مدت کے لیے نگرانی کرنا۔
اور حرس الملک بمعنی شاہی محافظ۔ باڈی گارڈ (مخبر) قرآن میں ہے؛
وَ اَنَا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَا مُلَئِمَاتٍ اور ہم (جنتوں) نے آسمان کو ٹٹولا تو اسے مضبوط چوکیداروں
حَرَسًا شَدِيدًا و شَرِيبًا (۲) اور انگاروں سے بھرا پایا۔
۲۔ رَصَدٌ؛ بمعنی تاک میں بیٹھنا۔ گھات لگا کے بیٹھنا۔ اور مرصاد بمعنی گھات میں بیٹھنے کی جگہ اور
رَاصِدٌ بمعنی گھات میں بیٹھنے والا (ج رُصِدٌ اور رَصَدٌ) قرآن میں ہے؛
اَلَا مَن ارْتَضَىٰ مَن رَّسُولٍ فَاِنَّهُ يَسْلُكُ مِن يَدَيْهِ وَيَخْلِفُ رَصَدًا (۲) ہاں جس پیغمبر کو چاہے اسے غیب کی خبریں بتا دیتا اور اس کے
۳۔ مَعْقِبٌ؛ عَقَبٌ بمعنی پیچھے آنا۔ پیچھے چلنا (مخبر) اور مَعْقِبَاتٌ بمعنی پیچھے پیچھے چلنے والے۔
نگران۔ محافظ۔ پہرے دار۔ چوکیدار۔ ارشاد باری ہے؛
لَهُ مَعْقِبَاتٌ مِّن يَدَيْهِ وَمِن خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ (۱۳) اس کے آگے اور پیچھے خدا کے چوکیدار ہیں جو خدا
ماصل؛ (۱) حرس۔ کسی کی معینت کرتے ہیں اور حفاظت کرنے والا چوکیدار۔
(۲) رَصَدٌ؛ گھات میں بیٹھا ہوا چوکیدار کہ کب شکار آئے اور ہاتھوں ہاتھ لے۔
(۳) مَعْقِبَاتٌ؛ ساتھ ساتھ رہ کر حفاظت کرنے اور تکالیف سے بچانے والے نگران یا چوکیدار۔

۲۳۔ چھپنا (غائب ہونا)

کے لیے قرآن کریم میں غَابٌ (غیب)، اَقْلٌ، عَرَبٌ، عَزَبٌ، وَقَبٌ، بَطْنٌ، تَوَالِيٌّ (دری) حَفِيٌّ
اور كُنٌّ کے الفاظ آئے ہیں۔
۱۔ غَابٌ؛ کا لفظ عام ہے۔ غیب اور جھل چیر کو کہتے ہیں۔ کوئی چیز خواہ کسی دہر سے یا کسی وقت
نظروں سے غائب ہو جائے (۲-۱) اس کے لیے اس لفظ کا استعمال عام ہے۔ اس کی ضد حَضَرَ

ہے۔ البتہ صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک ہر وہ چیز غائب ہے جو انسان کے علم اور حواس سے پوشیدہ ہو۔ لیکن دل میں اس کا تصور جایا جاسکتا ہو (فل ۱۶) قرآن میں ہے:

وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ لِي فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ
إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ (۲۵)

میں میں لکھی ہوئی ہے۔

۲- اَقْلَ: اجرام فلکی (مثلاً سورج، چاند، ستارے) کے چھپنے یا ڈوبنے کے لیے اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے (معنی) قرآن میں ہے:

فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِعًا قَالَ هَذَا رَبِّي
فَلَمَّا أَفَلَ (۶۸)

لگے یہ میرا رب ہے۔ پھر جب وہ بھی ڈوب گیا۔

۳- غَرَبَ: یہ لفظ سورج کے چھپنے یا ڈوبنے کے لیے استعمال ہوتا ہے (جیسے مشرق نکلنے کے لیے

اور طلوع میں سورج سمت سب ستارے شامل ہیں) (معنی) قرآن میں ہے:

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَوَرُّعًا
كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ
تَقَرُّضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ (۱۸)

اور جب سورج نکلے تو تم دیکھو گے کہ (دھوپ) ان کے

غار سے داہنی طرف سمٹ جائے اور جب غروب ہو

تو ان سے بائیں طرف نکل جائے۔

۴- غَرَبَ: دُور نکل جانے کی وجہ سے آنکھوں سے اوجھل ہو جانا۔ اور عازب اس آدمی کو کہتے ہیں

جو گھاس کی تلاش میں اہل و عیال سے دُور نکل جائے (معنی) اور عَرَبَ بمعنی دیر تک غائب رہنا

(مخبر) قرآن میں ہے:

وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ شَيْءٍ ذَرَّةٍ
(۶۱)

اور تیرے رب سے ذرہ بھر چیز بھی اوجھل نہیں

رہ سکتی۔

۵- وَقَبَ: بمعنی کسی گڑھے میں اتر کر غائب ہو جانا۔ سورج کے غروب ہونے کے لیے وَقَبَتِ الشَّمْسُ

کا محاورہ ہے۔ اور وَقَب الظلام اندھیرا پھیل جانے کو کہتے ہیں (معنی) اَلْوَقَبُ بمعنی پتھر کا گڑھا

جس میں پانی جمع ہو جائے۔ اور وَقَبَ گڑھے میں داخل ہونے کو کہتے ہیں (مخبر) قرآن میں ہے:

وَمِنْ شَرِّ غَائِبَةٍ إِذَا وَقَبَ (۱۳)

اور شپ تاریک کی بُرائی سے، جب اس کا اندھیرا چلے۔

۶- بَطَّنَ: بطن بمعنی پیٹ یا کسی چیز کا اندرونی حصہ ہے۔ اور اندرونی حصہ چونکہ مکمل طور پر پوشیدہ ہوتا

ہے۔ لہذا بَطَّنَ کا استعمال کسی چیز کے مکمل طور پر پوشیدہ ہونے پر ہوتا ہے اور اس کی ضد ظَهَرَ ہے۔

(معنی) قرآن میں ہے:

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا
وَمَا بَطَّنَ (۳۳)

وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ سب حرام کر دی ہیں۔

۷- تَوَارَى: دری بمعنی حقیقت پر پردہ ڈالنا۔ اور تَوَارَى بمعنی کسی حقیقت سے شکست خوردہ ہو کر خود

دوسرے لوگوں سے چھپتے پھرنا (معنی) قرآن میں ہے:

يَتَوَارَى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرُوا (۱۹) وہ اپنی قوم سے (لطی پیدا ہونے کی) خبر سے ناگواری کی وجہ سے چھپتا پھرتا ہے۔

۸۔ خَفِيَ: (ضد بَدَا اور عَلَنَ) کسی بات یا کسی چیز کا دوسروں سے پوشیدہ ہونا۔ اس لفظ میں غاب سے بھی زیادہ عمومیت ہے (مفت) یعنی ایسی چیز کا چھپے رہنا جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن میں ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ (۲۰) زمین و آسمان میں کوئی چیز بھی اللہ سے مخفی نہیں رہ سکتی۔

۹۔ كُنَّ: بركت بمعنى محفوظ مقام یا بہار کے اندر کوئی کھوہ جہاں انسان پناہ لے سکے۔ اور اس کی جمع آکنان اور اکتنتہ ہے اور کن کے معنی کسی چیز کا کسی محفوظ مقام میں پوشیدہ ہونا ہے جو عام لوگوں کی دسترس سے باہر ہو (مفت)۔ مجد قرآن میں ہے:

كَانَ مِنْ بَيْضِ مَكْنُونٍ (۲۱) وہ (جنت کی حوریں) ایسی ہیں جیسے اٹھ کے کسی محفوظ جگہ رکھے ہوں۔

ماصل: غَاب: کسی چیز کا حواسِ خمسہ کی دسترس (۶) بطن: مکمل طور پر پوشیدہ ہونا۔ سے باہر ہونا۔ (۷) يتوارى: کسی حقیقت سے فرار اختیار کرتے ہوئے خود

دوسروں سے چھپتے پھرتا۔ (۲) أَذَى، اِجْرَامٌ فَكَلٌّ كَاثِرٌ۔

(۸) خَفِيَ: یہ لفظ غَاب سے بھی زیادہ عام ہے۔ (۳) غَوَبٌ: سورج کا چھپنا۔

(۴) عَزَبٌ: دور نکل جانے کی وجہ سے غائب ہونا۔ (۹) كُنَّ: کسی محفوظ مقام میں چھپنا۔

(۵) وَقَبٌ: گڑھے میں اتر کر غائب ہونا۔

۲۲۔ چھپانا

کے لیے كَتَمَ، اُذْرَى اور وَاوَى، اَكْتَأَ، اَخْفَى، اَسْتَرَّ اور خَبَّطَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔ ۱۔ كَتَمَ: وائنتہ طور پر کوئی بات دل میں چھپائے رکھنا۔ (فقول ۲۳۷) کسی حق بات، ایمان اور شہادت کے چھپانے کے لیے عموماً یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس کی ضد اَبَدَا (ابدو سے اب ان کی مثالیں دیکھیے:

(۱) وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللَّهِ (۲۳) اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو خدا کی شہادت کو جو اس کے پاس (کتاب اللہ میں) موجود ہے چھپائے۔

وہ لوگ جو ہمارے نازل کردہ احکام کو چھپاتے ہیں۔ (۲) إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ (۱۵۹)

(۳) وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِّن آلِ فِرْعَوْنَ اور فرعون والوں میں ایک مومن آدمی نے جو اپنے ایمان

يَكْتُمُ رِيْمَانَهُ (۴۸) کو چھپائے رکھے تھا۔ کہنے لگا۔

۲- وَارِي، وَارِي بنیادی طور پر دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے (۱) آگ شلگانا یا آگ نکالنا کہتے ہیں وری الزند۔ اس نے حقیقاً سے آگ نکالی۔ اور (۲) کسی حقیقت پر پردہ ڈالنا۔ یہاں صرف دوسرا معنی زیر بحث ہے۔ قرآن میں ہے:

فَوَسَّوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوَابِهِمَا (۴۹) پھر شیطان دونوں کو بہکانے لگا تاکہ ان کے ستر کی چیزیں جو ان سے پوشیدہ رکھی گئی تھیں انہیں ظاہر کر دے۔

اور وراہی یُوَورِي کے معنی کسی حقیقت کو کسی اوٹ یا آڑ کے پیچھے کر کے دوسروں کی نظروں سے اوجھل کر دینا ہے (صفت) قرآن میں ہے:

فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ۔ (قَابِلِ كُو) دکھلائے کہ وہ کیسے اپنے بھائی کی لاش چھپا سکتا ہے۔ (۴۳)

۳- اَكْتَنَ: اس کے ماوہ میں دو باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں (۱) چھپانا اور (۲) حفاظت (م۔ ل) یا یوں کہیے کہ کسی چیز کو حفاظت کے لیے کسی محفوظ جگہ میں چھپانے کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے (فقہ ۲۳۸) خواہ کسی بات کو دل میں چھپایا جائے یا کسی چیز کو کسی اور جگہ چھپایا جائے۔ کن بمعنی پہاڑ میں کوئی کھوہ یا چھوٹی سی غار ہے جہاں پناہ مل سکے اور اس کی جمع اکنان ہے اور اکتنتہ ایسے پردے، آڑ یا اوٹ کو کہتے ہیں جس کی موجودگی میں کوئی چیز آگے نہ جاسکے یا اندر داخل نہ ہو سکے۔ جیسے فرمایا:

وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ (۶۵) اور ہم نے ان کے دلوں پر ایسے پردے ڈال دیئے کہ وہ حقیقت کو سمجھ ہی نہ سکیں۔

اور اَكْتَنَ کا لفظ قرآن میں بالعموم معنوی طور پر استعمال ہوا ہے (صندعلن) جیسے فرمایا:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا عَرَضْتُمْ بِهِ مِنْ خُطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ (۶۵)

تم عورتوں کو نکاح کا پیغام کہنا یا بھیج دو یا اپنے دل میں چھپائے رکھو تم پر کوئی گناہ نہیں!

اور اسی محفوظ مقام کے لیے قرآن میں نفوس، نفس، صدور اور قلوب کے الفاظ عموماً استعمال ہوئے ہیں۔

۴- اَسْرًا، سِرًّا کے معنی راز کی بات اور اس کی جمع اسرار ہے۔ اور اَسْرًا کے معنی کسی راز کی بات کو دل میں چھپانا۔ خواہ وہ کوئی حقیقت ہو یا نہ ہو۔ بلکہ محض ازار و مصلحت چھپائی جا رہی ہو۔ اُس کی ضد جہر بھی ہے اور علن بھی۔ اور سَارًا کے معنی کاٹنا پھوسنا کرنا یا ایک دوسرے سے راز کی باتیں کرنا ہے (منجد) قرآن میں یہ لفظ ظاہری اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوا ہے جیسے فرمایا:

قَالَ يُبْشِرِي هَذَا غُلَامًا وَسُرُورًا
 وَمَا أَشْرَ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَوْلَادِهِ
 حَدِيثًا (۱۹)
 وَرَبَّهَا (۲۰)
 وَرَبَّهَا (۲۱)
 وَرَبَّهَا (۲۲)

۵۔ اَخْفَى: خفی اس کا استعمال عام ہے۔ کوئی بات یا خیال دل میں چھپا یا جائے یا کوئی چیز کسی اور جگہ اس میں کوئی حقیقت یا مصلحت ہو یا نہ ہو۔ ظاہری معنوی دونوں طور پر استعمال ہوتا ہے اور اس کی ضد بَدَا بھی، عَلَن بھی۔ اور جَلَى (جلو) بھی۔ اور معنوی لحاظ سے اس میں رستہ سے بھی زیادہ عمومیت ہے کیونکہ سب سے کسی بات کے چھپانے تک محدود ہے جبکہ خفی میں تخیلات اور وسوساں بھی شامل ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَإِنَّهُ يَكْتُمُ السِّرَّ وَالْخَفَى (۲۳)
 بَلْشَكُّهُ جُحُودٌ وَبُحْبُوحٌ وَرَبَّهَا (۲۴)
 وَرَبَّهَا (۲۵)

۶۔ حَبَّ: حَبًّا بمعنی کسی چیز کو چھپا رکھنا۔ اور حَبَابًا بمعنی کسی سے چلتیان اور پہلی کہنا۔ اور اِخْتَبَا لَمْ يَخْتَبِئَا کسی سے کوئی چیز چھپا کر اس کے متعلق اس سے سوال کرنا (مخبر) اور حَبَّ بمعنی پوشیدہ اور مخفی نثرانہ (مف) حَبَّ الْأَرْضِ بمعنی زمین کی نہات۔ قَوْتٌ رَوَيْدٌ۔ اور حَبَّ السَّمَاءِ بمعنی بارش۔ اور اَخْرَجَ حَبَّ السَّمَاءِ حَبَّ الْأَرْضِ بمعنی آسمان کی بارش نے زمین پر رَوَيْدٌ کی پیدا کی۔ ظاہر کی اور پودوں کو اگایا (مخبر) ارشاد باری ہے:

أَلَا يَسْجُدُ لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ
 الْخَبْءَ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ
 مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ (۲۶)
 وَرَبَّهَا (۲۷)

مصل: (۱) كَتَمَ: شہادت ایمان اور حق بات کو دانستہ طور پر چھپانے کے لیے عموماً استعمال ہوتا ہے۔
 (۲) وَاِزَى: کسی حقیقت کو لوگوں سے چھپانے کے لیے استعمال مادی طور پر ہوتا ہے۔
 (۳) اَكْن: کسی بات یا چیز کو کسی محفوظ جگہ چھپانے کے لیے۔
 (۴) اسر: کسی راز کی بات کو ازاد مصلحت چھپانے کے لیے۔
 (۵) اَخْفَى: سوسے بلغ تخیلات اور وسوساں تک کو چھپانے کے لیے آتا ہے۔
 (۶) حَبَّ: پوشیدہ اور مخفی نثرانہ۔

۲۵۔ چھت

کے لیے عرش، سَقْف اور بِنَاء کے الفاظ قرآن میں استعمال ہوئے ہیں۔
 ۱۔ عَرَشٌ: عَرَشٌ بَعْرَشٌ بمعنی لکڑی کا مکان بنانا۔ مکان پر لکڑیاں مثلاً شہتیر ڈریوں کی

چھت ڈالنا۔ اور انکھوں کی بیل ٹیٹی پر چڑھانا وغیرہ ہیں۔ اور عرش کے بنیادی طور پر دو معنی ہیں (۱) تخت شاہی (۲) چھت میں استعمال ہونے والی لکڑیاں (منجد) پھر یہ لفظ کمرہ کی چھت، خیمہ، ساتبان اور ہر وہ شے جو سایہ کرے، کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے (۴-۵) قرآن میں یہ لفظ دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ چھت اور اس کی لکڑیوں کے لیے مثال ملاحظہ فرمائیے:

أَوَكَلِّدُنِي مَرْعَىٰ قَرْيَةٍ قَدْ خَابَتْ
عَلَىٰ عُرْوَةِ شَهَا (۶۵۹)

یا اس شخص (عزیز) کی طرح جو ایک ایسی بستی پر سے
گزرے جو اپنی چھتوں پر گری ہوئی تھی۔

اور تخت کی مثال تخت میں دیکھیے۔

۲- سَقْف: چھت کا اندرونی حصہ جو کمرہ کے اندر سے نظر آتا ہے (CEILING) یا آسمان خانہ (۴) جمع سُقُف قرآن میں ہے:

فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ ۗ

پھر ان پر اوپر سے چھت آگری۔

۳- بِنَاء: یعنی تعمیر، کوئی تعمیر شدہ عمارت اور عمارت کے ہر حصہ کو بھی بِنَاء کہہ سکتے ہیں خواہ وہ بنیاد ہو یا دیوار ہو یا چھت ہو یا پوری عمارت ہو۔ اور جب فرش کے مقابلہ پر بِنَاء کا لفظ استعمال ہو تو اس کا معنی چھت ہی ہو گا کیونکہ بِنَاء کا لفظ کسی تعمیر کی بلندی پر بھی ولالت کرتا ہے (۴) قرآن میں ہے:

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا
السَّمَاءَ بِنَاءً (۲۲)

وہ ذات جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان
کو چھت بنایا۔

ماہل (۱۱) عرش، پوری چھت کو بھی اور اس کی (۲) سَقْف: چھت کا اندرونی حصہ اور
لکڑیوں کو بھی کہتے ہیں۔ (۳) بِنَاء: فرش کے مقابلہ پر چھت کے معنوں میں مخصوص ہوتا ہے

۲۶۔ چھوڑنا

کے لیے تَرَكَ، هَجَرَ، عَطَلَ، خَلَّى (خَلُو) يَذَرُ (وَذَرَ)، تَخَّ، اور غَادِرُ (غَدَرَ) کے الفاظ قرآن میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱- تَرَكَ: یہ لفظ عام ہے یعنی کسی چیز کو چھوڑنا، ارڈنا ہو یا بلا ارادہ۔ اختیاری ہو یا اضطراری۔ (صفت) ہر مقام پر اس کا استعمال ہو سکتا ہے۔ قرآن میں ہے:

إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ
الْأَقْرَبِينَ (۲۸)

اگر کوئی شخص مرتے وقت، مال چھوڑے گا تو والدین
اور اقربار کے لیے وصیت ہے۔

یہ صورت اضطراری ہوئی۔ اب اختیاری یا ارڈنا کی مثال دیکھیے:

وَتَوَكَّنَا يَٰ يَٰوَسْفَٰتٍ عِنْدَ مَتَاعِنَا (۱۲)

اور ہم یوسفؑ کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ گئے۔

۲- هَجَرَ: ایک انسان کا دوسرے انسان یا انسانوں سے تعلقات منقطع کرنے کے لیے آتا ہے (۴)

ارشاد باری ہے:

وَأَصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ
هَجْرًا جَمِيلًا (۴۳)

اور جو کچھ کفار کہتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور جھلے طریقے سے ان سے الگ ہو جائیے۔
پھر لوگوں سے تعلقات ختم کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اس علاقہ کو ہی ترک کر دیا جائے اس صورت میں ہجرت کے معنی ترک وطن ہوں گے۔ ارشاد باری ہے:

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ (۲۱۸)

۳۔ عَطَّلَ: کسی چیز کو بے کار چھوڑ دینا۔ کسی مزدور کو بے کار کر دینا۔ (مفت) تعطیل بمعنی کام سے چھٹی کا وقت۔ اور معطل ایسے ملازم کو کہتے ہیں جو ابھی ملازمت میں ہو مگر اسے کام سے روک دیا گیا ہو۔ قرآن میں ہے:

وَأَذَّأ النَّسَاءَ عَطَّلَت (۹۱)

اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں چھٹی پھریں۔

اور بے کار معطلہ (۲۱۵) ایسے کنوین کو کہتے ہیں جو برباد، ویران یا غیر آباد ہو۔

۴۔ خَلَّى (خلو) خلأ بمعنی خالی ہونا۔ زبان و مکان دونوں صورتوں میں مستعمل ہے۔ خلوت بمعنی تنہائی۔ اور خلأ الی بعض معنی کسی سے تنہائی میں ملاقات کرنا ہے۔ اور خَلَّى بمعنی کسی کو تنہا چھوڑ کر خود الگ ہو جانا ہے۔ یعنی کسی کو خالی جگہ میں چھوڑ دینا۔ آزادی دینا اور گرفت نہ کرنا کے معنی میں آتا ہے (مفت) خَلَّى سَبِيلًا محاورہ ہے جو کسی پر گرفت نہ کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا
الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ (۹)

پھر اگر وہ (منافق) توبہ کر لیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ (یعنی ان پر گرفت کرو)

۵۔ یَذَّرُ (وذر) افعال ناقصہ سے ہے۔ اس کا صرف مضارع اور امر استعمال ہوتا ہے ماضی استعمال نہیں ہوتا۔ اس کا استعمال دو صورتوں میں ہوتا ہے:

(۱) کسی چیز کو حقیر سمجھ کر چھوڑ دینا (م۔ ق) جیسے ارشاد باری ہے:

وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا
لَّهْوًا (۲۱)

اور جن لوگوں نے دین کو کھیل اور تماشانا رکھا ہے انہیں چھوڑ دو (ان سے کچھ غرض نہ رکھو)۔

(۲) کسی کام کے کرنے پر مخاطب کو کسی اعتراض یا ممانعت کی اجازت نہ دینا۔ انگریزی میں اس کا متبادل لفظ LET ہے۔ اور ذَرَّی کے معنی (LET ME DO THIS) ہوگا۔ ارشاد باری ہے:

ذَرَّيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا (۹۴)

مجھے چھوڑیے اور جسے میں نے پیدا کیا۔

کا مطلب یہ ہوگا کہ میں جانوں اور وہ۔ آپ اس معاملہ میں نہ آئیں۔

۶۔ دَخَّ: یہ بھی فعل ناقص ہے جس کا صرف مضارع اور امر مستعمل ہے۔ ماضی نہیں آتا۔ اور اس کے

معنی ہیں کسی چیز کو پرسکون طریقے سے چھوڑ دینا (مفت) ارشاد باری ہے:

رَدَّعْ اِذَا هُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (۲۳۸) آپ ان کی ایذا کا خیال چھوڑیے اور اللہ توکل کیجئے!

اور رَدَّع کے معنی مسافر کو الوداع کنایا، ہنسی خوشی اور عزت و وقار سے نصحت کرنا ہے (مفت) جس میں خود الگ ہونے اور اسے چھوڑ دینے کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ (۹۳) تیرے پروردگار نے نہ تو آپ کو چھوڑ دیا ہے اور نہ ہی ناراض ہوا ہے۔

۴۔ عَادَرَ: عَادَرَ کا لفظ عمد کنفی اور بے وفائی کے لیے مستعمل ہے۔ اور عدا (معتنی بے وفا اور دشمن (مفت) (معتدوفی) اور عَادَرَ معنی کسی چیز میں غفل واقع ہونے کی بنا پر اسے چھوڑ دینا، یا باقی چھوڑنا (مفت) قرآن میں ہے:

وَحَشْرٌ نِّمْمَةٌ فَلَمَّ نَعَادِرُ مِنْهُمْ اَحْلَاطٍ) ہم انہیں اکٹھا کریں گے تو ان میں کسی کو بھی باقی نہ چھوڑیں گے۔

یعنی کسی شخص کے اعمال خواہ کیسے ہوں اسے باقی نہیں چھوڑا جائے گا۔ دوسرے مقام پر ہے:

مَا لَ هَذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَنِيفَةَ وَلَا كَيْفِيَّةً اِلَّا اَحْصَاهَا (۱۸) کیا بات ہے کہ اس کتاب (اعمال نامہ) نے کوئی چھوٹی یا بڑی بات نہیں چھوڑی مگر اس کا ریکارڈ رکھا ہے۔

محل

- (۱) ترکے کا استعمال عام ہے۔ (۵) يَدَّرُ: کسی چیز کو حقیر سمجھ کر چھوڑنا۔
- (۲) هَجَرَ: تعلقات یا وطن چھوڑنا۔ (۶) دَعَّ: کسی کو پرسکون طریقے پر چھوڑنا۔
- (۳) عَطَّلَ: کسی کو بیکار چھوڑنا۔ (۷) عَادَرَ: کسی کو کسی غربی کی بنا پر چھوڑنا۔
- (۴) خَلَّ سَبِيلًا: کسی کا راستہ چھوڑ دینا (گرفتگی کا)

۲۷۔ چھڑانا

- کے لیے قرآن میں فَلَکَ، اَنْقَدَ اور اسْتَنْقَدَ کے الفاظ آئے ہیں۔
- ۱۔ فَلَکَ: معنی کسی چیز کو کسی کے قبضہ سے چھڑانا یا آزاد کرانا ہے۔ فَلَکَ الزَّهْنِ کے معنی کسی گروی چیز کو چھڑانا۔ اور فَلَکَ الْاَسْبَکَ کے معنی کسی جنگی قیدی کو آزاد کرانا ہے (مخبر قرآن میں ہے:
- وَمَا اَدْرَاکَ مَا الْعَقَبَةُ فَلَکَ رَقَبَةٌ۔ اور آپ کیا سمجھے کہ وہ گھائی کیا ہے۔ وہ گھائی گزرن (غلام) کو چھڑانا ہے۔ (۹۶)
- ۲۔ اَنْقَدَ: معنی کسی شخص کو کسی مصیبت یا سزا سے چھڑانا، بچانا یا نجات دلانا ہے (مفت) ارشاد باری ہے:
- اَفَاَنْتَ تُنْفِذُ مَنْ فِي النَّارِ (۳۹) کیا آپ ایسے شخص کو چھڑا سکتے ہیں جو دوزخ میں ہے
- اور اسْتَنْقَدَ کسی چیز کو پوری کوشش اور خواہش سے چھڑانا۔ ارشاد باری ہے:
- وَإِنْ يَسْأَلْهُمْ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِدُوهُ وَمَنْهُ ضَعْفُ الطَّالِبِ) اور اگر (مبودان) باطل پروردگاری سے لکھی اگر کوئی چیز چھین لے جائے تو (کوشش کے باوجود) اسے چھڑا نہیں سکتے

طاب و مطلوب دونوں ایک جیسے کمزور ہیں۔
وَأَلْمَطْلُوبُ (۲۲)
اصل؛ کسی کے قبضہ سے چھڑانے کے لیے فَنَک اور کسی کو مصیبت سے چھڑانے یا بچانے کے لیے انقذ آتا ہے۔

۲۸ — چھوٹا

کے لیے قرآن میں **مَسَّ**، **لَمَسَ** اور **طَمَّتْ** کے الفاظ آئے ہیں۔
 یہ تینوں الفاظ کنایہ مرد اور عورت کی مجامعت کے لیے بھی قرآن میں استعمال ہوئے ہیں مثلاً دیکھیے:
 (۱) **مَسَّ**، **قَالَتْ رَبِّ أَنْىٰ يَكُونُ لِىٰ**
وَلَدٌ وَلَمْ يَمَسِّنِىَ بَشَرٌ (۲۴)
 (۲) **لَمَسَ**، **أَوَلَمْ تَسْتَمِ الْنِسَاءُ فَلَمْ**
تَحِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا (۲۵)
 (۳) **طَمَّتْ**؛ یہ لفظ پہلی دفعہ کی مجامعت کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:
لَمْ يَطْمِئِنَّ رَأْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانِبٌ (۲۶)
 ان (حوروں) کو اس سے پیشتر کسی جن یا انسان نے چھوا ہوگا۔
 مگر لغوی اعتبار سے یہ تینوں الگ الگ ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ **مَسَّ**، جسم کے کسی حصے کے ساتھ کسی چیز کا لگنا (مف) یہ لفظ اس معنی میں بھی قرآن میں آیا ہے۔ مثلاً
وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّى مَسَّنِىَ الضُّرُّ
 اور ایوبؑ جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے بیماری
 لگ گئی۔ (۲۷)

اسی طرح دوسرے مقام پر ہے:
وَقَالُوا لَنْ نَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا
مَعْدُودَةً (۲۸)
 ۲۔ **لَمَسَ**؛ ہاتھ یا انگلیوں سے کسی چیز کو چھونا یا ٹھون۔ خواہ مطلوبہ چیز ملے یا نہ ملے (مف) یہ لفظ ان معنی
 میں بھی قرآن میں مستعمل ہے۔ مثلاً:
وَأَنَا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلْتَأَتٍ
حَرَسًا شَدِيدًا وَرُشْهَبًا (۲۹)
 اور (جنوں نے کہا کہ) ہم نے آسمان کو ٹھونسا تو اس کو
 مضبوط چوکیداروں اور ننگاروں سے بھرا ہوا پایا۔

۳۔ **طَمَّتْ**؛ طمٹ بمعنی حیض کا خون (فل ۱۱۵) اور **طَمَّتْ يَطْمِئْتُ** کے معنی عورت کا حیض
 والی ہونا بھی ہے (منجد) اور مرد کا عورت کے پردہ بکارت کو زائل کرنا بھی (مف) گویا یہ لفظ مجامعت
 کے معنوں میں پہلی بار کی مجامعت سے مخصوص ہے اور پہلے دو معنوں میں یہ لفظ قرآن میں استعمال
 نہیں ہوا۔ نیز دیکھیے "مجامعت کرنا"،

۲۹ — چھیننا یا چھین لینا

کے لیے **سَلَبَ**، **غَضَبَ**، **تَبَّلَ** اور **خَطَفَ** کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- سَلْب: کسی چیز کو کسی دوسرے سے زبردستی لے لینا۔ (منجد) دیکھتے دیکھتے کسی چیز کو اڑا لینا یا اٹھا لینا خواہ لینے والا کمزور ہی کیوں نہ ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا يَسْلُبُ لَهُمُ الَّذِينَ لَا يَأْكُلُونَ عَلَيْهِمْ أُغْرِيَهُمْ وَلَا يَتَتَفَعَّلُونَ بِنَهُمْ (۲۲)

نہ سکیں۔

۲- غَصَب: کوئی چیز ظلم، زیادتی، زبردستی یا کمزور سے چھین لینا (منجد) لیکن کمزور سے کسی چیز کو ہتھیالینے یا چھین لینے کے لیے الگ لفظ غبن بھی ہے (۲-ق) لہذا غصب کے ہی معنی زیادہ صحیح ہیں جو امام راغب نے بیان کیے ہیں۔ یعنی کسی طاقتور کا کسی کمزور کی چیز پر ظلم اور زیادتی سے زبردستی قبضہ جمالینا (ص) قرآن میں ہے:

وَكَانَ دَوْلَهُمْ قَبْلَكَ يَا خُدَّ كَلَّ
سَيَفِينَتِي غَصَبًا (۱۱)

اور ان کے پرے ایک بادشاہ تھا جو ہر کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا۔

۳- نَال: نیل۔ بمعنی ہر وہ چیز جسے انسان اپنے ہاتھ سے پکڑ سکے اور وہ اس کو مرغوب بھی ہو۔ یا جو چیز اس کی دسترس میں ہو (ص) یعنی کسی چیز کا ہاتھ لگ جانا یا مل جانا۔ قرآن میں ہے:

قَدَدَ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ
يَنَالُوا خَيْرًا (۲۳)

اور جو کافر تھے تو اللہ نے انہیں پھیر دیا۔ وہ اپنے سختے میں (بھرے ہوئے تھے) کچھ بھلائی حاصل نہ کر سکے۔

پھر اس لفظ کے معانی میں وسعت پیدا ہوئی۔ اور یہ لفظ مراد کو پہنچنے اور محض پہنچنے کے معنی میں بھی استعمال ہونے لگا جیسے ارشاد باری ہے:

لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ (۲۴)

میرا یہ عہد ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔

اور دوسری طرف یہ وسعت پیدا ہوئی کہ یہ لفظ چھیننے کے معنی میں بھی استعمال ہونے لگا جیسے قرآن میں ہے:

وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوِّنَا لَئِنَّا

۴- خَطَف: تیز رفتاری یا تیزی سے کوئی چیز اڑا کر چلنے لہنا (ص) فل (جھپٹ لینا)۔ اچک لینا۔ قرآن میں ہے:

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ
قَرِيبٌ هُمْ كَمَا بَعَلَ (الْبُحْبُك) أُنْ كَى أَعْمَالُ (الْبَصَا)

کو اچک لے جائے۔

ماحصل: (۱) سلب: کسی چیز کو دوسرے سے زبردستی لے لینا۔ عام۔

(۲) غصب: کسی طاقتور کا کمزور کی چیز پر زبردستی قبضہ جمالینا۔

(۳) نیل: کسی مرغوب چیز کا چھین لینا جس پر دسترس بھی ہو۔

(۴) خطف: تیز رفتاری اور تیزی سے کوئی چیز اڑا لینا۔ اچک لینا۔

چوٹیا کے لیے دیکھیے "چلانا" اور "آواز"

چیزنا کے لیے قَدَّ اور مَخَّوْ - فَظُّوْ کے الفاظ آئے ہیں۔ تفصیل "پھاڑنا" میں دیکھیے۔

ح

حاجت

کے لیے حاجت (حوج)، مَارِبٌ (ارب) اور وَطْرٌ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ حَاجَةٌ: الحوج بمعنی احتیاج اور فخر و فاقہ (منجد) ایسی ضرورت یا خواہش جس کے پورا نہ ہونے پر

دل میں تنگی اور گھٹن محسوس ہونے قرآن میں ہے:

مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ قَوْلَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةٌ فِي نَفْسٍ يَعْقُوبُ قَضَاهَا
اور یہ تدبیر اللہ کے حکم کو ذرا بھی نال نہیں سکتی تھی۔ وہ تو
معصن یعقوب کے دل کی خواہش تھی جو انہوں نے پوری کی۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

لَا يَجْلُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا
أَوْتُوا (۵۹)
(اور غلش) نہیں پاتے (جالدہری)

یعنی اتنا کم ملنے پر بھی صابر و شاکر ہیں اور دل میں کچھ تنگی اور گھٹن محسوس نہیں کرتے۔

۲۔ مَارِبٌ: (أرب) اور راب ایسی ضرورت کو کہتے ہیں جس کے بغیر چارہ نہ ہو اور اس کے حصول کے لیے تگ و دو کرنی پڑے۔ قرآن میں ہے:

غَيْرِ أُولِي الْأَرْبَةِ مِنَ الزَّوْجَالِ (۲۳)
یعنی ایسے غلام مرد جنہیں ابھی نکاح کی ضرورت نہ ہو۔
اور مَارِبٌ، ماربہ کی جمع ہے جس کے معنی کسی حاجت یا ضرورت کا تکمیل پذیر ہونا ہے قرآن میں ہے:

قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّوْا عَلَيْهَا وَارْتَمَوْا
بِهَا عَلَىٰ غَيْرِي وَلِيَّ فِيهَا مَارِبٌ أُخْرَىٰ -
میرے لیے اور بھی کئی فائدے ہیں۔ (یعنی اور بھی حالتیں
پوری ہوتی ہیں) (۲۰)

۳۔ وَطْرٌ: بمعنی (۱) حاجت مطلوب (منجد) (۲) ہلمبستری، شہوت (م-ق) اور اس کی جمع اوطار ہے
قرآن میں یہ صرف دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جیسے:

فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطْرًا (۲۳)

پھر جب زید اس سے اپنی حاجت پوری کر چکا۔

- حاصل؛ (۱) حاجت، ایسی ضرورت جس کے پورا نہ ہونے پر دل میں تنگی محسوس ہو۔
 (۲) مازب؛ ایسی حاجتیں جو تکمیل پذیر ہو جائیں۔
 (۳) وطر؛ حاجتِ جماع کے لیے یہ لفظ قرآن میں استعمال ہوا ہے لیکن اس کے معنی میں وسعت ہے۔

۲۔ حاضر ہونا

کے لیے حَضَرَ، شَهِدَ اور عَتَدَ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ حَضَرَ: غائب کی ضد ہے۔ حَضَرَ بمعنی کسی چیز کا آمو جو ہونا (مفت) سامنے آجانا۔ قرآن میں ہے:
 فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنْصَبْنَاهُمْ (۲۶)

تو جب وہ جن اس کے پاس آئے تو آپس میں) کہنے لگے کہ خاموش رہو۔

۲۔ شَهِدَ: یہ لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مگر موضوع سے متعلق مندرجہ ذیل دو معنی ہیں۔
 (۱) حاضر ہونا۔ جیسے اَمْرٌ خَلَقْنَا الْمَلَكَةَ اِنَا نَا وَهِنَّ شَاهِدُونَ (۲۶)

یا ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا اور وہ اس وقت موجود تھے۔

(۲) حاضر ہونا اور کسی چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا۔ پھر اسے قاضی کے سامنے بیان کرنا (فقہ ل ۳۰)

یہ بمعنی شہادت ہے۔ جیسے:

وَلَا يَأْتِي الشَّهَادَ اَوْ اِذَا مَا دُحِّقُوا (۲۸)

گواہ (گواہی دینے سے) انکار نہ کریں جبکہ انہیں طلب کیا جائے۔

۳۔ عَتَدَ: عَتَدَ کے معنی تیار ہونا۔ اور اَعْتَدَ بمعنی تیار کرنا۔ اور عَتَيْدَ بمعنی جو چیز پہلے سے ہی تیار اور موجود ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَقَالَ قَرِينُهُ هَذَا مَا لَدِي عَتَيْدًا (۲۹)

اور اس کا ہم نشین (فرشتہ) کہے گا کہ یہ (اعمال) ہمارے پاس حاضر ہے۔

تیار دیکھے۔ تیار ہونا۔

حاصل؛ (۱) حَضَرَ؛ بمعنی آمو جو ہونا۔ (۲) عَتَدَ؛ کسی سامان کا پہلے ہی سے تیار، موجود
 (۳) شَهِدَ؛ موجود ہونا۔ دیکھنا اور بیان کرنا۔ یا حاضر ہونا۔

۳۔ حال۔ حالت

کے لیے بِال (بول) خَطْبٌ، دَابٌّ اور طَوْرٌ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ بِال؛ بمعنی موجودہ حال یا حالت۔ یہ لفظ عام ہے۔ قرآن میں ہے:
 قَالَ فَمَا بِالِ الْقُرُونِ الْاُولَىٰ۔ قَالَ عَلَيْنَا
 عِنْدَ رَبِّي (۳۰)

فرعون نے حضرت موسیٰ سے پوچھا، پہلی امتیں کس حال میں ہیں؟ ”کہا ان کا علم تو میرے رب کے پاس ہے۔

۲۔ خَطْب: عمل۔ حالت معاملہ خواہ بڑا ہو یا چھوٹا۔ عام طور پر بڑے ناپسندیدہ معاملہ کے لیے استعمال ہوتا ہے (مخبراً قرآن میں ہے:

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ - حضرت ابراہیم نے فرشتوں سے کہا، تمہارا کیا مدعا ہے؟
قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ - فرشتوں نے کہا، ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

(۲۱/۲۲)

۳۔ ذَّاب: یعنی مسلسل چلنے رہنا۔ عادتِ مستمرہ۔ عادت و اطوار۔ چال ڈھال (م۔ ل) قرآن میں ہے:
كَذَّابٍ إِلَىٰ فُجُورٍ (۳۱)

۴۔ طَوْر: یعنی اندازہ۔ حد۔ ہیئت۔ حال۔ باری۔ اور النَّاسُ أَطْوَارٌ (یعنی آدمی کئی قسم کے ہیں) مخبراً اور تَطَوَّرَ (یعنی ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہونا۔ گویا طَوْر ایسی حالت یا ہیئت کو کہتے ہیں جو اندازہ کے مطابق کچھ مدت بعد تبدیلی چاہتی ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا (۱۱۱)

ماصل (۱۱) بال: سوال کرتے وقت موجودہ حالت کے لیے۔

(۲) خَطْب: کسی ناپسندیدہ معاملہ کے بارہ میں پوچھنے کے لیے۔

(۳) ذَّاب: عادت اور چال چلن کے لیے۔

(۴) طَوْر: ایک ہیئت کے بعد دوسری ہیئت کے لیے آنا ہے۔

۴۔ حَاكِم

کے لیے حاکم، اُولی الامر اور قوام کے الفاظ قرآن کو ہم میں آئے ہیں۔

۱۔ حَاكِم: حَكَمَ (یعنی المنع عن الظلم) (م۔ ل) یعنی ایسا فیصلہ جس میں کسی کو دوسرے پر ظلم و زیادتی سے روکا جائے۔ اور حَكَمَ (یعنی کسی کو منصف یا حاکم بنانا۔ اور تحاکم (یعنی کسی حاکم کے پاس اپنا مقدمہ فیصلہ کے لیے لے جانا۔) مخبراً گویا حاکم وہ شخص ہے جو لوگوں کے مقدمہ کا فیصلہ کرے اور ظالم کو ظلم سے روکے۔ ارشادِ باری ہے:

وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ (۵۸)

اور اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو۔

۲۔ اُولی الامر: وُلِيَ الامر کی جمع ہے۔ اور وُلِيَ (یعنی کسی کو کسی علاقہ کا حاکم، والی یا بادشاہ بنانا۔

گویا لغوی لحاظ سے اس لفظ کا اطلاق کسی ملک کی حکومت کی انتظامیہ پر ہوتا ہے۔ تاہم اس کا اطلاق عدلیہ کے حاکموں پر بھی ہو سکتا ہے۔ اور اُولی الامر (یعنی اربابِ بست و کشاد) ارشادِ باری

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (۳۳)

اے ایمان والو! اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحبِ حکومت ہیں ان کی بھی۔

۳۔ قَوَّام، قائم یعنی کھڑا ہونا۔ اور قَامَرُ بَعْنِ مَيْمُونِ سے کوسید رکھا یا ایسا تادہ کرنا۔ اور قَوْمٌ بَعْنِ مَيْمُونِ کسی چیز کی تعیین و تعدیل کرنا (منجد) اور قَوَّامٌ یا قَيْمٌ اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی فرد یا ادارے یا نظام کے معاملات کو درست حالت میں چلانے اور اس کی حفاظت و نگرانی کرنے اور اس کی ضروریات مہیا کرنے کا ذمہ دار ہو۔ (ق) ارشاد باری ہے:

الَّذِينَ جَاءُوا قَوْمُونَ عَلَى النَّسَاءِ بِمَا
فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِأَنَّ
أَنْفَعُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ (۳۳)

ماحصل (۱) حَاكِمٌ بَعْنِ مَنْصُفٍ۔ فیصلہ کرنے اور ظلم سے روکنے والا۔
(۲) أُولِي الْأَمْرِ، ارباب حکومت۔ حکومت کے کارندے جن کا حکم چلتا ہو۔
(۳) قَوَّامٌ، ہر وہ شخص جو کسی فرد یا ادارے یا نظام کی تعدیل کا ذمہ دار ہو۔

۵۔ حد سے بڑھنا — زیادتی کرنا

کے لیے جَاوَزَ (جوز)، اَسْرَفَ، بَغِيَ، عَدَى اور اِخْتَدَى (عدو) فَرَطَ، سَلَقَ، عَدَا (خلو) اور شَطَطَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ جَاوَزَ، کسی خاص مقام یا مجوزہ مقام سے آگے نکل جانا (منجد) راستہ طے کرتے کرتے پار چلے جانا اور جوز الطریق راستہ کے وسط کو بھتے ہیں (منجد) قرآن میں ہے:

فَكُلَّمَا جَاوَزْنَا قَالَ لِفِتْنَتِنَا إِنَّا نَعْلَمُونَ
لَقَدْ كَفَبْنَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا نَصَبًا۔
موسیٰ نے اپنے نام سے کہا، کھانا لاؤ۔ ہمیں اس سفر سے
بہت تھکاوٹ ہوئی ہے۔ (۳۳)

۲۔ اَسْرَفَ، کسی کام میں حدِ اعتدال سے آگے نکل جانا۔ کام کرتے وقت مقررہ حد و دکی پرواہ نہ کرنا۔
سَرَفَ فِي الْأَمْرِ کے معنی کسی کام میں سستی یا غفلت کرنا کے ہیں۔ اور اَسْرَفَ کے معنی زیادتی کرنے کے۔ (م-ق) ارشاد باری ہے۔

كُلُّوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا (۳۴)

۳۔ بغی، کسی چیز کی طلب اور خواہش کے حصول میں مناسب حد سے آگے نکل جانا (معن) اپنا حق اخصان سے کچھ زیادہ وصول کرنے کی کوشش کرنا۔ اور اسی تناسب سے دوسرے کا حق دہانا۔ قرآن میں ہے:

وَأَنْ كَيْفَ يَرَى مِنَ الْخُلَطَاءِ لَيْبِيغِي بَعْضُهُمْ
عَلَى بَعْضٍ (۳۵)

۴۔ عَدَى اور اِخْتَدَى، راہِ حق سے تجاوز کرنا۔ اللہ کے احکام و حدود کا خیال نہ رکھنا (معن)۔ (منجد)

اور عددان بمعنی ظلم و زیادتی میں پہل کرنا۔ ارشاد باری ہے،
 تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا (۲۳۹)

دوسرے مقام پر فرمایا:
 نَمِنَ اضْطِرَّ غَيْرِ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا
 اِثْمَ عَلَيْهِ (۱۴۳)

پھر جو شخص لاچار ہو، وہ نہ تو نافرمانی کرنے والا ہو
 اور نہ حد (مزورت) سے آگے نکل جانے والا تو اس پر
 کچھ گناہ نہیں۔

یہاں باغ سے مراد یہ ہے کہ وہ فی الواقعہ اتنا ناچار نہ ہو کہ حرام کھانے پر مائل ہو جائے۔ مگر وہ یہ
 سمجھے کہ اتنا ناچار ہے۔ اور عادی سے یہ مراد ہے کہ اگر تھوڑا سا حرام کھانے پر گزر رہا ہو سکتی ہے تو
 زیادہ کھانا شروع کر دے۔

۵۔ قَرَطَ: پیش دستی۔ آگے نکلنا۔ جلدی کرنا۔ پہل کرنا۔ شرط منہ القول بلا سوچے سمجھے بات کہ دینا
 (منجد) گویا یہ لفظ بلا سوچے سمجھے یا جلد بازی میں زیادتی کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور قَرَطَ کئی
 اور کو تا ہی کرنے کے لیے (لغت اضداد) ارشاد باری ہے:
 وَاتَّبَعَهُ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ قُرْطًا (۱۸)

اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے لگ گیا اور اس کا کام حد سے
 بڑھا ہوا تھا۔

۶۔ سَلَقَ: دست درازی یا زبان درازی کرنا (صفت) چڑھ چڑھ کے (آنا۔ م۔ ق) ہاتھ یا زبان سے دوسرے

پر زیادتی کرنا۔ قرآن میں ہے:
 فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُمْ
 بِاللَّيْسَةِ حِدَادٍ اشْتَحَتْ عَلَى الْخَيْرِ
 (۳۲)

پھر جب (جنگ) کا خوف جاتا رہے تو یہ منافقین
 تیز زبانوں کے ساتھ تمہارے بارے میں زبان درازی
 کریں اور مال کے حصول میں لالچ رکھیں۔

۷۔ غَلَا: بمعنی منگا ہونا۔ غَلَا السُّعْرُ بَهِاءٍ وَجُرْهُ جَانًا۔ غَلَا السُّهْمُ تَمِيرًا كَوِ انْتَهَانِي نُورًا تَمَكَّ بَهِينَا۔
 غَلَا فِي الْأَمْرِ مَبَالِغًا كَرْنَا۔ حد سے بڑھنا۔ فرط عقیدت میں کسی کی قدر و منزلت میں حد سے آگے
 نکل جانا (صفت) یعنی انتہا پسندی سے کام لینا۔ ارشاد باری ہے:

يَا هَيْلُ الْكِتَابِ لَا تَقْلُوبُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا
 تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ
 عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَةٌ
 (۱۴۱)

لے اہل کتاب دین کے معاملہ میں حد سے نہ بڑھو اور
 خدا کے بارے میں سچی کے سوا کچھ نہ کہو، مسیح عیسیٰ بن
 مریم (نہ خدا تھے نہ اس کے بیٹے بلکہ) وہ اللہ کے رسول
 اور اس کا کلمہ (بشارت) تھے۔

۸۔ شَطَطًا: مبالغہ میں زیادتی کرنا۔ حد سے بہت آگے نکل جانا (منجد) جھوٹ بولنا اور اس میں غلو کرنا۔

(م۔ ق) قرآن میں ہے:
 لَنْ نَسْتَدْعُوا مِنْ دُونِهِ إِلَهًا لَقَدْ

ہم اس کے سوا کسی کو نہ پکاریں گے (اگر ایسا کیا تو)

قُلْنَا إِذَا شَطَطًا (۱۱)

اس وقت ہم نے بعید از عقل بات کہی۔

- ماحصل (۱) جَاوَزَ: مجوزہ مقام سے آگے نکل جانا۔ (۶) سَلَقَ: ہٹا اور زبان سے دوسرے پر زیادتی کرنا۔
- (۲) اَسْرَفَ: حد اعتدال سے آگے نکل جانا۔
- (۳) بَغَى: کسی خواہش کی تکمیل کیلئے تجاوز کرنا۔
- (۴) عَدَى اور اِعْتَدَى: راہ حق اور احکام الہی میں حد سے بڑھنا۔ انتہا پسندی سے کام لینا۔
- (۵) فَرَطَ: بلا سوچے سمجھے یا جلد بازی میں حد سے بڑھنا۔
- (۷) شَطَطًا، جھوٹ میں ایسا مال اللہ جسے عقل تسلیم نہ کرے۔
- (۸) شَطَطًا، جھوٹ میں ایسا مال اللہ جسے عقل تسلیم نہ کرے۔

۶۔ حد سے کم کرنا

کے لیے قَرَطًا اور قَصَرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

- ۱۔ قَرَطَ: قرط کا لفظ لغت اضداد سے ہے۔ قرط کے معنی، جیسا کہ ہم پہلے وضاحت کر چکے ہیں، بلا سوچے سمجھے یا جلد بازی میں حد سے آگے نکل جانے یا زیادتی کرنے کے ہیں۔ اور قَرَطَ کے معنی بلا سوچے سمجھے یا جلد بازی میں حد سے پیچھے رہ جانے یا کمی کرنے یا کوتاہی کرنے کے ہیں۔ قرآن میں ہے:
- أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ يٰحَسْرَتِيْ عَلٰى مَا فَرَقْتُ فِىْ جَنَّةِ اللّٰهِ (۲۹)
- اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ کے پاس میں کی۔
- ۲۔ قَصَرَ: مقررہ حد میں سے کچھ کم کر دینا یا کم رہ جانا۔ قَصَرَ السَّهْمِ بمعنی تیر کا نشانہ تک نہ پہنچنا۔ قصر الصلوة نماز پوری نہ پڑھنا بلکہ اس میں کچھ کم کر دینا۔ قَصَرَ الشَّعْرَ بمعنی بالوں کا کچھ حصہ کتر دینا اور قَصَرَ بمعنی چھوٹا ہونا (مخبر) اسی سے قصور، تقصیر اور قاصر کے الفاظ ہماری زبان میں مشہور ہیں۔ قرآن میں ہے:
- فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ (۱۱)

ماحصل؛ قَرَطَ کا لفظ کسی کام کو صحیح طور پر سرانجام نہ دینے اور کوتاہی کرنے کے لیے آتا ہے جبکہ قصر کسی چیز کی مقدار میں کمی کے لیے آتا ہے۔

۷۔ حرام

کے لیے حَرَامٌ اور سَحَّتٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

- ۱۔ حرام، ایسی باتیں یا اشیاء جن سے شریعت نے سختی سے منع کر دیا ہو۔ صاحب مقائیس اللغۃ کے الفاظ میں اس کے معنی "المنع الشدید" ہے۔ یہ لفظ عام ہے۔ مثلاً والدین کی نافرمانی بھی حرام۔

درندوں کا گوشت بھی حرام۔ اور سود بھی حرام اور شرک پر جنت بھی حرام۔ اس کی ضد حلال ہے۔ یعنی وہ چیزیں جن کے استعمال کی عام اجازت ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الزُّبْنَ
 (۲) (سود کو حرام۔)

۵۔ سحت، سحت کا لفظ کمائی اور مال سے مختص ہے۔ اور اس کا معنی ایسا رزق جو باعث ننگ و طرب ہو۔ جیسے خنزیر یا کتے کی قیمت وغیرہ (فل ۱۲) ناجائز طریقوں سے کمائی ہوئی دولت۔ حرام کی کمائی، رشوت وغیرہ۔ قرآن میں ہے:

سَمِعُونَ لِلْكَذِبِ أَكْثُونَ لِلصَّحْتِ
 (۳۳) اور (رشوت کا) حرام مال کھانے والے ہیں۔

۸۔ ح

کے لیے جُزْءٌ، زُفْتُ، حَظٌّ، خَلْقٌ، نَصِيبٌ، كِفْلٌ اور بَعْضٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جُزْءٌ: کسی چیز کا حصہ یا کلمہ (جمع اجزاء) بمعنی کسی چیز کے وہ حصے یا کلمے جن سے مل کر وہ چیز مکمل ہو یا ترکیب پاتی ہے (معنی) قرآن میں ہے:

ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَيْلٍ مِّنْهُمْ
 (۲۰) جُزْءًا

۲۔ زُفْتُ: رات کا ابتدائی حصہ یا پہلی گھڑیاں (ف۔ ل۔ ۲۴) زُفْتُ کے بنیادی معنی مرتبہ اور قرب کے ہیں رات کے ابتدائی حصہ کو زلف کہتے ہیں اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ساری رات کا نزدیک اور قریب کا حصہ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

أَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُفْتًا
 (۱۱۳) مِّنَ اللَّيْلِ

۳۔ حَظٌّ: بمعنی خیر و فضل کا حصہ (م۔ ۱) (فق ل ۱۳۵) اور بمعنی مالدار یا خوش قسمتی۔ سعادت (منجد) قرآن میں یہ لفظ ترکہ کے مقررہ حصوں کے لیے آیا ہے جو خیر و فضل اور مالدار سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ اور خوش قسمتی اور سعادت سے بھی۔ ارشادِ باری ہے:

فَلْيَدْرِكِ مِثْلَ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ (۱۱۳)

۴۔ خَلْقٌ: ہر طرح کی بھلائی کا معینہ حصہ (م۔ ۱) بھلائی کا بڑا حصہ (منجد) (معنی) (فق ل ۱۳۶) یعنی وہ فضیلت جو انسان اپنے اخلاق سے حاصل کرتا ہے۔ اس حصہ کا تعلق انسان کے اعمال سے ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

مَنْ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا
 پھر ان میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے پروردگار

وَمَا لَنَا فِي الْأَخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ (۲۱۳) ہمیں دنیا میں عنایت کر۔ ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

۵- نَصِيبٌ، نَصَبٌ بمعنی کسی چیز کو راسی سمت میں گاڑنا۔ اور نَصِيبٌ بمعنی نشان کے طور پر راہ میں گاڑا ہوا پتھر۔ اور نَصِيبٌ سے مراد وہ معین حصہ ہے جو قسمت کا لکھا ہوا (معنی) خواہ اس کا تعلق کسی محبوب چیز سے ہو یا مکروہ سے (فقہ ل ۱۳۵) ارشاد باری ہے:

وَأَبْتَعُ بِمَا أَنشَأَ اللَّهُ الدَّارَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا۔ (۲۲۸)

اور جو مال تم کو اس نے دیا ہے اس سے آخرت کی جگہ طلب نہ کیجئے اور دنیا سے (بھی) اپنا حصہ نہ بھولے۔

۶- كَيْفٌ، بمعنی کفالت۔ ضمانت اور کفیل بمعنی حصہ اور کسی کام کا لازمی بدلہ خواہ اچھا ہو یا برا۔ اور صاحبِ منجہ کے نزدیک دگنا ثواب یا دگنا گناہ ہے۔ ارشاد باری ہے:

مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِمَّا رَزَقْنَا مَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِمَّا رَزَقْنَا (۲۲۹)

جو کوئی نیک بات کی سفارش کرے تو اسے اُس سے حصہ ملے گا۔ اور جو شخص بُری بات کی سفارش کرے تو اُسے اس سے حصہ ملے گا۔

۷- بَعْضٌ، بمعنی حصہ۔ مکڑا۔ یہ کسی کُل کے جزو کے لیے بھی آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بَعْضَهَا (۲۳۰) تو ہم نے کہا کہ اس (ذبح شدہ گائے) کا ایک ٹکڑا (حصہ) دوسرے پر مارو۔

اور اگر کُل کوئی مستقل چیزوں کا مجموعہ ہو تو بعض کا لفظ فرد کے لیے بھی آتا ہے۔ جیسے بعض الناس بمعنی کوئی ایک آدمی بعض الیالی بمعنی راتوں میں سے کوئی ایک رات۔ ارشاد باری ہے:

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ (۲۳۱) تم سب ایک دوسرے کے دشمن ہو۔

علاوہ ازیں اس لفظ کا استعمال منہوی طور پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَلَا بَيْنَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي تَخْتَلَفُونَ (۲۳۲) تاکہ بعض ایسی باتیں جن میں تم اختلاف کرتے ہو۔ تمہیں سمجھا دوں۔

ماہل: (۱) جُزْءٌ، کسی چیز کا کوئی ایک حصہ یا ٹکڑا۔

www.KitaboSunnat.com

(۲) زُلْفٌ، رات کا ابتدائی حصہ۔

(۳) حَظٌّ، خیر و فضل اور مال کا حصہ۔

(۴) خَلَاقٌ، وہ معینہ حصہ جو اپنے اخلاق کے نتیجہ میں ملے۔

(۵) نَصِيبٌ، وہ حصہ جو مقدر ہو تو ہوا ہو یا زیادہ۔

(۶) كَيْفٌ، کسی اچھے یا بُرے کام کے بدلہ میں حصہ۔

(۷) بَعْضٌ، کسی کُل کا جزو یا کئی ایک جیسی چیزوں میں سے ایک یا کچھ۔

۹۔ حفاظت کرنا

کے لیے حَفِظًا، رَعِي، أَحْصَنَ اور كَلَّأَ کے الفاظ قرآن مجید میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ حَفِظًا (ضد اضاع) یعنی ضائع ہونے اور تلف ہونے سے بچانا (منجد) نگہبانی کرنا (م۔) کسی چیز کو بیرونی خطرات سے بچانے کی کوشش کرنا (فول ۱۵) قرآن میں ہے:

وَنَحْفِظُ أَمْوَالَنَا وَنُزِدُكَ كَيْلًا
ہم اپنے بھائی کی حفاظت بھی کریں گے اور ایک اونٹ کاغذ زیادہ بھی لائیں گے۔

۲۔ رَعِي، کسی چیز کی حفاظت کرنا اور بیرونی خطرات پیدا ہونے کے اسباب کو دور کرنا۔ اور رَاعِي بمعنی چرواہا۔ محافظ (ضد اھمال) بمعنی ریوڑ کا بغیر چرواہا کے چرنا (فول ۱۵) قرآن میں ہے:

وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْوَالِهِمْ وَعَهْدِهِمْ
اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اقراروں کو ملحوظ رکھتے ہیں (منجد)

رَاعُونَ (۲۳)

سے خبردار ہیں (عثمانی)

۳۔ أَحْصَنَ: حصن بمعنی قلعہ یا محفوظ مقام اور اس کی جمع حُصُونٌ ہے (۲۵) حصن میں دو باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں۔ الحفظ والاحیاطہ (م۔) یعنی حفاظت۔ احاطہ۔ اور صاحب منجد کے نزدیک اس کا معنی مضبوط جگہ میں محفوظ کرنا۔ نیز عورت کا اپنی عصمت کی حفاظت کرنا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَمَرْثِمَةَ ابْنَتِ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ
اور مرثیم بنت عمران، جس نے اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا۔

فَرَجَهَا (۲۶)

اور نکاح میں آنا بھی۔ کیونکہ نکاح بھی فحاشی کے خلاف قلعہ کا کام دیتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ
اور شوہر والی عورتیں بھی (تم پر حرام ہیں) مگر ادھ جو اسیر
ہو کر لونڈیوں کے طور پر تمہارے قبضہ میں آجائیں۔

أَيْمَانَكُمْ (۲۷)

۴۔ كَلَّأَ: کسی چیز پر بر وقت نگاہ رکھنا اور اسے باقی رکھنا۔ گویا اس میں بھی بنیادی طور پر دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ (۱) مراقبہ (۲) ثبات (م۔) حفت) اور بمعنی کسی چیز کو سلامتی سے آفت کی طرف مائل ہونے سے بچانا (فول ۱۶۹) ارشاد باری ہے:

قُلْ مَنْ يَكْفُرْ كُفْرًا لَيْلًا وَالنَّهَارِ مِنْ
آپ ان سے پوچھیے کہ رات اور دن میں تمہارے خلاف ہون
تمہاری حفاظت کرتا ہے!

الزَّحْمِينَ (۲۸)

ماحصل (۱) حفظ، کسی چیز کو ضائع ہونے سے بچانا۔

(۲) رَعِي، حفاظت اور بیرونی خطرات کے اسباب دور کرنا۔

(۳) أَحْصَنَ، احاطہ کے ذریعہ حفاظت۔

(۴) كَلَّأَ، حفاظت کر کے صحیح و سالم رکھنا۔

نیز دیکھیے "نگہبان"

۱۰۔ حقدار

کے لیے اصل لفظ تو مستحق ہے۔ اور زیادہ حقدار کے لیے قرآن کریم میں دو الفاظ ملتے ہیں۔ اَحَقُّ اور اَوْلٰی (ولی)۔

۱- اَحَقُّ : بمعنی زیادہ حقدار کا مفہوم تو واضح ہے۔ لیکن اَوْلٰی میں بہت زیادہ جامعیت پائی جاتی ہے۔ ولی کا معنی دوست۔ حمایتی اور مددگار وغیرہ ہے۔ اور ولایت کا ایک معنی مُتَوَلٰی

ہونا بھی ہے۔ ایام جاہلیت میں لوگ کسی شخص کو خواہ وہ رشتہ دار ہوتا یا غیر رشتہ دار۔ ولی بنا کر اسے وراثت کا مستحق سمجھتے تھے۔ اسلام نے بھی موانعات کے سلسلہ میں اس ولایت کے رواج کو تسلیم کیا۔ لیکن بعد میں رشتہ دار وارثوں کے حصے مقرر کر کے اس حکم کو ختم کر دیا گیا۔ گویا اَوْلٰی میں صرف حق کا پہلو ہی سامنے نہیں ہوتا بلکہ اخوت و موانعت اور حق ولایت کا پہلو بھی ملحوظ ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے :

اَلَّذِيْٓ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْۙ سِنِيْرٌ مِّنْ مِّنْ اُولٰٓئِكَ يَبِئْسَ مَا كَانُوْنَ يَفْعَلُوْنَۙ

(۲۳) ہیں۔

۱۱۔ حقی مہر

کے لیے صَدَقَةٌ، اَجْرٌ اور فَرِيضَةٌ کے الفاظ مشتمل ہوئے ہیں۔

۱- صَدَقَةٌ: (ج صَدَقْتُ) صَدَقَةٌ دال پر زبر ہو تو اس کے معنی خیرات اور دال پر ضمہ ہو تو اس کے معنی حق مہر جاتا ہے اور اَصْدَقًا اَلْبَنَةَ بمعنی بیٹی کا حق مہر مقرر کرنا ہے (منجد) مَالِكُ صَدَقَةَ مَهْرٍ سے وسیع معنوں میں آتا ہے۔ مہر اس مقررہ رقم کو کہتے ہیں جس کی ادائیگی لازم ہو جبکہ صَدَاقِ اس صدقہ یا خرچہ کو کہتے ہیں جس کی بنا پر نکاح ہو۔ گویا صَدَاقِ میں مہر کے علاوہ نان و نفقہ بھی شامل ہوتا ہے (فقہ ۱۱۲۹) قرآن میں ہے :

وَاتَّوْا النِّسَاءَ صَدَقَاتِهِنَّ بِحِلَّةٍ (۲۳) تم عورتوں کو ان کے حق مہر بخوشی ادا کیا کرو۔

۲- اَجْرٌ (ج اَجْرٌ) اجور بمعنی اجرت یا الجور اور اجیر کے درمیان طے شدہ معاوضہ۔ چونکہ نکاح میں عورت اپنی عصمت کی علت و حرمت کے طور پر ہر رقم لیتی ہے جو باہمی رضامندی سے طے پاتی ہے۔ لہذا حق مہر کے لیے اَجْرٌ کا لفظ مجازاً قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے :

وَاتَّوْهُنَّ اَجْوَرَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (۲۵) اور تم عورتوں کو ان کے حق مہر بھلے طریقے سے ادا کر دیا کرو۔

۳- فَرِيضَةٌ: فرض بمعنی مقرر کرنا۔ معین کرنا۔ واجب ٹھہرانا۔ اور فَرِيضَةٌ بمعنی مقرر کردہ یا طے شدہ حصہ (منجد) فَرِيضَةٌ کا لفظ بھی حق مہر کے لیے مجازاً استعمال ہوا ہے کیونکہ حق مہر کی رقم نکاح کے

وقت باہمی رضامندی سے مقرر کرنا ضروری ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَطْلُقُوا مَوْتَهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمُوتَهُنَّ
وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنَصَفَتْ
مَا فَرَضْتُمْ (۲۴۷)

ماحصل: حق مہر مقرر ہونے کی نسبت سے فریضہ، معاوضہ ہونے کی نسبت اجر کہا گیا ہے۔ اور صلۃ میں عورت کے تمام واجبات بشمول مہر شامل ہیں۔

۱۲۔ حکم دینا

کے لیے قرآن میں اَمْرٌ، اِذْنٌ، حَكْمٌ اور اَوْضَحِيٌّ کے الفاظ آئے ہیں۔ اور یہ سب الفاظ کسی کئی معانی میں استعمال ہوتے ہیں۔

۱۔ اَمْرٌ: امر بمعنی معاملہ۔ حالت۔ شان۔ اور اس کی جمع امر ہے۔ یہ معنی یہاں زیر بحث نہیں۔ امر بمعنی حکم اس کی جمع اوامر اور ضد نہی ہے۔ اور امر کے معنی حکم دینا۔ حکم بھیجنا اور ہدایات دینا خواہ یہ حکم کسی اچھے کام کے لیے ہو یا بُرے کام کے لیے (منجد) گویا اس لفظ کا استعمال عام ہے خواہ یہ حکم ایک بادشاہ یا حاکم کسی ماتحت کو دے یا کوئی عام شخص دوسرے شخص کو دے۔ قرآن میں ہے:

يَا مَعْزُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (۲۴۸)

وہ اچھے کاموں کا حکم دیتے اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہیں۔

دوسرے مقام پر ہے کہ قیامت کے دن کمزور لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ:

اِذْ تَأْمُرُوْنَنا اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهُ اٰنْدَادًا (۲۴۹)

اور اس کا شریک بنائیں۔

۲۔ اِذْنٌ: کے معنی منظوری دینا یا اجازت دینا ہے۔ اور جب حکم دینا اس کا معنی ہو تو اس سے مراد ایسا حکم دینا ہے جو مشیتِ الہی کا متقاضی ہو (امت) ارشادِ باری ہے:

فِي يَوْمٍ اِذْنُ اللّٰهِ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ
فِيهَا اسْمُهُ (۲۵۰)

کیے جائیں اور وہاں اللہ کا نام ذکر کیا جائے۔

۳۔ حَكْمٌ کے معنی کسی چیز کی اصلاح کے لیے اسے روکنا یا لگام دینا ہے۔ حَكْمَةٌ الذَّاتِيَّةُ بمعنی میں نے جانور کو لگام دی (امت) اور حَكْمٌ بمعنی منع عن الظلم (م۔ ل) یعنی ایسا حکم یا فیصلہ جس سے کسی کو ظلم اور زیادتی سے روکا جائے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلِيَحْكُمَ اَهْلًا لِّاِنْجِيلٍ بِمَا اَنْزَلَ
اللّٰهُ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ (۲۵۱)

اور اہل انجیل کو چاہیے کہ اللہ نے اس میں جو احکام نازل فرمائے ہیں اس کے مطابق حکم کیا کریں اور جو اللہ کے نازل شدہ احکام کے مطابق حکم نہ لے تو یہ لوگ نافرمان ہیں۔

- ۴۔ اَوْصَىٰ: کے معنی کسی سے کسی بات کا عہد لینا، حکم اور وصیت کرنا ہے (منجد) اور جب اس کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس سے مراد تاکید ہی حکم ہوتا ہے۔ جیسے:
- رَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَسَا
دُعْتُ حَيًّا (۱۹)
- تاکید کی ہے (عثمانی)
- يَا — يُوْصِيكُمْ اللهُ فَأَذِلَّكُمْ
لِلذِّكْرِ مِثْلَ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ (۲۰)
- خدا تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں حکم دیتا ہے کہ
ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔ (عثمانی)
- ماحصل (۱) آخر کا لفظ حکم دینے کے معنی میں عام ہے۔
- (۲) اَذِنَ: ایسا حکم جو مشیت الہی کا متقاضی ہو ورنہ اس کا معنی اجازت یا منظوری دینا ہے۔
- (۳) حُكْمٌ: ایسا حکم جس کے ذریعہ ظلم سے روکا جائے۔
- (۴) اَوْصَىٰ: جب اس کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس سے مراد تاکید ہی حکم ہے۔
حلق کے لیے دیکھیے — ”گلا“

۱۳۔ حملہ کرنا

- کے لیے سَطًا اور اَعَارًا (غور) کے الفاظ آئے ہیں۔
- ۱۔ سَطًا (سَطْوَةٌ) بہ وعلیہ یعنی کسی پر حملہ کر کے مغلوب کرنا۔ اور سَطًا الفرس یعنی گھوڑے کا چوڑے چوڑے قدم اٹھاتے ہوئے دوڑ پڑنا (منجد) اور سَطًا بمعنی شدید گرفت کرنا یا اس پر حملہ کرنا (مفت) ارشاد باری ہے:
- يَكَاذِبُونَ يَسُطُونَ بِالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ
عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا (۲۱)
- ایسے لگتا ہے کہ جو لوگ ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر
سناتے ہیں ان پر بھی حملہ کریں گے۔
- ۲۔ اَعَارَ: (غور) (غَارَةٌ وَاعَارَةٌ) بمعنی لوٹ ڈالنا۔ اَعَارًا الفرس بمعنی گھوڑے کا تیز دوڑنا (منجد) ارشاد باری ہے:
- فَالْمَغِيرَاتُ صَبِحًا (۲۲)
- پھر (تم ہے ان گھوڑوں کی) جو صبح کو غارت ڈالتے
ہیں (عثمانی) پچھا پڑھتے ہیں (بالندھری)
- ماحصل (۱) سَطًا: حملہ میں سختی کرنا اور مغلوب کرنے کی کوشش کرنا۔
- (۲) اَعَارَ: حملہ کرنا اور لوٹ ڈالنا۔

۱۴۔ حیران ہونا

- کے لیے حَيَّرَانَ (حیر) بَهَّتْ اور عَجِبْتَ کے الفاظ آئے ہیں۔
- ۱۔ حَيَّرَانَ عام لفظ ہے۔ راہِ صواب نہ ملنے کی وجہ سے تردد میں پڑنا۔ معاملہ خواہ کچھ ہو۔ قرآن میں ہے:

جیسے کسی شخص کو جنگل میں جنات نے جھلا دیا ہو اور
وہ حیران ہو رہا ہو اور اس کے کچھ رفیق ہوں جو اس کو
رستے کی طرف بلائیں کہ ہمارے پاس چلا آ۔
كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيْطَانُ فِي الْاَرْضِ
حَيْرَانَ لَهُ اصْحَابٌ يَدْعُوْنَهُ اِلَى
الْهُدَى اٰتَيْنَا (۶۱)

۲- بہت: حیرانی کی وجہ سے اچانک دم بخود ہو جانا (م ق میخند) ہوش و حواس کھو دینا۔ حیران و
ششدر رہ جانا۔ ہکا بکارہ جانا۔ مَبْهُوْتٌ کا لفظ اسی سے مشتق ہے۔ قرآن میں ہے:
فَبُهتَ الَّذِي كَفَرَ (۲۵۸) (یسن کر) کا فر بہوت ہو گیا۔

دوسرے مقام پر ہے:
بَلْ تَأْتِيهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ (۳۱)
بلکہ قیامت ان پر ناگہان واقع ہوگی تو ان کے ہوش
کھوے گی۔

۳- عَجِبَ: اَلْعَجَبُ ایسی حیرانی کو کہتے ہیں جس کی وجہ معلوم نہ ہو (مفت) اور عَجِبَ بمعنی حیران
ہونا۔ تعجب کرنا۔ ارشاد باری ہے:
بَلْ عَجِبُوا اَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ
لیکن ان لوگوں نے تعجب کیا کہ انہی میں سے ایک
ڈرانے والا ان کے پاس آیا۔ (۵۳)

ماحصل: (۱) حَيْرَان: عام ہے۔
(۲) بَهْت: یکدم حیرانی کی وجہ سے حواس کھو جانا۔ نہ ہو۔
(۳) عَجِبَ: ایسی بات پر حیران ہونا جس کی وجہ معلوم

۱۵- حیض

کے لیے حَيْضٌ اور قُرُوءٌ (قَرَع) کے الفاظ آئے ہیں۔
۱- حیض: حیض مشہور لفظ ہے۔ اور مَحِيضٌ بمعنی حیض بھی، وقت حیض بھی اور مقام حیض بھی۔ (مفت)
اور حَاصِنَةُ الْمَرْأَةِ بمعنی عورت کو حیض آیا۔ ارشاد باری ہے:
وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ (۲۲۲)
لوگ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

۲- قُرُوءٌ: قَرَع کی جمع ہے۔ بمعنی عورت کا طہر سے حیض میں داخل ہونا۔ لہذا اس لفظ کا اطلاق لغوی
طور پر ظہر اور حیض دونوں پر ہوتا ہے (لغت اضداد) لیکن رسول اللہ کے ارشاد اَقْبِلِي عَنِ
عَنِ الصَّلَاةِ اَيَّامَ اَقْرَابِكِ (حیض کے دنوں میں نماز ترک کر دے) کے مطابق اس کا ترجمہ حیض ہی
راجح قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے:
وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ
اور مطلقہ عورتیں تین حیض تک اپنے تئیں روکے
رہیں۔ (۲۲۸)

خ

۱۔ خاوند

کے لیے بَعْل۔ زوج اور سیتد (سود) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بَعْل: بمعنی خاوند، شوہر (رج بعول) اور بیوی کو بَعْل اور بَعْلَتہ کہتے ہیں۔ اور بَاعَلَ بمعنی ایک قوم کا دوسری قوم میں شادی بیاہ یا رشتہ نانا کرنا ہے (منجد)

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب میاں بیوی الگ الگ قبیلوں سے تعلق رکھتے ہوں تو اس وقت یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ اور صاحب فروق اللغویہ کے نزدیک کوئی شخص اس وقت تک بَعْل نہیں کہلا سکتا جب تک صحبت نہ کرے۔ اور استمشاد اس ارشاد نبوی سے کیا ہے۔ یوم الکلاہ شرب وبعال (فول ۲۳۱) قرآن میں ہے،

قَالَتْ يٰۤاٰنِيۤكُنِيۤ اَبًاۤ اِدُّوۤاۤ اَنَاۤ اَعۡجُوۡنًا
وَهٰذَاۤ اَبِيۤكُنِيۤ شَيْخًا (۱۱۶)

حضرت ابراہیم کی بیوی کہنے لگی اے میرے پھر ہوگا؛
میں تو بڑھیا ہوں اور یہ میرا خاوند بھی بڑھا ہے۔

۲۔ زوج: (جمع ازواج) بمعنی جوڑا۔ دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کے زوج ہیں۔ پھر ان میں سے ہر ایک دوسرے کا زوج ہے۔ خاوند کے لیے بیوی زوج ہے اور بیوی کے لیے خاوند اس کا زوج ہے۔ ارشاد باری ہے:

قَدْ سَمِعَ اللهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ
فِي زَوْجِهَا (۱۱۶)

بیشک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے خاوند
کے بارے آپ سے بحث و جدال کرتی تھی۔

۳۔ سیتد: بمعنی سرور۔ آقا۔ مالک۔ خاوند کے لیے یہ لفظ مجازاً استعمال ہوا ہے کیونکہ عالمی نظام میں خاوند کی حیثیت برتر ہوتی ہے۔ قرآن میں ہے،
وَالْفِيۤاَسِيۤدَۃَۤاۤ اَلۡبَابِ۔
اور دونوں (یوسف و زلیخا) نے زلیخا کے خاوند کو
دروازے کے پاس پایا۔ (۱۲)

ماصل (۱۱) بَعْل: وہ خاوند جو صحبت بھی کر چکا ہو۔

(۲) زوج: ذوی العقول اور غیر ذوی العقول سب کے لیے عام ہے۔ نیز خاوند بیوی دونوں کے لیے۔

(۳) سیتد: مجازاً خاوند کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

۲- خبر

کے لیے خَبْرٌ۔ خُبْرٌ اور نَبَأٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آتے ہیں۔
 ۱- خَبْرٌ (ج اخبار) مشہور لفظ ہے۔ ایسا واقعہ جس کا انسان کو علم نہ ہو۔ اور کسی دوسرے ذریعے سے

اسے اطلاع ہو وہ خبر ہے۔ گرد و پیش کے حالات کا علم قرآن میں ہے:
 قَالَ لِأَهْلِيهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا
 مَوْسَىٰ نَسِيَ لِبَنِيهِ كَهْرًا وَالْوَالِدِينَ مِنْهُ
 أَعْيُنًا وَمَنْ يَنْصُرُ مَوْسَىٰ سِوَىٰ اللَّهِ
 لَنْ يَنْجِيَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
 آگ دیکھی ہے۔ شاید وہاں کوئی خبر لاسکوں۔

دوسرے مقام پر ہے،

قُلْ لَا تَعْتَبِرُوا زَوَالًا لَّنْ نُّؤْمِنُ لَكُمْ قَدْ
 نَبَأْنَا اللَّهُ مِنْ خَبَرِكُمْ (۹۳)

۲- خُبْرٌ کسی واقعہ کی حقیقت کا علم، تجربہ، بصیرت۔ کہتے ہیں صَدَقَ الْخَبْرُ الْخُبْرُ۔ تجربہ اور
 مشاہدے سنی ہوئی خبر کی تصدیق کی (خبر قرآن میں ہے:

وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ
 خُبْرًا (۱۸)

۳- نَبَأٌ کسی اہم معاملہ کے متعلق خبر (مف) خصوصاً ایسی خبر جس سے سننے والا بھی متعلق ہو۔ اور خواہ یہ
 خبر گزشتہ واقعہ سے تعلق رکھتی ہو۔ یا آئندہ کے حالات سے۔ قرآن میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ
 فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَدَبِّسُوا (۲۹)

حاصل: خَبْرٌ اور نَبَأٌ میں مندرجہ ذیل فرق ہیں:

(۱) خبر عام ہے، نَبَأٌ خاص۔ نَبَأٌ وہ خبر ہے جس کے سننے والے کی ذات سے تعلق ہو اور وہ اس پر اثر انداز ہو
 سکتی ہو۔ ابام راغب کے الفاظ میں اہم خبر۔ کہتے ہیں یہ بات فلاں کے لیے نیا ہو سکتی ہے۔ یہ نہیں کہتے کہ خبر
 ہو سکتی ہے۔

(۲) نَبَأٌ کا تعلق مستقبل اور ابعد الطبیعات سے بھی ہو سکتا ہے جبکہ خبر کا تعلق صرف ماضی اور حال سے ہوتا ہے۔

(۳) نَبَأٌ اور نَبَأٌ آگاہ کرنا کے معنوں میں آتے ہیں۔ اور خَبْرٌ اطلاع دینے کے معنوں میں۔ کہتے ہیں هَلْنَا
 الْأَمْرَ يُدْبِي كَذَا (یہ معاملہ ایسی بات کی نیا دیتا ہے) یہ نہیں کہتے کہ خَبْرٌ كَذَا اس بات کی خبر
 دیتا ہے (فقہ ۲۹) اور خَبْرٌ اس خبر کو کہتے ہیں جو تحقیق سے درست ثابت ہو۔

۳- ختم ہونا

کے لیے نَفَدٌ اور خْتَمٌ کے الفاظ آتے ہیں۔

- ۱- نَفْدًا: کسی چیز کا ختم ہو کر باقی نہ رہنا۔ فنا ہو جانا (م۔ ل) اور اس کی ضد بَقِيَ ہے۔ قرآن میں ہے:
- مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ
بَاقٍ (۱۶)
- کے ہاں ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔
- ۲- خْتَمَ: کسی چیز کے پورا ہونے کے بعد اسے بند کر کے سز مہر کر دینا تاکہ اس میں کسی قسم کی کمی بیشی نہ ہو سکے (م۔ ل) آخر الامر ختم عمل یعنی کسی کام سے فارغ ہونا اور ختم الکتاب یعنی پوری کتاب پڑھ جانا (مخبر) ارشاد باری ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ
وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (۳۳)

محمد تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ لیکن وہ اللہ کے رسول اور انبیاء کی مہر (یعنی ان کے ختم کرنے والے) ہیں۔

ماحصل: نَفْد میں اصل چیز فنا ہو جاتی ہے یا ہاتھ سے نکل جاتی ہے جبکہ خْتَم میں وہ چیز بحال رہتی ہے۔ البتہ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔

۴۔ خدمتگار

- کے لیے غُلَامٌ، فَتٰی اور سَخِيًّا کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
- ۱- غُلَامٌ: غلام اس بچے یا لڑکے کو کہتے ہیں جو باغ ہو چکا ہو اور اس کی جنسی خواہشات بیدار ہو چکی ہوں۔ (عَنْتَمَ الْفَحْلُ عِلْمًا) یعنی کسی زمین جفتی کا ہیجان پیدا ہونا۔ اور غُلَامٌ نوجوان کو۔ اور اَغْلَامٌ مُّشْتَرِكٌ زَنِيٌّ کو کہتے ہیں۔ اور غُلَامٌ کی جمع غُلَمَةٌ اور غُلَمَانٌ آتی ہے۔ دوسرے پہلو سے غُلَامٌ اور غُلَمَانٌ ان بچوں کو کہتے ہیں جو امیر گھروں میں گھر کے چھوٹے موٹے کام کاج کے لیے رکھے جاتے ہیں۔ اس صلہ میں یا تو ان کو معمولی معاوضہ دیا جاتا ہے یا پھر تہذیب و تربیت ہی اُن کا معاوضہ ہوتا ہے۔ اس صورت میں غُلَامٌ کے لفظ کا اطلاق بالکل نابالغ بچے پر بھی ہو سکتا ہے) ارشاد باری ہے:

قَالُوا يَا بَشْرُي هَذَا غُلَامٌ وَأَسْرُوهُ
بِضَاعَةً (۱۶)

(قافلہ والے) کہنے لگے۔ زبے قسمت یہ (لوہٹ) تو
(نہایت حسین) لڑکا ہے اور اسے سربا یہ کچھ کر چھپایا۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غُلَمَانٌ لَهُمْ كَانَتْهُمْ
نُفُوسٌ مَّكْنُونٌ (۵۳)

اور ایسے نوجوان خدمتگار ان کے آس پاس چریں گے جیسے
وہ چھپائے ہوئے موتی ہیں۔

- ۲- فَتٰی: اور فَتٰی یعنی جوان ہوا۔ عمر کے لحاظ سے جوان ہونے سے لے کر بھر پور جوانی تک پہنچنے تک اس کا زمانہ ہے۔ (ج فتیان) مَوْتٌ فَتَاةٌ (ج فتیان) خدمت کے لحاظ سے فَتٰی کا استعمال بہت وسیع ہے۔ فَتٰی اور فَتَاةٌ نو بڑی غلام کو بھی کہتے ہیں۔ ملازم اور کارندوں کو بھی اور اپنے خدمتگار ساتھیوں پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور فَتٰیةٌ نوجوانوں کی جماعت کو کہتے ہیں

ارشاد باری ہے:

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ إِنِّي نَادَيْتُكَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فَمَوْلَى لِي فِي مَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ (۱۸)

جب آگے چلے تو موسیٰ نے اپنے جوان ساتھی سے کہا کہ ہمارے لیے کھانا لاؤ۔

اور یہ ساتھی یوشع بن نون تھے جو حضرت موسیٰ کے شاگرد خاص بھی تھے اور خدا متکار بھی۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَقَالَ لِفَتَاهُ اجْعَلُوا لِي مِثْلَ مَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ (۱۹)

اور یوسف نے اپنے خدام سے کہا کہ ان کی پونجی بھی ان کی کھرجیوں میں رکھ دو۔

تیسرے مقام پر ہے:

وَلَا تُكْرَهُوا قَتْلًا فَكَيْفَ عَلَى الْقَوْمِ الْإِثْمُ (۲۰)

اور اپنی نوٹدیوں کو بدکاری کرنے پر مجبور نہ کرو۔

۳۔ سُخْرِيًّا: سُخْرٍ (تِسْحَرُ) بمعنی مذاق اڑانا۔ اور سُخْرٍ (تِسْحَرُ) بمعنی کسی کو قسماً

تا بعد از بنانا۔ ارشاد باری ہے:

سُخِّرَ لَكُمْ مَائِي الْأَرْضِ (۲۱)

اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ نے تمہارے لیے کام میں لگا دیا ہے۔

اور سُخْرِيًّا۔ بے اجرت نوکری اور بیگار لینا بھی اس کا معنی ہے (م۔ ق) اور با معاوضہ خدمت بھی۔ لیکن اس میں اضطراب کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ یعنی ضرورتوں سے مجبور ہو کر خدمت یا ملازمت

کرنا۔ ارشاد باری ہے:

وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا (۲۲)

اور ہم نے ہمیشہ میں ایک کے دوسرے پر درجے بلند کیے، تاکہ ایک دوسرے کو خدا متکار بنائے۔

حاصل: (۱) غلام: چھوٹی عمر کے گھروں اور خدا متکار۔ (۲) سُخْرِيًّا: اضطرابی خدمت گزار کیلئے

(۲) قَسِيًّا: جوان خدا متکار اور کارندے۔ آتا ہے۔

۵۔ خرابی

کے لیے خَبَالًا (خبل، مَعْرَّةٌ عَرُورٌ) اور فَسَادًا کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ خَبَالًا: خبل، اعضاء و جوارح کے بگاڑ پر ولالت کرتا ہے (م۔ ل) کہتے ہیں خَبَلُ الْعُقُورِ عَقْلًا

غم نے اس کی عقل کو خراب کر دیا۔ خَبَلُ الْحَبِثِ عَقْلَهُ مَجْتَبَاً اس کی عقل کو تباہ کر دیا (مخبر) گویا خبال

ایسی خرابی کو کہتے ہیں جو کسی کو لاشعری ہو کر اضطراب اور بے چینی پیدا کر دے جیسے جنون یا وہ مرض

جو مستقل طور پر اثر انداز ہو (صفت) مستقل روگ۔ ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً

مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا (۲۳)

بنائو۔ یہ لوگ تمہاری خرابی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھیں گے

۲- مَعْرَةٌ: ہر قسم کی مضرت پر بولا جاتا ہے۔ عَيْرَ کے معنی خارش زدہ ہونا۔ اور مَعْرَةٌ کا اطلاق ہر طرح کے دکھ، رنج، خرابی، سختی اور گالی گلوچ پر ہوتا ہے (مخبر- معنی) اور ابن الفارس کے نزدیک مَعْرَةٌ ایسے دکھ اور رنج کو کہتے ہیں جو انسان کو کسی گناہ یا نامناسب کام کے نتیجہ میں پہنچے (م- ل) قرآن میں ہے:

وَلَوْلَا رِجَالُ الْمُؤْمِنِينَ وَالنِّسَاءُ الْمُؤْمِنَاتُ
لَمْ تَعْلَمُوهُمْ أَنْ تَطَّوَّهُمْ فِتْنَتِكُمْ
وَتَنْهَمُ مَعْرَةٌ يُغْتَابُ بِهَا
طَرَفٌ نَادٍ لِنَصِيحَانٍ بِيَهْنٍ جَانًا۔

۳- فساد: (ضد اصلاح) ایسی خرابی کو کہتے ہیں جو کسی چیز کے عہد اعتدال سے کسی بیشی واقع ہونے پر ظاہر ہو اور اس کا توازن بگاڑ دے (معنی) قرآن میں ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَحْرِ وَمَا كَسَبَتْ
أَيْدِي النَّاسِ (۳۱)

ماحصل (۱۱)۸: خیال: ایسی خرابی جس کا اثر اعضا و جوارح پر ہو۔ مستقل روگ۔

(۲) معرۃ: ایسی خرابی جو کسی نامناسب کام کے نتیجہ میں واقع ہو۔

(۳) فساد: عہد اعتدال میں بے اعتدالی کی وجہ سے پیدا شدہ خرابی۔ معاشرہ کا بگاڑ۔

۶- خراب کرنا۔ ہونا

کے لیے خَرِبَ اور اَخْرَبَ، فَسَدَ اور اَفْسَدَ، اَعَابَ، اَسَنَّ، سَنَّ اور سَنَّتَهُ کے الفاظ آئے ہیں۔
۱- خَرِبَ اور اَخْرَبَ: خَرِبَ بمعنی کسی کھیتی یا عمارت کا ویران و برباد یا اجاڑ ہونا۔ بے آباد ہونا۔
ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ اَظْلَمَ مِنْ مَنْعَ مَسَاجِدِ اللَّهِ
اَنْ يُّذَكَّرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَى
فِي خَرَابِهَا (۱۱۳)

اور اَخْرَبَ (ضد عَمَرَ) بمعنی کسی آباد جگہ کو بے آباد کرنا۔ کسی تعمیر کو گرانا اور ڈھانا۔ کسی کھیتی کو ویران کرنا اور اجاڑنا ہے (معنی) قرآن میں ہے:

وَقَدْ فَتَنَّا فِي قُلُوبِهِمُ الرَّعْبَ يَخْرَبُونَ
بِئْسَ مَا يَأْتِيهِمْ وَيَأْتِي الْأُمِّيِّينَ۔
اُجَابَةُ لَكِ (۵۹)

۲- فَسَدَ اور اَفْسَدَ: فساد بمعنی بگاڑ (ضد اصلاح) ہر وہ کام جو خلافِ شرع ہو خواہ اس کا تعلق اعمال سے ہو یا عہد سے۔ اور فَسَدَ بمعنی کسی چیز میں بگاڑ پیدا ہونا اور اَفْسَدَ بمعنی خراب کرنا

اور بگاڑنا۔ ارشاد باری ہے،

وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا۔ اور ملک میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرنا۔

(۵۶)

۳۔ عَاب، عیب کسی چیز کی شکل و صورت یا اس کے اندر کوئی خرابی یا نقص ہونا (معت) اور عَابِ
 بمعنی کسی چیز کو عیب دار بنانا یا خراب کر دینا۔ جاندار ہو یا بے جان۔ قول و فعل ہر صورت میں اس
 لفظ کا اطلاق ہوتا ہے (قول ۲۹) ارشاد باری ہے،

أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسْكِينٍ وَهُوَ كَثِيْفٌ تَمِيَّيْ لُوْغُوْنَ كِي تَمِيَّيْ يُوْوِرِيْ فِيْهَا مِنْ مَّغْتَرِيْ
 يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْنَاهُ اَنْ يَّعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْنَاهُ اَنْ يَّعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْنَاهُ اَنْ يَّعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ

أَعْيَبَهَا (۱۸)

۴۔ اَسَنَ، اَسَنَ اَلْمَاءُ بمعنی پانی کا متغیر ہو کر بدبودار ہو جانا۔ اور اَسَنَ الرَّجُلُ بمعنی سڑے ہوئے پانی
 والے کنوئیں میں داخل ہونے سے بیہوش ہونا یا سر پکڑنا (معت منجد) گویا اَسَنَ کا لفظ پانی کے
 خراب، متغیر اور بدبودار ہونے کے لیے آتا ہے۔ ارشاد باری ہے،

ذِيْمًا اَنْ تَهْرُقْنَ مَّاءٍ غَيْرِ اَسِنٍ (۱۹) اس (جنت) میں نہریں ہیں جن کا پانی کبھی پونہیں کرے گا۔

۵۔ سَنَ، سَنَ بمعنی دانت بھی ہے اور عمر بھی۔ اور سَنَّةٌ بمعنی طریقہ، دستور اور سَنَ سَنَةً بمعنی
 اس نے طریقہ رائج یا جاری کیا (معت منجد) گویا سَنَ کے لفظ میں مدت اور دوام کا تصور پایا جاتا
 ہے۔ اور مَسْنُونٌ اس چیز کو کہتے ہیں جو ایک مدت گزرنے سے خراب اور بدبودار ہو جائے
 تاہم اس لفظ کا استعمال عموماً کچھ دغیرہ کے لیے ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے،

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ وَاوْرَاقٍ اَوْرَاقٍ وَاوْرَاقٍ اَوْرَاقٍ وَاوْرَاقٍ اَوْرَاقٍ وَاوْرَاقٍ اَوْرَاقٍ
 مِنْ حَمِئٍ مَسْنُونٍ (۲۰) پید کیا ہے۔

۶۔ سَيْنَةٌ، بمعنی بہت سالوں والا ہونا۔ سَيْنَةُ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ بمعنی کھانے پانی کا متغیر ہونا بگڑ
 جانا۔ اور نَسْنَةُ الْحَبْرِ بمعنی روٹی کا سڑنا۔ بدبودار ہونا (منجد) ارشاد باری ہے،
 فَاَنْظُرْ اِلَى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَكُنْ لَكَ مِنْهُمَا حِفْظٌ وَاَنْظُرْ اِلَى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَكُنْ لَكَ مِنْهُمَا حِفْظٌ
 يَنْسِنُكَ (۲۱) میں مطلق خراب نہیں ہوں۔

مآصل (۱) خوب، مکان۔ جگہ یا کھیتی کا ویران یا خراب ہونا۔

(۲) فساد، اعمال و عقائد میں خرابی۔

(۳) عَاب، کسی چیز کو فی لفظ خراب کرنا۔

(۴) اَسَنَ، پانی کے خراب ہو کر بدبودار ہونے کے لیے۔

(۵) سَنَ، طویل مدت میں گزرنے پر خراب ہونے والی چیزوں کے لیے۔

(۶) سَيْنَةٌ، کھانے پینے کی چیزوں کے بدبودار ہونے کے لیے آتا ہے۔

۴۶۰۔ خرچ کرنا

کے لیے اَنْفَقَ، اَسْرَفَ، بَخَّلَ، بَخَّلَ، اَقْتَرَّ اور اَهْلَكَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَنْفَقَ: خرچ کرنا کے لیے عام لفظ ہے۔ مگر مال و دولت خرچ کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ تاہم اس میں یہ تصور پایا جاتا ہے کہ ایک طرف سے مال آتا جائے اور دوسری طرف خرچ ہوتا ہے۔ نفق، اس سرنگ کو کہتے ہیں جس کے دونوں رستے کھلے ہوں۔ اور نيفق التواويل پا جائے کے نيف کو کہتے ہیں۔ اور نَافِقُ الْيَرْبُوعُ وَنَفَقَ بمعنی جھگی چوہیا اپنے بل کے ایک سرے سے داخل ہو کر دوسرے سرے سے نکل گئی۔ اور شرعی اصطلاح میں نفاق اس طریقے کو کہتے ہیں کہ انسان ایک راستے سے اسلام میں داخل ہوتا اور دوسرے راستے سے اس سے نکل جاتا ہے (معنی ارشاد باری ہے: **وَافْقُوا مِنْ خَارِجِ قُلُوبِكُمْ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَّ أَحَدَكُمْ الْمَوْتُ**) (۳۱) سے پیشتر خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے۔

۲۔ بَخَّلَ اور ۳۔ اَقْتَرَّ دیکھیے "بخل کرنا"

۴۔ اَسْرَفَ اور ۵۔ بَخَّلَ کے لیے دیکھیے "فضول خرچی کرنا"

۶۔ اَهْلَكَ: کا اصل معنی کسی چیز کو ہلاک کرنا، تباہ کرنا یا برباد کرنا ہے۔ اور جب اس کی نسبت مال و دولت سے ہو۔ تو اس کا مطلب سارے کی ساری مالیت کا مال خرچ کر دینا ہے۔ اور یہ عموماً بُری جگہوں پر مال خرچ کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُبَدًا (۹)

انسان کہتا ہے کہ میں نے بہت سا مال برباد کر دیا۔

أَصْلُ: (۱) اَنْفَقَ: خرچ کرنے کے لیے عام لفظ۔ (۲) اَسْرَفَ: ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا۔

(۳) بَخَّلَ: جانِ ضرورت پر بھی خرچ نہ کرنا یا کم کرنا۔ (۴) بَخَّلَ: بلا ضرورت اور بے دریغ خرچ کرنا۔

(۵) اَقْتَرَّ: اپنے عیال کے نان و نفقہ میں بخل کرنا۔ (۶) اَهْلَكَ: مذموم مقاصد میں بہت سا مال خرچ کرنا

۸۔ خرید و فروخت کرنا

کے لیے بَاعَ اور تَبَاعَعَ، شَرَى اور اشْتَرَى اور تَبَاعَرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بَاعَ اور تَبَاعَعَ (بيع) بمعنی خریدنا بھی اور بیچنا بھی۔ یعنی لین دین کرنا۔ یہ لفظ لغت و اصطلاح سے ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے ضمیمہ ۱) اور ابتاع کا لفظ خریدنے کے معنوں میں آتا ہے لیکن یہ لفظ قرآن میں استعمال نہیں ہوا۔ عرف عام میں بایع بچنے والے کو کہہ لیتے ہیں۔ اور تبایع بمعنی معاہدہ کرنا بیعت کرنا بھی اور آپس میں لین دین کرنا بھی اور تبایع بمعنی آپس میں خرید و فروخت یا لین دین کرنا ہے۔ ارشاد باری ہے: **وَاشْهَدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ** (۲۸)

اور جب لین و خرید تو گواہ بنا لیا کرو۔

۲۔ شَرَى: بیع کی طرح شری بھی لغت و اصطلاح سے ہے۔ اور خریدنے اور بیچنے دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے (دیکھیے ضمیمہ ۱) البتہ اشْتَرَى کا لفظ خریدنے کے معنوں میں مخصوص ہے۔ اور مشتری

خریدار کو کہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:
 إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ
 وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ (۱۱۱)

اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور مال کے مالِ جنت کے عوض خرید لیے ہیں۔

۲۔ تَبَاةً: تَبَاةً کا لفظ بھی خریدنے اور بیچنے دونوں معنوں میں آتا ہے۔ لیکن اس میں خریدنے یا بیچنے سے اصل غرض نفع کما نا ہوتا ہے جبکہ بیع و شراہ میں اس سے مقصد کوئی دوسری غرض پوری کرنا ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الضَّلٰةَ
 بِالْمُدَىٰ فَسَارِ بَحْتٍ تَبَاةً لَّهُمْ (۱۱۲)

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے عوض گمراہی خریدی
 تو ان کی تجارت نے انہیں کچھ نفع نہ دیا۔

ماصل (۱۱۱)؛ باع: خرید و فروخت کرنا۔ جبکہ غرض ذاتی ضرورت پوری کرنا ہو۔ اور عرف عام میں باع بیچنے والے کو کہتے ہیں۔

(۲) شراہ: خرید و فروخت کرنا جبکہ غرض ذاتی ضرورت پوری کرنا ہو۔ البتہ اشتراہی خریدنا کے معنوں میں آتا ہے۔
 (۳) تَبَاةً: خرید و فروخت کرنا جبکہ اصل غرض نفع کما نا ہو۔

۹۔ خزانہ

کے لیے قِنطَارٌ، کَنْزٌ اور خَزَائِنٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ قِنطَارٌ: سونے چاندی یا نقدی کی ایک بھاری مقدار (قنطاریں صاحب فقہ اللغة کے نزدیک یہ مقدار چار ہزار دینار یا اس سے زائد ہے (فصل ۶۴) یا بارہ ہزار اوقیہ (فصل ۲۸۷) قرآن میں ہے،
 وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِنْ تَأْمَنُوا
 بِقِنطَارٍ يُؤْتِيَهُمُ الْيَتِيمَ (۲۵)

اور اہل کتاب میں سے کچھ ایسے بھی ہیں کہ اگر آپ ان کے پاس ایک خزانہ بھی بطور امانت رکھیں تو اس کی بازادائی کر دیں گے۔

۲۔ کَنْزٌ (کنوز) ایسا جمع شدہ مال جو لوگوں سے چھپا یا جائے خواہ وہ وغیرہ کی شکل میں ہو یا کسی دوسرے ذریعے سے۔ اور ابن الفارس کے نزدیک ہر وہ مال جسے سر بند کیا جائے۔ اور کَنْزٌ مال بمعنی مال جمع کیا۔ (م) کیا (م) (ق) (م) قرآن میں ہے،

وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ
 فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَهُمَا (۲۸)

اور جو دیوار تھی وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی جس کے نیچے ان لڑکوں کے لیے ایک خزانہ تھا۔

۳۔ خَزَائِنٌ: (واحد خزین) خزانہ ذخیرہ کیا ہوا جمع شدہ مال (مخبر) گو دام۔ سلور۔ نقدی ہو یا کوئی دوسری جنس۔ پوشیدہ ہو یا ظاہر۔ اور خَزْنٌ میں دو بنیادی باتیں ہیں (۱) اکتھا کرنا (۲) حفاظت کرنا خَزْنٌ السُّرْتِ بمعنی میں نے راز کو محفوظ رکھا (م) (ل) اور اس جمع شدہ مال کے محافظ کو خازن کہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلَيْهَا ﴿۱۱۰﴾
 حضرت یوسفؑ نے شاہِ مصر سے کہا۔ مجھے ملک کے خزانوں پر مختار بنا دیجئے میں ان کی حفاظت بھی کر سکتا ہوں اور اس کام سے واقف بھی ہوں۔

ماصل (۱۱۰) خَنْطَار: مال و دولت کی ایک کثیر مقدار۔

(۲) كَنْز: پوشیدہ جمع شدہ مال۔

(۳) خَزَائِنَةُ: کسی جنس یا نقدی کا سٹور یا ذخیرہ جس کی حفاظت کا انتظام ہو۔

۱۰۔ خشک ہونا

کے لیے بَيْسٌ، هَاجٌ (ہج) هَمْدٌ، جَفَاءٌ (جفو) اور غَاصٌّ (غیض) کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔
 ۱۔ يَبْسُ (صد رَطْبٌ) یہ لفظ عام ہے۔ کسی چیز سے یا کسی مقام سے پانی یا نمی کا ختم ہو جانا۔ کسی چیز کا خشک ہونا قرآن میں ہے:

أَسْرَبِيَا دِي فَاضْرِبْ أَلْفَ طَرِيْعًا لِي مَوْئِي! مِيرَسَ بِنَدْوٍ كَوْرَاتٍ رَاتٍ لِي نَحْلٍ. پھر ان کے
 فِي الْبَحْرِ يَبْسًا ﴿۲۶﴾
 لیے دریا میں (لاٹھی مار کر) خشک راستہ بنا دو۔

۲۔ هَاجٌ: نباتات کا طبعی تقاضے یا پانی کی کمی کی وجہ سے سہرے زرد اور خشک ہونا۔ نباتات کا پورے
 جو بن پر آنا اور پھر رُوبِ زوال ہونا جب وہ پک کر زرد اور کاٹنے کے قابل ہو جائے (معتاد)
 اور هَاجٌ التَّبْتُ یعنی گھاس کا ٹوکھ جانا۔ اور هاجت الأرض یعنی زمین کی گھاس کا ٹوکھنے لگنا۔
 (۴) قرآن میں ہے:

ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زُرْعًا مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهْبِطُ فَتَرَاهُ مُمْصِرًا ثُمَّ يَجْعَلُ حُطَامًا ﴿۳۶﴾
 پھر اللہ تعالیٰ زمین سے کھیتی نکالتا ہے جس کے طرح طرح کے رنگ ہوتے ہیں۔ پھر وہ خشک ہو جاتی ہے۔ تم اسکو دیکھتے ہو کہ زرد (ہوئی) پھر اسے حوڑا ہوا بنا دیتا ہے۔

۳۔ هَمْدٌ: پانی نہ ملنے کی وجہ سے زمین کا خشک اور بخر ہو جانا یا نباتات کا خشک ہو کر ٹوکھ جانا (معتاد)
 نَبَاتٌ هَامِدَةٌ: بمعنی سوکھی ہوئی گھاس اور اَرْضٌ هَامِدَةٌ: بمعنی خشک اور بخر زمین (معتاد) ارشاد
 باری ہے:

وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ رَوْحٍ يَهْبِطُ ﴿۲۶﴾
 تو دیکھتا ہے کہ زمین خشک پڑی ہے تو ہم اس پر مینہ برساتے ہیں۔ تو وہ ہلچلی اور ابھرتی ہے اور ہر طرح کی پروتی چیزیں اگانے لگتی ہے۔

۴۔ جَفَاءٌ: جَفَاءٌ يَجْفَوْنَ۔ دریا کا جھاگ یا کوڑا کرکٹ کنارے پر پھینک دینا یا ہانڈی کا ابل کر جھاگ وغیرہ کناروں پر پھینک دینا (معتاد) اور جَفَاءٌ اس بیکار اور بے فائدہ شخص و خاشاک کو بھی کہتے ہیں جو دریا کے کنارے پر پڑا سوکھ جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ (۱۳)
 اور وہ جو بھاگ ہے وہ خشک ہو کر زائل ہو جاتا ہے اور پانی جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ زمین میں ٹھہر رہتا ہے۔
 ۵۔ غَاصٌّ: بمعنی کسی چیز کو کم کرنا اور اس کا خود بخود کم ہو جانا (مفت) کسی چیز کو سکھانا یا اس کا سکھ جانا لازم متعدی دونوں طرح آتا ہے (مفت) قرآن میں ہے:

اللَّهُ يَتْلُو لَكُمْ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثَىٰ وَمَا تَغِيصُ الْأَرْضَ حَامِرًا تَزْدَادُ (۱۳)
 اللہ ہی اس پیچھے سے واقف ہے جو رحم مادر میں ہوتا ہے اور وہ اس جنین کے سکھنے اور بڑھنے سے بھی واقف ہے۔
 اور غَاصٌّ کی نسبت پانی کی طرف ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے، پانی کا خشک ہو جانا۔ اور زمین جذب ہو کر سطح آب کا نیچے چلے جانا (منجد) ارشاد باری ہے:

وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَبَسِّطِي أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءِ (۱۳)
 اور حکم دیا گیا کہ لے زمین اپنا پانی نکل جا اور لے آسمان، ٹھم جا۔ اور پانی خشک ہو گیا۔

ماصل (۱) بیس: کالفظ خشکی کے لیے عام ہے۔ اس کی ویر پانی کی ٹھی یا زمین کا بخر ہونا ہو۔
 (۲) حاج: نباتات کو جن پر پانی کے بعد طبی طور پر خشک روزنا (۳) جفأ: دریا کے کنارے پر بھاگ یا کوڑا کرکٹ کا سوکھ جانا۔
 (۳) همد: نباتات کا خشک ہو کر سوکھ جانا جبکہ (۵) غاص: خشک ہو کر کم ہو جانا۔ سکھ جانا۔ پانی کا نیچے اتر جانا۔

۱۱۔ خلاصی پانا۔ دینا۔ چھٹکارا۔ رہائی

کے لیے نجات (نجو) مناص (نوص) اور انقذ کے الفاظ آئے ہیں۔
 ۱۔ نجات، نجا بمعنی کسی ابتداء، مشکل کام مصیبت یا سزا سے بچ جانا۔ اور انجی بمعنی کسی دوسرے کو رہائی دینا۔ یہ لفظ عام ہے۔ قرآن میں ہے:
 وَإِذْ نَجَّيْنَاكَ مِنَ الْإِغْرَاقِ (۱۶) جب ہم تمہیں فرعون والوں سے نجات دی۔
 اور نجات بمعنی خلاصی، رہائی اور چھٹکارا ہے (منجد) ارشاد باری ہے:
 وَيُسْقَوْنَ مَاءًا يَدْعُونَ بِهَا النَّجْوَةَ وَتُدْعَوْنَ إِلَى النَّارِ (۱۶)
 اور لے قوم: میرا کیا حال ہے۔ میں تو تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے (دوزخ کی) آگ کی طرف بلاتے ہو۔

۲۔ مناص، نوص کے معنی میں تردد اور کہیں جا کر رہائی پانا شامل ہے (۲-۱) ناصٌ فَلَا تَأْكُلُ السُّبْحَةَ
 سے نکل جانا۔ ناصٌ عَنْ قَرْيَةٍ اپنے مقابل سے بھاگ نکلنا (منجد) اور مناص اسم ظرف ہے مکانی اور زمانی دونوں معنوں میں مستعمل ہے بمعنی خلاصی کا وقت اور خلاصی کی جگہ۔ ارشاد باری ہے:
 وَكَذَٰلِكَ أَهْلَكَ امْنًا مِن قَبْلِهِمْ مِثْلَ نُونٍ فَأَدَاؤُا لَاتَ
 ہم نے ان سے پیشتر کئی جماعتوں کو ہلاک کیا تو وہ (ہذا) کے وقت لگے فریاد کرنے۔ مگر اب رہائی کا وقت نہ رہا تھا۔
 حِينَ مَنَاصٍ (۳۸)

- ۳۔ انقذ، کسی خطرہ یا ہلاکت سے کسی کو نجات دلانا۔ چھڑانا اور بچانا (مفت) جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
- فَأَنْتَ تَنْقِذُ مَنْ فِي السَّارِ (۳۹)
- بھلا آپ ایسے شخص کو چھڑا سکتے ہیں جو دوزخ میں ہو۔
- ماہل؛ (۱) نجات؛ کا لفظ عام ہے کسی الجھن، افتاد، عذاب، مصیبت وغیرہ سے رہائی پانے کے لیے۔
- (۲) نوص؛ خود کہیں جا کر نجات حاصل کرنا۔
- (۳) انقذ؛ نجات اخص ہے۔ خطرہ یا ہلاکت یا عذاب سے رہائی دلانے کے لیے آتا ہے۔
- نیز دیکھیے — ”نجات پانا“

۱۲۔ خلقت مخلوق

- کے لیے بَرِيَّةٌ (برائی) اَنَامٌ اور جَبَلًا (جبل) کے الفاظ آئے ہیں۔
- ۱۔ بَرِيَّةٌ: برے سے مشتق ہے۔ یعنی کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا۔ لہذا ہر وہ چیز جو وجود رکھتی ہے بَرِيَّةٌ میں شامل ہے۔ پوری مخلوق۔ ساری کائنات زمین و آسمان، دیگر سیارے بھی اس میں شامل ہیں۔
- قرآن میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ (۲۵)

جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ سب مخلوق سے بہتر ہیں۔

- ۲۔ اَنَامٌ: زمین پر موجود ہر قسم کی مخلوق کے لیے اَنَامٌ کا لفظ مستعمل ہوتا ہے۔ جاندار جو یا بے جان (م۔ ۱، فل ۱۳۴) ارشاد باری ہے:

وَالْأَرْضَ وَصَدَّهَا لِذَانِمٍ (۵۵)

اور اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمام خلقت کے لیے بچھایا۔

- اور اَلْأَرْضِ یعنی وہ خلقت جو زمین پر ایک وقت میں موجود ہو۔ اس میں ماضی اور مستقبل کی نسل شامل نہیں ہوتی (مفت) مگر اس لفظ کا استعمال قرآن کریم میں نہیں ہے۔ اور اس کی جمع وَآيَا آتِي ہے۔
- ۳۔ جَبَلًا: (جبلۃ کی جمع)۔ جبل یا پہاڑ کی بڑائی کے لحاظ سے اس کا معنی ہے بہت بڑی جماعت۔ (مخبر) ارشاد باری ہے:

وَلَقَدْ أَضَلُّوْا مِنْكُمْ جَبَلًا كَثِيْرًا (۳۳)

بیشک شیطان تم میں سے بہت سی خلقت کو گمراہ کر چکا ہے۔

- ماہل؛ بَرِيَّةٌ تمام مخلوق کے لیے، اَنَامٌ زمین پر موجود مخلوق کے لیے، اور جَبَلًا مکلف مخلوق کے ایک بڑے حصے کے لیے آتا ہے۔

۱۳۔ خواب

کے لیے مَنَامٌ (نوم)، مَنَامٌ (نوم) اور اَحْلَامٌ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

- ۱۔ مَنَامٌ: بمعنی سونے کی حالت۔ اور نیند میں انسان جو کچھ دیکھے وہ بھی مَنَامٌ ہے خواہ اس کی کچھ حقیقت ہو یا نہ ہو۔ ارشاد باری ہے:

إِذْ يُرِيكُمُ اللَّهُ فِي مَنَاوِكٍ قَبِيلًا۔ جب اللہ نے آپ کو خواب میں کافروں کو تھوڑی مقدار میں دکھایا۔ (۳۲)

۲۔ رُؤْيَا: رؤی بمعنی دیکھنا۔ اس لفظ کا اطلاق سوتے میں کوئی واقعہ دیکھنے پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے: قَالَ يَبْنَئِي لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلَيَّ خُوتِكَ (۱۲) حضرت یعقوب نے کہا، اے پیارے بیٹے اس خواب کو بھائیوں سے مت بیان کرنا۔

اور بیداری کی حالت میں کوئی واقعہ دیکھنے پر بھی معراج کا واقعہ جس پر جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ یہ حالت بیداری میں ہوا تھا۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ (۱۶) اور یہ نمائش ہم نے تمہیں صرف اس لیے دکھلائی کہ اس کو لوگوں کے لیے آزمائش بنا دیں۔

یہاں فِتْنَةً لِلنَّاسِ کے الفاظ بھی اس بات کی صراحت کرتے ہیں کہ یہ واقعہ عالم بیداری کا تھا۔ ۳۔ أَحْلَامٌ: (حُلْمٌ کی جمع) حُلْمٌ بمعنی جوان اور بالغ ہونا۔ اور حُلْمٌ بمعنی نو عمری کا خواب۔ بیہودہ اور ڈراؤنے خواب (م۔ ل۔ منجد) قرآن میں ہے:

قَالُوا أَصْفَاكُ أَحْلَامٌ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَلَمِينَ (۱۳) ان (تعبیر کرنے والوں) نے شاہِ مصر سے کہا یہ تو پریشان سے خیالات ہیں جو گڈ بڈ ہر گئے۔ اور میں ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں آتی۔

ماہل: (۱) منام: کا لفظ خواب کے لیے عام ہے۔ (۲) أَحْلَامٌ: بے ربط، بیہودہ اور ڈراؤنے خواب۔ (۲) رُؤْيَا، کوئی واقعہ دیکھنا حالتِ خواب میں ہو یا بیداری میں۔

۱۳۔ خواہش

کے لیے اَمَلٌ، اُمِّيَّةٌ، هَوَى، شَهْوَةٌ اور وَطَنٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۲۔۱۔ اَمَلٌ اور اُمِّيَّةٌ کے لیے دیکھیے — آرزو اور امید لگانا،

۳۔ هَوَى: (ج اھواء) بمعنی خواہشاتِ نفس اور ان کی طرف میلان (معت) ہوی یہ ہوی یعنی اوپر سے نیچے گرنا۔ اور اَلْهَوَاةُ گڑھے کو کہتے ہیں۔ اور اھواء ایسی خواہشات کو کہتے ہیں جن کے پیچھے

لگ کر انسان اپنی قدم و منزلت کو دوسے (منجد) یہ لفظ عموماً بڑے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ ابن فارس کے الفاظ میں هَوَى النَّفْسُ خَالَ مِنْ كُلِّ خَيْرٍ (م) یعنی خواہشاتِ نفس وہ خواہشیں ہیں جن میں کوئی بھلائی نہ ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَأَمَّا مَنْ خَاتَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ أَلْمَأُودَىٰ (۱۶) اور جو اپنے رب کے حضور پیش ہونے سے ڈرتا رہا۔ اور جس کے طبعی تقاضوں کی خواہشات (ج شہوات) ایسی خواہشیں جن کی طرف انسان

نفس کچھا پھلا جاتا ہے (مفت) جیسے بھوک، پیاس، مال کی حرص اور جنسی شہوت۔ خواہ الٰہی استعمال اچھا ہو یا بُرا۔ اور ان میں انسان کے اپنے ارادہ کو دخل نہیں ہوتا (فقہ ۹۸) قرآن میں ہے:

زَيْنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ (۱۳)

لوگوں کو ان کی خواہش کی چیزیں یعنی عورتیں، بیٹے اور سونے اور چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر اور نشان زد گھوڑے، مویشی اور کھیتی بڑی زمینت دار معلوم ہوتی ہیں۔

اور شہویشہو یعنی کھانے کا لذیذ ہونا (مخبر) اور اشتہا کا لفظ کھانے پینے کی چیزوں کی طلب یا بھوک سے مخصوص ہو گیا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهُنَّ لِنَفْسِكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ (۳۱)

اور جنت میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا ملے گی اور جو چیز طلب کرو گے تمہارے لیے موجود ہوگی۔

۵۔ وطن کسی چیز کی انتہائی خواہش اور اہم ضرورت (مفت) ہمبستری، شہوت (م۔ ق) قرآن میں یہ لفظ جنسی خواہش کے لیے ہی استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے:

لَيْكَلَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَنْفَاجِ أَدْعِيَاءِهِمْ وَأَقْضُوا مِنْهُمْ وَظُرًا (۲۲)

تاکہ مومنوں کے لیے ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے ساتھ حجاج کرنے میں کوئی مضائقہ نہ رہے۔ جبکہ وہ ان خواہش پوری کر کے (طلاق دے) چکے ہوں۔

ماصل (۱) امل ایسی خواہش جس کے لیے طویل مدت درکار ہو۔ (۲) أمّیتۃ بے بنیاد اور جھوٹی خواہش۔ (۳) ہوی، بُری خواہشات یا فطری خواہشات کا بڑا استعمال۔ (۴) شہوت، انسان کی طبعی خواہشات۔ (۵) وظر، انتہائی خواہش اور اہم ضرورت۔ بالخصوص ہم بستری۔

۱۵۔ خوبصورت

کے لیے بہتج، ناصرۃ اور حسّان کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ بہتج، بہتج یعنی خوبصورت ہونا۔ اور ابھج المکان بمعنی کسی جگہ کا سرسبز و شاداب ہونا اور بہتجۃ بمعنی خوبصورتی۔ سرسبزی، شادابی۔ سرور، خوشی یا اظہارِ خوشی (مخبر) گویا بہتجۃ کا لفظ عموماً نباتات کی خوبصورتی کے لیے آتا ہے۔ ایسی خوبصورتی جو دل کو خوش کر دے۔ اور بہتج بمعنی خوبصورت پُرسونق، پُربہار۔ ارشاد باری ہے:

وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَخْرُوجٍ (۵)

اور ہم نے زمین میں ہر طرح کی خوشنما چیزیں اگائیں۔

۲۔ ناصرۃ: ناصر بمعنی تروتازہ ہونا۔ اور ناصرۃ الوجہ بمعنی چہرے کا ملائم، تازہ اور خوبصورت ہونا۔ اور ناصرۃ بمعنی حسن، رونق، نعمت۔ اور ناصر بمعنی خوبصورت۔ نرم و نازک (مخبر) یہ لفظ گونا گونا گوں تروتازگی کے حسن پر بھی استعمال ہوتا ہے تاہم اس کا اکثر استعمال انسان کے چہرے

کی خوبصورتی پر ہوتا ہے جو تروتازگی اور ملائمت کی وجہ سے ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَجْوَہٌ یُّؤَمِّدُ نَاصِرَةً لِّی سَرَّہَا
اِس دِن ہست چہرے تروتازہ ہوں گے اور اپنے پروردگار
نَاطِرَةً ﴿۲۳﴾ کو دیکھ رہے ہوں گے۔

۲- حَسَنٌ، بِمَعْنٰی خُوْبصُوْرَت ہونا۔ اور حَسْبٌ بِمَعْنٰی خُوْبصُوْرَت مَوْنُث حَسَنَةٌ اور حَسَنًا (ج حَسَان) اور حَسْبٌ بِمَعْنٰی خُوْبصُوْرَتی۔ جمال۔ اور حَسْبٌ اس کے معنی بدن کی خوبصورت جگہیں منجہد ارشاد باری ہے:

فِيہِنَّ خَيْرَاتٌ حَسَانٌ ﴿۲۵﴾ ان (باغوں) میں نیک سیرت اور خوبصورت عورتیں ہیں۔
مَحْصُل (۱) بِمَعْنٰی حَسْبٌ، کَالِاِحْلَاقِ لِمَوَانِبَاتِی کی خوبصورتی کے لیے۔

(۲) نَصْرَةٌ، چہرے کی ملائمت و تروتازگی کی بنا پر خوبصورتی کے لیے۔

(۳) حَسْبٌ، پسندیدہ اور خوش شکل ہونے کے لیے آتا ہے۔

۱۶۔ خوراک — خوراک لانا

کے لیے قُوْتٌ۔ رِزْقٌ اور مَآزٌ (میں) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- قُوْتٌ: بمعنی خوراک۔ فِذَا۔ خوراک کی اتنی مقدار جو سدر مق ہو یعنی جس سے کوئی جاندار زندہ رہ سکے۔
رِج اقوات) اور قَاتٌ یَقُوْتٌ بمعنی فِذَا کھلانا۔ اور اَقَاتٌ بمعنی ایسی چیز دنیا جس سے وہ قُوْتٌ حاصل کر سکے۔ کہتے ہیں مَا لَہُ قُوْتٌ لَیْلَۃً اِس کے پاس رات کا بھی کھانا نہیں ہے (معنی) ارشاد باری ہے:

وَجَعَلَ فِیہَا رِزْقًا مِّنْ فَوْقِہَا وَ
اِوْرشاد ہی نے زمین کے اوپر پہاڑ بنائے اور اس میں
بُرُوْکَ فِیہَا وَقَدَّرَ فِیہَا اَقْوَاتَہَا فِی
برکت رکھی اور ٹھہرائیں اس میں خوراکیں (رؤسڈگی۔
اَزْبَعًا اَیَّاہُ ﴿۳۱﴾ سامانِ عیشت) اس کی چار دیواریں۔

۲- رِزْقٌ: بمعنی روزی سَرَقٌ بمعنی روزی دینا۔ اور رِزْقٌ۔ روزی پانا، خوش قسمت ہونا۔ اور مَرُوْتٌ مَقْ بِمَعْنٰی خوش قسمت (منجہد) اس لفظ کا استعمال مادی اور معنوی دونوں طرح ہوتا ہے۔ اور رِزْقٌ بمعنی نصیبہ بھی ہے۔ رِزْقٌ عِلاً بمعنی مجھے علم عطا ہوا۔ اور مادی لحاظ سے رِزْقٌ ہر وہ چیز ہے جو پیٹ میں پہنچ کر غذائتی ہے (معنی) اور رِزْقٌ کے معنی بارش بھی ہے (معنی منجہد) جیسے کہ ارشاد باری ہے:

وَفِی السَّمٰوٰتِ رِزْقٌ لَّکُمْ ﴿۵۱﴾ اور تمہارا رِزْقٌ آسمانوں میں ہے۔

گویا ہر وہ چیز جو بلا واسطہ یا بالواسطہ روحانی یا جسمانی غذا اور تربیت کا سبب ہو وہ رِزْقٌ ہے۔ ارشاد باری ہے:

قَالَ لَا یَأْتِیْکُمْ طَعَامٌ تُرْسِنُ قَبْلَہُ اِلَّا
یوسف نے کہا جو کھانا کہ تم دیے جاتے ہو انے نہیں
نَبَاتٌ کَمَا یَتَّوْبِلُہٗ قَبْلَ اَنْ یَّأْتِیْکُمْ اَہْلٌ ﴿۵۲﴾ پائے گا کہ میں اس سے پہلے تم کو اس کی تعبیر بتلا دوں گا۔

۳- مَآزٌ (میں) مَیْنٌ بمعنی کھانا۔ خوراک۔ اور حَسْبٌ بمعنی جمع کی ہوتی خوراک (ج میں) اور مَآزٌ اور مَآزٌ

عِيَالَهُ، یعنی عیال کے لیے خوراک لانا۔ اور مَا تَرَاوُ مَيَّارَ، یعنی خوراک لانے والا (مخبر) گویا میں اس سامان خوردنی کو کہتے ہیں جو بطور ذخیرہ پاس رکھا جائے قرآن میں ہے:

وَدُمِيْرُ أَهْلِنَا وَنَحْفَظُ أَحْسَانَ
نَزْدًا دَكِيْلَ بَعِيْرٍ (۳۵)

بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک بااثرتر زادہ لائیں گے۔

ماہصل؛ (۱) قُوْت؛ خوراک کی اتنی مقدار جس سے کوئی جاندار زندہ رہ سکے۔

(۲) رِزْقًا؛ ہر وہ چیز جو بلا واسطہ یا بالواسطہ روحانی یا جسمانی تربیت کا سبب بنے۔

(۳) مَيَّارَ غلہ یا سامان خوردنی جو ذخیرہ کے لیے ہو۔ اور مَا تَرَاوُ، یعنی خوراک لانا۔

۱۷۔ خوش ہونا۔ کرنا اور لگنا

کے لیے رَضِيٌّ۔ سَرَّ (سر) بَرَّحَ، حَبَّرَ، اسْتَبَشَّرَ، طَلَّبَ (طليب)، فَرَّحَ، فَرَّحَهُ، أَشْمَتَتْ اور أَتَجَّبَتْ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَضِيٌّ؛ معروف لفظ ہے۔ یعنی راضی ہونا۔ پسندیدگی کا اظہار کرنا اور اس کی ضد سَخَطٌ یعنی ناخوش یا ناراض ہونا (مفت۔ م۔ ل) ارشاد باری ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ
يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (۳۸)

بیشک اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے خوش ہو گیا جو درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

۲۔ اسَرَ؛ یعنی سرور بخشنا، قلبی فرحت ہونا۔ دل ہی دل میں خوش ہو جانا۔ لازم و متعدی دونوں طرح مستعمل ہے۔ قرآن میں ہے:

بَقْرَةَ صَفْرَاءَ فَاقَعَ لَوْنَهَا سَرُّ
النَّظِيرِ (۶۶)

اس گائے کا رنگ گہرا زرد ہے۔ وہ دیکھنے والوں کو خوش کر دیتی ہے۔

۳۔ بَرَّحَ، یعنی خوش اور سرور ہونا۔ اور بَرَّحَ، یعنی خوبصورت ہونا (مخبر) لیکن قرآن میں یہ لفظ کسی انسان کے لیے استعمال نہیں ہوا۔ البتہ سبزیوں اور پھولوں کے لیے آتا ہے۔ جیسے حَدَّاقِي نَهَاتٍ بِهَفْجَةٍ (۲۶) یا مِنْ كَلِّ زَرْجٍ بِهَيْجٍ (۵) اور اس کے معنی پر دلنی یا پُر بہار کر لیے جاتے ہیں۔

۴۔ حَبَّرَ؛ یعنی خوش و سرور کرنا۔ اور حَبَّرَ، یعنی خوش ہونا۔ اور حَبَّرَ الْأَرْضَ، یعنی زمین کا خوب پیداوار لگانا۔ خوب سرسبز ہونا۔ اور تَحَبَّرَ، یعنی مزین ہونا۔ عمدہ ہونا (مخبر) گویا احبار سے مراد ایسی خوشی ہے جو ماحول کی نظافت، عمدگی اور بہار سے حاصل ہو۔ ارشاد باری ہے:

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ (۳۵)

تو جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ بہشت کے باغ میں خوشحال ہوں گے۔

۵۔ اسْتَبَشَّرَ، بَشَّرَ، یعنی کھال پھیلنا اور بَشْرَةٌ، یعنی کھال کے اوپر کا رخ۔ اور اسْتَبَشَّرَ، مراد الہی خوشی ہے جس کے آثار جلد یا چہرہ نمایاں ہو جائیں۔ باچھیں کھل جانا۔ کسی اچھی خبر کے سننے یا اچھی چیز کے

ملنے پر جو خوشی حاصل ہو اس کے لیے استبشر کا لفظ استعمال ہوگا۔ اور بَشْرَ کے معنی کوئی اچھی خبر دینا ہے جس سے دوسرا خوش ہو جائے۔ بشارت سنانا۔ قرآن میں ہے،
 ﴿فَاتَّبِعُوا بَشِيرًا يُبَشِّرُكُمْ بِالْذِّكْرِ بَايَعْتُمْ﴾ جو سوا تم نے اس سے کیا ہے اس پر خوش ہو جاؤ۔

(۱۱۱)

اور دوسرے مقام پر ہے،

وَبَشِّرُوهُ بِبُكَارٍ عَلَيْهِ (۱۱۲) اور ان مشقوں نے ابراہیم کو، ایک انشور لڑکے کی بشارت بھی مانی

۶۔ طَابَ: طاب ایسی خوشی ہے جس سے دل کے علاوہ انسان کے سوا اس بھی لطف اندوز ہوں (صحت)

طَبِيتَ یعنی پاکیزہ اشیاء اور طَيِّبَ بمعنی خوشبو اور خدا ارشاد باری ہے،

فَاتَّبِعُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ (۱۱۳) جو عورتیں تمہیں خوش لگیں ان سے نکاح کرو۔

۷۔ فَرِحَ: کسی نعمت کے ملنے پر خوش ہونا۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں، فرح القلب جبکہ انسان نعمت کے

ملنے پر خوش ہو کر خدا کا شکر ادا کرے اور یہ صفت محمود ہے۔ ارشاد باری ہے،

فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ (۱۱۴) جو کچھ انہیں اللہ نے دیا ہے اس پر وہ خوش ہیں۔

فرح النفس جبکہ انسان کسی نعمت کے ملنے پر خدا کا شکر ادا کرنے کی بجائے اترانے لگے۔ بمعنی

خوشیاں منانا۔ اور یہ صفت مذموم ہے۔ ارشاد باری ہے،

لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا

بِمَا آتَاكُمْ (۱۱۵) تاکہ جو چیز ہاتھ سے نکل جائے اس پر تم افسوس نہ کرو اور جو کچھ تمہیں مل جائے اس پر بھولے نہ سناؤ۔

دوسری جگہ فرمایا،

لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ (۱۱۶) اتر اومت۔ اللہ تعالیٰ اترنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

۸۔ فِكَاةٌ: خوش گپیاں اڑانا۔ خوش ذوق ہونا اور ہنسنا ہنسنا (۱۱۷) طيب النفس یا خوش ذوق

(۱۱۸) قرآن میں ہے،

وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ انْقَلِبُوا فِيهِمْ (۱۱۹) اور جب وہ اپنے گھر دل کو لوٹے تو خوش گپیاں کرتے

جاتے۔ (۱۲۰)

۹۔ اَشْمَتٌ: شہمت یعنی کسی کی مصیبت پر خوش ہونا۔ اور اشمیت بمعنی اپنی مصیبت پر دوسرے کا خوش

ہونا ہے۔ شامت اعداء مشہور لفظ ہے جس کا معنی ہے کسی تکلیف پر دشمن کا خوش ہونا۔ قرآن میں ہے،

فَلَا تَنَّمِتْ فِي الْأَعْدَاءِ (۱۲۱) حضرت ہارون نے کہا لے سوئی، مجھ پر دشمنوں کو خوش

ہونے کا موقع نہ دے۔

۱۰۔ اَتَّجَبَ: کسی چیز کا دلکش ہونا۔ بھلا لگنا۔ اس حیرت کے ساتھ اس کا سلب معلوم نہ ہو صحت ارشاد باری ہے،

وَمِنَ النَّاسِ مَن يُحِبُّكَ قَوْلُهُ فِي

۱۱۔ یہاں حکم میں کہ ترجمہ بالذمہری صاحب نے اترانے اور عثمانی صاحب نے "ہیں تاتے" لکھا ہے۔ دونوں کو ملانے سے صحیح معلوم

ادا ہوتا ہے۔

الْحَيَوَةُ الدُّنْيَا (۲۳)

دلکش معلوم ہوتی ہے۔

- ماحصل (۱۱) رَضِيَ، محض پسندیدگی کا اظہار ہے۔ (۶) طَاب، ایسی خوشی جس سے حواس بھی لطف اندوز ہوں۔
- (۲) نَسِيَ، دل ہی دل میں خوش ہونا۔ (۷) فَرِحَ، خوش ہو کر اترنے لگن۔ خوشیاں منانا۔
- (۳) بَرَّحَ، سرور، خوشی اور خوبصورتی سب کو شامل ہے۔ نہاتات اور پھولوں کے لیے۔ (۸) فَحَّكِهِ، خوش گپیاں کرنا اور خوش ذوق ہونا۔
- (۴) حَبَّرَ، ماحول کی نفاقت۔ حمد کی اور ہمارے دل کا سرور ہونا۔ (۹) شَمَّتْ، کسی تکلیف پر دشمن کا خوش ہونا۔
- (۵) اسْتَبَشَّرَ، کسی اچھی خبر یا اچھی چیز سننے پر اچھیں کھل جانا۔ (۱۰) اَعْجَبَ، دل ہی دل میں اس طرح خوش ہونا کہ حیرت بھی ہو اور اس کا سبب بھی معلوم نہ ہو۔ خوشی اور تہنیت کا مجموعہ۔

۱۸۔ خوش حالی

- کے لیے سَرَّاءَ نَعْمَاءَ اور طُوبَىٰ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔
- ۱۔ سَرَّاءَ کی ضد صَرَّاءَ ہے، جیسے معنی ہیں تنگ دستی اور مصائب کا دُور اور سَرَّاءَ کے معنی ہیں وہ وقت جو آرام و سکون سے گزر رہا ہو اور معیشت کی تنگی بھی نہ ہو یعنی آسودگی اور امن و عافیت کا دور جس میں مُرَدَّرٌ حاصل ہوا (فقہ ۱۶۳) ارشاد باری ہے:
- الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالصَّرَّاءِ
وہ لوگ جو آسودگی اور تنگی میں اپنا مال (مذکرا راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔ (۱۳۳)

- ۲۔ نَعْمَاءَ، نِعْمَتٌ بمعنی اچھی حالت احسان۔ اور نِعْمَتٌ بمعنی آرام و آسائش (صفت) اور نِعْمَتٌ بمعنی فائدہ فضل۔ انعام اور نِعْمَتٌ بمعنی بہتری۔ آسودگی۔ دولت۔ مولیٰ اور نِعْمَةٌ بمعنی خوشی (منجدا) اور نَعْمَاءُ خوشحالی کا ایسا دور ہے جس میں انعامات الہی کی فراوانی ہو۔ اور وہ نعمتیں دوسروں کو بھی نظر آئیں (فقہ ل ۱۶۲) اس کی ضد بھی صَرَّاءَ ہے۔ ارشاد باری ہے:
- وَلَمَّا أَذَقْنَا نَعْمَاءَ بَعْدَ صَرَّاءٍ مَسْتَهْزِئَةٍ
اور اگر ہم اتنے تکلیف پہنچنے کے بعد آسائش کا مزہ چکھائیں
لَيَقُولَنَّ ذَهَبَ السَّيِّئَاتِ عَنِّي (۱۱)
تو خوش ہو کر کہتا ہے کہ (آہ) سب سختیاں مجھ سے دور ہو گئیں۔

- ۳۔ طُوبَىٰ، طَابَ بمعنی ایسی خوشی حاصل ہونا جس سے دل کے علاوہ انسان کے حواس بھی لطف اندوز ہوں (صفت) اور طُوبَىٰ بمعنی پاکیزہ اور طیب بمعنی خوشبو (منجدا) اور طُوبَىٰ بمعنی ایسی خوشحالی ہے جس میں دل بھی مطمئن اور سرور ہو۔ ارشاد باری ہے:
- الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے
طُوبَىٰ لَهُمْ وَحَسَنُ مَا يَأْتِيهِمْ (۱۲)

- ماحصل (۱) سَرَّاءَ، امن و عافیت اور عام گزارہ۔ (۲) طُوبَىٰ، جب خوشحالی کے ساتھ ساتھ دل بھی مطمئن
- (۲) نَعْمَاءَ، نعمتوں کی فراوانی اور آرام و آسائش۔ ہو۔

۱۹۔ خوشے

کے لیے طَلَعٌ، قُطُوفٌ اور قِنْوَانٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ طلع کے لغوی معنی نمودار ہونا۔ ظاہر ہونا اور سامنے آنا ہے (۴۰۔ ل) ستاروں کے لیے طلوع وغروب مشہور الفاظ ہیں اور طلع اس نئے خوشے کو بھی کہتے ہیں جبکہ وہ اپنے شگوفہ یا کھجور کے گاجے سے نمودار ہونے لگتا ہے (مجدد قرآن میں ہے)؛

وَالنَّخْلُ بَسِطَتْ أَهْمًا طَلَعَتْ خَضِيذًا (۵۳) اور بلند کھجوریں جن پر گتھے ہوئے گاجے لگے ہیں۔

۲۔ قُطُوفٌ: قُطْفٌ کی جمع ہے۔ اور قُطْفٌ ایسا پکا ہوا پھل ہے جو بالکل توڑنے کے قابل ہو۔ اور قرآن سے اسی معنی کی تائید ہوتی ہے جبکہ صاحب مجد اس کے معنی ”چنے ہوئے پھل“ انگور کا کچھا جب وہ چٹا جائے ”بتلاتے ہیں۔ قرآن میں ہے؛

فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ

وہ پسندیدہ گزران میں ہوگا، بلند باغوں میں جن کے خوشے

قُطُوفُهُمْ ذَاتُ أُنْبُوتٍ (۱۱۹-۱۲۰)

جس سے واضح ہے کہ درختوں کا پھل کو پک کر توڑنے کے قابل ہو چکا ہے تاہم ابھی درختوں پر ہے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے قُطُوفٌ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

۳۔ قِنْوَانٌ: قِنْوٌ کی جمع ہے اور یہ لفظ صرف کھجور اور انگور کے کچھے سے مخصوص ہے جو ابھی توڑنے کے قابل نہ ہوا ہو۔ قرآن میں ہے؛

وَمِنَ النَّخْلِ مِمَّنْ طَلَعْنَا قِنْوَانًا يَمِينَةً (۱۶۶) اور کھجور کے گاجے میں سے پھل کے کچھے جگے ہوئے۔

ماحصل: پھل کے شگوفے سے خوشہ نمودار ہونے کو طلع پک کر چیننے کے قابل بن جانے کی حالت کو قُطْفٌ اور درمیانی حالت کو قِنْوٌ کہتے ہیں۔ مگر قِنْوٌ کا اطلاق صرف کھجور اور انگور کے خوشے پر ہوتا ہے۔

خون بہانا کے لیے دیکھیے ”قتل کرنا“

۲۰۔ خیانت کرنا

کے لیے خَانَ اور عَثَلَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ خَانَ: بمعنی خیانت کرنا اور اس کی ضد امانت ہے۔ اور یہ خیانت عہد میں بھی ہوتی ہے۔ اور بطور امانت رکھے ہوئے مال بھی۔ جیسے سارا مال یا اس کا کچھ حصہ جیلے بہانے سے غبن اور غضب کر لیا جائے۔ اسی طرح عہد شکنی اور اس عہد کا پاس نہ کرنے پر بھی خیانت کا اطلاق ہوتا ہے۔ دغا کرنا (معنا) درج ذیل آیت سے یہ دونوں مفہوم واضح ہو جاتے ہیں؛

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ

وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ (۶۲) کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔

نیز دیکھیے ”دھوکا دینا“

۲۔ عَثَلَ: بمعنی کوئی چیز چوری کرنے پر اپنے سامان میں رکھ لینا پھر اسے یوں بند کرنا کہ ظاہر نہ ہو سکے (مجدد ۴۰۔ ل)

اور خلول یعنی خیانت کرنا بند کرنا۔ اور بخل کرنا سب معنوں میں آتا ہے (مخبراً) گویا غلّ میں خیانت کے علاوہ چوری کا عنصر بھی شامل ہوتا ہے یا اس خیانت کا ذریعہ چوری ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

مَا كَانَ لِشَيْءٍ أَنْ يَغْلِبَ وَمَنْ يَغْلِبْ
يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

اور کبھی نہیں ہو سکتا کہ پیغمبر خدا خیانت کریں اور قیامت کے دن ان خیانت کرنے والوں کو خیانت کی ہوئی چیز

(خدا کے دوبری لا کر حاضر کرنا ہوگی۔۔۔ جانندھری) اور بچا

لام نہیں کہ چھپائے رکھے پھر جو کوئی چھپا دے گا وہ

لائے گا پنی چھپائی چیز دن قیامت کے (عثمانی؟)

ماحصل: خانہ محمد کی فذاری اور امانت کو سبیلے بہانے سے ہضم کرنا جبکہ غلّ میں خیانت کی وجہ چوری ہوتی ہے

۲۱۔ خیمہ۔ سائبان

کے لیے خیمہ، ظِلَّةٌ اور سُرَادِقٌ (سردق) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ خیمہ (خیمہ کی جمع) خیمہ معروف لفظ ہے۔ دھوپ اور بارش سے بچاؤ کے لیے موٹے کپڑے یا ٹائٹ کے بنائے ہوئے سائبان جن کے اوپر گویا پھت نہیں ہوتے بلکہ ڈھلوان ٹھوتے ہیں۔ اور صاحب منجد کے نزدیک ہر وہ پردہ دار گھر جو اینٹ پتھر اور مٹی سے نہ بنا ہو۔ اور خیمہ اونٹ کی عماری اور ہودے کو بھی کہتے ہیں (مخبراً) قرآن میں ہے:

خَوْرٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ (۵۷)

جو خیموں میں رُکی رہتی ہیں۔

۲۔ ظِلَّةٌ: ایسا سائبان ہے جس کی پھت ہی پھت ہو دیواریں نہ ہوں۔ ظِلَّةٌ چھتری کو بھی کہتے ہیں اور ظلیل سایہ دار درخت کو (مخبراً) اور ظیل بمعنی سایہ (ج ظلال) اور ظِلًّا ظَلِيلًا بمعنی لمبے اور گھنے سایے۔ ارشاد باری ہے:

وَرَادَتْ تَقْنَا الْجَبَلِ فَوَقَفُوا كَأَنَّهُ

اور جب ہم نے پہاڑ کو ان کے اوپر لار دیا کہ وہ گویا

سائبان کی طرح تھا۔

ظِلَّةٌ (۱۷)

۳۔ سُرَادِقٌ: سردق کی جمع اور فارسی سے معرب ہے۔ ایسا شامیانہ جس کی صرف دیواریں ہوں۔ قناتیں جیسے بہاؤ شادیوں کے موقع پر استعمال کیے جاتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهَا

ہم نے ظالموں کے لیے دوزخ تیار کر رکھا ہے جسے

سُرَادِقُهَا (۱۶)

قناتیں گھیرے ہوئے ہیں۔

داخل ہونا کرنا

کے لیے دَخَلَ اور اَدْخَلَ۔ وَجَعَ اور اَوْجَعَ صَلَّی اور صَلَّى اور سَلَّمَ کے الفاظ آتے ہیں۔
۱۔ دَخَلَ؛ معروف لفظ ہے۔ اندر آنا (مضد خَرَجَ یعنی باہر نکلنا) اور اس کا استعمال عام ہے۔ قرآن میں ہے:

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيْنِ (۱۲۳) اور حضرت یوسفؑ کے ساتھ دو اور جوان بھی قید خانہ میں داخل ہوئے۔

اور داخل کرنا کے لیے اَدْخَلَ استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:
يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ (۱۲۴) اللہ سے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے۔
۲۔ وَجَعَ، الوجع کسی تنگ جگہ میں داخل ہونے کو کہتے ہیں (معت)، بمشکل داخل ہونا۔ گھسنا۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ (۱۲۵) وہ جنت میں داخل نہ ہو سکیں گے تا آنکہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو۔

اور تنگ جگہ میں داخل کرنے یا گھسیٹنے کے لیے اَوْجَعَ استعمال ہوگا۔ ارشاد باری ہے:
يُؤَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُؤَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ (۱۲۶) اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے، اور دن کو رات میں۔

۳۔ صَلَّى کا لفظ آگ میں داخل ہونے کے لیے مخصوص ہے۔ یعنی آگ میں داخل ہونا اور جلنا (معت) ارشاد باری ہے:

جَهَنَّمَ نَصِيبًا مِّنْ أَعْيُنِ الْقَرَارِ (۱۲۷) وہ جہنم میں داخل ہوں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

اور آگ میں داخل کرنے یا جلانے کے لیے صَلَّى کا استعمال ہوگا (معت) ارشاد باری ہے:
خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ (۱۲۸) اسے پکڑ لو۔ زنجیروں سے جکڑو پھر جہنم میں ڈال دو۔

۴۔ سَلَّمَ، کا لفظ کئی معنوں میں اور لازم و متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اور ان سب معنوں میں داخل ہونے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

(۱) یعنی پرونا یا گھسانا جیسے موتی میں دھاگہ داخل کیا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:
 كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ۔ اسی طرح ہم نے انکا کو گنگھاڑوں کے دل میں داخل کیا (جہاں موتی)
 گھسا دیا (عثمانی) (۲۶)

۲ ڈالنا۔ داخل کرنا۔ جیسے گریبان میں ہاتھ ڈالا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:
 اَسْأَلُكَ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجُ اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو، بے عیب سفید
 بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سَوْءٍ (۲۷)
 اب یہی آیت کا ٹکرا دوسرے مقام پر اَسْأَلُكَ کی بجائے اَدْخِلْ کے ساتھ ذکر ہوا ہے ارشادِ
 باری ہے:

وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجُ اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو، بے عیب سفید
 بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سَوْءٍ (۲۸)
 نکلے گا۔

(۳) رستہ کے ساتھ ساتھ چلنے جانا۔ اللہ تعالیٰ شہد کی کھٹی سے فرماتے ہیں:

فَاَسْأَلُكَ سُبُلَ رَبِّكَ ذَلَّالًا (۲۹)
 کہ تو اپنے پروردگار کے رستوں پر مطیع ہو کر چلتی جا۔

اس آیت میں اَسْأَلُكَ کا ترجمہ اَدْخِلْ سے بھی کیا گیا ہے (م۔ ق) نیز قرآن میں ہے:
 مَا سَأَلُكُمْ فِيْ سَفَرٍ (۳۰)
 تمہیں کس بات نے دوزخ میں داخل کیا۔

ان سب تصریحات کو سامنے رکھ کر صاحبِ فتویٰ الارنبی سَلَكْ کا مختصر ترین مفہوم یوں ادا کیا ہے

”کشیدن چیزے در چیزے“ یعنی ایک چیز دوسری میں کھینچنا یا میں سے کھینچنا۔ اور صاحبِ منجد کے

نزدیک ایک چیز کو دوسری میں رکھ دینا ہے۔ اور صاحبِ مقیاس لُغَةً اس کے بنیادی معنی دُو

بتلاتے ہیں (۱) رستہ کے ساتھ ساتھ چلے جانا (۲) ایک چیز کو دوسری میں داخل کرنا۔ پر دنا۔

ماحصل (۱) اَدْخِلْ کا استعمال عام ہے۔ (۲) صلی: آگ میں داخل ہونا۔

(۳) سَلَكْ: ایک چیز دوسری میں کھینچنا یا داخل کرنا۔

۲۔ داروغہ

کے لیے خَزَنَةٌ، مُصَيِّطٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ خَزَنَةٌ: (خازن کی جمع) جمع کندہ۔ خزاچی۔ وہ شخص جو خزانے یا سٹور میں مال یا جنس جمع کرنے اور

اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ جہنم میں اس ڈیوٹی پر مقرر شدہ فرشتوں کو بھی قرآن میں خَزَنَةٌ

کہا گیا ہے۔ اور اس کے معنی داروغہ کیا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے۔

كَلَّمَا أَلْفَىٰ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلْتَهُمْ خَزَنَتُهُمْ أَلَمْ يَأْتِكُمْ ذُنُوبٌ

کے ارذنے سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی

ڈرانے والا نہیں آیا تھا؛

۲۔ مُصَيِّطٌ: اس لفظ کو ص کے بجائے اہل لغت سن سے لکھتے ہیں۔ اور قرآن میں ص سے لکھ کر اور چھوٹی سی س لکھ دی جاتی ہے۔ پھر بعض اہل لغت اسے مادہ سطر کے تحت لائے ہیں۔ اور بعض سَيِّطْر کے تحت۔ سَيِّطْر عَلِيٌّ یعنی کسی پر غالب آنا اور نگران بننا۔ اور سَيِّطْرُ بَعْضِيٌّ گماشتہ اور نگران قرآن میں ہے:

فَذَكِّرْنَا لِمَا أَنْتَ مَذْكُورٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ
بِمُصَيِّطٍ (۲۱-۲۲)

آپ انہیں نصیحت بھیجئے۔ آپ صرف انہیں نصیحت کرنے والے ہیں۔ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔

یعنی ان پر آپ کا کچھ زور نہیں کہ زبردستی ان سے اپنی بات منوا سکیں۔

ماحصل:

خازن اور مُصَيِّطْر میں وہی فرق ہے جو حفیظ اور رقیب میں ہے۔ خازن کی ذمہ داری محض یہ ہے کہ وہ جمع شدہ اشیاء کی حفاظت کرے جبکہ مصیطر کے ذمہ ان کی کوڑی بیکارداشت بھی ہے۔ کیونکہ وہ ان پر غالب ہے۔

۳۔ داغ دینا

کے لیے وَسَمٌ، كَوِيٌّ، شَيْئَةٌ (وشی) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ وَسَمٌ: بمعنی نشان کرنا۔ داغ لگانا (صفت) اور بمعنی جسم پر نقش و نگار، تل وغیرہ کھودنا (م۔ ل) اور وَسَمٌ بمعنی خضاب لگانا۔ اور وسامہ اور وسمہ وہ چیز ہے جس سے داغ لگایا جائے یا رنگا جائے (م ق) قرآن میں ہے:

سَيِّمُهُ عَلَى الْخُرطومِ (۶۶) عفریب ہم اس کی سونڈ (لموتری ناک) پر داغ لگائینگے۔

۲۔ كَوِيٌّ يَكُوِيٌّ: لوہے یا کسی دوسری دھات کے آلہ کو آگ میں سُرخ کر کے اس کو جلد پر رکھ کر داغ دینا اور جلد کا اتنا حصہ جلا دینا۔ اور کاویۃ اس اوزار کو کہتے ہیں جس سے داغ لگایا جائے۔ ارشاد باری ہے:

يَوْمَ يُخَالِي عَلَيْهِمَ فِي نَارٍ جَهَنَّمَ فَيُكْوِي
بِهَاجِبَاهُمْ وَمُجَنَّبَاتٍ يَتَوَضَّعُونَ لَهُمْ وَيُظْهِرُهُمْ
جَنَدَانِ (ان کا یہ سونا چاندی) جہنم کی آگ میں گرم کر کے
ان سے ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغ دیا
جائے گا۔ (۹/۱۰)

۳۔ شَيْئَةٌ: (وشی) وَشَيْئَةُ الشَّيْءِ وَشَيْئًا بمعنی کسی چیز میں اس کے عام رنگ کے خلاف کوئی اور رنگ لگانا ہے۔ اور وَشَيْئَةٌ اور شَيْئَةٌ کے معنی ایسے رنگ کا نشان یا داغ ہے جو سارے بدن کے رنگ کے علاوہ ہو (صفت) ارشاد باری ہے:

مُسَلَّمَةٌ لِأَشْيَاءٍ فِيهَا (۲۶) وہ (گائے) بالکل صحیح سالم ہو۔ اور اس پر کسی قسم کا داغ نہ ہو۔

ماحصل: (۱) وَسَمٌ: نقش و نگار، تل وغیرہ کھودنا (۲) كَوِيٌّ، کاویۃ وغیرہ سے جلد کو جلا کر داغ دینا۔

(۳) شَيْئَةٌ: ایسا داغ یا نشان جو سارے بدن کے رنگ کے علاوہ ہو۔

۴- دُبْلَا

کے لیے عَجَاف اور صَمَامِر کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- عَجَاف (اعجف کی جمع) عَجَفَ یعنی کھانا ترک کر دینا جبکہ بھوک ابھی باقی ہو۔ (م-ق) اور عَجَفَ بمعنی چربی کم ہو کر دُبْلَا ہو جانا (م-ل) گویا اعجف وہ جانور ہے جو خوراک کی کمی کی وجہ سے کمزور اور لاغر ہو گیا ہو۔ قرآن میں ہے:

قَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَى سَبْعَ بَقَرَاتٍ
بِمِثَالِنَا يَا كَلْبُ سَبْعَ عَجَافٍ (۳۳)

بادشاہ نے کہا کہ میں نے (خواب میں) دیکھا کہ سات
موٹی گائیں ہیں جن کو سات دُبْلَا گائیں کھا گئی ہیں۔

۲- صَمَامِر (ضمیر) الاضمار بمعنی گھڑ دوڑ کا میدان۔ گھوڑوں کے سدھانے کا میدان۔ گھڑ دوڑ کے میدان کی انتہا۔ اور گھوڑوں کے سدھانے کا عرصہ (منجد) اور صَمَامِر وہ جانور ہے جو خوراک کی کمی کی وجہ سے نہیں بلکہ سدھانے اور مشق کی کثرت اور کسرت کی وجہ سے دُبْلَا پتلا اور چھریسے بدن والا ہو جائے۔ بک رو بک خزام تاکہ مقابلہ میں آگے نکل سکے۔ عرب میں صَمَامِر کا لفظ عموماً اونٹ کے لیے مختص ہو گیا، خواہ نہ ہو یا مادہ۔ ارشاد باری ہے:

وَأَذِّنْ فِي النَّارِ بِالْحَقِّ يَا أَيُّهَا الرَّجُلُ
بَدِيدٌ أَوْرَدُ بِلَيْطِئِ سَيْتِئِ أَوْرَدُ رَدَارِ رَسُلُوكِ
عَجِيفِي (۲۲)

اور لوگوں میں سچ کے لیے ندا کرو کہ تمہاری طرف
پیدل اور دُبْلے پتے اونٹوں پر جو در دراز رسلوں
چلے آتے ہوں (سوار ہو کر) چلے آئیں۔

مأصل: عَجَاف: وہ جانور ہے جو خوراک کی کمی کی وجہ سے دُبْلَا ہو۔ اور صَمَامِر وہ ہے جو مشق اور کسرت کی وجہ سے دُبْلَا پتلا اور چھریسے بدن والا ہو جائے۔

دراز ہونا — کرنا

طَالَ اور تَطَاوَلَ، مَدَّ اور مَدَّدَ اور بَاعَدَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱- طَالَ (طَوْلًا) بمعنی لمبا ہونا طَوَّلَ بمعنی لمبائی (ضد عرض بمعنی پوڑائی) اور اطَّالَ بمعنی لمبا کرنا۔ قرآن میں ہے:

إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ
الْحِجَابَ طَوْلًا (۱۶)

تو تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ ہی لمبائی میں پہاڑ
کو پہنچ سکتا ہے۔

اور تَطَاوَلَ عَلَيْهِ الْعُمُرُ بمعنی کسی کی عمر بڑھنا۔ عمر کا لمبا ہونا (منجد) قرآن میں ہے:

وَلَكِنَّا أَنشَأْنَا قُرُونًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ
الْعُمُرُ (۲۵)

لیکن ہم نے (موسیٰ کے بعد) بہت نسلیں پیدا کیں،
جن کی دراز ہوتی بہت مدت۔ (عثمانی)

۲- مَدَّ: بمعنی کھینچنا اور لمبا کرنا۔ کسی چیز کو کھینچ کر اس طرح لمبا کرنا اور پھیلا نا کہ چیز متصل ہی رہے (صفت)

اور مدت بمعنی زمانہ کی لمبائی۔ ارشاد باری ہے:

أَلَمْ تَسْأَلِي رَبِّيَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ - کیا تو نے اپنے پروردگار کی قدرت کو نہیں دیکھا کہ وہ سایہ کو کیسے دراز کر دیتا ہے؛ (۲۵)

اور مَدَّ میں تکرار لفظی سے تاکید معنوی مقصود ہے جیسے قرآن میں ہے:

فِي عَمَدٍ مُمَدَّدَةٍ (۱۴۳)

بے بے ستونوں میں۔

۳۔ بَاعَدَ: بَعَدَ بمعنی دُور ہونا۔ اور بَاعَدَ بمعنی دو چیزوں کے درمیان فاصلہ بڑھا دینا۔ تَسْرَانِ میں ہے:

فَقَالُوا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا (۲۴۹)

تو انہوں نے دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری مسافتوں میں بعد (اور طول) پیدا کر دے۔

حاصل: (۱) طَالَ، مَحْضٌ لَمَّا هُوَ۔ (۳) بَاعَدَ، دو چیزوں کے درمیان فاصلہ بڑھانا، اور (۲) مَدَّ، کسی چیز کو کھینچ کر لیا کرنا۔

۶۔ درپے ہونا

کے لیے تَصَدَّىٰ اور حَقًّا کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ تَصَدَّىٰ: صَدَّىٰ بمعنی گونج، صدائے بازگشت جو کسی گنبد یا دوسری جگہ سے ٹکرا کر واپس آئے اور تَصَدَّىٰ بمعنی صدائے بازگشت کی طرح کسی چیز کے درپے ہونا۔ متوجہ ہونا (صحت) ارشاد باری ہے:

أَمَّا مَنِ اسْتَعْنَىٰ قَانَتْ لَهُ تَصَدَّىٰ - جو توجہ نہیں کرتا، تم اس کے درپے ہوتے ہو۔ (۶۰)

۲۔ حَقًّا (حفو) بمعنی کسی چیز کے مانگنے میں اصرار کرنا۔ یا کسی کی حالت معلوم کرنے کے لیے بحث و کاوش میں لگے رہنا (صحت) گویا حفو کا لفظ مسلسل کسی بات کے درپے ہونے یا پیچھے پڑنے کے لیے آتا ہے تَسْرَانِ میں ہے:

لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَعْتُهُ يَسْتَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا (۱۸۷)

قیامت ناکہاں تم پر آیا کی۔ یہ لوگ آپ سے اقیامت کے تعلق یوں پوچھتے ہیں گویا تم مسلسل اس کی ٹوہ میں لگے ہوئے ہو (یعنی اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہوں)

دوسرے مقام پر ہے:

سَأَسْتَعْفِرُكَ رَبِّي إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا - حضرت ابراہیم نے باپ کو جواب دیا، میں اپنے پروردگار سے بخش مانگوں گا۔ بیشک وہ مجھ پر مہربان ہے۔ (۲۱۷)

اس آیت میں حَفِيًّا کے اصل معنی لمحہ لمحہ کی خبر گیری کرنے والا ہے جس کا مختصر ترجمہ مہربان کر لیا جاتا ہے

حاصل (۱) تصدٰی، ماضی اور توتقی طور پر کسی چیز کے درپے ہونا۔
(۲) حقاً، مسلسل طور پر درپے رہنا۔

۷۔ درخت اور لودے

کے لیے شجرۃ، شجر، نَجْم، اَثَل، يَقْطِین، صَرْبِیع، تَقْوْم کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ شجرۃ، شجر: شجرۃ یعنی ایک درخت (ج شجر) یعنی ہر وہ نباتات جس کا تنا ہوا (معت) اس پر شجرۃ کا اطلاق ہو سکتا ہے خواہ یہ بلند چلا جائے یا زمین پر پھیل جائے۔ گویا شجرۃ کا لفظ عام ہے۔ ارشاد باری ہے:

أَفْرَأَیْتُمُ النَّارَ الَّتِی تُورُونَ ۚ أَتَنْشَرُونَ
بھلا دیکھو تو کہ جو آگ تم درخت سے نکالتے ہو کیا تم نے
أَنْشَأْتُمْ شَجَرَ تَبَّأَ ۚ أَمْ تَحْنُ الْمُنْشَوْنَ
اس کے درخت کو پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے
ہیں؟ (۵۶-۵۷)

۲۔ نَجْم: یعنی ستارہ بھی اور بے تنہ نباتات بھی ہے یعنی جڑی بوٹیاں وغیرہ (معت) ارشاد باری ہے:
وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدَانِ (۵۶)
اور بوٹیاں اور درخت اسے (اللہ کو) سجدہ کر رہے ہیں۔
۳۔ اَثَل، اَثَلُ زَمِیْنِ میں جڑ پکڑنا۔ اور اَثَلُ ہر وہ درخت ہے جس کی جڑ مضبوط ہو۔ عموماً اس کا اطلاق جھاڑ
کے درخت پر ہوتا ہے (معت۔ منجد) ارشاد باری ہے:

وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتِیْنِ ذَوَاتِی
اور ہم نے اُن کے دونوں باغوں کو دو اور باغوں میں
أَكْلِ خَمِیْطٍ ۚ وَ اَثَلٍ ۚ وَ شِئٍ مِّنْ سِدْرٍ
تبدیل کر دیا جن کے میوے بد مزہ تھے اور جن میں کچھ تو
جھاڑ تھا اور تھوڑی سی بیریاں۔
قَلِیْلٍ (۲۲)

۴۔ يَقْطِین، یعنی ہر وہ درخت جس کا پورا (پنڈلی۔ ساق) نہ ہو (معت) اس کا اطلاق عموماً بیلدار پودوں
اور باخصوص بیٹھہ کدو کی بیل پر ہوتا ہے (م۔ ق) ارشاد باری ہے:

وَأَنْبَتْنَا عَلَیْهِ شَجَرَةً مِّنْ یَّقْطِیْنِ (۱۳۶)
اور ہم نے ان (یونس) پر کدو کا درخت اگادیا۔
۵۔ صَرْبِیع: یعنی خاردار جھاڑ یا کانٹے والی جھاڑی (معت) ارشاد باری ہے:

لَئِیْسَ لَكُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِّنْ صَرْبِیْعٍ (۵۶)
اور خاردار جھاڑ کے سوا ان کا کوئی کھانا نہ ہوگا۔

۶۔ تَقْوْم: یعنی تھوہر کا درخت جس کے پتے چوڑے، موٹے اور کانٹے دار ہوتے ہیں۔ اور ذائقہ میں
نہایت کڑوا ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّ شَجَرَتَ التَّقْوْمِ طَعَامٌ لِّالْیْتِیْمِ۔
بلاشبہ تھوہر کا درخت گنہگار کا کھانا ہے۔

(۴۲-۴۳)

حاصل (۱) شجرۃ: عام ہے۔ ہر طرح کی نباتات پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ جو تنہ دار ہو۔
(۲) نَجْم: بے تنہ نباتات۔ جڑی بوٹیاں۔

- (۳) اَثَلِ مَضْبُوطٍ جُرْهُ وَلَيْسَ يُوَدِّعُ اور مجاہد کا درخت۔
 (۴) يَقْطِئِينَ: ایسے درخت جن کا پورا نہ ہو۔ پھل دار درخت۔ خصوصاً پیٹھ کدو کی بیل۔
 (۵) ضَرْبِغٍ: کانٹے دار جھاڑیاں۔
 (۶) زُقُومٍ: زمین میں پھیل جانے والی چوڑے اور غدار پتوں والی نباتات۔ چھتر تھوہر۔

۸۔ درست ٹھیک

کے لیے صَوَابٌ اور حَقٌّ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ صَوَابٌ: بمعنی درست۔ ٹھیک۔ لائق۔ (منجد) (صند۔ خطا) اور صَابٌ وَأَصَابَ النَّهْمُ بمعنی تیر کا ٹھیک نشانہ پر لگنا۔ اور اسْتِصَوَابٌ بمعنی کسی رائے یا فعل کو درست پانا۔ ٹھیک خیال کرنا۔ اور صَوَيْبٌ اور مُصَيَّبٌ بمعنی ٹھیک رائے والا۔ درست کار (منجد) اور اگر تیر درست نشانہ پر لگ کر وہیں بیٹھ جائے تو اسے مصیبتہ کہتے ہیں جس کا اطلاق ہتر تکلف دہ حادثہ پر ہوتا ہے (معنی) گو یا صَوَابٌ کا تعلق بالعموم قول اور رائے سے اور بعض دفعہ کام سے بھی ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ
 كَوْنِي شَخْصٌ بُولِ نَسْكَ مَكْرَجِسْ اَللّٰهُ تَعَالٰى اِجَازَتِ بَحْتِ
 وَقَالَ صَوَابًا (۳۸)

اور اس نے بات بھی درست کی ہو۔

۲۔ حَقٌّ: بمعنی سچ۔ سچائی۔ حقیقت۔ درست (صند باطل) یعنی ہر وہ بات یا چیز جو تجربہ اور شاہد کے بعد درست ثابت ہو۔ (معنی) ارشاد باری ہے:

سَأْتِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي الْغُيُوبِ
 هَم مَسْتَرِبِ اِن كُو اَطْرَافِ عَالَمِ اُو رِخُو اُو اِن كِي ذَا تِ مِ ي
 حَتَّىٰ يَدَّبُّوا بِهَا لَكُمُ أَنَّهُ الْحَقُّ (۲۱)
 بھي اپنی نشانیاں دکھلائیں گے یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ وہ (وحی یا قرآن) بالکل درست ہے۔

حاصل: صواب میں درستی کا تعلق کسی شخص کے قول یا رائے سے ہوتا ہے جبکہ حق ہر وہ چیز یا بات جو تجربہ اور شاہد سے درست ثابت ہو

۹۔ درست کرنا

کے لیے أَصْلَحَ اور سَوَّى کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ أَصْلَحَ، إِصْلَاحٌ کی ضد فساد بمعنی بگاڑ ہے۔ اور أَصْلَحَ کے معنی بگاڑ کو درست کرنا۔ فتنہ و فساد کو دور کرنا۔ کسی چیز میں افراط و تفریط سے پیدا شدہ بگاڑ کو درست کر دینا (معنی) قرآن میں ہے:

إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ۔ (حضرت شعیب نے اپنی قوم سے کہا) میں تو، جہاں تک مجھ سے ہو سکے (تمہارے معاملات کی) اصلاح چاہتا ہوں (۱۱۷)

۲۔ سَوَّى، سَوَّى، سَوَّى کے معنی کسی چیز کی شکل و صورت کا درست ہونا۔ اور سَوَّى بمعنی کسی کام یا چیز کو درست کرنا، ہموار کرنا، برابر کرنا اور سیدھا کرنا ہے (منجد) اور ابن الفارس کے نزدیک اس کا

معنی الْاِنْشِقَاقَ وَالْاِعْتِدَالَ ہے (م۔ ل) جو بالکل یہی مفہوم ادا کرتا ہے۔ ارشاد باری ہے:
 الَّذِي خَلَقَ سَوَی (۲۴)
 جس نے انسان کو) بنایا۔ پھر اس کے اعضا کو درست
ماصل؛ تخلیقی تاہماریوں کو درست کرنے کے لیے سَوَی، اس کے علاوہ دوسری اخلاقی اور مادی جگہ کو درست
 کرنے کے لیے اصْلَحَ کا لفظ آتا ہے۔

۱۰۔ درمیان

کے لیے بَيْنَ، خِلَالِ، وَسَطِ، سَوَاءِ اور قَصْدِ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ بَيْنَ، یعنی دو الگ الگ چیزوں کے درمیان یہ کلمہ حرف ہے۔ جو دو چیزوں کی جہانی یا علیحدگی
 کو ظاہر کرتا ہے۔ اور بَانَ بمعنی دور ہونا۔ لہذا بَيْنَ و دو چیزوں کے درمیان بُعْدُ یا فاصلہ کے لیے آتا
 ہے۔ ابن الفارسی کے نزدیک بَيْنَ میں تین چیزیں پائی جاتی ہیں (۱) افتراق (۲) بُعْدُ (۳) وضوح۔
 (م۔ ل) یعنی کسی چیز کا دوسری سے الگ ہو کر واضح ہونا۔ قرآن میں ہے،
 بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ (۱۳۶) آسمان اور زمین کے درمیان۔

پھر یہ لفظ جس طرح مادی طور پر استعمال ہوتا ہے معنوی طور پر بھی استعمال ہوتا ہے جیسے:
 فَاحْكُم بَيْنَنَا بِالْحَقِّ (۲۳) ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمائیے!

۲۔ خِلَالِ، دو ایسی چیزوں کے درمیان کوئی جگہ جو آپس میں مربوط ہو اَلْخِلَالِ و انتوں کی درمیانی
 جگہ کو صاف کرنے کے تنگہ کو بھی کہتے ہیں اور اس جگہ کے صاف کرنے کو بھی۔ ایسے ہی ہاتھ کے
 انگلیوں یا واڑھی کے بالوں میں وضو کرتے وقت پانی سے خلال کیا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:
 وَفَجَّرْنَا خِلَالَهَا نَهْرًا (۱۳) اور ہم نے ان دونوں باغوں کے درمیان ایک نہر جاری
 کر رکھی تھی۔

پھر یہ لفظ ایک ہی چیز کے متفرق اجزاء کی درمیانی جگہ کے لیے بھی آتا ہے۔ قرآن میں ہے:
 فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِہِ (۱۳) پھر تو دیکھے گا کہ اس (بادل) کے درمیان سے بارش
 کے قطرے نکلتے ہیں۔

۳۔ وَسَطِ: ہر چیز کی درمیانی جگہ جہاں سے اس کے دونوں اطراف کا فاصلہ برابر ہو (مفت) یا اگر چیزیں
 زیادہ ہوں تو دونوں اطراف سے تعدد میں برابر ہوں۔ گویا افراط اور تفریط کے درمیان نقطہ اعتدال
 کو وسط کہتے ہیں۔ پھر یہ لفظ مادی اور معنوی دونوں طرح مستعمل ہے (مفت) ارشاد باری ہے:
 (۱) حَافِظُوا عَلٰی الصَّلٰوٰتِ وَالصَّلٰوٰتِ نمازوں کی حفاظت کرو خصوصاً درمیانی نماز کی۔
 الْاَوْسَطٰی (۲۲۸)

(۲) وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَسَطًا (۲۳۳) اور اسی طرح ہم نے تم کو امت معتدل (نقطہ اعتدال) بنا
 دینے والی بنایا ہے۔

۴۔ سَوَاءٌ: بیچوں بیچ۔ مرکز۔ مرکزی نقطہ۔ کسی طول عرض اور عمق رکھنے والی چیز کا ہر طرف سے درمیان۔ ابن الفارس کے نزدیک اس کا معنی الْأَسْتِقَامَةُ وَالْإِعْتِدَالُ بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ ہے۔ (۴۔ ل۔) قرآن میں ہے:

خَذُّوهُ فَاعْتَبِرُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ (۲۳) (حکم دیا جائے گا) اسے پکڑ لو اور کھینچتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ لے جاؤ۔

۵۔ قَصْدٌ: بمعنی میانہ روی۔ وہ راہ یا طریقی یا افراط اور تفریط کے درمیان ہو۔ نہ زیادہ نہ کم۔ جیسے اسراف اور تکلف کے درمیان سخاوت یا تہور اور مہین کے درمیان شجاعت۔ اور قَصْدٌ اور اقْتَصَادٌ فِي الْمُنْفَقَةِ بمعنی خرچ کرتے وقت افراط و تفریط سے بچ کر درمیان خرچ کرنا۔ اور قَصْدُ السَّبِيلِ بمعنی راہ پر سیدھے چلتے جانا۔ ادھر ہونا نہ ادھر۔ (معت۔ منجد) ارشاد باری ہے:

وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاعْضُضْ خَدَّكَ
إِنِّي خَالٍ فِي الْعَدَالِ رُكْحًا وَإِنِّي آوَاكُ لِبَيْتِ رُكْحًا۔
صَوْتِكَ (۲۴)

محصل (۱۱) بَيْنَ: حرف دو الگ الگ چیزوں کے درمیان۔

(۲) خِلَلٌ: ایک ہی چیز کے مختلف اجزاء یا دو ایسی چیزوں کا درمیان جن کا آپس میں کچھ تعلق ہو۔

(۳) وَسْطٌ: تعداد، مقدار یا ناسکے لحاظ سے کسی چیز کا درمیان۔

(۴) سَوَاءٌ: ہر لحاظ سے درمیان۔ مرکزی نقطہ۔

(۵) قَصْدٌ: راہ اعتدال۔ میانہ روی۔

۱۱۔ دشمن و دشمنی

کے لیے عَدُوٌّ اور عَدَاوَةٌ، بَغْضَاءٌ اور شَتَانٌ اور شَتَائِيٌّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَدُّوقٌ (ج اعداء) ایسا دشمن جو بدخواہ ہو۔ بُرَائِيٌّ اور نَصَانٌ کی بات سوچنے والا اور تکلیف پر

خوش ہونے والا۔ اور اس کی ضد صَدِّيقٌ ہے (ف۔ ل۔ ۱۶۸) ارشاد باری ہے:

إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ (۲۵) بیشک شیطان تم دونوں (آدم و حوا) کا کھلا دشمن ہے!

اور عَدَاوَةٌ بمعنی دشمنی اور بدخواہی۔ اور یہ دشمنی کا پہلا درجہ ہے۔ (ف۔ ل۔ ۱۶۹) اور بمعنی کسی

کی نصرت سے ہٹ جانا (ضد دلایت) (فق ل ۱۰۶)

۲۔ بَغْضَاءٌ: بَغْضٌ (صند حُب) بمعنی کسی چیز یا شخص سے متنفر ہونا۔ یہ دشمنی کا دوسرا درجہ ہے (ف۔ ل۔)

اور بغضتہ بمعنی کسی کو حقیر اور ذلیل کرنے کا ارادہ رکھنا (فق ل ۱۰۶) ارشاد باری ہے:

وَالْقَدِيمَاتُ بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ
أَلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ (۲۶)

ڈال دی۔

۳۔ شَتَائِيٌّ، شَتَانٌ بمعنی دشمنی رکھنا۔ بغض رکھنا۔ نفرت کرنا (منجد) اور شَتَانٌ اس سے صدر ہے۔ ارشاد

باری ہے:

وَلَا يَجْرِمُكُمْ شَتَانُ قَوْمٍ عَلَىٰ الْآلَةِ
تَعْدِلُوا (۱۶۹)

کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ بھارے کہ تم انصاف چھوڑ دو۔

اور شتانی وہ شخص ہے جو بدخواہ بھی ہو اور کینہ پرور بھی۔ یعنی عدالت بھی رکھتا ہو اور بغض بھی۔
(مفت) یعنی بدترین دشمن۔ اور یہ دشمنی کا تمہیں اور جبر ہے۔ (فت۔ ل۔ ۱۶۹) ارشاد باری ہے،
إِنَّ شَتَانَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ (۱۷۰)

بلاشبہ تمہارا دشمن بے اولاد رہے گا۔

۱۲۔ دُعا کرنا۔ دینا

کے لیے دُعا، سَلَّمَ، حَتَّىٰ اور صَلَّىٰ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ دُعا (دعو) کا معنی پکارنا اور بلانا ہے۔ تاہم یہ لفظ دُعا کرنے اور بددعا کرنے دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اگر اس کا صلہ لے سے ہو تو دُعا یا اچھی دُعا کے معنوں میں آتا ہے اور اگر علی سے ہو تو بددُعا کرنے کا معنی دے گا۔ مثلاً دُعَاكَ اس کے لیے اچھی دُعا کی۔ اور دُعَا عَلَيَّ۔ معنی اس کے لیے بددُعا کی۔ (بددُعا کے لیے اس لفظ کا استعمال قرآن میں نہیں ہے) ارشاد باری ہے:

وَاذْقَلْتُمْ يٰمُوسَىٰ لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى
طَعَامٍ وَّاجِدٍ فَاذْعُ لَنَا رَبِّكَ يُخْرِجْ
لَنَا مِمَّا تَنْبِتُ الْاَرْضُ (۱۷۱)

اور جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ! ہم سے ایک (ہی) کھانے پر صبر نہیں ہو سکتا۔ تو اپنے پروردگار سے دُعا کیجئے کہ جو چیزیں زمین سے اُگتی ہیں وہ ہمارے لیے پیدا کر دے۔

۲۔ سَلَّمَ، معنی سلامت رکھنا اور بچانا بھی ہے، سپرد کرنا بھی اور سلامتی کی دُعا دینا بھی۔ یعنی السلام علیکم کہنا۔ ارشاد باری ہے:

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلٰى
اَنْفُسِكُمْ (۱۷۲)

اور جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے (گھروالوں) کو سلام کہنا کرو۔

۳۔ حَتَّىٰ: حتیٰ بمعنی زندہ رہنا۔ اور حَتَّىٰ (تَحْيَاةً) معنی کسی کو حیاتِ اَللّٰہِ کہنا۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری عمر و راز کرے (منجھ) پھر اس لفظ کا استعمال ہر طرح کی اچھی دُعا کے لیے عام ہے۔ اور سلامتی کی دُعا۔ یَا سَلِّمَ یا سَلَام کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ گویا سَلَّمَ اخص ہے۔ اور حَتَّىٰ اعم ہے (فق ل، ۲۴۰) ارشاد باری ہے:

وَإِذَا حُيِّيتُمْ بِبَعْثَةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ
مِنْهَا أَوْ رَدُّوْهَا (۱۷۳)

اور جب تم کو کوئی دُعا دے تو تم اس سے بہتر (کلمے) سے اسے دُعا دو یا انہیں لفظوں سے لوٹا دو۔

۴۔ صَلَّىٰ (صلو) ایک شرعی اصطلاح ہے جس کا مفہوم نماز پنجوقتہ ہے جو اسلام کا ایک بنیادی

رکن ہے لیکن اس کا اصل معنی دُعادینا۔ تمہیں تبریک اور تعظیم کرنا ہے (مفت) ارشاد باری ہے:
 وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (۹۳)

اور صل کی نسبت اگر اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد رحمت کا نزول ہوتا ہے اور اگر بندے کی طرف ہو تو اس سے مراد نزولِ رحمت کی دعا ہے۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (۲۳)

تو اسے مسلمانو تم بھی اس پر نزولِ رحمتِ سلامتی کی دعا کیا کرو۔ عثمانی؟
 درود بھیجتے ہیں۔ ان پر درود و سلام بھیجا کرو (جالنصری)

ماہصل (۱) دُعَاءِ: بہ طرح کی دعا کیلئے عام (۲) حَتِّي: درازی عمر کی دعا دینا۔

(۲) سَلِّم: سلام کرنا بھیجنا۔ سلامتی کی دعا کرنا۔ (۴) صَلِّ: نزولِ رحمت کی دعا کرنا۔ درود بھیجنا۔

۱۳۔ دل

کے لیے قَلْبٌ، قُوَادٌ (فاد) صَدْرٌ اور نَفْسٌ کے الفاظ قرآنِ کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔
 ۱۔ قَلْبٌ مشہور عضو۔ رُوح و حیات کا منبع (ج قلوب) عقل، فہم، سوچ، فکر کے لیے اللہ تعالیٰ نے
 دل کو مخاطب فرمایا ہے یعنی جو افعال جدید طب نے دماغ سے متعلق بتلائے ہیں، قرآن نے
 دل سے متعلق کیے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا (۱۶۹)

ان کے دل تو ہیں لیکن وہ ان سے سمجھنے کی کوشش
 نہیں کرتے۔

۲۔ قُوَادٌ: بعض علمائے نے یہ کہا ہے کہ جو فرق عَیْنٌ اور بَصْرٌ یا أذُنٌ اور سَمْعٌ میں ہے وہی فرق قلب

اور قُوَادٌ میں ہے۔ اس کی دلیل میں یہ آیت پیش کی جاتی ہے:

إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْقُوَادَ كُلٌّ
 أُولَئِكَ كَانَ عِنْدَهُمْ مَسْوُؤًا (۱۶۹)

لیکن یہ حقیقت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عقل و فہم مشہور اور تندر کے لیے براہِ راست قلب کو مخاطب
 کیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس عضوِ قلب کے کئی حصے ہیں۔ جس طرح دماغ کے مختلف حصے
 مختلف قوتوں کا مستقر ہیں۔ اسی طرح قلب کے مخصوص حصے بھی مخصوص افعال و جذبات سے
 متعلق ہیں۔ علم طب کی رُو سے قُوَادٌ قلب کے اوپر کا وہ حصہ ہے جو فہمِ معده کے سامنے ہوتا ہے۔
 اور وجع الفواد اسی جگہ پر کے درد کو کہتے ہیں۔

قُوَادٌ (جمع آفِئِدَة) فَادٌ سے مشتق ہے۔ فَادٌ اللحم کے معنی گوشت کو آگ پر بھوننا۔ اور لَحْمٌ
 قَلْبٌ یعنی آگ پر بھوننا ہوا گوشت ہے۔ ابن فارس کے الفاظ میں أَلْفَادٌ يَدُلُّ عَلَى حَتَّى وَ

شِدَّةُ الْحَرَاةِ (۴) یعنی یہ لفظ گرمی اور شدید حرارت پر دلالت کرتا ہے۔ لہذا جہاں انسان کے جذبات کی شدت اور اُس کی تاثیر کا ذکر آئے گا تو یہ لفظ استعمال ہوگا۔ مثلاً:

- (۱) وَأَصْبَحَ قَوَادِمُ أُمِّ مَوْسَىٰ قَارِعًا (۲۸) اور موسیٰ کی ماں کے دل میں قرآن رہا (خالی ہو گیا)
 (۲) مَهْطِعِينَ مَقْنَبِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفَهُمْ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ (۳۳) سر اٹھائے دوڑتے ہوں گے، اُن کی نگاہیں (بھی) انکی طرف نہ لوٹ سکیں گی۔ اور دل (دہشت کے مارے) اڑ رہے ہوں گے۔

اور جو اللہ تعالیٰ سے فواد سے باز پرس کا ذکر فرمایا ہے تو وہ ایسے ہی اعمال سے متعلق ہوگی جو شدت جذبات کے تحت انسان کر بیٹھتا ہے۔

- ۳۔ صَدْرٌ: (یعنی سینہ جِ صُدُور) اور سینہ کے اندر ہی دل ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:
 وَلَكِنَّ تَعْمَى الْقُلُوبِ الَّتِي فِي الصُّدُورِ (۲۲) لیکن وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

لہذا کبھی صرف فِي الصُّدُور کہہ کر قلوب مراد لے لیے جاتے ہیں جیسے شِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ (۲۶) اب چونکہ صَدْر کا تعلق ظرف مکان سے ہے لہذا اگر دل کی تنگی یا فراخی کا ذکر مطلوب ہو تو صَدْر کا لفظ آئے گا۔ مثلاً:

- (۱) وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ (۱۵) اور ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتوں سے تمہارا دل تنگ ہوتا ہے۔

(۲) أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (۱۶) کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا؟ اور شرح صدر یا انشراح صدر محاورہ ہے کسی مشکل اور پیچیدہ معاملہ میں دل میں کوئی راہ صواب کی بات سوچا جائے تو اسے شرح صدر کہتے ہیں۔ پھر کسی چیز کو چھپانے کے لیے بھی چونکہ ظرف کی ضرورت ہوتی ہے، لہذا راز کی بات کے چھپانے، خیالات اور وسوسوں کے ذکر میں بھی صَدْر کا استعمال ہوگا۔ مثلاً:

- (۱) يَعْلَمُ خَائِنَتَهُ الْأَعْيُنُ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ (۱۹) وہ آنکھوں کی خیانت کو بھی جانتا ہے۔ اور جو باتیں دلوں میں ہیں ان کو بھی جانتا ہے۔

- (۲) إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (۵۱) بیشک اللہ دلوں کی باتوں تک سے واقف ہے۔
 (۳) أَلَيْسَ لِيُوسُوسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ (۱۱۴) وہ (شیطان) لوگوں کے دلوں میں دوسوں سے ڈالت ہے۔

۴۔ نَفْسٌ: روح، زندگی، جی، جان (جِ نفوس) اس سے خواہشات کا مبداء و ملجا۔ آرزو کرنے والا اور خوش ہو جانے والا دل مراد ہوتی ہے،

(۱) جہاں تک پوشیدہ باتوں اور خیالات وغیرہ کو چھپانے کا تعلق ہے یہ صفت نفوس اور صدور

میں مشترک ہے۔ ارشاد باری ہے:

و تُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ۔ اور تم اپنے دل میں وہ چیز چھپاتے تھے، جسے اللہ
خفا کر کے والا تھا۔ (۲۲)

(۲) خواہشات کا تعلق نفس سے ہوتا ہے خواہ اچھی ہوں یا بُری۔ ارشاد باری ہے:
إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى
الْأَنفُسُ (۲۳)
یہ لوگ محض ظن (فاسد) اور خواہشاتِ نفس کے پیچھے
چل رہے ہیں۔

(۳) خوش ہونے کا تعلق بھی نفس سے ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:
فَإِن طَبَن لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا
فَكُلُّوهُ هَبِيئًا مَرِيئًا (۲۴)
پھر اگر وہ عورتیں اپنے دل کی خوشی سے اس میں سے
تم کو کچھ چھوڑ دیں تو اسے ذوقِ شوق سے کھاؤ۔

حاصل: (۱) قلب، عقل و شعور اور فہم و تدبیر کا منبع

(۲) فؤاد، جذبات کی شدت کا مرکز۔

(۳) صدر: طرفِ تنگی اور فراخی۔ اور بات چھپانے کے لیے۔

(۴) نفس، خواہشات کا مرکز۔ خوش ہونے اور بات چھپانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۱۲۔ دل میں بات ڈالنا

کے لیے وحی، اَلْقَامَرِ، اَلْقَاءِ، وَتَسْوَأِ اور هَمَزَاتِ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
۱۔ وحی کا لغوی معنی صرف غنی اور تیز اشارہ ہے۔ اور اُدْحٰی کے معنی کسی پوشیدہ بات اور نامعلوم بات
کے متعلق سرعت سے اشارہ کرنا (مفہم ل) پھر وحی کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک تفسیری امور سے
تعلق رکھتی ہے۔ جیسے فرمایا:

وَأُدْحٰی فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا (۲۵)
اللہ تعالیٰ ہر آسمان میں اس کے متعلقہ امور سے متعلق

وحی کر دی۔

دوسرے فطری راہنمائی کو بھی وحی سے تعبیر کیا گیا ہے، جیسے بچہ پیدا ہوتے ہی ماں کی چھاتیوں کی طرف
پلکتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَأُدْحٰی رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ (۲۶)
اور تیرے پروردگار نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی۔

گو یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی جمادات، حیوانات اور انسانوں سب پر ہوتی ہے۔ اور ایسی وحی
غیر نبی کی طرف بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے فرمایا:

وَأَنْعَيْنَا لِلَّيْلِ أَنْ أَرْضِيْنُو
اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی کہ اسے دُودھ

پلاتی رہے۔ (۲۸)

ان سب مثالوں میں وحی کا لفظ اپنے لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ پھر ایک انسان بھی اس

معنی کے لحاظ سے دوسرے انسانوں کو وحی کرتا ہے۔ جیسے فرمایا:
 فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ أَن سَبِّحُوا بُكْرَةً وَقَ ۖ تَوَكَّرَ يَأْتِيهِمْ أَن لَوْ كُنُوا يَشْعُرُونَ
 عَشِيًّا (۱۱) اللہ کی تسبیح بیان کرتے رہیں۔

سچی کہ اس قسم کی وحی شیطان کی بھی ایک دوسرے کی طرف کرتے ہیں۔ جیسے فرمایا:
 وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لِيُوحِيَ إِلَيْكُمُ الْآيَاتِ ۖ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (۱۲)
 اور شیطان اپنے رفیقوں کے دل میں بات ڈالتے ہیں کہ وہ تم سے جھگڑا کریں۔

گویا وحی رحمانی بھی ہوتی ہے اور شیطانی بھی ہو سکتی ہے۔ وحی رحمانی ہمیشہ خیر پر مبنی ہوتی ہے اور جو وحی، وحی رحمانی کے خلاف ہو وہ شیطانی ہوتی ہے۔ اور شرعی اصطلاح میں وحی سے مراد وہ تعلیم احکام اور انبائے غیب ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے کسی برگزیدہ انسان (پیغمبر) کی طرف عام لوگوں کی رہنمائی کے لیے بھیجتے ہیں۔ اور اس کی تین صورتیں قرآن کریم میں مذکور ہیں (۱) اللہ تعالیٰ براہ راست دل میں بات ڈال دے (۲) اپنا فرشتہ رسول کی طرف بھیجا اور (۳) پردہ کے پیچھے سے بات کرے (جیسے موسیٰ سے کی گئی) تاہم ان میں سے عام مستعمل صورت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ جبرئیل کے ذریعہ انبیاء و رسل کے دل پر اپنا پیغام ڈال دیتے ہیں جو نبی کی زبان سے جاری ہو جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلْجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ (۱۳)
 کہہ دو کہ جو شخص جبرئیل کا دشمن ہو اس کو نصیحت سے مر جانا چاہیے) اس نے تو یہ پیغام اللہ کے حکم سے تمہارے دل پر اتارا ہے۔

۲۔ اَلْهَام: یعنی وہ بات جو اللہ تعالیٰ یا ملائکہ اعلیٰ کی جانب سے کسی کے دل میں ڈال دی جاتی ہے (معنی اور معنی سمجھ اور بصیرت عطا فرماتا۔ توفیق دینا منجھ) وحی کی طرح الہام بھی شیطانی ہو سکتا ہے۔ خصوصاً جب کہ اس کا کسی آیت یا نص شرعیہ سے استدلال نہ ہو سکتا ہو۔ اسی لیے صوفیہ کے طبقہ کو تھوڑا کر کسی عالم کے نزدیک الہام قابل حجت نہیں ہوتا (م-م) وحی اور الہام میں فرق یہ ہے کہ ایک الہام کا اطلاق صرف ذوی العقول پر ہوتا ہے جبکہ وحی عام ہے۔ دوسرے یہ کہ الہام کا تعلق کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے سے ہوتا ہے جبکہ وحی میں بہت زیادہ وسعت ہے (م-م) ارشاد باری ہے:

فَالْهَمَّهُمْ فُجُورًا وَتَقْوَاهُمْ (۱۴)
 پھر انسان کو بدی (سے بچنے) کی اور پرہیزگاری (اختیار کرنے) کی سمجھ دی۔

۳۔ اَلنَّوَى: کالغوی معنی صرف ڈالنا ہے۔ اور اَلنَّوَى عَلٰی بِمَعْنَى تَعْلِيمٍ وَنَا (م-م) قرآن میں ہے:
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقْوَاهُ ۖ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ (۱۵)
 کیا ہم سب میں سے اسی (پیغمبر) پر ہی نصیحت نازل ہونا تھی۔

اور تَلَقَّى الشَّيْءَ مِنْهُ بِمَعْنَى سِيكھ لینا۔ تعلیم حاصل کرنا (منجہ) جیسے فرمایا،
فَتَلَقَّى آدَمَ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ (۲۱) پھر آدم نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھے۔
گویا اَلْقَاءِ صرف ایسی دل میں ڈالی ہوئی بات کو کہتے ہیں جس کا تعلق تعلیم اور سیکھنے سکھانے سے
ہو۔ وحی اور الہام کی طرح القاءِ شیطانی بھی ہو سکتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:
فَيَسْخُ اللَّهُ مَا يَلْقَى الشَّيْطَانُ (۲۲/۵۳) پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے القاء کو دور کر دیتا ہے۔

۴۔ وَسَوَاسٍ: طبی نقطہ نگاہ سے یہ ایک مرض ہے جو غلبہ سودا کی وجہ سے ذہن کو مادّت کر دیتا ہے
اور انسان ایسی فضول باتیں کرنے لگتا ہے جو پہلے اس کے دل میں نہیں ہوتیں اور نہ ہی ان میں
کچھ بھلائی ہوتی ہے (م-۳) اور وَسَوَاسٍ بمعنی وہم کی بیماری۔ دل میں آنے والی برائی یا بے نفع
بات۔ شیطان (منجہ) اور بمعنی شیطان کا کسی بڑے کام کی طرف راغب کرنا اور بڑے خیالات ڈالتے
رہنا (معت) اور بمعنی جنون کی ابتدائی حالت (فت ل ۱۳۵) گویا دوسو ہر وہ بُرا خیال ہے جو دل میں
پیدا ہوتا یا شیطان کی طرف سے ڈالا جاتا ہے اور اس کی نسبت صرف شیطان کی طرف ہوتی ہے ارشادِ
باری ہے:

مِن شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ (۱۱۲/۵)
اکہ دو لے اٹھنا میں بیچھے ہٹ جانے والے شیطان کے
دوسوں کی برائی سے (تیری پناہ میں آتا ہوں) جو لوگوں
کے دلوں میں دوسوے ڈالتا رہتا ہے۔

۴۔ هَمَزَاتٍ: هَمَزٌ يَدُلُّ عَلَى ضَعْفِ وَعَضْرٍ (م-۱) یعنی چمکی لینا چھوٹا۔ وانا۔ اور بمعنی جانور کے
کسی پہلو یا پٹھے پر کسی نوکدار لکڑی وغیرہ کو چھوٹا کر دہ تیز چلے۔ دراصل اس مفہوم کے لیے پنجابی لفظ تھوڑی
دینا، بہت موزوں ہے یعنی شیطان کا کسی دل میں بُرا خیال ڈالنا پھر اس کے لیے انگخت کرنا۔ اس لفظ کی
نسبت بھی صرف شیطان کی طرف ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

”وَقُلْ تَمَرَاتٍ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيْطَانِ“ (۲۲/۹۷)
اور کوئلے پروردگار! میں شیطانوں کے دوسوں سے
تیری پناہ میں آتا ہوں۔

ماحصل (۱۱۶) وحی، الہام اور القاء اللہ کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے اور شیطان کی طرف سے بھی جبکہ وَسَوَاسٍ
اور هَمَزَاتٍ صرف شیطان کی طرف سے ہے۔

(۲) وحی کا تعلق تعلیم عقائد، احکام اور انبائے غیبیہ سے ہوتا ہے۔ الہام کا صرف کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے سے اور القاء
کا صرف تعلیم سے۔

(۳) وَسَوَاسٍ: صرف بڑے خیالات کی دل میں آمد کو کہتے ہیں جبکہ هَمَزَاتٍ میں بڑے خیالات کا شیطان کی طرف سے
انگخت بھی شامل ہوتی ہے۔

(۴) ہر وہ وحی، الہام یا القاء۔ جو نصوصِ شرعیہ کے مطابق ہو وہ رحمانی ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ شیطانی ہے۔

۱۵۔ دلیل

کے لیے قرآن میں دَلِيلٌ، حُجَّةٌ، بَيِّنَةٌ (بین) بُوْهَانٌ (بڑھو و بڑھن) اور سُلْطٰن کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

۱۔ دَلِيلٌ، دَلَالَتٌ اور دَلِيلٌ کا معنی وہ راہنمائی ہے جس کے ذریعہ کسی چیز کی معرفت حاصل ہو۔ جیسے ایک شخص کسی جاندار میں حرکت دیکھ کر یہ جان لیتا ہے کہ وہ زندہ ہے یا جیسے کتابت شدہ الفاظ اپنے مفہوم پر دلالت کرتے ہیں۔ عام گفتگو میں بھی الفاظ مفہوم کی ادائیگی کا ذریعہ اور اس مفہوم پر دلیل ہوتے ہیں (معنی) اور دَلٌّ بمعنی جتلاتا۔ بتلاتا۔ راہنمائی کرنا۔ معرفت کا ذریعہ بننا۔ ارشاد باری ہے:

أَلَمْ تَرَ لِي لِي رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظَّلْمَ وَكُوْشًا لَّيَجْعَلَنَّ سُلْطٰنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسُ عَلَيْهِ دَلِيْلًا (۲۵)

بھلا تم نے اپنے پروردگار (کی قدرت) کو نہیں دیکھا کہ وہ سائے کو کس طرح پھیلا دیتا ہے۔ اگر وہ چاہتا تو اسے ٹھہرا رکھتا۔ پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل بنا دیا۔

گویا سایوں کا بڑھنا اور سورج کا ڈھلنا اور ان میں تناسب دونوں ایک دوسرے پر دلیل ہیں اور سایوں کے گھٹنے بڑھنے سے جہاں سورج کے رُخ کا صحیح تعین ہو سکتا ہے۔ ویسے ہی اوقات کا بھی ہو سکتا ہے۔ اور سورج کا رُخ دیکھ کر سایہ کے رُخ اور لمبائی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ حُجَّةٌ: حَاجٌ بمعنی بھگوا کرنا اور دلیل میں غالب آنا۔ اور الحاجة جس میں ہر فریق دوسرے کی دلیل کو رد کرے (منجرا) اور حُجَّةٌ ایسی دلیل کو کہتے ہیں کہ جب ایک بات فریقین میں مسلم ہو تو اس سے نتیجہ اخذ کر کے ایک فریق دوسرے کے سامنے ثبوت پیش کرے (معنی) ایسے ثبوت کو حجة کہتے ہیں۔ مثلاً کفار یہ بات تسلیم کرتے تھے کہ ان کا بھی خالق و مالک اور رازق اللہ تعالیٰ ہی ہے تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں بھلا جو ہستی انسان کو ایک بوند سے مختلف مراحل سے گزارتی ہوئی پیدا کرتی اور آخر میں مار سکتی ہے وہ اسے دوبارہ کیوں نہیں پیدا کر سکتی؛ ایسی دلیل کو حجت کہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهِ۔ یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے حضرت ابراہیم کو قوم کے

مقابلہ میں دی۔ (۸۳)

۳۔ بَيِّنَةٌ، واضح اور کھلی ہوئی بات۔ ثبوت۔ بَيِّنَةٌ کی کچھ تشریح احادیث حضور اکرم کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا، اَلْبَيِّنَةُ عَلٰى الْمُدْتَعِيِّ وَالْمُدْتَعِيُّ عَلٰى الْمُدْتَعِي عَلَيْنَا (بخاری) یعنی ثبوت فراہم کرنا مدعی کے ذمہ ہے اور اگر وہ نہ کر سکے تو پھر مدعا علیہ پر قسم ہے۔

اب دیکھیے کہ زید نے بکر سے کچھ رقم لینی ہے اور بکر انکار کرتا ہے تو اگر زید کے پاس بکر کی کوئی ایسی تحریر موجود ہے جو اس بات کو ثابت کر سکے یا ثابت کرنے میں مدد ہو تو یہ تحریر بیئنہ ہے۔ اسی طرح اگر زید گواہ پیش کر کے ثابت کر سکتا ہے تو یہ بھی بیئنہ ہے۔ بیئنہ ایسی دلیل ہے جس کے سامنے فریق ثانی

لاجواب ہو جائے۔ قرآن مجید کا وجود خود بَيِّنَةٌ ہے جس کی مثل تَحَدِّي کے باوجود بھی کفار پیش نہ کر سکے۔ اسی طرح اس کی آیات بھی بَيِّنَات ہیں۔ ارشاد باری ہے:

بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ
أُوتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا
الظَّالِمُونَ (۲۹)

آیتوں سے کوئی انکار نہیں کرتا۔

اس آیت میں جَحْد کا لفظ لا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ وہ دل سے تو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ آیات بَيِّنَات ہیں گویا زبان سے انکار کرتے ہیں۔

۴۔ بَرَّهَان: بَرَّہ بمعنی سفید اور چمکدار ہونا۔ اور بَرَّهَان وہ دلیل ہے جو واضح اور حقیقت ثابتہ بھی ہو۔ اور اس کی تائید کلام الہی سے بھی ہوتی ہے (امت) اور بعض کے نزدیک بَرَّهَان فارسی لفظ بَرَّان سے معرب ہے یعنی شمشیر بَرَّان۔ بمعنی تیز دھار کاٹنے والی تلوار۔ اور بَرَّهَان ایسی دلیل کو کہتے ہیں جو نزاع کو ختم کر دے (فقہ ۵۵) ارشاد باری ہے:

تِلْكَ آيَاتُهُمْ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ
إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (۳۱)

یہ (آیتیں تو محض) ان کی فضول آرزوئیں ہیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ اگر سچ ہو تو دلیل پیش کرو۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

فَذَلِكْ بُرْهَانُنْ مِنْ رَبِّكَ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ
وَمَلَائِكِهِ (۲۸)

یہ دو دلیلیں (حصار موسیٰ اور ید بیضا) تمہارے پروردگار کی طرف سے ہیں (ان کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس جاؤ۔

۵۔ سُلْطَان: یعنی غلبہ اور قوت اور اختیار (مجدم۔ ل) فرمان شاہی (مخبر) انتھاری لیٹر۔ ایسی دلیل جو وحی الہی سے واضح طور پر ثابت ہو۔ سند۔ (اور سلطان (ج سلاطین) بمعنی بادشاہ۔ کئی اور مجاہزی معنی ہے لغوی نہیں۔ نہ ہی قرآن نے اس لفظ کو ان معنوں میں استعمال کیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

أَتَجَادِلُونَ فِي أَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا
أَنْتُمْ وَأَبَاءُكُمْ مَا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ
سُلْطَانٍ (۳۱)

کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے اپنی طرف سے رکھ لیے ہیں جن کی خدا نے کوئی سند نازل نہیں کی۔

ماحصل: (۱) دلیل، کسی چیز کو پہچاننے کے لیے دوسری چیز سے راہنمائی ہونا۔

(۲) حُجَّة، ایک مسلم بات سے نتیجے کے طور پر کوئی دلیل لانا۔

(۳) بَيِّنَةٌ، ایسی دلیل جس سے کسی فریق ثانی کی بات کو باطل قرار دے سکے۔

(۴) بَرَّهَان، ایسی عقلی یا نقلی دلیل جو قطع نزاع کے لیے مفید ہو۔

(۵) سُلْطَان، ایسی دلیل جو وحی الہی سے واضح طور پر ثابت ہو۔ فرمان شاہی۔

۱۶۔ دن اور اسکے اوقات

کے لیے نہار، یوم، الیوم اور یومئذ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ نہار: دن (مذکورہ یعنی رات) معروف لفظ ہے۔ طلوع آفتاب سے لے کر غروب آفتاب تک کا وقت۔ دن کو ۱۲ گھنٹوں (یا ۱۲ گھنٹوں) میں تقسیم کیا گیا ہے جن کے نام بالترتیب یہ ہیں۔ (لیل و نہار کا یحجاز ذکر قرآن کریم میں بکثرت آیا ہے)۔

الشُّرُوقُ (اشراق)، الْبُكُورُ (بکرة)، عَدْوَةُ (غدو) صُغًى، هَاجِرَةٌ، ظَهْرِيَّةٌ، رُوحٌ، عَصْرٌ
قَصْرٌ، صَيْلٌ، عَجِيٌّ، عُرُوبٌ (فل ۲۹۲)

۲۔ یوم: یعنی دن۔ غروب آفتاب سے لے کر لگے دن کے غروب آفتاب تک کا وقت۔ لیل اور نہار کے وقت کا مجموعہ ۲۴ گھنٹے (ج ایام) وقت اور زمانہ کا حساب ایام ہی سے ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

مَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي
الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتَ (۱۶۶)

اور یوم کی یہ مدت انسان کے لیے ہے۔ اور اس کا تصور بھی سورج اور زمین کی پیدائش کے بعد ہی کیا جاسکتا ہے ورنہ اللہ کے ہاں یوم کی مدت ایک طویل دور ہے خواہ یہ دور ہمارے حساب سے لاکھوں سال تک پھیلا ہوا ہو۔ ارشاد باری ہے:

قُلْ أَنتُمْ كَمَا تَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ
الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ (۴)

اسی طرح زمین و آسمان کی پیدائش کے سلسلہ میں جب یوم کا ذکر آئے گا تو اس سے مراد ایک طویل دور ہوتا ہے۔ ایک مقام پر فرمایا:

وَلَنْ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَنَّكَ سَنَةٌ تَمَّتًا
تَعُدُّونَهَا (۲۲)

اور دوسری جگہ فرمایا:

تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي
يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ

(۳)

اسی طرح یوم الدین یعنی جزا و سزا کا دن بھی ایک طویل دور پر منحصر ہو گا جس کی مدت احادیث میں پچاس ہزار سال بیان کی گئی ہے۔

۳۔ الیوم: یعنی آج کا دن۔ اور الیوم کے وقت کی مقدار نہار کے مطابق ہوگی یوم کے مطابق

نہیں یعنی اس سے مراد طلوع آفتاب سے لے کر غروب آفتاب کا وقت ہوگا (مخبر) ظلم الیوم یعنی آج سا ر دن سایہ رہا (مخبر) جیسے فرعون کی غرقابی کے وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَالْيَوْمَ نَخْتِمُكَ بِبَدَنِكَ لَتَكُونَ لِمَنْ سِوَاكَ هَمَّ تِيرَسٍ بَدَنُكَ كَوَدْرِيَا سِوَاكَ نَكَالُ لِيَسْ كَتَاكَ خَلَقَكَ آيَةً (۱۶)

تو پھیلوں کے لیے عبرت ہو۔

اور اَلْيَوْمَ کا لفظ قرآن کریم میں بیشتر مقامات پر قیامت کے دن کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ جہاں کہیں اس کا ذکر ہے جیسے فرمایا:

قَالَ كَذَلِكَ أَنتَ كَالْأَيُّمِ فَالْيَوْمَ نَخْتِمُكَ بِبَدَنِكَ كَوَدْرِيَا سِوَاكَ نَكَالُ لِيَسْ كَتَاكَ خَلَقَكَ آيَةً (۱۶)

خدا فرمائے گا کہ ایسا ہی (چاہیے تھا) تمہارے پاس ہماری آیتیں آئیں تو تو نے ان کو بھلا دیا۔ اسی طرح آج ہم تمہیں اَلْيَوْمَ نَخْتِمُكَ بِبَدَنِكَ (۱۶)

بھلا دیں گے۔

۴۔ يَوْمَئِذٍ: يَوْمَ کے بعد اذ کے اضافہ سے یہ لفظ بنا ہے جو کسی معین زمانہ کی طرف اشارہ کے لیے آتا ہے۔

یعنی اس دن یا وہ دن (معنی) ارشاد باری ہے:

وَجُؤهُ يَوْمَئِذٍ مَسْفُورَةٌ مُنَاجِحَةٌ مُتَبَشِّرَةٌ (۱۸)

کتنے منہ اس دن چمک رہے ہوں گے، ہنستے ہوئے ہشاش بشاش۔

ماصل (۱)؛ نہ نماں طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک کا وقت۔

(۲) یوم: دن اور رات کا مجموعہ یعنی جو بیس گھنٹے۔

(۳) اَلْيَوْمَ: آج کا دن طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک کا وقت۔

(۴) يَوْمَئِذٍ: یعنی اس دن۔ وہ دن

۱۔ دُنْيَا اور اُس کے مختلف نام

کے لیے قرآن کریم میں دُنْيَا، اَدْنَى، عَاجِلَةٌ اور اَوَّلَى کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ دُنْيَا: دُنْيَا بمعنی قریب ہونا۔ نزدیک ہونا۔ اور یہ لفظ مکان، زمان، مرتبہ غرض ہر لحاظ سے قریب ہونے کے معنوں میں مستعمل ہے۔ اسلامی عقیدہ کی رُو سے زندگیاں دو بار ہیں۔ ایک موجودہ زندگی جسے نشاۃ اولیٰ کہا جاتا ہے اور دوسرے مرنے کے بعد کی دوبارہ زندگی جسے نشاۃ الثانیہ یا ثانیہ کہا جاتا ہے اور موجودہ زندگی چونکہ زمانہ کے لحاظ سے قریب کی زندگی ہے لہذا اسے دُنْيَا کہا گیا ہے اور اس کی ضد آخرت ہے۔ اور یہی لفظ موجودہ زندگی کے لیے عموماً مستعمل ہے۔ ارشاد باری ہے:

أُولَئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِمَنْعَةٍ لِيَسْتَعْمِلُوا فِيهَا مَالَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ

خریدی۔

بِالْآخِرَةِ (۱۶)

۲۔ اَدْنَى: میں قرب زمانی کے علاوہ مرتبہ میں کہتری کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ اور اَدْنَى کا لفظ اَدْنَى اور

تھیر کے معنوں میں بھی آتا ہے (معنی) اس کی ضد اَعْلَى بھی آتی ہے اور اَخْرَى بھی (ارشاد باری ہے:

تَخَلَّفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرَثُوا
 الْكِتَابَ يَا خُذُوا مِنْ عَرَضِ هَذَا الْأَدْنَى
 پھر ان کے بعد خلفت ان کے قائم مقام ہوئے جو کتاب
 کے وارث بنے جو اس دنیا کے (ادنیٰ) کا مال لے لیتے
 ہیں۔ (۱۶۸)

۳۔ عَاجِلَةٌ (صد اخوة) عَجَلٌ بمعنی جلدی اور جلد بازی۔ اور عَاجِلَةٌ بمعنی جلد آنے والی۔ موجودہ بقعہ
 دنیا اور اس کا ساز و سامان (صفت)

كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَتَذَرُونَ
 الْآخِرَةَ (۲۰-۲۱)

یوں نہیں، بلکہ تم دنیا کو دوست رکھتے ہو اور آخرت
 کو ترک کیے دیتے ہو۔

۴۔ اُولَى، اقل کا نونث بمعنی پہلی۔ یعنی پہلی یا موجودہ زندگی (صد اخویٰ اور آخرت یعنی پھلی یا دوسری زندگی)
 ارشاد باری ہے،

وَلَنْ لَنَا لِلْآخِرَةِ وَالْأُولَى (۳۳)

اور آخرت اور دنیا ہمارے ہی لیے ہیں۔

۱۸۔ دُور

کے لیے بَعِيدٌ، سَعِيْقٌ، عَمِيْقٌ اور قَصِيْقًا کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ بَعِيْدٌ، بُعْدٌ کی ضد قُرْبٌ ہے بمعنی دُور۔ یہ دُور یا خواہ فاصلہ کے لحاظ سے ہو یا وقت کے لحاظ

سے۔ اس کا استعمال عام ہے۔ قرآن میں ہے:
 وَلَنْ أَدْرِي أَعْرَبِيكَ أَمْ عَرَبِيكَ فَأُنَوِّدُ
 وَهُ قَرِيْبٌ هِيَ دُورٌ (۲۱)

اور مجھے نہیں معلوم کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے
 وہ قریب ہے یا دور۔

موسمات کے علاوہ اس کا استعمال منویٰ طور پر بھی آتا ہے۔ قرآن میں ہے:
 وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلٰلًا
 بَعِيْدًا (۲)

شیطان تو چاہتا ہے کہ انہیں بہکا کر راستہ سے دُور
 ڈال دے۔

۲۔ سَعِيْقٌ، سَعَقٌ بمعنی کوٹنا، پسینا۔ سَعِيْقٌ بمعنی دور ہونا۔ اور سَعَقًا بمعنی خدا کی رحمت سے دوری۔ لعنت
 (مخبر) سَعَقُ الرِّيحِ الْأَرْضُ ہوا کا تندی کی وجہ سے زمین پھیل ڈالنا۔ اور سَعِيْقٌ بمعنی دُور دراز کا
 مقام۔ یہ صرف مکان کے لیے آتا ہے (صلیٰ ۲۹) ارشاد باری ہے:

فَكَأَمَّا آخِرُ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخَفَطَ الطَّيْرُ
 أَوْ تَهَوَّجَ بِدِ الرِّيحِ فِي مَكَانٍ سَعِيْقٍ۔
 یا تو ایسے کسی پرندے نے ایک لیا یا پھر ہوائے کسی دور دراز
 مقام میں جا پھینکا۔ (۲۲)

۳۔ عَمِيْقٌ، عمق بمعنی گہرائی اور عَمِيْقٌ بمعنی گہرا اور فِجْعٌ عَمِيْقٌ بمعنی نشیب و فراز کا راستہ، پُرْتِجٌ اور دور دراز کا
 راستہ۔ قرآن میں ہے،

يَا تَبٰرِكُ مِنْ كُلِّ فِجْعٍ عَمِيْقٍ (۲۲)

دور دراز کے راستوں سے چلے آتے ہوں۔

۴۔ قَصِيْقًا، (قصی) قَصِيٌّ بمعنی دور ہونا۔ اَقْصَا اور قُصْوِيٌّ انتہائی دور چیز (مخبر) اور اَقْصَا بمعنی پارکا

یاد دوسری طرف کا کنارہ یا سرا۔ قرآن میں ہے:

وَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ يَسْتَعِي (۲۸) اور شہر کے پرے سرے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا۔
 گویا اقصا اور قصیٰ میں دوری کے ساتھ سمت کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَدَّتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا۔ تو وہ اس بچے کے ساتھ حاملہ ہو گئیں اور اسے لے کر
 ایک دوڑ جگہ چلی گئیں۔ (۱۹)

یعنی حضرت مریم پہلے شرقی مقام پر گئی تھیں پھر اس سے بھی دور پرے کسی مقام پر چلی گئیں۔
 حاصل (۱۱) بَعِيْدٌ، اس کا استعمال عام ہے زمانی ہو یا مکانی۔

(۲) سَدْحِيْقٌ: غرض مکانی دوری اور کوفت کا مجموعہ ہے۔

(۳) عَجِيْقٌ: بمعنی نشیب و فراز کے راستے۔ دوری اور دشواری۔

(۴) قَصِيًّا: ایسی دوری جس میں سمت کا بھی کچھ تصور پایا جائے (دوری اور سمت)

دور رہنا کے لیے دیکھیے پڑنا۔

۱۹۔ دور کرنا۔ ہونا

کے لیے بَعُدٌ اور بَاعَدٌ، قَصًّا، نَأَى، كَفَرٌ اور قَضَى کے الفاظ آئے ہیں۔
 ۱۔ بَعُدٌ، بمعنی دور ہونا۔ اس لفظ کا استعمال عام ہے۔ فاصلہ، وقت اور مرتبہ ہر قسم کی دوری کے لیے استعمال
 ہوتا ہے کہیں دور جگہ کی طرف روانہ ہونا اور جانا (فعل ل ۱) قرآن میں ہے:

وَلَكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ (۹) لیکن مسافت ان کو دور (دران) نظر آئی۔

اور بَاعَدٌ بمعنی دور کرنا (معت) قرآن میں ہے:

فَقَالُوا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا۔ وہ کہنے لگے اے پروردگار، ہماری مسافتوں میں بے

(اور طول پیدا) کر دے۔ (۲۴)

۲۔ قَصًّا (يَقْضُوا) بمعنی دور ہونا۔ صرف ظرف مکان کے طور پر آتا ہے۔ اور کسی متعین مقام اور اسکے
 مکینوں سے دور ہونے کا معنی دیتا ہے۔ اَقْصَى الْمَدِينَةِ بمعنی شہر کا پرلہ کنارہ۔ مسجد الاقصیٰ (مغرب)
 بمعنی دور والی مسجد۔ قرآن میں ہے:

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَدَّتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا۔ تو حضرت مریم پھر سے حاملہ ہو گئیں تو اس کے ساتھ

ایک دور جگہ چلی گئیں۔ (۱۹)

۳۔ نَأَى، بمعنی دور ہونا۔ اور نَائِيَّةٌ بمعنی دور رہنے والا (م ۱) اور کسی دور مقام کے قریب تک پہنچ جانا۔

(فعل ل ۱) صرف ظرف زمانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور امام راغب کے ایک قول کے مطابق ازراہ

تجربہ کسی سے پرے ہونا ہے (معت) قرآن میں یہ لفظ دو جگہ استعمال ہوا ہے اور دونوں مقامات پر ان
 دونوں معانی کی تائید ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَ

نَأَى بِجَانِبِهِ (۱۶) جانا اور پہلو پھیر لیتا ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْتَوْنَ عَنْهُ وَإِنْ يُهْلِكُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَأَيْشُرُونَ
فَهُ اس سے (اور اہل کو بھی) روکتے ہیں اور خود بھی پرستے
رہتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنے آپ ہی کو ہلاک کرتے
ہیں مگر وہ (اس سے) بے خبر نہیں۔ (۶۱)

۴۔ کَفَّرَ (عَنْ) کَفَّرَ بمعنی چھپانا۔ اور کَفَّرَةَ بمعنی رات کی سیاہی۔ اور كَفَّارَةٌ وہ عمل ہے جس کی ادائیگی سے گناہ پر پردہ پوشی ہو جائے۔ اور کَفَّرَ کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی برائیوں کو دور کر دینا ہے۔ اور کَفَّرَ کا تعلق تینات سے ہے۔ جیسے کہ عَقْرًا کَاذِبًا ہے۔ ارشادِ باری ہے،
وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا وَأَخْلَصُوا وَآمَنُوا وَاتَّقَوْا وَأَخْلَصُوا
لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ (۶۲)
ہم ان سے ان کی برائیاں دور کر دیتے۔

۵۔ قَضَى، کا لغوی معنی دُور کرنا نہیں بلکہ جب اس کی نسبت انسان کی طرف ہو تو ذمہ داری کو پورا کرنا ہوتا ہے۔
فَلَمَّا قَضَى مُوسَى الْأَجَلَ (۶۳)
جب موسیٰ علیہ السلام مقررہ مدت پوری کر چکے۔
البتہ درج ذیل آیت میں اپنی زبان کے محاورہ کے لحاظ سے اس کا معنی دور کرنا کر لیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ بھی
کام کی تکمیل کا حصہ ہے۔

ثُمَّ لِيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلِيُؤْتُوا أُجُورَهُمْ
پھر انہیں چاہیے کہ میل کھیل دُور کریں اور اپنی نذرین
پوری کریں۔ (۶۴)

ماحصل (۱)؛ بَعْدَ: عام ہے، ہر طرح کی دوری کے لیے۔

(۲) قَضَا، تَمِيْن مَعْتَم کے مکینوں سے دوری کے لیے۔

(۳) نَاحِي، غُور زبانی۔ ازراہ تَجْمُرُ دُور رہنے کے لیے۔

(۴) كَفَّرَ، (عَنْ) اللہ تعالیٰ کا سینات کو حسنت کی بنا پر دُور کرنے کے لیے آتا ہے۔

(۵) قَضَى، کسی بڑے کام کی تکمیل کے بعد تَمَتُّة کے طور پر کوئی کام کرنا۔ نیز دیکھیے — "ہٹانا"

۲۔ دُورِنا

کے لیے سَرَعَ، سَتَّحَى، زَفَّ، رَكَضَ، جَسَّحَ، هَرَجَ، فَسَلَ، أَوْقَضَ، هَطَّعَ، ضَبَّحَ، سَبَّحَ اور اسْتَبَقَ کے
الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَرَعَ، بمعنی جو کام کرنے کا ہو اس میں دیر نہ کرنا اور فوراً کر دینا (معت) اور رفتار میں سَرَعَ سے مراد
صرف تیز رفتاری ہے۔ تیز تیز چلنا جبکہ کوئی خطرہ بھی نہ ہو (ل-۲۳) (مضد بَطَّأ) قرآن میں ہے،
يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ
جس دن وہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکل آئیں گے۔
سِرَاعًا (۶۵)

۲۔ سَعَى، عام رفتار اور تیز دوڑنے کے درمیان کی چال۔ سَعَى وہ رفتار ہے جیسے صفا و مردہ کے درمیان
چلی جاتی ہے (ذیل ۱۷) قرآن میں ہے،

وَجَاءَ مِنْ أَقْصَا الْمَدْيَنَةِ زَيْدٌ سَعَى
مُحْكَمَةٌ دَلَالٌ وَبِرَائِيْنِ سَعَى مَرْبِيْنِ مَشُوْعٌ وَفَلْفَرُوْعٌ كَتَبٌ بِرٍ مُشْتَمَلٌ مَعْتٌ اَنْ لَانَّ كَلِمَةً
سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا۔

۳۔ زَفَّ: دوڑنے کی معروف چال۔ اور صاحبِ منجد کے نزدیک تیز دوڑنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ فَأَقْبَلُوا
إِلَيْهِ يَبْتَغُونَ (۲۶)

۴۔ رَكَضٌ: رَكَضٌ: یعنی ایڑی چلانا۔ رَكَضَ التَّوَجُّلُ: آیتہ، اس نے اپنے جانور کو ایڑ لگائی تاکہ آگے

نکل جائے (م۔ ل) گھوڑے کو ایڑ لگانا۔ سرپٹ دوڑنا۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا أَحْسَبُوا أَنَسْنَا إِذَا هُمْ فَهْمًا

بھاگنے لگے۔

يَبْتَغُونَ (۲۷)

۵۔ جَمَعَ: رسیاں تڑانا۔ گھوڑے کا تیزی کے ساتھ دوڑتے جانا اور سوار کے قابو میں نہ رہنا (منجد) ارشادِ

باری ہے:

لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَأَ أَوْ مَغْرَابٍ أَوْ

الْكَرْبِ لَوَجَدُوا مَلْجَأَ أَوْ مَغْرَابٍ أَوْ

الْكَرْبِ لَوَجَدُوا مَلْجَأَ أَوْ مَغْرَابٍ أَوْ

بھائیں۔

مُدْخَلًا لَوْ لَوَّالِئِهِ وَهَمَّ

يَجْتَحُونَ (۲۸)

۶۔ هَرَعَ: پکنا۔ جذبات سے بے قابو ہو کر دوڑنا۔ لرزہ براندام دوڑنا (دخل ۲۳) بے قرار ہو کر پس کھینا

دوڑنا۔ غضب، ضعف، خوف یا سردی کی حالت میں بے قرار ہو کر دوڑنا (م۔ ق) قرآن میں ہے:

وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُفْرَعُونَ إِلَيْهِ (۲۹)

اور لوٹ کی قوم کے لوگ ان کے پاس بے تماشا دوڑتے

ہوتے آئے۔

۷۔ نَسَلَ: بلندی سے لپٹی کی طرف دوڑنا۔ صاحبِ منجد کے نزدیک اس کا معنی تیز چلنا اور گرانا اور ابنِ عباس

کے نزدیک اس کا معنی ایک چیز سے دوسری چیز آہستہ آہستہ نکالنا ہے (م۔ ل) لیکن یہ معنی

درج ذیل آیت میں مقصود نہیں۔

حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ

بیاٹک کہ یا جوج اور ماجوج کھول دیے جائیں

وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ (۳۰)

اور وہ ہر بلندی سے دوڑ رہے ہوں۔

۸۔ أَوْقَضَ: یعنی تیز دوڑنا۔ اور أَوْقَضَهُ: یعنی چمڑے کا تکرش جس میں تیر رکھے ہوتے ہیں (منجد) اور

اہم راغب کے نزدیک یوں دوڑنا جیسے شکاری شکار کے جال کی طرف دوڑتے ہیں (صفت) قرآن

میں ہے:

كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ (۳۱)

۹۔ هَطَعَ: سامنے کسی چیز پر ٹکی باندھے، مطیع و متقاد ہو کر آگے کو دوڑنا (م۔ ل) قرآن میں ہے:

مُضْطَبِعِينَ إِلَىٰ الدَّاعِ يَقُولُ الْكٰفِرُونَ

وہ اس پکارنے والے کی طرف دوڑتے جاتے ہوں گے

هٰذَا يَوْمُ عَسَىٰ (۳۲)

اور کافر کہیں گے کہ آج کا دن کتنا سخت ہے۔

۱۰۔ صَبَّحَ: گھوڑے کا یوں سرپٹ دوڑنا کہ وہ ہانپنے لگے۔ ارشادِ باری ہے:

وَأَلْعَدِيَّتِ صَبَّحًا (۳۳)

۱۱- سَبَقَ اور اسْتَبَقَ: سَبَقَ بمعنی آگے نکل جانا۔ مقابلہ میں آگے بڑھنا۔ بھاگنا۔ اور اسْتَبَقَ بمعنی مقابلہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی کوشش کرنا۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا يَتَحَسَّبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا
إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ (۵۹)

اور کافر یہ خیال نہ کریں کہ وہ آگے نکل گئے۔ وہ اپنی
چالوں سے ہم کو ہرگز عاجز نہیں کر سکتے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَأَسَلْتُكَ الْبَابَ وَوَدَّتُ قَمِيصَهُ مِنْ
دُبِّي (۱۵)

اور دونوں دروازے کی طرف بھاگے، آگے یوسف
بچھے زینما، اور عورت یوسف کا کرتا پیچھے سے (پکڑ کر
جو کھینچتا تو بھاڑ ڈالا۔

ماصل

- (۱) سَرَعَ: تیز تیز چلنا۔ (۷) نسل: بلند جگہ سے نیچے کو دوڑنا۔
(۲) سَلَى: چلنے اور دوڑنے کی درمیانی چال۔ (۸) وَفَضَّ: تیز اور محتاط دوڑنا جیسے شکاری چال کی طرف
(۳) زَفَّ: دوڑنا عام چال سے۔
(۴) زَكَضَ: سرپٹ دوڑنا۔
(۵) جَمَجَجَ: رسیاں تڑانا قابو میں نہ رہنا۔
(۶) هَرَعَ: لپکنا۔ جذبات سے بے قابو ہو کر
میں دوڑنا۔

۲۱- دوڑنا (گھوڑا وغیرہ)

- ۱- لے اَوْضَعَ اور اَوْجَفَّ کے الفاظ مشتعل ہوتے ہیں۔
اَوْضَعَ: وَضَعَ بمعنی کسی چیز کا نیچے رکھ دینا، ذلیل کرنا۔ مرتبہ سے گرانا۔ اور وَضَعَ يَا اَوْضَعَ
الْبَعِيرَ بمعنی اونٹ کا سر جھکا کر تیز چلنا۔ جس میں کوئی بھلائی کا پہلو نہ ہو، مگر اور اَوْضَعَ بمعنی
(سواری کو) جھکڑ جانے کے لیے ادھر ادھر دوڑتے پھرنا۔ ارشاد باری ہے:
- لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ
إِلَّا خَبَالًا وَلَا اَوْضَعُوا لِحَالِكُمْ
يَبْغُونَكُمْ الْفِتْنَةَ (۹۷)
- اگر وہ تم میں شامل ہو کر نکل بھی کھڑے ہوتے تو سولے
خرابی کے کوئی مفید کام نہ کرتے اور فتنہ پیا کرنے
کی خاطر تمہارے ہی درمیان گھوڑے دوڑاتے پھرتے۔
- ۲- اَوْجَفَّ: وَجَفَّ بقرار ہونا۔ اضطراب۔ بے چین ہونا۔ اور قَلْبٌ وَاجِفٌ بمعنی مضطرب دل۔

(صفت) اور اَوْجَفَّ بمعنی گھوڑے وغیرہ کو تیز دوڑانا، ارشاد خداوندی ہے:

وَمَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْهُمْ
فَمَا اَوْجَفَّتْ عَلَيْهِ مِنْ حَيْلٍ وَلَا
رِجَابٍ (۵۹)

اور جو مال اللہ نے ان لوگوں سے اپنے رسول کو دلویا
ہے (اس میں تمہارا کچھ حق نہیں کیونکہ) اس کے لیے
نہ تم نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ۔

- ماصل: (۱) اَوْضَعَ: خرابی پیدا کرنے کے لیے دوڑاتے پھرنا۔
(۲) اَوْجَفَّ: بے قراری کی وجہ سے تیز دوڑانا۔

۲۲۔ دوزخ اور اسکے مختلف نام

۱۔ **النَّار**؛ جہنم، جحیم، سقر، سعیر کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔
یہ دوسرا کوئی قرینہ بھی نہ ہو۔ تو النار سے مراد دوزخ ہوگی۔ قرآن میں ہے:
إِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ (۲۵)

۲۔ **جَهَنَّمَ**؛ فارسی لفظ جہنم سے معرب ہے۔ بمعنی دار العقوبت۔ سزا اور عقوبت کا گھر (مفت) اہل لغت عموماً اسے ماہ جہم کے تحت لاتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

جَهَنَّمَ يَصَلُّوْنَهَا فَيَسْأَلُهَا بِمَا دَارَ (۲۶)

۳۔ **جَحِيم**؛ جحیم بمعنی شیر کا گھوڑا اور تیز نگا ہوں سے دیکھنا۔ اور جحیم بمعنی آگ کا تیز بھڑکانا اور جحیم بمعنی تیز بھڑکنے والی آگ (مفت) اور جحیم بمعنی گڑھے میں سخت دکھتی ہوئی آگ۔ سخت گرم

جگہ۔ دوزخ (مخبر) ارشاد باری ہے:

خُلْدُوْهُ فَاَعْتَبُوْهُ اِلٰى سِوَا الْجَحِيْمِ (۲۷)

۴۔ **سَقْر**؛ سقر بمعنی سورج کا کسی کو بھلنا۔ اور السقرہ بمعنی سورج کی سخت گرمی اور تپش۔ نو اور

سقر بمعنی شدید حرارت جو بدن کو مجلس دے۔ قرآن میں ہے:

وَمَا اَدْرٰىكَ مَا سَقْرٌ لَا تُشْبٰى وَلَا تَذٰرُ (۲۸)

پھوڑے گی اور بدن کو مجلس کر سیاہ کر دے گی۔

لَوْ اَحٰٓاَ الْبَشَرِ (۲۹)

۵۔ **سَعِيْر**؛ سقر بمعنی آگ کو بھڑکانا اور تیز کرنا (مفت) اور اسی نسبت سے دوزخ کو سعیر کہا گیا

ہے۔ یعنی ہر دم بھڑکتی سننے والی آگ۔ قرآن میں ہے:

رَسِيْعُوْنَ سَعِيْرًا (۳۰)

دوزخ کے چند طبقات کے نام:

۱۔ **غٰی**؛ غوی بمعنی گمراہ ہو کر غلط راستہ اختیار کر جانا۔ یہ ضلال سے اگلا درجہ ہے۔ اور غٰی ایسی گمراہی کو کہتے ہیں جو غلط عقیدہ کی وجہ سے ہو (مفت) اور غٰی جہنم کی ایک داوی یا طبقے کا بھی نام ہے جس میں ایسے گمراہ لوگوں کو ڈالا جائے گا۔ ارشاد باری ہے:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَصْحٰوُ

الصلوة واتبعوا الشهوات فسوف

يلقون عذاباً (۳۱)

۲۔ **هٰوِيَّة**؛ ہویٰ یہووی بمعنی بلندی سے زمین پر گرنا۔ اور اھویۃ گمراہی کو کہتے ہیں۔ اور اھویۃ

گمراہی کو کہتے ہیں اور ہاوۃ دوزخ میں ایک گمراہی کا نام ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَاَمَّا هٰوِيَّةٌ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا هٰمِيَّةٌ

۳۔ اَلْحُطْمَةُ : حَطَمَ بِمَعْنَى رُوْنِدُوْا لَنَا۔ پھیں ڈالنا۔ اور حطمة جہنم کے ایک طبقہ کا نام ہے۔ قرآن میں ہے:

وَمَا اَدْرِيكَ مَا اَلْحُطْمَةُ تُرَاثِيهِ
اور آپ کیا سمجھ کر حطہ کیا ہے، وہ اللہ کی بھرپور کاٹی ہوئی آگ ہے۔

اَلْمَوْقَدَةُ (۱۰۴/۵)

۲۳۔ دوزخ کے فرشتے

کے لیے خَزْنَةُ، زَبَانِيَّة (زین) اور مَلَّاك کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ خَزْنَةُ، خَزَائِن کی جمع ہے۔ اور خزن میں دو باتوں، جمع کرنا اور حفاظت کرنا، کا تصور پایا جاتا ہے اور خازن بمعنی جمع شدہ مال کی حفاظت کرنے والا خزانچی۔ دوزخیوں کے چوکیدار اور پھر بیار داروغے قرآن میں ہے:

سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهُمَّا اَللّٰهُ يَا تَكْفُرُوْنَ
انہیں (جہنم کے) داروغے پوچھیں گے۔ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرنے والا آیا تھا۔

(۶۶)

۲۔ زَبَانِيَّة (زبانیہ کی جمع) زَبَانِي الْعُقْرَب بمعنی کچھو کا ڈنگ (منجد) زبانیۃ دوزخ کے وہ سخت گیر اور تند خو فرشتے ہیں جو دوزخیوں کو دوزخ کی طرف دھکیلیں گے۔ قرآن میں ہے:

فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَّةَ۔ تو وہ اپنے یاروں کی مجلس کو بلا لے۔ ہم بھی اپنے موکلان دوزخ کو بلائیں گے۔

(۹۶/۱۸)

۳۔ مَالِك : دوزخ کے داروغوں کا سردار یا سردار کا نام ہے۔ قرآن میں ہے:

وَنَادُوا نِيْلِيْلِكَ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ۔ اور دوزخی پکاریں گے کہ لے مالک! کاش تیرا پڑوگا ہمیں موت ہی دے دے۔

(۲۲)

۲۴۔ دوست

کے لیے قَرِيْن، رَقِيْب، وَلِي اور مَوْلٰی، صَدِيْق اور صَدِيْق، خَلِيْل، حَسِيْب، وَكَلِيْبَة (ولج) بَطَانَتَه (بطن)، خُدُوْل اور اَخْدَان (خدن) کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ قَرِيْن : اَلْقَرْن۔ وہ رسی جس سے دو اونٹ باندھے جائیں۔ اور القرن بمعنی ہم سر۔ مقابل۔ شجاعت یا علم میں نظیر (منجد) اس کا اطلاق جاندار اور بے جان سب چیزوں پر ہوتا ہے (فقہی ۲۵۰)۔ اور

قَرِيْن اَلتَّعْدِيْن بمعنی دو سعد ستاروں کا ایک برج میں جمع ہونا۔ اور امام راعب کے الفاظ میں قَرِيْن وہ آدمی ہے جو دوسرے کا ہم عمر ہو یا بھادری، قوت اور دیگر اوصاف میں اس کا ہمسر ہو۔ (معنی) اس لفظ کا استعمال عموماً بڑے معنوں میں ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

حَتّٰى اِذَا جَاءَ نَاۡفَا لِيَلِيْتَبِيْنِيْ وَرِيْبٰنِكَ
یہا تک کہ جب ہمارے پاس آئے گا تو کے گالے کاٹنا

بَعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَيَلْسُ الْقَرْيُنُ (۳۳) مجھ میں اور تجھ میں مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا۔ تو تو بُرا
ساتھی ہے۔

۲۔ رَفِيقٌ: الرَّفِيقُ نَزْمٌ بَرْتَاؤُ مہربانی کا سلوک اور وہ چیز جس سے مدد لی جائے۔ اور مَرْفَقَةٌ: بمعنی چھوٹا ٹیکہ
(منجد) اور رَفِيقٌ بمعنی ہمدرد ساتھی۔ نَزْمٌ دل۔ موافقت کرنے اور قریب پہنچنے والا (م۔ ل)۔ اور
رفیق کی ضد عنف بمعنی سختی اور سنگدلی ہے (م۔ ل) ارشادِ باری ہے:
فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ
وَهُ لَوْ كَيْفَ تَقِيَامُ كَے روز ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے
مِنَ الْقَبِيلَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءِ
جن پر خدا نے بڑا فضل کیا۔ یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید
وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا۔
اور نیک لوگ۔ اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب
ہے۔ (۳۴)

۳۔ وَلِيٌّ: الْوَلَاءُ بمعنی محبت۔ دوستی۔ نزویگی۔ رشتہ داری (معنی) اور قرابت (م۔ ل) اور وَلِيٌّ بمعنی مددگار
عکسارتنگی ترشی میں کام آنے والا۔ ارشادِ باری ہے:

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (۲۴۷)
اللہ تعالیٰ ایمانداروں کا دوست ہے جو انہیں اندھیرے
سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔
اور الْوَلَاءُ بمعنی ولایت، ترکہ کی وراثت۔ اور مَوَالِيٌّ (واحد مَوْلِيٌّ) بمعنی ترکہ کے وارث۔ مزید تفصیل
وراثت کے تحت دیکھیے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلِكُلِّ جَعَلْنَا مَوَالِيَّ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ
اور جو مال ماں باپ اور رشتہ دار چھوڑ مری تو ہم نے
وَالْأَقْرَبُونَ (۲۴۸)
ہر اک کے وارث مقرر کر دیے ہیں۔

۴۔ صَدِيقٌ: سچا اور وفادار دوست۔ دوستی نباہننے والا دوست۔ اور صِدَاقَةٌ بمعنی دلوں کا موزن
پر مستحق ہونا (حق ل) ارشادِ باری ہے:

وَلَا عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَنْ تَأْكُلُوا مِمَّا
تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم اپنے گھروں سے کچھ کھا لو۔
بِوَيْتِكُمْ أَوْ صَدِيقِكُمْ۔
اپنے دوست کے گھر سے۔

اور صَدِيقٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بمعنی راستباز اور سچا دوست۔ قرآن میں ہے:

يُوسُفُ أَيُّهَا الصَّادِقُ أَفْتَنَّا فِي سَبْعِ
یوسف لے بڑے سچے دوست ہمیں داس خواب کی
بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعَ عَجَائِفٍ۔
تعبیر بتائیے کہ سات موٹی گاؤں کو سات بلی گائیں
کھا رہی ہیں۔ (۱۲)

۵۔ خَلِيلٌ: خَلَّةٌ اور خِلَالٌ بمعنی دوستی کا دل میں سرایت کر جانا (معنی) پکی اور گرمی دوستی اور خلیل
معنی مخلص اور گہرا دوست (جِ اِخْلَاءٌ) ارشادِ باری ہے:

وَإِخْتَدَا اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا۔ (۱۲۵)
اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو اپنا دوست
بنالیا تھا۔

۶- حیمیم، بنیادی طور پر تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) سیاہ ہونا (۲) گرم ہونا (۳) قریبی ہونا۔ (۴) اور حَمَمٌ بمعنی گرم کرنا۔ اور حَمَمٌ الظَّكْمِيَّةُ بمعنی دوپہر کے وقت شدت کی گرمی (منجد) اور حَمِيمٌ بمعنی گرم خوشی دکھلانے والا دوست یا قریبی دوست۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا يَسْتَلْ حَمِيمًا حَمِيمًا يُبْصِرُونَهُمْ
 اور (اسدن) کوئی دوست کسی دوست کا پُرساں حال
 نہ ہوگا (حالانکہ) وہ ایک دوسرے کو سامنے دیکھ رہے
 ہوں گے۔ (جائزہ ہری) (۱۶)

۷- وَلِيَّةٌ، وَلَجٌ بمعنی داخل ہونا۔ اور وَلِيَّةٌ ایسا دوست ہے جو کسی کے معاملات میں دخل گار ہو۔ عمدتہ علیہ۔ اور اس کا دوسرا معنی وہ آدمی جو دوسری قوم سے بھی چمٹا رہے (منجد) مفہوم دونوں کا تقریباً ایک ہی نکلتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا
 اور ابھی تو خدا نے ایسے لوگوں کو میسر کیا ہی نہیں جنہوں
 مِنْكُمْ وَلَمْ يَسْخُدُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا
 نے تم میں سے جہاد کیے اور اللہ اور اس کے رسولؐ اور
 رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيَّةٌ (۱۷)
 مومنوں کے سوا کسی کو دلی دوست نہیں بنایا۔

۸- بَطَّانَةٌ، بطن بمعنی پیٹ اور ہر چیز کا اندرونی حصہ۔ اور بَطَّانَةٌ بمعنی بھید۔ پوشاک کا استر آدمی کے اہل و عیال اور خواص (منجد) اور بَطَّانَةٌ سے مراد ایسا دوست ہے جو ہم راز یا رازدان اور کسی کے اندرونی معاملات سے واقف ہو (معنی) ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَّانَةً
 لے ایمان والو کسی غیر مذہب کے آدمی کو اپنا رازدار
 مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْتُونَكُمْ حَيْلًا (۱۸)
 نہ بنانا۔ یہ لوگ تمہاری خرابی میں کوئی کسر نہیں اٹھا سکتے

۹- خَدُولٌ؛ خَدَلٌ بمعنی کسی کی مدد نہ کرنا اور ساتھ چھوڑ جانا۔ اور خَدُولٌ ایسے دوست کو کہتے ہیں جو زبانی تو دوستی کا دم بھرتا ہو لیکن وقت پٹنے پر ساتھ چھوڑ جائے (منجد) وغارے جانے والا۔ ارشاد باری ہے:

وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَدُولًا (۱۹)
 اور شیطان انسان کو وقت پر دغا دینے والا ہے۔

۱۰- اخدان: (خدن اور خدانہ کی جمع) بمعنی یار باش آدمی عاشق مزاج۔ یار۔ آشنا۔ بدکار۔ دوست چھپی دوستی رکھنے والا۔ جنسی خواہش پوری کرنے والا۔ مذکر و مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ ارشاد باری ہے:

مُحَصَّنَاتٍ غَيْرِ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مُتَّخِدَاتٍ
 وہ عورتیں پاکدامن ہوں تو کھلم کھلا بدکاری کرنے والی ہوں
 اخْدَانٍ (۲۰)
 اور نہ درپردہ دوستی رکھنے والی۔

حاصل: (۱) قرین: ہم سر۔ ہم پلا اور ہم عمر۔

کھرنے والا۔

(۲) رفیق: ہمدرد اور نرم دل دوست۔

(۳) صدیق: دوستی نہ بننے والا۔ دل سے موافقت (۴) ولی، مددگار و منگسار۔ حامی و ناصر۔

- (۳) مَوَالِي، قریبی اور ترکہ کا وارث۔
 (۴) بَطَّانَةٌ: ہمراز یا رازدان۔
 (۵) خَلِيلٌ: بچا اور گہرا دوست جس کی محبت ہو
 (۶) حَمِيمٌ: گرمخوشی دکھلانے والا۔
 (۷) وَ لِيَجْتَنِي: وکیل کارِ معتمد علیہ۔
 (۸) خَدُّوْا: وقت پڑنے پر دعا دے جانے والا۔ اور
 (۹) آخِذَانِ: آشنا۔ یار۔ بیکار دوست۔
 (۱۰) وَ لِيَجْتَنِي: وکیل کارِ معتمد علیہ۔

دوست بنانا کے لیے تَوَلَّى آئے گا۔ ارشادِ باری ہے:
 كُتِبَ عَلَيْكَ اَنْتَ مَنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاَنْتُمْ
 يُضِلُّوْهُ (۲۲)

یہ بات طے ہو چکی کہ جو شخص بھی شیطان کو دوست بنا لے گا
 تو وہ اسے بہکا کر چھوڑے گا۔

۲۵۔ دھتکارا ہوا

کے لیے رَجِيمٌ، دُحُوْرٌ اور مَذْحُوْرٌ اور خَائِسِيٌّ (خَسَا) کے الفاظ آئے ہیں۔
 ۱۔ رَجِيمٌ: رَجَمَ بمعنی دُور سے پتھر لنگر پھینکنا (مفت)، مادی اور معنوی دونوں طرح سے استعمال

ہوتا ہے۔ اور رَجِيمٌ بمعنی ملعون، مردود۔ قرآن میں ہے:
 فَاِذَا قُرِئَتْ الْقُرْآنُ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ
 مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (۱۶)

جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردوسے اللہ کی
 پناہ مانگو۔

۲۔ دُحُوْرٌ: دَحَرَ کے بنیادی معنی میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) دھتکارنا (۲) دُور کرنا (م ل بیسی
 کسی کو دھتکار کر وہاں سے نکال دینا۔ قرآن میں ہے:

دُحُوْرًا وَاَلَيْكُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ (۲۱)
 (یہ شیطان) دھتکارے جاتے ہیں اور ان کے لیے
 دائمی عذاب ہے۔

قَالَ اَخْرَجَ مِنْهَا مَذْمُوْمًا مَذْحُوْرًا۔
 اللہ تعالیٰ نے (ابلیس سے) کہا، اس (جنت) سے نکل جا۔
 پابجی مردود۔ (۲۱)

۳۔ خَسَا: بمعنی کتے یا سونہ کو دھتکارنا۔ (منجد) ذلیل اور حقیر سمجھ کر دھتکارنا۔ ارشادِ باری ہے:
 قَالَ اَنْحَسُوْا فَاِيْقَابًا وَاَلَا تَعْلَمُوْنَ (۲۲)
 اللہ فرمائے گا۔ اسی (دوزخ) میں پھسکا رہو کر پڑے رہو
 اور مجھ سے بات نہ کرو۔

حاصل: (۱) رَجِيمٌ، بمعنی مردود اور ملعون۔ (۲) دُحُوْرًا: دھتکارا اور نکالا ہوا۔
 (۳) خَائِسِيٌّ، حقیر اور ذلیل ہونے کی وجہ سے دھتکارا ہوا۔

۲۶۔ دُھندلانا۔ دُھندلانظر آنا

کے لیے اِنْكَدَرًا اَبْيَضًا، عَتِيًّا اور عَمَةً کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔
 ۱۔ اِنْكَدَرَ: كَدَرَ بمعنی گدگد لاپن (دھندلانا) عَتِيًّا عَتِيًّا بمعنی تیرہ زندگی۔ اور كُدْرَةٌ بمعنی

رنگ کا گدلا ہونا (مف) رنگ میلا اور ہلکا پڑ جانا۔ ارشادِ باری ہے:

وَإِذَا الْجُحُومُ أَنْكَدَتْ ﴿۱۶﴾ اور جب تارے بے نور ہو جائیں گے۔

۲- أَبْيَضٌ: بیاض یعنی سفیدی (ضد سَوَادٌ بمعنی سیاہی) اور بیاض العین بمعنی آنکھ کی سفیدی۔ اور

إِنْبَيَضَتْ عَيْنُهُ، بمعنی اس کی آنکھ سفید یا بے نور ہو گئی۔ قرآن میں ہے:

وَأَبْيَضَّتْ عَيْنُهُ مِنِ الْحُزَنِ فَهُوَ

اور غم کے مارے یعقوب کی دونوں آنکھیں سفید ہو گئیں۔

اور وہ غم سے بھرے ہوئے تھے۔

كَظِيمٍ ﴿۱۷﴾

۳- عَمِيٌّ: عَمِيٌّ بمعنی آنکھ کا یا دل کا اندھا ہونا۔ اور عَمِيَّتِ الْأَخْبَارُ عَنِ قُلُوبِ بَعْضِ فُلَانٍ آدمی کا کچھ

پتہ نہیں لاپتہ ہے۔ اور عَمِيٌّ الْمَسْتَمِيٌّ بمعنی مفہوم یا مطلب کا پوشیدہ رکھنا (مخبر) ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقُفُوفٌ

اور جو لوگ (قرآن پر) ایمان نہیں رکھتے اُن کے کانوں

وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمِيٌّ ﴿۱۸﴾

میں گرانی ہے اور یہ قرآن ان کو دھندلا رہتا ہے۔

۴- عَمَةٌ: عَمَةٌ بمعنی کسی چیز کو چھپانا اور عَمِيٌّ بمعنی تاریکی اور غبار۔ اور غَمَامٌ بمعنی بادل جو سورج کی روشنی

کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اور عَمَةٌ الْأَمْرِ بمعنی معاملہ کا پیچیدہ اور مشتبہ ہونا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ

لا یکن امرکم علیکم عمتہم انضوا

جاؤ۔ پھر تمہارا یہ معاملہ تم میں سے کسی پر پوشیدہ نہ رہے

إِلَى وَلَا تَنْظُرُونَ ﴿۱۹﴾

پھر جو کچھ میرے حق میں کر سکتے ہو وہ کرو اور مجھے ہمت نہ دو۔

ماصل: (۱) انکدر، کسی چیز کے رنگ کے پھٹک جانے اور میلا پڑنے کے لیے۔

(۲) عَمِيٌّ الْأَمْرُ: کسی معاملہ کے پوشیدہ یا دھندلا رہنے کے لیے۔

(۳) أَبْيَضٌ عَيْنُهُ: آنکھ کے بے نور ہونے اور (۴) عَمَةٌ الْأَمْرُ: کسی معاملہ کے مبہم رہنے کیلئے آتا ہے۔

یزدیکھیے — ”دیکھنا“ (کیفیتِ نظر)

۲۷ — دُھوَال

کے لیے دُخَانٌ، نَحَاسٌ اور یَجْمُومُہ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱- دُخَانٌ: دُھوَال معروف چیز ہے۔ البتہ امامِ راغب نے یہ تخصیص کی ہے کہ اس سے مراد وہ دُھوَال

ہے جو آگ کے شعلوں کے ساتھ نکلتا ہے۔ (مف) حالانکہ دُھوَال آگ کے شعلہ سے پہلے بھی نکلتا

ہے۔ اور وہ بھی دُخَانٌ ہی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ۔

پھر اللہ تعالیٰ آسمان کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ اس وقت

(محصص) دُھوَال تھا۔ ﴿۲۰﴾

۲- نَحَاسٌ بمعنی تانبا۔ اور ایسی آگ جس کا رنگ تانبے کی مانند ہو۔ اور ایسا دُھوَال بھی جس میں

اس رنگ کی آگ کے شعلے لپٹ رہے ہوں (مف) سرخ اور سخت گرم دُھوَال۔ آگ اور دُھوَال

ملے ہوئے ہوں تو یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يُؤَسِّلُ عَلَيْكُمْ مَا شِئْتُمْ مِنْ نَارٍ وَ نَحَّاسٍ فَلَا تَنْتَصِرَانِ (۲۵)

دیا جائے گا۔ پھر تم مقابلہ نہ کر سکو گے۔

۳۔ یَحْمُومٌ: حَمَّ کے بنیادی معنوں میں سے ایک معنی سیاہ ہونا بھی ہے (م۔ل) اور حَمَّةٌ بمعنی کونہ۔ راکھ اور آگ میں جلی ہوئی ہر شے (منجد) اور یَحْمُومٌ ایسے دھواں کو کہتے ہیں جو گرم بھی ہو اور سیاہ اور غلیظ بھی۔ ارشادِ باری ہے:

وَاصْحَابُ الشِّمَالِ مَا اصْحَابُ الشِّمَالِ فِي سَمُومٍ وَحَمِيمٍ وَظِلِّ مَرْتٍ يَحْمُومٍ (۲۶)

اور بائیں والے، کیسے ہوں گے بائیں والے؟ وہ آگ کی لپٹ اور گرم پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں ہوں گے۔

ماصل: (۱) دُخَانٌ: کا لفظ عام ہے (۲) نَحَّاسٌ: تانبے جیسے رنگ کے آگ کے سُرخ دھوئیں کو۔ اور (۳) یَحْمُومٌ: سیاہ رنگ کے غلیظ دھوئیں کو کہتے ہیں۔

۲۸ — دُھوپ

کے لیے شَمْسٌ، صُحْحٰی اور حَرٌّ اور حَوْزِر کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ شَمْسٌ: بمعنی سورج کی کیمہ بھی اور دُھوپ بھی۔ شَمْسٌ یَوْمَنَا بمعنی دن کا دُھوپ والا ہونا۔ ابراہیمؑ اور نہ ہونا (مفت) اور شَمْسٌ بمعنی کسی کو دُھوپ میں رکھنا۔ اور شَمْسٌ سے جب دُھوپ مراد ہو تو یہ کسی وقت کی بھی ہو سکتی ہے۔ تاہم اس سے عموماً شدت کی دُھوپ اور اس کی گرمی ہی مراد لی جاتی ہے۔ ارشادِ باری ہے۔

لَا يَرُونَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا۔ (۲۷)

وہ (جنتی لوگ) اس (جنت) میں نہ دُھوپ (کی شدت) دیکھیں گے اور نہ سردی کی شدت۔

۲۔ صُحْحٰی: بمعنی سورج کے چڑھ کر اُپر آنے اور دُھوپ کے پھیل جانے کا وقت۔ چاشت کا وقت اور اس وقت اور اس وقت کی دُھوپ دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے (مفت) ارشادِ باری ہے:

وَاعْتَشَّ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ صُحْحٰهَا۔ اور اسی نے رات تاریک بنائی اور (دن کو) دُھوپ نکالی۔ (۲۸)

۳۔ حَرٌّ: حَرٌّ اور حَوَارِتٌ بمعنی گرمی اور گرمی کا وقت۔ چونکہ گرمی کے وقت کا تعلق سورج اور دُھوپ کی حدت سے ہے لہذا دوہر کی سخت دُھوپ کو بھی حَرٌّ کہتے ہیں اور گرم موسم کو بھی۔ قرآن میں ہے۔

وَقَالُوا لَا تَنْفِرْ فِي الْبَحْرِ قُلْ نَارُ اور وہ (دوسروں سے بھی) کہنے لگے، گرمی میں مت جہنم آشد حَرًّا (۲۹)

نکار۔ ان سے کہدو کہ جہنم کی آگ اس سے بھی کہیں سخت گرم ہے۔

۴- حُرُور: (مضطَلَّ بَعْضِي سَائِر) یعنی گرم ہوا۔ نو تپش (مفت) جو شدت کی دھوپ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ وَلَا الظُّلُ
وَلَا الْحُرُورُ (۲۵-۲۶)

اور نہ اندھیرا اور روشنی (برابر ہو سکتے ہیں، اور نہ سایہ اور دھوپ۔

ماہِصِل: (۱) شمس، دھوپ کے لیے عام لفظ۔ (۲) صُحِّي: چاشت کے وقت کی دھوپ۔ (۳) حَقِّ: دوپہر کی گرم دھوپ۔ (۴) گرم دھوپ سے پیدا شدہ نواد تپش۔

۲۹- دھوکا دینا

کے لیے عَرَّ، خَدَع، حَانَ (خون) خَدَل، رَاغ (دروغ) اور سَخَّر کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- عَرَّ: یعنی کسی کو غافل یا کراس سے اپنا مقصد حاصل کرنا۔ فریب دینا۔ پھانسا (مفت) اور عَرَّوْر اور متاع الغرور، یعنی ابا طیل الدنیا اور عَرَّوْر، یعنی دھوکا دینا، پر ضمرہ، اور عَرَّوْر (غ پر فتمہ) یعنی دھوکا دینے والا ہے۔ اور عَرَّوْر، یعنی ہر وہ وہم جو انسان کو تکلیف سے دوچار کر دے، جیسے پیاسے کو سراب (فقہ ل ۲۱۴) ارشاد باری ہے:

وَعَرَّيْتُمْ الْأَمَانِي حَتَّى جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ
وَعَرَّ كُفْرًا بِاللَّهِ الْعَرَّوْرُ (۵۶)

اور (لا طائل) آرزوؤں نے تم کو دھوکا دیا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آپنچا اور دھوکا دینے والا (شیطان) خدا کے بارے میں تمہیں دھوکا دیتا رہا۔

۲- خَدَع: حقیقت کو چھپا کر دوسرے کو اندھیرے میں رکھنا (م۔ ل) اور یعنی کسی سے راہ صواب کو چھپانا تاکہ وہ مکروہ میں جا پڑے (فقہ ل ۲۱۴) جو کچھ دل میں ہو اس کے علاوہ کچھ اور ظاہر کر کے کسی کو اس چیز سے پھیر دینا جس کے وہ دوسرے ہو چکے دینا (مفت) اور طریق الخدوع ایسے راستہ کو کہتے ہیں جو کبھی دکھائی دے اور کبھی گم ہو جائے۔ اور رسول اللہ نے جو فرمایا ہے "الْحَدْوْبُ خُدْعَةٌ" تو خُدْعَةٌ کے معنی دھوکا یا مکرو فریب نہیں بلکہ جنگی چال ہے جیسے فوج کو اس طریقہ سے کھڑا کرنا کہ اصل تعداد سے بہت زیادہ معلوم ہو۔ یا لشکر کا پسا ہونا کہ دشمن کو زخم میں لیا جاسکے۔ گویا ایسے طریقوں سے مقابل کو اندھیرے میں رکھ کر اپنا مطلب نکال لیا جاتا ہے۔ اس میں مکرو فریب یا دھوکے کی کوئی بات نہیں۔ اور اگر مقصد نیک ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ ارشاد باری ہے:

يُخَدِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا
يَخْدِعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ (۶)

منافق لوگ اللہ کو اور ایمانداروں کو کلمہ دینا چاہتے ہیں مگر (د حقیقت) وہ اپنے سوا کسی کو کلمہ نہیں دیتے۔

۳- حَانَ: یعنی خفیہ طور پر عہد شکنی کرنا۔ اور یہ لفظ عہد، امانت اور نفاق (دین میں خیانت) کے لیے خاص ہے (مفت) اور حَوَّان اسم مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی بہت بڑا دھوکہ باز۔ بڑا خائن۔ ارشاد باری ہے:

وَلَمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِثِينَ (۸)

اگر آپ کو کسی قوم سے دغا بازی کا خوف ہو تو (ان کا عہد برابر ہی کی سطح پر ان کی طرف پھینک دکر اللہ تعالیٰ دغا بازوں کو دوست نہیں رکھتا۔

۴۔ خَذَلْ: زبانی دوستی کا دم بھرنے والا اور وقت پڑنے پر دغا دینے والا (تفصیل دوست میں دیکھیے)

۵۔ سَاعِ أَلِيٍّ: یعنی چپکے سے کسی کی طرف مائل ہونا اور سَاعِ عَلِيٍّ: یعنی کسی پر پل پڑنا، دَوَاعُ: بمعنی مکر و فریب اور دَوَاعُ: بمعنی فریبی۔ بڑا دھوکہ باز۔ لومڑی کو بھی سَاعُ کہا جاتا ہے۔ اور رَاوَعَةُ: بمعنی اس نے دھوکہ دے کر اسے پھنسا دیا۔ (منجد) اور امام راغب کے نزدیک اس کا معنی کسی حیلہ اور تدبیر کی خاطر ایک جانب مائل ہونا ہے (معن) ارشاد باری ہے:

فَرَاغَ إِلَى آلِهِمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ۔ تو حضرت ابراہیمؑ ان کے میوہوں کی طرف جا گئے اور کہنے لگے کہ تم کھاتے کیوں نہیں؟ (۳۶)

۶۔ خَتَرَ: بمعنی بری طرح بے وفائی کرنا۔ اور تَخَتَّرَ: بمعنی ڈھیلا ہونا سست ہونا ہے (منجد) امام راغب کے نزدیک الختر ایسی غداری کو کہتے ہیں جسے اتنی کوشش سے کیا جائے کہ انسان کمزور پڑ جائے اور اس کے اعضائے ڈھیلے پڑ جائیں (معن) یعنی مسلسل دھوکہ دیتے اور بے وفائی کرتے چلے جانا۔ ارشاد باری ہے:

مَا يَجِدُ بَأْيَاتِنَا إِلَّا كَلَّ خَتَرَ كَفُورٍ۔ اور ہماری نشانیوں سے وہی انکار کرتے ہیں جو ہمدرد اور ناشکرے ہیں۔ (۳۳)

ماحصل (۱) غَرَبٌ: غفلت کا فائدہ اٹھا کر دھوکہ دینا۔

(۲) خَلَعَ: حقیقت کو چھپا کر اپنا مقصد حل کرنا اور مخالف کو دھوکا دینا۔

(۳) خَانَ: عہد اور امانت اور دین میں خفیہ طور پر دھوکا دینا۔

(۴) خَذَلَ: کسی دوست کا وقت پڑنے پر دھوکا دے جانا۔

(۵) رَاعَ: حیلہ اور تدبیر کی خاطر ایک جانب مائل ہونا۔ دھوکہ دے جانا۔

(۶) خَتَرَ: بری طرح بے وفائی کرنا اور مسلسل کرتے جانا۔

دھونا کے لیے دیکھیے ”نہانا دھونا“ نیز دیکھیے ”تدبیر کرنا“

۳۔ دیکھنا

کے لیے سَاعِ (دسی) نَظَرَ، بَصَّرَ اور بَصَّرَ، اَنَسَ اور زَارَ کے الفاظ آتے ہیں۔ یہ سب انفعل قلوب سے ہیں۔ یعنی اس کے دیکھنے کا تعلق صرف آنکھ سے نہیں بلکہ قلب و دماغ سے بھی ہے۔ دیکھنے کی کیفیت کے لحاظ سے شَخَّصَ، لَمَّحَ، هَطَعَ، عَشَا، اَغْمَضَ، رَاعَ، بَرَقَ کے الفاظ بھی قرآن میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱- زائی کسی چیز کا ادراک کرنا۔ دیکھنا۔ خواہ وہ آنکھوں سے ہو یا غور و فکر، عقل و بصیرت یا دہم و خیال کے لحاظ سے زائی کا استعمال عام ہے۔ خواہ حالت بیداری ہو یا خواب میں اور معنی آخری نظر۔ غور و تامل سے دیکھنا۔ ارشاد باری ہے:

(۱) آنکھوں سے: اِنِّی رَأَیْتُ اَحَدًا

عَشْرًا کَوکَبًا (۱۳)

(۲) غور و فکر سے: اَزْ اَیَّتِ التَّذٰثٰی

بھلا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو درجہ اکو بھٹلا تا ہے۔

یُکَذِّبُ بِالذِّیْنِ (۱۴)

۲- نَظَرَ: نظر ڈالنا۔ دیکھنا۔ تاکہ کوئی چیز نظر آئے (فعل ۵۹) خواہ وہ چہرہ نظر آئے یا نہ آئے۔ اس کا استعمال بھی دونوں طرح سے ہوتا ہے۔

(۱) وَاِذَا مَا اَنْزَلْتُمْ سُورَةً نَّظَرُوا بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ (۹)

اور جب کبھی کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں۔

(۲) فَاَنظُرُوْا مَاذَا تَاْمُرُوْنَ (۲۳)

تو جو تو حکم دے اس کے انجام پر نظر کر لے۔

تاہم نظر کا استعمال بالعموم آنکھوں سے دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

۳- بَصَرَ: بَصَرَ کا لفظ نگاہ کے لیے اور ویدہ دل سے دیکھنے کے لیے استعمال ہوتا ہے، آنکھوں سے دیکھنے کے لیے یہ بہت کم استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَتَرَاهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ وَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ (۱۶۸)

اور تم انہیں دیکھتے ہو کہ (بظاہر) انہیں کھولے تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں مگر وہ فی الواقع، کچھ نہیں دیکھتے۔

اس آیت میں زائی، نَظَرَ اور بَصَرَ تینوں مترادفات آگئے ہیں۔ اور ان کے درمیان فرق بھی واضح ہو جاتا ہے۔ زائی کا لفظ خیال کرنے کے لیے نظر کا آنکھوں سے دیکھنے کے لیے اور بَصَرَ کا لفظ ویدہ دل سے دیکھنے کے لیے استعمال ہوا ہے۔

اور بَصَرَ کا لفظ بَصَرَ سے بھی انحصار ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ یَبْصُرُوْا بِهٖ (۹۶)

سامری نے کہا: میں نے ایسی چیز دیکھی جو دوسروں نے

نہیں دیکھی۔

یہاں ایسی چیز سے مراد وہ بات ہے جو اس کے ذہن میں آئی تھی۔ مگر دوسروں کے ذہن میں نہیں آسکی۔

۴- اَنَسَ: اَنَسَ کے معنی نہ محمد کرنا ہے نہ نظر سے دیکھنا اور نہ ویدہ دل سے دیکھنا بلکہ اس کا معنی مالوس ہونا یا کسی چیز کا قرآن سے معلوم ہونا۔ اور انا م رغب کے الفاظ میں کسی سے انس پانا (صفت) ہے تاہم اپنی زبان کے محاورہ کے لحاظ سے اس کا ترجمہ دیکھنا سے کر لیا جاتا ہے یعنی دُور سے یا گہری نظر سے دیکھ کر معلوم کر لینا۔ قرآن میں ہے:

(۱) فَقَالَ لِاَهْلِهٖ اَمْکُثُوْا اِنِّیْ اَنْسْتُ

حضرت موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا، تم یہاں

نَارًا (۲) ٹھیرا، میں نے آگ دیکھی ہے۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

فَإِنِ اسْتَمِعْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا (۳) اگر تم ان میں عقل کی پہنچکی دیکھو۔

۵۔ نَارًا، نَارُہُ بمعنی کسی کی ملاقات کرنے کے لیے جانا (منجد) اور بمعنی کسی چیز کو دیکھنے اور اُٹنے کے لیے

آنا، زیارت کرنا (م، ق) اور نَارًا بمعنی سینہ کا بالائی حصہ۔ اور زُرْمَاتٌ فَلَانًا بمعنی میں نے اپنا سینہ اس کے سامنے کیا یا اس کے سینہ کا قصد کیا (یعنی ملاقات کی (معنی) قرآن میں ہے:

أَلَمْ يَكُ الْكَافِرُ حَتَّى زُرَّمْتُمْ تمہیں کثرت (مال) کی ہوس نے غافل کر دیا۔ یہاں تک

کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔

الْمُقَابِرَ (۱۲)

ماحصل؛ (۱) رَاہی؛ کسی بات پر غور کرنے کیلئے (۴) اُنَسَ، دیکھنا بمعنی معلوم کرنا۔ پانا۔ اور

(۲) نَظَرَ؛ کا استعمال عموماً نظر ڈالنے کے لیے۔ (۵) نَارًا؛ کسی چیز کے دیکھنے کو جانا یا زیارت کرنے کے لیے آتا ہے۔

(۳) بَصُرًا، دیدہ دل سے دیکھنے کے لیے۔

۳۱۔ دیکھنا (کیفیت نظر)

کیفیت نظر کے لیے شَخْصٌ، لَمَحٌ، هَطَعَ، عَشَا، اَعْمَضُ، رَأَى اور بَصُرًا کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ شَخْصٌ: بمعنی آنکھوں کا پتھر جانا۔ آنکھوں کا بے نور ہونا اور پلک نہ جھپکنا (فل ۱۰۳) قرآن میں ہے:

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذْ أَهْبَا شِجْوَةً اور قیامت کا استیجا وعدہ قریب آجائے تو ناگاہ کا زور

أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا (۲) کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں۔

۲۔ لَمَحٌ: نگاہ کی لپک۔ جلدی سے کسی چیز کی طرف نظر ڈالنا۔ آنکھ کا جھپکنا (فل ۱۰۲)

وَمَا أَمْرٌ إِلَّا لَمْ يَعْلَمِ الْبَصِيرُ اور قیامت کا آیا توں ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا یا اس

هُوَ أَقْرَبُ (۱۶) بھی جلد تر۔

۳۔ هَطَعَ: ٹکلی باز سے سامنے دیکھتے اور دوڑتے جانا۔

مُفْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ لوگ سر اٹھاتے (قیامت کے میدان کی طرف) دوڑ

رہے ہوں گے۔ اُن کی نگاہیں ان کی طرف ٹوٹ نہ

أَلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ (۱۴)

سکیں گی۔

۴۔ عَشَا (عشو) اس کے بنیادی معنی اندھیرے کی وجہ سے چیزوں کو واضح نظر نہ آنا۔ (م۔ ل) ادوجھی

یہ لفظ محض اندھیرے کے وقت کے لیے آجاتا ہے۔ الْعِشَاءُ بمعنی شام کے بعد کا وقت رات

کی نگاہ کا کمزور ہونا۔ رات کا کھانا۔ اور عَشِيٌّ يَعِشِيٌّ وَعِشَاوَةٌ۔ بمعنی رات کو نظر نہ آنا۔

تو نہ اچھونا۔ شب کو ری (منجد) اور عِشْوَةٌ بمعنی وہ شعلہ جو رات کے وقت دُور سے دکھائی دے۔

(م-ق) ارشادِ باری ہے:

اور جو کوئی خدا کی یاد سے آنکھیں بند کر لے ہم اس پر
ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔ جو اس کا ساتھی
ہو جاتا ہے۔

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ
تَقْبِضْ لَهُ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهُ قَرِيْنٌ

(۲۳)

۵- اَعْمَصَّ عَيْنَهُ: بمعنی کھلی آنکھ بند کرنا۔ اور اَعْمَصَّ عَنِ الشَّيْءِ بمعنی چشم پوشی کرنا۔ تِجَادُزْ كَرْنَا
(منجد) یعنی کسی بُری چیز کو دیکھنے یا جاننے کے باوجود دوسرے کو ایسا معلوم کرانا کہ جیسے اس کے
متعلق کچھ خبر نہیں۔ ارشادِ باری ہے:

اور بُری اور ناپاک چیز اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا
قصد نہ کرو۔ اور تم خود ایسی چیز قبول کرنے پر آمادہ نہ
ہو گے۔ الایہ کہ چشم پوشی کر جاؤ۔

وَلَا تَسْمِعُوا الْخَبِيْثٰتِ مِنْهُ تَنْفِقُوْنَ
وَلَسْتُمْ بِاٰحِدٍ عَلَيْهِ اِلَّا اَنْ تَقْبِضُوْا
فِيْهِ (۲۴)

۶- زَاعٌ: بمعنی راہِ حق سے انحراف کرنا۔ اور زَاعُ الْبَصَرِ بمعنی نظر کا تھک جانا (منجد) اور امامِ راغب
کے نزدیک نگاہ نے غلطی کی اور ایک طرف ہٹ گئی۔ ارشادِ باری ہے،
(رسول اکرم کی) نظر نہ تو ایک طرف اٹل ہوئی اور نہ ہند
سے آگے بڑھی۔

۷- بَرِقَ: برق بمعنی چمکنے والی بجلی۔ اور بَرِقَ الْبَصَرُ بمعنی بجلی کی چمک یا کوئد یا کسی تیز روشنی سے آنکھ
کا چندھیا جانا۔ ارشادِ باری ہے،

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ (۲۵)

پس جب آنکھیں چندھیا جائیں۔

(۵) اَعْمَصَّ: چشم پوشی کر جانا۔

(۶) زَاعُ الْبَصَرِ: نظر کا تھک کر بہک جانا۔

(۷) بَرِقَ: تیز روشنی سے آنکھوں کا چندھیا جانا۔

ماحصل (۱) شَخَصَ: آنکھوں کا پتھر جانا۔

(۲) كَمَحَ: آنکھ کا چمکنا۔

(۳) هَطَعَ: ٹٹکنی یا بندھے سامنے دیکھنا۔

(۴) عَشَا: اندھرا آنا ہونا۔ رات کی نگاہ کمزور ہونا۔

۳۲۔ دکھلانا

کے لیے قرآنِ کریم میں آرمی۔ آرمی۔ ریاء۔ بَصَرٌ اور تَبْرُج کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔
۱- آرمی تیری (آرمی سبب افعال) بمعنی دوسروں کو دکھلانا۔ یہ لفظ بھی مادی اور معنوی دونوں صورتوں
میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:

مجھے دکھلاؤ تو، کہ (معبودانِ باطل نے) زمین میں کونسی
چیز پیدا کی ہے۔

(۱) مادی لحاظ سے: اَرَوْنِيْ مَاذَا
خَلَقُوْا مِنْ اَلْاَرْضِ (۲۶)

تا کہ تم خدا کی ہدایات کے مطابق لوگوں کے مصلحت

(۲) معنوی لحاظ سے: لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ

فیصل کرو۔

يٰۤاَرٰٓءَا لِرَبِّكَ اللهُ (۲/۱۵)

(یہاں "آری" سے مراد خدا و بصیرت بھی ہے اور وحیِ نغنی بھی)

اور آری نیز اے (رای سے باب تفاعل) بمعنی ایک دوسرے کو دکھلانا۔ قرآن میں ہے،
 وَلَاذَاقًا مَّا وَاٰلِيَ الصَّلٰوةِ قَامُوْا اور ناتی جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو
 كَسَالِي سِرَاعُوْنَ النَّاسِ وَلَا يَذْكُوْنَ ڈھیلے ڈھالے کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ لوگوں کو دکھلا
 اللهُ اِلَّا قَلِيْلًا (۲/۲۳۷) ہیں اور اللہ کا ذکر تھوڑا ہی کرتے ہیں۔

اور ربیاء بھی اسی معنی میں آتا ہے یعنی دکھلاوا کرنا۔ نمائش کرنا۔ ایسا کام کرنا جس کا مقصد ہی دوسروں کو
 دکھلانا ہو۔ قرآن میں ہے:

وَالَّذِيْنَ يَنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ مِّمَّا رَزَقُوْا
 النَّاسِ (۲/۲۸) اور وہ لوگ جو اپنا مال دوسروں کو دکھلانے کی غرض سے
 خرچ کرتے ہیں۔

۲۔ بَصَّرَ، اس طرح دکھلانا کہ دوسرا پہچان اور سمجھ لے۔ احوال و آثار سے واقف کرنا (معنی) بَصَّرَ

میں ہے:

لَا يَسْئَلُ حَمِيْمًا حَمِيْمًا يَبْصُرُوْهُمْ
 (۲۱) کوئی دوست دوسرے دوست کا پرسانِ حال نہ ہوگا
 (حالانکہ وہ ایک دوسرے کو سامنے دیکھ رہے ہوں گے)

۳۔ تَبَرَّجَ، بَرَّجَ بمعنی بلند ہونا۔ ظاہر ہونا (منجد) بَرَّجَ معروف لفظ ہے۔ اور تَبَرَّجَتِ الْمَرْءَةُ بمعنی

عورت کا انجلیوں کو اپنی زینت اور اپنے محاسن دکھلانا (منجد) ارشاد باری ہے:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ
 الْجَاهِلِيَّةِ الْاُولٰٓئِ (۲۳) اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔ اور جس طرح سے وہ جاہلیت
 میں اظہارِ تجمل کرتی تھیں اس طرح زینت نہ دکھاؤ۔

ماہصل؛ (۱) آری اور آری؛ محض دکھلانے کے لیے۔

(۲) بَصَّرَ، اس طرح دکھانا کہ دوسرا پہچان جائے اور

(۳) تَبَرَّجَ، زیب و زینت کے دکھلانے کے لیے آتا ہے۔

۳۳ — دین

کے لیے دین شَرِيْعَةً اور هِدَايَةً کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ دین: دین کا لفظ بہت وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ مختصراً یہ چار معانی میں استعمال ہوتا ہے: ۱) اللہ تعالیٰ
 کی کامل اور مکمل حاکمیت (۲) انسان کی مکمل عبودیت اور بندگی (۳) قانونِ جزا و سزا۔ اور (۴) اس
 قانونِ جزا و سزا کے نفاذ کی قدرت۔ پھر تو یہ لفظ کسی ایک معنی میں بھی آجاتا ہے اور کبھی ایک
 سے زیادہ معانی میں۔ مثلاً اَلَا لِهٖ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (۲۳) میں یہ لفظ چاروں مفہوم ظاہر کر رہا ہے۔
 اب دین کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو کچھ باتوں کا حکم دے، کچھ کاموں سے منع کرے اور

جو شخص اس کے خلاف کرے اسے جہاد و سزا بھی دے۔ چنانچہ ایسے احکام جو آدم سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ تک غیر تبدیل رہے ہیں، یہی اصل دین ہے مثلاً شرک کی حرمت، قتل ناحق، پجوری اذنا، فواحش وغیرہ۔ عقاب اور آفت کا صحابہ پر فیروزہ۔ اور اللہ تعالیٰ کے ان احکامات کو تسلیم کرنے اور فرمانبردار بننے کا نام اسلام ہے۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ (۱۶۱) دین تو اللہ کے نزدیک اسلام (فرمانداری) ہی ہے۔

۲- شَرِيعَةٌ: شَرَعَ كَالْفِعْلِ مَعْنَى وَاضِعٍ رَاسِتَةً مُتَعَيِّنٍ كَرَنَاءِ (مفہم) ہے۔ اور شَرِيعَةٌ سے مراد وہ احکام ہیں جو زمانہ کی ضرورتوں اور احوال و ظروف کے مطابق بدلتے رہتے ہیں۔ مثلاً حضرت آدمؑ کی اولاد میں بن بھائی کا نکاح جائز تھا کہ یہ ایک اضطراری امر تھا جو بعد کی شریعتوں میں حرام قرار دیا گیا۔ حضرت یعقوبؑ کی زوجیت میں دو حقیقی بہنیں تھیں جو بعد کی شریعتوں میں حرام قرار دی گئیں۔ اسی طرح اس دور میں سجدہ تعظیمی جائز تھا جو بعد میں حرام کر دیا گیا۔ سابقہ شریعتوں میں اموال غنیمت سے استفادہ ناجائز تھا جو امت مسلمہ کے لیے حلال قرار دیا گیا۔ غرضیکہ ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ دین اور شریعت کے فرق کو خود رسول اللہ نے ان الفاظ میں سمجھایا کہ:

الْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةُ الْعَلَائِبِ أَمْهَاتُهُمْ
شَشَى وَدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ (متفق علیہ)
تمام انبیاء علاقائی بھائی (وہ بھائی جن کا باپ ایک اور انہیں
الگ الگ ہوں) ہیں۔ کہ ان کی مائیں (شریعتیں) الگ
الگ ہیں اور ان کا دین (باپ) ایک ہی ہے۔

اور قرآن میں ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ (۱۶۲) اس (اللہ) نے تمہارے لیے دین سے راہ متعین کی۔

۳- مِلَّتٌ: دین اور شریعت میں سب کچھ منزل من اللہ اور الہامی کتاب میں مذکور ہوتا ہے۔ سب سے پہلے نبی خود ان احکام پر عمل پیرا ہونے کا پابند ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ ان احکامات الہیہ کی تبلیغ کر کے قبیعین کی ایک جماعت بناتا اور ان سب کو ان احکامات کا پابند بناتا اور اسلامی نظام قائم کرتا ہے۔ اس نظام کا نام ملت ہے۔ گو مِلَّت احکام و فرامین کا نام نہیں بلکہ اس نظام کا نام ہے جس میں نبی امیر، مامور اس نبی کے پیروکار اور ان کا دستور احکام الہیہ (دین، شریعت) اور عبادت پر امیر کی اطاعت لازم قرار دی گئی ہے۔ مترجم حضرات مختصراً ملت کا ترجمہ ”دین“ ہی لکھ دیتے ہیں حالانکہ دین تو سب انبیاء کا ایک ہی ہے البتہ ملت کی نسبت کسی مخصوص نبی ہی کی طرف کی جا سکتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا۔
پس تم ملت ابراہیم کی پیروی کرو جو سب سے

بے تعلق ہو کہ ایک اللہ ہی کے ہو گئے تھے۔ (۱۶۵)

ماہصل: (۱) دین: وہ احکام الہیہ جو حضرت آدم سے حضرت محمدؐ تک غیر تبدیل رہے ہیں اور ان کی اطاعت (۲) شریعت: وہ احکام الہیہ جو احوال و ظروف زمانہ کے متعلق تبدیل ہوتے رہے۔

(۳) حِلَّتْ: وہ نظام جو ایک نبی احکام الہیہ کی فرمانبرداری میں اپنے متبعین کی جماعت میں قائم کرتا ہے۔

۴-۳ دینا

کے لیے اَتَى، اَعْطَى (عطو) اَدَاء (ادو-ادی) دِيَّةً، اَنْتَاب (ثوب)، وَهَبَ، رَفْعًا دَفَعَ اِلَى هَدِيَّةً اور تَحَلَّل کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- اَتَى، دینا، کسی چیز کا کسی کو دینا۔ معروف معنوں میں استعمال ہے اور اس کا استعمال عام ہے۔ قرآن میں ہے:

اور اس نے اپنا مال اللہ کی محبت میں دیا۔

(۲)

۲- اَعْطَى، دو معنوں میں آتا ہے۔ (۱) کسی کو کوئی چیز محض تفضلاً دے دینا۔ بخشش دینا (مص)

قرآن میں ہے:

قَالَ رَبُّنَا الَّذِي اَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ رِزْقًا

ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل و صورت بخشی، پھر راہ دکھائی۔

حَلْفًا ثُمَّ هَدَى (۲)

(۲) اور اَعْطَى کے معنی مطیع ہونا اور خدمت کرنا بھی ہے، منجراً لہذا کسی شخص کو اس کی خدمت، محنت اور اطاعت کے عوض زیادہ دے دینا بھی اَعْطَى ہے۔ عطیہ، انعام، خوش ہو کر محنت یا خدمت سے زیادہ دے دینا۔ ارشاد باری ہے:

اور جو نیک بخت ہیں تو وہ جنت میں ہوں گے جب تک زمین و آسمان قائم رہیں۔ مگر جو تیسرا پروردگار چاہے۔ یہ بخشش غیر منقطع ہوگی۔

وَأَمَّا الَّذِينَ سَعِدُوا فَمَنْ اَتَى الْجَنَّةَ

خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ - عَطَاءٌ غَيْرُ

مَجْدُوْرٍ (۱۱)

۲- اَدَاء: کسی کو اس کا حق پورا پورا اور یکبارگی دے دینا۔ یہ لفظ عموماً مالین دین کے معاملات مثلاً امانت، قرضہ اور خراج وغیرہ کے لیے مستعمل ہے۔ ارشاد باری ہے:

اور اگر کوئی شخص کسی کو ایمن سمجھے تو امانت دار کو چاہیے کہ صاحب امانت کی امانت ادا کرے۔

فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُم بَعْضًا فَليُوَدِّ الَّذِي اُوْتِيَ اَمَانَتَهُ (۱۲)

۴- دِيَّةً: (دی) دی دیدی دِيَّةً۔ خون بہا کی ادائیگی کے لیے یہ لفظ مخصوص ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَارْشٰنَ مَقْتُوْلٍ كَوْخون بہا ادا کرنا ہوگا۔

فَدِيَّةٌ مِّمَّا كَسَبَتْ اِلَىٰ اٰهْلِهَا (۱۳)

۵- اَنْتَاب: اَعْطَى سے اگم ہے۔ یہ ہر کام کے معاوضہ کے لیے آتا ہے خواہ کام اچھا ہو یا بُرا تاہم یہ لفظ عموماً اچھے کاموں کے بدلے کے لیے آتا ہے۔ نیز اس میں بھی اَعْطَى کی طرح کی خصوصیت پائی جاتی ہے۔ کام کا معاوضہ پورا یا اس سے کچھ زیادہ دینا۔ ارشاد باری ہے:

فَاتَانَا بِهْمُ اللَّهُ بِمَا قَاتَلْنَا وَجَدْتُمْ تَجْرِي
 مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ﴿۸۵﴾
 ۶- وَهَبَ: بلا معاوضہ و محنت کسی کو کچھ دے دینا۔ اور بعد میں کسی فائدہ یا عوض کی توقع نہ رکھنا
 (معن) ارشاد باری ہے:

يَهَبُ لِمَن يَشَاءُ إِنَّا ثَوَابَ هَبِّ لِمَن
 يَشَاءُ الذُّكُورَ ﴿۹۲﴾
 ۷- رَفَدَ: عطا اور مدد۔ دو باتیں بنیادی طور پر اس کے معنی میں پائی جاتی ہیں یعنی کسی غریب اور
 مسکین کو عطیہ کے طور پر کچھ دینا۔ وظیفہ دینا۔ وظیفہ مقرر کرنا۔ اور سزا دہا۔ اس فنڈ کو کہتے ہیں
 جو قریش نادار حجاج کی مدد کے لیے جمع رکھتے تھے۔ اور اَرْفَدَ بمعنی کسی کے لیے عطیہ مقرر کرنا۔
 کہ وہ اس مقررہ مقدار میں سے لیتا رہے (معن) اور رَفَدَ بمعنی وظیفہ۔ امداد۔ قرآن میں ہے:
 وَأَتَّبِعُوا فِي هَذِهِ لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ
 يَلَسَ الرَّفْدُ الْمَرْفُودَ ﴿۹۹﴾
 اور اس دنیا میں بھی (فرعون کی قوم) کے پیچھے لعنت
 لگا دی گئی اور قیامت میں بھی لگی رہے گی۔ بُرَّ ہے وہ
 انعام جو انہیں ملتا رہے گا۔

۸- دَفَعَ (الی) دفع بمعنی کسی چیز کی حفاظت و حمایت میں بیرونی خطرات اور حملے کو دور کرنا اور
 پرے ہٹانا ہے (معن) اور جب اس کا صلہ الٰہی سے ہو تو اس کے معنی ادا کرنا یا کسی کی چیز اس کے
 سپرد کر دینا یا حوالے کر دینا ہے۔ ارشاد باری ہے:
 فَإِنِ انْتَهَوْا مِنْهُمْ رُشِدًا فَادْعُوهُ
 إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ ﴿۱۰۲﴾
 ان کے حوالے کر دو۔
 ۹- هَدِيَّةٌ، ان تحائف کو کہا جاتا ہے جو ہم ایک دوسرے کو تعلقات کی خوشگوار ساری کے لیے
 پیش کرتے ہیں۔ اور مَهْدِي اس چیز کو کہا جاتا ہے جس میں رکھ کر ہدیہ پیش کیا جائے۔ ارشاد
 باری ہے:

فَمَا آتَيْنَا اللَّهَ خَيْرًا مِّمَّا آتَيْتُمُوهُ
 بَلْ أَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُونَ ﴿۱۰۶﴾
 (حضرت سلیمانؑ نے کہا) جو کچھ اللہ نے مجھے عطا کیا ہے
 وہ اس سے بہتر ہے جو تمہیں دیا ہے لہذا تم اپنے
 اس تحفہ سے خود ہی خوش رہو۔

۱۰- نَحَلَ: کسی کو کوئی چیز دینا۔ نَحَلَ الْمَرْأَةُ عَمْرًا اس کا حق مہر دینا۔ اور نَحَلَ بمعنی عطیہ
 بخشش (منجہ) اور النَحْلَةُ اور النَحْلَةُ اس عطیہ کو کہتے ہیں جو تبرعاً دیا جائے۔ یہ ہبہ سے
 خاص ہے کیونکہ ہبہ کو نَحْلَةُ کہہ سکتے ہیں لیکن ہر نَحْلَةُ کو ہبہ نہیں کہہ سکتے (معن)
 ارشاد باری ہے:

وَأَتُوا الْيَتَامَى صَدُقَاتِهِمْ نَحْلَةً
 اور عورتوں کو ان کے حق مہر اور نان و نفقہ خوشی سے

(۲) دے دیا کرو۔

محصل: (۱) اتنی: دینا۔ اس کا استعمال عام ہے۔

(۲) اعطی: بخشش، خدمت یا محنت اور اطاعت کا صلہ زیادہ دینا۔

(۳) آتَابَ: اعطی سے اعم ہے۔ کسی بھی کام کا صلہ اصل معاوضہ سے زیادہ دینا۔

(۴) آدَاءٌ: حقوق اور مالی معاملات کی ادائیگی۔

(۵) دِيْتَهُ: بخون بہا کی ادائیگی۔

(۶) وَهَبَ: بلا معاوضہ دینا اور بعد میں کسی معاوضہ یا فائدہ کی توقع نہ رکھنا۔

(۷) رَفَعَهُ: کسی نادار اور مفلس کو امداد کے طور پر وظیفہ وغیرہ دینا۔

(۸) دَفَعَ (إِلَى): باز ادائیگی کرنا۔ کسی کی چیز اس کے حوالے کرنا۔

(۹) هَدَيْتُهُ: تعلقات کی خوشگواہی کے لیے تحفہ تحائف دینا۔

(۱۰) نَحَلْتَهُ: برصنا درخت مہر کے طور پر کسی کو کچھ دینا۔

۳۵۔ دیوار

کے لیے جِدَارٌ، سِدٌّ، رَدْمٌ، سُوْدٌ اور بُدْيَانٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- جِدَارٌ: (ج جِدْر اور جِدْرَان) مکان یا قلعہ کی دیواروں میں سے کوئی ایک دیوار۔ جِدْرٌ

بمعنی دیواروں سے گھرنا (منجد) اور ابن الفارس کے الفاظ میں هو الحائط (م-ل) یعنی کسی احاطہ

شدہ تعمیر کی دیوار ہے۔ قرآن میں ہے:

وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ

اور وہ جو دیوار تھی تو وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی۔

فِي الْمَدِينَةِ (۱۸)

۲- سِدٌّ، سِدٌّ: بمعنی روک۔ آڑ۔ دو چیزوں کے درمیان بڑی سی دیوار جو روک کا کام دے اور

خود تعمیر کی گئی ہو۔ اور اگر یہ دیوار یا آڑ قدرتی ہو تو اُسے سِدٌّ کہتے ہیں (مفت) اور سِدٌّ بمعنی

پتھر سے شکاف بند کرنا۔ اور سِدَادٌ اس سالہ کو کہتے ہیں جس سے رخنہ یا شکاف پُر کیا جائے

اور سِدَّةٌ حکیموں کی اصطلاح میں آنتوں میں فاسد مادہ کے پھنس کر روک بن جانے کو کہتے

ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَهَلْ يَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلَىٰ آتٍ

كِرِينَ تَأْكُلُ أَمْ تَتَّكِلُ وَتَكُنَّ مِنَ الْكَاذِبِينَ (۱۹)

کریں تاکہ تو ہمارے اور ان کے درمیان ایک

دیوار بناوے۔

۲- رَدْمٌ: یہ لفظ سِدٌّ سے انحصار سے یعنی ایسی دیوار یا روک جس کے سب سوراخ اور شکاف

اچھی طرح سے بند کر دیے گئے ہوں (مفت) موٹی دیوار۔ مضبوط روک۔ اور رَدْمٌ بمعنی رخنہ یا شکاف

بند کرنا اور درمہ الثوب بمعنی کپڑے میں بیوند لگانا (مخمد) ہے۔ قرآن میں ہے،
 فَأَعْيَنُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَ
 بَيْنَهُمْ رَدْمًا (۱۸/۹۵)
 سے مدد دو تو تمہارے دوران کے درمیان ایک
 مضبوط دیوار بنا دوں گا۔

۲۔ سُور: ابن الفارس کے الفاظ میں يدل على علو دار ارتفاع (م۔ ن) یعنی اونچی اور بلند دیوار جسے
 چھاند کر اندر داخل نہ ہو سکیں۔ اور یہ دیوار کسی مکان کی نہیں بلکہ کسی فضیل قلعہ یا احاطہ کی ہوتی
 ہے۔ اور سُورَةُ الْمَدِينَةِ شہر پناہ کو کہتے ہیں (صحت) ارشاد باری ہے،
 فَضْرِبْ بَيْنَهُمْ بِسُورٍ لَّهُ بَابٌ (۱۳/۵۴) سوران کے درمیان ایک دیوار کھینچ دی جائے گی،
 جس میں ایک دروازہ ہوگا۔

۵۔ بُيُيَانٌ، بئٰی بمعنی تعمیر کرنا۔ عمارت بنانا، اس طرح کہ اس کے سب اجزاء ایک دوسرے میں
 پھنسے ہوئے ہوں۔ اور بُيُيَانٌ ہر اس تعمیر کو کہتے ہیں جو یہ شرط پوری کرے خواہ یہ صرف بنیاد
 ہو یا کوئی دیوار یا پوری عمارت۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًا كَأَنَّهُمْ بُيُيَانٌ مِّنْ صَوْصٍ
 اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اس کی
 راہ میں یوں قطار باندھ کر لڑتے ہیں جیسے سیسہ پلائی
 ہوئی دیوار۔ (۳۱/۲۶)

ماحصل: (۱) حِجَارٌ: کسی مکان یا احاطہ کی دیوار۔

- (۲) سَدٌّ: دو چیزوں کی درمیانی بنائی ہوئی دیوار جو روک کا کام دے۔
 (۳) رَدْمٌ: ایسی سَدٌّ جس کے سب رخسے اچھی طرح بند کر دیے گئے ہوں۔
 (۴) سُورٌ: فضیل وغیرہ کی بلند دیوار جس کو چھاندنا نہ جاسکے۔
 (۵) بُيُيَانٌ: ایسی دیوار یا تعمیر جس کے اجزاء مضبوطی سے آپس میں پھنسے ہوئے ہوں۔

۳۔ دیوانہ۔ دیوانہ پن

کے لیے مَجْنُونٌ، خَبَطٌ، مَفْتُونٌ اور سُعْرٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
 ۱۔ مَجْنُونٌ: جِنٌّ بمعنی کسی چیز پر چھا کر اسے ڈھانپ دینا۔ حواس پر پردہ پڑ جانا۔ (مخمد) اور
 مَجْنُونٌ وہ شخص ہے جس کے ہوش و حواس جاتے رہیں۔ اہل عرب مجنون کو مجنون اس لیے
 کہتے تھے کہ ان کے خیال میں جن انسان میں داخل ہو کر اسے دیوانہ بنا دیتا ہے۔ اس لحاظ سے
 اس کے یہ معنی ہوں گے وہ شخص جسے جنوں نے دیوانہ کر دیا ہو۔ آسیب زدہ۔ ارشاد باری ہے،
 كَذَلِكَ مَا آتَى الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ
 مِّن رَّسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ (۲۱/۲۱)
 جسے لوگوں نے جادوگر یا دیوانہ نہ کہا ہو۔

اور جَنَّةَ بِمَعْنَى جَنِّ بِلَا دِيَانَتِي يَحْيَى فَرِيَا؛

اس آدمی کو تو دیوانگی (کا عارضہ) ہے۔

إِنَّ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ بَدَّ جَنَّتَهُ (۲۲)

۲- حَبَطَ: بمعنی کسی کو مار مار کر حواس باختہ کر دینا (مفت) اور محبوط بمعنی فاتر العقل ہے۔ یعنی جس کی عقل ٹھیک کام نہ کرتی ہو۔ اہل عرب کے خیال کے مطابق یہ کارنامہ بھی جنوں اور شیطانوں ہی سے متعلق تھا۔ ارشاد باری ہے:

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَتَوَقَّوْنَ إِلَّا

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) اس طرح

كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَخْبِطُ الشَّيْطَانَ

(حواس باختہ) اٹھیں گے جیسے کسی کو جن نے پٹ کر

دیوانہ بنا دیا ہو۔

مِنَ الْمَيِّتِ (۲۴)

خبط اور جنون میں فرق یہ ہے کہ خبط وقتی اور عارضی بیماری ہے جبکہ جنون طویل مدت کے لیے ہوتا ہے۔

۳- مَفْتُونٌ: فَتَنٌ بمعنی فتنہ میں ڈالنا۔ فریفتہ کرنا، مائل کرنا اور تعجب میں ڈالنا۔ اور مفتون بمعنی پاگل اور

دیوانہ (منجید) ہے۔ اور مفتون ایسے پاگل کو کہتے ہیں جسے حوادثِ زمانہ نے فاتر العقل اور محبوط حواس

بنا دیا ہو۔ ارشاد باری ہے:

فَسْتَبْصِرُ وَنُبْصِرُ وَإِنَّ آيَاتِ كُمْ

سو عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور وہ (کفار مکہ)

الْمُفْتُونِ (۲۵)

بھی کہ تم میں سے دیوانہ کون ہے؛

۴- سُعْرٌ: سُعْرٌ بمعنی آگ کا بھڑکانا اور شعلے نکلنا۔ پھر مجازاً یہ لفظ اشتعال دلانے یا مشتعل ہونے کے

معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ استعور اللصوص بمعنی ڈاکو بھڑک اٹھے۔ استعور الحرب

لڑائی بھڑک اٹھی۔ اور سُعْرٌ آگ بھڑکانے کی لکڑی کو کہتے ہیں (مفت) اور سُعْرٌ سے مراد ایسی

دیوانگی ہے کہ کسی بات پر انسان فوراً مشتعل ہو کر غلط کام کرنے لگے اور اس کی عقل صحیح کام نہ کرے

سودائی۔ قرآن میں ہے:

فَقَالُوا أَبَشْرًا مِثْلًا وَاحِدًا الْكَلْبَةِ وَإِنَّا

کہنے لگے، کیا ہم اپنے ہی میں سے ایک آدمی کی پیڑی

کرنے لگیں؛ تب تو ہم گمراہی اور دیوانگی میں پڑ گئے۔

إِذْ أَلْبِنِي صَالِلًا وَسُعْرًا (۲۶)

ماحصل: (۱) مَجْنُونٌ: بمعنی دیوانہ۔ پاگل۔ آسیب زدہ۔

(۲) حَبَطَ: عقل کا فتور اور اس میں نقص واقع ہونا (عارضی)

(۳) مَفْتُونٌ: حوادثِ زمانہ سے پیداشدہ دیوانگی۔

(۴) سُعْرٌ: طبیعت کے فوراً مشتعل ہو جانے سے پیداشدہ فتور۔



ا۔ ڈالنا

کے لیے اَلْفِي، سَلَكٌ، نَبَذَ، قَذَفَ، اَفْرَغَ اور اَوْقَعَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
 ۱۔ اَلْفِي: اَلْفِي بمعنی دو متقابل چیزوں کا آمنے سامنے آنا۔ ملاقات کرنا۔ لیکن باب اَفْعَال میں جا کر اس کے بنیادی معنی بدل جاتے ہیں۔ اَلْفِي بمعنی کسی چیز کو یوں ڈالنا، پھینکنا یا رکھ دینا کہ دوسروں کے سامنے نظر آئے (صفت) ارشاد باری ہے:

قَالَ فِى عَصَاةِ فَاذَاهِىْ نَعْبَانٌ مَّرِيْنٌ۔
 مولیٰ نے اپنی لاشی (زمین پر) ڈال دی تو وہ اسی وقت
 صریح اژدھا ہو گیا (۱۱۷)

اور اَلْفِي کا لفظ معنوی طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَالْقَنِيَتُ عَلَیْكَ حِجَّةٌ مَّيْنِي (۳۹)

اور میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی۔
 پھر یہ لفظ "دل میں بات ڈالنا" کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور اسے اَلْقَاء کہتے ہیں۔ یہ بحث "دل میں بات ڈالنا" میں دیکھئے۔

۲۔ سَلَكٌ: کی بحث "داخل کرنا، میں گزر چلی۔ اس کے بنیادی معنی ایک چیز کو دوسری میں کھینچنا یا ایک چیز کو دوسری میں رکھ دینا ہے۔ اسی لحاظ سے یہ لفظ کبھی کبھی ڈالنا کا معنی دے جاتا ہے۔ جیسے:
 اَسَلَكُ بِیْدِكَ فِى جَنَبِكَ (۲۸) اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو۔

۳۔ نَبَذَ: کے بنیادی معنی کسی چیز کو درخور اعتنا نہ سمجھ کر پھینکنا یا پس پشت ڈالنا ہے (بحث پھینکنا میں دیکھیے) سَلَك کی طرح اس کا ترجمہ بھی کبھی ڈالنا ہے کیا جاتا ہے جیسے:
 فَلَبَدْنَا بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِیْمٌ (۳۵) پھر ہم نے اسے (بولس کو) فرخ میدان میں ڈال دیا، اور وہ بیمار تھا۔

۴۔ قَذَفَ: بمعنی دُور سے پھینکنا (یہ بحث "پھینکنا" میں دیکھیے) مگر بعض جگہ اس کا ترجمہ بھی ڈالنا سے کر لیا جاتا ہے جیسے:

وَقَذَفَ فِى قُلُوْبِهِمُ التُّرَابَ (۵۹) اور اُس نے ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی۔

۵۔ اَفْرَغَ: فَرَع بمعنی کسی کام سے فارغ ہونا (صَد شَغَلَ) بھی ہے اور خالی ہو جانا بھی۔ اور اَفْرَغَ

الدَّلْوُ بمعنی ڈول سے پانی بہا کر ڈول کو خالی کر دینا (مف) یعنی کسی چیز کو آہستہ آہستہ ڈالنا یا گرانا۔
قرآن میں ہے۔

رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَقِثْ
اِقْدَامَنَا (۲۵)

اسے ہمارے پر ڈر ڈار! ہمارے دلوں میں صبر ڈال
اور ہمارے قدموں کو (لڑائی میں) مضبوط کر دے۔

دوسرے مقام پر ہے:

قَالَ اَتُوْنِيْ اَفْرِغْ عَلَيَّ قِطْرًا (۹۶)

ذوالقرنین نے کہا کہ اب میرے پاس تانا بنا لاؤ کہ اس
(دیوان پر گھلا کر ڈال دوں۔)

۶۔ اَوْقَعَ، رَقَعَ کے بنیادی معنی دو ہیں۔ (۱) ثابت ہونا (۲) نیچے گرنا (مف) اور اَوْقَعَ بمعنی واقع
کرنا (مف) یعنی کسی چیز کو ڈالنا، پھر اسے جمادینا۔ ارشاد باری ہے،
اِنَّمَا يَرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوَقِعَ بَيْنَكُمْ
الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ (۹۶)

شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان دشمنی اور
رخش ڈال دے۔

ماحصل (۱) الٹی، کسی چیز کو آرام سے رکھ دینا۔ ڈالنا۔ جسے دوسرے دیکھ سکیں۔

(۲) سَلَكَ: ایک چیز کو دوسری میں ڈالنا۔ داخل کرنا۔

(۳) نَبَذَ: کسی چیز کو درخور اہمیت نہ سمجھتے ہوئے ڈال دینا۔

(۴) قَدَفَتْ، پھینکنا یا قوت اور شدت سے ڈالنا۔

(۵) اَفْرِغْ: اس طرح ڈالنا یا جیسے ڈول سے آہستہ آہستہ پانی اندھا ملتا جاتا ہے۔

(۶) اَوْقَعَ: کوئی چیز ڈالنا۔ پھر اسے جمادینا۔

۲ — ڈبونا

کے لیے اَعْرَقَ اور صَبَغَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَعْرَقَ: غرق بمعنی کسی غیر آبی جاندار کا پانی میں تہہ نشین ہو جانا۔ ڈوبنا۔ پانی میں ڈوب کر مر جانا
اور اَعْرَقَ بمعنی کسی کو ڈبو دینا۔ ارشاد باری ہے:

وَاعْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ۔ اور ہم نے فرعون کی قوم کو غرق کر دیا، اور تم دیکھ رہے
تھے۔ (۲۵)

۲۔ صَبَغَ، صَبَغَ يَدَهُ فِي الْمَاءِ بمعنی اپنے ہاتھ کو پانی میں ڈبونا اور اصْبَغْتُ بِالْخَيْلِ بمعنی میں نے

روٹی سرکہ میں ڈبو کر کھائی۔ صَبَغَ التُّوْبَ بمعنی کپڑے کو رنگنا۔ کپڑے کو رنگدار پانی میں ڈبونا۔ صَبَغَ

بمعنی رنگ بھی اور سالن بھی۔ اور صَبَغَةَ بمعنی رنگ۔ صابغ رنگنے والا۔ اور صَبَاغَ بمعنی رنگریز۔

(مف - مفہ) قرآن میں یہ لفظ ان دونوں معنوں میں آیا ہے ارشاد باری ہے:

صَبَغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنْ اللّٰهِ رنگ تو اللہ ہی کا ہے اور اس سے بہتر رنگ (یعنی

صَبَغَةً (۲/۱۳۸)

دین کس کا ہو سکتا ہے؟

دوسرے مقام پر فرمایا:

تَنَبَّتُ بِالذُّهْنِ وَصَبَّغٌ تِلْكَ كَلْبَيْنَ۔ (یہ زیون کا درخت) روغن لیے ہوئے اگتا ہے جو

کھانے والوں کو سالن کا کام دیتا ہے۔ (۲/۱۳۷)

ماصل؛ اَعْرَقَ: کسی کو پانی میں ڈبو دینا کہ مر جائے۔

أَصْبَغَ: لقمہ کو سالن میں یا کپڑے کو رنگدار پانی میں ڈبونا۔

ڈٹ جانا۔ دیکھیے ”ثابت قدم رہنا“

۳۔۔۔۔۔ ڈرنا

کے لیے خَافَ، خَشِيَ، خَشَعٌ، رَاقِيَ (رقی) حَذَرَ مَرَأَعَ، أَوْجَسَ، وَجِفَ، وَجِلَ، رَهَبَ، رَعِبَ، أَشْفَقَ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱- خَافَ: قرآن و شواہد سے کسی آنے والے خطرہ کا اندیشہ کرنا (معنی) اور خوف کی ضد امن ہے۔ یعنی خات کا تعلق بالعموم مستقبل سے ہوتا ہے۔ ابولہلال کے الفاظ میں خوف کا معنی ”توقع الضرر المشكوك“ ہے۔ (فقہ قول ۱۹۹) قرآن میں ہے:

قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَى قَوْمِ لُوطٍ (۱۱۰)

افرشتوں نے حضرت ابراہیم سے کہا، آپ خوف نہ کیجیے ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

۲- خَشِيَ: ایسا خوف جو کسی امر کی عظمت کی وجہ سے دل پر طاری ہو جائے (معنی) ارشاد باری ہے، وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشِيَةً إِمْلَاقٍ (۱۷۱) اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرو۔

۳- خَشَعٌ: ایسے ڈر کو کہتے ہیں جس کے اثرات دل کے علاوہ اعضاء و جوارح پر بھی نمایاں ہونے لگیں دل کا نرم ہو جانا (معنی) اسی لیے یہ لفظ جوارح کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً خَشَاعَةً أَبْصَارُهُمْ (۱۷۱) بمعنی اس کی آنکھیں ڈر کی وجہ سے جھکی ہوں گی۔ وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ (۸۶) کئی منہ اس دن (ڈر کے مارے) جھکے ہوں گے۔ اور وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ (۱۰۱) اور آوازیں (ڈر کے مارے) دب جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

الْمَرْيَانِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِيَذْكُرُوا اللَّهَ (۵۶)

کیا ابھی مومنوں کے لیے ایسا وقت نہیں آیا کہ اللہ کی یاد پر ان کے دل ڈر جائیں۔

۴- رَاقِيَ: تقویٰ بمعنی اپنے اعمال کے انجام سے ڈرنا۔ گناہوں کو چھوڑنے پر درنہ کی کھ کے کام کرنے پر طبیعت کا مائل ہونا (معنی) اللہ کے خوف سے اس کے اوامر و نواہی کا خیال رکھنا (منجھ) (ضد عدوان) اور رَاقِيَ بمعنی اپنے گناہوں کے انجام ڈر کر ان سے بچنے کی کوشش کرنا۔ پرہیزگاری اختیار کرنا۔ ارشاد باری ہے،

كَذٰلِكَ يَبَيِّنُ اللهُ اٰيٰتِهٖ لِّلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (۲۱۸)

اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں لوگوں کے سامنے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ پرہیزگاری اختیار کریں (ڈریں۔ بچیں)

۵۔ حَذَرٌ: یعنی کسی خوف زدہ کرنے والی چیز سے بچنا یا ڈور رہنا (صفت) کسی خطرہ سے ہوشیار رہنا، چوکنا رہنا۔ بچنا (موجد) ہے۔ حذر میں خطرہ کبھی یقینی ہوتا ہے کبھی ظنی۔ تاہم احتیاط سے اس خطرہ سے بچ سکتے ہیں (فقل ۲۰۰) جیسے بجلی کا ٹرانسمیٹر یا نکلے تار قرآن میں ہے:

يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِىَ اَذَانِهِمْ مِّنْ الصَّوَابِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ (۱۹)

وہ موت کے ڈر کے مارے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیتے ہیں۔

اور حَذَرٌ بچاؤ کے سامان کے معنی میں بھی آتا ہے۔ ارشاد باری ہے: حُذِّذُوا حَذَرَ كُفْرٍ (۴)

یعنی اپنے ہتھیار سنبھال لو۔ یا کسی بھی دوسرے ذریعے سے اپنی حفاظت اور بچاؤ کا خیال رکھو۔

۶۔ سَاعٌ: یعنی گھبرا دینا اور معنی تعجب میں ڈالنا (موجد) سَاعٌ معنی دل اور عَصَا یعنی خوف زدہ کرنا۔ گھبرا دینا۔ اور نَاقَةٌ سَاعٌ معنی ڈر پول (ذلتی صفت) اور التَّوْبَعُ سے مراد ایسی کیفیت ہے کہ انسان کسی واقعہ سے متوجہ بھی ہو اور اسے کوئی مہم خطرہ بھی نظر آ رہا ہو جس کی وجہ سے وہ گھبرا جائے۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنِ اِبْرٰهِيْمَ الرُّوْحُ (۱۳)

پھر جب حضرت ابراہیمؑ کا ڈر جاتا رہا۔

۷۔ اَوْجَسَ: وحش یعنی پوشیدہ ہونا (کان کا) آہٹ محسوس کرنا۔ سخی ہوئی بات سے ڈر محسوس کرنا (موجد) اَوْجَسَ معنی ڈر کو چھپانے کی کوشش کرنا۔ اور چہرہ پر ڈر کے آثار ظاہر نہ ہونے دینا۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا سَا اٰيِدِيْهٖمُ لَا تَصِلُ اِلَيْهِمْ نَكَرَ هَمُّهُ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً (۱۱)

جب حضرت ابراہیمؑ نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھتے تو ان کو اجنبی سمجھا اور ان سے اپنے ڈر کو چھپایا۔

۸۔ وَجِفَتْ: یعنی مضطرب ہونا۔ دل دھڑکنا۔ اور معنی خوف سے گزنا (موجد) وَجِفَتْ میں دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ بے قراری اور ڈر۔ اور انہی باتوں سے دل دھڑکنے لگتا ہے۔ قرآن میں ہے:

قُلُوْبٌ يُّؤْمِنُوْنَ وَرِجَفٌ (۴۹)

اسدن (لوگوں کے) دل خائف ہو رہے ہوں گے (جائزہ دہی)

دھڑکنے والے دل۔ (عثمانی ۴)

۹۔ وَجَلَ: یعنی دل ہی دل میں ڈر محسوس کرنا (صفت) اور معنی روٹنے لگے ہونے (فق) ۳۱۔ ق) ڈر میں بڑھ جانا۔ بڑھا ہونا (موجد) اور معنی کوتاہی کی وجہ سے کسی سے ڈرنا اور بے چین ہونا (فق) ل۔ ۲۰۲) ارشاد باری ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (۳)

مومن تو وہ ہیں کہ جب خدا کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔

۱۰۔ سَرَّهَبٌ: سَرَّهَبٌ ایسے خوف کو کہتے ہیں جس میں اضطراب احتیاط بھی شامل ہو (ضد سَرَّهَبٌ) اور سَرَّهَبٌ معنی خدا سے ڈرنے والے لوگ۔ گوشہ نشین اور عبادت گزار۔ اسی سے (ہبنا) نیت ہے یعنی لذات دُنیا کا چھوٹھنا (موجد) اور معنی طول النخوت واستمرارہ (فقل ۲۰۰) یعنی ڈرتے رہنا۔ ارشاد باری ہے۔

رَأٰهُمْ كَانُوْا سَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرَاتِ وَهُ لَوْ كَانُوْا يَلْمِزُوْنَ كِى طَرَفٍ دُوْرَتِ تَحْتِیْ اُوْر

وَيَدْعُونَآرَعَبًاوَرَهَبًا(۲۱) ہمیں امید و خوف سے پکارتے تھے۔

۱۱- رَعَبٌ: رُعب یعنی خوف کی شدت، دہشت۔ اور رَعَبٌ یعنی خوف سے بھر جانا (مفت)

کسی کے ڈر کی وجہ سے دبا جانا۔ قرآن میں ہے:

لَوَاطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَهُمْ وَمِنْهُمْ
فِرَارًا وَكَلْبَتًا مِنْهُمْ رُعْبًا (۱۸)

جاؤ اور ان کی اس صورت حال سے دہشت

سے بھر جاؤ۔

۱۲- أَشْفَقَ: شَفِقَ عَلَيَّ یعنی کسی کی بھلائی چاہنا۔ اور اشفق یعنی کئی خیر خواہی کے ساتھ ساتھ اس پر تکلیف

آنے سے ڈرنا (مفت) اور یعنی اصلاح و بھلائی کی فکر میں ہونا۔ رحم کرنا۔ مہربان ہونا۔ اور شفقتہ

بمعنی مہربانی۔ رحم۔ خوف کے ساتھ مہربانی۔ اور أَشْفَقَ مِنِّي یعنی ڈرنا۔ لاج کرنا (مخبر قرآن میں ہے:

وَوَضِعَ الْيَكَابُ فَتَرَى الْمَجْرِمِينَ
مُشْفِقِينَ مِنِّي فَإِنَّهُ (۳۹)

اور اعمال نامہ (کھول کر) رکھا جائے گا تو تم گنہگاروں

کو دیکھو گے کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے، اس سے ڈر رہے

ہوں گے۔

ماحصل: (۱) خَافَ: آنے والے خطرہ کا اندیشہ۔

(۲) خَشِيَ: کسی امر کی عظمت کی وجہ سے ڈرنا۔

(۳) خَشَعَ: ایسا ڈر کہ اس کا اثر اعضاء و جوارح پر بھی پڑے۔

(۴) لَاتَّقَى: انجام کے خوف کی وجہ سے گناہوں سے بچنا۔

(۵) كَلَعَ: تعجب کرنا اور موہوم خطرہ سے ڈرنا۔

(۶) حَذَرَ: کسی خطرہ کی چیز سے بچنا۔ ڈرنا۔ چونکا رہنا۔

(۷) أَوْجَسَ: دل ہی دل میں ڈرنا اور اسے چھپانے کی کوشش کرنا۔

(۸) وَجَفَ: ڈر سے دل دھڑکانا۔ ڈر اور اضطراب۔

(۹) وَجَلَ: اپنی کوتاہی سے کسی سے ڈرنا اور بے چین ہونا۔

(۱۰) رَهَبٌ: ایسا ڈر جس میں احتیاط بھی اور اضطراب بھی۔ اور یہ طویل ہو۔

(۱۱) رَعَبٌ: شدتِ خوف۔ دہشت۔

(۱۲) أَشْفَقَ: کسی کی خیر خواہی کے ساتھ ساتھ اس پر تکلیف آنے سے ڈرنا اور رحم کے ملے جملے جذبات۔

۴۔ ڈرانا

کے لیے خَوْفٌ، حَذَرٌ، أَرْهَبَ، أَنْذَرَ، أَوْعَدَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ ۳: خَوْفٌ، حَذَرٌ اور أَرْهَبَ کی بحث تو اوپر گزر چکی۔ ثلاثی مزید میں آکر لازم سے متعدی بن

جاتے ہیں۔ اب ان کی مثالیں دیکھیے:

کیا خدا اپنے بندے کو کافی نہیں اور یہ لوگ تمہیں ان سے ڈراتے ہیں جو اس (اللہ) کے سوا ہیں۔

اور خدا تمہیں اپنے (غضب یا انتقام) سے ڈراتا ہے۔ اور جہاں تک ہو سکے (فوج کی جمعیت کے) زور سے اور گھوڑوں کے تیار رکھنے سے ان سے (مقابلہ کے) لیے مستعد رہو تاکہ تم اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو ڈرا سکو۔

اور استترہب بمعنی کسی کو ڈرانے کی کوشش کرنا یا ایسی صورت پیدا کر دینا جس سے وہ ڈر جائے،

قرآن میں ہے:

پھر جب انہوں (فرعون کے جادوگروں) نے (اپنی لائٹھیاں اور درسیاں) ڈال دیں تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا، لوگوں کو ڈرایا اور بہت بڑا جادو لائے۔

فَلَمَّا أَلْفَوْا سَحَابًا مِّنَ النَّارِ
وَأَسْتَرَهُمْ بَهْمَ وَجَاهٍ
وَاجْتَرَوْا بِسِحْرِ عَزِيزِهِمْ (۱۰۶)

۴- اِنذَار: بمعنی واقف کرنا، بانہر کرنا اور نتائج سے ڈرانا (منہج) اعمال کے نتائج اور روزِ جزا کے حساب کتاب سے ڈرانا۔ اور یہ کام صرف خدا اور اس کے رسولوں کا ہے۔ نذیر بمعنی ڈرانے والا، (ضدبشیر) خوشخبری دینے والا اور بمعنی ڈرنے کے مقامات کی وضاحت کر کے ڈرانا۔ اور

اِنذَار حَقِيقَةً مُّنذِرٌ كَرِيْمٌ اِسْمَانٌ هُوَ تَابِعٌ (فقہ ۲۰) ارشاد باری ہے:

کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تم پر میری آیات بیان کرتے اور اس دن کھسانے آ موجود ہونے سے ڈراتے تھے۔

أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يُقِصُّونَ
عَلَيْكُمْ آيَاتِي وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءِ
يَوْمِكُمْ هَذَا (۱۲۱)

۵- اَوْعَدَ: وعدہ کا لفظ عام ہے۔ بمعنی کسی کو کچھ امید دلانا۔ لیکن وعید کسی بڑے کام کے بڑے نتیجے، اس کی سزا کو کہتے ہیں، دھمکی۔ اور اَوْعَدَ بمعنی دھمکی دینا۔ ڈرانا۔ دھمکانا (منہج) خواہ یہ زبانی ہو یا عملی طور پر

ایسا سامان فراہم کیا جائے۔ ارشاد باری ہے:

اور ہر رستے پر مت بیٹھا کرو کہ جو شخص خدا پر ایمان لاتا ہے اسے تم ڈراتے اور راہِ خدا سے روکتے ہو۔

وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ
وَتَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ (۱۶)

ماحصل: (۱) اخوف: کبھی آنے والے خطرہ سے ڈرانا۔

(۲) حَذَرٌ: کسی خطرہ کی چیز سے ڈرانا۔ بچانا۔ آگاہ کرنا۔

(۳) اَرْهَبَ: ڈرانا اور اضطراب پیدا کرنا۔

(۴) اِنذَار: نبیوں اور رسولوں کا اعمال کے نتائج اور محاسبہ سے ڈرانا۔

(۵) ڈرانا، دھمکانا۔ دھمکی دینا۔

۵۔ ڈول

کے لیے دَلُو اور ذَنْوِبٌ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ دَلُو: کنویں سے پانی نکالنے کا برتن۔ ڈول۔ بالٹی وغیرہ (بشرطیکہ وہ پانی سے خالی ہو) (ف۔ ۳۲)

قرآن میں ہے:

وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَسْأَلُوهَا سِوَا دَامِرٍ دَهْمٌ
فَأَذَلِي دَلْوَةٌ (۱۶)

اور ایک قافلہ آیا۔ انہوں نے اپنا پانی لانے والا
آدمی کنویں پر بھیجا۔ اس نے اپنا ڈول (کنویں میں) ٹسکایا۔

۲۔ ذَنْوِبٌ: پانی نکالنے کا برتن۔ ڈول یا بالٹی وغیرہ جبکہ وہ پانی سے بھرا ہوا ہو (غل ۲۱) ارشاد باری ہے:

وَإِنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا ذَنْوِبًا مِّثْلَ
ذَنْوِبِ أَصْحَابِهِمْ (۵۹)

سوائے ظالموں کا بھی ڈول بھر چکا ہے جیسا کہ ان کے
ساتھیوں کا بھرا ہوا تھا۔

یعنی اخلاقی لحاظ سے یہ ظالم بھی اسی پستی میں پہنچ چکے ہیں اور ان کی بقا کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے جیسا
ان جیسے دوسرے ظالموں کا ہوا تھا۔

ماصل: ڈول اگر پانی سے بھرا ہوا ہو تو ذَنْوِبٌ ہے۔ اگر اس میں کچھ تھوڑا بہت پانی ہو تو سِجْلٌ ہے اور اگر
بالکل خالی ہو تو دَلُو ہے۔

۶۔ ڈھال

کے لیے جُنَّةٌ اور عُرْضَةٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ جُنَّةٌ: ڈھال۔ وہ معروف ہتھیار جو دشمن کے حملہ سے بچاؤ کے لیے اس کے وار کے سامنے کر کے

دار کو روکا اور اپنے آپ کو بچایا جاتا ہے۔ اس کا استعمال مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں ہوتا
ہے۔ ارشاد باری ہے:

رَاتَّخَذُوا آيَاتِنَا هُمْ جُنَّةٌ فَصَدُّوا عَن
سَبِيلِ اللَّهِ (۵۸)

انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا اور (لوگوں کو)
اللہ کے رستے سے روک دیا۔

۲۔ عُرْضَةٌ: عرض، یعنی پیش کرنا۔ اور عُرْضَةٌ ہر وہ چیز ہے جو سامنے کر کے اپنا بچاؤ کیس

جاسکے خواہ یہ ڈھال ہو یا کوئی دوسری چیز (م۔ ق) اور عُرْضَةٌ بمعنی نشانہ۔ کہتے ہیں هُوَ عُرْضَةٌ
لِلنَّاسِ وَهُوَ لُغْوٌ كَلَامٌ۔ وہ اعتراضات کا نشانہ

ہے (مخبر) گویا عرضتہ، جُنَّةٌ سے زیادہ وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ عُرْضَةً لِأَيِّمَانِكُمْ
اور اللہ تعالیٰ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔

(۲۳۳)

۷۔ ڈھانکنا۔ ڈھانپنا

کے لیے جَنِّ اور عَشِيَّةٌ اور اس کے مشتقات اَعَشِي، عَشِي اور تَعَشِي اور اَرَهَقَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ جَنِّ: جسی چیز کو ڈھانپ کر چھپا دینا کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو جائے (معن) جن وہ مخلوق جو

نظروں سے اوجھل رہتی ہے اور جن میں ماں کے پیٹ میں بچہ کو کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَوْا كَوْبًا۔

پھر جب رات نے ان کو (پردہ تاریکی سے) ڈھانپ

(۶۷)

۲۔ عَشِيَّةٌ: ایک چیز کو دوسری چیز سے ڈھانپ دینا۔ (م۔ ل) اس طرح کہ وہ مکمل طور پر گم نہ ہو۔

(معن) ارشاد باری ہے:

وَإِذَا عَشِيَ هَمَّ مَوْجُ كَأَنَّ الْفُلَّ يَدْعُوا
اللَّهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ (۲۱)

اور جب ان پر (دریا یا سمندر) کی لہر سائبانوں کی طرح

چھا جاتی ہے تو اللہ کو پکارتے اور خالص اسی کی عبادت

کرنے لگتے ہیں۔

اَعَشِي۔ عَشِي اور تَعَشِي۔ یہ سب غشی سے متعدی ہیں۔

(۱) يَغْشِي اللَّيْلُ التَّهَارَ (۲)

(۲) إِذْ يُغْشِيكُمُ اللَّعَاسَ (۱)

(۳) فَلَمَّا تَغَشَّهَا (۱۸۹)

۳۔ رَهَقَ: رَهَقَ الْأَمْرُ مَعْنَى كَسَى مَعَالَمَهُ لِمَنْ مَعَالَمَهُ لِمَنْ مَعَالَمَهُ لِمَنْ مَعَالَمَهُ

ایک ہی معنی میں (معن) اور لَا أَرَهَقُ اللَّهُ وَمَعْنَى اللَّهِ كَجَبِّ تَكْلِيفٍ وَأَرَهَقْتُ فِي نَدْوَالِ

(منجما) ارشاد باری ہے:

خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرَاهُمْ ذُلًّا

اُن کی آنکھیں جھکی ہوں گی اور ان پر ذلت چھا رہی

ہوگی۔ (۳۲)

محصّل ۷ (۱) جَنِّ: ڈھانک کر نظروں سے اوجھل کر دینا۔

(۲) اَعَشِي: اس طرح ڈھانکنا کہ چیز پوری طرح اوجھل نہ ہو۔

(۳) رَهَقَ: بزور وجہر ایک چیز کا دوسری کو دبانا اور ڈھانک لینا۔

۸۔ ڈھلنا

کے لیے زَوَالَ اور ذُلُوكَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ زَوَالَ (زول) زَالَتِ الشَّمْسُ مَعْنَى سَوَجٍ كَاذْهَلْنَا۔ اور ذَوَالَ مَعْنَى سَوَجٍ كَاذْهَلْنَا۔ اور

ڈھلنے کا وقت (منجد) پھر من واک کا لفظ کسی چیز کے اپنی انتہا کی بلندی پر پہنچ کر بتدریج نیچے آنے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے (مصدر وج) اور زوال بمعنی کسی چیز کا اپنے صبح رخ کو چھوڑ کر ایک جانب مائل ہونا اور ہٹ جانا (مف) ہے۔ اور زَالٌ عِنْدَهُ مُلْكُهُ بمعنی اس کی حکومت مٹ گئی (م-ق) ارشاد باری ہے:

أَوَلَمْ تَكُونُوا أَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلِ
مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ (۱۴)

کیا تم اس سے پہلے قسمیں نہیں کھایا کرتے تھے کہ تمہیں زوال نہ ہوگا۔

۲۔ ذُلُوكِ، ذَلَّكَتِ الشَّمْسُ ذُلُوكًا بمعنی سورج کا غروب ہونے کے لیے جھکن اور الدلک بمعنی ڈھیلا پن (منجد) ارشاد باری ہے:

أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ
إِلَى عَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ (۱۵)

سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک نمازیں قائم کرنا اور صبح کو قرآن پڑھا کرو۔

حاصل: ذوال میں بلندی سے نیچے آنے اور ذُلُوكِ میں مضبوطی سے ڈھیلا پن کا تصور پایا جاتا ہے۔

۹۔ ڈھونڈنا

کے لیے طَلَبٌ، اِبْتِغَاءٌ (یعنی) تَحَسُّسٌ، تَجَسُّسٌ، اَلتَّمَسُّسُ، جَسَّسَ (جوس) بَعَثْنَا وَبَعَثْنَا (حوی) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ طَلَبٌ: بمعنی رغبت کرنا، چاہنا، ڈھونڈنا (منجد) اور بمعنی کسی چیز کے پانے کی تلاش اور جستجو کرنا (مف) اس کا استعمال مادی اور معنوی دونوں طرح سے ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

أَوْ يُصْبِحَ مَاءً هَآءِذَا فَكُنْ تَسْتَطِيعُ
لَهُ طَلَبًا (۱۶)

یا اس کا پانی گرا ہو جائے تو تو اسے ڈھونڈ کر بھی نہیں لاسکے گا۔

۲۔ اِبْتِغَى: بٹی کے معنی ابن الفارس نے بنیادی طور پر دو بتلائے ہیں۔ (۱) طلب اللشی (۲) جنس من الفساد (م-ل) یعنی کسی چیز کی طلب اور (۲) فساد کی ایک قسم سرکشی اور بغاوت وغیرہ۔ جبکہ امام رغب ان دونوں کو جمع کر کے اس کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ کسی چیز کی طلب میں حد اعتدال سے ذرا آگے بڑھ جانا (مف) اور ابتغاء کوشش کے ساتھ کسی چیز کو طلب کرنے کے لیے بولا جاتا ہے (مف) ارشاد باری ہے:

فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِي نَفَقَاتِي
الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ (۱۷)

تو اگر طاقت ہو تو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈ نکالو، یا آسمان میں سیڑھی (تلاش کرو)۔

۳۔ تَحَسُّسٌ: اِحْسٌ بمعنی محسوس کرنا اور تَحَسُّسٌ بمعنی کسی چیز کی تلاش میں اپنے حواس خمسہ سے پوری طرح کام لینا (مف) گمشدہ چیز کی تلاش میں سر توڑ کوشش کرنا۔ یہ صفت محمود ہے۔ قرآن میں ہے:

يٰبَنِي آدَمَ هَبُوا ذُرِّيَّتَكُمْ لِيُؤْتُوا مَن يَشَاءُ
(حضرت یعقوب نے) کہا۔ بیٹو، جاؤ اور یوسف اور

وَأَحْيَاهُ (۱۳۷) اس کے بھائی کی تلاش کرو۔

۴۔ جَحَسَسَ: جَحَسَ کے معنی ہیں نمض دیکھ کر مریض کے اندرونی حالات معلوم کرنا۔ یہ جَحَسَ سے خاص ہے جَحَسَ میں تو خواہ اس شخص سے کام لے کر بیرونی حالات کا پتہ لگایا جاتا ہے جبکہ جَحَسَ اندرونی حالات معلوم کرنے کو کہتے ہیں۔ اور لفظ جاسوس اسی سے مشتق ہے (معنی) اور جَحَسَسَ بمعنی جھید ٹھونکا۔ ٹوہ لگانا۔ جاسوسی کرنا اور کسی کے عیوب اور کمزوریاں تلاش کرنا۔ پھر دوسروں کو اطلاع دینا۔ اور یہ صفت مذموم ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَِعْضُكُم بَِعْضًا

اور نہ (کسی کے) عیب ڈھونڈو اور نہ ہی ایک تمہارا

دوسرے کی غیبت کرے۔

بَعْضًا (۱۳۹)

۵۔ اَلْتَمَسَ: لَمَسَ بمعنی ہاتھ یا انگلیوں سے کسی چیز کو ٹھونکا۔ اور اَلْتَمَسَ بمعنی کسی چیز کو چھو چھو کر ڈھونڈنا۔ (فل ۱۷۱) بار بار طلب کرتے جانا۔ ڈھونڈنے کی مسلسل کوشش کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا

ان سے کہا جائے گا کہ پیچھے لوٹ جاؤ اور (وہاں) نور

تلاش کرو۔

(۱۳۴)

۶۔ جَاسَ: کسی چیز کی طلب میں اہتمام کو پہنچانا۔ (فل ۱۷۱) کسی چیز کو بڑی حرص سے ڈھونڈنا (ہر-ق) قرآن میں ہے:

بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَنَا أُولِي بَأْسٍ

ہم نے تم پر اپنے سنتِ لطائف والے بندے مسلط کر دیے

شَدِيدِيْدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ (۱۳۵)

جو شہروں میں گھس گئے۔

۷۔ بَعَثَ: بمعنی ڈھونڈنا۔ اور بَعَثَ التَّاعَ بمعنی سامان کا الٹ پلٹ کرنا (منجد) اور بَعَثَ كَالْفِطْرِ واصل بَعَثَ اور بَعَثَ سے مرکب ہے۔ جس میں دونوں فعلوں کے معنی پائے جاتے ہیں یعنی الٹ پلٹ کر کے مُردوں کو اٹھانا (معنی) ارشادِ باری ہے:

وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ (۱۳۶)

اور جب قبریں زیر و زبر کر دی جائیں گی۔

دوسرے مقام پر ہے:

أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ

کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا جب نکال باہر کیا

جائے گا جو قبروں میں ہے۔

۸۔ تَحَرَّى (حور یا حوری)۔ اَلْأَحْرَى بمعنی زیادہ لائق۔ زیادہ مناسب۔ زیادہ بہتر۔ اور تَحَرَّى بمعنی استعمال میں زیادہ مناسب و لائق کو طلب کرنا۔ دو چیزوں میں سے زیادہ بہتر کو طلب کرنا (منجد) قرآن میں ہے:

وَأَنَا مِمَّا السَّالِمُونَ وَمِمَّا الْقَائِمُونَ

اور یہ کہ ہم میں سے بعض فرمانبردار ہیں اور بعض نافرمان

فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَئِكَ تَحَرَّوْا وَرَشِدًا

گنہگار ہیں تو جو فرمانبردار ہوئے انہوں نے براہِ راست بہتر

کو طلب کیا۔

(۱۳۳)

مَاحِصِل : (۱) طَلَب : عام لفظ ہے کسی چیز کو طلب کرنا۔ چاہنا۔ ڈھونڈنا۔

(۲) اِتِّبَعَاء : کسی چیز کے ڈھونڈنے میں سہمی بسیار کرنا۔

(۳) تَحَسُّس : کسی چیز کی تلاش میں آگے اٹھ کر سے کام لینا، جو بیرونی حالات سے متعلق ہو۔

(۴) تَجَسُّس : ٹوہ لگانا۔ کسی کے عیب اور کمزوریاں تلاش کرنا اور دوسروں کو خبر دینا۔

(۵) اَلْتَمَسَ : کسی چیز کو ڈھونڈنے کے لیے بار بار کوشش کرنا۔

(۶) جَاس : کسی چیز کی طلب میں انتہا کو پہنچنا۔ شدید حرص کے ساتھ ڈھونڈنا۔

(۷) بَعَثَ : الٹ پلٹ کر کے کوئی چیز ڈھونڈنا۔

(۸) تَحَوَّرَ : بہتر اور مناسب تر کی تلاش کرنا۔

ڈھیر۔ ڈھیر لگانا کے لیے دیکھیے — ”وافر۔ بہت“

ذ

ذالفت کے لیے دیکھیے — ”مزا“

۱۔ ذبح کرنا

کے لیے ذَبَحَ، ذَبَحَ (ذکو) اور نَحَرَ کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔
۱۔ ذَبَحَ کسی جانور کے حلق پر معروف طریقہ شرعی سے چھری چلانا اور حرارتِ غریزی کو خارج کرنا (مفت) قرآن میں ہے:

فَذَبَحُوْهَا وَهَمَّ كَادًا لِّيَقْعَلُوْنَ
سوانہوں نے گائے کو ذبح کیا۔ گوڑہ ایسا کرنے پر آمادہ
(۲/۱۶۱) نہ تھے۔

۲۔ ذَبَحَ جانور کو اس طریقہ سے ذبح کرنا کہ اس کی جان جلد از جلد اور سہولت نکل جائے (م۔ل) اور
بمعنی شکاری جانور پر تکبیر پڑھ کر پھوڑ دیا جائے، پھر بعد میں اسے مخصوص طریق شرعی کے مطابق
ذبح کر لیا جائے (مفت) ارشادِ باری ہے:

وَمَا أَكَلِ الشَّيْءُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ
اور وہ جانور بھی تم پر حرام ہے جس کو درندے پھاڑ
(۵/۳) کھائیں مگر جس کو تم (مرنے سے پہلے) ذبح کر لو۔

۳۔ نَحَرَ بمعنی سینہ چوٹ لگانا۔ ذبح کرنا۔ اور نَحَرَ بمعنی سینہ کا اوپر کا حصہ (جِ نَحْوَر) اور اِنْتَحَرَ
بمعنی خود کشی کرنا۔ اور يَوْمَ نَحَرَ بمعنی قربانی کا دن۔ یعنی ماہِ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ (منجہ)۔ اور
نَحَرَ بمعنی قربانی کی یا گلا کا یا مقابلہ کیا (م۔ق) گویا نَحَرَ کا اصل معنی گلا کاٹنا ہے خواہ یہ صرف
ذبح کی صورت ہو یا قربانی کی۔ خواہ برچھے سے ہو یا چھری سے اور خواہ کھڑے جانور کا کاٹ جائے یا لیٹ کر۔
فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (۱۱۸)
سو اپنے پروردگار کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔

مہصل:

- (۱) ذَبَحَ: معروف طریقہ شرعی سے کسی جانور کو ذبح کرنا۔
- (۲) ذَبَحَ: ذبح کرتے وقت جانور کی سہولت کا خیال رکھنا۔
- (۳) نَحَرَ: گلا کاٹنے کی کوئی بھی صورت خواہ یہ ذبح ہو یا قربانی کی شکل یا کوئی اور صورت۔

۲۔ ذریعہ

کے لیے سَبَب اور دَسِيْلَة کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ سَبَب، اس رہی کو کہتے ہیں جس سے مجبور کے درخت پر چڑھتے اور اترتے ہیں۔ پھر اسی مناسبت سے ہر اس شے کو سبب کہا جاتا ہے جو دوسری چیز تک پہنچنے کا ذریعہ بنے (مف) پھر اس لفظ کا اطلاق راستہ اور راستہ سے متعلقہ سامان پر بھی ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَأَتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا فَاتَّبَعْ
سَبَبًا (۱۸)

ہم نے ذوالقرنین کو ہر قسم کے ذرائع عطا کیے تھے، سو وہ ایک راہ پر چلا۔

۲۔ دَسِيْلَة: وَسَلْ بمعنی کسی چیز کی طرف رغبت کے ساتھ پہنچنا (مف) اور وِسل الی اللہ بمعنی اللہ تک تقرب حاصل کرنا۔ اور الواسطہ۔ اور الوسیلۃ بمعنی ذریعہ تقرب۔ درجہ۔ مرتبہ (منجد) ارشاد باری ہے:

وَأَتَّبَعُوا إِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوا
فِي سَبِيْلِهِ (۳۵)

اور ان کا تقرب حاصل کرنے کا ذریعہ تلاش کرتے رہو اور
ان کی راہ میں جہاد کرو۔

مُحَصَّل: ذریعہ کے لیے سبب کا لفظ عام ہے۔ اور جو ذریعہ تقرب کے حصول کے لیے اختیار کیا جائے وہ وسیلہ ہے

۳۔ ذلت

کے لیے ذَلَّة، صَغَارٌ، خِزْيٌ اور هُتُوْتُ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ذَلَّة: بمعنی زیر دستی (ضد عزتہ بمعنی بالادستی) کمزوری۔ زور اور قوت کے آگے دب جانا (مف) ارشاد باری ہے:

هَضَبْتْ عَلَيْهِمُ الذَّلَّةَ أَيْنَمَا
تَقَعُوا (۱۱۳)

وہ جہاں کہیں بھی پائے جائیں ذلت ان کے مقدّر
کردی گئی۔

۲۔ صَغَارٌ: بمعنی بڑائی کے بعد چھوٹا بننے کی ذلت اور اس کا اقرار و اعتراف (فحل، ۲۰۷)۔ حاکم یا آزاد ہونے کے بعد محکوم بننے کی ذلت گوارا کرنا۔ ارشاد باری ہے:

سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ
عِنْدَ اللَّهِ (۶۷)

اور جو لوگ گنہگار ہیں انہیں اللہ کے ہاں سے ذلت
نصیب ہوگی۔

۳۔ خِزْيٌ: بمعنی رسوائی۔ شرمساری۔ اپنے بڑے اعمال کی وجہ سے دوسروں کی نظروں میں گر جانا (مف) اور اگر یہ محض اپنی ذات تک محدود ہو تو اسے ندامت کہتے ہیں (مف) قرآن میں ہے:

لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا
فَتَشْتَبِعَ آيَاتِكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَسِدَلَ

تو وہ کہتے کہ اے پروردگار! تو نے ہماری طرف کوئی پیغمبر
کیوں نہ بھیجا کہ ہم ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے

نَحْوِي - (۲۳۳) تیرے کلام و احکام کی پیروی کرتے۔
 ۴- هُون، بے قدری، ذلت۔ رسوائی (معنی) نَحْفَت۔ تحقیر (مخبر) قرآن میں ہے؛
 يَتَوَلَّوْا مِنْ اَلْمُؤْمِنِيْنَ سَوْءًا مَّا يَبْتَرُونَ اس بڑی خبر سے جو وہ سنتا ہے (لڑکی کی پیدائش کی
 بِهٖ اَيْتِسَكُ عَلٰى هُوْنٍ اَفْرِيْدُ سُنَّةٌ خبر) لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ آیا ذلت برداشت
 فِي التَّرَابِ (۱۹) کر کے لڑکی کو زندہ پہننے دے یا اسے زمیں میں گاڑ دے۔
 اور هُون (ہر پر فتنہ) بمعنی زمی ہے۔ اور یہ صفت محمود ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کی صفات
 بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
 وَجِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلٰى
 الْاَرْضِ هَوْْنًا (۲۴) اور خدا کے بندے تو وہ ہیں جو زمیں پر آہستگی سے
 چلتے ہیں۔

ماحصل: (۱) ذِلَّة: زیر دستی اور کمزوری۔

(۲) صَعَار: بڑائی کے بعد چھوٹا بننے کی ذلت اور اس کا اعتراف۔

(۳) نَحْوِي: لوگوں کی نظروں میں گر جانا۔ رسوائی۔

(۴) هُون، تحقیر ہونے کی وجہ سے ذلت۔

۴۔ ذلیل

کے لیے اذِلَّة، مَهْمِن (مہمن)، صَاعِرٌ، ذَائِحٌ، اَرَاذِلٌ، اَسْفَلٌ، خَائِضٌ (خَسَا کے الفاظ
 قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- اذِلَّة: (ذلیل کی جمع) اس کی ضد اعزّة ہے جو عزیز کی جمع ہے۔ ہمارے ہاں عموماً ذلیل کے
 معنی ذویل، خسیس اور کمینہ سمجھے جاتے ہیں۔ اور عزیز نیز کے معنی قریبی رشتہ دار۔ یہ دونوں مفوم لغوی
 لحاظ سے غلط ہیں حقیقت میں ذلیل کے معنی زیر دست اور عزیز کے معنی بالادست ہیں۔ ذلیل
 کے مفوم کا تصور عزیز کے مقابلہ کے بغیر محال ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ اسی مفوم میں استعمال
 ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَاَنْتُمْ
 اذِلَّةٌ (۲۳۳) تم کمزور تھے۔

۲- مَهْمِن، مہمن بمعنی تحقیر ہوا۔ ضعیف ہوا۔ اور مہمین بمعنی تحقیر۔ بے قدر۔ ذلیل و خوار (م۔ ق)۔
 اور امام راغب کے نزدیک مہمین وہ شخص ہے جس پر دوسرا انسان مسلط ہو کر اسے سبکسار کرے
 (معنی) قرآن میں ہے:

اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ
 مِهْمِنٌ (۲۳۳) آدمی ہے، بہتر نہیں ہوں۔

۳- صَاغِرًا (صغیر ضد کبیر) اور صَغَاگُ بمعنی ذلت۔ اور صَاغِرًا بمعنی ثانوی حیثیت رکھنے والا بڑائی کے ضبط کے ساتھ ذلت کے ساتھ محکومی پر مجبور ہونے والا اور اس کا اقرار و اعتراف کرنے والا۔ قرآن میں ہے:

حَتَّىٰ يَعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿٦٩﴾
 (ان سے جنگ کرو) یہاں تک کہ وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔

۴- دَاخِرًا: دَاخِرًا میں عاجزی۔ ذلت اور حقارت تین باتیں پائی جاتی ہیں۔ اور دَاخِرًا بمعنی عقل و ہوش کی کم مائیگی کی بنا پر بخوبی کر ذلت کی اطاعت قبول کر لینے والا۔ قرآن میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ عَن عِبَادَةٍ سَيَذَلُّونَ بِجَهَنَّمَ ذُخْرَيْنَ ﴿٦٤﴾
 جو لوگ میری عبادت سے اذراہ و بجز کر لیتے ہیں۔
 عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ نَفْعٌ مِّنَ الْأَشْيَاءِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ الْأَمْنُ شَاءَ اللَّهُ وَكُلُّ أُمَّةٍ دَاخِرِينَ ﴿٦٥﴾
 اور جس روز صور بھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب گھبراہٹیں گے مگر وہ جسے خدا چاہے اور سب اس کے پاس عاجز ہو کر چلے آئیں گے۔

۵- اِمْرًا ذَلًّا (ارذل کی جمع) رَذَلًا، حقارت کے قابل ہونا۔ قَبِيحًا ہونا (منجبراً) ذُنُوبًا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ (م۔ ل) اور اَرْذَلًا بمعنی گھٹیا۔ ناقص۔ رذی (منجبراً) رذی درجہ کے لوگ جن کی طرف دوسرے لوگ

ان کے گھٹیا ہونے کی وجہ سے رغبت نہ کریں (معنی) قرآن میں ہے:

وَمَا تَرْمِكُ أَتَّبِعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَمَا ذُلْنَا بَادِيَ الرَّأْيِ ﴿٦٦﴾
 اور ہم تو یہی کچھ دیکھتے ہیں کہ جو لوگ تمہارے پیرو ہیں وہ ہمارا اور مونی عقل کے لوگ ہیں۔

۶- اَسْفَلًا، اَسْفَلًا کہنے لوگ جیسے دُونَ اور اَسْفَلًا بمعنی پست اور حقیر (معنی) (صَدَأَسْفَلًا) قرآن میں ہے:

نَجْعَلُهُمَا تَحْتَ أَفْدَانِنَا لِيَكُونُوا مِنَ الْأَسْفَلِينَ ﴿٦٧﴾
 ہم انہیں پاؤں تلے روندیں تاکہ وہ ذلیل ہوں۔

۷- حَايِسًا: حَسَاً بمعنی نظر کا ٹھکانا اور کمزور ہونا۔ اور (۲) بمعنی خاسی من الخنازیر والكلاب دھتکارے ہوئے کتے اور سور جن کو لوگوں کے پاس نہ پھٹکنے و یا جانے (منجبراً) ارشاد باری ہے:

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدُوا مِنكُمْ فِي السَّبْتِ فَقَالُوا لَوْلَا قَرْدَةٌ حَايِسَتَيْنِ ﴿٦٨﴾
 اور اے یہود! تم ان لوگوں کو جانتے ہو جنہوں نے ہفتہ کے دن میں زیادتی کی تو ہم نے ان سے کہا، کہ

ذلیل و خوار بندہ بن جاؤ۔

حَايِسَتَيْنِ ﴿٦٨﴾

ماحصل (۱) ذَلِيلًا، عزیز کے مقابلہ میں بمعنی زبردست۔

(۲) قَرِهَيْنِ: ذلیل۔ دوسروں کی نظر میں اپنے بڑے اعمال کی وجہ سے گرا ہوا۔

- (۳) صاعغر، بالازی سے نیچے اتر کر محکوم بننے والا اور اس کا اقرار کرنے والا۔
 (۴) ذابحہ، عقل کی کم مانگی کی وجہ سے مطیع و متقاد۔ ذلیل۔ عاجز۔
 (۵) ارضل، رذیل۔ کینہ۔ پچھلے طبقہ کا۔ ناقابل التفات۔ جو ہر لحاظ سے پست ہو۔
 (۶) آسقل، اعلیٰ کے مقابلہ میں پست اور حقیر۔
 (۷) خنایحی، دھتکارے ہوئے۔ ذلیل ترین۔

۵۔ ذلیل کرنا

کے لیے اَذَّلَ، اَهَانَ، اَخْرَجَ، اَفْضَحَ، اَزْدَرَى (زری) اور كَبَّتْ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔
 ۱۔ اَذَّلَ، (اَعَزَّ کے مقابلہ میں) کسی کو زبردست کر دینا۔ اور اس میں مغلوب ہونے کا پہلو نمایاں ہوتا ہے
 (فقہ ل ۲۰۸) نیز اعلیٰ ہی ادنیٰ کو مغلوب بنا سکتا ہے۔ ارشاد باری ہے،
 وَيُعِزُّ مَنِ تَشَاءُ وَيُذِلُّ مَنِ تَشَاءُ۔ (لے اٹھنا تو ہی جسے چاہے عزت دے اور جسے
 چاہے ذلت دے۔) (۲۶)

۲۔ اَهَانَ، ازراہ عداوت کسی کو ہلکا یا کمزور سمجھنا یا کرنا۔ اور اس کی توہین کرنا (ضد اَكْرَمًا) اور یہ برابر کا
 آدمی بھی کر سکتا ہے۔ اور اعلیٰ ہی (فقہ ل ۲۰۸)۔ ارشاد باری ہے،
 وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ۔ اور جسے اللہ تعالیٰ ذلیل کرے اسے عزت لینے والا
 کوئی نہیں۔ (۲۲)

۳۔ اَخْرَجَ، ذلیل و رسوا کرنا جس میں انسان کے اپنے بڑے اعمال کا دخل ہو۔ اور لوگ انہیں جانتے
 ہوں۔ قرآن میں ہے،

وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۱۹۳)

۴۔ فَضَّحَ، کسی کے عیب بیان کرنا۔ دوسروں کی نظروں میں گرانا۔ دوسروں کے سامنے ذلیل کرنا
 (مجدد) قرآن میں ہے،

قَالَ إِنَّ هَؤُلَاءِ صٰغِرٌ فَلَا تَفْضَحُوْنَ۔

حضرت لوطؑ نے کہا، یہ لوگ میرے مہمان ہیں۔ ان کے
 سامنے مجھے رسوا نہ کرو۔ (۱۹۸)

۵۔ اَزْدَرَى، زری کسی کو اتھالی حقیر اور بے عزت سمجھنا اور سُزْرَى وہ شخص جو اتنا حقیر ہو کہ کسی

شمار میں نہ ہو۔ (ق) قرآن میں ہے،

وَلَا أَقُولُ لِلَّذِينَ تَزْدَرِي أَعْيُنُكُمْ

لَنْ يُؤْتِيَهُمُ اللَّهُ خَيْرًا (۱۱)

اور نہ ہی میں یہ کہتا ہوں کہ جن لوگوں کو تم حقارت
 کی نظر سے دیکھتے ہو اللہ انہیں خیر مال و دولت یا
 اعمال کی جہت سے نیک) نہیں دے گا۔

۶۔ كَبَّتْ، یعنی سختی اور ذلت کے ساتھ لوٹا دینا (مہف) اور معنی ذلیل کرنا۔ لوٹانا۔ پھیرنا۔ غصہ سے

روکنا۔ ہلاک کرنا (منجید) یہ لفظ غصہ کی حالت میں ذلیل و مغرور اور رسوا کرنے کے معنوں میں آتا ہے ارشاد باری ہے،
 إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
 كَيْتُومًا كَمَا كَيْتُومُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ
 وہ اسی طرح ذلیل کیے جائیں گے جیسے ان سے
 پہلے لوگ ذلیل کیے گئے تھے۔ (۵۵)

حاصل (۱) اَذَلَّ، اعلیٰ کا ادنیٰ کو زیر دست بنانا یا ذلیل کرنا۔

(۲) اَهَانَ از براہ عداوت تو ہیں کرنا، سبک ذلیل بنانا یہ برابر کا آدمی بھی کر سکتا ہے۔

(۳) اَسْعَزَى، کسی کے عیوب ظاہری کی بنا۔ پر اسے ذلیل کرنا۔

(۴) فَضَّحَ۔ کسی کی بُرائی بیان کر کے دوسروں کی نظروں میں لگانا۔

(۵) تَهَدَّى، نہایت خیر سمجھنا۔

(۶) كَيْتُومًا، غصہ کی حالت میں کسی کو ذلیل اور رسوا کرنا۔

۶۔ ذمہ داری

کے لیے ذمہ اور نخب کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ ذِمَّةٌ: بمعنی عہد کی ایک قسم۔ عہد وفا داری۔ امان۔ حفاظت۔ ذمہ داری۔ عہد امان کہتے ہیں
 اَنْتَ فِي ذِمَّةِ اللَّهِ یعنی تم اللہ کی پناہ میں ہو۔ اور ذی تجی یا اهل الذمّة وہ غیر مسلم ہیں جو عہد و
 پیمان کی بنا پر دارالاسلام میں مسلمانوں کو جزیہ ادا کر کے ان کی امان اور حفاظت میں رہتے ہیں (منجید)
 کبھی یہ لفظ محض عہد و پیمان اور اس کی ذمہ داری کو بنا ہونے کے لیے استعمال ہوتا ہے ارشاد باری ہے،
 لَا يَرْفِقُونَ فِي مَثُومٍ إِلَّا وَأُولَا ذِمَّةً
 یہ لوگ کسی مومن کے حق میں نہ تو رشتہ داری کا پال
 کرتے ہیں اور نہ عہد کا۔ (۹)

۲۔ نَخْبٌ: اس نذر کو کہتے ہیں جس کا پورا کرنا واجب ہو (مفت) اور نَخْبٌ التَّوَجُّلُ بمعنی آدمی نے
 اپنی جان پر ایک چیز واجب کی (م۔ ق) گویا نخب وہ ذمہ داری ہے جو انسان نے خود اپنے
 آپ پر لازم قرار دے لی ہو خواہ یہ نذر کی ذمہ داری ہو یا عہد کی۔ ارشاد باری ہے،
 فَمَنْ هَفِئْهُ مِنْ قَضَى نَخْبَةٍ وَهُنْفِئْهُ مَنْ
 كَا عَهْدٍ) پورا کر چکے اور کچھ ابھی انتظار کر رہے ہیں۔ (۲۳)
 حاصل: ذِمَّةٌ، دوسرے سے عہد و پیمان کو بنا ہونے کی ذمہ داری اور نخب اپنے آپ پر لازم کی ہوئی
 چیز کو بنا ہونے کی ذمہ داری کو کہتے ہیں۔

۱۔ رات

کے لیے لیل اور بیات کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔
 ۱۔ لیل، رات (ضد نهار بمعنی دن) معروف لفظ ہے۔ غروب آفتاب سے لے کر طلوع آفتاب تک کا وقت۔ اور قرآن میں بہت مقامات پر لیل و نهار کا ایجا ذکر ہوا ہے۔ رات کو ۱۲ گھڑیوں یا ۱۴ گھنٹوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ان گھڑیوں کے بالترتیب نام یہ ہیں۔
 شفق، عشق، عشم، ذققة، فحمة، زلفۃ، نلفۃ، بہرۃ، سحر، فجر، صبح، صباح
 (فل ۲۹۲)

۲۔ بیاتاً، بات بمعنی لاشعور، انا شب بسری کرنا۔ قرآن میں ہے:
 وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا (۲۵)
 اور بیاتاً بمعنی رات کے دوران کسی بھی وقت۔ سوتے ہیں۔ حالت خواب میں۔ قرآن میں ہے:
 قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْكَمْتُمْ أَبْصَارَكُمْ لَنْ يَحْتَسِبُكُمْ إِذْ أَنْفَسْتُمْ بِالَّذِينَ كَفَرْتُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ فَإِن كُنْتُمْ تُحِبُّونَ الْوَالِدِينَ وَالْحَقْرَاءَ فَمَا لَكُمْ إِذْ أَنْفَسْتُمْ أَنْ تَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِ الْقُرْآنِ فَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّ الْوَالِدِينَ وَالْحَقْرَاءَ لَهُمُ الْحَقُّ أَفَلَا تَتَّقُونَ (۱۰۷)
 یا رات کو آجائے۔

۲۔ رات کے کام

کے لیے بات، بیات، استرا، طوق، نفس اور تہجد کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔
 ۱۔ بات، بمعنی رات گزارنا۔ شب بسری کرنا۔ اور وہ جگہ جہاں رات گزاری جائے۔ وہ بیت (یعنی گھر) ہے۔ (م) ارشاد باری ہے:
 وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا (۲۵)
 اور جو اپنے پروردگار کے آگے سجدہ میں اور کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں۔
 ۲۔ بیات، بمعنی رات کا کچھ حصہ گزرنے پر گھر پر جمع ہو کر کسی معاملہ میں مشورہ کرنا (م) قرآن میں ہے:
 إِذْ يَبِيتُونَ مَا لَا يَرْصُلُونَ مِنَ الْقَوْلِ (۲۸)
 جب وہ رات کو ایسی باتوں کے مشورے کرتے ہیں جو

(۴۸)

وہ اللہ پسند نہیں کرتا۔

نیز بَيْتَ بِمَعْنَى رَاتٍ كَوَسْمٍ پُرَا جَانِبِ حَمَلَةٍ كَرِيْنَا۔ شُخُونٌ مَارَانَا (معت) بھی ہے۔ ارشادِ باری ہے،
 قَالُوا تَأْتَانَا سَمَوًا بِاللَّهِ لِيُنَبِّتَنَّهُ وَأَهْلَهُ
 ثُمَّ لَنَنْقُوَنَّ لَوْ لَدَيْهِ مَا شَهِدْنَا مَا هَلَكَ
 أَهْلُهُ (۴۹)

کہہ دیں گے کہ ہم تو اس گھر والوں کے موعظہِ ہلاکت پر
 حاضر ہی نہ تھے۔

۳۔ اَسْرَى: بمعنی رات کو سیر کرانا۔ لے چلنا۔ لے نکلنا۔ ارشادِ باری ہے:

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا
 مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ
 الْأَقْصَى (۱۵)

پاک ذات ہے وہ جس نے ایک رات اپنے بندے
 کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک سیر کرائی۔

۴۔ طَرِيقٌ، طَرِيقٌ کے معنی راستہ اور طَارِقٌ کے معنی راستہ پر چلنے والا۔ مگر عرف عام میں بالخصوص اس مسافر
 کو کہتے ہیں جو رات کو آئے۔ اور ستارے کو طَارِقٌ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ عموماً رات کو ظہر ہر
 ہوتا ہے (معت) ارشادِ باری ہے:

وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ (۱۶)

اس آیت میں طَارِقٌ سے مراد ستارے بھی ہو سکتے ہیں اور رات کو آنے والا مہمان بھی۔

۵۔ نَفْسٌ، نَفْسٌ الْفَتْمَةُ بمعنی رات کے وقت بکریوں کا بغیر چرواہے کے چرنے کے لیے منتشر ہونا۔ اور النَّفْسُ
 ان بکریوں کو کہتے ہیں جو رات کو بغیر چرواہے کے چرنے کے لیے منتشر ہو گئی ہوں (معت) ارشادِ باری ہے،
 وَذَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَخْتَلِمُنَ فِي الْحَوْثِ
 إِذْ نَفَسَتْ فِيهِ عَنَمَةُ الْقَوْمِ (۱۸)

اور داؤد اور سلیمان (کا حال بھی سنو) جب وہ ایک
 کھیتی کا مقدمہ نسیل کرنے لگے جس میں کچھ لوگوں کی
 بکریاں چر گئی (اور اسے سوند گئی) تھیں۔

۶۔ تَهَجَّدَ، هَجَّدَ بمعنی رات کو سونا بھی اور جاگنا بھی (لغت اصداؤ) اور هَجَّدَ تَهَجَّدَ بمعنی
 رات کو سنانا بھی اور جاگنا بھی۔ نیند سے جاگنا۔ رات کو سونا۔ رات کو جاگ کر نماز پڑھنا (منہج ارشادِ
 باری ہے،

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدُ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ۔
 اور بعض حصّہ شب میں بیدار ہو کر تہجد پڑھا کر۔ یہ
 زیادتی صرف تمہارے لیے ہے۔ (۱۹)

۳۔ راہ۔ راستہ

کے لیے صَرَاطٌ، طَرِيقٌ، سَبِيلٌ، فَجٌّ، اِمَامٌ (م)، هُدًى، تَجَدُّدٌ اور سَبَبٌ کے الفاظ قرآنِ کریم
 میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ طریق: (ج طریق) یہ لفظ ہر طرح کے راستہ کے لیے استعمال ہوتا ہے (غل ۲۶۹) اس لفظ کا استعمال بھی مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مادی طور پر استعمال کی مثال یہ ہے:

فَأَضْرَبَ لَمْعًا طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ
(لے موٹی): سمندر پر (لاٹھی مار کر ان کے لیے خشک راستہ بنا دو۔

يَبْسًا (۱۶۲)

اور معنوی کی مثال یہ ہے:

وَلَا يَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ
اور نہ ہی (اللہ ان کا فروں کو) راہ دکھلانے کا مگر جہنم کی راہ۔ (۱۶۸)

۲۔ صِرَاطٌ، صِرَاطٌ مَبِيٍّ اور تیز دھار تلوار کو کہتے ہیں (مخبر) اور وہ راستہ جو جہنم کو عبور کرنے کے لیے بنایا جائے گا جسے عام طور پر پل پھر اٹھا جاتا ہے۔ اس کی بھی یہی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ تلوار سے تیز اور بال سے باریک ہوگا۔ گویا صِرَاطٌ وہ راستہ ہے جسے انتہائی حزم و احتیاط سے طے کرنا پڑے۔ اور جس کے ارد گرد ہمت خطرات ہوں۔ اس انتہائی حزم و احتیاط سے راستہ طے کرنے کا نام تقویٰ ہے۔ صِرَاطٌ کا یہ لفظ مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے معنوی صورت میں اس کا مفہوم بالعموم ہدایت کا راستہ ہوتا ہے۔ اور ابولہلال کے نزدیک صِرَاطٌ سہل راستہ کو کہتے ہیں (فول ۲۴۶) واللہ اعلم۔ ارشاد باری ہے۔

رَاهِدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (۱۶)

اور مادی طور پر استعمال کی مثال یہ ہے:

وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُؤْتُونَ
اور ہر راستے پر مت بیٹھا کرو کہ جو شخص خدا پر ایمان لاتا ہے اسے تم ڈراتے دھمکتے اور راہِ خدا سے روکتے ہو۔ (۸۶)

۳۔ سَبِيلٌ: ہر وہ راستہ جس پر سہولت چل سکیں (مفت) ابن السبیل یعنی مسافر اور عابری سبیل (۱۶۲) یعنی راہ گیر ہے (ج سبیل) اور سبیل یعنی کھلی سڑک۔ اسبیل الطریق یعنی راستہ کا بہت آمدورفت والا ہونا۔ اور اسبیل الدمع والمطر یعنی آنسو یا بارش کا بکثرت بہنا اور برسنا۔ گویا سبیل ایسے راستہ کو کہتے ہیں جہاں کثرت سے آمدورفت ہوتی ہو (مخبر)

اللہ تعالیٰ شہد کی مکھی سے فرماتے ہیں:

فَأَسْأَلُكَ سَبِيلَ رَبِّكَ ذُلًّا (۱۶۶)

اور اپنے پروردگار کے صاف رستوں پر چلتی جا۔ یہاں سبیل سے مراد وہ فطری راہنمائی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں ودیعت کر رکھی ہے اور جن پر آسانی چلا جاسکتا ہے۔ اور سب یکساں چلتی ہیں۔ اس لفظ کا استعمال بھی معنوی اور مادی دونوں صورتوں میں ہوتا ہے۔ اوپر کی مثال معنوی صورت ہے اور مادی صورت کی مثال یہ ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَأَنْتَ يَا سَبِيلَ مُقِيمٌ۔ (۱۶)

اور وہ (شہر لوٹ کر) سستی) اب تک سیدھے راستے پر

(موجود ہے۔)

اب دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ہدایت کے رستے کے لیے قرآن کریم میں طریق، صراط اور سبیل تینوں لفظ استعمال فرمائے ہیں۔ یہ طریق اس لحاظ سے ہے کہ طریق کا لفظ عام ہے، جو ہر راستے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ صراط اس لحاظ سے ہے کہ اوامر و نواہی کی حدود و قیود میں گھرا ہوا ہے۔ اور سبیل اس لحاظ سے ہے کہ جو شخص عزم کے ساتھ اس رستے پر چل کھڑا ہوتا ہے تو شریعت نے اس کے لیے ہر طرح کی آسانیوں کو ملحوظ رکھا ہے اور اس پر چلنے والے افراد کی تعداد بھی کافی ہے۔

۴۔ فَجَّ: فَجَّہُ دو پہاڑوں کے درمیان کشادگی کو اور فَجْوَةٌ دو پہاڑوں کے درمیان کے میدان کو اور فَجَّ اس کلمے کے رستے کو کہتے ہیں جو اس میدان میں سے گزر کر ان دونوں پہاڑوں کو بٹاتا ہے (فج کی جمع فجاج (۱۳) ہے۔ قرآن میں ہے،

وَإِذْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَا أَعْيُنُكَ
رَبِّجَالٍ وَرَعَالٍ لِّمَلَأْتَ سَخِرَاطًا
بَيْنَهُمْ لِيَذُوبَ جِوَارِحًا
كُلٌّ فِي فَجٍّ عَمِيقٍ (۱۲)

۵۔ اِمَامًا: امام یعنی (۱) پٹیوا اور (۲) یعنی شاہراہ۔ بڑی اور کھلی سڑک (منہج) قرآن میں ہے،
فَانْفَقْنَا مِنْهُ غَمْرًا وَانْفَقْنَا لِيَامُمَا قَبْلَيْنِ
سوم نے ان سے بدل لے لیا اور وہ دونوں بستیاں
بڑی شاہراہ پر واقع ہیں۔ (۱۵۹)

۶۔ تَجَدَّ: یعنی (۱) گھاٹی اور (۲) یعنی وہ راستہ جو اوپر بلندی کی طرف چڑھتا ہے یا اوپر سے نیچے آتا ہے
(فل ۲۶۹) ارشاد باری ہے،

وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ فَلَا اقْتَحَمَ
الْعَقَبَةَ (۱۶)

۷۔ هُدًى: (مضمرًا) راہنمائی اور راہ۔ اگر کسی بھولے بھٹکے انسان کو صحیح راہ مل جائے تو اسے
هُدًى کہا جائے گا قرآن میں ہے،

إِنِّي أَنشَأْتُ نَارًا لِّلنَّاسِ لِيَذُوبَ
بِقَبَسِهَا وَانْفِقْنَا عَلَى النَّارِ هُدًى
میں نے آگ دیکھی ہے (میں وہاں جاتا ہوں) شائد
اس میں سے تمہارے پاس انگاری لاؤں یا اس
آگ کے مقام (پر بیٹھے لوگوں) سے راہ معلوم کر سکوں۔ (۱۶)

۸۔ سبب (ج اسباب) یعنی ذریعہ۔ رسی۔ راستہ (منہج) راستہ اور اسے طے کرنے کے وسائل۔ سامان
سفر (صفت) قرآن میں ہے،

ثُمَّ اتَّبَعَ سَبَبًا (۱۸)
وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا مَعْزُومُ ابْنِ لِي صَوْحًا
پھر ذوالقرنین نے ایک اور سامان (سفر) کا کیا۔
اور فرعون نے کہا اے ہامان امیر سے لیے ایک محل

تعمیر کرتا کہ میں (اس پر چڑھ کر) رستوں پر پہنچ جاؤں۔

لَعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ (۳۶)

- ماحصل (۱۱) طریقہ راستہ کے عام لفظ۔ (۵) اما ماہر شاہراہ۔ کھلی نظر۔
 (۲) صراط، ایسا راستہ جس پر محتاط ہو کر چلنا۔ (۶) نجد، کسی گھائی پر چڑھنے اور اترنے والی راہ۔
 پڑے۔ (۷) ہڈی، ہنوںے پھٹنے انسان کو اگر ٹھیک رستہ
 (۳) سبیل، ایسا راستہ جس پر سہولت مل سکیں۔ مل جائے۔
 اور کافی آمدورفت رہتی ہو۔ (۸) سبب، رستہ بے سامان۔ رستہ۔ اور ذرائع۔
 (۴) قبیح، دو پہاڑوں کا درمیانی کھلا راستہ۔

۴۔ راہ ڈالنا۔ رائج کرنا

کے لیے سن، شرع اور ابتداء کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

- ۱۔ سن، سنہ، سنہ یعنی کسی چیز کا جاری یا رائج ہونا اور اس کا درست طور پر چلنا (م۔ل) لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ارشاد نبوی ہے، مَنْ سَنَّ سُنَّةً... الحدیث یعنی جس نے کوئی طریقہ رائج کیا... اچھے اور بُرے مفہوم میں دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اور جب اس کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس سے مراد قانون الہی یا عادت الہی ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:
- فَهَذَا يَنْظُرُونَ الْأَسْنَةَ الْأُولَىٰ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا (۳۷)
- یہ اگلے لوگوں کی روش کے سوا اور کسی چیز کے منظر نہیں۔ سو تم اللہ کی عادت میں ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے۔
- ۲۔ شرع، بمعنی واضح اور متعین راستہ۔ لیکن اس کا اطلاق صرف احکام الہیہ پر ہوتا ہے (معنی اور شرع للفقہاء بمعنی قوم کیلئے قانون بنانا۔ اور شریعت بمعنی اسلامی قانون، خدائی احکام، ضابطہ و منہج) شرع دراصل ایسے قوانین ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اقتضات زمانہ کے مطابق تبدیلی فرماتے رہے ہیں (مزید تفصیل کے لیے دیکھیے طریقہ اور دین) ارشاد باری ہے:
- شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ
- مقرر کیا جس کا نسخ کو حکم دیا تھا۔
- تَوَحَّأ (۳۸)

تاہم لغوی لحاظ سے اس لفظ کی نسبت غیر اللہ اور معبودان باطل کی طرف بھی ہو سکتی ہے جیسے فرمایا:

أَمْ لَمْ نَشْرِكْكَ بِشَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنَ بِهِ اللَّهُ (۳۹)

کیا ان کے وہ شریک ہیں جنہوں نے دین سے اپنا طریقہ رائج کیا ہے جس کا فضلہ تم نہیں دیا۔

- ۳۔ ابتداء، الابداع بمعنی کسی کی تخلیق اور اقتدار کے بغیر کوئی چیز ایجاد کرنا۔ اور ابتداعت ہر وہ نئی رسم و رواج ہے جس کو دین کی بات سمجھ کر اس میں داخل کر دیا جائے اور شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہ ہو۔ اور ابتداء بمعنی شریعت میں کسی نئی بات کو اس کا جزو قرار دے کر

داخل کر دینا۔ اور ارشادِ نبویؐ ہے، کہ ہر بدعتِ خواہ وہ کتنی ہی اچھی معلوم ہو سراسر گمراہی ہے۔ ارشادِ باری ہے،

وَرَهَبَانِيَّةً ابْتَدَعْتُمْ مَا كَتَبْنَا هَا عَلَيْكُمْ (۲۶)

تو انہوں نے خود رہبانیت کی ایک نئی راہ نکال لی جس کا ہم نے انہیں حکم نہیں دیا تھا۔

ماصل؛ (۱) سن، ہر اچھے اور بُرے طریقے کو رواج دینے کے لیے آتا ہے۔ البتہ شرعی اصطلاح میں سنت سے مراد صرف رسول اللہؐ کے اعمال و فریاض ہیں۔

(۲) شرع؛ اللہ تعالیٰ کا بندوں کے لیے پیغمبر کے ذریعہ واضح اور متعین راہ مقرر کرنا۔ آدمؑ سے حضرت محمدؐ تک اس میں تبدیلی ہوتی رہی مگر اب دین کا یہ حصہ بھی غیر تبدیل ہے کیونکہ آپ خاتم النبیین تھے اور دین بھی آپ پر مکمل کر دیا گیا۔

۳۔ ابْتَدَعْتُمْ؛ کسی رسم یا طریقہ کو شریعت کا حصہ سمجھ کر اس میں داخل کر دینا جس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہ ہو۔

۵۔ راضی کرنا۔ ہونا

کے لیے رَضِيَ، طَوَّعَ اور اَعْتَبَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ رَضِيَ؛ معروف لفظ ہے یعنی کسی سے راضی ہونا، خوش ہونا، پسندیدگی یا اس کا اظہار کرنا۔ ارشادِ باری ہے، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ (۹۸، ۹۹)

اللہ تعالیٰ ان (صحابہ کرامؓ) سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔

۲۔ طَوَّعَ؛ اَطَاعَ بمعنی دل کی خوشی سے حکم بجالانا۔ اور طَوَّعَ بمعنی کسی مکروہ کام پر اپنے دل کو بہ تکلف رضامند کر لینا (معنی) ارشادِ باری ہے؛

فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ (۳)

تو اس کے نفس نے اس (قابیل) کو اپنے بھائی کے قتل پر رضامند کر ہی لیا۔

۳۔ اَعْتَبَ؛ عتب بمعنی کسی کو ملامت کرنا، ناراض ہونا۔ اور اَعْتَبَ بمعنی سبب ناراضگی کو دُور کرنا۔ رُوٹھے کو منانا (لغت اضداد) اور عتاب بمعنی دوستی اور ہمدردی کے تعلقات ضائع کرنے پر خشکی کا اظہار (فقہ ۳۹) ارشادِ باری ہے؛

وَإِنْ يَسْتَعِيبُوا فَمَا لَهُمْ مِنَ الْعَتَابِ۔ اور اگر وہ منانا چاہیں تو وہ منائے نہ جائیں گے۔ (عثمانیؒ)

ماصل؛ (۱) رَضِيَ، راضی ہونا۔ خوش ہونا۔ عام لفظ ہے۔

(۲) طَوَّعَ؛ کسی بُرے کام پر تکلف رضامند کرنا۔

(۳) اَعْتَبَ؛ رُوٹھے ہوئے کو راضی کرنے کی نیت سے شکوہ و شکایت کرنا۔

۶۔ رتبہ۔ رتبہ پانا

کے لیے دَرَجَہ، رُتَبًا، قَرَبٌ اور مَکَانَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ دَرَجَہ، بمعنی برتری۔ فضیلت۔ رتبہ۔ مرتبہ دَرَج کی ضد دَرَج ہے۔ اور یہ دونوں الفاظ ایک ہی چیز کے درج ہیں۔ بیٹھی کے زینوں پر اگر اوپر کو چھت کی طرف پڑھا جائے تو یہی زینے یا ڈنڈے دَرَجَات کہلاتے ہیں اور نیچے اترنے کے لحاظ سے یہی زینے دَرَكَات کہلاتے ہیں۔ اسی لیے دَرَجَاتُ الْجَنَّةِ اور دَرَكَاتُ النَّارِ کا محاورہ استعمال ہوتا ہے (صحت) اور درجہ سے مراد اتنی برتری یا فضیلت ہے جو ایک اڑے سے دوسرے تک ہوتی ہے ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ آلِهِمْ بِالْمَعْرُوفِ
وَالَّذِينَ هُمْ عَلَيْهِمْ دَرَجَاتٌ (۲۳۸)

اور عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی ہے، جیسے دستور کے مطابق مردوں کا حق عورتوں پر ہے۔ البتہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔

۲۔ رُتَبًا، بمعنی قدر و منزلت اور مرتبہ میں نزدیک۔ (م۔ ل) ارشادِ باری ہے:

وَلَا يَلْمُكَ لِمَ أَتَيْتَهُ بِالْحَقِّ وَاللَّذِينَ آمَنُوا لَمَّا جَاءَهُمُ الْبُرْهَانُ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَمَّا جَاءَهُمُ الْبُرْهَانُ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَمَّا جَاءَهُمُ الْبُرْهَانُ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَمَّا جَاءَهُمُ الْبُرْهَانُ

قرب اور عمدہ مقام ہے۔

مگر یہ مادہ جب افعال باب میں جاتا ہے تو فاصلہ میں نزدیک کے معنی بھی دیتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَأَنزَلْنَا نَارًا مِّنَ السَّمَاءِ عَلَىٰ دَاوُدَ إِذْ قَالَ يَا رَبِّ انزِلْ عَلَيَّ كِتَابًا مِّنَ السَّمَاءِ

اور ہم اسی جگہ دوسروں کو بھی پاس پہنچادیں گے۔

۳۔ قَرَبٌ، قَرَبٌ بمعنی نزدیک ہونا۔ اور ایسا عمل کرنا جو رتبہ میں نزدیک کا ذریعہ بنے۔ اور قَرَبَانِ وہ نذر نیاز ہے جس کے ذریعہ رتبہ اور درجہ کا حصول مطلوب ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاتْلُ حِكْمَةَ نَبِيِّ ابْنِي آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا (۲۴)

اور اے محمدؐ! اُن کو آدم کے دو بیٹوں (ہابیل اور قابیل) کے حالات درست پڑھ کر سنا دو۔ جب ان دونوں نے اللہ کے حضور کچھ نیازیں پیش کیں۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ (۵۶-۱۱)

اور جو آگے بڑھنے والے ہیں (ان کا کیا کہنا) وہ آگے ہی بڑھنے والے ہیں۔ وہی (خدا کے) مقرب ہیں۔

۴۔ مَکَانَ، بمعنی بلند مرتبہ ہونا اور مکان بمعنی جگہ۔ جائے۔ رہائش۔ ایسی جگہ جو جسم رکھتی ہو۔ اور مَکَانَ بمعنی کسی کو اقتدار بخشنا۔ حکومت عطا کرنا۔ اور مَکَانَ بمعنی کسی مکان میں رہنے والا بھی۔ اور صاحب مرتبہ شخص بھی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

إِنَّهُ لَقَوْلٌ وَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ
ذِي الْعَرْشِ مَكِّيْنٍ ﴿٣١٩﴾
بے شک یہ فرشتہ عالی مقام کا قول ہے جو صاحب
قوت ہے، عرش کے مالک (اللہ) کے ہاں اُدُنچے
دبھے والا ہے۔

ماصل؛ (۱) دَرَجَةٌ، فضیلت و برتری کی ایک منزل۔

(۲) زُلْفَى، قدر و منزلت میں نزدیکی۔

(۳) قَرَّبَ، رتبہ عطا کر کے اپنا مقرب بنا نا۔

(۴) مَكَّنَ، جب درجہ کے ساتھ اختیار بھی حاصل ہو۔

رجوع کرنا — دیکھیے "لوٹنا"

۷۔ رُخ کرنا

کے لیے تَوَجَّهَ اور اَقْبَلَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ اَقْبَلَ، اَقْبَلَ الْمَكَانَ بمعنی کسی جگہ کی طرف رُخ کرنا۔ قَابِلٌ بمعنی آمنے سامنے یا بالمقابل ہونا۔

دو چیزوں کو آمنے سامنے رکھنا۔ مقابلہ کرنا۔ اور اَقْبَلَ بمعنی کسی کو بوسہ دینا۔ اور اَقْبَلَ بمعنی کسی ایسی
چیز یا شخص کی طرف رُخ کرنا جو سامنے ہو۔ ارشاد باری ہے؛

فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَلَذَّثُونَ۔ پھر لگے ایک دوسرے کو رُو در رُو ملامت کرنے۔

(۶۸)

۲۔ تَوَجَّهَ؛ وَجْهَ بمعنی چہرہ۔ منہ۔ اور وَجَّهَ بمعنی کسی کی طرف بھیجنا۔ اور تَوَجَّهَ إِلَيْهِ بمعنی

متوجہ ہونا۔ رُخ کرنا۔ منہ اس چیز کی طرف کر لینا (مخبر) ارشاد باری ہے؛

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ ﴿۲۶﴾ پھر جب موٹی نے مدین کی طرف رُخ کیا۔

ماصل؛ اَقْبَلَ صرف کسی سامنے موجود چیز کی طرف رُخ کرنے کے لیے آتا ہے جبکہ تَوَجَّهَ عام ہے۔

یعنی کسی بھی چیز کی طرف رُخ کرنا۔ دُور ہو یا نزدیک۔

رخصت کرنا۔ طلاق دینا۔

کے لیے وَدَّعَ اور سَرَّخَ اور طَلَّقَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔ وَدَّعَ "چھوڑنا" میں اور

سَرَّخَ اور طَلَّقَ آزاد کرنا میں دیکھیے۔

۸۔ رَدَّى — ناکارہ

کے لیے نَكَّدَ، خَبَطَ، دَاخَضَ، نَأَقَصَ اور بَخَّشَ، خَبَّثَ، اَدَّأَ، مَرَّجَمَ کے

الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- نَكَدًا یعنی قلیل الخیر جس میں بھلائی اور خوبی کا پہلو کم ہو۔ (م- ق) اور امام رابع کے الفاظ میں ہر وہ چیز جو اس کے طالب کو بڑی مشکل سے حاصل ہو۔ اور ناقصہ نکداء اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو دودھ بھی کم دیتی ہو اور اسے دوہا بھی مشکل سے جاسکے (مف) اور نَكَدًا بمعنی کسی کو حاجت سے روک دینا۔ محروم کر دینا یا تھوڑا دینا۔ اور نکد الرجل بمعنی کسی کا بہت سوال کرنے والا اور کم بھلائی والا ہونا (منجد) گو یا نکد وہ چیز ہے جو حاصل بھی مشکل سے ہو اور مقدار میں بھی کم ہو اور اس میں بھلائی بھی کم ہو یعنی تھوڑا اور رزقی۔ ارشاد باری ہے:

وَالَّذِي حَبِطَ لَا يَخْصُجُ إِلَّا نَكَدًا۔ اور جو زمین خراب ہوتی ہے تو اس سے بارش کے پانی سے (سے) جو کچھ تھوڑا بہت نکلتا ہے وہ بھی ناقص ہوتا ہے۔ (۵۸)

۲- حَمَطٌ: بمعنی ہر کھٹی یا کڑوی چیز۔ ہر درخت کا تھوڑا پھل۔ ہر لمبے کانٹے والا درخت (منجد) ارشاد باری ہے:

وَبَدَّلْنَاهُمْ بِحَبْنَتِهِمْ حَبَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أَكْلِ حَمِطٍ وَأَثَلٍ وَشَيْءٍ مِّنْ سَلْدٍ قَلِيلٍ (۲۲)

اور ان کے دونوں باغوں کو ایسے باغ بنا دیا جن کے میوے بد مزہ تھے۔ ان میں کچھ تو جھاڑ تھا اور تھوڑی سی بیریاں۔

۳- كَاحِضَةٌ: دَخَصَّ بمعنی مذبح جانور کی طرح پاؤں پیکنا۔ اور دَخَصَّ الْحَبَّةَ بمعنی دلیل کا باطل اور غلط ثابت ہونا۔ اور اَدَخَصَّ بمعنی دلیل کو باطل کرنا اور دَخَصَّ بمعنی پھسلنے پھسلنی جگہ (منجد) ارشاد باری ہے:

وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي اللَّهِ مِنْ عَدُوِّ مَا اسْتَجِيبَ لَهُ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ (۲۲)

اور جو لوگ اللہ (کے بارے) میں بعد اس کے کہ اسے (مومنوں نے) مان لیا، جھگڑتے ہیں ان کے پروردگار کے نزدیک ان کا جھگڑا ٹھوس ہے۔

۴- ناقص: بمعنی نامکمل درہم ناقص بمعنی کم وزن کے درہم (منجد) یا کھوٹے درہم (م- ق) نَقَصَّ بمعنی کمی عیب اور نقصان بھی آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ وَنَقَصْنَا مِنَ الثَّمَرَاتِ (۱۳۹)

ہم نے فرعون والوں کو قحط سالی اور میوں کے نقصان میں پکڑا۔

۵- بَخَسَ: بمعنی ناقص۔ گھٹیا۔ کمتر (منجد) اور بمعنی حقیر اور ناقص چیز (مف) قرآن میں ہے:

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخِيسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ اور قافلہ والوں نے حضرت یوسفؑ کو حقیر قیمت یعنی چند درہموں کے عوض خرید لیا۔ (۱۲)

۶- حَبِطَتْ: حَبِطَ بمعنی پلید و ناپاک ہونا۔ رزقی ہونا۔ بیکار ہونا۔ اور حَبِطَتْ بمعنی ٹھس۔ رزقی ناپسندیدہ۔ ہر خراب اور گندمی چیز۔ (ضد کتب) (منجد) ارشاد باری ہے:

وَلَا تَلْبَسُوا الْحَبِطَاتِ بِالطَّيِّبِ (۴)

اور تم میوں کے عمدہ اور پاکیزہ مال کو اپنے گندے مال سے نہ بدلو!

۷۔ اَذْنِي (ضد اَعْلَى) وہ چیز جو کسی اچھی چیز کے مقابلہ میں ناقص یا ردی ہو۔ ارشاد باری ہے:
 قَالَ اَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ ﴿٦١﴾
 موسیٰ نے کہا کہ بھلا عمدہ چیز میں چھوڑ کر ان کے بدلے
 ناقص چیزیں کیوں بدلنا چاہتے ہو۔

۸۔ مَرْجُمَةٌ (زجو) اور اَزْجٰی بمعنی چلانا۔ دفع کرنا۔ واپس کرنا اور مَرْجُوْجٌ (موت منجاة)
 تھوڑی یا ردی چیز (منجد-م-ق) یعنی ایسی چیز جسے کوئی قبول کرنے کو تیار نہ ہو اور واپس کر دے
 (م-ق) ارشاد باری ہے:

قَالُوْا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسْنَا وَاهْلَنَا الضُّرُّ
 وَجِئْنَا بِمِصَاعَةٍ مُّزْجَمَةٍ فَاوْتِنَا
 لَنَا الْكَيْلَ ﴿١١٨﴾
 بلران یوسف نے کہا، اے عزیز ہمیں اور بہار اہل عیال کو
 بڑی تکلیف ہو رہی ہے۔ ہم ناقص سی پونجی لاتے ہیں۔
 آپ ہمیں اس کے عوض پورا غلہ دے دیجئے!

ماحصل: ﴿١١﴾ تھوڑی شکل سے حاصل ہونے والی اور ردی۔

(۲) حَمَطٌ، کڑوی، کیلی اور بد مزہ چیز۔

(۳) ذَاجِضَةٌ، لغو اور بیہودہ باطل۔

(۴) نَاقِصٌ، عیب دار چیز۔ ناکمل۔

(۵) بَخْسٌ، گھٹیا اور ردی چیز۔
 رسوا کرنا اور رسوائی کے لیے دیکھئے "ذلت" اور "ذلیل کرنا"

۹۔ رسی

کے لیے حَبْلٌ اور سَبَبٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ حَبْلٌ (ج حبال) رسی اور اس طرح کی کوئی چیز۔ جبل الورد یعنی شاہ رگ یا رگ جان۔ اور

حبالۃ الصبیاد بمعنی شکاری کا پھندا۔ اس لفظ کے استعمال میں عمومیت ہے۔ قرآن میں ہے:

فِي حَبِيْبٍ هَاجِلٍ مِّنْ مَّسَدٍ ﴿١١٥﴾ اس (الوہب کی بیوی) کے گلے میں موج کی رسی ہوگی۔

۲۔ سَبَبٌ: وہ رسی جس سے درخت خرابا پڑھا جاتا ہے (ممت) اور سبب بمعنی راستہ۔ سفر۔ سامان سفر

اور سامان سفر باندھنے کی رسی (مجد) وغیرہ۔ قرآن میں ہے:

فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ

لِيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يَدْهَبُ مِنْ كَيْدِهِ

مَا يَغِيْظُ ﴿٢٢﴾
 غصّہ کچھ فرو ہو سکتا ہے۔

ماحصل: حَبْلٌ کا لفظ ہر قسم کی رسی کے لیے۔ اور سَبَبٌ کا لفظ صرف اس رسی کے لیے آتا ہے جسے

ذریعہ سفر یا پڑھنے کے لیے راستے کے طور پر استعمال کیا جاسکے۔

۱۰۔ رشتہ دار

کے لیے اَقْرَبُوْنَ، سَبَبٌ، صَہْمِيْ اَوْلَادُ الْاَرْحَامِ اور اَلِّیِّیْنَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
 محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۱- اقْرَبُونَ، قَرِيبٌ بمعنی نزدیک یا قریب ہونا۔ اور یہ لفظ زمانہ، فاصلہ، مرتبہ، رشتہ داری، غرض ہر لحاظ سے جامع مفہوم رکھتا ہے۔ اقْرَبٌ بمعنی زیادہ قریب۔ زیادہ نزدیک۔ اور اقْرَبُونَ یا اقْرَبِينَ یا ذَا اقْرَبِي یا ذُوِي الْقَرْبِي کے الفاظ قریبی رشتہ داروں کے معنی میں مخصوص ہو جاتے ہیں۔ رشتہ دار دُور کے بھی ہوتے ہیں اور نزدیک کی بھی۔ نزدیک رشتہ دار وہ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے وراثت میں حصہ مقرر کر دیا ہے یعنی بیٹے، بیٹیاں، ماں، باپ، میان بیوی، اور بہن بھائی۔ ارشاد باری ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ
وَالْاَقْرَبُونَ ﴿۱۷۱﴾

رشتہ دار چھوڑ سوں۔

۲- نَسَبٌ، نَسَبٌ يَنْسَبُ بمعنی نسب بیان کرنا اور نسب و ریاقت کرنا۔ اور نَسَبٌ بمعنی نسب بیان کرنا۔ نسب پوچھنا۔ اور نَسَبٌ اور نَسَابٌ بمعنی قرابت۔ رشتہ داری (منجہ) اور نسب سے مراد وہ رشتہ دار ہوتے ہیں جو باپ کی طرف سے ہوں کیونکہ نسب باپ کی طرف سے چلتا ہے اور اس میں اقْرَبُونَ کے علاوہ بیٹے اور پھوپھی اور ان کی اولاد بھی شامل ہیں۔ ارشاد باری ہے:

فَاِذَا نَفَخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ
بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ ﴿۱۷۲﴾

نہ رہیں گی۔

اور امام راغب نسب کا معنی البون میں سے کسی ایک طرف کے رشتہ دار لکھا ہے (صفت) یعنی باپ کے علاوہ ماں کے رشتہ داروں (پنجابی نانکے) کو بھی نسب میں شامل کیا ہے۔

۳- صَہْرٌ، بمعنی سسرال یعنی وہ رشتہ دار جو شادی کے نتیجے میں پیدا ہوں۔ بیوی کے لیے شوہر کے نسبی رشتہ دار سسرال ہیں اور شوہر کے لیے بیوی کے نسبی رشتہ دار سسرال ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا
فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا ﴿۲۵﴾

وہی تو ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا۔ پھر اس کو صاحب نسب اور صاحب قرابت و دامادی بنایا۔ (جالندھری)

۴- اَوْلُو الْأَرْحَامِ: رحم سے تعلق رکھنے والے رشتہ دار۔ ان کا دائرہ بہت وسیع ہے جن میں پھوپھی اور چچے بھی شامل ہو جاتے ہیں لیکن علم الفرائض کی رو سے ان کا درجہ ذمی الفروض اور حصبہ کے بعد آتا ہے) ارشاد باری ہے:

وَأَوْلُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى
بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ﴿۷۱﴾

اور اللہ کے حکم کی رو سے رشتہ دار ایک دوسرے کے (ترک کے) زیادہ حقدار ہیں۔

۵- اِلٌّ: کا ترجمہ عموماً قرابت یا رشتہ داری کیا جاتا ہے لیکن لغوی لحاظ سے اس کا معنی رشتہ داروں سے کیا ہوا عہد و پیمانہ ہے۔ اِلٌّ بمعنی عہد۔ اقرار۔ پڑوسی (منجہ) اور اِلٌّ الرَّجُلِ بمعنی جباریلہ یعنی اس کا پڑوسی بنانا (ق) ہے۔ ارشاد باری ہے:

لَا يَرْجُونَ فِي مَوْتِنِ الْأَوْلَادِ مَنَةً

یہ لوگ کسی مومن کے حق میں نہ تو رشتہ داری کا پاس

(۱) کرتے ہیں اور نہ عہد کا۔

ذِمَّةً کا صحیح مفہوم محض عہد نہیں بلکہ عہد امان و حفاظت ہے۔ اور اہل کفر کے معنی اپنے پڑوسیوں اور رشتہ داروں سے کیا ہو کسی طرح کا بھی عہد و پیمانہ۔

مآصل (۱۵) اَقْرَبُونَ، نزدیک رشتہ دار جن کا (۳) جنہوں، سسرال والے۔

وراثت میں حصہ مقرر ہے۔ (۴) اَوْلِيَاءُ الْاَرْحَامِ: رحم سے تعلق والے رشتہ دار ان کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ (۲) قَسَبٌ: باپ کی طرف سے رشتہ دار۔ (۵) اِلَآءٌ: رشتہ داروں اور پڑوسیوں سے کیا ہوا عہد۔

۱۱۔ رضامندی خوشنودی

کے لیے رَضْوَانٌ، مَرْضَاةٌ اور وَجْهٌ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ مَرْضَاةٌ { رَضِيَ معروف لفظ ہے بمعنی خوش ہونا۔ اسی سے رَضْوَانٌ، رَضْوَانٌ اور مَرْضَاةٌ بھی مصدر کے طور پر آتے ہیں۔ اور رضامندی، خوشنودی یا پسندیدگی کا معنی دیتے ہیں اور مجد استرآن

میں ہے،

يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا
جو اپنے پروردگار کی طرف سے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلبگار ہوں۔ (۵)

دوسرے مقام پر ہے،

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ
لَكَ تَبَتَّخِي مَرْضَاتِ أَرْوَاحِكَ (۶)
اے پیغمبر! جو چیز خدا نے تمہارے لیے حلال کی ہے اسے کیوں حرام کرتے ہو؛ (کیا اس سے) اپنی بیویوں

کی رضامندی چاہتے ہو؛

۲۔ وَجْهٌ: بمعنی چہرہ۔ رُخ۔ منہ۔ رضامندی۔ اور ہر چیز کا وہ حصہ جو پہلے سامنے آئے۔ وَجْهَ النَّهَارِ بمعنی دن کا پہلا حصہ (مفت۔ منجد) اور جب کوئی شخص کسی سے ناراض ہو تو اس سے منہ پھیر لیتا ہے اور خوش ہو تو اس کی طرف اور زیادہ توجہ دیتا ہے۔ یہی وَجْهٌ بمعنی رضامندی کا مفہوم ہے یعنی ناراضگی کے کاموں سے بچ کر اور اچھے کام کر کے کسی کی رضامندی چاہنا۔ ارشاد باری ہے، وَمَا تُنْفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ۔ اور تم جو خرچ کر دو گے خدا کی خوشنودی کے لیے کرو گے۔ (۲۷)

مآصل: رَضْوَانٌ اور مَرْضَاةٌ محض رضامندی کے معنی میں آتا ہے جبکہ وَجْهٌ کا لفظ رضامندی کے ساتھ توجہ کا پہلو بھی شامل کر لیتا ہے۔

۱۲۔ رغبت کرنا

کے لیے رَغْبٌ اور تَنَاقُصٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَغِبٌ: بمعنی رغبت کرنا یا رکھنا۔ کسی چیز کے حصول کی دل سے خواہش رکھنا اور اس کے لیے کوشش کرنا (مف) ارشادِ باری ہے:

فَاِذَا فَرَعْتَ فَاَنْصَبْ وَاِلَى رَبِّكَ
رَبِّكَ فَاَرْغَبْ (۹۲)

۲۔ تَنَافُسٌ: نَفْسٌ بمعنی حسد کرنا۔ اور نَفْسٌ (فی الامر) بمعنی کسی کام کی ترغیب دینا۔ اور تنافس بمعنی باہم فخر کرنا، کرم میں مقابلہ کی رغبت کرنا۔ بطور مقابلہ رغبت کرنا (منجد) رقیبانہ جذبہ سے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی رغبت کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

يَسْتَفْتُونَ مِنْ رَجَبِي مَخْتُومٍ خِيَمُهُ
وَسِتُّكَ وَفِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ
الْمُنْتَفِسُونَ (۹۳)

ماحصل: رغب، کا لفظ عام ہے جبکہ تنافس اچھے کاموں میں رغبت میں مقابلہ کو کہتے ہیں۔

۱۳۔ رکھنا

کے لیے وَضَعَ اور اَلْفَعِيَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ وَضَعَ (ضد رَفَعَ) بمعنی کسی چیز کو اٹھانا۔ بلند کرنا) اور وَضَعَ بمعنی کسی چیز کو آرام سے نیچے رکھنا اور رفیع کی ضد وضع ہے بمعنی ایسا انسان جس کی معاشرہ میں کوئی قدر و منزلت نہ ہو۔ اور وضع حمل بمعنی بوجھ کو نیچے رکھنا خواہ یہ ظاہری ہو یا باطنی (مف) ارشادِ باری ہے:

وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ الَّذِي أَنقَضَ
ظَهْرَكَ (۹۴)

اور ہم نے آپ سے وہ بوجھ بھی اتار رکھا جس نے تمہاری کمر ٹوڑ رکھی تھی۔

۲۔ اَلْفَعِيَ کا اصل معنی ڈالنا ہے۔ اور رکھنا اور ڈالنا میں فرق یہ ہے کہ رکھنا میں آہستگی اور احتیاط کا پہلو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ اور اگر بے احتیاطی اور جلدی سے کام لیا جائے تو پھینکنا، کہتے ہیں۔ اور ڈالنا ان دونوں کی درمیانی کیفیت ہے۔ پھر جب کبھی اَلْفَعِيَ میں بھی آہستگی اور احتیاط کا پہلو موجود ہو اور اَلْفَعِيَ بھی رکھنا کا معنی دے گا۔ اور اَلْفَعِيَ میں دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اَلْفَعِيَ اس چیز کے ڈالنے یا رکھنے کو کہتے ہیں جسے دوسرے دیکھ سکیں جبکہ وضع میں یہ بات ضروری نہیں ہوتی۔ ارشادِ باری ہے:

وَالْفَعِي فِي الْأَرْضِ رَوَّاسِي (۱۶)

اور رکھ دیے زمین میں پہاڑ (عثمانی)

اور اسی نے زمین میں پہاڑ (بنا کر) رکھ دیے (جانبِ مدنی)

ماحصل: (۱) وَضَعَ: عام ہے۔ رکھی ہوئی چیز کسی کو نظر آئے یا نہ آئے۔

(۲) اَلْفَعِيَ: کسی ایسی چیز کو نیچے رکھنا جسے دوسرے دیکھ سکیں۔

۱۴۔ رنگ

کے لیے لَوْن اور صِبْغَةَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ لَوْن: قدرتی رنگ مثلاً سیاہ، سفید، سبز، لال، زرد، نیلا وغیرہ (ج ألوان) ارشاد باری ہے:
وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بَيضٌ وَحُمْرٌ
مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا (۳۵)

دھاریاں ہیں۔

۲۔ صِبْغَةَ: صَبَّغَ بمعنی رنگنا۔ رنگ پڑھانا۔ اور صَبَّغَ بمعنی رنگریز (منجد) اور صَبَّغَةَ كَالْفِظِ

مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں مستعمل ہے۔ معنوی صورت میں اس کا معنی کسی انسان پر کسی دوسری چیز کا پیدا کردہ اثر اور رنگ ڈھنگ ہونا ہے اور صَبَّغَ بِالْمَاءِ پانی سے پتسمہ دینا۔ اور
تَصَبَّغَ فِي دِينِهِ کسی پر دین کا رنگ اچھی طرح پڑھنا۔ مذہب میں پختہ ہونا ہے۔ (منجد) تَرَانٌ هِيَ
صِبْغَةُ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ
اور کیا چیز ہو سکتی ہے؟

صِبْغَةً (۳۶)

ماہصل؛ لَوْن قدرتی رنگ کو کہتے ہیں۔ اور صِبْغَةَ وہ رنگ ہے جو خود پڑھایا جائے خواہ مادی ہو یا
معنوی۔

روانہ ہونا کے لیے دیکھیے "سفر کرنا"

۱۵۔ روشنی — روشن ہونا، کرنا

کے لیے اَنَارٌ (نور)، اَصْنَآءٌ (ضیاء)، نَارٌ، جَلِيٌّ اور تَجَلَّى (جلو) وَهَجٌ، اَشْرَقَ، اَسْفَرَ اور
اَبْصَرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَنَارٌ: نور بمعنی روشنی جو چیزوں کو ظاہر کرے (منجد) وہ پھیلنے والی روشنی جو اشیا کے دیکھنے میں

مدد دیتی ہے (مف) نور مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا،

اَقْمِنِ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِلْاِسْلَامِ

بھلا جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول

دیا ہو اور وہ اپنے پروردگار کی طرف سے روشنی پر ہو۔

فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِّنْ رَبِّهِ (۲۱)

اس آیت میں نور سے مراد راہ ہدایت بھی ہے اور دل کا نور بھی۔

نور تین قسم کا ہوتا ہے (۱) روشن چیزوں کا مثلاً سورج، چاند، ستاروں اور چراغ وغیرہ کا نور جس کے

بغیر انسان ظاہری چیزوں کو دیکھ نہیں سکتا۔ (۲) آنکھ کا نور کہ اس کی عدم موجودگی میں روشن چیزوں

کا نور بے کار ہوتا ہے (۳) وحی یا دین کا نور جس کی عدم موجودگی میں انسان ہدایت کے نور سے استفادہ

نہیں کر سکتا جس طرح انسان آنکھ کے بغیر ظاہری چیزوں کو دیکھ نہیں سکتا۔ اسی طرح دل کے اندر سے

کے لیے تعلیمات الہیہ بے کار ثابت ہوتی ہیں۔

اور نُور کا لفظ کبھی مُنَوَّر کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے بعض علماء درج ذیل آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (۲۴) اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو منور کرنے والا یا روشن کرنے والا ہے۔

اور ہمارے خیال میں نُور کا ترجمہ نُور ہی بہتر ہے کیونکہ اس میں ہر قسم کا نور شامل ہے۔ اور یہ مُنَوَّر سے ابلغ ہے۔

۲ ضیاء (ضوء) اور نُور اور نارا کا مادہ ایک ہی ہے۔ یعنی نور۔ نور وہ روشنی ہے، جس میں روشنی اور چمک تو ہو مگر حرارت، تپش اور رنگ میں سُرخئی نہ ہو۔ اگر روشنی بھی

ہو اور ساتھ حرارت، تپش اور سُرخئی بھی ہو تو وہ ضیاء ہے۔ اور اگر روشنی کا عنصر نسبتاً بہت کم اور حرارت اور تپش اور سُرخئی کا عنصر بہت زیادہ ہو تو وہ نار ہے۔ اور اَلنَّار کا لفظ بسا اوقات نارِ جہنّم کے لیے آتا ہے، جیسے فرمایا:

رَاتَهُمْ صَالُوا النَّارِ (۳۵) بیشک وہ لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے۔

ضیاء نور سے انحصار ہے اور نور اعم۔ بالفاظ دیگر ضیاء بھی نور ہی کی ایک قسم ہے جس میں حرارت اور تپش اور سُرخئی شامل ہوتی ہے۔ اور صاحبِ فروق اللغویہ کے الفاظ میں ضیاء وہ روشنی ہے جس کے اجزاء ہو یاں نفوذ کر کے اسے سفید بنا دیتے ہیں اور اس کا اطلاق دن کے وقت سورج کی روشنی پر ہوتا ہے (فوق ۲۵۶) ارشاد باری ہے:

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا (۳۶) وہی اللہ ہی تو ہے جس نے سورج کو ضیاء اور چاند کو نور بنایا۔

سورج کے علاوہ آگ اور چراغ کی روشنی کے لیے بھی ضیاء کا لفظ ہی استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

مَثَلُ نُورٍ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ (۳۷) اس شخص کی مثال ایسے شخص کی ہے جس نے اشپ تارک میں آگ جلائی۔ پھر جب آگ نے اڑ کر د کی چیزیں روشن کر دیں تو اللہ نے ان لوگوں کا نور زائل کر دیا۔

اور چاند اور ستاروں کی روشنی کے لیے نور کا لفظ استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اوپر آیت گزر چکی۔ اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کو سِرًّا جَاءَ مَنِيْرًا (۳۸) فرمایا ہے جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ میں حرارت اور حدت کا عنصر نہیں تھا۔

۴۔ جَلِي (جلو) جلا بمعنی ظاہر ہونا، نمایاں ہونا۔ آشکار ہونا اور کسی چیز کو نمایاں و آشکار کرنا۔ خطِ علی مشہور لفظ ہے جس کے یہی معنی ہیں۔ جسے عموماً ٹوٹے قلم سے لکھے ہوئے کو کہہ دیتے ہیں۔ اور جَلِي بمعنی روشن اور منور چیز کا نمایاں طور پر ظہور پذیر ہونا اور روشن کرنا۔ ارشاد باری ہے:

وَالنَّهَارُ إِذَا جَلَّهَا (۹۱) اور تم ہے دن کی جب وہ سے روشن کرے۔

اور جَلْوَةٌ بمعنی عورت کا ہار سنگھار کر کے اس کو خاوند کے پاس پیش کرنا۔ اور اسْتَجَلَّى بمعنی دامن کا آراستہ ہو کر خاوند کے سامنے جانا۔ اور الأجللی بمعنی روشن۔ واضح اور خوبصورت چہرہ والا (مخبر) اور تَجَلَّى کے معنی کسی روشن اور خوبصورت چیز کا اچھی طرح ظاہر ہونا (مخبر) ارشاد باری ہے:

فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّكَ لِلجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا (۱۳۳) پھر جب اس کا پروردگار پہاڑ پر نمودار ہوا تو بقی انوار ربانی نے اس پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا۔

۵۔ وَهَجَّ: الْوَهْجُ بمعنی آگ کی بھڑک۔ سورج یا آگ کی بھڑک۔ تپش اور چمک۔ قرآن میں ہے:

وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَاجًا (۳۳) اور تمہارے اوپر سات مضبوط (آسمان) بنائے اور

۶۔ اَشْرَقَ: الْاِشْرَاقُ مشہور لفظ ہے۔ دن پڑھنے کے بعد کا وقت اور روشنی۔ اور اَشْرَقَتِ الشَّمْسُ بمعنی آفتاب کا طلوع ہو کر اچھی طرح روشن ہو جانا۔ ارشاد باری ہے:

وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا (۲۹) اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھی۔

۷۔ اَسْفَرَ: سَفَرٌ بمعنی عورت کا چہرہ کھولنا (مخبر) پردہ اٹھانا۔ اور سَفَرَ عَنِ الْوَجْهِ چہرہ کھولنا (مف) اَسْفَرَ الْوَجْهَ بمعنی چہرہ کا چمکنا۔ حسین ہونا۔ اور اَسْفَرَ الصَّبْحَ صبح کا روشن ہونا (مخبر) صبح کی روشنی۔ نور کا تڑکا۔ قرآن میں ہے:

وَاللَّيْلُ إِذَا دَبَّرَ الصَّبْحَ إِذَا اَسْفَرَ (۴۲) اور رات جب پیٹھ پھیرنے لگے۔ اور صبح جب روشن ہو۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَجُودٌ يَوْمِيذٍ مُسْفَرَةٌ صَاحِكَةٌ مُتَبَشِّرَةٌ (۲۸) کتنے چہرے اس دن روشن ہوں گے، ہنستے ہوئے اور ہشاش بشاش۔

۸۔ أَبْصَرَ: بَصَرٌ بمعنی دیکھنا۔ اور مُبْصِرٌ بمعنی اتنا روشن کہ سب چیزیں آسانی نظر آجائیں۔ (مف) ارشاد باری ہے:

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْاَيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَاللَّيْلَ مُبْصِرًا (۲۱) وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو۔ اور دن کو روشن بنایا۔

ماہصل: (۱) مُنْبِتٌ ایسا روشن جس میں روشنی اور چمک تو ہو مگر حرارت اور سُرخی نہ ہو اور یہ تم ہے۔ (۲) ضِيَاءٌ ایسی روشنی جس میں حرارت اور سُرخی بھی ہو۔ یہ انھل ہے۔

(۳) نَارٌ: جب روشنی کا عنصر کم اور حرارت اور حدت زیادہ ہو۔

(۴) جَلَّى: کسی خوبصورت چیز کا روشن اور نمودار ہونا۔

(۵) وَهَجَّ: ایسی روشنی جس میں حرارت اور بھڑک اور سُرخی بہت زیادہ ہو۔

- (۶) اَلْاِشْرَاقُ: چاشت کے وقت کی روشنی اور وقت۔
(۷) سَمَسٌ: صبح کی روشنی۔ نور کا تڑکا اور چہرے کی چمک اور رونق۔
(۸) مُبْتَصِرٌ: اتنا روشن جس کی روشنی میں ہر چیز آسانی دکھی جاسکے۔

۱۶۔ روزہ دار

کے لیے صَائِمٌ اور سَائِحٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ صَائِمٌ: صَوْمٌ (ج صیام) یعنی روزہ اور صَائِمٌ یعنی روزہ رکھنا یعنی سحری سے نظاری تک احکام شریعیہ کے مطابق کھانے پینے اور بعض دوسرے کاموں سے اجتناب۔ اور صَائِمٌ یعنی روزہ دار۔ قرآن میں ہے،

وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ۔ اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی

عورتیں۔ (۳۳)

۲۔ سَائِحٌ: (سَيَحٌ) السَّيْحَةُ یعنی فراخ جگہ اور گھر کا آنگن۔ اور سَائِحٌ یعنی سیر و سیاحت کرنا۔

کھلی زمین میں پھرنا۔ دور دراز تک سفر کرنا۔ اور سَائِحٌ یعنی روزہ رکھنا اور اس کی جملہ کھجی پابندیوں کو بھی ملحوظ رکھنا یعنی کھانے پینے کی بندش کے علاوہ جو ارج یعنی آنکھ، کان اور زبان وغیرہ معاصی سے روکنا (صفت) ہے۔ اور صاحبِ منجد کے نزدیک سَائِحٌ مسجد میں رہنے والے روزہ دار کو کہتے ہیں (منجد) قرآن میں ہے:

التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ

روزہ رکھنے والے۔

التَّائِبُونَ (۱۱۳)

حاصل؛ سَائِحٌ، صرف وہ روزہ دار ہے جو کھانے پینے کے علاوہ دوسری کھجی پابندیوں کا بھی لحاظ رکھے جبکہ صَائِمٌ ہر روزہ دار کو کہہ سکتے ہیں۔

۱۷۔ رُكُنٌ

کے لیے مَنَعٌ، نَهَى، عَيَّقَ، عَضَلَ، اَمْسَكَ، صَدَّ، اَحْصَرَ، حَظَرَ، عَكَفَ، ثَبَّطَ، كَفَّ اور ذَادٌ (ذود) وَزَعَ، حَبَسَ، حَجَرَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں؛

۱۔ مَنَعٌ: بنیادی طور پر دو معنوں میں مستعمل ہے۔

(۱) نہ دینا (عطا کی ضد) بخل کرنا۔ اور مَنَعٌ یعنی بخیل (صفت)۔

(۲) ہاتھ یا زبان سے کسی کو روک دینا۔ کوئی کام نہ کرنے دینا۔ محروم کر دینا۔ روک دینا (منجد) قرآن

میں ہے؛

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اس کی مسجدوں

- ۱۔ اَنْ يُّبْذَرَ فِيْهَا اَسْمُهُ ^(۲) میں اللہ کا نام ذکر کیے جانے سے روکے۔
۲۔ تَمَلَّى: التَّفَعُّلِ کا استعمال بالعموم منکرات سے روکنے اور روکنے کے لیے ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے،
وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى
النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ^(۱۹) اپنے آپ کو خواہشاتِ نفس سے روکا۔
۳۔ عَوَّقَ: أَلْعَوَّقُ وَالْعَوَّقُ بمعنی بے فیض انسان۔ لوگوں کو لپٹھے کاموں سے روکنے والا (منجد) اور عَوَّقُ
بمعنی بھلے کاموں سے روکنے والا کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛
قَدْ يَعْلَمُ اللهُ الْمُؤَقِّبِينَ مِنْكُمْ وَ
الْقَائِلِينَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا۔
جو لوگوں کو (جہاد وغیرہ سے) روکتے ہیں اور کہتے
ہیں کہ ہمارے پاس آجاؤ۔ ^(۲۳)
۴۔ عَصَلَ: بمعنی تنگی کرنا۔ منع کرنا (منجد) سختی سے روکنا (صفت) غصضہ بمعنی پٹھا۔ اور عَصَلَ بمعنی تنگی
پہنچانا۔ حصول مقصد میں مائل ہونا (منجد) یہ لفظ عمومًا مرد کا عورت کو نکاح سے روکنے (منجد)
تنگ اور پریشان کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے تاکہ اس فعل سے کچھ مفاد حاصل کیا جاسکے۔
ارشادِ باری ہے؛
وَلَا تَقْضُلُوهُنَّ لِيَنذَ بَعْبًا
يَبْعُضَ مَا أَتَيْنَهُنَّ ^(۱۶) دیے ہوئے (مہر) میں سے کچھ لے لو۔
۵۔ أَسَدَكَ: کسی چیز سے چمٹ جانا اور اس کی حفاظت کرنا (صفت) یہ لفظ عمومًا اس وقت استعمال ہوتا
ہے جب کوئی چیز پہلے سے اپنے پاس موجود ہو اور اسے ہاتھ سے نکلنے نہ دیا جائے۔ اور حَمْسَكَ
بغیل کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛
فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَدْرَسَرُ حَوْهُنَّ
بِمَعْرُوفٍ ^(۱۷) ہاں رکھو یا بھلے طریقے سے نصحت کرو۔
۶۔ صَدَّ: بمعنی روکنا۔ ہٹانا۔ باز کرنا۔ اور صَدَّ عَنْ بمعنی اعراض کرنا۔ مائل کرنا (منجد) نرم برتاؤ سے
روکنا (فل ۱۸۸) اعراض و عدول۔ ابن الفارس کے الفاظ میں المیلد إلى أحد الجانبيين و
عدل عنه ^(۱۸) اور صَدَّ بمعنی منع عن قصد الشئ، خاصاً (فقہ ۹۲) یعنی کسی کو
اس کے قصد والادہ سے روکنا۔ گویا صَدَّ کا لفظ کسی کو اس کے مقصد سے نرم پالیسی کے ساتھ
روکنا کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛
وَقَدْ قُولُوا السُّوءَ بِمَا صَدَدْتُمْ عَنْ
سَبِيلِ اللهِ ^(۱۶) اور اب اس بات کی سزا اچھو جو تم اللہ کی راہ سے
روکتے تھے۔
۷۔ أَحْصَرَ: بمعنی گھیر لینا۔ گھیرا ڈالنا۔ محاصرہ کر لینا۔ کسی کی جگہ کو تنگ کرتے جانا۔ اور حَصَّارٌ
قلعہ۔ اور حَاصِرٌ بمعنی گھیرا ڈال کر ملک بند دینا۔ (منجد) ارشادِ باری ہے؛

لَلْفَقْرَاءِ الَّذِينَ أَحْصَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ صَنْبًا فِي الْأَرْضِ
وَهُ (انفاق) ان فقرا کے لیے ہے جو خدا کی راہ میں روکے گئے ہیں اور زمین میں سفر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ (۲۶۳)

۸۔ حَظَرَ: بمعنی کسی چیز کی حفاظت کی غرض سے اس کے ارد گرد باڑ لگانا یا کسی چیز کو احاطہ میں جمع کر کے باڑ لگانا۔ قرآن میں ہے:
وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا۔
اور تمہارے پروردگار کی بخشش (کسی سے) روکی ہوئی نہیں۔ (۱۶)

۹۔ عَكَتَ: بمعنی تعظیم کسی چیز پر متوجہ ہونا اور اس سے وابستہ رہنا (مف) بند رہنا۔ روکے رکھنا مجوس ہونا (منجد) قرآن میں ہے:
هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيِ مَعَكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ مَحِلَّهُ (۲۸)
یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روک دیا۔ اور قربانیوں کو بھی کہ اپنی جگہ پہنچنے سے روکی رہیں۔

۱۰۔ كَفَّتْ: کفت بمعنی ہتھیلی اور کفت بمعنی ہتھیلی پر وار کو روکنا۔ بلاغت کرنا (مف) پھر لفظ محض وار کو روکنے یا بلاغت کرنے کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ قرآن میں ہے:

إِنَّهُمْ قَوْمٌ أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ (۱۱)
جب ایک قوم نے ارادہ کیا کہ تم پر دست درازی کریں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ تم سے روک دیئے

۱۱۔ تَبَطَّ: بمعنی کسی کام میں دیر لگانا اور وہ کام نہ کرنا، اس سے روکے رہنا اور بمعنی: بیدار سستی کرنا اَبْطَطُ الْمَرَضُ بیماری کا کسی کو چھٹ جانا اور اس کو نہ پھوڑنا (منجد) اور تَبَطَّ الْمَرَضُ بمعنی بیماری نے اسے روک دیا (منجد) دیر سستی کی وجہ سے کوئی کام کرنے نہ پانا۔ ارشاد باری ہے:
رَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً وَلَكِنَّ كَرِهَ اللَّهُ انْبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ (۹)
اگر وہ نکلنے کا ارادہ رکھتے تو اس کے لیے کچھ تیاری بھی کرتے۔ لیکن اللہ کو ان کا اس کام پر جانا پسند نہ ہوا۔ لہذا انہیں (ان کی اپنی سستی کی وجہ سے) روک دیا۔

۱۲۔ كَذَّأَ: بمعنی پرے ہٹانا۔ دفع کرنا۔ نزدیک نہ آنے دینا۔ روکے رکھنا (مف منجد) اور ذَوِّدْتَنِي حَسْبِهِ بمعنی کسی کا اپنے نسب کی حفاظت و حمایت کرنا (منجد) ارشاد باری ہے:
وَوَجَدَ مِنْ دُونِهِمْ أُمَّرَاتَيْنِ ذَوِّدَيْنِ۔ اور موسیٰ نے دیکھا کہ ان کے پیچھے دو عورتیں ہیں جو اپنی بکریوں کو روکے کھڑی ہیں۔ (۲۸)

۱۳۔ وَزَعَ: بمعنی روکنا۔ منع کرنا۔ اور وَزَعَ الْجَيْشُ بمعنی فوج کو ترتیب وار حصوں میں رکھنا۔ اور الاوزع بمعنی جماعتیں۔ اس کا واحد نہیں۔ اور اَلْوَزْعَةُ مَرْجٌ وَارِزِعٌ بمعنی بادشاہ کے مددگار و محافظ (منجد) گویا وضع کا لفظ انتظام اور ترتیب کے لیے روکنے کے معنوں میں آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَحَشِشٍ لُّسْمِيْنَ جُبُوْدُهُ مِنْ اَلْبِحْنِ اور سليمان کے لیے جنوں انسانوں اور پرندوں کے
وَالْاُنْسِ وَالطَّيْرِ فَهَمْ يُؤْتِعُوْنَ (۱۲) لشکر جمع کئے گئے اور ان کی جماعتیں بنائی گئیں۔
۱۲۔ حَبَسَ: یعنی قید کرنا۔ پورے طریقہ سے حفاظت کرنا۔ منع کرنا (مجد) اور یعنی کسی کو اٹھنے سے روک دینا۔
(مفت) ارشاد باری ہے:

تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ (۱۳) تو ان دونوں کو نماز (عصر) کے بعد روک لو۔
۱۵۔ حَجْرًا: حَجَرَ: یعنی سخت پتھر اور حَجْرًا مَهْجُوْرًا: محاورہ ہے۔ اور اس سے مراد ایسی مضبوط
رکاوٹ ہے جو ڈور نہ ہو سکے۔ ودر جاہلیت میں دستور تھا کہ جب کوئی ایسا شخص سامنے آجاتا
جس سے اذیت کا خوف ہوتا تو حَجْرًا مَهْجُوْرًا (یعنی ہم تم سے پناہ چاہتے ہیں) یہ الفاظ
سُن کر دشمن اسے کچھ نہ کہتا۔ قرآن نے بھی یہ محاورہ استعمال کیا ہے:

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلَائِكَةَ لَا بُشْرٰى لِيَوْمَئِذٍ لِلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُولُوْنَ
حَجْرًا مَهْجُوْرًا (۲۴)
جس دن یہ فرشتوں کو دیکھیں گے تو یہ گنہگاروں کے
لیے کوئی خوشی کی بات نہ ہوگی اور کہیں گے (خدا
کرتے تم) روک لے (اور بند کر لے) جاؤ (جانڈھڑکی)

ماصل: (۱) مَنَعَ، ہاتھ باز بان سے روکنا۔ (۹) عَكَفَ: تعظيماً اپنے ارادہ سے روکنا۔
(۲) نَهَى: منکرات سے روکنا۔ (۱۰) كَفَّتْ: کسی حملہ کو روکنا یا مدافعت کرنا۔
(۳) عَوَّقَ: نیکی کے یا جھلے کاموں سے روکنا۔ (۱۱) ثَبَّطَ: مستحی اور دیر کی بنا پر رُکنا اور روکنا۔
(۴) عَضَلَ: کوئی مفاد حاصل کرنے کی خاطر روک رکھنا۔ (۱۲) ذَادَ: پرے ہٹانا اور نزدیک نہ آنے دینا۔ روک رکھنا۔
(۵) اَمْسَكَ: موجود چیز کو ہاتھ سے نکلنے نہ دینا۔ (۱۳) وَرَّخَ: انتظام اور ترتیب کی خاطر روکنا۔
(۶) صَدَّ: نرم پرتاؤ سے آہستہ آہستہ کسی کو اس کے (۱۴) حَبَسَ: کھڑا ہونے سے روکنا۔ جانے سے روکنا۔
قصد و ارادہ سے روکنا۔ (۱۵) حَجْرًا مَهْجُوْرًا: محاورہ استعمال ہوتا ہے بغیر
(۷) اَحْصَرَ: گھیرا ڈال کر روکنا اور تنگی کر دینا۔
(۸) حَضَرَ: باڑ لگا کر روک دینا۔
سے روکے رہنے کے لیے التجا۔

۱۸۔ رُكُنًا

کے لیے تہلی سے (انتہلی، اَکْذَى، اِسْمَاَز اور قَلَع کے الفاظ مستعمل ہوئے ہیں۔
۱۔ اِنْتَهَلَى، رُكُنًا: باز آنا۔ نواہی کی پابندی اختیار کرنا اور انہیں ترک کر دینا۔ قرآن میں ہے:
وَنَصِدْكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ (۹۱)
اور (تاکہ شیطان شراب اور جوئے کی وجہ سے)
تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے۔ پھر کیا تم
باز آجاؤ گے؟

۲۔ اَکْذَى: اَلْکَذِيَّةُ یعنی سخت اور ٹھوس زمین۔ سخت چٹان۔ اور حَفَرَ فَاکْذَى یعنی

وہ گڑھا کھوٹا ہوا سخت زمین تک جا پہنچا (مفت) اور کڈی بمعنی سوال کرنا۔ بخشش مانگنا اور سزا کڈی
 کڈی یعنی اس نے اس سے سوال کیا تو اس کو سخت زمین کی مانند پایا اور کچھ نہ دیا (مخبر) گویا یہ
 لفظ تھوڑا سا خرچ کرنے کے بعد ترک جانے کے معنوں میں آیا ہے۔ ارشاد باری ہے:
 وَأَعْطَى قَلِيلًا وَأَكْذَى (۵۲/۳۳) اس نے تھوڑا سا دیا پھر ترک کیا (ہاتھ روک لیا)
 ۱۔ اِسْمَاَز: شَسَز بمعنی کسی مکروہ چیز سے نفرت کرنا۔ اور اِسْمَاَز بمعنی منقبض یا دل گرفتہ ہونا۔
 (مخبر) قرآن میں ہے:

وَاذْأذُكِرَاللَّهُ وَحَدُهُ اِسْمَاَزَاتٌ اور جب اللہ کیلے کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں
 قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ کے دل ترک جاتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں
 رکھتے۔ (۲۹/۳۵)

۲۔ قَلَعَ بمعنی کسی کام کو ترک کر دینا۔ چھوڑنا اور ترک جانا (مخبر) کسی جاری کام کو یک نخت ترک کر دینا
 ارشاد باری ہے:

وَقِيلَ يَا رَضُّ اَنْبِئِي مَاءَكَ وَيَسْمَاءُ اور حکم دیا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نکل جا، اور اے آسمان
 اَقِئِي وَيَغِيضُ الْمَاءُ (۱۱/۳۳) رک جا، تو پانی خشک ہو گیا۔

ماصل: (۱) اِنَّتَلِي: منکرات اور نواہی سے رکنا۔

(۲) اَكْذَى: مال خرچ کرنے سے دل کا رکنا اور سخت ہونا۔

(۳) اِسْمَاَز: کسی ناپسندیدہ چیز سے دل گرفتہ ہو کر ترک جانا۔

(۴) قَلَعَ بمعنی کسی کام کو ترک کرنا۔

۱۹۔ رَوْدَنَا

کے لیے حَطَمَ اور وَطَأ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَطَمَ بمعنی توڑنا اور وَطَأ بمعنی تیز ہوا کو کہتے ہیں جو ہر چیز کو توڑ کر مڑ کر رکھ

دے۔ اور حَطَمَ توڑی مڑی ہوئی یا ریزہ ریزہ شدہ چیز کو کہتے ہیں (مخبر) یہ لفظ کسی چیز کو

روند کر ریزہ ریزہ کرنے کے لیے بولا جاتا ہے (مفت) کھل ڈالنا۔ پلینا۔ رَوْدَنَا۔ قرآن میں ہے:

قَالَتْ لَمَلَّةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا اور ایک چیونٹی نے کہا، اے چیونٹیا! اپنے بلوں میں

مَسِكِنَكُمْ لَّا يَخْطِبُكُمْ سُلَيْمٌ داخل ہو جاؤ، ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اس کے

لشکر تمہیں کھل ڈالیں اور انہیں (اس بات کی خبر

بھی نہ ہو۔

۲۔ وَطَأ: (۱) بمعنی پامال کرنا۔ پاؤں کے نیچے رَوْدَنَا (مخبر) سنجابی لتا لٹا۔ (دہلی کا لفظ جماع کے معنوں میں بھی

آتا ہے) اگرچہ قرآن میں ان معنوں میں نہیں آیا۔ قرآن میں ہے:

وَلَوْلَا رَجَالٌ مُّثْمَرُونَ وَسَاءَ مُثْمَرُونَ اور اگر ایسے مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں نہ ہوتیں تو

لَمْ تَقْلُوبُوهُمْ أَنْ تَطَّوُّوهُمْ فَصَبِّحْكُمْ مِنْهُمْ مَعْرَةً بَغَيْرِ عِلْمٍ
 تم جانتے نہ تھے کہ اگر تم ان کو روند ڈالتے تو تم کو
 ان کی طرف سے بے خبری میں نقصان پہنچ جاتا۔
 (۲۸)

اور (۲) یعنی سنت مشقت اٹھانا۔ سخت کوفت ہونا (مخبر قرآن میں ہے:
 إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأَةً
 بلیک رات کا اٹھنا بڑی کوفت ہے اور ذکر الہی
 کے لیے بہت عوزوں ہے (جانندھری)
 (۳)

سخت روندنا ہے (عثمانی)

حاصل: وَطْأَ: پا مال کرنا یا پاؤں کے نیچے روندنا۔ اور حطم: روند کر کچل دینا یا توڑ پھوڑ دینا۔

۲۰۔ رونق

کے لیے زَهْرَةٌ، فَضْرَةٌ اور بَهْجَةٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ زَهْرَةٌ: خوشنمائی، چمک دمک، ٹیپ ٹاپ۔ اور زَهْرَةُ الدُّنْيَا یعنی دنیا کی ظاہری چمک اور
 رونق (مخبر) اس لفظ کا استعمال عموماً اس بے ثبات دنیا کی دلفریلیوں اور رنگینیوں کے لیے ہوتا ہے
 ارشاد باری ہے:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ
 أَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
 اور تمہاری آنکھیں ادھر متوجہ نہ ہونی چاہئیں جو ہم
 نے دنیوی زندگی کی چمک دمک کا سامان طرح
 کے لوگوں کو فائدہ اٹھانے کو دیا ہے۔
 (۲۱)

۲۔ فَضْرَةٌ: چہرے کی رونق۔ بناشت اور تروتازگی۔ خوبصورتی (مخبر۔ م۔ ل) گولنوی لحاظ سے
 اس کا استعمال چہرے اور نباتات دونوں کے لیے درست ہے۔ تاہم قرآن کریم میں لفظ جہاں
 کہیں بھی استعمال ہوا ہے چہرے کی رونق ہی کے لیے ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ أَلَىٰ رَبِّهَا
 نَاطِرَةٌ
 جو اپنے پروردگار کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔
 (۲۲)

۳۔ بَهْجَةٌ: ہر وہ چیز جو دل کو اچھی لگے اور اس کا بنیادی معنی سرفر ہے۔ اور حسیل کے نزدیک
 اس کا تعلق کسی چیز کی اچھی رنگت اور تازگی سے ہے (فق ل ۲۱۶) انسانوں کے لیے بھی آتا ہے
 تاہم نباتات کی تروتازگی، سرسبزی، شادابی۔ نباتات کے پُربہار ہونے کے لیے زیادہ استعمال
 ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا
 بِهِ حَدَّائِقَ ذَاتِ بَهْجَةٍ
 اور (اُس نے) تمہارے لیے آسمان سے پانی برسایا
 پھر ہم نے اس سے سرسبز باغ اگائے۔
 (۲۳)

حاصل: زَهْرَةٌ: کالفظ نباتات دنیا کی ظاہری چمک اور رونق کے لیے۔ فَضْرَةٌ چہرے کی رونق کے لیے

اور نہفجۃ نباتات کی رونق کے لیے آتا ہے۔
 رہنا کے لیے دیکھیے آباد ہونا، اور ٹھہرنا،

۲۱۔ ریت

کی عربی لغت رمل ہے جو قرآن میں استعمال نہیں ہوا۔ البتہ اس کی مختلف صورتوں کے لیے سَرَابٌ، کَشِيبٌ اور أَحْقَاقٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَرَابٌ، ہر پینے کی چیز کو سَرَابٌ کہتے ہیں۔ اور جو چیز بظاہر شراب نظر آئے مگر حقیقتاً وہ پینے کی چیز نہ ہو اسے سَرَابٌ کہتے ہیں (مفت) پھر مجازاً اس کا استعمال ہر بے حقیقت چیز پر ہوتا ہے اور بالعموم اس لفظ کا استعمال ریت کے اس وسیع میدان پر ہوتا ہے جو سورج کی روشنی میں ایک خاص زاویے سے اور دُور سے دیکھنے پر ٹھانٹیں مارتا ہوا پانی معلوم ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے،
 كَسْرَابٍ يَبْقِيَعَةٌ يَحْسَبُهُ الْخَلَائِفُ
 جیسے میدان میں سراب کہ پیاسا آدمی اسے پانی سمجھے۔
 مَاءً (۲۲)

۲۔ کَشِيبٌ، ریت کا لمبا چوڑا ٹیلہ (فل) (۲۷۲) ارشادِ باری ہے:

يَوْمَ تَرُجُّبُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَ
 كَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّزْمَلًا (۳۳)
 جو دن زمین اور پہاڑ کا پنے لگیں اور پہاڑ ایسے
 ہو جائیں جیسے ریت کے پھسلے توڑے۔

۳۔ أَحْقَاقٌ: (واحد حَقْفٌ) بمعنی ریت کا کئی ٹیلوں پر مشتمل میدان اور أَحْقَاقٌ بمعنی ریت کا سینکڑوں
 میل میں پھیلا ہوا وسیع میدان (منجد) اور بمعنی رین سکون مغربی مین کا وہ علاقہ جو قوم عاد کا مرکز
 تھا (م ق) قرآن میں ہے:

وَأَذْكُرُ أَخَا عَادٍ إِذْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ
 بِالْأَحْقَاقِ (۳۶)
 اور قوم عاد کے بھائی (ہود) کو یاد کرو جب انہوں نے
 اپنی قوم میں سرزمینِ احقاف میں ہدایت کی۔

ماحصل: سَرَابٌ، پانی معلوم ہونے والا ریت کا میدان۔ کَشِيبٌ: بھر بھری اور گرنے پھسلنے والی
 ریت کا توڑہ۔ اور أَحْقَاقٌ ریت کے کئی توڑوں پر مشتمل وسیع میدان۔
 ریزہ ریزہ کے لیے دیکھیے چوڑا چورا۔

ازد

کے لیے عَفْوٌ، نَافِلَةٌ اور ضِعْفٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- عَفْوٌ، عَفَا کے معنی میں دو باتیں بنیادی ہیں (۱) کسی چیز کو چھوڑ دینا اور (۲) زیادہ کرنا۔ عَفَا الشَّعْرُ بمعنی اس نے بالوں کو چھوڑ دیا تاکہ وہ اور زیادہ لمبے ہو جائیں۔ ارشاد نبوتی ہے، تَصَوَّرُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحَى یعنی اپنی مونچھوں کو کتر اؤ اور داڑھیوں کو چھوڑ دو یا بڑھنے دو۔ اور عَفَا الشَّيْءُ بمعنی زیادہ کرنا۔ اور الْعَفْوُ بمعنی زائد چیز۔ عمدہ چیز۔ اور عَفْوٌ مِنَ الْمَالِ بمعنی خرچ یا ضرورت سے زیادہ مال جس کا دینا دشوار نہ ہو (منجد) ارشاد باری ہے،
وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوُ اور آپ سے لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا کچھ خرچ کریں آپ کیسے جو کچھ زائد از ضرورت ہو۔ (۲)

۲- نَافِلَةٌ، نَفَلَ بمعنی عطیہ دینا۔ اور أَنْفَلَ بمعنی مالِ غلبت دینا۔ اور نَفَلَ ہر وہ کام ہے جو واجباً اور ضروریات سے زائد ہو (منجد) لفظی عبادات وہ ہیں جو فرائض و سنن کے علاوہ اور محض نفلتاً ادا کی جائیں خواہ وہ نماز ہو یا صدقہ و خیرات یا روزے یا حج و عمرہ۔ ارشاد باری ہے،
وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ لَهُ نَافِلَةً لَكَ اور رات کے کسی حصے میں نماز تہجد ادا کیا کرو۔ یہ زیادتی صرف آپ کے لیے ہے۔ (۱۶)

گویا یہ زائد نماز اس حکم کی رو سے آپ پر فرض تھی جبکہ دوسروں کے لیے یہ لفظی عبادت ہے۔ دوسرے مقام پر ہے،

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً اور ہم نے حضرت ابراہیم کو اسحاق عطا کیا۔ اور مزید برآں یعقوب بھی (جس کے لیے آپ نے دعا بھی نہ کی تھی) (۲۱)

۳- ضِعْفٌ بمعنی جتنی چیز ہو اتنی ہی اور زیادہ (م ل) دگنی۔ ارشاد باری ہے،
إِذَا لَاقَيْتَكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَ ضِعْفَ الْمَمَاتِ (۱۵)
تو تب ہم تمہیں زندگی میں بھی (عذاب کا) دو نادر مرنے پر بھی دو نادرہ کھاتے۔

اور ضَعْف کا تشبیہ ضَعْفَانِین ہے جو تا کید مزید کے لیے آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

كَمْثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَاِسْلَاقٌ
فَاتَتْهَا اَكْطَابُ ضَعْفَانِ (۲۱۶)

اس پر مینہ پڑے تو دُگنا پھیل لائے۔

اور ضَاعَفَ بمعنی کسی چیز کو بہت زیادہ کرنا۔ ارشاد باری ہے:

وَاللّٰهُ يُضَعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ (۲۱۷)

اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے اور بھی زیادہ کر دیتا ہے

ماہل عَقُو: ضرورت سے زائد۔ پس انداز شدہ نقل: فرائض و واجبات سے زائد ضَعْف، اصل مقدار کے برابر زائد۔

نیز دیکھیے — ”بڑھنا بڑھانا“

۲۔ زبردستی کرنا

کے لیے اَكْرَهَ، جَبَرَ، قَهَرَ، سَخَّرَ، رَهَقَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَكْرَهَ: کِرْہَ بمعنی کسی چیز کو ناپسند کرنا۔ نفرت کرنا۔ اور اَكْرَهَ بمعنی کسی کو ایسے کام پر مجبور کرنا جسے کرنے کو اس کا جی نہ چاہے۔ گویا اس کے معنی میں دو بنیادی باتیں ہیں۔ ناپسندیدگی اور زبردستی۔

ارشاد باری ہے:

لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّينِ (۲۱۶)

دین (اسلام قبول کرنے) میں زبردستی نہیں ہے۔

نیز فرمایا:

وَلَا تُكْرَهُنَّ عَلٰى الْغِيَاثِ
اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَعُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا (۲۲)

اپنی لڑائیوں کو، اگر وہ پاکدامن رہنا چاہیں تو چند
نکلوں کے ذریعہ فائدہ کے لیے انہیں بدکاری پر مجبور
نہ کرو۔

۲۔ جَبَرَ: اس کے معنی میں بھی دو باتیں بنیادی ہیں (۱) زبردستی (۲) اصلاح (م۔ل) یعنی زبردستی اور
دباؤ سے کسی چیز کی اصلاح کرنا (مفت) جَبَرَ الْعَظْمَ بمعنی ٹوٹی ہوئی ہڈی کو درست کرنا اور جَبَرَ
عَلَى الْاَمْرِ کسی کو کسی کام پر مجبور کرنا۔ اللہ تعالیٰ اپنی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمَتَكَبِّرُ (۵۹)

(اللہ تعالیٰ) غالب بھی ہے، زبردست بھی اور بڑائی
والا بھی۔

پھر یہ لفظ کبھی محض زبردستی کرنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَ اِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ (۲۳)

اور جب کسی کو پکڑتے ہو تو ظالمانہ پکڑتے ہو۔

۳۔ قَهَرَ میں بھی دو باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں (۱) غلبہ (۲) ولت یعنی کسی پر غلبہ ہونا اور مغلوب
کو ذلیل کرنا۔ کسی زبردست کا کسی کمزور کو دباننا۔ ارشاد باری ہے:

فَاَمَّا الْيَسِيْمَ فَلَا تُقَهَّرُوْا وَاَمَّا السَّائِلَ
فَاَمَّا الْيَسِيْمَ فَلَا تُقَهَّرُوْا وَاَمَّا السَّائِلَ

نہ تو کسی یتیم کو دباؤ، اور نہ ہی کسی سائل کو

فَلَا تَهْرَ (۹۲)

جھڑکو۔

۴۔ سَخَّرَ سَخَّرَ بِمَعْنَى مَنَسَى مَذَاقُ ارْثَانًا۔ اور سَخَّرَ فِيهِ دَوَابًا فِي بِنْيَادِي هِيَ (۱) زبردستی (۲) مقصد باری (م۔ ل) یعنی کسی چیز کو کسی مقصد کی طرف زبردستی لے جانا۔ زبردستی کام پر لگا دینا۔ حکم کا بندھا ہونا۔ اس میں کسی کی مرضی یا پسندیدگی کو کچھ دخل نہیں۔ یہ لفظ بالعموم کائنات کے تسخیری امور کے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَسَخَّرَ لَكُمْ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبِينَ
وَسَخَّرَ لَكُمْ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ (۹۳)

اور سورج اور چاند کو تمہارے لیے کام میں لگا دیا
کہ دونوں مسلسل ایک دستور پر چل رہے ہیں۔ اور
(اسی طرح) دن اور رات کو تمہارے لیے کام میں لگا دیا۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ
لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ سَخْرِيًّا (۹۴)

اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کیے تاکہ ایک
دوسرے سے خدمت لے سکے۔

۵۔ رَهَقَ بِمَعْنَى اِيك چیز کے اُپر دوسری چیز کا چڑھ جانا اور اسے چھپا لینا (مفت) اور رَهَقَ الْأَمْرُ
بِمَعْنَى كَيْسِي مَعَالَمَ نَلَسِي بَزْوَرَجِبُو دَالِيَا (مُجَد) گویا رَهَقَ فِيهِ دَوَابًا فِي بِنْيَادِي هِيَ (۱) زبردستی
(۲) چڑھ کر دھانپنا یا چھپانا۔ ارشاد باری ہے:

خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهُفُهُمْ ذَلَّةً
أُنْ كِي أَنْكِيهِ مَحْكِي هُولِي كِي اُور اُنْ پِرْذَلْتِ مَحْجَارِي هُولِي (۹۵)

حاصل: (۱) انکراہ: میں دل کی پسندیدگی اور زبردستی۔

(۲) جَبْرٌ: میں زبردستی اور اصلاح۔

(۳) قَهْرٌ: میں زبردستی اور دباؤ

(۴) سَخَّرَ: میں زبردستی اور مقصد برآری اور

(۵) رَهَقَ: زبردستی اور چھپانا یا چھپانا کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

۳۔ زخم

کے لیے قَرَحٌ اور جُورَحٌ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ قَرَحٌ: بمعنی پھوڑا پھنسی۔ غارش۔ زخم (ج قروح) یہ اندرونی اثر سے بھی ہو سکتا ہے اور خارجی سے بھی۔ بمعنی پھوڑے پھنسیاں اور ان کی وجہ سے پیدا شدہ زخم (مُجَد) پھر ان زخموں سے پیدا ہونے والے درد و الم پر بھی قَرَحٌ کا اطلاق ہوتا ہے (مفت) قروح دراصل ایسے زخموں کو کہتے ہیں جن کا اثر جلد تک محدود ہو خواہ جلد پھل جائے یا خراشیں ہوں یا پھوڑے پھنسیاں۔ قرآن میں ہے:

إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرَحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ
اگر تمہیں زخم پہنچے ہیں تو اس قوم (کافروں) کو بھی تو

ایسے ہی زخم پہنچے ہیں۔

قَرَحٌ مِّثْلُهُ (۱۳)

۲- جَرُوحٌ: (واحد جرح) جرح بمعنی گھاؤ۔ گہرا زخم۔ ضربات شدیدہ۔ اور جراح بمعنی سرجن زخموں کی چیر بچاؤ کرنے والا (مخمد) اور جوارح (واحد جارحة) بمعنی شکار کرنے والے جانور یا پرندے (فل ۱۶) جو شکار میں گہرا زخم کر کے اسے ادھڑوا کر دیتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

قَالِيسِنَ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحِ قِصَاصًا - اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ ہے

ان کے برابر۔ (۱۴)

ماہل: قرح ایسا زخم جس کا اثر جلد تک محدود ہو اور جرح گہرے زخم کو کہتے ہیں۔
زلزلہ کے لیے دیکھیے۔ کانپنا

۴۔ زمانہ اور اُس کی تقسیم

کے لیے دَهْرٌ، عَصْرٌ، قَرْنٌ، حَقِيقَةٌ اور رَقِيبَ النَّوْنِ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- دَهْرٌ: زمانہ کائنات، مدتِ عالم جبکہ کائنات شروع ہوئی اس وقت سے لے کر اس کے اختتام تک کا وقت (معنی) اور ابن الفارس کہتے ہیں کہ دَهْرٌ میں غلبہ اور قہر کا مفہوم پایا جاتا ہے اور دَهْرٌ کا یہ نام اس لیے ہے کہ وہ ہر چیز پر گزرتا ہے اور اس پر غالب آتا ہے (م۔ ل) اور دَهْرٌ کا تعلق مشیتِ الہی سے ہے۔ ارشادِ نبوی ہے لَا تَسْتَبُوا الدَّهْرَ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الدَّهْرُ یعنی وہ کہو برا بھلا نہ کہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی دہر ہے۔ اور دہری وہ شخص جو کائنات کو ابد الابد سے شمار کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس کا کوئی صانع نہیں ہے۔ فرقہ دہریہ مشہور ہے (م۔ ق) ارشادِ باری ہے:

هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ
لَمْ يَكُنْ بِشَيْءٍ مِّنْ دُونِهَا
کوئی قابلِ ذکر چیز ہی نہ تھا۔

یعنی دورانِ دہر ایک ایسا وقت بھی تھا جب انسان کا نام و نشان بھی نہ تھا۔

۲- عَصْرٌ: معنی (۱) دن کا آخری حصہ۔ (۲) شب و روز۔ روزگار۔ زمانہ (مخمد۔ ۱) یعنی جبکہ دن رات وجود میں آئے اور جب تک موجود رہیں گے۔ لیکن ہمارے خیال میں یہ معنی یا تو لغتِ محل نظر ہے عَصْرٌ کا معنی یہ ہونا چاہیے، ”بنی نوع انسان کی پیدائش سے لے کر قیامت تک کا عرصہ۔“ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ بنی نوع انسان پر عصر کو بطور شاہد بیان فرماتے ہیں۔ اور جب انسان کا وجود ہی نہ تھا تو شہادت کیسی؟ واللہ اعلم بالصواب! ارشادِ باری ہے:

وَالْعَصْرُ إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكْفٍ خَسِيرٌ (۱۳)
عصر کی قسم انسان خسارے میں رہا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ شب و روز تخلیقِ آدم سے مدتوں پہلے وجود میں آچکے تھے۔

دَهْرٌ اور عصر کی مندرجہ بالا تصریح کے لحاظ سے ان الفاظ کی جمع نہیں ہونی چاہیے لیکن کتب لغت میں دَهْرٌ کی جمع دُهُورٌ اور عَصْرٌ کی جمع عَصُورٌ آتی ہے۔ یہ اس لیے کہ یہ عرفِ عام میں دہر اور

عَصْر سے مراد محض ایک طویل زمانہ لے لیا جاتا ہے۔

۳۔ قَرْن: بمعنی سوسال کا عرصہ۔ ایک زمانہ کے لوگ۔ ایک امت کے بعد دوسری امت۔ ایک نسل کے لوگ اور اس کا عرصہ (منجد) کو یاقَرْن کا اطلاق کسی ایک دور یا زمانہ پر بھی ہوتا ہے اور اس دور کے لوگوں پر بھی جیسے قَرْبِيَّة کا لفظ سستی اور سستی والوں کے لیے استعمال ہوتا ہے (تج قورون) قرآن میں یہ لفظ کسی دور کے لوگوں کے لیے ہی بالعموم استعمال ہوا ہے۔ جیسے فرمایا:

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُونِ الْأُولَىٰ (۱۱۸)

فرعون نے موسیٰ سے سوال کیا کہ پہلی امتیں کس حال میں ہیں

۴۔ حُقْبَة: اسی سال کا عرصہ یا اس سے زائد مدت۔ طویل مدت، غیر معینہ مدت (مفت) اور اس کی جمع حُقَب بھی ہے اور أَحْقَاب بھی۔ بمعنی مدتوں۔ اور صاحب فروق اللغویہ کے نزدیک یہ لفظ حقیقہ سے ماخوذ ہے۔ اور حقیقہ چمڑے کے اس تھیلے کو کہتے ہیں جس میں سوار اپنا سامان رکھ کر کاٹھی یا غرجمی کے ساتھ رکھ لیتا ہے۔ لہذا حقب وقت کا حصہ نہیں بلکہ ظرف کی قسم ہے یعنی وہ زمانہ جس میں اعمال و امور سرانجام پائیں (فوق ۲۲۲) ارشاد باری ہے:

حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَٰ ۖ يُبَايَعُكَ فِيهِمْ وَدَرِيَاؤُنَ كَمَا سَلَّمُوا ۖ يَرْجِعُ جَاؤُنَ ۖ يَا حُقْبًا (۱۸۱)

پھر مدتوں چلتا رہوں گا۔

۵۔ ان کے علاوہ قرآن میں ایک محاورہ "رَيْبَ الْأَمْنُونِ" بمعنی زمانہ کی گردش بھی استعمال ہوا ہے۔ اور اس سے مراد حوادث زمانہ ہے جو عموماً بُرے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے یعنی کسی پر آفت ارضی و سماوی سے بُرے دن پڑنے کی انتظار (نیز دیکھیے گردش ایام) قرآن میں ہے:

أَمْ يَقُولُونَ شَاءَ عَزَّ وَجَلَّ تَرْتَجِبُ ۗ بِهِ رَيْبَ

یا کانفرکتے ہیں کہ یہ شاعر ہے اور ہم اس کے حق میں

زمانہ کے حوادث کا انتظار کر رہے ہیں۔

الْمَعْنُونِ (۵۲)

ماصل؛ (۱) دَھْر: تخلیق کائنات سے آخر تک کا وقت۔

(۲) عَصْر: تخلیق انسان سے قیامت تک کا وقت۔

(۳) قَرْن: کوئی ایک دور یا اس دور کے لوگ۔

(۴) حُقْبَة: طویل مدت۔ اسی سال کا زمانہ یا اس سے زائد۔

(۵) رَيْبَ الْأَمْنُونِ: حوادث زمانہ (نیز دیکھیے گردش ایام)

۵۔ زمین اور اس کی اقسام

کے لیے لفظ اَرْض استعمال ہوا ہے یعنی وہ جرم جس پر ہم آباد ہیں۔ اور اس کی ضد سماء (سمو) بمعنی آسمان ہے۔ اَرْض کا لفظ سستی کے معنوں میں بھی آتا ہے اور اسی لحاظ سے سماء بلندی کے معنی میں بتدرج

میں ہے:

وَالْمِكْتَلٰٓءُ اَخَذَلٰٓ اِلَى الْاَرْضِ (۱۶۶)

مگر وہ توہستی کی طرف مائل ہو گیا۔

ارض و سماء اسمائے نسبیر سے ہیں، یعنی ہر چیز اپنے فوقی کے لحاظ سے ارض ہے اور فومی چیز اپنے ماتحت کے لحاظ سے سماء ہے۔ بحر سب سے اُپر کے آسمان کے کہ وہ ارض نہیں بنتا۔ قرآن میں ہے:

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ (۶۵)

اللہ ہی تو ہے جس نے سات آسمان بنائے اور ویسی ہی زمینیں۔

تو یہاں ارض کا لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں باقی سب مقامات پر سات آسمانوں کے ساتھ ایک زمین کا ذکر فرمایا ہے۔

پھر ارض کا لفظ کسی ایک ہی چیز کے پچھلے حصّہ کے لیے بھی بولا جاتا ہے اور سماء کا اس کے اُپر کے حصّہ کے لیے۔ لیکن اس کی مثال قرآن میں نہیں ہے۔

زمین کی بڑی بڑی دو اقسام ہیں۔ (۱) بتر (۲) بحر۔

۱- بتر: یعنی زمین کا وہ حصّہ جو خشک ہے اور اس پر انسان یا دوسرے خشکی کے جانور آباد ہیں یا ہو سکتے ہیں۔ اور یہ حصّہ کل سطح زمین کا چوتھا حصّہ ہے۔

۲- بحر: زمین کا وہ حصّہ جو زیر آب ہے یعنی جس حصّہ پر سمندر واقع ہیں۔ اور یہ حصّہ رقبہ کے لحاظ سے خشکی کے حصّہ سے تین گنا زیادہ ہے۔ اس حصّہ میں صرف آبی جانور ہی زندہ رہ سکتے ہیں اور بحیر سے مراد وہ دریا اور نہریں بھی ہیں جو خشکی میں بہتی ہیں۔ ارشاد باری ہے:

هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ وہی تو ہے جو تم کو خشکی اور تری میں چلنے پھرنے اور سیر کرنے کی توفیق دیتا ہے۔ (۲۳)

اور خشکی کی مختلف اقسام جو قرآن میں مذکور ہوئی ہیں وہ یہ ہیں:

بَحْرٌ، سَهْلٌ، سَاهِرَةٌ، صَعِيدٌ، قَبِيْعَةٌ (قوع) صَفْصَفٌ، عَرَاءٌ (عری) زَلَقٌ، صَفْوَانٌ (صفو) فَجْوَةٌ (فج) صَلْدًا، سَاحَةٌ (سیح) رَبْوَةٌ (سبو)، تَجْدٌ، رَيْحٌ، وَادِيٌّ، مَوَاطِنٌ اور جُدَد کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- جَرَزٌ: جَرَزٌ یعنی کاٹنا اور سَيِّفٌ جَرَزٌ یعنی کاٹنے والی تلوار (م۔ل) اور اَرْضُ الْبَحْرِ: بمعنی خشک، بنجر اور ناقابل کاشت زمین۔ ایسی زمین جہاں بارش بہت کم ہوتی ہو (ف۔ل ۵۰، ۲۳۶)

ارشاد باری ہے:

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوفُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ الْبَحْرِ فَبِهَذَا زُرَعًا نَأْكُلُ مِنْهَا أَنعَامُهُمْ وَانفُسُهُمْ۔

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم بنجر زمین کی طرف پانی کو رواں کرتے ہیں۔ پھر اس میں سے کھیتی پیدا کرتے ہیں جس میں سے اُن کے چوپائے بھی کھاتے ہیں اور وہ خود بھی۔ (۲۲)

۲- سَهْلٌ: (سہل کی جمع) نرم اور ہموار زمین۔ میدانی حصّے (منجد) قرآن میں ہے:

تَخَذُونَ مِنْ سَهْوِلِهَا قَصُورًا (۲۴)

تم نرم زمین پر عمل بناتے ہو۔

۲- سَاهِرَةٌ: بمعنی زمین یا سطح زمین (منجد) ایسی زمین جہاں بکثرت آمد و رفت ہو (مفت) ارشاد باری ہے:

فَأَنشَأْهُمُ رِجْرَجًا وَآجِدُهُمْ فَإِذَا هُمْ
بِالسَّاهِرَةِ (۲۹)

وہ بس ایک ڈانٹ ہی ہوگی جس سے وہ سب (مڑھے)
فرداً سطح زمین پر آجائیں گے

۳- صَعِيدٌ: صَعَدَ بمعنی چڑھنا۔ اور صَعِيدٌ بمعنی زمین کا بالائی حصہ۔ بالائی سطح اور اس پر موجود گرد و غبار جو اوپر چڑھ جاتا ہے (مفت) ہر ہموار زمین صَعَدَ ہے (غل ۱۶) اور بمعنی دجہ الارض زمین کے اوپر کی مٹی اور گرد و غبار وغیرہ (م-ل) ارشاد باری ہے:

فَلَمَّا تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا
طَيِّبًا (۴)

پھر تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔

۵- قَيْعَةٌ اور قَاعًا (قوع) بمعنی کھلا میدان (م-ل) قرآن میں ہے:

أَحْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بَقِيَعَةٍ يَحْسَبُهُ
الظَّمَانُ مَاءً (۲۴)

ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے میدان میں ریت کی پیا
سے پانی سمجھے۔

۶- صَفْصَفٌ: بمعنی مستوی اور ہموار میدان (غل ۲۴) قرآن میں ہے:

فَيَكْدُرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا لَا تَرَى فِيهَا
عِوَجًا وَلَا أَمْتًا (۲۳)

پھر وہ زمین کو کھلا اور ہموار میدان بنا چھوڑے گا جس میں
نہ تم کچھ کجی دیکھو گے اور نہ ٹیلا (بلندی)

۷- عَرَاءٌ: عَرَا بمعنی ننگا ہونا۔ اور عَرَاءٌ ایسے میدان کو کہتے ہیں جہاں کوئی چیز آڑ کے لیے نہ ہو (مفت) چھوٹا صحرا (غل ۲۶) قرآن میں ہے:

فَلَبَدٌ نَبْهٌ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ (۳۵)

پھر ہم نے اس (حضرت یونس) کو چٹیل میدان میں
ڈال دیا اور وہ بیمار تھے۔

۸- زَلَقٌ: بمعنی پھسلنا۔ اور صَعِيدًا زَلَقًا بمعنی چکنی زمین۔ جہاں سے انسان پھسل جاتے۔ قرآن میں ہے:

وَنُرْسِلُ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِنَ السَّمَاءِ
فَتُصْبِحُ صَعِيدًا زَلَقًا (۳۸)

یا میرا رب تیرے اس باغ پر آسمان سے کوئی گولا
بھیج دے تو وہ صاف میدان ہو جائے۔

۹- صَفْوَانٌ: بمعنی صاف سطح کی چھوٹی چٹان۔ سل۔ پتھر ملی زمین اور

۱۰- صَلْدًا: بمعنی ٹھوس اور چکنا پتھر۔ رَأْسُ صَلْدًا گنجا سر اور صَلْدًا بمعنی نیشک پتھر (م-ل ۴۵) قرآن میں ہے:

فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ
فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا (۲۴)

اس مال کی مثال ایسی ہے کہ ایک چٹان پر تھوڑی
سی مٹی پڑی ہو، اس پر زور کا طینہ برسے جو لیسے صاف

کر ڈالے۔

۱۱۔ فَجَوْةٌ : دو پہاڑوں کے درمیان کھلا میدان۔ وادی۔ اور جو راستہ اس میدان میں سے گزرتا ہو اسے فَجَجَ کہتے ہیں (منجد۔ ۴۱) قرآن میں ہے:

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَزُودُ
عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ
تَقَرَّبُ إِلَيْهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي
فَجْوَةٍ مِّنْهُ (۱۸)

اور تو دیکھے کہ جب سورج نکلتا ہے تو ان کی غار
سے دائیں کو بچ کر نکل جاتا ہے، اور جب غروب
ہوتا ہے تو بائیں کو کتر جاتا ہے۔ اور وہ ایک کھلے
میدان میں ہیں۔

۱۲۔ سَاخَةٌ : گھروں سے ملحقہ یا نزدیک فراخ جگہ۔ آنگن۔ صحن۔ پارک وغیرہ۔ بل بیٹھنے کی جگہیں۔ قرآن میں ہے:

أَفِعْدَا يَنَا يَتَسَعَّجَلُونَ فَإِذَا نَزَلُ
بَسَّحَتْهُمْ مَسَاءً صَبَاحَ الْمُنْذَرِينَ -
(۳۷)

کیا وہ ہمارے عذاب کے لیے جلدی کرتے ہیں پھر
جب عذاب ان کے آنگنوں میں اترتا تو جن کو ڈرنا یا گیا
تھا ان کا برا حال ہو گیا (جالندھری)

بُری صبح ہوگی ڈرے ہوؤں کی (عثمانی)

۱۳۔ رَنْبُوةٌ : رِبَا بمعنی بڑھنا۔ پھلنا پھولنا۔ اور رَنْبُوةٌ بمعنی اُبھری ہوئی زمین (فل ۲۶۶) عام سطح سے
تھوڑی بلند اور شاداب زمین۔ قرآن میں ہے:

كَثَلْ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا دَابَلٌ
فَاتَتْ أَكْثُهَا ضَعْفَيْنِ (۲۶۵)

اس کی مثال ایک ایسے باغ کی ہے جو اونچی جگہ پر
ہو۔ اس پر مینہ پڑے تو دو گنا پھل لائے۔

۱۴۔ نَجْدٌ : بمعنی گھاٹی۔ عام سطح زمین سے بلند اور سخت جگہ (فل ۲۶۷)۔ نیز نجد اُس
رستے کو بھی کہتے ہیں جو گھاٹی پر چڑھتا یا اترتا ہو۔ قرآن میں ہے:

وَهَدَيْنَاهُ الشَّجَدَيْنِ (۲۶)

اور دکھلائی ہم نے اسے دو گھاٹیاں (عثمانی)

اور اس کو دونوں رستے بھی دکھا دیے (جالندھری)

۱۵۔ رَنْعٌ (ربیع کی جمع) ایسی زمین جو رَنْبُوةٌ سے اونچی ہو (فل ۲۶۷) اور سخت ہو۔ ارشاد باری ہے:

أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رَنْعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ (۲۶)

کیا بھلا تم ہر اونچی جگہ پر عبث نشان تعمیر کرتے ہو۔

۱۶۔ وَادِيٌ : ایسی ڈھلوان جگہ جو پہاڑوں کے درمیان واقع ہو۔ وسیع اور کشادہ ہو۔ اور پہاڑوں پر
جو بارش وغیرہ کا پانی نیچے آتا ہے وہ بھی اس میں بہتا ہو (پھر اس وادی میں بہنے والے نالہ کو
بھی وادی (جمع اَوْدِيَّةٌ) کہتے ہیں۔ (معت) ارشاد باری ہے:

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ
غَيْرِ ذِي مَرْجٍ (۱۲)

اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی اولاد کو ایسے میدان
میں لایا ہے جہاں کھیتی نہیں۔

۱۷۔ مَوَاطِنٌ : وَطَنٌ بمعنی اقامت کرنا۔ اور وَطَنٌ بمعنی انسان کی سکونت کی جگہ خواہ وہ وہاں پیدا
ہوا ہو یا نہ پیدا ہوا ہو۔ اور مَوَاطِنٌ (ج مَوَاطِنٌ) کے معنی وطن بھی اور لڑائی کا میدان بھی۔ اور
مَيْطَانٌ اس مقام کو کہتے ہیں جہاں سے گھوڑ دوڑ کے لیے گھوڑے چھوڑے جاتے ہیں۔ (منجد)

ارشاد باری ہے:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنٍ كَثِيرَةٍ - اللہ تعالیٰ نے تمہیں بہت سے میدانوں میں

(۹) مدد دی ہے۔

۱- جُدَد: جَدّ بمعنی کسی چیز کا نیا ہونا کسی چیز کو کاٹنا۔ جَادَة بمعنی شاہراہ۔ سڑک کا بیج اور جَدّک بمعنی ہموار اور سخت زمین۔ اور جُدَّة بمعنی نشان طریقہ (ج جُدَد) (منجد) گو یا جُدَّة سخت اور ہموار زمین کے ایسے قطعہ کو کہتے ہیں جو صاف طور پر الگ اور کٹا ہوا نظر آ رہا ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بَيْضٌ وَحُمْرٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُمْ عَوَابِدُ تُسَبَّحُونَ - اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ رنگ کے قطعات ہیں اور (بعض) سیاہ کالے ہیں۔

ماہصل: (۱) جُزْن: خشک اور بخر زمین۔ (۱۰) صَلْدًا: چکنا اور خشک پتھر۔

(۲) سَهْمُول: نرم زمین۔ (۱۱) فَحْجَوَة: دو پہاڑوں کا درمیانی میدان۔

(۳) سَاهِرَة: روئے زمین یا سطح زمین۔ (۱۲) سَاحَة: گھروں سے ملحق یا نزدیک کھلی جگہ۔

(۴) صَعِيد: زمین کے اوپر کی خشک مٹی جو (۱۳) رَجْوَة: عام سطح زمین سے تھوڑی بلند اور شاداب زمین۔

اڑتی پھرتی ہے۔ (۱۴) نَجْد: گھاٹی۔ بلند اور سخت زمین۔

(۵) قَيْعَة: کھلا میدان۔ (۱۵) رَيْع: ریلوے سے بلند زمین۔

(۶) صَفْصَف: ہموار اور ستوی میدان۔ (۱۶) وَاْدِي: پہاڑوں کے درمیان گھری ہوئی فرخ جگہ جہاں

(۷) عَرَاء: چیل میدان جس میں کوئی آڑھ نہ ہو۔ پانی بہتا ہو۔

(۸) زَلَق: چکنا میدان۔ پھسلا دینے والی زمین۔ (۱۷) مَوَاطِن: لڑائی کے میدان۔

(۹) صَفْوَان: بل صاف سطح کی چھوٹی چٹان۔ (۱۸) جُدَّة: سخت اور بخر زمین کا الگ تھک آنے والا قطعہ۔

۶- زمین بوس کرنا

کے لیے دَكَّ اور دَمَدَمَّ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱- دَكَّ: کے معنی میں بنیادی طور پر دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) کوٹنا (۲) ہموار کر دینا (م۔ ل) یعنی کسی چیز کو کوٹ کر اور ریزہ ریزہ کر کے اسے زمین کی سطح کے برابر کر دینا (مف) ارشاد باری ہے:

فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا - پھر جب موسیٰ کا پروردگار پہاڑ پر نمودار ہوا تو (جلی

انوار بانی نے) اسے دھا کر برابر کر دیا۔ (۱۳۳)

دوسرے مقام پر ہے:

اِذَا دَكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا (۱۳۹)

۲- دَمَدَمَّ: دَمَدَمَّ الشَّيْءُ بمعنی کسی چیز کو زمین سے چپکانا۔ اور دَمَدَمَّا اللَّهُ عَلَيْهِمْ بمعنی اللہ تعالیٰ نے

انہیں ہلاک کر ڈالا (مخبر) اور دَرِيْمُوْمَةٌ بمعنی صحرا۔ ریگستان (معنی) ارشاد باری ہے؛
 فَدَمَّرَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ يَدَآئِبَهُمْ
 تو انہوں نے ان کے گناہ کے سبب ان پر عذاب نازل
 کیا اور ان کو ہلاک کر کے برابر کر دیا۔
 قَسُوْا بِهَا (۹۱)

ماحصل؛ (۱) دَلَّ: بے جان اشیاء کو کوٹ کاٹ کر زمین بوس کر دینا۔

(۲) دَمَّرَ: عذاب کے ذریعہ ہلاک کر کے میا میٹ کر دینا۔

۷۔ زنجیریں

کے لیے سَلَّ سِلِّ (سل)، اَخْلَالَ، اَنْكَالٌ اور اَصْفَاد کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
 ۱۔ سَلَّ سِلِّ: (واحد سلسلہ) سَلَّ بمعنی ایک چیز سے دوسری چیز کو بچھن لینا جیسے نیام سے تلوار
 کو سونٹنا۔ اور سلسلہ بمعنی زنجیر جس کی ایک کڑی سے دوسری کڑی ملتی چلی جاتی ہے (معنی) اور
 تسلسل بمعنی ایک چیز کا دوسری سے مربوط ہوتے چلے جانا۔ ارشاد باری ہے؛

ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعًا سَبْعُونَ ذِرَاعًا
 پھر ایک زنجیر سے جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہے، اسے
 فَاسْلُكُوْهُ (۹۲)
 جکڑ دو۔

۲۔ اَصْفَاد: (واحد صَفْدٌ اور صَفَادٌ) بمعنی لوہے کا طوق یا زنجیر جس سے قیدیوں کو جکڑا جاتا ہے۔
 (معنی) اور صَفْدٌ بمعنی باندھنا۔ قید کرنا۔ اور اَصْفَادٌ بمعنی قید کرنا ہے (مخبر) ارشاد باری ہے؛
 وَالْآخِرِينَ مَقْرَبِينَ فِي الْأَصْفَادِ (۳۸) اور دوسرے جنوں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔

۳۔ اَنْكَال: (واحد نكل) نكل جانور کی بیڑی اور لوہے کے لگام کو کہتے ہیں جو اسے قابو میں رکھتے ہیں
 (معنی) اور بمعنی کڑیا لہ کا لوہا (م۔ ق) اور نكال ایسی عبرتناک سزا کو کہتے ہیں جس سے کسی کو نتھ
 پڑ جائے۔ اور نكل بمعنی کسی کو عبرت ناک سزا دینا یا کسی کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالنا یا لگام دینا۔

ارشاد باری ہے؛

إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَحَجِيمًا وَقَطَعَامًا
 بیشک ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ
 ذَا عَصَاةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا (۴۳)
 ہے۔ اور گلوگیر کھانا اور درد ناک عذاب ہے۔

۴۔ اَخْلَالَ: (واحد خَلٌّ) اور اس کی جمع خلول بھی آتی ہے۔ اور خَلٌّ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے کسی
 کے اعضاء کو جکڑ کر اس کے وسط میں باندھ دیا جاتا ہے (معنی) اور اس کا اطلاق ہتھکڑی، بیڑیاں
 اور طوق سب پر ہوتا ہے۔ اور خَلٌّ بمعنی ہتھکڑی یا طوق ڈالنا (مخبر) اور زنجیر تو ان سب کے ساتھ
 ہوتی ہی ہے۔ ارشاد باری ہے؛

إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَلَاسِلًا
 ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں اور دہکتی
 وَأَخْلَالَ وَسَعِيرًا (۴۴)
 آگ تیار کر رکھی ہے۔

ماحصل؛ (۱) سَلَّ سِلِّ: زنجیریں معروف لفظ ہے۔

(۲) اَصْفَادُ: بمعنی طوق یا بخیڑ
(۳) اَنْكَالُ، لَکَامٌ، کُرْبَالَةٌ۔ بڑیاں۔
(۴) اَعْلَالٌ، اَمُّہ ہے اور سب معنوں میں آتا ہے خواہ بھکڑی
ہو یا بڑیاں یا طوق۔

۸۔ زندہ کرنا

کے لیے اَحْيَا۔ بَعَثَ اور اَنْشَرَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ اَحْيَا، بَحِيٍّ مَعْنَى حَيِّنَا۔ زندہ رہنا۔ اور اَحْيَا (ضد اَمَاتٍ) بمعنی مردے کو زندہ کرنا۔ معروف لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

كَذٰلِكَ يُحْيِي اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيكُمْ اٰيٰتِهٖ (۲۱۶)
اسی طرح خدا مردوں کو زندہ کرتا ہے اور تم کو اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے۔

۲۔ بَعَثَ: بنیادی طور پر اس میں دو معنی پائے جاتے ہیں (۱) اٹھانا۔ اُبھارنا (۲) تنہا روانہ کرنا اور جب اس لفظ کا استعمال مردوں سے متعلق ہو جو قبروں میں پڑے ہیں تو اس کا مطلب انھیں قبروں میں زندہ کر کے اٹھانا اور میدانِ محشر کی طرف پھلانا ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِنَّ السَّاعَةَ اَتِيَةٌ لَا رٰىبَ فِيْهَا
وَاِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ۔
شک نہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو، جو قبروں میں ہیں پھلا اٹھائے گا۔ (۲۲)

۳۔ اَنْشَرَ: نَشَرَ کا بنیادی معنی پھیلانا ہے (ضد طَوِي) اور نَشْرُ الْمِيْتِ نَشْرًا کے معنی میت کے ازمردن زندہ ہونے کے ہیں (میت) اور اَلْيَوْمَ النَّشُوْرُ میں زندہ ہونا۔ اٹھنا اور پھیلنا یہی معنی پائے ہیں یعنی لوگ زندہ ہو کر پھیل جائیں گے اور اس کی طرف روانہ ہوں گے۔ اور اَنْشَرَ کے معنی زندہ کر کے میدانِ محشر میں پھیلانا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ اَمَاتَهُ فَاقْبَرَهُ ثُمَّ اِذَا شَاءَ اَنْشَرَهُ (۳۳)
پھر اللہ نے اس انسان کو موت دی پھر قبر میں دفن کرایا۔ پھر جب چاہے گا اسے اٹھا کھڑا کرے گا۔

ماہصل: (۱) اَحْيَا: کسی بھی مردے کو زندہ کرنا۔ اس کا استعمال عام ہے۔

(۲) بَعَثَ: قبر میں پڑے ہوئے مردوں کو زندہ کرنا اور اٹھانا۔

(۳) اَنْشَرَ: زندہ کرنا۔ اٹھانا اور پھیلانا۔

۹۔ زندہ ہونا۔ رہنا۔ رکھنا

کے لیے بَحِيٍّ (سختی) عَاشٍ اور اِسْتَحْيَا کے الفاظ قرآن میں پائے جاتے ہیں۔

۱۔ بَحِيٍّ بمعنی حینا۔ زندہ رہنا۔ اور حَيٰوَةٌ بمعنی زندگی۔ یہ لفظ بڑا وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ حیوانات کو زندہ ہیں ہی، موجودہ حقیقت یہ ہے کہ جمادات میں بھی زندگی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرشتے

اور جن بھی زندہ ہیں۔ لہذا اس لفظ کا استعمال عام ہے۔ اور سخی سے مراد ہر وہ چیز ہے جو زندہ ہے
قرآن میں ہے:

إِنَّ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا
(اسی میں) ہم مرتے ہیں اور جیتتے ہیں اور ہم پھر اٹھائے
نہیں جائیں گے۔

۴۔ عَاشَ: بمعنی زندہ رہنا۔ اور عَاشَ اس زندگی کو کہتے ہیں جو حیوانات میں پائی جاتی ہے۔ یعنی جو جاندار
کھانی کر زندہ رہ سکیں اس کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ گویا یہ لفظ سخی سے اٹھس ہے اور
مَعِيشَتَ (ع معاش) بمعنی سامانِ زلیست (معت ارشاد و باری ہے:
وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا
لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ (۲۹)

۳۔ اِسْتَحْيَا: سخی سے مصدر حیوة بھی ہے۔ اور حَيَاءُ (معنی شرم بھی) اور اِسْتَحْيَا بمعنی شرم کرنا
بھی اور زندہ رکھنا یا زندہ چھوڑنا بھی (نجد) ہے۔ اور اس لفظ کا استعمال اس وقت ہو گا جب
مقابلہ میں کسی دوسرے کو مارا جا رہا ہو۔ ارشاد و باری ہے:
يَذَرِيحُونَ آبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ
اِسْتَحْيَاكُمْ (۲۹)

ماحصل: (۱) سخی، ہر جاندار چیز کا جینا۔

(۲) عَاشَ، ایسے جاندار کا جینا جس کی زندگی کا انحصار کھانے پینے پر ہو۔

(۳) اِسْتَحْيَا، کسی دوسرے کو زندہ رہنے دینا۔

زیادہ ہونا کرنا کے لیے دیکھیے۔ بڑھنا اور بڑھانا
زیادتی کرنا کے لیے دیکھیے۔ حد سے بڑھنا

۱۰۔ زینت

کے لیے زِينَةٌ، زُخْرُفٌ، زِينَةٌ، زَهْرَةٌ اور جَمَالٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ زِينَةٌ: بمعنی آرائش کرنا۔ سجانا۔ خوبصورت بنانا۔ زیب و زینت معروف لفظ ہے اور اس کا
استعمال عام ہے۔ مادی اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح بدنی اور خارجی زینت
کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اب مثالیں دیکھیے:

(۱) خارجی کی مثال،

فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ (۲۹)
تو (ایک روز) قاون بڑے تزک و احتشام سے اپنی
قوم کے سامنے نکلا۔

(۲) بدنی کی مثال،

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ (۴۴)

آپ اُن سے پوچھیں کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے بوزینت (کاسامان) بنایا ہے اسے کس نے حرام کیا؟

(۳) معنوی کی مثال،

وَرَبِّينَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مِمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۳۳)

اور جو کام وہ کرتے تھے شیطان اُن کو دان کی نظر (میں) آراستہ کر دکھاتا تھا۔

۲- مَرْحُوفٌ (بمعنی ۱) ظاہری سجاوٹ۔ طبع سازی وہ زینت جو طبع سازی سے حاصل ہو (معنی)

زخرف الكلام معنی کلام کو جھوٹ سے آراستہ کرنا (منجد) قرآن میں ہے،
يُؤَيِّجِي بَعْضُهُمْ اِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ عُرْوًا (۱۳)

(وہ شیطان) دھوکا دینے کے لیے ایک دوسرے کے دل میں طبع کی ہوتی باتیں ڈالتے تھے۔

اور (۲) معنی نباتات کے مختلف رنگ و روپ (منجد) بہار اور نکھار۔ قرآن میں ہے،
حَتَّىٰ اِذَا اخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا۔
بیابان تک کہ زمین بزمے سے خوشنما اور آراستہ ہو گئی۔ (۱۳)

۳- ریش الطاش بمعنی پرندوں کے پر خصوصاً بازوں کے پر (معنی) اور رِيَاشٍ بمعنی تیرول پر

پرندوں کے پر لگانے والا (منجد) چونکہ پرندوں کے پر بمنزلہ لباس کے ہوتے ہیں لہذا یہ لفظ استعارۃ فاخرانہ لباس کے لیے استعمال ہونے لگا۔ آرائش کے کپڑے۔ ارشاد باری ہے:
يَا بَنِي آدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا لِّمَنِ تَرَوْنَهُمْ اَمْ لِمَنِ تُرَوْنَ اَمْ لِمَنْ هُمْ يُرَوْنَ سَوَاتِرًا لِّبَاسًا (۴)

اے بنی آدم! ہم نے تم پر پوشاک اتاری تاکہ تمہارا ستر ڈھلکے اور (تمہارے بدن کی) زینت بنے۔

۴- زَهْرَةٌ: خوشنمائی۔ چمک دمک ٹیپ ٹاپ (منجد) اور زهرة الدنيا بمعنی دنیا کی ظاہری چمک

اور رولق (منجد) اس لفظ کا اطلاق عموماً اس بے ثبات دنیا کی خوشنمائی اور رنگینیوں پر ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ اَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔
اور تمہاری آنکھیں ادھر متوجہ نہ ہونی چاہئیں جو ہم نے نبوی زندگی کی زینت کاسامان طرح طرح کے لوگوں کو فائدہ اٹھانے کو دیا ہے۔ (۱۳)

۵- جَمَالٌ: کالفظ کسی چیز کے (۱) ظاہری حسن (۲) سیرت کی خوبی (۳) ماحول کی آرائش وغلبہ صورتی

سب طرح استعمال ہوتا ہے (فق ل ۲۱۷) قرآن میں یہ لفظ مؤخر الذکر دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اپنی اصل کے لحاظ سے اس کا معنی افعال، اخلاق اور ظاہری اعمال میں اچھائی ہے۔ بعد میں یہ لفظ ظاہری حسن پر بھی استعمال ہونے لگا۔ ارشاد باری ہے:

وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرْمَجُونَ وَ

اور جب تم شام کو جو پاویں کو جنگل سے لاتے جاؤ

صبح جب چہلنے لے جاتے ہو تو اس میں تمہارے

جینَ تَسْرَحُونَ (۱۶)

لیے زینت ہے۔

ماحصل (۱) زینت: کا لفظ سجاوٹ اور آرائش کے لیے عام ہے۔

(۲) تَسْرَحُونَ: طبع سازی سے حاصل کردہ زینت۔

(۳) ریش: لباس فاخرانہ اور آرائش سے حاصل شدہ زینت۔

(۴) زُھْرَة: دنیا کی دلفریبیوں اور رنگینیوں کے لیے۔

(۵) جَمَال: ظاہری حسن اور کردار کی خوبی اور ماحول کی آرائش و زینت سب طرح مستعمل ہے۔

زینت دینا“ کے لیے دیکھیے — ”مزین کرنا“

”زمینہ“ کے لیے دیکھیے — ”سیر طہی“

س

۱۔ ساتھ

کے لیے مع اور پ (مکسور) استعمال ہوتے ہیں۔

ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ مع مصاحبت کے لیے آتا ہے۔ جیسے آسِلُهُ مَعًا غَدًا (۱۳) (کل ہے ہمارے ساتھ بیچ ویجے جبکہ باقی صورتوں میں پ آتا ہے، جیسے اَسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ (۱۴) (صبر اور نماز کے ساتھ) اللہ سے) مدد مانگو یا جیسے فَاصْبِرْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ۔ (۱۵) (اپنی لٹھی سے) (کے ساتھ) پتھر کو مارو یعنی اپنی لٹھی پتھر پر بارو۔

۲۔ ساتھی

کے لیے صَاحِبٌ، عَشِيرٌ، قَرِينٌ اور اَزْوَاجٌ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ صَاحِبٌ: بمعنی عرصہ دراز تک ساتھ رہنے والا، خواہ یہ مصاحبت کسی انسان سے ہو یا حیوان سے اور خواہ یہ مصاحبت زمانی ہو یا مکانی (معت) اور ابن الفارسی کے نزدیک صَحْبٌ میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) مقارنۃ اور (۲) مقاربتۃ یعنی قرین بھی ہو اور قریب یا ساتھ بھی رہتا ہو دم۔ ل) (ح اصحاب اور مونث صَاحِبَةٌ) اور صاحب فردق اللغو یہ کے نزدیک اس لفظ کا استعمال آدمیوں سے مخصوص ہے (فق ل ۲۲۵) ارشاد باری ہے:

إِذْ هَمَّٰنِي الْفَارِ اِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ جَبْ وَهُ دُونُوں (رسول اکرمؐ اور ابوبکرؓ) غار میں تھے
لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (۹) اور وہ اپنے ساتھی (ابوبکرؓ) سے کہہ رہے تھے، غم نہ

کھینچے، ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے۔

۲۔ عَشِيرَةٌ: انسان کے باپ کی طرف سے مشتمل رشتہ داروں کی جماعت کو کہتے ہیں۔ خاندان کے آدمی۔

اور عَاشِرٌ بمعنی یوں لکھے مل جل کر گزاراوقات کرنا جیسے ایک خاندان کے لوگ رہتے ہیں۔ اور عَشِيرٌ ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو مل جل کر رہے خواہ وہ رشتہ دار ہو یا اجنبی (معت) ارشاد باری ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَقْرَبُ مِنْ نَفْسِكُمْ
لَيْسَتْ اَلْمَوَالِ وَ لَيْسَتْ
وہ ایسے شخص کو پکارتا ہے جس کا نقصان فائدہ سے
زیادہ قریب ہے۔ ایسا دوست بھی بڑا اور ایسا

ہم صحبت بھی بُرا۔

الْعَشِيرُ (۲۲)

۳۔ قَرِين: بمعنی ہم عمر اور ہر وہ شخص جو بہادری، قوت یا دوسری صفات میں ہم سر اور ہم پلہ ہو اور اس کا استعمال غیر جاندار میں بھی ہوتا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ”دوست“۔

۴۔ اَزْوَاج: ذَوْج بمعنی جوڑا، خاوند۔ بیوی۔ دونوں ایک دوسرے کے بھی ذَوْج ہیں اور مل کر بھی ذَوْج ہی ہیں (حج ازواج) یہ لفظ قرآن میں ایک مقام پر قَرِين (ساتھی یا ہم جنس) کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔ یعنی ایک دوسرے سے ملتے جلتے لوگ۔ تفصیل مختلف ”میں دیکھیے۔

ارشاد باری ہے:

أَحْسِرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ
وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ (۲۲)

جو لوگ ظلم کرتے تھے، ان کو اور ان کے ساتھیوں کو،
اور جن کی وہ پوجا کرتے تھے (سب کو) جمع کر لو۔

مآصل: (۱) اصحاب، عرصہ دراز تک ساتھ رہنے والا۔

(۲) عَشِير: وہ شخص جو ایسے مل جل کر رہے جیسے ایک خاندان کے لوگ۔ اور

(۳) قَرِين: بمعنی ہم پلہ و ہمسر، ہم عمر۔

(۴) اَزْوَاج: بمعنی ہم جنس۔ عادات و اطوار میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے لوگ۔

ساکن ہونا کے لیے دیکھیے ”تھمنا“

۳۔ سال

کے لیے عَام (عوام) سِنِين (سنو)، حَوْل اور حَجَّج کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
۱۔ عَام: (حج عوام) وہ سال جس میں وسعت اور فراوانی ہو (مفت) خیر و عافیت کا سال۔ قرآن میں ہے:
ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَامٌ فِيهِ
يُنَادِى النَّاسُ وَيُنَادِيهِمْ يَتَسَوَّوْنَ (۲۶)

پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا جس میں
خوب بارش ہوگی اور پھلوں کی کثرت کی وجہ سے
لوگ رس چوڑیں گے۔

اور اسی لحاظ سے عَام کا لفظ بطور دُعَا بھی استعمال ہوتا ہے۔ عید کے موقع پر اہل عرب ایک دوسرے کو عید مبارک کی بجائے اَنْتُمْ وَكُلُّ عَامٍ بِخَيْرٍ کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کرے
تمہارا یہ سال خیر و عافیت سے گزرے۔

۲۔ سَنَةً (جمع سِنِين) سخی کا سال، تکلیف، خشک سالی اور قحط سالی کے لیے یہی لفظ استعمال ہوتا ہے (مفت) ارشاد باری ہے:

وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ (۲۷)

اور ہم نے فرعون والوں کو کئی سال تک قحط میں مبتلا رکھا۔

اور آیت:

فَلَيْسَتْ فِيهِمْ آلَتْ سَنَةٌ إِلَّا أَمْسِيْنَ

اور حضرت لوح ان میں پچاس برس کم ہزار سال

عَامًا (۲۹)

رہے۔

میں سے ساڑھے نو سو سال جو حضرت نوحؑ کے قوم سے مخالفت اور تکلیف میں گزرے، انہیں لفظ سنین سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور نبوت سے بیشتر کے پچاس سال کو، جن میں کچھ جھگڑا اور پریشانی نہ تھی، لفظ عام سے۔

تقویم یا وقت اور زمانہ کا حساب رکھنے کے لیے سنتہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس سے اس بات کی طرف بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ نوحؑ کی ایام تنگی ترضی اور پریشانی سے بالعموم کم ہی ہوا کرتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً
وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا
عَدَدَ الْاَيَّامِ وَالْاَسَابِقِ (۱۰)

وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا
اور چاند کی منزلیں مقرر کیں، تاکہ تم برسوں کا شمار اور
حساب معلوم کر سکو۔

۱۔ حَوْل: حَالِ بمعنی ایک حالت سے دوسری حالت بدلنا (حَالَ جِ حَالَاتٍ) حالات اللہر
بمعنی گردش ہائے ایام۔ انقلاباتِ زمانہ۔ اور حَالِ الْحَوْلِ بمعنی سال کا عرصہ گزر جانا (مُجِدِّدًا
حَوْلَ مَعْنَى سَالٍ كَالْوَاحِدِ لِأَنَّ السَّالَةَ بِمَعْنَى مَعِينَةٍ تَأْتِي مِنْ سَالٍ كَمَا تَأْتِي مِنْ سَالٍ
كَالْعَرَصِ حَوْلَ هُوَ زَكَاةٌ لِحَوْلِ كَيْفَ سَابَ مِنْهُ أَدَاكِي جَاتِي هُوَ. اور رضاعت اور طلاق میں
بھی حَوْل ہی کا حساب رکھا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَصِيَّةٌ لِّأُولَادِكُمْ مِمَّا عَلَا فِي الْحَوْلِ
غَيْرَ إِخْرَاجِ (۱۱)

وہ (متوفی شوہر) اپنی عورتوں کے حق میں وصیت کر
جائیں کہ ان کو ایک سال تک خرچ دیا جائے اور
گھر سے نہ نکالی جائیں۔

www.KitaboSunnat.com

۲۔ حَجَّجَ (واحد حَجَّجَةً) حَجَّجَ بمعنی بار بار آنا جانا۔ بکثرت آمد و رفت رکھنا (مُجِدِّدًا حَجَّجَةً، حَجَّجَ مِنْهُ
ہے۔ اور چونکہ حج سال میں ایک بار ہوتا ہے لہذا سال کو حج کہہ دیا جاتا ہے (م۔ ل۔ م۔ ق۔ قرون
اولیٰ میں باقاعدہ کیلنڈر اور ایام، ماہ و سال کا حساب تو ہوتا نہیں تھا۔ لہذا عام لوگ حجوں کے حساب
سے ہی سالوں کی گنتی کر لیا کرتے تھے۔ قرآن میں ہے:

إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنَكِّحَكَ بِحَدِيٍّ أَبْتَنِكَ
هَاتَيْنِ عَلَى أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَانِي حَجَّجَ۔

میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے کسی
ایک کا تجھ سے نکاح کر دوں، بشرطیکہ تم میرے پاس
آٹھ سال کام کرو۔

(۲۵)

ماصل (۱) عامہ: غیر وعافیت کا سال۔

(۲) سَنَةٌ: خشک سالی اور قحط سالی کا سال۔

(۳) حَوْل: کسی معینہ تاریخ سے سال کا پورا چکر قمری حساب سے۔

(۴) حَجَّجَ: سال گننے کا موٹا موٹا طریق۔

۴۔ سامان

کے لیے عَرْض، مَتَاع، اَثَاث، مَرَحَل، وِعَاء، وِعَى، جِهَان، زَاد (زود) اَسْلِحَة، عُدَّة، نَعْمَة، رِيْش، يَصْنَاعَة، مَأْكُون (معن) حِذْر اور مَعَايش کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ عَرْض: بمعنی ہر وہ چیز جسے ثبات نہ ہو (اصف) اور بمعنی دنیا کے سامان میں سے ہر چیز عَرْض ہے (فل ۱۶) جب دنیا اور اس کے سر و سامان کی بے ثباتی اور ناپیداری کا پہلو نمایاں کرنا مقصود ہو تو عَرْض کا لفظ استعمال ہوگا، دنیا تے دُون کے بیچ قسم کے فائدے اور مال و اسباب۔

ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْفَىٰ إِلَيْكُمْ السَّلَامَ
لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَفُونَ عَرْضَ
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَمِنْدَ اللَّهِ مَعَادِمٌ
كَثِيرَةٌ (۹۳)

اور جو شخص تم سے سلام علیک کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو اور اس سے تمہاری غرض یہ ہو کہ دنیا کی زندگی کا فائدہ حاصل کر دو سو خدا کے نزدیک بہت سی غنیمتیں ہیں۔

۲۔ مَتَاع: (ج اَمْتَعَة) مَتَعَ بمعنی عرصہ دراز تک فائدہ اٹھانا (اصف) اور مَتَاع ہر کارآمد چیز یا ہر چیز کا اتنا حصہ جو فائدہ دے سکے۔ فائدہ۔ استعمال۔ سامان دنیا سے بہرہ مند ہونا۔ جب سامان دنیا اور اس سے فائدہ اٹھانے کا پہلو اُجاگر کرنا مقصود ہو تو یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔

ارشادِ باری ہے:

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ
إِلَىٰ حِينٍ (۱۲۷)

اور تمہارے لیے زمین میں ایک مقررہ وقت تک ٹھکانا اور سامان زندگی ہے۔

۳۔ اَثَاث: اَثَاثَة کی جمع ہے مگر یہ عموماً جمع ہی استعمال ہوتا ہے اَثَاثُ الْبَيْتِ مشہور لفظ ہے بمعنی گھر کی سامان جو استعمال میں آ رہا ہو۔ ضروریات خانہ داری مثلاً برتن، چار پائی، کپڑے فرنیچر وغیرہ۔ یہ سب کچھ اَثَاثُ الْبَيْتِ میں شامل ہے۔ پھر یہ لفظ ہر قسم کے فراواں اور فالتو قسم کے مال پر بھی بولا جانے لگا۔ اور بمعنی فروخت خانہ اور کباڑ خانہ بھی استعمال ہوتا ہے (اصف) نیز وہ جانور یا غلام جو کسی کی ملکیت اور ذاتی استعمال میں ہوں وہ بھی اَثَاثُ الْبَيْتِ میں شامل ہیں۔ مثلاً گھوڑا، گائے اونٹ وغیرہ۔ (م۔ ق) ارشادِ باری ہے:

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هُمْ
أَحْسَنُ أَثَاثًا وَرِيًّا (۱۹)

ان سے پہلے ہم کئی امتیں ہلاک کر چکے ہیں جو سامان اور نمود کے لحاظ سے ان سے کہیں اچھے تھے۔

۴۔ رَحَل: رَحَلَ بمعنی اونٹ پر پالان کسنا (اصف) اور بمعنی کوچ کرنا۔ سوار ہونا۔ اور رحل بمعنی سفر میں ساتھ ہننے والا سامان (مخبر) رَحَلَ کا لفظ سفر پر روانہ ہونے کے لیے بولا جاتا ہے (م۔ ل) فرمان

نبویؐ ہے، لَا تَشَدُّ وَالرَّحَالُ إِلَّا لِثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ یعنی تین مساجد (بیت اللہ، مسجد نبویؐ اور مسجد اقصیٰ) کے سوا کسی جگہ کے لیے (برائے زیارت و اجرو ثواب) اپنے اونٹوں پر پالان مت (سو)۔
قرآن میں ہے:

جَعَلَ السَّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَحِبِّهِ - حضرت یوسفؑ نے پانی پلانے کا برتن اپنے بھائی کے سامان میں رکھ دیا۔ (۱۲)

۵- وَعَاءٌ: (واحد أَوْعِيَّةٌ) وعیٰ بمعنی کسی چیز کو ٹھیلی وغیرہ میں محفوظ کر کے اوپر سے منہ باندھ دینا اور أَوْعِيَّةٌ وہ سامان ہے جسے کسی ظرف میں رکھ کر اسے بند کر دیا یا مقفل کر دیا جائے (مف) قرآن میں ہے:

ثُمَّ اسْتَخْرَجَهُمَا مِنْ رِجَالِ أَحِبِّهِ - پھر حضرت یوسفؑ نے (برتن) اپنے بھائی کے سامان (کھڑجی یا شلیتہ یا بوری) سے نکال لیا۔ (۱۲)

۶- جَهَّازٌ: جَهَّزَ بمعنی سامان تیار کرنا، لادنا اور بھیجا (مف) اور جَهَّازٌ وہ سامان ہے جو سفر پر روانہ ہوتے وقت تیار کر کے رکھا ہے۔ اور تَجْهِيْزٌ وہ سامان ہے جو میت کو دفن کرنے سے پہلے تیار کیا جاتا ہے۔ اور جَهَّزْتُمْ وہ سامان ہے جو لڑائی کو شادی کے موقع پر نکھست کرتے وقت والدین ساتھ دیتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا جَهَّزْتُمْ بِهِمُ الْجُهَادَ وَحَرَبْتُمْ لَهُمُ السَّيْلَ بِأَنْفُسِكُمْ - پھر جب حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کا سامان تیار کر دیا۔

۷- زَادٌ: زَادٌ بمعنی زیادہ ہوا۔ زیادہ۔ ضرورت سے زائد اندوختہ (مف) اور زَادٌ کاللفظ بالعموم راہ سے متعلق ہے۔ زادِ راہ۔ دوران سفر راستہ کا خرچ اور کھانے پینے کا سامان۔ اور الزَّادُ بمعنی پانی کا شکیزہ جو دوران سفر کام آئے۔ اور الزَّادُ بمعنی توشہ دان۔ اور تَزَادٌ بھی زادِ راہ ساتھ لینا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَتَزَادُ رِجَالُكُمْ يَوْمَ تُلَاكُمُ الْمَوْتُ مِنْ تَحْتِ أَعْيُنِكُمْ وَأَنْتُمْ كَالْعِزَّةِ الْكُلْبِ - اور زادِ راہ ساتھ لو۔ بلاشبہ بہتر زادِ راہ تو تقویٰ ہی ہے۔ (۲)

۸- أَسْلِحَةٌ: (واحد سلاح) یہ لفظ جنگ یا لڑائی کے ساتھ متعلق ہے۔ بمعنی سامان جنگ آلاتِ حرب و ضرب۔ لڑائی کے ہتھیار۔ اور ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ساتھ لڑائی کی جائے یا مدافعت کی جائے (مف) ارشادِ باری ہے:

فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَهُمْ (۲) - بوقت جنگ مسلمانوں میں سے ایک گروہ تمہارے ساتھ (نمازیں) کھڑا ہو اور انہیں چاہیے کہ اپنے ہتھیار سنبھالے رکھیں۔

۹- حُدَّةٌ (واحد حُدَدٌ) عِدَّةٌ بمعنی تیار کرنا۔ اور أَعَدَّ أَوْ أَعْتَدَ بمعنی تیار کر رکھنا اور حُدَّةٌ

بمعنی تیاری سے متعلقہ سامان دستہ آن میں یہ لفظ چونکہ جنگی تیاری کے سلسلہ میں استعمال ہوا ہے لہذا اس لفظ کا معنی ہر قسم کی تیاری اور سامان کو بھی شامل ہو گا۔ ارشاد باری ہے:

وَلَوْ أَنَّمَا إِدْوَالُ الْخُرُوجِ لَاعَدَّوْا لَهُمْ
عُدَّةً (۳۶)

۱۰- نَعْمَ: بمعنی خوشحالی اور پسندیدہ گزاران (م۔ ل) اور نَعْمَ: بمعنی عیش و عشرت کا سامان سامانِ تعیش (صفت) قرآن میں ہے:

وَنَعْمَ كَانُوا فِيهَا فِكْهِينَ (۳۷)

۱۱- رِيْشًا: رِيْشُ الطَّيْرِ بمعنی پرندہ کے بازو اور پر۔ اور رِيْشُ بمعنی تیروں پر پرندوں کے پر لگانے والا (منجد) چونکہ پرندوں کے پر بمنزلہ لباس کے ہوتے ہیں تو اسی نسبت سے رِيْشًا کا لفظ انسان کے فاخرانہ لباس اور اس کی زیب و زینت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ريب و زینت کا سامان۔ ارشاد باری ہے:

يَبْنِيْ اٰدَمَ قَدًا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ لِبَاسًا
يُّوَارِيْ سَوْآتِكَ وَرِيْشًا (۳۸)

۱۲- بِضَاعَةً: بمعنی مال کا وافر حصہ جو تجارت کے لیے الگ کر لیا گیا ہو (صفت) فروختی سامان

بکاؤ مال۔ اور وہ سرمایہ یا اس المال جو تجارت کے لیے مخصوص کیا جائے۔ قرآن میں ہے:

قَالَ يُبَشِّرِيْ هَذَا عِلْمًا وَاَسْوَرَةً
بِضَاعَةً (۳۹)

۱۳- مَاعُونٌ: اَلْمَعْنُ بمعنی مفید چیز۔ اور مَاعُونٌ ہر اس برتنے والی چیز کو کہتے ہیں جو عام لوگوں

کے استعمال میں آئے۔ برتنے کی اشیا۔ گھر میں برتنے کی چھوٹی موٹی چیزیں۔ مثلاً کھاشی، ہنڈیا یا دیگر خانگی اشیا۔ ارشاد باری ہے:

اَلَّذِيْنَ هُمْ يَّرْءَاوُنَ وَيَتَمَنَّوْنَ
اَلْمَاعُوْنَ (۴۰)

۱۴- حِذْرٌ: حِذْرٌ بمعنی محتاط اور چوکنا رہنا (م۔ ل) اور حِذْرٌ ہر وہ سامان ہے جو بچاؤ اور حفاظت

کا کام دے۔ گویا جنگ کے دوران حملہ سے بچاؤ کا ہر سامان حِذْرٌ ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ
اَذًى مِنْ مَّقْطِرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَرَضًا اَنْ

يَاتِمَّ بِمَارٍ هُمْ كَمَا تَارَ كُھولنے ہتھیار اور ساتھ لے لو

اپنا بچاؤ۔

۱۵۔ معاش: (واحد مَعِيشَةٌ) بمعنی سامانِ زیست۔ عايش بمعنی زندہ رہنا۔ جینا۔ اور ہر وہ سامانِ زندگی کو برقرار یا بحال رکھنے کے لیے ہو۔ مثلاً خوراک، دانہ، پانی، غلہ وغیرہ۔ وہ معاش کہلائے گا۔

ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ (۳۰)

اور ہم نے زمین میں تمہارا ٹھکانا بنایا اور تمہارے لیے زندگی کا سامان پیدا کیا۔

ماحصل: (۱) عَوَضٌ: دُنیا اور اس کے سامان کی بے ثباتی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

(۲) مَتَاعٌ: ہر وہ سامان جس سے فائدہ اٹھایا جائے۔

(۳) آثَاتٌ: گھر کا متفرق سامان۔ ضروریاتِ خانہ۔

(۴) رَحْلٌ: سفر میں ساتھ رہنے والا سامان۔

(۵) وِعَاءٌ: ہر وہ سامان جو منہ بند یا مقفل ہو۔

(۶) جَهَازٌ: ہر وہ سامان جو روانہ ہونے تک تیار کیا جائے خواہ زاد ہو یا رحل۔

(۷) زَادٌ: دورانِ سفر خورد و نوش کا سامان۔

(۸) أَسْلِحَةٌ: آلاتِ حرب و ضرب۔

(۹) عُدَّةٌ: جنگی تیاری اور اس سے متعلقہ ہر قسم کا سامان اور تیاری۔

(۱۰) نِعْمَةٌ: سامانِ تعیش۔

(۱۱) رِيْشٌ: فاخرانہ لباس اور اس کے متعلقات۔

(۱۲) بِضَاعَةٌ: فروختنی سامان یا سرمایہ۔

(۱۳) مَالْحَوْنٌ: عام استعمال کی چھوٹی چھوٹی گھریلو اشیاء۔

(۱۴) حِذْرٌ: اپنے بچاؤ کا سامان۔

(۱۵) مَعَايِشٌ: سامانِ زیست اور لوازماتِ زندگی۔

۵۔ سامنے آنا

کے لیے اَقْبَلَ اور بَرَزَ کے الفاظِ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ اَقْبَلَ: قَبِلَ الْمَكَانَ بمعنی کسی جگہ کی طرف رُخ کرنا۔ اور قَابِلٌ دو چیزوں کا آسنے سامنے یا بالمتقابل ہونا۔ مقابلہ کرنا اور قَبَلَ بمعنی بوسہ دینا۔ اور اَقْبَلَ بمعنی کسی کی طرف رُخ لگنے اُس کے سامنے ہونا یا آجانا۔ رُو دَرُو ہونا سامنے سے آنا (نجد قرآن میں ہے:

قَالُوا اَقْبِلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقَدُونَ اور ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے، تمہاری کیا چیز

کھوئی گئی ہے؟ (۱۲)

۲۔ بَرَزَ: بَرَزَ بمعنی فضا اور کھلا میدان۔ اور بَرَزَ بمعنی نکل کر کھلے میدان میں آجانا (مفت اور

مبعضی گناہی اور پوشیدگی کے بعد ظاہر ہونا (منجد) ارشادِ باری ہے،
وَبَرَزُوا لِلَّهِ جَمِيعًا (۱۲/۲۱) اور (قیامت کے دن) سب لوگ خدا کے سامنے
کھڑے ہوں گے۔

۶۔ سانپ

کے لیے حَيَّةٌ (حوی) جَانٌ اور ثَعْبَانٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَيَّةٌ: اہم جنس ہے۔ ہر قسم کا سانپ۔ مذکر و مؤنث دونوں کے لیے مستعمل ہے (فل ۱۶۰) اور صاحب
منجد کے نزدیک حَيَّةٌ بمعنی کنڈلی مارنے والا سانپ۔ اور حَوَايَا ان آنٹوں کو کہتے ہیں جو سانپ
کی طرح کنڈلی مارے ہوئے ہوتی ہیں۔ اور تحوی الحَيَّةُ بمعنی سانپ کا کنڈلی مارنا۔ اور
حَاوِي سانپ کا منتر پڑھنے والے کو کہتے ہیں (منجد) یہ دونوں معانی درست معلوم ہوتے ہیں کیونکہ
ہر سانپ بالعموم کنڈلی مارنے والا ہوتا ہے۔ اور غالباً اسی وجہ سے اسے حَيَّةٌ کہا جاتا ہے۔

قرآن میں ہے:

قَالَ اَلْقَهَا يٰمُوسٰى فَالْقَهَا فَاِذَا هِيَ
حَيَّةٌ تَسْعٰى (۲۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے موسیٰ (اپنا عصا زمین پر)
ڈال دے۔ سو موسیٰ نے ڈالا تو وہ ایک دم سانپ
بن گیا جو دوڑنے لگا۔

۲۔ جَانٌ: بمعنی جن، دیو، پری، قوی، ہیکل۔ اور ہر وہ جن جو سانپ کی شکل میں ہو (امت) جلیسا کہ
حدیث میں بھی وارد ہے۔ اور مولانا شبلیہ احمد عثمانی نے اس کا ترجمہ سانپ کی بٹک، سفید پتلا
سانپ کیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا رَاَهَا تَهْتَزُّ كَمَا تَهْتَزُّ جَانٌ وَّلٰى
مُذِبِّرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ (۲۶)

جب موسیٰ نے اسے دیکھا تو وہ (لاٹھی) ہل ہی تھی
گو یا وہ سانپ ہے تو بیٹھ بھیر کر بھاگے اور پیچھے
مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

۳۔ ثَعْبَانٌ: بمعنی اژدھا۔ بہت بڑا سانپ (فل ۴۰، ۱۶۰) ارشادِ باری ہے:

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثَعْبَانٌ
مُّبِينٌ (۲۷)

موسیٰ نے اپنا عصا زمین پر ڈالا تو اچانک وہ
اژدھا بن گیا۔

اب دیکھیے اللہ تعالیٰ نے عصا سے سانپ بننے کے ایک ہی واقعہ میں سانپ کے لیے حَيَّةٌ
جَانٌ اور ثَعْبَانٌ تینوں الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ حَيَّةٌ تو اس لیے کہ ہر قسم کے سانپ کو حَيَّةٌ
کہہ سکتے ہیں۔ جَانٌ عصا سے سانپ بننے کی ابتدائی حالت۔ اور ثَعْبَانٌ اس کی دوسری
اور آخری حالت کے لحاظ سے ہے۔ اور یہ سب کام ان کی آن میں واقع ہو گئے تھے۔

ماصل: حَيَّةٌ: ہر قسم کے سانپ کے لیے جَانٌ، پتلے اور لمبے سانپ کے لیے ثَعْبَانٌ اژدھا کے لیے ثَعْبَانٌ

۴۔ سب سارے

کے لیے کُلّ، کَافَّةً اور اَجْمَعُونَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔
۱۔ کُلّ: بمعنی سب۔ سارے (محدّ جُزء) اس کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب کُلّ کئی ایک اکائیوں کا مجموعہ ہو۔ پھر اس لفظ کا استعمال ہر جز کے لیے بھی ہوتا ہے اور اس کا معنی ہوتا ہے، ہر ایک۔ ہر کوئی، ہر شخص۔ ہر چیز جیسے فرمایا:

قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَى شَأْنِهِ (۱۸) آپ کہ دیجئے کہ ہر شخص اپنے ڈھب پر عمل کرتا ہے اور اکائیوں کے اس مجموعہ پر بھی جیسے اس کا معنی ہو گا سب۔ سارے۔ جیسے فرمایا:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا (۲۱) اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھلا دیے

۲۔ کَافَّةً: الکفان کسی چیز کے پورے گھیر کو کہتے ہیں۔ کات اسم فاعل اور کَافَّةً اس سے نژت ہے (مع) اس کا استعمال بھی دو طرح پر ہے۔

(۱) جب کُلّ بہت سی اکائیوں کا مجموعہ ہو تو یہ اس سارے مجموعہ کے لیے آئے گا اور اس لحاظ سے یہ کُلّ سے ابلغ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا
وَنَذِيرًا (۲۲) اور (اے محمد) ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے خوشخبری
سننے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

(۲) جب کل ایک ہی اکائی ہو تو اس کے کل اجزاء کو احاطہ کرنے کے لیے آتا ہے۔ اور اس لحاظ سے یہ کامل سے ابلغ ہے (مع) ارشادِ باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ
كَافَّةً (۲۳) اے ایمان والو! دین میں پورے پورے طور پر داخل
ہو جاؤ۔

اس آیت میں کَافَّةً کا لفظ اپنے دونوں معنی دے رہا ہے۔ یعنی سارے کے سارے بھی اور پورے کے پورے بھی۔

۳۔ اَجْمَعُونَ: جمع بمعنی اکٹھا کرنا۔ اور اَجْمَعُ بمعنی سب کامل کر کوئی کام کرنا۔ اور اَجْمَعُ عَلَى الْأَمْرِ بمعنی کسی معاملہ پر سب کا متفق ہو جانا۔ جیسے فرمایا:

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَاجْمَعُوا أَن
يَجْعَلُوهُ فِي غِيَابَتِ الْحَبِيبِ (۱۵) پھر جب بروزن یوسف یوسف کو لے گئے اور اس بات پر اتفاق کر لیا کہ اسے کسی گہرے کنوئ میں ڈالیں

اور اَجْمَعُونَ بمعنی سب کامل کر لیا ایک ساتھ ایک ہی وقت میں اکٹھے ہو کر کوئی کام کرنا ہے ارشادِ باری ہے:

فَجَدَّ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ (۱۶) تو سب فرشتوں نے ایک ساتھ مل کر آدم کو سوجھو کیا سارے بھی۔ یہ کُلّ سے بھی ابلغ ہے اور کامل سے بھی۔

(۲) کَافَّةً: یعنی پورے کا پورا بھی اور سارے کے (۳) اَجْمَعُونَ: بمعنی سب اکٹھے ہو کر، مل کر۔ ایک ساتھ۔

۸۔ سپرد کرنا حوالے کرنا

کے لیے اَكْفَلٌ اور كَفَّلٌ، وَكَلَّ اور دَفَعَ (الی) سَلَّمَ، قَوَّضَ، اسْتَوْذَعَ کے الفاظ آئے ہیں۔
۱۔ اَكْفَلٌ اور كَفَّلٌ، كَفَّلَ بمعنی کسی کے نان و نفقہ اور خبر گیری کا ذمہ دار ہونا۔ ضامن ہونا۔ اور
اَكْفَلٌ اور كَفَّلَ بمعنی خبر گیری اور تربیت کی ذمہ داری کسی دوسرے کے سپرد ہونا، دوسرے کو
ضامن بنانا۔ کفالت میں دینا (منہجہ مصنف) قرآن میں ہے:

إِنَّ هَذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ
نَعْبَةٌ وَرَأَىٰ نَعْبَةً وَاحِدَةً فَفَتَاَل
أَكْفَنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ (۲۳)

یہ میرا بھائی ہے۔ اس کے پاس ننانوے نعبیاں ہیں
اور میرے پاس (صرف) ایک ہے۔ یہ کہتا ہے کہ
یہ بھی میرے حوالے کر دے۔ اور بات کرنے میں مجھ پر
غالب آتا ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنْبَتَهَا
نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا (۲۴)

تو پروردگار نے اس کو پسندیدگی کے ساتھ قبول فرمایا،
اور اسے اچھی طرح پرورش کیا اور اس کی تربیت
حضرت زکریا کے سپرد کی

۲۔ وَكَلَّ: وَكَلَّ بمعنی اپنے معاملہ میں کسی دوسرے پر اعتماد کرنا (م۔ ل) اور وَكَلَّ بمعنی کسی دوسرے
پر اعتماد کر کے اپنا معاملہ اس کے سپرد کر دینا۔ اپنا وکیل بنانا یا نائب مقرر کرنا (مصنف۔ منہجہ)
ارشاد باری ہے:

قُلْ يَتُوبُ إِلَيْكُمْ مَلَكَ الْمَوْتِ الَّذِي
وُكِّلَ بِكُمْ (۲۲)

کہہ دو کہ موت کا فرشتہ جو تم پر (ہماری طرف سے)
مقرر کیا گیا ہے۔ تمہاری رو میں قبض کر لیتا ہے۔

۳۔ دَفَعَ (الی) بمعنی کسی کی چیز اس کے حوالے کرنا۔ اسے دے دینا۔ ارشاد باری ہے:

فَإِنْ أَنْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا
إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ (۲۶)

پھر اگر تم ان (تیمم زیر کفالت بچوں میں) عقل کی بھنگی
دیکھو تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔

۴۔ سَلَّمَ: سَلَّمَ بمعنی عیب اور آفت سے نجات پانا (م۔ ق) اور سَلَّمَ کے معنی السلام علیکم کہنا
بھی ہے، آفت سے بچانا بھی۔ اور سَلَّمَ إِلَىٰ فُلَانٍ بمعنی کسی چیز کو کسی کے سپرد کر دینا بھی
اور سَلَّمَ الشَّيْءَ فَتَسَلَّمْنَا بمعنی کسی کا کسی کو کوئی چیز سپرد کرنا اور اس کا اس چیز کو قبول کر لینا
منہجہ گو یا کسی تکلیف سے بچنے کے لیے اور کسی چیز کی سپردگی کے لیے سَلَّمَ آئے گا۔ ارشاد
باری ہے:

وَلَا أَنْزَلْنَاهُمْ أَنْ تَسْتَضِعُوا أَوْلَادَكُمْ
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَأَلْتُمْ مَسَا

اور اگر تم اپنی اولاد کو دودھ پلوانا چاہو تو تم پر کچھ گناہ
نہیں بشرطیکہ تم دودھ پلانے والیوں کو دستور کے مطابق

أَتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ (۲۳۳) ان کا حق جو تم نے دینا تھا ان کے حوالے کر دو۔

دوسرے مقام پر فرمایا:
وَدِيَّةٌ مِّثْلُ مَا لِيَ آهْلِ الْآيَاتِ
يَتَّخِذُونَ (۹۲) اور جو نبی مقتول کے وارثوں کے حوالے کر دو،
الایہ کہ وہ معاف کر دیں۔

۵۔ فَوَصَّيْنَا الْإِسْرَائِيلَ بِالْأَمْرِ مَعْ مَعْنَىٰ كَيْسِي كَامِ الْاِخْتِيَارِ كَيْسِي كَامِ الْاِخْتِيَارِ كَيْسِي كَامِ الْاِخْتِيَارِ كَيْسِي كَامِ الْاِخْتِيَارِ (مخبر)
ارشاد باری ہے:

وَأَفْوِضْ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ (۲۳۳) اور میں اپنا کام اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

۶۔ اسْتَوْذَعْ، وَذَعْ بِمَعْنَىٰ جَهْوَ ثَرَا۔ اور أَوْذَعِ الشَّيْءَ بِمَعْنَىٰ كَوْنِي حَيْزِ اِمْتَانَتِ رَكْنًا۔ اور وَذَعْ
بِمَعْنَىٰ مَسَافِرٍ كَوْرَحْتِ كَرْنَا۔ اور اسْتَوْذَعْ فَلَا تَأْشِيْنَا بِمَعْنَىٰ كَيْسِي كَامِ الْاِخْتِيَارِ كَيْسِي كَامِ الْاِخْتِيَارِ كَيْسِي كَامِ الْاِخْتِيَارِ كَيْسِي كَامِ الْاِخْتِيَارِ
طور پر رکھنا (مخبر) گویا یہ سپردگی بطور امانت ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

هُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ
وَاحِدَةٍ فَمُسْتَوْذَعٌ مُسْتَوْذَعٌ
اور دُہی تو ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا پھر
تمہارے لیے ایک جگہ (دنیا) ٹھہرنے کی ہے اور
ایک جگہ (قبر) سپرد ہونے کی۔ (۹۹)

یعنی تم دنیا میں ایک مدت تک زندہ رکھے جاتے ہو، پھر زمین میں دن ہو کر خدا کے سپرد
کیے جاتے ہو (جاندرہٹی)

ماہل؛ (۱) كَقْتَلْ: کسی کی تربیت کی ذمہ داری کسی کے سپرد کرنا۔

(۲) وَكَلَّ: کسی پر اعتماد کر کے اپنا معاملہ اس کے سپرد کرنا۔

(۳) دَفَعَ إِلَى: کسی کی چیز اس کے حوالے کرنا۔ بازادانی۔

(۴) سَلَّمَ: کسی تکلیف سے بچنے کے لیے کوئی چیز کسی کے سپرد کرنا۔

(۵) فَوَصَّيْنَا: کسی معاملہ کا اختیار کسی کے سپرد کرنا اور حاکم بنانا۔

(۶) اسْتَوْذَعْ: بطور امانت کوئی چیز کسی کے حوالے کرنا۔

ستارا دیکھیے ستارا

۹۔ سچ

کے لیے صِدْق اور حَقِّق کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ صِدْق: صِدْق بِمَعْنَىٰ سِجِّ بَوْلِنَا ضِدَّ كَذَبٍ، یعنی خلاف واقعہ کوئی بات نہ کہنا۔ معروف

لفظ ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ

وَكَذَبَ بِالصِّدْقِ إِذْ جَاءَهُ (۲۹) اور سچی بات جب اس کے پاس پہنچ جائے تو اسے جھٹلا دے

۲- حَقٌّ، (ضد باطل) حَقُّ ہر وہ بات یا چیز ہے جو تجربہ اور مشاہدہ کے بعد سچ اور درست ثابت ہو حقیقت۔ سچائی (مف) ارشاد باری ہے:

سَدْرِهِمْ اِيْتَانِي الْاَفَاقِ ذَاتِ
الْفَسْهِمْ حَتَّى يَبَيِّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ

ہم عنقریب ان کو اطراف عالم اور خود ان کی ذات
میں بھی اپنی نشانیاں دکھلائیں گے یہاں تک کہ
ان پر واضح ہو جائے گا کہ وہ (وہی قرآن) بالکل درست۔

(۵۳)

۱۰۔ سخت

کے لیے اَشَقُّ، اَشَدُّ، اَذْهَى، رَابِيَةٌ (ربو) عَصِيْبٌ، قَمَطَرٌ (قسطر) قَاسِيَةٌ (قسو) غَلِيْظٌ اور عَزِيْزٌ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱- اَشَقُّ، شَقٌّ الْأَمْرُ بمعنى کسی کام کا دشوار ہونا۔ اور شَقٌّ عَلَى فُلَانٍ بمعنى کسی کو مشقت میں ڈال دینا (منجد) اور اَشَقُّ كَالْفِظِ بِالْعُمُوْمِ ایسی مشقت کے لیے آتا ہے جو طاقت یا مقدور سے زیادہ ہو۔ تکلیف مالا یطاق۔ جان پر بن جانا۔ ارشاد باری ہے:

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ (۱۳۳)

اور آخرت کا عذاب بہت سخت ہے۔

۲- اَشَدُّ، قُوَّةٌ فِي شَيْءٍ (م-ل) یعنی کسی چیز کا بذات خود طاقتور اور سخت ہونا۔ قوت، طاقت اور زور میں سخت ہونا۔ زبردست بدن، قوت اور عذاب کے لیے آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

ثُمَّ يَرْدُنَّ اِلَى اَشَدِّ الْعَذَابِ (۲)

وہ سخت تر عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

۳- اَذْهَى، ذہی یعنی کسی کو مصیبت پہنچانا۔ اور ذَاهِيَةٌ بمعنی سخت مصیبت۔ بڑا سخت معاملہ (منجد) اور ذہی بمعنی ایک چیز کا دوسری کو ناگوار طریق سے پہنچانا یا مصیبت میں ڈالنا۔ اور ذَاهِيٌ اَلَّذَهْرُ بمعنی حادثاتِ زمانہ (م-ل) اور اَذْهَى بمعنی مصائب و مشکلات کے لحاظ سے سخت۔ ارشاد باری ہے:

وَ السَّاعَةُ اَذْهَى وَاَمْرٌ (۵۴)

اور وہ گھڑی (قیامت) بڑی سخت اور بہت تلخ ہے۔

۴- رَابِيَةٌ: (ربو) رَبَاً بمعنی بڑھنا۔ پھلنا۔ پھولنا۔ زیادہ ہونا۔ اور رَابِيَةٌ بمعنی ہر آن بڑھتی جانے والی۔ ارشاد باری ہے:

فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ
اَخْذَةَ رَابِيَةٍ (۱۶)

قوم عدا نے اپنے پروردگار کے پیغمبر کی نافرمانی کی
تو اللہ نے ان کو بڑا سخت پکڑا۔

۵- عَصِيْبٌ، عَصَبٌ میں دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک چیز کا دوسری سے ربط و ارتباط۔ اور (۲) سختی، عصبہ (ج اعصاب) بمعنی پٹھے نیز عَصْبَةٌ اس مضبوط جماعت کو کہتے ہیں جن کی تعداد دس یا دس سے زائد ہو اور ان کا آپس میں ربط و ارتباط ہو اور اسی وجہ سے وہ جماعت طاقتور اور مضبوط ہو (م-ل) جیسے حضرت یوسف کے بھائیوں نے اپنے باپ سے

کہا کہ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ (۱۳) یعنی ہم ایک طاقتور جماعت ہیں۔ اور عَصَب، نظریہ و عقیدہ کی سختی کو کہتے ہیں کہ انسان حق معلوم ہو جانے کے بعد بھی اسے قبول نہ کرے۔ اور عَصِيبُ ایسی چیز ہے جو سخت بھی ہو اور خیر و عافیت سے خالی بھی ارشاد باری ہے:

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لَوْطًا بِحَيٍّ
 بِهِمْ وَصَاقٍ بِهِمْ ذُرْعًا قَالَ هَذَا
 يَوْمٌ عَصِيبٌ (۱۴)

اور جب ہمارے فرستادہ (فرشتے) لوط کے پاس آئے تو لوط کو ان کا آنا ناگوار لگا اور دل گھٹ گیا۔ اور کہنے لگے آج کا دن بڑا سخت ہے۔

۶۔ قَمَطَرٍ: یعنی دلوں کو سخت مضطر کر دینے والا (مفت) قَمَطَرُ اس لکڑی کو کہتے ہیں جو جرموں کے پاؤں پھیلانے اور سزا دینے کے لیے ہوتی ہے (م۔ ق) اور قَمَطَرٌ تیر یعنی سخت شتر یا شدید ایام (مخبر) قرآن میں ہے:

إِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا
 قَمْطَرِيًّا (۱۵)

اور ہم کو اپنے پروردگار سے اس دن کا ڈر لگتا ہے (جو چہرہوں کو کریمہ نظر اور دلوں کو مضطر کرنے والا ہے۔ (عالمگیری))

اُداسی والے سخت دن سے (مثنائی؟)

۷۔ قَارِيَّةٌ: (قسو کا لفظ شدت اور صلابت پر دلالت کرتا ہے (م۔ ل) قَسًا بمعنی سخت اور ٹھوس ہونا (مخبر) حَجْرًا قَارِيًّا بمعنی سخت پتھر۔ اور الْقَسْوَةُ بمعنی سنگدل ہونا (مفت) گویا قَسْوَةُ کا لفظ بالعموم دل کی سختی، سنگدلی اور لطیف اور رحم کے جذبات سے عاری ہونے کے معنی میں آتا ہے کہتے ہیں الذَّنْبُ مُسْتَاهٌ لِلْقَلْبِ گناہ دل کو سخت بنانے والا ہے (مخبر) ارشاد باری ہے:

فَوَيْلٌ لِلْقَلْبِيَّةِ فُلُوْا بِهِمْ مِنْ ذِكْرِ
 اللّٰهِ (۲۹)

ہو رہے ہیں۔

۸۔ غَلِيظٌ: غَلِظٌ بمعنی موٹا ہونا۔ گاڑھا ہونا۔ سخت ہونا۔ کھردرا ہونا یا ناہموار ہونا۔ اور غَلِظَ الرَّجُلُ بمعنی مرد کا تند خو اور سخت کلام ہونا (مخبر) اور غَلِيظٌ (ضد لين) بمعنی سخت گاڑھا یا کھردرا۔ اور غَلِيظُ الْقَلْبِ یعنی ایسا آدمی جو سنگدل بھی ہو اور تند خو بھی (ج غَلِظٌ) ارشاد باری ہے:

عَلَيْهَا مَلِكٌ غَلِظٌ شَدَادٌ
 لَا يَتَّصُونَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ (۶۶)

دوزخ پر تند خو اور سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں اور ارشاد انہیں جو حکم دے وہ نافرمانی نہیں کرتے۔

۹۔ عَوَامٌ: عَوَامٌ بمعنی مزاج کی تندہی اور درشتی جس کا اثر انسان کے عمل میں ظاہر ہو۔ اور عَوَامُ الْجَيْشِ بمعنی لشکر کی تندہی، تیزی اور کثرت (مفت) ارشاد باری ہے:

فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْدَ الْعَرِمِ (۳۴)

تو ہم نے ان پر زور کا سیلاب بھجوا دیا۔

محل: (۱) اَشَقُّ: ایسی تکلیف جو مالا یطاق ہو۔ (۲) آذَى: مصائب کے لحاظ سے سخت۔ (۳) اَشَدُّ: کسی چیز کا جذبات خود سخت ہونا۔ (۴) رَابِيَّةٌ: ہر آن بڑھ جانے والا۔

- ہم نے انسان کو سختی بھیلے رہنے والا بنایا ہے۔
 (۱) قَسْوَةً: دل کی سختی۔
 (۲) غِلَظَةً: سنگدلی اور تند خوئی۔
 (۳) کَبَدًا: تازلیست سختی بڑاشت کینوںالی فطرت انسانی۔
 (۴) بَاسًا: سختی اور تنگی کا دور۔

۱۲۔ سَرَاطِنًا

کے لیے اَقْمَحٌ، اَقْتَعٌ اور عَلَا کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
 ۱۔ اَقْمَحٌ: اونٹ جب پانی سے سیر ہو کر سرا اور پراٹھا ٹاتا اور نظر نیچے رکھتا ہے تو اس کیفیت کو کہتے ہیں اَقْمَحَ الْبَعِیْرِ (ف ل ۱۸۶) اور جب انسان نیچے دیکھنا چاہے مگر کسی مجبوری کی وجہ سے سر کو نیچا نہ کر سکے صرف نگاہ نیچے کر سکے تو اسے بھی اَقْمَحَ الرَّجُلِ رَغَضٌ بَصْرُهُ ہی کہتے ہیں۔ (م-ق) ارشاد باری ہے:

لَا تَاْجْمَلْنَا فِیْ اَعْنَآءِهِمْ اَعْلَا لَا فِیْہِیْ
 اَلِیْ اَلْاَذْقَانِ فَہُمْ مُتْمَعُونَ (۲۱)
 ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال رکھے ہیں اور وہ
 ٹھوڑیوں تک پھنسے ہوئے ہیں تو ان کے سر
 اُل رہے ہیں۔

۲۔ اَقْتَعٌ: یعنی آواز یا سر کو اٹھانا۔ بلند کرنا۔ اور مُقْتَعٌ یعنی سر کو اٹھا کر دیکھنے والا (مخبر) ارشاد باری ہے:

مُهْطِعِیْنَ مُقْتَعِیْ رِوْءِہِمْ لَا یَرْتَدُّ
 اِلَیْہِمْ صِرْفُہُمْ وَاَقْتَدَتْہُمْ ہَوَآءُ
 اور ان کے دل ہارے خوٹے) ہوا ہو رہے ہوں گے۔
 وہ سر اٹھائے (میدان قیامت کی طرف) دوڑ رہے
 ہوں گے۔ ان کی نگاہیں ان کی طرف لوٹ نہ سکیں گی

۳۔ عَلَا یَعْلُوْا عَلَآً: بلند ہونا۔ سراٹھانا (مخبر) (عَلُوْضٌ مُّقْبَلٌ) ہے۔ گویا یہ لفظ عام ہے تاہم زیادہ تر بڑے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ مادی اور معنوی دونوں طرح آتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں عَلٰی یَعْلٰی عموماً اچھے مفہوم میں آتا ہے (مفت) ارشاد باری ہے:

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ (۲۸)
 فرعون نے ملک میں سراٹھا رکھا تھا۔

حاصل: (۱) اَقْمَحٌ: میں سر اٹھا ہوا اور نظر نیچے (۲) اَقْتَعٌ: میں سر اٹھا ہوا اور نظر سامنے یا اوپر کو (۳) عَلَا: یعنی سرکشی کے طور پر بلند ہونا یا سراٹھانا۔

۱۳۔ سَرْدَارٌ

کے لیے سَيِّدٌ (سود) مَلَأٌ، رَهَطٌ، اَيْمَةٌ اور نَقِیْبٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
 ۱۔ سَيِّدٌ: سَادَ بمعنی شریف ہونا، بزرگ ہونا۔ قوم کا سردار ہونا۔ شان و شرف میں کسی پر غالب آنا (مخبر) سَوَادٌ بمعنی بڑی جماعت اور سَيِّدٌ اس بڑی جماعت کے سردار کو کہتے ہیں

چونکہ سردار کا مہذب ہونا لازمی ہے اس لیے ہر شریف لفظ آدمی کو بھی سید کہہ سکتے ہیں۔ اور اسی نسبت آقا اور خاوند کو بھی سید کہا جاتا ہے (معنی) (حج سادات (۳۲) اور سادات) یہ لفظ اچھے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا
 وَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا (۳۲)

اور بڑوں کی اطاعت کی تو انہوں نے ہمیں راہ سے بہکا دیا۔

۴۔ مَلَا: مَلا بمعنی بھرنا اور مَلَا بمعنی وہ جماعت جو کسی امر پر مجتمع ہو۔ اور نظروں کو نوا ہری حسن و جمال اور نفوس کو مہیبت بھروسے (معنی) اور اُس کا سردار جو آنکھوں کو تکبر اور سینہ کو مہیبت پھرتے ہیں (مق) اور عرف عام میں مَلا سے مراد وہ سرکاری درباری لوگ ہوتے ہیں جو شاہی اثر و نفوذ کی بنا پر لوگوں پر مسلط رہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِن
 قَوْمِهِ لَنُنْجِرَنَّكَ يَا شُعَيْبُ وَالَّذِينَ
 مَعَكَ مِنْ قَوْمِنَا (۳۸)

اس کی قوم کے تکبر سرداروں نے کہا، اے شعیب ہم تجھے اور تیرے ساتھیوں کو اپنے شہر سے نکال دیں گے۔

۳۔ رَهَطٌ: قبیلہ۔ ایک قبیلہ کے لوگوں کی مختصر جماعت جن کی تعداد اسے کم ہو اور ان میں کوئی عورت نہ ہو، پھر اس جماعت کے سردار کو بھی رَهَط کہتے ہیں (معنی) اور یہ عموماً بڑے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے اور رَهَط اس چھیڑے کو بھی کہتے ہیں جو عورت ایام حیض میں جائے مخصوص میں رکھتی ہے اسی سے عوارہ ہے هُوَ اَذَلُّ مِنَ الزَّهَطِ یعنی وہ حیض کے چھیڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ اور جب لفظ رَهَط کی اصناف کسی عدد کی طرف ہو تو اس سے افراد و اشخاص مراد لیے جاتے ہیں۔ جیسے عَشْرُونَ رَهَطًا بمعنی میں اشخاص زہد قرآن میں ہے:

وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ
 يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ

اور اس شہر میں نو سردار تھے جو زمین میں فتنہ و فساد برپا کرتے۔ اور اصلاح کا کوئی کام نہ کرتے تھے۔

(۲۴)
(۳۸)

۴۔ اٰئِمَّة: (امام کی جمع) وہ شخص یا کتاب یا قول جس کی اقتداء کی جائے۔ خواہ وہ انسان ہو یا اس کے اقوال یا کوئی کتاب ہو خواہ وہ حق پر ہو یا باطل پر (معنی) انسان کی صورت میں عموماً مذہبی پیشوا کے معنوں میں آتا ہے یا نماز میں جماعت کا امام۔ اب ان کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

لَا وَكَلَّ شَيْءٌ اٰخَصَيْنَاهُ فِيْ اِمَامٍ مُّبِينٍ۔ اور ہم نے ہر چیز کو واضح کتاب میں لکھ رکھا ہے۔

(۲۶)
(۱۳)

(۱۲) ہدایت کے امام، وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اٰئِمَّةً
 يَهْتَدُونَ يَا مَرْيَمُ اَلَمْ نَصَبِيْكَ لِمَا نَصَبْنَا لَكَ

اور ان میں سے ہم نے پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے۔

(۳) کفر کے امام؛ فَتَاتِلُوا أُمَّتَهُ الْكُفْرَ ان کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو۔ ان کی تمہوں کا کوئی
انہم لا ایمان لہم (۹)

اعتبار نہیں۔

۵۔ نقیب: نَقَبَ بمعنی دیوار میں سوراخ کرنا۔ نَقَبَ لَكَانًا۔ اور نَقَبَ عَنِ الْأَخْبَارِ بمعنی خبروں کی
تحقیق کرنا۔ اور نَقَبَ بمعنی اپنے کارناموں پر فخر کرنا۔ اور نَقَبَ بمعنی کسی قوم کے حالات جاننے والا
اور صَفِيْبٌ بمعنی شریفانہ کارنامہ۔ اور نَقِيْبٌ بمعنی قوم کے حالات جاننے والا۔ قوم کا سردار۔ نمبردار
قوم کا گواہ اور ضامن (صفت۔ منجد) یہ لفظ بھی اچھے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے،
وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَبَعَثْنَا هُنَالَهُمْ اشْتِئًا
عَشْرَ نَقِيْبًا (۱۳)

حاصل: (۱) سید کسی بڑی جماعت کا سردار۔ (اچھے مفہوم میں)

(۲) مَلَأَ، سرکاری درباری حضرات اور قوم پر چھائے ہوئے لوگ (بڑے مفہوم میں)

(۳) رَهَطٌ، ایک ہی قبیلہ کی ایک مختصر سی جماعت۔ شریر لوگ اور اس کا سردار۔

(۴) رَاهِمٌ: پیشوا۔ جس کی اقتدار کی جائے۔ اچھا ہو یا بُرا۔

(۵) نَقِيْبٌ: نمبردار اور ضامن۔ نگران۔

۱۴۔ سرد۔ سردی

کے لیے شِتَاءٌ، صَرٌّ اور صَرٌّ، نَفْحَةٌ اور زَهْمٌ تُوْر کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ شِتَاءٌ، بمعنی سردی کا موسم (مضد صَيْفٌ بمعنی گرمی کا موسم) اور شَتَوِيٌّ بمعنی موسم سرما کی بارش
(منجد) ارشاد باری ہے:

لِيَأْتِيَنَّ قُرَيْشٍ رِيْلًا فِيهِمْ رِيْحَةُ
الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ (۱۴)

قریش کو مانوس کرنے اور ان کو جاڑے اور گرمی کے
سفر سے مانوس کرنے کے سبب۔

۲۔ صَرٌّ: صُرَّ النَّبَاتُ بمعنی پودوں کو ٹھنڈی ہوا کا مار جانا (منجد) اور صَرٌّ بمعنی سخت سردی
پالا۔ کُر (پنجابی کٹر) ارشاد باری ہے:

كَمْ شَرِّ رِيْحٍ فِيهَا صَرٌّ أَصَابَتْ
حَرَبٌ قَوْمٍ ظَلَمُوا فَأَهْلَكْتَهُمْ
(۱۴)

اس کی مثال ہوا کی سی ہے جس میں سخت سردی ہو
ایسی قوم پر جو اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے چلے اور
اسے تباہ کرے۔

۳۔ صَرٌّ: بمعنی سخت ٹھنڈی اور تیز ہوا۔ سنائے کی ہوا جو ٹھنڈی اور تیز بھی ہو اور آواز بھی
پیدا کرے۔ سائیں سائیں کرنے والی شدید ٹھنڈی ہوا (م۔ ق) ارشاد باری ہے:

وَأَمَّا عَادٌ فَأَهْلَكْنَا بِرِيْحٍ صَرِّيرٍ
رہے عادتوان کا تیز اور ٹھنڈی ہوا سے ستیا ناس

- ۴- مَرَدٌ، بمعنی نافرمان اور سرکش ہونا۔ ہمسروں سے آگے نکلنا (مجد) گویا مَرَدٌ سے ایسی سرکشی مراد ہے جس میں کوئی دوزخ سے آگے نکل جائے۔ ارشادِ باری ہے:
- إِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَّغْرِبًا ﴿۱۱۲﴾ اور اگر پکارتے ہیں تو شیطان سرکش کو۔
- ماحصل (۱۱) طغی، ایسا تجاوز جس میں غلبہ اور قہر بھی ہو۔
- (۲) عتًا، ایسی سرکشی جس کی وجہ تکبر ہو۔
- (۳) عتلا، غلبہ و اقتدار حاصل ہونے پر سرکشی اختیار کرنا۔
- (۴) مَرَدٌ: سرکش ہونا پھر اس میں آگے نکل جانا۔ اُڑ جانا۔
- سرگردان پھرنا کے لیے دیکھیے "آوارہ پھرنا"

۶- سرگوشی کرنا

- کے لیے تَخَافَتٌ اور تَنَاجَىٰ نجوی (نجی) کے الفاظ آئے ہیں۔
- ۱- تَخَافَتٌ، خَفَتٌ بمعنی آواز کا پست ہونا۔ اور تَخَافَتٌ بمعنی پست آواز سے گفتگو کرنا۔ (مجد) آپس میں کھسر پھسر کرنا۔ خواہ یہ بات کوئی سن بھی لے۔ قرآن میں ہے:
- يَتَخَفَتُونَ بَيْنَهُمْ إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا عَشْرًا ﴿۲۰﴾ وہ آپس میں آہستہ آہستہ کہیں گے کہ تم (دنیا میں) صرف دس ہی دن رہے ہو۔
- ۲- تَنَاجَىٰ، نجوی۔ نَجَاً بمعنی سرگوشی کرنا۔ رازداری کی بات چیت کرنا۔ اور تَنَاجَىٰ بمعنی کج رازدار بنانا (مجد) خفیہ مجلس کرنا۔ علیحدہ مقام پر رازداری کی بات چیت کرنا۔ ارشادِ باری ہے:
- إِنَّمَا التَّجْوِي مِنْ الشَّيْطَانِ لِيَحْزُنَ الَّذِينَ آمَنُوا ﴿۵۸﴾ (کافروں کی) سرگوشیاں تو شیطان (کی حرکات) سے ہیں تاکہ مومن ان سے افسردہ ہوں۔
- دوسرے مقام پر ہے:
- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ أَتَا جَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْأَثَرِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَةِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْقَوِي ﴿۶۴﴾
- لے ایمان والو! جب تم آپس میں سرگوشیاں کرنے لگو تو گناہ اور زیادتی اور پیغمبر کی نافرمانی کی باتیں نہ کرنا بلکہ نیکو کاری اور پرہیزگاری کی باتیں کرنا۔
- ماحصل (۱۱) تَخَافَتٌ، محض پست آواز سے کھسر پھسر کرنا اور نجوی جبکہ یہ بات چیت رازدارانہ ہو اور علیحدگی میں کی جائے۔

۷- سُرْبٌ

کے لیے نَفَقٌ اور سُرْبٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- نَفَقَ: ایسا راستہ جس کی دونوں اطراف کھلی ہوں۔ آپر پار نکل جانے والا کوچہ یا سڑنگ (ن ل ۳۰) جیسے پہاڑ کو کاٹ کر نیچے سے ریل یا ٹریفک کے لیے راستہ یا سڑنگ بنانی جاتی ہے۔ نَفَقُ التَّوْبِیْلِ بمعنی پا جانے کا بیضہ اور نَفَقَاءَ التَّيْبُوعِ بمعنی جنگلی چوہے کا بل جس کے دودہا نے ہوں۔ اور نَفَقُ التَّيْبُوعِ وَنَفَقَ بمعنی چوہا بل میں ایک دہانے سے داخل ہوا اور دوسرے سے نکل گیا۔ ارشاد باری ہے:

فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا
تَوَاكُرَ طَمْتِ هَوْتُو زَمِينٍ مِثْلِ كَوْنِي سَرْبِكَ دَهْوِ نَدْحِ
فِي الْأَرْضِ أَوْ سَلَّمًا فِي السَّمَاءِ (۳۵)

۲- سَرْبِ: ایسی سڑنگ جس کا ایک ہی منہ ہو۔ اور سَرْبِ بمعنی برابر گھستے چلے جانا (ن ل ۳۰) اور لَشْرِبَتِ الْحَيَّةُ إِلَى جُنْحِهَا بمعنی سانپ کا اپنے بل میں اتر جانا۔ ارشاد باری ہے:

فَلَمَّا بَلَغْنَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيًا
حَوْتَهُمَا وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ
سَرَبًا (۱۶)

پھر جب وہ دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچے تو اپنی ٹھپسی بھول گئے اور اس ٹھپسی نے سمندر میں سڑنگ کی مانند اپنی راہ بنالی۔

ماحصل: سڑنگ کے گرد دہانے ہوں تو وہ نَفَقِ اور اگر ایک ہی ہو تو وہ سَرْبِ ہے۔
سڑنگ کے لیے دیکھیے ”غذاب“ سزا دار — دیکھیے لائق ہونا“

۱۸۔ سستی کرنا سست ہونا

کے لیے كَسَلٌ، وَهْنٌ، وَتَنِي، (اسْتَحْسَرَ حَسْرًا) اور بَطْطًا (بططًا) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
۱- كَسَلٌ، بے رغبتی یا بے دلی کی وجہ سے طبیعت کا گرا ل ہونا۔ کا بل ہونا۔ ڈھیلا ڈھالا ہونا یا رہنا (معن) ارشاد باری ہے:

وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا هُتُوًا
كَسَالِي (۴۳)

اور جب یہ (منافق) نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سست اور کا بل ہو کر کھڑے ہوتے ہیں۔

۲- وَهْنٌ، جسمانی یا اخلاقی کمزوری کی وجہ سے سست ہونا (معن) ارشاد باری ہے:

وَلَا تَتَّبِعُوا فِي اتِّبَاعِ الْقَوْمِ (۴۳)

اور اس (کافر) قوم کا پیچھا کرنے میں سستی مت کرو۔

۳- وَتَنِي، بمعنی کوتاہی کرنا۔ لاپرواہی کرنا۔ سستی کرنا (منجہ) کسی کام کے کرنے میں بلاوجہ مقدمہ بھروسہ نہ کرنا۔ ارشاد باری ہے:

إِذْ هَبَّ آنتَ وَأَخْوَلَ بِأَيْتِي وَلَا
تَنِيَا فِي ذِكْرِي (۴۳)

اے موصی! تم اور تمہارا بھائی میری نشانیاں لے کر (فرعون کے پاس) جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔

۴- اسْتَحْسَرَ، حَسْرَ بمعنی تھک جانا۔ اور حَسْرَ الْبَصَرِ بمعنی نگاہ کا تھک جانا، بینائی کا کمزور ہونا۔ اور حَسْنِيرَ بمعنی تھکا ماندہ (منجہ) گویا حسرتی کرنے کو کہتے ہیں جو تھکاوٹ کی وجہ سے

واقع ہو۔ اکتا جانا۔ ارشاد باری ہے،

وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ ﴿٢١٩﴾
اور جو (فرشتے) اس کے پاس وہ اس کی عبادت سے
تکبر کرتے ہیں اور نہ اکتاتے ہیں۔

۵۔ بَطَّأً: الْبَطْوُ بمعنی چلنے میں دیر لگانا اور سستی کرنا اور ابْطَأُ بمعنی سست رفتاری سے
متصفت ہونا۔ اور بَطَّأً بمعنی بہت زیادہ سستی کرنا اور دیر لگانا (صفت) قرآن میں ہے،
وَلَا يَسْتَكْبِرُونَ لَكُمْ لِيَبْطِئَنَّ ﴿٢٢٠﴾ اور تم میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو عمدلاً دیر لگاتے ہیں
مہصل: (۱) کَسَلٌ، بے دلی کی وجہ سے سستی۔ (۲) اسْتَحْسَرٌ: تھکاوٹ کی وجہ سے سستی۔

(۲) وَهَمٌّ: جسمانی یا اخلاقی کمزوری کی وجہ سے سستی۔ (۵) بَطَّأً، سست رفتاری یا عادتاً سست ہونا اور
(۳) فَرَقِي: لاپرواہی کی وجہ سے سستی۔ پھر دیر لگا دینا۔

۱۹۔ سفر کرنا

کے لیے سَفَرًا، سَاحَ (سیح) ظَعَنًا، نَفَرًا اور ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَفَرًا: بمعنی اپنی ہاتھ سے دور نکل جانا۔ ل اور بمعنی مسافت طے کرنا۔ یہ لفظ عام ہے۔
خواہ سفر کی مقصد کے لیے ہو۔ قرآن میں ہے،
وَلَا يَسْتَكْبِرُونَ لَكُمْ لِيَبْطِئَنَّ ﴿٢٢٠﴾ اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو۔

۲۔ سَاحَ، سَاحَ الْمَاءَ بمعنی پانی کا آوارہ پھرنا اور سَاحَ بِمَعْنَى فَرَاخٍ جَلْجَلًا، سَاحَةَ الدَّارِ بمعنی گھر کا
آنکھن۔ گھر سے ملحقہ یا نزدیک فراخ جگہ (صفت) اور سَاحَ بِمَعْنَى فَرَاخٍ جَبْجَبًا بمعنی چلنا پھرنا۔ سیر و سیاحت
خواہ یہ محض تفریحی ہو یا کسی دوسری غرض کی بنا پر۔ قرآن میں ہے،
فَيَسْجُدْ سَوْجُدًا بَدِيعًا فِي الْأَرْضِ أَنْبَعًا أَشْهُرًا ﴿٢٢١﴾ تو لے کر، تم زمین میں چار مہینے چل پھرو۔

۳۔ ظَعَنًا: بمعنی کوچ کرنا ایک جگہ سے کوچ کر کے دوسری جگہ جانا۔ نقل مکانی کرنا (صفت) ل ظَعَانٌ
بمعنی ہجرت باندھنے کا رستہ۔ ظُعُونٌ بمعنی بار برداری کا اونٹ۔ ظُعِينَةٌ بمعنی ہجرت۔ اور وہ عورت
جو اکثر سفر اور ہجرت میں رہے۔ ارشاد باری ہے،

وَجَعَلْنَا لَكُمْ مِنْ جُلُودِ الْأَنْعَامِ بُيُوتًا
تَسْتَحْفِقُونَ فِي يَوْمٍ ظَعِنِكُمْ وَيَوْمٍ
إِقَامَتِكُمْ ﴿٢٢٢﴾
اور اسی نے تمہارے لیے چوپایوں کی محالوں کو بنائے جو بکے
رہتے ہیں تم پر تمہارے سفر کے دن اور تمہاری اقامت
کے دن۔

۴۔ نَفَرًا، التَّفْئِيرُ دس آدمیوں سے کم کا گروہ۔ لڑائی کی طرف کوچ کرنے والے لوگ۔ اور التَّفْئِيرُ الْعَامُ
بمعنی دشمن کے مقابلہ میں عوام کا اٹھ کھڑا ہونا (مخبر) اور نَفَرًا بمعنی کسی مہم یا جنگ پر دشمن کے
مقابلہ کے لیے جانا۔ ارشاد باری ہے،

فَاتَّفِئِرُوا ثَبَاتٍ أَوْ انْفِئِرُوا جَمِيعًا
پھر تم (میدان جنگ کی طرف) خواہ چھوٹے چھوٹے

۲۱) وقتوں کی صورت میں نکلوا یا سب اکٹھے ہو کر۔

۵۔ صَرَبَ فِي الْأَرْضِ: لفظی معنی زمین پر پاؤں مارنا۔ سفر کے لیے محاورہ استعمال ہوتا ہے اور عموماً لیے سفر کے لیے جو دور دراز کا بھی ہو اور با مقصد بھی ارشاد باری ہے:

رَاخِرُونَ يَصِيرُونَ فِي الْأَرْضِ اور بعض دوسرے کے فضل یعنی معاش کی تلاش میں ملک یَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ (۲۳) میں سفر کرتے ہیں۔

۶۔ رَحَلَ: الرَّحْلُ یعنی کجاوہ۔ پالان۔ منزل۔ قیام گاہ۔ سفر میں ساتھ رہنے والا سامان۔ اور رَحَلَ بمعنی اونٹ یا کسی جانور کی پشت پر کجاوہ یا پالان باندھنا۔ سوار ہونا۔ کوچ کرنا۔ سفر پر روانہ ہونا۔ منجہد ارشاد باری ہے:

إِيْلَاهُمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ۔ انہیں (قریش کو) جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے سبب۔ (۲۶)

ماہصل: ۱۱) سَفَر: سفر کے لیے عام لفظ۔

(۲) سَاح: وسیع میدان میں مختلف سمتوں میں سفر۔ سیر و سیاحت۔

(۳) ظَمَنَ: نقل مکانی کے سلسلہ میں کوچ کرنا۔

(۴) نَفَرَ: کسی مہم پر یا دشمن کے مقابلہ کے لیے نکلنا۔

(۵) صَرَبَ فِي الْأَرْضِ: دور دراز کا با مقصد سفر۔

(۶) رَحَلَ: کوچ اور اس کی تیاری سب رحل میں شامل ہے۔

سمت کے لیے دیکھیے۔ جانب۔ سگڑنا کے لیے دیکھیے۔ ”شک ہونا“

۲۰۔ سمجھنا۔ سمجھانا

کے لیے شَعَرَ، فَهَمَّ، فَتَّهَ اور عَقَّلَ کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ شَعَرَ: الشَّعْرُ یعنی بال اور شَعَرَ یعنی بال کی طرح باریک علم حاصل کرنا ہے (مفت) کسی معاملہ کی باریکی اور لطافت کو سمجھ لینا۔ ارشاد باری ہے:

وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ (۶) اور (یہ منافق درحقیقت) اپنے سوا کسی کو چکا نہیں دیتے اور وہ (یہ بات) سمجھتے نہیں۔

۲۔ فَهَمَّ: الْفَهْمُ انسان کی اس ذہنی قوت کا نام ہے جس سے وہ مطالب کو بہتری اور عمدگی کے

ساتھ اُخذ کر لیتا ہے۔ اور فَهَمَّ بمعنی کسی چیز کو لچھی طرح سمجھ لینا (مفت) اور بمعنی کلام سنتے ہی

معانی کو جان لینا یا سمجھ لینا (فق ل ۶۹) اور سَرَّيْنِغَ الْفَهْمِ بمعنی بات کو فوراً سمجھ جانے والا۔ اور

سَيَّ الْفَهْمِ بمعنی کند ذہن (فق ل ۶۹) اور فَهَمَّ کسی چیز کی حقیقت دوسرے کو سمجھا دینا۔ قرآن میں ہے:

وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شُهَدًا إِنَّهُمْ لَفَقَهْنَاَهَا اور ہم ان کے فیصلہ کرنے کے وقت موجود تھے۔

سَلِّتَيْنِ (۲۱/۸) ہم نے سلیمان کو معاملہ پوری طرح سمجھا دیا۔
 ۲۔ فَقَا: اَلْفِقُّ وَهُوَ عِلْمٌ هُوَ جَسَ كَسْ ذَرِيعَةُ عِلْمٍ حَاضِرٍ مِنْ عِلْمٍ غَيْبٍ تَحْتَ سَبْعَةِ مِائِينَ (صفت) دوسری مثالوں اور احکام کو سامنے رکھ کر پیش آمدہ معاملات کا حل تلاش کرنا۔ قرآن میں ہے:
 أَنْظُرْ كَيْفَ نَصَّبْنَا آيَاتِ لَعَلَّكُمْ يَفْقَهُونَ (۶۶)
 دیکھو ہم کیسے مختلف انداز سے نشانیاں بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھ سکیں۔
 تَفَقَّ: بمعنی کسی معاملہ میں سمجھ بوجھ پیدا کرنا اور بصیرت حاصل کرنا۔ اور معاملہ کی تہ تک پہنچنا ہے۔
 ارشادِ باری ہے:

فَلَوْلَا نَفْسٌ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ (۱۱۳)
 تو یوں کیوں نہ کیا کہ ہر ایک جماعت میں سے چند اشخاص نکل جاتے اور دین میں سمجھ پیدا کرتے۔
 ۳۔ عَقَلٌ: بمعنی سمجھ بوجھ والا ہونا، غلطی کا احساس کرنے کے قابل ہونا (مخبر) اور عَقْلٌ بمعنی روکنا اور منع کرنا۔ اور عَقَالٌ وہ پائے بند جس سے اونٹ کا پاؤں باندھا جاتا ہے۔ اور اَلْمُعَقَّلُ بمعنی پناہ گاہ۔ پہاڑ یا قلعہ جس میں پناہ لی جائے (صفت) گویا عقل کا یہ کام ہے کہ وہ نفع و نقصان کا امتیاز کرے اور نقصان دہ باتوں سے بچنے کی تدبیر اختیار کرے (فقہ ۶۵) اور فائدہ مند چیزوں کے حصول اور قبولِ علم کے لیے ہر وقت تیار رہے۔ پھر سوچ و بچار کر کے (صفت) ارشادِ باری ہے:
 أَمَّا مَرْوَنَ النَّاسِ بِالْبِرِّ وَتَنَسَّوْنَ (۱۱۳)
 (یہ) کیا عقل کی بات ہے کہ تم لوگوں کو نیکی کرنے کو اَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتَّكُونَ الْكِتَابَ
 کہتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم اللہ کی کتاب بھی پڑھتے ہو۔ کیا تم سمجھتے نہیں؟
 أَفَلَا تَعْقِلُونَ (۱۱۳)

ماحصل: ۱) شعراً کسی معاملہ کی باریکی اور لطافت کو سمجھنا۔

(۲) فہم: کسی معاملہ کے معانی و مطالب کو سمجھنا۔

(۳) فقہ: موجودہ مثالوں پر غور کر کے اس جیسے دوسرے مسائل کا حل نکالنا۔

(۴) عقل: اپنے نفع و نقصان کو سمجھنا پھر اسے اختیار کرنے یا چھوڑنے کی تدبیر کرنا۔

نیز دیکھیے ”غور کرنا“ اور ”عقل دلے“

سمیٹنا کے لیے دیکھیے ————— ”اکٹھا کرنا“

۲۱۔ سننا

کے لیے سَمِعَ، سَمِعَ، سَمِعَ، سَمِعَ، اسْتَمِعَ، اسْتَمِعَ، اسْتَمِعَ اور اذِنَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَمِعَ: کوئی بات یا آواز کانوں سے سننا اور اَلسَّمْعُ بمعنی قوتِ سماعت بھی ہے اور کان بھی۔ ارشادِ باری ہے:

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ

بیشک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے

فِي زَوْجِهَا (۵۱) خاوند کے بارے میں تجھ سے بھگڑ رہی تھی۔
 ۲- سَمَاعٌ: سَمَاعٌ بمعنی سننے والا۔ اور سَمَاعٌ بمعنی جاسوس۔ وہ شخص جو جاسوسی کرنے کے لیے کان دھرے۔ ارشادِ باری ہے:
 سَمِعُونَ لَكُذِبٍ سَمِعُونَ لَقَوْهٍ
 وَهُ غَلَطَ بَاتِينَ بِنْتَهُ كُو جاسوسی کرتے ہیں اور ایسے
 لُكُؤُنٌ لَمَّا يَأْتُونَكَ (۵۲)
 لوگوں کے لیے جاسوس بنے ہیں جو تمہارے پاس
 نہیں آئے۔

۳- اور اسَمِعَ بمعنی کوئی بات دوسرے کو سنانا۔ ارشادِ باری ہے:
 إِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْكُفْرَ وَلَا تَسْمَعُ الصَّمَّ
 الدُّعَاءَ إِذَا وَكَلْنَا مَدِيرِينَ (بیٹے)
 ۴- اسَمِعَ: بمعنی کان لگانا۔ کان دھرنا۔ کوئی بات یا آواز سننے میں کوشش سے کام لینا (منجہ مہف) جبکہ
 آواز اچھی طرح سنانی نہ ہو۔ قرآن میں ہے:

قُلْ أَوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرَاتٍ
 الْجِنَّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا۔
 آپ کہہ دیجئے کہ میری طرف وحی آئی ہے کہ جنوں کی ایک
 جماعت نے کان لگائے تو کہنے لگے کہ ہم نے ایک
 عجیب قرآن سنا۔ (۴۲)

۵- اَذِنَ: کان لگا کر دھیان سے سنانا (مہف) تعمیل ارشاد کے لیے بات کو اچھی طرح سنانا۔ ارشادِ باری ہے:
 وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا رَحْمَةً (۸۲)
 اور وہ کان لگائے اپنے پروردگار کے حکم کی طرف اور
 یہی اس کے لیے مناسب ہے۔

۶- اور اَذِنَ بمعنی کبھی سنانا اور خبر کرنا۔ آگاہ کرنا (منجہ مہف) قرآن میں ہے:
 وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ إِيْنِ شُرَكَائِهِمْ
 قَالُوا أَوْ ذُنَاكَ مَا مَاتْنَا مِنْ شَهِيدٍ (۸۳)
 اور جس دن اللہ انہیں پکارے گا کہ میرے شریک کہاں
 ہیں؛ تو کہیں گے کہ ہم نے تجھے کہ سنا یا کہ آج ہم ہیں
 کوئی گواہی دینے والا نہیں۔

ماصل: (۱) سَمِعَ: کوئی بات یا آواز سنانا۔ عام (۴) اسَمِعَ: کان لگانا اور آواز یا بات سننے کی کوشش کرنا۔
 معنوں میں۔
 (۲) سَمَاعٌ: بمعنی جاسوسی کے طور پر سننے والا
 (۳) اسَمِعَ: کسی دوسرے کو کوئی بات سنانا۔
 (۵) اَذِنَ: تعمیل ارشاد کے لیے بات کو غور سے سنانا۔
 (۶) اَذِنَ: سنانا کسی کو خبر دار کرنا۔

۲۲ سنوارنا

کے لیے اَصْلَحَ اور زَكَّى کے الفاظ آتے ہیں۔

۱- اَصْلَحَ (ضد اَسَدًا) بمعنی خرابی اور بگاڑ کو درست کرنا۔ مادی اور معنوی بر لحاظ سے اس کا استعمال عام ہے

ارشاد باری ہے:

كُفِّرْ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحْ بَالَهُمْ۔ (اللہ تعالیٰ نے) اُن سے اُن کے گناہ دُور کر دیے اور اُن کی حالت سنواری۔ (۳۶)

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا (۵۶)

۲۔ زَكِيٌّ (زکو) زَكِيٌّ اور زَكِيٌّ کا لغوی معنی کھیتی وغیرہ کا بڑھنا اور زیادہ ہونا ہے۔ اور زَكِيٌّ مَالُهُ بمعنی مال کی زکوٰۃ ادا کرنا۔ اور زَكِيٌّ نَفْسُهُ بمعنی اپنے منہ میں مٹھو بنانا ہے (مخمد) لیکن شریعت نے لفظ تَزْكِيَّةً کو اصطلاح کے طور پر پاک کرنا اور اصلاح کرنا کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ اور تَزْكِيَّةً نَفْسٍ بمعنی نفس کو اخلاقی رذیلہ سے پاک کرنا اور اچھے اخلاق میں اضافہ کرنا ہے۔ ارشاد باری: قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا (۹۱)

جس نے اپنے نفس (یعنی رُوح کو) پاک رکھا وہ مراد کو پہنچا اور جس نے اسے خاک میں ملایا تو خسارے میں رہا۔
محصّل: اصلاح کا لفظ ہر قسم کے بگاڑ کو سنوارنے کے لیے آتا ہے جبکہ زَكِيٌّ کا لفظ نفس کے بگاڑ کو درست کرنے پھر اس میں اعلیٰ اخلاق کا اضافہ کرنے کے لیے آتا ہے۔

۲۳۔ سوار ہونا۔ کرنا

کے لیے رَكِبَ اور اسْتَوَى (سوی) علی اور حَمَلَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَكِبَ بمعنی کسی سواری پر سوار ہونا کسی جانور کی پیٹھ پر بیٹھنا وغیرہ۔ اور رَكَبَ بمعنی سواری۔ سواری کا اونٹ۔ اور رَاكِبٌ بمعنی سوار۔ بالعموم شتر سوار کے لیے مستعمل ہے۔ اور رَكِبَ بمعنی شتر سوار

کا تالیفہ قرآن میں ہے:

حَتَّىٰ إِذَا رَكِبَ فِي السِّفِينَةِ خَرَقَهَا۔ یہاں تک کہ وہ دونوں کشتی میں سوار ہوئے تو اس غمزدگی نے کشتی کو توڑ ڈالا۔ (۱۸)

۲۔ اسْتَوَى (علی) بمعنی سوار ہونے کے بعد سنبھلنا۔ جم کر بیٹھ جانا۔ قرار پکڑنا۔ ارشاد باری ہے:

لِاسْتَوَىٰ عَلَى ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذَكَّرُوا (چار پاؤں) کی پیٹھ پر سوار ہو اور رَكِبَ نِعْمَةً رَبِّكُمْ إِذْ اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْكُمْ (جم کر بیٹھ جاؤ تو اپنے پروردگار کے احسان کو یاد کرو۔

۳۔ حَمَلَ: کا بنیادی معنی بوجھ اٹھانا اور اَحْمَلَ بمعنی بوجھ اٹھانے میں مدد دینا ہے۔ پھر جب یہ بوجھ کسی انسان کا ہو اور اسے کسی جانور یا سواری پر لادنا ہو تو حَمَلَ کا لفظ ہی سوار کرنا کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذْ آمَنُوا لِيَحْمِلَهُمْ (اور نہ ان (بے سرو سامان) لوگوں پر (الزام) ہے کہ

قُلْتَ مَا آجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ - تمہارے پاس آئے کہ آپ انہیں سواری دیں اور تم نے کہا کہ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر تم کو سوار کروں۔

محل: (۱) رُكِبَ: کسی بھی سوار ہونے والی چیز پر سوار ہونا۔

(۲) اسْتَوَى عَلَيَّ: کسی سواری پر سوار ہونے کے بعد تم کو بیٹھ جانا۔

(۳) حَمَلٌ: کا معنی بوجھ اٹھانا اور لادنا ہے اور حَمَلٌ عَلَيَّ یعنی سوار کرنا۔

۲۲۔ سولے (علاوہ)

کے لیے اَلَا، دُونَ، غَيْرُ، وَرَاءُ اور اسْتِثْنَاءُ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
۱۔ اَلَا، یعنی مگر۔ سولے۔ کلمہ استثناء ہے۔ اس صورت میں یہ نکرہ کی صفت بن سکتا ہے (معنی جیسے ارشاد باری ہے:

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ (۲۱۳) اس بڑے مہربان اور رحم کرنے والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

(۱) علاوہ انہیں یہ لفظ حَصَرَ کے معنی بھی دیتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ (۱) اور نہیں دھوکا دیتے مگر اپنے آپ کو۔

۲۔ غَيْرُ: کا لفظ کبھی تو محض نفی کے لیے آتا ہے۔ جیسے ارشاد باری ہے:

وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ (۲۲) اور وہ جھگڑے کے وقت بات کی وضاحت بھی نہ کر سکے۔

اور کبھی استثناء کے لیے آتا ہے۔ اس صورت میں یہ نکرہ کی صفت بن سکتا ہے (معنی جیسے ارشاد باری ہے:

هَذَا مِنْ خَالِقِ غَيْرِ اللَّهِ (۲۳) کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے؟

۳۔ دُونَ: دان بمعنی خیس ہونا۔ کمزور ہونا۔ اور دُونَ بمعنی پست۔ نیچے۔ قدر و منزلت میں فروتر۔ اور شئی دُونَ بمعنی حقیر۔ گھٹیا چیز (مخبر) اور دُونَ بمعنی جو کسی چیز سے قاصر اور کوتاہ ہو (معنی) اور دُونَ جب سولے کا معنی دیتا ہے تو اس میں کتری اور خست یا کمزوری کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً لِّئَلَّا تُكْفِرُوا بَأْسًا (۲۴) اپنا راز نہ بنانا۔

اس میں مسلمانوں کے علاوہ دوسرے اہل مذاہب کی کتری کا اظہار مقصود ہے۔ دوسرے مقام پر ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ (۲۵) اور گناہ میں کوئی عبادت نہیں کرے گا اور اس کے سوا

میں ایسے گناہ مراد ہیں جو شرک سے کم درجہ کے ہیں۔

اسی طرح فرمایا:

مَا لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبٍ اِلَّا مَنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا

اللّٰهُ تَعَالٰی کے سوا تمہارا کوئی نہ دوست ہے اور نہ

فَصِيْرٌ (۲۱)

مددگار۔

اس آیت میں بھی ذُنُوبِ سولے کے علاوہ کہتری کا معنی دے رہا ہے۔

۴۔ وَرَاءَ: لغت: اعتداد سے ہے۔ اس کے معنی آگے بھی اور پیچھے بھی۔ اس پار بھی اس پار بھی۔ ادھر

بھی اور ادھر بھی۔ اسی لحاظ سے یہ سولے کا معنی بھی دے جاتا ہے۔ یعنی ان سب اطراف یا چیزوں کے علاوہ۔ ارشاد باری ہے:

فَمَنْ اَبْتَعْنِيْ وَّرَاءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

تو جو شخص اس کے سوا کچھ اور چاہتا ہو تو ایسے ہی لوگ

الْعٰدُوْنَ (۲۲)

صدمے بڑھنے والے ہیں۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص خدا کے احکام کے علاوہ ادھر ادھر، آگے یا پیچھے کچھ تلاش کرتا ہے تو وہ غلط کار ہے۔

۵۔ اِسْتَشْنَاءَ (شنی) بمعنی کسی چیز کو عام حکم سے خارج کرنا، منجداً اس مقصد کے لیے اِلَّا استعمال ہوتا

ہے مگر شرعی اصطلاح میں کسی چیز کو مشیتِ الہیٰ نے تابع سمجھ کر اسے عام حکم سے خارج کرتا ہے۔

ارشاد باری ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِنٰسٍ اِذْ اِنَّا فَعَلْنَا ذٰلِكَ

اور کسی کام کی نسبت یہ نہ کہنا کہ میں اسے کل کروں گا

عَدًا اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (۲۳)

اور اِسْتَشْنَاءَ کا لفظ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ کہنے کے بدل کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

اِذْ اَقْسَمُوْا لِيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ وَّلَا

جب انہوں نے تمہیں کھا کھا کر کہا کہ صبح ہوتے ہی

يَسْتَنْوْنَ (۲۴)

باغ کا بیوہ تو دلیں گے۔ اور ان شاء اللّٰہ نہ کہا۔

ماحصل: (۱) اِلَّا: استثناء کے ساتھ مصر کا فائدہ دیتا ہے۔

(۲) غَيْرِ: میں استثناء کے ساتھ نفعی کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔

(۳) ذُنُوبِ، استثناء کے ساتھ کہتری کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

(۴) وَّرَاءَ: ہمہ جہتی استثناء کے لیے آتا ہے۔

(۵) اِسْتَشْنَاءَ: ان شاء اللّٰہ کہہ کر کسی چیز کو عام حکم سے خارج کرنا۔

سوچنا کے لیے دیکھیے — ”مغز کرنا“۔

سونا — ۲۵

کے لیے نَامِرٌ، هَجْعٌ، رَقْدٌ، قَالَ (قيل) صَجْعٌ اور تَهْتَجِدُ کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱- ناکھ: معنی سونا معروف لفظ ہے اور اس کا استعمال عام ہے (فل ۲۹۲) سونا یا نیند بھی ایک قسم کی موت ہے جس میں رُوح نفسانی بدن سے جدا ہو کر سیر کرتی پھرتی ہے اور خواصِ خمسہ کی کارگزاری بہت حد تک کم ہو جاتی ہے کیونکہ وہ ماند پڑ جاتے ہیں۔ وریں اثنار انسان کی تھکاوٹ و درد ہو جاتی ہے۔ اور وہ ذہنی اور جسمانی سکون کی وجہ سے راحت و آرام حاصل کرتا ہے۔ توہر بمعنی نیند اور مَنَام بمعنی حالت خواب۔ نیند کا حالت۔ ارشادِ باری ہے:

أَفَا مَنَ أَهْلَ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا
بَيِّنَاتًا وَهُمْ كَاثِبُونَ ﴿۹۶﴾
ان پر ہمارا عذاب آئے اور وہ سوتے ہوئے ہوں۔

۳- هَجَعَ: بمعنی غفلت کی نیند سونا (فل ۱۶۱) گھوڑے بچ کر سونا۔ سوتے میں دُنیا و ما فیہا سے بے خبر ہو جانا اور صاحبِ منجد الہجعة کے معنی رات کے پہلے حصّہ کی ملکی نیند بتلاتے ہیں لیکن یہ صحیح معلوم نہیں ہوتا کیونکہ وہ خود ہی اَلْهَجَعَ کے معنی غافل۔ بے وقوف اور بہت سونے والا کہتے ہیں (منجد) نیز قرآن سے بھی اس کی تائید نہیں ہوتی۔ لہذا صاحبِ فقہ اللغۃ کے معنی ہی صحیح معلوم ہوتے ہیں البتہ ہجوع کا لفظ رات کو سونے سے مختص ہے۔ عیسے دوپہر کے سونے کو قیلولہ کہتے ہیں (م ق) ارشادِ باری ہے:

كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ
وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿۱۵﴾
وہ رات کے تھوڑے حصّے میں سوتے تھے اور راتِ

۳- رَقَدَ: بمعنی بسنی نیند سونا (فل ۱۶۱) اَلرِّقَادُ بمعنی خوشگوار اور ملکی سنی نیند (مفت) الرقدة اور الرقود بمعنی بہت سونے والا اور الرقود بمعنی ہمیشہ سونے والا (منجد) ان سب باتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ راقدا ایسی نیند ہے جو بلی بھی ہو، خوشگوار بھی اور ملکی بھی۔ یعنی انسان آہٹ سے جاگ اٹھے۔ ارشادِ باری ہے:

وَتَحْسِبُهُمْ أَيْقَظًا وَهُمْ رُقُودٌ
اور تم ان کو خیال کرو کہ وہ جاگتے ہیں حالانکہ وہ
سوتے ہیں۔ ﴿۱۸﴾

۴- قَالَ يَتَّبِعُ قَيْلًا وَقِيلَوْلَةً وورپہر کو سونا۔ دن کے وقت استراحت کرنا (فل ۲۹۲) ارشادِ باری ہے:

وَكَمْ مِّنْ قَرِيْبَةٍ أَهْلَكْنَاهَا فَبَجَاءَهَا
بِأَسْنَابِيئَاتٍ أَوْ هُمْ قَائِلُونَ ﴿۲۶﴾
اور کتنی ہی بستیاں ہم ہلاک کر چکے جن پر ہمارا عذاب
یا تورات کو سوتے میں آیا یا دوپہر کو جب وہ سو رہے تھے

۵- ضَجِعَ: پہلو یا کروٹ کے بل لیٹنا۔ سستانا۔ آرام کرنا (منجد) خواہ اونگھ یا نیند آ جائے یا نہ آئے نیم خوابی کی حالت۔ اور مَصْجِعَ بمعنی بچھونے۔ بستر۔ اور اَصْحَبَهُ بمعنی اس کو سلایا۔ (م ق) ارشادِ باری ہے:

تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضْجِعِ يَدْعُونَ
اُن کے پہلو بستر سے الگ ہتے ہیں اور وہ اپنے

رَبِّكُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا (۲۲)

پڑھو گا رکوع و امید سے پکارتے ہیں۔

۶۔ تَهَجَّدُ، ہجود یعنی رات کو سونا بھی اور جاگنا بھی (لغت اصدا) کبھی سونا کبھی جاگنا۔ اور سوتے جاگتے شب بیری کرنا۔ اور تَهَجَّدُ بمعنی رات کو جاگ کر نماز پڑھنا (مخبر) ارشاد باری ہے؛
وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدُ بِهِ نَافِلَةً لَكَ۔
اور بعض حصہ شب میں بیدار ہو کر تہجد کی نماز پڑھا کر دے۔ یہ (شب خیزی) تمہارے لیے (سبب) زیادت ہے۔ (۱۶)

ماحصل (۱) ناہر: سونے کے لیے عام لفظ۔ (۵) حَضَجَع: بستانے کے لیے پہلو کے بل لیٹنا، خواہ (۲) هَجَج: گرمی اور غفلت کی نیند سونا۔ (۳) رَقَدَ: لمبی اور لمبی نیند سونا۔ (۴) قَالَ: دوپہر کو سونا۔ (۶) هَجَّدُ: رات کو سونا بھی اور جاگنا بھی۔

۲۶۔ سیاہ۔ سیاہی

کے لیے اَسْوَد، عَرَابِيْبٌ، اَحْوَى، مُدَّهَا قَتْنٌ (دھم) قَتْرَةٌ اور جَدَّاد کے الفاظ آئے ہیں۔
۱۔ اَسْوَد، کالا رنگ (اصدا بَيَضُ) معروف معنوں میں مستعمل اور اس کا استعمال عام ہے۔ (ج سُوْد) (مؤنث سُوْدَاء) ارشاد باری ہے؛

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۚ
اور کھاؤ پو یہاں تک کہ فجر کی سفید دھاری سیاہ دھاری سے الگ ہو جائے۔
۲۔ عَرَابِيْبٌ، عَرَابٍ بمعنی کوا۔ اور عَرَابِيْبٌ بمعنی کوسے کی طرح بہت سیاہ ج عَرَابِيْبٌ (معن) اور عَرَابِيْبٌ بمعنی وہ آدمی جو موسم لگا کر بالوں کو سیاہ کرے ج عَرَابِيْبٌ (م ق) قرآن میں ہے؛
وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بَيْضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُا وَعَرَابِيْبٌ سُودٌ كَثِيْرٌ
اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ رنگ کے قطعات ہیں اور (کچھ) سیاہ کالے بھی ہیں۔

۳۔ اَحْوَى، سبزی مائل سیاہ رنگ یا سیاہی مائل سرخ رنگ (مخبر) قرآن میں عُنَاءٌ اَحْوَى کے الفاظ ہیں۔ عُنَاءٌ ان ٹہنیوں، پھول اور کوڑا کرکٹ کو کہتے ہیں جو جھاگ میں پھنس جاتے ہیں اور دریا اس جھاگ ملے کوڑا کرکٹ کو کنارے پر پھینک دیتا ہے۔ اور جب یہ کوڑا کرکٹ پاؤں تلے کچلا جاتا رہتا ہے اور اس کی رنگت سیاہی مائل ہو جاتی ہے تو یہ رنگت اَحْوَى کہلاتی ہے۔ ارشاد باری ہے؛

وَالَّذِي اَخْرَجَ الْمَرْعٰى فَجَعَلَهَا عُنْءًا
اور جس نے چارہ پیدا کیا۔ پھر اسے سیاہ کوڑا بنا دیا
اَحْوَى (۸۶)

۴۔ اَذْهَمَ: دھم یعنی کسی چیز کا تاہم کی میں ڈھک جانا۔ اور اَلذُّهْمَةُ بمعنی سیاہی دم۔ ل کہتے ہیں

دَهْمَتِ النَّارُ الْقَدْرَ آگ نے ہنڈ یا کوسیاہ کر دیا۔ قرآن میں ہے :
مُذَاهَمَتْنِ (۵۵)

وہ دونوں باغِ خوب گہرے سبز ہوں گے جیسے سیاہ

ہو رہے ہوں۔

۵۔ قَتْرَةُ: قَتْرُ النَّارِ بمعنی آگ کا دھواں دینا (منہ) اور قَتْرَةٌ بمعنی دھوئیں جیسے رنگ، الاگرد و غبار

سیاہی۔ ارشادِ باری ہے:

وَوُجُوهُ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا
قَتْرَةٌ (۳۱)

اور آج کے دن کتنے منہ ہوں گے جن پر گرد پڑ رہی
ہوگی (اور) سیاہی پڑھ رہی ہوگی۔

۶۔ مِذَاذٌ: مَدَدْتُ الدَّوَاةَ بمعنی دوات میں سیاہی یا روشنائی ڈالنا۔ اور مِذَاذٌ سیاہی
جس سے لکھا جاتا ہے۔ روشنائی (من) ارشادِ باری ہے:

قُلْ لَوْ كَانُ الْبَحْرُ مِذَاذًا لَّكَلِمَتٍ
رَبِّي لَنَفِذَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَعَهُ
كَلِمَتُ رَبِّي (۱۰۹)

کہ دو۔ اگر سمندر میرے پروردگار کی باتوں (کے لکھنے)
کے لیے سیاہی بن جائے تو قبل اس کے کہ میرے
پروردگار کی باتیں تمام ہوں، سمندر ختم ہو جائے۔

مِذَاذٌ (۱) اَسْوَدُ، کالا رنگ سفید کے مقابلہ (۲) دَهْمٌ، سیاہی مائل گہرا سبز رنگ۔

(۵) قَتْرَةٌ، دھوئیں جیسا رنگ۔

(۲) غَرَابِيْبٌ: بہت زیادہ سیاہ۔ (۶) مِذَاذٌ: سیاہی جس سے لکھا جاتا ہے۔ روشنائی۔

(۲) اَحْوَى: سبزی مائل سیاہ رنگ۔

۲۷۔ سیدھا سیدھی

کے لیے مُسْتَقِيْمٌ، سَوَاءٌ اور سَوِيٌّ (سوی) قَصْدٌ اور سَدِيدٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ مُسْتَقِيْمٌ: قَامَ عَلَى الْأَمْرِ بمعنی کسی بات پر قائم اور برقرار رہنا۔ اور أَقَامَ الشَّيْءَ بمعنی کسی چیز کو

کھڑا کرنا اور سیدھا کرنا۔ اور مُسْتَقِيْمٌ وہ چیز ہے جو سیدھی بھی ہو۔ اور متوازن و معتدل بھی
ارشادِ باری ہے:

وَزَيُّوْا بِالْقِسْطِ الْمُسْتَقِيْمِ (۱۶)

اور ترازو سیدھی رکھ کر تولاد کرو۔

کیونکہ اگر ترازو کی ڈنڈی جو پہلے ہی سیدھی ہوتی ہے اگر انقی لائن میں متوازی نہ رہے گی تو تول

بھی متوازن نہ رہے گا حالانکہ ڈنڈی تو بہر حال سیدھی ہی ہوتی اور رہتی ہے خواہ ایک پلڑا نیچے

بھکا ہوا ہو۔ گویا یہاں سیدھی سے مراد انقی سمت میں سیدھی ہے یعنی وہ متوازی بھی رہے۔ اور

علم جنوم میٹری کی رُو سے دو نقاط یا دو مقامات کے درمیان کم سے کم فاصلہ کو خطِ مستقیم کہتے ہیں گویا

صراطِ مستقیم وہ راستہ ہے جو سیدھا بھی ہو اور اس میں کسی طرح کی بھول، لچک اور ڈھلک بھی نہ ہو

یعنی افراط و تفریط سے پاک ہو۔ قرآن میں ہیں یہ دُعا سکھلائی گئی ہے:

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (۱۸) الہی ہمیں سیدھی راہ پر چلا۔

۲- سَوِيٌّ اَوْ سَوِيٌّ: سَوِيٌّ يَسُوِيٌّ مَبْعُوثٌ كَيْ يَسِيرَ: کا درست ہونا۔ اور سَوِيٌّ مَبْعُوثٌ: یعنی درست اور ہموار کرنا۔ اور سَوِيٌّ مَبْعُوثٌ: ہموار اور درست۔ تندرست۔ ارشاد باری ہے:

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (۱۹)

تو وہ فرشتہ حضرت مریم کے سامنے ایک تندرست اور ٹھیک ٹھاک آدمی کی شکل بن گیا۔

اور صِرَاطًا سَوِيًّا بھی ایسے راستے کو کہتے ہیں جو درست، ہموار اور سیدھا ہو۔ اس میں اونچائی نہ ہو اور نہ ٹیڑھا پن۔ ارشاد باری ہے:

فَاتَّبَعْنِي اِهْدِكُمْ صِرَاطًا سَوِيًّا (۲۰)

حضرت ابراہیم نے اپنے باپ سے کہا، آپ میرے پیچھے لگ جائیں۔ میں سیدھی راہ کی طرف آپ کی رہنمائی کروں گا۔

اور سَوَاءٌ کا لفظ برابر کے معنوں میں آتا ہے۔ یہ برابری اگر دونوں اطراف سے فاصلہ یا تعداد کے لحاظ سے ہو تو اس کے لیے وسط کا لفظ آئے گا۔ اور اگر ہر لحاظ سے برابری مقصود ہو تو سَوَاءٌ کا لفظ استعمال ہوگا گویا اس کا معنی مرکزی نقطہ یا بیچوں بیچ ہوگا۔ قرآن میں ہے:

حُدُوهُ فَاعْتَمِدُوهُ اِلَى سَوَاءِ الْجَحِيْمِ (۲۱)

حکم دیا جائے گا، اسے پکڑ لو اور کھینچتے کھینچتے جہنم کے بیچوں بیچ سے جاؤ۔

اور سَوَاءِ السَّبِيْلِ کے معنی وہ راستہ ہوگا جو ہر طرح کی ضلالت، کفر اور گمراہیوں کو اپنی اطراف میں چھوڑنا ہموار درمیان میں سے سیدھا نکل جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تَلَقَّاهُ مَدْيَنٌ قَالَ عَسَىٰ رَبِّي اَنْ يَّهْدِيَ بِي سَوَاءَ السَّبِيْلِ (۲۲)

جب حضرت موسیٰ نے مدین کی طرف رُح کیا تو کہنے لگے امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرے گا۔

۳- قَصْدٌ: کسی چیز کے جائز استعمال کو قصد کہتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص اگر ایک باٹلی پانی سے نہا سکتا ہے

اگر وہ اتنا ہی استعمال کرے تو یہ قصد ہے تو اگر زیادہ استعمال کرے گا تو یہ اسراف ہے اور باٹلی سے کم پانی استعمال کرے گا تو یہ بخل ہے۔ اور ہر معاملہ میں اس بات کا لحاظ رکھنے اور اسے عادت بنالینے کا نام اقتصاد ہے۔ اب معنوی لحاظ سے دیکھیے تو ہر جگہ نہ صرف زمی سے کام نکل سکتا ہے اور نہ ہی سختی سے۔ اب کسی جگہ کتنی سختی کی جائے یا کسی حد تک زمی سے کام لیا جائے تاکہ منزل مقصود حاصل ہو سکے۔ تو یہ بتلانا شریعت کا کام ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَرَهْنَهَا (۲۳)

اور سیدھی راہ بتلانا تو اللہ کے ذمہ ہے (اس کے علاوہ) باقی سب راستے ٹیڑھے ہیں۔

قَصْدٌ: کا معنی درمیانی یا معتدل کرنے سے بھی صحیح مفہوم ادا نہیں ہوتا۔ لہذا اس کا معنی سیدھا

ہی کر لیا جاتا ہے۔

۴۔ سَدِيدًا: سَدَّ بمعنی روک۔ اڑ یا دیوار ہے جو دو چیزوں کے درمیان بنائی گئی ہو۔ اور سَدَّ بمعنی پتھروں سے شکاف بند کرنا۔ اور سَدَّ اِد اس سالہ کو کہتے ہیں جس سے رخنہ یا شکاف پر کیا جائے اور قول سَدِيدٌ وہ بات ہے جس میں کوئی رخنہ کوئی اتچ بیچ اور پکرنہ ہو۔ صحیح درست سچی اور سیدھی بات۔ اور اس کی ضد قول الزور ہے جو جھوٹ سے بہت زیادہ وسیع مفہوم رکھتا ہے ارشاد باری ہے:

فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا

سوا نہیں چاہیے کہ خدا سے ڈریں اور بات سیدھی کریں۔

ماہل: (۱) اَلْمُسْتَقِيمُ: متوازن، معتدل اور سیدھا۔

(۲) سَوِيٌّ: ہموار، سیدھا اور درست۔

سَوَاءٌ: درمیان سے گزرنے والا اور سیدھا۔

(۳) قَصَدَ: اتداری کی صحیح تعیین کرنے والا اور افراط تفریط سے پاک۔

(۴) سَدِيدٌ: ایسی چیز جس میں کوئی رخنہ اور اتچ بیچ نہ ہو۔ مضبوط، صاف اور سیدھا۔

سیر کرنا کیلئے دیکھیے ”چلنا“ اور ”سفر کرنا“

۲۸۔ سیر کرنا

کے لیے سَيَّرَ اور اَسْرَى (سوری) کے الفاظ آئے ہیں۔ ان میں بڑا واضح سا فرق ہے۔ اگر یہ سیر رات کو کرانی جائے تو اَسْرَى کا لفظ آئے گا۔ اور اَسْرَى بمعنی رات کو لے چلنا۔ لے نکلنا۔ جیسے فرمایا:

سُبْحَانَ الَّذِي اَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا
مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ
الْاَقْصَى۔ (۱۷)

اور اگر یہ سیر دن کو یا عام حالات میں کرانی جائے تو سَيَّرَ کا استعمال ہوگا۔ گویا سَيَّرَ کا لفظ عام ہے اور اَسْرَى خاص جیسے فرمایا:

هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ
وہی ذات ہے جو تمہیں خشکی اور تری میں چلاتا پھراتا ہے۔ (۱۳)

۲۹۔ سیرھی

کے لیے سَلَّمَ اور مَعَارَجٌ دو الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَلَّمَ: یہ لفظ معارج یا معراج سے اعم ہے۔ گو سَلَّمَ کا لفظ مکان میں اینٹ پتھر سے بنی ہوئی چھت

پر جانے والی سیرٹی اور لکڑی کے زینہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ تاہم سلم باس چیز کو کہہ سکتے ہیں جو کسی بلند جگہ تک پہنچنے کا وسیلہ بنے (مفت) (ج سلا لہ اور سلا لیمہ) اور آذراج السُّلَمُ بمعنی سیرٹی کے ڈنڈے یا اڑے (مخبر) قرآن میں ہے:

فَإِنْ اسْتَطَقْتُمْ أَنْ تَبْتَغِي نَفْقًا فِي
الْأَرْضِ أَوْ سُلْمًا فِي السَّمَاءِ ﴿٢١﴾

یا آسمان میں کوئی سیرٹی (تلاش کرو)۔

۲۔ معارج: معارج کی جمع (معارج بمعنی لنگڑا کر چلنا۔ اور أعرج بمعنی لنگڑا عرج فی السُّلَمِ بمعنی سیرٹی پر چڑھنا۔ اور معراج بمعنی چڑھنے کی جگہ بھی اور سیرٹی بھی (مخبر) گویا معراج کا لفظ سُلَم سے اخذ ہے۔ اس میں سیرٹی کے ذریعہ کسی بلند مقام پر پہنچ جانے کا تصور پایا جاتا ہے جبکہ سُلَمُ محض سیرٹی کو کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

وَمَعَارِجَ عَلَيْهِمْ يَظْهَرُونَ ﴿٢٢﴾

اور سیرٹھیاں (بھی) جن پر وہ چڑھتے۔

۳۔ سیکھنا سکھلانا

کے لیے تَعَلَّمَ اور عَلَّمَ، تَلَّقَى (لقی) اور كَلَّبَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ تَعَلَّمَ: عَلَّمَ بمعنی جاننا یا کسی چیز کی حقیقت کو پانا ہے۔ اور عَلَّمَ بمعنی بار بار کثرت کے ساتھ کسی کو خبر دینا یعنی سکھلانا اور تَعَلَّمَ بمعنی آہستہ آہستہ اس نضر کے اثر کو قبول کرتے جانا ہے۔ سیکھتے جانا سیکھنا (مفت) قرآن میں ہے:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ﴿٣١﴾

اور اللہ تعالیٰ آدم کو سب چیزوں کے نام سکھلا دیے۔

فَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ
الْمُرَّةِ وَالرَّجْوِجِ ﴿٣٢﴾

اور وہ لوگ ان دونوں سے وہ کچھ سیکھتے جو میاں پوری کے درمیان حدائی ڈال دے۔

۲۔ تَلَّقَى، لَقِيَ بمعنی ملنا۔ ملاقات کرنا۔ پانا۔ دیکھنا۔ اور تَلَّقَى بمعنی کسی کا استقبال کرنا۔ اور تَلَّقَى الشَّيْءَ مِنْهُ کسی سے کچھ سیکھنے کے معنوں میں آتا ہے (مخبر) اور تَلَّقَى بمعنی القاء یعنی دل میں بات ڈالے جانے سے کچھ سیکھنا ہے۔

ارشاد باری ہے:

فَتَلَّقَى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ
عَلَيْهِ ﴿٣٦﴾

سو آدم نے اپنے پروردگار سے چند کلمے سیکھے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کر لی۔

۳۔ كَلَّبَ: كَلَّبَ بمعنی کتا۔ اور كَلَّبَ الْكَلْبَ بمعنی کتے کو شکار کی تعلیم دینا اور سد ہانا ہے۔ اور مُكَلَّبٌ اور كَلَّابٌ اس شخص کو کہتے ہیں جو شکار کرنے کی تعلیم دیتا یا سدھاتا ہو۔ پھر كَلَّبَ کا استعمال صرف کتوں کو سکھانے کے لیے ہی نہیں بلکہ دوسرے شکاری جانوروں، پرندوں وغیرہ کے لیے بھی ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ
اور تمہارے لیے وہ شکار بھی حلال ہے جو ان شکاری
جانوروں نے پکڑا ہو جن کو تم نے سدھا رکھا ہے۔
تَعْلِيمُونَهُمْ (۱۵)
ماہل : (۱) اَلْعَلْمُ : کسی کو کچھ سکھانا اور تَعَلَّمَ : یعنی خود سیکھنا۔
(۲) تَلَكَّى : القار کے ذریعے کچھ سیکھنا۔
(۳) كَلَّب : شکاری جانوروں کو شکار کی تعلیم دینا۔ سکھانا۔ سدھانا۔

ش

ا— شاخ

کے لیے فَرْع، شَعْب اور اَفْئَان کے الفاظ قرآن کریم میں ملتے ہیں۔

۱- فَرْع: بمعنی شاخ (اصداصل بمعنی بڑ) اس کی جمع فروع ہے۔ بمعنی (درخت کی) ٹہنیاں اور امام راعب کہتے ہیں کہ ہر شے کا اوپر کا حصہ جو بڑ سے نکلا ہو وہ فروع الشجر ہے (مف) ارشاد باری ہے،

مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ
أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ (۱۳)

اور اس لفظ کا استعمال مادی اور معنوی دونوں شکلوں میں ہوتا ہے۔ فروعی مسائل ایسے مسائل کو کہتے ہیں جو کسی دوسری چیز (اصل) پر بنی ہوں اور اس پر اُن کو قیاس کیا گیا ہو۔ مگر اس کی مثال قرآن میں نہیں۔

۲- شَعْب: (شَعْبَة کی جمع) شَعْب کے معنی میں دو باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں۔ (۱) افراق یا جلا ہونا اور (۲) اجماع۔ لیکن یہ لغت اصدا سے نہیں بلکہ ہر ایسی چیز پر ہر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے جو آگے جا کر کئی حصوں میں بٹ جائے (م۔ ل) مثلاً تَشَعَّبَ النَّهْرُ بمعنی نہر کی کئی شاخیں نکلنا یا جیسے ہاتھ کی انگلیاں (اور شعب بڑے قبیلہ کے معنوں میں بھی آتا ہے) (مجد) قرآن میں ہے: اِنظِلُّوا إِلَى ظِلِّ ذِي تِلْكَ شَعْبٍ ایسے سائے کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں یعنی آگے جا کر تین حصوں میں بٹ گیا ہے۔ (۳)

۳- اَفْئَان: (فنن کی جمع) فنن بمعنی کسی درخت کی بہت موٹی اور لمبی شاخ (پنجابی ٹھن) اور شَجْرَةٌ اَفْئَانٌ بمعنی بہت لمبی اور موٹی شاخوں والا درخت (م ق) قرآن میں ہے: ذَوَاتَا اَفْئَانٍ (۵۵)

وہ دونوں درخت بڑی بڑی شاخوں والے ہیں۔

حاصل: (۱) فَرْع، کسی چیز کی اصل کے علاوہ جو کچھ اس سے نکلے وہ اُس کی فروع ہے۔

(۲) شَعْبَة، کسی چیز کا کئی حصوں میں اس طرح بٹنا کہ اصل سے تعلق بدستور باقی رہے۔ اور فنن کسی بڑی اور موٹی شاخ کو کہتے ہیں۔

۲۔ شام کے اوقات

کے لیے رَوَاحٌ، اَصِيْلٌ، عَشِيَّةٌ اور اَهْسَى کے الفاظ آئے ہیں۔
۱۔ رَوَاحٌ: ظُہر کے بعد یہ وقت شروع ہو جاتا ہے۔ یعنی پچھلا پہر اور اس کی ضد عُدُوٌّ یا عُدُوَّةٌ ہے (فل ۲۹۲) اور العُدُوٌّ والرواح پہلے اور پچھلے پہر کی آمد و رفت کے لیے استعمال ہوتے ہیں ارشاد باری ہے:

وَرَسَلْنَا مِنَ الرَّيْحِ عُدُوَّةَهَا شَرْوًا
اور سلیمان کے لیے ہوا کو (ہم نے سخر کر دیا) اُس کی
رَوَاحَهَا شَهْرًا (۲۳)

پہلے پہر کی منزل ایک ماہ کی مسافت اور پچھلے پہر کی
منزل بھی ایک ماہ کی مسافت ہوتی تھی۔

۲۔ اَصِيْلًا: (ج اصل) عصر کے بعد کا وقت اور اُس کی ضد بُكْرَةٌ ہے (فل ۲۹۲) ارشاد باری ہے:
وَإِذْ كَرَّمْنَا نَبِيَّكَ بُكْرَةً وَأَصِيْلًا (۲۳)

اور صبح و شام اپنے پروردگار کا نام لیتے رہو۔

۳۔ عَشِيَّةً: عَشِيَّةٌ کا وقت غروبِ آفتاب سے پہلے شروع ہو جاتا ہے اور اس کی ضد اشراق ہے۔
(فل ۲۹۲) اور عُدُوٌّ بھی آتی ہے اور بُكْرَةٌ بھی۔ اب ان کی مثالیں دیکھیے،
(۱) النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا۔
وہ صبح و شام آگ پر پیش کیے جاتے ہیں۔

(۲۴)

(۲) وَلَا تَطُورِ الَّذِينَ يُدْعُونَ رَبَّهُمْ
بِالْعُدُوَّةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهًا۔
اور جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار سے دُعا کرتے ہیں
(اور اسی کی ذات کے طالب ہیں ان کو اپنے پاس سے)۔
مت نکالو۔

(۲۵)

(۳) وَإِذْ كَرَّمْنَا نَبِيَّكَ كَثِيْرًا وَسَبَّحَ بِالْعَشِيِّ
وَالْأَبْكَارِ (۲۶)

اپنے پروردگار کی کثرت سے یاد اور صبح و شام اس کی تسبیح
کرنا۔

اور عشاء کی نماز کا وقت جو شروع ہے وہ رات کا اندھیرا چھا جانے سے لے کر آدھی رات تک
ہے۔ ارشاد باری ہے:

مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَصُوْمُونَ
شَيْئًا بَكْمُ مِنَ الظُّهْمِ وَمَنْ بَعْدَ
صَلَاةِ الْعِشَاءِ تَلَكَ عَوْرَاتُ لَكُمْ (۲۷)

نماز فجر سے پہلے اور دُپہر کو جب تم کپڑے اتارتے ہو
اور عشاء کی نماز کے بعد یہ تین وقت تمہارے پرے
(کے) ہیں۔

شام کرنا کے لیے اَمْسًا (مسو) کا لفظ آیا ہے۔

۴۔ اَمْسًا: اَمْسًا یعنی شام کا وقت۔ اور اَمْسًا یعنی شام کرنا۔ شام میں داخل ہونا یا شام کے وقت
کوئی کام کرنا اور اس کی ضد اَصْبَحَ ہے۔ یعنی صبح۔ صبح کرنا۔ صبح میں داخل ہونا یا صبح کے وقت کوئی
کام کرنا۔ قرآن میں ہے:

فَسَبِّحْنَا اللَّهَ حِينَ نَسُوءُ وَحِينَ
تَضَعُونَ (۲۱)

سوائے پاک کو یاد کرو جب تم شام کرو اور جب صبح
کرو۔

۳۔ شاید

کے لیے عَسَىٰ اور لَعَلَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ عَسَىٰ، افعال مقابہ میں سے ہے اور جامد ہے۔ صرف ماضی استعمال ہوتا ہے مضارع نہیں آتا۔
محبوب چیز میں امید غالب کے لیے اور مکروہ چیز میں خوف کے لیے آتا ہے (مخبراً مثلاً محبوب
چیز میں امید غالب کے لیے؛

عَسَىٰ رَبِّي أَن يَهْدِيَنِي سُبُلَ الْمَغْتَابِ
امید ہے کہ میرا پروردگار مجھے سیدھا راستہ بتائے گا۔
(۲۲)

اور مکروہ چیز میں خوف کے لیے؛

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا
لَمَسْنَا فَعَلًا تُمْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا
فِي الْأَرْضِ وَتَقَطَعُوا أَرْحَامَكُمْ (۲۳)

(اے منافقو!) تم سے عجب نہیں کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ
تو ملک میں غزابی کرنے لگو اور اپنے رشتوں کو توڑ ڈالو

۲۔ لَعَلَّ، حرف مشبہ بہ فعل ہے۔ صرف غالب امکان کے لیے آتا ہے۔ ارشاد باری ہے؛
وَمَا يَذُرُّكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ
قَرِيبًا (۲۴)

آپ کو کیا معلوم شاید قیامت قریب ہی ہو۔

اور جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنی واجب کے ہوتے ہیں۔ جیسے فرمایا؛
لَا تَذُرُّكَ لَعَلَّ اللَّهُ يُخْدِتُ بَعْدَ
ذَلِكَ أَمْرًا (۲۵)

تجھے کیا معلوم شاید اللہ اس کے بعد کوئی رحمت
کی اسبیل پیدا کر دے۔

ماہصل؛ (۱) عَسَىٰ، امید غالب کے لیے اور لَعَلَّ امکان غالب کے لیے آتا ہے۔

۴۔ شراب

کے لیے خَمْرٌ، مَعِينٌ اور حَقِيقٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ خَمْرٌ، شراب کے لیے، ہم جامع ہے (فل ۲۵۰) خَمْرٌ بمعنی ڈھانپنا۔ اور خَمْرٌ (ج خَمْرٌ ۲۲۲)
بمعنی اور ہنی۔ دو ٹیپہ جس سے چہرہ وغیرہ ڈھانپنا جاسکے۔ اور شراب کو خَمْرٌ اس لیے کہتے ہیں کہ
وہ عقل و حواس پر پردہ ڈال کر اسے زائل کر دیتی ہے۔ ارشاد باری ہے؛

إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ
وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ (۲۶)

شراب، جوا، بُت اور پانسے کے تیر سب ناپاک اور
شیطانی کام ہیں۔

۲۔ مَعِينٌ، مَعْنَى الْمَاءِ بمعنی پانی کا آہستہ آہستہ سطح زمین پر بہنا اور مَعْنَى التَّنْظُرِ فِي الْأَمْرِ بمعنی

کسی معاملہ میں گمراہی تک سوچنا (منجد) اور معینین لیے پانی کو کہتے ہیں جو خوش ذائقہ، میٹھا اور صاف شفاف ہو۔ قرآن میں ہے:

أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَاءَكُمْ عَذْوًا
فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَاءٍ مَعِينٍ ﴿٢٤﴾

مگر درج ذیل آیت میں گاس (بھرا ہوا جام) کا لفظ معینین کے معنی کو خوشگوار شراب کے معنی میں بدل دیتا ہے۔ ایسی شراب جو خمس کی مضرت سے پاک ہو۔ کیونکہ گاس کا لفظ عموماً شراب کے بھرے ہوئے جام کے لیے آتا ہے اور شراب کے لیے بھی۔ ارشاد باری ہے:

يَطْوُونَ عَلَيْهِمْ وَلَدًا أَنْ مَحَلَّدُونَ
بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقٍ وَكُؤُوسٍ مِّنْ مَّعِينٍ -
اسد انور جو ان رہنے والے خدا تبارک و تعالیٰ نے آفتابے اور صاف شراب کے پیالے لے کر ان کے آس پاس پھرتے ہوں گے۔ (۲۴)

۳۔ رَحِيقٌ، یعنی خالص، شفاف اور خوشبودار شراب (فل ۵۶) اور جس میں تلچھٹ یا ذرات مطلق نہ ہوں (فل ۲۵۰) ارشاد باری ہے:

يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيقٍ مَّخْمُورٍ خَمْرًا
وَسِكًّا ﴿٢٥﴾

ماہصل؛ (۱) خَمْرٌ، عام شراب جو عقل و حواس کو دیتی ہے۔ اور ہر قسم کی شراب کے لیے عام لفظ ہے۔
(۲) مَعِينٌ، خوش ذائقہ اور خوشگوار شراب جو مضرت سے پاک اور جنت میں ملے گی۔
(۳) رَحِيقٌ، اعلیٰ تر قسم کی خوشبودار شراب جو مضرت سے پاک اور جنت میں ملے گی۔

۵۔ شَرَابًا

کے لیے اسْتِحْيَاءٌ (سجی) اور اسْتَنْكَافٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اسْتِحْيَاءٌ؛ حَيْیٌ یَحْيِی حَیوۃً یعنی زندہ ہونا۔ اور حیحی حیا یعنی شرمندہ ہونا اور شرابانا ہے۔ ان دونوں سے باب استفعال استحیاء آتا ہے جو کسی کو زندہ چھوڑنے اور حیحی سے شرم محسوس کرنے، دونوں معنوں میں قرآن میں استعمال ہوا ہے۔ پھر اسْتِحْيَاءٌ بمعنی شرم یا جھجک محسوس کرنا۔ مادی اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ مادی استعمال کی مثال یہ ہے:

فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى
اسْتِحْيَاءٍ ﴿٢٥﴾

اور معنوی استعمال کی مثال یہ ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا
لِّمَا بَعُوضَةٌ فَمَا فَوْقَهَا ﴿٢٦﴾

اللہ تعالیٰ اس بات میں جھجک محسوس نہیں کرتا کہ وہ ایک چھتر یا اس سے بھی کمتر مخلوق کی مثال بیان کرے۔

۲۔ اسْتَسْتَكْفَتَ: نَكَفَ بمعنی ناک بھوں چڑھانا۔ اور اسْتَسْتَكْفَتَ بمعنی ازراہ تکبر کسی چیز کو باعث ننگ و عار سمجھنا (مخبر) ارشاد باری ہے،

لَنْ يَسْتَكْفِكَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ (۲/۱۶۲)

یعنی اس بات سے عار نہیں رکھتے کہ وہ خدا کے بند سے ہوں۔

ماحصل: استحياء محمود صفت ہے بمعنی ازراہ حیا کسی کا شرمانا۔ اور استنکف مذموم صفت ہے یعنی ازراہ تکبر جھجک محسوس کرنا اور شرمانا۔ عار سمجھنا۔

شرمندگی — دیکھیے — بچھٹانا

۶۔ شروع کرنا

کے لیے بَدَأَ اور طَفِقَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بَدَأَ: دو معنوں میں آتا ہے (۱) کسی کام کا آغاز کرنا۔ افتتاح کرنا۔ ابتداء کرنا (۲) ل (۲) کوئی کام پہلے کرنا۔ اور اگر اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنی پہلی بار پیدا کرنا ہوتے ہیں (صمد عود) بمعنی پھر دہی کام کرنا، قرآن میں ہے،

فَبَدَأَ بِأَنْعِمْتَ هُمْ قَبْلَ وَعَاءِ آخِيهِ

پھر پورے معنی اپنے بھائی کے سامان سے پہلے دوسرے بھائیوں کا سامان دیکھنا شروع کیا۔ (۲/۲۶)

اس آیت میں بَدَأَ کے دونوں معنی پائے جاتے ہیں۔ ایک مفہوم تو یہ ہے کہ تلاشی کا کام دوسرے بھائیوں کے سامان سے اور دوسرے یہ کہ اپنے بھائی کے سامان کی تلاشی سے پہلے دوسرے بھائیوں کے سامان کی تلاشی لے لی۔

نیز فرمایا،

إِنَّهُ هُوَ يُبْدِي وَيُعِيدُ (۱۳)

وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔

۲۔ طَفِقَ: فعل ناقص ہے جو اپنے ساتھ دوسرا فعل چاہتا ہے (مخبر) کلام مثبت میں استعمال ہوتا ہے (مفت) بمعنی کوئی کام کرنے لگنا۔ شروع کرنا۔ قرآن میں ہے،

وَطَفِقَا يَخْصِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ ذَرْقِ الْجَنَّةِ (۳)

اور وہ دونوں (آدم و حوا) اپنے جسموں پر جنت کے پتے جوڑنے لگے۔

دوسرے مقام پر ہے:

فَطَفِقَ مَسْحًا بِالْسُوقِ وَالْأَعْنَاقِ

تو سلیمان نے ان گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر

ہاتھ پھیرنا شروع کیا۔ (یا ہاتھ پھیرنے لگے)۔ (۲۸/۳۳)

ماحصل: بَدَأَ: کوئی کام پہلے کرنا یعنی اس کام کا آغاز کرنا۔ اور طَفِقَ فعل ناقص ہے یعنی اصل کام تو کوئی اور ہوتا ہے۔ یہ اس کے ساتھ مل کر اس فعل کے آغاز کا معنی دیتا ہے۔

۷۔ شرم گاہ

کے لیے فُوج اور سَوْءَة کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ فُوج (ج فُوج) فُوج میں کشادگی کا تصور پایا جاتا ہے۔ فُوج یعنی کھولنا۔ کشادہ کرنا کھلا کرنا (منجد) اور فُوج یعنی دو چیزوں یا ایک چیز کے دو حصوں کے درمیان وسعت۔ اور فُوج الطریق یعنی راستہ کا درمیانی حصہ۔ دیوار میں شکاف کو بھی فُوج کہتے ہیں۔ اور دو ٹانگوں کے درمیان کشادگی کو بھی۔ پھر کناہ کے طور پر فوج کا لفظ شرم گاہ پر بھی بولا جاتا ہے۔ اور کثرت استعمال کی وجہ سے اسے حقیقی معنی سمجھا جاتا ہے (مہنت) ارشاد باری ہے:

وَالَّذِينَ هُمْ لِغُرُوبِهِمْ حَفِظُونَ ﴿۳۳﴾ اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

۲۔ سَوْءَة (سوء) سُوء یعنی ہر وہ چیز جو عقل یا شرعی لحاظ سے بُری ہو یا دیکھنے میں بُری معلوم ہو اسی لحاظ سے انسان کے ستر کی چیزیں اگر ننگی ہوں تو اسے سوء کہا جاتا ہے۔ اور سوء کا اطلاق صرف شرم گاہ پر ہی نہیں ہوتا بلکہ تمام ستر کی چیزوں مثلاً عورت کے بدن اور پستانوں وغیرہ پر بھی اگر وہ ننگے ہوں تو ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

يٰۤاَيُّهَا اٰدَمُ خُذْ زِينَتَكَ لَمَّا خَلَقْنَاكَ مِنْ طِينٍ طَيِّبَةٍ وَكُنَّا عِرْصَةً لِّمَلٰٓئِكَةٍ وَقَدْ اَنزَلْنَا عَلٰىكَ لِبَاسًا مِّنْ ذَهَبٍ وَكُنَّا صٰبِقِيْنَ لَكَ يَوْمَ نَخْرُجُكَ مِنَ الْبَدَنِ الطَّيِّبِ ﴿۳۴﴾ اے نبی آدم! ہم نے تم پر پوشاک اتاری کہ تمہارا ستر
دُعا کے اور بدن کی زینت ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لِحَمٰٓتُهُمَا ﴿۳۵﴾ جب انہوں نے اس درخت کے پھل کو کھالیا تو
ان کے ستر کی چیزیں کھل گئیں۔

پھر اسی لحاظ سے سوء کا لفظ انسان کی لاش کے لیے بھی استعمال ہوا ہے کہ وہ بھی کچھ عرصہ گزرنے پر
اگر دفن نہ کی جائے تو کریمہ النظر بن جاتی ہے۔ ارشاد باری ہے۔

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّتَحَسَّبُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُؤَادِرُ سَوْءَةَ اٰخِيهِ ﴿۳۶﴾ تو اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کریمہ کے لگانا کہ اسے
دکھائے کہ اپنے بھائی کی لاش کو کیوں کھڑھپاتے۔

(۳۶)

مأصل: (۱) فوج: دو چیزوں کے درمیان کھلی جگہ۔ شرم گاہ۔

(۲) سَوْءَة: ستر کی چیزیں اگر کھلی ہوں۔ اور ہر وہ چیز جس کا ظاہر ہونا برا ہو۔

۸۔ شریک

کے لیے خَلِيْطٌ، شَرِيْكَتٌ اور اَنْدَادٌ (رند) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ خَلِيْطٌ: خَلَطَ یعنی ایک چیز کو دوسری میں ملانا (مضہ خلص) اَلْخَلَطُ یعنی لوگوں سے

میل جول رکھنے والا۔ خَلِيطٌ وہ لوگ جن کا معاملہ ایک ہو۔ اور اَلْخُلَطَّةُ شرکت کو کہتے ہیں، منجماً اور اصطلاحی معنوں میں خلیط بمعنی جزوی شریک کا ہے یعنی ایسے شرکائے کار جن کے کچھ انتظامات تو الگ الگ ہوں اور کچھ اجتماعی ہوں۔ مثلاً زید اور بکر دونوں کے پاس الگ الگ ریوڑ ہیں جو ان کی اپنی ملکیت ہیں لیکن ان کی حفاظت کے لیے انہوں نے جگہ مشترکہ طو پر کرایہ پر لے رکھی ہے یا چرواہے کو مشترکہ معاوضہ ادا کرتے ہیں تو ایسے شریک کا خلیط کہلاتے ہیں (احادیث صحیحہ کی رو سے ایسے خلیطاء کے مشترکہ مال پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے) ارشاد باری ہے:

اِنَّ كَيْفَرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لِيَبْغِيَ بَعْضُهُمْ

عَلٰى بَعْضٍ (۲۴)

۲- شَرِيْكٌ: بمعنی سا بھی جو ایک دوسرے سے الگ نہ ہو سکیں۔ شرکت ماوی بھی ہوتی ہے اور معنوی بھی۔ ماری یہ ہے کہ مثلاً دو آدمی ایک کار بار میں شریک ہیں اور ان کی ذمہ داریاں اس طرح کی ہیں کہ کسی ایک کے نکل جانے سے نہ کار بار کا آغاز ہو سکتا ہے اور نہ چل سکتا ہے۔ اسی مفہوم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيْكٌ فِى الْمَمْلٰكِ وَ

اور نہ اس کی بادشاہی میں کوئی شریک ہے اور نہ

اس دوسرے کو وہ عاجز و ناتواں ہے اور نہ اس کا کوئی مددگار

لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلٰى مِّنَ الدّٰلِ (۳۱)

اور معنوی شرکت یہ ہے جیسے انسان اور گھوڑا جو انیت میں شریک ہیں۔ یہ شرکت صفاتی ہوتی اللہ تعالیٰ اس سے بھی پاک ہے جیسا کہ بہت سی آیتوں سے واضح ہے:

۳- اَنْدَادًا (اند کی جمع) نَدٌّ بمعنی سخت نفرت کرنا اور بھاگنا۔ اور نَادَةٌ بمعنی اس نے مخالفت کی

(۴-ق) اور بمعنی کسی کی ذات یا جوہر میں شریک ہونا (صفت) گویا نَدٌّ ساتھ نہیں بلکہ بدصفت بل

یا رقیب کی حیثیت رکھتا ہے یعنی ایک کی تمام تر صفات یا خصوصیات بہت دوسروں میں بھی

پائی جاتی ہیں۔ نظیر (لغت الضداد) بمعنی مخالف اور حریف بھی اور نظیر اور مثل بھی (ک ص)۔ ارشاد

باری ہے:

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَاَنْتُمْ

تَعْلَمُوْنَ (۲)

تَعْلَمُوْنَ (۲)

مآصل: (۱) خَلِيطٌ: جزوی شریک کا (۲) شَرِيْكٌ: کسی ایک کام میں مکمل اشتراک رکھنے والا۔

(۳) نَدٌّ: ذات اور جوہر میں شریک۔ تدقابل نظیر کو کہتے ہیں۔

۹- شعلہ

کے لیے لَمَبٌ، شَوَاطِطٌ، نَحَّاسٌ، مَارِجٌ اور شَرَّوْرٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- اَنْهَبٌ: معنی آگ کا حرکت کرنا اور بلند ہونا (فل ۱۷۲) اور معنی آگ کی زبان بلند ہونا (م-ل) شعلہ

معروف معنوں میں مستعمل ہے اور شعلہ کے لیے عام لفظ ہے۔ قرآن میں ہے:

سَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ وَعَبْرَ النَّجْمِ إِذْ تَلْحَقُونَ (۱۱۱) عنقریب وہ شعلوں والی آگ میں داخل ہوگا۔
 شَوْاطِئُ نَحَّاسٍ (۱۱۲) شَوْاطِئُ ایسے شعلہ کو کہتے ہیں جس میں دھوئیں کی آمیزش نہ ہو (مغف) اور اگر دھوئیں کی آمیزش ہو تو نَحَّاس کہتے ہیں۔ بشرطیکہ دھوئیں کی آمیزش کم اور آگ زیادہ ہو تو چونکہ اس کا رنگ تانبے جیسا ہو جاتا ہے لہذا اسے نَحَّاس بمعنی تانبہ کہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

يُرْسِلُ عَلَيْهَا شَوْاطِئَ مِّنْ نَّارٍ وَرِجْرَجًا وَإِذْ يَسْمعونَ الْغُرُوبَ وَهُوَ يُعْطِي السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (۱۱۳) (مے جن والس) تم پر آگ کے شعلے چھوڑے جائیں گے اور دھواں ملے بھی پھوتم بدلہ بھی نہیں لے سکتے۔
 مَارِجٍ شَعْلَةٍ كَالَّذِي تُرْمَى فِي الْقَوَارِرِ حَتَّىٰ تَصِلَ إِلَى الْأَرْضِ وَالشَّجَرُ يَسْجُدُ لِلَّذِي خَلَقَهُ إِذْ يَنْزِلُ فِيهَا مِنْ مَّوْجٍ حَمِيمٍ (۱۱۴) مَارِج، شعلہ کا اوپر کا گرم ترین حصہ جو دھوئیں سے کیسرپاک ہوتا ہے (فل ۵۸) آگ کی لپٹ ارشاد باری ہے:

وَخَلَقَ الْجِبَّ وَالنَّارَ مِنَ الْمَرْجِ نَارًا (۱۱۵) اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔
 ۵۔ شَرَرٌ آگ کے بڑے شعلے سے کٹ کر اڑنے والے چھوٹے چھوٹے سھتے۔ چپکارے، چپکاریاں

شَرَرٌ (مغف) قرآن میں ہے:
 إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ (۱۱۶) وہ (جہنم) محل جتنے بڑے شرارے اوپر پھینکے گی۔
 مَا حَصَّلَ "لَهَبٌ" شعلہ کے لیے عام لفظ۔ (۲) شَوْاطِئُ: ایسا شعلہ جس میں دھواں نہ ہو۔

(۳) نَحَّاس: ایسا شعلہ جس میں دھوئیں کی آمیزش ہو مگر آگ زیادہ ہو۔

(۴) مَارِج: شعلہ کا اوپر کا گرم ترین حصہ۔

(۵) شَرَرٌ: کسی شعلہ سے کٹ کر اڑنے والے چھوٹے چھوٹے سھتے۔ چپکارے۔

۱۰۔ شَكُّ وَشَبْهٌ

۱۔ شَكُّ، وَشَبْهٌ، مَرْتَبِعٌ، مَرْتَبِعٌ، مَرْتَبِعٌ، لَبْسٌ وَرَيْبٌ کے الفاظ قرآن کریم میں مستعمل ہوئے ہیں۔
 شَكُّ، دو نظریات کا ذہن میں مساوی اور برابر ہونا جبکہ کسی ایک کو ترجیح دینے کے لیے کوئی دلیل نہ ہو۔ گویا شک کی بنیاد جہالت یا کم علمی ہوتی ہے (مغف) ارشاد باری ہے:

إِنِّي اللَّهُ شَنَّ فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَرِزْقِ الْأَرْضِ (۱۱۷) کیا اس اللہ کے بارے میں شک کرتے ہو جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔

۲۔ شَبْهَةٌ: شبہہ بمعنی دو یا زیادہ چیزیں آپس میں استقدر مائل ہوں کہ ان میں صحیح طرح سے تمیز نہ ہو سکے۔

اور یہ شبہہ رنگ یا اوصاف میں ہوتا ہے (م۔ ل) ارشاد باری ہے:

(۱) وَمَا تَلَوْهُ وَمَا صَلَّوهُ وَلَكِنْ شَبْهَةٌ اور انہوں نے عینی کوہ قتل کیا اور نہ سولی چڑھایا بلکہ ان کو ایسا شبہہ پڑ گیا تھا۔
 لَهْفٌ (۱۱۸)

(۲) إِنَّ الْبَقْرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا (۱۱۹) اس سبیل کے متعلق ہمیں شبہہ پڑ گیا ہے۔ (وہ ہم پر

مشتبہ ہو گیا ہے)

۳۔ **مَرْيَتَةٌ**: مری کے معنی میں دو باتیں بنیادی ہیں (۱) کسی حقیقت یا نظریہ کا مسلم ہونا (۲) اس حقیقت کو مشکوک باتوں سے مشکوک کرتے رہنا۔ (م ل) اسی لیے یہ لفظ جھگڑا کرنے کے معنوں میں بھی آیا ہے۔ اور اس جھگڑا کی بنیاد یہی شک کی باتیں ہوتی ہیں۔ جیسے فرمایا،
فِي أَيِّ آلَاءِ رَبِّكَ تَتَمَارَى (۵۲) اور اے انسان! تو اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں جھگڑا کرے گا۔

اور **مَرْيَتَةٌ** کسی حقیقت کے متعلق لوگوں کے پیدا کردہ شک کو کہتے ہیں۔ جیسے فرمایا،
فَلَا تَكُنْ فِي مَرْيَتَةٍ مِّنْ لِّقَائِهِ (۲۲) سو اپنے رب کی ملاقات (کے بارے) میں شک میں نہ رہیے۔

۴۔ **مَرِيحٌ**: مَرَجٌ بمعنی دو چیزوں یا نظریات کا رُل مل جانا۔ اور **غَضَبٌ مَّرِيحٌ** اہم گتھی ہوئی ٹہنی کو کہتے ہیں (معن) بے ترتیب ہونا (مخپ) معاملہ کا گڈمڈ اور پیچیدہ ہونا۔ اور **مَرَجٌ** بمعنی کسی خیال کا آنا اور جانا اور اضطراب ہونا (م ل) گویا یہ لفظ تڑو اور اضطراب کا مجموعہ ہے۔ ارشادِ باری ہے،

بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ جب ان کے پاس حق آپنچا تو انہوں نے اسے جھٹلایا
فَهُمْ فِي آفٍ مَّرِيحٍ (۲۶) سو یہ لوگ الجھی ہوئی بات میں پڑ گئے

۵۔ **لَبَسٌ**: لَبَسٌ بمعنی مخالطہ اور ملاخلتہ (م ل) یعنی دو چیزوں کو آپس میں خلط ملط کر دینا اور کسی چیز میں دوسری کو داخل کرنا۔ جیسے حق میں باطل کی آمیزش اور جھوٹ میں کچھ سچ ملا دینا اور اس طرح حقیقت کو ایسا مشکوک کر دینا کہ حق و باطل کی تیز نہ ہو سکے۔ اور اسی طرح کے پڑے ہوئے شک و شبہ کو **لَبَسٌ** کہتے ہیں۔ اور اس لفظ کا استعمال اعراض میں اور کلام کی صورت میں ہوتا ہے (فق ل ۲۳۹) قرآن میں ہے،

بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ بلکہ وہ نئی پیدائش کے سلسلہ میں شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ (۵)

اور فرمایا،

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ (۲۴) حق کی باطل کے ساتھ آمیزش نہ کرو۔

۶۔ **رَيْبٌ**: ایسا شک جس میں اضطراب کا عنصر بھی شامل ہو۔ **رَيْبُ الذَّهْرِ** گردشِ ایام۔ حوادثِ زمانہ اور **رَيْبُ الْمَنُونِ** بمعنی زندگی کے خطرات (م ل) اور **رَيْبُ الْإِسْطَاكِ** ہے جو غلجیان اور کھٹکا پیدا کرے۔ کہتے ہیں **دَخَّ مَا يَرِيْبِكَ إِلَى مَا لَا يَرِيْبِكَ** یعنی ایسی بات چھوڑ دے جو دل میں غلجیان پیدا کرے اور وہ اختیار کر جس میں کوئی غلجیان نہ ہو۔ **رَيْبَةٌ** بمعنی قلق۔ اضطراب (م ل) (ق)۔

ارشاد باری ہے،

إِنَّهُمْ لَكُنِي سَكِّ قَمْنَهُ مَرِيْبٍ (۲۵) وہ ایسے شک میں ہیں جو انھیں چین نہیں لینے دیتا۔

نیز فرمایا،

ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ (۲۶) یہ ایسی کتاب ہے جس میں کوئی شک (خطر) نہیں حاصل؛ (۱) سَكِّ، دو نظریات میں سے کسی ایک کو کم علمی کی بنا پر ترجیح نہ دے سکا۔

(۲) شَبْه، چند چیزوں کے اوصاف والوان ایک جیسے ہونے کی وجہ سے شک۔

(۳) مَرِيْبَةٌ؛ کسی مسلمہ حقیقت کو ظنی باتوں سے مشکوک کر دینا۔

(۴) لَبْسٌ؛ دو نظریات کو ایسے ملا کر مشتبہ کر دینا کہ کسی ایک کی بھی تیسرے نہ ہو سکے۔

(۵) مَرِيْبٌ؛ کبھی ایک خیال آنا، کبھی دوسرا پھر پھلنا۔ اور اس بنا پر شک میں رہنا۔

(۶) رَيْبٌ؛ ایسا شک جس میں اضطراب اور ضلجان بھی شامل ہو۔

۱۱۔ شکل و صورت

کے لیے هَيْئَةٌ (ہیئاً)، شَكْلٌ، صُورَةٌ اور تَمَثُّلٌ کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ هَيْئَةٌ؛ کسی چیز کی رفت سی ابتدائی شکل و صورت کو کہا جاتا ہے خواہ یہ شکل محسوس ہو یا معقولہ

(صفت) یعنی مادی طور پر موجود ہو یا صرف ذہن میں ہو۔ اور هَيْئَةٌ اور هَيْئَةٌ بمعنی چیز کی حالت۔ کیفیت۔ شکل و صورت (منجملہ قرآن میں ہے:

إِنِّي أَخْلَقُ لَكُمْ مِنَ الطَّلِينِ كَهَيْئَتِهِ

الطَّلِينِ (۲۷)

ہوں۔

۲۔ شَكْلٌ، مُشَاكَلَةٌ بمعنی شکل و صورت میں مشابہ ہونا (صفت) اور اشکال بمعنی کسی معاملہ میں ایسی

پیچیدگی جس میں کسی ملتی جلتی صورتیں سامنے آجائیں۔ اور شَكْلٌ بمعنی ایسے ہی پیچیدہ امر کو

کہتے ہیں۔ اور شَكْلٌ الْأَمْرُ بمعنی مشتبہ ہونا۔ اور شَكْلٌ بمعنی مشابہت۔ مثل۔ نظیر۔ اور اشکال بمعنی

موتی یا چاندی کے زیورات جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں۔ (منجملہ قرآن میں ہے:

وَأَخْرَجْنَا مِنْ شَكْلِهِ أَزْوَاجًا (۲۸)

۳۔ صُورَةٌ؛ یعنی کسی مادی چیز کے ظاہری غدوخال جس سے اسے پہچانا جاسکے۔ اور دوسری چیزوں سے

اس کا امتیاز ہو سکے (صفت) ارشاد باری ہے:

فِي آيَاتِ صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَبُّكَ (۲۹)

۴۔ تَمَثُّلٌ؛ (ج تَمَثُّلٌ) مَثَلٌ بمعنی کسی دوسری چیز کی شکل و صورت اختیار کرنا اور سیدھا کھڑا ہونا

اور مَثَلٌ وہ چیز ہے جو نمونہ کے مطابق بنائی جائے۔ اور تَمَثُّلٌ کسی کی شکل بن جانا (صفت) کسی گروپ

دھار لینا۔ اور تَمَثُّلٌ بمعنی تصویر، صورت یا کسی چیز کا مجسمہ (صفت) ارشاد باری ہے:

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَذِهِ

جب حضرت ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے

التَّمَاثِيلُ الَّتِي آتَتْهَا عَلَيْكَؤُنَ۔ لوگوں سے کہا۔ یہ کیا صورتیں ہیں جن کے سامنے تم اشکاف میں بیٹھے رہتے ہو۔ (۲۱/۵۲)

ماصل؛ (۱) ہئیتت: کسی چیز کا رخ سا ڈھانچہ۔ خواہ حتیٰ ہو یا ذہنی۔

(۲) شَکْلٌ: صورت میں مشابہت رکھنے والی چیزیں۔

(۳) صُورَتٌ: کسی چیز کے امتیازی ضد وخال (۴) تَمَثَّلَ: کسی اصل چیز کی نقل تصویر صورت مجسمہ وغیرہ۔

۱۲۔ شکل و صورت بنانا

کے لیے صَوَّرَ، خَلَقَ اور تَمَثَّلَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ صَوَّرَ: بمعنی تصویر کھینچنا۔ شکل بنانا (موجد) اس لفظ کا اطلاق بالعموم جاندار اشیا پر ہوتا ہے اور جاندار اشیا کی صورت بنانا اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ ارشاد باری ہے:

هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ ذُوِّي تَوْبَةٍ جُوْرَمَالِ كَيْفَ يَشَاءُ (۲۱/۲۲) وہی تو ہے جو (ماں کے) پیٹ میں جیسی چاہتا ہے تمہاری صورتیں بناتا ہے۔

۲۔ خَلَقَ: مادہ پر صورت کی تکمیل سے پہلے کے ابتدائی نقش و نگار بنانا۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

ثُمَّ مِنْ مَّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَرَعِيْرٍ مُّخَلَّقَةٍ (۲۱/۲۵) پھر اس بوٹی سے جس کی بناوٹ کامل بھی ہوتی ہے اور ناقص بھی۔

۳۔ تَمَثَّلَ: بمعنی اپنی شکل و صورت میں تبدیلی پیدا کر کے کسی دوسرے کی شکل و صورت کی مانند بن جانا روپ دھارنا۔ ارشاد باری ہے:

فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (۱۹/۱۷) ہم نے مریم کی طرف اپنا فرشتہ بھیجا تو وہ ان کے سامنے ٹھیک آدمی کی شکل بن گیا۔

۱۳۔ شکاف

کے لیے فُطِّرَ اور فُرِّجَ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ فُطِّرَ: فَطَّرَ بمعنی کسی چیز کو لمبائی کے رُخ پھاڑنا (مفت) یا چیرنا ہے۔ اور انْفَطَرَ کے معنی چر جانا ہے (عثمانی)؟ گویا فُطِّرَ ایسے شکاف کو کہتے ہیں جس کی چوڑائی لمبائی کی نسبت بہت کم ہو۔ درز یا دراڑ۔ قرآن میں ہے:

فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَى مِنْ فُطُورٍ (۲۱/۲۳) اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھا۔ کیا تجھے کوئی شکاف نظر آتا ہے؟

۲۔ فُرِّجَ: فَرَجَ کے معنی میں کشادگی کا تصور پایا جاتا ہے، پھٹنے یا چرنے کا نہیں۔ فَرَجَ بمعنی کھولنا۔ کشادہ کرنا۔ کھلا کرنا (موجد) فَرَجَ بمعنی دو چیزوں یا ایک ہی چیز کے دو حصوں کے درمیان وسعت۔ اور فَرَجَ الطَّرِيقِ بمعنی راستہ کا درمیانی حصہ (موجد مفت) سوراخ یا شکاف خواہ اس کی ساخت میں ہو یا بعد میں واقع ہو۔ ارشاد باری ہے:

أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ
كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِنْ
فُرُوجٍ (۵)

کیا وہ اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھتے کہ ہم نے اسے
کیسا بنایا اور اس کو زینت دی اور اس میں کہیں شکاف
نہیں۔

محل: (۱) فُطُور: وہ لباسِ شکاف ہے جو کسی چیز کے پھٹنے سے یا چرنے سے پیدا ہو جیکہ فُرُوج صرف
درمیان میں کھلی جگہ کو کہتے ہیں۔ خواہ یہ شکاف پیدائشی ہو یا بعد میں واقع ہو۔

۱۴۔ شہرِ بستی

کے لیے مَدِينَةٌ، بَلَدٌ، حَضْرٌ اور دِيَارٌ اور قَرْيَةٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ مَدِينَةٌ: مَدَن بمعنی اقامت کرنا۔ شہر میں بسنا۔ اور قَمَدَانٌ بمعنی مَذَب و شائستہ ہونا (مخبر)
اور مَدِينَةٌ ہر ایسے شہر کو کہتے ہیں جہاں لوگ مل جل کر اصول و قواعد کے تحت رہتے ہوں۔
(ج مَدَائِنِ) قرآن میں ہے،

وَجَاءَ مِنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَكْفِي (۳۱)

۲۔ بَلَدٌ: ہر وہ مقام جس کی حد بندی کی گئی ہو اور وہاں لوگ آباد ہوں (صفت) (ج بلاد)

لَا أَقْسَمُ بِهَذَا الْبَلَدِ (۳۲)

۳۔ حَضْرٌ: بمعنی حد (ج مَضُور) کہتے ہیں اِشْتَرَى فُلَانٌ الدَّارَ بِمَضُورِهَا، فُلَانٌ نے وہ

مکان اس کی حدود تک خرید کیا۔ اور حَضْرٌ بمعنی پرگنہ۔ تحصیل (جس کی حد بندی کی گئی ہو) اور
بعض کے نزدیک حَضْرٌ بسا شہر ہے جہاں نے اور صدقات تقسیم ہوتے ہوں (م۔ ل) اور بعض
کے نزدیک یہ تحصیل والا شہر ہوتا ہے۔ نیز ایک ملک کا نام قرآن میں ہے:

إِهْبِطُوا مِصْرَافًا لَكُمْ فَاسَأَلْتُمُوهَا (۳۳)

۴۔ دِيَارٌ: (واحد دَارٌ اور اس کی جمع دُورٌ بھی آتی ہے) دُورٌ بمعنی کسی چیز کا چاروں طرف سے گھرا ہونا

اور دَارٌ بمعنی گھر۔ مکان۔ اور دُورٌ بمعنی کسی عابد کی رہائش گاہ۔ اور دَارٌ بمعنی رہائش کے لحاظ سے
اس کا مفہوم بڑا وسیع ہے جس کا اطلاق کسی بستی، قصبہ، شہر اور ملک سب پر ہوتا ہے۔ دَارُ الْحُوْبِ
معنی دشمن کا ملک دَارُ الْقَرَارِ بمعنی آخرت دَارُ الدُّنْيَا بمعنی دنیا کا گھر۔ تمام دنیا۔ اور دَارُ اِنْسَانِ

يَا دَارِ اِنْسَانِ بمعنی دنیا یا آخرت۔ قرآن میں ہے،

فَاِذَا جَاءَ وَعَدُ اُولٰٓئِهِمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ

عِبَادًا لَنَا اُولٰٓئِي بَايَسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا

خِلَلَ الدِّيَارِ (۳۴)

۵۔ قَرْيَةٌ: (ج قَرْيٌ) بمعنی (۱) بستی (۲) بستی میں رہنے والے لوگ۔ اس لفظ کا اطلاق الگ الگ معنوں

میں بھی ہوتا ہے اور مجموعی طور پر بھی (صفت) بستی خواہ بڑی ہو یا چھوٹی، گاؤں ہو یا شہر۔ سب پر

اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور صاحبِ مہجد کے نزدیک اس کا اطلاق صرف بڑی بستی پر ہوتا ہے

(مخبر) ارشاد باری ہے:

وَكَايِنَ مَنْ قَرِيْبَةٍ عَنَّتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا
وَرَسُوْلِهِ - (۶۸)

اور بہت سی بستیوں (یعنی اس کے باشندوں) نے
اپنے پروردگار کے احکام اور اس کے رسولوں کی امت
سے سرکشی کی۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

تِلْكَ الْقَرْيَاتُ اَهْلَكْنَهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا -
(۱۸۹)

یہ بستیاں جو ویران پڑی ہیں جب انہوں نے ظلم کیا
تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔

ماہصل (۱) مَدِيْنَةٌ: وہ بستی ہے جہاں لوگ اصول و قواعد کے تحت رہتے ہوں۔

(۲) بَلَدٌ: وہ شہر جس کی حد بندی کی گئی ہو۔ (۳) مِيْضِرٌ: حد بندی شدہ اور فضیل والا شہر۔

(۴) دِيَارٌ: کا اطلاق گھر، گاؤں، قصبہ، شہر، ملک اور پوری دنیا پر بھی ہو سکتا ہے۔

(۵) قَرِيْبَةٌ: بڑی بستی۔ شہر یا گاؤں۔ بستی اور اس کے رہنے والے لوگ۔

۱۵ - شیشہ

کے لیے رُجَاجَةٌ (زجاج) اور قَوَارِيْرٌ (قور) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- رُجَاجَةٌ: یعنی شیشہ (GLASS) کا بیج۔ بلور۔ معروف لفظ ہے شیشہ کا ٹکڑا یا شیشے کا برتن سب
کے لیے مستعمل ہے۔ اَلرُّجَاجِيُّ یعنی شیشہ بیچنے والا۔ اور رُجَاجَةٌ یعنی شیشہ گری کا پیشہ (مخبر)
اور معنی آبگینہ (م- ل) یعنی رُجَاجَةٌ سے مراد ایسا شیشہ ہے جس میں سے آر پار دیکھا جاسکے۔ قرآن

میں ہے:

اَلْيَصْبَاحُ فِي رُجَاجَةِ الرُّجَاجَةِ
كَانَهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ (۲۲)

وہ چرخ ایک تندی میں ہو۔ اور وہ تندی ایسی
(شفاف ہو) گویا چمکتا ہوا تارا۔

۲- قَوَارِيْرٌ: (واحد قارورہ) یعنی کوئی پینے کی چیز (مشروب) یا ٹھنڈا پانی جو ہمارے رکھنے کا برتن (مخبر)

شیشے کا برتن۔ اور حکیموں کی اصطلاح میں شیشے کا وہ برتن جس میں مریض کا پیشاب برائے ملاحظہ
حکیم کو پیش کیا جائے۔ اور قَارُوْرَةٌ ہر اس شیشہ کو کہتے ہیں جو کسی غرض کے لیے بنایا گیا ہو خواہ یہ
چہرہ دیکھنے کا ہو یا عمارتوں کی زیبائش کے لیے رنگدار بنایا گیا ہو یا برتن سازی میں استعمال ہو۔ ارشاد
باری ہے:

يُطَاوَنُ عَلَيْهِمْ بِاِنْيَةِ مِنْ فِصَّةٍ وَاَكْوَابٍ
كَانَتْ قَوَارِيْرًا (۲۳)

(مذام) چاندی کے برتن ایسے ان کے لیے ادا کر دھریں گے
اور شیشے کے (نہایت شفاف) گلاس۔

ماہصل (۱) رُجَاجَةٌ: یعنی آبگینہ۔ کا بیج۔ بلور جس کے آر پار دیکھا جاسکے۔

(۲) قَوَارِيْرٌ: وہ شیشہ ہے جس کو کسی غرض کے لیے بنایا جائے۔ شیشہ کی مصنوعات۔ خواہ پھولدار اور رنگین ہوں۔

شيطان کے لیے دیکھیے۔ جن۔ !

ص

اصناف کرنا

کے لیے مَحْصَن، طَهْر، صَفَا اور مَسْح کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- مَحْصَن کسی ایسی چیز کو صاف کرنا جس میں ملاوٹ رنج بس گئی ہو۔ ادوی اشیاء میں اس کا اطلاق مرکبات (COMPOUNDS) کو الگ کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ جیسے مَحْصَن الدَّهَب یعنی سونے کو کٹھالی میں ڈال کر دوسری دھاتوں کے آمیزے اور آلائش دور کر دینا۔ اور معنوی لحاظ سے اس کا اطلاق کسی کو رنج و مصائب میں مبتلا کر کے اسے پاک و صاف بنانا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلْيُمَخِّصِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَ
يُمَحِّقِ الْكُفْرَ بَيْنَ (۲۳۱)

کافروں کو نابود کر دے۔

۲- طَهْر، (مُحَدِّثٌ بِمَعْنَى مِيلٍ كَجِيلٍ) یعنی میل کھیل کو دور کرنا۔ اور طَهْرٌ بِمَعْنَى مِيلٍ كَجِيلٍ اور غلاظت سے پاک۔ صاف پتھر ہوا شفاف۔ ارشاد باری ہے:

وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا (۲۳۸)

اور ہم نے آسمان سے پتھر ہوا پانی اتارا۔

۳- صَفَا: ایسی چیزوں کو آلائش اور آمیزش سے پاک صاف کرنا جن کو الگ کرنا کیمیاوی عمل کے بغیر ممکن ہو یعنی آمیزہ (MIXTURE) جیسے شہد کو موم اور ستھا وغیرہ سے پاک و صاف کرنا یا تکلیف پانی کو گرم کر کے پانی اور نمک کو الگ الگ کر دینا۔ قرآن میں ہے:

وَأَنْهَارٍ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى (۲۴۰)

اور جنت میں صاف شدہ شہد کی نہریں ہوں گی۔

۴- مَسْح، یعنی چیز پر ہاتھ پھیر کر اس سے گرد اور آلائش وغیرہ کو دور کرنا۔ جھاڑنا، پونچھنا۔ جیسے فرمایا، قَطِّفِقْ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ۔ تو سلیمان ان گھوڑوں کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیر کر گرد صاف کرنے لگے۔ (۲۳۶)

اور شرعی اصطلاح میں مسح کا معنی پاک مٹی یا پانی کو پہلے کسی جگہ پھینکنا یا لگانا پھر اسے جھاڑ کر صاف کر دینا ہے۔ جیسے فرمایا:

فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا

تو پاک مٹی کا ارادہ کرو۔ پھر اس سے منہ اور ہاتھوں کا

بوجھو کہم و آیدیکم منه (۴)

مسح کرو۔

- محصّل:** (۱) مَحْصَصٌ: مرکبات سے آمیزش کو دُور کرنا اور صاف بنانا۔
 (۲) طَهْرٌ: ظاہری نجاست کو پانی وغیرہ سے صاف کرنا۔
 (۳) صَفَى: آمیزے سے آمیزش کو علیحدہ کر کے صاف کرنا۔
 (۴) مَسَحَ: ہاتھ پھیر کر گرد اور آلائش وغیرہ کو پونچھنا۔ جھاڑنا۔ صاف کرنا۔
 نیز دیکھیے — ”پاک و صاف کرنا“۔

۲۔ صبح

کے لیے بالترتیب اور بلحاظ وقت اَسْحَار (واحد سحر) فَجْرٌ، صَبْحُ کے لیے دیکھیے عنوان ”رات“ اور اَشْرَاق (یا شروق) بُكُورَةٌ (یا بُكُور) عَدَاةٌ (یا عَدُوَّةٌ) اور صُحْحٌ کے لیے دیکھیے عنوان ”دن“۔

اہل عرب نے دن کی مدت کو بھی بارہ گھنٹوں یا بارہ گھنٹیوں میں تقسیم کر کے ان کے الگ الگ نام تجویز کیے ہیں اور رات کو بھی بارہ گھنٹیوں میں تقسیم کر کے ان کے نام تجویز کر رکھے ہیں۔ مندرجہ بالا الفاظ ان ہی مختلف گھنٹیوں کے نام ہیں جن کی تفصیل دن اور رات کے عنوانات کے تحت دے دی گئی ہے۔

۳۔ صبح کو کرنا

کے لیے اَصْبَحَ اور عَدَا (عَدُو) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَصْبَحَ اور صَبَّحَ: صَبَّحَ (صَبَّحًا) بمعنی روشن اور چمکدار ہونا۔ اور مَصْبَحٌ بمعنی چراغ اور صَبْحُ دن چڑھنے سے پیشتر روشنی ہو جانے کے وقت کو کہتے ہیں۔ اَصْبَحَ بمعنی صبح میں داخل ہونا۔ اور صَبَّحَ بمعنی صبح کے وقت آنا۔ صبح کا سلام کہنا (مُجِبًا) اور اَصْبَحَ صَبَّحَ کسی کام کا صبح کے وقت ہونا یا کرنا کے معنوں میں بھی مستعمل ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَاَصْبَحَتْ كَالضَّرِيمِ فَتَنَادَا
 تَوَدُّهُ بَاغِ صَبْحٍ كَلْمِي هَوْنِي كَيْتِي كِي مَانِدْ هُوْگِيَا۔ اور
 مُصْبِحِينَ (۴۱-۴۰)

دوسرے مقام پر ہے:

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمُ بَكْرَةٌ عَدَا بٌ
 مَسْتَقِرًّا (۵۲)

پھر کثرت استعمال کی وجہ سے اَصْبَحَ کا لفظ صرف ”ہو جانا“ کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ جیسے فرمایا:

فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ اِخْوَانًا (۱۳)

تو تم اس (اللہ) کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔

۲- غَدَاً، غَدً بمعنی آنے والا کل۔ آج سے بعد آنے والا دن (TOMORROW) اور غَدَوَةٌ دن چڑھنے کے بعد اشراق اور بُكْرَةٌ کے بعد تیسری گھڑی کو کہتے ہیں۔ اور غَدَاً بمعنی دوسرے دن پہلے پر کوئی کام کرنا۔ پھر اس لفظ کا استعمال بھی کسی دن غَدَوَةٌ یا پہلے پر کوئی کام کرنے کے لیے ہونے لگا۔ ارشاد باری ہے:

وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ
الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ (۲۳)

اور جب آپ صبح کے وقت گھر سے روانہ ہو کر مومنوں کو لڑائی کے لیے) موحوں پر متعین کرنے لگے۔

۴۔ صبر کرنا

کے لیے صَبْرٌ اور قَنَعَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- صَبْرٌ بمعنی کسی تکلیف یا صدمہ پہنچنے پر اسے برداشت کر جانا اور بقیاری و جزع و نزح کا اظہار نہ کرنا ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَصَبِّرْ وَاعْلَىٰ مَا كَذَّبُوا وَارْتَدُّوا
حَتَّىٰ أَنزَلْنَاهُمْ نَصْرًا (۲۴)

تو وہ پیغمبر اس تکذیب اور ایذا پر صبر کرتے رہے یہاں کہ ان کے پاس ہماری مدد پہنچ گئی۔

۲- قَنَعَ، بمعنی جو کچھ جتہ میں آئے اس پر صبر کرنا (منجہ) اور قَنَاعَتٌ بمعنی ضروریات زندگی سے متعلق تھوڑی چیز پر راضی ہونا (من) تھوڑی چیز پر صبر و شکر کرنا اور کسی کے سامنے شکوہ شکایت نہ کرنا ہے (من) ارشاد باری ہے:

فَإِذَا وَجِدتَّ جُنُودَهُمَا فَكُلُوا مِنْهَا
وَأَطِيعُوا أَلْفَاقَهُ وَالْمَعْتَرِ (۲۵)

تو جب یہ (قرآنی کے جانور) پہلو کے بل گر پڑیں تو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور صبر سے بیٹھ بیٹھنے والوں کو بھی کھلاؤ۔

ماہصل: (۱) صبر، مصائب و مشکلات پڑنے پر برداشت کر جانا۔
(۲) قناعت: ضروریات زندگی میں تھوڑے پر صبر و شکر کرنا۔

۵۔ صلح

کے لیے صَلَحٌ اور سَلَّمَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- صَلَحٌ، الْأَصْلَحُ کی ضد فساد بمعنی بگاڑ ہے۔ اور أَصْلَحَ بمعنی بگاڑ کو درست کرنا۔ اور صَلَحَ ان فریقین کے درمیان باہمی سمجھوتہ کو کہتے ہیں جن میں پہلے سے بگاڑ، جھگڑا یا لڑائی موجود ہو۔ ارشاد باری ہے:

(۱) وَإِن كَانَ ثَمَانٍ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ آقَلُوا

اور اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑیں

تو ان میں صلح کرادو۔

فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا (۴۹)

اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو میاں بیوی پر کچھ گناہ نہیں آپس میں کسی ترازو پر صلح کر لیں اور صلح خوب (تہیز) ہے۔

(۲) وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِن بَعْدِهَا تَنُوزًا
أَوْ غَرَضًا فَلْأَجْحَاحِ عَلَيْهِمَا أَنْ يَصْلِحَا
بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ (۴۸)

۲- سَلِمَ السَّلْمُ بِمَعْنَى السَّلَامَةِ تَابَعْدَارِي اَوْرَسَلْمَ بِمَعْنَى نَجَاتِ پَانَا، مَحْفُوظَ هُوْنَا، اَوْرَسَلْمَ صِلْحَ كَرْنِ وَا لَے كُو بھي كِتْمَ هِيں (مخبر) اور ایسے سمجھوتہ یا صلح کو بھی جو لڑائی یا بگاڑ پیدا ہونے سے پہلے ہی ہو جائے۔

میتع ہونا۔ ارشاد باری ہے:

پھر اگر وہ ہتک سے (کنارہ کشی کریں اور ٹریں نہیں اور تمہاری طرف صلح (کا پیغام) بھیجیں تو اللہ نے تم پر ان کے لیے زبردستی کرنے کی کوئی راہ نہیں بنائی۔

فَإِنِ اعْتَرَفْتُمْ فَلَمْ يَنُوتَا لَكُمْ وَاللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا (۴۷)

ماصل لڑائی یا فلتے پہلے کے سمجھوتہ کے لیے سلم اور بگاڑ واقع ہونے کے بعد باہمی سمجھوتہ کے لیے صلح کا لفظ آتا ہے۔

ض

ضائع ہونا اور ضائع کرنا کے لیے دیکھیے برباد ہونا اور ”برباد کرنا“
ضد کرنا کے لیے ضِدًّا، تَعَاَسَرَ، اَصْرًا، مَرَدًّا کے الفاظ آئے ہیں۔
ضِدًّا اور تَعَاَسَرَ کے لیے دیکھیے مخالفت کرنا، اور
اَصْرًا اور مَرَدًّا کے لیے دیکھیے ”اڑنا“

۱۔ ضامن

کے لیے کَفَيْلٌ اور زَعِيمٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں

۱۔ کَفَيْلٌ، کَفَلٌ بمعنی کسی کے نان و نفقہ اور خبر گیری کا ذمہ دار ہونا۔ ضامن ہونا (صحت) اور کَفَيْلٌ بمعنی نان و نفقہ اور خبر گیری کا ذمہ دار۔ ضامن۔ قرآن میں ہے،

وَمَا كُنْتُمْ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُونَ اَقْلَامَهُمْ
اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ﴿۳۳﴾

اور تم اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ اپنے
قلم (بطور قرعہ) ڈال رہے تھے کہ مریم کی پورش کا کون
ضامن ہو۔

دوسرے مقام پر فرمایا،

وَقَدْ جَعَلْنَا لَكَ عَلَيْهِمْ كَفِيلًا ﴿۳۴﴾ اور بیشک تم اللہ کو اپنا ضامن مقرر کر چکے ہو۔

۲۔ زَعِيمٌ: زُعَامَةٌ بمعنی ایسی بات کی ذمہ داری اٹھانا جس کا تعلق سیاست (سرداری) سے ہو (صحت)

زَعِيمٌ وہ شخص ہے جو حکومت کی طرف سے کسی بات کا ذمہ دار یا ضامن ہو۔ قرآن میں ہے:

قَالُوا نَفَقْتُمْ صَوَاعِقُ الْمَلِكِ وَلَيْمَنَّا
جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَاَنَا لَهُ زَعِيمٌ ﴿۳۵﴾

وہ بولے کہ بادشاہ کا تینے کا گلاس کھویا گیا ہے
اور جو شخص اس کو لے آئے اس کو ایک بار شتر انعام
اور میں اس کا ضامن ہوں۔

ماحصل (۱) کَفَيْلٌ: ایسا ضامن جو نان و نفقہ اور خبر گیری کا ذمہ دار ہو۔
(۲) زَعِيمٌ: وہ ضامن جو حکومت کی طرف سے کسی بات کا ذمہ دار ہو۔

ط

۱۔ طاقت

کے لیے طاقۃ (خلق) قُوَّةٌ (قُوَّةٌ) قُوَّةٌ (قُوَّةٌ) مَرَكَنٌ، مَحَلٌّ کے الفاظ آنے ہیں۔

۱۔ طاقۃ، معروف لفظ ہے اور اس کا استعمال عام ہے۔ بمعنی ہمت، سکت جو کسی کام کے لیے دیکار ہو (مصنف) (POWER)۔ ارشادِ باری ہے:

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا
طاقت نہیں اٹانا ہمارے سر پر نہ رکھیو۔

۲۔ قُوَّةٌ زور۔ استعداد اور صلاحیت جو کسی چیز کے اندر پائی جائے (FORCE) (مصنف) ضد ضعف (مصنف) قرآن میں ہے:

أَنْ مَقَاتِلَهُ لَكُنَّوْ بِالْعَصَبَةِ أَدْلَى
اس (قانون کے خیزلنے) کی چابیاں ایک طاقتور جماعت
بشکل اٹھاتی تھی۔

۳۔ مَرَكَنٌ (مَرَكَنٌ) یعنی (۱) گزنا (۲) تلخ ہونا اور (۳) یعنی مضبوطی سے بٹنا۔ اور مَرَكَنٌ بمعنی شدت۔ کسی چیز کی دائمی حالت۔ طاقت۔ مضبوطی۔ منجد شدت اور عزم (ق۔ ج) اور ذمہ دارہ ہے یعنی مضبوط اور طاقتور۔ توانا۔ بڑا زور آور۔ اور مَرَكَنٌ بمعنی ٹی ہوئی رسی (مصنف) ارشادِ باری ہے:

عَلِمْنَا شِدَّةَ الْقُوَى ذُو مَرَكَنٍ فَاسْتَوَى
ان (رسول اکرم) کو نہایت قوت والے (جبریل) نے
سکھایا جو بڑا زور آور ہے۔ پھر وہ پورا نظر آیا۔

۴۔ مَرَكَنٌ کسی چیز کا رکن اس کی قوی تر جانب ہے (۲۔ ل) اور بمعنی ستون۔ قلعہ اور بل بوتہ استعمال ہوتا ہے ارشادِ باری ہے:

قَالَ لَوْ أَنِّي رَأَيْتُكُمْ قُوَّةً أَرَأَيْتُ إِلَى مَرَكَنٍ
لو (میں نے) کہا لے کاش! مجھ میں تمہارے مقابلے کی
طاقت ہوتی یا کسی مضبوط قلعے میں پناہ پکڑ سکتا۔

۵۔ مَحَلٌّ بمعنی کسی کے خلاف قوت اور سختی کے ساتھ بُری تدبیر کرنا (مصنف) گویا مَحَلٌّ کے معنی میں قُوَّةٌ اور حِجْلَةٌ دو باتیں پائی جاتی ہیں یعنی کسی شخص پر حیلہ و تدبیر سے گرفت شدید کرتے جانا۔ اور مَحَلٌّ بمعنی دھوکا۔ مکر۔ عناد۔ شدت۔ قحط۔ سخت بھوک (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ وَهُوَ شَدِيدٌ
الْمِحَالِ (۱۳)

اور وہ اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں اور وہ بڑی
توت والا ہے (جالندھری)

اور اس کی پکڑ سخت ہے (عثمانی)

ماحصل: (۱) طاقت، عام لفظ ہے۔ اتنی سخت جو کسی کام کے لیے ویرا ہو۔

(۲) قُوَّة: وہ استعداد و صلاحیت جو کسی چیز کے اندر موجود ہو۔

(۳) مِرَّة: توت شدت اور عزم ذمہ دہ سبب والا زور آور (مخادرہ)

(۴) رُكْن: کسی چیز کی قوی تر جانب۔

(۵) مَحَل: قوت اور حیلہ۔

۲۔ طاقت رکھنا

کے لیے اَطَّاقٌ اور اِسْتِطَاعٌ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ اَطَّاقٌ: یعنی کسی کام کی ہمت اور سخت رکھنا۔ معروف لفظ ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهِ فِدْيَةٌ طَعَامُ
مِسْكِينٍ (۲/۱۸۳)

نہیں) وہ اس کے بدلے محتاج کو کھانا کھلائیں۔

۲۔ اِسْتِطَاعٌ (الْأَمْوَالِ) یعنی کسی کام کی طاقت رکھنا۔ لائق ہونا (منجدا) اور یعنی کسی کام کو سرانجام دینے کے لیے جن اسباب کی ضرورت ہوتی ہے ان سب کا موجود ہونا (معت) طاقت کا تعلق محض کسی کی اپنی ذات تک محدود ہے جبکہ استطاعت کا تعلق ذاتی طاقت کے علاوہ بعض دوسرے اسباب و ذرائع سے بھی متعلق ہے۔ جیسے حج کے لیے خرچ، سواری راستہ کا پر امن ہونا، گھوڑوں کے لیے خرچ وغیرہ۔

وَبِاللَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ
اِسْتِطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (۲/۹۷)

اور بیت اللہ کا حج کرنا لوگوں پر اللہ کا حق ہے جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے۔

اسی لیے استطاع کا معنی مقدور رکھنا، توفیق رکھنا یا کسی کام کا کر سنا کیا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

فَمَا اِسْطَاعُوا اَنْ يُّظْهَرُوْهُ وَمَا
اِسْتَطَاعُوْهُ نَقْبًا (۱۸/۹۷)

پھر ان میں نہ یہ قدرت رہی کہ اس (دیوار) پر چڑھ سکیں اور نہ یہ طاقت رہی کہ اس میں نقب لگاسکیں۔

ایک اور مقام پر ہے:

وَإِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يُعِيْسَى ابْنُ
مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ اَنْ يُنْزِلَ
عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ (۵/۱۱۰)

اور جب حواریوں نے کہا، اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تمہارا پروردگار ایسا کر سکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے (طعام کا) خوان نازل کرے۔

طرف کے لیے دیکھیے — ”جانب“

۳۔ طریقہ دستور

کے لیے طَرِيقَةُ سُنَّةِ اُمَّةٍ، شَرِيعَةُ، مَنَافِعِ، مَنَسَكِ، شَاكِلَةِ، مَعْرُوفِ اور خَلْقِ كَاللِّفَافِ
قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ طَرِيقَةُ، یعنی عادت۔ حالت۔ مذہب (سجد) ہر اس مسلک اور مذہب کو طَرِيقُ کہا جاتا ہے۔
جو انسان کوئی کام اختیار کرنے کے لیے کرتا ہے۔ خواہ وہ فعل محمود ہو یا مذموم (صفت)
قرآن میں ہے:

وَيَذَّهَبًا بِطَرِيقَتِكُمُ الْمُثَلَىٰ - اور وہ دونوں (موسیٰ اور ہارون) تمہارے شائستہ
مذہب کو نالوہ کر دیں۔ (۲۱۳)

دوسرے مقام پر ہے:

اِذْ يَقُولُ امثالهم طَرِيقَةٌ اِنْ لَبِثْتُمْ
اِلَّا يَوْمًا (۲۱۳)
اس وقت ان میں سے سب سے اچھی راہ درویش
رکھنے والا کہے گا کہ تم تو صرف ایک دن (دی دنیا
میں) رہے ہو۔

گویا شرعی اصطلاح میں طریقہ، لوگوں کی ان رسوم و عادات کو کہتے ہیں جنہیں لوگوں نے مذہبی شعار کا
درجہ دے رکھا ہو۔

۲۔ سُنَّةٌ، سُنٌّ یعنی کسی چیز کا جاری ہونا اور اس کا درست طور پر چلنا۔ لازم و متعدی دونوں طرح
استعمال ہوتا ہے۔ جیسے سُنٌّ سُنٌّ جس کسی نے کوئی بات (طریقہ، رسم، دستور) رائج کیا جب
اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے قانون الہی (جسے عموماً قانون قدرت کہہ دیتے ہیں)
مراد ہوگا۔ جیسے فرمایا:

فَهَلْ يَنْظُرُونَ اِلَّا سُنَّتِ الْاَوَّلِينَ فَلَنْ
تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلاً (۲۵)
یہ اگلے لوگوں کی روش کے سوا اور کسی چیز کے نظر نہیں
سوم اللہ کی عادت میں ہرگز تبدیلی نہ
پاؤں گے۔ (توبہ: ۲۵)

اور جب صرف لفظ سنت بولا جائے تو اس سے مراد بالعموم وہ طریقہ ہے جو رسول اکرم نے رائج
فرمایا ہو (سنت، اسوۂ رسول)۔

۳۔ اُمَّةٌ: ایک ہی عقیدہ یا نظریہ کے ہم خیال لوگوں کو امت کہتے ہیں (صفت) پھر اس لفظ کا اطلاق
اس عقیدہ یا نظریہ پر بھی ہوتا ہے جس پر لوگ ہم خیال ہو جائیں خواہ یہ عقیدہ یا نظریہ غلط ہو یا درست
قرآن میں ہے:

اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا عَلٰى اُمَّةٍ وَّرَاۤءِ عَلٰى
اَنَّا رَہِمۡ مَّتَقَلِّدُوۡنَ (۱۷۸)
ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راہ پر پایا ہے اور ہم
قدم بہ قدم ان ہی کے پیچھے چلتے ہیں۔

۴۔ شَرِيعَةٌ: شرع بمعنی کسی چیز کا کھنچ کر یا بلند ہو کر سامنے آنا یا ظاہر ہونا کہتے ہیں۔ شَرَعَ الْعَبْدُ عُنُقَهُ اُونٹ نے گردن اس طرح بلند کی کہ وہ نمایاں طور پر نظر آنے لگی (م۔ ل) اور شرع للفقوہ بمعنی قوم کے لیے قانون بنانا۔ اور شَرِيعَةٌ بمعنی اسلامی قانون۔ غزالی احکام۔ ضابطہ (مخبر) اور شریعت اسلامیہ اسلامی قوانین کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور شَرِيعَةٌ بمعنی واضح اور متعین راستہ۔ لیکن اس کا اطلاق صرف احکام الہیہ پر ہوتا ہے (مفت)

ہمارے خیال میں امام رابع کی تعریف یا معنی زیادہ صحیح ہے یعنی لفظ شریعت کے معنی اسلامی قانون نہیں بلکہ اللہ کے احکام ہیں۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دین تو سب انبیاء و رسل کا ایک ہی رہا ہے مگر شریعت میں (اختصاصات زمانہ کے تحت) تبدیلی ہوتی رہی ہے۔ دین کی حیثیت باپ کی ہے اور شریعت کی حیثیت ماں کی۔ آپ نے فرمایا، ہم انبیاء کا باپ تو ایک ہی ہے مگر ماںیں الگ الگ ہیں۔ گویا دین ایسے غیر تبدیل احکامات الہیہ پر مشتمل ہے جو ابجد کے تخلیق آدم سے ایک ہی رہے ہیں جیسے ایمان بالغیب، اللہ، فرشتوں اور اس کی کتابوں پر ایمان اور قانون جزا و سزا وغیرہ نماز، روزہ، زکوٰۃ کے احکام اور حدود و تعزیرات وغیرہ اور شریعت کے احکام کی مثال یوں سمجھیے جیسے نمازوں کی تعداد۔ ان کی کیفیتیں اور طریق ادائیگی۔ شریعت ہر صاحب شریعت نبی یا رسول کی الگ تھی مگر دین ایک ہی رہا ہے۔ ارشاد باری ہے:

ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ۔ پھر ہم نے آپ کو دین کے کھلے راستے پر قائم کر دیا۔

(۲۸)

اس آیت سے واضح ہے کہ آپ کو الگ شریعت دی گئی تھی۔

۵۔ مَنَاجِحُ: منہج الامر والطریق بمعنی کام یا راستہ کا واضح ہونا (مخبر) اور منہاج بمعنی واضح دستور العمل ہے (مفت) یعنی شرعی احکام کی ادائیگی کا طریق کار۔ اور یہ طریق کار بھی انبیاء کو اللہ ہی کی طرف سے بتلادیا جاتا ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ جبریل رسول اللہ کو دو دن آکر دن کی پانچوں نمازیں پڑھاتے سہے۔ پہلے دن اول اوقات میں اور دوسرے دن آخر اوقات میں۔ اور بتلایا، ان اوقات کے درمیان کسی وقت بھی نماز ہو سکتی ہے۔ یہ منہاج ہے۔ گویا شریعت ہی کی وسعت اور وضاحت کا نام منہاج ہے (فقہ ل ۱۱) ارشاد باری ہے:

لِكُلِّ جَعَلْنَا مَنكُمْ شَرِيعَةً وَمِنْهَا جَا۔ ہم نے تم میں ہر ایک کے لیے ایک دستور اور

(۳۸)

طریقہ مقرر کیا ہے۔

۶۔ مَنَسَكٌ: مَنَسَكٌ بمعنی زاہد بننا۔ درویش بننا۔ اور مَنَسَكٌ بَدَلَهُ بمعنی اللہ کے لیے قربانی کرنا (مخبر) مَنَسَكٌ کا لفظ منہاج سے انحص ہے اور اس سے مراد صرف وہ طریق کار ہے جو عبادات سے تعلق رکھتا ہو۔ جیسے فرمایا:

لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنَسَكًا هُمْ۔ ہم نے ہر ایک امت کے لیے بندگی کی راہ مقرر کر دی

نَاسِكُوهُ (۲۲) وہ اسی طرح بندگی کرتے ہیں۔

مَنَّسَكَ كَالْفَرْعِ بِالْعُومِ جج کے شعائر و احکام اور ادائیگی سے مختص ہو گیا ہے۔ مناسک جج، بمعنی اعمال جج ادا کرنے کے مقامات، قواعد اور طریقے۔ اور نَسَكَ اس قربانی کو کہتے ہیں جو حج کے دوران کی جاتی ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے عنوان ”قربانی“) جیسے فرمایا:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهِ آذَى
سِرِّيسٍ تَكْلِفُ (ہو) اور اسے سر نہ ڈانا ہی پڑے تو
صَدَقَاتِهِ أَوْ سُكِّنِ (۲۳) اس کے عوض روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے۔

۷۔ شَاكِلَةٌ: شَكْلٌ بمعنی مشتبہ ہونا۔ اور شَكَلُ الدَّيَّةِ بمعنی جانور کو پائے بند ڈالنا (مخبر) اور اَلنَّاسُ اَشْكَالٌ وَالْأَفْجُ بمعنی لوگ آپس میں مشابہ اور الفت کرنے والے ہیں (معنی) گویا شکل کے معنی میں دو باتیں پائی جاتی ہیں شکل و صورت میں اشتباہ اور پابندی۔ اور شَاكِلَةٌ وَهُوَ مَخْصُوصٌ اِنْدَازًا وَجِبْطًا وَهَنْكًا بِطَرِيقَةٍ هِيَ جَوَانِسَانِ اِنْبَنِي طَبِيعَتِ كِي اِنْتَاو كِي بِنَارٍ اِبْرَاخِيَا كَرْتَا بے۔ جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا ہے: ”كُلُّ مَيْسَرَةٍ لَمَّا خُلِقَتْ لَهٗ“ اس کی مثال یوں سمجھیے کہ ایک شخص کھلے بندوں صدقہ و خیرات اس بنا پر پسند کرتا ہے کہ دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی رغبت ہو، نمائش مقصود نہ ہو مگر دوسرا اسے یوں دینا پسند کرتا ہے کہ کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہو۔ اب یہ دونوں طریق جائز اور درست ہیں۔ عمل بھی ملتا جلتا بلکہ ایک ہی ہے لیکن طریق ادائیگی دونوں کا الگ الگ ہے جو اُن کی اپنی اپنی پسند اور صوابدید کے مطابق ہے۔ یہ شَاكِلَةٌ ہے۔ ارشاد باری ہے:

قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَمَلَهُ فَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ فَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ فَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ فَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ
آپ کہہ دیجئے کہ ہر شخص اپنے اپنے طریق پر عمل کرتا ہے۔ (دھنک عثمانی)

۸۔ مَعْرُوفٌ، (مُذْهَبٌ) عَرَفٌ بمعنی پہچانا۔ اور معروف ہر وہ طریقہ ملکی دستور یا رسم دوران جج ہے جو معاشرہ میں جانا پہچانا ہو اور اسے اچھا سمجھا جاتا ہو اور شریعت میں اسکے تعلق خواہ کوئی زمانہ یا نسل جیسے اپنے سے بڑوں کے سامنے ادب سے بٹھینا اور انہیں جی یا آپ کہہ کر پکارنا، ان باتوں کا شریعت میں حکم نہیں۔ تاہم ابھی باتیں ہیں۔ یہ معروف ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَمَّا طَلَّقَتْ مَتَاعَ بِالْمَعْرُوفِ۔ اور مطلقہ عورتوں کو بھی دستور کے مطابق نان نفقہ

دینا چاہیے۔ (۲۴)

۹۔ خُلِقَ: خُلِقَ خُلِقَتْ یعنی اس شکل و صورت پر بولا جاتا ہے جس کا تعلق اور راک بصر سے ہوتا ہے اور خُلِقَ كَالْفَرْعِ بِالْعُومِ جج کے معنی میں ہوتا ہے جن کا تعلق بصیرت سے ہے (معنی) خُلِقَ اور خُلِقَ بمعنی طبیعت، نھصلت، سرشت (مخبر) یا وہ عادت و طریقہ جو طبیعت کے ساتھ راجع بس گیا ہو۔ (ج اخلاق) قرآن میں ہے

اِنَّ هٰذَا اِلَّا خُلُقٌ اٰوَّلٰیٰنَ (۲۵) یہ تو اگلوں ہی کے طور طریق ہیں۔

- ماحصل: (۱) طَرِيقَةً، وہ رسم و رواج جنہیں انسان مذہبی امور سمجھنے لگتا ہے۔
- (۲) سُنَّةٌ، وہ قوانین الہیہ جو کائنات میں جاری و ساری ہیں۔ یا وہ طریق جس کی کوئی داغ میل ڈالے اور وہ چل سکے۔
- (۳) اُفْقَةٌ، کسی ہم خیال جماعت کا نظریہ یا عقیدہ اور اس کے ہم خیال لوگ۔
- (۴) شَرْعِيَّةٌ، ایسے قوانین الہیہ جو ضرورت اور حالات کے تحت تبدیل کیے جاتے رہے۔
- (۵) مَهْتَابٌ، شرعی احکام کی ادائیگی کا طریق کار۔ وضاحت اور وسعت۔
- (۶) مَسْكَ، عبادات اور بالخصوص حج کے شعار و احکام۔
- (۷) شَائِكَلْتِه، کسی کے انفرادی رجحان کے سبب اس کا طرز عمل۔
- (۸) مَعْرُوفٌ، ایسا رسم و رواج جو معاشرہ میں پسندیدہ ہو۔ اور اس پر شرعاً کوئی پابندی نہ ہو۔
- (۹) خُلُقِيٌّ، ایسی عادات یا طور طریقے جو کسی کی طبیعت میں رچ چکے ہوں۔

۴۔ طعن دینا

کے لیے طَعْنٌ، لَمَزٌ اور هَمَزٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ طَعْنٌ، بمعنی نیزہ، سینگ یا کسی دوسری تیز اور نو کیلی چیز کے ساتھ زخم کرنا (اص) پھر استعارہ کے طور پر اس لفظ کا استعمال کسی شخص کے متعلق یا اس کے منہ پر ایسی بات کہنا جو اسے نیزہ کی طرح لگے، کے لیے بھی ہوتا ہے یعنی کسی کا کوئی عیب اس طرح بیان کرنا جو اسے سخت ناگوار ہو (اص) ارشاد باری ہے:

وَاِنْ تَكْتُمُوا آيَاتِنَا نَهْمَنَّ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ
وَيَنْطَعِنُوا فِي دِينِكُمْ فَفَاتِكُمُ الْآيَةُ
الْكُفْرُ (۹)

اگر عہد کرنے کے بعد وہ اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور تمہارے
دین میں طعن کرنے لگیں تو ان کو کفر کے پیشواؤں سے
جنگ کرو۔

۲۔ لَمَزٌ، بمعنی عیب جوئی یا عیب چینی کرنا کسی کے عیوب تلاش کرتے رہنا اور اس مقصد کے لیے اس کی غیبت کرنا (اص) تاکہ کسی کا کوئی کمزور پہلو ہاتھ آجائے۔ پھر اس پر حرف گیری یا طعن زنی کرنا۔ اور بمعنی کسی کے فعل پر بے انصافی کا الزام لگانا (فق ۲۹) قرآن میں ہے:

الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
فِي الصَّدَقَاتِ (۲۹)

اور وہ لوگ جو مسلمانوں میں سے دل کھول کر صدقہ و
خیرات کرنے والوں پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔

۳۔ هَمَزٌ، بمعنی چٹکی لینا، چھونا، غیبت کرنا۔ اور ہامز بمعنی بڑا عیب گیر اور ہمتان بمعنی عیب گیر اور طعن و تشنیع کرنے والا (مخبر) اور هَمَزَاتِ الشَّيْطَانِ بمعنی شیطان کی چھوڑ چھاڑ اور وساوس (مخبر) اور ہامز بمعنی غیبت میں طعن آمیز اشارتیں کرنے والا (اص) اور هَمَزٌ بمعنی آنکھ سے اشارہ کیا۔ کاٹا۔ مارا اور غیبت کی۔ اور همز الفرس بمعنی گھوڑے کو ایڑ لگائی م۔ ق) قرآن میں ہے:

ہمَارِ مَشَائِرِ بَرِيْمِيْمِ (۲۱)
 طعن آمیز اشارتیں کرنے والا جو ادھر سے ادھر چلیا
 نکلا پھرتا ہے۔

ماحصل: (۱) طَعْن: کسی شخص کا کوئی عیب یا کمزوری اس طرح بیان کرنا جو اسے نوک کی طرح چھو جائے۔
 (۲) لَعَنَ: کسی کے فعل پر بے الصافی کا طعنہ دینا۔
 (۳) هَمَزَ: اشارہ کنایہ میں طعنہ زنی کرنا۔
 طلاق کے لیے دیکھیے "رضخت کرنا" طلب کرنا کے لیے دیکھیے "مانگنا" اور "چاہنا"

۵۔ طوق ڈالنا

کے لیے طَوَّقَ اور غُلَّ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ طَوَّقَ: طوق ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو گولائی کی شکل اختیار کیے ہو م۔ ل) اور طوق بمعنی گلے کا ایک زیور۔ ہر احاطہ کرنے والی چیز (ج اَطْوَقَ) (منجد) گویا طوق گلے کا ہار، گلے کا زیور، گلے کا پھندا۔ لوہے کا کڑا جو گردن میں ڈالا جائے، سب کے لیے استعمال ہو سکتا ہے اور طَوَّقَ الْحَيَاةَ بمعنی سانپ کا کندھی مارنا۔ اور طَوَّقَ بمعنی کسی کو طوق پہنانا (منجد) ارشاد باری ہے:
 سَيَطْوِقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔
 وہ مال جس میں وہ بخل کرتے ہیں قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر ان کی گردنوں میں ڈالا جائے گا۔ (۲۱۸)

۲۔ غُلَّ: (ج اَغْلَلَ) یہ لفظ طوق سے اعم ہے۔ غُلَّ ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس سے کسی کے اعضاء کو جبکہ کراس کے وسط میں باندھ دیا جاتا ہے (صفت) اور اس کا اطلاق بہتکڑی، بیڑیاں اور طوق سب پر ہوتا ہے۔ غُلَّ بمعنی بہتکڑی یا طوق ڈالنا (منجد) ہے۔ ارشاد باری ہے:
 خَذُوْهُ فَعَلُوْهُ لَمَّا اَجَجِيْمٌ صَلُوْهُ۔ (حکم ہوگا) اسے پکڑ لو اور طوق پہنا دو۔ پھر دوزخ کی آگ میں جھونک دو۔ (۶۹)

۶۔ طمع رکھنا

کے لیے طَمِعَ، حَوَّصَ اور شَخَّجَ کے الفاظ آتے ہیں۔ www.KitaboSunnat.com

۱۔ طَمِعَ: دل میں کسی چیز کے لیے قوی امید پیدا ہونے کو کہتے ہیں م۔ ل) قوی امید رکھنا ارشاد باری ہے:

وَعَهَدْتُ لَكَ تَمَهِيْدًا تَمَّ يَطْمَعُ
 اور میں نے ہر طرح سے اس کے سامان میں وسعت دی۔ ابھی وہ طمع رکھتا ہے کہ اور زیادہ دوں۔
 اَنْ اَزِيْدَ (۲۱)

۲۔ حَوَّصَ: کسی چیز کے لیے طمع یا رغبت جب بڑھ جائے تو اسے حَوَّصَ کہتے ہیں (م۔ ل) خواہ وہ اپنے فائدے کے لیے ہو یا دوسرے کے فائدہ کے لیے۔ (صفت) لاج۔ قرآن میں ہے:

اِنَّ تَحْرِصَ عَلٰی هٰذَا هُمْفَرَفَانَ اللّٰهَ
 لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّخْضِلُ (۱۶)
 ۲- شَخ، شَخْ، شَخْ بمعنی بخل کرنا حرص و لالچ کرنا۔ اور اَلشَّيْخِ اور اَلشَّخْلَاحِ بمعنی بخیل۔ حرص (منجد)
 گویا شَخْ میں دو باتیں بیک وقت پائی جاتی ہیں (۱) مال کے حصول کی حرص (۲) اسے خرچ کرنے
 میں اساک۔ بخل (صفت) اور یہ بدترین صفت ہے (صفت) قرآن میں ہے:
 فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَفُوْكُمْ
 بِالْاِسْتِغْنَاءِ جَدَادِ اَشْحٰهَ عَلٰی الْخَيْرِ۔
 پھر جب جنگ کا خوف جاتا رہے تو تیز زبانوں سے
 زبان داری کریں اور مال میں بخل کریں (جاندہری)
 دُھکے پڑتے ہیں مال پر (عثمانی ۳)
 (۳۲)

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
 وَمَنْ يُؤْتِ شَخَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
 الْفٰلِحُوْنَ (۵۹)
 اور جو شخص حرص نفس سے بچالیا گیا تو ایسے ہی لوگ
 مراد پانے والے ہیں۔

ماحصل: (۱) طمع، کسی بات کی دل میں قوی امید رکھنا۔
 (۲) حرص، جب اس طمع میں شدت پیدا ہو جائے تو یہ حرص ہے۔
 (۳) جب مال کے حصول کی حرص کے ساتھ بخل کا اضافہ بھی ہو تو یہ شَخْ ہے۔

۷۔ طے کرنا (راستہ کو)

کے لیے عَبْرٌ اور قَطَعَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- عَبْرٌ: کا بنیادی معنی پانی سے گزر جانا ہے۔ خواہ تیر کر گزرا جائے، یا کسی سواری یا پل کے ذریعہ
 اور عَبْرُ النَّهْرِ نہر کے اس کنارہ کو کہتے ہیں جہاں سے آ کر نہر کو عبور کیا جاسکے۔ اور عَبْرُ الْعَيْنِ
 بمعنی آنسوؤں کا جاری ہونا۔ اور الْعَبْرَاتُ (جمع) بمعنی آنسو ہے (صفت) پھر اس کا استعمال ہر طرح کے
 راستے کو طے کرنے پر بھی ہونے لگا خواہ راستہ میں پانی ہو یا نہ ہو۔ ارشاد باری ہے:
 وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلِ حَشَىٰ
 یہاں تک کہ غسل کر لو مگر راہ چلتا سا فر کہ اگر اسے
 پانی نہ ملے تو تیمم سے نماز پڑھ سکتا ہے۔
 تَقَدَّسَلُوْا (۲۳)

۲- قَطَعَ کا بنیادی معنی کاٹنا اور الگ کرنا ہے۔ اور قَطَعَ النَّهْرُ بمعنی نہر کو عبور کرنا۔ قَطَعَ السَّبِيْلَ
 بمعنی راہزنی۔ اور قطع الوادی بمعنی کسی میدان کو طے کر جانا۔ اور قطع الامر بمعنی کسی کام کو
 سرانجام دینے کے لیے پروگرام طے کرنا ہے۔ گویا یہ نظر راستہ طے کرنا کے معنوں میں بھی عَبْرٌ سے اعم
 ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا يَقْطَعُوْنَ وَاِدِيًّا اَلَا كَتَبَ لَهُمْ۔
 اور نہ ہی کوئی میدان طے کرتے ہیں۔ مگر یہ (اس کے

(۹/۱۲۱) نامہ اعمال میں لکھ لیا جاتا ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

مَا كُنْتُ قَاطِعَةً أَمْرًا حَتَّى تَشْهَدُونِي

(۲۴/۳۳)

ماحصل؛ عَبْرَ كَالْفِظِ صِرْتِ رَاسِتَهُ بِأَخْصُوصِ پَانِي طِ يَاجُورُ كَرْنِ كِ لِيْءِ اُورِ قَطْعِ كَالْفِظِ اَعْمِّ هِيْءِ
جو معاملات کے طے کرنے اور قطعاً ارضی کو پار کر جانے کے لیے آتا ہے۔

ظ

۱۔ ظاہر ہونا

کے لیے ظہر، جہر، بد (بدو) عشر، تبتین اور استبان، حصحص، تعجلی اور شرعاً کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ ظہر: ظہر بمعنی بیٹھ اور ہر چیز کا ظاہری حصہ جس کا ادراک آنکھوں سے ہو سکے اور اس کی ضد بطن بمعنی پیٹ یا ہر چیز کا اندرونی حصہ ہے جسے آنکھوں سے نہ دیکھ سکیں (مف) اور ظہر بمعنی کسی چیز کا دکھائی دینا، رونما ہونا، سامنے آنا اور غالب ہونا ہے۔ ارشاد باری ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْكِبْرِ وَالْبَحْرِ بِمَا كَتَبْتَ آيَاتِي النَّاسِ (۳۳) رونما ہو گیا۔

پھر اس لفظ کا استعمال معنوی طور پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ (۲۴) کہہ دیجیے کہ میرے پروردگار نے تو بیحیائی کی باتوں کو خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ سب کو حرام کر دیا ہے۔

۲۔ جہر: کوئی کام اس طرح کرنا کہ دوسروں کو اس کا علم ہو جائے (صند آست) (مف) قرآن میں ہے:

وَأَذَقْتُمُوهُمُ الْيَوْمَ لَعْنَةَ الْكُفْرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا إِنَّهُم كَانُوا كَاذِبِينَ (۲) اور (لے یہود) جب تم نے کھالے موٹی! ہم تم پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ

اللہ کو اپنے سامنے نہ دیکھ لیں۔

لیکن یہ لفظ بالعموم آواز کو ظاہر کرنے اور اعلان کرنے (م۔ ل) کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جہری غازی وہ ہے جس میں امام قرارت بلند آواز سے پڑھتا ہے یعنی فجر، شام اور عشاء۔ اور ستری وہ ہے جس میں امام بھی قرارت اس طرح پست آواز سے کرتا ہے جسے دوسرے نہ سن سکیں۔ ظاہر کر کے کہنا پکار کر کہنا کہ دوسرے سن لیں (م۔ ق) ارشاد باری ہے:

لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّعُورِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ (۱۳۸) اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی کسی کو علانیہ برا کہے مگر جو مظلوم ہو۔

۲۔ بد: بمعنی کسی چیز کا نمایاں طور پر ظاہر ہو جانا (مف) اور اس میں کسی کے قصد و ارادہ کو دخل

نہیں ہوتا۔ فق ل۔ (۲۳۷) ارشادِ باری ہے:

بَلْ بَدَا لَهُمْ مَا كَانُوا يُحْفَوْنَ مِنْ قَبْلُ (۲۳۸)

بلکہ جو کچھ وہ اس سے پہلے چھپاتے رہے سب کچھ ظاہر ہو گیا۔

دوسرے مقام پر فرمایا،

بَدَتْ لَهُمَّا سَوَاءُ لَّهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ ذُرِّيِ الْجَنَّةِ (۲۳۹)

اُن دونوں (آدم و حوا) کے ستر کی چیزیں کھل گئیں تو وہ جنت کے (درختوں کے) پتے اپنے اپنے اوپر چھپانے لگے۔

پھر اس لفظ کا استعمال معنوی طور پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا،

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا رَأَوُا الْأَيَّاتِ لَيْسَ جَنَّتَهُ حَتَّىٰ جِئِنَا (۲۴۰)

یہ نشانیاں دیکھنے کے بعد بھی ان لوگوں کی سمجھ میں ہی بات آئی کہ یوسف کو کچھ عرصہ کے لیے قید کر دیں۔

۲۔ عَثَرَ: معنی پھسل جانا اور گر پڑنا ہے (معنی) اور عَثَرَ کا استعمال ظاہر ہونے کے معنی میں اس وقت ہو گا جب کوئی شخص جھوٹ بول کر کوئی بات چھپانے کی کوشش کر رہا ہو لیکن غلطی سے کوئی سچی بات از خود اس کے منہ سے نکل جائے جس سے حقیقت ظاہر ہو جائے۔ ارشادِ باری ہے:

وَإِنْ عَثَرَٰنَهُمَا اسْتَحَقَّا إِثْمًا (۲۴۱)

پھر اگر یہ معلوم ہو جائے کہ دونوں نے (جھوٹ بول) گناہ حاصل کیا ہے۔

۵۔ تَبَيَّنَ اور اسْتَبَيَّنَ: بَانَ بمعنی کسی چیز کا دوسری سے الگ ہو کر ظاہر ہونا اور واضح ہونا (م ل) گویا اس کے معنی میں تین باتوں کا تصور پایا جاتا ہے (۱) افتراق (۲) بُعد اور (۳) وضوح (م ل) اور تَبَيَّنَ بھی انہی معنوں میں استعمال ہو گا۔ ارشادِ باری ہے:

فَدَتَبَيَّنَ الزُّرُّودُ مِنَ الْكُفَىٰ (۲۴۲)

ہدایت اوصاف طور پر ظاہر اور اگر ابھی سے الگ ہو چکی ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَلَتَسْتَبَيِّنَ سَبِيلَ الْمُجْرِمِينَ (۲۴۳)

اور اس لیے کہ گنہگاروں کا راستہ ظاہر ہو جائے۔

۶۔ حَصَّحَصَّ: جب کوئی بات کسی دباؤ کی دہر سے پردہ انخفا میں رہے اور دباؤ اٹھ جانے کے بعد وہ ظاہر ہو جائے (معنی) تو حَصَّحَصَّ کا لفظ استعمال ہو گا۔ قرآن میں ہے:

قَالَتْ امْرَأَةُ الْعَزِيزِ لَنْ حَصَّحَصَّ الْعِصَىٰ أَنَا وَأَوْدَتْهُ عَنْ نَفْسِهِ (۲۴۴)

عزیز مصر کی بیوی نے کہا۔ اب تو سختی کھل کر سامنے آگیا۔ میں نے ہی یوسف کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا۔

۷۔ تَجَلَّى: کسی روشن اور خوبصورت چیز کا اچھی طرح ظاہر ہونا (تفصیل روشن ہونا) میں دیکھیے (ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا (۲۴۵)

پھر جب اس کا پروردگار پہاڑ پر نمودار ہوا تو تجلئی (انوار بانی نے) اس کو ریزہ ریزہ کر دیا۔

۸۔ شَرَعًا، شَرَعَ بمعنی کسی چیز کا کھچ کر یا بلند ہو کر سامنے آنا یا ظاہر ہونا۔ کہتے ہیں شَرَعَ الْبَعِیْرُ عُقُقَةً یعنی اونٹ نے اس طرح گردن بلند کی کہ وہ نمایاں طور پر نظر آنے لگی۔ (م ل قرآن میں ہے: اِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ جَبَحًا اِنَّ كُنْتُمْ لَعَالَمِيْنَ) جبکہ ان کے ہنٹے کے دن پھیلیاں سینہ تان کر ان کے سامنے آجاتیں۔

مُحَصَّلٌ: (۱) ظَهَرَ: اس طرح ظاہر ہونا کہ آنکھوں سے ادراک ہو سکے۔ یہ لفظ عام ہے۔

(۲) جَهَرَ: اعلانیہ کرنا۔ عموماً آواز ظاہر ہونے کے لیے۔

(۳) بَدَا: بغیر ارادہ کسی بات کا ظاہر ہونا جسے پھیلنے کی کوشش کی جائے یا وہ اس لائق ہو۔

(۴) عَثَرَ: باتوں باتوں میں اصل حقیقت کا ظاہر ہو جانا۔

(۵) تَبَيَّنَ: جب افتراق، بعد اور وضوح تینوں باتیں پائی جائیں۔

(۶) حَصَّحَصَّ: دباؤ اٹھنے کے بعد حقیقت کا ظاہر ہونا۔

(۷) تَبَجَّلَى: کسی روشن اور خوبصورت چیز کا ظاہر ہونا۔

(۸) شَرَعًا: کسی چیز کا کھچ کر یا بلند ہو کر ظاہر ہونا۔

۲۔ ظاہر کرنا

کے لیے ظَهَرَ سے اَظْهَرَ، بَدَا سے اَبْدَا، عَثَرَ سے اَعَثَرَ، جَهَرَ اور اَعْلَنَ کے الفاظ آں میں آئے ہیں۔ ان میں پہلے چار کے ظاہر ہونا میں معانی بیان ہو چکے۔ اب ان کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ اَظْهَرَ: فَلَا يُظْهِرُ عَلٰی عَيْنَيْهِ اَحَدًا ﴿۳۱﴾ وہ کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا۔

۲۔ اَبْدَا: وَاَعْلَمُ مَا تَبْدُونَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ﴿۳۲﴾ اور میں خوب جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔

۳۔ اَعَثَرَ: وَكَذٰلِكَ اَعَثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْا اَنْ وَعَدَ اللّٰهُ حَقًّا ﴿۳۸﴾ اور اس طرح ہم نے ان لوگوں پر ظاہر کر دیا تاکہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

۴۔ جَهَرَ: وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوْ جَهَرُوْا بِهٖ لَآِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذٰلِكَ الصُّدُوْرِ ﴿۳۶﴾ تم اپنی بات پوشیدہ رکھو یا ظاہر کرو، وہ تمہارے دلوں کے بھیدوں تک سے واقف ہے۔

۵۔ اَعْلَنَ (ضد اَسْرَ) کا استعمال اظہار معانی یعنی کسی بات کے ظاہر کرنے کے لیے ہوتا ہے اجسام کے لیے بہت کم آتا ہے (معنی) اور اس میں رفع الصوت ضروری نہیں ہوتا (فقہ ل ۲۴۱) ارشاد باری ہے:

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسْرَوْنَ وَمَا تُعْلِنُونَ ﴿۳۷﴾ اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو۔

ظاہر کے لیے ظَاہِرٌ، اَعْلَانِيَةٌ اور شَرَعًا کے الفاظ آتے ہیں۔ تفصیل اوپر گزر چکی۔

ظلم کرنا۔ دیکھیے ”بے انصافی کرنا“

ع

۱۔ عاجز آنا

کے لیے عَجَزٌ، عَجِزٌ اور اِسْتَكَانَ کے الفاظ آتے ہیں۔
 ۱۔ عَجَزٌ کسی کام کے کرنے سے قاصر ہونا، سرانجام دینے کی استطاعت نہ رکھنا (فل ۲۱۴) اور عَجِزٌ

کی ضد قدرت ہے۔ قرآن میں ہے؛

قَالَ يَوْمَئِذٍ اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ
 مِثْلَ هَذَا الْفَرَابِ (۳۱)

کہنے لگا، انوس، مجھ سے تو اتنا بھی نہ ہو سکا کہ اس
 کو تے کے برابر ہوتا۔

۲۔ عَجِزٌ، کام کرتے کرتے تھک جانا اور سرانجام دینے کے قابل نہ رہنا یا دوبارہ قہری کام کرنے کی استطاعت
 نہ ہونا (فل ۲۱۴) یا درست نہ کر سکتا (منجد) اور ذَا عَيْدٍ لِّاَعْلَانِ مَرَضٍ کو کہتے ہیں (مع) عِيَاءٌ

عجز سے کتر ہے (منجد) کیونکہ پہلے اس میں کام کرنے کی استعداد موجود تھی۔ ارشاد باری ہے؛

اَفَمَيِّنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ هُمْ فِي
 لَبْسٍ مِنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ (۱۵)

کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں (نہیں)
 بلکہ یہ لوگ از سر نو پیدا کرنے میں شک میں ٹپے ہیں

۳۔ اِسْتَكَانَ فُلَانٌ؛ یعنی فلاں نے عاجزی کا اظہار کیا۔ گویا وہ ٹھہر گیا (مع) اور مقابلہ میں دب
 جانا۔ اور یعنی عاجزی کرنا۔ مطیع ہونا (منجد) ارشاد باری ہے؛

فَمَا وَهَنُوا لِمَا اَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ
 اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا (۳۱)

تو جو مصیبتیں ان پر راہِ خدا میں واقع ہوئیں اس کے
 سبب انہوں نے نہ تو ہمت ہاری اور نہ کافروں

سے دبے۔

ماصل: (۱) عَجِزٌ: کوئی کام نہ کر سکتا۔

(۲) عَجِزٌ: تھکاوٹ کی وجہ سے کام جاری نہ رکھ سکتا یا دوبارہ نہ کر سکتا۔

(۳) اِسْتَكَانَ: مقابلہ میں دب جانا اور عاجزی کا اظہار کرنا۔

۲۔ عاجزی کرنا

کے لیے اَخْبِتٌ، خَشَعٌ، خَضَعٌ اور تَضَرَّعٌ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱- اَخْبَتَ، خَبَّتْ نیشی اور نرم زمین کو کہتے ہیں۔ اور اَخْبَتَ الرَّجُلُ یعنی کسی شخص کا نرم زمین کا قصد کرنا یا وہاں اترنا۔ اس کے بعد یہ لفظ نرمی اور تواضع کے معنی میں استعمال ہونے لگا (صفت) یعنی سکون اور اطمینان سے اللہ کی طرف رجوع کرنا (فق ۲۰۸) ارشادِ باری ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
وَإِخْبَتُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ
الْجَنَّةِ (۱۱۳)

جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کیے اور اپنے
پروردگار کے آگے عاجزی کی، یہی لوگ صاحب
جنت ہیں۔

۲- خَشَعَ: ایسے ڈر کو کہتے ہیں جس کا اثر دل سے آگے اعضاء و جوارح پر بھی نمایاں ہونے لگے۔ اور اس سے ننگا ہیں اور آواز پست ہو جائیں (م۔ ل) (تفصیل ڈزنا میں دیکھیے) لہذا یہ لفظ ڈزنا اور عاجزی کرنا دونوں معنوں میں استعمال ہوگا۔ ڈر کی وجہ سے دل کے نرم ہونے کی یہ ظاہری کیفیت ہے کہ نگاہ اور آواز پست ہو جاتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا يَمُنُّ إِلَّا الَّذِينَ يَخْشَوْنَ اللَّهَ
وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنزِلَ
إِلَيْهِمْ خَشَعِينَ لِلَّهِ (۱۶۹)

اور بعض اہل کتاب ایسے بھی ہیں جو خدا پر اور
اس کتاب پر جو تم پر نازل ہوئی اور اس پر جو
ان پر نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کے
حضور عاجزی کرتے ہیں۔

۳- خَضَعَ: خَضَعَ یعنی کسی کا مطیع ہونا اور خضوع یعنی عاجزی، انکساری اور فروتنی ہے (صفت) اور خاضع یعنی فروتن۔ اور رَجُلٌ خَضِعٌ ایسے شخص کو کہتے ہیں جسے ذلت کی پرواہ نہ ہو۔ (م۔ ق) خضوع میں عاجزی کا تصور نمایاں ہے جبکہ خشوع میں خوف اور اعضاء و جوارح پر اس کے اثرات نمایاں ہوتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

إِنْ نَشَأْ نُزِّلْ عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ
آيَةٌ فَظَلَّتْ أَعْيُنُهُمْ لَهَا خَضِيعِينَ

اگر ہم چاہیں تو آسمان سے اُن پر نشانی اتار دیں۔
پھر اُن کی گرفتیں اُن کے آگے جھک جائیں۔

۴- تَضَرَّعَ: یعنی ذلیل ہونا۔ چپکے چپکے قریب آنا (منجد) اس کے مفہوم میں خشوع اور خضوع کی دونوں صفات پائی جاتی ہیں۔ دل کی نرمی، رقت اور عجز و انکسار جب زیادہ ہو جائیں تو تَضَرَّعَ کا لفظ استعمال ہوگا۔ یعنی گڑگڑانا۔ یعنی چپکے چپکے رو رو کر اللہ کے سامنے اپنی عاجزی اور تذلل کا اظہار کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَوْلَا إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا
وَلَكِنْ قَسَتْ قُلُوبُهُمْ (۱۳)

پھر جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو وہ کیوں گڑگڑائے
لیکن ان کے تو دل ہی پتھر ہو چکے تھے۔

ماہصل (۱) اَخْبَتَ: دل کا نرم اور تواضع ہونا۔
(۲) خَشُوْعٌ: خوفِ الہی کی وجہ سے عاجزی۔

(۲) خُضُّوعٌ: تذلل کی حد تک عاجزی۔
(۳) تَضَرُّعٌ، خُشُوعٌ اور خُضُوعٌ دونوں کا مجموعہ۔ دل کی نرمی اور تذلل کہ انسان گڑگڑانے لگے۔

۳۔ عالم

کے لیے عَالِمٌ، أَحْبَابٌ اور قِسْتِيْسِيْنَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ عَالِمٌ: بمعنی علم رکھنے والا۔ محی چیز کی حقیقت کو سمجھنے والا۔ معرود لفظ ہے اور اس کا استعمال عام ہے (ج علماء) عَلَّامٌ اور عَلِيْمٌ مبانے کے صیغے ہیں۔ عَلَّامٌ بمعنی بہت زیادہ علم رکھنے والا۔ اور عَلِيْمٌ بمعنی ہر ایک چیز کو جاننے والا۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ اللَّهُمَّ كَسِّرْ قُلُوبَنَا بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

(۳۵) (۳۸) ہیں جو عالم ہیں۔

۲۔ أَحْبَابٌ: (واحد حَبِيبٌ) حَبِيبٌ بمعنی سیاہی بھی اور نکھی ہوئی تحریر بھی جس سے لکھا جائے وہ بھی حَبِيبٌ (دوات، سیاہی، قلم وغیرہ) ہے اور جو کچھ لکھا جائے وہ بھی حَبِيبٌ ہے۔ اور حَبِيبٌ اور حَبِيبٌ لکھنے والے کو بھی کہتے ہیں اور پڑھنے والے کو بھی۔ اور أَحْبَابٌ بھی لکھنے پڑھنے والے یا لکھے پڑھے لوگ م۔ ل اور أَحْبَابٌ کا اطلاق قرآن میں یہود و نصاریٰ دونوں کے لکھے پڑھے لوگوں پر ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے:

إِتَّخَذُوا أَحْبَابَهُمْ وَرُءُفَاءَهُمْ

أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ (۳۹)

۳۔ قِسْتِيْسِيْنَ: قَسِيٌّ الشَّيْءُ بمعنی کسی چیز کی جستجو اور طلب کرنا۔ اور قِسْتِيْسَةٌ بمعنی راہب ہونا۔ پادری بن جانا (مجدد) قِسْتِيْسِيْنَ قَسٌّ کی جمع ہے بمعنی عیسائیوں کے مدرّس۔ پادری حضرت قَسٌّ کا درجہ استغف اور شماس کے درمیان ہوتا ہے (مجدد قرآن میں ہے:

وَلْتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةَ الَّذِينَ
أَمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِي
ذَلِكَ بَأَنَّ مِنْهُمْ قِسِيْسِيْنَ وَرُءُفَاءَنَا

(۸۲)

مَحْصُلٌ: (۱) عَالِمٌ: جاننے والا۔ علم رکھنے والا۔ (۲) أَحْبَابٌ: لکھے پڑھے اور اہل قلم حضرات۔
(۳) قِسْتِيْسِيْنَ: عیسائیوں کے مدرّس اور معلم۔ نام ہے۔ خواہ لکھا پڑھا ہو یا نہ ہو۔

۴۔ عبادت گاہیں

کے لیے صَوَاعِقُ، يَبِيْعٌ، صَلَوَاتٌ اور مَسَاجِدُ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

- ۱- صَوَامِعُ: صَوْمِعَہ کی جمع ہے۔ یعنی خانقاہ۔ راہبوں کی عبادت گاہیں۔
- ۲- بَيْعٌ: بیعت کی جمع ہے جس کا معنی عیسائیوں کا عبادت خانہ ہے۔
- ۳- صَلَوَاتُ: صَلَاة کی جمع ہے۔ یہودیوں کی عبادت گاہیں۔ یہودیوں کی عبادت گاہوں کو کِنَائِس (کِنِيسَہ کی جمع) کہتے ہیں (ذیل ۲، ۵) لیکن قرآن نے یہودیوں کے معبد کے لیے کِنِيسَہ کی جگہ صَلَوَاتُ، جو عبادت کی معروف شکل ہے کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔
- ۴- مَسَاجِدُ، (مَسْجِد کی جمع) یعنی سجدہ گاہ۔ مسلمانوں کی عبادت گاہوں کے لیے یہی لفظ استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَوْلَا دَفَعُ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ
لَهَكَمَتِ مَتَّ صَوَامِعُ وَيَبِيعٌ وَصَلَوَاتٌ
وَمَسْجِدٌ يُذَكَّرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ
كَثِيرًا (۲۲)

اور اگر خدا لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا
تو (راہبوں کے) صومعے اور (عیسائیوں کے) بجے
اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی)
مسجیدیں جن میں خدا کا بہت ذکر کیا جاتا ہے اگر ان کی
جاہلی ہوتیں۔

۵۔ عذابِ سزَا

کے لیے عَذَابٌ، عِقَابٌ، بَأْسٌ، نِكْيَرٌ، نِكَالٌ، وَبِئَالٌ اور مَثَلَاتٌ کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

- ۱- عَذَابٌ: عَذَابُ التَّجْلِذِ یعنی اس نے شدتِ پیاہ کی وجہ سے) کھانا اور سونا چھوڑ دیا۔ اور جو شخص اس طرح کھانا اور سونا چھوڑ دیتا ہے اسے عَازِبٌ وَعَذُوبٌ کہا جاتا ہے۔ اور عَذَابٌ یعنی سخت تکلیف دینا (من) یہ تکلیف خواہ جسمانی سزا سے ہو یا ذہنی ہو۔ اور عَذَابٌ کے معنی کوڑے مارنا۔ اور بعض کے نزدیک صرف مارنا یا عذاب دینا ہے (من) قرآن میں ہے: وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ تَمَاكَانُوا اور اُن کے جھوٹ بولنے کے سبب اُن کو دکھ دینے والا يَكْذِبُونَ (۲۱) عذاب ہوگا۔

۲- عِقَابٌ: عقب یعنی پاؤں کا پچھلا حصہ یا ریڑھی۔ اور عاقبت یعنی ہر چیز کا انجام۔ اور عِقَابٌ یعنی وہ اس کے پیچھے پیچھے چلایا اس کا تعاقب کیا (من) عِقَابٌ، عَقُوبَةٌ اور مُعَاقِبَةٌ کے الفاظ کا اطلاق انسان کے بُرے اعمال کے بدلہ پر ہوتا ہے اور یہ اُس بُرے عمل کا لازمی نتیجہ یعنی اس کا انجام ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَجَدَلُوا بِاللَّسَا طِيلِ لِيُذْ حَضْوَابِيَه
الْحَقُّ فَأَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ
عِقَابِ (۲۰)

اور وہ بے ہودہ شبہات سے جھگڑتے ہے کہ اس سے
حق کو زائل کر دیں تو میں نے اُن کو کپڑ لیا۔ سو
(دیکھ لو) میرا عذاب کیسا تھا؟

۳۔ بَاسُ: (بأس یا بؤس) اس کے معنوں میں تنگی اور سختی کا تصور پایا جاتا ہے (م۔ ل) قرآن میں یہ لفظ جنگ، عذاب اور آفت تین معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اور ان تینوں میں تنگی اور سختی کا تصور موجود ہے۔ اگر یہ عذاب یا سزا کے معنوں میں استعمال ہوگا تو وہ عذاب سخت ہی کے معنوں میں آئے گا۔ ارشاد باری ہے:

فَلَوْلَا إِذْ آجَاءَهُمْ بَأْسُنَا تَضَرَّحُوا
پھر جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو وہ کیوں نہ
گڑ گڑاتے۔ (۶۳)

۴۔ نَكِيْتٌ: بکھری ہوئی زمین کی ضد معرضہ ہے، یعنی اچنبھا پل۔ اجنبیت اور نکرہ بمعنی ناگوار۔ نازیبا اور نامقول چیز اور منکر ایسے کام کو کہتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی نہ ہو۔ اور نکرہ الامر بمعنی کسی کام کا سخت دشوار ہو جانا (م۔ ل) اور نکیتر ناگوار چیز، انکار اور عذاب سب معنوں میں آتا ہے جب اس کا معنی عذاب ہوگا تو اس سے مراد ایسا ناگوار عذاب ہوگا جو غیر متوقع طور پر واقع ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَكَذِبَ مُوسَىٰ فَآمَلَتْهُ لِّلْكَافِرِيْنَ
دیتا رہا۔ پھر ان کو پکڑ لیا تو دیکھ لو کہ میرا عذاب کیسا
سخت تھا۔ (۶۴)

۵۔ نَكَالٌ: نکل بمعنی لہے کا کڑیالہ۔ لکام (م۔ ق) ہمارا اور ہر وہ چیز جس کے استعمال میں کسی کو چلنے سے پابند اور مجبور کر دیا جائے۔ اس کی جمع انکال ہے۔ اور نکل بمعنی کسی کو بیڑیاں پہنانا اور بمعنی کسی کو عبرت ناک سزا دینا ہے۔ اور نکال بمعنی ایسی عبرت ناک سزا جسے دیکھ کر دوسرے عبرت حاصل کریں (معن۔ م۔ ق) ارشاد باری ہے:

اَلشَّارِقُ وَالشَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيْهُمَا
چور مرد اور چور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو
یہ ان کے کئے کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف عبرت ناک
سزا ہے۔ (۶۵)

۶۔ وِبَالٌ: وِیَالٌ میں ثقل اور سختی کا تصور پایا جاتا ہے۔ اَلْوَبِيُّ اور اَلْوَابِلُ ایسی بارش کو کہتے ہیں جو موٹی اور بھاری بوندوں والی ہو (معن) اور وِیَالٌ بالعصا بمعنی عصا سے مارا اور متواتر مارا۔ اور وِیَالٌ کپڑا دھونے کے ڈنڈے کو کہتے ہیں (م۔ ق) اور وِبَالٌ ایسی سزا یا بدلہ ہے جو سخت بھی ہو اور زیادہ بھی۔ قرآن میں ہے:

اَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ
کیا تمہیں اپنے سے پہلے کے کافروں کی خبر نہیں
پہنچی۔ انہوں نے اپنے کاسوں کا مزہ چکھ لیا۔ اور
عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۶۶)

۷۔ مَثَلٌ: مثل بمعنی (۱) ایک چیز کا اس کی نظیر سے مقابلہ کرنا (۲) وہ نمونہ جس کے مطابق کوئی چیز

بنائی جائے۔ اور المثلثہ بمعنی عبرتناک سزا کی ایسی مثال قائم کرنا کہ دوسرے ارتکابِ جرم سے باز آجائیں (م۔ ل) اور بمعنی قتل کرنے کے بعد ناک اور کان یا دوسرے اعضاء کاٹ دینا (م ق) اور اُس کی جمع مثلث ہے۔ اور مثلث بمعنی کسی چیز کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھرنا۔ اور مثل بمعنی ایسا عذاب جس کی یاد آتے ہی اس کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھرنے لگے۔ مثالی عذاب۔ ارشادِ باری ہے:

وَيَسْتَفْعِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ
 وَكَذَلِكَ خَلَقْتَ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمُثَلَّثُ - جلدی کر رہے ہیں۔ حالانکہ اُن سے پہلے عذاب کی
 اور یہ لوگ بھلائی سے پہلے بُرائی (عذاب) مانگنے میں
 ایسی کئی مثالیں گزر چکیں۔ (۱۳)

ماہصل: (۱) عذاب، دُکھ، سزا۔ بُرے کام کا بُرا بدلہ۔ عام ہے۔

(۲) عقاب، کسی بُرے کام کا انجام اور اس کا لازمی نتیجہ۔

(۳) باس، ایسی سزا جس میں سختی بھی ہو اور تنگی بھی۔

(۴) ذکیکو، ناگوار، سخت اور غیر متوقع عذاب۔

(۵) ننگال، عبرتناک سزا۔

(۶) وبال، شدید اور متواتر عذاب۔

(۷) مثلث: ایسا عبرتناک عذاب جس کی یاد سے اُس کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھرنے لگے۔

۶۔ عذاب دینا

کے لیے قرآن میں عَذَّبُ اور نَكَّلَ کے الفاظ آئے جن کے معنوں کی تشریح اوپر گزر چکی اب ان کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

۱- عَذَّبَ: وَكُلُّ مَا أَنْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ
 الْجَلَاءَ لَعَذَابِهِمْ فِي الْأَلْيَاءِ وَلَهُمْ

اور اگر اللہ نے ان کے بارے میں جلاوطن کرنا نہ
 لکھ رکھا ہوتا تو ان کو دنیا میں بھی عذاب دیتا اور
 آخرت میں تو ان کے لیے آگ کا عذاب تیار ہے۔
 فِي الْأَخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ (۵۹)

۲- نَكَّلَ: وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ
 تَنْكِيلًا (۴۲)

سزا دینے کے لحاظ سے بھی۔

۷۔ عذاب کی مختلف اقسام

کے لیے قرآن میں حُسْبَانٌ، حَاصِبٌ، صَيْحَةٌ، رَجْفَةٌ، رَجْزٌ، خَسْفٌ کے الفاظ آئے ہیں
 علاوہ ان میں رِيحٌ صَرْصَرٌ، سَمُومٌ، عَاصِفٌ، إِعْصَارٌ، قَاصِفٌ، نَفْخَةٌ اور نَفْخَةٌ
 ”ہوائی عذاب“ میں دیکھیے۔

۱۔ حُسْبَانٌ: بمعنی گننا۔ شمار کرنا۔ اور بمعنی چھوٹا تیرا منجدا، اور امامِ راعب کے نزدیک ہر وہ چیز جس کا عذاب

کیا جائے پھر اس کے مطابق بدلہ دیا جائے اور بعض کے نزدیک اس کے معنی آگ اور عذاب (معت) اور ابن فارس کے نزدیک اس کے معنی چھوٹے چھوٹے تیر پھینکنا بھی ہیں اور اولے بھی (مزل) اور قرآن کی درج ذیل آیت سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ ایسا عذاب جو یقینی وغیرہ کو خاکستر بنا دے خواہ یہ آگ کا عذاب ہو یا اولے کا۔ ارشادِ باری ہے:

وَيُرْسِلْ عَلَيْهَا حِصَابًا مِّنَ السَّمَاءِ
فَتَصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا (۱۸)

اور اس تمہارے باغ پر آسمان سے آفت بھیج دے
کہ وہ صاف میدان ہو جائے۔ (جانندہری)

۲- حَاصِبٌ: حَصَبُ الْمَكَانِ یعنی کنکری کا فرش بنانا۔ اور أَحْصَبَ الْفَرَسِ کے معنی گھوڑا اتنا دوڑا کہ اس کے پاؤں سے کنکریاں ہوا میں اڑنے لگیں (م-ق) اَرْضٌ حَصْبَةٌ یعنی کنکری ملی زمین اور وادی مُحْصَبٌ اس وادی کو کہتے ہیں جہاں سے حاجی کنکریاں اٹھاتے ہیں اور حَصَابٌ یعنی ایسی تند و تیز آندھی جو کنکریاں تھہرہو میں اڑائے اور نیز وہ بادل جو ثزالہ باری کرے (منجدیم ق) ارشادِ باری ہے:

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنَّ السَّمَاءَ أَنْ يَنْزِيلُ
عَلَيْكُمْ حَاصِبًا (۶۷)

کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے بے خوف ہو کہ تم
پر کنکریاں بھری ہوا چھوڑ دے۔

۳- صَيْحَةٌ: صَاحٌ یعنی گلا پھاڑ پھاڑ کر آواز بلند کرنا بیخ و پکار کرنا۔ اور صَاحِحَةٌ یعنی مجلس نور خوانی کی بیخ و پکار۔ اور صَيْحَةٌ ایسی گرجدار آواز کو کہتے ہیں جس سے لوگ بیخ و پکار کرنے لگیں (معت) قرآن میں ہے:

فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِينَ (۱۵)

سو ان کو سورج نکلنے نکلنے چنگھانے لگا۔

۴- رَجْحٌ: میں بنیادی تصور اضطراب یعنی بے قراری اور ہیجان ہے (م ل) رجز یہ اشعار ایسے شعروں کو کہا جاتا ہے جو جنگ کے موقع پر ہیجان پیدا کرنے کے لیے پڑھے جاتے ہیں۔ اور رَجْحٌ وہ عذاب ہے جو دل کو مضطرب اور بے قرار کر دے۔ ارشادِ باری ہے:

فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رَجْزًا مِّنَ
السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ (۵۹)

سو ہم نے ان ظالموں پر ان کی مکمل عدولی کی وجہ سے
آسمان سے عذاب اتارا۔

۵- رَجْفٌ: یعنی اضطراب شدید (معت) رَجَفَتِ الْأَرْضُ یعنی زمین میں زلزلہ آنا۔ کانپنے لگنا۔ اور رَجْفٌ رَجَافٌ یعنی متلاطم سمندر (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي
دَارِهِمْ جِثْمِينَ (۷۸)

تو ان کو بھونچال نے آپکڑا اور وہ اپنے گھروں میں
اوندھے پڑے رہ گئے۔

۶- حَسَفٌ: حَسَفَ الْقَمَرُ یعنی چاند کا گناہنا۔ اور حَسَفَ الْعَيْنُ یعنی آنکھ کا جاتا رہنا یا اپنے گڑھے میں بیٹھ جانا۔ اور حَسَفَ فَلَانًا کسی کو زلت اور ناگواری کی بات پر مجبور کرنا۔ اور حَسَفَ فِي الْأَرْضِ یعنی زمین میں دھنسا دینا ہے (منجد) حَسَفَ میں دو باتوں کا تصور پایا جاتا ہے۔

(۱) ڈوبونا (۲) زلت اور ناگواری (۳-۴) یعنی کسی چیز کا قہراً یا اضطراراً ڈوبنا یا اسے ڈوبو دینا ارشاد باری ہے:
فَحَسَفْنَا بِهِ وَبَدَّارَهُ الْأَرْضِ (۲۸)

ماہصل؛ (۱) حُسْبَان: آگ یا اولے کا عذاب جو نباتات کو خاتمہ بنا دے۔

(۲) حَاصِبٌ: تند تیز ہوا جس میں کنکریاں شامل ہوں۔

(۳) صَيْحَةٌ: ایسی گرجدار آواز جس سے لوگ بیخ و بچار کرنے لگیں۔

(۴) رَجْزٌ: بے قرار کر دینے والا عذاب۔

(۵) رَجَبٌ: زلزلہ اور اس کی ہیبت شدید اضطراب۔

(۶) حَسَفٌ: قہراً یا اضطراراً کسی چیز کو ڈوبو دینا۔

۸- عزت دینا۔ بخشنا

کے لیے اَعَزَّ، اَكْرَمَ اور كَرَّمَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- اَعَزَّ: (ضد اَذَلَّ) عِزٌّ کا بنیادی معنی بلا دستگی ہے۔ اور ذِلٌّ یعنی زیر دستی۔ اور عِزَّتٌ ایسی حالت کو کہتے ہیں جو انسان کو مغلوب ہونے سے محفوظ رکھے، "مفت ارشاد باری ہے:

وَرِعْزٌ مِّنْ تَشَاءٍ وَتَذَلٌّ مِّنْ تَشَاءٍ لِّعَلَّ الشُّدَّ تَوْجِيْهِ جَسَّهٖ جَسَّهٖ عِزَّتْ دَعَا دَرَجَتِہٖ
پہا ہے ذلیل کرے، تیرے ہی ہاتھ میں بھلائی ہے۔

۲- اَكْرَمَ، كَرَّمَ ایسے شرف کو کہتے ہیں جو کسی چیز میں فی نفسہ موجود ہو یا اس کے اخلاق کی وجہ سے ہو (م۔ ل) اور کسی شخص کو اس وقت تک کریم نہیں کہا جاسکتا جب تک اس سے حرم کا

ظہور نہ ہو چکا ہو (مفت) اور اکرام کے معنی کسی کو اس طرح نفع پہنچانا کہ اس میں سبکی اور خفت بھی نہ ہو۔ اور وہ نہایت اشرف اور اعلیٰ ہو (مفت) اور رسول اکرمؐ نے اکرام ضعیف (عمران کی

عزت افزائی) کی جو تاکید فرمائی ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے سامنے متواضع بن کر اس کی

خدمت کی جائے اور اسے صاحبِ عزت سمجھا جائے۔ ارشاد باری ہے:

كَلَّا بَلْ لَا تَكْرُمُونَ الْيَتِيْمَ (۹)

نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی خاطر نہیں کرتے (جالندھری)

عزت نہیں رکھتے (عثمانی)

۳- کترم اور کرم کسی چیز کے فی نفسہ شرف پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي

اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور انہیں خشکی اور بند

الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (۱۰)

پر سوار کیا۔

ماہصل؛ (۱) اَعَزَّ: کا لفظ عام عزت دینا، زیر دستی سے بچانا اور بلا دست بنانا۔

(۲) اِكْرَامٌ: کسی کی عزت افزائی کرنا۔

(۳) تَكْرِيْمٌ: کسی کے ذاتی جوہر یا اوصاف کی بنا پر عزت بخشنے کو کہتے ہیں۔

۱۔ عقل عاقلند

کے لیے حَجْر، عَقْل، حَلْم، اُولَى الْأَلْبَاب، اُولَى الْأَبْصَار، اُولَى النَّهْيِ کے الفاظ آئے ہیں۔
 ۱۔ حَجْر: حَجْر بمعنی پتھر۔ اور بمعنی ہر ٹھوس اور سخت چیز جو آڑ کا کام دے اور بمعنی عقل۔ اور حَجْر بمعنی کسی چیز کے گرد احاطہ کر کے اسے محفوظ کر لینا اور دوسروں کو تصرف سے روک دینا۔ اور عَقْل کو حَجْر کا نام اس لیے دیا گیا ہے کہ وہ بھی ہر اس چیز کو جو نقصان دہ ہو روک دیتی ہے۔ (م۔ ل۔)
 اور حَجْر بمعنی رکاوٹ۔ ممانعت، عقل (منجدا اور ذی حَجْر بمعنی صاحب عقل یا عاقلند یا عقل والے۔) (تفصیل "آڑ" میں دیکھیے) ارشاد باری ہے:
 هَلْ فِي ذَلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حَجْرٍ۔ کیا یہ (مذکورہ چار باتیں) عاقلندوں کے نزدیک قسم کھانے کے لائق نہیں ہیں۔ (۵۹)

۲۔ عَقْل: عَقْل بمعنی سمجھ بوجھ والا ہونا۔ غلطی کا احساس کرنے کے قابل ہونا (منجدا اور عَقْل بمعنی روکنا اور منع کرنا۔ اور عَقَال وہ پلے بند جس سے اونٹ کا پاؤں باندھا جاتا ہے) (مفت) گویا عقل کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے نفع و نقصان کا امتیاز کرے۔ نقصان دہ باتوں سے بچنے کی تدبیر اختیار کرے (فق۔ ل۔ ۶۵) اور فائدہ مند چیزوں اور قبول علم کے لیے ہر وقت تیار رہے۔ پھر سوچ بچار کرے (مفت) ارشاد باری ہے:

وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ الشَّعْبِ (۶۶) اور کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو دوزخوں میں نہ ہوتے۔

۳۔ حَلْم: حَلْم بمعنی درگزر کرنا۔ بردبار ہونا۔ اور حَلِيم بمعنی متحمل مزاج۔ بردبار۔ اور حَلْم بمعنی ممانعت بردباری۔ یعنی طبیعت پر ایسا ضبط رکھنا کہ غریظ و غضب کے موقع پر بھڑک نہ اٹھے (ج احلام) (مفت) گویا حَلْم وہ عقل ہے جو طبیعت پر ضبط رکھے اور اسے مشتعل نہ ہونے دے۔ ارشاد باری ہے:
 أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُمْ بِهَذَا أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاعُونَ (۵۲) کیا ان کی عقلیں انہیں یہی کچھ سکھاتی ہیں بلکہ یہ لوگ قوم طاعت والے ہیں۔

۴۔ اُولَى الْأَلْبَاب، اَلْبَاب، اَلْب کی جمع ہے۔ اور اَلْب بمعنی کسی چیز کا خلاصہ، خالص حصہ (فق۔ ل۔ ۶۶) اور اَلْب بمعنی دانا۔ اور اُولَى الْأَلْبَاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو کوئی بات سُن کر اس کا خلاصہ اخذ کر سکیں۔ تیز فہم لوگ۔ ارشاد باری ہے:
 إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرَى لِأُولَى الْأَلْبَابِ۔ بیشک ان مثالوں میں عقل والوں کے لیے نصیحت

(۳۹) ہے۔

۵۔ اُولَى الْأَبْصَار: بَصَر بمعنی آنکھ سے دیکھنا بھی ہے اور دیدہ دل سے دیکھنا بھی (تفصیل "دیکھنا" میں دیکھیے)۔ اور اُولَى الْأَبْصَار بمعنی صاحب بصیرت لوگ۔ غور و فکر کرنے والے حضرات خواہ

تیز فہم ہوں یا نہ ہوں۔ ارشادِ باری ہے:

فَاعْتَبِرْ زَيْدًا يَأْتِيهِ الْأَبْصَارُ (۵۶)

۶۔ اُولِي النَّهْيِ: نہی بمعنی کسی چیز کی انتہی کو پہنچنا (م۔ ل) اور تَهْوِيَةٌ هَسُوًا بمعنی بہت زیادہ ذہین ہونا کامل العقل ہونا اور نَهْيٌ تَهْيِيَةٌ کی جمع ہے۔ اور اُولِي النَّهْيِ بمعنی صاحبِ فرست۔ لہی لائے رکھنے والے لوگ۔ تجربہ کار، منجھد، ارشادِ باری ہے:

إِنِّي ذَلِكُ لَا يُتُّ إِلَّا بِأُولِي النَّهْيِ۔

بیشک ان (باتوں) میں عقل والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ (۲۵۶)

حاصل (۱) ججنو: وہ عقل جو نقصان سے بچائے۔

- (۲) عَقْل: وہ عقل جو نقصان سے بچائے اور فائدہ مند چیزوں کو اختیار کرنے کی تدبیر کرے۔
- (۳) حِلْمٌ: ایسی عقل جو طبیعت پر ضبط رکھے اور مشتعل نہ ہونے دے۔
- (۴) اُولِي الْأَلْبَابِ: تیز فہم لوگ۔ بات کا خلاصہ سمجھنے والے لوگ۔
- (۵) اُولِي الْأَبْصَارِ: غور و فکر کرنے والے لوگ۔
- (۶) اُولِي النَّهْيِ: بات کی تہ تک پہنچنے والے صاحبِ فرست لوگ۔

۱۱۔ عقل مار دینا

کے لیے اسْتَفْتَرَ اور اسْتَحْفَفَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اسْتَفْتَرَ: فَتْرَ بمعنی دھوکہ دے کر غالب آنا۔ ہوش اڑا دینا۔ گھبرا کر نکال دینا۔ اور اسْتَفْتَرَ بمعنی مضطرب کر دینا۔ ہلکا جانا۔ ذلیل سمجھنا۔ گھر سے باہر نکال دینا (منجھد) اور اسْتَفْتَرَ بمعنی اضطراب میں ڈالنا۔ عقل کھو دینا (م۔ ق) ارشادِ باری ہے:

فَأَرَادَ أَنْ يَسْتَفْتِرَهُمُ مِنَ الْأَرْضِ۔

فرعون نے چاہا کہ بنی اسرائیل کو اس باختر کر کے سرزمینِ مصر سے نکال دے۔ (۱۳۳)

۲۔ اسْتَحْفَفَ: حَفَّتْ بمعنی ہلکا ہونا سَخِيفٌ بمعنی ہلکا (ضد ثقیل) اور حَفَّتْ بمعنی ہلکا کرنا۔ اور

اسْتَحْفَفَ بمعنی ہلکا جانا۔ جاہل سمجھنا (حق و راستی سے ہٹا دینا) منجھد، ارشادِ باری ہے:

فَاسْتَحْفَفَتْ قَوْمَهُ فَأَطَاعُوهُ (۵۲)

فرعون نے اپنی قوم کی عقل مار دی تو انہوں نے اُس کی بات مان لی۔

حاصل (۱) اسْتَفْتَرَ: کسی کو پریشان اور مضطرب کر کے یا دھوکہ سے اس کی عقل مار دینا۔

(۲) اسْتَحْفَفَ: کسی کو ذلیل اور حقیر بنا کر اُس کی عقل مار دینا۔

علاوہ دیکھیے ”سوائے“

۱۲۔ عورت

ہمارے ہاں عورت کا لفظ مرد کے مقابلہ میں یعنی مادہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن عربی زبان میں عورت کا مفہوم یہ نہیں۔ عورت بمعنی ستر اور عورات بمعنی مقامات ستر ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

أَوِ الْطُّفُلِ الَّذِينَ لَمْ يَنْظُرُوا عَالِيًا
عَوْرَاتِ النِّسَاءِ (۲۲)

یا وہ لڑکے جو اچھی عورتوں کے ستر کے اعضا سے ناواقف ہوں (وہ بھی گھڑوں میں آجا سکتے ہیں)۔

قرآن کریم میں عورت کے لیے اُنْثَى، اِمْرَاةٌ (مرء) نِسَاءٌ اور نِسْوَةٌ (نسو) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں (ان میں آخری تین الفاظ بیوی کے لیے بھی استعمال ہوئے ہیں)

۱۔ اُنْثَى، بمعنی مادہ (ذکر یا زکر کے مقابلہ میں) مؤنث۔ اس لفظ کا اطلاق سب جانداروں کی مادہ پر ہوتا ہے۔ اور ایسے ہی جب بنی نوع انسان کا ذکر ہو تو اس سے مراد عورت ہوگا۔ ارشاد باری ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ
الْحُرِّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى
بِالْأُنْثَى (۲۴۸)

تم پر قصاص فرض کیا گیا ہے۔ آزاد کے بدلے آزاد غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔

۲۔ اِمْرَاةٌ، اِمْرَاةٌ یا مَرْءٌ کے مقابلہ میں آئے ہے۔ بمعنی کوئی شخص، کوئی مرد۔ اور اس لفظ کا اطلاق اس وقت ہوتا ہے جب مرد یا عورت نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں (ف۔ ل۔ ا)، اِمْرَاةٌ کی تشبیہ اِمْرَاتَانِ اور جمع نِسَاءٌ یا نِسْوَةٌ ہے۔ قرآن میں ہے:

وَإِنْ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا
أَوْ أَسْرَافًا فَيَرْتَدَّ إِلَيْهَا طَرْفًا
وَإِنْ كُنْتُمْ غَنِيًّا فَمَا عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ
عَلَيْهَا أَنْ تُبَدِّلْنَ سَوَاطِرَهُنَّ
وَإِنْ كُنْتُمْ فُقَرَاءَ فَمَا عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ
عَلَيْهَا أَنْ يُبَدِّلْنَ سَوَاطِرَهُنَّ
أُولَئِكَ مَتَى مَا أَتَى أَحَدَهُنَّ
بِغَيْرِهَا فَسَوَافٍ عَلَيْهِمْ
بَدْلُهُنَّ وَلَا يَجْرِمُنَّكَ
بَدْلُهُنَّ عَلَىٰ أَنْ تُبَدِّلْنَ
سَوَاطِرَهُنَّ بَعْدَ إِجْمَاعِ
الْمَوَدِّعَيْنِ بِمَا بَدَّلْنَ
سَوَاطِرَهُنَّ غَيْرِ الْمَتَى
فَإِنَّهُنَّ أَضْلَىٰ (۲۴)

اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے زیادتی کا اندیشہ ہو۔

نِسَاءٌ (ضد رجال جو اِمْرَاةٌ کی جمع ہے اِمْرَاةٌ کی جمع نِسَاءٌ اور نِسْوَةٌ ہے۔ مرد کو رَجُلٌ اس وقت کہیں جب اس کی قوت کا پہلو (جاگر کرنا مقصود ہو۔) تفصیل آدمی۔ انسان“ میں دیکھیے) ارشاد باری ہے:

لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ
يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ
نِسَاءٍ (۲۹)

کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے۔ ممکن ہے وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ ہی عورتیں عورتوں سے تمسخر کریں۔

نِسْوَةٌ، نِسْوَةٌ سے مراد وہ عورتیں ہیں جن کا کسی خاص معاملہ سے تعلق ہو۔ ارشاد باری ہے:

قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَسَأَلَهُ مَا بَأْسُ
النِّسْوَةِ الَّتِي قَطَعْنَ أَيْدِيَهُنَّ (۳۰)

(یوسف نے اس فرستادہ سے) کہا اپنے مالک کے پاس واپس جاؤ اور اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔

محل: (۱۱) اُنْثَى، ہر جاندار کی مادہ جب مذکر مؤنث یا نوع انسان کا ذکر ہو تو یہ لفظ عورت کے لیے استعمال ہوگا

(۲) اِمْرَاةٌ: مَرْءٌ اور اِمْرَاةٌ کی تائید۔ جب وہ عمر نکاح کو پہنچ جائے۔ اور اس کی جمع نساء بھی آتی ہے اور نِسْوَةٌ بھی خاص معاملہ سے متعلق عورتوں کا گروہ۔

۱۳۔ عہد۔ وعدہ۔ اقرار

کے لیے وَعَدٌ، وَعَيْدٌ، مَوْعِدَةٌ اور مِيعَادٌ، عَهْدٌ، فِي مَقَامٍ اِصْنَاءٌ مِيتَانًا اور عَقْدُونَ کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ وَعَدٌ: معنی وعدہ کرنا۔ کسی بات کی امید دلانا (م۔ ل) معروف لفظ ہے۔ اور یہ کيفرفہ ہوتا ہے۔ اور اَلْحَفَاءُ اَلْوَعْدُ معنی وعدہ کا ایسا یا پورا نہ کرنا۔ ارشاد باری ہے:

وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قَضَىٰ اَلْاَمْرَانَ اَللّٰهُ وَعَدَّكُمْ وَعَدَّ اَلْحَقُّ وَعَدَّتْكُمْ فَاخْلَفْتُمْ (۱۲۳)

جب (حساب کتاب کا) کام فیصل ہو چکے گا تو شیطان کہے گا۔ ایک وعدہ تم سے اللہ نے کیا تھا جو سچا وعدہ تھا اور جو وعدہ میں نے تم سے کیا تھا وہ میں پورا نہیں کر رہا۔

۲۔ وَعَيْدٌ، ایسا وعدہ ہے جو شر پر مبنی ہو (م۔ ل) تہدید۔ ڈرانا۔ ارشاد باری ہے:

فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعَيْدٌ (نہم)

سو آپ انہیں قرآن سے نصیحت کیجیے اور اسے بھی سیر (عذاب کی) وعید سے ڈرے۔

مَوْعِدَةٌ، مَوْعِدًا۔ یہ سب الفاظ وَعَدٌ سے مصدر ہیں وَعَدَّ يَعِدُّ وَعَدَّ اَوْعِدَةٌ وَ مَوْعِدًا وَ مَوْعِدَةٌ اور ان کا معنی وعدہ یا وعدہ کرنا ہے۔ (منجد) اور انہیں معنوں میں یہ قرآن میں استعمال ہوئے ہیں۔

مِيعَادٌ اسم ظرف ہے۔ زمانی کی صورت میں اس کے معنی وعدہ کا وقت اور مکانی کی صورت میں وعدہ کی جگہ ہوگا۔ جسے فرمایا:

وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ لَأَخْلَفْتُمْ فِي اَلْمِيعَادِ (۸۲)

اور اگر تم جنگ کے لیے آپس میں اقرار کر لیتے تو وقت معین (پر جمع ہونے) میں تقدیم و تاخیر ہو جاتی۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

رَبِّكَ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ۔ اِنَّ اَللّٰهَ لَا يَخْلُقُ اِلَّا مِيعَادًا۔ (۲۹)

لے ہمارے پروردگار! بیشک تو اس روز جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ سب لوگوں کو جمع کر لیا بیشک اللہ خلاف وعدہ نہیں کرتا۔

۲۔ عَيْدٌ: معنی کسی چیز کی پیہم نگہداشت اور خبر گیری کرنا۔ اقرار کرنا۔ اور اس کی حفاظت کرنا (مصنف) حفاظت کرنا اور پورا کرنا (منجد) اور عَهْدٌ معنی وفا۔ دوستی۔ امان۔ زنتہ۔ وصیت اور ولی العہد

یعنی بادشاہ کا جانشین (مخبر) ہے۔ اور بعض اہل لغت کے نزدیک عہد و پیمانہ ہوتا ہے۔ اور بعض کے نزدیک مشروط عہدہ کا نام عہد ہے (قول ۴۳) ارشاد باری ہے:

وَأَوْفُوا بِعَهْدِكُمْ إِذَا عَاهَدْتُمْ كَمَا كَانْتُمْ مَسْئُولًا (۳۳)

دوسرے مقام پر ہے:

أَوْفُوا بِعَهْدِكُمْ إِذَا عَاهَدْتُمْ كَمَا كَانْتُمْ مَسْئُولًا (۳۳)

۳۔ ذِمَّة: ذمہ دراصل عہد کی ایک قسم ہے۔ یعنی عہد و وفا۔ نیز بمعنی امان۔ حفاظت کی ذمہ داری کسی گناہ دانہ دینے کا عہد۔ اور اہل الذمہ وہ لوگ ہیں جنہیں جزیرہ کے عوض امان دی گئی ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَأِنْ يَظْهَرْ وَأَحْلِيكُمْ لَا يَنْتَبِهُوا فِيكُمْ أَكْرَمَ بِرُؤُوسِهِ قَالُوا بَلْ لَيْسَ تُوْنَه قُرَابِتْ كَالْحَاظِ كَرِيْ ادرنہ
إِلَّا وَلَا ذِمَّةَ (۹)

عہد کا۔

۴۔ اِحْسَان: یعنی کسی چیز میں گرہ لگانا۔ اور طے سے زبردستی سے روک لینا (م۔ ل) (احسن بمعنی جگر بند یا بھاری بوجھ۔ رسم درواج کے بندھن۔ شریعت کی حدود۔ قیود۔ بڑی ذمہ داری۔ گویا اس لفظ میں عہد نُقْلٌ اور عہد کا تصور پایا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَيَصْنَعُ عَهْدَهُمْ صِرَهُمْ (۱۵)

وہ نبی ان پر سے (رسم درواج کا) بوجھ اتارتا ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اَصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا (۳۸)

۵۔ عیثاق: الوثاق اس رسی یا زنجیر کو کہتے ہیں جس سے کسی چیز کو کس کر باندھا جائے۔ اور عیثاق وہ عہد و پیمانہ یا اقرار ہے جسے موکل کیا گیا ہو (صفت) یا ضبط تحریر میں لاکر فریقین معاہدہ کو پایندہ کر دیا گیا ہو۔ ارشاد باری ہے:

إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ عَيْثَاقٌ (۱۹)

۶۔ عَقُود: عَقْدَ بمعنی گرہ لگانا۔ اور عَقْدَةَ بمعنی گرہ کا ٹکڑا (ع عقْد) مادی طور پر مستعمل ہے

جیسے فرمایا:

وَمِنْ شَرِّ النَّفْسَاتِ فِي الْعُقُودِ (۱۳)

اور گانٹھوں پر (پڑھ پڑھ کر) چھونکنے والیوں کی بُرائی سے (بھی اللہ سے پناہ مانگتا ہوں)

اور معنوی طور پر بھی جیسے عَقْدُ الْبَيْعِ، عَقْدُ النِّكَاحِ اور عَقْدُ الْعَهْدِ۔ جس کا معنی معاہدہ کو ایسا مضبوط کرنا ہے جیسے گانٹھ لگا دی گئی ہو۔ اور ابن الفارسی کے نزدیک عقد، شدت و توثق پر دلالت کرتا ہے (م۔ ل) گویا ایسا عہد جو عیثاق سے بھی مضبوط تر ہو۔ ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ﴿۵﴾ اے ایمان والو! اپنے اقرار پورے کرو۔
 عہد بھی بسا اوقات قسموں سے مضبوط تر بنایا جاتا ہے۔ کبھی تکرار اقرار سے اور کبھی تحریر سے۔ ارشادِ
 باری ہے۔

وَالَّذِينَ عَقَدَتِ أَيْمَانُكُمْ فَأَنْتُمْ أَكْثَرُ
 فَخِصَّةٍ بِهِمْ (۴۲)

حصہ دو۔

محصلہ (۱) دَعَدَ: جب کسی کو کوئی امید لگائی جائے تو اسے وعدہ کہتے ہیں۔ اور اگر یہ وعدہ کسی بڑے
 انجام سے تعلق رکھتا ہو تو وعید ہے۔ وعدہ کے وقت یا جگہ کو میعاد کہتے ہیں۔ یہ عموماً یکطرفہ ہوتا ہے۔
 (۲) عَقَدَ: ایسا اقرار جس کی حفاظت بھی کی جائے اسے پورا کرنے کا ہر وقت خیال رکھا جائے۔ یہ دوطرفہ بھی
 ہو سکتا ہے اور شرط بھی۔

(۳) ذِقَّتْهُ: عہد سے انصاف ہے۔ پناہ دینے کا عہد۔

(۴) اِصْرٌ: ایسا عہد جو پابندی کی وجہ سے بوجھل یا گرانبار ہو۔ خواہ یہ رسم و رواج کا ہو یا شریعت کا۔

(۵) مِيثَاقٌ: عہد کو جب تحریر یا تکرار سے مضبوط تر بنا دیا جائے تو یہ میثاق ہے۔

(۶) عَقْدٌ: میثاق سے زیادہ مضبوط ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ جو بعض دفعہ قسموں سے بھی موکد بنایا
 جاتا ہے۔

غ

ا— غار

کے لیے غَار اور مَعَارَات اور كَهْف کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔
 ۱- غَار: غَوْرِ نَشِیْبِ زَمِیْنِ كُوْبھی كِتے ہیں اور گہرائی كو بھی۔ غَارُ الرَّجُلِ مَعْنَى اَدْمِی نَشِیْبِ زَمِیْنِ مِیْنِ اَتْر گیا۔ اور غَارُ الْمَاءِ مَعْنَى پَانِی زَرِیْرِیْنِ مِیْنِ چلا گیا۔ غَوْرٌ مَعْنَى گہرا۔ گہری سوچ۔ اور غَارٌ مَعْنَى ایسی نَشِیْبِ جِگہر یا گہرائی جہاں انسان پناہ لے سکے۔ عام اس سے کہ وہ کسی پہاڑ میں ہو یا زریز میں ہو۔ ارشاد باری ہے:

اِذْ هَمَّا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ
 لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (۹)

جب وہ دونوں (رسول اکرم اور ابوبکرؓ) غار میں تھے
 اور جب رسول اکرمؐ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے غمگین
 نہ ہو۔ بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اور مَعَارِ غَوْر سے اسم ظرف (مکانی) ہے جو غار ہی کے معنوں میں آتا ہے۔ اس کی جمع مَعَارَات ہے۔ ارشاد باری ہے:

لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَاً اَوْ مَعَارَاتٍ اَوْ
 مَدْخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَحْجَمُونَ
 (۹)

اگر ان منافقوں کو کوئی جائے پناہ (جیسے قلعہ) یا
 غار یا کوئی سرگھسانے کی جگہ مل جائے تو اس طرف
 رسیاں تڑپاتے دوڑنے لگیں۔

۲- كَهْف: (ج كَهْفُوْنَ) كَهْف غار سے انحصار ہے۔ كَهْف ایسی غار یا کھوہ کو کہتے ہیں جو پہاڑ میں
 میں ہو (م۔ ل) اور بڑی ہو۔ اگر چھوٹی ہو تو اسے غار کہیں گے (م ق) ارشاد باری ہے:
 اَمْرٌ حَسْبُكَ اَنْ اَصْحَابَ الْكَهْفِ وَ
 الرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا (۱۸)

نشانوں میں سے ایک عجیبہ تھے۔
 غارت ہونا۔ کرنا۔ دیکھیے ”برباد ہونا“ اور ”ہلاک کرنا“

لہٰذا یعنی جب ہم اس سے بہت بڑی نشانیاں پیدا کر چکے اور دکھلا چکے ہیں تو یہ اصحاب کھف کا واقعہ
 اتنا کونسا اچنبھا ہے!

۲۔ غافل ہونا کرنا

کے لیے غَفْلٌ اور اَعْفَلٌ، سہمی، سمد اور اَلْغَفْلُ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
 ۱۔ غَفْلٌ بمعنی کسی کام کو چھوڑ دینا۔ ارادۃً ہو یا بلا ارادہ (م۔ ل) حقائق کی معرفت سے بے خبر ہونا۔
 (صفت) کوئی کرنے کا کام سستی یا بھول کی وجہ سے نہ کرنا۔ اور غافل کوئی شخص اپنے کام یا ذات سے
 بھی ہو سکتا ہے اور دوسروں سے بھی (فتی ل ۷۸) جیسے ارشاد باری ہے:
 وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۱۳۱﴾ اور اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں۔

نیز فرمایا:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْحَابِكُمْ
 وَامْتَعْتَكُمْ فَيَسْأَلُونَ عَنكُمْ مِثْلَهُ
 وَاجِدَهُ ﴿۱۳۲﴾

کافر تو یہ چاہتے ہیں کہ تم اپنے ہتھیاروں اور سامان
 سے غافل رہو تو تم پر کیا رگی حملہ کریں۔

اور اَعْفَلٌ بمعنی دوسرے کی توجہ کسی اور طرف لگا کر اسے کسی چیز کے کرنے سے غافل کر دینا
 یاروک وینا۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا تُطِغْ مَنْ أَعْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا
 يَادِ سَ غَافِلٌ كَرِيهًا ﴿۱۳۸﴾

اور اس شخص کے پیچھے نہ جائیے جس کا دل ہم نے اپنی
 یاد سے غافل کر دیا ہے۔

۲۔ سہمی بمعنی بھولنا۔ دل کا دوسری طرف پھر جانا۔ اور سہمہو بمعنی نرمی۔ سکون (منجد) سہمہو دراصل
 اس عمل کو کہتے ہیں جو غفلت کی وجہ سے سرزد ہو۔ اگر اس میں ارادہ کو دخل نہ ہو تو قابلِ عفو ہے۔
 جیسے کسی مجنون کا گالی دینا۔ اور اگر ارادہ سے ہو تو قابلِ مواخذہ ہے (صفت) سجدہ سہو مشہور لفظ ہے
 یعنی نماز میں توجہ دوسری طرف پھر جانے کی وجہ سے نماز کے اعمال میں کمی بیشی کرنے کی تلافی
 کے طور پر جو سجدہ کیا جاتا ہے اور یہ لفظ غیر کے فعل سے متعلق نہیں آتا۔ (فتی ل ۷۸) ارشاد باری ہے:
 فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ
 صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ﴿۱۳۷﴾
 سوائے نمازیوں کے لیے خرابی ہے جو نماز کی طرف
 سے غافل رہتے ہیں۔

۳۔ سمد بمعنی حیران کھڑا ہونا، مہوت ہونا اور سمد في العمل بمعنی کسی کام میں مشغول ہونا اور سمد
 بمعنی کسی کو کھیل کود میں مشغول کرنا (منجد) گویا غفلت میں پڑ کر اصل کام کرنے کی بجائے کھیل کود میں
 پڑ جانے کے لیے سمد استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَكُنْتُمْ كَافِرِينَ وَلَا تَبْكُونَ وَأَنْتُمْ سَاهُونَ
 فَاسْجُدْ وَابْتَلِّهِ وَأَعْبُدْ وَارْتَبِ ﴿۱۳۹﴾

اور تم ہنستے رہتے ہو، روتے نہیں اور غفلت میں
 پڑے ہو (جانبانہ صریح) کھلاڑیاں کرتے ہو (مختمانی ص)

سوزنا کے آگے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو۔

۴۔ اَلْهَىٰ، اَلْهَىٰ چیز کو کہتے ہیں جو انسان کو اصل مقصد سے ہٹائے رکھے۔ م۔ ل اور اَلْهَىٰ اَلْهَىٰ بمعنی

كَمْ مِّنْ فِتْنَةٍ فَلَئِنَّ عَلَيْكَ فِتْنَةٌ
كَثِيرَةٌ يَا ذَا نِ الْاَلِه (۲۳۶)

۴- استعلیٰ، علیٰ یقولو معنی بلند ہونا۔ اور استعلیٰ معنی بلند ہونے کی خواہش کرنا فوقیت اور برتری حاصل کرنے کی طلب۔ اور تعلیٰ معنی شیخی بگھارنا ہے۔ یہ تعلیٰ اور استعلیٰ عموماً بڑے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ اور عَلَا یَعْلُو اچھے اور بڑے دونوں میں۔ اور عَلٰی یَعْلٰی اچھے مفہوم میں آتا ہے (صفت) ارشاد باری ہے:

فَاَجْبِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ اَتُوْا صَفَاوًا
قَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنۢ اسْتَعْلٰی (۲۳۷)

۵- قہر میں دو باتیں بنیادی ہیں (۱) غلبہ پانا (۲) مغلوب کی تذلیل کرنا۔ اسے دبانام (ل) پھر یہ لفظ دونوں معنوں میں الگ الگ بھی استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالَ سَنَنْقِلُ اَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْجِي
نِسَاءَهُمْ وَاَنَّا فَوْقُهُمْ قَاهِرُوْنَ
ان پر غالب ہیں (۱۳۶)

اس آیت میں قہر کا لفظ دونوں معنی دے رہا ہے۔ اور درج ذیل آیت میں صرف دبانے کا۔ ارشاد باری ہے:

فَاَمَّا اَيْدِيْهِمْ فَلَا تَنْهَرُوْا اَمَّا السَّائِلِ
فَلَا تَنْهَرُوْا (۹۳)

ماحصل: (۱) ظہر، یعنی قوت کے ساتھ سامنے آنا، رونا ہونا، ابھرتی ہوئی قوت۔
(۲) عثر، یعنی بلا دست ہونا۔

(۳) غلب، بزورِ بازو بلا دستی حاصل کرنا۔

(۴) استعلیٰ، غالب آنے کی مذموم ہوس رکھنا۔

(۵) قہر، غالب آنا اور تذلیل کرنا۔ مخزور کو دبانہ۔

۴۔ غبار

کے لیے غَبْرَةٌ، نَفْعًا اور هَبَاءً (ہوس) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- غَبْرَةٌ: معنی گرد و غبار۔ مٹی اٹھانے کے بعد جو خاک ذرات ہوا میں بکھر جاتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَجُوْهُ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهِمْ غَبْرَةٌ تَرَهُمْ
قَاتِرَةً (۸۱)

اس دن کئی چہرے گرد آلود ہوں گے جن پر سیاہی چھا رہی ہوگی۔

۲- نَفْعًا: معنی گرد راہ۔ وہ گرد و غبار جو کوئی تیز رفتار سواری اپنے پیچھے چھوڑتی چلی جاتی ہے۔ عین ذرات

بوجھل ہونے کی وجہ سے آہستہ آہستہ پھر زمین پر بیٹھ جاتے ہیں۔ قرآن میں ہے،
 فَأَتْرَنَ بِهِ نَعْقًا فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا۔ پھر ان گھوڑوں کی قسم جو گرداڑتے ہیں پھر (شکر کے)
 شکر کے وسط میں جا بیٹھتے ہیں۔ (۱۴)

۳۔ هَبَاءٌ هَبْوَةٌ یعنی غبار کے باریک ذرات (۲-۱) ایسے باریک خاکی ذرات جو ہوا میں ہر وقت
 موجود رہتے ہیں اور نظر بھی نہیں آتے۔ ارشادِ باری ہے:

وَقَدْ مَنَّا عَلَىٰ مَا مَعَلُّوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُمْ
 هَبَاءً مَّنْثُورًا (۲۵)

ماصل (۱) غبیرۃ: گرد و غبار۔ خاکی ذرات جو نظر آسکیں۔

(۲) نفع: گرد و غبار کے بھاری ذرات جو کوئی تیز رفتار سواری اپنے پیچھے چھوڑتی جاتی ہے۔

(۳) هَبَاءٌ، گرد و غبار کے وہ باریک ذرات ہیں جو ہر وقت فضا میں کبھرے رہتے ہیں اور نظر نہیں آتے۔

غروب کے لیے عَرَبٌ، اَقْلٌ اور وَقَبٌ ”چھینا“ میں دیکھیے۔ غرور کرنا۔ دیکھیے ”انرا نا“

۵۔ غَضَبٌ

کے لیے سَخَطٌ، غَيْظٌ، غَضَبٌ اور حَزْرٌ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ سَخَطٌ: یعنی غلاف مرضی کام کرنا۔ اور سَخَطٌ بمعنی ناپسندیدگی۔ یہ غصہ کا پہلا درجہ ہے۔

(فل ۱۶۹) اور یہ ہمیشہ بڑے کا چھوٹے پر ہوتا ہے۔ یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ سَخَطٌ الْأَمِيرِ عَلَى
 الْحَاجِبِ لَيْكِن سَخَطٌ الْحَاجِبِ عَلَى الْأَمِيرِ نَهَيْتُمْ كَمَا جَاءَ۔ (فقل ۱۰۶) ارشادِ باری ہے:
 أَقْبَمِينَ اتَّبِعَ رِضْوَانِ اللَّهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطٍ بَهْلًا جَوْشَخِضِ خَدَاكِ خَوْشَنُودِي كَاتَابِلِ هُوَ اس جیسا ہو
 مِّنَ اللَّهِ (۱۳۳) سکتا ہے جو اس کی ناراضگی مول لیتا ہے۔

۲۔ غَيْظٌ: ایسی ناراضگی جو انسان کا دورانِ خون تیز کر دے اور یہ غصہ کا دوسرا درجہ ہے (فل ۱۶۹)۔
 لیکن کوئی انتقامی کاروائی نہ کرے یا نہ کی ہو۔ اور غَيْظٌ کا تعلق کسی کی اپنی ذات سے بھی ہو سکتا
 ہے (فقل ۱۰۶) ارشادِ باری ہے:

وَالْكَافِرِينَ وَالْكَافِرِينَ عَنِ
 النَّاسِ (۱۳۳) اور جو لوگ غصہ کو پی جانے والے اور لوگوں کے قصوں
 معاف کرنے والے ہیں۔

۳۔ غَضَبٌ: صاحبِ فقہ اللقنہ کے نزدیک یہ لفظ عام ہے جو ہر طرح کے غصہ پر بولا جاتا ہے۔
 (فل ۱۶۹) لیکن یہ تعریف صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ رسولِ اکرم نے جو غضب کی تعریف فرمائی وہ

یوں ہے۔

إِنَّمَا مِنَ الْغَضَبِ فَإِنَّهُ جُمْرَةٌ
 تُوَقَّدُ فِي قَلْبِ ابْنِ آدَمَ تَرَوْنَا
 غضب سے بچو کہ وہ آگ کی چنگاری ہے جو ابنِ آدم
 کے دل میں جلتی ہے۔ تم دیکھتے نہیں کہ ایسے شخص کی

إِلَى انْتِفَاحٍ أَوْ إِجْلَهِ وَخَمْرَةَ عَيْبِيَّةٍ رِغْسٍ يَحُولُ جَاتِي هِيَ أَوْ رَأْيُهَا مَرُخٌ هُوَ جَاتِي هِيَ - اور ظاہر ہے کہ یہ کیفیت اس وقت واقع ہوتی ہے جب انسان مغلوب الغضب ہو کر انتقام پر اتر آتا ہے۔ اور ابن الفارس نے اس کے معنی اس شدتِ استخط یعنی انتہائی ناراضگی (م) لکھا ہے اور صاحبِ منجد نے غَضَب کے معنی بغض رکھنا، غضبناک ہونا لکھا ہے (منجد) اور بعضی اِرَادَةُ الصَّرِّ لِلْمَغْضُوبِ عَلَيْهِ - اور غَضَب ہمیشہ دوسرے پر آتا ہے یعنی چھوٹے کا بڑے پر بھی ہو سکتا ہے اور بڑے کا چھوٹے پر بھی (فقہ ل ۱۰۶) ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ يَحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِي فَقَدْ اِرْحَسْ شَخْصًا يَرِيهِ غَضَبُهُ نَازِلٌ هُوَ وَهُوَ هَالِكٌ هُوَ كَمَا هُوَ (۲۸)

۴- حَرَدٌ: حَرَدٌ: یعنی کسی پر ناراض ہونا۔ اور حَرَدٌ: یعنی منع کرنا (منجد) حَرَدٌ: یعنی مغلوب الغضب ہو کر کسی پر تیزی سے حملہ کر دینا یا چارہ جوئی کرنا (فل ۱۶۹) حَرَدٌ: دراصل غصہ کی کسی کیفیت کا نام نہیں بلکہ اس چارہ جوئی یا انتقامی کاروائی کی کیفیت ہے جو انسان غیظ و غضب سے مغلوب ہو کر کرتا ہے اور ابوہلال کے نزدیک حَرَدٌ کا معنی غصہ کی حالت میں مغضوب الیہ سے دُور ہو کر اسے انجام تک پہنچانا ہے (فقہ ل ۱) ارشادِ باری ہے:

وَعَدُوًّا عَلَى حَرَدٍ قَدِيرِينَ (۲۹) وَهُوَ عَلَى الصَّحِّ يَكْتُمُ هَوْنًا وَهَالِكًا يَسْتَعِينُ كَمَا كَلِمَتِي عَلَيْهِ قَادِرِينَ -

ماصل (۱) سَخَطٌ: محض ناراضگی۔ ناپسندیدگی۔ پہلا درجہ۔ بڑے کا چھوٹے پر۔ (۲) غَيْظٌ: جب دورانِ خون تیز ہو جائے۔ دوسرا درجہ۔ اور غیظ انسان کو اپنے آپ بھی آسکتا ہے۔ (۳) غَضَبٌ: جب انسان غصہ سے بچ کر انتقام پر اتر آئے خواہ چھوٹا یا بڑا۔ اس کا تعلق اپنی ذات سے نہیں۔ دوسرے سے ہوتا ہے۔ (۴) حَرَدٌ: غصہ کی وجہ سے انتقامی کاروائی کی کیفیت۔ تیزی سے لپکنا۔ اور مغضوب الیہ سے دُور ہو کر کام سرانجام دینا۔

۶۔ غَصَّةٌ وَلاَنَا

کے لیے اسَخَطٌ، غَاظٌ (غیظ) اور اسْتَفْتٌ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱- اسَخَطٌ: تفصیل اور پرگزرجی ہے۔ یعنی ناراض کرنا۔ ارشادِ باری ہے۔

ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ اتَّبَعُوا مَا اسَخَطَ اللَّهُ وَ كَرِهُوا رِضْوَانَهُ (۳۸)

یہ اس لیے کہ وہ لوگ ہر اس بات کے پیچھے لگ گئے جو اللہ کو ناراض کرے اور انہوں نے اللہ کی رضا کو پسند نہ کیا۔

۲- غَاظٌ: یعنی غصہ و لاَنَا: تفصیل اور پرگزرجی۔ قرآن میں ہے:

وَلَا يَطُوعُونَ مَوْطِنًا يَبْتَغِي الْكُفَّارَ - اور نہ وہ کسی ایسی جگہ کو پامال کرتے ہیں جو کافروں کے

غصہ دلانے۔ (۱۲۰)

۳۔ اَسْفَ: اَلْاَسْفَ، ایسا غصہ جو افسوس اور حزن (غم) کی بنا پر ہو۔ اگر غصہ کمزور ہو تو غیظ و غضب کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔ اور اگر قوی ہو تو بس نہ چلنے کی وجہ سے منقبض ہو کر حزن کی صورت اختیار کر لیتا ہے (مف) اور اَسْفَ بمعنی کسی چیز کا کھوجانا اور اس پر افسوس کھانا (م) نیز اَسْفَ بمعنی غصہ دلانا۔ غمگین کرنا (مخبر) ارشاد باری ہے:

فَلَمَّا اَسْفَوْا اَنْتَقَمْنَا مِنْهُمْ (۲۲)

پھر جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے اُن سے

بدلے لیا۔

ماحصل: (۱) اَلْاَسْفَ: محض ناراض کرنے (۲) غَاظَ: غصہ دلانے اور (۳) اَسْفَ: ایسے غصہ دلانے کیلئے آتا ہے جو طاقتور میں غضب پیدا کرنے اور کمزور کو غم و افسوس میں مبتلا کر دے۔

غم

کے لیے غَم، حُزْن اور بَثَّ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ غَم: غَمَّ کا بنیادی معنی ڈھانکنا اور چھپانا ہے۔ عینی بمعنی غبار اور تاریکی اور غَمام بمعنی بادل جو سورج کی روشنی کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اور غَم بمعنی بے چینی۔ اندوہ (مف)۔ (مخبر) ارشاد باری ہے:

ثُمَّ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ مِنَ الْغَمِّ فَرَّائِي (یعنی) نیند کہ تم میں سے ایک جماعت پر

پھر اللہ تعالیٰ نے غم و رنج کے بعد تم پر تسلی نازل

طاری ہو گئی۔ (۱۵۴)

۲۔ حُزْن: بمعنی غم (مضدوح) کسی معاملہ میں طبیعت کا بے چین رہنا۔ اندوہ۔ اور یہ انسان کی اضطرابی کیفیت کو ظاہر کرتا ہے۔ جب بے چینی کا کوئی علاج نظر نہ آ رہا ہو تو غم کی صورت بن جاتی ہے۔ اور حُزْن مصائب کو بھی کہتے ہیں۔ لہذا وہ غم جو کسی مصیبت کی وجہ سے لاحق ہو اسے حُزْن کہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَاَبْيَضَّتْ عَيْنُهُ مِنْ الْحُزْنِ (۱۱۳)

اور اس (یعقوب) کی دونوں آنکھیں غم کی وجہ سے

بے نور ہو گئی تھیں۔

۳۔ بَثَّ: بمعنی شِدَّةُ اَلْحُزْنِ (فعل) (۴۸) شدید غم۔ قلق۔ وہ غم جو اندر ہی اندر انسان کو کھائے جاتا ہے غم و اندوہ کا طویل دور قرآن میں ہے،

اِنَّمَا اَشْكُوا بَثِّي وَحُزْنِي اِلَى اللّٰهِ۔ (یعقوب نے فرمایا) میں تو اپنے غم و اندوہ کا اظہار

اللہ ہی سے کرتا ہوں۔ (۱۱۶)

ماحصل: (۱) غَمَّ: بے چینی اندوہ کے لیے عام لفظ (۲) حُزْن: ایسا غم جس کا سبب کوئی لاعلاج مصیبت ہو (۳) بَثَّ: شدتِ غم۔ قلق۔

۸۔ غمگین ہونا غم کھانا

کے لیے حَزْنٌ، اُسْبٰی (اسی)، اَبْتَسٌ اور اِبْتَسَسَ (بئس) کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ حَزْنٌ: بمعنی غم کرنا۔ غم کھانا (تفصیل اور پرگزرجکی جیسے فرمایا:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ﴿۱۶﴾ غم نہ بھیجے۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

۲۔ اُسْبٰی: بمعنی کچھ تھکے کھوجانے پر غم کرنا (مص) ارشاد باری ہے:

لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰی مَا فَآءَكُمْ وَلَا تَقْرَحُوا لِمَا اَنْتُمْ كٰرِهُونَ ﴿۲۴﴾

اور جو تم کو اس نے دیا ہو اس پر اترا یا نہ کرو۔

۳۔ اِبْتَسَسَ: بمعنی سخت مایوسی کے باعث غمگین ہونا (مص) اور بمعنی بے خیر ہونا۔ غمگین اور شکستہ دل

ہونا (مجد) یعنی ایسا غم جو کسی امر میں سخت مایوس ہو جانے کی وجہ سے لاحق ہو۔ اور شیطان کو

بھی ابلیس اس لیے کہا گیا کہ وہ خدا کی رحمت سے مایوس اور شکستہ دل ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ ؕ

اور بارش کے نزول سے پہلے تو وہ ناامید ہو رہے تھے۔

۴۔ اِبْتَسَسَ: بئس میں سختی اور ناگواری کے معنی پائے جاتے ہیں (مص) اور اِبْتَسَسَ کے کسی بات

ناگوار محسوس کرنا اور اس پر غم لگ جانا (مجد) ارشاد باری ہے:

وَاَوْحٰی اِلٰی نُوْحٍ اَنْهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا يَبْتَئِسْ

قوم سے کوئی شخص ایمان نہ لائے گا مگر جو پہلے

لاچکا۔ تو جو کام یہ کر رہے ہیں ان کی وجہ سے غم

نہ کھاؤ۔

ماہصل: (۱) حَزْنٌ: کسی حادثہ یا مصیبت کی وجہ سے غم کھانا۔

(۲) اُسْبٰی: ایسی چیز پر غم کھانا جو ہاتھ سے نکل چکی ہو۔

(۳) اِبْتَسَسَ: ایسا غم جو کسی امر پر مایوسی کی وجہ سے لاحق ہو۔

(۴) اِبْتَسَسَ: کسی دوسرے کی ناگواری اور ناقابل برداشت چیز کی وجہ سے غم کا لاحق ہونا۔

۹۔ غور کرنا

کے لیے رَأٰی، نَظَرَ اور بَصَرَ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ ان کی تفصیل تو دیکھنا، میں ملے گی۔ جب

یہ معنوی طور پر استعمال ہوتے ہیں تو اس سے مراد سوچنا یا غور کرنا ہی ہوتا ہے۔ تاہم یہ غور یا سوچ

وقتی قسم کا ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں قرآن میں غور و فکر کے لیے تَفَكَّرَ، تَدَبَّرَ، تَفَقَّهَ، اذْکُرْ اور

اِسْتَدْبَحَ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱- تَفَكَّرَ، اَلْفِكْرَةُ: علم کو معلوم کی طرف لے جانے والی قوت کو کہتے ہیں (مفہم) اور تَفَكَّرَ بمعنی سوچنا غور کرنا تا مل کرنا (مخبر کسی معاملہ کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنا۔ فِکْرٌ، اَفْکَرٌ، فَكَّرَ اور تَفَكَّرَ سب قریب معنی ہیں۔ فِکْرٌ بمعنی سوچ (ج افکار) (مخبر) اور بمعنی کسی معاملہ میں دلائل پر غور کرنا (فقہ ل ۵۸) ارشادِ باری ہے:

كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ﴿٢١٩﴾

اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی نشانیاں واضح طور پر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو۔

۲- تَدَبَّرٌ: دُبر کسی چیز کی پچھلی طرف، پشت یا پچھلے حصہ کو کہتے ہیں۔ اور اَدَبٌ بمعنی پیٹھ پھیرنا ہے (مخبر) اور تَدَبَّرٌ بمعنی کسی کام کے انجام کو سونپنا۔ نتائج پر غور و فکر کرنا۔ پھر اس کے مطابقی لائحہ عمل بنانا۔ اور اسی بات کا نام تدبیر ہے۔ ارشادِ باری ہے:

أَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ أَمْ جَاءَهُمْ مَا لَمْ يَأْتِ آبَاءَهُمْ الْأَوَّلِينَ ﴿٢٢٨﴾

کیا انہوں نے اس کلام میں غور نہیں کیا یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آئی ہے جو ان کے پہلے باپ دادوں کے پاس نہیں آئی تھی۔

۳- تَفَقَّهٌ: الفقه بمعنی علم حاضر سے غائب تک پہنچنا (مفہم) کسی چیز کو پالینا اور اس کے متعلق علم ہو جانا۔ پھر یہ علم شریعت کے ساتھ مختص ہو گیا (م۔ ل) ہر عالم جو حلال و حرام کی حقیقت سمجھتا ہے وہ فقیہ ہے۔ اور تَفَقَّهُ سے مراد یہ ہے کہ چند معلوم اشیا یا احکام میں غور کر کے ایسے مسئلہ کے لیے علم تک پہنچنا جس کے متعلق واضح حکم نہ ہو۔ سمجھ پیدا کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَالْوَلَا تَكْفُرُوا مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ قَدْ فَتِنَتْهَا اللَّهُ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ ﴿٩٧﴾

پھر کیوں نہ ہر فرقہ میں ان کا ایک ایسی جماعت نکل بھڑی ہو جو دین میں سمجھ پیدا کرے۔

۴- اِدَّكَرَ: دَكَّرَ بمعنی کسی چیز کو یاد کرنا۔ رکھنا۔ اور دَكَّرَ بمعنی کسی کو کوئی بات اس طرح یاد دلانا کہ وہ اس سے نصیحت حاصل کرے۔ اور اِدَّكَرَ بمعنی کسی چیز کو خود یاد میں لانا (م۔ ل) ذہن میں لانا اس پر توجہ اور سوچ بچار کرنا تاکہ وہ خود نصیحت حاصل کرے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ ﴿٥٤﴾

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے؟

۵- اِسْتَنْبَطَ: نکالنا کھودنے کے بعد پہلی دفعہ جو پانی نکالا جائے۔ اِسْتَبْطَأَ تے ہیں۔ اور اِسْتَبْطَأَ بمعنی کنویں کی تر سے پانی نکالنا۔ اور اِسْتَنْبَطَ استخراج کے معنی یہ آتا ہے (مفہم) اور اِسْتَنْبَطَ بمعنی پوشیدگی کے بعد ظاہر کرنا۔ اختیار سے نکالنا۔ ایجاد کرنا۔ فقیہ کا یہ ہے کہ کوئی بات نکالنا (مخبر) استنباط و راصل اجتہاد یا تفقہ کی ایک قسم ہے جس میں علم معلوم میں اضافہ کر کے اور اس کی تہ تک پہنچ کر اس سے ضمنی مسائل یا نتائج اخذ کیے جاتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَوْ رُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالِىَ الرَّسُولِ لَعَلِمَهُ

اور اگر وہ اس معاملہ کو اپنے پیغمبر یا رسول کے پاس

- الَّذِينَ يَسْتَبْطِنُوْنَ مِنْهُمْ (۸۳) پہنچاتے تو تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کر لیتے۔
حاصل: (۱) تَفَكَّرَ: کسی معاملہ کے مختلف پہلوؤں اور دلائل پر غور کرنا۔
 (۲) تَكَدَّرَ: کسی معاملہ کے انجام پر نظر رکھنا اور اس کے لیے لائحہ عمل سوچنا۔
 (۳) تَفَقَّهَ: معلوم اشیاء پر غور کر کے سمجھ پیدا کرنا اور اس سے ملتے جلتے مسائل کا حل تلاش کرنا۔
 (۴) إِدَّكَرَ: کسی معاملہ کو یاد میں لا کر سوچ بچار کرنا پھر اس سے نصیحت حاصل کرنا۔
 (۵) اسْتَبْطَنَ: معلوم علم میں غور و فکر کر کے اس میں سے ضمنی مسائل اخذ کرنا یا نتائج حاصل کرنا۔

ف

۱۔ فائدہ۔ فائدہ دینا

کے لیے نَفْع، مَتَّع، رَبَّح اور مَارَب کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
۱۔ نَفْع: یعنی کسی اچھی چیز کا یا اس سے کچھ حصہ ملنا۔ فائدہ ہونا۔ (ل) ضد اس کی ضرر ہے۔ یعنی

تکلیف۔ نقصان۔ اس کا استعمال عام ہے۔ جیسے ارشاد باری ہے:
قُلْ اِنَّا تَخَذْنَا مِنْ دُونِهِ اَوْلِيَاءَ
ہے جو خود اپنے نفع و نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔ (۱۳)

۲۔ مَتَّع، مَتَاع یعنی سامانِ زلیست میں سے ہر وہ چیز جس سے انسان یا کوئی جاندار اپنے زندہ رہنے کے لیے فائدہ اٹھاتا ہے وہ مَتَاع ہے (ج امتعتہ) اور مَتَّع یعنی ایسے سامان سے منادہ اٹھانا۔ ارشاد باری ہے:

اٰخْرَجَ مِنْهَا مَاءً حَارًّا وَمِنْهَا يَرْسَبُ الْغَبَابُ
اسی نے زمین سے اس کا پانی نکالا اور چارہ اگایا اور اس پر پہاڑوں کا بوجھ رکھ دیا۔ یہ سب کچھ تمہارے اور تمہارے چارہ یوں کے فائدے کے لیے (کیا) (۴۹)

اور مَتَّع یعنی کسی دوسرے کو ایسا سامان دینا جس سے وہ فائدہ اٹھا سکے۔ فائدہ پہنچانا۔ ارشاد باری ہے:
وَمَتَّعُوهُمْ عَلَىٰ اَلْمَوْسِعِ قَدْرُهُ
اور ان (مطلقہ بیویوں) کو خرچ (سامانِ زلیست) بھی دو
وَعَلَىٰ الْمُقْتِرِ قَدْرُهُ (۲۳۶)
فراخی والا اپنی حیثیت کے مطابق دے اور تنگدست اپنی حیثیت کے مطابق۔

اور مَتَّع یعنی خود فائدہ حاصل کرنا۔ منے اڑانا۔ جیسے فرمایا:

تَمَتَّعُوا فِي ذٰرِكُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ (۱۱)

۳۔ رَبَّح: وہ فائدہ جو خرید و فروخت سے حاصل ہو (مف) مالِ تجارت میں فائدہ ہونا۔ اور اس کی ضد خسر ہے۔ ارشاد باری ہے۔

فَمَا رِبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا
سوان کی تجارت نے انہیں کچھ فائدہ نہ دیا۔ اور وہ

مُهْتَدِينَ (۲۶)

ہدایت یاب ہی ہوتے۔

۴۔ مَارِب: اَرَب یعنی سخت حاجت جس کے بغیر گزارہ نہ ہو سکے۔ اور اسے حاصل کرنے کے لیے کوشش کی جائے (مفت) اور بمعنی حاجت۔ ضرورت۔ انتہا (منجد) اور مَارِب، مَارِبَةٌ، مَارِبَةٌ اور مَارِبَةٌ بمعنی حاجت اور اس کی تکمیل۔ اور اس کی جمع مَارِب ہے۔ اور وہ چیز بھی جس کے ذریعہ ضرورت پوری ہو۔ ارشاد باری ہے:

قَالَ هِيَ عَصَايَ اَنْتَوُكُونُ عَلَيْهَا وَارَاهُشُ
بِهَا عَلَيَّ عَنِّي وَرَبِّي فِيهَا مَارِبٌ اُخْرَى۔
موسیٰ نے کہا، یہ میری لاشی ہے۔ اس پر میں سہارا
لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لیے پتے
جھارتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی کئی فائدے ہیں (۲۸)

اصل: (۱) نَفَعَ: عام لفظ کسی خیر سے حصہ ملنا۔ اس کی ضد ضرر ہے۔

(۲) مَتَّعَ: سامانِ زیست سے فائدہ اٹھانا۔

(۳) رَبِحَ: مالِ تجارت سے فائدہ اٹھانا۔

(۴) مَارِب: ضروریات اور ان کی تکمیل کا ذریعہ۔

۲۔ فتح ہونا۔ دین

کے لیے فَتَحَ اور اَظْفَرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ فَتَحَ: یعنی کسی چیز سے بندش اور پیچیدگی کو زائل کرنا (مفت) یہ لفظ کھولنا۔ فیصلہ کرنا اور فتح دینا سب معنوں میں استعمال آتا ہے (ضد اَعْلَاق) اور جب یہ لفظ دشمن کے مقابلہ پر فتح (ضد هَزِيئَت) کے لیے استعمال ہو تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ایسے واضح اور کھلا ہوا فیصلہ جس کے بعد دشمن کو اپنی شکست کے متعلق کچھ شک نہ رہے۔ ارشاد باری ہے۔

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ
النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا
جب اللہ کی مدد آئی اور فتح حاصل ہو گئی تو اپنے
دیکھ لیا کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل
ہورہے ہیں۔ (۱۱)

۲۔ اَظْفَرَ: ظفر بمعنی انسان یا حیوان کے ناخن۔ اور اَظْفَرَ فُلَانًا بمعنی فلاں نے اس میں اپنے ناخن گاڑ دیے (مفت) یا فتح پائی۔ اور اَظْفَرَ بمعنی ایسی فتح دینا کہ دشمن کے سینہ میں ناخن گڑ جائیں یعنی فتح اور اس کے دشمن پر تسلط۔ ابن الفارسی کے الفاظ میں يَدْخُلُ عَلَى الْقَهْرِ وَالْفَوْزِ وَالْفَلَكَةِ۔ (۱۲) ارشاد باری ہے:

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ
وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ
بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ (۲۳)
اور وہی تو ہے جس نے تم کو ان (کافروں) پر فتحیاب
کرنے کے بعد سروسرحد مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے اور
تمہارے ہاتھ ان سے روک دیے۔

ماہصل؛ فتح کا لفظ صرف غلبہ کے لیے ہے جبکہ اَحْفَر میں فتح کے بعد دشمن پر تسلط بھی شامل ہے۔
فخر کرنا کیلئے دیکھیے "اترانا"

۳۔ فرانخی۔ آسودگی

کے لیے مَيْسِرَة، طَوْل، بَسْطَة اور سَعَتَة (وسع) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ مَيْسِرَة؛ مَيْسِرَ یعنی آسانی (ضد عُسْر یعنی تنگی) اور مَيْسِرَة یعنی آسانی کا وقت۔ ایسا وقت جب کوئی شخص معاشی لحاظ سے اپنی گزراوقات آسانی سے کر سکے۔ ارشاد باری ہے:
وَإِنْ كَانَ دُونَ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسِرَةٍ (۲۸۰) اور اگر (مقروض) تنگدست ہو تو اس کو آسانی کے وقت تک مہلت دو۔

۲۔ طَوْل؛ طَوْل یعنی لمبائی۔ درازی اور (زمانہ کی) درازی ہے۔ اور طَوْل کا لفظ فضل و احسان کے معنی میں آتا ہے جو محض وقتی نہ ہو (مفت) اور طَوْل یعنی نان و نفقہ اور گزر بسر کے اخراجات۔ فضل بخشش۔ غنا (منجد) جیسے کہ ارشاد باری ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْكَاثِرَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ (۲۵) اور جو شخص تم میں سے مومن آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کا مقدر نہ رکھے۔

اور اولوا الطول کے معنی وہ لوگ جو بہ آسانی اپنی گزراوقات کر سکتے ہوں (۲۶)

۳۔ بَسْطَة؛ بَسَطَ یعنی کھولنا اور پھیلانا۔ اور اس کی ضد قبض بھی ہے اور قدر بھی۔ اور بَسْطَة یعنی کشادگی (بلکہ کی) فرانخی اور فرادانی (مفت) خواہ یہ فرانخی مال و دولت میں یا کسی اور چیز میں ہو۔ یہ لفظ مادی اور معنوی ہر طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَزَادَةَ بَسْطَةٍ فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ۔ اور اللہ نے داؤد کو علم بھی بہت سا بخشا تھا اور جسم بھی (بڑا تھا)۔ (۲۷)

دوسرے مقام پر ہے،

اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ (۲۹) اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کو بڑھاتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

۴۔ سَعَة؛ وَسِعَ یعنی کسی چیز میں وسعت اور گنجائش ہونا۔ اور اَلْوَسَعُ یعنی رزق کی فرادانی۔ غنا۔ (م۔ ل) اور وَسِعَتْ کی ضد ضيق بھی ہے اور عُسْر بھی (م۔ ل) اور سَعَة رزق کی فرادانی کھیلے آتا ہے۔ اور اُولُوا السَّعَةِ یعنی ایسے لوگ اپنی گزراوقات کے علاوہ پس انداز بھی کر سکتے ہوں اور صدقات و خیرات دینے کی گنجائش رکھتے ہوں۔ ارشاد باری ہے:
وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ (۲۸) اور تم سے صاحب فضل اور آسودہ لوگ یہ قسم کھائیں

أَنْ يُّؤْتُوا أَوْلِيَاءَ الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ - کہ وہ قربانداروں اور یتیموں کو کچھ نہ دیں گے۔

(۲۲)
(۲۲)

محصّل: (۱) مَيْسِرَةٌ: آسانی سے گزر بسر ہونا (۲) بَسْطَةٌ: فراخی اور کشادگی خواہ کسی چیز میں ہو۔ تنگی کے بعد۔
(۲) طَوْلٌ: گزر بسر کا فیصل ہونا۔ کر سکیں۔

۴۔ فراخ ہونا — کرنا

کے لیے رَحْبٌ، وَسِعٌ اور تَفْتِيحٌ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔
۱۔ رَحْبٌ اور رَحْبٌ بمعنی جگہ کا فراخ ہونا۔ صرف وسعت مکانی کے لیے آتا ہے۔ کسی جگہ یا مکان کا فراخ ہونا اور اس کی ضد ضائق ہے۔ ارشاد باری ہے:
وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ (۹/۵۹)

اور مَرَحَبٌ کا لفظ بطور دُعا استعمال ہوتا ہے۔ مَرَحَبًا بمعنی خوش آمدید۔ اور بد دعا کیلئے لَا مَرَحَبًا کہتے ہیں یعنی تمہارے لیے کوئی گنجائش یا جگہ نہیں۔ قرآن میں ہے:
لَا مَرَحَبًا بِهِمْ أَنْتُمْ صَالُوا النَّارَ ان پر خدا کی بار! یہ بھی دوزخ میں آ رہے ہیں۔

(۲۸)
(۵۹)

۲۔ وَسِعٌ: جگہ اور حالت دونوں کے لیے آتا ہے۔ بمعنی فراخی۔ سہائی۔ گنجائش (CAPACITY) ارشاد باری ہے:
وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ - اس کی کرسی میں آسمان و زمین سما گئے ہیں۔
(۲/۲۵۵)

نیز فرمایا:

لَا يَكْلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا (۲/۲۸۶) اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی حیثیت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

اور أَوْسَعَ بمعنی بہت مال والا ہونا۔ اور أَوْسَعَ الْمَوْصِعَ بمعنی جگہ کو کشادہ کرنا (منجد) ارشاد باری ہے:
وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ اور آسمان کو ہم ہی نے ہاتھوں سے بنایا ہے۔ اور ہم ہی اس کو فراخ کرنے والے ہیں۔ (۵۱/۵۱)

۳۔ تَفْتِيحٌ بمعنی فَسَحَ بمعنی کشادہ قدم رکھنا۔ اور فَتَسَحَ اور تَفْتِيحٌ فِي الْمَجْلِسِ بمعنی مجلس میں جگہ دینا (منجد) یعنی کھل کر اس طرح بیٹھنا کہ دوسروں کے لیے جگہ نکل آئے۔ ارشاد باری ہے:
وَإِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں کھل کر بیٹھو تو

- فَاتَسَوَّعُوا لَيْسَ اللهُ لَكُمْ (۵۸) کھل کر بیٹھا کرو۔ خدا تم کو کشادگی بخشنے گا۔
ماحصل: (۱) رَحْب: صرف جگہ کی فراخی کے لیے۔
 (۲) وَسِعَ: گنجائش۔ سمائی اور وسعت خواہ کبھی چیز میں ہو۔
 أَوْسَعَ: کسی جگہ کو کشادہ کرنا۔
 (۳) تَفَسَّحَ: کھل کر دوسرے کے لیے جگہ بنانا۔

۵۔ فرشتہ

کے لیے مَلَكٌ اور مَلَكَةٌ اور رُوح کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ مَلَكٌ (ج مَلَائِكَةٌ) کا مادہ لَآك ہے۔ جس کا معنی پیغام پہنچانا ہے۔ الاکتہ الی فلان بمعنی کسی کو پیغام پہنچانا۔ اور اَلْكَفَى بمعنی میرا سے پیغام دینا۔ اور مَلَكَ اور مَلَكَتُ بمعنی پیغام رسال فرشتہ (مُجَبَّد) اور مَلَكٌ بمعنی فرشتہ شرعی اصطلاح کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور اس میں یہ تخصیص بھی نہیں کہ وہ ضرور پیغام رسال ہو۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تدبیر کائنات پر مامور ہیں۔ بادلوں کا فرشتہ، موت کا فرشتہ۔ جنت کے اور دوزخ کے فرشتے، سب کے لیے مَلَكٌ اور مَلَائِكَةٌ کا لفظ استعمال ہوتا ہے حالانکہ یہ پیغام رسال نہیں۔ اور کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام ندائے غیبی یا ہفت غیبی کی صورت میں واقع ہوتا ہے تو وہاں مَلَكٌ کے بجائے مَلَائِكَةٌ (جمع) کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاذْ قَالَتْ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ
 اور جب فرشتوں نے مریم سے کہا، اسے مریم اللہ
 تہیں اپنی طرف سے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے
 جس کا نام روحِ عیسیٰ بن مریم ہوگا۔

اس مقام یا اس جیسے دوسرے مقامات پر ملک کی بجائے مَلَائِكَةٌ کا صیغہ کیوں استعمال کیا گیا ہے یہ بات انسانی عقل سے ماوراء ہے۔

۲۔ رُوح: جس طرح روح کی حقیقت کا علم انسان کو بہت کم دیا گیا اسی طرح روح کے معانی پر احاطہ کرنا بھی انسانی دسترس سے باہر ہے۔ رُوح بمعنی رحمت بھی قرآن میں استعمال ہوا ہے اور بمعنی دُحّا اور قرآن بھی اور بمعنی فرشتہ بھی۔ وہ فرشتہ جو بالخصوص اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کی طرف پیغام رسالی پر مامور ہے اس کا نام جبرئیل ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے رُوح اور رُوح الامین اور رسول کریم کے القاب سے پکارا ہے۔ اور جو فرشتہ مریم کی طرف آیا اور انسانی روپ دھار کر اللہ کا پیغام دیا اسے سورہ مریم میں رُوح کہا گیا ہے اور سورہ آل عمران میں مَلَكٌ کی بجائے مَلَائِكَةٌ کہا گیا ہے۔ مفسرین کا خیال ہے کہ یہ رُوح جبرئیل تھے۔ یہ ممکن ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ مریم نسیم نہیں تھیں پھر بھی ان کی طرف جبرئیل یا کوئی اور فرشتہ یا فرشتے آئے۔ خدا کا پیغام پہنچایا اور ان سے

ہم کلام ہوئے۔ یہ پیغام حضرت مریم کی ذات سے ہی متعلق تھا۔ دوسروں کو پہنچانا تو درکنار، دوسروں سے اس پیغام کا کچھ تعلق بھی نہ تھا جو امور نبوت اور رسالت کے لیے ضروری ہوتے ہیں ارشاد باری ہے:

فَارْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا
ہم نے مریم کی طرف اپنا فرشتہ بھیجا جو ان کے سامنے
بَشَرًا سَوِيًّا (۱۹)
ٹھیک آدمی کی شکل بن گیا۔

۶۔ فرق

کے لیے بُعِدَ اور تَفَاوُت کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
۱۔ بُعِدَ: بَعِدَ اور بَعُدَ بمعنی دور ہونا۔ اور بُعِدَ کا اصل معنی دور ہی ہے۔ تاہم یہ لفظ بدو عا کے لیے دوری اور بیکار کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور جب اس لفظ کا استعمال ظرف مکانی کے طور پر ہو تو یہ فرق یا فاصلہ کا معنی دیتا ہے۔ جیسے فرمایا:

تَالَّيْلِيَّتِ بَيْتِي وَبَيْتِكَ بُعِدَ
اور مغرب کا۔ (عثمانی؟)
الْمَشْرِقَيْنِ (۲۲)

۲۔ تَفَاوُت (ضد استواء) ذات الامر بمعنی کسی کام کا وقت ہاتھ سے نکل جانا اور واپس نہ ہو سکرنا۔ اور تَفَاوُتِ الشَّيْءَيْنِ بمعنی دو چیزوں کا آپس میں لگانا کھانا اور عدم مناسبت ہونا (مخدم ق) اور یہ لفظ ہمیشہ بُرے معنوں میں آتا ہے۔ اور ذات بمعنی کسی چیز کا انسان سے اتنا دور ہو جانا کہ اس کا حاصل کر لینا اس کے لیے دشوار ہو۔ اور تَفَاوُت بمعنی دو چیزوں کے اوصاف مختلف ہونا گویا ہر ایک کا وصف دوسری کو فوت کر رہا ہے (صفت) ارشاد باری ہے:

مَا تَرَى فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِنْ تَفَاوُتٍ (۳)
توڑھن کی پیدائش میں کوئی فرق نہیں دیکھے گا۔
یعنی کائنات کی تمام اشیا میں پوری پوری مناسبت اور ہم آہنگی ہے۔

ماحصل: (۱) بُعِدَ: فاصلہ کی دوری اور فرق۔

(۲) تَفَاوُت: دو چیزوں کے اوصاف الگ الگ ہونے کی بنا پر فرق۔ عدم مناسبت۔

۷۔ فرقہ — گروہ

کے لیے فِرْقَةٌ، فَرِيقٌ، طَائِفَةٌ، رُحُومٌ، شَيْعَةٌ اور اُنَاسٌ کے الفاظ آئے ہیں۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھیے "جماعت" اور "شکر")

۱۔ فِرْقَةٌ: فَرَقَ بمعنی الگ کرنا۔ پھاڑنا اور فَرَقَ بمعنی الگ شدہ حصہ (۲۱) اور فِرْقَةٌ بمعنی لوگوں کا کسی بڑی جماعت سے الگ شدہ حصہ (صفت) کسی قوم یا جماعت سے جدا شدہ کثیر تعداد اور ہم خیال لوگوں کا گروہ۔ ارشاد باری ہے:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ (۹۳)

پھر کیوں نہ ہر ایک فرقہ میں سے ایک جماعت ایسی نکلی جو دین کے معاملات میں سمجھ پیدا کریں۔

۲۔ فَرِيقٌ، فِرْقَةٌ اور فَرِيقٌ تقریباً ہم معنی ہیں۔ فَرِيقٌ کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب اس کے مقابل کوئی دوسرا فریق بھی موجود یا مذکور ہو۔ جیسے فرمایا:

فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ (۹۴)

ایک فریق جنت میں ہوگا اور دوسرا دوزخ میں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

أَيُّ الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَآخِرًا كَدِيدًا (۹۵)

دونوں فریقوں میں سے مکان کس کے اچھے اور مجلسیں کس کی بہتر ہیں۔

۳۔ طَائِفَةٌ: ایک راتے اور مذہب کے لوگ (منجہد) اس لفظ کا اطلاق چھوٹی سے چھوٹی جماعت بلکہ فرد واحد پر بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ بعض مفسرین اس آیت کے متعلق سمجھتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَإِن طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ إِقْتُلُوا فَأَصْلِحُوا بَلِيغَتُهُمَا (۹۶)

اگر دونوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کرادو۔

اس آیت میں طَائِفَةٌ کے لفظ کا اطلاق فرد واحد پر ہوا ہے۔

۴۔ زُمْرٌ: (زُمْرَہ کی جمع یعنی ٹولہ) جب کوئی بڑی جماعت یا لشکر چھوٹے چھوٹے دستوں یا ٹولوں میں بٹ کر نقل و حرکت کرے تو ایسے ٹولے زُمْرٌ کہلائے گئے (تفصیل "جماعت" میں دیکھیے)۔

ارشاد باری ہے:

وَسَبِقَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا (۹۷)

اور پرہیزگار لوگ جنت کی طرف ٹولے ٹولے کی شکل میں لے جائے جائیں گے۔

۵۔ شَيْعَةٌ: یعنی پارٹی۔ دھڑا۔ سیاسی فرقہ۔ وہ لوگ جن سے انسان قوت حاصل کرتا ہے اور وہ اس کے ارد گرد پھیلے رہتے ہیں (مفت) کسی کے پیروکار اور مددگار (منجہد) ایسی پارٹی یا دھڑے کی بنیاد عموماً عقیدہ کا اختلاف ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَذَا مِنْ شَيْعَةِ وَهَذَا مِنْ عَدُوِّهِ (۹۸)

پھر موئی نے اس شہر میں دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا ایک تو ان کی اپنی پارٹی سے تھا اور دوسرا دشمن کی (افرعون) کی پارٹی سے۔

اور شَيْعَةٌ کی جمع شَيْعًا بھی ہے اور اَشْيَاعٌ بھی۔ اَشْيَاعٌ بمعنی ایک جیسے عادات و اطوار رکھنے والے لوگ خواہ وہ پہلے گزر چکے ہوں یا موجود ہوں۔ ہم جلس۔ ارشاد باری ہے:

وَجِيءَ بَنِيهِمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِمْ مِّن قَبْلُ (۹۹)

اور ان میں اور ان کی خواہش کی چیزوں میں پردہ حال کر دیا گیا۔ جیسا کہ ان سے پہلے بھی ان کے ہم منصبوں کو کیا

۶۔ اُناس بتقسیم کار کے لحاظ سے بنے ہوئے یا بنائے ہوئے گروہ۔ یا مختلف قبائل کے تعلق رکھنے والے الگ الگ گروہ (بعض کے نزدیک ناس اور اُناس میں کوئی فرق نہیں)۔ قرآن میں ہے: **قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَهُمْ**۔ سب لوگوں نے (ہر قبیلہ نے) اپنا اپنا گھاٹ معلوم کر لیا۔ (۶)

ماہصل: (۱) فرقہ: کسی بڑی جماعت سے بہت سے لوگوں کا الگ شدہ حصہ۔
 (۲) فریق: وہ فرقہ جس کے مقابل بھی کوئی فرقہ موجود ہو یا مذکور ہو۔
 (۳) طائفة: چھوٹی سی جماعت اور ہم خیال لوگوں کی جماعت۔
 (۴) ذمہ: یعنی چھوٹے چھوٹے دستے ٹولے۔
 (۵) شیعۃ: عقیدہ کے اختلاف پر یعنی پارٹی یا دھڑا۔
 (۶) اُناس: قبیلہ یا تقسیم کار کے حساب سے بنے ہوئے فرقے۔
 فرمانبرداری کرنا کے لیے دیکھیے۔ اطاعت کرنا

۸۔ فریادری

کے لیے اِسْتِجَابَ (جواب) اور اَصْرَحَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اِسْتِجَابَ، جَابَ بمعنی پتھر کو تراشنا۔ اور اَجَابَ بمعنی مراجعتہ الکلام (م۔ ل) یعنی کسی سوال کا جواب دینا۔ اور سَأَلَ بھی دو معنوں میں آتا ہے۔ (۱) کسی بات کے متعلق استفسار کرنا اور (۲) کوئی چیز مانگنا اور طلب کرنا۔ لہذا اَجَابَ بھی اُن دونوں معنوں میں آتا ہے کسی استفسار کا جواب دینے کے معنوں میں بھی۔ جیسے فرمایا:

يَوْمَ تَجْعَلُ اللهُ الرُّسُلَ يَتَّقُونَ مَاذَا
 جَسَدِ دُنِ اللّٰهِ يَغْبِرُونَ كُوْجِعْ كَرَسِ كَا بَهْرَانِ سِي لَوْجِيَا
 اُجِبْتُمْ (۵)

کہ تمہیں کیا جواب ملا تھا۔

اور کسی چیز کے طلب کرنے کے جواب میں بھی اس وقت اس کے معنی قبول کرنا ہوں گے۔ جیسے فرمایا:

اَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَلَّ اِذَا دَعَاہُ (۶)

بھلا بے قرار کی دعا کو کون قبول کرتا ہے جب اسے پکارتا ہے؟ اور استجاب بمعنی دُعا کو قبول کرنا یعنی پکارنے والے کی حاجت روائی یا دوسری کرنا ہے بالخصوص جب ندا کی جائے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَوْ جَا اِذَا نَادَى مِنْ قَبْلِ فَاسْتَجَبْنَا
 لَهٗ وَتَجِدْنَهٗ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكُرْبِ
 الْعَظِيْمِ۔ (۷)

اور جب اس سے پیشتر نوح نے ہمیں پکارا تو ہم نے اُن کی دُعا قبول فرمائی۔ اور اُن کو اور ان کے ساتھیوں کو بڑی گھبراہٹ سے نجات دی۔

۲۔ اَصْرَحَ بمعنی چھینا۔ چلانا تاکہ کوئی فریاد کو پہنچے۔ اور صَرَخَ بمعنی فریاد کو پہنچنا (۸)

اور اَصْرَحَ کا بھی یہی مفہوم ہے۔ قرآن میں ہے:

فَلَا تَلْمُزُونِي وَلَعَمْرُؤِ اَنْفُسِكُمْ مَا اَنَا
بِمُبْصِرِنَاكُمْ وَمَا اَنْتُمْ بِمُبْصِرِيْنَ خِيٍّ -
شیطان اپنے پرکاروں سے گاتم مجھے ملامت
نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔ نہ تو میں تمہاری فریاد سنی
کر سکتا ہوں اور نہ تم میری کر سکتے ہو۔ (۱۲۲)

ماصل؛ (۱) اگر اللہ سے منہ را درسی کی دُعا یا ندا کی جائے اور وہ قبولیت بخشے تو یہ استحباب ہے، جبکہ اصح
میں ہر تہنخ و پکار سننے والا فریاد کو پہنچ سکتا ہے۔

۹۔ فریاد کرنا

کے لیے اِسْتَعَاثٌ اور اِسْتَصْرَاحٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اِسْتَعَاثٌ: عَاثٌ بمعنی سختی کے وقت کسی کی اعانت اور مدد کرنا (م۔ل) اور عَيْثٌ اس بارش
کو کہتے ہیں جو بروقت بھی ہو اور ضرورت کے مطابق بھی۔ اور اِسْتَعَاثٌ کے معنی خدا سے ایسی بارش
کے لیے فریاد کرنا بھی اور سختی کے وقت خدا سے یا دوسرے حاکم سے اعانت اور مدد طلب کرنا بھی۔
استغاثہ مشہور لفظ ہے۔ بمعنی حاکم یا عدالت کے سامنے اپنے پر ظلم یا زیادتی کی فریاد کرنا۔ ارشاد
باری ہے؛

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابْ
لَكُمْ (۹)

۲۔ اِسْتَصْرَاحٌ: بمعنی تیخ و پکار کر کے اپنی فریاد عام لوگوں کو سنانا اور اُن سے امداد چاہنا (مفصل بیچے
گزر چکی) قرآن میں ہے؛

فَاِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرُوْهُ بِالْاَمْرِ
يَسْتَصْرِحُوْهُ (۲۸)

ماصل؛ فریاد اگر اثر یا حاکم مجاز کے سامنے پیش کی جائے تو استغاث کا لفظ آئے گا اور اگر تیخ و پکار
کے ذریعہ عوام کو مدعو کیا جائے تو اِسْتَصْرَاحٌ آئے گا۔

۱۰۔ فساد کرنا۔ وَاَلِنَا

کے لیے اَنْقَدَ - عُنَايَا عَاثٌ - نَزَّحٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَنْقَدَ: فَسَدٌ بمعنی کسی چیز کا بگڑنا، خراب ہو جانا۔ اور اَنْقَدَ بمعنی کسی چیز کو بگاڑنا اور خراب
کر دینا (فساد ضد اصلاح) فَسَادٌ کا لفظ مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے
ارشاد باری ہے؛

وَلَا تَفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا۔ اور ملک میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرنا۔

۲- عَتَا يَا عَاتٍ قُرْآنٍ مِّنْهُ،

وَلَا تَعْتَوُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿۱۶﴾ اور ملک میں فساد نہ مچاتے پھرو۔
تَعْتَوُوا کا مادہ بعض اہل لغت نے ع ت ی لکھ ہے۔ یعنی عَحْيَى يَعْتَى عَحْيَتًا (معت) اور یہ ذہنی اور فکری بگاڑ کے لیے آتا ہے۔ مثلاً لٹریچر یا تقریروں کے ذریعہ غلط عقائد و نظریات کی ترویج۔
اور بعض اہل لغت نے اس کا مادہ ع ی ت لکھا ہے۔ عَاتٌ يَبْعِثُ عَحْيَتًا (معت) جو حسی یا مادی فساد پر دلالت کرتا ہے (م ل) جیسے کسی پر ظلم و زیادتی کرنا۔ دونوں صورتوں میں نئی کا صیغہ لَا تَعْتَوُوا ہی آتا ہے۔

۳- تَزَوَّجَ: بمعنی دو چیزوں کے درمیان فساد ڈالنا (م ل) اور بمعنی جھگڑا پکا کرنا۔ فساد پر آمادہ کر دینا۔
بگاڑ پیدا کر دینا۔ جھڑپ کر دینا۔ دشمنی ڈالنا (م ق) اور بمعنی کسی کام کو بگاڑنا اور اس میں دخل انداز ہونا (معت) یا دخلت کر کے فساد کر دینا۔ قرآن میں ہے،

مَنْ بَعْدَ أَنْ تَزَوَّجَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَ
بَيْنَ إِخْوَتِي ﴿۱۷﴾
میں فساد ڈال دیا تھا۔

ماہصل: اَسَدَ کا اطلاق صرف ایک بار فساد کرنے پر بھی ہو سکتا ہے اور جب تَسَادِ عَادَتِ کی شکل اختیار کر جائے تو عَاتٍ یا عَتَا آئے گا۔ اور تَزَوَّجَ میں اصل بات ملازمت کرنا ہے خواہ یہ کسی ایک چیز میں ہو یا زیادہ میں۔ پھر ان میں فساد ڈال دینا۔

۱۱- فضول باتیں کرنا

کے لیے اَلَّتِي (لغو) خَاضَ (خوض) فَكَيْهٖ سَمَرًا اور هَجَرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- اَلَّتِي: لَغَا بمعنی بے سوچے سمجھے بولنا۔ بیہودہ کلام منجھ (اور بمعنی چڑلوں کا چھپانا۔ اور اسی طرح کسی چیز کا بار بار تذکرہ کرنا (م ق) اور اَلَّتِي کے معنی اس طرح سے بک بک اور جھک جھک کرنا کہ مخاطب کی بات اس شور میں دب کر رہ جائے تاکہ دوسرے بھی نہ سن سکیں۔ قرآن میں ہے،
وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْقَوَاذِیْبِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۸﴾
اور کافر کہنے لگے کہ اس قرآن پر کان مت دھرو اور (جب پڑھا جائے) تو شور مچاؤ تاکہ تم غالب رہو۔

۲- خَاضَ بمعنی گھسنا۔ خَاضَ فِي الْمَاءِ پانی میں گھس جانا۔ خَاضَ فِي الْحَدِيثِ باتوں میں مشغول ہونا منجھ (اور بمعنی کسی چیز کے درمیان تک داخل ہونا م ل) یعنی باتوں یا کاموں میں پورے انہماک سے مشغول ہونا۔ قرآن میں اس کا استعمال زیادہ تر فضول کاموں یا باتوں کے لگے رہنے پر

ہوا ہے (معت) ارشاد باری ہے،

وَلَا ذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ
فِي آيَاتِنَا فَأَعْرَضَ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا
جسب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں کے بارے
میں بیہودہ کلام کر رہے ہیں تو ان سے الگ ہو جاؤ

- ۱۔ **فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ (۶/۶۸)** یہاں تک کہ دوسری کسی بات میں لگ جائیں۔
- ۲۔ **فَكَيْفَ**: بمعنی خوش گپیاں اڑانا۔ ہنسنا ہنسانا (فصل ۱۴۵) اور **فَكَاهَتَهُ** بمعنی خوش طبعی کی باتیں منجدا اور **تَفَكَّهُ بِعَرَضٍ فَكَانَ** بمعنی کسی کی غیبت کر کے لطف اندوز ہونا منجدا، باتوں سے لذت حاصل کرنا۔ قرآن میں ہے،
- فَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ (۱۴۲)** اور جب یہ اپنے گھروں کو لوٹتے تو خوش گپیاں چلتے لوٹتے۔
- ۳۔ **سَمَرٌ**: رات کو سونے سے پہلے قصے کہانیاں بیان کرنا سونے سے پہلے کی باتیں۔ قصت گوئی (مف۔ فل) اور:
- ۵۔ **هَجَرَ هَجْرًا**: بیوردہ باتیں کرنا۔ بکواس کرنا (مف) ہجج بمعنی نامناسب کلام۔ بدگوئی۔ بیوردہ بکواس منجدا نیند یا مرض میں بڑبڑانا (م۔ ق) ارشاد باری ہے:
- مُسْتَكْبِرِينَ يَهْتَفِرُونَ**۔ ان سے سرکشی کرتے، کہانیوں میں مشغول ہوتے اور بیوردہ بکواس کہتے تھے۔ (۲۳/۶۲)
- ماحصل**: (۱) **الَّتِي**: اس طرح بک بک کرنا کہ دوسرے کی بات نہ سنی جاسکے۔
- (۲) **خَاصٌّ**: کسی مذموم بات یا کام میں منہمک ہو جانا۔
- (۳) **فَكَيْفَ**: ایسا ہنسی مذاق جس سے لذت حاصل ہو۔ خوش گپیاں۔
- (۴) **سَمَرٌ**: رات کو سونے سے پہلے قصے کہانیاں بیان کرنا۔
- (۵) **هَجَرَ**: نیند یا مرض میں بڑبڑانا۔ بیوردہ بکواس کرنا۔

۱۲۔ فضول خرچی کرنا

- کے لیے **أَسْرَفٌ** اور **بَطْرٌ** کے الفاظ آئے ہیں۔
- ۱۔ **أَسْرَفٌ**: **سَرَفٌ** اور **أَسْرَفٌ** بمعنی حدِ اعتدال سے آگے بڑھ جانا (مف) اور اس کا استعمال مال و دولت یا خورد و نوش میں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنے پر عام ہے۔ اور حدِ اعتدال اسی چیز کی ہوتی ہے جو امرِ مباح یا جائز ہو۔ گویا اسراف کے معنی جائز کاموں میں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا ہے۔ ارشاد باری ہے:
- كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا (۳۱)** کھاؤ، پیو، لیکن ضرورت سے زیادہ خرچ نہ کرو۔
- ۲۔ **بَطْرٌ**: بگڑنا اور بجزر بمعنی بیج۔ اور **بَدَسٌ** بمعنی بیج بکھیرنا۔ تو جس طرح بیج زمین میں بکھیر دیا جاتا ہے اسی طرح اگر مال و دولت بکھیر جائے تو اسے تبذیر کہتے ہیں (مف) گویا ضرورت جائز ہو یا ناجائز اس پر بے دریغ مال اڑانے کو تبذیر کہتے ہیں (مف) اور یہ اسراف سے بھی مذموم نفل ہے۔

ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَبْذُرْ تَبَذُّرًا لِّاِنَّ الْمُبَذِّرِينَ
كَانُوا لِحُوتَانِ الشَّيَاطِينِ (۱۶)

محصّل: اسرافِ جائز کاموں میں فضول خرچی کے لیے اور تبذیرِ جائز و ناجائز (اور بالعموم ناجائز) کاموں میں مال اڑانے کے لیے آتا ہے۔

۱۳۔ فضیلتِ مینا (بزرگی دینا)

کے لیے فَضْلٌ اور كَرَمٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ فَضْلٌ: فضّل بمعنی کسی اچھی چیز کا اقتصاد اور متوسط درجہ سے زیادہ ہونا۔ اور قَضَلٌ بمعنی ازراہِ احسان کسی کو کسی اچھی چیز میں اس کے استحقاق سے زیادہ بخشنا (صفت) ارشادِ باری ہے:

يٰۤاَبِيۤنَبِيۤسٍ اِسْرَآئِيۡلَ اِذْ كُوۡرًا نَّعِيۡمًا نَّحِيۡۤنَ
لَمۡ يَكُنۡ لِّاِسْرَآئِيۡلَ مِثۡرَۃٌ اِذۡ هُوَ اِحۡمٰنٌ يٰۤاَدۡرُؤۡدُ جُوۡدِ مِثۡرَۃٌ
اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡكُمۡ وَاِنۡیۡ فَضَّلۡتُكُمۡ عَلٰی
اَلۡعٰلَمِیۡنَ (۱۶)

۲۔ كَرَمٌ: کوہِ اے شرف کو کہتے ہیں جو کسی چیز میں فی نفسہ موجود ہو یا اس کے اخلاق کی وجہ سے ہو۔ اور كَرَمٌ بمعنی کسی چیز کے اندر فضیلت کے جوہر و رعیت کر دینا (صفت) ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيۤ اٰدَمَ وَحَمَلۡنَاھُمۡ
فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡبَحْرِ (۱۶)

اور ہم نے بنی آدم کو فضیلت بخشی اور لے بھر دو پر
سوار کیا۔

۱۴۔ فیصلہ کرنا

کے لیے فَتْحٌ، فَصْلٌ، حَكْمٌ اور قَضٰی اور حَشَمٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ فَتْحٌ: بمعنی کسی چیز سے بندش اور پیچیدگی کو زائل کرنا (صفت) حند اخلاق (م۔ ل) اور بمعنی فتح دینا اور فیصلہ کرنا۔ ایسا فیصلہ کہ حق و باطل میں تمیز ہو جائے اور پیچیدگی دور ہو جائے اور کسی فریق کو شک و شبہ نہ رہے۔ ارشادِ باری ہے:

رَبِّنَاۤ اَفۡتَحۡ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَ قَوۡمِنَا
بِالْحَقِّ (۱۷)

لے ہمارے پروردگار! ہم میں اور ہماری قوم میں
انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دے۔

۲۔ فَصْلٌ: بمعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے تمیز کرنا اور اس کا اس سے دور ہونا (م۔ ل) گویا فتح کے مقابلہ میں فصل انحص ہے۔ فتح میں صرف تمیز اور فصل میں تمیز اور جدائی دو باتیں پائی جاتی ہیں اور یہ تمیز اور جدائی بعض دفعہ ایک ہی چیز میں بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے کتاب کی فصل۔ اسی طرح فتح کا تعلق بھی بعض دفعہ ایک چیز سے ہوتا ہے، بعض دفعہ زیادہ چیزوں سے۔ (فق۔ ل۔ ۱۱۳)

ارشاد باری ہے:

هَذَا يَوْمَ الْفَصْلِ جَمَعَكُمْ وَ
الْأَوْلَىٰ (۳۵)

یہی فیصلہ کا دن ہے۔ ہم نے تمہیں اور پہلوں سب
کو اکٹھا کر لیا ہے۔

۳۔ حکم: یعنی منع عن الظلم (م۔ ل) ایسا فیصلہ جس میں ظلم و زیادتی کو روکا جائے۔
اور یعنی منع عن الخصومة (فقہ ل ۱۵۶) یعنی لڑائی جھگڑے سے روکنے کا حکم۔ قرآن میں ہے:
وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَخِذْنَ فِي
الْحَرْثِ (۲۱)

اور داؤد اور سلیمان (کا حال بھی سن لو) جب وہ ایک
کھیتی کا مقدمہ فیصل کرنے لگے۔

۴۔ قَضَىٰ يَقْضِي قَضِيًّا وَقَضَاءً وَقَضِيَّةً بمعنی (۱) کسی کام سے فارغ ہونا۔ پورا کر چکنا۔ اور
(۲) فریقین کے درمیان جھگڑا کا آخری فیصلہ کرنا (DECISION) اور فیصلہ کے سلسلہ میں قَضَىٰ کا استعمال
اس وقت ہو گا جبکہ اس فیصلہ کے نفاذ کی قوت بھی موجود ہو۔ قاضی مشہور لفظ ہے۔ ارشاد باری ہے:
فَلَا دَرَبَ لَكَ لِأَيُّومِنَ حَتَّىٰ يَخْجُوكَ
فِي مَا شَجَرْتَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا
فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ (۲۶)

تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات
میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو تم فیصلہ کرو اس سے
اپنے دل میں تنگ نہ ہوں مومن نہیں ہوں گے۔

۵۔ حَتْمٌ بمعنی فیصلہ کرنا۔ مضبوط کرنا۔ کسی چیز کا حکم لگانا۔ واجب کرنا اور حاتمہ بمعنی حاکم۔ کہتے ہیں
حَتْمَ الْحَاتِمَةِ كَذَا حاکم نے اس چیز کا فیصلہ دیا۔ اور هَذَا أَوَّلُ حَتْمٍ بمعنی یہ لڑکا ہے جس
نسب میں کوئی شک نہیں (منجد) اور حَتْمٌ بمعنی قضا۔ و قد رُفِعَ أَلْوَابُ حَتْمِ اس
فیصلہ کو کہتے ہیں جو آخری اور اہل ہو (فقہ ل ۱۸۷) قرآن میں ہے:

وَإِنْ حَتَمْتُمُوهَا كَانَتْ عَلَىٰ
رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا (۲۱)

اور تم میں سے کوئی نہیں مگر اسے جہنم پر سے گزرنے
ہو گا۔ یہ تمہارے پروردگار پر لازم اور مقرر ہے۔

حاصل: (۱) فتح، اغلاق دُور کر کے واضح طور پر ایک بات کا فیصلہ دینا۔ تمیز کر دینا۔
(۲) قَضَىٰ تمیز اور جدائی۔

(۳) حکم: ایسا فیصلہ جس سے کسی کو زیادتی سے روک دیا جائے اور اس کا مددوا کیا جائے۔

(۴) قَضَىٰ: اس شخص کا آخری فیصلہ دینا جس کے پاس قوت نافذہ بھی ہو جو ہو۔

(۵) حتم: قطعی اور اہل فیصلہ۔ شیت الہی کا فیصلہ۔

ق

۱۔ قابو پانا

کے لیے قَدَّرَ (علی)، اقْرَنَ، اسْتَحْوَذَ (حوذ) اور اِحْتَنَكَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
۱۔ قَدَّرَ: قَدَر، قَدِر (قَدْرًا، قُدْرَةً) قدر بمعنی کسی معاملہ کی تدبیر کرنا۔ قَدَّرَ الرِّزْقَ بمعنی
رزق کی تقسیم کرنا۔ رزق میں تنگی کرنا۔ اور قَدَّرَ عَلَيَّ الشَّيْءَ بمعنی کسی چیز پر قدرت رکھنا قابو پانا۔
منجد ارشاد باری ہے:

وَذَا التُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا ظَنَنَّا
أَن لَّنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ (۲۷)

اور مھلی والے (یونس) جب اپنی قوم سے ناراض ہو کر
غصہ کی حالت میں چل دیے اور خیال کیا کہ ہم ان پر
قابو نہیں پاسکیں گے۔

۲۔ اقْرَنَ: قَرَنَ بمعنی ایک چیز کو دوسری کے ساتھ ملانا۔ باندھنا۔ اور قَرَنَ اس رسی کو کہتے ہیں
جس سے دو اونٹوں کو باندھا جائے (مفت) اور اقْرَنَ بمعنی دو چیزوں کو ایک چیز سے جمع کرنا
اور اقْرَنَ لِلْأَمْوَالِ بمعنی کسی چیز کی طاقت رکھنا اور اس پر قادر ہونا۔ جبکہ اقْرَنَ عَلَيْنَا کے معنی
کسی چیز سے عاجز آنا ہوتا ہے (منجد) گویا اقْرَنَ میں ساتھ والی چیز پر قابو پانے کا مفہوم پایا جاتا
ہے۔ قرآن میں ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا
كُنَّا لَهُ مُقْرِنِیْنَ (۲۳)

وہی ذات ہے جس نے اس (سواری) کو ہمارے
زیر فرمان کر دیا اور ہم میں طاقت نہ تھی کہ اس کو بس
میں کرتے۔

۳۔ اسْتَحْوَذَ: حَاذَ الدَّابَّةَ بمعنی جانور کو تیز ہانکنا (منجد) اور حَوِذَ بمعنی کسی کام میں سرعت، پھرتی
اور سبک رفتاری (م۔ ل) اور حَاذَ بمعنی سختی کے ہاتھ ہانکنا۔ اور اسْتَحْوَذَ کے معنی کسی پر مسلط ہو کر
اسے سختی سے ہانکنا ہے کہتے ہیں اسْتَحْوَذَ الْعَبْدُ عَلٰی اٰلَتَانِ یعنی گدھے کا گدھی کی پشت پر
چڑھ کر اسے دونوں جانب دبا لینا (مفت) ارشاد باری ہے:

اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنسٰهُمْ
ذِكْرُ اللّٰهِ (۱۹)

ان پر شیطان نے قابو پالیا اور انھیں خدا کی یاد
بھلا دی۔

۴۔ اِحْتَنَكَ: حُنْكَ بمعنی تالو۔ اور اِحْتَنَكَ الْفَرَسَ بمعنی گھوڑے کے منہ پر رسی یا لکام دینا۔ اور اِحْتَنَكَ اس آدمی کو بھی کہتے ہیں جسے زمانہ نے تجربہ کار بنا دیا ہو (منجد) گویا اِحْتَنَكَ کے معنی کسی پر عقل و تجربہ سے قابو پانا ہے۔ قرآن میں ہے:

لَئِنْ اَخْرَجْتَنِ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَاحْتَنِكَنَّ
ذُرِّيَّتَهُ اِلَّا قَلِيْلًا (۱۳۳)

مہلت دے تو میں تھوڑے شخصوں کے سوا اس آدمی

کی اولاد کو لکام چڑھا دوں گا۔ (عثمانی)

ماصل: (۱) قَدَرَ عَلَيَّ: قدرت رکھنا۔ قابو پانا۔ یہ استعمال میں عام ہے۔

(۲) اَقْرَنَ: ساتھ دالی چیز پر قابو پانے کی طاقت رکھنا۔

(۳) اسْتَحْوَزَ: زبردستی اور سختی سے قابو پانا۔

(۴) اِحْتَنَكَ: عقل اور تدبیر سے قابو پالینا۔

۲۔ قافلہ

کے لیے سَيَّارَةٌ، عَيْرٌ اور رَكْبٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ سَيَّارَةٌ: سَارَ بمعنی چلنا پھرنا۔ اور سَيَّارَةٌ بمعنی ہر چلنے پھرنے والی یا گھومنے والی چیز جو مسلسل چلتی رہے یا بہت چلے مبالغہ کا صیغہ ہے) اجرام فلکی کو بھی سَيَّارَاتٌ کہتے ہیں۔ اور عام اصطلاح میں سَيَّارَةٌ سے مراد ایک ساتھ چلنے والی جماعت یا ہمسفر لوگ ہیں۔ قافلہ (مف) قرآن میں ہے:

وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ
فَاُولٰٓئِكَ دَلُوْهُ (۱۱۹)

کو بھیجا جس نے اپنا ڈول (کنویں میں) لٹکایا۔

۲۔ عَيْرٌ: ہر وہ قافلہ جو غلہ بردار ہو۔ غذائی سامان لے جانے والے اونٹ اور لوگ سب اس میں شامل ہیں (مف) اور صاحب فقہ الفقہ کے نزدیک خواہ یہ قافلہ اونٹوں، گھوڑوں اور گدھوں پر مشتمل ہو (نل ۱۶) نیز قبیلہ حمیری کے قافلہ کو بھی عَيْرٌ کہتے ہیں (۴-ق) قرآن میں ہے:

ثُمَّ اٰذَنَ مَوْزِنًا اٰتِيَهَا الْعَيْرَانِ كَمَا
لَسَارِئُوْنَ (۱۱۷)

پھر ایک پکارنے والے نے آواز دی، اسے قافلہ والوں! تم تو چور ہو۔

۳۔ رَكْبٌ: رَكَبَ بمعنی سوار ہونا اور رَكَابٌ بمعنی سواری۔ اور رَاكِبٌ بمعنی سوار۔ مگر عَشْرَةَ میں رَاكِبٌ کا لفظ شتر سوار کے لیے مخصوص ہو چکا ہے (مف) اور رَاكِبٌ کی جمع رَاكِبَاتٌ، رَكْبَانٌ اور رَكُوْبٌ آتی ہے (منجد) اور رَاكِبٌ بمعنی گھڑ سوار یا اونٹ سوار قافلہ۔ ارشاد باری ہے:

اِذَا نَمَرًا بِالْعُدُوِّ الدُّنْيَا وَهَمَّ
بِالْعُدُوِّ الْقُصُوِّ وَالرَّكْبِ

جب تم (مدینے سے) قریب کے ناکے پر نفع اور
کافر پر لے ناکے پر اور قافلہ تم سے نیچے (اتر گیا)

تھا۔

اسْفَلَ مِنْكُمْ (۳۲)

ماصل (۱) اسْتِيَارَةٌ: ہم سفر لوگ۔ پیدل ہوں یا سوار۔ یہ لفظ عام ہے۔
 (۲) عَجِيرٌ: غلہ بردار قافلہ۔
 (۳) رَكِبٌ: فخرت سوار یا گھڑ سوار قافلہ

۳۔۔۔ قبر

کے لیے قَبْرًا مَرَقَدًا اور جَدَاتٍ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ قَبْرٌ: یعنی میت کو زمین میں دفن کرنے کی جگہ۔ معروف لفظ ہے (ج قبور) اور مقبرہ بھی اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے (ج مقاب) ارشاد باری ہے:
 وَلَا تَصِلْ عَلَىٰ أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ
 أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ (۹/۴۷)
 ان کی نماز (جنازہ) مت پڑھو اور نہ ان کی قبر پر
 (دُعا کے لیے) کھڑے ہو۔

۲۔ مَرَقَدٌ: رَقَدَ: یعنی ہلکی اور لمبی نیند سونا۔ اور مَرَقَدٌ: یعنی ایسی نیند سے آرام کرنے کی جگہ۔ آرامگاہ
 خواجگاہ۔ قبر کے لیے یہ لفظ مجازاً استعمال ہوا ہے کیونکہ کافر قیامت کی سختیوں کے مقابلہ میں قبر کی
 سختی کو آرام سے تعبیر کریں گے۔ قرآن میں ہے:
 قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَن بَعَثَنَا مِن مَّرَقَدِنَا
 کافر کہیں گے ہئے افسوس ہمیں ہماری خواجگاہوں سے
 کس نے جگا دیا؟ (۲۶)

۳۔ جَدَاتٌ: جدات اور قبر میں گویا اہل لغت نے فرق نمایاں نہیں کیا۔ تاہم قرآن کے مطالعہ سے
 معلوم ہوتا ہے کہ قبر کا لفظ عام ہے جبکہ جدات وہ ہے جس کے نشان بھی مٹ چکے ہوں۔ علاوہ ازیں
 بعض دفعہ یوں ہوتا ہے کہ کسی کو درندہ کھا جاتا ہے۔ بعض دفعہ انسان دریا میں غرق ہو تو اسے دریائی جانور
 کھا جاتے ہیں۔ ہندو لوگ اپنی میت کو جلا کر اس کی راکھ گنگا میں بہا دیتے ہیں۔ جو صورت بھی ہو
 اس میت کے ذرات منتقل ہوتے ہوئے بالآخر زمین میں مل جاتے ہیں، تو وہی اس کی جدات
 ہے۔ قرآن میں جدات (ج اجدات) کا ذکر دو بار آیا ہے اور دونوں بار ایسے مواقع کے لیے
 آیا ہے جبکہ قبروں کے نشانات کا تصور بھی محال ہے۔ جیسے فرمایا:

يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِوَاعًا
 كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ (۳۳/۲۶)
 جیسے (شکاری) شکار کے جال کی طرف ڈٹتے ہیں۔
 اس آیت میں یوم النشور کا ذکر ہے جب سب قبروں کے نشانات مٹ چکے ہوں گے دوسری
 آیت بھی ایسا ہی منظر پیش کرتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ وَإِذَا أَنَّهُمْ مِنَ
 الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ۔
 اور جب صور (دوسری دفعہ) بھونکا جائے گا تو لوگ
 قبروں سے (نکل کر) اپنے پروردگار کی طرف دوڑ

(۲۶)
پڑیں گے۔

- ماہصل؛ (۱) قَبْر: عام ہے ایسا مدفن جس کے نشان موجود ہوں یا نہ ہوں۔
(۲) جدت: انحصار ایسا مدفن جس کے نشانات موجود نہ ہوں۔
(۳) مرقد: کنایۃً قبر کے لیے استعمال ہوا ہے۔

۴۔ قبول کرنا

کے لیے قَبِل اور تَقَبَّل۔ اَجَاب اور اِسْتَجَاب کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ قَبِل: تَبَوَّلَا بمعنی کسی چیز کو برضا و رغبت لے لینا۔ قبول کرنا (مخبر) اور صاحب فروق اللغویہ کے نزدیک یہ صرف اعمال کے لیے آتا ہے (فقہ ل ۱۸۴) ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا (۲۴)

اور ان کی شہادت کبھی بھی قبول نہ کرو۔

۲۔ اور تَقَبَّل اور قَبِل تقریباً ہم معنی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ تَقَبَّل کسی ایسی چیز کے قبول کرنے کیلئے آتا ہے جو عرض کی مقتضی ہو (معت) جیسے ہدیہ وغیرہ جبکہ قَبِل عام ہے۔ قرآن میں ہے:

اِذْ قَالَتِ امْرَاةُ عِمْرَانَ رَبِّ اِنِّیْ
اَنْذَرْتُ لَكَ مَا فِی بَطْنِیْ مُحَرَّرًا
فَتَقَبَّلَ مِنِّیْ (۲۵)

جب عمران کی بیوی نے کہا، اے میرے پروردگار! جو کچھ میرے پیٹ میں ہے میں اسے سب آزاد کر کر
تیری نذر کرتی ہوں سو تو اسے قبول فرما۔

۳۔ اَجَاب اور اِسْتَجَاب کا استعمال بالعموم دعا کی قبولیت کے لیے ہوتا ہے (دیکھیے ”فریادِ رسی“) یعنی
دُعا قبول کرنا اور پھر دادرسی کرنا بھی استجواب میں شامل ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَمَنْ یُّجِیْبُ الْهَضَطَّ اِذَا دَعَاہُ۔
بھلا کون بے قرار کی التجا قبول کرتا ہے۔ جب وہ اس
سے دُعا کرتا ہے۔ (۲۶)

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ۔
اور تمہارے پروردگار نے فرمایا، مجھے پکارو، میں تمہاری
دعا قبول کروں گا۔ (۲۷)

ماہصل؛ (۱) قَبِل: کسی چیز کو برضا و رغبت لے لینا۔ اعمال کے لیے۔

- (۲) تَقَبَّل: قبل سے انحصار ہے یعنی ایسی چیز لینا جو عرض کی مقتضی ہو اور؛
(۳) اِسْتَجَاب: عموماً دعا کو قبول کرنے اور پھر دادرسی کرنے کے لیے آتا ہے۔

۵۔ قبیلہ اور خاندان

کے لیے شَعُوْبٌ، قَبَائِلٌ، فَصِيْلَةٌ، رَهْطٌ، عَشِيْرَةٌ اور اَسْبَاطٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

- ۱۔ شَعُوْبٌ: کسی ایک آدمی کی اولاد اور پھر اولاد در اولاد۔ آگے چل کر ایک ذات بن جاتی ہے۔

جسے عربی زبان میں شعب کہتے ہیں۔ اور شعب شاخ کو بھی کہتے ہیں (ج شعوب) شعب کے معنی میں دو باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں (۱) افتراق (۲) اجتماع۔ یعنی ایسی چیز جو آگے چل کر تو کئی حصوں میں بٹ جائے۔ مگر اس کا اصل ایک ہو اور اصل سے اس کا رابطہ قائم رہے خلیل کہتے ہیں کہ یہ عربی زبان کی ندرت ہے کہ شعب میں افتراق بھی ہے اور اجتماع بھی (۲-۱)

۲- قَبَائِلُ: (واحد قبیلہ) اب یہ ذات یا شعب پھر کئی چھوٹے حصوں میں بٹ جاتی ہے جسے قبیلہ کہتے ہیں جن کا آپس میں رابطہ قائم ہوتا ہے۔ قبائل الرأس یعنی سر کی ہڈیاں جو ایک دوسرے سے متصل ہیں (منجما) اسے ہم اپنی زبان میں برادری کہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا اور ہم نے تمہاری ذاتیں اور قبیلے تو اس لیے بنائے
إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُمْ (۲۹) ہیں کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو ورنہ اللہ کے نزدیک
سب سے زیادہ قابل عزت تو وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو۔

۳- فَصِيْلَةٌ: بمعنی خاندان۔ کنبہ۔ کسی ایک فرد کا اپنا خاندان۔ ایک ہی گھر کے افراد۔ اہل خانہ چھوٹا قبیلہ جس میں اس کی بیوی، بیٹے بیٹیاں۔ بہن بھائی۔ والد، والدہ وغیرہ شامل ہیں (ف ل ۲۰۶) ارشاد باری ہے:

يَوْمَئِذٍ يُنَادِي الضَّالِّينَ اذْهَبُوا بِسَبِيْلِكُمْ لَكُمْ رَبٌّ مَّرْئُومٌ يُوَفِّي الصَّالِّينَ
مَجْرَمٌ يَرْتُكِبُ اذْهَبُوا بِسَبِيْلِكُمْ لَكُمْ رَبٌّ مَّرْئُومٌ يُوَفِّي الصَّالِّينَ
اپنے بیٹوں، بیوی اور اپنے بھائیوں حتیٰ کہ خاندان بھر
کو جس میں وہ رہتا تھا بطور فدیہ دے دے

۴- رَهْطٌ: کسی قبیلہ کے نوجوانوں کی مختصر سی جماعت جن کی تعداد ۲ سے ۹ تک ہو اور اس میں کوئی عورت نہ ہو (فل ۲۰۵) ایسی جماعت کو بھی رَهْطٌ کہتے ہیں اور اس جماعت کے سردار کو بھی (نیز دیکھئے سردار) اور صاحبِ منجد کے نزدیک رَهْطٌ کی طرف اگر عدد کی اضافت کریں تو اس سے اشخاص و افراد مراد ہوتے ہیں مثلاً خَمْسَةٌ رَهْطٌ بمعنی پانچ اشخاص (منجد) قرآن میں ہے:

قَالَ يَوْمَئِذٍ هَاطُوا رَهْطِي اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ الشَّيْطَانِ
شعیب نے کہا اے میری قوم! کیا میرے بھائی بندوں کا
کا باؤ تم پر اللہ سے زیادہ ہے؟

۵- عَشِيْرَةٌ: عَشْرٌ بمعنی ایک ساتھ مل جل کر رہنا (م ل) اور عشیرۃ اس چھوٹے سے قبیلہ کو کہتے ہیں جو صرف مرد کے رشتہ داروں پر مشتمل ہو۔ جیسے بیٹے، بیٹیاں، باپ دادا، چچے مائے، چھو پھیاں وغیرہ (ف ل ۲۰۶) ارشاد باری ہے:

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ اِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَاَنْتَ لَا تدری

۶- اَسْبَاطٌ: سبط بمعنی اولاد کی اولاد مثلاً پوتے اور نواسے وغیرہ (مف) مگر یہ لفظ زیادہ تر نواسے (لوکیوں کی اولاد) کے لیے مخصوص ہے۔ جس طرح حفید پوتے کے لیے (منجد) اور اگر اس

الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثَخَتْهُمُوهُمْ
 ان کی گردنیں اڑاؤ یہاں تک کہ جب خوب قتل
 کر چکو تو رہا تباہی ماندہ کو خوب کس کر باندھو اور قید کر لو۔
 فَشَدُّوا الْوَتَاقَ (۱۴)

ماہصل: (۱) قَتَلَ، کا لفظ عام ہے۔

(۲) سَفَكَ: ناجائز قتل کے لیے آتا ہے۔

(۳) حَسَسَ: بمعنی چن چن کے مار کر دشمن کی بڑکھاٹ دینا۔

(۴) أَثَخَنَ بے دریغ قتل کرنا اور جتنا ممکن ہو قتل کرتے جانا۔

قدم

کے لیے قَدَمٌ، خُطْوَةٌ اور آثَرٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- قَدَمٌ (ج اقدام) بمعنی پاؤں۔ پیر مشہور انسانی عضو (ج اقدام) قَدَمٌ اور رَجُلٌ میں ہی فرق ہے جو بصر اور عین میں ہے یعنی قَدَمٌ کا اطلاق پاؤں پر بھی ہوتا ہے اور پاؤں آگے رکھنے پر بھی۔ اس لحاظ سے قَدَمٌ کا اطلاق صرف پیر پر نہیں بلکہ گھٹنا کے نیچے کے تمام حصہ پر ہوگا۔

(نیز دیکھیے پاؤں) ارشاد باری ہے:

فَنَزَلْنَا قَدَمًا بَعْدَ ثُبُوتِهَا (۱۶)

اس طرح (تھارا) قدم جم چکنے کے بعد لوگھڑا جا گا۔

۲- خُطْوَةٌ، (ج خُطُوات) بمعنی دو قدموں کا درمیانی فاصلہ اور بمعنی کسی چیز کو تجاوڑ کر کے آگے

بڑھ جانا (م۔ل) اور خُطُواتِ لَازِمَةٌ بمعنی ضروری اقدامات (مخبر) گویا خُطُواتِ کے معنی

اقدامات (STEPS) پیش رفت اور اس سے مراد پورا راستہ بھی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوتِ الشَّيْطَانِ (۱۷)

اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔

۳- آثَرٌ (ج اثار) بمعنی بقیہ علامت نقش (پام ل) اور اثار بمعنی پاؤں کے نشانات۔ چھوٹے ہونے

نشانات نقوش راہ نیز دیکھیے "نشان" اور آثار قدیمہ بمعنی پرانے وقتوں کے نقوش اور نشانیاں

قرآن میں ہے:

قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغُ فَارْتَدَّ اَعْلٰی

مولیٰ نے (اپنے ساتھی یوشع) سے کہا۔ اسی چیز کی تو ہم

تلاش میں تھے پھر وہ دونوں اپنے قدموں کو واپس لوٹے۔

اِنَّا رِهْمَا قَصَصًا (۱۸)

ماہصل: (۱) قدم: بمعنی پاؤں۔ مشہور عضو۔ اور آگے چلنا بھی۔

(۲) خُطْوَةٌ: دو قدموں کا درمیانی فاصلہ۔ اور خُطُواتِ بمعنی اقدامات (STEPS)

(۳) آثَرٌ: پاؤں کا نشان۔ نشان راہ۔

۸۔ قرار پیکرنا

کے لیے قَرَّ او راسْتَوَىٰ عَلٰی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ قَرَّ: بمعنی کسی جگہ جم کر ٹھہر جانا۔ اور قَرَّ کے معنی ٹھنڈا ہونا بھی ہے۔ اور ان دونوں معنوں کا آپس میں تعلق یہ ہے کہ سردی یا ٹھنڈک بھی سکون چاہتی ہے جیسا کہ اس کے برعکس حرارت حرکت چاہتی ہے (صفت) ارشاد باری ہے،

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ
الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ (۲۳۲)

اور اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور سابقہ دور جاہلیت کی طرح اظہارِ رزینت و آرائش نہ کرتی پھرو۔

۲۔ اسْتَوَىٰ عَلٰی، کے معنی کسی چیز پر سوار ہونا پھر اس کے بعد جم کر بیٹھ جانا ہے (دیکھیے سوار ہونا) اور قَرَّ اور اسْتَوَىٰ عَلٰی کا بلیا دی فرق یہ ہے کہ اسْتَوَىٰ عَلٰی ایک حالت سے دوسری حالت میں قرار پکڑنے کے لیے آتا ہے۔ جیسے فرمایا،

وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ (۲۳۳)

یعنی کشتی نوحؑ جو سیلاب کے پانی میں تیر رہی بالآخر جو دی بہاڑ پر ٹک گئی۔

نیز فرمایا،

فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَدْنَىٰ وَمَنْ مَعَكَ
عَلَى الْفُلْكِ (۲۳۸)

(اے نوح!) جب تم اور تمہارے ساتھی کشتی میں بیٹھ چکو۔

اسی طرح تیسرے مقام پر ہے،

ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ (۲۵۳)

پھر قرار پکڑا عرش پر۔

ماہصل و (۱۱) قَرَّ: سابقہ صورت پر قرار پکڑنے کے لیے اور (۲) اسْتَوَىٰ عَلٰی: پہلی صورت سے دوسری صورت میں جا کر قرار پکڑنے کے لیے آتا ہے۔

۹۔ قرآن کے مختلف نام

کے لیے قُرْآن، قُرْآن، ذِکْر اور تَذْکِرَةٌ، کِتَابٌ مُّبِينٌ اور حَدِيثٌ کے الفاظ آئے ہیں۔ جو اس کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت کرتے ہیں۔

۱۔ قُرْآن: قَرَّ بمعنی پڑھنا سے اسمِ مبالغہ یعنی بار بار، کثرت سے اور ہمیشہ پڑھی جانے والی کتاب ارشاد باری ہے،

قُرْآنٌ وَالْقُرْآنُ الْمَجِيدُ (۱)

قی۔ قسم ہے بڑی شان والے قرآن کی۔

۲۔ قُرْآن: قَرَّ بمعنی الگ کرنا۔ علیحدہ کرنا سے اسمِ مبالغہ ہے۔ یعنی ایسی کتاب جو حقیقی و باطل کے ایک ایک پہلو میں تفریق و تمیز کر دے۔ ارشاد باری ہے،

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْقُرْآنَ عَلَىٰ

بہت بابرکت ذات ہے وہ جس نے اپنے بندے

عَبْدِهِ (۲۹)

پر قرآن نازل فرمایا،

۳۔ ذِکْر اور تَذْکِرَةٌ: ذِکْر کی ضد نسبی ہے۔ ذِکْر بمعنی یاد کرنا اور یاد آنا جو بھولنا کے خلاف ہے

اور قرآن کو ذکر اس لیے کہتے ہیں کہ یہ انسان کے بھلائی کے فطری داعیہ کو بھی یاد دلاتی ہے اور عبد
الکلت کو بھی۔ لہذا یہ نصیحت بھی ہے۔ اور تذکرہ کے معنی اسی لحاظ سے نصیحت بھی ہے اور یادداشت
بھی۔ اور کسی سواری مثلاً ریل، ہوائی جہاز وغیرہ کے ٹکٹ کو تذکرہ کہتے ہیں۔ اور سٹیفکیٹ اور
پاسپورٹ کو بھی (ق۔ ج) ارشاد باری ہے:

ءَ أَنْزَلَ عَلَيْهِ الذِّكْرَ مِنْ تَبْيِينَاتٍ۔ کیا ہم سب میں سے اسی پر نصیحت (کی کتاب)
(۲۸) اتری ہے۔

نیز فرمایا:

إِنْ هَدِيَهُ تَذَكُّرًا (۲۹) یہ قرآن تو نصیحت ہے۔

۴۔ كِتَابٌ مُبِينٌ: بَانَ بمعنی دُور ہونا اور الگ ہونا۔ بین میں تین باتیں پائی جاتی ہیں (۱) افتراق
(۲) بُعد اور (۳) وضوح (۴) اور بَیِّنَ بمعنی کسی بات کو کھول کر بیان کرنا۔ اور کتاب مبین
یعنی ایسی کتاب جس میں ہدایت سے متعلق ہر ایک چیز کو پوری وضاحت اور تشریح سے بیان
کیا گیا ہے۔ واضح اور روشن کتاب یعنی قرآن کریم۔ ارشاد باری ہے:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (۱۵) بیچک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور (ہدایت)
اور روشن کتاب آپکی ہے۔

۵۔ حَدِيثٌ: (حدیث کی ضد عدم ہے) اور حَدَّثَ بمعنی کسی نئی چیز کا ظہور میں آنا۔ اور حدیث سے

مراد ہر وہ بات ہے جو پہلے نہ ہو اور از سر نو ظہور میں آئے۔ نئی چیز۔ جیسے فرمایا:

لَعَلَّ اللَّهُ يَحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا۔ شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد (رجعت کی) کوئی نئی راہ
پیدا کر دے۔ (۲۵)

پھر حدیث کا اطلاق ہر اس چیز پر بھی ہوتا ہے جو پہلے موجود تو ہو لیکن مرور زمانہ سے لوگوں کے ذہن
سے اتر چکی ہو۔ اب اگر یہ از سر نو زندہ ہوگی تو اس پر بھی حدیث کا اطلاق ہوگا۔ نئی بات قرآن کو
انہی معنوں میں حدیث کہا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ آلِ حَدِيثٍ (۲۶) اللہ تعالیٰ نے بہت بہتر بات نازل فرمائی ہے۔

۱۔ قربانی کا جانور

کے لیے بَدَنٌ، نُسُكٌ، هَدْيٌ اور قَلَابِدٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
۱۔ بَدَنٌ: (بَدَنٌ کی جمع) بَدَنٌ ہر جاندار کے جسم کو کہتے ہیں بشرطیکہ اس کا خون خشک نہ ہو۔
(فل ۱۱۵) اور بَدَنٌ اور بَدَنٌ بمعنی موٹا ہونا ہے۔ اور بَدَنٌ بمعنی قربانی کے اونٹ جیسی
لکھ میں لے جا کر ذبح کیا جائے (صفت) اور قربانی کے اونٹوں کو بھی بَدَنٌ ان کے جسم اور موٹا
ہونے کی مناسبت سے کہا جاتا ہے (صفت) ارشاد باری ہے:

وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ (۲۳)
اللہ کے شعائر سے بنا دیا ہے۔

۲۔ نُسُكٌ: نَسِيكٌ کا لفظ عبادت اور تقرب الی اللہ پر دلالت کرتا ہے۔ ناسیک بمعنی ناپسند اور نَسِيكٌ اس قربانی کے جانور کو کہتے ہیں جو تقرب الی اللہ کے لیے کی جاوے (م۔ ل) اور نُسُكٌ نَسِيكٌ کی جمع ہے۔ پھر یہ لفظ بالعموم حج سے متعلق ہو گیا ہے۔ نَسَايِكٌ حَجٌّ بمعنی حج کے ارکان و احکام۔ اور وہ مقامات بھی جہاں یہ احکام بجالانے جاتے ہیں۔ اسی طرح نُسُكٌ سے مراد وہ قربانی کے جانور ہیں جو ایام تشریف میں منیٰ کے مقام پر ذبح کیے جاتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهِ آذَىٰ
يَأْسٍ أَوْ مَرِيضٍ أَوْ يَسَاوِرٌ
فَرَأْسِهِ فَعِدْيَةٌ مِنْ صِيَاهِ
مَنْدُ أَنْطَرٌ (تو پھر اس کے بدلے میں روزے رکھے
یا صدقہ کرے یا قربانی کرے۔)

۳۔ هَدَىٰ: (هَدْيَةٌ کی جمع) قربانی کا وہ جانور جو ذبح کے لیے بیت اللہ شریف کی طرف بھیجا جائے خواہ اونٹ ہو یا گائے یا بھیڑ بکری اور خواہ وہ نہ ہو یا مادہ (منجہ) ارشاد باری ہے:

وَلَا تَخْلُقُوا رُؤُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ
الْهَدْيُ مَحِلَّهُ (۱۶۷)
سر نہ منڈواؤ۔

۴۔ قَلَادِيدٌ: (واحد قَلَادَةٌ) قَلَدٌ بمعنی کسی کے گلے میں ہار ڈالنا۔ اور قَلَادَةٌ بمعنی ہار (منجہ) پھر قَلَادَةٌ ایسے قربانی کے جانور کو بھی کہتے ہیں جس کے گلے میں نشانی کے طور پر ہار یا پٹا ڈال دیا گیا ہو۔ خواہ یہ حج سے متعلق ہو یا نذر پوری کرنے سے ہو۔ ارشاد باری ہے:

يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحِلُّوا
لَهُ يَمَانٌ وَالْوَالِدَاتُ كَمَا فِي
شَعَائِرِ اللَّهِ وَلَا الشُّهُرُ الْحَرَامُ وَلَا
الْهَدْيُ وَلَا الْقَلَائِدُ (۵)
سے ایمان والا (خدا کے نام کی چیزوں کی بے حرمتی نہ کرنا۔ نہ ادب کے عین کی، نہ قربانی کے جانوروں کی اور ان جانوروں کی (جو خدا کی نذر کر دیے گئے ہوں ان) جن کے گلے میں پٹے بندھے ہوں۔

ماہصل: (۱) بُدْنٌ: قربانی کے اونٹ جو حج کے دوران ذبح کیے جائیں۔

(۲) هَدَىٰ: وہ قربانی کے جانور جو ذبح کے لیے حاجی ساتھ لے جائیں۔

(۳) نُسُكٌ: ایسے ہر قسم کے جانور جو منیٰ میں ذبح کیے جائیں۔

(۴) قَلَادِيدٌ: ایسے قربانی کے جانور جن کے گلے میں پٹا ڈالا گیا ہو۔

قرض کے لیے دیکھیے ————— "أُدْحَارٌ"

قریب ہونا۔ کرنا کے لیے دیکھیے ————— "زُدِيكٌ ہونا۔ کرنا"

۱۱۔ قسم قسم اٹھانا

کے لیے ڈٹ اور ڑ کے حروف بھی اہل عرب استعمال کرتے ہیں۔ یہ حروف یا تو بطور عادت اور نیچے کلام استعمال کیے جاتے ہیں یا بعض دفعہ کلام میں تاکید اور مزید زور پیدا کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ اور اگر ان حروف کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس سے مراد اس چیز کو بطور شہادت پیش کرنا ہوتا ہے جس کی قسم اٹھائی گئی ہو۔ اب مثالیں ملاحظہ فرمائیے، ارشادِ باری ہے:

(۱) وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفِي خُسْرًا ﴿۱﴾ زمانہ کی قسم انہما خسارے میں رہا ہے۔

(۲) تَكَالُفِمْنُ اللّٰهُ تَعَالٰی كَے ساتھ قسم گھانے کے لیے مخصوص ہے۔ حضرت ابراہیمؑ فرماتے ہیں:

قَالَ اللّٰهُ لَا كَيْدَ لَنَا صَمًا مَّكْرًا ﴿۱۶﴾ خدا کی قسم میں تمہارے بتوں سے ضرور دود دہا تھا

کرول گا۔

(۳) آں قسم قرآن کریم میں استعمال نہیں ہوا۔

ان حروف کے علاوہ مندرجہ ذیل افعال و اسما قسم اٹھانے کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔
قَسَمَ، يَمِينٌ، حَلَفَ، الْيَمِينَةَ (الو) اور اِيْلَاءِ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ قَسَمَ: قسم یعنی تقیم کرنا یا باٹنا ہے اور قسم اٹھانا بھی۔ اور قَسَمَ بمعنی دل میں ظن پیدا ہونا جو بعد میں یقین تک پہنچ جائے (مخبر) اور قَسَمَتْ وَهُنَّ فِيں جو خون کے بدلے میں اولیاء کو مشکوک قبیلہ کے لوگ دیتے ہیں (مخبر) گویا قسم کا لفظ کسی معاملہ میں شک کو دور کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اس کا استعمال بھگڑے کی صورت میں ہوتا ہے (فقہ ل ۴۲) ارشادِ باری ہے:

وَاِنَّهُ لَقَسَمٌ لِّتَوْفَعَلُونَ عَظِيمًا ﴿۵۶﴾ اور یہ بہت بڑی قسم ہے کاش تم سمجھتے۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَقَسَمَهُمَا اِنِّي لَكَا كَا لَمِنَ التَّٰصِيْحِيْنَ۔ اور شیطان نے آدم و حوا دونوں کے سامنے قسم اٹھا کر

کہا کہ میں تو تمہارا خیر خواہ ہوں۔ ﴿۶﴾

۲۔ يَمِينٌ: رفع الزام کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے:

اَلْبَيْتَةُ عَلٰى الْمَدِيْنَةِ وَالْيَمِيْنُ عَلٰى

یمنی باری ثبوت (مشادات فراہم کرنا) تو مدعی کے ذمہ

ہے (اور اگر وہ یہ نہ کر سکے تو پھر مدعا علیہ پر قسم ہے۔

الْمَدِيْنَةُ عَلَيَّ (بخاری)

اور یمنین و اہنا ہاتھ کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ اہل عرب کی عادت تھی کہ جب کسی وعدہ کی توثیق

قسم سے کرنا مطلوب ہوتی تو قسم اٹھانے والا شخص اپنا داہنا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ پر مارتا۔ لہذا

یَمِيْنٌ کا لفظ قسم کے لیے استعمال ہونے لگا۔ اور اس کی جمع اِيْمَانٌ آتی ہے (صفت) یَمِيْنٌ کا لفظ

قسم کے لیے مستعار ہے (فقہ ل ۴۲)

پھر بعض دفعہ اہل عرب محض کلام میں زور پیدا کرنے کے لیے بھی ہاتھ پر ہاتھ رکھتا اور قسم اٹھا لیتے مگر

ان کا حقیقت سے کچھ تعلق نہ ہوتا تھا۔ ایسی قسموں کو اللہ تعالیٰ نے لغو قرار دیا اور قابل معافی بھی۔ اور جو قسم فی الواقعہ حقیقت پر بلنی ہو اسے یہ میں مُتَعَقِدَةٌ کہتے ہیں جو قابل گرفت ہے۔ ارشاد باری ہے:

لَا يُؤْخَذُكُمْ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ
 وَلَكِنْ يُؤْخَذُكُمْ بِمَا كَسَبْتُمْ قُلُوبِكُمْ
 اللہ تمہاری لغو قسموں پر تم سے مواخذہ نہیں کریگا
 مگر ایسی جو تم نے صدق دلی سے کھائی ہیں (ان پر
 مواخذہ کرے گا) (۲۲۵)

۳۔ حَلْفٌ: حَلْفٌ بمعنی کسی بات پر ثبات قدم رہنا (م۔ ل۔) حلف وفاداری۔ دستہ کے عہد و پیمان پر ثبات قدم رہنے کی قسم۔ اور حلیف قبائل وہ تھے جو صلح و جنگ میں ایک دوسرے کا ساتھ دینے کی قسمیں اٹھاتے تھے۔ جو یا حلف سابقہ خصامت کو ختم کرنے اور وفاداری کے تعلقات قائم کرنے کے معنوں میں ہے (فقہ ل ۴۲) قرآن میں ہے:

وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا الْحُرُوجَ
 مَعَكُمْ۔ (۹)

اور اب وہ خدا کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر وہ طاقت رکھتے تو حضور تمہارے ساتھ نکل کھڑے ہوتے۔

۴۔ اَلَيْتَةُ: اَلَا (يَا أَيُّهَا النَّوَا) میں بنیادی طور پر دوسری پائے جاتے ہیں (۱) کسی کام میں کوتاہی کرنا اور دیر لگانا۔ جیسے فرمایا:

لَا يَأْتِيَنَّكُمْ حَتَّىٰ اَلَا (۱۱۸)

اور (۲) قسم کھانا۔ اور اَلَيْتَةُ بمعنی قسم۔ ایسی قسم جس پر تم کھانے والے کو تکلیف اور کوتاہی کا سامنا کرنا پڑے (صفت) اور ابن الفارس کے نزدیک کوئی اچھا کام پورا نہ کرنے کی قسم (م۔ ل) ارشاد باری ہے:

وَلَا يَأْتَلُ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعْيُ
 أَنْ يَأْتِيُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ (۲۳)

اور تم میں سے صاحب فضل اور آسودہ لوگ یہ قسم نہ کھا بیٹھیں کہ وہ قریبداروں اور مسکینوں کو کچھ نہ دیں گے

۵۔ اَيْلَاءُ: اَلَى يُؤْوِلُ اَيْلَاءً: بمعنی اپنی بیوی سے علیحدہ رہنے اور جنسی تعلقات منقطع کرنے کی قسم اٹھانا (صفت) دور جاہلیت میں لوگ اس قسم کے ذریعہ اپنی بیویوں کو بہت پریشان اور تنگ کرتے تھے۔ شرعیہ کے اس کی مدت زیادہ سے زیادہ چار ماہ مقرر کر کے اس قباحت کا مستدباب کر دیا۔ ارشاد باری ہے:

لَلَّذِينَ يُؤْوِلُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ شُرُكًا
 أَنْ يَبَعَهُ أَشْهُرًا (۲۳۶)

جو لوگ اپنی بیویوں سے ترک تعلق کی قسم کھا بیٹھے ہیں انہیں چار ماہ انتظار کرنا چاہیے۔

حَصْلٌ: (۱) قسم، رفع شک کیلئے۔ (۲) قسم، رفع الزام کیلئے اور عہد و پیمان کی وثیقہ۔

(۲) تَبَيِّنٌ: رفع الزام کیلئے اور عہد و پیمان کی وثیقہ (۴) اَلَيْتَةُ: کسی اچھے کام کو پورا نہ کرنے کیلئے۔

کے لیے۔ (۵) اَيْلَاءُ: بیوی سے ترک تعلق کی قسم۔

۱۲۔ قسم توڑنا

کے لیے نَكَثٌ، نَقَضٌ اور حَنْثٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- نَكَتٌ: قسم توڑنے کے لیے عام اور معروف لفظ ہے۔ معاہدہ، بیع یا عہد و پیمانہ وغیرہ کی قسم توڑ دینا (مجدد) ارشاد باری ہے۔

أَلَا تَقَاتِلُونَ قَوْمًا نَكَتُوا أَيْمَانَهُمْ (۱۳)
بجلا تم ان لوگوں سے کیوں جنگ نہ کرو جنہوں نے
اپنی قسمیں توڑ ڈالیں۔

۲- نَقَضَ: نقض کے معنی تخریب کے ہیں۔ نَقَضَ الْبِنَاءَ یعنی عمارت ڈھانا۔ نَقَضَ الْحَبْلَ
یعنی رسی کے بل کھولنا۔ نقض العهد والامر یعنی پختگی کے بعد عہد کو حیلوں بہانوں سے خراب
کرنا۔ اور نقض امن یعنی بد امنی پھیلانا۔ امن کو خراب کرنا (مجدد) گویا نقض کا لفظ نکت سے
بہت زیادہ وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے (نیز دیکھیے توڑنا) ارشاد باری ہے:
وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا۔ اور اپنی قسموں کو توڑنے کے بعد مت توڑو۔

(۱۶/۹۱)

۳- حَنَيْثٌ: حَنْثٌ بمعنی غلط اور جھوٹی قسم اور بمعنی گناہ۔ نافرمانی (صفت) اور حَنْثٌ فِي الْيَمِينِ
یعنی قسم کی خلاف ورزی کرنا (مسل) یعنی جس کام کے کرنے کی قسم اٹھائی ہو وہ نہ کرنا۔ ارشاد باری ہے:
حَنْثٌ يَبِيدُكَ ضِعْفًا فَاصْرِبْ إِلَيْهِ وَلَا
لے کر اس سے اپنی بی بی کو مارو اور قسم نہ توڑو۔ (قسم کو
پورا کرو۔)

ماحصل ۱۱) نَكَتٌ: قسم توڑنے کا عام لفظ (۲) نقض: حیلوں بہانوں سے قسم کو غیر موثر اور خراب کرنا۔ اور
(۳) حَنْثٌ: قسم کو جھٹلانا۔ جس کام کرنے کی قسم اٹھائی ہو وہ نہ کرنا۔
قصد کرنا کے لیے دیکھیے ”ارادہ کرنا“

۱۳- قلعہ

کے لیے حُصُونٌ، صَيَاصِيٌّ، بُرُوجٌ اور حَارِثِيَّةٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- حُصُونٌ: (واحد حِصْنٌ) حِصْنٌ ہر ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں حفاظت ہو سکے، وہ محیط
بھی ہو اور پناہ کا کام دے سکے۔ م۔ ل۔ قلعے جہاں مورچے بھی ہوں تاکہ وہاں پناہ لے کر اپنی حفاظت
بھی کی جاسکے اور دشمن کا مقابلہ بھی۔ قرآن میں ہے:

وَقَاتِلُوا آلَ لُحْيَانَ فَإِنَّمَا هُمْ حُصُونٌ مِّنكُمْ
اور یہود کو لقیں تھا کہ ان کے قلعے انہیں اللہ کے
عذاب سے بچالیں گے۔ (۵۹)

۲- صَيَاصِيٌّ: (صَيَصِيصٌ کی جمع) ہر وہ چیز جس سے اپنے آپ کو محفوظ کیا جاسکے۔ گائے کے
سینگ کو بھی اس لیے صَيَصِيصٌ کہتے ہیں کہ وہ اس سے اپنی حفاظت کرتی ہے (صفت بمعنی
حفاظت کا ہیں یا قلعے۔ قلعہ نما کوئی بھی چیز۔ یہود کے جنگی قلعے۔ اطہار۔ ارشاد باری ہے:

وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوا لَهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيِّاصِهِمْ وَقَدْ قَاتُوا فِي قُلُوبِهِمُ الرَّغْبَ (۲۳)

اور ان کتاب میں سے ان لوگوں کو جنہوں نے مشرکین کی مدد کی تھی اللہ نے ان کے قلعوں سے نیچے اتار دیا۔ اور ان کے دلوں میں ہیبت بٹھادی۔

۳۔ بُرُوج: (بُرج کی جمع) بُرج بمعنی ظاہر ہونا۔ بلند ہونا۔ اور بُرج بمعنی بُرج بنانا۔ اور بُرج بمعنی گنبد نما کوئی سی بلند عمارت۔ قلعہ، گنبد محل وغیرہ (منجد) ارشاد باری ہے:

أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَذْرُؤْكُمْ أَلْمُوتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُشِيدَةٍ (۲۴)

تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں آئے گی خواہ مضبوط قلعوں میں ہو۔

۴۔ مَحَارِب: (واحد مَحْرَاب) مَحْرَاب بمعنی گھر کا شروع کا حصہ۔ صدر مجلس۔ لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ اور مَحْرَاب بمعنی جنگجو، لڑاکا اور بہادر (منجد) اور ہر وہ جگہ جہاں جنگی پلان یا سامان تیار ہو یا لڑائی کی جاسکے۔ لہذا قلعہ کے معنوں میں بھی آتا ہے (م۔ ق) قرآن میں ہے:

يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُونَ مِنْ مَحَارِبٍ وَفَمَا يُبَدِّلُ (۲۵)

وہ جن حضرت سلیمان کے لیے جو وہ چاہتے بناتے یعنی قلعے اور محبتیں۔

ماہل: (۱) حصن، ایسا قلعہ جو محیط ہو اور اس میں حفاظت اور پناہ کا انتظام ہو۔

(۲) صیصیۃ، ہر ایسی جگہ جہاں اپنا بچاؤ کیا جاسکے۔ قلعہ نما کوئی بھی چیز۔ یہودیوں کے قلعے۔

(۳) بُرُوج: کوئی بلند، مضبوط اور گنبد نما عمارت۔

(۴) مَحْرَاب، ایسی جگہ جہاں لڑائی سے متعلقہ امور طے پائیں اور وہ محفوظ ہو۔

قوت کے لیے دیکھیے "طاق"۔

۲۔ قمیص

کے لیے قمیص اور سَرَائِبِل کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ قمیص: پوشاک کا ایک معروف جزو۔ قرآن میں ہے:

وَلَنْ كَانَ قَمِيصًا قَدْ مِّنْ دُبُرٍ (۲۶)

اور اگر یوسف کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہو تو زلیخانے ٹھوٹ بولا۔

۲۔ سَرَائِبِل: (واحد سَرَابِل) قمیص اور پاجامہ دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ اور صاحب منجد کے نزدیک

قمیص یا سر پہننے جانے والا لباس (منجد) ارشاد باری ہے:

وَجَعَلْ لَكُمْ سَرَائِبِلَ يُفِيكُمُ الْخَرَّ (۲۷)

اور اللہ نے تمہارے لیے ایسے کرتے بنائے جو تمہیں

دھوپ سے بچاتے ہیں۔

۱۵— قوت دینا

کے لیے آیت، اَزَّرَ اور عَزَّنَا کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
۱- آیت، الاید بمعنی سخت قوت (معت) اور آیت، یعنی کسی کی بھرپور مدد کرنا اور اسے قوت بہم پہنچانا
تائید کرنا۔ ارشاد باری ہے:

فَاَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَةً عَلَيْنَا وَاٰتَانَا بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا (۱۶)

پھر اللہ نے پیغمبر پر تسکین نازل فرمائی اور ایسے لشکر لے
سے اسے تقویت دی جنہیں تم نہیں دیکھتے تھے۔

۲- اَزَّرَا، اَزَّرَا بمعنی بڑھتے ہیں۔ اور اَزَّرَا س چادر۔ تہ بند۔ پردہ۔ پشتہ دیوار۔ اور اَزَّرَا اَلْبَنَات
معنی نباتات کا کٹھ جانا۔ اور اَزَّرَا بمعنی کسی کو مضبوط کرنا۔ قوت پہنچانا (مخبر) گویا اَزَّرَا کا لفظ
کسی چیز میں فی نفسہ قوت پہنچانے کے لیے ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

كَزَّرَجَ اٰخْرَجَ شَطَاہُ فَاَسْرَرَهُ كَهَيْتِیْ كِطْرَحِ جَسَّ لَ اِنَا وَاَنْطَلَّ كَالَا۔ پھر اسے مضبوط
فَاَسْتَنْظَفَ فَاَسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ (۱۷)

کیا۔ پھر موٹی ہوئی پھر اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہوگی۔

۳- عَزَّنَا، عَزَّنَا کی ضد ذَلَّ ہے۔ اور عَزَّنَا بمعنی بالادست ہونا۔ اور اَعَزَّنَا بمعنی کسی کو عزت بخشنا۔ اور
عَزَّنَا بمعنی کسی زیر دست کو اس قدر قوت دینا یا مدد بہم پہنچانا کہ وہ معاشرہ میں معزز بن جائے اور
اسے عزت حاصل ہو۔ اور عزت ایسی حالت کو کہتے ہیں جو انسان کو زیر دست یا مغلوب ہونے
سے محفوظ رکھے (معت) (مخبر) ارشاد باری ہے:

اِذَا رَسَلْنَا اِلَيْہِمُ اشْتَبٰنَ فَكَذَّبُوہُمَا فَعَزَّنَا نَا بِمَا لٰنَا (۱۸)

جب ہم نے ان کی طرف دو (پیغمبر) بھیجے تو انہوں نے
ان کو جھٹلایا۔ پھر ہم نے تیسرے ان کو تقویت دی۔

ماہصل: (۱) آیت، کسی کو بھرپور قوت پہنچا کر اس کی مدد کرنا۔

(۲) اَزَّرَا: فی نفسہ کسی چیز کو قوت دے کر مضبوط بنا دینا۔

(۳) عَزَّنَا: کسی زیر دست کو اتنی قوت دینا کہ وہ زیر دست نہ رہے۔ نیز دیکھیے مدد دینا اور مضبوط کرنا۔

۱۶— قیامت اور اس کے مختلف نام

کے لیے قیامة (قوم) الساعۃ (سوع)، یوم الدین، یوم الخروج، یوم الحساب، یوم الفصل
کے علاوہ کچھ صفاتی نام مثلاً غاشیۃ، الواقعة، الساعۃ، صاخۃ، ازفۃ، قارۃ طامۃ الکبریٰ
بھی قرآن میں آئے ہیں۔

۱- قیامة: بمعنی ہر طور قائم ہونے والی۔ ایسا دن یا دور جو حق و انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لیے
قائم ہوگا۔ اس دور کے مختلف حالات و امتیازات کی بنا پر ہی قیامت کے مختلف نام قرآن کریم میں
مذکور ہوئے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذٰلِقَةٌ اَلْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُؤْفَوْنَ

ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم کو قیامت کے دن

أَجْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۱۸۵)

تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

۲۔ السَّاعَةُ: سَاعَةٌ: یعنی گھڑی۔ اور السَّاعَةُ: مخصوص گھڑی۔ قرآن کریم میں السَّاعَةُ سے مراد بالمعوم وہ

گھڑی ہے جب پہلی دفعہ صور پھونکا جائے گا۔ ارشادِ باری ہے:

إِذَا جَاءَ نَفْثُهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوا

يُحَسِّرُنَا عَلٰى مَا كُنَّا نَعْمَلُ فِيمَا

ہم نے قیامت کے بارے میں کی۔ (۶۷)

۳۔ يَوْمَ الدِّينِ: وہ دن یا دور جس میں ہر ایک کو اس کے اچھے یا بُرے اعمال کی سزا و جزا دی جائیگی۔

روزِ مکانات۔ اعمال کا بدلہ ملنے کا دن۔ قیامت۔ قرآن میں ہے:

مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ (۱۶)

وہ اللہ عز و سزا کے دن کا مالک ہے۔

۴۔ يَوْمَ الْخُرُوجِ: قبروں سے باہر نکل آنے کا دن۔ دوسرے نفعی صورت کے ساتھ ہی مردے قبروں سے

زندہ ہو کر باہر نکل کھڑے ہوں گے۔ ارشادِ باری ہے:

يَوْمَ تَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ

جس دن لوگ بیخ یقیناً سن لیں گے۔ وہی نکل پڑنے کا

ذَلِكَ يَوْمَ الْخُرُوجِ - (۵۶)

دن ہے۔

۵۔ يَوْمُ الْحِسَابِ: لوگوں کے اعمال کے حساب کتاب کا دن۔ محاسبہ کا دن۔ اور یہ حساب لینے

کا کام خود اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو گا۔ ارشادِ باری ہے:

إِنَّ إِلَيْنَا آيَاتُهُمْ ثُمَّ لِنَعْلَمَنَّ

بیشک انھیں ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے پھر

حِسَابَهُمْ (۵۶)

دوسرے مقام پر ہے:

وَقَالُوا رَبَّنَا عَجَلْنَا قَبْلَ

اور کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں ہماری سزا

يَوْمِ الْحِسَابِ (۳۶)

۶۔ يَوْمُ الْفَصْلِ: جدا ہونے کا دن۔ مومنوں اور کافروں کے الگ الگ ہونے کا دن۔ اور یہ کام حساب

کے فیصلہ کے بعد ہو گا۔ اہل جنت اور اہل دوزخ الگ الگ ہو جائیں گے۔ ارشادِ باری ہے:

هَذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنَاكُمْ وَالْآذِينَ

یہی فیصلہ کا دن ہے۔ ہم نے تمہیں اور تمہارے پہلوں

سب کو اکٹھا کر لیا ہے۔ (۳۶)

۷۔ عَاشِيَةٌ: عَشِيٌّ: یعنی ایک چیز پر دوسری چیز کا چھا کر اے ڈھانپ لینا۔ اور عَشِيٌّ: ایسی حالت کو

کہتے ہیں جبکہ انسان کے ہوش و حواس زائل ہو جائیں۔ عَاشِيَةٌ: یعنی وہ چیز جس کی ہیبت ہر ایک

چھا جائے گی۔ ہوش و حواس گم کر دینے والی۔ ارشادِ باری ہے:

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْعَاشِيَةِ -

بھلا تم کو ڈھانپ لینے والی (یعنی قیامت) کا حال

معلوم ہوا ہے۔ (۵۸)

- ۸- اَلْوَاقِعَةُ: بمعنی ہو کر رہنے والی۔ وقوع پذیر ہونے والی۔ ارشاد باری ہے:
- اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ لَنْ يَسْتُرَّ لَوْ قَعِيَهَا
جس کے واقع ہونے والی (قیامت) واقع ہو جائے گی
كَاذِبَةٌ ﴿۵۶﴾
جس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں۔
- ۹- اَلْحَاقَّةُ: حَقٌّ بمعنی واجب اور ثابت ہونا (مخبر) اور حَاقَّةٌ جس چیز کا قیام حق کا تقاضا ہے
پائیدار حقیقت۔ قرآن میں ہے:
- وَمَا اَدْرَاكَ مَا الْحَاقَّةُ ﴿۶۶﴾
اور تمہیں کیا معلوم وہ سچ مچ ہونے والی کیا ہے؟
- ۱۰- صَاخَّةٌ: صَخَّ ایسی آواز کو کہتے ہیں جو کانوں کو بہرا کر دے۔ م۔ ل۔ ایسی سخت اور کراخت آواز جس سے کان پھٹ پڑیں۔ یہ کیفیت پہلے نغمہ رصو کے وقت ہوگی۔ قرآن میں ہے:
- فَاِذَا جَاءَتْ بِالصَّخَّاتِ ﴿۶۷﴾
پھر جب قیامت کا اہل بچے گا۔
- ۱۱- اِرْزَقَةٌ: اَرْزَقَ میں وقت کی تنگی کا مفہوم پایا جاتا ہے (معت) جیسے ہم کہتے ہیں کہ ٹرین روانہ ہونے کا وقت تنگ ہو گیا ہے۔ اور اِرْزَقَةٌ بمعنی عنقریب نزدیک پہنچ جانے والی۔ ارشاد باری ہے:
- وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاِرْزَقَةِ ﴿۶۸﴾
اور ان کو قریب آنے والے دن سے ڈراؤ۔
- ۱۲- قَارِعَةٌ: قَرَعَ بمعنی ایک چیز کو دوسری پر اس طرح مارنا کہ آواز پیدا ہو۔ اور قَرَعَ الْبَابَ بمعنی اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اور قَارِعَةٌ بمعنی ٹھٹھڑانے والی۔ اور ابن الفارض کے نزدیک ہر وہ چیز جو انسان پر شدت کے ساتھ نازل ہو وہ قَارِعَةٌ ہے۔ م۔ ل۔ ارشاد باری ہے:
- وَمَا اَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ ﴿۶۹﴾
اور آپ کیا جانیں کہ کھٹکھٹانے والی کیا ہے؟
- ۱۳- طَائِفَةُ الْكُبْرَى: اَلْطَّيْفُ بمعنی پانی سے بھرا ہوا سمندر۔ اور طَائِفَةٌ بمعنی کسی چیز کا بھر جانا۔ طَمَّ
الْبَيْتَ اس نے کوبوں کو مٹی سے بھر دیا۔ اور طَائِفَةٌ بمعنی ایسی آفت جو دوسری تمام مصیبتوں پر
پر حاوی ہو جائے۔ قرآن میں ہے:
- فَاِذَا جَاءَتْ الطَّائِفَةُ الْكُبْرَى ﴿۷۰﴾
پھر جب بڑی آفت آئے گی۔
- قیام کرنا کے لیے دیکھیے "آباد ہونا" اور "ٹھہرنا"

۱۷- قید خانہ

- کے لیے سجن اور حصین کے الفاظ آئے ہیں۔
- ۱- سَجْنٌ: بمعنی قید خانہ۔ جیل۔ معروف لفظ ہے۔ ایسی جگہ جہاں عدالت سے سزا یافتہ لوگ قید میں رکھے جاتے ہیں۔ قرآن میں ہے:
- فَلَيْتَ فِي السَّجْنِ بِمَنْعِ سِينَانَ ﴿۷۱﴾
پھر یوسفؑ چند برس تک قید خانہ میں بڑے سبے۔
- ۲- حَصِينٌ: حَصَرَ بمعنی کسی چیز کو چاروں طرف سے گھیر لینا۔ گھیرا کرنا۔ محاصرہ کرنا۔ اور حَصِينٌ
معنی کسی کو نظر بند کرنے کی جگہ۔ قرآن میں ہے:

وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا ﴿۱۸﴾ اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ بنا رکھا ہے

۱۸۔ قید کرنا — قیدی بنانا

کے لیے حَبَسَ، أَتَبَتُ، أَسَرَ اور سَجَنَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَبَسَ: بمعنی کسی کو اٹھنے سے روک دینا (معت) اور حَبَسَ الشَّيْءَ بمعنی کسی چیز کی پوری طرح سے حفاظت کرنا۔ اور مَحْبَسَةٌ بمعنی قید خانہ۔ نیز عابدوں اور زاهدوں کا گوشہٴ عزت۔ اور حَبَسَ بمعنی کسی کو روک رکھنا۔ حرمت میں رکھنا (مخبر) نیز حَبَسَ بمعنی منع عن التصرف (فقہ ۹۳) یعنی کسی کو اس کی ملکیت میں تصرف کرنے سے روک دینا۔ اور مَحْبَسَ بمعنی حوالات جہاں پر تھانہ میں ملازم دورانِ تفتیش قید رکھے جاتے ہیں (ق۔ ج) ارشادِ باری ہے:

تَحْبِسُونَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلَاةِ

تم ان دونوں کو اہوں کو نماز (عصر) کے بعد روک کر

ان سے اشد کی تسمیوں کو۔

فَيُقْبِسُ مِنْ يَدَيْهِ ﴿۱۹﴾

۲۔ أَتَبَتُ: بمعنی کسی کو تسموں سے باز رکھنا (مخبر) یعنی کسی کو جکڑ بند کر کے نقل و حرکت سے روک دینا۔

اور اپنی تحویل میں رکھنا۔ قرآن میں ہے:

وَلَا تَبِتْ كُفْرًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا

تمہارے بارے میں پھال پل رہے تھے کہ تم کو قید کر دیں۔

یا جان سے ماروں یا (وطن سے) نکال دیں۔ ﴿۲۰﴾

۳۔ أَسَرَ کے معنی بھی کسی کو رسی سے باز رکھنا ہے (م۔ ق) أَسَرَ اور أَتَبَتُ میں فرق یہ ہے کہ أَسَرَ صرف دورانِ جنگ کسی کو قید کرنے کو کہتے ہیں۔ اَسِيرٌ بمعنی جنگی قیدی (ج اسیری اور اساری) قرآن میں ہے:

وَلَنْ يَأْتِيَكُمُ اسْرَى تَفْدَرُهُمْ وَ

ان کو چھڑا بھی لیتے ہو حالانکہ ان کا نکال دینا یا تو حرام تھا

هُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ ﴿۲۱﴾

دوسرے مقام پر فرمایا:

فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَيَأْتِيُوكُمْ فَرِيقًا ﴿۲۲﴾

۴۔ سَجَنَ: عدالت کا ثبوت جرم کے بعد بطور سزا کسی کو قید میں ڈالنا۔ جیل میں بیچ دینا کسی جرم کی سزا

کے طور پر حاکم کا کسی کو قید میں ڈالنا۔ قرآن میں ہے:

قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا

زلیخانے اپنے غاوند سے کہا اس شخص کی کیا سزا ہو جو تیری بوسے

إِلَّا أَنْ يَسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۲۳﴾

برائی کا ارادہ رکھے، یہی وہ قید ہے جو جیل یا سزے و ناک سزا دی جا۔

مُحَصَّلُ: (۱) حَبَسَ: کسی کو اس کی ضرورت اور ملکیت میں تصرف سے روک دینا (۲) أَتَبَتُ: کسی کو جکڑ بند کر کے اپنی تحویل میں

لینا۔ زیرِ حرمت کر لینا۔ (۳) أَسَرَ: دورانِ جنگ کسی کو باز رکھ کر قیدی بنانا (۴) سَجَنَ: عدالت کا بطور کسی جرم کو قید میں ڈالنا۔

ک

ا۔ کاٹ

کے لیے حَصَدٌ، صَرَمٌ، قَطَعَ، قَطَعٌ، بَتَّرَ، بَتَّرٌ، بَتَّتَكَ، عَضَّ، حَصَدٌ، جَزَّ اور عَقَمَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ حَصَدٌ: بمعنی خشک اور پکی ہوئی فصل کا کاٹنا (م ۱۱) اور حَصِيدٌ بمعنی کٹی ہوئی کھیتی۔ اور حَصَدٌ بمعنی درانتی اور حَصِيدَةٌ اس نیچے والی چھوٹی ہوئی فصل کو کہتے ہیں جس تک درانتی نہ پہنچ سکے۔ (پنجابی سٹڈی) (م۔ ق۔ مخبر) گویا حَصَدٌ کا لفظ عموماً درانتی سے فصل کاٹنے کے لیے بولا جاتا ہے قرآن میں ہے:

فَمَا حَصَدْتُمْ فَذُرَّوهٗ فِي سُبُلٍہ۔
تو جو فصل تم کاٹو اس (کے دانوں) کو خوشوں میں ہی رہنے دینا۔ (۱۲)

۲۔ صَرَمٌ: کسی تیز دھار آلہ سے درختوں کے گچھے وغیرہ کاٹنا۔ صَارِمٌ بمعنی تلوار اور صَرَمٌ بمعنی تلوار سے کاٹنا۔ اور صَرَمٌ بمعنی کاٹنے والی تلوار (مف)۔ (مخبر) ارشاد باری ہے:

إِنَّا بَلَوْنَهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ
إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ۔
ہم نے انہیں آزمائش میں ڈالا جیسے باغ والوں کو
ڈالا تھا۔ جب انہوں نے قسمیں کھائیں کہ وہ صبح
باغ کو کاٹ لیں گے۔ (۱۸)

۳۔ قَطَعَ: بمعنی کسی چیز کو کاٹ کر اس کا کچھ حصہ علیحدہ کر دینا (مف) ارشاد باری ہے:

مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لَيْتَةٍ أَوْ نَرٍ كَتَمُوہَا
فَاقْتَبَتْ عَلَىٰ أَصْوَابِہَا قِيَادِنَ اللّٰہِ (۱۵)

۴۔ قَطَعَ: بمعنی کسی چیز کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنا دینا۔ ارشاد باری ہے:

وَسَفَوْا مَاءَ حَيۡمَآءٍ فَقَطَّعَ أَمْعَآءَهُمْ
اور انہیں کھولتا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنٹوں
کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ (۲۴)

۵۔ بَتَّرَ: یہ لفظ کسی جانور کی دم کاٹنے کے لیے مخصوص ہے اور معنوی لحاظ سے مقطوع النسل یا لاولد کو کہتے ہیں یا جس کا ذکر خیر باقی نہ رہے (مف) ارشاد باری ہے:

إِنْ شَأْنِكَ هُوَ لَا يَبْرُ (۳۳) بیشک تمہارا دشمن ہی لا ولد رہے گا۔

۶- بَتَك: غلیل کے نزدیک بتک سے مراد قطع اذن (کان کا ٹٹنا) ہے (م۔ ل) اور امام راغب کے نزدیک اس کے معنی جانوروں کے کان چیرنا یا دوسرے اعضاء اور بال وغیرہ کا ٹٹنا ہے۔ (معن) دور جاہلیت میں نذر و نیاز کی علامت کے طور پر لوگ ایسے کام کرتے تھے۔ قرآن میں ہے:

شيطان كَسَنَ لَكَ، میں نبی آدم کو منور گمراہ کروں گا
انہیں سہانے خواب دکھلاؤں گا۔ اور انھیں
حکم دوں گا کہ چوپایوں کے کان چیریں۔

وَلَا ضَلَّتْهُمْ وَلَا مَيَّتَتْ لَهُمْ وَلَا مَرَّتْهُمْ
فَلْيَبْتِكُنْ أَذَانَ الْأَنْعَامِ - (۳۴)

www.KitaboSunnat.com

۷- عَضَّ: کسی جاندار کو دانتوں سے کاٹنا (م۔ ل) ارشاد باری ہے:

اور جس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا اور کہے گا،
انسوس! میں نے رسول کے ساتھ اپنی راہ اختیار
کی ہوئی۔

وَيَوْمَ يَعْضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ
يَقُولُ يَلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ
الرَّسُولِ سَبِيلًا (۲۵)

۸- حَصَدَ: (الشجر) کسی خاردار درخت کے کانٹے کاٹ کر یا توڑ کر اسے صاف کر دینا۔
بے خار بنا دینا (معن) منجد) قرآن میں ہے:

بے خار کی بیڑیوں میں۔
فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ (۲۶)

۹- جَدَّ: کے معنی اصل میں کسی سخت چیز کو کاٹ کر یا توڑ کر ریزہ ریزہ کر دینا ہے۔ اور الْجَدَّ
بمعنی کٹی ہوئی شے کا چھوٹا ٹکڑا اور جَدَّاد یا جَدَّادُ بمعنی کٹا ہوا ٹکڑا۔ سونے کا ڈالا اور اظلت
بمعنی کٹی ہوئی شے کے باریک ریزے یا ٹکڑے (معن۔ منجد) اور انہی معنوں میں یہ قرآن میں
استعمال ہوا ہے۔ فَجَعَلَهُمْ جُدًّا اذًا (۲۱) پھر یہ لفظ صرف کاٹنا یا توڑنا کے معنوں میں
استعمال ہونے لگا۔ قرآن میں ہے:

عَصَاءٌ غَيْرَ مَجْدُودٍ (۱۱۸)

۱۰- عَقَرَ: میں گھاؤ زخم لگانے کا مفہوم پایا جاتا ہے (م۔ ل) الكلب العقور بمعنی کاٹنے والا کتا۔
اور عَقْرُ النَّخْلَةِ بمعنی ٹھور کے درخت کو جڑ سے کاٹ دینا۔ (منجد) قرآن میں ہے:
فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهُمَا (۹۱) تو انہوں نے ضاح کو جھٹلایا اور اونٹنی کی کونچیں
کاٹ ڈالیں۔

(۴) قَطَعَ: کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔

ماحصل: (۱) حَصَدَ: پکی ہوئی

(۵) بَتَو: جانور کی دم کا ٹٹنا۔ مقطوع النسل ہونا۔

درانتی سے کاٹنا۔

(۲) صَوَّرَ: تیز دھارا آگ سے پھول کے چھکے کاٹنا۔

(۳) قَطَعَ: کسی بھی چیز کو کاٹ کر جدا کر دینا۔

(۷) بَتَك: کان وغیرہ کاٹنا یا چیرنا۔

(۷) عَضَّ: دانتوں سے کاٹنا۔

- (۸) نَخَصَّد: درخت کے کانٹے کاٹنا اور صاف کرنا۔ (۱۰) حَقَو: کاٹ کر کاری زخم لگانا۔
(۹) جَدَّ: کسی سخت چیز کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔

۲۔ کٹا

کے لیے تَقَطَّعَ، مَنَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ تَقَطَّعَ: کسی چیز کا کٹ کر یا ٹوٹ کر الگ ہو جانا۔ ارشادِ باری ہے:

إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِنَ الَّذِينَ
اتَّبَعُوا وَرَأَوْا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ
بِهِمُ الْأَسْبَابُ (۲۴)

اس دن ان کفر کے پیشوا اپنے پیروؤں سے بیزاری
ظاہر کریں گے اور دونوں عذاب (الہی) دیکھ لیں گے
اور ان کے آپس کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔

۲۔ مَنَّ: کئی معنوں میں آتا ہے مثلاً (۱) کسی سے بھلائی کرنا (۲) احسان بجالانا اور (۳) کٹ جانا (منجہ) بمعنی

قطع و انقطاع (م۔ ل) لازم متعدی دونوں طرح آتا ہے۔ اور یہی تیسرا معنی ہمارے زیر بحث ہے
مَنْ الرَّجُلُ بِمَعْنَى كَيْ شَفْصَ كَوْتَحْكَا نَا يَمْزُورُ كَرَدِينَا۔ اور مَنْ الْحَبْلُ بِمَعْنَى رَسِي كَا تُنَا اور مَنْ الشَّقِي بِمَعْنَى
كَيْ شَفْصَ كَا كَمُ هَوْنَا مِنْجَاهُ كَوِيَا مَنْ كَيْ شَفْصَ كَا كَمُ هَوْنَا كَمُ هَوْنَا كَمُ هَوْنَا كَمُ هَوْنَا كَمُ هَوْنَا كَمُ هَوْنَا
ہو جانے کو کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ (۲۱)

جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے ان کے لیے نہ
موقوف ہونے والا اجر ہے۔

ماصل: (۱) تَقَطَّعَ: بمعنی کٹ کر علیحدہ ہو جانا۔ اور مَنْ بِمَعْنَى آہستہ آہستہ کم ہو کر سلسلہ منقطع ہو جانا۔

۳۔ کاغذ

کے لیے رَقٌّ اور قِرْطَاس کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَقٌّ: رَقٌّ بمعنی پتلا اور نرم ہونا۔ اور رَقَّتْ دِلُّ كِي نَرِي كَو كَتْتِي هِي (ضد قساوت) اور مَاتَتْ
هَرُوهٌ شَيْئِي هِي جَوِي شِي اور نرم ہو۔ مثلاً درخت کا پتہ، بھلی، پتلا چہرہ یا کاغذ (مف) گویا اس لفظ میں عویت
ہے۔ رَقٌّ اور وِرْقٌ ہم معنی ہے (ج اوراق) ارشادِ باری ہے:

وَكَيْشِبِ مَسْطُورِي رَقِي مَسْطُورِي (۲۲)

اور اس کتاب کی قسم! جو پھیلے ہوئے اوراق ہیں لکھی

ہوتی ہے۔

۲۔ قِرْطَاس: بمعنی لکھی ہوئی تحریری چٹھی (منجہ) خواہ یہ کئی صفحات یا اوراق پر مشتمل ہو (م۔ ق)۔

قِرْطَاس ابیض مشہور لفظ ہے۔ بمعنی کسی اہم معاملہ کے متعلق شائع شدہ واضح اور مکمل رپورٹ۔
قِرْطَاس دراصل کاغذ کی اس ابتدائی رن سے شکل کو بھی کہتے ہیں جسے مصریوں نے ایجاد کیا تھا
نزدِ قرآن کے وقت ایسا کاغذ ملتا تھا لیکن بہت کیاب تھا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَوْ تَرَكْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ
 اور اگر ہم کاغذوں پر لکھی ہوئی کتاب نازل کرتے اور
 فَلَسُوهُ بِأَيِّدِهِمْ (۶)
 یہ اسے اپنے ہاتھ سے ٹٹول بھی لیتے۔
 حاصل (۱) رقی: ہر پہلی اور نرم چیز جس پر لکھا جاسکے۔ خواہ یہ نمالی ہو یا لکھی ہوئی۔
 (۲) قِرْطَاس: تخریشدہ کاغذ یا کاغذات۔ موجودہ کاغذ کی ابتدائی رت سی شکل۔

۴۔ کافی ہونا

کے لیے کئی اور حَسَب کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ کئی: بمعنی کافی ہونا۔ کسی چیز پر کفایت کرنا اور دوسری سے بے نیاز ہونا۔ کئی کے فاعل پر بعض
 دفعہ حرفِ بآزادہ بھی آتا ہے جیسے کئی بِاللّٰهِ شَهِيدًا یعنی اللہ کی شہادت اتنی کافی اور مکمل ہے
 کہ وہ کسی دوسرے کی شہادت سے بے نیاز کر دیتی ہے (منجد) اور کفایۃ وہ چیز ہے جو کافی ہو
 اور غیر سے بے نیاز کر دے۔ اور مکافات بمعنی احسان کالتے ہی احسان یا اس سے زیادہ چیز سے بدلہ دینا
 (منجد) کئی کا لفظ دراصل کسی چیز کا پورا پورا بدلہ دینا۔ پھر اس سے کچھ زیادہ بھی دینا کے معنی میں آتا ہے
 ارشاد باری ہے:

وَكَفَىٰ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ وَكَانَ
 اور اللہ مومنوں کو لڑائی کے بارے میں کافی ہے اور
 اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا (۳۳)

۴۔ حَسَب: حَسَب بمعنی حساب کرنا۔ گننا۔ شمار کرنا۔ پھر اس کا حساب رکھنا۔ اور حسبِ اہم فعل
 ہے یعنی ایک ایک چیز کو مد نظر رکھ کر اس کے عوض کا حساب رکھنا۔ اس مفہوم کے لیے اَرْدُو میں
 کوئی مخصوص لفظ نہیں۔ لہذا اس کا ترجمہ کافی سے کر دیا جاتا ہے البتہ پنجابی میں اس کے لیے ایک
 لفظ ہے ”اچھی نیچی“ کا حساب رکھنا۔ جو اس مفہوم کو ادا کرتا ہے۔ یعنی یہ بات یا یہ کام ہماری
 ایک ایک ضرورت اور احتیاج کے لیے کافی ہے۔ بالفاظ دیگر حَسَب کا لفظ کئی سے الٹ ہے
 ارشاد باری ہے:

حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ (۱۰۳)

ہمیں اللہ کافی ہے اور بہتر کارساز ہے۔

حاصل: یہ دونوں لفظ اتنے قریب المعنی ہیں کہ ایک کے بجائے دوسرا لفظ بلا تکلف استعمال ہو جاتا ہے جیسے
 حَسْبُنَا جَهَنَّمَ (۱۰۳) اور کئی بِجَهَنَّمَ (۱۰۳) فرق صرف یہ ہے کہ اگر مجموعی حیثیت کو سامنے رکھا جائے تو کئی
 استعمال ہوگا۔ اور اگر ایک ایک پہلو کو مد نظر رکھا جائے تو حَسَب کا۔ جیسے فرمایا: وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ حَسِيبًا (۱۰۳)
 کالا کے لیے دیکھئے سیاہ۔

۵۔ کام آنا

کے لیے جَزَا (جزی) اور اَعْتَبَا کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- جَزَا يَجْزِي جَزَاءً: (۱) کسی کام کا پورا پورا بدلہ دینا پھر اسے آزاد کرنا یا بچانا کا معنی دیتا ہے۔
 (م-ق-مف) (۲) کسی کام کا بدلہ لینا۔ کام آنا۔ مثلاً:
 يَوْمَ لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا۔ جس دن کوئی کسی کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔
 (۲/۶۸)

اور بدلہ دے کر بچانے کے لیے:
 لَئِي جَزَيْتَهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا
 أَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُونَ (۲۲/۱۱۱)
 آج میں نے ان کو ان کے صبر کا بدلہ دیا۔ بیشک وہ
 کامیاب ہو گئے۔
 ۲- اَعْنَى: کسی چیز کا کافی ہونا اور فائدہ بخشنا (مف) کہ دوسری چیز کی احتیاج نہ رہے۔
 مَا أَعْنَى عَنِّي مَا لِيْلَهُ۔ هَلْكَ عَنِّي
 سُلْطَانِيَّةٌ (۶۹/۳۸)
 میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔ میری بادشاہی مجھ سے
 چھین گئی۔
 حاصل: (۱) جَزَاءً، کام آنا اور صیبت سے بچنا (۲) اَعْنَى، کام آنا اور فائدہ پہنچانا۔

۶۔ کام۔ کام کرنا

کے لیے فَعَلَ، عَمِلَ، صَنَعَ، صَدَعَ، جَرَحَ، اجْتَرَحَ، تَعَمَّدَ، اَمْرًا شَانًا کے الفاظ
 قرآن میں آئے ہیں۔

۱- فَعَلَ، فَعَلَّ، فعل ہر وہ کام جو کسی اثر انداز کی اثر اندازی کا نتیجہ ہو۔ کام کرنے والے کا خواہ ارادہ ہو یا نہ ہو
 اور خواہ اس کا مادی وجود ہو یا نہ ہو سب پر اس کا اطلاق ہو گا (ج افعال) (مف) اور فَعَلَّةٌ بمعنی
 ایک دفعہ کوئی کام کرنا۔ قرآن میں ہے:
 وَفَعَلْتَ فَعَلْتِكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَأَنْتَ
 مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (۲۶/۱۶)
 (فرعون نے موسیٰ سے کہا) اور تم نے ایک اور کام
 (قبلی کا قتل) بھی کیا جو کیا۔ تم تو ناشکرے معلوم تھے ہو۔
 دیکھیے اس آیت میں جس قتل کا ذکر ہے وہ حضرت موسیٰ سے بلا ارادہ سرزد ہو گیا تھا۔ اور ارادہ کام
 کرنے کے لیے درج ذیل آیت کا حصہ ملاحظہ فرمائیے:
 فَأَنْعَلُوا مَا تَأْمُرُونَ (۲۸/۱۸)

۲- عَمِلَ، عَمَلٌ، فعل ہر وہ کام جو کسی جاندار سے ارادہ یا صادر ہو خواہ اچھا ہو یا برا۔ عمل ج اعمال) (مف) اور
 عَمَلٌ کا لفظ محنت مزدوری کرنے کے لیے بھی آتا ہے۔ جیسے فرمایا:
 أَمَا السَّيْفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسْكِيْنَ يَعْمَلُونَ
 اور جو کشتی تھی تو وہ مسکین آدمیوں کی تھی جو دریا میں
 محنت مزدوری کرتے تھے۔
 فِي الْبَحْرِ (۱۵/۲۹)

۳- صَنَعَ: کسی کام کو فنی مہارت سے سرانجام دینا۔ یہ عمل سے انحصار ہے جو انات کے لیے نہیں بولا جاتا
 (مف) اور صَنَاعٌ بمعنی کاریگر۔ اپنے کام میں ماہر۔ ارشاد باری ہے:

وَأَصْنَعِ الْفَلَكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَجِّهِنَا۔ لے نوح؛ ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہمارا وحی
(۱۱)

۴۔ صَدَعَ: بمعنی کسی کام کو گرنا، زبردستی مشکلات کے باوجود تکلیف سہہ کر کوئی کام کرنا۔ اور صَدَعَ
بِالْحَقِّ سَنِّ كَاكْهَلِ طَوْسٍ اظہار کرنا۔ اور صَدَعَ الشَّيْءُ بمعنی کسی شے کو پھاڑنا مگر جِدَانَهُ كَرْنَا (مخبر)
ارشاد باری ہے:

فَأَصْدَحَ بِمَا تُوْمَرُوا وَعَرَضَ عَيْنَ
الشُّرَكِيِّينَ (۱۵)

۵۔ جَوَّحَ: جوح بمعنی زخم (ج جروح) اور جَوَّحَ بمعنی زخم لگانا۔ جَوَّحَ بِاللِّسَانِ بمعنی کسی کو زبان
زخم لگانا۔ زبان سے اذیت پہنچانا۔ کسی کا عیب و نقص بیان کرنا۔ اور جَوَّحَ الشَّهَادَةَ بمعنی
شہادت کو باطل کرنا (مخبر) جب یہ فعل کام کرنے کے مفہوم میں استعمال ہو تو عموماً بڑے مفہوم میں
ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ
مَا جَوَّحْتُمْ بِاللَّيْلِ (۱۶)

اور وہی تو ہے جو رات کو (سوئے وقت) تمہاری روح
قبض کر لیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو
جاتا ہے۔

اور اِجْتَرَحَ بالخصوص از کتاب کے معنوں میں آتا ہے (مخبر) اِجْتَرَحَ الْاِثْمَ اُس نے گناہ
کا ارتکاب کیا۔ ارشاد باری ہے:

أَمْرَحِيبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا الشَّيْئَةَ
أَنْ تَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ (۲۱)

۶۔ تَعَمَّدَ: عَمَدَ بمعنی کسی چیز کا قصد کرنا اور تَمَكَّنَ لگانا۔ اور عَمَدَ بمعنی ستون (ج عَمَاد) اور
عَمَّوْدُ اس لکڑی کو کہتے ہیں جس کے سہارے خیمہ کھڑا کیا جاتا ہے۔ اور تَعَمَّدَ بمعنی دیدہ دانستہ
یا جان بوجھ کر کوئی کام کرنا یعنی ایسا کام کرنا جس کے متعلق پہلے علم ہو کہ بڑا ہے (اور اس کی ضد
سَهْوٌ ہے) (مخبر) قرآن میں ہے:

وَمَنْ يَفْعَلْ مَوْمِنًا تَعَمَّدَهَا آجْنَاءُ
جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا (۲۲)

۷۔ آخر: بمعنی کام۔ حالت۔ معاملہ۔ بات۔ قولاً ہو یا فعلاً (ج امور) یہ لفظ فعل سے بھی زیادہ عام
ہے کیونکہ اس کا اطلاق افعال کے علاوہ اقوال پر بھی ہوتا ہے۔ نیز ایسے کام یا معاملات پر بھی جن کا تعلق
مشیت ایزدی سے ہو (مخبر) قرآن میں ہے:

مَا كُنْتَ قَاطِعَةً أَمْرًا حَتَّى تَشْهَدَ وَنِ
(مکہ سنانے سزاؤں سے کہا) میں اس وقت تک

(۲۷) کسی کام کا فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم حاضر نہ ہو (۱۱)

مشورہ نہ دو

اس آیت میں امر کا لفظ کام، بات، معاملہ تینوں معنی دے رہا ہے اور کام کا قولاً یا فعلاً کوئی وجود بھی نہیں۔

اور امر بمعنی حکم بھی آتا ہے۔ اس صورت میں اس کی جمع آواز (ضد فواہجی) ہوگی۔ اور جب امر بطور فعل آئے تو اس کے معنی کام کرنا نہیں بلکہ حکم کرنا ہوتا ہے۔

۳۔ شَان: (ج شَوْن) بمعنی بڑے بڑے امور۔ احوال۔ معاملات۔ حالت۔ اور مِنْ شَانِهِ كَذَا بمعنی ایسا کرنا اس کی فطرت و طبیعت سے ہے، منجہ گو یا شان سے مراد ایسے کام کرنا ہے جو کسی کے شایان شان یا مناسب حال ہو یا اللہ تعالیٰ اپنے متعلق فرماتے ہیں:

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (۵۹)

ہر روز اللہ تعالیٰ کو (تصرفات عالم کا) ایک دھند آج

دوسرے مقام پر فرمایا:

فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ

فَإِذَنْ لِمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ (۶۲)

جب یہ لوگ آپسے کسی کام کے لیے اجازت مانگا کریں

تو ان میں سے جسے چاہو اجازت دیا کرو۔

ماہصل: (۱) فعل، ایسا کام جو خواہ اراداً کیا جائے یا بلا ارادہ سرزد ہو۔

(۲) عمل، وہ کام جو کوئی غرض پوری کرنے کے لیے اراداً کیا جائے۔

(۳) صنّع، کسی کام کو فنی مہارت سے کرنا۔

(۴) صدح، مشکلات کے باوجود کوئی کام کرنا۔

(۵) جرح، عموماً بڑا کام کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

(۶) تَعَمَّد، دیدہ دانستہ کوئی بڑا کام کرنا۔

(۷) اَمْر: یہ فعل سے بھی اعم ہے۔ اور قول و فعل اور حالت سب کو شامل ہے۔

(۸) شَان: کسی کا اپنے شایان شان کوئی کام۔

۷۔ کامیاب ہونا۔ مراد پاتا

کے لیے اَقْلَحَ اور فَازَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَقْلَحَ، قَلَحَ کے معنی میں تین باتیں پائی جاتی ہیں (۱) بھارتنا (۲) کامیابی (۳) بقا (۴) اور قَلَحَ

بمعنی کسان جو بیج بونے کے لیے زمین کو بھارتنا فصل پکنے پر کامیابی سے ہمکنار ہوتا اور اس سے

فائدہ اٹھانے پر اپنی مراد پاتا ہے۔ اور اَقْلَحَ بمعنی کامیاب ہونا۔ مراد کو پہنچنا جو کسی کے اپنے عمل

اور محنت کے نتیجہ میں ہو۔ ارشاد باری ہے:

قَدْ اَقْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ

صَلَاتِهِمْ خَشِعُونَ (۲۳/۲۱) کرتے رہے ہیں۔

۲- قاسم: یعنی کسی مصیبت سے بچ جانا اور ساتھ ہی ساتھ کسی محبوب چیز تک پہنچنا (فصل ۲۴۳) اور
یعنی سلامتی کے ساتھ بھلائی حاصل کر لینا۔ (معنی) ارشاد باری ہے:

وَمَنْ زُجِرَ حَمَلٌ مِنَ النَّارِ وَادْخَلَ
أَلْجَنَّةَ فَقَدْ قَانَ (۱۳۵)

میں داخل کیا گیا توہ مراد کو پہنچ گیا۔

قاسم: کا لفظ لغت اضداد سے ہے۔ قان بمعنی کامیاب ہونا اور نجات پانا بھی اور ہلاک ہونا یا
مرا بھی۔ قَوَّزَ الرَّجُلُ بمعنی آدمی مر گیا۔ اور قَانَ (۱۳۵) بمعنی کامیابی کا سبب یا جگہ بھی اور ہلاکت
کا سبب یا جگہ بھی ہے (مخبر) جیسا کہ محولہ آیت میں یہ ہلاکت کی جگہ یا سبب کے معنوں میں استعمال
ہوا ہے۔ تاہم یہ لفظ عموماً مصیبت سے نجات پا کر اور مرغوب چیز سے ہمکنار ہو کر کامیاب ہونے
اور مراد کو پہنچنے کے معنوں میں آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

يَلِيَّتَنِي كُنْتُ مَعَهُمْ فَأَفُوزَ فَوْزًا
عَظِيمًا (۲/۲۶)

منافق کے گاکاش میں ان (مومنوں) کے ساتھ ہوتا
تو پاتا میں بڑی مراد عثمانی)

ماحصل: (۱۱) اَلْفَحْجِ، محنت کا جائز ثمر مل جانے کی کامیابی کے لیے اور (۲) قَانَ لیے عمل کے لیے آتے ہیں
کو تاہی کا نتیجہ ہلاکت اور کامیابی پر بہت زیادہ نعمات بھی ملیں۔

کان کے لیے اذن اور سماع کے الفاظ آتے ہیں اور ان میں وہی فرق ہے جو عین اور بَصْرُ يَارِجَلِ اور
قدم میں ہے۔

۸۔ کانپنا

کے لیے تَرَزَّلَ، مَارَ (مور) رَجَّحَ اور رَجَّحْتَ کے الفاظ قرآن کریم میں آتے ہیں۔
۱- رَزَّلَ، رَزَّلَ بمعنی قدم کا پھسلنا۔ اور تَرَزَّلَ میں تکرار لفظی ہے جو تکرار معنوی پر دل ہے یعنی بار بار اُدھو
پھسل پڑنا (معنی) اور رَزَّلَ بمعنی بھونچال۔ زمین کا جھٹکے کھانا۔ اُدھو اُدھو ہلنا اور کانپنا (فصل ۳۲)
یہ لفظ بھونچال کے لیے خاص ہے۔ ارشاد باری ہے:

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زُلْزِلًا هَائِلًا (۲۱)

جب زمین بڑے زور سے ہلائی جائے گی۔

۲- رَجَّحَ: کسی چیز کو جنبش دینا جھٹکا لگانا (معنی) یہ زلزلہ کی ابتدائی حالت ہے (فصل ۱۶) ارشاد باری ہے:

إِذَا رَجَّحَتِ الْأَرْضُ رَجًّا (۲۱)

جب زمین بھونچال سے لرزے لگے۔

۳- رَجَّحْتَ: کا بنیادی معنی اضطراب شدید ہے (م۔ ل) تَحَوَّسَاتِجَاتٍ بمعنی متلاطم سمندر۔ وَالْمَرْجُونَ
فِي الْمَدِينَةِ (۲۳) بمعنی سنسنی پیدا کرنے والے بے چینی کی لہر دوڑانے والے۔ اور جب اس کی نسبت
زمین کی طرف ہو تو بمعنی شدید جھٹکے۔ زلزلہ کی شدید کیفیت (فصل ۶۰) قرآن میں ہے:

يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتْ

جس دن زمین اور پہاڑ کانپنے لگیں اور پہاڑ ایسے

الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّيْلًا (۹۳) (بھر بھرے) ہو جائیں جیسے ریت کے تودے پھلے پڑتے۔

۴- مَا رَ فِي بُيَا دِي تَصَوُّر حَرَكَتِ اَوْر تِي زَرَقَارِي هِي۔ اَلنَّافَةُ تَمَوُّرُ فِي سَيَرِهَا مَعْنَى اَوْتِي كَاتِي زَرَقَارِي سِي خَبَار اِطْرَاتِي چلے جانا (معنی) اور مَوْرُ مَعْنَى خَبَارِيْن كَرِهِي اِيْن اِرْنَا (فل ۳۱) اور مَا رَ اَلشَّيْءُ مَعْنَى كَيْ شَيْءٍ كَاتِي زَرَقَارِي كِي وَجَر سِي اَكِي تِي چُكِي هَلْنَا اور لِرَزْنَا۔ تَوَارِيْن مَكْهُودِيْنَا (مُخْبِر) اِرشَادِ بَارِي هِي؛ يَوْمَ تَمَوَّرُ السَّمَاءُ مَوْرًا (۵۲) جس دن آسمان رننے لگے کپکپا کر۔

ماحصل: زَكَّنَ رَجَّجَ اور رَجَفَتِ تِيْنُوْنِ بِالْمَعْمُوْمِ زَلَزَلِهْ كِي لِيْءِ اِسْتِعْمَالِ هُوْتِي هِي۔ مَنَ اَنْزَلَ عَامِ هِي رَجَّجَ اِبْتِدَائِي كَيْفِيَّتِ اور رَجَفَتِ شَدِيدِ كَيْفِيَّتِ كُو كِئْتِي هِي۔ اور مَا رَ كَيْسِي هِي خِيْزِي فِي تِي زَرَقَارِي كِي وَجَر سِي لِرَزَشِ اور دُكَا هِي كُو كِئْتِي هِي۔

۹۔ کب؟

کے لیے آيَانُ اور مَتَى کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- آيَانُ: کسی کام کا وقت پوچھنے کے لیے آتا ہے (معنی) ارشاد باری ہے:

يَسْئَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّامًا مَّرْسُومًا (۹۹) (اے پیغمبر!) تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب واقع ہوگی۔

۲- مَتَى: وقت کے علاوہ شرط کے معنی بھی دیتا ہے (م۔ ق) قرآن میں ہے:

(۱) مَتَى هَذَا الْفَتْحِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۸﴾ اگر تم سچے ہو تو یہ فتح کب ہوگی؟
(۲) مَتَى هَذَا الْوَعْدِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۳۸﴾ اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟

۱۰۔ کتاب

کے لیے كِتَابٌ، اَسْفَارٌ، سِجْلٌ، نُسْخَةٌ، زُبُرٌ، صُحُفٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں
۱- كِتَابٌ: ہر لکھی ہوئی چیز۔ چٹھی۔ اعمال نامہ اور معروف معنوں میں کتاب (ج کتب) قرآن میں ہے:
لَا ذَهَبٌ بِيكْتَابِي هَذَا (۲۶) میری یہ چٹھی لے جاؤ۔

۲- اَسْفَارٌ: (سفر کی جمع) سفر بمعنی بڑی کتاب۔ اجزائے تورات میں سے ایک جزو (مخبر) اور سَفْرٌ بمعنی شُفْ یا کسی چیز کو بے نقاب کرنا۔ اور سَفْرٌ بمعنی ایسی کتاب جو محتاق کو بے نقاب کرنے والی ہو (معنی) نقل (۲۴۱) تورات کی بڑی بڑی شروح و تفاسیر۔ ارشاد باری ہے:
مَثَلُ الَّذِينَ حَبَلُوا النَّوْزَةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا (۶۲) جِن لوگوں پر تورات (کے احکام کی تفصیل) کی ذمہ داری ڈالی گئی پھر انہوں نے اس بار اُنھیں (کو نہ اٹھایا، تو اُن کی مثال اس گدھے کی سی ہے) جس پر بڑی بڑی کتابیں لدی ہوں۔

۳۔ سبجیل: بمعنی معاہدات کا رجسٹر۔ احکام و دعاوی کے ضبط کرنے کا رجسٹر جس کو قاضی اپنے پاس محفوظ رکھتا ہے۔ جوڈیشل ریکارڈ۔ (مخبر ارشاد باری ہے؛

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِ ۚ جِسْ دِنِ هِمَّ اَسْمَانِ كُوِيُوْلِ لِيْطِثِ لِيْسِ كَغِيَّ كَلْمِي
لِلْكَتُبِ (۲۱)

۴۔ نُسْخَة: نَسَخَ بمعنی مٹانا۔ منسوخ کرنا۔ اور نسخ الکتاب بمعنی کتاب کو حرف بحرف نقل کرنا۔ اور نُسْخَة اس چیز کو بھی کہتے ہیں جس سے نقل کیا جائے، اور اس کو بھی جو نقل کی گئی ہو (م۔ ق) ہر نسخہ کتاب تو ہوتا ہے مگر ہر کتاب نسخہ نہیں ہوتی (فقی ل ۲۴۰)۔
ارشاد باری ہے؛

وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَرَحْمَةٌ ۗ

اور اس لکھے ہوئے نسخہ (تورات) میں ان لوگوں کے

لِلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ (۱۵۳) لیے جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ہدایت و رحمت تھی۔

۵۔ رُبُّوْر: رُبُوْرَ بمعنی لوسہ کا بڑا تختہ یا چادر (ج رُبُوْر) اور رُبُوْرُ الْكِتَابِ بمعنی کتاب کو موٹے خط میں لکھنا۔ اور رُبُوْرُ كُوْمٍ مگر اسم کے معنوں میں بھی آتا ہے اور کتاب کا معنی دیتا ہے (ج رُبُوْر) اور رُبُوْرُ وَهُ الْعَامِي كِتَابِ جُوْدًا وُدًّا پُر نَازِلِ هُوْنِيْ۔ اور رُبُوْرُ بمعنی قلم مصنف۔ (مخبر ارشاد باری ہے؛

وَلَا تَلْعَبْ رُبُوْرًا لِّذٰلِيْنَ (۲۶)

۶۔ صُحُف: (واحد صَحِيْفَةٌ) صَحِيْفَةٌ بمعنی پھیلی ہوئی چیز جس پر کچھ لکھا جائے (صفت) اور صَحِيْفَةٌ

بمعنی لکھا ہوا کاغذ، ورق۔ اور جُمَا حَافَةٌ بمعنی اخبار نویسی اور اَصْحَافٌ بمعنی صحیفوں یا لکھے ہوئے اوراق کو کتاب کی صورت میں جمع کرنا۔ اور مَصْحُفٌ (ج مَصْحُفٌ) بمعنی کتاب۔ مجلد کتاب

(مخبر ارشاد باری ہے؛

اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُولٰٓئِ ۙ

یہی بات پہلے صحیفوں میں مرقوم ہے۔ (یعنی ابراہیم

صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَّمُوْسٰی (۱۸-۱۹)

اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔

مآصل؛ (۱) کتاب، ہر لکھی ہوئی چیز اور معروف معنوں میں کتاب۔

(۲) آسْفَار: بڑی بڑی کتب (تورات کی) شروح و تفاسیر۔

(۳) سبجیل: ریکارڈ لکھنے کے قابل تحریریں اور محو تب۔

(۴) نُسْخَة: نقل شدہ کتاب یا جس سے نقل کیا جائے۔

(۵) رُبُوْر: موٹے حروف میں لکھی ہوئی کتابیں

(۶) صُحُف: وہ لکھے ہوئے اوراق جن کو کتاب کی صورت میں جمع کیا جاسکے۔

۱۔ کتر جانا۔ بچ کر نکل جانا

کے لیے زَاوَرٌ، قَرَضٌ، حَادٌ (حید) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ زَاوَرٌ: قول الزور یعنی ایچ بیچ والی اور غلط بات۔ اذدر جس شخص کے سینہ میں ٹیڑھا پلن ہو (منجدا اور پٹھان ذوا) یعنی ایسا کنوال جس کی کھدائی میں ٹیڑھا پلن ہو۔ اور سنا اذد یعنی ٹیڑھا ہونا یا ٹیڑھا ہو کر نکل جانا۔

۲۔ قَرَضٌ: بمعنی کترنا اور کسر کر نکل جانا۔ قَرَضَ الْمَكَانَ بمعنی وہ اس مقام سے ادھر ادھر ہو کر نکل گیا اور قَرَضَ فِي الشَّيْرِ بمعنی چلتے ہوئے ادھر ادھر جھکنا (منجدا ارشاد باری ہے:

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَزَاوَرُ ۚ اور جب سورج نکلے تو تم دیکھو کہ (دھوپ) ان کے عَن كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ فَتَرَوْنَهُمْ ذَاتَ الشَّمَالِ (۱۸) فار سے داہنی طرف سمٹ جائے اور جب غروب ہو تو ان سے بائیں طرف کتر جائے۔

۳۔ حَادٌ: بمعنی سیدھے راستے سے پہلو تھی کرنا اور دور بھاگنا (مفت۔ م ل) سمت بدل لینا ارشاد باری ہے:

وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۗ ادر موت کی بے ہوشی حقیقت کھولنے کو طاری ہوگی
ذَلِكَ مَا كُنْتُمْ مِنْهُ تَجِيدُ (۵۶) (لے انسان) یہی وہ حالت ہے جس کو بھاگتا تھا۔

ماہصل (۱۱) زَاوَرٌ، ٹیڑھا ہو کر نکل جانا۔ (۲) قَرَضٌ: کتر کر نکلنا اور پھر سیدھے راستے پر ہو لینا۔

(۳) حَادٌ: کترانا اور دور بھاگنا اور پھر سیدھی راہ پر نہ آنا

۱۲۔ کتنے؟

کے لیے کَمٌّ اور کَمَايٌ یا کَايِنٌ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ کَمٌّ: بہم ہر مدت یا مقدار کے پوچھنے کے لیے یہ لفظ آتا ہے۔ بمعنی کتنا۔ کتنے۔ کتنی یعنی بطور استفہام آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالَ كَمْ لَبِثْتَ (۲۵۹) اللہ تعالیٰ نے کہا، تم کتنا عرصہ (ٹھہرے) رہے ہو؟

۲۔ کَايِنٌ یا کَايِنٌ: کَمٌّ اور کَايِنٌ قریب المعنی ہیں۔ ان دونوں میں فرق صرف یہ ہے کہ کَايِنٌ میں زیادتی کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔ بمعنی کتنا ہی کتنی ہی کتنے ہی یعنی بہت سی۔ اور بطور استفہام نہیں آتا۔ ارشاد باری ہے:

وَكَايِنٌ مِّنَ الْيَتِيمِ فِي السَّمَوَاتِ وَ ادر زمین و آسمان میں کتنی ہی (بہت سی) نشانیاں ہیں

الْأَرْضِ يَمْزُونَ عَلَيْهَا (۱۲) جن پر یہ گزرتے ہیں۔

مجی کے لیے دیکھیے ٹیڑھا اور ٹیڑھا ہونا۔ کَرُوْطٌ دیکھیے "پہلو"

۱۳۔ کریدنا

کے لیے بَحَثٌ اور بُعِثٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ بَحَثٌ: کریدنا۔ کھودنا۔ مٹی کے نیچے سے کچھ ڈھونڈنا (ذل ۱۱-۱۲ م) ارشاد باری ہے:
فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُؤَارِثُ سَوْآتَهُ
پھر اللہ نے ایک کو بھیجا جو (اپنی چونچ سے) زمین
کریدنے لگا تاکہ قایل کو یہ دکھلائے کہ وہ اپنے بھائی
(ہابیل) کی لاش کیونکر چھپائے؟

۲۔ بُعِثٌ: امام رابع کے نزدیک بُعِثٌ کا لفظ بُعِثٌ اور أُبِيتٌ سے مرکب ہے۔ بمعنی قبروں کو
الٹ پلٹ کرنا اور مردوں کو اٹھانا (مف) اور بُعِثَ الْمَتَاعُ بمعنی سامان کا الٹا پلٹانا (مخدا)
بُعِثُوا لِنَظَرِكُمْ فِي الْأَرْضِ كَيْفَ يُؤَارِثُ سَوْآتَهُ (ق) ارشاد باری ہے:
أَفَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ بُعِثُوا فِي الْقُبُورِ۔ کیا وہ نہیں جانتا جب کریدا جاوے جو قبروں میں

(۱) ہے (عثمائی)

ماصل: (۱) بَحَثٌ: زیر زمین کریدنا۔ (۲) بُعِثٌ: کرید کر کوئی چیز برآمد کرنا۔

۱۴۔ کرٹوا

کے لیے أَمْزٌ، أُجَاجٌ اور خَمَطٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ أَمْزٌ: مَرٌّ (مَرَارَةٌ) بمعنی کرٹوا ہونا۔ تلخ ہونا۔ مَرٌّ بمعنی کرٹوا۔ اور أَمْزٌ بمعنی بہت کرٹوا (مخدا)
ارشاد باری ہے:

بَلِ السَّاعَةِ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ
آدھی وَاَمْزٌ (۳۶)

۲۔ أُجَاجٌ: بمعنی بہت کھاری اور کرٹوا پانی۔ اور أَجَّ الْمَاءُ بمعنی پانی کو کرٹوا یا نمکین بنانا (مخدا)
ارشاد باری ہے:

لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا
تَشْكُرُونَ (۵۶)

۳۔ خَمَطٌ: بمعنی کھٹا کیلا اور بمعنی ہر خار وار اور کرٹوا اور سخت (مخدا۔ م۔ ق) ارشاد باری ہے:
وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتِ
سِدْرٍ خَلْجٍ وَمِنْ دَرَاهِقٍ
سے بدل دیا جن کے سروے کیلے تھے۔
أَهْلِ خَمَطٍ (۲۴)

ماصل: (۱) أَمْزٌ: خالص کرٹوا اور سخت کرٹوا (۲) أُجَاجٌ: کرٹوا اور نمکین کھاری پانی۔

(۳) خَمَطٌ: کرٹوا اور کھٹا (کیلا) بد مزہ۔

۱۵۔ کسان

کے لیے زُرَّاع اور كُفَّار کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
 ۱۔ زُرَّاع: زراعت کی جمع بمعنی زراعت یا کھیتی باڑی کرنے والا۔ کاشت کار۔ کسان اس کا استعمال عام ہے۔ قرآن میں ہے:

كَوْرِعٍ اَحْرَجَ شَطَاہُ فَاَنْرَرَهُ
 فَاسْتَعْلَظَ فَاَسْتَوَى عَلٰی سُوْقِهِ
 يُّعْجِبُ الزُّرَّاعَ (۲۹)

۲۔ كُفَّار: (کافر کی جمع) كُفْرُ بمعنی کسی چیز کو چھپانا۔ اور کافر کوئی معنوں میں آتا ہے (۱) خدا کا منکر (۲) خدا کی نعمتوں کا منکر (۳) ناشکر (۴) حقیقت چھپانے والا۔ پوشیدہ طور پر رہنے والا۔ لوگوں سے ڈراگ تھمگ زمین۔ پورے۔ کاشتکار۔ (منجد) اور الْكُفْرُ بمعنی لوگوں سے دور دراز زمین۔ دیہات (منجد) قرآن میں ہے:

كَثَلِ عَيْتٍ اَعَجَبَ الْكُفَّارَ
 نَبَاتًا (۲۶)

بارش کی طرح کہ (اس سے کھیتی اگتی اور) کسانوں کی کھیتی بھلی لگتی ہے۔
ماصل: کسان بیج کو زمین میں دفن کرنے کے لحاظ سے کافر اور بعد میں اس کی نگہداشت کے لحاظ سے زراعت ہوتا ہے۔

۱۶۔ کشتی۔ جہاز

کے لیے جَارِيَةٌ، سَفِيْنَةٌ اور فُلَانٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ جَارِيَةٌ، جَرِيٌّ بمعنی چلنا اور بہنا۔ پانی اور ہوا کی طرح چلنے والی چیزوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اسی مناسبت سے کشتی کو جَارِيَةٌ کہتے ہیں ج جوار (صفت) اور اس سے مراد باد پانی کشتی ہے جو ہوا اور پانی کے رُخ اور بہاؤ کی مناسبت سے چلتی ہے۔ ارشاد باری ہے:
 وَ لَهُ الْجَوَارِ الْمُنشِئَاتُ فِي الْبَحْرِ
 كَالْاَعْلَامِ (۲۳)

۲۔ سَفِيْنَةٌ: سَفْنٌ بمعنی چھلنا اور نرم بنانا۔ اور سَفْنٌ بمعنی چوب تراشی کا آلہ۔ اور سَفِيْنٌ بمعنی کڑی پھاڑنے کی کیل یا پھانہ اور سَفْنٌ بمعنی چوب تراشی کے اوزار۔ اور سَفَانَةٌ بمعنی جہاز سازی کا پیشہ۔ اور سَفِيْنَةٌ بمعنی جہاز کشتی۔ (منجد) گویا سَفِيْنَةٌ سے مراد ایسی کشتی ہے جو تراش فراشل ہو اور آرام دہ بنائی گئی ہو۔ ارشاد باری ہے:

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسْكِيْنَ
 يَّعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ (۱۸)

وہ کشتی غریب لوگوں کی تھی جو دریا میں محنت مزدوری (کشتی چلا کر گزارا) کرتے تھے۔

۳۔ فُلْک: فُلْک کا لفظ کسی چیز کے گول ہونے، چکر کھانے اور گھومنے پر دلالت کرتا ہے (م۔ ل)۔
 فُلْکٌ مِّنَ الْبَحْرِ یعنی دریا کا بھنور۔ جہاں چاروں طرف سے پانی جمع ہو کر چکر کھانے لگے۔ اور
 فُلْکٌ یعنی مدار۔ سیاروں کے گھومنے کا راستہ۔ آسمان اور اَلْفَلَکَةُ یعنی ہر وہ چیز جو بلند اُبھرتی ہوئی
 اور گول ہو (منجد) گویا چکر لگاتے رہنے کی نسبت کشتی کو فُلْک کہتے ہیں۔ (اس کی جمع نہیں آتی)
 اور قرآن میں فُلْک کے ساتھ اَلْمَشْحُونُ کا لفظ آیا ہے۔ اور شَحْنُ یعنی کشتی میں سامان
 لادنا اور اسے بھرنا۔ اور اَلشَّحْنَةُ وہ چیز جس سے کشتی بھری جائے (منجد) گویا فُلْک ایسی کشتی ہوتی ہے
 جو مسافروں کے علاوہ بار برداری کا کام بھی دے۔ ارشادِ باری ہے:

وَإِنْ يُّوشِكُ لَيَمُنَّ الْمَسْرِيلِينَ - إِذْ أَبَقَ
 اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ (۲۶)

اور یونس بھی غیروں میں سے تھے جب بھاگ کر
 بھری ہوئی کشتی میں پہنچے۔

ماہل (۱۱) کشتی چلنے کے لحاظ سے جاسیۃ، ہموار اور آرام دہ ہونے کے لحاظ سے سفینۃ اور
 کشتی نما ہونے کے لحاظ سے فُلْک ہے۔

۱۔ کعبہ کے مختلف نام

کے لیے کَعْبَةٌ، اَلْبَيْتُ، بَيْتُ الْعَتِيقِ، حَرَمٌ، بَيْتُ الْحَرَامِ، بَيْتُ الْمَعْرَمِ اور
 مَسْجِدُ الْحَرَامِ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں جو اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔
 ۱۔ کَعْبَةٌ: یعنی ہر وہ چیز جو کعبہ کی شکل کی بنی ہو۔ اسی نسبت سے کعبہ کو کعبہ کہتے ہیں (مع) جس کے
 طول و عرض اور اونچائی برابر یا تقریباً برابر ہوں۔ مربع یا مربع نما تعمیر (م۔ ل ۱۶) ارشادِ باری ہے:
 يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ هَدْيًا
 يَرْتَبَانِي كَيْفَ يَهَيَّأَنِي جَانَةً۔
 جسے دو معتبر شخص مقرر کریں قربانی کر کے اور
 یہ قربانی کہے پہنچائی جائے۔

۲۔ اَلْبَيْتُ: مخصوص گھر۔ بیت اللہ شریف۔ ارشادِ باری ہے:
 اِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ
 وَاقْنَا (۱۳۳)

جب ہم نے خاندانِ کعبہ کے لوگوں کے جمع ہونے کی اور
 اس کی جگہ مقرر کیا۔

۳۔ بَيْتُ الْعَتِيقِ: یعنی قدیمی گھر۔ عَتِيقُ سے مراد ایسی چیز ہے جو پرانا ہونے کے ساتھ ساتھ
 شرافت و نجابت سے بھی نضیف ہو اور اس میں کمی نہ آئے (مع) ارشادِ باری ہے:
 وَكَيْفَ ظَلُّوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ (۲۲)

اور لوگوں کو چاہیے کہ اس قدیمی گھر کا طواف کریں۔

۴۔ حَرَمٌ: یعنی المنع الشدید (م۔ ل) (۱) حرام وہ اشیاء جن کے استعمال سے شرعیعت نے سختی
 سے روک دیا ہو اور اس کی ضد حلال ہے یعنی وہ چیز جس کے استعمال پر کوئی پابندی نہ ہو (۲) اور
 حَرَمٌ اور حَرَامٌ یعنی قابلِ احترام۔ اوب اور تعظیم کے لائق۔ ارشادِ باری ہے:

اَوْ لَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا - کیا ہم نے انہیں حرم میں جو امن کا مقام ہے، جگہ

(۲۸/۵۷) نہیں دی۔

۵- بَيْتُ الْحَرَامِ } قابل ادب و احترام گھر۔ قرآن میں ہے؛
 ۶- بَيْتُ الْمُحَرَّمِ }
 وَلَا أَمِينِ الْبَيْتِ الْحَرَامِ (۵/۴) اور نہ ہی وہ جو بیت الاحرام کا قصد کرنے والے ہیں۔
 اِنِّي اسْكَنْتُ مِنْ دُرِّيَّتِي بِوَادِعِ غَيْرِ میں نے اپنی اولاد ایسے بنجر میدان میں، جو تیرے
 ذِي نَرْجِعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ۔ عزت والے گھر کے نزدیک ہے، لایسائی ہے۔
 (۱۲/۳۷)

۷- مَسْجِدُ الْحَرَامِ قابل عزت و احترام مسجد۔ بیت اللہ شریف۔ ارشاد باری ہے؛
 سَبَّحْنُ الَّذِي اسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا پاک ہے وہ ذات جس نے ایک رات اپنے بندے
 مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى (۱۱/۳۶) کو مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی۔

۱۸۔ کل

کے لیے آہس اور غَدَّ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- آہس: آج سے ایک دن پہلے گزرا ہوا دن۔ دیروز (YESTERDAY) اور اگر عربی حالت میں ہو تو آہس بمعنی گذشتہ ایام میں سے کوئی دن (منجد) اور محاوراً آہس کا لفظ بول کر ماضی قریب

کا زمانہ بھی مراد لیا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے؛

فَاِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهُ بِالْاَمْسِ تو ناگاہاں وہی شخص جس نے کل اُن کوئی مدد مانگی تھی
 يَسْتَصْرِحُهُ (۲۸/۲۸) پھر ان کو پکار رہا ہے۔

اس آیت میں آہس سے مراد کل کا گزرا ہوا دن ہے۔ اور آیت ذیل میں زمانہ ماضی قریب مراد ہے۔ ارشاد باری ہے؛

فَجَعَلْنَاهَا حَاصِيْدًا اِذَا كَانَ لَمْ تَغْنَّ تو ہم نے کاٹ کر اس (بستی) کو یوں کر ڈالا کہ گویا کل
 بِالْاَمْسِ (۱۱/۳۶) وہاں کوئی لستا ہی نہ تھا۔

۲- غَدَّ، بمعنی آنے والا اگلاد دن۔ فردا (TOMORROW) یہ لفظ بھی آہس کی طرح آنے والے دن کے بھی اور زمانہ مستقبل قریب کے بھی معنی دیتا ہے۔ مثلاً درج ذیل آیت میں اس کا معنی آنے والا دن ہے۔

اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَرْتَقِ وَيَلْعَبُ۔ (لے باپ) کل اسے (یوسفؑ) کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ خوب میوے کھائے اور کھیلے کوڑے۔
 (۱۲/۱۳)

اور درج ذیل آیت میں غَدَّ کا لفظ صرف مستقبل قریب کا ہی نہیں بلکہ اخروی زندگی کا معنی

دے رہا ہے جو قرآن کی رو سے قریب ہی ہے۔

وَلَتَنْظُرُنَّ نَفْسًا مَّا قَدَّمَتْ لِإِعَادٍ - اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے فردا کے لیے
(۵۹/۱۸) کے لیے کیا (سامان) آگے بھیجا ہے۔

۱۹۔ کم کرنا۔ کمی کرنا۔ گھٹانا

کے لیے ظَلَمَ الْإِرْقَاصَ، أَلَّتْ، هَضَمَ، فَتَرَ، قَلَّ، طَقَفَ، خَسِرَ، فَفَضَّ، بَخَسَ
فَوَضَّ اور وَضَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ظَلَمَ: یعنی "کسی چیز کو اس کے اصل مقام کے علاوہ کسی دوسری جگہ رکھنا" اور اس کی ضد
عَدْلٌ ہے۔ یعنی جو چیز بھی عدل و انصاف کے سناپی ہوگی وہ ظلم ہوگا۔ گویا ظلم کے لفظ کا
دائرہ استعمال بہت وسیع ہے۔ کسی بھی چیز میں کمی ہو یا بیشی، اور اس کمی بیشی کی مقدار بھی خواہ
کتنی ہی کم ہو یا کتنی ہی زیادہ ہو سب پر ظلم کا اطلاق ہوگا۔ علاوہ ازیں یہ لفظ مادی اور معنوی دونوں طرح
استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

كَلَّمَا الْجَدَّتَيْنِ آتَتْ أُكُلَهُمَا وَكَمَّ
تَخَلَّمَهُ وَنَهَّ شَيْئًا (۳۲)

۲۔ اَلَّا یعنی کوتاہی کرنا۔ کوئی کام جیسے چاہیے ویسے نہ کرنا۔ کسر چھوڑنا (مف۔ م۔ ل) ارشاد باری ہے،
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخْلُذُوا بِصَلَاتِكُمْ
مِّنْ دُونِكُمْ لَا يَأْتِيَنَّكُمْ جَبَالًا (۱۱۸)

رازدار نہ بناؤ۔ وہ لوگ تمہاری نظریں میں کوئی حسرت
نہیں رکھتے۔

۳۔ قَصَرَ، کوئی کام جتنا چاہیے اتنا نہ کرنا۔ اور امام راعب کے الفاظ میں کسی چیز کی لمبائی یا اس کی
انتہا کو نہ پہنچانا (مف) مقررہ مقدار یا تعداد پوری نہ کرنا۔ تھوڑا کرنا۔ چھوٹا کرنا۔ ارشاد باری ہے،
وَإِذَا صَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ
عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ
الصَّلَاةِ (۲۰۷)

۴۔ اَلَّتْ: یعنی کسی کے حق میں کچھ گھٹانا (مجد) مزوری میں سے کچھ گھٹانا۔ کام کا پورا بدلہ نہ دینا یا دیر
سے دینا۔ اَلْقَصْرُ وَابْتِطَالٌ (م۔ ق) ارشاد باری ہے،

مَا آتَيْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ (۵۲)

۵۔ هَضَمَ: یعنی کسی نرم چیز کو کچلنا۔ بھینچنا۔ نچوڑنا اور اس میں کمی کرنا (م۔ ل) کسی کمزور کا حق دینا۔
غضب کرنا۔ اور هَضِيمٌ یعنی نرم و نازک بھی (۳۱) اور جلد هَضِيمٌ ہونے والا بھی (م۔ ق) ارشاد
باری ہے:

وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ
مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَلَا
هَضْمًا (۲۳۱)

۴۔ فِتْرَ: بمعنی کسی چیز میں کمزوری واقع ہونا (م۔ ل) کام کرتے کرتے یا تھکنے کی وجہ سے رفتار میں کمی

واقع ہونا یا تھم جانا۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّ الْمُبْجِرَ مَيَّنَ فِي عَذَابٍ جَهَنَّمَ
خَالِدُونَ لَا يُفْتَرُ عَنْهُمْ (۲۳۲)

مجرم لوگ ہمیشہ جہنم کے عذاب میں رہیں گے جو
اُن سے کم نہ کیا جائے گا۔

۷۔ قَوْلٌ: بنیادی طور پر اس کے دو معنی ہیں (۱) بلند ہونا (۲) کم ہونا۔ یہاں دوسرا زیر بحث ہے۔ یعنی
تعداد یا مقدار میں کم ہونا (ضد کثرت) ارشاد باری ہے:

إِنْ تَرَىٰ أَنَا أَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَوَلَدًا
اگر تو مجھے مال اور اولاد میں کم تر دیکھتا ہے۔

(۱۸)

۸۔ طَفِيفٌ: طَافِيفٌ بمعنی حقیر اور معمولی چیز۔ اور طَافَتْ بمعنی ماپ کا پیمانہ بھرتے وقت تھوڑا

کم بھرا (مفت) یا پیمانہ ہی تھوڑا سا چھوٹا رکھنا۔ ارشاد باری ہے:

وَنِيلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا أَكْتَالُوا
عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ (۹۳)

ان ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے ہلاکت
ہے جو خود تو لیتے وقت دوسرے پر اسے لیتے ہیں۔

۹۔ حَسْرٌ: بمعنی اس المال میں کمی واقع ہونا (مفت) یہ لفظ عموماً تجارت سے مخصوص ہے (ضد بیع)

گھٹانا یا ناقصان اٹھانا۔ اور خسر المیزان بمعنی کسی کا سچی دبا کر وزن میں کمی کرنا ہے، جیسا کہ
سورہ مطففین کی اگلی آیت یوں ہے:

وَإِذَا كَالُوا لَهُمْ أَوْزَافًا يُخْسِرُونَ
اور جب خود انھیں ماپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو

اس میں کمی کر جاتے ہیں۔ (۹۳)

۱۰۔ نَقْصٌ: کم کرنا۔ گھٹانا (ضد تآد اور نقصان ضد زیادہ) یہ لفظ خس سے اعم ہے، ہر خسارہ

نقصان ہے مگر ہر نقصان خسارہ نہیں ہوتا۔ ارشاد باری ہے:

نِصْفَهُ أَوْ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا أَوْ زِدْ
عَلَيْهِ وَرَتَّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا (۹۴)

نصف رات یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ۔ اور قرآن کو
ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔

۱۱۔ بَخْسٌ: بَخْسٌ بمعنی ناقص۔ گھٹیا۔ کمتر (مجد) اور بَخْسٌ بمعنی بدل میں ناقص یا کمتر چیز دینا یا

تھوڑی دینا۔ ارشاد باری ہے:

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ
اور انہوں نے یوسفؑ کو حقیر سی قیمت (یعنی) چند

درہموں کے عوض بیچ ڈالا۔ (۱۲)

نیز فرمایا:

وَلَا يَبْخُلُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ (۳۵) اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو۔
۱۲۔ قَرِطٌ: بمعنی کوتاہی کرنا۔ حدِ اعتدال سے پیچھے رہ جانا یا اس میں کمی کرنا (الفصیل دیکھیے حد سے بڑھنا اور
”کم کرنا“) قرط لغت اضداد سے ہے۔ ارشاد باری ہے:

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً
قَالُوا لَوْ أَحْسَرْنَا عَلَىٰ مَا قَرِطْنَا فِيهَا۔
یہاں تک کہ جب ان پر قیامت ناگہاں آجود
ہوگی تو کہیں گے کہ افسوس ہم قیامت کے بارے میں
کیسی کوتاہی کرتے رہے۔ (۳۶)

۱۳۔ وَتَوَّابٌ: بمعنی ستانا، تکلیف پہنچانا۔ مال یا حق کو کم کرنا۔ اور اَلْوَتْرُ اور اَلْوَتْرُ بمعنی بدلہ لینا یا بدلہ لینے
میں ظلم کرنا (مخبر) ارشاد باری ہے:

وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَا يَزِيدُكُمْ غَمًّا لَّكُمْ
(اور کم) نہیں کرے گا (جان بھری)
(۳۷)

مَاصِلٌ (۱) ظلم، وسیع معنوں میں استعمال ہے (۷) قَلٌّ، تعداد یا مقدار میں کمی کرنا۔

ہر قسم کی کمی بیشی کے لیے آتا ہے۔ (۸) طَفَتْ، پہلے تھوڑے پھر نایا چھوٹے رکھنا۔

(۲) اَلَا، کام جیسا چاہیے اس میں کمی کرنا۔ (۹) حَيْسَرٌ، تجارت میں نقصان اٹھانا۔

(۳) قَصْرٌ، کام جتنا چاہیے اس میں کمی کرنا۔ (۱۰) نَقَصٌ، خسر سے ہم ہے۔ ہر طرح کے معاملات میں کمی کیلئے

(۴) اَلَّتْ، بدلہ یا مزدوری سے کچھ کم دینا یا دیر کر کے دینا۔

(۵) هَضَمَ، کمزور کا حق دانا، نازم چیز کو کچلنا۔ (۱۲) قَرِطٌ، حدِ اعتدال سے کم کرنا، کوتاہی کرنا۔

(۶) قَتَرَ، کمزوری کی وجہ سے کمی واقع ہونا۔ (۱۳) وَتَوَّابٌ، بدلہ لینے یا دینے میں کمی کرنا یا دینا۔

۲۰۔ کمانا — کمانی کرنا

کے لیے عَمِلٌ، كَسَبٌ اور اِكْتَسَبَ اور اِقْتَرَفَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ عَمِلٌ، ہر وہ کام جو انسان ارادۃً کرے وہ اس کا عمل ہے۔ اور چونکہ کمانی کرنا بھی ایک عمل ہے

لہذا ان معنوں میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسْكِينٍ
(جو) کشتی (تھی) وہ) غریب لوگوں کی تھی جو دریا میں
کام (ملاحی کا پیشہ) کرتے تھے۔ (۱۹)

۲۔ كَسَبٌ، کمانا یا کمانی کرنا کے لیے یہ لفظ عمل سے اخذ ہے۔ یعنی جلبِ نفع یا خوش نصیبی کے لیے کوئی

کام کرنا۔ خواہ یہ کام اپنے لیے ہو یا دوسروں کے لیے۔ خواہ یہ کسب اچھا ہو یا بُرا، حلال ہو یا حرام اور

کَاسِبٌ بمعنی محنت مزدوری کرنے والا۔ پیشہ ور۔ ارشاد باری ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا
چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ یہ بدلہ

جَزَاءٌ بِمَا كَسَبَا (۳۸) جو انہوں نے کمایا۔

۳۔ اِكْتَسَبَ : اور اِكْتَسَبَ وہ کام ہے جو انسان صرف اپنے مفاد کو ملحوظ رکھ کر کرے (معت) ارشاد باری ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا
وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبْنَ (۳۹)

۴۔ اِقْتَرَفَ : قَرَفَ بمعنی زخم کا چھلکا اتارنا۔ اور اِقْتَرَفَ بمعنی مذموم کام کرنا۔ ناجائز طریقے سے کمائی کرنا۔ محاورہ ہے اِلْعِتْرَافُ يَزِيلُ اِلْقِرَافَ یعنی اعترافِ (جرم) جرم کو زائل کر دیتا ہے (معت) گویا اِقْتَرَفَ گناہ اور جرم کے کاموں کے لیے مستعمل ہے۔ ارشاد باری ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ اَلْاَوْثَمَ سَيَجْزَوْنَ
بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (۴۰)

مَاصِل : (۱) عَمَلٌ : کام کرنا عام ہے۔ کمائی کرنا کے معنوں میں بھی آتا ہے۔

(۲) كَسَبٌ : جلبِ منفعت کے لیے کوئی کام کرنا۔ اپنے لیے ہو یا دوسرے کے لیے۔

(۳) اِكْتَسَبَ : اپنے نفع اور فائدہ کے لیے کوئی کام کرنا۔

(۴) اِقْتَرَفَ : ناجائز کام کرنا۔ ناجائز طریقوں سے کمائی کرنا۔

۲۱ — کمرہ

کے لیے حُجْرَةٌ اور عُرْفَةٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ حُجْرَةٌ : بمعنی کمرہ۔ تہر (منجد) (ج حجرات) اور بمعنی خانہ، خورد (م)۔ (ا) گویا حجورۃ وہ معمولی سا کمرہ ہے جس سے پورے گھر کا کام لیا جاتا ہو۔ ارشاد باری ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يِنَادُوْنَكَ مِنْ قَوْمِ اٰدَ
اَلْحُجْرَاتِ (۴۱)

۲۔ عُرْفَةٌ : بمعنی بالاخانہ (منجد) اور عُرْفٌ اور عُرْفَاتُ بمعنی جنت کے منازل اور درجات (معت) گویا عرفہ سے اعلیٰ تعمیر شدہ اور بلند کمرہ مراد ہے۔ ارشاد باری ہے:

اُوَلٰٓئِكَ يَجْزَوْنَ الْعُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا
اَوْ نَحْنُ اَوْ نَحْنُ عَمَلِ دِيْهِ جَائِسٌ كَعِ (۴۲)

۲۲ — کمزور

کے لیے ضَعِيفٌ، وَاِهْيَاقٌ، اَوْهَنٌ اور اَذِلَّةٌ کے الفاظ قرآن کریم میں ہے۔

۱۔ ضَعِيفٌ : (ضد قوی) طاقت اور قوت میں کمتر۔ کمزور معرود لفظ ہے۔ اور ضَعْفٌ اَضْعَفٌ

بمعنی کمزوری (جِ ضَعْفًا اور ضِعْفًا) قرآن میں ہے،
 فَإِنَّ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا
 أَوْ ضَعِيفًا (۲۸۱)

۲- وَاهِيَةٌ: وَهِي بمعنی کھنگلی کی وجہ سے کمزور ہونا جیسے کپڑے کا بوسیدہ ہونا (فل ۲۹) اور وَهِيَ بمعنی کسی چیز کا ڈھیلا پڑ جانا۔ اس کے جوڑ بند ڈھیلا ہو جانا (م۔ ل) اس لفظ کا استعمال بالعموم کپڑے اور رسی وغیرہ جیسے ہوتا ہے (فل ۲۹) اور آٹوٹھی بمعنی چمڑے میں سوراخ ہو جانا (م۔ ل) گویا کھنگلی کی وجہ سے کسی چیز کے بوسیدہ ہونے، کمزور ہو کر پھٹ جانے کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ پنجابی لفظ بھنگا، اس کا صحیح معنوم ادا کرتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَأَنْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ
 اور آسمان پھٹ جائے گا وہ اس وقت کمزور ہو چکا
 ہوگا۔ (۶۹)

۳- أَوْهَنٌ: وَهَنٌ بمعنی کمزور ہونا اس کا استعمال مادی طور پر ہو تو بڑی یا سخت چیز کے کمزور ہونے کے لیے اور معنوی ہو تو معاملہ عمل کی کمزوری یا اخلاقی کمزوری کے لیے ہوتا ہے (فل ۲۹) (فق ل ۹۴) اور وَهَنٌ بمعنی طاقت نہ رہنے کی وجہ سے کمزور اور سُست پڑنا (م۔ ل) ارشادِ باری ہے:

إِنَّ أَوْهَنَ الْبَيُوتِ لَبَيْتُ الْكَافِرِينَ
 بیشک تمام گھروں سے کمزور گھر ہے۔
 (۲۹)

نیز فرمایا:

وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِعَاءِ الْقَوْمِ (۱۳)

۴- آذِلَّةٌ: (واحد ذلیل۔ ضد عزیز) بمعنی زیر دست۔ عزت اور قدر و منزلت میں کم تر معاشرہ میں ثانوی حیثیت رکھنے والے لوگ۔ ارشادِ باری ہے،

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ
 آذِلَّةٌ (۱۳)

جبکہ تم کمزور تھے۔

ماحصل: (۱) ضَعِيفٌ: طاقت اور قوت میں کمتر۔

(۲) وَاهِيٌ: بوسیدگی کی وجہ سے کمزور۔

(۳) وَهِنٌ: طاقت میں کمی واقع ہونے کی وجہ سے کمزور اور سُست ہونا۔

(۴) آذِلَّةٌ: زیر دست اور بے سرو سامان لوگ۔

کمزور کرنا: بنانا اور رکھنا کے لیے اسْتَضْعَفْتُ اور سُست اور کمزور کرنے کے اَوْهَنُ کے الفاظ قرآن میں استعمال ہوئے ہیں۔ جیسے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ مُؤَهِّنٌ كَيْدَ الْكُفْرِينَ (۱۸)

بیشک تعالیٰ کافروں کی تدبیر کو کمزور کرنے والا ہے۔

۲۳۔ کنارہ

کے لیے طرف، حَدٌّ، حَرَفٌ، اَفَقٌ، اِقْطَارٌ، اِرْجَاءٌ، شَفَاءٌ، مَعَزَلٌ، شَأْطِلٌ، سَاحِلٌ، اِقْصَا، عَدْوَةٌ اور صَدَقَاتِ کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ حَلَوْنٌ: بمعنی ہر چیز کی آخری حد۔ سراسر معکب چیز کے گوشے۔ نوکدار پہلو۔ نگاہِ سمت (منجد) (ج اَطْرَانِ) ارشاد باری ہے:

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ (۱۱۳)

اور دن کے دونوں کناروں (صبح و شام) کو نماز قائم کرو

۲۔ حَدٌّ: حَدٌّ (السکین) بمعنی چھری کو تیز کرنا۔ اور حَدُّ السَّيْفِ بمعنی تلوار کی دھار۔ اور حَدٌّ بمعنی

دو چیزوں کے درمیان کی روک۔ حَدُّ الْمَكَانِ اس نے مکان کی حد بنائی۔ اسی سے حدودِ اربعہ ہے

یعنی چاروں طرف کی حدود۔ گویا حد کسی چیز کا انتہائی اور آخری کنارہ ہے جو اسے دوسری چیزوں سے

جدا کرتا ہے۔ اور حَدُّوَدِ اللَّهِ بمعنی اللہ کے وہ احکام جن سے تجاوز کرنا باعثِ گناہ ہے۔ ارشاد باری

وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ

اور جو لوگ خدا کی حدود سے باہر نکل جائیں گے، وہ

هُمُ الظَّالِمُونَ (۲۲۹)

ہی ظالم ہیں۔

۳۔ حَرَفٌ: حَرَفٌ الْجَبَلِ بمعنی پہاڑ کا تیز سرا۔ بلند ترین چوٹی۔ کہتے ہیں فَلَانٌ عَلَى حَرَفِ حَرَمٍ

اَمْرٌ یعنی فلاں شخص معاملہ کے کنارہ پر ہے۔ یعنی اگر کوئی چیز بھی خلافِ مرضی ظاہر ہوئی تو اس سے

کنارہ کش ہو جائے گا (منجد) تذبذب کی انتہائی منزل۔ ارشاد باری ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّبِعُ اللَّهَ عَلَى حَرَفٍ

فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ وَإِلَّا

أَصَابَتْهُ فَتَنَةٌ أَلْقَبَتْ عَلَى وَجْهِهِ۔

پہنچے تو اس کے سبب مطمئن ہوا اور کوئی آفت پڑے

تو منہ کے بل لوٹ جاتے۔

(۲۲)

۴۔ اَفَقٌ: اَفَقٌ دو چیزوں کے اطراف کا دور اور آخری حد پر پہنچ کر آپس میں مل جانا۔ ل، یا ایسا نظر

آنا۔ اور اس سے ہوتے کنارے کو افق کہتے ہیں جیسے فضا کی ایک طرف زمین ہے اور دوسری

طرف آسمان۔ تو یہ آخری حدِ نگاہ پر جہاں ملتے نظر آئیں وہ افق ہے (ج اَفَاق) اور اَفَاق بمعنی

وسعتِ عالم جن میں کافی وسعت اور بُعد ہوتا ہے (صفت) ارشاد باری ہے:

وَهُوَ يَا لَأَفْقَى الْأَعْلَى (۵۳)

اور وہ (جبرئیل آسمان کے) اُونچے کنارے پر تھے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

سَتُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي

الْفُجَيْهِمِ (۵۳)

عنقریب ہم انھیں اطرافِ عالم میں بھی اور خود

اُن کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں دکھلائیں گے۔

۵۔ اِقْطَارٌ: قَطْرٌ بمعنی قطار میں کھڑا کرنا۔ کہتے ہیں قَطْرَ الْبَعِيرِ إِلَى الْبَعِيرِ اَوْطُولُ كَوَاحِلِ

نظم (قطار) میں کھڑا کر دیا۔ اور اقطار الدنیا بمعنی دُنیا کے چاروں گوشے۔ علم ہندسہ کی اصطلاح میں وہ خط مستقیم جو مرکز سے گزرتا ہوا دائرہ کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرے (منجد) گویا قطر میں خط مستقیم کا تقصیر بھی پایا جاتا ہے اور گول چیز کا بھی۔ اور نیز یہ کہ ایسے قطر ہزاروں کی تعداد میں ہو سکتے ہیں جس میں تمام اطراف و جوانب آجاتی ہیں۔ دائیں بائیں آگے پیچھے اور پیچھے سیدھی اور مخالف سمتیں سب آجاتی ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَلَوْ دَخَلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ أَقْطَارِهَا
ثُمَّ سَأَلُوا الْفِتْنَةَ لَأَنفَعُوا وَاتَّخَذُوا
بِهَا الْآيَاتِ (۲۳)

دوسرے مقام پر فرمایا:
يَسْعَى الْجِبْنَ وَالْأَيْسَنِ اسْتَطَعْتُمْ
أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَوَاتِ وَ
الْأَرْضِ فَأَنْفُذُوا (۲۵)

۶۔ اَرْجَاءَ: رجا کی جمع ہے۔ بمعنی کسی گول چیز کا کنارہ۔ رَجَا الْجِبْتِ کنویں کا کنارہ۔ اور رَجَا السَّمَاءِ بمعنی آسمان کا کنارہ (معنی) قرآن میں ہے:
وَالْمَلِكُ عَلَىٰ أَرْجَائِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ
رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ قَبْلِيَّةٌ (۶۹)

اور فرشتے اس (آسمان) کے کناروں پر ہوں گے اور تمہارے پروردگار کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتے اٹھائے ہوں گے۔

۷۔ شَفَا: یہ لفظ قرب ہلاکت کے لیے ضرب المثل ہے۔ شفا ہر اس چیز کے کنارہ کو کہتے ہیں جو اندر سے خالی اور کھوکھلی ہو۔ اور جس کے کنارے پر کھڑے ہونے سے انسان کو گر کر ہلاک ہونے کا خطرہ رہتا ہو (معنی) ارشاد باری ہے:

وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ
فَأَنْقَذَكُم مِّنْهَا (۲۱)

دوسرے مقام پر فرمایا:
أَمْ مِّنْ أُمَّةٍ بَدَّلْنَا نِعْمَةً عَلَىٰ شَفَا حُفْرٍ
هَآرٍ (۱۰۹)

یا جس نے ایک گر پڑنے والی کھائی (پنجابی میں یا مینی) کے کنارے پر کھڑے ہو کر اس کی بنیاد رکھی۔

۸۔ مَعْزَلٌ: مَعَزَل بمعنی کنارہ کشی کرنا۔ ایک طرف ہونا اور نہج جانا۔ ابن الفارسی کے الفاظ میں تَدَلُّ عَلَى تَبْخِيعَةٍ وَأَمَالَةٍ وَأَبْعَادٍ (م۔ ل) یعنی معزل وہ کنارہ ہے جس طرف جانے سے انسان کسی مصیبت سے بچ جائے۔ ارشاد باری ہے:

وَنَادَىٰ نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزَلٍ
اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ ایک کنارے

يُسَبِّحُ اِسْمَكَ حَمْدًا (۱۱) پر کھڑا تھا۔ اے میرے بیٹے ہمارے ساتھ آشتی میں

سوار ہو جاؤ۔

۹۔ شَاطِئِ، بمعنی کسی چیز کے دو کناروں میں سے کوئی ایک کنارہ (م۔ ل) دریا یا وادی کی کوئی ایک طرف یا کنارہ۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا اَنهَارَتْهُمُ يَوْمَئِذٍ مِّنْ شَاطِئِ الْعَوَادِ الْاَيْمَنِ (۲۸) جب موسیٰ وہاں پہنچے تو وادی کے دائیں کنارے سے انھیں آواز آئی۔

۱۰۔ سَاحِلٌ، کا لفظ دریا یا سمندر کے کنارہ کے لیے مخصوص ہے (مخبر) قرآن میں ہے:

فَلْيُقَرِّبِ الْاَيْمَنُ بِالسَّاحِلِ (۲۹) پھر دریا اس (صندوق) کو کنارے پر پھینک دے گا۔

۱۱۔ اَقْصَا: قصو میں دُور ہونے اور دُور رہنے کا تصور پایا جاتا ہے (م۔ ل) اور اَقْصَىٰ بمعنی پرلی طرف کا۔ پر لکنارہ۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَاءَ مِّنْ اَقْصَى الْمَدْيَنَةِ رَجُلٌ يُسَعِي (۳۶) اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دُور تا ہوا آیا۔

۱۲۔ عُدْوَةٌ: عدا بمعنی دُور ہونے والا مسافر۔ اور بمعنی وادی کا کنارہ۔ اور عُدْوَةٌ بمعنی بلند جگہ وادی کا کنارہ (مخبر) یعنی عُدْوَةٌ کسی وادی یا میدان کے ایسے کنارہ کو کہتے ہیں جو دُور بھی ہو اور جگہ بھی بلند ہو۔ ارشادِ باری ہے:

اِذَا اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَى (۳۷) جب تم اُسے کنارہ پر اور دشمن پرلے کنارہ پر تھا۔

۱۳۔ صَدَفٌ: پہاڑوں کے درمیان کھلے میدان کو وادی کہتے ہیں۔ اور پہاڑوں کے کنارے جو اس وادی کی حدود ہوتی ہیں صَدَفٌ کہلاتی ہیں۔ لہذا صَدَفٌ کا ترجمہ وادی کا کنارہ بھی کر لیا جاتا ہے لیکن پہاڑ کا کنارہ اس کا موزوں تر ترجمہ ہے۔ چنانچہ امام راغب اس کا معنی پہاڑ کا کنارہ ہی کہتے ہیں (معن) ارشادِ باری ہے:

حَتَّىٰ اِذَا سَاوَىٰ بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ۔ یہاں تک کہ اس (فدوالقرنین) نے ان دونوں پہاڑوں کے کناروں (کے درمیانی حصے) کو برابر کر دیا۔ (۹۶)

ماہصل: (۱) طَرَفٌ: ہر شے کی آخری حد۔ ہر۔ (۵) اَقْطَانٌ کسی گول چیز کے اندر کے اطراف و جوانب۔

(۲) حَدٌّ، ہر شے کی آخری حد جو دوسری چیزوں سے علیحدہ کرے۔ (۶) اَسْمَاءٌ: گول چیز مثلاً گنوں یا آسمان کا کنارہ

(۷) شَفَا: ایسی چیز کا کنارہ جو اندر سے کھوکھلی ہو۔ اور (۳) حَرَفٌ، نوکدار کنارہ۔ تذبذب کی انتہائی منزل۔

(۴) اَفْجٌ، دو گول چیزوں کی اطراف کا دور جاکر (۸) معزول، ایسا کنارہ جو پناہ کا کام دے۔

(۹) شَاطِئِ، میدان یا دریا کے کناروں میں سے کوئی ایک مقام اتصال۔

- (۱۰) ساحل: دریا یا سمندر کا کنارہ۔
 (۱۱) اقصا: پر لاکنارہ۔
 (۱۲) عُدْوَة: دُور کا کنارہ جو بلندی پر ہو۔
 (۱۳) صدف: پہاڑ کا کنارہ۔

۲۴۔ کنواں

- کے لیے یَبْرُ، جَبْت اور رَس کے الفاظ آئے ہیں۔
 ۱۔ یَبْرُ: بمعنی کنواں۔ عام لفظ ہے۔ آباد ہو یا غیر آباد (فل ۲۶۲) ایسے کنویں کو بھی کہہ سکتے ہیں جس میں پانی نہ ہو (ف۔ ل۔ ۳۱) قرآن میں ہے:
 وَيَبْرُ مَعْظَلَةً وَقَضِيَ مَشِيدًا۔
 (اور بہت سے) کنویں بیکار اور (بہت) پست شدہ عمل
 (۲۲) (۳۵) ویران (پڑے) ہیں۔
 ۲۔ جَبْت: ایسا کنواں جو صرف کھودا گیا ہو۔ اینٹ پتھر سے تعمیر نہ کیا گیا ہو (ف۔ ل۔ ۲۶۲) کچا کنواں۔
 قرآن میں ہے:

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَاجْمَعُوا أَن يَجْعَلُوهُ
 فِي غِيَابَتِ الْجُبِّ (۱۵)

پھر جب وہ (یوسف کے بھائی) اسے لے گئے اور
 اس بات پر متفق ہو گئے کہ یوسف کو کسی گنہگار کنویں
 میں ڈال دیں۔

- ۳۔ رَس: بہت بڑا کنواں (ف۔ ل۔ ۳۹) جس میں پانی کافی مقدار میں ہو (ف۔ ل۔ ۲۶۲) قرآن میں ہے:
 كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحَابُ
 الرَّسِّ وَثَمُودُ (۵۱)
- ان سے پہلے قوم نوح، کنویں والے اور ثمود (جی) جھٹلا
 چکے ہیں۔

۲۵۔ کوڑا

- کے لیے سَوَّط اور جَلْدَة کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
 ۱۔ سَوَّط: بمعنی ٹاہن یا چمڑہ کوڑا۔ چابک (مفت) اور سَاط بمعنی کوڑے لگانا۔ اور سَوَّاط بمعنی
 کوڑا یا چابک رکھنے والا سپاہی۔ اور سَوَّاط اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو بغیر چابک کے نہ چلتا ہو
 (نجد) ارشاد باری ہے:
 فَصَبَّ حَلِيذُهُمْ رَبُّكَ سَوَّطَ عَدَايٍ
 (۸۹)
- تو تیرے پروردگار نے ان پر عذاب کا کوڑا پھینکا۔
 ۲۔ جَلْدَة: جلد کسی جاندار کی کھال کو جلد کہتے ہیں۔ اور جَلْد بمعنی کسی کو کھال پر مارنا کہ اس مار کا اثر کھال
 سے آگے نہ جائے۔ اور جَلْدَة ہر وہ چیز ہے جس سے کھال پر مارا جائے اور وہ سخت ہو لیکن وہ
 زخم نہ کرے خواہ یہ کسی چیز کا ہو۔ ذرہ۔ أرض جَلْدَة بمعنی سخت زمین (مفت) اور جَلْد بمعنی
 کوڑے مارنے والا۔ ارشاد باری ہے:

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ
 وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (۲۴) مارو۔
 حاصل: جلد۲۴ عام ہے خواہ یہ چیرے کا ہو یا کسی دوسری چیز کا مگر سخت ہو اور زخم نہ کرے جبکہ سوط چوڑے
 کے کوڑے یا چابک کو کہتے ہیں۔

۲۶۔ کوشش کرنا

کے لیے سَلَى، جَهَدَ اور كَدَّحَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
 ۱۔ سَلَى، بمعنی تیز تیز چلنا۔ آدھی دوڑ دوڑنا (بجائزاً) کسی اچھے یا بُرے کام کی تکمیل کے لیے سرگرم عمل ہونا
 قرآن میں ہے:

وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى (۵۴) اور یہ کہ انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔
 ۲۔ جَهَدَ: کسی کام کی تکمیل میں اپنی امکانی کوششوں کو صرف کرنا۔ سَعَى: مبلغ۔ ابن الفارسی کے الفاظ میں

أَصْلُهُ الْمُسْتَقَّةُ وَمَا يُقَارِبُهُ (م-ل) ارشاد باری ہے،
 وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ
 سُبُلَنَا (۱۰۴) جن لوگوں نے ہمارے دین کے سلسلہ میں کوشش کی، ہم
 ضرور انہیں اپنے راستوں کی طرف راہنمائی کریں گے۔

۳۔ كَدَّحَ، أَلْكَدَّحَ: بمعنی خراش اور كَدَّحَ بمعنی کام میں بہت محنت کرنا (منجد) اور بمعنی تکلیفیں
 سہ سہ کر کام کرنا۔ بمشقت کوئی کام کرتے جانا (صحت) ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ
 كَدَّحًا فَلْيَلْبِقْهُ (۹۴) لے انسان تجھے تکلیف اٹھانی ہے اپنے رب پہنچنے
 میں کھپ کھپ کر پھر اس سے ملنا ہے

حاصل: سَعَى، کسی کام کے لیے کوشش کرنا۔ جَهَدَ: اس کے لیے تمام وسائل بڑھتے کارلانا۔ اور كَدَّحَ دکھ
 اٹھا اٹھا کر کام کرتے جانا۔

۲۷۔ کون

کے لیے مَنْ اور أَمْثَلُ کے الفاظ آئے ہیں۔
 ۱۔ مَنْ، ذوی العقول کے لیے واحد جمع۔ مذکورہ نمونہ سب کے لیے کیسا استعمال ہوتا ہے۔ بمعنی
 کون جیسے مَنْ رَبَّنَا تَبَارَكَ كُونُ هُوَ؟ (منجد) ارشاد باری ہے:

مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا
 بِإِذْنِهِ (۱۷۵) کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے ہاں
 سفارش کر سکے؟

۲۔ أَمْثَلُ: استفہام کی صورت میں ضمائر پر داخل ہو کر کون، کا معنی دیتا ہے اور اس میں اضافت لازمی ہوتی ہے جس
 میں بھی شرط کے معنی پائے جاتے ہیں یعنی مذکورہ چیزوں میں کون۔ یہ بھی ذوی العقول کے لیے آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

لَيْبَلُوكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا (۶۷) تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون اچھے کام کرتا ہے؛

دوسرے مقام پر ہے؛
لَا تَدْرُونَ أَيُّكُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا۔
تم نہیں جانتے کہ فائدے کے لحاظ کون تم سے زیادہ قریب ہے؛ (۱۱)

۲۸۔ کوئی

کے لیے أَحَدٌ اور هُنَّ اور هُنَّ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔
۱۔ أَحَدٌ بمعنی بے نظیر۔ لاثانی۔ کیٹا۔ اکیلا جیسے قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (۱۱۳) اور اسمائے ترکیبی میں ایک کے معنی دیتا ہے۔ جیسے أَحَدٌ عَشْرٌ وغیرہ (مؤنث اِخْدَى) اور اس کا تیسرا استعمال یہ ہے کہ کل کے کسی ایک جز کو ظاہر کرتا ہے۔ مثبت اور منفی دونوں طرح آتا ہے۔ اور عموماً ذوی العقول کے لیے آتا ہے مثلاً،

فَكُنْ أَحَدٌ نَامِكًا نَكَةً (۱۲۸) تو ہم تمام میں سے کوئی ایک لے لو۔

اور جب یہ منفی استعمال ہو تو "کوئی بھی" کا معنی دے گا۔ مثلاً؛

فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزٌ بَيْنَ۔
تو پھر تم میں سے کوئی بھی ہمیں اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔ (۶۹)

۲۔ مَنْ أَوْ مِنْ؛ یہ دونوں حروف بعض دفعہ کل کے غیر معین جزو یا اجزاء کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ مَنْ ذوی العقول کے لیے آتا ہے اور جو کوئی۔ جو شخص کا معنی دیتا ہے جیسے؛
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ۔
اور ان لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جو کہتا ہے ایا ایسے ہیں جو کہتے ہیں، کہ ہم اللہ پر ایمان لاتے۔ (۲)

اور مِنْ عموماً غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے۔ جیسے فرمایا؛
وَلَنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ۔
اور کوئی چیز نہیں گراس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔ (۱۶)

ماحصل؛ (۱۱) أَحَدٌ کا استعمال کل کے ایک جزو اور عموماً ذوی العقول کے لیے۔

(۲) مَنْ، کا استعمال ایک جزو یا کئی اجزاء عموماً ذوی العقول کے لیے اور مِنْ کا استعمال غیر ذوی العقول کے لیے بھی ہوتا ہے۔

۲۹۔ کہ گویا کہ

کے لیے اِنَّ، كَانْ، كَانَتْ، كَانَتْ اور اَلَا کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- اَنْ : (اَنْ مخففة) جملہ کے درمیان واقع ہو کر کہ "یا یہ کہ" کا معنی دیتا ہے۔ قرآن میں ہے:
 اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَعِجِ اَنْ يُّصْرِبَ مَثَلًا ۗ اِنَّ اَسْبَاتِ سَمٰوٰتٍ مِّنْ دُوْنِ اِسْمٰوٰتِ اُولٰٓئِكَ لَمَّا صَبٰۤىۡحًا ۙ وَكٰنَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَصْرِبُوْنَ ۗ
 (۲۶۹) کرے۔

۲- كَانَّ - كَانَتْ - كَانَمَا، یہ سب حروف كے تشبیہ اور اَنْ یا اَنَّ سے مرکب ہیں۔ اور گویا کہ "کا
 معنی دیتے ہیں۔ ارشاد باری ہے،
 (۱) كَان لَمْ يَسْمَعْهَا كَان فِيْ اُذُنَيْهِ
 وَتَرٰ (۲۱)
 گویا اس نے سنا ہی نہیں گویا کہ اس کے کانوں میں
 بوجھ ہے۔

اَنْ اور كَانَّ فعل پر داخل ہوتے ہیں جبکہ اَنْ اور كَانَّ اَم پر داخل ہوتے ہیں جیسا کہ آیت بالا سے
 واضح ہے۔

(۲) كَانَمَا يَسْأَلُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ (۴)
 گویا کہ وہ موت کی طرف ہانکے جا رہے ہیں۔
 ۳- اَلَا: دراصل اَنْ۔ لآ ہے۔ معنی "یہ کہ نہ" جملہ کے درمیان میں واقع ہو کر یہ معنی دے گا۔ ارشاد باری ہے،
 تَتَّزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ اَلَا تَتَّخِذُوْنَ
 وَلَا تَحْزَنُوْنَ (۲۱)
 ان پر فرشتے اترتے (اور کہتے) ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ
 غمناک ہو۔

۳۰۔۔۔ کہاں؟

کے لیے آئِن، آئِنَمَا، اِنِّي کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- اَيْنَ - اَيْنَمَا: اَيْنَ ظرف مکانی۔ جگہ پوچھنے کے لیے آتا ہے۔ جیسے فرمایا، اَيْنَ شَرَكَايَ الَّذِيْنَ
 (۱۶) میرے شریک کہاں ہیں؛ اَيْنَ کے بعد مَا کا اضافہ کرنے سے "جہاں کہیں" کا معنی دیتا ہے۔ یعنی جملہ
 شرطیہ بن جاتا ہے جو جزا چاہتا ہے۔ جیسے فرمایا اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُمْ الْمَوْتُ (۸) تم جہاں میں
 بھی ہو گے تمہیں موت آپکڑے گی۔ یا جیسے فرمایا اَيْنَمَا تُوْلُوْا فَسَجَّ اللهُ (۱۱) تم جہاں کہیں بھی
 (جس طرف بھی) منہ پھرو وہیں خدا کی ذات ہے۔ اور رَبُّهُ دراصل اَيْنَ کا جواب ہے۔ اَيْنَ بمعنی
 کہاں۔ اور رَبُّهُ بمعنی وہاں۔ اُس جگہ۔

۲- اِنِّي: جگہ اور حالت دونوں باتیں پوچھنے کے لیے آتا ہے (معنی) قرآن میں ہے:

قَالَ يٰۤاِسْرٰٓءِيْمُ اِنِّي لَكِن هٰذَا (۳۱)
 (ذکر کرنا) یہ کیفیت دیکھ کر کہا، اے مریم! یہ رزق
 تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے؛

اور جب صرف ظرف مکانی کے لیے آئے تو کس طرف یا کدھر کا معنی دے گا۔ جیسے فرمایا،

قَالَ لَهُمُ اللّٰهُ اِنِّيۤ اُرِيْكُمْ اٰیٰتِيْ
 اِنْدَانِیْسِ ہاں کرے، یہ کدھر (یا کہاں) سبکے پھرتے ہیں

ماصل؛ اَيْنَ صرف جگہ پوچھنے کے لیے اور اِنِّي جگہ کے ساتھ حالت یا کیفیت بھی پوچھنے کے لیے آتا ہے۔

۳۱۔ کہانیاں۔ واقعات

کے لیے **اَسَاطِيرُ اَحَادِيْثٍ** اور **قَصَصٌ** کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ **اَسَاطِيرُ**، **اَسْطُوْرَه**، **اَسِيْطَرَة** اور **اَسْطَان** تینوں **اَسَاطِيْر** کے واحد ہیں۔ اور **اَسْطَان** سطر سے مشتق ہے بمعنی ہر وہ چیز جو سطور میں لکھی گئی ہو۔ یا ضبط تحریر میں آچکی ہو لیکن حقیقت میں نہ ہو بلکہ اور بے بنیاد بات (منجہا ایسی کہانیاں یا افسانے جو حقیقت پر مبنی نہ ہوں۔ قرآن میں ہے:

يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنَّ هٰذَا اِلَّا كٰفِرِيَهٗ كَمَا دِيْتُمْ بِهِيَ كَمَا يَدُوْلُوْنَ لُوْكُوْا كِي كٰفِيَا لِيْل
اَسَاطِيْرُ اِلٰوِيْن (۶۵)

۲۔ **اَحَادِيْث** : (واحد **حَدِيْث**) ہر وہ بات جو معرض وجود میں آئے اور پہلے نہ ہو وہ حدیث ہے پھر اس لفظ کا اطلاق ایسے واقعات پر بھی ہوتا ہے۔ جنہیں لوگ مرد زمانہ کی وجہ سے بھول چکے ہوں۔ سبق آموز پرانے واقعات۔ ارشاد باری ہے:

كُلَّمَا جَاءَ اُمَّةٌ رَّسُوْلُهَآ كَذَّبُوْهُ جب بھی کسی امت کے پاس رسول آیا تو وہ اُسے
فَاتَّبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَجَعَلْنٰهُمْ بھٹلاتے رہے۔ اور ہم نے بھی ان کے بعض کو بعض کے
اَحَادِيْث (۲۳) پیچھے لگا دیا اور اس طرح انہیں یوں ملیا میٹ کیا کہ
ان کو کہانیاں بنا دیا۔

۳۔ **قَصَصٌ** : (قصہ کی جمع) **قَصٌّ** بمعنی نشان قدم پر چلنا۔ اور **قَصَصٌ** بمعنی واقعہ بیان کرنا (م۔ ق) اور قصص سے مراد ایسے واقعات ہیں جو عام لوگوں میں مشہور اور سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے رہے۔ زبانِ نثر واقعات۔ ارشاد باری ہے:

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ (اے پیغمبر!) ہم آپ کے سامنے ایک بہت اچھا
(۱۲) قصہ بیان کرتے ہیں۔

محصّل : (۱) **اَسَاطِيْرُ** بے بنیاد واقعات (۲) **اَحَادِيْث** : بھولے بسے مگر سبق آموز واقعات۔
(۳) **قَصَصٌ** : زبانِ نثر واقعات۔

۳۲۔ کہال

کے لیے **جِلْد** اور **شَوْبِي** کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ **جِلْد** کسی جاندار کے جسم کی کھال اور پورے جسم کا اوپر کا حصہ اس کی کھال یا جلد ہے (مف) اور یہ لفظ عام ہے۔ ارشاد باری ہے:

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جب بھی ان کی کھالیں گل (اور جل) جائیں گی تو ہم
جُلُوْدًا اٰخَرَ هَا (۴) ان کی کھالیں بدل دیں گے۔

۲- شَوَى، یعنی جسم کے اطراف۔ ہاتھ پاؤں اور وہ اعضاء جن پر زخم لگنے سے موت واقع نہ ہو۔ محاورہ ہے رَمَاهُ فَأَشْوَاهُ یعنی میں نے لے کر تیرا تو اس کے اطراف پر لگا۔ یعنی کسی ایسے عضو پر نہیں لگا جس پر زخم لگنے سے موت واقع ہوتی (مفت) ارشاد باری ہے:

كَلَّا إِنَّهَا لَأَنْفَىٰ نَزَاعَةٌ لِّلشَّوَىٰ (۱۶)

ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ وہ تو بھڑکتی آگ ہے۔ جو کھال اور ڈالے گی۔

۳۳۔ کھال آمانا

کے لیے سَلَخٌ اور كَشَطٌ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱- سَلَخٌ، سَلَخَ الْحَيَّةُ، یعنی سانپ کا کھینچنا آمانا۔ اور سَلَخَ الْحَيَّةُ، یعنی سانپ کی کھینچنی اور سَلَخَ كَامِنِي سَانِپٌ كَالْمِخْطَلِ۔ اور سَلَخَ الْبُرَّةَ عَمْرُوتَ كَالْبِنَاكِرَةِ آمانا۔ اور سَلَخَ الْحَوَزُونَ، یعنی بکری کے بچے کی کھال آمانا (منجد) گویا سَلَخٌ کا لفظ کچی کھال۔ کچا چمڑہ یا کچا ساپردہ آمانے کے لیے آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَإِنَّهُ لَكَمُؤْمِنٌ مِّنَ النَّهَارِ۔ اور ایک نشانی ان کے لیے رات ہے کہ اس سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں۔ (۳۷)

۲- كَشَطٌ (البعير) اونٹ کی کھال آمانا۔ اور كَشَطٌ، یعنی اتری ہوئی کھال اور كَشَطٌ، یعنی قصائی قصاب (منجد) ارشاد باری ہے:

وَإِذَا الشَّمَالُ كَشَفَتْ (۸۱)

اور جب آسمان کی کھال کھینچ لی جائے گی۔

محصّل: حاضی جلد یا پردہ آمانے کے لیے سَلَخٌ اور مضبوط جلد یا پردہ آمانے کے لیے كَشَطٌ کا لفظ آتا ہے۔

۳۴۔ کھانا (مصدر)

کے لیے أَكَلَ اور طَعَّمَ اور رَزَعَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- أَكَلَ، یہ لفظ عام ہے اور ہر کھانے کی چیز خواہ یہ طعام ہو، روٹی ہو یا مٹھائی ہو، پھل ہو یا کوئی دوسری کھانے کی چیز۔ سب جگہ استعمال ہوتا ہے۔ انسان اور غیر انسان سب کے لیے یکساں مستعمل ہے۔ محاورہ ہے أَكَلَتِ النَّارُ الْحَطَبَ، یعنی آگ کھڑکیوں کو کھا گئی۔ (مفت) قرآن میں ہے:

وَمَا أَكَلَ السَّبْعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ (۴)

اور وہ جانور (بھی حرام ہے) جسے درندے بچاڑ کھائیں مگر جسے تم (مرنے سے پہلے) ذبح کرو۔

۲- طَعَّمَ، اکل کے مقابلے میں بہت محدود معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی غذا کھانا۔ روٹی کھانا۔ کھانا کھانا (مفت) اور ہر وہ چیز جو بطور غذا کھائی جائے۔ اور اس لفظ کا اطلاق بالعموم انسانوں کے لیے ہوتا ہے۔ طَعَّامِيٌّ، یعنی روٹی بیچنے والا۔ اور مَطْعَمٌ، یعنی ہوٹل (م-ق) ارشاد باری ہے:

فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مَسْأَلِيْنَ
لِحَدِيْثِ (۲۳)

۳۔ رَتَعَ: کا بنیادی معنی جانوروں کا چرنا چگانا ہے۔ پھر استعارہ کے طور پر انسانوں کے جی بھر کھانے پینے پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ یعنی جانوروں کی طرح بہت کھانا۔ قرآن میں ہے،
اَرْسِدْهُمۡ مَّعًا غَدًا اَيَّرَتۡعَ وَيَلْعَبُ۔ (لے باپ:) کل اسے (ایسٹ کو) ہمارے ساتھ
بیچ دیجیے کہ خوب میرے کھانے اور کھیلے کوئے۔ (۱۲)

ماحصل؛ (۱) اَكَلَ، ہر کسی کے ہر چیز کو کھانے کے وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔

(۲) طَعِمَ: انسانوں کا غذا کھانا۔

(۳) رَتَعَ: خوب سیر ہو کر کھانا۔ جانوروں کا چرنا چگانا۔

۳۵۔ کھلانا

کے لیے اَطَعَمَ اور رَزَقَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَطَعَمَ: کسی انسان کو غذا کھلانا۔ قرآن میں ہے،

وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِيْ (۱۱)
۲۔ رَزَقَ: وسیع مفہوم میں آتا ہے اور مادی اور روحانی ہر طرح کی غذا دینے کے لیے آتا ہے (تفصیل کے

لیے دیکھیے ”خوراک“) ارشاد باری ہے،

وَاَرۡزُقُوۡهُمۡ فِيْهَا وَاَكۡسُوۡهُمۡ (۱۲)
اس (مال میں) سے ان (مذہبوں) کو کھلاتے اور پلاتے ہو

۳۶۔ کھجور

کے لیے نَخَلَةٌ، نَخْلٌ اور نَخِيْلٌ، لَيْسَنَةٌ اور رُطَبٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ نَخَلَةٌ: بمعنی کھجور کا پودا یا درخت۔ ارشاد باری ہے،

وَهٰذَا الَّذِيْ اٰتٰكَ بِجَنَدِ النَّخَلِ (۱۳) (لے مریم:) کھجور کے تنے کو اپنی طرف جھٹکا دے۔

اور نَخْلٌ، نَخَلَةٌ کی جمع ہے۔ کھجور کے درخت اور ان کا پھل۔ کھجوریں۔ خرما۔ ارشاد باری ہے،

جَعَلْنَا لِاٰحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ
اَعْنَابٍ وَحَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلِ (۱۴)
ان دونوں میں ایک شہنشاہ کو ہم نے انگوروں کے دو
باغ عنایت کیے تھے اور ان کے گرد گرد کھجوروں کے
درخت لگا دیے تھے۔

اور نَخِيْلٌ ایسے باغ یا کھیتی کو کہتے ہیں جس میں کھجوروں کے درخت بکثرت ہوں۔ ارشاد باری ہے،

اَيُّوۡدٍ اٰحَدِكُمۡ اَنْ تَكُوۡنَ لَهُ جَنَّةٌ

مِنْ نَخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ (۱۵)
کیا تم میں سے کوئی یہ بات پسند کرتا ہے کہ اس کا
کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو۔

۲- لَيْسَتْ: عجمہ (کھجور کی ایک عمدہ قسم) کے علاوہ ہر قسم کی کھجور کا درخت اور اس کا پھل (منجد فہرست ۱۱۶) ارشاد باری ہے:

مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لَيْسَةٍ أَوْ نَرْتَهِنَّ فَلَا عَلَيْهَا إِذْنٌ لِلَّهِ (۵۱) عجمہ کے پھل کاٹنے یا انہیں اپنی جڑوں سے کاٹنے سے منع ہے۔

۳- رُطَبٌ: یعنی تر و تازہ کھجور (پھل) (۴۶) ارشاد باری ہے:

تُسَقِّطُ عَلَيْكَ رُطَبًا حَتَّىٰ (۱۵) تر و تازہ کھجوریں تم پر بھڑکیں گی۔

۳۷- کھڑا کرنا۔ ہونا

کے لیے قَامٌ اور آقَامٌ (قوم)، وَقِفٌ، نَتَقٌ، نَشْرٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- قَامٌ: یعنی کھڑا ہوا (ضد جلس اور قَعْدٌ) معروف لفظ ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كَسَالَى (۲۱) نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو ڈھیلے ڈھیلے اور سست کھڑے ہوتے ہیں۔

اور آقَامٌ یعنی کھڑا کرنا کھڑا کر دینا۔ قَامٌ کرنا۔ سیدھا کھڑا کر دینا۔ پڑی چیز کو راستی سمت میں کر دینا۔ (۱) ارشاد باری ہے:

فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْتَقِصَ فَاَقَامَهُ (۱۵) پھر ان دونوں نے ایک دیوار دیکھی جو گرا جا رہی تھی تو خضر نے اسے سیدھا کر دیا۔

۲- وَقِفٌ: یعنی کام کرتے کرتے یا چلتے چلتے کچھ وقت کے لیے رُک جانا۔ بے حس و حرکت کھڑا ہونا۔ (۲) ق- ٹھہر جانا اور ٹھہر لینا متعدی و لازم دونوں طرح آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

لَا تَسْرِعُوا بِالْأَمْرِ فَيَكْفُرُوا بِكُم مِّنْهُ وَلِيَسِفِّتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ (۱۱) لازم، و لَوْ تَسْرِعُوا لَأَذَىٰ لَّكُمْ وَلِيَسِفِّتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ (۱۱) اور کاش تم انہیں (اس وقت) دیکھو جب یہ اپنے پروردگار کے رُبرو کھڑے کیے جائیں گے۔

(۲) متعدی، وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْرُورُونَ اور انہیں ٹھہرائے رکھو کہ ان سے (کچھ) پوچھنا ہے۔

(۲۴)

۳- نَتَقٌ: یعنی ہلانا۔ بلند کرنا۔ پھیلانا۔ (منجد) اور کبھی کسی چیز کو کھینچ کر ڈھیلہ کر دینا (مفت) اور کبھی کسی چیز کو اتنے زور سے ہلانا کہ وہ اپنی جڑ پر تو قائم رہے مگر ایک طرف جھک جائے (۱) پنجابی میں اس مفہوم کے لیے 'الارنا' مخصوص لفظ ہے جو اس کا صحیح مفہوم ادا کرتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوَاقَهُمْ كَأَنَّهُمْ كَالْعِظَّةِ وَالنَّجْوَىٰ (۱۱) اور جب ہم نے ان (کے سروں) پر پہاڑ اٹھا کر کھڑا کیا تو گویا وہ سانبان تھا اور انہیں یقین ہو گیا کہ وہ ان پر

گرنے کو ہے۔

۴- نَشْرٌ: یعنی اٹھ کھڑا ہونا۔ نَشْرُ الرَّجُلِ بَوَّادِيٌّ بِيْطَا هُوَ اتَّاهُوهُ اُتَّهَ كُفْرًا هُوَا۔ اور نَشْرٌ عَنْ مَكَانٍ

یعنی اپنی جگہ سے اٹھا اور چل دیا۔ م۔ ق) ارشاد باری ہے:
 وَذَاقُوا قَيْلَ الشُّرُوقِ وَالْأَشْرُوقِ (۱۱۱) اور جب کہا جائے اٹھ جاؤ تو اٹھ کر چل دو۔
 حاصل؛ (۱) قام؛ (ضد قدم اور جلس) کھڑا ہونے کے لیے عام لفظ۔ اور اقام کسی چیز کو راسی سمت میں کھڑا
 کرنا۔ قائم کرنا۔

(۲) وَقَفَ؛ بے حس و حرکت کھڑا کرنا یا ہونا۔ چلتے چلتے یا کام کرتے تھوڑی دیر تک رُک جانا۔ ٹھہر جانا۔
 (۳) فَتَقَّ؛ کسی چیز کو الٹا دینا۔

(۴) فَتَشَّنَّ؛ بمعنی اٹھ کھڑے ہونا اور چل دینا۔ اٹھ جانا۔
 کھلا میدان کے لیے دیکھیے ”زمین اور اس کی اقسام“

۳۸ — کھولنا

کے لیے آنی اور عَلِيٌّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- آنی۔ یانی؛ بمعنی پانی وغیرہ حرارت میں اپنی انتہا کو پہنچ گیا (مف۔ م۔ ل) یعنی کسی مانع چیز سے
 شدت حرارت سے کھولنے لگنا۔ قرآن میں ہے؛
 بَسَّتْ مِنْ عَيْنِ ابْنَيْهِ (۸۸) اسے کھولتے چشمے سے پانی پلایا جائے گا۔

۲- عَلِيٌّ؛ شدت حرارت کی وجہ سے پانی کھولنا اور اوپر کو ابھرنا۔ اُبال آنا۔ غلی القدر بمعنی ہانڈی میں
 اُبال آنا اور ہانڈی کی اشارہ کا ابھرنا (مف) ارشاد باری ہے؛
 يَغْلِي فِي الْبُطُونِ كَغَلَى الْحَمِيمِ (۲۳) وہ پٹوں میں یوں کھولے گا جیسے گرم پانی کھولتا ہے۔

۳۹ — کھولنا

کے لیے بَسَّطَ، فَتَمَّحَ، حَلَّ، شَرَّحَ، كَشَفَ، فَتَشَّطَّ، فَجَرَّحَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
 ۱- بَسَّطَ؛ بمعنی کسی چیز کو کھولنا اور پھیلانا (ضد قبض اور قدر) کسی چیز کو پھیلانا اور توسیع کرنا۔ کشادہ
 کرنا (مف) ارشاد باری ہے؛

اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَ
 يَقْدِرُ (۲۴) اے جس کا چاہتا ترقی کھلا کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا
 ہے تنگ کر دیتا ہے۔

۲- فَتَمَّحَ؛ کسی پیچیدہ معاملہ کی پیچیدگی دور کرنا (ضد اخلاق) بندھا ہوا سامان کھولنا (مف)
 ارشاد باری ہے؛

وَلَمَّا فَتَمَّحُوا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوا بِضَاعَهُمْ
 رَدَّتْ إِلَيْهِمْ (۲۵) دیکھا کہ ان کی نقدی انھیں واپس کر دی گئی ہے۔

۳- حَلَّ (العقدة) یعنی گرہ کھولنا۔ عقدہ کشائی کرنا۔ مشکل حل کر دینا (م۔ ل) منجد) اربابِ عقل و عقدہ

مشہور لفظ ہے۔

وَأَحَلَّ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِي يَنْفَعُهُمْ
اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات
سُئِلَ سَمِعُوا
سُئِلَ سَمِعُوا
سُئِلَ سَمِعُوا

۳۔ شَرَحَ: یعنی مشکل کلام کے معنی کھولنا (مفت) اور ان الفاظ کے نزدیک شرح میں دو باتیں بنیادی ہیں۔ (۱) فتح کھولنا اور (۲) بیان (وضاحت) (م۔ ل) اور شرح صدر یعنی سینہ کو کھولنا یعنی کسی مشکل اور پیچیدہ معاملہ کا سمجھ میں آجانا۔ قرآن میں ہے:

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَتَسِّرْ لِي
اُمُورِي (۱۳۵)
اُمُورِي (۱۳۵)

۵۔ كَشَفَ: کھولنا اور پرے ہٹا دینا۔ بے نقاب کرنا۔ ایک چیز سے دوسری چیز کو ہٹا دینا۔ اور پہلی چیز کا نمایاں اور ظاہر ہونا۔ ارشاد باری ہے:

فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ
عَنْ سَائِقَهَا (۲۶)
عَنْ سَائِقَهَا (۲۶)

۶۔ نَشَطَ: لغت اضداد سے ہے۔ نَشَطَ الْحَبْلُ: یعنی رسی کو گرہ لگانا۔ اور نَشَطَ الْعُقْدَةَ: یعنی گرہ کو مضبوط کیا۔ اور النشوط یعنی آسانی سے کھل جانے والی گرہ (منجد) اور النشط یعنی آسانی سے کھل جانے والی گرہ۔ اور نَشَطَ: یعنی گرہ کھولنا (مفت) گویا یہ لفظ حَلَّ سے اخذ ہے۔ جو معنی حل العقدہ کے ہیں وہی معنی نشط کے ہیں۔ یعنی گرہ کھولنا۔ جوڑ بند ڈھیلا کرنا۔ گرہ کو ڈھیلا کرنا۔ وغیرہ۔ قرآن میں ہے:

وَالَّذِي عَمِلَ عَمَلًا مِّثْلَ
النُّشُوطِ نَشَطًا
النُّشُوطِ نَشَطًا
النُّشُوطِ نَشَطًا

۷۔ فَرَجَ: فرج میں کشادگی کا تصور پایا جاتا ہے۔ فَرَجَ: یعنی کھولنا۔ کشادہ کرنا۔ کھلا کرنا۔ فراخ کرنا۔ مزید تفصیل شکاف میں دیکھیے (ارشاد باری ہے:

وَإِذَا السَّمَاءُ فُرِجَتْ (۹)
وَإِذَا السَّمَاءُ فُرِجَتْ (۹)

ماحصل (۱) بَسَطَ: کھولنا اور پھیلانا۔ (۵) كَشَفَ: ایک چیز کو ہٹا کر دوسری کو بے نقاب کرنا۔ (۲) فَتَحَ: بند سامان یا پیچیدہ معاملہ کا کھولنا۔ (۶) نَشَطَ: گرہ یا جوڑ بند وغیرہ ڈھیلا کرنا۔ (۳) حَلَّ: (العقدہ) گرہ کھولنا۔ (۷) فَرَجَ: کھولنا اور کشادہ کرنا۔ کھلا کرنا۔ (۴) شرح: مشکل کلام کے معانی کھولنا۔

۴۱۔ کھینتی باٹری کرنا

کے لیے حَرَوْتُ، زَمَعْتُ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱- حَرَتْ: بمعنی زمین میں ہل چلا کر اس میں بیج بونا اور کھیتی باڑی کے لیے تیار کرنا (مفت) اور مَحْرَتْ (ج محارث) بمعنی زمین جو تنے کے اوزار ہل وغیرہ (م-ق) لیکن بعض دفعہ کھیتی کو بھی حَرَتْ کہہ دیا جاتا ہے (مفت) ارشاد باری ہے:

أِنَّا عِذُّوْكَ عَلٰی حَرْثِكَ اِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ﴿۳۳﴾

۲- زَمَعٌ: کے اصل معنی اِنْبَات یا اگانا ہے۔ اور اس (زمین) میں بیج اگنا کو پانی سے سیراب کرنا اور مناسب دیکھ بھال کرنا بھی شامل ہے۔ اس کو اگانے کی نسبت مجازاً انسان کی طرف ہوتی ہے کیونکہ وہ دیکھ بھال کے فرائض سرانجام دیتا ہے ورنہ حقیقت میں کھیتی اگانا تو اللہ ہی کا کام ہے (مفت) ارشاد باری ہے:

اَقْوَمَ يَتَمَّ مَا تَحْرَثُوْنَ ؕ اَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَ لَهُ اَمْ نَحْنُ الزَّارِعُوْنَ۔

یا ہم اگاتے ہیں؛

(۶۳-۶۴)

ماصل: (۱) حَرَتْ بمعنی ہل جوتنا اور بیج بونا (۲) زَمَعٌ بمعنی بیج بونے کے بعد سے سیراب کرنا اور مناسب دیکھ بھال کرنا۔

۴۱۔ کھینچنا

کے لیے مَدَّ، جَعَّ، اِصْطَقَ، سَخَّ، نَزَعَ اور سَفَعٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
۱- مَدَّ: بمعنی کسی چیز کو کھینچ کر لمبا یا وراز کرنا اور پھیلا دینا (مفت) اس طرح کہ اتصال قائم رہے (م-ل) اور مدت بمعنی زمانہ کی لمبائی۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا تَحْوَانَهُمْ مِّمْدَ وَهُمْ فِي الْغَيْثِ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ﴿۶۳﴾

اور مَدَّ تا کید مزید کے طور پر آتا ہے جیسے فرمایا: فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴿۶۴﴾ لمبے لمبے ستونوں میں۔

۲- جَعَّ: بمعنی کھینچنا اور گھسٹنا (م-ل) زمین پر کھینچنا۔ اور جَعَّ جَعَّارٌ بمعنی بہت بڑا لشکر جو وسیع رقبے میں پھیلا ہوا آگے کو بڑھتا ہے جسے کھچا پھلا آ رہا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَآخِذْ بِرَأْسِ اَحْيَبِہٖ يَجْزُوْهُ اِلَيْہٖ ﴿۶۵﴾

اور موٹائی نے اپنے بھائی کا سر پکڑ لیا اور اسے اپنی طرف کھینچ لگا۔

۳- اِصْطَقَ: کسی کو جبراً کسی کام کی طرف کھینچنا۔ مجبور و بے بس کر کے کام پر کھینچ لانا (م-ل) ارشاد باری ہے:

وَمَنْ كَفَرَ فَاَمْتَعْنٰہٗ وَّلِيْلًا ثُمَّ اِصْطَقُوْہٗ

اور جو کوئی کفر کرے تو میں اسے تھوڑا سا فائدہ (دنوی زندگی میں) دوں گا۔ پھر اسے آگ کے عذاب کی طرف کھینچوں گا۔

اِلَى عَذَابِ النَّارِ ﴿۶۶﴾

۴۔ سَلَخَ: کسی جاندار کی کھال کھینچ کر اتارنا (مفت) سانپ کی کھلی اتارنا۔ اور ابن فارس کے الفاظ میں جلد پر سے کوئی شے نکالنا (م۔ل) اور سَلَخَتِ الشَّهْرَ بِمَعْنَى مَعِينِے کا آخری دن ہو جانا (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

وَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَلْبَسُوا لِبَاسًا مِّنَ الْبَلَدِ الْمُجْرَمِ ۚ إِنَّهُ سَأَلِبْسُهُمْ جَنَّةً لَا يُصْرَبُونَ بِمَبْعُوثِهِمْ فِيهَا ۚ إِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ﴿۲۶۲﴾

۵۔ نَزَعَ: بمعنی کسی چیز کو اس کی قرار گاہ سے کھینچنا (مفت) جیسے جسم سے رُوح کو نکالنا کھینچ کر کوئی چیز نکال لینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِّمَّا كَفَبُوا ۚ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۲۶۳﴾

۶۔ سَفَعٌ: بمعنی گھوڑے کے پیشانی کے بالوں کو پکڑ کر کھینچنا (مفت) ارشادِ باری ہے:

لَئِن لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ﴿۲۶۴﴾

اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اسے پیشانی کے بالوں سے کھینچیں گے۔

مآصل: (۱) مَدَّ: کھینچنا اور پھیلانا۔ لمبا کرنا کہ

طرف لانا۔

(۲) سَلَخَ: جلد سے کھال کھینچنا۔

چیرہ متصل ہی ہے۔

(۳) جَعَدَ: کسی کو زمین پر کھینچنا اور گھسیٹنا۔

(۴) نَزَعَ: کسی چیز کو اس کی قرار گاہ سے کھینچنا۔

(۵) سَفَعٌ (بالناصیة): پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر کھینچنا۔

(۶) اضطر: قرا اور چیرہ کسی کو کھینچ کر کسی کام کی

۲۲۔ کھیلنا

کے لیے لَعَبٌ، لُحْمِي (لُحْمُو) اور عَبَثٌ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ لَعَبٌ: بمعنی کھیلنا۔ تفریح کی خاطر کوئی کام کرنا۔ ایسا کام کرنا جس پر کوئی فائدہ مرتب نہ ہو۔ اور لُحْمِي بمعنی کھیل کھیل کی باری جس سے کھیلنا جاتے۔ اور لاعب اور لُحْمِي بمعنی کھلاڑی۔ اور ملاعب

معنی کھیل کا ساتھی (مخبر) قرآن میں ہے:

فَذَرَهُمْ خَوْضًا وَيُلْعَبُونَ حَتَّىٰ

يُلْعَبُوا يَوْمَئِذٍ ۚ الَّذِي يُوْعَدُونَ ﴿۸۳﴾

۲۔ لُحْمِي: بمعنی تماشاً اور ہر وہ کام جو تفریح طبع کے لیے کیا جائے۔ اور یہ لَعَبٌ سے اہم ہے۔ لُحْمِي میں

کھیلنا بھی شامل ہے۔ اور کھیل کو دیکھنا یا تماشاً کرنا یا دیکھنا وغیرہ سب شامل ہے۔ یعنی ہر وہ کام جو با مقصد کاموں سے تو بہرہ مند رکھے اور دل لگی کا باعث ہو وہ لُحْمِي ہے۔ اور لُحْمِي بمعنی ایسے

دل لگی کے کاموں کا اصل مقصد کے کاموں سے غافل کر دینا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا الْحَيٰوةُ اِلَّا لُحْمٌ مِّمَّا لُحْمُو

اور دُنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور تماشاً ہے۔

(۳۲)

۳۔ عَبَثٌ، یہ لہو سے بھی اعم ہے یعنی کام تو بامقصد کیا جائے۔ لیکن اس کو کھیل کو سمجھ کر ہی کیا جائے۔ اور اس آمیزش سے اس کام کو بے مقصد اور بے نتیجہ بنا دیا جائے (معن) اور عَبَثٌ بمعنی کھیل کو دکرنا بھی ہے اور ایک چیز میں دوسری کو ملانا بھی عَبَثٌ الشَّيْءُ بِالشَّيْءِ بمعنی ایک چیز کو دوسری میں ملا دینا۔ اور عَبَثٌ بمعنی مذاق کرنا کھیل کو دکرنا (مخبر) ارشاد باری ہے:

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا۔ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا ہے۔ (جاندھری) (۲۲/۱۱۵)

تمہیں پیدا کیا کھیلنے کو (عثمانی)

محصل (۱) لَعِبٌ بمعنی کھیلنا۔ (۳) عَبَثٌ: بے مقصد کام کرنا یا بامقصد کام میں کھیل کو ملا کر (۲) لہوئی: لہو اعم ہے ہرگزہ کام جو اصل مقصد سے غافل ہے۔ اسے بے فائدہ بنا دینا۔

۳۳۔ کیا؟

کے لیے ھَلَّ، ھَلَّلَ (حروف) اور مَا (اسم) اور مَا ذَلَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ھَلَّ: کیا "کے معنوں میں اس حرف کا استعمال عام ہے۔ اسم، فعل، حرف۔ سب پر داخل ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

(۱) أَفَأَيْنَ مَاتَ أَوْ قُتِلَ (۲۳)

(۲) ۡ أَنْتَ فَعَلْتَ هَذَا (۲۱)

۲۔ ھَلَّ، حرف استفہام۔ اسم اور فعل پر داخل ہوتا ہے۔ حرف پر نہیں ہوتا۔ قرآن میں ہے:

ھَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ (۳۱) کیا بینا اور نابینا برابر ہو سکتے ہیں۔

۳۔ مَا، (اسم) استفہامیہ، صرف غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

مَا هَذِهِ الْعُمَّاتُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عُرْفُونَ (۲۱)

۴۔ مَا ذَا، مَا اسیم استفہامیہ کے ساتھ ذَا کے اضافہ سے اس کے معنوں میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔

"کیا اور کونسا دونوں مفہوم ادا کرتا ہے۔ نیز ذوی العقول کے لیے بھی آسکتا ہے۔ قرآن میں ہے:

(۱) يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ (۲۱۹)

(۲) مَاذَا أَجَبْتُمْ السُّرَّالِينَ (۲۸)

وہ آپ پر پوچھتے ہیں کہ کیا (یعنی کونسا مال) خرچہ کویں۔ تم نے لوگوں کو کیا جواب دیا؟

۳۴۔ کیسے؟

کے لیے كَيْفَ اور اُنَّی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ كَيْفَ: کسی چیز کی کیفیت اور ماہیت پوچھنے کے لیے آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ (۸۸)

کیا لوگ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے
(عجیب) پیدا کیا گیا ہے؟

۲۔ اُنہی کسی کام کی وجہ پوچھنے کے لیے آئے ہیں۔ کیونکہ۔ جیسے قرآن میں ہے،
أَلَمْ يَكُنْ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا لَمَّا هُوَ يَلْعَبُ (۲۶)

ہم پر بادشاہی کا حق کیسے ہو سکتا ہے؟

۲۵۔ کیوں۔ کیوں نہ

کے لیے لِمَ، لَوْلَا اور لَوْمًا کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ لِمَ: معنی کیوں۔ کس لیے۔ جیسے فرمایا:

رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْ اَنْعٰمِيْ (۲۱۵)

۲۔ لَوْلَا: معنی کیوں نہ۔ ہلا کے معنی میں تو نیرخ اور تخصیص کے لیے آتا ہے اور اس کے بعد متصلاً فعل کا
آنا ضروری ہے۔

تخصیص کی صورت میں فعل مضارع کے ساتھ خاص ہوتا ہے جیسے:

لَوْلَا تَسْتَغْفِرُونَ اللّٰهَ (۲۶)

تم اللہ سے بخشش کیوں نہیں مانگتے۔

اور تو نیرخ کی صورت میں فعل ماضی کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔ جیسے:

لَوْلَا جَاءُوْا عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةٍ شٰهَدٰٓءٍ۔ (۲۲)

وہ اس بات پر چار گواہ کیوں نہ لائے؟

۳۔ لَوْمًا: حرف تخصیص ہے۔ اور مضارع پر داخل ہو کر لَوْلَا کے معنی دیتا ہے۔ قرآن میں ہے:

لَوْ مَا تَاْتٰنِيْۤ اِیۡتًاۙ بِالْمَلٰٓئِكَةِ (۱۵)

تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لے آتا۔

ک

ا۔ گاڑنا

کے لیے نَصَب، اَرْتَسِي (رسو)، دَسَّ اور وَاَدَّ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
 ۱۔ نَصَب، بمعنی کسی چیز کو کھڑا کرنا اور گاڑنا۔ اس طرح کہ اس کا کچھ حصہ زمین کے اندر ہو اور زیادہ باہر رہے اور سمت میں جو جیسے زمین میں جھنڈا یا نیزہ گاڑنا یا عمارت یا پتھر کو کھڑا کرنے پر نصب کا لفظ بولا جاتا ہے (م۔ ل۔ مفت) اور نصب اس بت کو بھی کہتے ہیں جو کسی جگہ فٹ کر دیا گیا ہو۔
 (ج انصاب اور نَصَب) ارشادِ باری ہے،

وَالَّذِي الْجِبَالُ كَيْفَ نُصِبَتْ (۱۶۹) (کیا وہ دیکھتے نہیں کہ پہاڑ کس طرح گاڑ دیے گئے ہیں؟
 دوسرے مقام پر فرمایا،

وَمَا دُبِحَ عَلَى النُّصَبِ (۵) اور وہ جانور (بھی تم پر حرام ہے) جو تھانوں پر نچر کیا جائے۔
 ۲۔ اَرْتَسِي، رسو بمعنی ثابت و استوار ہونا۔ اور اَرْتَسِي بمعنی کسی چیز کو زمین میں اس طرح گاڑنا کہ اس کا زیادہ حصہ زمین کے اندر ہو اور تھوڑا باہر کہتے ہیں، رَسَا الْوَتِدَ فِي الْأَرْضِ بمعنی کھونٹے کو زمین میں گاڑنا یا ٹھونک دیا، مَعْبَدٌ اور رَاسِيَةٌ بمعنی پہاڑ اور اس کی جمع سَمَاسِيٌّ ہے۔ رَاسِيَةٌ ایسے پہاڑوں کو کہتے ہیں جو زمین پر دور دراز رقبہ میں پھیلے ہوں کہ ان کا زیادہ حصہ زیر زمین ہی ہوتا ہے۔ اور سَمَاسِيٌّ بمعنی سلسلہ ہائے کوہ۔ اور پہاڑ کے گاڑنے کے لیے اللہ نے نصب اور رسو دونوں الفاظ استعمال فرمائے
 ارشادِ باری ہے،

وَالَّذِي الْجِبَالُ أَرْسَاهَا (۳۹) اور اس (زمین) میں پہاڑوں کو گاڑ دیا۔

نیز فرمایا،

هُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا سَمَاوِيًّا وَآرْتَسَا (۳) اور وہی تو ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور نہریں بنائیں۔

۳۔ دَسَّ، بمعنی کسی چیز کو مٹی میں چھپا کر گم کر دینا (م۔ ق) اور بمعنی ایک چیز کو دوسری چیز میں زبردستی داخل کرنا (مفت) اور بمعنی کسی شے کو مٹی کے نیچے چھپانا۔ و حَفَسَا نَا۔ اور دَسَّ حَكِيْمَةً بمعنی سازش کرنا۔
 خفیہ حیلہ کرنا (مخبر قرآن میں ہے،

(۱) وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَمَهَا (۹۱) اور جس نے اسے (نفس) کو خاک آلود کیا وہ نامراد ہوا۔

(۲) أَيْنِسِكُهُ عَلَى هَوْنٍ أَمْرٍ سُدَّ فِي التُّرَابِ (۱۶) یا تو بے عزتی اور خفقت برداشت کر کے اپنے پاس رہنے دے یا پھر زمین میں گاڑ دے۔

۴- وَادٌ: کبھی زندہ کو مٹی کے بوجھ تلے دبا دینا (م۔ ل) زندہ درگور کرنا۔ یہ دَسَمَ سے انحصار ہے۔ ارشاد باری ہے: وَإِذَا الْمَوْءِدَةُ سُكِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ (۹۱) اور جب زندہ درگور لڑکی سے پوچھا جائے کہ وہ کس جرم کی پاداش میں ماری گئی تھی۔

حاصل (۱) نَصَبٌ: جھنڈے کی طرح گاڑنا۔ تھوڑا حصہ زمین میں باقی سیدھا اوپر۔

(۲) اَدَسِيٌّ: کھونٹے کی طرح ٹھونکنا۔ زمین کے اندر زیادہ چھتہ۔

(۳) دَسَمَ: کسی چیز کو زیر زمین دبا دینا۔ یا گاڑ دینا۔

(۴) وَادٌ: کسی جاندار کو زمین میں دبا دینا۔

گرد و غبار کے لیے دیکھیے ”غبار“

۳- گردش (زمانہ کی)

کے لیے سَرِيْبٌ (المنون)، دَائِرَةٌ (دور)، دَوْلَةٌ اور دَاوِلٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- سَرِيْبٌ (المنون) رِيْبٌ بمعنی شک اور غلبان۔ اضطراب (فصیل شک و شبہ میں دیکھیے) تہمت گردش۔ اور مَحِيٌّ بمعنی آزمانا۔ بتلا کرنا۔ نیز مَهِنِيَّةٌ بمعنی موت۔ قصد۔ تقدیر الہی۔ اور مَهِنِيَّةٌ کی جمع مَهَانِيَا اور مَهْوُنٌ آتی ہے (منجد) اور سَرِيْبٌ اَلْمَهْوُنُ محاوراً اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کوئی شخص دوسرے کے بڑے انجام کا منتظر ہو۔ اور اس کا ترجمہ زمانہ کی گردش (حوادثِ زمانہ) سے کیا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

أَمْرٌ يُؤْتُونَ شَأْرَهُ تَتَرْتَضُونَ بِهِ سَرِيْبٌ أَلْمَهْوُنِ (۵۲) یا کافر کہتے ہیں کہ یشاعر ہے اور ہم اس کے حق میں زمانے کا حادثہ کا انتظار کر رہے ہیں۔

۲- دَائِرَةٌ، دَاوِلٌ بمعنی گھومنا۔ چکر کاٹنا۔ اور دَائِرَةٌ ایک تو معروف معنوں میں استعمال ہوتا ہے علم ہندسہ کی اصطلاح میں ایسا گول اور مستوی خط جس کا فاصلہ ہر مقام پر یکساں ہو۔ اور معنی گردش ایام۔ زمانہ کی آفتیں اور مصیبتیں منجما ہے۔ گویا یہ لفظ بھی بڑے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے یعنی کسی پر مصائب و شدائد کے نزول کی انتظار (ج دوائی) ارشاد باری ہے:

وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَيَتَرْتَضِ بِكُمْ الدَّوَائِرَ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السُّوءِ (۹۸) اور بعض دیہاتی ایسے ہیں کہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں اور تمہارے حق میں زمانہ کی گردشوں کے منتظر ہیں۔ زمانہ کی گردش انہی پر (واقع ہو)۔

۳- دَوْلَةٌ اور دَوْلَةٌ واوہ کے برعکس اچھے معنوں میں استعمال ہوتا ہے (صفت) دال الزمان بمعنی زمانہ کا

ایک حال سے دوسرے حال کی طرف پھرنا (منجد) رُوبے پیسے کی گردش، خوشحالی کے ایام اور اُن کی انتظار کے لیے آتا ہے۔ رُے کے مال کی تقسیم اور مستحقین کی تفصیل بتلانے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

كُلٌّ لَا يَكُونُ رُوْلَةً بَيْنَ الْأَعْيُنِ ۖ
 مِنْكُمْ (۵۹)

(یہ مال و دولت) نہ پھرتا رہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَتِلْكَ الْآيَاتُ مُتَكَوِّنَاتٌ لِّتُبَيِّنَ لِّلنَّاسِ ۙ

اور یہ دن ہیں کہ ہم ان کو لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں۔

حاصل: مہایب المنون اور دائرۃ میں فرق یہ ہے کہ ریب المنون کسی کھلاکت اور سخت شدائد کے لیے آتا ہے جبکہ دائرۃ میں اتنی شدت نہیں پائی جاتی اور رُوْلۃ اچھے ایام کی طرف گردش کے لیے مستعمل ہے

۳۔ گردن

کے لیے وُوقِ، حَیْثُ، رَقَبۃ اور وَتَّيْنِ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- عُنُقُ، گردن یا گلا۔ مشہور عضو انسانی۔ اس کا استعمال عام ہے۔ (جِ اعْتَاقُ) ارشاد باری ہے:

وَكُلُّ اَنْسَانٍ اَلزَّمِنَةُ طَارِئَةٌ فِيْ
 عُنُقِهِ (۱۳۶)

اور ہم نے ہر انسان کا اجماع اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے۔

۲- حَیْثُ: تیلی اور بی گردن (ف ل ۱۱۰) ہرن کی طرح کی خوبصورت گردن۔ قرآن میں ہے:

وَاَمْرَاَتُهُ حَمَالَةٌ اَلْحَطْبِ فِيْ
 حَیْثُ مَا حَبَلٌ مِّنْ قَسَدٍ (۱۳۳)

اور اس (البولب) کی بیوی ایندھن اٹھائے پھرتی ہے۔ اس کی گردن میں سوخ کی رسی ہوگی۔

۳- رَقَبۃ: یعنی گردن یا اس کے پیچھے کا حصہ (گڈی) اور رَقَبۃ بمعنی کسی کے گلے میں رسی یا پھندا ڈالنا نگرانی اور نگہبانی کرنا۔ اور اہل عرب عموماً جزء اشرف بول کر گلے مراد لیتے ہیں۔ اسی طرح رَقَبۃ سے مراد غلام لیا جاتا ہے کیونکہ اس کے گلے میں غلامی کا پھندا ہوتا ہے ج رِقَاب (منجد صفت) اور

تحریر رَقَبۃ بمعنی گردن کو پھندے سے آزاد کرنا۔ یعنی غلام آزاد کرنا۔ ارشاد باری ہے:

وَمَا اَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ فَكَّرَقَبۃ۔ اور آپ کیا جانیں کہ وہ گھاٹی کیا ہے۔ وہ ہے کسی

(کی گردن) کا چھڑانا۔ (۹۳)

۴- وَتَّيْنِ: بمعنی رگ گردن۔ دل سے سر کو جانے والی شاہ رگ (ف ل ۱۱۴) گردن کی دُہ جانب جدھر

شاہ رگ ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

لَا تَحْذَرُنَّ اَمْنًا بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا

ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر اس کی رگ گردن کاٹ

ڈالتے۔ (جان مہرئی) گردن (عثمانی)

مِنْهُ اَلْوَتَّيْنِ (۱۳۹)

(۳) رَقَبۃ: گردن اور اس کا پھیلا حصہ۔ گڈی۔ غلامی کا پھندا

حاصل: (۱۱۱) عُنُقُ: گردن کے لیے عام لفظ۔

(۴) وَتَّيْنِ: گردن کا سامنے کا حصہ جہاں شاہ رگ ہوتی ہے۔

(۲) حَیْثُ: لمبی اور خوبصورت گردن۔

پر ہوتا ہے۔ اور سحر و سحر یعنی تیش۔ (نیز دیکھیے دھوپ) قرآن میں ہے:

وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ قُلْ سَأُرِيكُمْ آيَاتِي وَسَأُنذِرَنَّكُمْ أَنْذَارًا يُرَىٰ ۚ
جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا (۹۱)

ان سے کہہ دو کہ جہنم کی آگ اس سے بھی کہیں سخت ہے

۳۔ حتم) یہ دونوں الفاظ اتنے قریب المعنی ہیں کہ ان میں امتیاز کرنا مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل لغت
۴۔ حسی) ان دونوں کے مشتقات دونوں مادوں کے تحت لے آتے ہیں۔ گرمی حاصل ہونے کے

ذرائع چار ہیں۔ آگ، دھوپ، مادی ذرائع ہیں۔ اور جذبات کی گرمی اور حرارت غریزی معنوی۔ ان
چاروں ذرائع میں یہ دونوں مادے استعمال ہوتے ہیں۔ فرق اگر ہے تو یہ کہ حتم بطور متعدی استعمال
ہوتا ہے اور حسی بطور لازم آتا ہے۔ لیکن جب صیغہ مجہول استعمال ہوتا ہے تو پھر ہم معنی ہو جاتے
ہیں۔ مثلاً حَمَّ الْمَاءُ یعنی پانی گرم کرنا ہے۔ اور حَمَّ الرَّجُلُ یعنی آدمی کو بخار ہو گیا۔ اور حَمَّ
یعنی بخار۔ دونوں مادوں کے تحت اہل لغت نے درج کیا ہے۔ اور حَمَّ التَّنُورِ یعنی تنور
گرم کیا۔ اور حَمَّ النَّارِ یعنی آگ بھڑک اٹھی۔ اور حَمَّ يَمِينٍ یعنی گرم پانی بھی اور حَمَّ الْيَمِينِ یعنی

۴۔ منجہ اور یعنی گرم جو شس دوست یا رشتہ دار بھی۔ اس کا تعلق جذبات سے ہے۔ اور حَمَّ
الظَّهِيرَةِ یعنی دوپہر کے وقت شدت کی گرمی۔ اور حَمَّ يَمِينٍ یعنی گرم پانی کا چشمہ۔ اور حَمَّ يَمِينٍ
کوئلہ۔ راکھ یا آگ میں جلی ہوئی ہر شے۔ اور حمام یعنی گرم پانی سے غسل کرنے کی جگہ (مفت۔ منجہ)
اب ان کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

(۱) لَقَدْ شَرِبْتُ مِنْ حَمِيمٍ وَعَدَا بِي
الْحَمِيمُ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ (۶)

(۲) وَلَا يَسْئَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا (۶)

(۳) وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَ نَارٌ حَامِيَةٌ

(۱۱-۱۱)

(۴) إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ
الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ (۲۸)

۵۔ سَقَرٌ: یعنی آگ یا دھوپ کا مجلس دینا۔ سَقَرْتُهُ الشَّمْسُ یعنی دھوپ نے اُسے مجلس دیا۔ پھر یہ
لفظ جہنم کا علم بن گیا ہے (مفت) ارشاد باری ہے:

ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ (۵۴)

اب آگ کا مزہ چکھو۔

۶۔ سَمُومٌ: سَمٌّ یعنی تنگ سوراخ جیسے سوئی کا ناگہ یا کان یا ناک کا سوراخ۔ نیز سَمٌّ یعنی
زہر قاتل۔ اور سَمُومٌ یعنی ٹو اور گرم ہوا جو زہر کی طرح بدن کے اندر تک سرایت کر جائے۔ ارشاد
باری ہے:

فَمَنْ آتَاهُ اللَّهُ عَلَيْهِ نَارٌ وَقَانَا عَذَابَ

تو اللہ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں گرم عذاب سے

السَّمُومُ (۵۲)

بچایا۔

- ۱- (۵) سَقْرٌ: دوزخ۔ تپش کا جسم کو مجلس ڈالنا۔
 (۶) سَمُومٌ: سخت گرم ہوا جو بدن میں سداہت کر جائے۔
 (۲) حَقٌّ: حرارت۔ سورج کی تپش۔
 (۳) حَقٌّ: ہم معنی ہیں اور گرمی اور گرمجوشی میں
 (۴) حَمَى: ہر طرح سے استعمال ہوتے ہیں۔

۶۔ گرمی حاصل کرنا

کے لیے دَفٌّ اور اِصْطَلَى کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

- ۱- دَفٌّ: دَفِيَ (مِنَ الْبَرْدِ) یعنی گرم ہونا۔ گرمی پانا یا گرمی محسوس کرنا۔ ٹھنڈک سے بچنا اور گرم ہونا۔ (پنجابی لکھا ہونا) اور دَفًّا یعنی گرم کرنا۔ اور آدْفًا یعنی گرم کپڑا پہننا۔ اور دَفٌّ یعنی سخت گرمی بھی اور گرمی حاصل کرنے کا سامان بھی۔ اور اَلدَّفَاءُ یعنی گرم کپڑے گرمی حاصل کرنے کا سامان۔
 (منجد) ارشاد باری ہے:

وَالْاِنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دَفٌّ وَ
 مَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ (۱۶)

اور چار پاؤں کو بھی اسی نے پیدا کیا۔ ان میں تمہارے لیے
 گرمی حاصل کرنے کا سامان اور دوسرے فائدے بھی ہیں۔
 پھر ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو۔

- ۲- اِصْطَلَى: صَلَّى یعنی آگ میں داخل ہونا۔ اور اِصْطَلَى اور صَلَّى یعنی آگ میں داخل کرنا۔ اور
 اِصْطَلَى یعنی آگ سے گرمی حاصل کرنا۔ آگ تاپنا۔ سیکننا اور جسم کو ٹھنڈک سے بچنے کے لیے
 گرم کرنا۔ قرآن میں ہے،

اَوَاثِيكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَعَلَّكُمْ
 تَصْطَلُونَ (۱۷)

ماصل: گرم کپڑوں سے گرمی حاصل کرنے کے لیے دَفًّا اور آگ سے گرمی حاصل کرنے کے لیے اِصْطَلَى
 آتا ہے۔

۷۔ گرنا گرنا

کے لیے سَقَطٌ، حَقٌّ، هَدَمٌ، هَدَّ، انْقَضَ، هَبَطَ، وَقَعَ، هَارَ، انْهَارَ (ہوا، ہوا)
 خوی، وجب، سادی، صَرَعٌ، تَلَّ، نَقَسَ، اَذْرَكَ، انْهَمَرَ، صَبَّ اور سَكَبَ کے الفاظ قرآن کریم
 میں آئے ہیں۔

- ۱- سقط: کسی چیز کا بلندی سے زمین پر گرنا۔ اس کا استعمال عام ہے تاہم اس میں تخفیر کا پہلو پایا جاتا
 ہے۔ جیسے رَجُلٌ سَاقِطٌ یعنی کمینہ آدمی (منجد) قرآن میں ہے:
 وَمَا تَسْقُطُ مِنْ زَرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا (۱۸) اور کوئی پتہ تک نہیں گرتا مگر اللہ اسے جانتا ہے۔

پھر جس طرح یہ لفظ مادی طور پر استعمال ہوتا ہے معنوی طور پر بھی ہوتا ہے ارشادِ باری ہے،
 الْآفِي الْوَيْتِ تَوَسَّقَطُوا (۱۹۹)

اور سَوَقَطَ فِي يَدِهِ بطور محاورہ استعمال ہوتا ہے بمعنی کسی کا نادم و شرمندہ ہونا۔ صرف ضمیر کی
 تبدیلی سے صیغہ بدلتا ہے۔ ارشادِ باری ہے،

وَكَمَا سَقَطَ فِي أَيِّدِهِمْ وَرَأَوْا أَنَّهُمْ
 قَدْ صَلُّوا (۱۴۹)

اور گرانا کے لیے اسَقَطَ استعمال ہو گا۔ قرآن میں ہے،

فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ
 إِنْ كُنْتُمْ مِنَ الصَّادِقِينَ (۲۶)

۲۔ خَوَّ: کسی چیز کا آواز اور اضطراب کے ساتھ گرنا (م۔ ل) یعنی گرتے وقت بے چینی یا لرزش بھی ہو
 اور گرنے پر آواز بھی پیدا ہو اور خوب بمعنی پانی کے گرنے کی یا ٹپکنے کی آواز (م۔ ل) ارشادِ باری ہے،
 فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنَّ أَنْ لَوْكَانُوا
 يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لِمِثْوَفِي الْعَذَابِ
 الْمُهْمِلِينَ (۲۲)

۳۔ هَدَمَ: کسی عمارت یا تعمیر کا گرنام۔ (ل) اور هَدَمَ بمعنی کسی عمارت کو مسمار کرنا۔ گرانا۔ ڈھاوینا۔

انہدام مشہور لفظ ہے جو هَدَمَ کے معنی میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے،
 وَكَوَلَدَ نَعَّ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضَهُمْ
 بِبَعْضٍ هُدًى مَّتَّ صَرَامِعَ وَيَبِغِ
 رَهْبًا تَوِيهًا فَاغَابُوا فِي الْأَرْضِ وَغَيْرَهُ كَرِهَتْ جَابِحَةَ

۴۔ هَدَّ: کسی عمارت وغیرہ کا ٹوٹ کر دھڑام سے زمین پر گرنا جس سے آواز پیدا ہو (م۔ ل) اور بمعنی

شدة الهدم (ن۔ ل) ارشادِ باری ہے،

تَكَادُ السَّمَوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ
 تَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا۔
 قَرِيبٌ هُوَ كَمَا اس افتراسے آسمان پھٹ پڑیں اور
 زمین شقی ہو جائے اور پہاڑ پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں۔

(۱۹)

۵۔ انْقَضَ: کسی عمارت یا دیوار کا ترخ جانا۔ اور گرنے کے قریب ہونا (ن۔ ل) ۲۹۷ قَضَ الْحَاظِطِ

معنی دیوار کو گرایا۔ اور انْقَضَ الْحَاظِطِ بمعنی دیوار پھٹی اور گر پڑی (م۔ ق) ارشادِ باری ہے،

فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ
 يَنْقُصَ فَأَقَامَهُ (۱۸)

۶۔ هَبَطَ: بمعنی گرنا۔ اترنا۔ نکلنا۔ اس لفظ میں قہر اور اضطراب کا پہلو پایا جاتا ہے (م۔ ن) هَبَطَ الثَّمَنُ

معنی قیمت گر گئی۔ هَبَطَ الزَّمَانُ زمانہ نے اسے امیر سے غریب بنا دیا۔ هَبَطَ الْمَرَضُ بیماری نے اس کو گوشت کھا کر اسے ڈبلا اور کمزور بنا دیا (منجد۔ م ق) لازم و متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے ارشاد باری ہے:

وَلَا يَمْنَهَا الْكَافِرُ هَبِطَ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ اور ان میں سے بعض پتھر ایسے ہیں جو خدا کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔ (۲۴)

پھر هَبِطَ میں قمر اور اضطرار کے علاوہ کبھی تحقیر کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔ اس صورت میں یہ نکل جاؤ (GET OUT) کے معنی دیتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا (۲۸) تم سب اس جنت سے ایک ساتھ نکل جاؤ۔

اس مفہوم کو کسی شاعر نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے:

نکلنا خدا سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچہ سے ہم نکلے!

اور درج ذیل آیت:

قِيلَ لِيُوحَ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِنَّا (۳۸) حکم ہوا کہ لے نوح (کشتی سے) سلامتی کے ساتھ اتر آؤ۔

میں بِسَلَامٍ کا لفظ هَبِطَ سے قمر و اضطرار یا تحقیر کے سب پہلوؤں کو خارج کر کے مشیت ایزدی کے مطابق بنا رہا ہے۔

۷۔ وَقَعَ: معنی گرنا ثابت ہونا۔ واقع ہونا۔ یہ لفظ عموماً اگر اہمیت شدت اور تکلیف کا ذکر کرنے کے لیے آتا ہے۔ اور واقعہ سے مراد ایسا حادثہ ہوتا ہے جس میں سختی ہو (معنی) ارشاد باری ہے:

وَلَاذَنْتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظِلَّةٌ وَظَنُوا أَنَّهُ وَقِعَ بِهِمْ (۱۱) اور جب ہم ان (کے سروں پر) پہاڑ کو اُردیا اور انہیں یقین ہو گیا کہ وہ ان پر گرنے کو ہے۔

۸۔ هَارَ (ہور) یعنی کسی چیز کا اس طرح گھرنا کہ اس کا کچھ حصہ دوسرے پر گر پڑے۔ م۔ ل) اور انہار اور انهدام قریب المعنی ہیں۔ انهدام صرف عمارت یا تعمیر یا دیوار کے لیے آتا ہے جبکہ انہار کا دائرہ وسیع ہے۔ ارشاد باری ہے:

أَمْ مَنْ أَسَسَ بَنِيَانَهُ عَلَى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارٍ جَهَنَّمَ (۱۹) یا جس نے کسی گرنے والی کھائی کے کنارے پر تعمیر کھڑی کی اور وہ اس تعمیر سمیت جنم کی آگ میں جاگرا۔

۹۔ هَوَى: هَوَى مشہور لفظ ہے۔ یعنی آسمان اور زمین کے درمیان فضا کو کہتے ہیں۔ اور هَوَىٰ یعنی فضا سے یا بہت بلندی سے کسی چیز کا زمین پر گرنام۔ م۔ ل) ستارہ کے گرنے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے

(فل ۲۹۷) ارشاد باری ہے:

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ (۵۳) قسم ہے ستارے کی جب وہ گرے۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

فَكَانَ نَجْمًا هَوَىٰ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخَطَّفُ لُ گویا وہ مشرک ایسا ہے جیسے آسمان سے گرا۔ پھر اُسے

الظِّلِزُ أَوْ تَهَوَّى بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَارِنَ
تَحْقِيقِ (۲۶۱)

۱۰۔ خوی: خوی اور ہواوی قریب المعنی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہوا زمین اور آسمان کے درمیان خالی جگہ کو کہتے ہیں۔ اور خوی کوئی بھی دو چیزوں کے درمیان خالی جگہ کو۔ جیسے ستارے کے گرنے کے لیے ہوی النجم کا لفظ استعمال ہوتا ہے ویسے ہی خوی النجم کا بھی ہوتا ہے (م۔ ل) تحویۃ بمعنی دو چیزوں کے درمیان خالی جگہ چھوڑنا۔ اور خوی الدار بمعنی ایسے مکان کا گرنا جو بے آباد اور دیران ہو۔ ارشاد باری ہے:

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْبَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ
عَلَى عُرْوَيْهَا (۲۵۹)

۱۱۔ وَجَبَ: الوجبة بمعنی کسی چیز کا دھماکے کے ساتھ گرنا (مخبر) پھر اس میں موت کا تصور بھی پایا جاتا ہے کہتے ہیں صرۃ فوجب۔ اس نے اس کو مارا اور وہ گر کر گیا (م۔ ق) ارشاد باری ہے:

فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَّاتٌ
فَإِذَا رَجَعْتَ فَصَوِّرْهَا فَكَلَّوْا مِنْهَا
وَاطْلِعُوا الْقَانِعَ وَالْمَعْتَرَّ (۲۲)

۱۲۔ مادی: یعنی کسی چیز کو اس طرح بلندی سے زمین پر یا زمین سے گڑھے میں پٹخ دینا کہ وہ ہلاک ہونے کو پہنچ جائے (مفت۔ م۔ ق) قرآن میں ہے:

وَأَشْبَعَ هَوْبَهُ فَنَزَدَى (۲۶)

اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے لگتا ہے تو تو بھی (اس کے پیچھے لگ کر) ہلاک ہو جائے۔ اور آندی الترجل بمعنی کسی کو خنجر میں گرادینا۔ اور تادی الترجل بمعنی آدمی کو گرانا۔ ہلاک کرنا۔ (م۔ ق) ارشاد باری ہے:

قَالَ تَاللَّهِ إِنْ كِدْتُ لَأُنزِلَنَّ (۲۵)

کے گا، خدا کی قسم، تو تو مجھے ہلاک کر ہی چکا تھا۔ (جانب گھری) تو تو مجھے ڈالنے لگا تھا گڑھے میں (عثمانی) اور تادی بمعنی کنویں یا گڑھے میں گر پڑنا ہے (م۔ ق) اور تادی بمعنی وہ جانور جو کسی گڑھے یا کنویں میں گر کر مر جائے (م۔ ق) ارشاد باری ہے:

وَمَا يُعْنِي مَالُهُ إِذَا تَرَدَّى (۹۳)

۱۳۔ صرّح: بمعنی گھبراہٹ اور اضطراب کی وجہ سے زمین پر گر پڑنا (م۔ ق) اور بمعنی سر کے عارضہ (مرگی) کی وجہ سے زمین پر پھینکا (مخبر) اور صرّح بمعنی مرگی جس کی وجہ سے مریض بے خود ہو کر دھڑلے سے زمین پر گر پڑتا ہے۔ اور صرّح بمعنی گشتی میں اپنے حریف کو زمین پر پٹخ دینا اور پھینکانا بھی ہے۔

(۲-ق) ارشاد باری ہے:

فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَى كَأَنَّهُمْ
أَعْيَانٌ نَّخَلٍ خَاوِيَةٍ ۚ

اور تو قوم (عاد) کو ایسے ڈھٹے (اور مرے) پڑے دیکھے
جیسے کھجوروں کی کھوکھلی جڑیں۔

۱۳- تَلَّ، بمعنی کسی کو اوندھے منہ یعنی پیشانی کے بل گرانا (نفل ل ۱۸۹) ارشاد باری ہے:

فَلَمَّا آسَلَّمَا وَلَتَّ لَلْجَبِينِ ۚ

پھر جب دونوں نے حکم مان لیا اور حضرت ابراہیمؑ
نے اسماعیلؑ کو ماتھے کے بل ٹا دیا۔

۱۵- تَعَسَّ: بمعنی ٹھوکر کھا کر گرنا اور پھر اٹھ نہ سکا۔ پستی میں گر کر کسی چیز کا ٹوٹ جانا (معن) اور بمعنی
منہ کے بل گرا اور ہلاک ہوا (م-ق) اور تَعَسَّ بمعنی پھسلنا اور منہ کے بل گرنا۔ اور التَّعَسَّةُ بمعنی
ہلاکت (مخبر) ارشاد باری ہے:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعَسَا لَهُمْ ۙ

اور جو لوگ کافر ہوئے ان کے لیے ہلاکت ہے۔

وہ گرے منہ کے بل (عثمانیؑ)

۱۶- إِذْ ذَرِكْ: ذَرِكْ بمعنی کسی چیز کا پیچھے سے دوسری سے ملنا اور پھر اس کے ساتھ مل جانا (م-ل) ذَرِكْ
سمندر کی تہ کو بھی کہتے ہیں اور اس رسی کو بھی جس کے ساتھ پانی کی تہ تک پہنچنے کے لیے دوسری
رسی باندھ کر ملائی جاتی ہے (معن) اور اس طرح، کسی ذریعہ سے کسی چیز کی غایت کو پہنچنے کو إِذْ ذَرِكْ
کہتے ہیں۔ قرآن میں فرعون کے متعلق ہے، حَتَّىٰ إِذَا آذَرَكُمُ الْعُرْقُ ۙ ﴿۱۱﴾ کا مطلب یہ ہے کہ فرعون
کی منزل مقصود یا غایت یہی تھی کہ وہ غرق ہو۔ تو ایسے اسباب ملتے گئے جو اسے غرق ہونے تک
لے آئے۔ اور إِذْ ذَرِكْ میں بھی یہی تصور پایا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

بَلِ إِذْ ذَرِكْ عَلَيْهِمْ فِي الْأَحْزَةِ ۙ

بلکہ آخرت (کے بارے) میں ان کا علم منتہی ہو چکا ہے (جاندار حوی)

تھک کر گئے گا ان کا فکر (عثمانیؑ)

گویا علم کے تمام ذرائع کو اکٹھا اور مربوط کرنے کے بعد بھی وہ تھک ہار کر اور عاجز ہو کر منہ کی کھانیں
گے۔ دوسرے مقام پر ہے:

كَلِمًا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَعَنَتْ آخْتَهَا
حَتَّىٰ إِذَا الذُّرُوكُ فِيهَا جَمِيعًا ۙ

جب کوئی جماعت دوزخ میں داخل ہوگی تو اپنی
(مذہبی) بہن (دوسری جماعت) پر لعنت کرے گی،
یہاں تک کہ جب سب اس میں گر جائیں گے۔ (عثمانیؑ)

گویا غایت یا منتہی جہنم میں پہنچنا ہے۔ اور تسلسل و ارتباط ایک جماعت کے بعد دوسری، دوسری
کے بعد تیسری کا آتے جانا اور گرتے جانا ہے۔

۱۷- اِنْمَاسَ: هَمَّ الْمَاءُ بمعنی اس نے پانی گر لیا جو بہ گیا۔ اور اِنْمَاسَ الْمَاءُ بمعنی پانی گرا اور بہ گیا۔

(م-ن) بمعنی پانی یا آنسو کا گرنا اور بہنا۔ ارشاد باری ہے:

فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّنْمِئٍ ۙ

اور ہم نے در کے مینہ سے آسمان کے دھانے کھول دیئے۔

۱۸- صَبَّ (الماء) بمعنی اُوپر سے ایک ہی دفعہ پانی اُنڈیلنا یا گرانا ہے۔ (صفت - فتل ۲۵۷) اور صَبَّ عَلَيْهِ الْبَلَاءُ بمعنی اس پر مصیبت نازل کی (مخبر) ارشاد باری ہے؛

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ أَنَا
صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا (۳۵)

تو انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے
بیشک ہم ہی نے پانی برسایا ہے۔

۱۹- سَكَبَ: سكب الماء بمعنی پانی کا گرانا اور گرنا۔ اور اسكب بمعنی لگاتار بارش۔ اور الاسكوب

معنی لگاتار چھڑی۔ اور مَاءٌ مَسْكُوبٌ بمعنی جارِ دَائِمًا (ہمیشہ سینے والا پانی)۔ (م - ق) گویا سكب میں پانی وغیرہ کا اُوپر سے گرنا۔ بہنا۔ اور تسلسل یا دوام تین باتیں پائی جاتی ہیں۔ ارشاد باری ہے؛

وَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ إِذَا دُفِعَ عَنْهُمُ الْمَاءُ كَمَا يُدْفَعُ الْمَاءُ بِكُمُوتٍ (۳۱)

اور لمبا سایہ اور پانی بہتا ہوا۔

ماحصل: (۱) سقط: اُوپر سے کوئی چیز گرنا۔ (۱۰) خوی: دو چیزوں کے درمیان مٹلا سے گرنا۔

(۱۱) وجب: دھڑام سے گر کر گرنا۔ یا مرتے مرتے دھڑام سے گرنے

(۱۲) صدمی: کجی گڑھے میں گر کر کجی ہلاکت کو پہنچنا۔

(۱۳) صرع: پچھاڑنا اور پچھڑنا جیسے کسی میں یا موت یا مرض سے

(۱۴) تل: ماتھے کے بل گرنا۔

(۱۵) قعس: ٹھوکر کھا کر منہ کے بل گرنا۔

(۱۶) اَدْرَكَ: تھک ہار کر اور عاجز ہو کر گر پڑنا۔

(۱۷) هَبَطَ: اضطراب یا تھک سے گرنا۔ اترنا۔ نکلنا۔

(۱۸) صَبَّ: پانی کا گرنا یا اُنڈیلنا اور بہنا (کیا گی بہنا)

(۱۹) سَكَبَ: پانی کا لگاتار گرنا اور بہتے جانا۔

www.KitaboSunnat.com

(۹) هَوَى: آسمان یا بہت بلندی سے گرنا۔

۸۔ گروی رکھنا

کے لیے رَهْنٌ اور اَبْسَلٌ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱- رَهْنٌ: بمعنی قرض وغیرہ کے عوض مقرض کا قرضخواہ کے پاس کوئی چیز ضمانت کے طور پر رکھنا۔

گروی رکھنا اور رَهْنٌ بمعنی گروی رکھی ہوئی چیز۔ عام ہے۔ خواہ بے جان ہو یا جاندار۔ اور رَهَانٌ

مقابلہ میں شرط کے طور پر رکھی ہوئی چیز کو بھی کہتے ہیں۔ اور قرضہ یا عام حالات کے تحت رکھی ہوئی

چیز کو بھی (صفت) ارشاد باری ہے؛

وَلَنْ كُنْتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا

كَاتِبًا فَرِهْنٌ مَّقْبُوضَةٌ (۲۸۳)

نہل کے تورہن باقبضہ رکھ کر (قرض لے لو)

جس طرح یہ لفظ مادی طور پر استعمال ہوتا ہے معنوی طور پر بھی ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے؛

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴿٢١٠﴾ ہر شخص اپنے کیے میں گروی ہے۔

۲- اَبْسَلٌ؛ یعنی کسی کو ہلاکی کے سپرد کرنا۔ رہن رکھنا (مخبر) یا رعنا رکھنا۔ جب مرہونہ چیز کوئی جاندار ہو تو اس لفظ کا استعمال ہوگا جبکہ رہن کا لفظ عام ہے۔ اور بمعنی اسلہ۔ للہلاک۔ ابل نفس للہوت

(م-ق) ارشاد باری ہے؛

وَذَكِّرْ بِاَنَّ كُنْبَسَلْ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ

اور اس قرآن کے ذریعہ انہیں نصیحت کیجئے، ایسا نہ ہو کوئی اپنے کیے میں ہلاکت میں ڈالا جائے۔

مآصل : (۱) مآھن : قرض وغیرہ کے عوض کوئی چیز گروی رکھنا۔

(۲) اَبْسَلٌ، اپنے آپ کو یا کسی جاندار کو گرفتاری اور ہلاکت (یرغمال) کے طور پر پیش کر دینا۔

۹۔ گڑھا

کے لیے حُفْرَةٌ اور جُوفٌ، اُخْدُوْدٌ، عَائِطٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- حُفْرَةٌ اور حُفْرِیَّةٌ بمعنی گڑھا۔ حُفْرٌ بمعنی گڑھا کھودنا۔ اور حُفْرٌ بمعنی گڑھے سے نکالی ہوئی مٹی اور محفُورٌ آگہ جس سے گڑھا کھودا جائے (مخبر) مثل ہے مردود فی الحافرة بمعنی حج "پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خیر تھا" ارشاد باری ہے؛

وَكُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ

اور تم تو آگ کے گڑھے کے کنارے پر (کھڑے) تھے

فَانْقَذَكُمْ مِّنْهَا ﴿٢١١﴾

۲- جُوفٌ، ندی یا دریا کا کنارہ جسے پانی نے اندر سے ڈھا کر کھوکھلا کر دیا ہو (مخبر) کھائی (پنجابی لفظ من پٹی) اس مفہوم کو ٹھیک اور کرتا ہے۔ ارشاد باری ہے؛

اَمْ مِّنْ اَنْتُمْ بُشَيَاۡنَةٌ عَلٰی شَفَا جُرْحٍ

یا جس نے گر پڑنے والی کھائی کے کنارے پر بنیاد لگائی۔

ہا ا (۲۱۱)

۳- اُخْدُوْدٌ، الخدو والَاخْدُوْدٌ بمعنی زمین میں مستطیل اور گہرا گڑھا (حج اخادید) (صفت) اور اَلْخَدُّ بمعنی پانی کی نہر لمبا گڑھا۔ اور اَلْخَدَّةُ وَاَلْاُخْدُوْدُ بمعنی گڑھا (مخبر) یعنی اُخْدُوْدٌ وہ لمبا، گہرا اور مستطیل شکل کا گڑھا ہے جو خود کھودا گیا ہو۔ خندق۔ کھائی۔ ارشاد باری ہے؛

قَتَلَ اصْحَابَ الْاُخْدُوْدِ ﴿٢١٢﴾ خندقوں (کے کھودنے) والے ہلاک کر دیے گئے۔

۴- عَائِطٌ، عَوَاطٌ بمعنی لپٹ زمین اور عَاطٌ اَلْحُفْرَةُ بمعنی گڑھا کھودنا۔ اور عَوَاطٌ اَلْبَثْرُ کونین کو گہرا کھودنا۔ اور العائط بمعنی لپٹ زمین۔ قضائے حاجت کی جگہ۔ پانچا نہ (مخبر) اور یہ کنایہ ہے

کہ شرم و حیا والا آدمی پیشاب کے لیے گہری جگہ کا متلاشی ہوتا ہے۔ (م-ق) ارشاد باری ہے؛

اَوْجَاءٌ اَحَدٌ كُمْ مِّنَ الْعَائِطِ لَكُمْ ﴿٢١٣﴾

ایم میں سے کوئی بیت الخلاء سے ہو کر آیا ہو۔

۵- اُخْدُوْدٌ کا لفظ صاحبِ نجد کے نزدیک واحد ہے جبکہ جانہ ہری نے اس کا ترجمہ جمع کی صورت میں کیا ہے۔

مَحْصَلٌ: (۱) حُفْرَةٌ: گڑھا۔ عام لفظ۔

(۲) جُرُوفٌ: ندی، نہریا دریا کا کنارہ جسے پانی نے نیچے سے مٹی بہا کر کھوکھلا کر دیا ہو۔

(۳) أَخَذُوا: خندق۔ کھائی۔ خود کھودا ہوا استیصال اور کھرا گڑھا۔

(۴) عَائِطٌ: اپست زمین۔ کنایۃً قضاے حاجت کی جگہ۔

۱۔ گزرنا

کے لیے سَبَقٌ، خَلَا، سَلَفٌ، مَضَى اور اسْتَدْرَجَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
۱۔ سَبَقٌ، بمعنی دوسرے کو پیچھے چھوڑ کر خود آگے نکل جانا۔ بڑھ جانا (مف۔ ۳-ق) گویا سبق ضرور لینے مسبق کا مقتضی ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

رَبِّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلَا خَوَاتِنَا الَّذِينَ
سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ (۵۹)

اور جب یہ گزرنا کے معنوں میں آئے تو اس کا معنی ”پہلے گزرنا“ ہو گا۔ یعنی اس کے بعد بھی کئی چیزیں گزر چکی یا گزری ہیں۔ ارشاد باری ہے:

كَذَلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ مَا
قَدْ سَبَقَ (۶۶)

اس طرح ہم تم سے وہ خبریں (حالات) بیان کرتے ہیں جو پہلے گزر چکے ہیں۔

۲۔ خَلَا: بمعنی خالی ہونا۔ ایک چیز کا دوسری سے جدا ہونا (م۔ ل) اس حال میں گزر جانا کہ کسی نے مزاحمت نہ کی ہو۔ زمانہ مکان دونوں کے لیے آتا ہے (مف) اور خَلَى بمعنی خالی کر دینا۔ قرآن میں ہے، فَخَلَوْا سِدْرَةَ لَهُمْ (۱۸) یعنی ان کا راستہ خالی کر دو۔ راستہ سے پرے ہٹ جاؤ اور انہیں جانے دو یا راستہ چھوڑ دو اور مزاحمت نہ کرو۔ اور خَلَا بمعنی خالی مکان کو بھی کہتے ہیں اور زمین و آسمان کے درمیان خالی جگہ کو بھی۔ گویا خلا میں کسی چیز کے گزر جانے کے ساتھ جگہ یا وقت کے خالی ہونے کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ - وَهُوَ إِلَهُكُمْ جُودٌ كَرِيمٌ، اسے وہی کچھ ملے گا جو

اس نے کمایا۔ (۱۳۱)

۳۔ سَلَفٌ، بمعنی آگے بڑھنا۔ اور سَلَفٌ الْقَوْمِ بمعنی قوم سے آگے نکلنا (مجدد) اور سَلَفٌ بمعنی متقدم یعنی پہلے گزر جانے والا (مف) اور اس کی ضد خَلْفٌ ہے اور جمع اسَلَفَانٌ اور اسَلَفَاتٌ بمعنی گزرے ہوئے نیک آباؤ اجداد۔ اور سَلَفِيٌّ وہ شخص جو ان سے تعلق رکھنا پسند کرے۔ اور خَلْفٌ بمعنی پیچھے آنے والے نالائق جانشین گویا سَلَفٌ جب گزرنا کے معنوں میں آئے تو اس میں بعد میں آنے والی نسلوں یا اسی جیسے آنے والے واقعات کا تصور پایا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ الْإِمَّا - اور یہ کہ تم دو بہنوں کو بیک وقت اکٹھا نکاح میں نہ لےو

قَدْ سَلَفَ (۲/۲۳) یہ بھی تم پر حرام ہے، مگر جو پہلے گزر چکا۔

۴۔ مَرَّ: بمعنی کسی چیز کے پاس سے گزر جانا (مف) قرآن میں ہے؛

أَوَّكَالَذِي مَرَّ عَلَى قَرْبَةٍ (۲/۲۵۹) یا اس شخص کی طرح جو ایک بستی پر سے گزرا۔

اور اسْتَمَرَّ بمعنی گزرتے جانا۔ ایک حالت یا طریقہ پر باقی رہنا۔ ہمیشگی کرنا (مخبر) اور مَوَّوْرَ آيَامٍ

معنی دنوں کا گزرتے جانا۔ اور مَرَّ بھی (اسْتَمَرَّ کے معنوں میں قرآن میں آیا ہے۔ جیسے فرمایا،

حَمَلَتْ حَمَلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهِ۔ تو اُسے ہلکا سا حمل ٹھہر گیا جس کے ساتھ وہ چلتی پھرتی

(۱۱۸۹) رہی۔

اور دوسرے مقام پر ہے؛

وَلَا تَبْرَأْ اَيَّةً تَبْعُوْا وَيَقُوْلُوْا

اور اگر کافر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور

سَبْحًا مَّسْمُوْرًا (۵۲)

کہتے ہیں کہ یہ تو جاؤ وہ ہمیشہ سے چلا آتا۔

اور يَبْرُوْنَ عَلَيْهِمْ (۱۲)

یعنی ان بستیوں پر ان کا گزر ہوتا رہتا ہے۔

گویا مَرَّ میں گزرنے کے ساتھ استمرار کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔

۵۔ مَضَى: بمعنی گزر جانا اور چلے جانا (مف) اور مَضَى کی ضد اسْتَقْبَلَ ہے۔ یعنی سامنے سے آنا۔ اور مَضَى

معنی سامنے سے چلے جانا اور مَبْطُ جانا (فق ل ۲۵۲) اور ماضی بمعنی گزرا ہوا زمانہ (ضد مستقبل یعنی

آنے والا زمانہ) احداث و اعیان دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ خواہ کوئی بات ہو یا واقعہ (مف)

اور مَضَى عَلَى الْأَمْرِ بمعنی کسی کام پر ہمیشگی کرنا (مخبر) قرآن میں ہے؛

وَلَا يَتَّبِعُونَ اَفْقَادًا مَّضَتْ سُنَّةُ

اور اگر لوگ ویسی ہی حرکات کریں گے تو جو پہلوں کا

طریقہ گزر چکا ہے (وہی ان سے سلوک ہوگا)

الْاَوَّلِيْنَ (۲۹)

اور دوسرے مقام پر ہے؛

حَتَّىٰ اَبْلَغَ مَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضَىٰ

یہاں تک کہ دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچ جاؤں یا

پھر برس ہا برس چلتا رہوں گا۔

حَقْبًا (۱۸)

۶۔ اِسْلَخَ: سَلَخَ بمعنی کھال کھینچنا۔ اور سَلَخَ اور اِسْلَخَ الشَّهْرُ بمعنی کسی قمری مہینہ کی آخری

تاریخ ہو جانا (مف) ارشاد باری ہے؛

فَاِذَا اسْلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمَ (۵)

پھر جب عزت والے مہینے گزر جائیں۔

مَاصِل: (۱) سَبَقَ: پہلے گزر جانا۔ اپنے سبق کو بھی چاہتا ہے۔

(۲) خَلَا: میں گزرنے کے ساتھ جگہ یا وقت کے خالی ہونے کا تصور بھی پایا جاتا ہے اور اس جگہ کو دوسری چیز کے آنے کا۔

(۳) سَلَفَ: گزرنے کے ساتھ پچھلے سے نسبت کا بھی متقاضی ہوتا ہے۔

(۴) مَرَّ: میں گزرنے کے ساتھ استمرار یعنی ہمیشہ کرنے کا تصور بھی پایا جاتا ہے یا کسی چیز کے پاس سے گزرنے کا۔

(۵) مَضَى: بعض گذشتہ زمانہ میں کسی کام کے سمر انجام پانے کا معنی دیتا ہے۔

(۶) انسلیخ: کسی قری مینے کا گزر جانا۔

۱۱۔ گلا

کے لیے حُلُقُوم اور حَنَاچِر کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حُلُقُوم: بمعنی حلق۔ گلا۔ وہ جگہ جہاں سے جانور کو ذبح کیا جاتا ہے (صفت) معروف عضو ہے حلقوم اور حلق کے معنی میں کچھ فرق نہیں۔ قرآن میں ہے:

فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلُقُومَ (۵۸)

۲۔ حَنَاچِر: (حنجورہ کی جمع) سانس کی نالی۔ نرغرہ (نجد) قرآن میں ہے:

وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ

تَخْطُونَ بِأَنفِهِ الظَّنُونَا (۲۲)

حاصل: حنجورہ، صرت سانس کی موٹی نالی یا نرغرہ کو کہتے ہیں جبکہ حلق میں اس کے باہر کی جلد بھی شامل ہے۔

۱۲۔ گم ہونا۔ ہاتھ نہ لگنا

کے لیے فَاتٍ، فَقَدٌ اور ضَلَّ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ فَاتٍ: کسی چیز کا ہاتھ سے نکل جانا فَاتٍ الْأَمْرِ بمعنی کام کرنے کا وقت ہاتھ سے نکل گیا اور واپس

نہ ہو سکا۔ م۔ ق (ارشاد باری ہے،

لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا

تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ) (۵۶)

۲۔ فَقَدَ: کسی چیز کا نہ ملنا۔ موجود نہ ہونا۔ م۔ ل (خواہ وہ بعد میں مل جائے۔ اور بمعنی کسی چیز کے موجود

ہونے کا وجود اس کا نہ پایا جانا۔ اور یہ عَدَم سے انحصار ہے (صفت) قرآن میں ہے:

قَالُوا وَقَبِلُوا عَلَيْهِم مَّا أَتَقَدَّرَ وَنَـ

م۔ ل نہیں رہی۔ (۱۲)

اور تَقَدَّرَ کے معنی اس بات کا جائزہ لینا کہ کوئی چیز گم تو نہیں ہوئی۔ امام راعب کے الفاظ میں کسی

چیز کے گم ہونے کو معلوم کر لینا (صفت) گمشدہ چیز کی تلاش کرنا (نجد) قرآن میں ہے:

وَتَقَدَّرَ الظَّيْرُ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى

الْهُدَى هَذَا (۲۶)

۳۔ ضَلَّ: کا لفظ اصل میں تو راستہ کھودینے اور گم کر دینے کے معنوں میں آتا ہے لیکن کبھی یہ لفظ خود کسی

چیز کے اپنے وجود کو کھو کر دوسری چیز کے مل جانے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَقَالُوا إِذْ أَضَلَّ لَنَا فِي الْأَرْضِ

- عَرَانَا لِنَحْيَ خَلْقَ جَدِيدٍ (۲۲) ہو جائیں گے تو کیا از سر نو پیدا ہوں گے۔
ماہصل؛ (۱) قَات: موقع ہاتھ سے نکل جانا۔ کسی چیز کے ملنے کی امید نہ رہنا۔
 (۲) فَقَدْ: وقتی طور پر کسی چیز کا موجود ہونے کے باوجود نہ ملنا۔
 (۳) صَدَل: کسی چیز کا اپنے وجود کو دوسری میں مدغم کر کے نہ مل سکانا۔

۱۳۔ گمان کرنا۔ خیال کرنا

کے لیے ظَنُّ، زَعَمٌ اور حَسِبَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
 ۱۔ ظَنُّ: کسی چیز کی علامات سے جو نتیجہ حاصل ہوتا ہے اسے ظَنُّ کہتے ہیں۔ اگر علامات قوی ہوں تو ظَنُّ علم اور یقین کے معنی دیتا ہے۔ اس صورت میں اس لفظ سے پہلے اَنْ یا اَنَّ آتا ہے (معت) اِشَارَةٌ باری ہے:

(۱) الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلْقَوْنَ رَبَّهُمْ (۳۶)
 جو یقین کیے ہوئے ہیں کہ اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں۔

(۲) وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ (۴۵)
 اور اس (جاں بلب شخص) کو یقین ہو گیا کہ اب سے جدائی ہے۔

(۳) بَلْ ظَنَنْتُمْ أَن لَّنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ (۲۸)
 اور تم یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ اب رسول کبھی لوٹ نہ آئے گا۔

اور جب ظَنُّ کا معنی محض وہم اور شک کی حد تک رہے تو اس سے پہلے اِنْ یا اَنَّ آتا ہے۔ اور اس کی دوسری علامت یہ ہے کہ ظن کے مقابلہ میں کوئی ایسا لفظ بطور قرینہ موجود ہوتا ہے، جو ظن کے معنی وہم اور شک میں بدل دیتا ہے (معت) اب ان کی مثالیں دیکھیے:

(۱) اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا (۵۲)
 بیشک ظن، حق کے مقابلہ میں کچھ کام نہیں آتا۔

اس مثال میں اِنَّ اور ظن کے مقابلہ میں حق، دونوں باتیں ظن کے معنی وہم و شک بنا رہی ہیں۔
 (۲) اِنَّ ظُنُّنَ الْاَطْمَآئِنَا وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِينَ (۳۵)
 ہم تو اُسے محض وہم ہی خیال کرتے ہیں اور اس پر یقین نہیں آتا۔

اس مثال میں اِنَّ اور ظن کے مقابلہ میں یقین کے الفاظ ظن کے معنی وہم بنا دیتے ہیں۔
 (۳) اَلظَّالِمِينَ بِاللَّهِ ظَنُّ السَّوْعِ (۳۶)
 جو خدا کے بارے میں بڑے خیال رکھتے ہیں۔

اس مثال میں ظن کے مقابلہ میں ظنُّ السَّوْعِ، ظن کے معنی وہم اور شک سے مختص کر رہا ہے۔
 پھر وہم اور یقین کے درمیان شک اور گمان غالب کے بھی درجے ہیں۔ اور ظن کا لفظ ان سب معنوں میں استعمال ہوتا ہے (معت)۔

- ۲- زَعَمَ: گمان باطل کے لیے آتا ہے۔ ابن الفارسی کے الفاظ میں الْقَوْلُ مِنْ غَيْرِ صِحَّةٍ وَلَا يَقِينٍ (م۔ ل) یعنی ایسی بات جو نہ تو یقینی ہو اور نہ درست ہی ہو۔ قرآن کریم میں یہ لفظ جہاں بھی استعمال ہوا ہے وہاں گمان کرنے والے کی مذمت ہی کی گئی ہے۔ ارشادِ باری ہے:
- زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ لَنْ يُبْعَثُوا ﴿٢١٦﴾ کافروں کا خیال ہے کہ انہیں ہرگز نہیں اٹھایا جائیگا۔
- ۳- حَسِبَ: حَسِبَ بمعنی حساب کرنا۔ شمار کرنا۔ گننا۔ اور حَسِبَ عزت و شرف والا ہونا۔ اور حَسِبَ بمعنی گمان کرنا یا خیال کرنا۔ اور یہ لفظ ایسے گمان کے لیے آتا ہے جس کے متعلق گمان کرنے والا دل میں امید و البتہ کیے ہوتا ہے اگرچہ اسے یقین کا درجہ نہیں دیتا۔ گمان غالب۔ ارشادِ باری ہے:

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ
وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ
قَبْلِكُمْ ﴿٢١٣﴾

کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ (یوں ہی) بہشت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تم کو پہلے لوگوں کی سنی مشکلیں پیش ہی نہیں آئیں۔

ماصل؛ (۱) ظن کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اور ہر طرح کے خیال و گمان یعنی وہم۔ گمان۔ غالب اور یقین سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

(۲) زعم گمان باطل کے لیے اور (۳) حَسِبَ: ایسے گمان کے لیے جس کے متعلق گمان کرنے والا پراسید ہو۔ گمراہی۔ گمراہ ہونا اور کرنا۔ کے لیے دیکھیے "بھگنا اور بھگانا"۔

۱۲۔ گمان

کے لیے ذَنْبٌ، حَطٌّ، حُوبٌ، حَنْثٌ، اِثْمٌ، اجْرَامٌ، مُجْنَحٌ اور لَمَسٌ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱- ذَنْبٌ: ہر اس فعل کو کہتے ہیں جس کا انجام بُرا ہو (مصن) اور بمعنی ما یتبع الذم (فعل ۱۹۲) اور اس کا اطلاق اس قدر عام ہے کہ چھوٹی چھوٹی لغزش سے لے کر بڑے سے بڑے گناہ پر بھی ہو سکتا ہے۔ (ج ذنوب) ارشادِ باری ہے:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا لِيُغْفِرَ لَكَ
اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ ﴿٢١٦﴾

اے محمد! ہم نے تمہیں صریح فتح دی تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اگلے اور پچھلے گناہوں کو بخش دے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ گناہ رسول اللہ کی اجتہادی لغزشیں ہی ہو سکتی ہیں ورنہ آپ سے ارادۂ کسی چھوٹے سے چھوٹے گناہ کے صدور کا ایک مسلمان تصور تک نہیں کر سکتا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے

مقام پر فرمایا:

عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذْنَبْتَ لَهُمْ ﴿٢١٦﴾ اللہ آپ کو معاف فرمائے۔ آپ نے منفقوں کو

(جہاد سے رخصت) کی اجازت کیوں دی؟

اور بڑے سے بڑا گناہ قتل ناحق ہوتا ہے اس پر بھی لفظ ذَنْب کا اطلاق ہوا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَالَّذِينَ عَلَىٰ ذُنُوبِهِمْ فَأَنذَرْتُهُمْ لَئِن كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ (۲۱)

میرے ذمہ ان کا ایک گناہ (خون ہے) اور مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے مار ہی نہ ڈالیں۔

۲- حَطَا: ایسا گناہ جس کے کرنے کا ارادہ نہ ہو مگر اتفاقاً ہو جائے یا سہواً۔ مثلاً کسی شکارچی نے تیر تو شکار کو مارا اور وہ لگ کسی انسان کو لگا جس سے وہ مر گیا۔ ایسی خطا اگر قابل حد یا تعزیر ہو تو سزا میں تخفیف ہو جاتی ہے اور اسے حَطَاً یا حَطْأً کہتے ہیں۔ اور اگر دوسری نوع کی ہوں تو اللہ تعالیٰ استغفار اور نیک اعمال کے بدلہ میں معاف بھی فرمادیتے ہیں اور اسے حَطْأً کہتے ہیں (فقہ ل ۲۰) (ج خطایا) اور حَطِيحٌ (ج خطیئات) بھی اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَرِدِيَّةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهَا إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا (۲۲)

اور جو بیگموت چوک کر بھی مومن کو مار ڈالے تو ایک مسلمان غلام بھی آزاد کرے اور معتول کے دثار کو خون بہا بھی نہ لالہ کہ وہ معاف کر دیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَقُلُوا حِطَّةً نَّغْفِرْ لَكُمْ حَطَايِكُمْ (۲۵)

اور خطا (بخشش کی پکار) کہنا۔ ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے۔

۳- حُوبٌ: آلِ حُوبَةَ مَالِ بَابٍ: بہن۔ بیٹی۔ کہتے ہیں اِنْ لِي حُوبَةٌ اَمْوَالُهَا یعنی میرے بال بچے ہیں جن کی میں کفالت کرتا ہوں (منجید) اور حُوبٌ بمعنی اولاد کا والدین کی نافرمانی یا والدین کی اولاد پر شفقت اور تربیت میں کوتاہی کرنا (م۔ ل) اور اِمَامٌ رَاغِبٌ کے نزدیک جن کاموں سے سختی سے روکا گیا ہے ان کا ارتکاب حُوبٌ کہلاتا ہے (مف) اور حُوبٌ کا بنیادی معنی ڈانٹ (زجر) ہے۔ اور حُوبٌ ہر وہ گناہ ہے جس کا فاعل مستحق زجر ہو (فقہ ل ۱۹۳) ارشاد باری ہے:

وَلَا تَأْكُلُوا اَمْوَالَكُمْ اِلَىٰ اَمْوَالِكُمْ اِنَّهَا كَانَ حُوبًا كَبِيرًا (۲۶)

اور تم تمہارے مال اپنے مال میں شامل کر کے ہضم نہ کرو جاد کہ بڑا سخت گناہ ہے۔

۴- حِنْتٌ: بمعنی غلط اور جھوٹی قسم۔ گناہ اور نافرمانی (مف) اور حِنْتٌ فِي الْيَمِينِ بمعنی قسم کی غلطی کرنا (م۔ ل) اور حِنْتٌ بمعنی باطل کی طرف جھکنا۔ مائل ہونا (منجید) گویا حِنْتٌ سے مراد ایسا گناہ ہوتا ہے جو عہد و پیمان یا قسم توڑنے سے متعلق ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنثِ الْعَظِيمِ (۲۷)

اور وہ لوگ گناہ عظیم پر اصرار کرتے تھے۔

۵- اِثْمٌ: بمعنی ہر وہ عمل جو کار خیر یا ثواب سے پیچھے رکھے یا روکے (مف م۔ ل) (ج اِثَامٌ) (صندیقی) نیز اِثْمٌ کا لغوی معنی تقصیر ہے (فقہ ل ۱۹۳) ارشاد نبوی ہے:

إِلَّا تَمَّ مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ لِعَيْنِي نِكِي وَهُ بَعْدَ كَسْرٍ مِنْ دَلِّ مُطْمَئِنِّ هُوَ أَوْ رَأَيْتَهُ وَهُ بَعْدَ جُزْمٍ
دل میں بھٹکے۔

گویا اثم ایسی کیفیت کا نام ہے کہ انسان کا دل نیک کی کاموں سے تو پیچھے رہے اور گناہ کے کاموں
کی طرف مائل ہو اور موقع ملنے پر اس گناہ سے نہ چوگے۔ یعنی اثم کا تعلق عمل سے زیادہ دل سے
ہے اور ایسے شخص کو اثم کہتے ہیں جس کی ضد سَلِيمٌ ہے۔ ارشادِ باری ہے،

تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا
تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴿۵﴾

نیک اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے
کی مدد کیا کرو اور گناہ اور زیادتی کی باتوں میں مدد
نہ کیا کرو۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَلَا تَكْفُرُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْفُرْهَا
فَأِنَّهُ أَعْرَضَ عَنْهَا ﴿۲۸۳﴾

اور شہادت کو مت چھپاؤ۔ اور جو کوئی اسے چھپائے
تو اس کا دل گنہگار ہے۔

۶۔ اِجْرَاهُ: جُزْمٌ صَرَفٌ وَهُ كَامٌ سَمَّحًا تَأْسِبُ جِسْمًا كِي اِزْرَتِي قَانُونِ سَمَّحًا مَقْرَرٌ هُوَ لِيَكُنْ يَرْتَضِي اِزْرَتِي
قرآن درست ہے نہ از روئے لغت۔ جُزْمٌ: جُزْمَةٌ بِمَعْنَى بَرْءٍ كُفَاهٍ وَلا هُوَ نَا۔ اور اِجْرَاهُ
بِمَعْنَى اِكْتِسَابٍ يَأْتِي بِكُفَاهٍ مَكْرُوهٍ۔ اور اِجْرَاهُ بِمَعْنَى كُفَاهٍ كَا وَبَالٍ هُوَ مَجْدٌ جُزْمٌ كَانِيَا دِي مَعْنَى
الْقَطْعِ۔ اور جُزْمٌ هُوَ كَامٌ هُوَ جِسْمٌ سَمَّحًا كِي اِزْرَتِي نَهْ هُوَ يَأْتِي بِكُفَاهٍ اِدَانَةً كَرَاهًا،
جُزْمٌ هُوَ (فوق ۹۳) ارشادِ باری ہے؛

قُلْ إِنْ اِفْتَرَيْتُمْ عَلَيَّ اِجْرَاهِي وَ
اَنَا بَرِيءٌ مِمَّا تُجْرِمُونَ ﴿۱۵﴾

آپ کہہ دیجئے کہ اگر یہ قرآن میں نے اپنے دل سے
بنایا ہے تو میرے گناہ کا وبال مجھ پر ہے اور میں
اس سے بری ہوں جو گناہ تم کرتے ہو۔

۷۔ جُنَاحٌ كَيْ مَعْنَى دَرَاهِلٍ كُفَاهٍ بَلْ كُفَاهٍ كِي طَرَفٌ مَجْكَوٌّ يَأْتِي بِمِيلَانٍ هُوَ جُنْحٌ بِمَعْنَى مَجْكَوٌّ مَأْمُولٌ هُوَ نَا۔
مَجْدٌ قُرْآنٍ مِيں اَكْثَرًا تَأْسِبُ، اَلْجُنَاحُ عَلَيْكُمْ، يَأْتِي بِمَعْنَى جُنْحٍ بِمَعْنَى كُفَاهٍ كِي حَرَجٌ نَهْ يَسْبُ
كُفَاهٍ كِي طَرَفٌ يَأْتِي بِمَعْنَى مَجْكَوٌّ مَأْمُولٌ هُوَ نَا۔ جُنْحٌ بِمَعْنَى مَجْكَوٌّ مَأْمُولٌ هُوَ نَا۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ
مَا لَمْ تَمْسُوهُنَّ ﴿۲۳۶﴾

جن عورتوں کو تم نے چھوڑا نہیں، انہیں طلاق دینے
میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔

اور جُنَاحٌ (ج مضمونہ) یعنی بازو پر۔ پہلو) کا لفظ خیر کی طرف بھکاؤ کے لیے آتا ہے۔ جیسے فرمایا:
وَخَفِضَ لَهُمَا جُنَاحَ الذَّلِيلِ مِنَ
الرَّحْمَةِ ﴿۱۶﴾

اور عجز و نیاز سے اپنا پہلو ان دونوں (والدین) کے
آگے بھکا دے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَخَفِضَ جَنَاحَكَ لِيَسْأَلَنَّكَ
اور جو موسیٰ تمہارے بیرو ہو گئے ہیں ان کے لیے اپنا

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (۲۶/۲۱۵) پہلو جھکا دو (تواضع سے پیش آؤ)۔

۸۔ لَمَمٌ: بمعنی کسی بڑے گناہ کی طرف لے جانے والے چھوٹے چھوٹے گناہ جو اس کام میں ممد ثابت ہوں اور اَلَمَمٌ بمعنی چھوٹے گناہوں کا ارتکاب کرنا (منجد) جیسے زنا سے پہلے کسی غیر عورت کے پاس آنا جانا یا اس سے آزادانہ گفتگو، یا چوری سے پہلے اس کے متعلق صلاح و مشورے سب لَمَم کی تعریف میں آتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

الَّذِينَ يَخْتَفُونَ بِيْنَا اِنَّهُمْ
وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَانَ رَبِّكَ
وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ (۵۳/۲۳۳) والا ہے۔

جو لوگ صغیرہ گناہوں کے سوا بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں تو بیشک تیرا پروردگار بڑی بخشش والا ہے۔

ماصل: (۱) ذَنْب: عام ہے ہر چھوٹے بڑے گناہ کے لیے۔

(۲) خَطَا: ایسا گناہ جو بلا ارادہ سرزد ہو۔

(۳) حُوب: عالمی معاملات سے تعلق رکھنے والے بڑے گناہ۔ قابل زجر گناہ۔

(۴) حَنْثٌ: تم توڑنا۔ عہد و پیمان سے تعلق رکھنے والے بڑے گناہ۔

(۵) اِثْمٌ: گناہ کی طرف طبیعت کا آمادہ رہنا اور وقت آنے پر ارتکاب سے باز نہ جانا۔

(۶) اِجْرَامٌ: بڑے گناہ کا وبال۔

(۷) جُنَاحٌ: گناہ کی طرف میلان۔ حرج کے معنی دیتا ہے۔

(۸) لَمَمٌ: صغیرہ گناہ جو کسی بڑے گناہ کی طرف لے جاتے ہوں۔

۱۵۔ گنہگار

کے لیے اِثْمٌ اور اِثْمٌ، خَطَا اور خَطَا سے خَطِيٌّ، اِجْرَامٌ سے مُجْرِمٌ کے علاوہ فَاسِقٌ اور فَاجِحٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۳: اِثْمٌ، اِثْمٌ، خَطِيٌّ اور مُجْرِمٌ کی تشبیح گناہ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۔ فَاسِقٌ: فَسَقٌ بمعنی حق و اصلاح کے رستہ سے ہٹ جانا۔ بدکار ہونا (منجد) اطاعت سے باہر نکل جانا (م۔ ل) شرعی احکام کا خیال نہ رکھنا (معت)، فَاسِقٌ کا لفظ عادی نافرمان کے لیے بولا جاتا ہے۔ بدکردار۔ تاہم ایسا شخص گناہ کے کام کو گناہ اور نافرمانی سمجھتا ضرور ہے۔ ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ
لَعَلَّكُمْ تَكْفُرُونَ (۲۹/۲۹) لے ایمان والا، اگر تمہارے پاس کوئی بدکار کوئی غیر لیک
آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔

۱۵۔ فَاجِحٌ: (ج فَجَّارٌ ضد ابواس) فَجْرٌ بمعنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھارنا۔ اور فاجِحٌ بمعنی دین کی پرورداری اور نافرمانی کرنے والا۔ بدکار۔ بدکردار جو گناہ کرتا جائے اور تائب نہ ہو (معت) اور فاجِحٌ بمعنی گناہوں میں منہمک۔ زانی (منجد) اور فَجْحٌ بمعنی ڈھٹائی کرنا۔ ڈھیٹ بن جانا۔ اور فاجِحٌ

ایسا لگتا ہے جو گناہ کو گناہ بھی نہ سمجھے۔ بد معاش۔ ارشادِ باری ہے:

كَلَّا اِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَيْسَ بِحَسْبِئِنِ - سن رکھو کہ بدکاروں کے اعمال سخنیں میں ہیں (عائدہ ٹھہری)

عمل نامہ گنہگاروں کا سخنیں میں ہے (عثمانیؒ)

مآصل: (۱) اَثْمٌ: کبھی کبھار گناہ کے کام کرنے والا۔ اَثْمِيْمٌ: جس کی طبیعت ہر وقت گناہ کے ارتکاب پر آمادہ ہے۔

(۲) خَاطِطٌ: ایسا لگتا ہے جس سے بھول چوک سے گناہ ہو جائے۔

(۳) مُجْرَمٌ: کسی بڑے گناہ کا مرتکب۔

(۴) فَاَسِيقٌ: ایسا نافرمان یا لگتا ہے جو گناہ کو گناہ سمجھتا ضرور ہو۔

(۵) فَاجِرٌ: ایسا لگتا ہے اور بد کردار جو ڈھیٹ بن چکا ہو اور گناہ کو گناہ بھی نہ سمجھتا ہو۔ بد معاش۔

۱۶۔ گندگی۔ نجاست

کے لیے تَفَثٌ، رَجَزٌ، رَجَزٌ اور رَجَزٌ کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ تَفَثٌ: تَفَثٌ بمعنی کسی چیز پر میل پھیل کا چرٹھہ جانا۔ اور قَصَصٌ تَفَثٌ بمعنی ایسی میل پھیل کو دیکر نا (منجہد) اور ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ناخنوں کا کاٹنا، لبوں کا کرنا، خوشبو لگانا۔ اور نکاح کے علاوہ باقی تمام اشیاء جو محرم پر حرام ہوتی ہیں ان کا استعمال ہے۔ م۔ ل۔ بمعنی بدن کی صفائی جس میں ناخن کاٹنا اور بڑھے ہوئے بال تراشنا، نہادھو کر میل صاف کرنا اور بعد میں صاف ستھرے کپڑے پہن کر خوشبو وغیرہ لگانا سب کچھ قَصَصٌ تَفَثٌ میں شامل ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ لِيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلِيُؤْتُوا أُذُنَهُمْ

وَلِيَطَّوْفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿۲۶﴾

۲۔ رَجَزٌ: رَجَزٌ بمعنی اضطراب پیدا کرنا۔ اور رَجَزٌ حُلَانٌ بمعنی اس نے سحر رجز پر شعر پڑھے۔ اور رجزیہ

اشعار وہ ہوتے ہیں جو دورانِ جنگ لڑائی پر ابھارنے کے لیے پڑھے جاتے ہیں۔ اور عَدَا ج

مَنْ رَجَزَ اَلَيْسَ فِي رَجَزٍ بِمَعْنَى اَلضَّرْبِ پيدا کر دینے والا ہے۔ اور رَجَزٌ سے مراد وہ شیطانی

دساوس ہیں جو دل میں اضطراب اور بُری خواہشات پیدا کرتے رہتے ہیں (صفت۔ منجہد) ارشادِ

باری ہے:

اِذْ يُغِيثُكُمْ اَلنَّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَ

يُنَزِّلْ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً

لِيَطَّوْفَكُمْ بِهِ وَيُدْهَبَ عَنْكُمْ

رَجَزَ الشَّيْطَانِ ﴿۳۱﴾

یہاں رَجَزُ الشَّيْطَانِ سے مراد وہ شیطانی دساوس ہیں جو جنگِ بدر میں شکست کی صورت میں

دلوں میں پیدا ہو سکتے تھے۔

رُجْحُنْ: رُجْحُنْ اور رُجْحُزْ دراصل ایک ہی لفظ ہے (مخبر) اور اس میں وہی فرق ہے جو سَحْمَلْ اور سَحْمَلْ یا دَقْرَاوْ و دَقْرْ میں ہے تفصیل کے لیے دیکھیے بوجہ اور اس لفظ کا اطلاق ان تمام شیطانوں و سوسوں پر ہوتا ہے جو دل میں موجود ہوں۔ خواہ یہ غیر اللہ کی عبادت سے متعلق ہوں یا بڑے خیالات سے ارشاد باری ہے:

وَسَيَا بَكَ فَطَطَّرَ وَالتَّجْرَفَا فَهَجَّرَ ﴿٤٤﴾ اور اپنے کپڑوں کو صاف رکھو اور ناپاکی سے دُور رہو۔

۳- رُجْحَسْ: ایسی چیزوں کی نجاست جنہیں شریعت نے پلید (ناپاک) یا حرام قرار دیا ہو (مخبر) پھر یہ مادی اور معنوی دونوں طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْمَةً أَوْ دَمًا سَفُوحًا بجز اس کے کہ مرہا ہوا یا زویا بتا ہوا یا سوراخ کا گوشت
أَوْ لَحْمَ خَيْزُرٍ فَإِنَّهُ رُجْحَسٌ ﴿١٣٦﴾ کہ یہ سب ناپاک ہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ اور جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے اُن کے لیے
فَزَادَتْهُمْ رُجْسًا إِلَى رُجْسِهِمْ ﴿١٣٥﴾ گندگی پر گندگی کو زیادہ کیا۔

یہاں رُجْحَسْ سے مراد کفر و شرک کی نجاست ہے۔ اور یہ رُجْحَسْ کا معنوی استعمال ہے۔

(نیز دیکھیے "ناپاک")

۲) رُجْحَسْ: حرام اور گندی چیزوں کی نجاست۔

ماحصل (۱) تفتش: بدن کا میل کچل۔

(۲) رُجْحُنْ: اضطراب پیدا کرنے شیطانی وساوس۔

۱۰ گننا

کے لیے عَدَّ، حَسَبَ اور أَحْصَى (حصو۔ حصی) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- عَدَّ: بمعنی گننا۔ گنتی کرنا۔ شمار کرنا۔ معروف لفظ ہے اور اس کا استعمال عام ہے۔ عدو بمعنی گنتی ہندسہ قرآن میں ہے:

فَضَرَبْنَا عَلَىٰ آذَانِهِمْ فِي الْكُفُوفِ تو ہم نے غار میں گنتی کے سال ان کے کانوں پر زمین کا
سِنِينَ عَدَدًا ﴿١١٦﴾ پردہ ڈالے رکھا۔

۲- حَسَبَ يَحْسَبُ حَسَابًا وَحِسَابًا بمعنی گنتی کرنا اور اس کا حساب رکھنا۔ گنتی میں نظم و ضبط رکھنا۔
م (۱) تاکہ حساب میں کچھ فرق نہ آئے۔ ارشاد باری ہے:

وَجَعَلَ الْآيِلَ سَكَنًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حِسَابًا ﴿٧٦﴾ اور اسی نے رات کو (باعث آرام اور سورج اور چاند کو
ذرائع شمار بنایا ہے۔

۳- أَحْصَى: حصی بمعنی کنکری اور حصی یحصی بمعنی کنکر مارنا۔ عرب لوگ عموماً حساب دان نہ ہونے کی وجہ سے کنکریوں پر شمار کرتے تھے۔ لہذا یہ لفظ شمار کرنے کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔

حَصَىٰ میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) گننا اور (۲) اس پر قدرت رکھنا یا اس کا ریکارڈ رکھنا۔ اسے یاد رکھنا (م۔ ل) اور یہ عَدًا سے اخذ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

إِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا۔ اگر تم اللہ کی نعمتیں گننا چاہو تو گن نہ سکو گے۔

(۱۴)

اور کبھی یہ لفظ صرف حساب پر قدرت رکھنے کے لیے بھی آجاتا ہے۔ جیسے فرمایا:

عَلِمَ أَنْ لَنْ نُحْصُوهُ قِتَابَ عَلَيْكُمْ۔ اس نے معلوم کیا کہ تم نبیہ نہ سکو گے تو اس نے تم پر

(۱۵)

مہربانی کی۔

محصل؛ عدد؛ محض شمار کرنا حسب شمار کرنا اور اس میں نظم و ضبط کہ اس میں غلطی نہ ہو اور اَحْصَىٰ بمعنی شمار کرنا اور اس پر قدرت رکھنا۔ ریکارڈ کرنا۔ یاد رکھنا۔

۱۸۔ گود

کے لیے مَهْدٌ اور حُجُور کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ مَهْدٌ؛ بمعنی گوارہ۔ پنکھوڑا۔ اور بمعنی دودھ پیتے بچہ کے لیے اس کی ماں کی گود۔ جب تک کہ دُودھ پیتا رہے۔ کہ ماں کی گود بھی اس کے لیے گوارہ ہی ہوتی ہے۔ اور اس لفظ میں تربیت یا سامانِ تربیت کا تصور بھی پایا جاتا ہے (دیکھیے بچھونا، ارشادِ باری ہے:

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا۔ اور وہ (علیؑ) ماں کی گود میں اور بڑی عمر کا ہو کر دونوں

(۱۶)

حالتوں میں لوگوں سے (کیساں) گفتگو کرے گا۔

۲۔ حُجُور واحد حُجْر اور حُجْر بمعنی گود۔ کہتے ہیں فُلَانٌ فِي حُجْرِ فُلَانٍ فُلَانٌ شَخْصٌ فُلَانٌ کی گود یا حفاظت میں پلا بڑھا (مخبر) اور فُلَانٌ فِي حُجْرِ فُلَانٍ بمعنی وہ فُلَانٌ کے زیرِ نگرانی ہے۔ یعنی اس کی طرف سے اس کمال اور اختیارات پر پابندی ہے (معت قرآن میں ہے:

وَمَا بَأْسَآبِكُمْ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ۔ اور تمہاری بیویوں کی پہلی لڑکیاں جو تمہاری پرورش

(۱۷)

میں ہیں۔

محصل؛ (۱) مَهْدٌ؛ دودھ پیتے بچہ کے لیے ماں کی گود۔

(۲) حُجُور؛ بڑی عمر کے بچوں کے لیے گود اس کا وہ کفیل ہے جو زیرِ تربیت بچہ کے اموال و اختیار پر پابندی لگاتا ہو۔

۱۹۔ گرا۔ گرائی

کے لیے لُجَّةٌ، عَوْرًا اور عَمِيْقٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ لُجَّةٌ، لُجٌّ بمعنی پانی کی گرائی۔ پانی کا گہرا حصہ جہاں پانی سب سے گہرا ہو۔ اور لُجٌّ البَحْرِ بمعنی سمندر کی انتہائی گہرائی (م۔ ل) بَحْرٌ لُجِّيٌّ (۲۴) بمعنی گہرا یا یا سمندر اور لُجَّةٌ بمعنی گہرا پانی

ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ
عَنْ سَاقِبَةٍ (۲۶)

۲- عَوْر: غارِ بمعنی نشیبی زمین کی طرف نیچے اترنا۔ غار بمعنی کھوہ مشہور لفظ ہے۔ اور عَوْر بمعنی نشیبی زمین۔ اور عَوْر زریز زمین گہرائی (مفت) کو یا اس میں گہرائی کے ساتھ مکان کا تصور بھی پایا جاتا ہے، ارشادِ باری ہے:

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ
عَوْرًا فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَاءٍ مَعِينٍ -
پانی لاکر دے گا۔ (۶۶)

۳- عَمِيقٌ: عمیق بمعنی کسی بھی چیز کی گہرائی (صدر ارتفاع۔ بمعنی بلندی) فاصلہ اگر افقی سمت میں ہو تو یہ لمبائی یا بُعد ہے۔ اور اگر اسی سمت میں ہو اور زمین سے اُوپر ہو تو بلندی یا ارتفاع ہے اور زمین سے نیچے ہو یا خود اُوپر کھڑے ہوں تو یہی بلندی عمیق یا گہرائی ہے۔ اور عمیق بمعنی گہرا قرآن میں ہے:

يَأْتِيَنَّ مِنْ كُلِّ فِجٍّ عَمِيقٍ (۱۲)
تو اس میں عمیق کا معنی دُور دراز فِج کی طرف نسبت کی دہر سے ہے۔ فِج دو پہاڑوں کے درمیان راستہ کو کہتے ہیں جو نشیب و فراز سے ہوتا ہوا گزرتا ہے۔

ماہصل: (۱) لُجَّة گہرائی اور لُجج پانی کی گہرائی۔
(۲) عَوْر زریز زمین گہرائی۔ سطرین سے گہرائی نشیبی زمین۔
(۳) عَمِيقٌ گہرا۔ عام معنوں میں ہے۔

۲۰۔ گھاٹ

کے لیے مَشْرَب اور وِرْد کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- مَشْرَب: پانی پینے اور پھرنے کی جگہ۔ گھاٹ۔ یہ لفظ عام ہے۔ ارشادِ باری ہے:
قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ (۲)

۲- وِرْد: وِرْد بمعنی پینے کے لیے پانی کی جگہ پر پہنچنا۔ اور اس کی ضد صَدْر ہے۔ یعنی پانی پی سچکنے کے بعد وہاں سے لوٹ جانا۔ اور وِرْد اس پانی کو کہتے ہیں جو وارو ہونے والوں کے لیے تیار کیا گیا ہو (مفت) جیسے ہمارے ہاں مویشیوں کو پانی پلانے کے لیے پانی کے حوض وغیرہ تیار کیے جاتے ہیں اور وِرْدِ پایا سے کو بھی کہتے ہیں (۱۹) ارشادِ باری ہے:

يَقْدُمُ قَوْمًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَوْرَدَهُمُ
فرعون قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے چلا

النَّارَ رَبِّسَ الْوَرْدِ الْمَوْرُودِ (۱۱)
اور انہیں جہنم پر پہنچا دے گا۔ بڑی ہے وہ گھاٹ
جس پر وہ پیئیں۔

۲۱۔ گھائی

کے لیے نَجْدٌ اور عَقَبَةٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ نَجْدٌ بمعنی گھاٹی۔ بلند زمیں۔ درختوں سے خالی زمیں۔ بلند راستہ۔ پستانِ منجد اور نَجْدٌ بمعنی واضح اور بلند ہونا منجد اور بمعنی بلند اور سخت زمیں (صفت) نجد اصل میں گھاٹی کو بھی کہتے ہیں اور اس راستہ کو بھی جو اس پر چڑھتا یا گھاٹی سے نیچے آتا ہے (صفت) ارشاد باری ہے:

وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ (۹)

اور ہم نے انسان کو دونوں راستے دکھلا دیے (جان ہری)

دکھلائی اس کو دو گھاٹیاں (عثمانی)

۲۔ عَقَبَةٌ بمعنی پہاڑ پر چڑھنے کا دشوار گزار راستہ (صفت) یعنی عَقَبَةٌ سے صرف وہ راستہ مراد ہے جو

گھاٹی یا پہاڑ پر چڑھتا ہو۔ چنانچہ اس سے اگلی آیت ہے:

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ وَمَا أَدْرَاكَ مَا
الْعَقَبَةُ فَاتِكْ رَقَبَةَ (۱۱)

مگر وہ گھاٹی پر سے ہو کر نہ گزارا۔ اور تم کیا سمجھتے گھاٹی
کیا ہے۔ کسی کی گردن کا پھرانا۔

لیکن صاحبِ منجد کے نزدیک عَقَبَةٌ کے معنی دشوار گزار گھاٹی ہے اور اس پر چڑھنے کا دشوار گزار
راستہ بھی۔

ماصل: نَجْدٌ گھاٹی کے لیے عام لفظ اور عَقَبَةٌ صرف اس گھاٹی کو کہتے ہیں جو دشوار گزار ہو۔
گھرانا اور گھرا ہٹ کے لیے دیکھیے "بے قرار ہونا"

۲۲۔ گھ

کے لیے بَيْتٌ، مَسْكَنٌ، دَارٌ و دِيَارٌ اور أَهْلٌ کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ بَيْتٌ: باتِ رات گزارنا۔ شب بسر کرنا۔ اور بَيْتٌ وہ جگہ جہاں شب بسر کی جائے۔ پھر

اصطلاحاً بیت سے مراد وہ جگہ ہے جہاں کوئی شخص اور اس کے عیال جو اس کے پاس رہتے ہیں

رات بسر کر سکیں اور وہ ان کا لمبا و ماوی ہو (صفت۔ م۔ ل) (حج بیوت) ارشاد باری ہے:

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ

تَبَرَّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى (۳۳)

پہلے دورِ جاہلیت کی طرح زیب و زینت کی نمائش نہ

کرتی پھرو۔

اور کعبہ کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے بَيْتٌ اور الْبَيْتُ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اس میں بھی بیانِ
تعلق پایا جاتا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے، الخلق عیالِ اللہ۔ اور کعبہ شب بسر کی جگہ نہ سہی، تاہم

مجاواوی ضرور ہے۔

۲- مَسْكَن، سَكَن یعنی آباد ہونا۔ نیز کام کاج کرنے کے بعد آرام کرنا۔ اور مَسْكَن وہ جگہ ہے جہاں انسان رہائش اختیار کرے اور کسی شخص کو بغیر کرایہ وغیرہ کے رہائش دینے کو سَكَنی کہا جاتا ہے اور ایک مکان میں رہنے والوں کو سَكَن جو سَكَن کی جمع ہے (معت) اور مسکن کا لفظ بَيْت سے انحصار ہے کیونکہ بیت کا لفظ رہائش اور شب بصری دونوں پر دلالت کرتا ہے جبکہ مسکن کا لفظ صرف رہائش کا مقتضی ہے۔ گویا ہر بیت مسکن تو ہے لیکن ہر مسکن بیت نہیں ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَتِلْكَ مَسْكَنُهُمْ لَمْ تَسْكَنْ مِنْ بَعْدِهِمْ
سُوِيَا اِنْ هَلَاكَ شَرُّ لَوْكُلِّمْ كَالْمُهْرِيْنَ جَوَانِ كَالْمُهْرِيْنَ
بَعْدَ هَجْرِكُمْ هِيَ اَبَادٌ هُوْنَ۔ (۸۸)

۳- دَار (جمع دُوَار و دِيَار) بمعنی گھر۔ مکان۔ دار کے استعمال میں بہت وسعت ہے۔ جو گھر، حویلی، بستی، شہر، ملک تمام دنیا بلکہ آخرت پر بھی ہوتا ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے "شہر" اور دَار سے مراد جب گھر ہو تو گھر کی خارجی حیثیت مراد لی جاتی ہے۔ اور اسے انگریزی میں ہاؤس (HOUSE) کہتے ہیں جبکہ بَيْت سے مراد گھر کی داخلی حیثیت لی جاتی ہے۔ انگریزی زبان میں اس کے لیے لفظ ہوم (HOME) ہے۔ نیز دار جب گھر کے معنی میں استعمال ہوگا تو اس کی جمع بھی دَار ہی ہوگی۔ قرآن میں ہے،

فَقَالَ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ۔ (تو صراحت سے اپنی قوم سے) کہا، تم لوگ اپنے گھروں میں تین دن (اور) فائدے اٹھا لو۔ (۹۵)

۴- اَهْل: اَهْل کا لفظ بھی بڑے وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے (تفصیل کے لیے اور اہل اور اہل میں فرق کے لیے دیکھیے "اولاد") اور معروف معنوں میں اہل الرجل کسی کے گھر والے اور اہل و عیال یعنی بیوی بچے ہیں جو اس کے زیر کفالت و تربیت ہوتے ہیں۔ پھر جس طرح قَرْبِيَّة کا لفظ بستی اور بستی والے دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے اسی طرح اَهْل کا لفظ گھر والوں کے علاوہ گھر کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَ اِذْ عَدَّرْتُمْ مِنْ اَهْلِكُمْ نَبِيَّكُمْ
اَلْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ (۱۳۱)

ماہصل: (۱) بَيْت: جہاں انسان کی بعد اہل و عیال رہائش ہو اور شب بصری بھی کرتے ہوں۔
(۲) مَسْكَن: صرف رہائش کا معنی دیتا ہے۔ خواہ شب بصری کی جگہ نہ ہو گویا یہ بَيْت سے انحصار ہے۔

(۳) دَار: کا استعمال بہت عام ہے۔ گھر کے معنی میں ہو تو اس سے گھر کی خارجی حیثیت مراد ہوتی ہے جیسے کسی ایک دار (حویلی۔ بھڑی) کے اندر کئی بَيْت ہو سکتے ہیں۔
(۴) اَهْل، گھراؤ۔ گھر والے، اہل و عیال سب اس کے معنی میں شامل ہیں۔

۲۳ — گھڑی

کے لیے سَاعَة (سوع) اَنَاء (انی) اور زُلْف کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱- سَاعَة: وقت کا ایک معین حصہ۔ گھڑی (ج ساعات) اہل عرب نے رات اور دن کو بارہ بارہ گھڑیوں میں تقسیم کر کے ان کے الگ الگ نام تجویز کیے ہیں جن کی تفصیل ”دن اور رات“ میں گزری چکی ہے۔ آج کل بھی رات اور دن کے مکمل وقت کو ۲۴ گھنٹوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ گویا سَاعَة سے مراد ایک گھنٹہ بھی لیا جاسکتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

لَمْ يَلْبَسُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ (۲۴)

اور گھڑی جسے انگریزی میں (WATCH) کہتے ہیں کے لیے بھی سَاعَة کا لفظ ہی استعمال ہوتا ہے اور ساعاتی بمعنی گھڑیوں کی دکان کرنے والا اور گھڑی ساز۔ اور بھی سَاعَة سے مدت یا اوقات بھی مراد لی جاتی ہے۔ جو ایک پورا دن تو مجا کئی دنوں بلکہ مہینوں اور سالوں پر بھی مشتمل ہو سکتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ
وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ
الْمُسْرَةِ (۱۱۵)

بیشک اللہ نے پیغمبر پر مہاجرین کی اور انصار و مہاجرین پر بھی جنھوں نے مشکل گھڑی میں بھی اس کی فراز بڑی کی۔

اور السَاعَة سے بالمعوم قیامت مراد لی گئی ہے۔ جیسے فرمایا:

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً (۱۱۶) یہاں تک کہ جب قیامت ان پر ناگہاں آمو جو ہوگی۔
۲- اَنَاء، ان بمعنی وقت کا کچھ حصہ (ج اَنَاء) اور اَنَىٰ یا نَىٰ بمعنی کسی چیز کا وقت آجانا اور اس کا انتہا کو پہنچنا (مف) نیز اَنَىٰ بمعنی پورا دن یا اس کا کچھ حصہ (مف) لیکن قرآن کریم میں اَنَاء کا لفظ تین بار استعمال ہوا ہے (۱۱۳)، (۱۱۴) اور (۱۱۵) اور تینوں جگہ اَنَاء کے ساتھ لَئِل کا لفظ آیا ہے۔ دن کے ساتھ اس لفظ کا استعمال نہیں ہوا۔ لہذا اس سے یہی سمجھا جاسکتا ہے کہ اَنَاء کا لفظ رات کی گھڑیوں سے منقص ہے۔ ارشاد باری ہے:

يَسْجُدُونَ آيَاتِ اللَّهِ أَنْاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ
يَسْجُدُونَ (۲۳)

وہ اللہ کی آیات رات کو پڑھتے ہیں اور (اسکے آگے) سجدے کرتے ہیں۔

۳- زُلْف بمعنی رات کا ابتدائی حصہ یا پہلی گھڑیاں (ن ل ۲۴) زُلْف کے بنیادی معنی مرتبہ اور قرب کے ہیں۔ رات کے ابتدائی حصہ کو زُلْف اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ساری رات کا نزدیکی اور

قریب کا حصہ ہے۔ ارشاد باری ہے:

اقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفًا
مِّنَ اللَّيْلِ (۱۱۳)

دن کے دونوں سروں (صبح و شام اور رات کی پہلی ساعات میں نماز قائم کیا کرو۔

ماصل (۱) سَاعَتَهُ: دن اور رات کی گھڑیوں میں سے کوئی ایک گھڑی۔ زمانہ۔ قیامت۔
(۲) اَنَاءَ: رات کی گھڑیاں اور زُلْفَتُ: رات کا ابتدائی حصہ یا گھڑیاں۔

۲۴۔ گھٹنا

کے لیے وَ لَاحِجَ اور جَاسَ (جوس) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ وَ لَاحِجَ: کسی تنگ جگہ میں داخل ہونا۔ گھٹنا (معت) قرآن میں ہے:

وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلْبِغَ

الْجَمَلَ فِي سِمِّ الرَّحِيَاطِ (۳۶) سوئی کے ناکے میں داخل نہ ہو۔

۲۔ جَاسَ: بمعنی کسی چیز کے درمیان تک جا پہنچنا (م۔ ل) اور بمعنی کسی چیز کی طلب میں انتہار کو پہنچ

جانا (معت) اور جَاسَ فِي الْبَيْتِ بمعنی وہ فساد اور لوٹ کے لیے گھر میں گھس آیا (م۔ ق) اور جَاسَ

بمعنی قوم میں گھس کر فساد برپا کرنے والا (مخبر) قرآن میں ہے:

بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَنَا أُولَىٰ بَأْسٍ

شَدِيدٍ يَدْفَعُونَكُم مِّنْ دُونِ الْيَارِ (۳۷) شہروں میں گھس گئے۔

ماصل؛ وَ لَاحِجَ: تنگ جگہ میں داخل ہونے کے لیے اور جَاسَ: لوٹ اور فساد کے لیے گھسنے کے لیے آتا ہے۔

۲۵۔ گھسیٹنا

کے لیے تین الفاظ جَحَّ، سَحَّبَ اور عَثَلَ قرآن کیم میں استعمال ہوئے ہیں اور تینوں کا معنی زمین پر کھینچنا اور گھسیٹنا ہے، صرف کیفیت میں فرق ہے۔

۱۔ جَحَّ: میں کھینچنا کا پہلو نمایاں ہوتا ہے اور گھسیٹنا کا کم۔ افقی سمت میں یا کسی کھڑی چیز کو اس طرح کھینچنا

کہ اسے اپنے پاؤں پر قابو نہ رہے اور وہ گھسٹنے لگے تو یہ جَحَّ ہے۔ قرآن میں ہے:

وَ أَخَذَ بِرَأْسِ آخِيهِ يَحْكُمُ إِلَيْهِ (۳۸) اور موٹی نے اپنے بھائی کا سر پکڑ لیا اور اسے اپنی طرف

کھینچنے لگے۔

اور جَحَّ جَحَّ اس اُس بڑے لشکر کو کہتے ہیں جو وسیع رقبے میں پھیلا آگے بڑھتا جاتا ہے۔ جیسا کہ کھینچنا یا گھسیٹنا ہوا آگے بڑھ رہا ہے۔

۲۔ سَحَّبَ: میں گھسٹنے کا پہلو نمایاں ہوتا ہے اور کھینچنے کا کم۔ اور امام راغب کے نزدیک اس کا معنی کسی کو

منہ کے بل گھسیٹنا ہے (معت) جب کوئی چیز کھڑی کی بجائے پڑی سمت میں یا راستی کی بجائے افقی

سمت میں ہو اور اسے گھسیٹا جائے تو یہ سَحَّبَ ہے۔ اور سَحَّبَ بمعنی بادل کو سَحَّبَ اس لیے

کہتے ہیں کہ (۱) ہوا اسے کھینچ کر لے چلتی ہے اور (۲) وہ خود اس طرح آگے بڑھتا ہے جیسے گھسیٹنا چلا

جا رہا ہے (معت) قرآن میں ہے:

يَوْمَ تَسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَى رُءُوسِهِمْ۔ جس دن وہ (دوزخ کی) آگ میں منہ کے بل گھسیٹے جائیں گے۔
(۲۴)

۳۔ عَتَلٌ، عَتَلٌ میں جَعْر کی نسبت سے سختی اور بیداری کا تصور پایا جاتا ہے (م۔ ق) اور صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک گردن میں کوئی چیز ڈال کر نہایت سختی سے آگے کھینچنا (دخل ۱۸۸) قرآن میں ہے: خَلَدُوهُ فَأَعْتَلُوهُ إِلَى سَوَاءٍ الْجَحِيمِ۔ اسے پکڑ لو اور کھینچتے ہوئے جہنم کے بیچوں بیچ لے جاؤ۔
(۲۴)

ماصل؛ جَعْر کسی کھڑی چیز کو اس طرح کھینچنا کہ وہ گھسنے لگے۔ اور جب اس جَعْر میں سختی اور بیداری بھی ہو تو یہ عتدل ہے۔ اور جب کسی پڑی چیز کو کھینچا جائے تو یہ سَخَب ہے۔

گھوڑا ۲۶

کے لیے خَيْلٌ، صَلْفِنْتُ، جِيَادٌ (جود) اور عَادِيَاتٌ (عدو) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
۱۔ خَيْلٌ، خَيْلٌ اسم جنس ہے یعنی ہر قسم کے گھوڑے پر اس کا اطلاق ہوتا ہے خواہ وہ نر ہو یا مادہ (منا) پھر اس کا استعمال گھوڑوں کے گلہ یا گروہ پر بھی ہوتا ہے جیسے غنم یعنی بکریوں کا ریڑ۔ اور اس کے علاوہ گھڑسوار پر بھی (مخبر) ارشاد باری ہے:

وَالْخَيْلِ وَالْإِنْعَالِ وَالْحَمِيرِ لَتَرْكَبُوهُنَّ
وَرَيْنِيئَةً (۱۶)

اس آیت میں خَيْلٌ کا استعمال بطور اسم جنس آیا ہے اور درج ذیل آیت میں خَيْلٌ کا استعمال گھڑسوار یا گھڑسوار اور گھوڑے کے لیے مجموعہ کے لیے استعمال ہو رہا ہے۔ ارشاد باری ہے:
وَأَجْلِبْ عَلَيْهِم بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ۔ اور اُن پر اپنے سواروں اور پیادوں کو چڑھا کر لاتا رہ۔
(۱۶)

اور خَيْلٌ کا بنیادی معنی قسم قسم کے تصورات کا دماغ میں حرکت کرنا ہے (م۔ ل) اس سے خیال کا لفظ مشتق ہے۔ اور الخَيْلَاءُ اس کبر و نخوت کو کہتے ہیں جو گھڑسوار گھوڑے پر سوار ہو کر پیدل کے مقابلہ میں محسوس کرتا ہے۔ اسی سے لفظ خَيْلٌ ہے۔ معنی فرست سے کوئی بات معلوم کرنا (مخبر) بلند پروازی
۲۔ صَلْفِنْتُ: (صافن کی جمع) صَفْنٌ (الفرس) یعنی گھوڑے کا تین ٹانگوں پر اس طرح کھڑا ہونا کہ چوتھے کمر کا صرف سرازین پر ٹکرا ہے (مخبر۔ صفت) اور اس سے چاک و چونبند گھوڑا مراد لیا جاتا ہے۔
۳۔ جِيَادٌ، (جیتد کی جمع) جَوْدٌ بمعنی کسی چیز میں وسعت ہونا۔ اور جَوَادٌ سخی مرد یا عورت کو کہتے ہیں اور جَادَ الْفَرَسُ بمعنی گھوڑے کا ٹبک اور تیز رفتار ہونا (م۔ ل) اور جَيْتَدٌ کا لفظ محسی جیسڈ کی عہدگی پر بھی دلالت کرتا ہے۔ صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک جِيَادٌ بمعنی تیز رفتار اور عمدہ گھوڑے (دل ۵۶) قرآن میں ہے:

إِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصُّفِيَّتُ
الْحِيَادُ (۳۸)

جب شام کے وقت سیماں پر چاک و چوندا اور سکرنا
گھوڑے پیش کیے گئے۔

۴- عَادِيَاتٌ: عَادِيَةٌ کی جمع ہے اور عَادِيَةٌ، عَادِيٌّ کا نونث ہے اور عَادِيٌّ یعنی وہ جماعت بط
قتل و قتال کے لیے تیار ہو۔ ٹوٹنے والے گھوڑے۔ اور عَادِيَةٌ یعنی گھوڑے نے ایک دوڑ لگائی۔
اور تَعَادِيٌّ الْقَوْمِ یعنی لوگوں نے دوڑ میں مقابلہ کیا (مجد) گویا عَادِيَاتٌ سے مراد وہ جنگ پر جانے
والے گھوڑے ہیں جو مقابلہ کی دوڑ میں حصہ لیتے رہے ہوں۔ ارشاد باری ہے:

وَالْعُدَيَاتِ صَبْحًا (۳۹)

ان سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم جو باپ اٹھتے ہیں۔
ماہل (۱)؛ حَيْدٌ، ام جنس۔ اس کا استعمال عام ہے۔ گھوڑے کے لیے بھی اور گھڑ سوار کے لیے بھی اور مجبور کے لیے بھی
(۲) صُفِيَّتٌ: تین ٹانگوں پر کھڑا ہونے والے چاک و چوندا گھوڑے۔

(۳) حِيَادٌ: سب رفتار اور عمدہ قسم کے گھوڑے۔
(۴) عَادِيَاتٌ: وہ گھوڑے جو گھڑ دوڑ میں حصہ لیتے اور جنگ کے لیے تیار کیے گئے ہوں۔
گھومنا کے لیے دیکھیے "پھرنا"،

۲۷ — گھیرنا

کے لیے حَفَّتٌ، أَحَاطَ (حوط) حَصَّرَ اور حَاقٌ (حیق) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔
۱- حَفَّتٌ: بمعنی کسی چیز کو دونوں جانب سے گھیرنا (مفت) اور حَفَّتُهُ بکنڈا بمعنی احاطہ کر لینا (مجد) اور
مَحْفَقَةٌ بمعنی ڈولی تختہ روال جس پر چاروں طرف سے پردہ ڈالایا ہو۔ (ق) قرآن میں ہے،
وَحَفَفْنَاهُمْ مِمَّا يَتَخَلَّوْا وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَآ
وَحَفَفْنَاهُمْ مِمَّا يَتَخَلَّوْا وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَآ
نَرَاعًا (۱۸)

دوسرے مقام پر ہے:

وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَاقِّينَ مِنْ حَوْلِ
الْعَرْشِ (۳۹)

اور تو دیکھے گا کہ فرشتے عرش کے ارد گرد گھیرا ڈالے
ہوئے ہیں۔

۲- أَحَاطَ: بمعنی احاطہ کرنا۔ چار دیواری بنانا کسی چیز کو اس طرح گھیرنا کہ اس چیز کی حفاظت رہے۔
(مفت) اس طرح کہ نہ تو وہ چیز خود باہر نکل سکے نہ اس میں سے کچھ کوئی دوسرا باہر لے جاسکے۔ جیسے
گھر کا احاطہ چار دیواری سے کر لیا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَ
ظَنُّوْا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ (۱۱)

اور ہر طرف سے لہری اُن پر آنے لگتی ہیں اور زمین پتھریں
ہو جاتا ہے کہ وہ لہروں میں گھر چکے۔

اس لفظ کا استعمال عمومی طور پر بھی ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

بَلَى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ

کیوں نہیں جس نے بڑے کام کیے اور اُس کے گناہوں نے

حَطِيطَةٌ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ (۱۸) اسے گھیر لیا تو یہی لوگ دوزخی ہیں۔

۳۔ اَحْصَرَ: یعنی محاصرہ کرنا۔ گھیراؤ کرنا۔ کسی چیز کے گرد اس طرح گھیراؤ لانا کہ وہ وہیں بند ہو کر رہ جائے اور باہر نہ نکل سکے (م۔ ل۔ صفت) عجوبوں کو لے لیا اور باہر سے کسی طرح کی رسد، کمک یا مدد انہیں نہ پہنچنے دینا۔ ارشاد باری ہے:

وَأَحْصَرُوهُمْ وَأَفَلُوا لَهُمْ كُفْلًا
مَرَصِدًا (۹)

اور ان (مشرکین) کا محاصرہ کرو اور ان کے لیے ہر گھات کی جگہ پر بیٹھو۔

۴۔ حَاقٌ: یعنی کسی چیز کا کسی چیز پر نازل ہونا (م۔ ل) اور یعنی کسی چیز کا کسی چیز پر نازل ہو کر اسے گھیر لے لیا۔ (صفت) گویا ایسا محاصرہ جو محصور کی اپنی ذات پر واقع ہوتا ہے۔ کسی پر مصیبت، آفت یا عذاب کا نازل ہونا جس سے وہ گھر جائے۔ اور حقیق یعنی مکافات عمل۔ برے کام کا بڑا نتیجہ (مخبر) گویا یہ لفظ بڑے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَحَاقٌ يَوْمَئِذٍ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ
اور جس (عذاب کی) وہ ہنسی اڑاتے تھے وہ اُن کو آگھیرے گا۔ (۳۹)

دوسرے مقام پر ہے:

وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ
اور بڑی چال کا وبال اس کے چلنے والے پر ہی پڑتا ہے۔ (۳۵)

مذکورہ آیت کا یہ حصہ بطور محاورہ بھی استعمال ہوتا ہے، یعنی ع چاہ کن را چاہ در پیش۔

ماحصل (۱) حَفٌّ: سے مراد صرف گھیرنا یا گھیر کرنا ہے۔

(۲) اَحْاطَ: یعنی گھیر کر راجح کا مقصد حفاظت ہو۔

(۳) اَحْصَرَ: گھیراؤ اور جس یعنی کسی چیز کو بند کر دینا۔

(۴) حَاقٌ: یعنی کسی آفت کا کسی کو آگھیرنا۔

ل

۱۔ لاطھی

کے لیے عصا (عصی) اور مَنَسَاةٌ (نسا) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
 ۱۔ عَصَا، بمعنی چرواہے کا ڈنڈا۔ سونٹا (ن ل ۲۳۱) (ج عَصِي) (نہ) قرآن میں ہے؛
 فَأَلْقَى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثَعْبَانٌ مُّبِينٌ۔ پھر موٹی نے اپنی لاطھی ڈالی تو وہ ناگماں صریح اُردھا
 (۱۰۶) بن گئی۔

۲۔ مَنَسَاةٌ: مریض یا ضعیف کی لاطھی (ن ل ۲۳۱) قرآن میں ہے؛
 مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَاتَهُمْ (۲۳۳)
 سیلان کی موت پر جنوں کو (گھن کے) کیڑے کی وجہ سے
 آگاہی ہوئی جو آپ کے سونٹے کو لاندہ ہی اندھا کھا رہا تھا۔
 اور ایسی لاطھی جس کا سرا مڑا ہوا ہو۔ اسے مَحْتَجِنٌ کہتے ہیں (ن ل ۲۳۱) عَصَا اور مَنَسَاةٌ دونوں کا
 سرا مڑا ہوا نہیں ہوتا۔ عَصَا موٹا اور مضبوط سونٹا ہے۔ اور مَنَسَاةٌ نسبتاً کم موٹی اور خوش شکل قسم
 کی لاطھی ہوتی ہے۔
 لائن کے لیے دیکھیے ”طمع رکھنا“

۲۔ لانا

کے لیے جَاءَبٌ، اِتَى بِهِ۔ هَلَمَّ، هَاتُوا، اَجَاءَ اور اَجَلَبَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں
 اور ان میں سے اکثر کی تفصیل ”آنا“ کے تحت دی جا چکی ہے۔ جَاءَ اور اَتَى کا صلہ اُگرب سے ہونو
 لانا کا معنی دیتا ہے۔ مثلاً،

۱۔ جَاءَبٌ: فَقَدْ كَذَّبَ رَسُولٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَاءَوُ بِالْيَقِينِ (۱۸۴)

۲۔ اَتَى بِهِ: فَاتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ (۲۳) تو اس جیسی تم بھی کوئی سورت بنا لاؤ۔

۳۔ هَلَمَّ: اسم نعل ہے۔ هَلَمَّ بمعنی پکار۔ یعنی کسی کو پکار پکار کر بلانا۔ ل۔ یہ لفظ لازم و متعدی دونوں

طرح استعمال ہوتا ہے۔ لازم ہوتا آنا کا معنی دے گا جیسے هَلُمَّ اَلَيْسَا (۳۱۸) یعنی ہمارے پاس چلے آؤ اور بطور متعدی استعمال ہو تو لانا کا معنی دے گا۔ قرآن میں ہے:

قُلْ هَلُمَّ شَهَدَاءَكُمْ (۱۵۱) آپ کہہ دیجئے کہ اپنے گواہ لے آؤ۔

۴۔ هَاتُوا: اہل لغت کے نزدیک یہ لفظ اصل میں اَتُوا ہی ہے جو آئی سے امر جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ اور یہ لفظ اسم امر کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ ابن الفارسی کے نزدیک اس کا معنی بھی بیچ کر پکارنا ہے۔ "يَدُلُّ عَلَى الصَّيْحَةِ" (م) لگو بعض کے نزدیک اس کے معنی ادھر لانے یا جلدی لاؤ کے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (۲۱۳) آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔

۵۔ اَجَاءَ: مجبور اور لاچار کر کے لانا (مف) اضطرار لانا یا لانے کا باعث بننا۔ ارشاد باری ہے:

فَاَجَاءَهَا السَّخَّاصُ اِلَى جَذَعِ بَعْرِ دُرِّزِهِ صَهْرَتِ مَرْيَمَ كَوْمَجُورِ كَتَمْتَنِي كِي طَرَفِ لِي آيَا۔

۶۔ اَجَلَبَ: جَلَبَ بمعنی کسی چیز کو چلانا اور ہنکانا۔ اور اَجَلَبَ عَلَيَّ بمعنی کسی کو چلا کر لے کر زبردستی آگے بڑھا ہے (مف) قرآن میں ہے:

وَاَجَلَبَ عَلَيْهِمْ بِحَبِيلِكَ وَرَجَلِكَ اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا کر لانا رہ۔

ماہصل: (۱) اَجَاءَ پ، اس کا استعمال عام ہے۔ (۲) اَجَاءَ: کسی بات کے نتیجے کے طور پر لانا۔ (۳) هَلُمَّ: جب پکار کر لانے کو کہا جائے۔ (۴) هَاتُوا: بمعنی ادھر لاؤ۔ یہاں لاؤ۔ (۵) اَجَاءَ: کسی چیز کو اضطرار لانا۔ لانے کا باعث بننا۔ (۶) اَجَلَبَ: پیچھے سے کسی کو زبردستی ہنکا کر لانا۔

۳۔ لائق ہونا

کے لیے يَلْبَغِي، اَجْدَر، اَوْقَى اور حَقُّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ يَلْبَغِي، اَلْبَغِي بمعنی سہل اور آسان ہونا۔ اور يَلْبَغِي بمعنی لائق ہونا۔ مناسب ہونا (مجد) اور یہ لفظ کسی ایسے فعل کے لیے آتا ہے جس کے لیے وہ مستخر ہو۔ کہتے ہیں اَلنَّارُ يَلْبَغِي اَنْ تَحْرِقَ النَّوْبَ یعنی کپڑے کو جلاؤ اور آگ کا خاصہ ہے (مف) صرف یہی واحد مذکر غائب مضارع کا صیغہ استعمال ہوتا ہے۔ اور ان امور کے متعلق آتا ہے جو نظرت میں داخل یا شامل ہوں۔ لغوی اعتبار سے یہ لفظ اور اثبات دونوں طرح استعمال ہو سکتا ہے۔ اثبات کی مثال قرآن میں نہیں ہے۔ تاہم اوپر دی جا چکی ہے۔ منفی کی مثال قرآن میں یوں ہے:

لَا الشَّمْسُ يَلْبَغِي لَهَا اَنْ تَدْرِكَ الْقَمَرَ (۱۱۱) سورج سچے یا مناسب ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَمَا عَلَّمْنَا الْقَيْمَانَ وَمَا يَتَّبِعِي لَهُ - ہم نے پیغمبر کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ ہی یہ اس لائق ہے۔ (۳۶)

۲- اَجْدَرُ: جَدَرُ یعنی لائق اور مناسب ہونا۔ اور اجدد اسم بالغہ کا صیغہ ہے اور یہ اختیاری لفظ کے لیے آتا ہے۔ جَدِيْرُ الَّذِيْكَوْ بمعنى قابلِ ذِكرٍ اور جَدِيْرُ الشَّيْءِ بمعنى قابلِ سِتْاَشٍ اور اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کوئی بات کسی کے مناسب حال اور شایانِ شان ہو ارشادِ باری ہے:

الْأَعْوَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَفِعَالًا وَأَجْدَرُ دہانے لوگ کفر و نفاق میں بہت سخت ہیں اور اسی لائق ہیں کہ وہ اللہ کے نازل کردہ حدود و احکام کو نہ سمجھیں۔ (۳۷)

۳- اَوْلَى: ولی یعنی حامی، دوست اور موالی کا ایک معنی ترکہ کا وارث۔ اور ولایۃ بمعنی آزاد کردہ غلام کا ترکہ۔ اور حقِ تولیت۔ اور اَوْلَى بمعنی لائق تر۔ مناسب تر۔ زیادہ محتدر۔ اختیاری امور کے لیے آتا ہے۔ اور صرف اثبات کے لیے آتا ہے۔ اور یَتَّبِعِي سے زیادہ ابلغ ہے (صحت) اس کا بھی صرف یہی صیغہ استعمال ہوتا ہے۔ اور اس کا صلہ ب سے آئے گا۔ اور اس کا معنی ہوگا۔ وہی اُس کا اہل ہے، وہی زیادہ مناسب یا محتدر ہے۔ قرآن میں ہے:

ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلَى بِهَا صِلَاتًا (۱۹) پھر ہم ان لوگوں سے بھی خوب واقف ہیں جو بہنم میں داخل ہونے کے زیادہ لائق ہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

الَّذِيْ اَوْلَى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ پیغمبر مومنوں پر اُن کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔ (۳۸)

اور اَوْلَى کا صلہ اگر ل سے ہو تو یہ کلمہ نفی و تہدید بن جائے گا بمعنی خرابی، ہلاکت وغیرہ۔ قرآن میں ہے:

اَوْلَى لَكَ فَاَوْلَى (۳۹) تیرے لیے ہلاکت ہو، پھر تیرے لیے ہلاکت ہو۔

۴- حَقٌّ: حَقٌّ بمعنی ثابت ہونا۔ واجب ہونا۔ اور حَقٌّ اَنْ يَّفْعَلَ كَذَا یعنی ایسا کرنا ہی اس کے لیے واجب اور سزاوار ہے (مجبور) یعنی اس کا یہی حق تھا کہ وہ ایسا کرے۔ اس کا استعمال بھی صرف اثبات کے طور پر ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِذَا السَّمَاءُ اَنْشَقَّتْ وَاذْنَتْ لِوَجْهِهَا وَحَقَّتْ (۴۰) جب آسمان پھٹ جائے اور اپنے رب کے حکم پر کان دھرے اور اسے واجب بھی یہی ہے۔

ماصل: (۱) يَتَّبِعِي صرف تسخیری امور کے لیے۔

(۲) اَجْدَرُ: اختیاری امور کے لیے کسی کے مناسب حال امر پر شایانِ مثلن بات کے لیے۔

(۳) اَوْلَى: یہ اَجْدَر سے زیادہ وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور اختیاری امور میں صرف اثبات کے لیے آتا ہے۔

(۴) حُقِّ: جب کسی کے لیے وہی بات ہی سزاوار ہو۔

۴۔ لپیٹنا۔ لیٹنا

کے لیے طَلَوِي، لَفَّتْ اور كَوَّرَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ طَلَوِي، بمعنی تہہ کر کے لیٹنا۔ بساط لیٹنا۔ دسترخوان تہہ کرنا۔ طوبیت الثوب والکتاب یعنی جیسے کپڑا یا کتاب لپیٹی یا بند کی جاتی ہے (م۔ ل)۔ کہتے ہیں شَرَّوْتُ الْكِتَابَ ثُمَّ طَلَوْنِيَّةً یعنی میں نے کتاب کھولی پھر بند کر دی۔ ارشاد باری ہے:

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِّدِ
لِلْكِتَابِ (۲۳)

جس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ لیں گے، جیسے
تحریروں کا دسترخول لپیٹ لیتے ہیں۔

۲۔ لَفَّتْ، بمعنی ایک چیز کو دوسری کے ساتھ ملا دینا اور مدغم کر دینا (مف) ایک چیز کی تہہ لگانا۔ پھر اس کے اوپر دوسری چیز کی تہہ لگا کر ملانا۔ پھر اس کے بعد اس کے اوپر تیسری تہہ کو (م۔ ل) ارشاد باری ہے:

فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرِ جَعَلْنَاكُمْ
لَعْنَةً (۲۴)

لے آئیں گے۔

اور لیٹنا کے لیے اِنْتَفَتْ استعمال ہوگا۔ بمعنی ایک چیز بند دوسری چیز کا لگ کر چمٹ جانا۔ ارشاد باری ہے:

وَأَنْتَفَتِ السَّمَاءُ بِالسَّاقِ إِلَى رَبِّكَ
يَوْمَئِذٍ الْمَسَاءُ (۲۵)

اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے۔ اس دن تجھے اپنے
پروردگار کی طرف چلنا ہے۔

۳۔ كَوَّرَ، کسی چیز کو عمامہ یا کپڑی کی طرح لیٹنا اور اوپر تہہ لگانا۔ اور اکتاس الفرس بمعنی گھوڑے کا اپنی دم گھمانا (مف) اور کپڑی کی طرح لپیٹنے کے لیے لَفَّتْ بھی استعمال ہوتا ہے۔ کہتے ہیں لَفَفْتُ عِمَامَتِي عَلَى رَأْسِي یعنی میں نے اپنے سر پر کپڑی لپیٹی۔ وہ اس لحاظ سے ہے کہ ایک تہہ پر دوسری تہہ جتی جاتی ہے۔ اور کپڑی لپیٹنے کے لیے كَوَّرَ کا لفظ زیادہ ابلغ ہے۔ کیونکہ كَوَّرَ میں جمع اور گولائی کے دونوں تصور موجود ہوتے ہیں جو کپڑی میں پائے جاتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

يَكْوِّرُ الْعِلْمَ عَلَى التَّنَارِ وَيَكْوِّرُ التَّنَارَ
عَلَى الْعِلْمِ (۲۶)

وہی ذات ہے جو زرات کو دن پر اور دن کو رات پر
لیٹتا ہے۔

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (۲۷)

جب سورج لپیٹ لیا جائے گا۔

ماحصل (۱) طَلَوِي، بمعنی کسی چیز کو تہہ کرنا جیسے دسترخوان لیٹنا۔

(۲) لَفَّتْ: ایک چیز پر دوسری رکھ اسے مدغم کر دینا۔

(۳) كَوَّرَ: گولائی میں لیٹنا اور جاتے جانا۔

۵۔ لٹکانا — لٹکانا

کے لیے اَدْلٰی، تَدْلٰی، عَلَقٌ، تَرَدَّدٌ اور ذَبْدَبٌ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ اَدْلٰی: دلیٰ بمعنی سہولت اور نرمی کے ساتھ کسی چیز کا قریب ہونا (م۔ ل) دَلَّوْہُ بمعنی کسی سے نرمی اور مدارات کا سلوک کرنا۔ اور دَلَّوْہُ بمعنی خالی ڈول۔ اور دَلَّوْہُ بمعنی ڈول کو کنوئیں میں ڈالنے اور نکالنے کے لیے کھینچنا۔ اور اَدْلٰی دَلَّوْہُ بمعنی اس نے خالی ڈول پانی سے بھرنے کیلئے کنوئیں میں لٹکایا۔ قرآن میں ہے:

وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَسْوَأُوا وَاوْرَدَهُمْ
فَادْلٰی دَلَّوْہُ (۱۶)

اور ایک قافلہ آیا جس نے پانی لانے کے لیے اپنا آدمی
(اس کنوئیں پر) بھیجا۔ تو اس نے اپنا ڈول لٹکایا۔

تَدْلٰی: بمعنی خود سہولت اور نرمی سے نیچے لٹکانا۔ کہتے ہیں تَدْلٰی الثَّمْرُ مِنَ الشَّجَرِ وَرِخْتِهَا كَالْمِثْلِ
لٹک آیا (مخبر) قرآن میں ہے:

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلٰی (۱۷)

پھر جبریل نزدیک ہوا پھر لٹک آیا۔

۲۔ عَلَقٌ: علق بمعنی کسی چیز میں پھنس جانا کہتے ہیں عَلَقَ الصَّيْدُ فِي الْجِعَالَةِ یعنی شکار جال میں پھنس گیا اور علق بمعنی لٹکانا۔ پھنسانا۔ اور علق بمعنی لٹکانی ہوئی چیز ارشاد باری ہے:

فَلَا تَسْبُلُوْا كَلَمَآةً سَبَتْهَا
كَالْمُعَلَّقَةِ (۱۸)

پس تم ایک ہی (بیوی کی) طرف نہ بھجک جاؤ اور اس
(دوسری) کو لٹکا چھوڑ دو۔

۳۔ تَرَدَّدٌ: تَرَدَّدٌ بمعنی واپس کرنا۔ لوٹانا۔ موڑنا۔ اور تَرَدَّدٌ بمعنی ایک خیال کا آنا۔ پھر اس کی بجائے دوسرا خیال آنا۔ وہ بھی نکل جانا پھر کوئی اور خیال آجانا۔ اور تَرَدَّدٌ فِي الْأَمْرِ بمعنی شک و شبہ میں پڑنا (مخبر) حیران رہ جانا۔ اور کوئی فیصلہ نہ کر پانا۔ ارشاد باری ہے:

فَهَمُّ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ (۱۹)

سو وہ اپنے غمجان میں ڈول ڈول ہو رہے ہیں۔

۴۔ ذَبْدَبٌ: الذَّبْدَبَةُ: اصل میں معلق چیز کے ہلنے کی آواز کو کہتے ہیں۔ پھر بطور استعارہ ہر قسم کی حرکت اور اضطراب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے (صفت) اور الذَّبْدَبَةُ بمعنی ہوا میں حرکت کرنے والی چیز۔ وہ چیز جو بالگی کی زینت کے لیے لٹکائی جائے۔ اور ذَبْدَبُ الرَّجُلِ بمعنی کسی شخص کا حیران و متروک ہونا (مخبر) گویا ذَبْدَبٌ میں مختلف راہوں میں سے کسی راہ کا فیصلہ نہ کر پانے کی وجہ سے اضطراب کے ساتھ خود درمیان میں لٹکے رہنا ہے۔ ارشاد باری ہے:

مَذْبَذٍ بَيْنَ بَيْنٍ ذَلِكَ لِأَنَّ الْهُوْلَاءِ
وَلَا إِلَى الْهُوْلَاءِ (۲۰)

بیچ میں پڑے لٹک رہے ہیں نہ ان کی طرف (اتنے
ہیں) نہ ان کی طرف۔

ماحصل: (۱) اَدْلٰی: کسی چیز کو آہستہ آہستہ اور نرمی سے لٹکانا۔

(۲) عَلَقٌ: کسی چیز کو لٹکائے اور پھنسائے رکھنا۔

(۳) تَوَدَّ: خیالات کے اختلاف کی بنا پر ڈانواں ڈول اور لٹکے رہنا۔
 (۴) ذبذب: ایسا تردد جس میں اضطراب بھی شامل ہو۔

۶۔ لحاظ رکھنا

کے لیے رَقَبَ اور رَعَى کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَقَبَ: کسی کی گردن پر نظر رکھنا۔ کڑی نگہداشت کرنا (مف) اور بمعنی نگرانی کرنا۔ نگہبانی کرنا۔
 انتظار کرنا (منجد) پاسداری کرنا۔ قرآن میں ہے:
 لَا يَرْقُبُونَ فِي مَوْتِهِمْ (الْأَوْلَادِ ذِمَّةً)۔ یہ منافق کسی مسلمان کے لیے نہ تو قرابت کا لحاظ رکھتے
 ہیں اور نہ عہد پیمان کا۔ (۱۱)

۲۔ رَعَى: بمعنی کسی چیز کی حفاظت اچھے طور پر کرنا اور اس کا دھیان رکھنا (مف) کسی عہد یا ذمہ داری کو نبھانا اور اس کی فکر رکھنا۔ اور رَاعَى بمعنی چرواہا جو اپنے ریوڑ کی حفاظت پر مامور ہوتا ہے اور بمعنی کسی چیز کی حفاظت کرنا اور بیرونی خطرات کے ڈور کرنے کے اسباب کو دور کرنا (ضد اہمال) یعنی بغیر چرواہا کے ریوڑ کا چرنا (فقہ ۱۵) قرآن میں ہے:
 وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ (۲۳)

ماحصل: (۱) رقب کا لفظ محض کسی چیز پر کڑی نظر یا بے کراہت دھیان رکھنے کے لیے استعمال ہوتا ہے جبکہ رَعَى میں اس چیز کی بطیب خاطر حفاظت بھی مقصود ہوتی ہے۔

رَزْنَا دیکھیے "کانپنا" لڑکا دیکھیے "بچہ"
 رِطَائِي دیکھیے "جنگ"

شکر

کے لیے جُنْد، فَوْج، حِزْب، رَقَبُونَ، فِئْتَةٌ اور ثَبَات کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔
 ۱۔ جُنْد: فوجی لشکر کے لیے کثیر الاستعمال اور معروف لفظ جس کا استعمال عام ہے۔ جُنْدِیْ بمعنی فوجی اور جُنْدٌ بمعنی فوج میں بھرتی کرنا (منجد) (ج جنود) (جُنْد کے علاوہ لشکر کے لیے ایک اور عام لفظ جیش ہے جس کی جمع جیوش ہے۔ اس کا استعمال قرآن میں نہیں ہوا اور دوسرا لفظ عسکر ہے ج عساکر۔ یہ بھی قرآن میں نہیں ہے۔ عساکر اور جیوش عام طور پر ان لشکروں کو کہا جاتا ہے جو اعلان جہاد پر مختلف پہلوؤں سے جمع ہونے شروع ہو جاتے ہیں خواہ ان کے پاس سامان حرب ہو یا نہ ہو) اور جُنْد صرف مسلح لشکر کو کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:
 فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ (۲۴۶) جب طاوت فوج میں لے کر روانہ ہوا۔

۲- فَوْج: بمعنی تیزی سے گزر جانے والی جماعت۔ جنگی دستہ (صفت) (ج اخراج) طائفہ سے بڑی جماعت (فل ۲۰۵) لیکن قرآن میں یہ لفظ بالعموم ایک جماعت کے معنوں میں ہی آیا ہے۔ جنگی دستہ کے معنوں میں نہیں آیا۔ گویا جو تصور آج کل فوج کے لفظ سے پیدا ہوا ہے قرآن سے یہ مفہوم نہیں نکلتا۔ ارشاد باری ہے:

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا يَمُوتَنَّ
يَكْذِبُ بِأَيْدِنَا (۲۱۸)

اور جس دن ہم ہر امت میں سے اس گروہ کو جمع کریں گے جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے تھے۔

۳- حِزْب: بمعنی گروہ۔ پارٹی۔ جتھا۔ ہم خیال لوگوں کا گروہ۔ اور احزاب (ایسے لوگ جن کے دل اور اعمال مناسبت رکھتے ہوں اگرچہ آپس میں نہ ملیں)۔ اور حِزَابٌ بمعنی کسی پارٹی میں داخل ہونا۔ مذکرنا۔ توت پہنچانا۔ اور حِزْبٌ بمعنی قوم کے گروہ گروہ بنا کر جمع کرنا (مخبر) اور حِزْبٌ بمعنی وہ جماعت جس میں سختی اور شدت پائی جائے (صفت) اور حِزْبٌ دراصل سیاسی پارٹی کو کہتے ہیں۔ اور قرآن کی زور سے بڑے حزب صرف دو ہی ہیں۔ ایک حزب اللہ دوسرے حزب الشیطن۔ جن میں ہر وقت عداوتی کاسلسلہ جاری رہتا ہے۔ اور حزب الشیطن پھر کئی چھوٹے احزاب میں منقسم ہو جاتا ہے جیسے جنگ خندق کے موقع پر کفار کے کئی احزاب مل کر مقابلہ پر اتر آئے تھے۔ نیز حزب بمعنی ایک جھنڈے تلے جمع ہونے والے لوگ (م-ق) قرآن میں ہے:

يَحْسَبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا
وَأِنْ يَأْتِ الْأَحْزَابَ يَسْعُدُوا لَوْ
أَنَّهُمْ بَادُونَ فِي الْأَحْزَابِ يَسْأَلُونَ
عَنْ أَنْبَاءِكُمْ (۲۲۳)

(خوف کے مارے) خیال کرتے ہیں کہ ابھی تک فوجیں گئی نہیں۔ اور اگر لشکر آجائیں تو تمنا کریں کہ (کاش) وہ ہاتھوں میں جا رہیں اور (صرف) تمہاری خبریں پوچھ لیا کریں۔

۴- فِئْتَةٌ: فَايَ الرَّأْسِ فُلَانٌ بمعنی کسی کے سر کو تلوار سے پھاڑ دینا (مخبر) فِئْتَةٌ بمعنی ایسی جنگی جماعت جس کے افراد باہمی تعاون کے لیے آپس میں رابطہ قائم رکھتے ہوں (صفت) ارشاد باری ہے:

كَمْ مِنْ فِئْتَةٍ بِلَيْلَةٍ وَغَلَبَتْ فِئْتَهُ
كَثِيرَةٌ يُأْتِنُ اللَّهُ (۲۲۹)

بسا اوقات تھوڑی سی جماعت نے اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر فتح حاصل کی ہے۔

۵- نَفِيرٌ: نَفَرٌ بمعنی جنگ یا کسی مہم پر روانہ ہونا۔ اور نَفِيرٌ بمعنی لڑائی کی طرف کوچ کرنے والے لوگ اور (۲) نَفِيرٌ بمعنی دس سے کم آدمیوں کا گروہ (مخبر)۔

۶- ثَبَاتٌ: بمعنی ایسے بہادر شہسوار جن کا حملہ خطرناک جانا ہو (مخبر) ارشاد باری ہے:

يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا خَدُّوا حِدْرَكُمْ
فَأَنْفِرُوا ثَبَاتًا أَوْ أَنْفِرُوا جَمِيعًا (۲۳۱)

لے ایمان والو! اپنے ہتھیار اور بچاؤ کا سامان سنبھالو اور خواہ دستے دستے ہو کر یا سب مل کر لڑائی پر روانہ ہو جاؤ

ماہل ۱۱: جند، بھرتی شدہ مسلح لشکروں کا دستہ۔ (۳) حِزْبٌ: پارٹی۔ سیاسی فرقت۔

(۲) فوج: تیزی سے گزر جانے والی جماعت۔ (۴) فِئْتَةٌ: ایسی جنگجو جماعت جن کا آپس میں تعاون ہو۔

(۵) فغیر کسی ہم یا جنگ پر وا نہ ہونے والے لوگ۔ (۶) ثبات، بہادر شسواروں کا چھوٹا رتنہ۔

۸۔ لکڑی

کے لیے حَطَبٌ اور خَشَبٌ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

- ۱۔ حَطَبٌ، ایسی لکڑی جو صرف جلانے کے قابل ہو۔ ایندھن (م۔ ل) قرآن میں ہے؛
وَأَمْرًا تَلَهُ حَمَالَةٌ أَلْحَطَبِ (۳۳) اور ابولہب کی بیوی بھی جو ایندھن سر پٹائے پھرتی ہے۔
- ۲۔ خَشَبٌ، ایسی لکڑی جو کارآمد ہو۔ عمارت میں کام آسکتے والی لکڑی۔ ابن الفارسی کے الفاظ میں سخت اور موٹی لکڑی (ج خَشُبٌ) (TIMBER) م۔ ل) قرآن میں ہے؛
كَانَ لَهُمْ خَشَبٌ مُسْتَدَدٌ (۳۳) گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں جو دیواروں سے لگائی گئی ہیں۔

۹۔ لکھنا

کے لیے حَطٌّ، سَطْرٌ، رَقْعٌ اور كَتَبٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

- ۱۔ حَطٌّ، بمعنی لکھنا۔ نشان لگانا اور انہیں لمبائی میں لمبا کرنا۔ حَطَطَ بمعنی دھاری دار کپڑا اور حَطَّاطٌ بمعنی بہت لکھنے والا زنجید گویا حَطَّطَ سے مراد معض لمبائی کے رُخ کچھ لکھ دینا ہے۔
وَهُ تَحْرِيرٌ جِيسِيٌّ هُوَ - ارشاد باری ہے؛

- ۲۔ سَطْرٌ، سَطْرٌ بمعنی لکھنا۔ سَطْرٌ بمعنی سطر (منجد) اور مَسَطَرَ بمعنی سطر بندی کرنا۔ سَطْرٌ بنا کر لکھنا۔ سیدھی سطور لکھنا۔ قرآن میں ہے؛
وَمَا كُنْتَ تَتْلُو مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّ بِيَمِينِكَ (۲۹)

- ۳۔ رَقْعٌ، بمعنی کتاب پر اعراب اور نقطے لگانا۔ لکھنا کپڑے پر نقش و نگار بنانا۔ اور رَقْعٌ بمعنی نقش کرنے کا آلہ اور مرقوم بمعنی واضح لکھی ہوئی (منجد) اور رَقْعٌ بمعنی ایسی تحریر کرنا جو واضح اور موٹے خط میں لکھی گئی ہو (معن) ارشاد باری ہے؛

كِتَابٍ مَرْقُومٍ تَتْلُو هَذِهِ الْمُقْرَبُونَ - وہ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی جہاں مقرب فرشتے موجود ہوتے ہیں۔ (۸۳)

- ۴۔ كَتَبٌ، اسے لکھنا جو اپنا مفہوم ادا کرنے میں مکمل ہو (م۔ ل) ارشاد باری ہے؛
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَعْتُمْ لِي أَيْمَانِ دَالُوا؛ جب تم آپس میں کسی میعاد معین کے لیے قرض کا معاملہ کرنے لگو تو اسے لکھ لیا کرو۔
بِذَيْنِ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسْتَقَرٍّ فَاصْتَبُوا - (۲۸۳)

حاصل: (۱) حَظَّ: محض لمبائی کے رخ کچھ لکھ دینا۔

(۲) سَطَّرَ: سطور بنا کر لکھنا۔

(۳) سَقَمَ: ایسے لکھنا کہ تحریر واضح اور موٹی ہو۔

(۴) كَتَبَ: ایسی تحریر جو اپنا مفہوم ادا کرنے میں مکمل ہو۔

۱۰۔ لکھوانا

کے لیے اسْتَسَخَّ، اَمَلَّ (مَلَّ) اور اِكْتَتَبَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
 ۱۔ اسْتَسَخَّ: نَسَخَ الْكِتَابَ بمعنی کتاب کی کاپی کرنا اور نسخہ وہ کتاب جس سے نقل کی جائے نقل شدہ کتاب اور اسْتَسَخَّ بمعنی لکھنے یا نقل کرنے کو کہنا (منجد) کتاب کو حرفت بہ حرفت نقل کرنا۔ ارشاد باری ہے:

هَذَا كِتَابُنَا يُنطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ
 اِنَّا كُنَّا نَسْتَسَخِّعُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (۲۹)
 ۲۔ اَمَلَّ: بمعنی تحریر لکھوانا۔ اس طرح کہ ایک آدمی بولتا جائے اور دوسرا لکھنا جائے۔ لکھوانا۔ لکھنے کے بعد پڑھ کر سنانا (تفصیل پڑھنا میں دیکھیے) ارشاد باری ہے:

وَلْيَمْلِكِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ (۲۸)
 اور چاہیے کہ وہ شخص لکھوائے جس نے قرضہ لیا ہے۔
 ۳۔ اِكْتَتَبَ: لکھنا۔ اِطْلُكِرَانَا۔ لکھانا۔ لکھنے کی درخواست کرنا (منجد) اِكْتَتَبَ کا لفظ عموماً جھوٹی اور جعلی تحریر کے متعلق استعمال ہوتا ہے (معن) ارشاد باری ہے:

وَقَالُوا اَسْأَطِرُّا لَّا دِلِينَ اِكْتَتَبَهَا
 فَبِئْسَ ثَمَلِي عَلَيْهِ بَكْرَةٌ وَاَصِيلًا (۲۵)
 اور (کافر) کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں
 جسے اس نے لکھوا رکھا ہے۔ اور وہ صبح و شام اس کو
 پڑھ پڑھ کر سنانا جاتی ہیں۔

حاصل: (۱) اسْتَسَخَّ: کسی کو کوئی چیز نقل کرنے کو دینا۔ لکھوانا۔

(۲) اَمَلَّ: ایک شخص کا بولتے اور دوسرے کو لکھتے جانا۔

(۳) اِكْتَتَبَ: کا استعمال عموماً جھوٹی اور جعلی نقل سازی کے لیے ہوتا ہے۔

۱۱۔ لکھنے والا

کے لیے كَاتِبٌ اور سَفْرَةٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ كَاتِبٌ: ہر وہ شخص جو کوئی چیز لکھتا ہے وہ كَاتِبٌ ہے یہ لفظ معروف اور اس کا استعمال عام ہے ارشاد باری ہے:

فَاِنَّ لَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهُوْا

اور اگر تم سفر میں ہو اور کاتب نہ مل سکے تو رہیں باقیضہ

مَقْبُوضَةً (۲/۲۸۳)

رکھ کر قرض لے لو

۲- سَفَرَةٌ: (سافر کی جمع) السَّفَرُ بمعنی وہ کتاب جو حقائق کو بے نقاب کرتی ہو۔ م۔ ل اور اسفار بمعنی تورات کی شروح و تفاسیر۔ اور سافر وہ شخص جو ایسی تحریر کرتا یا لکھتا ہو۔ نامہ اعمال لکھنے والے فرشتے۔ الہامی تحریر لکھنے والے۔ ارشاد باری ہے:

فِي حُفِّ مَكْرَمَةٍ مَّرْقُوعَةٍ مُطَهَّرَةٍ ۱
 يَا أَيُّدِي سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَّةٍ (۳۶)

وہ (صحیف) عزت والے اوراق میں ہے جو اونچے رکھے ہوئے اور نہایت پاکیزہ ہیں۔ انھیں بہت عزت والے اور نیک لکھنے والوں کے ہاتھوں نے لکھا۔

حاصل: کاتب: عام ہے۔ سفرۃ: تبرک اور پاکیزہ تحریریں لکھنے والے۔

۱۲۔ لگاتار پے درپے

کے لیے نَتْرًا، عَلٰی فِتْرَةٍ، حُسُومٌ، رَدِيفٌ، ذَابٌ، مُتَتَابِعٌ اور وَصْدٌ کے الفاظ قرآن مجید میں آتے ہیں۔

۱- نَتْرًا: بمعنی ایک کے بعد دوسرا آنا اس طرح کہ درمیان میں وقفہ نہ ہو (مخدا) تواتر اور متواتر مشہور الفاظ ہیں۔ یعنی بیک وقت کئی ایک تو ہو سکتے ہیں مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی وقت کوئی بھی نہ ہو۔ ارشاد باری ہے:

ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرًا (۲۲)
 ۲- عَلٰی فِتْرَةٍ: فِتْرٌ بمعنی کام کرنے کرتے کسی چیز کی رفتار کا کم ہونا اور اس میں ضعف واقع ہونا۔

م۔ ل۔ مَعْفٌ (ارشاد باری ہے):
 يَا هَلْ أَكْتَابٌ قَدْ جَاءَ كُمْ رَسُولُنَا
 يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰی فِتْرَةٍ مِّنَ الرَّسُولِ۔
 تھا۔ یہ رسول تمہارے لیے (احکام الہی کی) وضاحت کرتا ہے۔ (۱۹)

۳- حُسُومًا: حَسَمَ بمعنی کسی چیز کے نشان کو زائل کرنا اور مٹا دینا۔ اور حَسَمَ الدَّاءَ بمعنی سلسلہ وان دے کر زخم اور اس کے نشان کو مٹا دینا۔ اور نَالَهُ حُسُومًا بمعنی نحوست نے اس کا نام و نشان مٹا ڈالا (معف) اور حَسَمَ بمعنی جڑ سے کاٹنا۔ حَسَمَ الْعَرَبِيُّ بمعنی راگ کاٹ کر اس کو داغ دینا تاکہ نون بند ہو جائے۔ اور حُسُومٌ بمعنی نامبارک۔ منسوس (مخدا) گویا حُسُومٌ میں تین باتوں کا تصور پایا جاتا ہے۔ (۱) تکلیف اور نحوست (۲) تسلسل (۳) قلع توع۔ ارشاد باری ہے:

وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِجِّ صَرَصِرٍ
 عَالِيَةٍ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ
 وَتَمَازِينَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ

رہے عا د تو ان کا ستاٹے کی سرد ہوا سے ستیا ناس
 کر دیا گیا۔ اٹھنے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن اس
 طوفان کو لگاتار چلائے رکھا۔ تو اب تم اس قوم کو مے

فِيهَا صَرَحِي (۳۹) پڑھے دیکھو۔

اس آیت میں حُضُور کا لفظ تینوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

۴- رَدْف: بمعنی کسی کے پیچھے سوار ہونا۔ اور اَرْدَفَ بمعنی کسی کو اپنے پیچھے سوار کرنا۔ یکے بعد دیگرے آنا۔ پے درپے ہونا۔ اور تَرَادَفَ ایک دوسرے کی مدد کرنا۔ ایک دوسرے کے پیچھے سوار ہونا (مخبر) اور اَرَادَفَ الْمُلُوكَ بمعنی بادشاہوں کے جانشین (معت) قرآن میں ہے،

إِذْ تَسْتَعِينُ شُوْرًا رَبِّكَ كَمَا سَتَجَابَ لَكُمْ إِذْ أَنْتُمْ مُبْدِلُونَ بِالْفِئْرِ الْمَلِكِيَّةِ
 جب تم اللہ سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری فریاد رسی کی (اور فرمایا) میں ایک ہزار لگانا کرتے والے فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا۔

۵- دَابَّ: بمعنی کوشش اور مشقت سے برابر کسی کام کو کرتے جانا (مخبر) مسلسل اور بغیر وقفہ کے چلتے رہنا (معت) ارشادِ باری ہے،

وَسَتَعْرِكُكُمْ الشُّسُ وَالْقَمَرُ دَائِبِينَ
 اور تمہارے لیے سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا۔ دونوں ایک دستور پر چل رہے ہیں۔ (۱۲۳)

۶- مُتَّبَاعٍ: بمعنی دو چیزوں کا آپس میں اس طرح آگے پیچھے آنا یا ہونا کہ ان میں کوئی تیسری چیز حائل نہ ہو (معت) ارشادِ باری ہے،

فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامًا شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ
 تو جس کو غلام آزاد کرنا میسر نہ ہو وہ متواتر دو مہینے کے روزے رکھے۔ (۹۶)

۷- وَصَلَّ: وَصَلَ بمعنی ملنا اور جوڑنا (مصل) یعنی کسی چیز کو اس طرح ملانا کہ وہ جوڑ جائے۔ اور وَصَلَّ میں مبالغہ پایا جاتا ہے۔ اور واصل الشئ یا واصل بالشيء بمعنی ہمیشگی کے ساتھ کرنا (مخبر) ارشادِ باری ہے،

وَلَقَدْ وَصَلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (۲۵)
 اور ہم پے درپے ان کے پاس (ہدایت کی) باتیں بھیجتے رہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

ماحصل (۱) تَتَرَا: متواتر۔ لگانا۔ بلا انقطاع۔

(۲) عَلَى فِتْرَةٍ: پہلے کا اثر ماند پڑنے پر سلسلہ جاری رکھنا۔

(۳) حُضُور: لگانا مصیبت اور نحوست جو قلع قمع کر دے۔

(۴) رَدْف: ایک کے بعد دوسرا جبکہ وہ سب ایک دوسرے کے مدد و معاون بھی ہوں۔

(۵) دَابَّ: کوشش اور مشقت سے لگانا چلتے جانا۔

(۶) مُتَّبَاعٍ: دو چیزوں میں سے کسی کو اس طرح آگے پیچھے ہونا کہ درمیان میں کوئی تیسری چیز حائل نہ ہو۔

(۷) وَصَلَّ: ایک چیز کو دوسری سے ملا کر اس طرح جوڑنا کہ وقفہ کا امکان ہی ختم ہو جائے۔

۱۳۔ ٹوٹنا۔ ٹوٹانا۔ رجوع کرنا

کے لیے رَجَعَ، اَبَّ (اوب)، تَابَ (توب)، اَنَابَ (نوب) بَاءً (بوع) فَاءً (فئ) ، صَدَرَ صَارَ (صیر) اور ارْتَدَّ (رد)، انقلب، افاض اور هَادَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَجَعَ، بمعنی کسی چیز کا اپنے مبداء کی طرف ٹوٹنا۔ خواہ یہ چیز کوئی جاندار ہو یا بے جان، قول ہو یا فعل نیز اس ٹوٹنے کے فعل میں ٹوٹنے والے کے ارادہ کو دخل ہو یا نہ ہو (معنی) مشہور مقولہ ہے كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ إِلَىٰ اَصْلِهِ یعنی ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے۔ گویا اس لفظ کا استعمال ہر لحاظ سے

عام ہے۔ قرآن میں ہے:

الَّذِينَ إِذَا أَصَابْتَهُمُ مِصْيَبَةٌ قَالُوا
إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاغِبُونَ ﴿۱۰۶﴾

اور اَرْجَعَ بمعنی ٹوٹانا۔ جیسے فرمایا:

وَاللّٰهُ يَرْجِعُ الْأُمُورَ ﴿۳۱۳﴾

اور سب کام اللہ ہی کی طرف ٹوٹائے جاتے ہیں۔

۲۔ اَبَّ، یہ رَجَعَ سے انحصار ہے۔ اور صرف جاندار کے لیے آتا ہے۔ اور مَاب بمعنی مرجع۔ ٹوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانا (معنی منجھ) اور ایاب بمعنی بازگشت یا واپسی کا سفر۔ اور ذِہَاب و اِيَاب بمعنی جانا اور واپس آنا۔ اَبَّ میں یہ ضروری نہیں کہ ٹوٹنے والے کے ارادہ کو دخل ہو۔ ارشادِ باری ہے:

إِنَّا إِلَيْنَا يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُنَّا
حِسَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴿۳۱۳﴾

بیشک ان کو ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے اور پھر ہم ہی نے ان سے حساب لینا ہے۔

اور جب یہ فعل ثلاثی مزیدہ میں جائے گا مثلاً اَبَّ اور اَرَّ اَبَّ تو اس صورت میں ٹوٹنے والے کے ارادہ کو بھی دخل ہوگا۔ اَرَّ اَبَّ بمعنی ٹوٹنے والا۔ ہر آن رجوع کرنے والا۔ ارشادِ باری ہے:

فَإِنَّهُ كَانَ لِلَّهِ اَرَّ اَبَّ عَمُورًا ﴿۳۱۵﴾

بیشک اللہ تعالیٰ رجوع کرنے والوں کے لیے سختی والا ہے۔

۳۔ تَابَ، بمعنی گناہ کے کاموں سے ٹوٹنا۔ گناہ کا اعتراف اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کرنا۔ توبہ کرنا (اعت) اور اگر اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو توبہ قبول کرنا۔ گناہ معاف کر دینا یا مہربان ہونا کے معنی میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُّوا
فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ
الرَّحِيمُ ﴿۱۶﴾

مگر جو لوگ توبہ کرتے ہیں اور اپنی حالت درست کر لیتے اور (اسکا) م (اللہ) کو صاف صاف بیان کر دیتے ہیں تو میں ان کے قصور معاف کر دیتا ہوں اور میں بڑا

معاف کرنے والا (اور) رحم والا ہوں۔

۴۔ اَنَابَ، تَابَ إِلَيْهِ بمعنی کسی طرف بار بار آنا۔ اور تَوَبَّ بِمَعْنَى بَارِي۔ دفعہ۔ موقتہ۔ فرصت اور

آنا ب معنی ناسب ہونا۔ قائم مقام ہونا۔ اور اناب الی اللہ معنی اللہ تعالیٰ کی طرف بار بار توجہ ہونا اور رجوع کرنا (مخبراً قرآن میں ہے)۔
 رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنبَسْنَا۔
 اے ہمارے پروردگار! ہم تجھ ہی پر بھروسہ کرتے اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں۔ (۲۱)

۵۔ بَاءُ: بَوَّءَ کے بنیادی معنی دو ہیں (۱) لوٹنا اور (۲) برابر ہونا (م۔ ل) یعنی اس حال میں لوٹنا کہ ان کے اعمال کا عوض ان کے سامنے آجائے۔ یہ عموماً بڑے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے یعنی اچھی حالت سے بُری حالت کو لوٹنا۔ ارشاد باری ہے:
 وَبَاءَ وَ يَعْصِبُ مِنْ اللَّهِ ذَلِكَ يَأْتُهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ يَا أَيُّهَا اللَّهُ وَيَقْسُؤُنَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ (۲۱)

اور وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے۔ یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی آیات سے انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے۔

یعنی ان کی حالت ایسی تھی کہ وہ خدا کے غضب میں گرفتار ہونے کے مستحق ہو گئے تھے۔
 ۶۔ فَاءُ: معنی اچھی حالت کی طرف لوٹنا (صحت) یعنی اپنی اصلاح کر لینا۔ اور بُری حالت سے اچھی کی طرف واپس آنا۔ اور بمعنی قریب ہی لوٹ آنا (قل ۲۴۹) ارشاد باری ہے:
 فَتَاتِلُوا آلَ لِيْحَىٰ حَتَّىٰ يَخْرُجُوا إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ (۲۹)

تو زیادتی کرنے والے فریق سے لڑو تا آنکہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرے۔

۷۔ صَدَرَ اور اصْدَرَ معنی پانی سے سیر ہو کر واپس لوٹنا۔ کہتے ہیں صَدَرَتِ الْوَابِلُ مِنَ الْمَاءِ یعنی اونٹ پانی سے سیر ہو کر واپس آئے۔ قرآن میں ہے:
 قَالَتَا لَا نَسْتَهِي حَتَّىٰ يُصْدِرَ الْوَابِلُ (۲۶)

وہ دونوں روکیاں کہنے لگیں، ہم اس وقت پانی نہیں پلاکتیں جب تک کہ چروٹے پانی پلا کر واپس چلے جائیں۔

اور صَدَرَ کی ضد رَدَّ ہے یعنی پانی پینے کے لیے گھاٹ پر پہنچنا (صحت) اور رَدَّ معنی گھاٹ بھی۔ (۲۶) اور بمعنی پیسا بھی آتا ہے۔ اور رَدَّ (معنی وہ شخص جو پانی لانے کے نموں یا گھاٹ پر جائے۔ ارشاد باری ہے)

وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَى دَلْوَهُ (۲۶)

اور ایک قافلہ آیا جس نے اپنا پانی لانے والا بھیجا جس نے اپنا ڈول (کنوئیں میں) ٹسکیا۔

۸۔ صَارَ (صبر) کے معنی میں دو بنیادی باتیں ہیں (۱) رجوع (۲) انجام (م۔ ل) تفصیل انجام میں دیکھیے۔
 معنی آخری بازگشت۔ قرآن میں ہے:

أَلَّا إِلَى اللَّهِ تَحْصِرُوا الْأُمُورَ (۲۲)

۹۔ رَدَّ اور اَرْتَدَّ: رَدَّ بمعنی کسی چیز کے ناقابل قبول ہونے کی وجہ سے اس کو لوٹا دینا۔ پھیر دینا (م۔ ق) اور رَدَّ بمعنی مردود بھی آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَمَّا نَسَتْ حَوَامَتَا عَهُمْ وَجَدُوا جَنَّتَهُمْ
رُدَّتْ إِلَيْهِمْ ﴿١٣٥﴾

اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا تو دیکھا کہ ان کی پونجی انھیں واپس موڑی گئی ہے۔ اور ارتداد بمعنی کسی چیز کے ناقابل قبول ہونے کی وجہ سے خود پیچھے ہٹ جانا یا واپس لوٹ جانا۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُوا عَلَيَّ آدْبَارَهُمْ
مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ ﴿١٣٦﴾

پھر یہ رد اور ارتداد کا استعمال عام ہوا تو محض لوٹانے اور لوٹنے کے معنوں میں بھی آنے لگا جیسے فرمایا: فَلَمَّا آتَىٰ جَاءَ الْبَشِيرُ الْفِتْنَةَ عَلَىٰ وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا ﴿١٣٧﴾ جب خوشخبری دینے والا آیا تو کہہ کر یعقوب کے منہ پر ڈال دیا تو وہ بیٹا ہو گئے۔

۱۔ اِنْقَلَبَ، قَلْبَ بمعنی رُخ یا حالت کو پلٹنا۔ اوپر کے حصہ کو نیچے کرنا اور اس کے برعکس۔ باہر کے حصہ کو اندر کرنا اور اس کے برعکس۔ اور اِنْقَلَبَ بمعنی اپنی حالت یا رُخ میں ایسی تبدیلی کرنا جو پہلی صورت کے برعکس ہو۔ الٹ جانا۔ پلٹنا۔ مڑنا (منجد) ارشاد باری ہے: سَيَخْلُقُونَ يَا بَلَاءُ لَكُمْ إِذَا اِنْقَلَبْتُمْ فَارْتَدَّ بَصِيرًا ﴿١٣٨﴾ جب تم ان کے پاس لوٹ کر جاؤ گے تو تمہارے دو برو خدا کی تمہیں دکھائیں گے۔

۱۱۔ اَفَاضَ، فَاَضَ الْمَاءَ بمعنی پانی کا کسی جگہ سے اچھل کر بہنے لگانا۔ اور اَفَاضَ الْاِنَاءَ کا معنی برتن کو تھنہ باب بھر دینا کہ پانی اوپر سے بہنے لگے۔ اسی فیضان الماء سے تشبیہ دے کر ہجوم کے ریلے کے بہاؤ کے ساتھ بہنے پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے (معن) ارشاد باری ہے: ثُمَّ اَنْفِضُوا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ ﴿١٣٩﴾ پھر جہاں سے دوسرے لوگ واپس ہوں وہیں سے تم بھی واپس مڑو۔

۱۲۔ هَادٍ (ہود) بمعنی نرمی کے ساتھ رجوع کرنا۔ اور هَوْدٌ بمعنی آہستگی اور نرمی سے چلنا اور ریگنا (معن) اور هَادٍ بمعنی حق کی طرف رجوع کرنا۔ اور هَادٍ فِي الْمَنْطِقِ بمعنی نرمی اور آہستگی سے بولنا اور هَوْدٌ بمعنی گلے میں آہستہ آہستہ آواز پھیرنا۔ گانا۔ آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر چلنا (منجد) گویا هَادٍ کے معنی نرمی کے ساتھ اور آہستہ آہستہ حق کی طرف رجوع کرنا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَكَتَبْنَا فِي هُدًى لِّنَارٍ هَادِيَةً
عَنِ الْاٰخِرَةِ اِنَّا هَدَيْنَا لِكَرْبِ الْاٰخِرَةِ ﴿١٤٠﴾

مصلحہ: (۱) تراجع: کسی چیز کا اپنے مبداء کی طرف لوٹنا۔ عام ہے۔ (۲) تاب: گناہ کے کاموں سے رجوع کرنا۔ (۳) اَنَابَ: بار بار رجوع کرتے رہنا۔ (۴) اَبَ: کسی جاندار کا لوٹنا۔ بلا ارادہ یا بالارادہ۔ (۵) اَبَا: بُرِي حالت کی طرف لوٹنا۔

اَوْبَ: کبھی جاندار کا اپنے ارادہ کے ساتھ بخیرت رجوع کرنا (۶) اَفَا: اچھی حالت کی طرف لوٹنا۔ قریب سے لوٹ آنا۔

(۷) صَدَرَ: گھاٹ یا کنویں سے سیر ہو کر لوٹنا۔

(۸) صَارَ: آخری بازگشت۔

(۹) رَدَّ: ناقابل قبول ہونے کی وجہ سے لوٹانا۔ قبول نہ کرنا۔

لَا تَرَدُّ: کسی چیز کے ناقابل قبول ہونے کی وجہ سے خود اس سے لوٹ جانا۔

(۱۰) انقلب: رخ یا حالت کا اس طرح پلٹنا کہ وہ پہلی کے بالکل برعکس ہو۔

(۱۱) اَفَاضَ: ریحے کے ساتھ لوٹنا۔ بستے چلے آنا۔

(۱۲) هَادَ: آہستہ آہستہ اور نرمی سے رجوع کرنا۔

۱۲ لوح محفوظ اور اس کے مختلف نام

کے لیے لَوْحٌ مَّحْفُوظٌ، كِتَابٌ مَّكُونٌ، أُمُّ الْكِتَابِ اور إِمَامٌ مَّبِينٌ کے نام قرآن میں آئے ہیں۔
۱۔ لَوْحٌ مَّحْفُوظٌ، کالغوی معنی صرف "محفوظ تختی" ہے۔ اس کا مکمل اور اک تو انسان کے احاطہ سے باہر ہے البتہ روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک تختی یا کتاب ہے جس میں کائنات کی تقدیر کے متعلق تمام امور پہلے سے لکھ دیے گئے ہیں اور ان میں رد و بدل نہیں ہوتا۔ قرآنی آیات میں اس کے مختلف ناموں سے جو روشنی پڑتی ہے وہ درج ذیل ہے:

بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ﴿۱۰۱﴾ بلکہ یہ عظیم الشان قرآن ہے۔ لوح محفوظ میں (لکھا ہوا)
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم لوح محفوظ ہی سے ماخوذ ہے۔

۲۔ أُمُّ الْكِتَابِ: ارشاد باری ہے:

ہم نے اسے عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ تم لوگ
اسے سمجھ سکو۔ اور درحقیقت یہ ام الکتاب میں ثبت
ہے جو ہمارے ہاں بڑی بلند مرتبہ اور حکمت سے لبریز

إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۱۰۲﴾
وَإِنَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلَىٰ حَكِيمٍ ﴿۱۰۳﴾

(۱۰۲-۱۰۳)

کتاب ہے۔

قرآن کریم کے متعلق یہ فرما کر کہ یہ ام الکتاب میں ہے۔ ایک اہم حقیقت واضح کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف زمانوں میں مختلف ملکوں اور قوموں کی ہدایت کے لیے مختلف انبیاء پر جو کتابیں نازل ہوتی رہی ہیں۔ ان سب میں ایک ہی عقیدہ کی دعوت دی گئی ہے۔ غیر و شر کا ایک ہی مصلح اور اخلاق و تہذیب کے اصول یکساں ہیں۔ یعنی دین ایک ہی رہا ہے۔ رہی شریعت یا احوال و ظروف کے مطابق شرعی احکامات میں تغیر و تبدل تو اس کے متعلق فرمایا:

يَذْكُرُوا اللَّهَ مَا آتَاهُ وَيُنَبِّئُكُمْ وَرَحْمَةً ﴿۱۰۴﴾
أُمُّ الْكِتَابِ ﴿۱۰۵﴾ رکھتا ہے۔ اور اسی کے پاس ام الکتاب ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف احوال میں شرعی احکامات میں تغیر و تبدل کا ریکارڈ بھی اس کتاب میں

موجود ہے۔

۳۔ اِمَامٌ مُّبِينٌ: چنانچہ ایک دوسرے مقام پر فرمایا:
وَكُلُّ شَيْءٍ اَلْحَصِيَّتُ فِي اِمَامٍ مُّبِينٍ۔ اور ہم نے امام مبین (الوح محفوظ) میں ہر چیز کا ریکارڈ
رکھا ہوا ہے۔ (۳۱)

۴۔ كِتَابٌ مَّكْنُونٌ: نیز فرمایا:
اِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيْمٌ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ۔ یہ بڑے رُتبے کا قرآن ہے جو کتاب محفوظ میں لکھا
ہوا ہے۔ (۵۶)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مندرجات کا اللہ کے سوا کسی کو، حتیٰ کہ جبرئیل تک کو بھی علم نہیں
جو انبیاء تک وحی پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔

حاصل: لوح محفوظ سے مراد وہ تختی یا کتاب ہے جو ہر طرح کی دستبرد سے محفوظ ہے۔ وہ ام الکتاب اس لحاظ سے ہے
کہ تمام احکام و فرامین اور کلمات الہی کا مصدر ہے۔ اور امام مبین اس لحاظ سے ہے کہ اس میں سب کچھ پہلے سے ہی لکھ رکھا
گیسا ہے۔ اور مکنون اس لحاظ سے ہے کہ اس کے مندرجات کی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو خبر تک نہیں۔

۱۵۔ لَوْنُذِي غَلَامٍ

کے لیے عَبْدٌ، اَمَةٌ (امو)، رَقَبَةٌ اور مَلَکٌ یَمِینُ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ عَبْدٌ: بمعنی بندہ۔ غلام۔ عبودیت بمعنی ذلت اور انکساری کا اظہار کرنا۔ اور عبادة کا لفظ عبودیت
سے زاوہ الرفع ہے بمعنی انتہائی ذلت اور انکساری کا اظہار کرنا۔ اور عبادت صرف خدا کے لیے سزاوا
ہے۔ گو تغیری طور پر ساری مخلوق ہی اللہ کی عبادت ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ اس بندے کو عَبْدٌ قرار دیتے ہیں
جو اپنے اختیار سے اس کا مخلص بندہ بن جائے۔ اور یہ اختیار صرف انسان اور جن کو ہے۔ عَبْدٌ کی جمع
عباد بھی آتی ہے اور عَبْدٌ بھی۔ اور عَبْدٌ کا دوسرا معنی کسی چیز کا بھی غلام بن جانا ہے۔ اس کا معنی
طور پر بھی استعمال ہوتا ہے جیسے عبد اللہ ربم اور عبد اللہ بنیار بمعنی مال و دولت کا غلام یا پسر یا عبد الطاغوت
اور عَبْدٌ بمعنی کسی شخص کا غلام بھی ہے (صند حق) خواہ یہ زر خرید ہو یا ورثہ میں ملا ہو یا غنیمت میں
ہاتھ لگا ہو۔ اور عَبْدٌ بمعنی کسی دوسرے شخص کو غلام بنا لینا (۱۲۱) ارشاد باری ہے:

اَلْحَرُّ بِالْحَرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثَى
بِالْاُنْثَى (۱۲۸)

آزاد کے بدلے آزاد (مارا جائیکا) غلام کے بدلے غلام اور
عورت کے بدلے عورت۔

۲۔ اَمَةٌ: عَبْدٌ کا مونث۔ بمعنی لونڈی۔ یہ لفظ بھی ان سب معنوں میں استعمال ہوتا ہے جن معنوں میں عبید
کا ہوتا ہے۔ اور امۃ کی جمع املاء ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَ اَنْذِكُمْ اَلْاِيَامِي مِنْكُمْ وَالصَّالِحِيْنَ
مِنْ جِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ (۲۲)

اور تم جو عورتوں یا بڑے مردوں کے نکاح کر دیا کرو اور
اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے بھی جو نیک ہوں۔

دوسرے مقام پر فرمایا،

وَلَا مَلَّةَ مُؤْمِنَةٍ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ
وَلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ (۳۲۱)

اور مومن لونڈی مشرک آزاد عورت سے بہتر ہے، خواہ
تمہیں وہ (مشرک عورت) بھلی ہی کیوں نہ لگے۔

۳۔ رَقَبَةٌ: بمعنی گردن یا اس کے پیچھے کا حصہ یا گدی۔ اور رَقَبٌ بمعنی کسی کے گلے میں رسی یا پھندا ڈالنا۔
اہل عرب عموماً جزء اشرف بول کر اس سے گل مراد لے لیتے ہیں۔ اس طرح رَقَبَةٌ سے مراد غلام لیا
جاتا ہے، کیونکہ اس کے گلے میں غلامی کا پھندا ہوتا ہے جیسا کہ سابق (صفت - منجد) اور رَقَبَةٌ کا لفظ
مذکورہ نوشت یعنی لونڈی یا غلام دونوں کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَأَقْبَىٰ الْمَالِ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ
وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْإِنْسَانِ
وَالسَّابِقِينَ فِي الْوَقَابِ (۳۲۲)

اور جو لوگ اپنا مال اس کی محبت کے باوجود شرتہ داروں
یتیموں، محتاجوں، مسافروں اور آنکھنے والوں کو دین اور گزروں
کے چھڑانے میں خرچ کریں (جان نہ سہری)

۴۔ مَلِكٌ يَمِينٌ: یمین بمعنی داہنا ہاتھ یا داہنی جانب۔ چونکہ قوت اور کارکردگی کا مظاہرہ عموماً ہاتھوں
سے ہی کیا جاسکتا ہے، اور ہاتھوں میں بھی داہنا ہاتھ بائیں سے اس لحاظ سے بھی افضل اور بہتر ہے۔ لہذا
یمین کا لفظ بول کر اس سے انسان ہی مراد لیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اہل عرب جزء اشرف بول کر اس سے
گل مراد لے لیتے ہیں۔ اور مَلِكٌ بمعنی وہ چیز جس پر کسی کا قبضہ بھی اور اختیار بھی۔ اور مَلِكٌ یمین ہر وہ
چیز ہے جس پر کسی کا قبضہ و اختیار ہو مگر حرف عام میں اس لفظ کا استعمال بھی زیادہ تر اس لونڈی یا غلام
پر ہونے لگا جو جنگ کے بعد بطور غنیمت حصہ میں ملا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَالْحَصْنَةُ مِنَ الْبَيْتِ الْأَمَّا مَلَكَتْ
أَيْمَانُكُمْ (۳۲۳)

اور شوہر والی عورتیں بھی تم پر حرام ہیں، مگر وہ جو (ایسر ہو کر)
لونڈیوں کے طور پر (تمہارے قبضہ میں آجائیں)۔

حاصل: (۱) عَبْدٌ: غلام۔

(۲) آمَةٌ: لونڈی۔

لیٹنا۔ دیکھئے "سونا"

۱۶۔ لِينَا

کے لیے آخَذَ اور تَلَقَّى اور هَاءُ عَمْرٍ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ آخَذَ: بمعنی کسی چیز کو حاصل کر لینا۔ احاطہ میں لے لینا۔ پکڑنا (صفت) اور اس کا استعمال حسی اور منطقی دونوں
طرح ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَاذْ آخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الْبَنِي إِسْرَائِيلَ (۳۲۴)

اور جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَلَمَّا سَأَلْتَعْنِ مَوْسَىٰ الْفَضْبَ آخَذَ
اور جب موسیٰ کا ہاتھ فرد ہوا تو (توریت کی) تختیاں



۱۔ مارنا

کے لیے صَرْبٌ، وَكَنْزٌ، صَكٌّ، دَعٌّ، دَمَعٌ، رَجَمٌ، وَقَدَّ، نَطَحَ اور جَلَدَ کے الفاظ آئے ہیں۔
 ۱۔ صَرْبٌ: عموماً اس کا صلہ ب ہوتا ہے کسی کو ہاتھ یا اور کسی چیز سے مارنا۔ اور صلہ ب کے بعد وہ چیز مذکور ہوتی ہے جس سے مارا جائے۔ یعنی آلہ ضرب۔ مارنا کے لیے اس لفظ کا استعمال عام ہے (ت ل ۱۸۸) ارشاد باری ہے:

فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ ﴿۱۲﴾ تو ہم نے موسیٰ سے کہا کہ اپنی لathi پتھر پر مار۔
 ۲۔ وَكَنْزٌ: لگنا مارنا۔ اور صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک سینہ یا پہلو پر مہیبلی یا لگنا مارنا (ت ل ۱۸۸) ستر لائن میں ہے:

فَوَكَزَهُ مُوسَى فَقَضَى عَلَيْهِ ﴿۲۸﴾ تو موسیٰ نے اسے لگا مارا جس سے وہ مر گیا۔
 ۳۔ صَكٌّ: بمعنی دو چیزوں کا آپس میں شدت اور قوت سے ٹکرانا کہ آواز پیدا ہو۔ صَكَّ الْبَابَ دروازے کے تا کوں کا آپس میں ٹکرانا (م ل) اور بمعنی منہ پر مارنا۔ طمانچہ مارنا۔ منہ پٹینا (ت ل ۱۸۸) قرآن میں ہے:

فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجْزٌ عَفِيفَةٌ۔ اس (عورت نے) اپنا منہ پٹیا اور کہا کیا بڑھی اور بانجھ؟
 (۲۹) (کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا؟)

۴۔ دَعٌّ: دھکے مارنا۔ سختی سے دفع کرنا (ت ل ۱۸۸) ارشاد باری ہے:
 فَذَلِكَ الَّذِي يَدْعُ الْيَتِيمَ ﴿۱۶﴾ سو ایسا ہی آدمی یتیم کو دھکے مارتا ہے۔
 ۵۔ دَمَعٌ: بمعنی کسی کو دماغ پر یا سر پر چوٹ لگانا (م ل) ارشاد باری ہے:
 بَلْ نَقْدِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ بَلْ تَوَدُّهُ اس کا سر توڑ دیتا ہے۔
 (۳۸)

۶۔ رَجَمٌ: دُور سے کسی کو پتھر، لنگر مارنا اور (۲) دُور سے کسی پر پتھر لنگر مار کر اسے مار ڈالنا۔ سنگسار کرنا۔ دونوں معنوں میں آتا ہے۔ اور مادی اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ رَجَمًا بِالنَّيْتِ (۳۳) بمعنی بغیر نشانہ دیکھے پتھر پھینکنا بھی اور ظن کی بنیاد پر کلام کرنا بھی ہے (م۔ ق) قرآن میں ہے:

وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنَاكَ (۱۱) اور اے شیعب! اگر تمہارے بھائی بند نہ ہوتے تو ہم تمہیں سنگسار کرتے۔

۷۔ وَقَدْ: بمعنی لاطھی یا پتھر سے شدید ضرب پہنچانا جس سے وہ مر جائے۔ اور وَقَدْ: بمعنی ضرب شدید (مف) اور وَقَدْ: بمعنی مہلک ضرب لگانا (مجد)۔

۸۔ نَطَّحَ (النور) بیل کا سینک سے مارنا۔ تَنَاطَحَ الْكَبْشَانِ مَيْدُ حُصُولِ كَا اِيك دوسرے کو ٹھکریں مارنا۔ اور نَطَّيْحَ بمعنی سینک مارا ہوا سینک لگنے سے مراد ہوا جانور (مجد) ارشاد باری ہے: وَالْمَتْخِفَةُ وَالْمَوْثُودَةُ وَالْمَتْرَدِيَةُ جو جانور گلاٹھٹ کر مر جائے، پھوٹ لگ کر مر جائے، رگ رگ کر مر جائے یا سینک لگ کر مر جائے (یہ سب تم پر حرام ہیں۔)

۹۔ جَلَدَ: جلد (ج جُلُود) بمعنی بدن کی کھال۔ چمڑہ۔ اور جَلَدَ: بمعنی چمڑے پر مارنا۔ اور جَلَدَةَ: بمعنی کوڑا جس کی مار کا اثر جلد تک محدود رہے اور کوئی زخم نہ کرے۔ دترے سے مارنا — (مف) ارشاد باری ہے:

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (۱۲) زانی مرد ہو یا عورت ان میں سے ہر ایک کو سو ڈرے مارو۔

- محل** (۱) صَرَب: اس کا استعمال نام ہے۔ (۶) رَجَمَ: ڈرے سے پتھر مارنا۔ سنگسار کرنا۔ (۲) وَكَّزَ: کھ مارنا۔ (۷) وَقَدْ: لاطھی یا پتھر سے شدید ضرب پہنچانا۔ (۳) صَكَّ: منہ پر ہاتھ سے پٹینا۔ (۸) نَطَّحَ: کسی چوپائے کا سینک مارنا۔ (۴) دَعَّ: دھکے مارنا۔ (۹) جَلَدَ: کوڑے مارنا۔ (۵) دَمَغَ: سر پر چوٹ لگانا۔

۲۔ مار ڈالنا — مَرَا

کے لیے مَاتٌ اور اَمَاتٌ، قَتَلَ اور قَتَلَ، صَلَبٌ اور صَلَبٌ۔ هَلَكَ اور اَهْلَكَ، ذَبَحٌ، رَجَمٌ اِنْخَبِقٌ، تَوَفَّى اور شَهَادَتٌ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ مَاتٌ، مَوْتٌ (مَدْحِيَات) بمعنی کسی جاندار سے رُوح یا قوت کا زائل ہو جانا (م۔ ل) جسم سے رُوح کا جدا ہونا۔ مَرَا۔ اس کی خواہ کوئی صورت ہو۔ قرآن میں ہے: اِنَّ الدِّينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ جو لوگ کافر تھے اور مر گئے۔ دُرِّ اَمَالِيكُمُوه كَافِرِي تَحْتِ (۱۶۱)

اور اَمَاتٌ بمعنی کسی دوسرے کو موت دینا۔ اس کی زندگی ختم کر دینا ہے۔ ارشاد باری ہے: ثُمَّ يُوَدُّكُمْ ثُمَّ يَجْعَلُكُمْ تَمَّ اَلْيَدِ پھر تم کو مارے گا، پھر تمہیں زندہ کرے گا۔ پھر اسی کی طرف

۲- قَتَلَ: یعنی کسی جاندار کا دوسرے جاندار پر غالب آکر اُس کی زندگی ختم کر دینا۔ اور ابن فارس کے الفاظ میں کسی کو زلت کی حالت میں مار دینا (م۔ ل) قرآن میں ہے:

قَالَ أَقْتَلْتَنَفْسًا كَرِيمَةً بَغَيْرِ نَفْسٍ۔
موسیٰ نے خنزیر سے کہا کیا تو نے ایک پاکیزہ جان کو بغیر
(۱۳۶) قصاص کے مار ڈالا۔

اور قَتَلَ کا معنی کسی کو دکھ پہنچا پہنچا کر اور ایذا میں دے دے کر مارنا ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالَ سَقِئْتَ اَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيٰ
فَرَعُونَ نَعْمَ كَمَا كَمَا هَمَّ انْ يَكُوْنُ لَكَ قَتْلًا لِّاَبْنَائِكَ
اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیں گے۔ (۱۳۷)

۳- هَلَكَ: یعنی فنا ہونا منجبراً جاندار اور بے جان سب کے لیے آتا ہے۔ اور جاندار کی صورت میں اس کے معنی ہیں بے بسی کی موت مرنا۔ ابن الفارس کے الفاظ میں يَدُلُّ عَلَى كَيْفِ وَسُقُوطِ (م) بُرَى موت مرنا۔ کسی حادثہ کا شکار ہو کر مر جانا۔ قرآن میں ہے:

اِنَّ اَمْرًا هَلَكَ وَلَيْسَ لَهٗ وَوَلَدٌ (۱۳۸)
اگر کوئی شخص مر جائے اور اس کی کوئی اولاد نہ ہو۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

كُلُّ شَيْءٍ وَّهَالِكٌ اِلَّا وَجْهًا (۱۳۹)
اور اَهْلَكَ کے معنی کسی کو ایسی ہی بُری بے بسی کی موت سے دوچار کرنا۔ ہلاک کر دینا۔ فنا کر دینا۔ قرآن

میں ہے:

قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكْنِي اللهُ وَمَنْ
سَاتِيحُونَ كُوْهُلًا كَرِيْمًا (۱۴۰)
آپ کہہ دیجئے کہ بھلا دیکھو تو اگر اللہ مجھے اور میرے
ساتھیوں کو ہلاک کر دے۔

۴- صَلَبٌ: یعنی سولی پر لٹکانا۔ یا سولی چڑھانا۔ اور صلیب لکڑی کے اس تختہ کو کہتے ہیں جس کے ساتھ کسی مجرم کو سولی پر چڑھا کر مار ڈالا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ
لَهُمْ (۱۴۱)
اور انہوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا، نہ انہیں سولی پر چڑھایا
بلکہ اُن کو ان کی سی صورت معلوم ہوئی۔

اور صَلَب کے معنی کسی کو مزید اذیت پہنچانے کے لیے اٹھے رُخ لٹکا کر مارنا یا سولی دیتے وقت مزید
دکھ پہنچانا ہے۔ قرآن میں ہے:

فَلَا تَطْعَنَ اَيْدِيكُمْ وَاَنْجِبْكُمْ مِنْ
خِيَلَانٍ وَّلَا صَلَبْتُمْ فِيْ جُدُوْعِ
النَّخْلِ (۱۴۲)
(فرعون نے ایمان لانے والے جادو گروں سے کہا) سو میں
تمہارے ہاتھ اور پاؤں (جانب) خلاف سے کٹوا
دوں گا اور کھجور کے تنوں پر سولی چڑھا دوں گا۔

۵- ذَبَحَ: ذَبَحَ یعنی کسی جانور کا شرعی طریقہ سے خون نکالنا۔ اور ذَبَحَ یعنی دکھ پہنچا کر ذبح کرنا یا ذبح
کرنے میں مبالغہ کرنا منجبراً اور ذَبَحَ اور قَتَلَ اس لحاظ سے دونوں ہم معنی الفاظ بن جاتے ہیں

قرآن میں ہے:

يُذِخُ ابْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ
فرعون بنی اسرائیل کے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتا اور ان کی
ڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ (۲۸)

۶۔ رَجَمَ: کا معنی دُور سے پتھر وغیرہ پھینکنا یا پتھر پھینک کر اسے مار دینا ہے۔ اور رَجَمَ حَدَّوَاللَّهِ
میں سے ایک حد ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ شادی شدہ زانی مرد یا عورت کو دُور سے پتھر پھینک کر اور
مار مار کر اسے ہلاک کر دیا جائے۔ سنگسار کرنا۔ قرآن میں ہے:

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهَ لِأَنْ جُنُبِكَ (۱۹)
(اُذرنے براہیم سے کہا) اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار
کر دوں گا۔

۷۔ اِنْخَنَقَ، خَنَقَ بمعنی گلا گھونٹنا اور خِنَاق اس رسی کو کہتے ہیں جس سے گلا گھونٹا جائے اور خَنَاق
وہ بیماری ہے جس میں گلا گھٹ جاتا اور سانس لینا دشوار ہو جاتا ہے (مُجَد)، اور خَنَقَ بمعنی سخت گلا
گھونٹنا یہاں تک کہ وہ مر جائے (م-ق) مُخَنَقٌ بمعنی وہ جانور جو گلا گھٹ جانے کی وجہ سے مر جائے۔

قرآن میں ہے:

وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْوُوذَةُ (۵)
اور جو جانور گلا گھٹ کر مر جائے اور جو پوٹ لگ کر
مر جائے (یہ سب حرام ہیں)۔

۸۔ تَوَفَّى: وَفَى کا لفظ کسی چیز کے تمام اور کمال پر دلالت کرتا ہے (م-ل) اور تَوَفَّى کے معنی ہیں زندگی کی
میعاد پوری ہونے پر رُوح کو بدن سے نکال لینا، اٹھا لینا، اور یہ کام اللہ کا ہے یا اس کے مامور فرشتوں کا
لہذا اس معنی میں اس کی نسبت انسان یا کسی دوسرے جاندار کی طرف نہیں ہو سکتی۔ قرآن میں ہے:
تَوَفَّيْتَنِي مُسْلِمًا وَاَلْحَقْتَنِي بِالصَّالِحِينَ (۱۳)
ہوں اور آخرت میں مجھے اپنے نیک بندوں میں داخل کر

۹۔ شَهِدَات: شَهِدَ بمعنی گواہی دینا۔ خواہ یہ شہادتِ عینی ہو یا قلبی طرزِ عمل سے ہو اور شَهِدَ اَوْ شَهِدَ
دو گواہ کے معنوں میں آتے ہیں۔ اور شَهِدَ عَيْدٌ کا لفظ راہِ خدا میں اعلیٰ کلمۃ الحق کی خاطر جان
دینے والے کو بھی کہتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے شہادت بمعنی راہِ خدا میں جان دینا ہے کیونکہ عقیدہ آخرت
اور جزا و سزا پر اتنا پختہ یقین ہوتا ہے کہ وہ اپنی جان دے کر اس کی شہادت پیش کرتا ہے۔ ارشادِ
باری ہے:

فَاُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اٰنَعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ
تو یہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ
مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالشّٰكِرِيْنَ
نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدقین اور شکر دار
وَالصّٰلِحِيْنَ (۲۹)
اور صالحین کے ساتھ۔

ماہل (۱) مات، رُوح کا تن سے جدا ہونا۔ عام ہے۔

(۲) قَتَلَ، کسی جاندار کا غالب دُور سے جاندار کو مار دینا۔ قَتَلَ، بُرّی طرح سے مار ڈالنا۔

- (۳) هَلَكَ، فنا ہونا۔ بے بسی کی موت مرنا۔ غیر جاندار کے لیے بھی آتا ہے۔
- (۴) صَلَبٌ: سولی پر لٹکا کر مار ڈالنا۔ صَلَبٌ، ایذا میں دے کر سولی پر لٹکانا۔
- (۵) ذَبَّحَ، وقفوں سے ایذا میں پہنچا کر مارنا۔
- (۶) رَجَمَ: سنگسار کرنا۔ پتھر مار مار کر مار دینا۔
- (۷) اِنْحَنَقَ: کسی جاندار کا گلہٹ کر مر جانا۔
- (۸) تَوَفَّى: زندگی کی میعاد پوری کر دینا۔ رُوح کو جسم سے اٹھانا۔ اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے یا اسکے فرشتوں کا۔
- (۹) شَهِدَاتٌ: اللہ کی راہ میں جان دینا۔

۳۔ مال و دولت، عطا کرنا

کے لیے مال، دَوْلَةٌ، رِشْقٌ اور رِشَاقٌ، خَيْرٌ، اَقَاءٌ، مَعَانِيہ اور اَنْفَالٌ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ مال (مول) اہل دہیر کے نزدیک اس لفظ کا اطلاق موشی پر ہوتا ہے کہ یہی ان لوگوں کی بڑی جائیداد ہوتی ہے۔ کہتے ہیں خَوَجَّ اِلَى مَالِہ یعنی وہ اپنی جائیداد یا اونٹوں کی طرف گیا۔ اور رَجَلٌ مَالٌ بہت مالدار آدمی۔ اور مَالٌ يَتَوَلَّى بمعنى مالدار ہونا۔ اور تَمَوَّلَ بمعنى مال جمع کرنا یا حاصل کرنا یا بہت مالدار ہونا۔ اور مَتَّيْلٌ بمعنى بہت مالدار اور مَتَوَلَّى بمعنى تھوڑی دولت (منجہ) اور عرف عام میں مال کا اطلاق یا تو زر نقد پر ہوتا ہے یا قابل خرید و فروخت مال پر (ج۔ اَمْوَالٌ) ارشاد باری ہے:

اَنْتُمْ اَلْحَيٰوَةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ
 دُنْيَا كِي زَنْدِگِي مَعْضُ كَيْهِيْلٍ اَوْ تَمَاتِہِ اَوْ زَيْنِتٍ (وَأَرْسُ)
 اور تمہارے آپس میں فخر اور مال و اولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ ہونے کی خواہش ہے۔

اَلْاَمْوَالُ وَالْاَوْلَادُ (۲۹)

۲۔ دَوْلَةٌ، (دول) دَالٌ كِي مُدَدَا رَ (دور) ہے۔ اور دَوَّرَ اور دَاوَّرَہ كَالْفَرْسِ تَنْكٍ وَتَمِي بَدْعَالِي اَوْ رُكُوشِ اِيَامِ كِي لِيہ آتے۔ اور دَوْلَةٌ اور دَوْلَةٌ بُرْسٌ دُنُوں سے خوشحالی کے ایام پھرنے کو کہتے ہیں (مصنف) اور دَاوَّلَ نُوْشَحَالِي كِي دُنُوں كَالُوْگُوں پَر بَارِي بَارِي يَ اِپھر پھر كر لانا۔ اور دَوْلَةٌ وَہ شے جو لوگوں پر بدل بدل كر آتی رہے۔ آج کسی کے لیے ہو اور کل کسی اور کے لیے (منجہ) جیسا کہ محاورہ ہے کہ دولت ڈھلتی چھاؤں ہے اور ارباب سیاست کے نزدیک دَوْلَةٌ كَا مَعْنٰی بَارِشَاہِ ووزیر ار حُكُومَتِ۔ گورنر نط۔ ریاست ہے۔

(منجہ) ارشاد باری ہے:

كَي لَا يَكُوْنُ دَوْلَةٌ بَيْنَ الْاَغْنِيَا كِي مِنْكُمْ
 ایسا نہ ہو کہ (سے) کا مال، تم میں سے دو لہتمندوں کے ہاتھوں

میں ہی پھرتا رہے۔ (۵۹)

۳۔ رِزْقٌ: کابیادی یعنی روزی یا ہر وہ چیز ہے جو جسمانی یا روحانی لحاظ سے انسان کی تربیت و اصلاح کا سبب بنے (مصنف) مادی لحاظ سے اس کا معنی وہ چیز ہے جو پیٹ میں پہنچ کر غذا بنتی ہے۔ رِشْقٌ بمعنی

بمعنی مالِ غنیمت ہے۔ اور شرعی اصطلاح میں غنیمت یا مَغْنَمٌ صرف وہ مال ہے جو دشمن پر فتح حاصل کرنے کے نتیجہ میں ملے۔ سابقہ امتوں کے لیے ایسا مال ناجائز تھا مگر شریعتِ محمدیہ میں اللہ تعالیٰ نے اسے جائز قرار دیا۔ ارشادِ باری ہے:

فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا وَلَا حَرَامًا (۱۶)

تو جو مالِ غنیمت تمہیں ملا ہے اسے کھاؤ اور تمہارے لیے حلال و طیب ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

تَبَتُّوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَيَنْدُوْا اللّٰهَ مَعَانِمَ كَثِيْرَةً (۱۷)

تم دنیا کی زندگی کا فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو جبکہ خدا کے نزدیک بہت سی غنیمتیں ہیں۔

۴۔ اَنْفَالٌ: نَفْلٌ بمعنی مالِ غنیمت۔ ہبہ۔ بخشش۔ زیادتی (ج انفال) اور نَفْلٌ بمعنی واجبات اور ضروریات سے زائد کام (مہجد) اَنْفَالٌ کا اطلاق اموالِ غنیمت پر بھی ہوتا ہے اور اموالِ فیر پر بھی۔ یہ لفظ صرف اس پہلو پر دلالت کرتا ہے کہ یہ اموالِ امتِ محمدیہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے زائد عطیہ ہیں۔ جو پہلی امتوں کے لیے جائز نہ تھے۔ ارشادِ باری ہے:

يَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (۱۸)

آپ سے لوگ مالِ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ دو کہ اموالِ غنیمت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔

محل (۱۱) مال: زلفہ اور ہر وہ چیز جس سے زلفہ حاصل ہو سکتا ہو۔

(۲) ذَوَّلَتْ: خوشحالی کے دور کا لوٹنا۔

(۳) رِيْحٌ: ہر وہ چیز جو جسمانی یا روحانی غذا یا اس کا سبب ہو۔

(۴) خَيْرٌ: مال و دولت کا بہتر پہلو یعنی جو مالِ احکامِ شرعیہ کے مطابق حاصل اور خرچ کیا جائے۔

(۵) حَقٌّ: ایسا مال جو لوٹائی بھڑائی کے بغیر مسلمان مجاہدین کے ہاتھ لگ جائے۔

(۶) مَعَانِمٌ: ایسا مال جو دشمن پر فتح پانے کے بعد حاصل ہو۔

(۷) اَنْفَالٌ: غنیمت یعنی۔ یہ لفظ صرف ایسے اموال کے جواز اور اس کے خدا کی طرف سے زائد عطیہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

۴۔ مالک

کے لیے مَالِكٌ، رَبُّهُ اور اَهْلُہ کے لفظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ مَالِكٌ، مَلِكٌ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی کے قبضہ میں ہو اور کسی دوسرے کو اس میں تصرف کرنے کا اختیار نہ ہو (امت) اور مالک یعنی کسی چیز پر قابض اور مختارِ متصرف۔ ارشادِ باری ہے:

مَلِكٌ يَوْمَ الدِّينِ (۱۹)

وہ اللہ جسزا کے دن کا مالک ہے۔

۲۔ رَبُّ: بمعنی آقا اور مالک۔ یہ لفظ عموماً بطور اسمِ فاعل استعمال ہوتا ہے لیکن اصل میں رَبُّ رَبُّہ مصدر ہے جس کے معنی کسی کو پرورش کر کے حد کمال تک پہنچانا اور اس کی جملہ ضرورتوں کا خیال

رکھنا ہے (مفت) گو حقیقت میں ہر چیز کا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ تاہم اس کی نسبت ایسے شخص کی طرف ہو سکتی ہے جو مالک بھی ہو اور اس کی تربیت کا ذمہ دار بھی ہو۔ ارشاد باری ہے:

يُصَاحِبِي السَّجْنَ أَمَا أَحَدُكُمْ مَا لَمْ يَرِ جِيلَ كَيْ دُنُوْنَ سَاقِيُوْا تَمَّ مِيْنَ سَ عَاكِلِيْنَ
فَلَيْسَتِي رَبِّيْ خَمْرًا (۱۳۱)

اپنے آقا کو شراب پلائے گا۔

۳۔ اہل بمعنی کفر۔ رشتہ دار۔ اور بمعنی گھروالے۔ اہل و عیال۔ بیوی اور بچے۔ اور اَهْلَ الرَّجُلِ بمعنی بیوی اور اَهْلَ الرَّجُلِ بمعنی شادی کرنا (منجد) اور اَهْلَ بمعنی ہم نسب یا ہم دین لوگ (مفت) اور اَهْلَ بمعنی گھروالے بھی اور گھر بھی (دیکھیے گھر) اور درج ذیل آیت میں قرآن نے اہل کا لفظ استعمال کر کے اس سے گھر کے مالک مراد لیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَاَذِكُوهُنَّ يَا ذُنْ اَهْلِهِنَّ (۱۳۲) (تو ان لوڈیوں کے ساتھ ان کے مالکوں سے اجازت حاصل کر کے نکاح کر لو۔

ماصل (۱) مالک، قبضہ اور تصرف کا اختیار رکھنے والا۔

(۲) رَبُّ، جو مالک بھی ہو اور تربیت بھی کرے۔ (۲) اَهْلٌ، گھروالے۔ گھر اور گھر کا مالک۔

۵۔ ماں

کے لیے وَالِدَةٌ اور اُمُّ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ وَالِدَةٌ، وہ عورت جس نے بچہ جنا ہو۔ ماں۔ یہ لفظ محدود اور معروف معنوں میں مستعمل ہے۔ اور جب ماں باپ دونوں کا ذکر مقصود ہو تو والدین (تثنیہ مذکر) کا لفظ استعمال ہوگا (ج والدات) ارشاد باری ہے:

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ (۱۳۳)

اور انہیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔

۲۔ اُمُّ، کا لفظ بڑے وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ اُمُّ بمعنی حقیقی والدہ بھی اور ہر وہ چیز بھی جو کسی دوسری چیز کے وجود میں آنے یا اس کا مبداء ہونے یا اس کی اصلاح و تربیت کا سبب بنے (مفت) لفظ اُمُّ کا استعمال درج ذیل صورتوں میں ہوتا ہے:

(۱) بطور حقیقی والدہ، ارشاد باری ہے:

وَاَوْحَيْتَا اِلَى اُمِّ مَوْسَى اَنْ اَرْضِعِيْهِ (۲۸)

اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی بھیجی کہ اُسے دودھ پلاؤ۔

(۲) جس طرح اَبُّ کا لفظ حقیقی والد کے علاوہ دادا، پردادا اور اُوپر کی نسلوں تک استعمال ہوتا ہے اسی طرح اُمُّ کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے جس طرح حضرت آدم ابو البشر ہیں اسی طرح تو اُمُّ بھی اُمُّ البشر ہیں۔

(۳) معنی اصل یا جڑھ۔ جیسے امر الکتاب (۲۹) معنی اصل کتاب یا لوح محفوظ۔ اور اُمُّ الْقُرْآنِ (۲۶) معنی مرکزی بستی یا کنایت شہر مکہ۔ نیز اُمُّ الْخَبَاثَاتِ معنی شراب اور اُمُّ الْأَمْرَاضِ معنی قبض۔ اُمُّ الطَّرِيقِ معنی شارع عام۔ اور اُمُّ النُّجُومِ معنی کھکشال۔

(۴) بطور عزت و احترام۔ ارشاد باری ہے:

أَلَسْبِحُ أَدْنَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ
أَنْفُسِهِمْ وَأَرْوَاهُ لِحَابًا مَّتَّعْتُمْ لَهُمْ (۲۶)

یہیں اور پیغمبر کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں۔

(۵) بطور کنیت۔ پھر اس کنیت میں کبھی تو کوئی تعلق واضح ہوتا ہے جیسے ام اربیع و اربعین معنی نکلے جوڑا اور کبھی کوئی ادنیٰ تعلق بھی نہیں ہوتا جیسے نوموؤذ کچی کا نام ام کلثوم رکھ دیا جاتا ہے۔ لیکن قرآن میں ایسی کنیت کا ذکر نہیں۔

۶۔ مانگنا

کے لیے طَلَبٌ، سَأَلَ، إِذْعَ (دعو) حَقًّا (حفو) اور رَاعَتْ (عَق) کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ طَلَبٌ، طَلَبَ الشَّيْءَ کوئی چیز مانگنا (م۔ ق) اور بمعنی کسی چیز کے لیے کوشش کرنا (فعل ۲۲۹) طَلَبٌ اور طَلِبَةٌ بمعنی مانگی ہوئی چیز (مخبر) اور بمعنی کسی چیز کو حاصل کرنے کے لیے اس کی تلاش و جستجو کرنا (مف) یہ لفظ مانگنا، چاہنا اور ڈھونڈنا سب معنوں میں آتا ہے۔ اور یہ مانگنے کی ابتدائی کیفیت ہوتی ہے۔ قرآن میں ہے:

ضَعُفَ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوبِ (۲۲)

۲۔ سَأَلَ، کا لفظ و معنوں میں آتا ہے (ا) کسی سے کوئی چیز پوچھنا تاکہ اس کا جواب ملے (۲) کسی سے کوئی چیز ضرورت کی مانگنا۔ یعنی مال یا کسی دوسری ضرورت کی چیز کے لیے استدعا کرنا۔ اور سَأَلَ بمعنی ایسی حاجت جس پر نفس حریص ہو اور زبان سے اس کا اظہار بھی کیا جائے (مف) ارشاد باری ہے:

إِهْبِطُوا مِصْرًا فَإِنَّ لَكُمْ مَّا سَأَلْتُمْ۔ شہر کی طرف نکل جاؤ۔ پھر جو کچھ تم نے مانگا ہے وہاں ملے گا۔ (۲۱)

۳۔ إِذْعَ، دَعَا بمعنی مانگنا، پکارنا، دُعا کرنا۔ اور إِذْعَ میں مبالغہ پایا جاتا ہے۔ یعنی کسی چیز کو پکار کر مانگنا (مف) ارشاد باری ہے:

لَتُسْفَرَنَّ بِأَنَّا كَفَّتْ لَنَا كَلِمَةً أَذْعَوْا بِهَا عَنَّا وَإِنَّ لَنَا لَلْآيَاتِ الْكُبْرَىٰ (۲۱)

ان کے لیے جنت میں میوے بھی ہوں گے اور جو کچھ مانگیں گے وہ بھی (موجود ہوگا)۔ (۲۱)

۴۔ حَقًّا، بمعنی کسی چیز کی طلب میں مبالغہ سے کام لینا۔ بہت کدو کاوش کرنا (مف)۔ مِلَّ ارشاد باری ہے:

پروان چڑھانا ہے۔ ارشاد باری ہے:

يَمْحُو اللَّهُ التُّرَابَ وَتُورِثُ الصِّدْقَاتِ
الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُعْطِيَ بَرَكَةً كَرِيمَةً
(۲۶۹)

۳۔ محو: کسی چیز کو یوں مٹانا کہ اس کے نشانات بھی نہ رہنے پائیں۔ کتے ہیں مَحْتِ التُّرَابِ التُّرَابِ۔ ہوا بادلوں کو اڑائے گی یعنی بادلوں کا نام و نشان بھی باقی نہ رہ گیا۔ اور اس کی ضد اَثْبَتَ بمعنی برقرار رکھنا ہے۔ ارشاد باری ہے:

يَمْحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ
الَّذِينَ يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ
(۳۱۱)

۴۔ نَسَخَ، بمعنی زائل کرنا۔ باطل کرنا۔ مسخ کرنا۔ مٹانا (مخبر) اور بمعنی ایک چیز کو زائل کر کے دوسری چیز کو اس کی جگہ پر لانا (مصحف) اور پہلی چیز جو زائل ہوئی یا مٹائی گئی وہ منسوخ ہے اور دوسری چیز جو اس کی جگہ لائی گئی وہ ناسخ ہے۔ پھر بھی یہ لفظ محض زائل کرنا یا مٹانے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ ارشاد

بَارِي هُوَ
فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ
يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ (۲۲)

اور بھی پہلی چیز کو ختم کر کے یا زائل کر کے دوسری چیز لانے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

مَا نَنْسَخُ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِئُهَا فَإِنَّهَا
مَنْشُورَةٌ أَوْ مَسْخُورَةٌ
(۱۱)

ماحصل: (۱) طمس، اس طرح مٹانا کہ کچھ اثرات باقی رہ جائیں۔
(۲) محق: کسی چیز کا زور ختم کر دینا۔ اسے بے جان اور مضمحل بنا دینا۔
(۳) محو: ایسے ختم کرنا کہ کوئی نشان باقی نہ رہے۔
(۴) نسخ: کسی چیز کو مٹا کر اس کی جگہ دوسری چیز لانا۔

۸۔ مٹی اور اُس کی مختلف حالتیں

کے لیے تُّرَابٌ، طِينٌ، لَأْمٌ، حَمًا، صَلْصَالٌ، فَخَّارٌ، صَيِّدٌ، سَلَالَةٌ اور تُّرَابِی کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ تُّرَابٌ، بمعنی خاک۔ خشک مٹی جس میں نمی نہ ہو (ل ۲۱) جسے ہوا اڑائے پھرتی ہے۔ مٹی کے لیے عام لفظ ہے۔ قرآن میں ہے:

وَيَقُولُ الْكَافِرُ لَيْسَ بِي كَيْفِي تُّرَابًا
اور کافر قیامت کے دن) کہے گا، اے کاش میں
مٹی ہو چکا ہوتا۔ (۳۶)

۲- طین، بمعنی گیلی مٹی مگر اس میں بھوسہ نہ ہو (ف ل ۳۱) خواہ اس سے پانی کی رطوبت ختم ہو جائے تو بھی اس سوکے پتھر کو طین ہی کہا جائے گا۔ ارشادِ باری ہے،

وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ﴿۳۱﴾ اور اللہ تعالیٰ انسان کی پیدائش گیلی مٹی سے شروع کی۔

۳- لَازِبٌ، ہاتھ سے چپک جانے والی مٹی (منجد) چپکدار اور لیسدار مٹی (ف ل ۲۶۸) ارشادِ باری ہے،

إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِنْ طِينٍ لَازِبٍ ﴿۳۲﴾ ہم نے انھیں چپکتے گارے سے بنایا ہے۔

آیت بالا میں لَازِبٌ کا لفظ محض طین کی صفت کے طور پر نہیں آیا۔ بلکہ لَازِبٌ کے معنی ہی چپکدار اور لیسدار مٹی ہے جیسا کہ حوالہ سے ظاہر ہے۔

۴- حَمًا، بمعنی بدبودار کچھڑ۔ جب کچھڑ سیاہی مائل رنگت اختیار کرنے لگے اور اس سے بدبو آنے لگے (ف ل ۳۳) حَمًا الْيَمْرُ اس نے نموں میں سے سڑی ہوئی سیاہ مٹی نکالی۔ اور حَمًا الْكَمَاءُ بمعنی پانی سیاہ مٹی میں مل گیا (م ق)۔

۵- صَلْصَالٌ، جب سیاہ بدبودار کچھڑ بالکل خشک ہو جائے اور تھوڑی سی ضرب سے آواز دینے یا بجنے لگے تو یہ صلصال ہے (ف ل ۲۶۸) ارشادِ باری ہے،

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمًا تَسْتَوِي ﴿۳۳﴾ اور ہم نے انسان کو کھنکھانے سے جوئے گارے سے پیدا کیا۔

دوسرے مقام پر فرمایا،

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۳۴﴾ اسی نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح کھنکھانے والی مٹی سے پیدا کیا۔

۶- فَخَّارٌ، بمعنی ٹھیکرا۔ پکی ہوئی مٹی (منجد) یعنی ایسی پکی ہوئی مٹی یا مٹی کے ترن جو کھنکھانے اور بھانے سے ٹن سے بھیں۔ اور فخاری بمعنی کھار جو مٹی کے ترن وغیرہ بنا کر پھر آوہ میں پکا کر انھیں تیار کرتا یا بیچتا ہے (منجد) انسان کی پیدائش بالآخر ایسی ہی مٹی سے ہوئی جیسا کہ آیت بالا سے ظاہر ہے،

۷- صَعِيدٌ، صَعِدٌ بمعنی اوپر چڑھنا۔ اور صَعِيدٌ بمعنی زمین کا بالائی حصہ اور اس پر موجود گرد و غبار جو اوپر چڑھ جاتا ہے (ص) ہر ہموار زمین صَعِيدٌ ہے (ف ل ۱۶) اور بمعنی وجہ الارض یعنی زمین کی اوپر کی مٹی اور گرد و غبار وغیرہ (م ل) ارشادِ باری ہے،

فَلَمَّا تَجَدُّوا مَاءً فَسَيَّمُوا صَعِيدًا ﴿۳۵﴾ پھر اگر تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔

طِينًا ﴿۳۶﴾

۸- سَلَاةٌ، بمعنی خلاصہ، نچوڑ۔ کار آمد حصہ۔ کسی شے سے نکالی ہوئی چیز (ص) ارشادِ باری ہے،

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سَلَاةٍ مِنْ طِينٍ ﴿۳۷﴾ اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا۔

طِينٍ ﴿۳۸﴾

۹- تَرَابٌ، زمین کے انتہائی گہرے حصہ کی گیلی مٹی۔ نمدار مٹی (ف ل ۳۱، ۲۶۷) ارشادِ باری ہے،

لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَ
 مَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى (۱۶)
 جو کچھ آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان ہے
 اور جو کچھ ثریٰ کے بھی نیچے ہے سب اسی کا ہے۔

ماحصل (۱) ثَرَاب: خشک مٹی اور ہر طرح کی مٹی کے لیے عام لفظ۔

- (۲) طِين: نمدار مٹی بغیر بھوسہ کے۔
- (۳) لَآئِنَب: لیسدار اور چیکدار مٹی۔
- (۴) حَمًا: سیاہ سڑا ہوا بدبودار کچڑ۔
- (۵) صَلصَال: خشک کھنکھناتا ہوا کچڑ۔
- (۶) فَتْحَار: کھنکھانے یا بچنے والی پکی ہوئی مٹی۔
- (۷) صَعِيْد: زمین کی اوپر کی سطح در سطح پر کا ٹکڑو وغبار۔
- (۸) سُلٰلٰة: غلاصہ۔ نچوڑ۔
- (۹) ثَرٰى: زمین کے انتہائی گہرے حصے کی نمدار مٹی۔

۹۔ مجامعت کرنا

کیسے قرآن کریم میں جتنے الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ سب کنایہ استعمال ہوئے ہیں۔ ایک بھی لفظ ایسا نہیں جس کا معنی مجامعت ہو۔ اور یہی شرم و حیا کا تقاضا تھا۔ اور جو لفظ استعمال ہوئے وہ یہ ہیں،
 بَاشِرٌ، قَضٰى، وَطَرًا، تَقَشَّى، رَفَثٌ، مَسٌّ، لَامَسَ، طَلَمَتْ اور قَوَّبَتْ۔

۱۔ بَاشِرٌ، بَشْرٌ بمعنی کھال پھیلنا۔ بَشْرَةٌ بمعنی کھال کے اوپر کا رخ۔ اور بَاشِرٌ بمعنی ایک جسم کی جلد دوسرے جسم کی جلد سے لگنا بَاشِرُ الْمِرَاةِ بمعنی جماع کرنا (منجد) ارشاد باری ہے،
 وَلَا تَبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ
 فِي الْمَسٰجِدِ (۱۶۸)

۲۔ قَضٰى وَطَرًا، وطر بمعنی حاجت اور اہم ضرورت (صفت) اور قَضٰى وَطَرًا بمعنی حاجت کو پورا کرنا۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا أَقْضٰى زَيْنَبُهَا وَطَرًا (۱۶۹)
 ۳۔ تَقَشَّى، بمعنی ایک چیز کا دوسری کو ڈھانپ لینا۔ قرآن میں ہے،
 فَلَمَّا تَقَشَّتْ بِهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيًّا۔
 پھر جب مرنے عورت کو ڈھانکا تو اس عورت کے ہلکا سا حمل رہ گیا۔ (۱۶۹)

۴۔ رَفَثٌ: ہر وہ کلام جس کے اظہار میں شرم محسوس ہو (م۔ ل) بمعنی بے حجاب ہونا۔ جماع اور اس فعل سے متعلقہ بات چیت کرنا۔ ارشاد باری ہے:

أَجَلٌ لَّكُمْ لَيْلَةٌ الصِّيَامِ الرَّفَثِ
 تمہارے لیے روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں سے

إِلَىٰ نِسَاءٍ كُفْرًا (۲۱۸)

جماعت حلال کر دی گئی ہے۔

۵۔ مَسَّ: بمعنی کسی چیز کو چھونا یا کسی چیز کا جسم سے لگنا (معنی قرآن میں ہے):
قَالَتْ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ (۲۱۷)
مریم نے کہا، اے میرے پروردگار! میرے ہاں بچہ کیسے ہو گا جبکہ مجھے کسی آدمی نے چھوا تک نہیں۔

۶۔ لَا مَسَّ، لَمَسَ بمعنی کسی چیز کو انگلیوں سے ٹوٹانا۔ انگلیوں یا جسم کے کسی دوسرے حصے سے تلاش کرنا (معنی قرآن میں ہے):

أَوَلَا مَسَّهُمُ النِّسَاءُ (۲۱۳)

یا تم عورتوں سے ہم بہتر ہوئے ہو۔

۷۔ طَمَّتْ، طَمَّتْ بمعنی حیض کا خون (فل ۱۱۵) اور طَمَّتْ يَطْمِئُتُ کے معنی عورت کا حیض ڈالی ہونا بھی ہے (مخبر) اور مرد کا عورت کے پردہ بکارت کو زائل کرنا بھی (معنی) گویا یہ لفظ پسلی بارکی جماعت سے مخصوص ہے۔ قرآن میں ہے:

لَمْ يَطْمِئْتُهُنَّ أَنْسٌ قَبْلَهُنَّ وَلَا جَانٌ (۲۱۶)
ان عورتوں کو اس سے پیشتر نہ کسی انسان نے چھوا ہو گا نہ کسی جن نے۔ (۲۱۶)

۸۔ قَرَّبَ، بمعنی نزدیک ہونا۔ پاس جانا۔ ارشاد باری ہے،
وَلَا تَقْرَبُوا حَتَّىٰ يَطْمِئِنَّ (۲۱۳)
جب تک وہ (عورتیں) پاک نہ ہو جائیں، ان کے پاس نہ جاؤ۔

مجبور کرنا کے لیے دیکھیے زبردستی کرنا اور — مجبور ہونا کے لیے دیکھیے ”بے قرار ہونا“

۱۰۔ مجلس

کے لیے مَجْلِسٌ اور نَادِيٌّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ مجلس (ج مجلس) ہر وہ جگہ جہاں چند آدمی کسی غرض سے اکٹھے ہو بیٹھیں۔ گھروں میں تقریبات کی مجلس (فل ۳۲-۲۷۲) معروف لفظ ہے۔ ارشاد باری ہے،
لِذَٰقِيلٍ لَّكُم مَّا تَفْسَحُوا فِي الْمَجَالِسِ (۲۱۷)
جب تمہیں مجلسوں میں کھل کر بیٹھنے کو کہا جائے تو
فَاتَّحُوا (۲۱۷)
کھل بیٹھو۔

۲۔ نَادِيٌّ: لوگوں کا ایسا اجتماع جس میں گفتگو اور قصے کہانیوں کا شغل ہو (فل ۲۷۲) کلب۔ بزم۔ تفریح کا ہیں۔ فحاشی کے مرکز۔ اور النَّدْوَةُ بمعنی فلاح و بہبود۔ ملی یا دینی مشاوریات کا ہیں۔ (فل ۳۲) قرآن میں ہے:

رَتَابُتُونَ فِي نَادِيِكُمُ الْمُنْكَرَ (۲۱۶)

اور تم اپنی مجلسوں میں ناپسندیدہ کام کرتے ہو۔

ماہل: مجلس: اہل خانہ۔ گھر کے افراد اور دوست احباب کے عام اجتماع۔ نادِی، مخصوص جگہیں

مثلاً کلب۔ بزم۔ تفریح کا گاہ۔ جہاں اجتماع میں عموماً ناپسندیدہ شغل ہی اختیار کیے جاتے ہیں۔

۱۱۔ مچھلی

کے لیے حُوت اور نُون کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ حُوت: اسم جنس۔ ہر قسم کی مچھلی پر اس کا اطلاق ہوتا ہے (ج حیتان) (۳۳) اور بڑی مچھلی کو سسک کہتے ہیں (م۔ ل) یہ لفظ قرآن میں نہیں ہے۔ اور سب سے بڑی یعنی وہیل مچھلی کو نُون (صفت) حضرت یونس کے سلسلہ میں حوت اور نُون دونوں الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ جیسے فرمایا: وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ
اور مچھلی والے (یونسؑ) کی طرح نہ ہو جب اس نے اللہ کو پکارا اور وہ غم و غصہ میں بھرے ہوئے تھے۔ (۳۸)

دوسرے مقام پر ہے:

وَذَا النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا۔ اور مچھلی والے (یونسؑ) جب وہ اپنی قوم سے ناراض ہو کر چل دیے۔ (۲۱)

ان دونوں آیات کا مطلب ایک ہی ہے۔ یعنی وہ (وہیل) مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے تھے۔

۱۲۔ محبت۔ محبت کرنا

کے لیے حَبَّ اور مُحَبَّة، وَدٌّ اور وُدًّا، أَلْفٌ، شَفَعٌ اور عَوْنًا کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
۱۔ حَبَّ اور مُحَبَّة: بمعنی کسی چیز کو اچھا سمجھ کر اس کا ارادہ کرنا اور چاہنا اور اس کے حصول میں محنت سے کام لینا (فقہ ل ۹۹) خواہ یہ عورت اور اولاد سے ہو یا مال و زرع سے۔ اور حَبَّ اور مُحَبَّة دانہ رگندم یا جو وغیرہ کو کہتے ہیں۔ اور مُحَبَّةُ الْقَلْبِ سويدی کے دل کو (صفت) قرآن میں ہے:

فَقَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِي حَبَّ الْعَخْيَرِ عَيْنٍ
حضرت سلیمانؑ کہنے لگے کہ میں نے اپنے پروردگار کی یاد سے (غافل ہو کر) مال کی محبت اختیار کی یہاں تک کہ آفتاب پر رے میں چھپ گیا۔ (۳۸)

دوسرے مقام پر ہے:

وَالْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مَّرْجِيًّا۔ اور رے موسیٰؑ! میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی۔ (۲۹)

۲۔ وَدٌّ: بمعنی کسی چیز کی تمنا کرنا۔ دوستی کرنا۔ محبت کرنا (موجد) اور یہ لفظ کبھی صرف چاہنے اور تمنا کرنے کے معنی میں آتا ہے (فقہ ل ۹۹) جیسے فرمایا:

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ (۱۵)
کسی وقت کافر یہ آرزو کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔

اور جب یہ محبت کے معنوں میں استعمال ہو تو اس سے انتہائی محبت مراد ہوتی ہے۔ مؤدۃ باہمی

پیار و محبتِ شفقت۔ اور دُرِّ دُرِّ بمعنی بہت محبت کرنے والا۔ اور دُرِّ پیار و محبت کے معنوں میں آتا ہے (معنی) ارشادِ باری ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا (۱۹)

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ ان کی محبت (مخلوقات کے دل میں) پیدا کر دے گا۔

دوسرے مقام پر ہے:

إِنَّ رَحْمَتَ رَحْمَتِهِمْ كَوْدُوكِ (۱۱)

بے شک میرا پروردگار رحم کرنے والا اور محبت کرنے والا ہے۔

والا ہے۔

گواہ دُرِّ کا لفظ جب محبت کرنا کے معنوں میں آئے تو یہ حَبِّ سے ابلغ ہوتا ہے (معنی) حَبِّ: بمعنی کسی چیز کے منتشر اجزاء کو جوڑنا۔ اسی سے لفظ تالیف ہے یعنی ہم آہنگی پیدا کرنا اور اَلْفَتَّ بمعنی ایسی محبت جو ہم آہنگی کی وجہ سے ہو (معنی) ارشادِ باری ہے:

لَوْ أَنْفَقْتَ مِلْفِي الْأَرْضِ جَمِيعًا نَأَى
أَلْفَتَّ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ (۶۳)

اگر تم دے سب زمین کو بیابان کی دولت خرچ کرتے تب بھی ان (ملائکوں) کے دلوں میں محبت پیدا کر سکتے۔

۴- شَغَفَ: شَغَفَةُ الْقَلْبِ بمعنی دل کا اندرونی حصہ (معنی) اور بمعنی دل کا غلات (م۔ ل) اور شَغَفَ بمعنی اس کے دل کے پردہ پر چوٹ لگائی۔ اور شَغَفَ حُبًّا بمعنی ایسی محبت جو دل کے اندرونی حصہ تک سرایت کر چکی ہو (معنی) (نمل ۱۶۸) محبت میں دیوانہ ہونا (م۔ ق) قرآن میں ہے:

قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا (۱۲)

اس (یوسفؑ) کی محبت اس (عورت) کے دل میں گھر کر گئی تھی۔

۵- عُرُوبًا: عُرُوبِ کی جمع ہے۔ اور عُرُوبِ کے معنی اپنے خاوند سے محبت کرنے والی عورت (نمل ۱۳۶) اور معنی بہت مہنسنے مہنسانے والی خوش ذوق عورت (م۔ ل) (نمل) قرآن میں ہے:

فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا عُرُوبًا أَنْوَابًا (۱۳)

پھر ہم نے ان (عورتوں) کو کنواریاں بنایا۔ شوہر سے پیار کرنے والیاں اور ہم عمر۔

ماحصل (۱) حُبِّ: کسی چیز کا ارادہ کرنا اور چاہنا۔ (۲) شَغَفَ حُبًّا: عشقیہ محبت۔

(۲) دُرِّ: حَبِّ سے ابلغ ہے زیادہ محبت ناپیار کرنا۔ (۵) عُرُوبِ: خاوند سے پیار کرنے والی عورت۔

(۳) اَلْفَتَّ: ہم آہنگی کی بنا پر پیدا شدہ محبت۔

محتاج اور محتاجی کے لیے دیکھیے ”تنگ دستی“

۱۳۔ ح

کے لیے قَصْر اور صَرِيح کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- قَصْر: قیصر روم کی اقامت گاہ کو قصر کہا جاتا تھا پھر اس لفظ کا اطلاق ہر بلند و بالا اور عالیشان

عمارت پر ہونے لگا۔ (معن) (ح قصص) قرآن میں ہے،
 فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا وَيَبُنُّ
 مَعْظَمُهَا: وَقَصْرٍ مَشِيدٍ (۲۳)
 اور وہ تھکی اپنی چھتوں پر گر رہی تھی اور کونیں اور
 پلستر شدہ محل سب ویران پڑے تھے۔
 ۲- صَرَحٌ، صَرَحٌ بمعنی خالص اور آمیزش سے پاک ہونا (منجد) اور صَرَحٌ بمعنی منقش اور مرتین بلند
 مکان جو ہر طرح کے عیب سے پاک ہو (معن) قرآن میں ہے،
 فَلَمَّا رَأَاهُ حَسِبْتَهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ
 عَنْ سَاقِيهَا قَالَتْ إِنَّهُ صَرَحٌ مُّسْتَرَدٌّ
 کہا۔ یہ تو محل ہے جس میں شیشے بڑے گئے ہیں۔
 مِنْ تَوَارِيخٍ (۲۴)
 حاصل: (۱) قَصْرٌ: کوئی بھی عالیشان اور بلند و بالا عمارت۔
 (۲) صَرَحٌ: ایسی عمارت جو نقش و نگار سے مزین اور ناقص سے پاک ہو۔

۱۲۔ محنت مشقت کرنا۔ اٹھانا

کے لیے عَمَلٌ، جَهْدٌ، نَصَبٌ، كَلْفٌ، كَدْحٌ، كَوْرٌ، شِقٌّ اور شَقَّةٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
 ۱- عَمَلٌ، عَمَلٌ ہر وہ کام ہے جو کوئی جاندار اپنے اختیار و ارادہ کے خواہ یہ کام اچھا ہو یا بُرا (معن) اور
 عَمَلٌ کا لفظ کوئی کام، کرنے کے علاوہ محنت مزدوری کرنے یا بالفاظ دیگر روزی کمانے کے لیے بھی
 استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:
 أَمَا السَّيِّئِينَ فَكَانَتْ لِمَسْكِينٍ
 يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ (۱۸)
 ۲- جَهْدٌ، بمعنی کسی کام کے کرنے میں تمام وسائل و ذرائع کو بڑے کار لانا۔ سعی، یلغ کرنا۔ م۔ ل۔ ارشاد
 باری ہے:
 وَمَنْ جَاهَدْ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ
 لِنَفْسِهِ (۱۹)
 اور جُهِدْ بمعنی وہ مقدر بھر محنت جو ایک انسان کر سکتا ہے۔ قرآن میں ہے:
 وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ (۲۰) اور وہ لوگ جو نہیں کما سکتے مگر اپنی محنت۔
 ۳- نَصَبٌ: اتنی محنت جو انسان کو تھکا دے (۱) محنت۔ مشقت کرنا (۲) تھکاوٹ ہونا۔ پھر یہ لفظ
 الگ الگ معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:
 لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا نَصَبًا (۱۶) اس سفر سے ہم کو بہت تھکاوٹ ہو گئی ہے۔
 دوسرے مقام پر ہے:
 فَإِذَا أَوْرَعْتَ فَإَنْصَبْ وَاللَّيْلُ رَبِّكَ
 پھر جب آپ فارغ ہوں تو محنت یجھے اور اپنے

فَارْتَبِ (۹۲)

پڑوگا کی طرف رغبت کیجئے۔

۴- كَلَّفَ: بمعنی تکلیف دینا۔ اتنی محنت کرنے کو کہنا جو کسی کے لیے قابل برداشت ہو اور اس کے مقدر اور قوت سے زیادہ نہ ہو۔ ارشاد باری ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا اَلًا وَّسْعًا (۲۸۶) اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

۵- كَدَّحَ: تکلیف سہ سہہ کر اور ہر مشقت کوئی کام کرتے جانا (مصنف) ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ لِّى رَيْبًا كَدَّ حَافِلَيْتِي (۸۴) اے انسان تجھے تکلیف اٹھانی ہے اپنے رب کے پاس پہنچنے میں کھپ کھپ کر پھر اس سگنا ہے۔

۶- كَرَّهَ: بمعنی جبر یہ مشقت۔ ایسی مشقت جس میں انسان کے اپنے ارادہ و اختیار کو کچھ دخل نہ ہو اور اس مشقت کو وہ ناپسند کرتا ہو (کرہ ضد ضنا والمحبۃ) (مصنف) قرآن میں ہے:

حَسَلَتْهُ اُمَةٌ كَرَّهًا وَوَضَعَتْهُ كَرَّهًا۔ اس کی مال نے اسے تکلیف سہہ کر پیٹ میں رکھا اور تکلیف سہہ کر جانا۔ (۳۶)

اور اکرہ بمعنی کسی کو کسی ایسے کام یا محنت پر مجبور کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔ جیسے فرمایا:

وَلَا تُكْرَهُوا قَتَلْتُمْ عَلَى اَلْبَعَاءِ (۳۳) اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو۔

۷- شَقَّ: ایسی محنت یا مشقت جو تنگ و دوڑ سے بدن یا نفس کو لاتی ہوئی ہے (مصنف) قرآن میں ہے:

وَتَحْمِلُ اُنْفَاكُمُ اِلَىٰ بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُوا بِلِغِيهِ اَلْاَبْشِقُ اَلْاَنْفُسِ (۱۶) اور چار پائے شہروں تک تمہارے بوجھ اٹھاتے ہیں، جنہیں تم محنت شاقہ کے بغیر پہنچا نہیں سکتے۔

۸- شَقَّةٌ: شِقٌّ اور شَقَّةٌ میں وہی فرق ہے جو حَمَلٌ اور حَمْلٌ یا وَقْرٌ اور وُقْرٌ میں ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے بوجھ) یعنی وہ منزل جہاں تک ہر مشقت پہنچا سکے (مصنف) قرآن میں ہے:

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا اَلْتَّبَعُوْكُمْ وَاَلِنْ لِيْكُمْ اَلشَّقَّةَ ہوتا تو یہ لوگ تمہارے ساتھ چل دیتے۔ لیکن یہ منزل اُن کو دور نظر آئی۔ (۳۶)

مَاصِلُ

۱) حَمَلٌ: محنت مزدوری کرنا۔ لفظ بھی عام اور اس کا استعمال بھی عام۔

۲) حَرَبَةٌ: کسی کام کے کرنے میں تمام رسائل بردے کا لانا۔

۳) نَصَبٌ: ایسی محنت جو تھکاوٹ یا تھکاوٹ کا باعث ہو۔

۴) تَكْلِيْفٌ: کسی کی قوت اور برداشت کے مطابق محنت۔

۵) كَدَّحٌ: دکھ سہہ سہہ کر بھی کوئی کام کرتے جانا۔

۶) كَرَّهٌ: جبر یہ مشقت۔

۷) شِقٌّ: محنت کرنے کی کوفت۔

۸) شَقَّةٌ: وہ منزل جہاں تک ہر مشقت کوئی پہنچ سکے۔

۱۵۔ مخالفت۔ مخالفت کرنا

کے لیے خَالَفَ، صَدَدَ، شَاقَّ، حَاكَا، نَعَاَسَ، عَتَدَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۲۔ خَالَفَ: بمعنی مخالفت کرنا۔ اعراض کرنا (منجبر) اور معنی کسی چیز کا خلاف کرنا اور اختلاف کرنا۔ بتلانی

ہوئی بات کے علاوہ کوئی دوسرا کام کرنا۔ قرآن میں ہے:

وَمَا أَرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَا أَنْتُمْكُمْ
عَنْهُ (۱۸۴)

میں نہیں چاہتا کہ خود اس بات کے خلاف کروں جو
سے تم کو منع کرتا ہوں۔

۳۔ صَدَدَ: بمعنی مخالفت کرنا۔ اور صَدَدَ بمعنی مخالفت۔ مقابل (رج اضداد) مقابل کی دو چیزوں کو صَدَدَ

کہتے ہیں۔ امام رابع کے نزدیک صَدَدَ کی تعریف یہ ہے کہ وہ دو چیزیں جو ایک دوسرے کے مقابل

ہوں اور ایک ہی جنس سے ہوں اور بھی جمع نہ ہو سکتی ہوں جیسے سفیدی اور سیاہی (معت) کہ ان کی

جنس رنگت یا رنگ ہے۔ اور ابن الفارسی کے نزدیک صَدَدَ کی تعریف یہ ہے کہ ایسی دو مقابل

اشیا۔ جن کا ایک ہی وقت میں اجتماع ناممکن ہو جیسے دن اور رات۔ م۔ ل۔ گویا یہ لفظ خلاف

سے انص ہے۔ یعنی ہر ضد خلاف ضرور ہے لیکن ہر خلاف ضد نہیں ہوتا۔ قرآن میں ہے:

كَلَّا سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ
عَلَيْهِمْ حُنُودًا (۱۸۳)

ہرگز نہیں وہ مجھ کو باطل (ان کی پرستش سے انکار
کریں گے اور ان کے دشمن و مخالفت بن جائیں گے۔

اور صَدَدَ کا لفظ بذاتِ خود لغتِ اضداد سے ہے۔ یعنی صَدَدَ بمعنی مخالفت اور مقابل۔ اور صَدَدَ

بمعنی مثل اور نظیر (م۔ ق) بھی۔

۳۔ شَاقَّ: بمعنی مخالفت کرنا۔ عداوت رکھنا (منجبر) اور شَقَّ بمعنی شگاف اور شَقَّاق بمعنی افتراق۔ اُن اُن

مخالفت۔ ایسی مخالفت جس میں ہر فریقِ جانبِ مخالف کو اختیار کر لیتا ہے (معت) یعنی جو بات

ایک کو ناپسند ہو وہی بات دوسرے فریقِ اختیار کرے۔ ارشادِ باری ہے:

ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقَّوْا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَمَنْ
يَشَاقِقِ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ

یہ اس لیے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی
اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو

اللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ (۱۸۴)

اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

۴۔ حَادَّ حَادًّا (النظر) بمعنی تیز نظر سے گھورنا۔ اور حَادَّ الشَّيْبَانِ بمعنی تلوار کی دھار۔ اور حَادَّ الشَّيْبَانِ

بمعنی چھری کو تیز کرنا۔ اور حَادَّ دُشْمَانِي رُكْحَانَا غَضْبَانَا ہونا (منجبر) گویا حَادَّ سے مراد ایسی مخالفت اور

دشمنی ہے جس سے انسان غضبناک ہو کہ مقابلہ اور انتقام پر اتر آئے۔ ارشادِ باری ہے:

الَّذِينَ يَلْمِزُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ
مَّا سَوْءٌ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا

کیا انہیں یہ معلوم نہیں کہ جو شخص خدا اور اس کے رسول
سے مقابلہ کرتا ہے تو اس کے لیے جہنم کی آگ تیار ہے۔

۵۔ تَعَاَسَرَ: عَسَرَ بمعنی تنگی۔ اور عَسَرَ الْأَمْرَ بمعنی اس نے کسی پر کام کو دشوار کر دیا۔ اور اسے تنگ کر دیا۔ اور تَعَاَسَرَ بمعنی ایک دوسرے کی اس طرح مخالفت کرنا کہ دوسرے کے لیے معاملہ دشوار ہو جائے (منجد) تَعَاَسَرَ میں مخالفت اور دشمنی میں شدت نہیں ہوتی بلکہ ایک فریق کوئی ایسی بات اختیار کرتا ہے جس سے دوسرے پر تنگی واقع ہو جائے۔ ارشادِ باری ہے،

وَأْتَيْتُم مِّن بَيْنِكُمْ فِي الْأَسْوَاقِ
تُعَاَسِرَؤُنَّ نِسَاءَكُم مِّثْلَ مَا كُنْتُمْ تُعَاَسِرُونَ (۲۴)

اور تم میاں بیوی آپس میں بھلے طریقے سے مشورہ کرو
پھر اگر ضد کرنے لگو تو پھر کوئی دوسری عورت (نولوڈ
کو) ادودھ پلانے۔

۶۔ عَنَدًا: بمعنی جان بوجھ کر حق اور راہِ حق کی مخالفت کرنا (معنی منجد) عَنَدًا بمعنی وہ شخص جو راہِ حق سے عناد رکھے اور مخالفت کرے۔ اور عَنَدًا بمعنی وہ شخص جو صحیح راہ سے ہٹ جا (معنی ارشادِ باری ہے،

إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا (۲۴)

بیشک وہ ہماری آیتوں کا مخالف رہا ہے۔

۲) عَنَدًا: خلاف سے انحص ہے۔ خلاف اور مقابل ہونا۔

۳) شاق: مخالفت اور دشمن ہونا۔

۴) حَادًا: ایسی دشمنی جس سے کوئی مقابلہ پر آئے۔

۵) تَعَاَسَرَ: ایسی ناچاکی جس میں ایک فریق دوسرے پر تنگی پیدا کر دے۔

۶) عَنَدًا: حق اور راہِ حق کی مخالفت کرنا۔

۱۶۔ مختلف

کے لیے مُخْتَلِفٌ اور مُشْتَقٌّ (مشتق) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ مُخْتَلِفٌ: (اختلاف ضد اتفاق) چیزوں کا الگ الگ ہونا۔ طرح طرح یا قسم قسم کا ہونا۔

نوع جدا ہونا۔ کسی معاملہ میں اختلاف (رہنے) ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

يَخْرُجُ مِنْ بَطْنِيهَا شَرَابٌ
مُخْتَلِفٌ كَالْوَأْسِ (۲۶)

اُن (شہد کی مکھوں) کے پیٹ سے مشروب (شہد)
نکلتا ہے۔ جس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا،

وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أَكْثَرًا (۱۳۱)

اور کھجوریں اور تیری اُٹھنے پرید کی جن کچھ بھل طرح کے ہیں۔

۲۔ مُشْتَقٌّ: (مشتق) بمعنی کسی چیز کا شیرازہ بکھرنا۔ پر آگندہ ہونا صد الف (م۔ ل) بمعنی کسی چیز کے منتشر اجزا کو اکٹھا اور مربوط کرنا۔ اور شذیث بمعنی متفرق پھٹا ہوا ج ششٹی (م۔ ق) قرآن میں ہے،

تَحْسَبُوهُمْ كَجَبَابِقٍ وَاللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ (۵۹)

تم (ان منافقوں کے) تعلق خیال کرتے ہو کہ وہ اکٹھے (اور کجیاں ہیں) اگر ان کے دل

دوسرے مقام پر فرمایا:

يَوْمَئِذٍ يَصُدُّ النَّاسُ أُمَّتَاتًا
اس دن لوگ گردہ گردہ ہو کر آئیں گے تاکہ ان کو
لَيُرَوَّاْ أَعْمَاءَهُمْ (۶۹)
ان کے اعمال دکھلا دیے جائیں۔

۲- آنر و اِج: نزوج یعنی جوڑا اور جوڑے کا ہر فرد۔ مثلاً شوہر بیوی کا زوج ہے اور بیوی شوہر کی زوج ہے۔

اور میاں بیوی دونوں مل کر بھی ایک ہی زوج ہے۔ جس مخلوق میں زور اور مادہ کا وجود ہے اس میں زوج کا تصور بھی موجود ہے جو انات نباتات میں زور اور مادہ کا تصور انسان علم میں چمک ہے مگر تصورات جادات میں بھی پایا جاتا ہے۔ ارشاد باری:

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا نَرًا وَجَيْنَ (۱۱۶)
اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے پیدا کیے ہیں۔
چونکہ نزوج میں صاحبیت یا ساتھی ہونے کا تصور بھی موجود ہے لہذا چند ہم جنس جاندار چیزوں کو اٹھا ہوجانے پر
بھی نزوج کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس صورت میں زوج کا معنی قسم تقسیم یا فرقہ ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَكُنْتُمْ أَنزَاجًا ثَلَاثَةً (۱۱۷)
اور آنر و اِج کا لفظ مختلف قسم کے ہم جنس مجموعوں پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک مجموعہ کو ایک
اکائی تصور کر کے انزاج کا معنی ہو گا۔ کئی قسم کے ایسے مجموعے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا تَمَدَّنْ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا
اور آپ ان مختلف قسم کے لوگوں پر نگاہ نہ بھیجیں جنہیں
يَهْ أَنزَاجًا مِثْلَهُمْ (۱۲۱)
ہم نے (سامان دنیا) سے بہرہ مند کیا ہے۔

حاصل:

- (۱) مُخْتَلِفٌ: اشیا کی نوعیت جدا ہو تو اس کے لیے اور۔
- (۲) اگر ایک ہی چیز کے منتشر اجزا کا اظہار مقصود ہو تو ششٹی۔ اور اگر
- (۳) ہم جنس کئی طرح کے مجموعوں کا اظہار کرنا ہو تو آنزاج آئے گا۔

۱۷۔ مدت

کے لیے مُدَّتٌ، اَمَدٌ، عِدَّتٌ، اَمَّةٌ، مَدِيَّتًا، مَهْلٌ اور عُمُرٌ کے الفاظ آئے ہیں۔ (اعلاہ)

ازیں اَجَلٌ، حَيِّنٌ اور مِيَقَاتٌ ”وقت“ کے تحت (دیکھیے)

۱- مُدَّتٌ: مَدَّةٌ (بمعنی کھینچنا اور کھینچ کر لمبا کرنا) سے مدت مصدر ہے۔ بمعنی وقت کی

لمبائی۔ معروف لفظ ہے اور اس کا استعمال عام ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَاتَمَوْاْ اَلْاَيُّمَ عَمَدَهُمْ اِلَىٰ مُدَّتِہِمُ
تو ان مشرکین سے اُن کا عہد ان کی (مقررہ) مدت

(۹) تک پورا کرو۔

۲- اَمَدٌ: اَمَدٌ کا لفظ مدت دراز کے لیے آتا ہے اور مدت کی نہایت اور غایت کے

لیے بولا جاتا ہے (صفت) یہ لفظ ظرف زمان اور مکان دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔

اور مکان کی صورت میں فاصلہ کا معنی دیتا ہے (فقہ ل ۲۲۲) ارشاد باری ہے:

۱۱) اَتَى الرَّحْبَيْنِ اَحْصَى لِمَا لِيَتَوَا
 اَمَدًا (۱۳)

دونوں جماعتوں میں سے کونسی جماعت خوب
 شمار کر سکتی ہے کہ وہ (اصحاب کعب) کتنی مدت
 (غار میں) رہے۔

۱۲) تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ
 اَمَدًا اَبَعِيدًا (۱۴)

وہ آرزو کرے گا کہ لے لے کاش! اس میں اور اس
 بُرائی میں دُور کی مسافت ہو جاتی۔

۱۳- عِدَّتْ: عِدَّةَ بمعنی شمار کرنا سے مصدر ہے۔ یعنی وہ مدت جو شمار کر کے گزاری جائے اور اس
 لفظ کا اطلاق اس مدت پر ہوتا ہے جس میں کوئی مطلقہ یا بیوہ عورت دوسرے مرد سے نکاح
 نہیں کر سکتی اور اپنے سابقہ خاوند کے گھر میں یہ مدت گزارتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:
 وَالَّذِي يَمَسُّ مِنَ الْمَخِيضِ مِنْ
 نِسَاءِ كُفْرَانَ رَبِّكُمْ فَعِدَّتُهُمْ
 ثَلَاثَةُ اشْهُرٍ (۱۵)

اور تمہاری مطلقہ عورتیں جو حیض سے ناامید ہو چکی
 ہوں اگر تم کو ان کی عدت کے بارے میں شبہ ہو
 تو ان کی عدت تین مہینے ہے۔

۱۴- اَمَّةٌ: امر بمعنی ماں اور ہر وہ چیز جس کے اندر اس کے جملہ تعلقات منضم ہو جائیں (معت) اور
 اَمَّةَ بمعنی مدت کا اطلاق اس وقت ہوتا ہے جبکہ وہ گزر چکی ہو (معت) قرآن میں ہے:
 وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ
 اَمَّتِهِ (۱۶)

اور دونوں قیدیوں میں سے جس نے رہائی پائی تھی
 اسے ایک مدت کے بعد (بھولی ہوئی) بات یاد آگئی
 اور سمجھنے لگا۔

۱۵- مَلِيًّا، ملی میں درازی اور وسعت کے معنی پائے جاتے ہیں۔ مَلِيًّا مِنَ الدَّهْرِ بمعنی
 عرصہ دراز الملا (الع مقصورہ) بمعنی وسیع ریگستان اور مَلَاكَ اللهُ بمعنی خدا تیری عمر دراز
 کرے (مخبر) اور مَلِيًّا بمعنی طویل مدت۔ قرآن میں ہے:
 لَيْتَ لَمَّا تَنَّتِهِ لَا رَجْمَنَّكَ وَالْهَجْرِي
 مَلِيًّا (۱۷)

(آزر نے کہا لے برا ہم!) اگر تو باز نہ آیا تو میں نہیں
 سنگسار کروں گا اور طویل مدت کے لیے تو مجھ سے دور
 چلا جا۔

۱۶- مَهَلَّ، (مصدر مہلت) اور اَمَهَلَّ اور مَهَلَّ بمعنی ٹھہلنا اور مَهَلَّ بمعنی ڈھیل دینا۔ مدت کو آہستہ آہستہ اور نرمی
 سے بڑھاتے جانا اور جلدی نہ کرنا (معت) ارشادِ باری ہے:
 وَذَرْنِي وَالْمَكَذِبِينَ اُولِي النِّعَمَةِ
 وَمَهَلُّهُمْ قَلِيلًا (۱۸)

اور مجھے ان جھٹلانے والوں کو جو دولت مند ہیں چھوڑ
 دو اور انہیں تھوڑی مہلت دے دو

۱۷- عَمْرٌ: عَمْرَ بمعنی آباد رہنا اور آباد کرنا اور عَمْرٌ بمعنی رُوح کے جسم کے اندر آباد رہنے
 کی مدت۔ کسی جاندار کی پیدائش سے لے کر حال تک کی مدت۔ قرآن میں ہے:
 وَلِكِنَّا اَنشَأْنَا نَسْرًا فَطَاقَا عَلَيْهِمْ

لیکن ہم نے (موسٰی کے بعد) کئی امتوں کو پیدا کیا پھر

ان پر طویل مدت گزر گئی۔

العُمُرُ (۲۸/۳۵)

ماحصل

(۱) مُدَّتْ، زمانہ کی طوالت۔ اس کا استعمال عام ہے۔

(۲) اَمَدٌ، عرصہ دراز اور اس کی انتہا یا فاصلہ اور بعد مکانی۔

(۳) عِدَّتْ، ایسی مدت جس کا شمار کرنا مطلقہ کے لیے ضروری ہو۔ یہ شرعی اصطلاح ہے۔

(۴) اَمَّةٌ، وہ مدت جو ماضی میں گزر چکی ہو۔

(۵) مَبِیَّتٌ، طویل مدت بغور کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

(۶) مُمَدَّتْ، آہستہ آہستہ مدت کو زمی سے بڑھاتے جانا۔ ڈھیل دینا۔

(۷) عُمُرٌ، کسی جاندار کی پیدائش سے حال تک کی مدت۔

۱۸۔ مدد دینا۔ کرنا اور چاہنا

کے لیے اَعَانَ اور اِسْتَعَانَ (عون) نَصَرَ اور اِسْتَنْصَرَ۔ اَيَّدَ۔ اَعَزَّ۔ عَزَّزَ، ظَاهَرَ۔ رَفَعَهُ۔ رَفَعَهُ اَوَّلَ اَمَّتِهِ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ اَعَانَ، عَوْنُ بمعنی مددگار (معت)، اور اَعَانَ بمعنی کسی کا ہاتھ بٹانا۔ ساتھ دینا اور تَعَاوَنَ بمعنی ایک دوسرے کا ہاتھ بٹانا اور ساتھ دینا ہے۔ یہ لفظ عام ہے۔ قرآن میں ہے،

فَاعِيْنُوْنِي بِقُوَّةٍ اجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۱۶﴾
تم مجھے قوت (بازد) سے مدد دو۔ میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنا دوں گا۔

اور اِسْتَعَانَ بمعنی کسی سے مدد اور تعاون طلب کرنا۔ قرآن میں ہے،

اِيَّاكَ تَعْبُدُوْا اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۱۶﴾
(مے پروردگار! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

۲۔ نَصَرَ، بمعنی کسی کی تکلیف یا ظلم و زیادتی دور کرنے کے لیے اس کی مدد کرنا (محیط)۔ اور یہ اعانت سے انحصار ہے۔ ارشاد باری ہے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ يَبْدُرُ وَاَنْتُمْ اٰذِلَّةٌ ﴿۱۳﴾
اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ بدر کے میدان میں تمہاری مدد کر چکا ہے جبکہ تم کمزور تھے۔

اور اِسْتَنْصَرَ بمعنی اپنے آپ پر ظلم و زیادتی کو رفع کرنے کے لیے کسی سے مدد طلب کرنا۔ ارشاد باری ہے،

وَ اِنْ اِسْتَنْصَرْتُمْ وَاَنْتُمْ فِى الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمْ النَّصْرُ ﴿۱۴﴾
اور اگر وہ مسلمان جنہوں نے اچھی نیک ہجرت نہیں کی تم سے دین کے معاملے میں مدد مانگیں تو ان کی مدد کرنا تم پر لازم ہے،

۳۔ اَيَّدَ، الايد بمعنی سخت قوت (معت) اور اَيَّدَ بمعنی کسی کی امداد کر کے اسے قوت ہم پہنچانا۔

تائید کرنا۔ ارشاد باری ہے،

فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تُغْنِيكَ عَنْهَا ۖ
يُبْحِنُونَ لَكُمُ السُّرُورَهَا (۱۶)

۴- عَزَّزْنَا، یعنی کسی کی جذبہ تعظیم کے ساتھ مدد کرنا (معت - م ل) ارشاد باری ہے،
لِيُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَنُعَزِّرُوهُ
وَنُقَوِّمُوهُ (۲۶۹)

۵- عَزَّزْنَا، یعنی کسی کی اتنی مدد کرنا جس سے اس کی کمزوری رفع ہو جائے تفصیل "عزت دینا" میں
دیکھئے) ارشاد باری ہے،

إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا
فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ (۳۳)

۶- ظَاہِر، ظہر میں دو باتیں بنیادی ہیں (۱) ظاہر ہونا۔ سامنے آنا۔ نمایاں ہونا۔ اور ظہر
بمعنی پشت اور ظاہر، یعنی ایسی قوت دینا جس کے بل بوتے پر کوئی کام کرے پشت پناہی کرنا
ارشاد باری ہے،

وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِمَّنْ
أَهْلُ الْكِتَابِ مِنْ صَيِّبٍ (۳۴)

۷- رَفَدَ، کسی مفلس و نادار کو عطیہ و خیرات کے ذریعہ امداد دینا (تفصیل "دینا" میں دیکھیے) ارشاد
باری ہے،

وَأَتَّبَعُوا فِي هَذِهِ لَعْنَةً وَكَيْومَ الْقِيَامَةِ
يَكُونُ الرَّفْدُ الْمَرْفُودَ (۶۶)

اور فرعون والوں کے پیچھے اس دنیا میں بھی لعنت لگا دی
گئی اور قیامت کے دن بھی لگائی جائے گی۔ بڑا ہے
انعام جو انھیں ملتا رہے گا۔

۸- رَدَا (الحائظ) بمعنی دیوار کو پشتہ لگانا اور رَدَا الرَّجُلُ بمعنی کسی کا پشتی بان بننا۔ مددگار بننا۔
اور رَدَاً بمعنی پشتی بان۔ مددگار (مخبر - م ق) یعنی ایسا مددگار جو ہر وقت ساتھ رہتا ہو۔
قرآن میں ہے،

وَأَجْحَىٰ هَارُونَ هُوَ أَصْحَابُ مِثْقَلِ
لِسَانٍ فَأَرْسَلَهُ مِثْقَلِ رَدَاً يُصَدِّقُنِي -

اور میرے بھائی ہارون کو، جو مجھ سے زیادہ سناڑبان
ہے، میرا مددگار بنا کر مبعوث فرماتا کہ وہ میری تصدیق
کرے۔

۹- اَمَدًا، مدد بمعنی کسی چیز کو کھینچنا۔ پھیلانا۔ دراز کرنا۔ اس طرح کہ اس کا اتصال قائم ہے (معت - م ل)
اور اَمَدًا بمعنی کسی چیز کی مقدار یا تعداد میں اضافہ کر کے مدد دینا۔ کمک ہم پہنچانا۔ ارشاد
باری ہے،

يَسُدُّ ذِكْرُ بِأَمْوَالِ رَبِّنَا - اور بڑھارے گا تم کو مال میں اور بیٹوں میں عثمانی
اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا (عالمندھری)

(۱۱)

دوسرے مقام پر فرمایا،

يَسُدُّ ذِكْرُ رَبِّكُمْ بِحَسَنَةِ الْأَبِ مِنْ
الْمَلِكَةِ مُسْتَوْمِينَ (۱۳۵)

تو تمہارا پروردگار پانچ ہزار فرشتے، جن پر نشان ہوا
گے، تمہاری مدد کو بھیجے گا۔

(۶) ظَاهِرًا، پشت پناہی کرنا۔

(۱۱) اعان، کسی کی مدد کرنا۔ ہر طرح کی

حصہ؛

مدد۔ عام ہے۔

(۷) سرفدا، کسی مفلس کی عطیہ و خیرات سے مدد کرنا اور

کرتے جانا۔

(۲) نَصْرًا، دفع مضرت کے لیے کسی کی مدد کرنا۔

(۸) سدا، پشتہ لگانا۔ ہر وقت کی مدد مہیا کرنا۔

(۳) آئندہ، کسی کی مدد کر کے اسے تقویت بہم پہنچانا۔

(۹) آمدا، کمک بہم پہنچانا۔

(۴) عَزْرًا، جذبہ تنظیم کے ساتھ کسی کی مدد کرنا۔

(۵) عَزَّزًا، کسی کی اس قدر مدد کرنا کہ اس کی کمزوری

رفع ہو جائے۔

۱۹ — مددگار

کے لیے ناصِر، نصیر اور انصار، حواری، ولی اور مولیٰ، شہید، ظالمین، و ذہبی اور
عَصَدًا کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- ناصِر اور نصیر، نَصْرَ یعنی کسی پر زیادتی یا ظلم کو روکنے کے لیے اس کی مدد کرنا۔
(محیط) اور ناصر الیام مددگار ہے جو کسی ایسے ہی موقع پر مدد کرے۔ اور اس کی جمع ناصر اور
انصار آتی ہے۔ ارشاد باری ہے،

أَهْلَكَكُمْ ثُمَّ فَلَا نَاصِرَ لَكُمْ (۱۴۶)

ہم نے انہیں ہلاک کر دیا تو کوئی بھی ان کا مددگار

نہ ہوا۔

اور نصیر وہ ہے جو ہر ایسے موقع پر مدد کو پہنچنے والا ہو (ج نَصْرًا اور انصار) اور اس
لفظ کا اطلاق قرآن کریم میں عموماً اللہ تعالیٰ ہی پر ہوا ہے۔ اور نصیر بمعنی قوت کے ساتھ
مدد کرنے والا (نق ل ۱۵۶) ارشاد باری ہے،

وَكُنِيَ بِاللَّهِ ذَصِيرًا (۱۴۷)

اور اللہ تعالیٰ ہی کافی مددگار ہے۔

۲- حواری، حواری بمعنی سفید گلر جس سے کپڑے وغیرہ صاف کیے جاتے ہیں (م- ق)
اور بمعنی نصیحت کرنے والا۔ رشتہ دار۔ مددگار۔ حواری دراصل حضرت عیسیٰ کے اُن
انصار کو کہتے ہیں جنہوں نے آٹے وقت میں ان کا ساتھ دیا تھا۔ اور رسول اللہ نے فرمایا
کہ ہر نبی کا کوئی حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زیر ہے۔ قرآن میں ہے،

قَالَ عَيْسَىٰ ابْنُ مَرْيَمَ، لَلْحَوَارِيِّينَ
مَنْ أَنْصَارِيٌّ إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ
نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ (۱۱۶)

علیؑ نے حواریوں سے کہا کون ہیں جو اللہ کی طرف
(بلانے میں) میرے مددگار ہوں۔ حواریوں نے کہا،
ہم اللہ کے (دین کے) مددگار ہیں۔

۳۔ ولی اور موالی: الْوِلْدَانُ بِمَعْنَى حُبِّتٍ۔ دوستی۔ نزدیکی۔ رشتہ داری (صفت) اور قرابت۔
(م۔ ل) اور ولایۃ بمعنی وراثت اور موالی بمعنی وارث بھی آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے،
وَلِكُلِّ جَعَلْنَا مَوَالِيَّ مِمَّا شَرَكَا
الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ (۱۱۷)

اور جو مال ماں باپ یا رشتہ دار چھوڑیں۔ تو ہم
نے ہر ایک کے وارث مقرر کر دیے ہیں۔

عرب میں ولایت کا دستور عام تھا یعنی لوگ اپنے رشتہ داروں کے علاوہ کسی دوست کو
اپنا ولی بنا لیتے تھے۔ پھر یہ ولی اس کی میراث کا وارث اور رشتہ داروں سے فائق سمجھا
جاتا تھا۔ اسلام نے ابتداءً یہ دستور بحال رکھا۔ انصار اور مہاجرین میں یہ سلسلہ قائم تھا۔
فتح مکہ کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں کے وراثت میں حصے مقرر فرمادیے تو یہ سلسلہ
ختم کر دیا گیا۔ گویا ولی اور موالی کے لفظ میں ناصر اور نصیر سے کئی پہلوؤں میں زیادہ جامعیت
ہے۔ اور اس کے معنی حمایتی دوست اور مددگار کے بھی ہیں۔ اور ولی بمعنی اخلاص اور محبت
سے مدد کرنے والا جو لوگوں کو دکھانے یا سنانے کچھلیے نہ ہو (فقہ تل ۱۵۶)

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا
نَصِيرٍ (۱۱۸)

اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی اور مددگار
نہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَلَنْ تَوَكَّلُوا عَلَيَّ وَلَا أَنَا مَوْلَاكُمْ
بِعَمَلِ السَّوَالِي وَبِعَمَلِ النَّصِيرِ (۱۱۹)

اور اگر وہ روگردانی کریں تو جان رکھو اللہ تمہارا
حمایتی ہے۔ اور وہ خوب حمایتی اور خوب مددگار ہے۔

۴۔ شہید: شہید بمعنی گواہی دینا خواہ یہ گواہی علیؑ ہو یا قلبی یعنی خواہ وہ بصارت سے تعلق
رکھتی ہو یا بصیرت سے اور نیز معنی حاضر ہونا (صفت۔ منجید) اور شہید اس گواہ کو بھی کہتے
ہیں جو حاضر ہو کر کسی کے حق میں قاضی کے سامنے گواہی دے (صفت) اور اس کی مدد اور
تقویت کا ذریعہ ثابت ہو۔

وَادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ
إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (۱۲۰)

اور اللہ کے سوا جو تمہارے مددگار ہیں انہیں بھی بلاؤ
اگر تم سچے ہو۔

۵۔ ظہیر، ظہر بمعنی پشت۔ پیٹھ اور بمعنی سواری۔ پشت پناہ۔ مددگار (صفت) اور ظہیر
معنی مددگار۔ ایسا مددگار جس پر کوئی شخص تکیہ رکھتا ہو۔ ارشادِ باری ہے،
فَلَا تَكُونَنَّ ظَهْرًا لِلْكَافِرِينَ (۱۲۱)

تو تم ہرگز کافروں کے مددگار نہ ہونا۔

۶۔ وزیر، وزیر بمعنی بوجھاج۔ اذکار اور دزیں وہ ممدو معاون شخص ہے جو کام کی زیادتی یا سختی

میں بوجھ بٹانے والا ہو۔ قرآن میں ہے:

وَأَجْعَلُ فِي وَرَثَتِكَ مِنْ أَهْلِهَا ﴿۲۹﴾
 اور میرے گھروالوں سے (ایک کو) میرا وزیر (مدگار) مقرر فرما۔ (عبدالصمدی)

ایک کو کام بنانے والا میرے گھر کا عثمانی (ع)
 ۶۔ عَضُد، یعنی بازو کندھے سے لے کر کہنی تک کا حصہ اور عَضُدٌ كُنْهُ، یعنی کسی کا بازو پکڑنا اور اسے سہارا دینا۔ اسی لحاظ سے عَضُد کا لفظ استعارۃً مددگار کے معنی میں آتا ہے (صفت) (ج اعضاد)۔ (منجد) ارشاد باری ہے:

وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ عَضُدًا ﴿۱۱﴾ اور میں ایسا نہ تھا کہ گمراہ کرنے والوں کو مددگار بناتا۔
 اصل: (۱۱) ناصر اور نصیر: تسلیم اور زیادتی کے وقت مدد کرنے والا۔

(۲) حواری: انبیاء کے مددگاروں کا خاص ٹولہ۔

(۳) ولی اور مولیٰ: حمایتی اور قریبی دوست اور مدگار۔

(۴) شہید: موقع پر حاضر ہو کر کسی کے حق میں گواہی دے کر مدد کرنے والا۔

(۵) ظہیر: ایسا مدگار جس پر تکیہ کیا جاسکے۔ پشت پناہ۔

(۶) وکیل: کام کی زیادتی میں ہاتھ بٹانے والا۔

(۷) عَضُد، دست و بازو ثابت ہونے والا مدگار۔

۲۰۔ مذاق اڑانا

کے لیے اِسْتَمْرَأَ (ہزاء) اور سَخَّرَ، فَتَدَّ کے الفاظ قرآن حکیم میں آئے ہیں۔

۱۔ استمراء، الهزاء، یعنی کسی کا اندرونی طور پر مذاق اڑانا (صفت) اور استهزاء، یعنی خلاف عقل سمجھ کر

کسی آدمی کا ایسے فعل پر مذاق اڑانا جو اس سے سرزد بھی نہ ہوا ہو (فعل ۲۱۲) قرآن میں ہے:

وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزَؤُونَ ﴿۲۱۲﴾
 جب یہ منافق اپنے شیطان ساتھیوں سے علیحدگی میں گفتگو کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہیں

ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔

۲۔ سَخَّرَ، مسخر میں ذلت اور حقارت کا پہلو پایا جاتا ہے (م۔ ل) سَخَّرَ، یعنی کسی سے بیگار لینا

اور سَخَّرَ، یعنی کسی کو ذلیل کرنا۔ مغلوب کرنا (منجد) اور یعنی کسی کا عیب بیان کر کے اس کا

مذاق اڑانا جس سے کسی کی تحقیر و تذلیل مقصود ہو (فعل ۲۱۱) ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرَكُمُوهُمْ
 لَعَلَّكُمْ تَكُونُونَ خَيْرًا مِّمَّنْ
 مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِّمَّنْ
 لَعَلَّكُمْ تَكُونُونَ خَيْرًا مِّمَّنْ

لے ایمان والو! کوئی گروہ دوسرے کا مذاق نہ اڑائے
 ہو سکتا ہے کہ وہ اس (مذاق اڑانے والے گروہ) سے
 بہتر ہوں۔

(۲۱۱)

۳۔ فَتَدَّ بِمَعْنَى رَلَّ عَلَى كَمُزُورِي أَوْ فَتَدَّ بِمَعْنَى كَسَى كُومُزُورَا تَعْنِي يَأْتِي تَرَا الْعَقْلَ بِتَلَانَا مَعْنَى أَوْ فِتْدَ بِمَعْنَى سَمِّيَا نَا۔ بڑھا پلے کی وجہ سے ضعیف العقل ہونا اور ہلکی ہلکی باتیں کرنا۔ اور فَتَدَّ بِمَعْنَى كَسَى بُوڑھے شخص کی باتوں پر ملامت کرنا۔ خطا کار ٹھہرانا۔ ملامت کرنا۔ فتران میں ہے:

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَأَى لَأَجْدُرُ رَجُلٍ يُوسِفَ
لَوْلَا أَنْ تُفَعِّلِدُونَ (۳۳)

ان کے باپ (یعقوبؑ) نے کہا کہ اگر تم مجھے یہ نہ کہو
کہ بڑھا سمٹیا گیا (تو حقیقت یہ ہے کہ) میں یوسفؑ
کی بُو محسوس کر رہا ہوں۔

ماصل؛ (۱) استہزاء، کسی چیز کو خلاف عقل اور عجیب سمجھ کر مذاق اڑانا۔

(۲) سخو، کسی کے عجیب بیان کر کے ازراہ حقارت مذاق اڑانا۔

(۳) فَتَدَّ، کسی بُوڑھے کی باتوں کو ان ہونی سمجھ کر مذاق اڑانا۔

مراد پانا کے لیے دیکھیے — "کامیاب ہونا"

۲۱۔ مرد

کے لیے رَجُلٌ، رَأْمَرٌ، مَرْمَرٌ اور ذَكَرٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَجُلٌ (بمعنی مرد) کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب قوت، بہادری اور مردانگی کا اظہار مقصود ہو۔ رَجُولِيَّةٌ مصدر بمعنی قوتِ مردانگی قوتِ مردی (مخبر) جِ رَجَالٌ (مؤنثِ نساء

اور نِسْوَةٌ) ارشادِ باری ہے:

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا
فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ (۳۴)

مرد عورتوں پر نائق ہیں بدین وجہ کہ خدا نے ایک کو
دوسرے سے افضل بنایا ہے۔

۲۔ رَأْمَرٌ یا مَرْمَرٌ (بمعنی مرد) شخص۔ اس لفظ کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب انسانیت سے متعلق اخلاق کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہو۔ مَرْمَرَةٌ یا مَرْمَرَاتٌ مصدر بمعنی انسانیت انسانی بہمدردی (مؤنثِ رَأْمَرَةٌ یا أَلْمَرَّةُ) اس کی بھی جمع رَجَالٌ ہی آئے گی (مخبر قرآن میں ہے:

فَتَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ
بَيْنَ الْمَرْءِ وَرَجُلِهِ (۳۵)

لوگ ان دونوں سے وہ کچھ سیکھتے جو میاں بیوی میں
جدائی ڈال دے۔

۳۔ ذَكَرٌ (بمعنی نر (صند انٹی) ہر وہ چیز جس کی پیدائش زوہین کے ذریعہ ہوا ان میں سے نر خواہ یہ چیز انسان ہو یا حیوانات اور چرند پرند یا درخت وغیرہ۔ لیکن جب اس لفظ کا تعلق انسان سے ہو تو اس سے مراد مرد ہوتا ہے خواہ کسی بھی عمر کا ہو (رج ذکور اور ذکوان

صداناث) ارشاد باری ہے،

(۱) قُلْ أَطْعَمْتُمْ أَوْلَادًا تَتَّبِعُونَ - ان سے پوچھیے کیا اللہ نے دونوں نحر کے یادوں کو
مادائیں؛ (۱۲۴)

(۲) لَيْسَ الذَّكْرُ كَالْأُنْثَى (۱۲۵) بیٹا (اس) بیٹی (میرم) کے برابر نہیں۔

(۳) لِلذَّكْرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَى (۱۲۶) مرد کا حصہ (وراثت) دو عورتوں کے برابر ہے۔

محل: رَجُلٌ، اس وقت آتا ہے جب بہادری اور قوتِ مردی کا اظہار مقصود ہو۔ اور امرء جب مروت اور انسانیت اور اخلاقی اقدار ظاہر کرنا ہو۔ اور اگر جنس کا اظہار مقصود ہو تو ذکر آتا ہے۔

مردود کے لیے دیکھیے ”دھکا زنا“ ————— مزا کے لیے دیکھیے ”مارنا۔ مرنا“

۲۲ ————— مزا

کے لیے ذائقہ۔ طَعْمٌ۔ لَذَّةٌ۔ هَنَّا کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱- ذَائِقَةٌ: ذَائِقٌ بمعنی چکھنا۔ لیکن یہ لفظ عموماً زبان سے مزا چکھنا کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

ذائقہ بمعنی چکھنے والی قوت بھی ہے جو زبان میں ہوتی ہے۔ اور مزا اور ذائق اور مذاق اور مذاق

مزا کے معنوں میں آتے ہیں (مخبر) اس لفظ کا استعمال عام ہے۔ مادی معنوی ہر طرح سے

استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (۱۲۷) ہر جان کو موت کا مزا چکھنا ہے۔

۲- طَعْمٌ، طَعَّمَ بمعنی غذا یا روٹی یا کھانا کھانا اور اس کھانے کے مزہ کو طَعَّمَ کہتے ہیں۔ ارشادِ

باری ہے:

وَأَنهَارًا مِّن لَّيْلِ لَّمْ يَغْيَرَ طَعْمُهُ - اس جنت میں دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزا کبھی

نہ بدلے گا۔ (۱۲۸)

۳- لَذَّةٌ، لَذٌّ بمعنی کسی چیز کا اچھے مزہ والا ہونا یا لذیذ ہونا۔ اور لَذَّةٌ بمعنی مزا کی خوشگوار

یا ایسا مزہ جو طبیعت کو مرغوب ہو۔ خواہ یہ مزا پیٹھا ہو یا نمکین، کھٹا ہو بلکہ اگر کڑوا بھی طبیعت

کو بھاجائے تو یہ لذیذ ہے۔ اور اس کا استعمال مادی اور معنوی دونوں طرح سے ہوتا ہے۔

ارشادِ باری ہے:

وَأَنْهَارًا مِّنْ حَمْرٍ لَّذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ (۱۲۹) اور جنت میں شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے

لیے خوشگوار ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ

اور جنت میں ہر وہ چیز موجود ہوگی جس کے لیے جی

چاہے اور آنکھوں کو خوشگوار ہو۔

الْأَعْيُنُ (۱۳۰)

۴۔ هَتَا: الهنئ؛ وہ چیز ہے جو بغیر مشقت کے حاصل ہو جائے اور نتائج کے لحاظ سے خوش کن ہو۔ اس لفظ کا استعمال عموماً کھانے کے خوشگوار ہونے پر ہوتا ہے (مف) اور هَتَاً بمعنی خوش ہونا اور هَتَيْ الطعام کھانے کو مزیدار پانا۔ اور هَتُوْ بمعنی بغیر رنج و مشقت کے حاصل ہونا۔ اور هَتَاً بمعنی مبارکباد دینا۔ اور هَتَيْ بمعنی خوشگوار بلا مشقت مفت ہاتھ لگانے والی چیز (منجد) اور هَتَيْ بمعنی ایسا خوش منظر کھانا جس میں گدلاں قطعاً نہ ہو (فق ل ۲۴۵) پھر اس کا استعمال آسانی سے حاصل شدہ مال پر ہونے لگا۔ ارشاد باری ہے:

فَإِنَّ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ قَدَّهٖ نَفْسًا
تَكْلُوْهُ هَبِيْثًا مَّرِيًّا (۴)

چھوڑ دیں تو اسے ذوق و شوق سے کھاؤ۔

(۱) ذائقہ: عام ہے بمعنی چکھنا۔ مزہ چکھنا۔

(۲) طعم: انسانی کھانے کا مزہ۔

(۳) لذت: خوشگواری۔ خوش مزگی۔

(۴) هَتَاً: مفت راجع گفت۔ بغیر محنت ہاتھ آنے والے مال کی خوشگواری۔ کسی چیز کا خوش منظر اور مزیدار ہونا۔

۲۳۔ مزین کرنا

کے لیے زَيْنَ، زُحْرُفٌ اور سَوَّلٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
۱۔ زَيْنٌ: بمعنی کسی چیز کو زینت دینا۔ آراستہ کرنا۔ سنوارنا۔ خوشنما بنانا۔ یہ لفظ عام مستقل ہے۔

مادی اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ - اور ہم نے آسمان دنیا کو (تاروں کے) چراغوں سے
(۶)

مزین کیا۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

وَزَيْنَ لَكُمْ الشَّيْطَانَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ - اور جو کام وہ کرتے تھے شیطان ان کو ان کے لیے
(۷)

آراستہ کر کے دکھاتا تھا۔

۲۔ زُحْرُفٌ: زخرف بمعنی سونا (Gold) اور وہ زینت جو طمع کرنے سے حاصل ہو۔ اور زخرف القول بمعنی طمع کی ہوئی بات (مف) اور زخرف الكلام بمعنی جھوٹ سے سجایا ہوا کلام (منجد) اور مَرْحَرَةٌ اور تَرْحَرَتْ بمعنی کسی چیز کو طمع کر کے خوشنما بنانا (منجد) ارشاد باری ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا
شَٰطِطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِيْنَ يُؤْمِرُوْنَ بِغَضَبِهِمْ
لیے ایک دوسرے کے دل میں طمع کی باتیں ڈالتے
اور اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) انسانوں اور
جنوں کو مہربانی کا دشمن بنا دیا۔ وہ دھوکا دینے کے
رہتے تھے۔

(۸)

۲- سَوَّلَ: بمعنى پیٹ کا ناف کے نیچے سے ڈھیلا ہونا (معت)، اور سَوَّلَ بمعنى (نفس یا شیطان) کا کسی گناہ کی بات کو کمزور اور ڈھیلا کر کے دکھانا کہ اسے گناہ کا احساس نہ رہے یا کسی بڑی بات کو خوبصورت کر کے اور مزین بنا کر پیش کرنا تاکہ انسان اس سے رکنے کی بجائے اس کے کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ التَّوْبِيلُ بمعنى نفس کا ایسی چیز کو مزین کرنا جس پر اسے حرص بھی ہو اور اس کے قبح کو خوشنما بنا کر پیش کرنا (معت) ارشاد باری ہے:

وَجَاءَ دُوْعًا عَلَى قَيْصِصِهِ يَدْمِ كَذِبٍ
قَالَ بَلَّ سَوَّلْتُ لَكُمْ أَنْفُسَكُمْ
أَمْرًا (۱۳)

اور برادرانِ یوسف، یوسف کی قیص پر جھوٹ بوٹ
کا لہو بھی لگا لائے۔ حضرت یعقوب نے کہا (اصل
بات یہ نہیں) بلکہ تم اپنے دل سے یہ بات بنا لائے ہو۔

زَيْنَ، زینت دینا۔ آراستہ کرنا۔ عام متعل ہے۔

ذُخْرَفَ: طبع سازی سے خوش مانا نا اور آراستہ کرنا۔ جھوٹ بنا کر بات کو مزین کرنا۔
سَوَّلَ: شیطان یا نفس کا کسی ایسے بُرے کام کو خوشنما بنا کر پیش کرنا جس پر انسان حرص بھی رکھتا ہو۔

۲۲ — مسافر

گو سفر بذاتِ خود عربی لفظ ہے اور اس کا استعمال قرآن کریم میں ہوا ہے۔ تاہم سَاَفَرَ یا مُسَافِرٌ کے الفاظ نہیں آئے۔ ان کے بجائے ابْنُ السَّبِيلِ، عَابِرُ السَّبِيلِ، مَقْوِيْنٌ اور سَيَّارَةٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- ابن السبیل (رستے کا بیٹا۔ یہ مسافر کی کیفیت ہے) مسافر جب تک واپس گھر نہ پہنچے، وہ ابن السبیل ہی ہے خواہ وہ سفر کر رہا ہو یا دورانِ سفر کسی جگہ عارضی طور پر اقامت پذیر ہو۔ قرآن میں ہے:

وَإِنِّي الْمَالِ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى
وَالْيَتَامَى وَالسَّكِينِ وَإِنَّ السَّبِيلِ -
اور خدا کی محبت کی خاطر قرابتداروں، یتیموں،
مسکینوں اور مسافروں کو مال دیا۔

(۱۶)

۲- عابری سبیل: عابر یعنی عبور کرنے والا۔ اور عابری السبیل یعنی راہ چلتے راہ گیر جس کا سفر جاری ہو۔ قرآن میں ہے:

وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ
تَغْتَسِلُوا (۱۷)

اور نہ ہی جنبی نماز کے قریب جائے، مگر راہ گیر (جسے
پانی شطفے کی صورت میں تیمم کی اجازت ہے) یہاں تک
کہ تم غسل کرو۔

۳- مُقْوِيْنٌ، القوی یعنی بھوک اور باتِ القوی یعنی بھوکا رہ کر رات گزارے اور القاویۃ یعنی کم بارش کا سال (مخبر) اور تقاوی یعنی بارش کی قلت یا افراط جس سے فصل تباہ ہو جائے

اور قحط نمودار ہو جائے۔ (م-تی) تقاویٰ قرضے وہ ہیں جو حکومت زمینداروں کو ایسے قحط کے سال میں بالاقساط ادائیگی کی شرط پر دیتی ہے۔ اور تقاویٰ یعنی بھوکے رات بسر کرنا (منجد) اور قوت لایموت یعنی خوراک کی اتنی کم مقدار جس سے انسان زندہ رہ سکتا ہو۔ اور مقوین یعنی قوت کی احتیاج میں سفر کرتے پھرتے لوگ۔ خانہ بدوش جو رزق کی تلاش میں ادھر ادھر منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

نَحْنُ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَمَتَاعًا
لِّلْمُقْوِينَ (۱۶)

ہم نے اس (درخت اور اس کی پیدائش) کو تمہارے لیے لمحہ فکر یہ اور مسافروں کے رہنے کو بنایا ہے۔

۲- سَيَّارَةٌ: سَارَ بمعنی سفر کرنا۔ چلنا۔ اور سَيَّار اسم مبالغہ ہے بمعنی بہت چلنے والا۔ اور سَيَّارہ بمعنی ہم سفر لوگوں کا قافلہ (۲) ہر دم گھومنے والی اشیاء۔ سیارے، اجرام فلکی اور موٹر کار وغیرہ۔ قرآن میں یہ لفظ پہلے منوں میں آیا ہے۔

وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ
وَاللَّادِي بَهِيجًا (۱۶)

اور ایک قافلہ وہاں پہنچا جنھوں نے اپنا پانی لانے

حاصل (۱) ابن السبیل: مسافر کی کنیت جب تک گھوٹاپس نہ آئے۔

(۲) عابری سبیل: راہ گیر راہ چلتے مسافر، جو حالت سفر میں ہوں۔

(۳) مقوین: تلاش معاش میں ادھر ادھر نقل و حرکت کرنے والے۔

(۴) سَيَّارَةٌ: ہم سفر لوگوں کا قافلہ۔

۲۵۔ مسخر کرنا

کے لیے سَخَّرَ اور ذَلَّلَ اور ذَلُّوا کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱- سَخَّرَ: اضطراری اطاعت کے لیے آتا ہے یعنی کسی چیز کا وہی کام کرنا جس کے لیے وہ پیدا کی گئی ہے۔ اس میں اطاعت کرنے والے (خواہ وہ جاندار ہو یا بے جان) کی مرضی یا اختیار و ارادہ کو کچھ دخل نہیں ہوتا (مف) مزید تفصیل کے لیے دیکھیے ”زبردستی کرنا“ ارشاد باری ہے:

وَتَقَوَّلُوا سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرْنَا
هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِبِينَ (۲۳)

اور (جب تم سواری پر بیٹھ جاؤ تو) کہو پاک ہے وہ ذات جس نے اسے ہمارے لیے مطیع و مسخر کر دیا، ورنہ ہم تو اسے قابو میں نہ لاسکتے تھے۔

۲- ذَلَّلَ: ذَلَّ بمعنی کمزور اور زیر دست ہونا۔ اور ذَلَّلَ بمعنی کسی کو عاجز و ناتوان بنانا۔ ایسی اطاعت جس میں ذلت اور عاجزی کا پہلو شامل ہو (م-ل) ارشاد باری ہے:

وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا
يَأْكُلُونَ (۲۶)

اور ان جو پالیوں کو ہم نے ان کے قابو میں کر دیا۔ کھی پر یہ سوار ہوتے ہیں اور کسی کو کھاتے ہیں۔

اور ذَلُولٌ بمعنی کسی چیز کا طوعاً اپنی سرکشی چھوڑ کر مطیع و منقاد ہو جانا (مفت - فقہ ل ۲۰۸)۔
ارشاد باری ہے:

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا - وہی تو ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے پست اور نرم بنا دیا۔ (۱۵)

دوسرے مقام پر ہے:
لَا تَهَيَّأُ بَعْرَةَ لَأَنَّ ذَلُولًا تُثْبِتُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرَّتَ (۱۶)
وہ بیل کام میں لگایا ہوا نہ ہو۔ نہ تو زمین جوتتا ہو اور نہ کھیتی کو پانی دیتا ہو۔
سُخَّرَ کا لفظ کسی چیز کے فقط اضطراری پہلو کو نمایاں کرتا ہے جبکہ ذَلُولٌ کا لفظ انسان کا اپنی محنت سے کسی چیز کو تابع فرمان بنانے اور اس چیز کے تابع فرمان ہونے کے پہلو کو ظاہر کرتا ہے۔

۲۶۔۔۔۔۔ سَلَطَ کرنا

کے لیے سَلَطَ اور قَبَضَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
۱۔ سَلَطَ: سَلَطَ بمعنی زبان دراز ہونا۔ اور سَلَطَ میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) قدرت (۲) قمر (م-ق) یعنی غلبہ اور اس کے ساتھ ہی دباؤ بھی ہو۔ اور سلطان بمعنی بادشاہ۔ اقتدار اور کھسلی دلیل انجہا ارشاد باری ہے:
وَلَكِنَّ اللَّهَ يَسْلُطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ (۵۹)
لیکن اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو جس پر چاہتا ہے، مسلط کر دیتا ہے۔

۲۔ قَبَضَ: قبض انڈے کے پھلکے کو کہتے ہیں۔ اور قَبَضَ بمعنی کسی چیز پر اس طرح غالب اور مستولی ہونا جیسے انڈے کے مواد پر اس کا پھلکا ہوتا ہے (مفت) غالب ہو کر کسی کو بے بس کر دینا۔ ارشاد باری ہے:
وَمَنْ يَفْضَحْ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُفِضْ لَهُ شَيْطَانًا (۳۶)
اور جو کوئی خدا کی یاد سے آنکھیں بند کرے تو ہم اسے ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔

قَبَضَ میں سَلَطَ کی نسبت دباؤ کا پہلو زیادہ ہم گیر ہوتا ہے۔
مسلط ہونا۔ دیکھیے ”قابو پانا“

۲۷۔۔۔۔۔ مشغول ہونا

کے لیے شَغَلَ، خَاصَّ، أَفَاضَ اور سَبَّحَ کے الفاظ آئے ہیں۔
۱۔ شَغَلَ: ایسی مصروفیت جس کی وجہ سے انسان دوسرے کاموں کی طرف توجہ نہ دے سکے (مفت) (ضد سَبَّحَ م-ل) قرآن میں ہے:

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ
 شَغَلْنَا أَمْوَالَنَا وَأَهْلُونَا (۴۵)

جو گزار بیچھے رہ گئے وہ اب تم سے کہیں گے کہ ہم اپنے
 اموال اور اہل و عیال کے کاموں میں لگے رہ گئے۔

۲- خاض: یعنی گھسنا اور کسی چیز کے درمیان تک داخل ہونا۔ ل: خاض فی الماء یعنی پانی
 میں گھس جانا اور خاض فی الحدیث یعنی باتوں میں مشغول ہونا (منجد) یعنی کسی کام یا بات
 میں پورے انہماک سے مشغول ہونا۔ قرآن میں اس لفظ کا استعمال عموماً بڑے مفہوم میں ہوا
 ہے۔ یعنی فضول باتوں یا فضول کاموں میں لگے رہنا۔ ارشاد باری ہے:

وَحُضِّمْتُمْ كَالَّذِي خَاصُّوْا اَوْلِيَاكُمْ
 حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ
 الْآخِرَةِ (۴۶)

اور جس طرح وہ (پہلے لوگ) باطل میں ڈوبے رہے تم
 بھی ڈوب گئے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا و
 آخرت میں ضائع ہو گئے۔

دوسرے مقام پر فرمایا،

وَإِذْ أَرْسَلْنَا الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي
 آيَاتِنَا فَأَعْرَضُوا عَنْهُمْ (۴۸)

جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں کے
 بارے میں بیہودہ کجواس کر رہے ہیں تو ان سے
 الگ ہو جاؤ۔

۳- افاض: فاض (فیض) یعنی کسی چیز کا بہ سہولت جاری ہونا۔ ل: یا پانی کا کسی جگہ سے اچھل کر
 بہنا (صفت) کسی چیز کا کثرت سے ہونا (منجد) کہتے ہیں فاض التیل یعنی پانی کا کثرت سے ہونا
 اور ندی نالے کے کناروں سے بہ نکلتا۔ اور فاضت عینتہ یعنی اس کی آنکھوں سے آنسو
 بہنے لگے۔ اور افاض اناءہ یعنی اس نے اپنا برتن اتنا بھرا کہ پانی کناروں سے نیچے گرنے
 لگا۔ قرآن میں ہے:

تَعْرَأُ فَيُضَوُّوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ۔
 (۱۹۹)

پھر تم بھی وہاں سے واپس لوٹو جہاں سے لوگ لوٹتے
 ہیں۔

سے مراد ہجوم کے ریلے اور بہاؤ کے ساتھ ساتھ آنے کے ہیں۔ یعنی اسی ریلے کے بہاؤ میں تم بھی بہتے
 چلے آؤ۔ اور صاحب منجد کے نزدیک افاض القوم من مکان کے معنی متفرق و منتشر ہو جانا ہے (منجد) اور
 افاض فی الحدیث یعنی باتوں میں پورے انہماک سے دیر تک مشغول رہنا ہے۔ قرآن میں ہے:
 وَلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا
 عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيضُوْنَ فِيْهِ (۱۰۱)

ابن الفارس کے نزدیک تُفِيضُوْنَ فِيْهِ کے معنی اِنْدُ فِعْوَانِيْہ ہے (م۔ ل) یعنی تم اس قدر محو
 ہوتے ہو کہ اور سب کچھ بھول جاتے ہو۔

۴- سَبَّحَ: یعنی تیرنا یا پیرنا۔ اور امام راغب کے مطابق کسی چیز کا پانی یا ہوا میں تیزی سے گزر جانا
 یا تیرتے ہوئے گزر جانا ہے (صفت) ارشاد باری ہے:

وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ (۱۳۱) اور یہ سب سیارے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔
پھر اس لفظ کا استعمال کسی کام کو تیزی اور سرگرمی سے سرانجام دینے پر بھی ہونے لگا (مفت) جیسا
کہ ارشادِ باری ہے:

إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْعًا وَخِطَابًا لِّبَلَاءٍ (۱۳۲) دن کے وقت تو آپ کو اور بھی بہت سے شغل
ہوتے ہیں۔

ماحصل؛ (۱)؛ شغل، عام ہے۔ کسی کام میں مشغول ہونا۔

(۲) خَاصٌّ، انہماک سے مشغول ہونا بڑے ممنون میں آتا ہے۔

(۳) أَفَاضَ، ایسی مشغولیت جو خود کو بھی فراموش کر دے۔

(۴) سَبَّحًا، ایسی مشغولیت جس میں کاموں کی بھرمار کی وجہ سے تیز رفتاری کا پہلو نمایاں ہو۔

مشقت کے لیے دیکھیے ”عنت مشقت“

۲۸ — مشقت میں ڈالنا

کے لیے اَعْنَتَ اور اِقْتَحَمَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱- اَعْنَتَ، عنت بمعنی کسی شخص کا ایسے معاملہ میں پھنس جانا جس میں اس کے تلف ہونے کا اندیشہ
ہو (مفت) اور اَعْنَتَ بمعنی کسی دوسرے کو ایسی تکلیف یا مصیبت میں ڈال دینا۔ ارشادِ
باری ہے:

وَكُوشَاءَ اللّٰهُ لَا اَعْنَتَكُمْ (۲۶۱) اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈال دیتا۔

۲- اِقْتَحَمَ، قَحَمَ (فی الامر) بمعنی بلا سوچے سمجھے کسی معاملہ میں داخل ہو جانا۔ اور اِقْتَحَمَ
(الامر) بمعنی اپنے آپ کو مشقت کے ساتھ کسی معاملہ میں پھنسا دینا (مخبر)، اور اِقْتَحَمَ بمعنی
کسی خوفناک جگہ میں گھس جانا (مفت) ارشادِ باری ہے:

هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ (۲۵۹) یہ ایک فوج ہے جو تمہارے ساتھ دھنسی چلی آ

رہی ہے۔

ماحصل؛ اَعْنَتَ کسی دوسرے کے لیے اور اِقْتَحَمَ اپنے آپ کو کسی ہلک اور مشکل کام میں ڈالنے
کے لیے آتا ہے۔

مشکل دیکھیے ”بوجھل ہونا“

۲۹ — مشورہ کرنا

کے لیے شَاوَرٌ، بَيَّتٌ، تَنَاجَى (نجو) اور اِسْتَشَرَ (امر) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- شَاوَرٌ، بمعنی مشورہ کرنا۔ کسی معاملہ کے متعلق چند آدمیوں کا ریل کر اس کے مختلف پہلوؤں کو

سلنے رکھ کر غور کرنا اور ایک دوسرے کی رائے لینا دم۔ ل۔ صفت) اس لفظ کا استعمال عام ہے ارشاد باری ہے:

وَسَاءَ وَرَهُمْ فِي الْأَمْرِ نَادَا عَزَمْتَ
فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ (۱۵۹)

اور ان مسلمانوں سے مشورہ کر لیا کرو اور جب (کسی کام کا) عزم کر لو تو اللہ پر بھروسہ رکھو۔

۲۔ بَيْتٌ، یا ت بمعنی رات گزارنا۔ شب بسر کرنا۔ اور بَيْتٌ بمعنی رات کا کچھ حصہ گزارنے پر گھر پر جمع ہو کر کسی معاملہ میں مشورہ کرنا دم۔ ل۔ (اس کا دوسرا معنی شیخون مارنا بھی ہے) ارشاد باری ہے:

فَإِذَا بَرَّرُوا مِنَ عَدِيكَ بَيْتٌ
طَأَفَتْ بِهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ
نُفُورًا (۱۶۰)

پھر جب آپ کے ہاں سے اُٹھ کر باہر جاتے ہیں تو ان میں سے ایک فرقہ رات کو مشورہ کرتا ہے جو اس کے سرسرخلات ہوتا ہے۔ جو تم بکتے ہو۔

بَيْتٌ شیخون مارنے کے معنی میں بھی آیا ہے (۱۶۰) بلکہ یہاں یہ معنی زیر بحث نہیں۔

۳۔ تَنَاجِيٌّ، نجو بمعنی دوا آدمیوں کے درمیان کا بھید دم۔ ل۔ (مخبر) اور نجوی بمعنی راز کی بات۔ بھید۔ رازدار۔ ہمزاد اور تَنَاجِيٌّ بمعنی سرگوشی کرنا۔ سرگوشی کے لیے خاص کرنا۔ اپنا راز دار بنانا (مخبر) اور نَجِيًّا بمعنی رازداری کا مشورہ (۱۶۱) قرآن میں ہے،
وَيَتَنَاجَوْنَ بِاللَّيْلِ وَالنَّجْوَانِ
وَمَعْصِيَةِ الرَّسُولِ (۱۶۱)

وہ آپس میں گناہ کی بات یا سرخشی یا رسول کی نافرمانی کے مشورے کرتے ہیں۔

۴۔ اِشْتَمَرَ، امر بمعنی حکم دینا اور اِشْتَمَرَ آپس میں مشورہ کے بعد کسی بات پر متفق ہو جانا اور حکم بجالانا (صفت) اور اِشْتَمَرَ بفلان بمعنی کسی کے قتل کی سازش کرنا (مخبر) قرآن میں ہے،
قَالَ يَبُوءُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّجْوَانِ
بِكَ لِيَقْتُلُوكَ (۱۶۲)

اس شخص نے کہا، اے مولیٰ! فرعون کے درباری تمہارے متعلق یہ مشورہ کر رہے ہیں کہ تمہیں قتل کر دیں۔

حاصل: (۱) شَاوَرٌ: مشورہ کرنا۔ عام ہے۔ (۲) تَنَاجِيٌّ، دوا قلیل آدمیوں کے درمیان خفیہ کا ناچھوسی۔ (۳) بَيْتٌ: رات کا خفیہ مشورہ۔ (۴) اِشْتَمَرَ: کسی مشورہ پر متفق ہونا یا کسی کے قتل کی سازش کرنا۔

۳۰۔ مشورہ کرنا

کے لیے شَاعٌ (شیع) اَذَاعٌ (ذیع) اَنْجَفٌ اور اَهْلَةٌ کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔
۱۔ شَاعٌ، شَاعٌ الْعَاخِرُ بمعنی خبر پھیل گئی اور قوت پکڑ گئی۔ شَاعٌ الْقَوْمُ بمعنی قوم منتشر ہو گئی اور زیادہ ہو گئی اور الشیاع بمعنی منتشر ہونا اور تقویت دینا (صفت) گو یا شاع کا لفظ کسی اچھی یا بری بات کے لوگوں میں پھیلنے اور اس کے ساتھ ہی عام ہو جانے کے لیے آتا ہے۔ اسی سے اشاعت مشورہ لفظ ہے۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (۲۴)

جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بھیمانی (یعنی تمہت، بدکاری کی خبر) پھیلے ان کو دنیا و آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔

۲- اِذَاعَ، ذَلَعُ بمعنی کسی چیز کا ظاہر ہونا اور پھیلنا۔ اور ذاع الخبر بمعنی خبر ظاہر ہوئی اور پھیل گئی۔ اور رَجُلٌ يَذَلَعُ بمعنی ایسا شخص جو راز کی بات کو پھیلانے کے دم لے، گویا اِذَاعَ ایسی بات کو ظاہر کرنے کے لیے آتا ہے جو ظاہر نہ ہونا چاہیے تھی۔ اور اِذَاعَةُ رِيْطٍ لَوْ كُفِّتْ هِيَ۔ کیونکہ ریٹو بھی بعض ممالک کی ایسی خبریں نشر کرتا ہے جن کا اظہار ان کو ناگوار ہوتا ہے۔ خبر اُطمانا۔ ارشاد باری ہے،

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوْ الْغُيُوبِ إِذَا عَاوَيْهِ (۲۵)

اور منافقین کو جب کوئی خطرہ یا امن کی خبر ملتی ہے تو اسے اُٹا دیتے ہیں۔

۳- اَرَجِيفَ، رَجِيفَ بمعنی اضطراب شدید (م۔ ل) اور رَجِيفَةٌ بمعنی زلزلہ کی انتہائی کیفیت۔ زبردست جھٹکے اور بجز رجاغ بمعنی متلاطم سمندر، مہمدا اور اَرَجِيفَ بمعنی جھوٹی افواہیں وغیرہ پھیلانے والوں میں اضطراب اور سنسنی پیدا کرنا۔ اور اَرَجِيفَ بمعنی بے بنیاد خبریں۔ (فواہیں م ق) ارشاد باری ہے،

لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ الْمُنْفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِبَنَّكَ بِهَمْ ثُمَّ لَا يَجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا (۳۲)

اگر منافق لوگ اور وہ جن کے دلوں میں روگ ہے اور جو مدینہ میں بُری خبریں اُٹاتے ہیں اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان کے پیچھے لگا دیں گے پھر وہ تمہارے پڑوس میں نہ رہ سکیں گے مگر تھوڑے دن۔

۴- اَهْلًا، بمعنی کسی چیز کا نام لے کر آواز بلند کرنا۔ اور هِلَالٌ بمعنی نیا چاند جس کی طرف لوگ دیکھ کر ایک دوسرے کو بھلاتے اور آواز بلند کرتے ہیں (م۔ ل مفت) اور تَهْلِيلٌ بمعنی با آواز بلند لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ جنانہ۔ قرآن میں ہے،

إِسْحَارٌ مَّعَلَيْكُمْ وَالْمَيْتَةَ وَالذَّمَّ وَكُحْمَ الْخَيْزُرِ وَمَا أَهْلٌ بِهِ لِيُغَيِّرَ اللَّهُ (۳۳)

تم پر صرف یہ کچھ حرام ہے مردار، خون، سوز کا گوشت اور جس چیز پر نذر کے سوا کسی اور کا نام مشہور کیا جائے۔

(۱) اشاعہ؛ بھی اچھی یا بری خبر کا عام مشہور کرنا۔ اشاعت کرنا۔

(۲) اِذَاعَ؛ خبر اُٹانا۔ راز کی اور خفیہ امور سے متعلقہ بات کو ظاہر کرنا اور پھیلانا۔

(۳) اَرَجِيفَ؛ بھی ایسی بات کا پھیلانا جس سے اضطراب اور بے چینی پیدا ہو۔

(۴) اَهْلًا؛ کسی چیز کا نام لے کر آواز بلند کرنا اور اسے مشہور کر دینا۔

۳۱۔ مضبوط

کے لیے ثابت، راسخ، متین، محکم، قیمہ (قوم) اور وثقی کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
 ۱۔ ثابت: ثبوت یعنی برقرار رہنا۔ قرار پکڑنا اور ثبوت علی الامر بمعنی محی کام پر ملامت کرنا (مخبر)
 ضد (زل) بمعنی اپنی بنیاد پر قائم یا جم کرنے بنا پھیلنا ارشاد باری ہے:
 مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ
 پاکیزہ کلمہ کی مثال ایک پاکیزہ درخت کی سی ہے جس کی
 اصلہا ثابتٌ وُفِرَّعَهَا فِي السَّمَاءِ۔
 جود مضبوط اور شاخیں آسمان میں ہیں۔

(۲۲)

۲۔ راسخ، رسخ بمعنی اپنی جگہ پر گڑ جانا (مخبر) اور بمعنی کسی چیز کا محکم اور جائے گیر ہونا (مف) رَسَخَ
 الْحَبْرُ فِي الصَّحِيفَةِ بمعنی سیاہی کتاب میں جم گئی۔ اور رَسَخَ الْعِلْمُ فِي الْقَلْبِ بمعنی علم دل
 میں رچ گیا (مخبر) یعنی رسخ میں اثبات کے ساتھ ممکن بھی پایا جاتا ہے (م-ق) اور بمعنی محی
 چیز کو بہت سے دلائل کے ساتھ یا حسب ضرورت جاننا جن کا ازالہ ممکن نہ ہو (فقہ ل ۶۵)
 ارشاد باری ہے:

وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ
 فِي الْعِلْمِ لَيُقَوِّمُونَ أَمْنًا (۲۱)
 اور اس سے حقیقی مراد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور
 جو لوگ علم میں رستگاہ کامل رکھتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں
 کہ ہم اس پر ایمان لائے۔

۳۔ متین: متن بمعنی کسی چیز کا اپنی ذات میں مضبوط اور محسوس ہونا اور اس میں مصلابت کا پھیل جانا۔
 (م-ل) حَبِلٌ مَتِينٌ مضبوط رسی اور رَأَى مَتِينٌ بمعنی نچترے (م-ل) ارشاد باری ہے:
 وَأَمْثَلِي لَهُمْ لَنْ كَيْدِي مَتِينٌ (۶۸)
 اور میں انہیں ہمت دیے جاتا ہوں میری تدبیر
 مضبوط ہے۔

۴۔ محکم، محکمہ بمعنی کسی چیز کو دانائی اور تجربہ سے مضبوط بنانا (مخبر) اور امام راغب کے نزدیک
 آیات محکمات سے مراد وہ آیات ہیں جن میں لفظی اور منمنوی اعتبار سے کسی قسم کا اشتباہ نہ
 پایا جاتا ہو (مف) ارشاد باری ہے:

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ
 آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَ
 أُخْرٌ مُتَشَابِهَاتٌ (۲۱)
 وہی ذات ہے جس نے آپ پر کتاب اتاری۔ اس
 میں کچھ آیات محکم ہیں اور وہی اصل کتاب ہیں اور
 بعض دوسری متشابہ بھی ہیں۔

۵۔ قیمہ: قائم بمعنی کھڑا ہونا۔ اور قائم الامر بمعنی کسی معاملہ کا اعتدال پر آنا۔ اور آقارہ
 المسائل بمعنی ٹیڑھے کو سیدھا کرنا (مخبر) اور قیام اور قوام اس چیز کو بھی سمجھتے ہیں جس کے
 سہارے کوئی چیز قائم رہے (مف) جیسے فرمایا:

وَلَا تَوَلُّوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا بِهَا (۲۰)

اور بے عقلوں کو ان کا مال حقدار نے تم لوگوں کے لیے سببِ معیشت بنایا ہے مت دو۔

اور قِيَمَةٌ (مومنث قِيَمَةٌ) یعنی وہ چیز جس پر دوسری چیزیں قائم ہوں۔ یعنی قائم و برقرار رکھنے والا اور وہ چیز بھی جو حق و باطل میں امتیاز کے لیے معیار کی حیثیت رکھتی ہو۔ قرآن میں ہے،

رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيهَا كُتِبَ قِيَمَةٌ (۹۸)

اللہ کا رسول جو پاکیزہ اور ارق پڑھتا ہے جن میں ستم (آیتیں) لکھی ہوئی ہیں۔

۶۔ وَثَقِيٌّ وَرَفِيقٌ یعنی اعتبار کرنا، بھروسہ کرنا۔ اور وَثَقِيٌّ يُوَثِّقُ وَيُثَقِّفُ وَثَاقَةً ثَابِتَةً وَ قَوِيٌّ ہونا۔ مضبوط ہونا۔ اور اَوْثَقٌ بمعنی رسی سے مضبوط یا بندھنا۔ اور ثِقَةٌ قابلِ اعتماد، قابلِ بھروسہ اور اَوْثَقٌ (مومنث وَثَقِيٌّ) بمعنی مضبوط اور قابلِ اعتماد چیز۔ ارشادِ باری ہے،

مَنْ يَتَّكِفُ بِالظُّلْمِ عَوْنًا وَيُؤْمِنُ بِإِلَهِهِ فَقَدْ اسْتَسْنَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لِأَنْفِصَامٍ لَّهَا (۲۰۶)

پھر جس نے مومن اللہ کا کھڑکیا اور اللہ پر ایمان لیا تو اس نے ایسے مضبوط حلقہ کا تھم میں پکڑ لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں۔

حاصل: (۱) ثابت: اپنی بنیاد پر قائم۔
(۲) راسخ، ثابت اور ممکن۔ ناقابلِ تزلزل۔

- (۳) متین، کسی چیز کا اپنی ذات میں پائیدار ہونا۔
(۴) محکمہ، حکمت اور تجربہ سے ثابت شدہ۔ مضبوط۔
(۵) قیمة، ایسی مضبوط جو دوسروں کا سارا بن سکے یا دوسروں کے لیے معیار کا کام دے۔
(۶) وثقی، ایسا مضبوط جس پر اعتماد کیا جاسکے۔

۳۲۔ مضبوط بنانا۔ کرنا

کے لیے مندرجہ بالا افعال میں سے ثَبَّتَ اور اَحْكَمَ اور وَثَقَ سے اَوْثَقَ اور وَثَقَ کی تفضیل تو اوپر گزر چکی۔ اب ان کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے،

۱۔ ثَبَّتَ: بمعنی کسی چیز کو اپنی جگہ پر جمادینا۔ مضبوط کر دینا۔ ثابت قدم رکھنا۔ ارشادِ باری ہے،

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الَّتِي فِيهَا حَيَاةُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

اللہ تعالیٰ مضبوط بات سے ایمان والوں کو دنیا اور آخرت میں مضبوط رکھتا ہے۔

۲۔ اَحْكَمَ، حکمت، دانائی اور تجربہ سے کسی چیز کو اس کی ساخت میں مضبوط بنانا۔ اور حکیمہ بمعنی العالم یا حکام الامور (فقہ ل ۷۷) ارشادِ باری ہے،

ثُمَّ وَحَّيْنَاكَ اللَّهُ آيَاتِهِ (۲۲)

پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیتوں کو مضبوط کر دیتا ہے۔

اور آیاتِ محکمات وہ ہیں جن میں کوئی لفظی یا معنوی اشتباہ نہ ہو۔

۳- اَوْثَقَ: بمعنی کسی عہد و پیمانہ وغیرہ کو مضبوط اور قابل اعتماد بنانا۔ یا کسی کوریوں وغیرہ سے مضبوط جکڑنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا يُؤْتِيهِمْ وِسْقًا أَحَدٌ (۶۹)

اور نہ کوئی دیا جکڑنا جکڑے گا۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَأَذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ
الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ (۵)

اور خدا نے جو تم پر احسان کیے ہیں انہیں یاد کرو۔ اور
اس عہد کا بھی جس کا تم سے مضبوط اقرار لیا تھا۔

ان کے علاوہ قرآن کریم میں درج ذیل الفاظ بھی انہی معنوں میں آئے ہیں: شَدَّ، اَثَقَنَّ، رَجَبًا
أَرْضًا، عَقَدَ، وَكَدَّ، سَدَّدَ، رَضَّ، شَدَّدَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۴- شَدَّ: کسی چیز کا فی نفسہ قوی اور مضبوط ہونا (م۔ ل) لازم اور مستعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اور شدید بمعنی سخت اور اشد بمعنی جوانی کی عمر جس میں قوت اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ۔

ہم نے انہیں پیدا کیا اور ان کے جوڑ بند مضبوط کیے۔

(۶۹)

۵- اَثَقَنَّ الْأَرْضَ: بمعنی کام کو مضبوطی سے بنانا۔ اور رَثَقَنَّ الْأَرْضَ: بمعنی زمین کو کچھروالے پانی سے سیراب کر کے طاقمور بنانا۔ اور رَجَبًا تَقَنَّ: کام کو بھروسے کے ساتھ سرانجام دینے والا۔ کام میں بھر (منجہد) اور بمعنی کام میں عقلمند، کام کو درست کرنے والا (م۔ ق) گو یا اَثَقَنَّ کے معنی کسی چیز کو مہارت کے ساتھ مضبوط بنانا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

صَنَعَ اللَّهُ اللَّيْلَى اَثَقَنَّ كُلَّ شَيْءٍ۔

(سب مخلوق اللہ کی کاریگری کا نمونہ) ہے جس نے
ہر چیز کو مضبوط بنایا۔

(۲۸)

۶- رَجَبًا: بمعنی مضبوط باندھنا مجاورہ ہے۔ رَجَبًا اللَّهُ عَلَى قَلْبِهِ اللّٰهُ تَعَالَى نے اس کے دل کو قوت بخشی اور صبر عطا فرمایا۔ اور رَجَبًا: بمعنی وہ چیز جس سے کوئی چیز باندھی جائے۔ اور رَجَبًا بمعنی تعلق مِلَاط (منجہد) ارشادِ باری ہے:

وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَى فَارِعًا
إِنْ كَادَتْ لَتُبْدِي بِهِ لَوْلَا أَنْ رَجَبْنَا
عَلَى قَلْبِهَا (۱۰)

اور موسیٰ کی ماں کا دل بیقرار ہو گیا۔ اگر ہم اس کے
دل کو مضبوط نہ کر دیتے تو قریب تھا کہ وہ اس بات
ظاہر کر دے۔

۷- اَزْرًا: اَلْأَزْرُ بمعنی جڑ۔ تہ بند۔ اور الا زار بمعنی چادر تہ بند۔ پردہ پُشتمہ۔ دیوار۔ اور اَمْرًا
النبات بمعنی نباتات کا گٹھ جانا۔ اور اَزْرًا بمعنی قوت پہنچانا۔ مضبوط کرنا (منجہد) گویا اَمْرًا
کسی کو قوت دے کر اسے اہستہ اہستہ مضبوط کرنے کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

كَزَّرِعَ أَخْرَجَ شَطَأًا

اس لھیتی کی طرح جس نے اپنی سوتی نکالی،

فَارَسَاهُ (۲۸)

پھر اُسے مضبوط کیا۔

۸- وَكَدَّ؛ وِكَادُ اس رسی کو کھتے ہیں جس سے دودھ دوہتے وقت گائے وغیرہ کی ٹانگیں باندھ لیتے ہیں۔ اور وَكَدَّ يَأْكُدُّ يَأْكُدُّ الشَّرْجَ أَوْ الْعَقْدَ بمعنی زین کو مضبوطی سے کسنا یا معاہدہ کو مضبوط کرنا (مفت - مخبر) ارشادِ باری ہے؛

وَلَا تَنْفُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا۔ جب تم اپنی قسمیں مضبوط کر لو پھر انہیں مت توڑو۔
(۱۱)

۹- عَقَدَ؛ عَقَدَ بمعنی گرہ لگانا۔ اور عقدة بمعنی گرہ۔ گانٹھ۔ پچیدہ امر۔ اور عَقَدَ الْبَيْعِ وَالْأَيْمَانَ بمعنی بیع یا قسم کو چکا کرنا (مخبر) اور عَقَدَ بمعنی عہد و پیمانہ۔ اقرار (ج عقود) ارشادِ باری ہے؛

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَدْتُمُ الْأَيْمَانَ (۲۹)

اللہ تمہاری بیہودہ قسموں پر گرفت نہیں کرتا۔ ہاں جو تمہیں تم نے مضبوط کر رکھی ہیں ان پر ضرور گرفت کرے گا۔

۱۰- سَتَدَّ، سَتَدَّ اعْتَمَدَ کرنا۔ بھروسہ کرنا۔ سہارا لینا۔ اور سَتَدَّ بمعنی سہارا دینا اور مضبوط کرنا (مخبر) جیسے چھت کی کڑیاں کمزور ہوں تو ان کے نیچے ایک اور لکڑی ٹھہری کر کے چھت کو مضبوط کیا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

كَأَنَّهُمْ حَشَبٌ مُسْتَدَدٌ يُحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ (۳۰)

گو یا وہ (منافقین) لکڑیاں ہیں جو دیواروں سے لگائی گئی ہیں۔ (بزدل ایسے کہ) ہرزور کی آواز کو سمجھیں کہ ان پر (بلا آئی)۔

۱۱- مَرَصَصَ؛ بمعنی ایک چیز کو دوسری سے ملانا۔ چوڑنا اور پیوستہ کرنا اور رصاص بمعنی سیسہ بھی ہے۔ لہذا مَرَصَصَ کے معنی کسی چیز کو سیسہ پلا کر اسے مضبوط بنانا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفَاكَ أَتَاهُمْ بَلِيَّاتٌ مَرْمُوسَةٌ (۳۱)

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اس کی راہ میں یوں قاتل باندھ کر لڑتے ہیں جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔

۱۲- شَيْدًا، شَادَ الْعَائِطُ بمعنی دیوار پر چونے کا پلستر کرنا (مخبر) اور شَيْدًا بمعنی چونے یا مٹی دوسرے سالہ سے پلستر کے عمارت کو مضبوط کرنا۔ بنانا (مفت ارشادِ باری ہے؛

أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشِيدَةٍ (۳۲)

تم جہاں بھی ہو گے موت تم کو آکے رہے گی۔ خواہ تم مضبوط اور بلند قلعوں میں ہو۔

(۱) ثابت؛ کسی چیز کو اپنی جگہ پر ثابت اور مضبوط رکھنا۔

حاصل؛ (۲) احکمہ؛ حکمت و تجربہ سے کسی بات کو اشتباہ سے پاک کرنا۔

- (۳) اَوْشَقَّ: کئی چیز کو کسی دوسری چیز کے ذریعہ مضبوط اور قابل اعتماد بنانا۔
 (۴) سَنَّدٌ: کئی چیز کو قوت دے کر نئی نغمہ مضبوط بنا دینا۔
 (۵) اَلْقَنَّ: نئی مہارت سے کئی چیز کو مضبوط بنانا
 (۶) رَیْبَطُ اللّٰهِ عَلٰی الْقَلْبِ: اللہ کا دل کو صبر دے کر مضبوط کرنا۔
 (۷) اَزْمَرُ: قوت ہم پہنچا کر آہستہ آہستہ مضبوط کرتے جانا۔
 (۸) اَكْتَدَ: عہد و پیمان اور قسموں کو مضبوط کرنا۔
 (۹) عَقَّدَ: بیع، نکاح اور دیگر ہر قسم کے عہد و پیمان کو مضبوط بنانے کے لیے آتا ہے اور اَكْتَدَ سے اعم ہے۔

(۱۰) سَنَّادٌ: سہارا دے کر مضبوط کرنا۔

(۱۱) رَصَّ: سبسہ پلا کر کسی چیز کو مضبوط کرنا۔

(۱۲) شَيَّدَ: چوڑے وغیرہ کا پلستر کر کے عمارت کو مضبوط کرنا۔

مضبوطی سے پکڑنا۔ کے لیے دیکھیے پکڑنا

۳۳۔ معاف کرنا بخشنا۔ درگزر کرنا معافی چاہنا

کے لیے عَفَا (عفو) اَصْفَحَ، عَفَرَ، تَصَدَّقَ، تَجَاوَزَ (عن)، كَفَّرَ (عن)، اور حَطَّه کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ عَفَا: عقوبت یا کسی سے بدلہ لینے سے دستبردار ہو جانا (م۔ ل) جو شخص سزا کا مستحق ہو اسے چھوڑ دینا۔ اس کے تصور کا بدلہ نہ لینا۔ خواہ یہ تصور چھوٹا ہو یا بڑا عَفْوُ کا دوسرا معنی ”زائد نہیں ملاحظہ فرمائیے“ ارشاد باری ہے:

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لَمَّا اَذْنَبْتَ لَهُمْ (۳۳)

اللہ آپ کو معاف فرمائے۔ آپ نے ان منافقین کو

اجازت کیوں دی؟

۲۔ اَصْفَحَ: درگزر کرنا۔ جانے دینا۔ کسی کو اس کے تصور کا احساس نہ ہونے دینا۔ اس سے باز پرس بھی نہ کرنا۔ یہ کام معاف کرنے سے مشکل ہے۔ اور اَصْفَحَ، عَفَا سے ابلغ ہے۔ عَفَا ترک عقوبت ہے اور اَصْفَحَ ترک ملامت (مف۔ م۔ ل) کے لیے آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَاعْفُوا وَاَصْفَحُوا حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ

سوائیں معاف کر دو اور ان سے درگزر کرو۔

تا آنکہ اللہ اپنا حکم بھیجے۔

بِأَمْرِهِ (۲۹)

۳۔ عَفَرَ: یعنی کسی چیز پر کوئی ایسی چیز پہنا دینا جو اسے میل کچیل یا کسی دوسری مضرت سے محفوظ رکھے (مف) جتنے ہیں غفر الشباب بالخضاب اس نے خضاب سے بالوں کی سفیدی

کو چھپا دیا۔ اور عَقْفَرُ بمعنی خود جو دورانِ جنگ سپاہی سر پر رکھ لیتے ہیں۔ اسے الغفارة بھی کہتے ہیں۔ اور الغفارة اس کپڑے کو بھی کہتے ہیں جسے عورتیں اپنے دوپٹے کو تیل سے بچانے کے لیے اس کے نیچے سر پر رکھ لیتی ہیں اور اس کپڑے کو بھی جس سے کمان کے گوشے کو لپیٹتے ہیں (مخبر) اور اللہ کی طرف سے عفران کے معنی یہ ہیں کہ وہ گناہوں کی عقوبت سے انسان کو چھپالے۔ اور عَقْفَرُ بمعنی اللہ تعالیٰ کا بندوں کو ان کے گناہوں کی عقوبت سے بچانا اس کا صلہ ل سے آتا ہے۔ اور عَقْفَران عذاب کے ساقط ہونے کا مقتضی ہے اور یہی بات ثواب کو واجب کر دیتی ہے (فقہ ل ۱۹۵) ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ يَغْفِرِ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ (۳۳) اور اللہ تعالیٰ کے سوا گناہوں کو بخش بھی کون سکتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی بخشش چاہنے کے لیے اسْتَغْفَرَ آئے گا اور اس کی نسبت اللہ ہی کی طرف ہوگی خواہ اللہ کا نام مذکور ہو یا نہ ہو۔ جیسے فرمایا:

سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ (۴۳) تم ان کے لیے بخشش مانگو یا نہ مانگو ان کے حق میں برابر ہے۔

۴۔ تَصَدَّقْ، بمعنی اپنے حق سے دستبردار ہو جانا اور اپنا حق دوسرے کو معاف کر دینا (معنی ارشادِ باری ہے:

وَلَنْ كَانَ دُونَ عُسْرَةٍ فَنَظِيرَةٌ إِلَىٰ مِيسْرَةٍ وَإِنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ
اگر مقروض تنگ دست ہے تو اسے اس کی گنجائش تک ہمت دو اور اگر معاف ہی کر دو تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ (۲۸)

۵۔ تَجَاوَزَ (معنی) جاز بمعنی کسی کام کا جائز ہونا۔ ممنوع نہ ہونا۔ (ق) اور جاوز (المكان) بمعنی کسی جگہ سے آگے نکل جانا۔ بمعنی تَجَاوَزَ عَنْهُ بمعنی چشم پوشی کرنا، معاف کرنا اور تَجَاوَزَ فِي الْأَمْرِ بمعنی کسی کام میں افراط کرنا (مخبر) اور بمعنی تفسیر زیادہ ہونا لیکن ازراہ لطف و کرم اس کا محاسبہ نہ کرنا (معنی) ارشادِ باری ہے:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ تَتَّبِعُ لَهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَتَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ۔
یہ لوگ ہیں جن کے اچھے اعمال ہم قبول کر لیں گے اور ان کی برائیوں سے درگزر کریں گے۔ (۴۶)

۶۔ كَفَّرَ (معنی) کَفَّرَ بمعنی چھپانا۔ اور كُفِّرَ بمعنی رات کی سیاہی اور كَفَّارَةٌ وہ عمل ہے جس کی ادائیگی پر گناہ سے پردہ پوشی ہو جائے۔ اور كَفَّرَ عَنْهُ بمعنی برائیاں دور کر دینا۔ ان کا مواخذہ نہ کرنا۔ اور كَفَّرَ عَنْهُ بمعنی گناہ کا کفارہ ادا کرنا (مخبر) اور معنی ابطال السَّيِّئَاتِ بِالْحَسَنَاتِ (فقہ ل ۱۹۶) ارشادِ باری ہے:

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور پرہیزگاری

لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ (۵/۱۶) کرتے تو ہم ان سے ان کی برائیاں دور کر دیتے۔

۷۔ حِطَّةٌ: حَطَّ بمعنی اترنا۔ نازل ہونا۔ حَطَّ الشَّعْرُ بَھَاؤَ کَاکْرَجَانَا۔ اور حَطَّ الْحَمَلُ جانور کی پٹیھ سے بوجھ اتارنا۔ اور انحطاط بمعنی بھاؤ یا اقدار کا گر جانا، منجمد اور حَطَّ بمعنی کسی چیز کو اوپر سے نیچے اتارنا ہے۔ جتے ہیں حَطَّطْتُ الرَّحْلَ میں نے سواری سے پالان اتار کر نیچے رکھ دیا۔ اسی سے حِطَّةٌ ہے بمعنی گناہوں کا بوجھ اتارنے کی درخواست (مفت) قرآن میں ہے۔

وَقُولُوا حِطَّةً نَغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَتَكُمْ۔ اور تم گناہوں کی معافی کی درخواست کرنا تو ہم تمہارے

گناہ معاف کر دیں گے۔ (۵۸)

(۱) عَقَا، ترکِ عقوبت کے لیے۔

www.KitaboSunnat.com

(۲) اَصْفَحَ، ترکِ ملامت اور عقوبت کے لیے۔

(۳) غَفَرَ، (ل) گناہ کی عقوبت پر پردہ ڈالنے کے لیے۔

(۴) تَصَدَّقَ، اپنا حق معاف کر دینے کے لیے۔

(۵) تَجَاوَزَ (عَنْ) سَيِّئَاتٍ، ازراہِ کرم سے درگزر کرنے کے لیے۔

(۶) كَفَّرَ (عَنْ) سَيِّئَاتٍ كَوْحَسَنَاتٍ كَے ذریعہ ختم اور معاف کرنے کے لیے۔

(۷) حِطَّةٌ، گناہوں کی معافی کی درخواست کے لیے آیا ہے۔

۳۲۔ معبود

کے لیے اِلٰہ اور اللہ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اِلٰہ: ہر وہ چیز ہے جس کو انسان اپنے نفع و نقصان کا مالک سمجھ کر اس کی پرستش شروع کر دے خواہ یہ چیز کوئی بت ہو یا مقام اور آستانہ۔ یا حیوانات یا شجر و حجر یا مظاہر

قدرت (جِ الْاِلهَةِ) اور اِلٰہ کی تَوْثِ الْاِلهَةِ (بمعنی دیوی ہے) چنانچہ سورج پرست سورج کو، (جو عربی میں تَوْثِ اسْتِعْمَالِ ہوتا ہے) اِلٰهَةً جتے ہیں (مفت) انبیاء کا مشن

ہی یہ رہا ہے کہ انسان کو اس فاسد عقیدہ سے پاک کریں۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے:

فَمَا آغَدْتُمْ اِلٰهَتَهُمُ الْاِتْحٰی پھر جب تیرے پروردگار کا حکم (عذاب) آپہنچا
يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ تُوہ معبود جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارتے تھے ان

لَمَّا جَاءَ اَمْرُ رَبِّكَ (۱۱/۱۱) کے کچھ بھی کام نہ آئے۔

نوٹ: جن معبودانِ باطل کا ذکر قرآن میں ہوا ہے وہ (ض ۱/۱) میں دیکھیے!

۲۔ اِلٰہ: دراصل اِلٰلٰہ ہے بمعنی معبودِ حقیقی۔ اِلٰہ کا پہلا ہمزہ حذف کر کے اور اس پر تعریف

کا الف لام داخل کر کے اِلٰہ کا لفظ بنا ہے۔ یہی توجیہ سب بہتر ہے جس کا مطلب ہے کہ حقیقت میں انسان

کے نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ ہے اور وہی پرستش و نیاز کے لائق ہے جیسے فرمایا:
 وَاللَّهُ كَمَا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (۲)

اور تمہارا معبود صرف ایک ہی حقیقی معبود ہے۔
 اس کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔

اور دوسرے مقام پر یوں بیان فرمایا:

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (۳)

اللہ ہی معبودِ برحق ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں!
 اور لفظ اللہ پر یادِ حروفِ ندا داخل نہیں ہوتا بلکہ اَللَّهُمَّ (بمعنی اے اللہ) آتا ہے جیسے فرمایا:

قُلِ اللَّهُمَّ مَلِكُ الْمَلِكِ تُعَذِّبُ الْمَلِكَ مَنْ تَشَاءُ (۴)

کہو کہ اے اللہ تو ہی بادشاہی کا مالک ہے جسے چاہتا ہے بادشاہی بخشتا ہے۔

حاصل: کائنات کی ہر چیز کا خالق۔ رب اور ان پر لامحدود اقتدار و اختیار ہونے کی وجہ سے عبادت کے لائق۔

اللہ، ہر وہ چیز جو کسی کے عقیدہ کے مطابق اس کے لیے دفعِ مُضرت یا جلبِ منفعت کی قدرت رکھتی ہو۔ اور اسی درجہ سے وہ اسے عبادت کے لائق سمجھے۔

۳۵۔ مقدور حیثیت

کے لیے وُجِدَ، سَعَىٰ اور قَدَرَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔ اور یہ تینوں الفاظ کسی شخص کی معاشی حالت یا کُزُران کی کیفیت کو ظاہر کرتے ہیں۔

۱۔ وُجِدَ، وَجِدَ بمعنی پانا۔ اور وُجِدَ بمعنی موجود۔ موجودات یعنی ضروریاتِ زندگی میں سے جو کچھ کسی کے پاس موجود ہو۔ ارشادِ باری ہے:

أَسْأَلُكُمْ عَنْ مَنْ حَدِيثٌ سَكَنْتُمْ مِنْهُ (مطلقاً) عورتوں کو (ایامِ عدت میں) اپنے مقدور کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو۔

۲۔ سَعَىٰ: بمعنی فرانی۔ گنہائش۔ آسودہ حالی۔ یہ لفظ انسان کی آسودہ حالی کا درجہ متعین کرنے کے لیے آتا ہے۔ اس میں تنگدستی کا تصور نہیں پایا جاتا۔ ارشادِ باری ہے:

لِيُنْفِقَ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ (۱۲)

صاحبِ وسعت کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے۔

۳۔ قَدَرَ: یہ لفظ اپنی اصل کے لحاظ سے تنگدستی کی حالت اور اس کا درجہ متعین کرنے کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ (۱۳)

اللہ تعالیٰ جس کا رزق چاہتا ہے فراخ کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

لیکن یہ لفظ تنگدستی اور آسودگی دونوں کے درجات متعین کرنے کے بھی قرآن کریم نے استعمال

کیلئے ہے۔ ارشادِ باری ہے:

عَلَى الْمَوْجِ قَدْرُهُ وَعَلَى الْمَقْتَرِ قَدْرُهُ (۱۱)

فراخی والا اپنے مقدر کے موافق دے اور تنگدستی اپنی حیثیت کے مطابق۔

مہر (۱) وَجِدْ: موجودہ سامان کے لیے یہ عام ہے۔
 (۲) سَعَةً: آسودگی اور اس کا درجہ متعین کرنے کے لیے۔
 (۳) قَدْرًا: بالعموم تنگی اور اس کا درجہ متعین کرنے کے لیے آتا ہے۔

۳۶۔ مقرر کرنا

کے لیے فَرَضَ، وَكَلَّ اور اَجَّلَ کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱- فَرَضَ: بمعنی کسی سخت چیز کو کاٹنا۔ چھیننا اور (۲) سخت چیز پر نشان ڈالنا (م۔ ل۔ صفت) پتھر پر لکیر اور فَرَضَ الْخَشْبَةَ بمعنی لکڑی میں سورج خ کرنا اور فَرَضَ الْأَمْرَ بمعنی کسی چیز کا لازم واجب ٹھہرانا۔ اور اَلْفَرَضُ بمعنی اللہ تعالیٰ کا بندوں کے لیے مقرر کیا ہوا قانون یا اپنے اوپر لازم کی ہوئی چیز (منجہ) اور فَرِيضَةٌ بمعنی لازم ٹھہرائی ہوئی یا مقررہ یا طے شدہ معاملہ۔ عورتوں کا

مہر (منجہ) ارشادِ باری ہے:

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمْسُوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً (۳۳)

اگر تم ایسی عورتوں کو طلاق دے دو جنہیں نہ تو تم نے چھوا اور نہ مہر مقرر کیا ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔

۲- وَكَلَّ: وَكَلَّ بمعنی اپنے معاملہ میں کسی دوسرے پر اعتماد کرنا (م۔ ل۔) اور وَكَلَّ بمعنی کبھی دوسرے پر اعتماد کر کے اپنا معاملہ اس کے سپرد کر دینا۔ اپنا وکیل بنانا یا نائب مقرر کرنا (مفت) ارشادِ باری ہے:

فَإِنْ يَكْفُرْ بِهَا هُوَ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ (۱۹)

سو اگر یہ لوگ (کفار) کہم اس قرآن کا انکار کرتے ہیں تو ہم اس پر ایمان لانے کے لیے ایسے لوگ مقرر کر دیے ہیں جو اس کے منکر نہیں۔

۳- اَجَّلَ، اَجَّلَ بمعنی کسی چیز کی مقررہ مدت۔ پھر انسان کی زندگی کے لیے جو مدت مقرر ہوتی ہے اسے بھی اَجَّلَ کہتے ہیں۔ محاورہ ہے دَنَا اَجَلَهُ، بمعنی اس کی موت کا وقت قریب آچھا اور اَجَّلَ بمعنی کسی چیز کی مدت مقرر کر دینا (مفت) قرآن میں ہے:

وَبَلَّغْنَا آجَلَنَا الَّذِي أَجَّلْتَ لَنَا (۱۸)

اور (آخر) ہم اس مدت میں (موت کا وقت) کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر کی تھی۔

ماہل: (۱) فَرَضَ، کبھی کام کو لازم و واجب ٹھہرانا۔ مقرر کرنا (۲) وَكَلَّ، کبھی شخص کو اپنا نائب

مقرر کرنا۔ (۳) آجَل، مدت مقرر کرنا۔

۳۷ — مکھی

- کے لیے دو الفاظ آتے ہیں ذُبَابٌ اور نَحْلٌ۔
- ۱- ذُبَابٌ، بمعنی عام چھوٹی مکھی۔ اور ذَبَّ عَنْهُ بمعنی کسی سے مکھیوں کو دور کرنا۔ مکھیاں اڑانا یا الزامات کو دور کرنا۔ اور مَسَدِيَّةٌ بمعنی مور پھیل۔ چتوری جس سے مکھیاں اڑائی جاتی ہیں۔ رَجُ ذُبَابٌ وَاذِبَّةٌ (ارشادِ باری ہے؛
- وَلَا يَسْلُبُهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَفِيدُوهُ مِّنْهُ) (۲۲)
- اور اگر ان (خداؤں) سے مکھی کوئی چیز چھین لے جائے تو اسے اس سے پھڑا بھی نہیں سکتے۔
- ۲- نَحْلٌ، شہد کی مکھی اہم جنس ہے۔ مذکورہ نوشتہ دونوں کے لیے آتا ہے (واحد نَحْلَةٌ) ارشادِ باری ہے؛

وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ (۱۶)

اور تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھیوں کو ارشاد فرمایا کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور (اوپری اونچی) چھتریوں میں جو لوگ بناتے ہیں اپنا گھر بنا۔

ملا مت کرنا — دیکھیے بڑا بھلا کہنا

۳۸ — ملنا

کے لیے لَقِيَ، لَحِقَ، وَتَى، اَصْنَأَ، اِحْتَلَطَ، تَجَاوَرَ (جوڑ) اور رَتَّقَ، تَحْتَمَزَ، اِشْتَمَلَ کے الفاظ آتے ہیں۔

- ۱- لَقِيَ، دو چیزوں کا آمنے سامنے سے ایک دوسرے کو ملنا (م-ل) ملاقات کرنا۔ سامنے سے آکر ملنا۔ ارشادِ باری ہے؛
- وَرَاذَ الْقَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا — اور جب یہ منافق ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے۔ (۱۳)

۲- لَحِقَ، کسی چیز کا اپنے جیسی پہلی چیز کو جا ملنا (م-ل) لَحِقَ پہلے کے ساتھ ملنے والی چیز پہلے کے بعد دوسری بار کا پھل (منجد) ارشادِ باری ہے؛

(۱) وَكَيَسَّبِشْرُورٍ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ (۲۱)

اور جو لوگ ان کے پیچھے رہ گئے (اور صرف جنگ میں) مگر ابھی شہید نہیں ہوئے اور ان میں شامل نہیں ہو سکے ان کی نسبت خوشیاں منارہے ہیں۔

(۲) وَآخِرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا — اور ان میں سے اُن لوگوں کی طرف بھی (آپ کو

رسول بنا کر بھیجا ہے) جو ابھی مسلمان ہو کر ان سے جانیں

بھیجے (۶۲)

۱۔

۲۔ قَرِيبًا اور وَلِيٌّ يَلِيٌّ بِقَرِيبٍ وَمِنْ قَرِيبٍ وَنَزْدِيكَ هُوَ نَاقِلٌ هُوَ نَا۔ بغیر فاصلہ کے پیچھے پیچھے جانا منجھنا
نزدیک ہونے کی وجہ سے ملا ہوا ہونا۔ یہ لفظ زبانی اور مکانی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا
ہے۔ اور یہ قَرِيبٌ بلحاظ نسب ہوتا ہے۔ یا بلحاظ دین اور دوستی (مفت) مکانی کی مثال یہ ہے:
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ
اے ایمان والو! اپنے نزدیک کے (رہنے والے)
يَكُونُ كُفْرًا مِنَ الْكُفْرَانِ (۱/۱۳۳)
کافروں سے جنگ کرو۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے ساتھ والے کافروں سے جنگ کرو۔ پھر اگر وہ مسلمان ہو جائیں یا
اطاعت قبول کر لیں تو پھر ان کے ساتھ والوں سے اور پھر ان کے ساتھ رہنے والوں سے اور
زمانی کی مثال غالباً قرآن میں نہیں۔ البتہ رسول اکرم کے درج ذیل ارشاد سے واضح ہے:
خَيْرُ الْقُرُونِ قَرْنِي ثَمَّ الَّذِينَ يَكُونُ هُمْ
سب سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ پھر ان کا جو ان سے
ثَمَّ الَّذِينَ يَكُونُ هُمْ۔
ملنے والے ہیں۔ پھر ان کا جو ان سے ملنے والے ہیں
اور اس سے مراد رسول اکرم کا زمانہ، پھر صحابہ کا اور پھر تابعین کا زمانہ ہے۔

۳۔ اصْحٰى (النخل) یعنی کھجور کے دو درختوں کا ایک جڑ سے پیدا ہونا (م۔ ل) اور صِنُوْا اس
گھری جگہ کو بھی کہتے ہیں جو دو پہاڑوں کے درمیان ہو اور جہاں دونوں کا پانی ہتا ہوا ہو
ایک جڑ سے دو یا زیادہ کھجوریں پیدا ہوں تو ہر ایک دوسرے کی صنو ہے۔ اسی طرح
حقیقی بھائی بھی ایک دوسرے کی صنو ہیں (م۔ ق) ارشاد باری ہے:
وَنَحْيِلُ صِنُوَانٌ وَعَيْرُ صِنُوَانٍ
اور کھجوریں جڑ ملی اور بن ملی جو ایک ہی پانی سے
يُنْتَهِي سِمَاءٌ وَاحِدٌ (۱۳/۱۳۳)
سیراب ہوتی ہیں۔

۵۔ اِخْتَلَطَ، کئی مختلف اشیاء کا آپس میں رَل مل جانا (خلط کی ضد خلص ہے م۔ ل) خلط ملط ہونا۔
ارشاد باری ہے:

كَمَاۤ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ
بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ (۱۸/۱۸)
بارش کی طرح جسے ہم نے آسمان سے اتارا۔ پھر اس پانی
کے ساتھ زمین سے ملا جلا سبزہ نکلا۔

۶۔ تَجَاوَزَ، جار بمعنى ہم سایہ۔ پڑوسی اور جَاوَزَ اور تَجَاوَزَ بمعنى فاصلہ کی نزدیکی کی بنا پر
متصل ہونا۔ قرب و جوار میں ہونا۔ ایک دوسرے کے پڑوس میں رہنا (منجد) پاس پاس ہونا۔
پڑوس میں ہونا۔ قرآن میں ہے:

وَفِي الْاَرْضِ قِطْعٌ مِّنْجَبَلٍ (۱۳/۱۳۳)
اور زمین میں کھیت ہیں ایک دوسرے سے ملے ہوئے۔

۷۔ رَتَقَ، یعنی دو چیزوں یا کئی چیزوں کا مل کر جڑ جانا اور چسپیدہ ہونا (مفت منجد) اور رَتَقَ
اس عورت کو کہتے ہیں۔ جس کی شرمگاہ کے دونوں کنارے اس طرح جڑ جائیں کہ اس سے مہلتی

نہ ہو سکے (صفت ارشاد باری ہے،

کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ زمین و آسمان آپس میں ملے ہوئے اور منہ بند تھے تو ہم نے انھیں جلا کر دیا۔

أَوَلَمْ يَرِ الْوَيْنَ كَفَرُوا آتِ
النَّمُوتِ وَالْأَرْضَ كَانَتْ رَتْقًا
فَقَتَّقْنَهُمَا (۲۱)

۸۔ تَحَايَيْنَ: لغت اضداد۔ دیکھیے ص ۳) بمعنی الگ ہونا اور پھر جا ملنا۔

۹۔ اِشْتَمَلَ: اِشْتَمَلَ بمعنی مجتمع امر۔ متفرق امر (لغت اضداد) جَمَعَ اللهُ شَمْلَهُمْ بمعنی الشدان کے بکھرے ہوئے کاموں کو جمع کر دے۔ اور فَسَّرَقَ اللهُ شَمْلَهُمْ بمعنی الشدان کی جمعیت کو تشریح کر دے۔ اور شَمِلَ بمعنی چادر میں لپیٹنا۔ اور شَمَلَ اور شَمِلَ بمعنی سب کو شامل ہونا۔ عام ہونا (مخبر) اور اِشْتَمَلَ بمعنی کسی چیز کے بکھرے ہوئے جزو کو اصل چیز میں ملا لینا۔ شامل کر لینا۔ قرآن میں ہے،

أَمَّا اِشْتَمَلَتْ عَلَيْكَ أَصْحَابُ الْأَنْبِيَاءِ
يَا جَوْشِقِ ان مَادِينِوْنَ كَے پریٹ میں رہا ہو (جالندھری)
جس پر شامل ہیں (عثمانی) (۱۳۲)

ماصل (۱۱) لَفِيَ: دو چیزوں کا آمنے سامنے سے ملنا۔

(۲) لَحَقَ: ایک چیز کا اپنے جیسی پہلی چیز کو جا ملنا۔

(۳) وَالَى: دو جاندار چیزوں کا بغیر فاصلہ زمانی یا مکانی بلا جُولا ہونا۔

(۴) أَصْحَابُ: ایسی ملنے والی چیزیں جن کی جڑ ایک ہو۔

(۵) اِخْتَلَطَ: رل مل جانا۔ گڈمڈ ہونا۔

(۶) تَجَاوَرَ: ایک چیز کا دوسری کے قرب و جوار میں ہونے کی وجہ سے ملنا۔

(۷) رَتَّقَ: ملنا اور جڑ جانا۔ منہ بند ہو جانا۔

(۸) تَحَايَيْنَ: الگ ہونا اور پھر جا ملنا۔

(۹) اِشْتَمَلَ: کسی چیز کے بکھرے ہوئے اجزاء کا جمعیت میں ملنا۔ شامل ہونا۔

۳۹ — ملانا

کے لیے خَلَطَ اور اَلْحَقَ کی وضاحت اوپر ہو چکی۔ ان کے علاوہ وَصَلَ، اَلْفَ، لَيْسَ، رَكِبَ، مَشَّجَ، مَشَّجَ، مَرْجَ، مَرْجَ، شَابَ اور صَنَعْتَ کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ خَلَطَ، (صنہ خَلَصَ) دو یا دو سے زیادہ مختلف چیزوں کو آپس میں ملا دینا۔ خلط ملط کر دینا

گڈمڈ کر دینا۔ ارشاد باری ہے،

وَالْخَوَّاتِ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا
عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا (۹۲)

اور کچھ اور لوگ ہیں جو اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ انہوں نے اچھے اور بُرے عملوں کو ملا جلادیا تھا۔

۲- الْحَقُّ، بمعنی تیجھے سے جا ملنا۔ قرآن میں ہے:

تَوَقَّيْتِي مُسْلِمًا وَالْحَقِيقِيَّ
بِالصُّلِحِينَ (۱۳)

(اے اللہ) مجھے اطاعت (کی حالت) میں وفات دینا اور (آخرت میں) مجھے نیک بندوں سے ملانا۔

۳- وَصَلَ: دو چیزوں کو آپس میں اس طرح ملانا کہ وہ جڑ جائیں (م-ل) (وصال ضد ہجران) اور (اتصال ضد انفصال) ملانا۔ جوڑنا۔ یہ لفظ مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مادی صورت ہو تو اس سے مراد کسی چیز تک پہنچنا ہوگی۔ اور معنوی ہو تو تعلقات وغیرہ کو آپس میں جوڑنا اور وابستہ کرنا۔ ارشاد باری ہے:

وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ
يُوصَلَ (۲۶)

اور وہ تعلق کو توڑتے ہیں جس کے تعلق اللہ نے انہیں ملانے کا حکم دیا تھا۔

۴- أَلْفٌ، بمعنی ایک ہی چیز کے منتشر اجزا کو ملانا۔ بکھرے ہوئے شیرازہ کو درست اور مربوط کرنا (اور اس کی ضدشتت ہے) وہ ہم آہنگی میں۔ اور تالیفِ قلوب یعنی دلوں کے اختلافات دور کر کے ان کو ملانا اور محبت پیدا کرنا۔ اور أَلْفَتْ بمعنی دلی محبت۔ اور تالیف ایسے محاورہ کو کہتے ہیں جس کے مختلف اجزاء کو تقدیم و تاخیر کا لحاظ رکھ کر صحیح جگہ پر جمع کر دیا گیا ہو۔ (صفت) ارشاد باری ہے:

وَأَلْفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَكَوَأَفَقَّتْ
مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلْفَتْ
بَيْنَ قُلُوبِهِمْ (۴۶)

اور اللہ نے ان مسلمانوں کے دلوں میں أَلْفَتْ ڈال دی اگر آپ ساری دنیا کا مال و دولت خرچ کر دیتے تو بھی ان میں الفت نہ ڈال سکتے۔

۵- لَبَسَ، يَلْبَسُ بمعنی کپڑا پہننا اور بدن کو چھپانا۔ اور لَبَسَ يَلْبَسُ بمعنی کسی چیز کو دوسری میں ملا کر اصل چیز کو مشتبہ اور مشکوک بنا دینا۔ اور تلبس بمعنی حقیقت کو چھپا کر خلاف حقیقت ظاہر کرنا (مخدا) اور لبس شبہ کے معنوں میں آتا ہے (دیکھیے ”شک و شبہ“) لبس کا استعمال صرف اعراض میں اور صرف کلام میں ہوتا ہے۔ جیسے جھوٹ یا سچ یا حتی و باطل کو ملا دینا (فتی ل ۲۴۹) ارشاد باری ہے:

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ (۲۶)

اور حق و باطل کو آپس میں نہ ملاؤ۔

۶- رَكَّبَ: رَكَّبَ بمعنی سوار ہونا یعنی ایک چیز پر دوسری کا چڑھ بلٹھنا اور تَرَكَبَ ایک چیز پر دوسری کو رکھ کر ملا دینا۔ اور رَكَّبَ بمعنی ایک چیز کو دوسری سے، پھر تیسری سے، پھر چوتھی سے۔ اسی طرح کئی چیزوں کو ملا کر ایک چیز بنا دینا۔ ترکیب مشہور لفظ ہے۔ ارشاد باری ہے:

الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ
فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ مَا سَاءَ رَكَّبَكَ (۵۶)

اسی ذات نے تجھے پیدا کیا، تیرے اعضاء کو درست کیا اور ان میں توازن قائم کیا۔ پھر جس صورت میں اس نے چاہا تجھے جوڑ دیا۔

۷۔ صَفَقًا: کسی ایک ہی چیز کے کئی متعلقہ حصے کو اس کے ساتھ لگا دینا۔ شامل کرنا (مخبر) ضمیمۃ الكتاب مشہور لفظ ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاصْنُمَّ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ
تَخْرُجُ بَيِّنَاتٍ (۲۳)

اور (اے موسیٰ) تم اپنا ہاتھ نبل سے ملاؤ تو وہ بالکل سفید نکلے گا۔

۸۔ مَشَّجٌ: بمعنی ملانا۔ خلط ملط کرنا اور مشجج اور مشجج بمعنی ملا ہوا مخلوط (ج امشاج) (مخبر) یعنی دو ہم جنس چیزوں کا آپس میں مل کر ایک ہو جانا — ارشادِ باری ہے:

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ
وَدُوْنِهَا (۹۶)

اور ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ (یعنی عورت اور مرد دونوں کا) سے پیدا کیا جسے ہم اٹ پٹ کرتے رہے۔

۹۔ مَرَجٌ: الشراب بمعنی مشروب میں کوئی چیز ملانا۔ اور جو چیز کئی مشروب میں ملائی جائے اسے مَرَجٌ اور مَرَجٌ کہتے ہیں (معت مخبر) اور اطباء کی اصطلاح میں بدن کی مختلف خلطوں کے باہم ملنے سے جو کیفیت پیدا ہوتی ہے اسے مَرَجٌ کہتے ہیں۔ طبیعت۔ حال (م-ق) سترآن میں ہے:

وَقِيْسَمُونَ فِيهَا كَأَسَاكَانَ
مِرَاجًا نَجِيْدًا (۹۶)

اور وہاں انھیں ایسے جام پلائے جائیں گے جن میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔

قرآن میں ایسے دو مَرَجٌ کا فوراً اور تسنیم کا بھی ذکر آیا ہے۔

۱۰۔ مَرَجٌ: دو چیزوں کا آپس میں اس طرح ملنا کہ ان کی انفرادی حیثیت بھی برقرار رہے۔ مَرَجٌ مَرَجٌ باہم گھٹی ہوئی ٹہنی۔ اور امر مَرَجٌ بمعنی پیچیدہ اور گڑبگڑ معاملہ جس میں دو یا زیادہ نظریات آپس میں الجھ رہے ہوں (معت) ارشادِ باری ہے:

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيْنِ (۲۵)

اس نے دو دریا رواں کیے جو آپس میں ملتے ہیں۔ (عالمگیری) ملے ہوئے چلائے دو دریا (عثمانی)

۱۱۔ شَابٌ: بمعنی بلانا۔ دھوکہ دینا۔ خیانت کرنا (مخبر) (شوب) اور بمعنی شہد۔ اور ہر وہ خوردنی چیز جو کئی دوسری چیز میں ملائی جائے۔ اور شہد کو بھی اس لیے شوب کہتے ہیں کہ وہ عموماً ہر مشروب میں ملائی جاتی ہے۔ اسی سے لفظ شائبہ مشہور ہے جو ملاوٹ اور کھوٹ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے (معت) قرآن میں ہے:

تَمْرًا لَّانَّهُمْ عَلَيْهِمُ الشُّوْبَا (۲۵)

پھر اس کھانے کے ساتھ ان کو گرم پانی ملا کر دیا جائے گا۔

۱۲۔ صَفَعَتْ (الحديث) گھٹکو کو ملانا۔ خلط ملط کرنا۔ اور صَفَعَتْ مِنَ الْخَيْرِ وَالْأَمْرِ بمعنی مخلوط خیر یا معاملہ جس کی کوئی حقیقت و بنیاد نہ ہو۔ اور أَصْفَعَتْ الزُّوْبَا بمعنی خواب کو خشک سے بیان کرنا۔ اور أَصْفَعَتْ أَحْلَامٌ بمعنی ڈراؤنے خواب۔ مخلوط تم کے خواب جن کی حقیقت بیان

نہ ہوسکے (مخبر) قرآن میں ہے :

بھنے لگے یہ تو مخلوط قسم کے خواب ہیں اور ہمیں
ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں آتی۔

قَالُوا أَصْعَاتُ أَحْلَامٍ وَمَا نَحْنُ
بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِطَالِمِينَ (۱۳)

(۱) خَلَطَ، مختلف اشیاء کو ملا کر
خلط ملط کر دینا۔

(۲) الْحَقَّ، پیچھے سے ملانا۔

(۳) وَصَلَّ، ملانا اور جوڑنا۔

(۴) أَلْفَ، منتشر اجزاء میں ہم آہنگی پیدا کر کے ملانا۔

(۵) لَيْسَ، دھوکہ دینے کے لیے کسی چیز کو دوسری سے ملانا۔ اس کا استعمال اعراض میں اور کلام کی صورت
میں ہوتا ہے۔

(۶) رَكَّبَ، ایک چیز کو دوسری سے پھر تیسری سے ملا کر ایک کر دینا۔

(۷) صَفَّرَ، ایک ہی چیز کے متعلقہ حصہ کو اس کے ساتھ ملانا۔

(۸) مَشَّجَ، دو ہم جنس چیزوں کا مخلوط ہو جانا۔

(۹) مَزَّجَ، کسی شروب میں کوئی چیز ملانا۔

(۱۰) مَرَّجَ، دو ہم جنس چیزوں کا اس طرح ملانا کہ ان کی انفرادی حیثیت برقرار رہے۔

(۱۱) شَوَّبَ، ہر خوردنی چیز جو دوسری میں ملا کر کھائی یا پی جائے۔

(۱۲) صَفَّغَتْ، گفتگو کو گڑبڑ کرنا۔ خلط بھٹ۔

منتشر ہونا، دیکھیے بکھرنا "من گھڑت دیکھیے" اسکل پتجو
منت ماننا "مذرونیاز" منع کرنا "روکنا"

۴۰۔ منہ پھیرنا

کے لیے اَعْرَضَ عَنْ (اور تَوَلَّى (عن) اور صَدَقَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَعْرَضَ عَنْ (عن)۔ اَعْرَضَ کے معنی کسی کے سامنے کوئی چیز پیش کرنا۔ اور عَرَضَ یعنی التجا۔ گزارش

(مخبر) اَعْرَضَ عَنْ سامنے سے ہٹ جانا۔ منہ پھیر لینا۔ ارشادِ باری ہے :

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ

مَعِيشَةً ضَنْكًا (۲۳)

۲۔ تَوَلَّى عَنْ، تَوَلَّى (یعنی کسی کو دوست بنانا۔ اور تَوَلَّى (عن) یعنی دوستی سے دستبردار ہو جانا)

منہ پھیرنا۔ دُور ہونا۔ چھوڑ دینا (مخبر) ارشادِ باری ہے :

وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ (۲۴)

۳۔ صَدَقَ: بمعنی اَعْرَضَ عَنْهُ وَصَدَّ ام۔ ل۔ سخت اعراض کرنا اور صَدَقَتْ بمعنی سبب ہار کا کنارہ اور اونٹ کی ٹانگوں میں کچی کو کہتے ہیں۔ اور ان تینوں میں سختی اور کچی بھی پائی جاتی ہے (صفت) اس کا صلہ کبھی عن سے ہوتا ہے لیکن اس صلہ کے بغیر بھی یہ اپنے معنی دیتا ہے، ارشاد باری ہے:

سَنَجْزِيكَ يَا مُحَمَّدٌ بِصَدَقَتِكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ
سَوَاءَ الْعَدَابِ بِمَا كَانُوا
بِصَدَقَتِكَ (۱۰۶)

جو لوگ ہماری آیتوں سے (اپنا منہ یا دوسرے لوگوں کو) پھرتے ہیں اس پھرنے کے سبب ہم ان کو بڑے عذاب کی سزا دیں گے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

أَنْظُرُ كَيْفَ تَصْرَفُ الْأَيَاتِ
تَمَهُمْ بِصَدَقَتِكَ (۱۰۷)

دیکھوں تم کس طرح اپنی آیتیں بیان کرتے ہیں پھر بھی یہ لوگ روگردانی کیے جاتے ہیں۔

حاصل: اَعْرَضَ (من) صرف سامنے سے ہٹ جانے یا منہ پھیر لینے کے معنی میں آتا ہے تو کبھی دوستانہ تعلقات ختم کرنے کے لیے، اور صَدَقَتْ شَدِيدٌ اعْرَاضَ کے لیے آتا ہے۔ منہ کے بل کرنا۔ دیکھئے "اوندھا ہونا"

۴۱۔ موافقت کرنا

۱۔ کے لیے وَتَقَّ اور وَطَأَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں؛ وَتَقَّ، الْوَتَقُّ بمعنی دو چیزوں کے درمیان موافقت اور ہم آہنگی۔ اور وَتَقَّ (توفیقاً) بمعنی اللہ تعالیٰ کا حالات کو کسی کام کے سازگار مطابق بنا دینا۔ یہ لفظ بڑے مفہوم میں استعمال نہیں ہوتا (صفت) ارشاد باری ہے:

إِنْ تَشِرْ يَدَاكَ صِلَاحًا يَتَوَقَّقُ اللَّهُ
بَيْنَهُمَا (۱۰۸)

اگر دونوں ہاتھ (ثالث) زوجین میں صلح کر دینا چاہیں تو خدا ان میں موافقت پیدا کر دے گا۔

۲۔ وَطَأَ کے معنی کسی چیز کو پاؤں سے کچلنا، روندنا اور سلنا ہے۔ اور وَطَأَ عَلَى الْأَمْرِ بمعنی کسی کام کو اپنی مرضی کے موافق آسان بنا لینا ہے (منجد) اور یہ کام انسان کا ہے اور عموماً بڑے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّمَا اللَّيْمِيُّ عَزِيَاذَةَ فِي الْكُفْرِ
يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ
عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِيُؤْاطُوا
عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ (۱۰۹)

داسن کے مہینوں کو ہٹا کر آگے پیچھے کر دینا کفر میں اضافہ کرنا ہے۔ اس سے کافر گمراہی میں پڑے رہتے ہیں۔ کسی مہینہ کو ایک سال تو حلال کر لیتے ہیں اور دوسرے سال حرام تاکہ خدا کے مقرر کردہ ادب کے مہینوں کی گنتی موافق بنا لیں (پوری کر لیں)

حاصل؛ (۱) وَتَقَى: اللہ تعالیٰ کا حالات کو کھینکے لیے سازگار بنا دینا (اچھے مفہوم کے لیے آتا ہے)۔
(۲) وَطَأَ (علی الامس) انسان کا خود کسی کام میں تہسبیلی کر کے اس کو اپنی مرضی کے مطابق بنا لینا (بڑے مفہوم میں آتا ہے)

۴۲ — موزنا

کے لیے شنی اور لوی کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- شَنِی، اِشْتَنِیٰ بمعنی دو اور ثانی بمعنی دوسرا اور شَنِی (بِیْئَنی) بمعنی دوہرا کرنا۔ موزنا۔ تہر کرنا (ص) مسجد، ارشاد باری ہے،

اَلَا تَرَ کَیْفَ یُنشِئُوْنَ صِدْقًا وَّرُحْمًا (۱۱)

دیکھو! یہ لوگ اپنے سینوں کو (موزک) دوہرا کرتے ہیں۔

۲- لَوٰی: لوی الحبل بمعنی رسی ٹینا اور لوی یدہ۔ بمعنی اس نے اس کا ہاتھ موزا یا مروڑا (ص) اور لِیَٰۤا بِدَیْنِیْہِ بمعنی قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا اور لَوٰء بمعنی جھنڈا (جو کبھی ادھر کبھی پھرتا ہے کبھی ادھر) اور الالواء بمعنی وادی کا موز (ص) ارشاد باری ہے،

وَرٰۤا مِنْہُمْ لَمَۤرًا یَقٰۤا تَلُوۡنَ
اَلَسْتَهْمُ بِالْکِتٰبِ (۱۲)

اور ان (اہل کتاب) میں بعض ایسے ہیں کہ کتاب (تورات) کو زبان مروڑ مروڑ کر پڑھتے ہیں۔

حاصل؛ (۱) شنی، کھی چیز کو ایک ہی طرف موزنا خواہ وہ دہری ہو جائے۔
(۲) لوی، کھی چیز کو موزنا یا مروڑنا۔ کبھی ادھر کبھی ادھر۔

۴۳ — مہربان

کے لیے رَحْمٰن، رَحِیْم، رَعُوۡف، لَطِیۡف اور حَنَّان کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- رَحْمٰن) یہ دونوں الفاظ رحم سے اسمِ مبالغہ کے صیغے ہیں بمعنی بہت زیادہ رحم کرنے والا اور

۲- رَحِیْم) رحم میں رقت، لطفت اور رافت تین باتیں پائی جاتی ہیں (م۔ ل) لفظ رَحْمٰن

میں زیادہ مبالغہ ہے۔ بالفاظ دیگر اس میں رحم کی صفت زیادہ پائی جاتی ہے رَحْمٰن بمعنی

اپنی تمام مخلوق پر (خواہ کافر و مشرک یا انسان کے علاوہ دوسرے جاندار یا اشیاء ہی کیوں

نہ ہوں) کیساں عنایت کرنے والا۔ اور اس سے مراد خدا کی ایسی عنایات ہیں جن سے ساری

مخلوق کیساں بہرہ اندوز ہوتی ہے جیسے سورج، چاند، تارے، ہوا، روشنی، پانی، زمین اور

اس کی قوت، روئیدگی وغیرہ۔ اور یہ تمام عنایت صرف اللہ تعالیٰ ہی سے متعلق ہو سکتی ہے۔

لہذا رحمان صرف اللہ تعالیٰ ہے دوسرا کوئی انسان یا کوئی مخلوق بھی رحمان نہیں ہو سکتی جبکہ

رحیم انسان بھی ہو سکتا ہے۔ اور اس لفظ کا استعمال رسول اکرم کے لیے بھی قرآن کریم میں ہوا

ہے اور صحابہ کے لیے بھی۔ اور رحیم کی نسبت جب اللہ کی طرف ہو تو اس کے معنی بعض کے

نزدیک دنیا اور آخرت میں اپنے نیک بندوں پر رحم کرنے والا ہے۔ لیکن اس تعریف میں اتنا حصر مناسب نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر مجبور و بیکس کی پکار سنتا ہے اور اس پر رحم فرما کر اس تکالیف کا ازالہ کرتا ہے خواہ یہ پکارنے والا مومن ہو یا کافر و مشرک۔ ارشادِ باری ہے:

يَسِّرُ اللَّهُ لِلزَّكِيِّينَ الرَّحِيْمِ (۱)

اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم فرماتا ہے

۳۔ وَعَوِّفْ رَأْفَةً مَعْنَى حَسْبِي كَيْفَ تَكْلِيْفٍ دِيكِهْ كَرْدَل بَهْر آتَا۔ رقت طاری ہونا اور اس پر ترس کھانا ارشادِ باری ہے:

الزَّائِنَةُ وَالزَّائِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةً وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهَا رَأْفَةٌ فِي دِيْنِ اللَّهِ (۲)

زانی مرد اور زانی عورت ان میں سے ہر ایک کو سو ڈرے مارو اور اس اللہ کے قانون میں تمہیں ان پر ہرگز ترس نہ آئے۔

اور رعد یعنی رقیق القلب جس کا کسی کا دکھ دیکھ کر جی بھر آتا ہو۔ اور اس دکھ کے دور ہونے کی فکر و انگیر ہو۔ ارشادِ باری ہے:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ (۱۲۸)

لوگو تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آئے ہیں تمہاری تکلیف ان کو گراں گزرتی ہے۔ وہ تمہاری بھلائی کے بہت خواہشمند اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے اور مہربان ہیں۔

۴۔ لَطِيفٌ: لُطْفٌ كے بنیادی معنی میں دو باتیں ہیں (۱) وقتِ نظر (۲) نرمی (۳) اور معنی دَقٌّ وَرِقٌّ یعنی پتلا اور نرم یا چھوٹا ہونا (۴) اور لطیف کے معنی میں کبھی صرف ایک ہی بات یعنی وقتِ نظر یا باریک بینی یا راز اور چھوٹی چھوٹی باتوں سے آگاہی پائی جاتی ہے جیسے فرمایا:

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (۳)

نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کر سکتا ہے اور وہ باریک بین خبردار ہے۔

اور کبھی دونوں باتیں پائی جاتی ہیں یعنی مخلوق کی چھوٹی چھوٹی تکالیف کا علم رکھنا اور پھر انرا وہ مہربانی ان کا ازالہ کرنا۔ اس صورت میں لطیف کا معنی مہربان کیا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يُرِزُّ مَنْ يَشَاءُ (۴)

خدا اپنے بندوں پر مہربان ہے وہ جسے چاہتا ہے رزق دیتا ہے۔

۵۔ حَنَّانٌ، الْحَنِينُ معنی کسی چیز کی طرف شفقتانہ طور پر کھینچ جانا۔ کہتے ہیں حَدَّتِ الْمَرْأَةُ أَرْوَ الثَّقَاتُ لَوْ كَدَّهَا یعنی عورت یا اونٹنی اپنے بچہ کی طرف پھینچ گئی یا اس کی مشتاق ہوئی (معنا) اور حَنَّانٌ معنی مہربان و شفیق ہونا اور حَنَّانٌ معنی رحمت و مہربانی اور حَنَّانٌ معنی مہربان۔ اسماء اللہ الحسنى میں سے ایک نام و صیغہ ارشادِ باری ہے:

وَحَنَانًا مِّنَ لَّدُنَّا وَزَكَاةً وَكَانَ تَقِيًّا (۱۹)

اور ہم نے بھئی (کو) اپنے پاس سے شفقت اور پاکیزگی
دی تھی) اور وہ پرہیزگار تھے۔

- حاصل:
- (۱) رَحْمَان: بہت زیادہ رحیم اور یہ صرف خدا کی ذات ہے۔
- (۲) رَحِيْمٌ: بہت مہربان۔ یہ صفت رحمان سے دوسرے درجہ پر ہے۔
- (۳) رَعُوْفٌ: وہ جس کا تکلیف دیکھ کر دل بھر آئے۔
- (۴) لَطِيْفٌ: چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھنے اور ان کا ازالہ کرنے والا
- (۵) حَنَّانٌ: ایسی رحمت اور شفقت جیسی ماں کو بچے سے ہوتی ہے۔

۲۴۔ مہر لگانا

کے لیے طَبَعَ اور خَتَمَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

- ۱۔ طَبَعَ یعنی کسی چیز کا انتہا کو پہنچنا اور بھر جانا تَطَبَعَ التَّمْرُ یعنی مہر بھرتی (م۔ ل) اور نیز طَبَعَ یعنی چھاپ لگانا۔ اور طَبَعَ الدَّرَاهِمَ یعنی سکے ڈھالنا۔ اور مَطْبُوعٌ یعنی چھاپ لگانے کی مشین۔ اور مَطْبُوعٌ یعنی چھپی ہوئی چیز (منجد) اور طَوَائِعُ یعنی ڈاک کے ٹکٹ (ق۔ س۔ ج) گویا کسی چیز کے اختتام یا مکمل ہونے پر چھاپ یا مہر لگانے کو طَبَعَ کہتے ہیں اور اس کا تعلق کسی چیز کی اثر پذیری اور اس کے ثابت و لازم رہنے سے ہوتا ہے (فقہ ل ۵۶)

بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا (۲۴)

بلکہ ان کے کفر کے سبب خدا نے ان کے دلوں پر مہر
کردی ہے تو یہ کم ہی ایمان لاتے ہیں۔

- ۲۔ خَتَمَ، یعنی مہر لگانا۔ سر بھر کرنا کہ اس میں نہ کچھ داخل ہو سکے (خواہ داخل ہونے کی گنجائش ہو) اور نہ کچھ نکل سکے۔ اور خَتَمَ الْإِنَاءَ یعنی برتن کے منہ کو مٹی وغیرہ سے بند کرنا۔ اور ختام یعنی مہر لگانے کی چیز۔ لاکھ (منجد) اور خَتَمَ الْقُرْآنَ یعنی اس نے قرآن ختم کیا۔ گویا ختم کا تعلق کسی شے کے پورا ہونے اور عمل یا فعل کے انقطاع سے ہوتا ہے (فقہ ل ۵۶) ایشاد باری ہے:

خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ (۲۵)

اللہ تعالیٰ نے ان (کافروں) کے دلوں اور کانوں پر مہر
لگا دی ہے۔

- حاصل:
- (۱) طَبَعَ، کسی چیز میں اثر پذیری اور اس اثر کا ثابت و لازم ہونا۔ چھاپ لگانا پرنٹ کرنا۔
- (۲) خَتَمَ، کسی چیز کا پورا ہونا اور مزید عمل یا فعل کا ختم ہونا۔ کسی چیز کو سر بھر کر دینا۔

۲۵۔ مہلت دینا

کے لیے مَهَّلَ اور اَمَهَّلَ دونوں الفاظ ہم معنی ہیں۔ مَهَّلَ یعنی ڈھیل دینا یا آہستہ آہستہ کوئی کام

کرنا۔ سَارَعَلَى مَهْقَلٍ بِمَعْنَى خَرَامًا خَرَامًا چلنا (مخبر) اور مَهْقَلٍ بِمَعْنَى كَسَى كَسَى کے لیے آہستہ آہستہ اور نرمی سے مدت بڑھاتے جانا اور جلدی نہ کرنا (مفت) اور یہ مدت مبہم ہوتی ہے (فتی ل ۵۹) ارشاد باری ہے،

فَمَهْقَلِ الْكُفْرَيْنِ اَمْهَلْهُمْ رَوَيْدًا۔ سوان کافروں کو مہلت دو۔ بس چند ہی روز مہلت

(۱۶۲) دو۔

اس آیت میں مَهْقَلٍ اور اَمْهَلْ ایک ہی معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔

۲- اَمْطَلِي، مَلَا (الف مقصورہ سے) بمعنی عمر دراز کرنا۔ کہتے ہیں مَلَاكَ اللّٰهُ خداتیری عسر دراز کرے۔ اور مَلَا بمعنی وسیع ریختان اور بمعنی دیر تک فائدہ اٹھاتے رہنا۔ اور مَلِيٌّ مِنْ الدَّهْرِ بمعنی عرصہ دراز (مخبر) اور مَلِيًّا بمعنی طویل مدت (۱۹) گویا مَلِيٌّ میں درازی اور وسعت دونوں معنی پائے جاتے ہیں اور اَمْطَلِيٌّ بمعنی کسی کو تا دیر مہلت دینا طویل مدت کے لیے مہلت دینا (خالم کی) رسی دراز کرنا۔ ارشاد باری ہے۔

وَأَمْطَلِيُّ لَهُمْ اَنْ كَيْدِي مِتَّيْنِ۔ اور میں ان کو مہلت دیے جاتا ہوں۔ میری تدبیر

(۱۶۳) بڑی مضبوط ہے۔

۳- فَنظَرَةٍ، نَظَرَ بمعنی دیکھنا۔ نگاہ ڈالنا۔ اور نَظَرَ فَلَانَا الْمَدِينِ کے معنی کسی مقروض کے لیے نرمی اختیار کر کے قرضہ کی ادائیگی کے لیے نگاہ ڈالتے رہنا (مخبر) اور انظار بمعنی کسی چیز کے طلب کرنے کے لیے موزوں وقت تک ٹھہرنا۔ اور یہ مدت مشروط ہوتی ہے (فتی ل ۵۹) ارشاد باری ہے،

وَلَا كَانَ دُوْعُسَرَةٍ فَنظَرَةٌ لِّالْحَبِ مَيْسِرَةٍ (۲۸) پھر اگر مقروض تنگ دست ہو تو اسے کٹا کٹا کر

مہلت دو۔

(۲۸)

(۱) مَهْقَلٍ اور اَمْهَلْ؛ آہستہ آہستہ اور نرمی سے مہلت بڑھاتے جانا (غیر مبہم مدت)

(۲) اَمْطَلِيٌّ، رسی کو دراز چھوڑنا اور (۳) نظرة نرمی کے ساتھ مشروط وقت تک انتظار کے معنی میں آتا ہے

نیز اَخْرَجَ، اَرْجَى اور اَرْجَا "بیچھے ڈالنا" میں دیکھیے۔

۴۶۔ مہمان

کے لیے ضَيْفٌ اور وَفْدٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- ضَيْفٌ؛ یعنی مہمان۔ معروف لفظ ہے (ج ضیاف اور ضیوف) ضیف کا لفظ واحد اور جمع دونوں طرح استعمال ہو سکتا ہے۔ ارشاد باری ہے؛

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي (۱۱) اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رُسوا نہ کرو۔

(۱۱)

۲- وَفْدٌ، وَفْدٌ بمعنی لوگوں کا وفد بن کر بادشاہ یا کسی حاکم کے پاس جانا (مفت) اور وَفْدٌ بمعنی

شاہی مہمان - ارشاد باری ہے،
 يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ الْاَرْضَ الْجَنَّةَ
 جس دن ہم پر ہیزگاروں کو اللہ کے سامنے (بطور)
 مہمان جمع کریں گے۔ (۱۹)

۴۷۔ مہینے

کے لیے شہر اور اشہر کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں (اور یہ دونوں لفظ شہر بمعنی مہینے کی جمع ہیں۔ یعنی ایک ہلال سے لے کر دوسرے ہلال تک کی درمیانی مدت)

۱۔ شہور؛ بمعنی کل مہینے۔ مہینوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد۔ ارشاد باری ہے؛
 اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللّٰهِ
 جس دن سے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا
 اَشْأَعَشْرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ
 اِسْمِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ
 اَلْاَرْضَ (۲۱)

۲۔ اشہر؛ بمعنی مقررہ مدت کے مہینے۔ ان کی تعداد بہر حال بارہ سے کم ہی ہوگی۔ جب عدد مذکور اور مفرد ہو تو اشہر استعمال ہوگا۔ اشہر جمع قلت کا وزن ہے جس کا اطلاق ۳ سے ۱۰ تک ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے؛

لِلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ مِنْ نِّسَائِهِمْ تَرَبُّصًا
 اَنْ يَّبْعَهُ اَشْهُرًا (۲۲)

ان لوگوں کے لیے جو اپنی بیویوں سے جدا رہنے کی
 قسم کھا بیٹھتے ہیں۔ چار ماہ انتظار کرنا ہوگا۔

۴۸۔ میخ

کے لیے دُسر اور اَفْتَاد کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ دُسر (واحد دَسَار) دُسر بمعنی نیزہ مارنا یا بیل ٹھونکنا۔ اور دَسَار بمعنی جہاز وغیرہ کی درز بند کرنے کے لیے پرانی رسیوں کی سُن۔ میخ (منجد) ارشاد باری ہے؛

وَحَمَلْنَاهُ عَلَىٰ ذَاتِ الْاَوْجَاعِ وَدُسِّرَ
 اور ہم نے نوح کو ایک کشتی پر جو تختوں اور میخوں سے
 تیار کی گئی تھی سوار کیا۔ (۲۳)

۲۔ اَفْتَاد (وَتَد کی جمع) وِتد بمعنی ٹھونٹی، ٹری میخ (پنجابی کلمہ) لکڑی کا ہو یا لوہے کا یا کسی دوسری چیز کا۔ اور وِتدان بمعنی کندھوں کے اٹھنے ہوئے حصے (صفت منجد) یعنی وِتد وہ چیز ہے جس کا کچھ حصہ باہر بھی نکلا ہوا ہو۔ اور وِتد بمعنی مضبوط کلمہ گاڑا اور وِتد بمعنی لکڑی کی میخ اور اَفْتَادُ الْاَرْضِ بمعنی پہاڑم (ق) ارشاد باری ہے؛

اَلَمْ يَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهَادًا ق

نہیں بنایا۔

وَالْجِبَالِ أَوْ تَادًّا (۱۰۱)

حاصل: وہ چھوٹی میخ ہے جو کسی چیز کی درز بند کرنے یا مضبوط بنانے کے ٹھونکی جاتی ہے اور دستہ اس بڑی میخ یا کلاہ کو رکھتے ہیں جس کا کچھ حصہ باہر بھی ہو۔ اور زیادہ حصہ زمین یا

کسی چیز کے اندر ہو۔ میدان کے لیے دیکھیے۔ "زمین اور اس کی اقسام"

میرے کے لیے دیکھیے۔ "پھل"

ن

۱۔ نا امید ہونا

کے لیے یَئِسَ اور اِسْتَايَسَ، قَنَطَ اور اَبْلَسَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ یَئِسَ، یعنی قطع الرجاء۔ (م۔ سل) یعنی کسی معاملہ کے متعلق امید کا ختم ہو جانا یا مایوس ہو جانا ہے اور یہ کئی آرزو کے وقت سے پہلے بھی ہو سکتی ہے اور بعد میں بھی (فتح ل ۲۰۲) ارشاد باری ہے،

اِنَّهُ لَا يَئِيْسُ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ (۱۳۳)

اور اِسْتَايَسَ یعنی کسی معاملہ سے متعلق آہستہ آہستہ توقعات کا ختم ہو جانا ہے۔ تجربہ کے بعد بالآخر مایوس ہو جانا۔ ارشاد باری ہے:

حَتّٰى اِذَا اسْتَايَسَ الرَّسُوْلُ وَاظْمَرُوْا اَنْهُمْ قَدْ كٰذَبُوْا جَاءَهُمْ ذِكْرُنَا۔ (۱۳۳)

ہوئے۔ تو اس وقت ان کے پاس ہماری مدد آ پہنچی۔

۲۔ قَنَطَ: یعنی بھلائی سے مایوس ہونا۔ اَس تُوڑ بیٹھنا (مفت) اور قنوط یعنی اَشَدُّ مَبَالِغَةِ يَمِيْنِ الْيَئِيْسِ (فتح ل ۲۸۳) یعنی انتہائی مایوسی کو کہتے ہیں۔ اور قنوط صفت یا قنوطی ایسے شخص کو کہتے ہیں جو ہر معاملہ میں تاریک پہلو اور اس کے نقصانات کو دیکھ کر غمناک رہنے کا عادی ہو اور اچھے پہلوؤں

پر کم ہی غور کرتا ہو۔ ارشاد باری ہے:

لَا يَشْعُرُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَاۗءِ الْخَيْرِ وَاِنْ مَسَّهُ الشُّرُوْبُ فَيَقُوْبُ قَنُوْطًا۔ (۳۱۹)

انسان بھلائی کی دعائیں کرتا تو تھکتا نہیں۔ اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو نا امید ہو جاتا اور اُس تُوڑ بیٹھتا ہے۔

۳۔ اَبْلَسَ: یعنی سخت مایوسی کے باعث غمگین ہونا (مفت) اور بمعنی بے خیر ہونا۔ غمگین اور شکستہ دل ہونا (مخبر) جب مایوس ہو جانے کی وجہ سے غم لاحق ہو جائے تو اس لفظ کا استعمال ہوگا۔ اور شیطان کو بھی ابلیس اسی لیے کہا گیا کہ وہ خدا کی رحمت سے مایوس اور شکستہ دل ہو چکا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَ اِنْ كَا نُوْا مِنْ قَبْلٍ اَنْ نُّنَزِّلَ عَلَيْهِمْ

اور بارش کے نزول سے پہلے تو وہ نا امید ہو

چلے تھے۔

مَنْ قَتَلَهُ كُفْلَيْنِ (۳۶)

حاصل: (۱) یاس: مایوس ہونا، ناامید کے معنوں میں عام ہے۔ ایسا ایس: آہستہ آہستہ امید منقطع ہو جانا۔ (۲) قنط: بھلائی کے پہلو سے ناامید ہونا یا رہنا۔ یاس سے اگلا درجہ سخت مایوسی۔

(۳) ابلس، ایسی ناامیدی جو غم میں مبتلا کر دے۔

نا انصافی کرنا کے لیے دیکھیے۔ ”بے انصافی کرنا“

۲۔ ناپاک

کے لیے رَجِسٌ، خَبِيثٌ اور نَجَسٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
۱۔ رَجِسٌ، گندگی کے معنوں میں بھی آتا ہے (تفصیل ”گندگی“ کے تحت دیکھیے) اور ناپاک کے معنوں میں بھی۔ اور اس سے مراد ایسی چیزوں کی نجاست ہے جسے شریعت نے حرام یا ناپاک قرار دیا ہے خواہ یہ مادی ہوں یا معنوی۔ ارشاد باری ہے:

فَاعْرِضْهُمُ افْعَنْهْمُ رَجِسٌ مِّمَّ
مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ (۹۵)

سوان منافقوں کی طرف التفات نہ کرو وہ ناپاک لوگ ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

۲۔ خبیث: بمعنی ناپاک اور گندہ (ضد طیب) یہ لفظ مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مادی معنوں میں اس سے مراد ردی اور ناکارہ چیز ہے۔ خبیث الحدید بمعنی لوہے کا میل۔ علاوہ ازیں یہ لفظ غلاظت، گلی سٹری اور بدبودار چیزوں کے لیے بھی آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا تَبَيَّنُوا الْحَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ
وَكُنْتُمْ بِالْخَبِيثِ بِلَا أَنْ تُنْفِقُوا
فِيهِ (۲۶۷)

اور جو تم (خدا کی راہ میں) خرچ کرو تو اس میں کسی گندی اور ردی چیز کا قصد نہ کرو جسے تم خود بھی لینا گوارا نہ کرو آئیے کہ چشم پوشی کر جاؤ۔

اور معنوی استعمال ہو تو خبیث سے مراد وہ شخص ہے جس کی طبیعت فحاشی کی جانب مائل ہو، یا شرارت پسند ہو۔ ارشاد باری ہے:

الْحَبِيثَاتُ لِلْحَبِيثِينَ وَالْحَبِيثُونَ
لِلْحَبِيثَاتِ (۲۶۳)

ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیے۔

۳۔ نَجَسٌ، یہ لفظ بھی ظاہری اور باطنی نجاست دونوں طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ ذَاؤُ نَجَسٍ وَ نَجَسٌ بمعنی لاعلاج بیماری۔ اور نَجَسٌ الصَّبِيّ نظر بد سے بچانے کے لیے بچے کے گلے میں تعویذ وغیرہ لگانا۔ اور نَجَسٌ بمعنی تعویذ کرنے والے لوگ (منجہ) اس لفظ کا مادی استعمال (ضد طاہر اور طہور) قرآن میں نہیں ہے۔ اور جب معنوی استعمال ہو تو اس سے مراد کفر و شرک کی ایسی پلیدی ہے جو علاج مرض کی صورت اختیار کر جائے۔ ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ
نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ
بَعْدَ عَابِهِمْ هُدًى (۱۸)

لے ایمان والو! یہ مشرک لوگ ناپاک ہیں۔ سو یہ لوگ اس
سالِ رواں کے بعد مسجدِ حرام کے قریب نہ چلیں۔

حاصل: (۱) ریجنس، شریعت کی بتلائی ہوئی ناجائز چیزیں

(۲) خبیثت، رذی اور گندی چیزیں۔ اور ایسے لوگ جن کی طبیعت فحاشی کی جانب مائل ہو۔

(۳) نجس، کفر و شرک کے عقائد میں ملوث لوگ جن کا مرض لاعلاج ہو چکا ہو۔ اور وہ چیزیں جن کی نجاست صرف
طور پر شریعت بتلا دی ہے۔

۳۔ ناپسندیدہ

کے لیے مکروہ، إِذَا، مُنْكَرٌ، اِمْرٌ، مَذْمُومٌ اور مَذْمُومَاتٌ کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔
۱- مَكْرُوهٌ، گورہ، یعنی کسی چیز کو ناپسند کرنا۔ اور مکروہ یعنی ہر وہ بات جو سلیم طبیعت کو ناگوار ہو اور طبیعت
اس سے بیزار ہو (غیر مقبول) ارشادِ باری ہے:

اَيُّحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ
مَيْتًا ذَكَرَهُ مَتَّوٰه (۴۴)

کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مردہ
بھائی کا گوشت کھائے۔ یقیناً تم اس سے کراہت کر گئے

پھر کچھ باتیں ایسی ہیں جو بظاہر قابلِ نفرت معلوم ہوتی ہیں مگر حقیقتاً وہ مبنی بر مصلحت ہوتی ہیں۔
ایسی باتوں کی نشاندہی شریعت نے فرمادی ہے جیسے فرمایا:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كَرْهٌ لَّكُمْ
وَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ
خَيْرٌ لَّكُمْ (۲۱۷)

تم پر قتالِ نبی سبیلِ اللہ فرض کیا گیا جو تمہیں ناگوار ہے
کچھ عجب نہیں کہ ایک جھگڑا نہیں بڑی لگے مکروہ تمہارے
حق میں بہتر ہو۔

گو یا مکروہ وہ چیز ہے جو عقل اور شریعت دونوں کی رُو سے ناپسندیدہ ہو۔ (صفت قرآن میں ہے)
كُلُّ ذَلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ
مَكْرُوهًا (۲۱۷)

ان سب بیان کردہ عادتوں کی برائی تیرے پروردگار
کے نزدیک بہت ناپسندیدہ ہے۔

۲- إِذَا: یعنی نہایت ہی ناپسندیدہ بات جس سے ہنگامہ برپا ہو جائے۔ اور اِدْبِدٌ یعنی شور۔ ہنگامہ
(صفت) اور اِذَا الامر یعنی کام کا بلو جھل اور دُشْوَارٌ ہونا۔ اِدْبِدٌ یعنی شور اور اِذَا یعنی مصیبت
ہونا ک واقعہ۔ دُشْوَارٌ کام (مخبر) یعنی ایسی ناپسندیدہ بات جو ہنگامہ خیز ہو۔ ارشادِ باری ہے:
وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا لَقَدْ
جِئْتُمُو شَيْئًا إِذَا (۸۸-۸۹)

اور کہتے ہیں کہ خدا کا بیٹا ہے یہ تو تم بہت ہی بڑی
بات (زبان پر) لاتے ہو۔

۳- منکر، ہر انجھی، اچنبھا بات، انکار کی ضد عرفان اور منکر کی ضد مفروض ہے، یعنی منکر ہر وہ بات ہے جسے
معاشرہ قبیح خیال کرتا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَسْتَ تَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ
مَحْكَمَةٌ دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وَيَا مُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ
نیک کی طرف بلائے۔ اچھے کام کرنے کا حکم دے اور

عَنِ الْمُنْكَرِ (۲۳)
بڑے کاموں سے روکے۔

پھر شریعت نے منکرات کو بھی محض معاشرہ کی پسند اور ناپسند پر نہیں چھوڑا بلکہ جہاں ہمیں کوئی غلط اور ناجائز بات معاشرہ میں رواج پاگئی ہو اور معاشرہ اسے قبیح خیال نہ کرتا ہو اس کی بھی شریعت نے اصلاح فرمادی۔ ارشاد باری ہے:

وَتَأْتُونَ فِي قَادِيكُمُ الْمُنْكَرَ (۲۴)
اور تم اپنی مجلسوں میں ناپسندیدہ کام کرتے ہو۔

۴۔ امر: یعنی ہر غلط عقل اور غلط شرع بات (منکر) بمعنی مُنْكَرٌ عَظِيمًا (م-ق) اور اَلْأَمْرُ

کسی معاملہ یا بات کا حد سے بڑھ جانا (صفت) انتہائی غیر معقول بات۔ ارشاد باری ہے:

قَالَ أَعْرَفْتَهَا لَتُعْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ
موسیٰ نے کہا کیا آپ نے مثنیٰ کو اس لیے توڑ چھوڑ کیا

جِدْتِ سَيِّئًا إِمْرًا (۱۱)
کہ سواروں کو غرق کر دیا تو آپ نے بہت ناپسندیدہ کام کیا۔

۵۔ مَذْمُومٌ اور مَذْمُومٌ، ذَمٌّ اور ذَمٌّ دونوں کے ایک ہی معنی ہیں یعنی کسی چیز کو حقیر اور مذموم

کہنا (نا صفت) ذَمٌّ میں دو باتیں بنیادی ہیں (۱) کراہت اور (۲) عیب (م-ل) اور کجی عیب

لگانا۔ حقارت کرنا۔ رسوائی کرنا۔ اور ذَمٌّ (صند حکمہ اور مَدْحٌ) یعنی کسی کے عیب بیان کرنا، خواہ وہ

اختیاری ہوں یا اضطراری (صفت)۔ منکر (منکر) ارشاد باری ہے:

قَالَ أَخْرِجْ مِنْهَا مَذْمُومًا
اللہ تعالیٰ نے فرمایا نکل جا یہاں سے پاچی مرد۔

(۱۲)

۶۔ اُتٌ، اصل میں ہر گندی اور قابل نفرت چیز کو کہتے ہیں مثلاً میل ٹھیل اور ناخن کا تراش وغیرہ۔ مگر

معاورۃً یہ لفظ کسی بری چیز سے اظہار نفرت کے لیے بولا جاتا ہے (صفت) قرآن میں ہے:

أُتٌ لَكُمُ، وَلَيْسَ تَعْبُدُونَ مِنْ
تق ہے تم پر اور ان پر بھی جنہیں تم خدا کے ہوا

دُوتِ اللہ (۱۱)
پوجتے ہو۔

(۱) مَذْمُومٌ: وہ بات جسے سلیم طبیعت ناپسند کرے۔

(۲) اِذٌ: سخت ناپسندیدہ بات جو منکر برپا کرے۔

(۳) مُنْكَرٌ: وہ بات جسے معاشرہ قبیح خیال کرے۔

(۴) اِمْرٌ: انتہائی غیر معقول بات۔

(۵) مَذْمُومٌ: یعنی کسی عیب کی بنا پر ناپسندیدہ۔

(۶) اُتٌ: کلمہ کراہت و نفرت۔

۴۔ نادان

کے لیے جاہل اور سفہاء کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- جاہل ضد عالم (بے علم۔ ناواقف جہل یعنی انسان کا ذہن علم سے خالی ہونا۔ اس کی وجہ سے خواہ کچھ ہو (مفت) یہ لفظ عام ہے۔ قرآن میں ہے:

يَحْسَبُونَ الْجَاهِلَ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعْقُفِ (۲/۲۶)

ان کے مانگنے سے پرہیز کی وجہ سے ناواقف آدمی انھیں غنی خیال کرتا ہے۔

۲- سُمَّاءُ: (واحد سُمَّيْتَه) سفہ ضد جلعو یعنی (۱) کم عقل اور (۲) پست اخلاق والا ہونا (م۔ ل) اور سُمَّيْتَه یعنی ایسا جاہل جو عقل کی کمی کی وجہ سے کچھ سیکھنے یا علم حاصل کرنے سے قاصر رہے۔ اور اخلاق کا بھی پست ہو۔ یعنی نہ جاننے یا سمجھنے کے باوجود اعتراض کرنا اس کا شعار ہو۔

عَدِيمُ الْعِلْمِ (م۔ ق) احمق۔ ارشاد باری ہے:

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَقْلًا عَنْ قِبَلَتِهِمْ اَلْحَىٰ كَانُوا عَلِيمًا (۱۱۱/۱۱)

اب احمق لوگ نہیں گے کہ مسلمان جس قبلے پر (پہلے سے چلے آتے) تھے اب اس سے کیوں نہ پھیر بیٹھے۔

ناراض کرنا۔ دیکھیے ”غصۃ دلائل“

۵۔ ناراضگی

کے لیے سَخَطٌ، ضِعْنٌ اور عَيْلٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- سَخَطٌ: یعنی ناراض مندی۔ ناپسندیدگی (ضد رضوان یعنی رضامندی اور خوشنودی) اور سَخَطٌ بمعنی مرضی کے خلاف کام پر ناخوش ہونا۔ خفا ہونا۔ ارشاد باری ہے:

فَاِنْ اَعْطَوْا مِنْهَا رِضْوَانًا وَاِنْ لَمْ يَنْطَلِقُوا مِنْهَا اَرَادَ اَهُمْ سَيَّئِسَ ظُورًا (۱۱۱/۱۱)

اگر اس (مال) میں سے انھیں (خاطر خواہ) مل جائے تو خوش ہو گئے ہیں اور اگر (اس قدر) نہ ملے تو بھٹ خفا ہو جاتے ہیں۔

۲- ضِعْنٌ: بمعنی حقد یا کینہ (مخبر) یعنی ایسی ناراضگی جس کو انسان دل سے نہ نکالے۔ ارشاد باری ہے:

اَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ اَنْ لَنْ يُخْرِجَ اللهُ اَصْحَابَهُمْ (۱۱۱/۱۱)

کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے یہ خیال کیے ہوتے ہیں کہ خدا ان کے کینوں کو ظاہر نہیں کرے گا؟

۳- عَيْلٌ: بمعنی (۱) کینہ کی شدت۔ تیر۔ پوشیدہ دشمنی (مفت) اور عَيْلٌ بمعنی (۲) چوری اور خیانت کرنا۔ تھی طور پر کسی چیز کو اٹھا کر اپنے اسباب میں رکھ لینا (م۔ ق) اور عَيْلٌ بمعنی کینہ۔ کھوٹ (مخبر) ارشاد باری ہے:

وَتَرَكْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ شَيْءٍ عَيْلًا (۱۱۱/۱۱)

اور جو کینے ان کے دلوں میں ہوں گے ہم سب نکال ڈالیں گے۔

(۱) سَخَطٌ: ناراضگی۔ (۲) ضِعْنٌ: ایسی ناراضگی جو کوئی دل میں چھپاتے رکھے۔

حاصل: (۳) عَيْلٌ: ناراضگی جو دشمنی کی حد تک پہنچ جائے اور دل میں چھپائی جائے۔

۶۔ ناشکر

کے لیے کَفُورٌ اور کَشُودٌ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ کَفُورٌ، کَفَرًا خدا سے انکار کرنا (۲۱) خدا کی نعمتوں سے انکار کرنا۔ کفرانِ نعمت کرنا۔ خدا کا انکار کرنے والے کے لیے کاہن اور اس کی نعمتوں کا انکار کرنے والے کے لیے کَفُورٌ یا کَفَّار کے الفاظ بالعموم استعمال ہوتے ہیں اھد شاہ کرا اور شاکر (ارشاد باری ہے؛

إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا
فَوَيْلٌ لِلْكَافِرِينَ (۲۱) ہم نے انسان کو راستہ سمجھا دیا ہے اب چاہے تو شکر گزار بن جائے اور چاہے تو ناشکر۔

۲۔ کَشُودٌ، كَنَدَ یعنی ناشکری کرنا اور کَشُودٌ ایسے ناشکرے کو کہتے ہیں جو مصائب و مشکلات کا تو ہر دم ذکر کرتا رہے مگر خدا کے انعامات کا بھی نام تک نہ لے۔ ناشکر گزار۔ بیخبل۔ نمک حرام (منجد۔ م۔ ق) ارشاد باری ہے؛

إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ (۲۱) بیشک انسان اپنے پروردگار کا احسان ناشناس (اور ناشکر) ہے۔

کَفُورٌ: احسان ناشناس ہے جبکہ کَشُودٌ احسان ناشناس ہونے کے علاوہ ہر وقت شاکر بھی رہتا ہے۔

۷۔ نافرمانی کرنا

کے لیے عَصَى، سَقَّ اور فَجَّر کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ عَصَى، بمعنی حکم نہ ماننا۔ نافرمانی کرنا (منجد) کسی بھلائی کی بات کی تعمیل نہ کرنا (صفت) خواہ یہ دانستہ ہو یا نادانستہ۔ اور عَصِيَانٌ بمعنی نافرمانی (۲۱) اور عَصَاہِ بمعنی نافرمان۔ اور عَصِيَانًا بمعنی بہت نافرمان (۱۹) قرآن میں ہے؛

وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى (۲۱) آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی سو وہ بے راہ ہو گیا۔

۲۔ سَقَّ، بمعنی حق و اصلاح کے راستہ سے ہٹ جانا۔ بدکار ہونا (منجد) اطاعت سے باہر نکل جانا (م۔ ل) فَاسِقٌ کا لفظ عادی نافرمان کے لیے بولا جاتا ہے۔ اور فسق کا لفظ ہر چھوٹے بڑے گناہ کے ارتکاب پر بولا جاتا ہے۔ شرعی احکام کا خیال نہ رکھنے والا (صفت) تاہم ان شخص گناہ کو گناہ ضرور سمجھتا ہے (صفت) ارشاد باری ہے؛

أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا - بھلا جو مومن ہو وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو

نافرمان ہو۔؟ (۲۱)

۳۔ فَجَّرَ: بمعنی کسی چیز کو وسیع طور پر بھارتا اور ناجو محضی دین کی پروردہ دری اور نافرمانی کرنے والا

بدکار۔ بدکردار۔ جو گناہ کرتا جائے اور تائب نہ ہو (معص) بد معاش۔ اور فحش اور فحش یعنی گناہوں میں منہک زانی (مخدر) اور فحش یعنی ڈھٹائی کرنا۔ اور فاجس ایسا گناہ ہے جو گناہ کو گناہ بھی نہ سمجھے قرآن میں ہے:

إِنَّكَ إِن تَذَرَهُمْ قَبْلَ إِصْلَاحِ عِبَادِكَ وَ
لَا يَلِيكَ وَالْآفَاقِ جَزَاءً كَذَابًا ﴿١٤﴾
(اے اللہ) اگر تو انہیں چھوڑ دے گا تو میرے بندوں کو
گمراہ کریں گے اور ان سے جو اولاد ہوگی وہ بھی بدکار
اور ناشکر گزار ہوگی۔

ماحصل (۱) عاصی، جو کبھی کبھار کسی حکم کی تعمیل نہ کرے۔ خواہ یہ دانستہ طور پر ہو یا نادانستہ۔
(۲) فاسق، جو گناہوں کو اپنا شعار بنالے اور توبہ نہ کرے۔ تاہم گناہوں کے کاموں کو گناہ سمجھتا ضرور ہو۔
(۳) فاجس، وہ شخص ہے جو پوری طرح گناہوں میں ڈوب جائے۔ اور گناہ کو گناہ بھی نہ سمجھے نہ توبہ کی طرقت آتی ہو

ناقص۔ دیکھیے۔ ردی

۸۔ ناک

کے لیے آذف اور خُرطوم کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔
۱۔ آذف، بمعنی ناک۔ معروف عضو بدن۔ ناک چونکہ باہر نکلی ہوتی ہے اس لیے کئی چیز کے باہر نکلنے
جسے کو بھی آذف کہہ دیتے ہیں۔ جیسے اذف الجبل بمعنی پہاڑ کا باہر نکلا ہوا حصہ (معص)
قرآن میں ہے:

وَالْعَيْنِ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ ﴿٥﴾
۲۔ خُرطوم، بمعنی ہاتھی کی سونڈ۔ اور بمعنی لمبی ناک جس کا اگلا حصہ پنجے تک آتا ہو۔ اور خُرطوم
بمعنی ناک اونچی کرنا غضبناک ہونا۔ مجبوز کرنا (ج خراطیعو) اور خراطیعو القوم بمعنی قوم کے سردار
اور منگبر لوگ (مخدر م۔ ق) ارشاد باری ہے:

إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ
الْأُولَٰئِينَ۔ سَنَسِفُهُ عَلَى الْخُرطوم۔
جب اس کو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتی جاتی ہیں تو
کہتا ہے کہ یہ انکوں کے افسانے ہیں۔ ہم غمخیز
اس کی ناک پر داغ لگائیں گے۔
(۱۶-۱۷)

ماحصل (۱) آذف۔ ناک۔ معروف عضو بدن (۲) خُرطوم۔ لمبی اور نیچے کو بڑھی ہوئی ناک یا کسی بڑے اور
منگبر آدمی کی ناک۔

ناگوار۔ دیکھیے بڑا لگنا

۹۔ نام۔ نام رکھنا

کے لیے اور اسد اور سٹی، لَقَب، تَبْزُور اور تَلَان کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- اسم (سمو) بمعنی کسی چیز کا نام۔ سمو بمعنی بلندی۔ اور اسم کو اسم اس لیے کہتے ہیں کہ اس سے اس چیز کی معرفت حاصل ہوتی اور اس کا ذکر بلند ہوتا ہے (معنی) (ج اسمیلا) ارشاد باری ہے:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا (۲۱)

اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھائیے

۲- اور سبھی بمعنی نام رکھنا۔ اور اس نام رکھنے میں اس چیز کی صفات کو ملحوظ رکھنا یا اسم باسمی ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ قرآن میں ہے:

أَتَجَادُّ لُونِي فِي أَسْمَاءِ سَمِيَّتِ مُحَمَّدًا

أَنْتُمْ وَأَبَاءُكُمْ (۶)

کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں۔

اور سَمِيَّتًا بمعنی ہم نام۔ ارشاد باری ہے:

إِسْمُهُ يَحْيَى لَمْ نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ

سَمِيًّا (۱۹)

اس کا نام یحییٰ ہوگا۔ اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی شخص پیدا نہیں کیا۔

۲- لقب، اصل نام کے علاوہ ایسا نام جس میں سبھی کی صفات کو ملحوظ رکھا گیا ہو (معنی) جیسے مسیح حضرت عیسیٰ کا لقب ہے جنھوں نے ساری زندگی سیاحت میں گزار دی اور متاثر زندگی کو اختیار نہ کیا۔ ارشاد باری ہے:

إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ

يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ

عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ (۲۳)

اور جب فرشتوں نے مریم سے کہا۔ خدا تمہیں اپنی طرف سے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا۔

اس آیت میں مسیح لقب ہے۔ عیسیٰ اصل نام اور ابن مریم نسب ہے۔ جو باپ نہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ماں کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

۳- تَبَرَّ، التَّبَرُّ بھی لقب ہی متم ہے مگر اس میں کسی شخص کی بُری صفات کو پیش کیا جاتا ہے خواہ وہ اس میں موجود ہوں یا نہ ہوں اور خواہ یہ نسب سے تعلق رکھتی ہوں یا اخلاق سے۔ اور نیز بمعنی کسی کا بُرا نام یا لقب رکھ دینا (معنی) منجھد) ارشاد باری ہے:

وَلَا تَنَابَرُوا بِالْأَلْقَابِ (۴۹)

اور ایک دوسرے کا بُرا نام نہ رکھو۔

۴- فُلَانٌ (مَرْنُثٌ فُلَانَةٌ) اسم کے قائم مقام آتا ہے۔ لہذا جب ذوی العقول کے لیے آئے تو ال داخل ہو سکتا ہے۔ کہتے ہیں رَكِبْتُ الْفُلَانَ میں نے فلال جانور (نر) پر سواری کی اور حَلَبْتُ الْفُلَانَةَ میں نے فلال جانور (مادہ) کا دودھ دوہا۔ قرآن میں ہے:

يُوَيْلَتِي لَيْتَنِي لَمْ آتَخِذْ فُلَانًا

هَاتِي شَارْتًا! كَاشٍ فِي فُلَانٍ شَخْصٌ كُوَدِدْتُ نَهْ

خَلِيلًا (۲۵)

بنا۔

ماحصل ۱) اسم، کسی چیز کا نام جو تعارف کے لیے رکھا جائے۔ (۲) لقب، صفاتی اور تشبیہی نام۔ (۳) نسب، کسی کا بُرا نام رکھ دینا۔ (۴) فلال، کسی شخص کا نام لینے کی بجائے فلال کہہ دینا۔

۱۰۔ نامبارک

کے لیے مَشْتَمَةٌ، نَحْسٌ اور حُسُومٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ مَشْتَمَةٌ، مَشْتَمٌ بمعنی نامبارک اور منخوس ہونا اور شَاءَمَ بمعنی باتیں طرف لینا (منجد)، مَشْتَمٌ کی ضد یَمَنٌ ہے۔ یمن کا معنی دائیں طرف یا دایاں ہاتھ ہے اور برکت بھی۔ شَاءَمَ سے مصد شامت ہے۔ اور شامت اعمال معروف لفظ ہے۔ اور مَشْتَمَةٌ یعنی نامبارک اور باتیں جانب والا گویا شاعر وہ نامبارک کی ہے جو انسان کے اپنے اعمال کے نتیجہ میں ظاہر ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ (۹۱)

اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو نہ مانا وہی نامبارک (بدبخت) ہیں۔

۲۔ نَحْسٌ (ضد سعد) اور سَعَدٌ بمعنی خوش نصیبی اور حصولِ خیر میں امورِ الہیہ کا انسان کے لیے مرد و معالک ہونا ہے (مفت۔ م۔ ل) اور نَحْسٌ ایسی نامبارکی کو کہتے ہیں جو مشیتِ الہی کے تحت ہر۔ اور نَحْسٌ بمعنی بدبختی یا بدبخت ہونا۔ اہل نجوم کی اصطلاح میں نَحْسَانٌ زحل اور مریخ کو کہتے ہیں اور سَعْدَانٌ مشتری اور زہرہ کو (منجد) ارشاد باری ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُّسَوِّمٍ (۵۴)

اور ہم نے قوم عاد پر ایک سخت منخوس دن میں مٹانے کی سرد ہوا چلائی۔

۳۔ حُسُومٌ، ایسی نحوست جو لگاتار جاری رہے یہاں تک کہ کسی چیز کا نام و نشان مٹا دے۔ (تفصیل کے

لیے دیکھیے لگاتار) ارشاد باری ہے:

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ نِسَالٍ وَ تَمِينَةَ آيَاتِهِمْ حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَى (۲۱)

اللہ تعالیٰ نے ان پر بارِ مصر صحر کی سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار چلائے رکھا۔ (اے مخاطب) تو اس قوم کو مٹا پڑا دیکھیے۔

ماحصل: (۱) شامت، وہ نحوست یا نامبارکی یا بدبختی جسے میں انسان کے اپنے اعمال کو زیادہ دخل ہو۔ (۲) نحوست، وہ جس میں مشیتِ الہی کو زیادہ دخل ہو۔ اور (۳) حُسُومٌ ایسی نحوست جو لگاتار جاری رہے تا آنکہ نام و نشان مٹا دے۔

نیز دیکھیے۔۔۔ بدبختی

۱۱۔ نجات پانا

کے لیے نَجَاتٌ اور نَجَاتٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ نَجَاتٍ: یعنی کسی مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرنا۔ ربانی پانا۔ کسی بھی صورت میں ہو۔ اس کا استعمال عام ہے۔ ارشاد باری ہے،

وَقَالَ الَّذِينَ يَحْمِلُونَ صِمَامًا وَإِنَّ كُنْتُمْ لَمِنَ
أُمَّةٍ (۱۲/۱۵)

لگا اور اسے مدت کے بعد بات یاد آگئی۔

۲۔ نَزَا: یعنی کسی مصیبت سے نجات پانا اور محبوب چیز تک پہنچنا (فصل ۱۲/۱۲) سلامتی کے ساتھ بھلائی حاصل کر لینا (صفت) ارشاد باری ہے،

فَمَنْ زَحْزَحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ
الْجَنَّةَ فَقَدْ نَزَا (۱۸/۵)

جو شخص آگ (دوزخ) سے دور رکھا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ نجات پا گیا۔

پھر قاتر کا لفظ لغت اصدا سے بھی ہے۔ فوز یعنی نجات پانا بھی اور ہلاک ہونا بھی فَوْزُ الْجَنَّةِ یعنی آدمی مر گیا۔ اور مفازا یعنی نجات کا سبب، کامیابی کی جگہ یا کامیابی کا سبب، ہلاکت کی جگہ یا ہلاکت کا سبب (مخبر-م-ل) ارشاد باری ہے،

فَلَا تَحْتَسِبْنَهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ
الْعَذَابِ وَأَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (۳۱/۸)

ان کی نسبت یہ خیال نہ کرنا کہ وہ عذاب سے چھوٹ جائیں گے اور ان کے لیے بُرا عذاب ہے۔

اس آیت میں مفازا کا لفظ ہلاکت کی جگہ اور اس کے سبب کا معنی دے رہا ہے۔

ماہصل: نجات کا لفظ صرف کسی مصیبت کے چھوٹنے کے لیے آتا ہے جبکہ ناز کا لفظ کسی مصیبت سے چھوٹنے کے ساتھ ساتھ کسی مرغوب چیز سے ہٹنا بھی ہونے کے لیے آتا ہے۔

۱۲۔ نذر و نیاز

کے لیے نَذْر اور قُرْبَان کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ نَذْر (ج نذروں)۔ معنی کسی حادثہ کی وجہ سے غیر واجب چیز کو اپنے اوپر واجب کر لینا۔ اور نَذْر بمعنی نذریا منت ماننا اگر چالیسی نذروں یا حالات سے مشروط ہوتی ہے۔ تاہم اس نذریا منت کی ادائیگی لازم اور واجب ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے،

ثُمَّ لِيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلِيُؤْتُوا
نَذْرَهُمْ (۲۲/۹)

(حاجی لوگ قربانی کرنے کے بعد) چاہیے کہ اپنا میل دُور کریں اور نذریں پوری کریں۔

۲۔ قُرْبَان، قربان الملك بمعنی بادشاہ کا ندیم۔ اور قربان ہر وہ چیز ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا مقصود ہو۔ خواہ یہ ذبیحہ ہو یا اور کچھ (مخبر) اور ہر قسم کی نذروں یا قربانی غیر اللہ کے لیے حرام ہے کیونکہ یہ بھی مالی عبادت ہوتی ہے (لیکن مشرکین اللہ کے سوا دوسروں کو بھی، جنہیں وہ قابل احترام سمجھیں، نذروں یا قربانی وغیرہ پیش کرتے ہیں) قرآن میں ہے،

إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا

جب دونوں (ہابیل اور قابیل) نے (مذاکر) قربانیں

وَلَقَدْ مَيَّعْتَل مِنَ الْآخِرِ (۵/۲۷) کچھ نیازی چڑھا میں تو ایک کی نیاز تو قبول ہو گئی اور دوسرے کی نہ ہوئی۔

ماصل : ۱۔ نذر، اپنے اوپر واجب کی ہوئی مشروط نیاز۔ منت۔
۲۔ قربان، جو نیاز محض اللہ کی خوشنودی اور تقرب کے لیے دی جائے۔

۱۳۔ نرم ہونا۔ کرنا

کے لیے لَانَ (لین) اور اَلَانَ، اَذَهْنَ، اَهُ (اوه) اور تَلَطَّفَ کے الفاظ قرآن حکیم میں آئے ہیں۔
۱۔ لَانَ: یعنی نرم ہونا۔ لین کی ضد خشونت ہے (م۔ ل) یعنی کسی چیز کا چکدار ہونا۔ اور قَوْلًا لَيْتًا بمعنی نرم بات (۲۴/۲۴) کو یا اس لفظ کا استعمال مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:
فَعَزَّزَلْنَاهُ جُلُودَهُمْ وَقَلُّوْا بِهِمْ اِلٰى طَرَفٍ مِّنْهُم (۳۹/۳۹) پھر ان کی جلدیں اور ان کے دل نرم ہو کر (مگر) خدا کی یاد کی طرف (متوجہ) ہو جاتے ہیں۔

اور نرم کرنا کے لیے اَلَانَ آئے گا۔ ارشاد باری ہے:

وَاَلْنَا لَهُ اَلْحَدِيْدَ اِنْ اَعْمَلَ سِيْئٰتٍ مِّنْ قَبْلُ فِي السَّرِيْرِ (۲۲/۲۲) اور داؤد کے لیے ہم نے لوہا نرم کر دیا کہ کفارہ زرہیں بناؤ اور کڑیوں کو اندازہ سے جوڑو۔

۲۔ اَذَهْنَ، دُهْن بمعنی تیل، روغن، چکمانی۔ اور اَذَهْنَ بمعنی تیل لگا کر کسی چیز کو نرم کرنا۔ اور جب اس کا معنوی استعمال ہو تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ دل میں تو کچھ اور بات ہو مگر بہ تکلف زبان سے نرمی اختیار کر کے مخاطب کو دھوکا دیا جائے۔ ڈھیلا پڑنا۔ چا پلوسی کرنا۔ منافقت برتنا (م۔ ق) ارشاد باری ہے:

وَدُوْرًا لَّوْنَتْ لَهُمْ فَيُدْهِمُوْنَ (۶/۶) یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ نرمی اختیار کریں تو یہ بھی نرم ہو جائیں۔

۳۔ اَهُ، یعنی آہیں بھرنا (بیماری میں) اور افسوس کا اظہار کرنا۔ اور اَذَاهُ بمعنی نرم دل۔ رقیق القلب۔ دُعا کے ساتھ آہ وزاری کرنے والا (م۔ ق) ارشاد باری ہے:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَآوَاكُ حٰلِيْمًا (۱۱۳/۱۱۳) بلاشبہ ابراہیم پرے نرم دل اور بڑے بُدبارتھے۔

۴۔ تَلَطَّفَ: لَطْف بمعنی (۱) چھوٹی چھوٹی باتوں کو جاننا اور اس کا خیال رکھنا اور (۲) اس کے مضمر پہلو کا ازالہ کرنا (دیکھیے مہربان) اور تَلَطَّفَ بمعنی کسی کام کے کرنے میں احتیاط اور نرمی کا پہلو اختیار کرنا۔ قرآن میں ہے:

فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلِيَتَلَطَّفَ تُوْرًا لَّوْنَتْ لَهُمْ فَيُدْهِمُوْنَ (۱۱۳/۱۱۳) تو اس میں سے تمہارے پاس کھانا لائے اور نرمی سے آجائے اور تمہارے حال سے کسی کو کچھ نہ چمکائے۔

ماصل : ۱۔ لَانَ، کسی چیز کو نرم اور چکدار ہونا۔ (۲) اَذَهْنَ، مہنت یا چا پلوسی کرنا۔ ازراہ تصنع بخلان باطن

زنی برتنا۔ (۲) دل کا نرم یعنی رقیق القلب ہونا
(۲) تَلَطَّفَ، کسی کام کے کرنے میں احتیاط اور نرمی کا پہلو اختیار کرنا۔

۱۴۔ نزدیک ہونا کرنا

کے لیے کَادَ (کود)، قَرَّبَ، ذَلَّى، اَزَلَّتْ اور زَلَّتْ، قَابَ، اِقْتَرَنَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
۱۔ کَادَ، بمعنی کسی کام کے کرنے کے قریب ہونا (ممت) اور بمعنی کوئی کام کرنے پر آمادہ تو ہوا مگر کیا نہیں
(م-ق) یہ افعال متقاربہ سے ہے اور اپنے ساتھ ایک اور فعل چاہتا ہے۔ صرف باضی اور مضارع استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے،

يَكَادُ الْبَرُّ يُنْحَطُّ اِقْصَارَهُمْ (۱۴)
قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھوں (کی بصارت) کو
اچک لے جائے۔

۲۔ قَرَّبَ: نزدیک ہونا (ضد بَعَدَ) اس لفظ کا استعمال عام ہے یعنی فاصلہ، مدت، نسب اور منزلت
سب چیزوں کی نزدیکی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اب مثالیں ملاحظہ فرمائیے،
(۱) فاصلہ کی نزدیکی کے لیے:

اَوْحَلَّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ (۱۳)
یا کوئی آفت ان کے مکانات کے قریب نازل ہوئی
رہے گی۔

(۲) فاصلہ کی نزدیکی کے لیے،
وَلَا تَقْرُبُوْهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهَرْنَ۔
جب تک تمہاری عورتیں حیض سے پاک نہ ہو جائیں
ان کے قریب نہ جاؤ۔ (۲۲۲)

(۳) نسب کی نزدیکی کے لیے،
لَا تَقْرُبُوْا اٰلِهٖ قَرِيْبًا وَّلَا تَوَكَّلُوْا
ہم اس شہادت کا کچھ عوض نہیں لیں گے اگرچہ
ہمارا رشتہ دار ہی ہو۔ (۱۰۶)

(۴) منزلت کی نزدیکی کے لیے،
وَاَنْ تَعْبُوْا اَقْرَبَ لِلتَّقْوٰی (۲۳۷)
منزلت اور وقت کی نزدیکی کے لیے اِقْتَرَبَ کا لفظ زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا
وَأَسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (۱۱۶)
سجدہ کرو اور نزدیک ہو۔

دوسرے مقام پر فرمایا،
اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْتَقَى الْقَمْعُ (۵۴)
قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔

اور منزلت کی نزدیکی کے لیے قَرَّبَ کا لفظ خصوصاً استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ کسی کو قریب کرنا کے

معنوں میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَ
مِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿۲۶﴾

۲۔ دُنَى، بالعموم فاصلہ کی نزدیکی کے لیے استعمال ہوتا ہے (فعل ل) اور دنیا بمعنی نزدیک کا عالم۔ موجودہ کائنات (صنعتِ آخرت) قرآن میں ہے:

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى ﴿۲۷﴾

اور کھچی قدر و منزلت کے گر جانے کے لیے بھی آتا ہے۔ آذنی بمعنی خسیں کمتر۔ کمتر (صنعتِ اعلیٰ) ارشادِ باری ہے۔

أَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي
هُوَ خَيْرٌ ﴿۲۷﴾

اور وقت کی نزدیکی کے لیے آذنی کا استعمال تقریباً تقریباً یا اندازاً کے معنوں میں ہوتا ہے جیسے فرمایا۔

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن
ثُلُثِي اللَّيْلِ ﴿۲۸﴾

۳۔ آذِنَتْ: وقت کی نزدیکی کے لیے آتا ہے اور اس میں وقت کی تنگی کا مفہوم پایا جاتا ہے، جتنے ہیں آذِنَتْ الشُّخُوصُ بمعنی کوچ کا وقت قریب پہنچا، اور قیامت آذِنَتْہ کا نام اس لیے دیا گیا ہے، کہ اس کی آمد میں وقت تھوڑا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْأَزْفَلَةِ ﴿۲۸﴾

۵۔ زَلَفَتْ: درجہ اور مرتبہ میں نزدیکی کے لیے آتا ہے (م۔ ل) ارشادِ باری ہے:

وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحَسْبَ
مَأَابٍ ﴿۲۹﴾

اور قریب کرنا۔ قریب لانا۔ پاس پہنچانا کے لیے آذِنَتْ آتا ہے اور اس میں قدر و منزلت کا مفہوم ضروری نہیں ہوتا۔ جیسے فرمایا:

وَإِذَا الْجِبْتَةُ أَزْلَفَتِ ﴿۲۹﴾

۶۔ قَاب (الارض) بمعنی زمین کو گول کھودنا اور قَاب بمعنی مقدار۔ اندازہ۔ کمان کے کوزہ سے قبضہ تک کا فاصلہ۔ محاورہ ہے ہو علی قَاب قَوْسَيْنِ بمعنی وہ نہایت قریب ہے (مخبر) ارشادِ باری ہے:

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ﴿۳۰﴾

۷۔ اِقْتَرَنَ: قَرَنَ اس رسی کو بھی کہتے ہیں جس کے ساتھ دو اونٹوں کو باندھا جائے۔ اور قَرَنَ بمعنی ہم نشین (صفت) اور قَرَنَ بمعنی ایک چیز کو دوسری کے قریب رکھا اور قَرَنَ الثَّوْرَيْنِ بمعنی ایک

پنجالی میں دو سیلون کو ساتھ ملا دینا۔ اور اِقْتَرَنَ میں مبالغہ پایا جاتا ہے یعنی بالکل قریب کر دیا۔ (ق) اور اِقْتَرَنَ میں ایک کے بعد فوراً دوسرا پھر تیسرا، پھر چوتھا۔ اس طرح تسلسل، پلے درپلے یا لگاتار کا مفہوم بھی اسی نزدیکی کی وجہ سے پایا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

أَوْجَاءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرَبِينَ۔ یاریہ ہوتا، کہ فرشتے جمع ہو کر اس کے ساتھ آتے (جالندھری) آتے اس کے ساتھ فرشتے پر اباندر (عثمانی) (۲۲/۵۳)

مِصْلُ: «۱» گاد: کرنے کے قریب ہونا مگر نہ کرنا۔

(۲) قَرِيبٌ: ہر لحاظ سے جامع لفظ ہے۔ اس کا استعمال عام ہے۔

(۳) ذٰقِيٌّ: فاصلہ کی نزدیکی کے لیے اور قدر و منزلت میں گراؤٹ کے لیے۔

(۴) اَزْوَتْ: وقت کی تنگی کے اظہار کے لیے۔

(۵) زَلْفٌ: قدر و منزلت کی نزدیکی کے لیے آتا ہے۔

(۶) قَابٌ: فاصلہ میں انتہائی نزدیکی۔ جیسے کمان کے ایک کونہ سے قبضہ تک کا فاصلہ۔ قَابٌ مِیْنُ عِبَادَةِ اسٹا ہرنا ہے

(۷) اِقْتَرَنَ: وقت یا فاصلہ میں اتنی نزدیکی گویا دو چیزیں ساتھ مل گئی ہیں۔

۵۔ نشان۔ نشانی

کے لیے اَشْرٌ۔ علامت۔ اَیْثٌ۔ مبصرة۔ شَرْطٌ۔ نَصْبٌ۔ سَیْمًا۔ شعائر کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ اَشْرٌ (ج آثار) بمعنی کسی ایسی چیز کا حاصل ہونا جو اصل چیز کے وجود پر دلالت کرتی ہو (معنی) اور بمعنی کسی چیز کے باقی چھوڑے ہوئے نشانات جس سے وہ چیز یاد آجاتے (م۔ ل) آثار قدیمہ اور علم الآثار مشہور الفاظ ہیں۔ یعنی ایسی چیزوں کا علم جن سے ان بزرگوں کی یاد تازہ ہوتی ہو جن سے یہ چیزیں متعلق تھیں۔ اور آثار کا لفظ بعض دفعہ نقش پائی کسی گزرنے والے کے پاؤں کے نشانات کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے فرمایا:

فَارْتَدَّ اَعْلٰی اَثَارِہِمَا قَصَصًا (۱۶)

تو وہ دونوں اپنے پاؤں کے نشان پہچانتے پہچانتے واپس لوٹ گئے۔

۲۔ علامت (ج علامات) ہر ایسی نشانی جو خود تو واضح نہ ہو مگر اس سے کسی اور حقیقت کا علم

حاصل ہو (معنی) مثلاً رات کے وقت ستاروں کو دیکھ کر وقت اور سمت معلوم کرنا یا دھوپ

اور سایہ سے وقت اور سمت کا اندازہ لگانا۔ یا مریض کی علامات سے مرض کی تشخیص کرنا۔ علامت

مطلوب چیز پہلے ہوتی ہے جیسے بادل بارش کی علامت ہے جبکہ اَشْرٌ کا تعلق کسی چیز کے بعد

سے ہوتا ہے (فقہ ل ۵۵) قرآن میں ہے:

وَعَلَّمَتْہٗمُ وَاِلَّا لَتَجِیۡوُنَّہُمْ یَهْتَدُوۡنَ (۱۶)

اور (رسولوں میں) نشانات بنا دیے اور لوگ ستاروں سے

بھی راہ معلوم کرتے ہیں۔

۳۔ آیت: ہر ایسی نشانی جس میں غور کرنے پر اس چیز کا بھی علم حاصل ہو اور اس کے مصالح کا بھی۔ مثلاً کسی شخص کو یہ علم ہو کہ فلاں راستے پر فلاں فلاں قسم کے نشان ہیں۔ اور وہ نشان مل جائیں تو اسے یقین ہو جائے گا کہ اس نے رستہ پایا اور وہ ٹھیک راستے پر چل رہا ہے۔ قرآن کریم میں آیت کا لفظ تین معنوں میں استعمال ہوا ہے (۱) قرآن کریم کا کوئی جملہ (۲) بمعنی نشانی جس کی اوپر تعریف مذکور ہوئی (۳) معجزہ جو انبیاء کو دیا جاتا ہے۔ قرآن کا کوئی جملہ بھی ہو اپنی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کسی مافوق الوری ہستی کا کلام ہے۔ اس لحاظ سے بھی ہر جملہ ایک نشانی ہے اور باقی معنوں میں تو ہر حال یہ آیات تعریف مذکورہ کے تحت آئی جاتی ہیں۔ ارشاد باری ہے:

سَأَلْتَهُمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفْقَانِ وَ
فِي الْأَنْعَامِ وَمَا كُنَّا بِمُتَّبِعِينَ لِمَعْنَاهُ
الْحَقِّ (۳۱)

۴۔ مُبْصِرَةٌ: بمعنی روشن اور واضح نشانی جس سے کسی کی آنکھ کھل جائے (صفت) اور اس لفظ کا اطلاق بالعموم معجزہ پر ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ آيَاتُنَا مُبْصِرَةً
قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ (۲۴)

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَأَيُّنَا تَأْمُرُ بِالْتَّقَاتِ مُبْصِرَةٌ۔
اور ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی (نبوتِ صالح کی کھلی نشانی) کے طور پر دی۔ (۱۶)

اور آیت کے لفظ کے بعد اگر کفار کا تکرار ثابت ہو۔ خواہ قرآن میں مذکور ہو یا احادیث میں تو اس وقت آیت کے معنی بھی معجزہ ہی ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

إِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَأَنْشَقُّ الْقُرْآنُ
إِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرَضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ
مُسْتَمِرٌّ (۵۲)

۵۔ شرط: أَشْرَطَ الْإِبِلُ بمعنی اونٹ فروخت کرنے کے لیے اونٹ کو نشان لگا کر علیحدہ کرنا اور شرط (ج اشراط) بمعنی علامت۔ نشان۔ ہر چیز کا شروع (مخبر) بمعنی وہ معین حکم جس کا وقوع کسی دوسرے امر پر متعلق ہو۔ وہ دوسرا امر اس کے لیے بمنزلہ علامت ہوتا ہے اور اشراط الساعة بمعنی علامت قیامت (صفت) قرآن میں ہے:

فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ

بَدَنَتَهُ فَقَدَ جَاءَ أَشْرَاطُهَا (۲۸) آواز ہو۔ سوس کی نشانیاں (دورخ میں) آپکلی ہیں۔

۶۔ **نُصِبَ**؛ **فَصَبَ الشَّيْءُ** یعنی کسی چیز کو سیدھا کھڑا کرنا۔ گاڑنا۔ اور **النَّصْبُ** بمعنی کھڑا کیا ہوا جھنڈا۔ کھڑی کی ہوئی علامت اور **نُصِبَ** اور **نُصِبَ** بمعنی کھڑی کی ہوئی علامت۔ نشانِ راہ۔ (مفت۔ منجد) ارشادِ باری ہے؛

يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ اس دن یہ قبروں سے نکل کر اس طرح دوڑیں گے جیسے
سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ (۲۹) کسی نشانی پر دوڑے آتے ہیں۔

۷۔ **سَيِّمًا**؛ (سور) بمعنی علامت۔ نشان اور **سَوَّيَّمَر** بمعنی ایسا نشان لگانا کہ دوسروں سے امتیاز ہو سکے (مفت) گویا **سَيِّمًا** علامتی نشان یا امتیازی نشان کو کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے؛
سَيِّمَاهُمْ فِي رُجُومِهِمْ مِّنْ أَشْرٍ (کثرت) سجد کی وجہ سے ان کی پیشانیوں پر نشان
السُّجُودِ (۲۹) پڑے ہوتے ہیں۔

۸۔ **شَعَائِرَ**؛ (واحد **شَعِيرَةٌ** بمعنی اعلامِ دینیہ۔ یعنی ایسی علامات جنہیں دینی لحاظ سے حرمت کا مقام حاصل ہو۔ ادب کی چیزیں۔ مقامات اور علامات۔ شعائرِ حج۔ بمعنی حج کے ارکان اور مقامات۔ شعائرِ اللہ۔ وہ علامات جنہیں اللہ نے قابلِ احترام قرار دیا ہے۔ اور شعائرِ اللہ سے مراد وہ قربانی کے جانور بھی ہیں جو بیت اللہ کی طرف بھیجے جاتے تھے۔ ارشادِ باری ہے؛
إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ۔ بے شک صفا اور مرہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ (۲/۱۵۸)

اور دوسرے مقام پر فرمایا؛
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْلُوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشُّعْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ۔ (۶)
اے ایمان والو! اللہ کے نام کی چیزوں کی بے حرمتی نہ کرنا اور نہ ادب کے مہینے کی اور نہ ان جانوروں کی جو خدا کی نذر کر دیے گئے ہوں اور ان کے گلوں میں پٹے بندھے ہوں۔

مَاحِل؛ (۱) **أَشْر**؛ ایسی بقیہ چھوٹی ہوئی چیز جس سے کوئی دوسری حقیقت معلوم ہو۔ اصل کے بعد کی چیز۔
(۲) **عَلَامَةٌ**؛ ایسی نشانی جو خود تو واضح نہ ہو مگر دوسری چیز کی وضاحت کرتی ہو اور پہلے موجود ہو۔
(۳) **أَيِّتٌ**؛ ایسی چیز جس میں غور کر لے سے اس کا علم بھی حاصل ہو اور اس کے مصالح کا بھی۔
(۴) **مُبْصِرَةٌ**؛ روشن اور واضح نشانی جس سے آنکھ کھل جائے۔ معجزہ۔
(۵) **سَرْطٌ**؛ ایسی علامت جو کسی دوسرے امر سے متعلق ہو۔
(۶) **نُصْبٌ**؛ راستہ پر گاڑے ہوئے نشان یا پتھر وغیرہ۔
(۷) **سَيِّمًا**؛ امتیازی نشان۔
(۸) **شَعَائِرَ**؛ اعلامِ دینیہ۔ ایسی علامات جن کا دین سے تعلق ہو۔

۱۶۔ نشان لگانا

کے لیے سَوَمَ اور وَسَمَ کے الفاظ قرآن میں آتے ہیں۔

۱- سَوَمَ: سببِ معنی علامت - امتیازی نشان - اور سَوَمَ بمعنی نشان زد کرنا۔ علامتی نشان لگانا۔

ایسا نشان کرنا کہ دوسروں سے امتیاز ہو سکے (معنی) ارشاد باری ہے:

وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَابًا مِّن سِجِّيلٍ

اور ہم نے اس (لوٹا کی بستی) پر تہہ بر تہہ کنکریاں برسائیں جن پر تمہارے پروردگار کی طرف سے نشان

لگے ہوئے تھے۔ (۱۱)

۲- وَسَمَ، بمعنی نشان لگانا۔ داغ لگانا (مٹ) اور بمعنی جسم پر نقش و نگار اور تیل وغیرہ کھودنا (م۔ ل)

اور وَسَمَ بمعنی خضاب لگانا۔ اور وَسَامَ اور وَسَمَدَ وہ چیز ہے جس سے داغ لگایا جائے

یا رنگا جائے۔ اور وَسَمَ بمعنی خوبصورت (م۔ ق) قرآن میں ہے:

سَدَّسْنَاهُ عَلَى الْخُوطُومِ (۶۶)

ہم عنقریب اس کی سونڈ (لمبوتری ناک) پر داغ لگائیں گے

(۱) سَوَمَ، امتیازی نشان لگانے کے لیے اور وَسَمَ نقش و نگار بنانے یا خوبصورتی بخیلے

نشان یا داغ لگانے کے لیے آتا ہے۔

۱۔ نصیحت نصیحت کرنا۔ حاصل کرنا

کے لیے نَصَحَ - ذَكَرَ - وَعَظَ - وَصَّيَ، عِبْرَةٌ اور اِغْتَبَرَ کے الفاظ قرآن کریم میں آتے ہیں۔

۱- نَصَحَ، کبھی کی خیر خواہی کرنا۔ اور نَصِيحَةً ہر وہ قول یا فعل ہے جس میں دوسرے کی خیر خواہی مطلوب

ہو (معنی) ارشاد باری ہے:

وَلَا يَنْفَعُكُمْ نَصِيحَتِي اِنْ اَرَدْتُمْ اَنْ

اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللهُ يُرِيدُ اَنْ

يُعَذِّبَكُمْ (۱۱)

۲- ذَكَرَ، ذَكَرَ بمعنی یاد کرنا اور یاد آنا (عند نسي) اور ذَكَرَ بمعنی دل میں یا زبان پر کسی چیز کا حاضر

ہونا۔ اور تذکرہ بمعنی ہر وہ چیز جس سے اپنی کوئی حاجت یاد آجائے۔ سُرْمُفِكِيْطُ - پاپیورٹ

ٹکٹ وغیرہ (منہج) اور قرآن کریم کو بھی ذکر اور تذکرہ کہا گیا ہے۔ کیونکہ وہ بھی انسان میں صحتی

کے فطری داعیہ اور عہدِ اَلَسْتِ کی یاد دلاتا ہے۔ اور ذَكَرَ سے مراد ہر ایسی نصیحت بھی ہے جو اللہ

کی یاد کا سبب بنے اور خدا کی یاد تازہ کرنے والی ہر بات ذکر ہے۔ اور ذَكَرَ نصیحت کرنا اور

توجہ دلانا کے معنوں میں آتا ہے۔ ذَكَرَ الْقَوْمَ بمعنی اس نے قوم کو نصیحت کی (م۔ ق) ارشاد

باری ہے:

وَذَكَرْنَا قَانَ الذَّكَرَى تَتَفَعُّ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١﴾ اور نصیحت کرتے رہو کہ نصیحت مومنوں کو نفع دیتی ہے۔

اور نصیحت قبول کرنے یا حاصل کرنے کے لیے تَذَكَّرْ آتا ہے۔ جیسے فرمایا،
وَيَسِّرُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ
يَتَذَكَّرُونَ۔ (۱۱)

۳۔ وَعَطَّ، بمعنی ایسی بھلائی کی بات کہنا جس سے دل میں رقت پیدا ہو (مصل) تربیب و ترغیب کے ذریعہ تقویٰ کی طرف مائل کرنا۔ زجر و توجیح جس میں خوف کی آمیزش ہو۔ خدا کی عقوبت ڈرا کر اجر و ثواب کی تخریص دلانا (معت)۔ (مخبر) ارشاد باری ہے؛

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ مَوْعِظَةٌ
مِّن رَّبِّكُمْ وَشَفَاعَةٌ لِّمَن كَانَ فِي الصُّدُورِ ﴿١٢﴾ نصیحت آئی ہے جس میں لوں کے روگ کی شفا ہے۔

۴۔ وَصَّى، الوصیۃ بمعنی واقعہ پیش آنے سے قبل کسی کو ناصحانہ انداز میں ہدایت کرنا (معت) قرآن میں ہے؛
مِن مَّوَدِّعَةٍ وَصِيَّةٍ يُّوَصِّي بِهَا آذَانِنَ۔
یہ تقسیم ترکہ (میت کی وصیت کی تعمیل) کے بعد ہو گا جو
اس نے کی ہو یا قرض کے (ادا کرنے کے) بعد۔ (۱۲)

اور جب اس کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس کے معنی تاکید کرنا یا حکم کرنا ہو گا۔ جیسے فرمایا؛
يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ (۱۳)
اللہ تعالیٰ تمہیں اولاد میں ترکہ کی تقسیم کے بارے میں
حکم دیتا ہے۔

۵۔ عَابِرَةٌ اور اِعْتَابَرٌ۔ عَابِرٌ کا لفظ بنیادی طور پر پانی کو پار کرنے کے لیے مخصوص خواہ تیر کر کیا جائے یا مٹی،
جالور یا پل کے ذریعہ۔ اور عَابِرٌ النَّهْرُ وہ جگہ ہے جہاں سے پانی میں اتر کر نہر کو پار کیا جائے۔
اسی چیز سے مشابہت رکھتے ہوئے عَابِرُ الْعَيْنِ کا معنی ہے آنکھ سے آنسو جاری ہونا (معت) اور عَابِرَةٌ
معنی آنسو (ج عبارات) اور عَابِرٌ بمعنی غمزدہ ہونا۔ آنسو بہانا۔ اور عبد اللعین بمعنی آنکھ کا آنسوؤں
سے ڈبڑ بانا۔ اور عَابِرَةٌ بمعنی کسی واقعہ میں غور و فکر سے نصیحت حاصل کرنا۔ کہتے ہیں لَكَ بِغُلَانٍ عَابِرَةٌ
یعنی اس شخص کے احوال میں غور و فکر کر کے وہ اصل تلاش کرنا جو اس واقعہ کا اصل سبب ہو
(مخبر) ارشاد باری ہے؛

يَقْلِبُ اللَّهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ إِنَّ فِي ذَلِكَ
لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ (۱۴)

اور اعتبار بمعنی کسی اندوہناک اور غمزدہ کرنے والے واقعہ میں غور و فکر کر کے اس سے نصیحت حاصل
کرنا ہے۔ ارشاد باری ہے؛

وَقَدْ ذَرَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ
بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ
فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ (۱۵)

اور ان (یہوں) کے دلوں میں دہشت ڈال دی کہ وہ اپنے
گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے اور مومنوں کے ہاتھوں
سے اجاڑنے لگے۔ تو اسے (بصیرت کی) آنکھیں رکھنے والو

مہصل: (۱) فَصَحَ: کسی کی خیر خواہی کی بات سمنا یا کام کرنا۔
 (۲) ذَكَرَ: ایسی نصیحت جس سے خدا کی یاد تازہ ہو۔
 (۳) وَعَظَ: ترغیب و ترہیب کے ذریعہ نصیحت کرنا۔

(۴) وَصَّيَ: واقعہ پیش آنے سے قبل کسی کو نصائح و انداز میں ہدایت کرنا۔

(۵) رَاعَى: کسی اندوہناک واقعہ کے اسباب میں غور و فکر کر کے نصیحت حاصل کرنا۔

۱۸۔ نِعْمَت

کے لیے نِعْمَةٌ اور نِعْمَةٌ اور آلاء (الہی) کے الفاظ قرآن کریم میں آتے ہیں۔

۱۔ نِعْمَةٌ: بمعنی احسان، نوازش۔ مہربانی۔ فضل (منجد) ایسی نوازش جو دوسرے پر کی جائے (فقہ ۱۵۱) (ج نِعْمَةً) اور أَنْعَمَ) نعمت اسم جنس ہے اور اس لفظ کا اطلاق ہر طرح کی نعمت پر، چھوٹی ہو یا بڑی، تھوڑی ہو یا زیادہ سب پر کیا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ رَبِّهِمْ أَكْثَرَ وَاللَّهُ وَفَّيْلٌ لَّهُمْ (۱۱۱)

۲۔ نِعْمَةٌ: بمعنی ہر وہ چیز جو معیشت میں اصلاح اور آسودگی کا باعث بنے (م۔ ل) عیش و آرام کا سامان اور اس کے لوازمات۔ ارشاد باری ہے:

وَنِعْمَتِهِ كَانُوا فِيهَا ذَاكِرِينَ (۳۲)

۳۔ آلاء: (الہی کی) جمع۔ بمعنی نعمت (مفت)۔ رآلی۔ یألق۔ بمعنی کمی کرنا۔ کسر اٹھا رکھنا۔ کوتاہی کرنا۔ کسر چھوڑنا (مفت۔ م۔ ل) جیسے فرمایا:

لَا يَأْتُونَكُمْ تَحِيًّا (۱۱۸)

اور آلاء سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو انسان کی ضروریات میں آتی رہتی ہیں اور اسے زندگی بسر کرنے کے لیے کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہوتی (فقہ ۱۶۰) اور یہ بالعموم جمع ہی استعمال ہوتا ہے کیونکہ ایسی نعمت ایک تو ہے نہیں۔ لہذا آلاء ہی آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالْأَرْضُ وَصَعَهَا لِلْأَنْعَامِ فِيهَا فَكَاكِهَةٌ

وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْكُمَامِ وَالْحَبُّ

ذُو الْمَصْفِ وَالرَّيْحَانُ فَبِأَيِّ آلاءِ رَبِّكُمَا

تُكْفَرِينَ (۵۵)

نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

مہصل: (۱) نِعْمَةٌ: احسان۔ مہربانی جو دوسرے پر کی جائے۔

(۲) نِعْمَةٌ: آسودگی اور مزہ الحال کے لوازمات۔

(۳) آلاء: ضروریات زندگی کے بنیادی لوازمات۔

۱۹۔ نعمت عطا کرنا

کے لیے اَنْعَمَ اور نَعَّمَ، حَوَّلَ، اَشْرَفَ، اَغْنَىٰ اور اَفْضَىٰ کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔
۱۔ اَنْعَمَ بمعنی احسان کرنا۔ انعام کرنا۔ یہ لفظ غیر انسان کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔ اَنْعَمَ عَلٰی فَرْسِمَ
بھی نہیں آئے گا۔ (ق) اور نہ ہی اپنی ذات کے لیے استعمال ہو سکتا ہے (فقہ ل ۱۵۸) ارشادِ
باری ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ
الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (۵)

ہم کو سیدھے رستے چلا۔ ان لوگوں کے رستے جن پر
تُو اپنا فضل و اکرام کرتا رہا۔

اور نَعَّمَ بمعنی کسی کو نعمت سے نوازا۔ جیسے فرمایا:

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ
فَاَكَرَمًا وَقَعَمًا (۱۵)

مگر انسان کا یہ حال ہے کہ جب اس کا پروردگار اسے
آزاتا ہے اور عزت بخشا اور نعمت عطا کرتا ہے۔

۲۔ حَوَّلَ: بمعنی عطا کرنا۔ بخشنا۔ مالک بنانا (منجد) اور بمعنی حشم و خدم عطا کرنا (معن) ارشادِ باری ہے:
وَتَرَكْتُمَا خَوْفًا وَرَاءَ ظَهْرِكُمَا
اپنی بیٹھ بیٹھے چھوڑ آئے۔ (۶۳)

۳۔ اَشْرَفَ، اَلْتَرَفُ بمعنی عیش و آرام کی فراوانی۔ نعمتوں کی کثرت جو انسان کو مہکا دے۔ اور مُشْرَفٌ بمعنی وہ
آسودہ حال جو کثرتِ دولت کی وجہ سے بدست ہو (معن)
وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا مَا اَشْرَفُوْا فِيْهَا
اور جو ظالم تھے وہ انہی باتوں کے پیچھے لگے رہے
جن میں عیش و آرام تھا اور وہ گناہوں میں ڈوبے
ہوئے تھے۔ (۱۱۶)

۴۔ اَغْنَىٰ (اللہ) بمعنی اللہ تعالیٰ کو کبھی شخص کو اتنا مال و دولت دینا کہ وہ دوسروں کی احتیاج سے
بے نیاز ہو جائے۔ عام لفظ ہے۔

۵۔ اَفْضَىٰ: بمعنی غنی کرنا اور راضی کرنا (معن) منجد) یعنی اتنا مال و دولت دینا کہ اس کی احتیاج پوری
کرنے کے علاوہ وہ خوش بھی ہو جائے۔ اور بمعنی غنی کرنا پھر اس مال کو بڑھانا بخیرانہ عطا کرنا (ق)
اور بعض اہل لغت کے نزدیک اَفْضَىٰ اَغْنَىٰ کی ضد ہے۔ بمعنی مفلس بنا دینا۔ اَفْضَىٰ لغتِ اصنَاد
سے ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَ اِنَّهُ هُوَ اَغْنَىٰ وَاَفْضَىٰ (۵۳)

اور یہ کہ اسی (اللہ) نے دولت دی اور خزانہ دیا (مَنْ)

وہی دولت مند بنا تا اور مفلس کرتا ہے (جالندھری)

حاصل ہے (۱۱) اَنْعَمَ: احسان و اکرام کرنا۔ عام (۲) حَوَّلَ، جاہ و حشم عطا کرنا۔ اور
ہے (صرف انسان کے لیے آتا ہے) (۳) اَشْرَفَ: آسودہ حالی کی وجہ سے بدست ہونا۔

(۴) آغٹی، اتنی دولت دینا جو بے نیاز کر دے۔
(۵) آغٹی، غنی کرنا اور راضی کرنا، خزانہ دینا۔ اور بعض کے نزدیک مفلس بنانا۔

۲۰ نقصان نقصان ہونا

کے لیے صَنَرٌ اور صَنِيرٌ، خَسَارًا، كَسَادٌ، بَخْسٌ، بُؤْرٌ اور مَعْمُومٌ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱- صَنَرٌ: بمعنی تکلیف۔ نقصان (ضد نفع) عام لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا
بِمَهْدٍ وَيَجِيءُكَ فِيهَا نَفْعٌ لِنَفْسِكَ وَلَا ضَرًّا
إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ (۱۸۸)

نہیں مگر جو کچھ اللہ چاہے۔

اور صَنِيرٌ کے معنی بھی مضرت گزارند اور نقصان ہے۔ اور امامِ راغب کے نزدیک صَنَرَةٌ اور صَنَرَةٌ کے معنی ایک ہی ہیں (صفت) قرآن میں ہے:

قَالُوا لَا صَنِيرَةَ لَنَا إِلَى رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ۔
جادوگر فرعون سے کہنے لگے کچھ نقصان (کی بات)

نہیں۔ ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ (۲۶)

۲- خَسَارًا: بمعنی راس المال میں کمی واقع ہونا (صفت) کسی سودے میں نفع کی بجائے اٹلا نقصان ہو جانا۔ ٹوٹنا۔ گھٹنا (حَسْرٌ ضد سَجٌّ) ارشادِ باری ہے:

وَلَا يَزِيدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرَهُمْ اِلَّا
اور کافروں کو ان کا کفر نقصان ہی زیادہ کرتا ہے۔
خَسَارًا (۲۹)

۳- كَسَادٌ: بمعنی کسی چیز کے خریدنے کی رغبت نہ رہنا۔ م۔ ل۔ مند ہونا۔ تجارت کا مال فروخت نہ ہونا۔
کسادِ بازاری مشہور لفظ ہے بمعنی بازار کا سرد پڑ جانا۔ قرآن میں ہے:

وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا (۹)

اور تجارت جس کے مند ہونے سے تم ڈرتے ہو۔

۴- بَخْسٌ: بمعنی حقیر اور ناقص چیز۔ اور يَبْخَسُ ظلم سے کوئی چیز کم کرنا (صفت) ارشادِ باری ہے:

فَمَنْ يُؤْمِنْ يُؤْمِنْ بِرَبِّهِ فَلَا يَخِفُّ بَخْسًا
اور جو کوئی اللہ پر ایمان لائے تو اسے نقصان یا
يَا زُرِّيْطُ مَا لَكَ مِنَ الْاِسْتِثْنَاءِ كَا كُوْنِيْ خَطْرًا لِّنَفْسِكَ (۹۳)

یا زبردستی کا کوئی خطرہ نہیں۔

۵- بُؤْرٌ اور بُؤْرٌ بمعنی کسی چیز کا بہت زیادہ مند پڑنا اور ہلاکت کے قریب پہنچنا (صفت) خسارہ ہوتے ہوتے آہستہ آہستہ راس المال کا ختم ہو جانا اور تباہ ہو جانا۔ ارشادِ باری ہے:

وَأَفْقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَعَلٰنِيَةً
اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس سے پوشیدہ اور ظاہر
يَخْرُجُ مِنْ تَحْتِهَا لَمْ يَكُنْ مِنْهَا شَيْءٌ
خارج کرتے ہیں وہ اس تجارت (کے فائدہ) کے
میں سے جو تجارت کی تھی کہ نہ ہوگی۔ (۲۶)

امیدوار ہیں جو کبھی تباہ نہ ہوگی۔

۶- مَعْمُومٌ: الْقَوْمُ: وہ مالی نقصان جو کسی قسم کی خیانت یا جنایت (جرم) کا ارتکاب کیے بغیر انسان کو اٹھانا پڑے۔ تاوان (صفت) اور عَمْرٌ بمعنی کمی کا قرض ادا کرنا۔ اور عَمْرٌ بمعنی قرض خواہ بھی

اور مقروض بھی (مخبر) ارشاد باری ہے:
 وَفِي الرِّقَابِ وَالنَّارِ مِيمٍ ذِي سَبِيلٍ
 اللّٰهُ وَابْنِ السَّبِيلِ (۹)
 اور معزّم اور عزم دونوں ہم معنی ہیں۔ اور معزّم وہ شخص ہے جس پر تاوان پڑ جائے۔ ارشاد باری ہے:

لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَاةً مَا فَطَرْتُمْ
 تَعْمَهُمْ إِنَّا لَآلَمَعَزْمُونَ (۶۵-۶۶)
 اگر ہم چاہیں تو اس (کھیتی) کو چورا چورا کر دیں۔ پھر تم
 باتیں بناتے رہ جاؤ گے کہ (ہائے) ہم تو مفت تاوان
 میں پھنس گئے۔

حاصل (۱) حنّار: نقصان۔ عام ہے۔ (۲) بَحْس: اچھی چیز کے بدلے ناقص اور دی چیز ملنا۔
 (۲) حَسَارًا: تجارت میں گھٹا۔ اس المال میں کمی ہونا (۵) بَوَاسٍ: خسارہ ہوتے ہوئے تباہ ہو جانا۔
 (۳) كَسَادٌ: اشیاء فرغی کی حالت۔ ہونا یا ختم ہونا۔ (۶) مَعَزْمٌ: تاوان۔ جو رقم بلا وجہ ادا کرنی پڑے۔

۲۱۔ نکاح کرنا۔ کرانا

کے لیے نكح، اَنكح اور نَوَّح کے الفاظ آتے ہیں۔
 ۱۔ نكح، النكاح وہ عقد ہے جو زوجین میں قرار پاتا ہے (معت) اور اس کا تعلق صرف مکلف مخلوق سے ہے یعنی انسانوں اور جنوں سے۔ اور نكح بمعنی اپنا نکاح کرنا۔ جیسے ارشاد باری ہے:
 فَإِنكُحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ۔ عورتوں میں جو تمہیں اچھی لگیں انہیں نکاح میں
 (۴) لاؤ۔
 اور اَنكح بمعنی کسی دوسرے کا نکاح کرنا۔ یا دوسرے کو نکاح میں دینا۔ ارشاد باری ہے:
 وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا۔ مشرک مرد جب تک ایمان نہ لائیں مومن عورتوں کو
 (۲) ان کے نکاح میں نہ دینا۔

۲۔ زَوَّجَ: زَوَّجَ بمعنی جوڑا۔ شوہر۔ بیوی۔ ساتھی۔ اور زَوَّجَ بمعنی جوڑا بنانا۔ جن حیوانات میں
 نر اور مادہ پایا جاتا ہے ان میں سے ہر ایک دوسرے کا زَوَّج کہلاتا ہے۔ اور حیوانات کے
 علاوہ دوسری اشیاء میں جفت کو زَوَّج کہا جاتا ہے (معت) اور اس کا دوسرا پہلو یہ ہے، کہ اگر
 نکاح کے بعد نصستی نہ ہو تو بھی زَوَّج استعمال نہ ہوگا۔ لہذا زَوَّج کا صحیح مفہوم نکاح اور نصستی
 یا شادی کرنا اور جوڑا بنانا ہے۔ اور اسی طرح اس کا معنی خود شادی کرنا نہیں بلکہ نکاح میں لینا
 ہوگا۔ ارشاد باری ہے:

فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِنهَا طَرَأَ ذَرْبُكَهَا
 لَكِي لَا يَكُونُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي

پھر جب زید نے اس (زینب) سے خواہش پوری
 کر لی تو ہم نے اس کا نکاح آپ سے کو دیا تاکہ

اَزْوَاجِ اَدْعِيَايِهِمْ (۲۲) مومنوں کے لیے منہ بولے بیٹیوں کی مطلقہ بیویوں سے نکاح کرنے میں تگلی نہ رہے۔

حاصل (۱) نکاح صرف مکلف مخلوق کے لیے اور عقد نکاح کے لیے (۲) ذوق جوڑا بنانا۔ عام ہے۔ نیز اس میں نکاح کے ساتھ رخصتی کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔

امام راغب کہتے ہیں کہ اگر نزع کا صلہ ب سے آئے تو اس کا معنی محض جوڑا بنانا ہے جسکی تعلقات قائم کرنا نہیں۔ اور زَوْجَاتُهُمْ بِحُورٍ عِينٍ میں یہی اشارہ پایا جاتا ہے کہ وہ محض رفیق اور ساتھی ہوں گی، ورنہ قرآن زَوْجَاتُهُمْ بِحُورٍ کی بجائے زَوْجَاتُهُمْ حُورًا کہتا۔ جیسا کہ زَوْجَاتُ امْرَأَةٍ محاورہ ہے (مفت) واللہ اعلم!

۲۲۔۔۔۔۔ نکلتا

کے لیے حَرْجٌ، بَرَزَ، نَفَرَ، غَزَى، زَهَقَ اور قَتَلَ، سَقَلَ اور لَوَّأَ، دَفَقَ، شَرَقَ، طَلَعَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ حَرْجٌ: نکلتا۔ باہر آنا (اصد دَخَلَ) مشہور لفظ ہے اور اس کا استعمال بھی عام ہے۔ قرآن میں ہے: لَمَّا خَرَجْتُمْ لَتَخْرُجُنَّ مَعَكُمْ (۵۹)

۲۔ بَرَزَ: بمعنی نکل کر کھلے میدان میں آجانا۔ سامنے آنا۔ گم نامی و پوشیدگی کے بعد ظاہر ہونا (منجد) اور بَرَزَ بمعنی فضا اور کھلا میدان۔ اور دَعَوَتْ مُبَارَاةً بمعنی میدان جنگ میں کسی شخص کا آگے بڑھ کر دشمن کے کسی آدمی کو مقابلہ کے لیے لاکارنا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ۔ اور جب وہ لوگ جالوت اور اس کے لشکر کے مقابلہ میں نکل آئے۔ (۲۵)

۳۔ نَفَرَ: بمعنی کسی مہم یا جنگ پر روانہ ہونا۔ اَلنَّفَرُ جنگ جوڑوں کا دستہ۔ تین سے دس تک کی جماعت۔ اور نَفَرَ بمعنی لڑائی کی طرف کوچ کرنے والے لوگ۔ اور نَفَرَ العام بمعنی عوام کا دشمن کے مقابلہ کے اٹھ کھڑا ہونا ہے (منجد) ارشاد باری ہے:

اِنْفِرُوا ثُبَاتٍ اَوْ اَنْفِرُوا جَمِيعًا (۲)

۴۔ غَزَى (غزو) بمعنی دشمن سے جنگ کرنے کے ارادہ سے نکلتا (مفت) اور بمعنی لڑنے کے لیے نکلتا۔ لوٹ کے لیے حملہ کرنا۔ اور غَزَى بمعنی لڑائی کے لیے روانہ کرنا یا تیار کرنا (منجد) اور غَزَى اور اَعَزَى بمعنی لڑائی کے لیے روانہ کرنا اور سامان حرب دینا (مفت) ارشاد باری ہے:

اَوْ كَانُوا غَزَى لَوْ كَانُوا عِنْدَنَا مَا مَأْتُوا (۲۵۶)

۵۔ زَهَقَ: بکل بھاگنا (مفت) زَهَقَ النَّفْسُ روح کا جسم سے خارج ہونا۔ اور زَهَقَ الباطل بمعنی

باطل کا فرار ہو جانا م۔ ل) اور زاہق بمعنی ہزیمت خوردہ۔ شکست خوردہ۔ مقلد میں اگر شکست کھانے اور نکل بھاگنے والا۔ نیز زہق لغت اصدا سے ہے۔ زہاق بمعنی بہت موٹا جانور بھی اور بہت دبلا اور کمزور جانور بھی (م۔ ل۔ مخد) لہذا زہق کسی چیز کو شکست دے کر بھاگانے یا کمزور و مضحل کر کے بھاگانے دونوں معنوں میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے،

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ
إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ رَهُوقًا (۱۶)

اور ہمہ دیکھتے کہ حق آگیا اور باطل بھاگ بھڑا ہوا بیٹک بطل نکل بھاگنے والا ہے۔

۶۔ فَفَعَلْ: بمعنی آ رہا نکل جانا۔ اور نفاذ بمعنی قوت سے کسی بات کا اجراء ہونا۔ کسی چیز کا پھٹ کر بسرعت داخل ہونا اور آ رہا ہو جانا (مفت) ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

يَا مَعْشَرَ الْجِبِّ وَالْأَرْضِ إِنَّ اسْتَطَعْتُمْ
أَنْ تَنْفُلُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَوَاتِ وَ
الْأَرْضِ فَانْفُلُوا (۵۵)

اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! اگر تم میں آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جانے کی طاقت ہے تو نکل جاؤ۔

۷۔ سَلَلْ: آرام سے جاری چھپے نکل جانا م۔ ل) کھسک جانا۔

۸۔ لَوَادًا: لَوَادًا بِالْجِبَلِ بمعنی پہاڑ کی اوٹ میں ہونا۔ چھپنا۔ اور لَوَدٌ بمعنی پہاڑ کا کنارہ اور کلاذ جانے پناہ یا قلعہ (م۔ ق) لَوَادًا اوٹ کی تلاش میں نکل جانا۔ ارشادِ باری ہے،

فَلْيَسْأَلُوا اللَّهَ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ
بِحَاكِبِ اللَّهِ تَعَالَى ان لَوَادُونَ كَوَانَتَا هُوَ آتَمُّكُمْ
بِحَاكِبِ اللَّهِ تَعَالَى ان لَوَادُونَ كَوَانَتَا هُوَ آتَمُّكُمْ

۹۔ دَفِقَ: بمعنی کسی چیز کا زور اور قوت سے آگے کو بڑھنا۔ اچھل کر نکلنا م۔ ل) ارشادِ باری ہے،

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّا خَلَقَ خُلِقَ
مِنْ مَاءٍ دَافِقٍ (۲۶)

تو انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا ہوا ہے۔ وہ اُچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔

۱۰۔ شَرَقَ: شَرَقَ بمعنی آفتاب۔ سُورَجٌ سُورَجٌ نکلنے کی جگہ۔ اور شَرَقٌ بمعنی دروازے کی کڑاڑ سے نکلنے والی روشنی۔ اور شَرَقَتِ الشَّمْسُ بمعنی سورج کا نکلنا۔ اور مشرق بمعنی سُورَجٌ کے نکلنے کی جگہ (مخد) گویا شَرَقَ کا لفظ سُورَجٌ کے نکلنے یا طلوع ہونے سے مخصوص ہے یا کسی ایسی چیز سے جو عام سیاروں سے بہت زیادہ روشن اور منور ہو۔ جیسے ارشادِ باری ہے،

وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا (۲۶)

اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے چمک اٹھی۔ اور اَشْرَقَ طلوع آفتاب کے وقت کوئی کام کرنے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے،

فَاتَّبَعُوهُمْ مُشْرِقِينَ (۲۶)

تو انہوں (آل فرعون) نے سورج نکلنے ہی ان (بنی اسرائیل) کا تعاقب کیا۔

۱۱۔ طَلَعَ: عام سیارات وغیرہ کا طلوع ہونا (مخد) اور ان میں سورج بھی شامل ہے۔ گویا طَلَعَ کا لفظ عام ہے۔ جبکہ شَرَقَ صرف سورج کے نکلنے کے لیے آتا ہے۔ بنی نجار کی لڑکیاں

رسول اللہ کی آمد پر جو گیت گاتی تھیں اس کا پہلا مصرع یہ تھا طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا۔ قرآن میں سیاروں کے نمودار ہونے کے لیے طَلَعَ کا لفظ نہیں آیا۔ البتہ فجر کے متعلق آیا ہے (یا پھر سورج کے متعلق) اور فجر کی روشنی سورج سے بہر حال بہت کم ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے: سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ (۱) یہ (امت) طلوع صبح تک (امان اور سلامتی) ہے۔

- حاصل:**
- (۱) خَرَجَ، نکلنا۔ عام استعمال ہے۔ (۷) سَلَّلَ، کھسک جانا۔
 (۲) بَرَزَ، میدان میں نکلنا یا سامنے آ جانا۔ (۸) لَازَ، اوٹ کی تلاش میں نکلنا۔
 (۳) دَفَرَ، جنگ یا کسی مہم پر نکلنا۔ (۹) دَفَّقَ، قوت اور زور سے آگے بڑھنا۔ اچھل کر نکلنا۔
 (۴) خَرَجَ، یہ لفظ جہاد پر روانہ ہونے کی لیے مخصوص ہے (۱۰) شَرَقَ، سورج کا نکلنا۔
 (۵) زَهَقَ، ہزیمت خوردہ یا مضمحل ہو کر نکل جانا۔ (۱۱) طَلَعَ، نجوم و کواکب (سورج سمیت) کا نکلنا۔ عام ہے۔
 (۶) دَفَعْنَا، آریا کر نکل جانا۔

۲۲۔ نکالنا

کے لیے أَخْرَجَ، بَرَزَ اور طَرَدَ کے الفاظ آتے ہیں۔
 ۱۔ أَخْرَجَ، نکالنا۔ اس کا استعمال عام ہے۔

لَا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ خَصَرَهُ اللَّهُ۔ إِذْ
 أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا (۱)

۲۔ بَرَزَ، بمعنی سامنے لانا (تفضیل اوپر دیکھیے) قرآن میں ہے:

وَبَرَزَتِ الْجَحِيمُ لِمَنْ يَرَىٰ۔ (۲)

۳۔ طَرَدَ، کسی کو حقیر اور ذلیل سمجھ کر دُور کر دینا۔ ہشادینا (دفع) سختی سے دفع کرنا (ف ل ۱۸۸)

ارشاد باری ہے:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ
 بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهًا (۳)

حاصل: (۱) أَخْرَجَ، نکالنا کے لیے عام ہے۔ (۲) بَرَزَ، کسی چیز کو نکال کر سامنے کھلی جگہ میں لے آنا۔

(۳) طَرَدَ، حقیر و ذلیل سمجھ کر کسی کو نکال دینا۔

۲۳۔ نگاہ

کے لیے بَصَرَ اور طَرَفَ کے الفاظ قرآن میں آتے ہیں۔

۱۔ بَصَرَ بمعنی آنکھ بھی اور آنکھ کا عمل یعنی نظر یا نگاہ اور دیکھنا بھی ہے۔ اور اس لفظ سے صرف

دیکھنے کا عمل واضح ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَبَصَّرْنَا الْيَوْمَ حَدِيدًا (۳۳) سو آج تیری نگاہ بہت تیز ہے۔

۲- طَرَف، کا اصل معنی کسی چیز کا کنارہ یا اس کی حد ہے۔ طَرَفُ الْعَيْنِ بمعنی آنکھ کی پھپک اور طَرَفُ عَيْنٍ بمعنی اتنا عرصہ یا وقفہ یا مدت جو ایک بار آنکھ جھپکنے میں لگتا ہے۔ گویا طَرَف میں دیکھنے کے عمل کی وضاحت مطلوب نہیں ہوتی بلکہ انتہائی قلیل مدت کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

أَنَا أَنْتِكَ بِهٖ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ
حَرْفُكَ (۳۴) میں اس بلقیس کے تخت کو تمہاری آنکھ جھپکنے سے پہلے پہلے تمہارے پاس لاسکتا ہوں۔

پھر یہ لفظ اپنے کثرت استعمال سے بَصَرَ کا ہم معنی بن گیا جیسے طَرَفٌ حَافِيٌّ دُزْدِيْدٌ نَگاہ۔ اور طَرَفُ النَّظَرِ (۳۵) بمعنی نگاہیں سچی رکھنے والیاں۔

بَصَرَ، کا لفظ نظر یا نگاہ کے لیے عام ہے جبکہ طَرَفٌ کا لفظ آنکھ جھپکنے کی تسلیل حاصل؛ مدت کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔

نگاہ۔ نگاہ و النانہ کے لیے دیکھیے۔ ”دیکھنا“

۲۵۔ نگہبان

کے لیے حَافِظٌ اور حَافِظٌ، رَقِيْبٌ، مُقَيِّبٌ (قوة)، حَافِظٌ اور مُهَيِّمٌ (همن) کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱- حَافِظٌ: (أَحْفَظُ ضِدَّ اصْتِخَاعٍ) بمعنی کسی چیز کو ضائع ہونے اور تلف ہونے سے بچانا (منج) نگہبانی کرنا (م)۔ (۱) کسی چیز کو بیرونی خطرات سے بچانے کی کوشش کرنا۔ اور حَافِظٌ اَمٌّ فاعل ہے بمعنی حفاظت کرنے والا اور حَافِظٌ میں مبالغہ پایا جاتا ہے یعنی ہر آن حفاظت کرنے والا ارشاد باری ہے:

فَاللَّهُ خَيْرٌ حَافِظًا (۳۶) اللہ ہی بہتر محافظ ہے۔

وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ (۳۷) اور میں تمہارا نگہبان تو نہیں۔

۲- رَقِيْبٌ: رقبۃ بمعنی گردن۔ اور رَقِيْبٌ بمعنی کسی گردن پر نظر رکھنا یا اس کی نگرانی اور نگہبانی کرنا (معن) اور رَقِيْبٌ بمعنی احتیاط، نگہبانی، بچاؤ اور خوف ہے (منج) لہذا رَقِيْبٌ کے معنی ایسا نگہبان ہے جو خود بھی ہر وقت چوکس رہے۔ اور جس پر رَقِيْبٌ ہے اس کا کوئی فعل اس سے مخفی نہ رہے (فوق ل) (۱۶۰) قرآن میں ہے:

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيْبُ
عَلَيْهِمْ (۱۶۱) پھر جب اے اللہ تو نے مجھے (علیہم کو) اٹھالیا تو پھر تو ہی ان کا نگران تھا۔

۳- مُقَيِّبٌ: (قوة) قَاتٌ بمعنی روزی دینا۔ رزق دینا۔ کفالت کرنا۔ اور آقَاتٌ بمعنی قدرت

رکھنا۔ حفاظت کرنا۔ روزی عطا کرنا۔ اور مُقَيِّتِ بمعنی صاحبِ اقتدار۔ نگران و محافظ (منجہ) گویا مُقَيِّتِ ایسا نگران ہے جو خود صاحبِ اقتدار بھی ہو۔ اور ابن فارس کے نزدیک مُقَيِّتِ میں تین چیزیں پائی جاتی ہیں (۱) کسی چیز پر قدرت (۲) حفاظت اور (۳) اساک (م۔ ل۔ یعنی مُقَيِّتِ وہ مقتدر ہستی ہے جو حفاظت کرنے پر پوری قوت رکھتا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقَيِّمًا ﴿۱۶﴾ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگران ہے۔

۴۔ حَرَسَ: حَرَسَ بمعنی حفاظت میں لینا۔ حراست میں لینا۔ پہرہ لگانا۔ ملزم کی نگرانی کرنا۔ ابن فارس کے نزدیک حرس میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) حفاظت (۲) زمانہ (م۔ ل۔ فق ل ۱۶۹) یعنی کچھ مدت کے لیے نگرانی کرنا۔ اور حرس الملك بمعنی شاہی محافظ۔ باڈی گارڈ (منجہ) قرآن میں ہے:

وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَا مُهَيْمَنًا ﴿۱۷﴾ اور ہم نے آسمانوں کو ٹٹولا تو اسے مضبوط چوکیداروں حَرَسًا شَدِيدًا وَشُهَبًا ﴿۱۸﴾ اور انگاروں سے بھرا ہوا پایا۔

۵۔ مُهَيِّمِينَ: ابن الفارس اور بعض دوسرے اہل لغت اسے امن کے تحت لائے ہیں بمعنی امن دینے والا (م۔ ل) اور هَيِّمَنَّ الظَّالِمُونَ عَلَيَّ فَرَأَيْتُمْ لِي زُجُجًا بِمَعْنَى پرنڈے نے اپنے پر اپنے سچے پر بچھا دیے۔ اور مہمین وہ ہے جو (۱) کسی کو خوف سے امن دے (۲) کسی کا کوئی حق ضائع نہ ہونے (م۔ ل) قرآن میں یہ لفظ دو بار استعمال ہوا ہے اور ان دونوں معنوں میں آیا ہے:

ارشادِ باری ہے:

(۱) بمعنی پناہ میں لینا الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ وَهُوَ الَّذِي يَرْفَعُ الصَّوْتُ لِلْمُؤْمِنِينَ الْإِسْلَامُ الْمُؤْمِنُونَ الْمُهَيِّمِينَ ﴿۱۹﴾ اور امن دینے والا اور نجات دہن۔

(۲) حق ضائع نہ ہونے دینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيِّمًا عَلَيْهِ ﴿۲۰﴾ اور (اے پیغمبر) ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان سب کو محیط ہے۔

(۱) حافظ، کسی چیز کو تلف ہونے سے بچانے والا۔

(۲) سَاقِيْبٌ: جو محافظ خود بھی چوٹس رہتا ہو اور دوسری چیز کی ہر ہر حرکت سے آگاہ بھی رہے۔

(۳) مُقَيِّتِ: ایسا محافظ جو حفاظت پر پوری قدرت رکھتا ہو۔

(۴) حَرَسَ: پہرہ دار۔ چوکیدار۔ حراست میں لینے والا۔ حفاظت دہن۔

(۵) مُهَيِّمِينَ: اپنی پناہ میں لے کر حفاظت کرنے والا۔ حفاظت دہن۔ نیز دیکھیے ”حفاظت کرنا۔“

۲۶ _____ نِگَاحٌ

کے لیے بَلَّغَ مَرَّةً، سَاعًا، غَصَّ، لَقِغَ اور التَّغَعُّلُ کے الفاظ آئے ہیں۔

- حاصل:**
- (۱) بَلْعَ، نَلْكُنَا۔ حلق سے آوازنا۔ عام استعمال ہے۔
- (۲) مَرَّءٍ، كَسِي حَبِيْرًا لِبَهْوَلْتِ مَعْدَةِ نَمَكٍ يَهْنِجُ جَانَا۔
- (۳) سَاعَ، كَسِي حَبِيْرًا كَاخُو شُكُوَارِ بَهْنِي كِي دَجِيْرَسِي لِبَهْوَلْتِ مَعْدَةِ مِيں اْتْر جَانَا۔
- (۴) غَضَقَ، كَهَانِي كَا نَكَلِي مِيں پَهْنْدَا لَكُنَا۔
- (۵) لَقِيْتِ، جَلْدِي جَلْدِي كَهَانَا۔ چَبَانِي بَغِيْر نَكَل جَانَا۔
- (۶) اَلْتَقَمَ، شُرْبُ كْر جَانَا۔ بُوْرِي بُوْرِي لَقْمِي بِنَانَا يَا اِيَكِي هِي دَفْعِي نَكَل جَانَا۔

۲۷۔ نہانا دھونا

کے لیے غَسَلَ اور اِغْتَسَلَ اور طَهَّرَ اور اِطَهَّرَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ غَسَلَ بمعنی کسی چیز کو دھونا اور میل کچیل دور کرنا ہے۔ ارشاد باری ہے:

اِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوْكُمْ
وَأَيْدِيَكُمْ (۵)

لیا کرو۔

اور اِغْتَسَلَ بمعنی پورے بدن کو میل کچیل سے صاف کرنا یا نہانا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّى تَغْتَسِلُوا (۲)

اور جنبی بھی جب تک نہانا لے نماز کے قریب نہ جائے مگر راہ چلتا سفر کرے کہ اگر پانی نہ ملے تو تیمم سے

نماز ادا کر لے۔

۲۔ طَهَّرَ، طَهَّرَتِ کی ضد طَهَّئْتُ ہے یعنی عورت کا حیض والا ہونا۔ اور طَهَّرَتْ بمعنی حیض

سے فارغ ہونا اور نہا پاک ہونا ہے۔ اور طَهَّرَ کا لفظ غَسَلَ سے بہت زیادہ وسیع مفہوم میں

استعمال ہوتا ہے۔ طہارت تین طریقے پر ہے۔ طہارت ظاہری، حکمی اور قلبی۔ اس کی مثال یوں

سمجھیے کہ اگر کپڑے پر پٹیاب کے چھینٹے پڑ جائیں تو کپڑا میلا نہیں ہوتا لیکن ناپاک ضرور ہو جاتا

ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَنِيَابِكَ فَطَهَّرَ (۳)

اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔

گویا طَهَّرَ سے مراد کپڑوں کو میل کچیل سے صاف کرنا بھی اور نجاست سے پاک کرنا بھی۔ اور یہی

فرق اِطَهَّرَ بمعنی نہانا اور اِغْتَسَلَ بمعنی نہانا میں ہے۔

حاصل: غَسَلَ اور اِغْتَسَلَ صرف میل کچیل دور کرنے کے لیے اور طَهَّرَ اور اِطَهَّرَ میل کچیل

علاوہ ناپاکی کو بھی دور کرنے کے لیے بھی آتا ہے۔

۲۸۔ نہیں

کے لیے بہت قسموں کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

(ا) لَيْتَ، فعل ناقص ہے۔ اس کا صرف ماضی ہی آتا ہے اور پورے صیغے استعمال ہوتے ہیں اور ماضی اور حال دونوں معنی دیتے ہیں۔ مثلاً كُنْتَ بمعنی نہیں ہے تو، یا نہیں تھا تو، اور كُنَّا بمعنی نہیں ہیں ہم یا نہیں تھے ہم۔

(ب) لَا، كُنْ اور كُنْ، یہ تین حروف ایسے ہیں جو مضارع پر داخل ہو کر اسے منفی بنا دیتے ہیں۔ لَا کا عمل تو محض منفی بنانے کا ہے۔ جیسے لَا يَضْرِبُ وَهُ لَا يَضْرِبُ اِذَا يَأْمُرُ بِهَا۔ اور كُنْ داخل ہو تو منفی بنانے کے ساتھ ساتھ ماضی میں بھی تبدیل کر دیتا ہے جیسے كُنْ يَضْرِبُ بمعنی اس نے نہ مارا۔ اور كُنْ منفی بنانے کے ساتھ ایک تو اسے مستقبل کے لیے مخصوص کر دیتا ہے دوسرے نفی کی تاکید کرتا ہے جیسے كُنْ يَضْرِبُ بمعنی وَهُ هَرُوكُ، نہ مارے گا۔

(ج) اِنْ۔ مَا اور هَلْ، یہ تین حروف ایسے ہیں جن کے اپنے معنی تو کچھ اور ہیں مگر ان کے بعد اگر لآ آئے تو ان کے معنی کونہ یا نہیں میں بدل دیتے ہیں جیسے اِنْ اَنْتُمْ لَا تَكْفُرُوْنَ (۲۳) بمعنی نہیں ہو تم مگر جھٹلاتے، یعنی تمہارا تو کام ہی جھٹلانا ہے۔ اسی طرح مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللهُ (۲۴) یعنی نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اور هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَ سُوْلًا (۲۵) یعنی "نہیں ہوں میں مگر پیغام پہنچانے والا انسان"۔

(د) اور "نہ یا نہیں" کے لیے مندرجہ ذیل حروف مستقل حیثیت سے آتے ہیں۔ لَّا۔ لَمَّا۔ بَلَى۔ كَلَّا، اَمَّا، مَّا، اَيْ، اور لَاتٌ۔

۱- لَّا: کثیر الاستعمال ہے۔ مثبت کلام کے نفی میں جواب کے لیے، عطف کے لیے اور تکرار کے لیے آتا ہے، جیسے،

فَلَا صَدَقَ وَلَا صَلَّى (۴۶) نہ اس نے اللہ کے کلام کی تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی۔
(تفصیل کسی گرامر کی کتاب میں دیکھیے)

۲- لَمَّا: بالعموم ماضی میں کسی واقعہ کی نفی کے لیے آتا ہے (معنی) بمعنی ابھی تک نہ یا نہیں (تسکین میں ہے،

وَلَمَّا يَعْلَمِ اللهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا
مِنْكُمْ (۹)

اور ابھی تک تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جاہلی نہیں جنھوں نے تم میں سے جہاد کیا۔

(مزید تفصیل کے لیے کسی گرامر کی کتاب کی طرف رجوع فرمائیے!)

۳- بَلَى، جب سوال منفی میں ہو اور جواب میں اس منفی کی تردید بھی مقصود ہو اور جواب مثبت کلام میں نہ یا ہو تو بَلَى استعمال ہوتا ہے۔ بمعنی کیوں نہیں "قرآن میں ہے،

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى (۲۶)

(اللہ تعالیٰ نے پوچھا کیا میں تمہارا پروردگار نہیں؟)

بھنے لگے۔ کیوں نہیں (یعنی ضرور ہو)

۴- كَلَّا: بمعنی ہرگز نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا یہ صحت سابق کلام سے روکنے اور تذبذب کے لیے مستعمل ہے۔ کلام سابق کو

باطل کرنے کے لیے آتا ہے (م-ق) منجد، ارشاد باری ہے :

عَقْرَبِيَّتَاءَ لَوْ نَعْنِ النَّبِيَّ الْعَظِيمِ
الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ
كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ

یہ (لوگ) کس چیز کی نسبت پوچھتے ہیں؟ (کی، بڑی خبر
قیامت) کے متعلق؟ جس میں یہ اختلاف کر رہے ہیں
ہرگز نہیں۔ یہ عنقریب جان لیں گے پھر دیکھو یہ
عنقریب جان لیں گے۔ (۵۶۱)

۵۔ اِنَّمَا: بمعنی سوائے اس کے نہیں۔ اس کے علاوہ دوسری کوئی بات نہیں۔ کلمہ محصر ہے، جو
کمی مقصد کو مفید کر دیتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

قُلْ اِنَّمَا اَنَا نَذِيرٌ لِّكُمْ يَوْمِي الْاٰخِرِ
ہی طرح کا انسان ہوں مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔ (۱۱۱)

۶۔ مَا، کسی طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ جب دعوے کا جواب ہو تو "نہیں" کے معنی دیتا ہے نفی (۱۵)۔
اس صورت میں اسے مانا فیه کہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هَذَا بَشَرًا (۱۲)
وہ بیباختہ بول اٹھیں۔ سبحان اللہ یہ آدمی نہیں۔
۷۔ لَات، یہ لیس کے معنی میں آتا ہے اور اہل یمن کی بلاغت سے شمار ہوتا ہے (لا کے بعد زائد)

اور اس کا اسم مخذوف ہوتا ہے (منجد) ارشاد باری ہے:

فَتَادُوا وَوَلَاتَ حَيْثَ مَنَّا حِينَ
عذاب کو دیکھ کر وہ فریاد کرنے لگے۔ جبکہ اب ہائی
کا وقت نہ رہا تھا۔ (۲۸)

یہاں لَات حین مناص کے بجائے لَات الحین حین مناص تھا۔ پہلا حین حذف
ہو گیا (جامع البیان)

۲۹۔ نیا۔ نیا ہونا

کے لیے حَدَّثَ، جَدَّدَ اور بَدَّعَ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ حَدَّثَ: (حَدَّثَ ضد عدم) اور حَدَّثَ بمعنی کسی نئی بات یا چیز کا ظہور میں آنا۔ اور حَدَّثَ
سے مراد ہر وہ بات ہے جو پہلے نہ ہو اور از سر نو وجود میں آئے۔ نئی بات یا نئی چیز یا ایسی
بات جو نئی تو نہ ہو مگر لوگ اسے بھول جائیں اور از سر نو سامنے آئے۔ ارشاد باری ہے:
لَعَلَّ اللّٰهُ يَجَدِّدُ بَعْدَ ذَلِكَ اَمْرًا۔ شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد رجعت کی کوئی نئی صورت
پیدا کر دے۔ (۲۱)

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے "قرآن کے مختلف نام"

۲۔ جَدَّدَ: جدید بمعنی نئی چیز۔ اور جَدَّدَ کا لفظ کئی معنوں میں آتا ہے (۱) بمعنی صاحبِ عظمت
ہونا (۲) صاحبِ حظ اور خوش نصیب ہونا (۳) نیا ہونا۔ جب اس کے معنی نیا ہونا ہو تو اس سے مراد

ایسی چیز ہوتی ہے جس کی نظیر پہلے موجود ہو۔ اور وہ چیز قابل استعمال ہو۔ اور استعمال کے بعد پرانی، بوسیدہ اور پھر ناقابل استعمال ہو جائے۔ مثلاً نئی قمیص۔ ارشاد باری ہے،

بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ۔ بلکہ یہ لوگ نئی پیدائش کے بارے میں مشکوک ہیں۔

(۵)

۲۔ بَدَعَ، بمعنی «کسی چیز کی ابتداء کرنا اور (۲) کوئی ایسی چیز بنانا جس کی مثال یا نمونہ پہلے موجود نہ ہو (م۔ ل) اسی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا نام بَدِيع ہے یعنی پہلی بار پیدا کرنے والا۔ اور بَدَعًا بمعنی کسی چیز یا سلسلہ کا آغاز کرنے والا۔ ارشاد باری ہے:

قُلْ مَا كُنْتُ بِدَعًا مِّنَ الرُّسُلِ (۲۶) آپ کبہ دیجیے کہ میں کوئی نیا رسول تو نہیں آیا۔

(۱) حَدَثٌ: کسی چیز کا عدم سے وجود میں آنے کی حیثیت سے نیا ہونا۔ مثلاً ساری مخلوق حادث ہے۔

(۲) جَدِيدٌ: کوئی چیز جو نئی ہو اور اس کی نظیر پہلے موجود ہو۔

(۳) بَدَعًا: نظیر رکھنے والی اشیاء میں سے سب سے پہلی چیز۔

ہاصل:

۳۔ نیچے

کے تحت اور اسفل اور اس کے مشتقات قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ تَحْتٌ: اہم ظرف ہے اور اس کی ضد فوق بمعنی اوپر ہے۔ مادی اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے،

وَلَوْ أَنَّهُمْ آتَمُوا تَوَارِثَهُمُ وَالْأَنْحِيلَ وَمَا
أَنْزَلْنَا إِلَيْهِمْ مِّنْ سَّمَاءٍ لَّا كَلُومٍ
فَوَقَّعَهُمْ مِّنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ (۴۶)

اور اگر وہ تورات اور انجیل کو اور جو کچھ ان کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا تھا، ان کو قائم رکھتے تو ان پر رزق لیندہ کی طرح برستا، اپنے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے کھاتے۔

۲۔ اسْفَلَ، بمعنی نیچلا (ضد اعلیٰ) اس لفظ کا استعمال دو طرح پر ہے «ایک ہی چیز کے نیچے حصے کو اسفل اور اوپر کے حصے کو اعلیٰ کہتے ہیں جیسے اسْفَلَ اَغْلَظُ مِنْ اَعْلَاهُ یعنی اس چیز کا نیچا حصہ اوپر والے حصہ سے سخت ہے۔

مرتبہ اور قدر و منزلت کی بلندی کے لیے اعلیٰ کا لفظ آتا ہے۔ پستی اور کمتری کے لیے اسْفَلَ (مؤنث سُفْلَى) حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے اَلْيَدُ اَلْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنْ يَدِ السُّفْلَى یعنی اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اس حدیث میں عُلْيَا اور سُفْلَى معنوی لحاظ سے استعمال ہوئے ہیں یعنی خیرات کرنے والا ہاتھ لینے والے سے بہتر ہے۔ اور قرآن میں ہے:

وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى وَكَلِمَةَ

اور بات تو اللہ تعالیٰ ہی کی بلند ہے۔

اللَّهِ هِيَ اَلْعُلْيَا (۹)

اور سافل بمعنی قدر و منزلت کے لحاظ سے فروتر۔ پست اور حقیر۔ اور السَّفَلَةُ بمعنی کینے لوگ (مفت) ارشاد باری ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَفِيلِينَ -
بیشک ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا پھر رفتہ رفتہ اس کی حالت کو (بدل کر) پست پست کر دیا۔ (۹۵-۳۲)

مآصل: (۱) تَحَتَّ بمعنی نیچے۔ اسم ظرف ہے۔ (۲) أَسْفَلَ سَافِلٍ، کسی چیز کا پچھلا حصہ یا قدر و منزلت میں پست۔ نیچے۔ فروتر۔ کمتر۔

۳۱ نیچے کرنا۔ رکھنا۔ پست کرنا

کے لیے خَفَضَ، غَضَّ، قَصَرَ اور خَشَعَّ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- خَفَضَ: بمعنی پست کرنا۔ جھکانا (مضارع) خافِضٌ اور رافع دونوں اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ یعنی کسی کو نیچے کر دینے والا اور کسی کو سر بلند کر دینے والا۔ خَفَضَ الصَّوْتُ۔ اس نے آواز کو وہیسا کیا اور خَفَضَ الْجَنَاحَ بمعنی بازو نیچے رکھنا۔ جھکانا۔ ارشاد باری ہے:

وَإِخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذَّلِيلِ مِنَ الرَّحْمَنِ اور والدین کے سامنے ازراہِ حُرْمِ عاجزی کا پہلو جھکا دے۔ (۱۲۴)

۲- غَضَّ: نظریاً آواز کو نیچے رکھنے یا پست کرنے کے لیے آتا ہے۔ غَضَّ صَوْتُهُ۔ اس نے آواز کو پست کیا اور غَضَّ بَصَرَهُ اس نے نگاہ کو نیچے رکھا یا ناجائز چیز سے نگاہ کو روکا۔ ارشاد باری ہے:

قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَبْصُرْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ (۲۴)

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَأَقْصِدْ فِي مَشِيكِ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ (۲۱)

اپنی چال میں اعتدال رکھو اور آواز نیچے رکھا کرو۔

۳- قَصَرَ بمعنی کسی چیز کی لمبائی یا اس کی انتہا کو نہ پہنچنا (مفت) م۔ ل۔ کم کرنا۔ چھوٹا کرنا۔ کوئی کام جتنا چاہیے تھا اتنا نہ کرنا۔ جیسے صَالُوَةُ الْقَصْرِ۔ اور قَصَرَ الظُّرُفَ بمعنی نگاہ جتنی دُور تک جاسکتی ہے۔ اتنا نہ دیکھنا بلکہ صرف نیچے نظر رکھنا۔ ان معنوں میں یہ لفظ ننگا ہوں کے لیے مخصوص ہے۔ قرآن میں ہے:

وَعِنْدَ هُوَ قَصِرَتْ الظُّرُفُ عَيْنٌ (۲۶-۳۸)

اور ان کے پاس موٹی آنکھوں والی اور ننگا نیچھی

رکھنے والی عورتیں ہوں گی۔

۴۔ خَشَعٌ: دراصل ایسے ڈر کو کہتے ہیں جس کے اثرات اعضار و جوارح پر بھی ظاہر ہونے لگیں (صفت) اور یہ اثرات چہرہ، آواز یا آنکھوں سے ہی ظاہر ہو سکتے ہیں۔ لہذا اُن کے نیچے رکھنے کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اور نگاہ اور آواز کے لیے عَضُّ کا لفظ بھی آتا ہے ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اگر عام حالت میں ہو تو عَضُّ استعمال ہوگا اور اگر ڈر کی وجہ سے ہو تو خَشَعٌ آئے گا۔ ارشاد باری ہے:

۱۱) نِجَاحٌ لِّمَنْ يَخْشَعُ وَابْصَارُهُمْ
تَرَاهُمْ ذِلَّةً ﴿٣٧﴾
ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی اور ذلت ان پر
چھا رہی ہوگی۔

۱۲) آواز کے لیے: وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ
لِلرَّحْمٰنِ ﴿٣٨﴾
اور خدا کے سامنے آوازیں پست ہو جائیں گی۔
(یعنی ڈر کی وجہ سے پست ہوں گی)

۱۳) چہرہ کے لیے: وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ
خَاشِعَةٌ ﴿٣٩﴾
اس دن کئی چہرے اُترے ہوئے ہوں گے۔

حاصل: (۱) خَفِضَ: کسی چیز کا دب جانا یا دباننا۔ نظریاً بازو یا پہلو کو نیچے کرنا یا جھکانا۔

(۲) عَضُّ: نگاہ اور آواز کی پستی کے لیے۔ (عام حالات میں)

(۳) قَصَرَ: نگاہ کو محدود رکھنا۔ پوری نگاہ کا استعمال نہ کرنا۔

(۴) خَشَعٌ: آنکھ، آواز اور چہرہ کی اس پستی کے لیے جس کی وجہ خشیت ہو۔

۳۲۔ نیک۔ نیک۔ نیک

کے لیے صَالِحٌ، اَبْرَارٌ اور بَرَّةٌ، رَشِيْدٌ، سَيِّدٌ اور مُتَّقِيْنَ (وقتی) رَبَّائِيُوْنَ کے الفاظ
قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ صَالِحٌ، صَالِحٌ بمعنی بگاڑ کو درست کرنا اور اس کی ضد فَسَدٌ ہے (م۔ ل) اور صَالِحٌ بمعنی
اپنے آپ کو سنوارنے والا۔ اصلاح نفس کرنے والا (صفت) اچھے اعمال کو اپنانے اور بُرے
اعمال کو ترک کرنے اور اپنی اصلاح میں کوشاں رہنے والا۔ قرآن میں ہے:

وَكَانَ اَبُوهُمَا صَالِحًا ﴿١٨٦﴾
اور اُن دونوں لڑکوں کا باپ ایک نیک آدمی تھا۔

دوسرے مقام پر فرمایا،

وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ
اصلاح کے بعد خرابی نہ کرنا۔

اصلاحاً ﴿١٩٥﴾

۲۔ اَبْرَارٌ، (بار کی جمع) برّ بمعنی وسیع پیمانے پر نیک کرنا (صفت) برّ دراصل نیکی کو نہیں بلکہ ہر دم

نیکی پر مائل رہنے والی خصلت کو کہتے ہیں۔ (صندائٹھا) ارشاد باری ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوْا
اس وقت تک نیک حاصل نہ کر سکو کہ جب تک

مِمَّا تُحِبُّونَ (۲۱) وہ کچھ (راہِ خدا میں) نہ خرچ کر دو جو تم پسند رکھتے ہو۔
 اور بَرٍّ اور بَارٍ وہ شخص ہے جس کی طبیعت ہر وقت نیکی کرنے پر آمادہ رہے۔ اور موقع ملنے
 پر وہ ایسا نیک کام کر بھی لے۔ اور حج مبرور اس حج کو کہتے ہیں جو سنت نبویؐ کے مطابق
 ٹھیک ٹھیک ادا کیا جائے۔ اس میں کسی طرح کی کوتاہی نہ ہو۔ قرآن میں ہے:
 وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَوْ يَكُنْ جَبَانًا (۱۹) اور بچپن اپنے والدین سے نیک سلوک کرنے والے
 تھے۔ نہ کبھی زبردستی کی اور نہ نافرمان ہوئے۔
 عَصِيًّا (۱۹)

۳- بَرٍّ، بَرٍّ کی جمع ہے اور یہ بَارٍ سے زیادہ ابلغ ہے اور اس میں زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے۔
 قرآن میں ہے:

بِأَيْدِي سَفَرَةٍ كَرَامٍ بَرَّةٍ - (وہ ایسے) لکھنے والوں کے ہاتھوں سے گئے ہیں جو
 سردار اور نیکو کار ہیں۔ (۳۶)

۴- رَشِيدٌ، رُشْدٌ بمعنی استقامتہ الطریق (م۔ل) یعنی راستے پر ٹھیک طرح سے چلتے جانا یا سیدھی
 راہ پر گامزن رہنا ہے اور اس کی ضد غی ہے۔ بمعنی کسی غلط راستے پر جا پڑنا۔ ارشاد باری ہے،
 قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (۲۰) ہدایت صاف طور پر گمراہی سے الگ ہو چکی۔

اور رَشِيدٌ بمعنی ہدایت یافتہ جو اچھی عادات و الطوار والا ہو۔ نیک چلن۔ قرآن میں ہے،
 فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي صَيْفِي (۱۱) اللہ سے ڈرو اور میرے ممالوں کے سامنے مجھ کو سزا نہ دو
 اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ (۱۱) کیا تم میں کوئی آدمی بھی نیک چلن نہیں۔

۵- سَعِيدٌ، وہ شخص جو فطرًا نیک ہو۔ یعنی نیک بخت اور اس کی ضد شَقِيٌّ ہے بمعنی بد بخت
 اور سَعَدٌ بمعنی خوش نصیبی۔ اور حصولِ خیر میں امورِ الہیہ کا انسان کے لیے ممد و معاون ہونا
 ہے (مف۔م۔ل) ارشاد باری ہے:

يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلُمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ (۱۱) جب وہ دن آجائے گا تو کوئی شخص بھی خدا کے حکم
 کے بغیر بول نہ سکے گا۔ پھر ان میں کچھ بد بخت ہوں
 فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ (۱۱) گے اور کچھ نیک بخت۔

۶- مُتَّقِينَ يَا مُتَّقُونَ (متقی کی جمع) وَتَى بمعنی کسی چیز کو نقصان دہ چیز سے بچانا (مف) اور
 اتَّقَى تَقْوَى (ضد عدوان) بمعنی خدا (کے عذاب) سے ڈر کر گناہ کے کاموں سے بچنا یا پرہیز
 کرنا۔ اور مُتَّقِيٌّ بمعنی پرہیزگار۔ اللہ کے خوف سے اس کے اوامر و نواہی کا خیال رکھنے والا
 (منجد) قرآن میں ہے:

أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ
 هُمُ الْمُتَّقُونَ (۲) یہی لوگ ہیں جو ایمان میں، سچے ہیں۔ اور یہی
 ہیں جو خدا سے ڈرنے والے ہیں۔

۷- رَبَّانِي: امامِ راغب نے اس لفظ پر بہت بحث کی ہے۔ بعض علماء اس کا معنی علم کی پرورش

کرنے والا کہتے ہیں۔ بعض دوسرے اسے رُب سے منسوب کرتے ہیں کہ جیسے چمچ سے چمکانی ہے۔ ویسے ہی رُب سے رَبَّانِی ہے۔ اور اس کا معنی ہے، اللہ والا۔ درویش اور صاحبِ مہجد نے اس کے دونوں معنی لکھ دیے ہیں۔ بڑا عالم بھی اور اہل اللہ۔ عارف باللہ بھی۔ بہر حال دوسرا قول ہی راجح معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ قرآن میں رَبَّانِیوں کے ساتھ ہی لجا (علماء) کا لفظ الگ آیا ہے (۳۳) اسی طرح قرآن میں ایک جگہ رَبَّانِیوں کا لفظ بھی آیا ہے۔ (۳۳) اس کا بھی یہی مطلب ہے۔ ارشاد باری ہے،

لَوْلَا يَتَّبِعُهُمُ الْرَبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ
بِجَلَالِ أُنْ كَسَاشِخٍ أَوْرِ عِلْمَارِ أُنْهِسِ كِنَاهِ كِي بَاتُولِ أَوْرِ
عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِسْرَ وَأَكَلِهِمُ الشُّحَّتْ
حَرَامِ كَهَانِ سِ مَنَعِ كِيُولِ نَهِيَسِ كِرْتِ
(۳۳)

ماصل: (۱) صالح، اصلاح نفس کرنے والا اور ہر طرح کا بگاڑ درست کرنے والا

(۲) آئینار: (بار) وہ شخص جو ہر وقت نیک کام کرنے پر آمادہ ہو۔ بخت نیک کام کرنے والا۔

(۳) بَرَزَةٌ (بَر) اس میں بار سے زیادہ مبالغہ ہے۔

(۴) رَشِيدٌ: اچھی عادت والو اور والا۔ نیک چلن

(۵) سَعِيدٌ: نظرًا نیک سرت۔ نیک بخت

(۶) مُتَّقِيٌ: خدا کے خوف سے گناہ کے کاموں سے پرہیز کرنے والا۔ پرہیزگار۔

(۷) رَبَّانِي، درویش۔ اللہ والے لوگ۔ عابد و زاہد قوم کے شاخ۔

۳۳۔ نیکی۔ نیک کام

کے لیے عُرُوفٌ اور مَعْرُوفٌ، حَسَنَةٌ، حَسْبٌ اور رَبٌّ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ عُرُوفٌ اور مَعْرُوفٌ: عُرُوفٌ بمعنی کسی چیز کو پہچانا اور اس کی ضد نکر ہے۔ بمعنی چیز کا پہچانا

ہونا۔ اور معروف اور عرف ہر وہ بات ہے جسے معاشرہ کے اچھے لوگ اچھا خیال کرتے ہوں

معاشرہ کا اچھا دستور۔ بھلے ماش لوگوں کے طریقے۔ ملکی دستور جو پسندیدہ سمجھا جاتا ہو۔ جیسے

بڑوں کے سامنے باادب بیٹھنا اور انہیں جی کہہ کر پکارنا وغیرہ۔ ارشاد باری ہے،

خُذِ الْعُقُوفَ وَأْمُرْ بِالْعُرُوفِ وَأَعْرِضْ
(اے محمد!) معفو اختیار کرو اور نیک کام کرنے کا حکم دو

اور جاہلوں سے کنارہ کرو۔
(۱۹۸)

دوسرے مقام پر فرمایا،

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى

اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے

الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ

جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے۔ اچھے کام کرنے کا

حکم دے اور بُرے کاموں سے روکے۔
(۱۱۳)

۲- حَسَنَةٌ (ج حَسَنَات) ہر خوش کن اور پسندیدہ کام جو عقل اور شریعت کے مطابق ہو (صند سِتِّئَةً ج سِتِّئَات) ارشادِ باری ہے:

إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ (۱۱۳)

بیشک نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔

۳- خَيْرٌ (ج خَيْرَات) (صند شَرًّا) کسی نیکی کا اپنے کمال کو پہنچنا۔ ایسے کام جن کا عوام الناس کو فائدہ پہنچے (صفت) بڑی نیکیاں۔ نیکی کے بڑے بڑے کام۔ نیز خیر یعنی وہ کام جو سب کو مغرب

ہو (صفت) مثلاً مسافروں کے لیے رستہ میں پانی کا انتظام کر دینا وغیرہ۔ ارشادِ باری ہے:

يَا مَرْزُوقُ يَا مَعْرُوفُ وَيَتَهَوَّنُ عَيْنُ

الْمُنْكَرِ وَيَسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ (۱۱۴)

وہ اچھے کاموں کا حکم دیتے، بڑی باتوں سے روکتے ہیں اور نیکیوں پر پلکتے ہیں۔

۴- مَيِّتٌ: بمعنی طبیعت کا ہر نیک کام کی طرف میلان رہنا اور موقع آنے پر اسے سرانجام دینا (صند اشد) (تفصیل اوپر نیک بہت میں دیکھیے) ارشادِ باری ہے:

تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا

تَقَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (۵)

کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں ٹوڑ کیا کرو۔

حاصل (۱) عرف اور معروف: معاشرے کے اچھے دستور۔ بھلے کام۔

(۲) حَسَنَةٌ: ہر ایسا کام جو عقل اور شریعت کے مطابق ہو۔

(۳) خَيْرٌ: ہر وہ کام جو سب کو مغرب ہو۔ یا ایسا کام جس کا فائدہ عوام کو پہنچے۔

(۴) مَيِّتٌ: نیکی کی طرف طبیعت کا ہر دم میلان رہنا۔

نیکی کرنا کے لیے أَحْسَنَ اور أَدْعَاً ————— "احسان کرنا" کے تحت دیکھیے!

و

واضح کرنا اور واضح ہونا کے لیے دیکھیے بیان کرنا، کے تحت بَيْنَ اور تَبَيَّنَ

۱۔ وافر۔ زیادہ۔ بہت

کے لیے کَثِيرًا اور كَثُورًا، جَعَدًا، مَرَكُومًا، لَبَدًا، رَشَدًا، عَدَدًا، قَتَّاجًا اور مَوْفُورًا کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ کَثِيرًا (ضد قلیل) بمعنی زیادہ مقدار اور تعداد دونوں صورتوں میں آتا ہے۔ اور مادی اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اس کا استعمال عام ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا (۲۴۹)

دی گئی۔

مذکورہ آیت میں کَثِيرًا کا استعمال مقدار کے لیے معنوی طور پر ہوا ہے اور درج ذیل آیت کے مکرث میں اس کا استعمال حسی طور پر ہے اور تعداد کے لیے ہے۔

فَأَتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ وَكَثِيرًا مِمَّا كَانُوا يَكْفُرُونَ (۲۵)

ان کا بدلہ دیا۔ اور زیادہ تو ان میں سے ایمان لائے انھیں ہم نے

اور كَثُورًا میں بہت زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے۔ اور تَكَثَّرَ الشَّيْءُ بمعنی کسی چیز کا بہت زیادہ ہونا۔ اور رَجُلٌ كَثِيرٌ بمعنی مالدار آدمی اور كَثُورٌ بمعنی سخی آدمی بھی اور "خیر کثیر" بھی۔ نیز كَثُورٌ جنت کی ایک نمر کا نام بھی ہے (مفت) ارشادِ باری ہے:

إِنَّا آخِطَيْنَاكَ الْكَثُورَ (۱۸)

(۱۷) بیخیم ہم نے تم کو کثیر عطا فرمائی ہے۔

۲۔ جَعَدًا کسی بھی چیز کی کثیر مقدار کا ایک جگہ جمع ہونا (م۔ ل) جَعَدَ الْبَيْتُ بمعنی کنویں کا زیادہ پانی والا ہونا۔ اور جَعَدَ الْبَيْتُ بمعنی پیمانہ کو چوٹی تک بھرنا (مخبر) اس کا استعمال بھی مادی و معنوی دونوں صورتوں میں ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَتَجِدُونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا (۲۹)

اور تم مال سے جی بھر کر محبت کرتے ہو۔

۳۔ مَرَكُومًا: رگڑ بمعنی ایک چیز کے اوپر اسی چیز کی تہ لگانا۔ پھر اس کے اوپر تیسری تہ علیٰ ہذا القیاس۔ اور اس طرح جو چیز بہت سی مقدار میں جمع ہو جائے یا ڈھیر لگ جائے تو وہ رگڑ کام اور مَرَكُومٌ ہے۔ اور رَكْمٌ السَّحَابُ بمعنی بادل کا ٹھاٹھا ہو گیا (م۔ ق) اور سَحَابٌ مَرَكُومٌ بمعنی

کارٹھا بادل۔ ارشاد باری ہے:

وَيَجْعَلُ الْغَيْثَ بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ
فَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ (۳۶)

پھر اللہ تعالیٰ ان ناپاک لوگوں کو ایک دوسرے کے
اوپر ڈھیر کر دے گا۔

۲۔ لَبَدٌ: لَبَدٌ اور لَبَدَةٌ بمعنی تہ جمائے ہوئے بال۔ یا اُون۔ اُون کا منہ۔ اور حَالٌ لَبَدٌ بمعنی
بہت مال۔ اور لَبَدَةٌ شَعْرَةٌ بمعنی بالوں کو کوند وغیرہ سچکا کر منہ نما کرنا۔ اور لَبَدٌ الشَّيْءُ
معنی کسی چیز کا منہ کی طرح ہونا (منہ) یعنی کسی بکھری ہوئی چیز کو اکٹھا اور گنجان بنانا۔ ارشاد
باری ہے:

يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَا لَا لَبَدًا (۳۷)

انسان کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال برباد کر دیا۔
اور جب اس کی نسبت ذوی العقول کی طرف ہو تو اس کا معنی ہو گا۔ یوں ہجوم کرنا کہ تل دھرنے
کو جگہ نہ رہے۔ ارشاد باری ہے:

وَأَنْتُمْ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ
كَادُوا يُكُونُونَ عَلَيْهِمْ لَبَدًا (۳۸)

اور جب خدا کے بندے (محمدؐ) اس کی عبادت کو
کھڑے ہوئے تو کافران کے گرد ہجوم کرنے کے پلے ہو گئے
۵۔ رَعَدٌ: صرغ رزق یا طعام کے لیے آتا ہے۔ با فراغت کھانا کھانا یا با فراغت روزی ملنا۔
(م۔ل) ارشاد باری ہے:

فَكَأَمِنَّا رَعْدًا حَيْثُ شِئْنَا (۳۹)

(اے آدم و حوا) تم جہاں سے چاہو جنت کے پھولوں
سے خوب سیر ہو کر بھاؤ۔

۶۔ غَدَقٌ: بمعنی پانی کا کثیر مقدار میں اور نعمت والا برسا (م۔ل) ارشاد باری ہے:

وَأَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ
لَأَسْقِيَهُمْ مَاءً غَدَقًا (۴۰)

اگر وہ راہِ راست پر ثابت قدم رہتے تو ہم انھیں ناز
پانی پلاتے۔

۷۔ تَجَاجٌ: تَجَجٌ بمعنی پانی کا زور سے برسا اور بہنا (مفت) اور تَجَاجٌ بمعنی پانی کا ریل (م۔ف)
ارشاد باری ہے:

وَأَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً تَجَاجًا (۴۱)

اور ہم نے پھرنے والے بادلوں سے موسلا دھا سینہ
برسایا۔

۸۔ مَوْفُورٌ: وافر کسی چیز کے تمام اور محشرت کے لیے آتا ہے (م۔ل) اور وَفْوٌ بمعنی پورا کرنا۔
زیادہ کرنا (منہ) اور وَفْوٌ جَزَاءٌ بمعنی اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا اور کچھ زیادہ بھی دیا (مفت)
ارشاد باری ہے:

قَالَ أَذْهَبَ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ
جَهَنَّمَ جَزَاءُكُمْ جَزَاءً مَوْفُورًا (۴۲)

اللہ تعالیٰ نے (المیس سے) کہا۔ چلا جا۔ جو شخص ان میں
سے تیری پیروی کرے گا تو تم سب کی جزا جہنم ہے (اور
وہ) پوری سزا ہے۔

محصّل (۱) کشیدو، اس کا استعمال عام ہے۔ کسی بھی چیز میں تعدد یا مقدار کی زیادتی۔

(۲) جمع، کسی چیز کا کثیر مقدار میں ایک جگہ جمع ہونا۔

(۳) مَزْکُومَر: تہ بہ تہ ہو کر ڈھیر لگ جانا۔

(۴) رَیْبِد: بھی چپک چپکھے ہوئے اجزاء کا ایک جگہ جمع ہو کر ڈھیر لگ جانا۔

(۵) رَعْد: صرف طعام اور رزق کی فراوانی کے لیے

(۶) حَاقِد: پانی کی فراوانی کے لیے جبکہ وہ مفید بھی ہو۔

(۷) شِجَاج: کثیر مقدار میں پانی موسلا دھار برسنے اور بہنے کے لیے۔

(۸) مَوْفُورٌ پُوراً ہونے کے علاوہ کچھ اضافہ کے لیے آتا ہے۔

واقعات کے لیے دیکھیے ”کہانیاں“

۲۔ والہ والے

کے لیے اصْحَابُ، آل، اَهْلٌ، ذُو اور اَوْلُو کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اصْحَابُ (واحد صاحب) معنی ایک طویل مدت تک ساتھ رہنے والا یا ساتھ دینے والا۔ خواہ یہ مصاحبت کسی انسان سے ہو یا حیوان سے یا مکان سے یا زمان سے۔ گو اس لفظ کا استعمال لغوی لحاظ سے معنوی طور پر بھی ہوتا ہے۔ تاہم بالعموم اس کا استعمال بدنی مصاحبت سے متعلق ہے۔ جیسے اصحاب کعبہ، اصحاب الزین، اصحاب السبت، اصحاب الفیل، اصحاب القبور۔ اصحاب السفینۃ۔ وغیرہ۔

۲۔ آل کا لفظ صرف کسی معروف ہستی اور شرفار کی طرف مضاف ہو کر آتا ہے۔ جیسے آل محمدؐ، آل ابراہیم، آل عمران، آل فرعون تو کچھ کہتے ہیں مگر آل خیاط نہیں کہہ سکتے (معنی منجھ) اور آل میں وہ تمام لوگ شامل ہوتے ہیں جو اس شریف ہستی کو شریف سمجھتے اور اس سے ذہنی یکسانیت رکھتے ہوں۔ گویا آل محمدؐ سے صرف آل حضرت کے خاندان والے ہی مراد نہیں۔ بلکہ وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہیں علم و معرفت کے لحاظ سے آپ سے خصوصی تعلق ہو۔ اسی طرح آل فرعون سے اس کے تمام اہل کار اور ذہنی لحاظ سے اس کے ہمنا لوگ مراد ہیں۔

۳۔ اَهْلٌ: یہ غیر ذوی العقول کی طرف بھی مضاف ہو سکتا ہے جیسے اہل البلد، شہر والے، اہل الارض (زمین والے)، اہل القرای (بستیوں والے)، اہل البیت، اہل الکتاب، اہل الذکر اور اہل النار وغیرہ۔ اور جب یہ ذوی العقول کی طرف مضاف ہو تو اس کا معنی گھر والے بیوی۔ بچے کنبہ یا خاندان ہو گا۔ مثلاً اہل الحیاط یعنی درزی کے گھر والے۔ اس کے خاندان اور کنبہ کے لوگ جس میں اس کی بیوی بھی شامل ہے۔ (اہل اہل میں مزید فرق سمجھنے

کے لیے دیکھیے اولاد)

۴۔ ذُو اور اُولُو، ذُو کا لفظ اسمائے اجناس و انواع کے ساتھ توصیف کا ذریعہ بنتا ہے۔ اسمِ ظاہر کی طرف ہی مضاف ہوتا ہے۔ اسمِ ضمیر کی طرف نہیں ہوتا۔ حالتِ رفعی میں ذُو نصبی میں ذُو اور جرئی میں ذُو استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ذُو مِرَّة (۵۴) ذَاعِذَاب (۵۵) اور ذُو الْعُوش (۵۶) اس کا تثنیہ ذُوْن یا ذُوین ہے۔ جیسے ذُوْنِ عَدْلٍ مَقْضُكُمُ (۵۷) (تم میں سے دو عدل والے) اور اس کی جمع اولو اور اولی آتی ہے۔ جیسے اُولُو الْأَحْخَامِ (۵۸) اور اُولِی بَایْسٍ شَدِیدِ (۵۹) ذُو کا مؤنث ذات ہے۔ جیسے ذَاتِ الْیَمَیْنِ۔ اس کا تثنیہ ذَوَاتَانِ ہے۔ جیسے ذَوَاتَا آفَنَانَ (۶۰) (دونوں باغ لمبی لمبی شاخوں والے)۔ اس کی جمع ذَوَات بھی ہے اور اولات بھی۔ مگر قرآن میں اُولَاتِ ہی استعمال ہوا ہے۔ جیسے اُولَاتُ الْأَحْخَامِ (۶۱) (یعنی حمل والی عورتیں)۔

حاصل (۱) اَصْحَاب، طویل عرصہ تک مصاحبت کے لیے۔

(۲) اَلْ: صرف شرفاء کی طرف مضاف۔ ذہنی یگانگت کے لیے۔

(۳) اَهْل: ہر چیز کی طرف مضاف ہو سکتا ہے اور بمعنی کنبہ خاندان والے۔

(۴) ذُو اور اُولُو: اسم کی توصیف بیان کرنے کے لیے ذریعہ کے طور پر آتا ہے۔

۳۔ وراثت

کے لیے ولایت اور وراثت کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ ولایت: اَلْوَلَاءُ بمعنی میراث جو آزاد کردہ غلام سے حاصل ہوا (معت) ارشاد نبوی ہے الولاء

لِمَنْ اٰتَقَّ (بخاری) یعنی غلام کی میراث اس کی ہے جو اسے آزاد کرے۔ گویا ولاء کا اصل معنی

محض میراث یا ترکہ ہے۔ اہل عرب میں وراثت کے کئی دستور تھے۔ مثلاً وہ میراث کا وارث

صرف اولادِ نرینہ کو قرار دیتے تھے جو ان کے بعد ان کی تلوار سنبھالنے کے اہل ہوتے تھے۔

اور اگر اولادِ نرینہ نہ ہوتی تو کبھی قریبی مردِ نرینہ دار کو ولی یا وارث قرار دیتے اور ان کی ترتیب

یہ ہوتی۔ اولاد کے بعد باپ۔ اگر باپ نہ ہو تو بھائی اور اگر بھائی بھی نہ ہو تو چچا وغیرہ۔ پھر ان میں

عقد ولاء کا بھی دستور تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ ایک شخص دوسرے سے عہد و پیمانہ کر لیتا کہ وہ

آپس میں ایک دوسرے کی مدد کیا کریں گے اور ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔

اسلام نے مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی حقدار بنایا اور ابتداءً عقد ولاء کو بھی تسلیم کیا۔ مگر اس

کی بنیاد اسلام اور ہجرت کو قرار دیا۔ ارشادِ باری ہے:

لَا تَدْرِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جَاهَدُوْا
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے جان و

مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے انہیں

اور وَتَصَرُّوا أَوْلِيَّكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ
بَعْضٍ وَالَّذِينَ آمَنُوا لَكُمْ بِهَا حُرْمًا
مَا لَكُمْ مِنْ وَلَا يَهْتَمُّونَ شَيْئًا بِحَتَّى
يُهَاجِرُوا (۸۳)

جگہ دی اور ان کی مدد کی۔ یہ لوگ ایک دوسرے کے وارث
ہوں گے۔ اور جو لوگ ایمان تو لائے مگر ہجرت نہیں کی
تمہارا ان سے میراث کا کوئی تعلق نہیں جب تک ہجرت
کریں۔

اور مَوْلَى (ج مَوْلَى) بمعنی وارث۔ ارشاد باری ہے:

وَلِكُلِّ جَعَلْنَا مَوْلَىٰ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَاتِ
وَالْأَصْرَابُونَ (۲۰۵)

اور جو مال ماں باپ یا رشتہ دار چھوڑ میں تو ہم نے ہر ایک
کے وارث مقرر کر دیے ہیں۔

وراثت کا یہ حکم دراصل سلسلہ موافقات کی ایک کڑی تھی۔ پھر جب مہاجرین کی حالت قدرے سنبھل
گئی تو عقد ولارہ کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے ختم کر کے اولوالارحام ہی کو وارث قرار دیا گیا۔ البتہ ایسے
دوستوں سے بھی اچھا سلوک کر کے کچھ دینے کی ہدایت کر دی گئی۔ ارشاد باری ہے:

وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ
فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ
إِلَّا أَنْ تَفْعَلُوا إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ مَعْرُوفًا۔
(۲۴)

اور کتاب اللہ میں رشتہ دار ہی ایک دوسرے سے زیادہ
تعلق رکھتے ہیں بہ نسبت دوسرے مومنین اور مہاجرین
کے مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کچھ اچھا سلوک کرنا چاہو تو وہ
جائز ہے۔

۲۔ وِدَائَةٌ: وہ عقدہ شرعی یا احکام الہی جن کے تحت کسی میت کی ملکیت دوسرے کی ملکیت میں چلی
جاتی ہے۔ اس وراثت کا تعلق صرف مال اور ملکیت سے ہی نہیں عادات و خصائل سے بھی ہوتا
ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے اَلْعُلَمَاءُ وَرِثَتُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ۔ تو یہاں وِدَائَةٌ سے مراد علم اور تبلیغ کے وارث
ہیں نہ کہ مال و دولت کے۔ اور وِرثَتٌ بمعنی کسی میت کا وارث بننا۔ اور اَوْرَثْتُ بمعنی وارث
بنانا۔ اور وِرثَتُهُ اور وِرثَاتٌ بمعنی ترکہ ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَوِثَاتٌ سُلَيْمَانَ دَاوُدَ (۲۳)

اور سلیمانؑ دَاوُدَ کے وارث بنے۔

تو یہاں وراثت میں مال و دولت، خلافت، نبوت، عادات و خصائل سب کچھ شامل ہے۔
ماحصل؛ (۱) ولایت؛ عقدہ ولارہ کے تحت میراث میں حصہ جو بعد میں ختم کر دیا گیا۔
(۲) وراثت؛ عقدہ شرعی کے تحت قریبی رشتہ داروں کا میراث میں حصہ۔

۴۔ وقت

کے لیے وَتُّ اور مِيقَاتٍ۔ حَتِّين اور حَيْثُيْنِ۔ اَنْ۔ اَنْفَا اور اَجَلٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
۱۔ وقت؛ معروف لفظ ہے (TIME) الوقت بمعنی مَآنٌ مَعْلُومٌ (م۔ ل) ج اوقات۔ اور
امام راجب کے الفاظ میں کسی کام کے لیے زمانہ مقررہ کی آخری حد (صفت) ارشاد باری ہے:
قُلْ اِنَّمَا عَلِمْتُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا

آپ کہہ دیجئے کہ قیامت کا علم تو میرے پروردگار

لَوْ قَرَّبْتَهَا إِلَّا هُوَ (۱۸۷)

ہی کو ہے۔ وہی اس کو اس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔

اور میقات وقت سے اسم ظرف ہے۔ زمانی اور مکانی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔
(ج موافقت) درج ذیل آیت میں میقات ظرف زمانی کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

وَوَعَدْنَا مُوسَىٰ ثَلَاثِينَ لَيْلَةً وَأَتَمَّمْنَاهَا
بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيقَاتُ رَبِّهِ آتْرَ بَعِينٍ
لَيْلَةً (۱۸۸)

اور ہم نے موسیٰ کو تیس راتوں کا وعدہ دیا۔ پھر دس
راتیں مزید ملا کر پورا کر دیا تو اس کے پروردگار کی چالیس
رات کی عہد پوری ہو گئی۔

اور درج ذیل آیت میں میقات کا لفظ زمانی اور مکانی دونوں طرح استعمال ہوا ہے یعنی وقت
بھی معین ہے اور جگہ بھی۔

وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ
رَبُّهُ (۱۸۹)

پھر جب موسیٰ اپنے مقررہ وقت پر (کوہ طور پر)
پہنچے اور ان کے پروردگار نے ان سے کلام کیا۔

۲- حین، اس وقت کہتے ہیں۔ جب کوئی خبر پہنچے یا کوئی چیز حاصل ہو۔ یہ ظرف مبہم ہے۔
(مفت) یعنی غیر معین وقت (ج احیان) اور آخِیَانًا بمعنی گاہے گاہے بھی کھیلا گیا۔

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ
إِلَىٰ حِينٍ (۱۹۰)

اور تمہارے لیے زمین میں ایک وقت تک ٹھکانا اور
سامان زلیت ہے۔

اور حین کے بعد اذ کا اضافہ کر کے حینید بنا لیا جاتا ہے۔ اور یہ کسی معین وقت کی طرف اشارہ
کے لیے آتا ہے۔ بمعنی اس وقت۔ ارشاد باری ہے:
وَأَنْتُمْ حِينِيذٍ تَنْظُرُونَ (۱۹۱)

اور تم اس وقت (مرنے والے کی حالت کو) دیکھ رہے
ہوتے ہو۔

۳- ان- انی یا بی بمعنی وقت آپہنچا۔ کسی چیز کا اپنی انتہا اور بچنگی تک پہنچ جانا۔ ارشاد باری ہے:
أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ
قُلُوبُهُمْ لِكَلِمَةِ اللَّهِ (۱۹۲)

کیا ایمان والوں کے لیے ابھی وقت نہیں آیا کہ اللہ
کے ذکر سے ان کے دل ڈر جائیں۔

اور ان بمعنی وقت (ج اناء بمعنی گھڑیاں) اس لفظ پر ہمیشہ معرفہ کا ال داخل ہوتا ہے۔ یعنی
الْتَنَ بمعنی موجودہ وقت۔ اب۔ اس وقت۔ ارشاد باری ہے:
الْتَنَ خَقَعَتِ اللَّهُ عُنُقَكُمْ وَعَلِمَاتُ
فِيكُمْ ضَعْفًا (۱۹۳)

اب خدا نے تم پر سے بوجھ ہلکا کر دیا اور معلوم کر لیا
کہ تم میں کئی قدر کمزوری ہے۔

۳- اِنْفَا: اَنْفَ بمعنی ناک اور ہر چیز کا بلند تر حصہ اور مبدا۔ اِنْفُ الْجِبِلِّ بمعنی پہاڑ کی چوٹی۔
اور اِنْفُ اللَّحِيَةِ بمعنی کنارہ ریش۔ اور اِنْفُ الشَّيْءِ کے معنی کسی چیز کے سرے اور مبدا۔ کو
پکڑنے اور آغاز کرنے کے ہیں (مفت) اور اِنْفُ الامر بمعنی کسی کام کو نئے سرے سے

شروع کرنا (منجد) اور اِزْفًا بمعنی ابھی ابھی۔ اس بات یا کام کے آغاز میں۔ ذرا تھوڑی دیر پہلے
(مفت منجد) ارشاد باری ہے:

قَالُوا لِلَّذِينَ اٰذُنُوْا اَلْعِلْمَ مَا اَذَا قَالِ
اِزْفًا (۱۶۷)

وہ ان لوگوں سے جنہیں علم (دین) دیا گیا ہے جتے ہیں
کہ بھلا ابھی شروع میں، اُس آپ نے، کیا کہا تھا؟

۵۔ اجل، اَجَلٌ بمعنی دیر کرنا۔ اور اجل اور اجلہ بمعنی دیر سے ہونے والا۔ آخرت (منجد) اَجَلٌ
ضد عاجل) دونوں لفظ مشہور ہیں۔ جو بالعموم نکاح کے وقت حق مہر کی ادائیگی کی صورت کے
لیے استعمال ہوتے ہیں۔ عاجل بمعنی نقد بہ نقد جو ادا کر دیا جائے اور اجل بمعنی ادھار اور
اَجَلٌ بمعنی مدت۔ وقت۔ موت (منجد) گویا اجل کا لفظ موجودہ وقت سے لے کر وعدہ
یا میعاد کی درمیانی مدت اور بعض دفعہ موت تک کے معنوں میں آجاتا ہے۔ اور اس کا استعمال بڑا
وسیع ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَا مَرِيْبَ فِيْهِ۔
اور اس نے ان کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا ہے،

(۱۶۹) جس میں کچھ بھی شک نہیں۔

اب اس آیت میں اجل کا ترجمہ وقت سے کر لیجئے یا مدت سے یا میعاد سے یا موت کے
وقت سے سب کچھ یہاں درست بلٹیٹا ہے۔

ماحصل:

۱۔ وَتَّاتِ - مِثَقَاتِ - طے شدہ وقت یا جگہ۔

۲۔ حِيْنِ - نَظَرِ مَبْمِ - غَيْرِ مَعِيْنِ - وَتَّاتِ -

۳۔ اَنْ اَوْرِ اَلْتَّنِ - اَبِ - مَوْجُوْدِ وَتَّاتِ -

۴۔ اِزْفًا - اَبْحٰی اَبْحٰی - مَوْجُوْدِ وَتَّاتِ سَے ذِرا پَہلے - اَغَاذِ کَلَامِ مِیْنِ -

۵۔ اَجَلٌ - وَتَّاتِ مَقرَّرہ اور مَوْجُوْدِ وَتَّاتِ سَے اِس وَتَّاتِ تَک کی درمیانی مدت

۱۔ ہاتھ

کے لیے یَد۔ یَمِین۔ شمال اور ذراع کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ یَد: بمعنی ہاتھ۔ یہ لفظ دراصل یدِی ہے۔ ناقص واوی کی وجہ سے ی گر گئی ہے۔ اس کا تشبیہ یدان اور یدین اور جمع آیدِی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قَوِيلٌ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ آيَاتُهُمْ
وَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ (پہ)

ان پر انوس ہے اس لیے کہ بے صل ہائیں، اپنے ہاتھوں سے لکھے ہیں۔ اور ان پر انوس ہے اس لیے کہ ایسے کام کرتے ہیں۔

اور ہاتھ چونکہ تمام اعضائے انسانی میں قوت اور کام کرنے کے لحاظ سے اشرف و افضل ہے لہذا ید کا لفظ قوت، قبضہ اور ملکیت کے معنی میں بھی آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

إِلَّا أَنْ يَفْعُولَ أَوْ يَفْعُوا الَّذِي يَبِيدُهُ
عُقُودَةَ الْبَيْتِ (پہ)

ہاں اگر عورتیں مہر بخش دیں یا مرد جن کے ہاتھ میں عقد نکاح ہے (پناحتی) چھوڑ دیں۔

اور بین یدِی اور بین ایدِی بطور محاورہ پہلے اور سامنے یا موجودہ کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَجَّيْتُمُ
الرَّسُولَ فَقَدْ مَوَّابَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰكُمْ
صَدَقْتُمْ (پہ)

اے ایمان والو! جب پیغمبر سے کوئی راز کی بات کہنا اور مشورہ کرنا ہو تو بات کہنے سے پہلے کچھ خیرات دے دیا کرو۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ
خَلْفِهِمْ سَدًّا (پہ)

اور ہم نے ان کے سامنے بھی دیوار بنا دی اور ان کے پیچھے بھی۔

نیز فرمایا:

فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِيَةً۔
فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَ
مَآخِظَهَا (پہ)

اور ہم نے ان سے کہا کہ ذلیل و خوار بند رہیں جاؤ۔ پھر ہم نے اس قصے کو اس وقت کے (موجود) لوگوں کے لیے اور بعد میں آنے والوں کے لیے باعثِ عبرت بنا دیا۔

۲۔ یَمِین، (جِ اَمَان) معنی وایاں ہاتھ بھی ہے۔ جسے فرمایا:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وَمَا تِلْكَ يَمِينُكَ يَهُودِي (۲۱)

لے موسیٰ! یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟

اور دائیں جانب بھی (ضد شمال) جیسے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكِهُمْ آيَةٌ
جَاتْنِ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ (۲۲)

اہل سبائے کے لیے ان کے مقام بودباش میں ایک
نشانی تھی (یعنی، دو باغ (ایک) داہنی طرف اور

دوسرا) بائیں طرف۔

پھر جس طرح یہ کالفظ قوت اور قبضہ کے معنوں میں آتا ہے یمن اس سے زیادہ وسیع معنوں میں آتا ہے کیونکہ قوت اور کارکردگی کے لحاظ سے دایاں ہاتھ بائیں سے افضل اور بہتر ہے۔ ملک یمن اس چیز کو کہتے ہیں جس پر پورا قبضہ و اختیار ہو۔ اور محاورہ یہ لفظ لوٹنڈی اور غلام کے معنوں میں آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَالْمُحَصَّنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ
أَيْمَانُكُمْ (۲۳)

اور شوہر دالی عورتیں بھی تم پر حرام ہیں، مگر وہ جو (اسیر
ہو کر) لوٹنڈیوں کے طور پر تمہارے قبضہ میں آجائیں۔

علاوہ ازیں اہل عرب کی عادت تھی کہ اپنے عہد و پیمان اور تم کو مضبوط تر بنانے کے لیے اپنا داہنا ہاتھ مخاطب کے داہنے میں دیتے تھے یا مارتے تھے۔ لہذا یہ لفظ قسم کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ اور یمن ایسی قسم کو کہتے ہیں جو عہد و پیمان کو پختہ تر بنانے کے لیے اٹھائی جائے۔ ارشاد باری ہے:

أَلَا تَتَذَكَّرُونَ قَوْمًا تَكُونُوا أَيْمَانَهُمْ
(۲۴)

بھلا تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو۔ جنہوں نے اپنی
قسموں کو توڑ ڈالا۔

۳۔ شمال: بمعنی بائیں۔ بائیں جانب۔ بائیں ہاتھ (ضد یمن) پھر جس طرح یمن برکت اور خوش بختی کے معنوں میں آتا ہے۔ اسی طرح شمال بد بختی کے معنوں میں بھی متصل ہے (منجد) (ج شامی) قرآن میں ہے:

وَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابًا بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ
لَيْسَتَنِي لَمْ أُوْتِ كِتَابًا بِهٖ (۲۵)

اور جس شخص کا نامہ (اعمال) اس کے بائیں ہاتھ میں آیا
گیا وہ کہے گا۔ اے کاش! مجھے میرا نامہ (اعمال) دیا ہی
نہ جاتا۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

ثُمَّ لَا يَمِينَهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَخَلْفَهُمْ
وَاعْنِ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ
(۲۶)

(بائیں) کھنے لگا، پھر میں ان کے آگے سے، پیچھے سے،
دائیں اطراف سے، بائیں سے (غرض ہر طرف) آؤں گا
(اور ان کی راہ ماروں گا)

۴۔ ذراع: بمعنی ہاتھ۔ یعنی سے لے کر درمیانی انگلی کے سرے تک کا حصہ۔ اور ذراع الثوب
معنی کپڑے کو ذراع سے ناپا۔ اور ذراعنا بمعنی اس کا طول یا پیمائش اتنی ہی ہے۔ اور

ذراع پلنے کا ایک پیمانہ ہے جس کی لمبائی ۵۰ سینٹی میٹر سے ۷۰ سینٹی میٹر تک ہوتی ہے ہمت منجد) یعنی تقریباً ۲۰ انچ سے لے کر ۲۸ انچ تک۔ اور اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ سابقہ ادوار میں انسانوں کے قد لمبے ہوتے تھے جو بتدریج کم ہوتے گئے۔ اور بعض مترجمین ذراع کا ترجمہ گز سے بھی کر دیتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

ثُمَّ نَفَعْنِي سِلْسِلَةً ذَرَعًا سَبْعُونَ
ذِرَاعًا فَأَسْلَمْتُ لَهُ (۶۹)

پھر اسے ایک زنجیر میں، جس کا طول ستر ہاتھ ہے،
بکڑ دو۔

حاصل: (۱) یس۔ بمعنی ہاتھ، قوت اور قبضہ۔

(۲) یمین۔ بمعنی داہنا ہاتھ۔ مکمل قبضہ اختیار اور تم کے لیے۔

(۳) شمال۔ بائیں ہاتھ۔ بائیں جانب۔

(۴) ذراع۔ ہاتھ اور ہاتھ کی لمبائی کا پیمانہ۔

۲ — ہاں

کے لیے نَعَمْ، اِنِّی اور بَلِّی کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ نَعَمْ: بمعنی ہاں۔ کلمہ ایجاب ہے۔ استفسار پر کلام کا جواب جبکہ سوال بھی مثبت انداز میں

ہو اور جواب بھی قرآن میں ہے:

وَجَاءَ النَّحْرُ فَيَرْحُونَ قَالُوا لَنْ
لَنَا لَاجِرًا اِنْ كُنَّا مَحْنُ الْغُلَبِيِّنَ -
قَالَ فَعَمَّوْا اَنْكُمْ لَمِنَ الْمُقْرَبِيْنَ (۱۱۳)

جادوگر فرعون کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اگر تم حیت
گئے تو ہمیں کچھ صلہ بھی ملے گا؟ فرعون نے کہا، ہاں
اور تمہیں مقرب بھی بنا جا جائے گا۔

۲۔ اِنِّی، بمعنی ہاں ہاں۔ بالضرورة۔ کلمہ ایجاب ہے۔ استفسار پر جواب اگر مثبت میں اور تاکید و

توثیق سے دینا ہو تو یہ لفظ استعمال ہوتا ہے ہمت، تاکہ شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ اور

اس کے بعد تم ضروری ہوتی ہے (م۔ ق) ارشاد باری ہے:

يَسْتَعِيْبُوْنَكَ اَحَقُّ هُوَ قَوْلُ اِنِّی وَرَبِّیْ
اِنَّهُ لَحَقُّ (۱۱۳)

تجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا وہ بات (قیامت)
سچ ہے؟ کھ دو ہاں ہاں میرے پروردگار کی قسم وہ

ایک حقیقت ہے۔

۳۔ بَلِّی، یہ بھی حروف ایجاب ہے۔ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب سوال نفی میں ہو۔ اور جواب

میں اس نفی کی ترویج کرنا بھی مقصود ہو اور مثبت میں جواب دینا بھی۔ اور اس کا معنی ہوتا ہے

”کیوں نہیں ضرور ہے“ ارشاد باری ہے:

اَلَا تَسْتَعِيْبُوْنَكَ قَالُوا بَلِّی (۱۱۴)

(اللہ تعالیٰ نے پوچھا) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟

کہنے لگے کیوں نہیں! (ضرور ہو)

ماصل : نَعَمْ مثبت سوال کا مثبت جواب - ای مثبت سوال کا تاکید مثبت جواب اور جلی منفی سوال کی نفی اور جواب اثبات میں۔

۳۔ ہانپنا

کے لیے ضَبَّحَ اور لَهَثَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ ضَبَّحَ (الفریس) گھوڑے کا سرپٹ دوڑتے وقت اپنے جوت سے آواز نکالنا (مف) منجہ قرآن میں ہے،

وَالْعَدِيدِ ضَبَّحًا (۱۱۰) سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم جو ہانپ اٹھتے ہیں
۲۔ لَهَثَ سخت پیاس کی وجہ سے زبان منہ سے باہر نکالنا اور جوت سے آواز نکالنا (مف) پیاس یا تشکن کی وجہ سے کتے کا ہانپ کر زبان ڈال دینا منجہ قرآن میں ہے،

فَتَشْتَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِذَا تَجَمَّلَ عَلَيْهِ اس شخص کی مثال کتے جیسی ہے کہ اگر تو اس پر بوجھ لائے
بَلَهَثَ أَنْ تَتَرَكَّهُ وَيَلَهَثُ (۱۱۱) تو بھی اپنے اور اگر چھوڑ دے تو بھی ہانپے۔

ماصل : تیز دوڑنے کی وجہ سے ہانپنے کو ضَبَّحَ اور پیاس یا تھکاہٹ کی وجہ سے ہانپنے کو لَهَثَ کہتے ہیں۔

۴۔ ہٹانا

کے لیے دَفَعَ، جَدَّبَ، زَحَّجَ، دَسَّرَهُ، دَشَّعَ، حَسَّرَ اور حَسَّأَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔
۱۔ دَفَعَ، یعنی کسی چیز کی حفاظت اور حمایت میں بیرونی خطرات یا حملے کو دور کرنا اور پرے ہٹانا۔ (مف) منجہ) دفاع یعنی کسی چیز کی حفاظت و حمایت۔ اور مدافعت یعنی جوابی کارروائی کرنا۔ ارشاد باری ہے،

وَلَوْلَا دَفَعُ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے پر چڑھائی
بِبَعْضٍ (۲۲) اور حملہ کرنے سے ہٹاتا نہ رہتا۔

اور جب اس لفظ کا صلہ الی سے ہو تو اس کا معنی کسی کی چیز اس کے سپرد کر دینا، حوالے کر دینا۔ اور وہ دینا ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے،

فَاذْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ (۲۳) تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔

۲۔ جَدَّبَ: جانب یعنی پہلو۔ طرف اور جَدَّبَ اور جَدَّبَ بمعنی دفع کرنا۔ ہٹانا۔ ایک طرف کھینچنا پہلو پرانا منجہ) ارشاد باری ہے،

وَسَيَجَنَّبُهَا الْأَتَقِيَ الَّذِي يُوْتِي مَالَهُ يَتَزَوَّى (۲۴) اور جو بڑا پرہیزگار ہے وہ اس سے ایک طرف کر دیا جائے گا۔ جو مال دیتا ہے تاکہ پاک ہو۔

۳۔ زَحَّجَ: الزحج بمعنی دور اور مَحَّجَّحَ۔ کسی کو کسی جگہ سے دُور کرنا۔ ہٹانا۔ برطرف کرنا (مف)

ماحصل: اہتدی، سیدھی راہ پر گامزن ہونے اور سہ مشد، سیدھی راہ اختیار کرنے کے بعد نیک عادت و اطوار اپنانے اور اس پر برقرار رہنے کے لیے آتا ہے۔

۶۔ ہلاکت

کے لیے کچھ تو بدو عانیہ قسم کے کلمات ہیں جو ناراضگی اور خفگی کے موقع پر بولے جاتے ہیں۔ مثلاً تَبَّتْ نَفْسٌ، قُتِلَ، شَبَّرَ، اُولَىٰ اور وَاِثْلُہ کے الفاظ سب ایسے ہی موقع پر بولے جاتے ہیں۔ جیسے ہماری زبان میں کہتے ہیں۔ تیرا بیڑا غرق، خدا تجھے سنبھالے، تمہارا کچھ نہ رہے۔ وغیرہ۔ اب ان کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

- ۱۔ تَبَّتْ، بمعنی ہلاک ہونا۔ ٹوٹنا۔ کٹنا۔ کاٹنا دونوں طرح آتا ہے (منہما قرآن میں ہے،
تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ (۱۱۱)) ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں اور وہ خود بھی ہلاک ہو۔
- ۲۔ نَفْسٌ، بمعنی ٹھوکر کھا کر گڑنا پھر اٹھ نہ سکا۔ کسی گڑھے میں گر کر ہلاک ہونا (معنی) قرآن میں ہے،
وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعَسَا لَهُمْ الْعَذَابُ (۱۱۲)) ہلاک ہوں وہ لوگ جو کافر ہیں۔
- ۳۔ قُتِلَ، قَتَلَ بمعنی کسی کو مار دینا۔ رُوح کو تن سے جدا کر دینا۔ اور قُتِلَ بمعنی مارا جائے۔
ہلاک ہو۔ قرآن میں ہے،

فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَرْتَ قَتَلْتَ كَيْفَ قَدَرْتَ
وہ ہلاک ہو جو اس نے کیسا (غلط) اندازہ لگایا۔ پھر
ہلاک ہو، جو اس نے کیسا (غلط) اندازہ لگایا۔ (۱۱۳)

- ۴۔ شَبَّرَ، بمعنی ہلاک ہونا یا زخم کا خراب ہونا (معنی) اور شَبَّرَ بمعنی ہلاکت قرآن میں ہے،
لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ نَبُورًا وَّاحِدًا وَّادْعُوا نَبُورًا كَثِيرًا (۱۱۴))
آج کے دن ایک ہلاکت کو نہ پکارو۔ بہت سی ہلاکتوں کو پکارو۔

- ۵۔ اُولَىٰ، کا صلہ اگر ب سے آئے تو بمعنی لائق تر۔ مناسب تر۔ زیادہ حقدار۔ اور اگر ل سے آئے تو بمعنی ہلاکت۔ خرابی اور تباہی۔ افسوس۔ یہ کلمہ تہدید و تحویف ہے اور اس کے لیے استعمال ہوتا ہے جو ہلاکت کے قریب پہنچ چکا ہو تاکہ اسے تنبیہ ہو جائے۔ نیز یہ کلمہ عموماً تکرار سے آتا ہے تاکہ مخاطب انجام پر غور کر کے اس سے بچنے کی کوشش کرے (معنی) قرآن میں ہے،

فَلَا صَدَقَ وَلَا صَلَّىٰ وَلٰكِنْ كَذَّبَ
تو اس (نا عاقبت اندیش) نے نہ تو کلامِ خدا کی تصدیق
اور نہ نماز پڑھی بلکہ جھٹلایا اور منہ پھیر لیا۔ پھر اپنے
گھروالوں کے پاس اکڑتا ہوا چل رہا۔ تو تجھ پر افسوس
اُولَىٰ لَكَ قَاوِلَىٰ (۱۱۵))

ہے۔ پھر تجھ پر افسوس ہے۔

- ۶۔ وَاِثْلُہ، خرابی۔ تباہی۔ افسوس۔ ہلاکت۔ یہ کلمہ عموماً حسرت کے موقع پر بولا جاتا ہے (معنی) قرآن میں ہے،

إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ آسَفًا۔ ان کے پیچھے رنج کر کے اپنے تئیں ہلاک کر ڈالو گے۔ (۱۶)

۵۔ دَمَّرَ، دَمَّرَ بمعنی کسی کے گھر میں بغیر اجازت بڑے ارادہ سے داخل ہونا (مخبر) اور دَمَّرَ كَلِمًا حَيْزًا پر دفعۃً ہلاکت لا ڈالنا (معت) فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ قَدَمَّرْنَا لَهَا تَدْمِيرًا (۱۷) ان لوگوں نے اس بستی میں سرکشی کی تو ان پر حسب دستور عذاب کی بات واجب ہو گئی۔ سو ہم نے ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

۶۔ دَمَدَمَ، الشَّيْءُ بِمَعْنَى كَيْسٍ حَيْزٍ كُرْزِيْنٍ سے چپکا دینا۔ اور دَمَدَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ بِمَعْنَى خُذَانِيهِمْ انہیں ہلاک کرو یا۔ طیاریت کر دیا (مخبر) ارشاد باری ہے؛

قَدَمَدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذُنُوبِهِمْ تَوَدَدْنَ ان کے گناہ کے سبب ان پر عذاب نازل کیا اور سب کو (ہلاک کر کے) برابر کر دیا۔ (۱۸)

۷۔ تَبَّتْ، تَبَّتْ دعائیہ کلمہ ہے۔ تَبَّتْ لَنْ كُنَّا یعنی تیرے لیے ہلاکت ہو۔ اور لغوی معنی ٹوٹنا۔ کُنَّا یا ہلاک ہونا ہے۔ اور تَبَّتْ میں تکرار لفظی سے تکرار معنوی مقصود ہے۔ یعنی مسلسل تباہی کی طرف قدم ہونا (معت) ارشاد باری ہے؛

وَمَا زَادُوهُمْ غَيْرَ تَتْبِيبٍ (۱۹) اور ان کے (بھوٹے معبود) ان کی مسلسل تباہی میں اضافہ کے سوا کچھ بھی نہ کر سکے۔

۸۔ تَبَّرَ، غارت کر دینا۔ تنس کر دینا۔ نیست و نابود کر دینا۔ (معت۔ مخبر) اور تَبَّرَ كَعْنِي هَلَاكًا۔ تباہی۔ ارشاد باری ہے؛

وَكَلَّا ضَرَبْنَا لَهُ الْأَمْثَالَ وَكَلَّا تَبَّرْنَا تَتْبِيرًا (۲۰) اور ہم نے اسے سمجھانے کے لیے، سب کی مثالیں پیش کر دیں کہ ان سب کو ہم نے تنس کر دیا۔

۹۔ بَايَرٌ بَهْدَرٌ تَبْوَةٌ اور تَبْوَةٌ بمعنی کسی فرد غرضی مال کا ہمت زیادہ مندا پڑنا اور ہلاکت کے قریب پہنچنا۔ یعنی كَسَدَ حَتَّى قَسَدَ۔ آہستہ آہستہ تباہی کی طرف چلتے جانا (معت) آہستہ آہستہ راس المال کا کم ہوتے ہوتے تباہ ہو جانا۔ قرآن میں ہے؛

وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْتَدُّونَ تِجَارَةً لَنْ تَبُورَ (۲۱) اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں۔ اور ایسی تجارت (کے فائدے) کے امیدوار ہیں جو کبھی تباہ نہ ہوگی۔

۱۰۔ اسْحَتَ، اسْحَتَ بمعنی حرام کمائی اور رشوت (معت) اسْحَتَ بمعنی مال حرام کمایا۔ اور اسْحَتَتِ التِّجَارَةُ بمعنی تجارت کے مال میں کھوٹ اور حرام کامل جانا اور اسْحَتَتِ بمعنی مال کا محتاج ہونا۔ مال کا تباہ ہونا (مخبر) اور اسْحَتَتِ بمعنی بیخ و بن سے اٹھ کر دینا (معت) گویا اسْحَتَتِ

مفلوک الحالی کی وجہ سے تباہی کے لیے آئے گا۔ ارشاد باری ہے،
 لَا تَقْرَبُوا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا فَيُنْصِتَكُمْ ۗ اللَّهُ يَرْجِئُ الْفِتْرَةَ أَمْزَانًا ۗ وَهُم مِّنْ عَذَابٍ مُّتَبَعٍ
 عَذَابٍ (۲۱)

۱۱- اَوْبَقٌ وَوَبَقٌ بمعنی ہلاک ہونا۔ اور مَوْبِقٌ بمعنی ہلاکت کی جگہ۔ قید خانہ۔ دو چیزوں کے درمیان حائل ہونے والی چیز (منجہ) ادھر آگ ادھر کھائی۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔ اور اَوْبَقٌ بمعنی ایسے مقام پر پہنچنا جہاں آگ کے پیچھے ہلاکت ہی ہلاکت نظر آئے اور اَوْبَقٌ بمعنی کسی کو ایسی جگہ میں ہلاک کر دینا ارشاد باری ہے،

وَيَوْمَ يَقُولُ نَادُوا شُرَكَاءِيَ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ فَادْعُوهُمْ فَلَمَّا يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَوْبِقًا ۗ
 اور جس دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے شرکوں کو جن کی نسبت تم گمان (الوہیت) رکھتے تھے، بلاؤ تو وہ انہیں بلائیں گے مگر وہ انہیں کچھ جواب نہ دیں گے تو ہم ان کے بیچ میں ایک ہلاکت کی جگہ بنا دیں گے۔ (۱۸)

۱۲- قَصَوَ: بمعنی پیس ڈالنا۔ توڑ مروڑ کر اور ریزہ ریزہ کر کے تباہ کر دینا (معت) ارشاد باری ہے،
 وَكَرِهْنَا مَنْ قَرَّبَ كَانَتْ ظَالِمَةً ۗ اور بہت سی بستیوں کو جو ستم گارتھیں ہم نے ہلاک کر دیا۔ (۲۱)

۱۳- فَنِي: (فناضد بقا) اپنا وجود کھو دینا۔ کچھ باقی نہ رہنا۔ عدم میں چلے جانا (معت) یہ ہلاک سے بھی اعم ہے۔ ہلاک میں کسی چیز کا خراب ہونا۔ ہاتھ سے نکل جانا۔ بُری موت مرنا سب کچھ شامل ہے جبکہ فنی کا معنی سرے سے کسی چیز کا اپنا وجود ختم کر دینا ہے۔ ارشاد باری ہے،
 كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ جو کچھ بھی زمین پر ہے۔ سب کو فنا ہونا ہے۔ (۵۵)

ماصل: (۱) هَلَكَ: ہلاک ہونا۔ برباد ہونا۔ جاندار اور بے جان سب کے لیے عام ہے۔

- (۲) بَادَ: کھیتی کھسرا میں بدل کر اجڑنا اور ختم ہو جانا۔
- (۳) تَرَدَّى: کزنیں یا کڑھے میں گر کر ہلاکت کو پہنچنا۔
- (۴) بَجَعَ: کسی غم میں گھل گھل کر ہلاک ہونا۔
- (۵) دَمَّرَ: اینٹ سے اینٹ بجا دینا۔ اکھاڑاڑنا۔
- (۶) دَمَدَمَ: یلیامیٹ کر دینا۔ زمین بوس کر دینا۔
- (۷) تَنَدَّبَ: آہستہ آہستہ تباہی کی طرف چلتے جانا۔
- (۸) تَنَبَّرَ: تہس تہس کر دینا۔ نشان نشان تک مٹا دینا۔
- (۹) بَاَسَرَ: راس المال میں کمی کی وجہ سے تباہ ہونا۔
- (۱۰) آسَحَّتْ: مفلوک الحالی سے تباہ ہونا۔

(۱۱) اَوْتَبَعَ - ایسے ہلاکت کے مقام پر ہونا کہ ادھر آگ ہو ادھر کھائی۔

(۱۲) قَصَصَ - توڑ موڑ کر رکھ دینا۔

(۱۳) قَتَلَى - اپنا وجود کھو دینا۔ یہ ہلک سے بھی اعم ہے۔

۸۔ ہلکا ہونا — کرنا

کے لیے حَقَفَ - حَقَفَ اور اسْتَحَفَفَ - فَتَرَ اور قَصَصَدَ کے الفاظ آتے ہیں:-

۱- حَقَفَ - حَقَفَ بمعنی ہلکا ہونا ضد ثَقُلَ بمعنی بوجھل ہونا، مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ خفیف بمعنی وزن کے لحاظ سے ہلکا بھی اور سبک رفتار یا خوش آئند بھی آتا ہے۔ اور ثقیل بمعنی وزن کے لحاظ سے بوجھل بھی اور طبیعت پر کڑا نبار بھی۔ قَوْلًا ثَقِيثًا (۱۱) بمعنی طبیعت پر کڑا نبار۔ بھاری ذمہ داری۔ ارشاد باری ہے،

وَمَنْ حَقَفَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ
الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ (۱۲)

اور جس کے اعمال کا وزن کم ہو تو یہی لوگ ہیں جنہوں نے خود اپنا نقصان کیا۔

اور حَقَفَ بمعنی تخفیف کرنا بوجھ یا ذمہ داری میں کمی کرنا۔ ہلکا کرنا۔ یہ بھی ہر طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے،

فَلَا يَخْفَفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ
يُضَرُّونَ (۱۳)

اور اسْتَحَفَفَ بمعنی کسی چیز کی قدر و منزلت کو بتدریج ہلکا کرنے کی کوشش کرنا۔ ارشاد باری ہے،
فَاسْتَحَفَفَ قَوْمَهُ فَأَطَاعُوهُ (۱۴)
فرعون نے اپنی قوم کی عقل مادی تو انہوں نے اس کی بات مان لی۔

۲- فَتَرَ فَتَرَ بمعنی کسی چیز کی قوت یا رفتار میں بتدریج کمی واقع ہوتے جانا۔ توڑنے کے بعد کمزوری تیز رفتاری کے بعد آہستہ آہستہ سُست رفتاری واقع ہونا (مف) اور فَتَسَّرَ بمعنی تیزی کے بعد سُستی یا ٹھہرنا۔ سختی کے بعد نرمی اور قوت کے بعد کمزور پڑ جانا (مف) اور فَتَرَ بمعنی کسی بوجھ یا رفتار وغیرہ کو بتدریج ہلکا یا کم کرنا۔ ارشاد باری ہے،

فِي عَذَابٍ جَهَنَّمَ خَلِدُونَ لَا يُفْتَرُونَ
عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ (۱۵)

وہ ہمیشہ جہنم کے عذاب میں رہیں گے جو ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ خود بھی اس بات سے اس توڑے بیٹھے ہوں گے۔

۳- قَصَصَ، کا ایک معنی افراط و تفریط سے بچتے ہوئے درمیانی راہ اختیار کرنا بھی ہے اور اِقْتِصَادِ اموال یا دوسری اشیاء کے صحت کرنے میں درمیانی راہ اختیار کرنے کو کہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے،
وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ (۱۶)
اور اپنی چال میں اعتدال اختیار کر۔

اور دوسرے تمام پر ہے؛

لَوْ كَانَ عَرَصًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا۔ اگر بال غنیمت سہل الحصول اور سفر بھی ہلکا ہوتا۔

(۱۳)

تو یہاں بھی قَاصِدًا کا معنی درمیانی قسم کا یا واجباً سافا صلہ ہے۔ یعنی نہ زیادہ دُور اور نہ نزدیک لیکن تقابلاً اور زیادہ تفصیل سے بچنے کی خاطر اس کا ترجمہ ہلکا کر لیا جاتا ہے۔

ماصل : (۱) حَقَّقْتُ؛ یعنی کسی بوجہ یا ذریعہ میں تخفیف یا کمی کر کے ہلکا کرنا۔ اور (۲) قَتَّرْتُ کسی چیز میں قوت کم ہونے کی وجہ سے اس کی قوت کا رُو ہلکا کرنا یا کم کرنا۔

(۳) قَصَدْتُ؛ یعنی درمیانی قسم کا۔ معتدل۔ دشوار کے مقابلہ ہلکا۔

۹۔ ہلنا۔ ہلانا

کے لیے حَرَّكَ، هَرَّزَ، هَشَّشَ، لَوَّى اور مَغْلَضَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَرَّكَ؛ یعنی حرکت دینا۔ ہلانا۔ اس کا استعمال عام ہے۔ حرکت خواہ کس طرح کی ہو۔ ارشاد باری ہے؛ لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ (۱۹) (اے محمدؐ) وحی کے پڑھنے کے لیے اپنی زبان ہلایا کرو (کہ اس کو جلد یاد کر لو)

۲۔ هَرَّزَ؛ یعنی درخت کو اس طرح ہلانا کہ اس کا پھل گر پڑے (ف۔ ل۔ ۱۱۴) پنجابی میں اس کے لیے خاص لفظ ہے۔ جھونٹ یا جھونٹا مارنا۔ ارشاد باری ہے؛

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكَ بِجَذَعِ النَّخْلَةِ (۱۹) اور مجھ کو تنے کو اپنی طرف بلاؤ۔

اور اَهْتَرْتُ؛ یعنی کسی چیز کا اس طرح ہلنا یا حرکت کرنا جیسے اسے کسی نے جھٹکا دے دیا ہو یا جھٹک رہا ہو۔ ارشاد باری ہے؛

فَلَمَّا رَاَهَا تَمَتَّرْتُ كَمَا تَمَتَّرُ الْجَانُّ وَلِيْ

مُذَبِّرًا (۲۰) جب موسیٰ نے دیکھا کہ ان کی لاطھی یوں حرکت کرنے لگی ہے گویا وہ سانپ ہے تو پٹیٹھ پھر کر چل دیے۔

۲۔ هَشَّشَ اور هَرَّزَ دونوں ہم معنی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے هَشَّشَ صرف نرم اور ہلکی چیز کو ہلانے کے لیے

استعمال ہوتا ہے۔ جیسے هَشَّشَ التَّوْبَتِ یعنی پتے جھاڑنا (معت) اور هَشَّشَ بِمَعْنَى هَرَّزَ مَرْمِمْ جَمِيْرٌ

نرم طبع مرد۔ اور هَشَّشَ بِمَعْنَى تَبَسَّمَ كَرْنَا۔ اور هَشَّاشِ اِلْيَا اُدْمِيْ جَس كَا چہرہ معمولی بات پر پھیل جانے

اور خوش ہو جانے (م۔ ق) ہشاش بشاش مشہور لفظ ہے۔ ارشاد باری ہے؛

قَالَ هِيَ عَصَايَ اَنْتَ كَوْنُ اَعْيَابِهَا وَاَهَشَّشْتُ

موسیٰ نے کہا یہ میری لاطھی ہے میں اس سے ٹیک

بھی لگاتا ہوں اور اپنی بکریوں کے لیے درختوں سے

پتے بھی جھاڑتا ہوں۔

۲۔ لَوَّى، لَوَّى الْجَبَلِ۔ یعنی رسی بٹنا۔ اور لَوَّيْتُ الْحَيْثَةَ بِمَعْنَى سَانِبٍ كَا كُنْدَلِيْ مَا زَنَا مَجِيْدًا اور لَوَّى

صَاهِي، صَاهِي الرَّجُلِ - بِمَعْنَى شَاكَلَهُ وَشَابَهَهُ، يَعْنِي كَمَنْ شَخِصَ كَأُخْرَى سَمَّ شَكْلًا هُونًا
يَا عَادَاتٍ وَأَطْوَارٍ مِثْلَ مِثَابِهِ هُونًا - أَوْ صَهَبِي بِمَعْنَى هَمَّ شَكْلًا أَدْمَى - (م - ق - م - ف - منجد)
ارشاد باری ہے:

يُصَا هُونًا قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا (۱) پہلے کافر بھی اسی طرح کی باتیں کہا کرتے تھے - جانکھڑی
رہیں کرتے ہیں بات ان لوگوں کی جو کافر ہوئے (عثمانی ۴)

محصّل (۱) قرین - ہم عمر یا ہم نشین ساتھی - (۴) کَفُوْا - قدر و منزلت میں ہم پلہ - ہمسرہ - برابر کی چوٹ
(۲) اقرباب - ہم عمر اور ہم مزاج سقویا سیلیا - (۵) صَفَّ - قطار بندی اور حالت میں ہم آہنگی -
(۳) سَيِّئًا - ہم نام - (۶) صَاهِي - شکل و صورت یا عادات اطوار میں ہم آہنگی -

۱۱ - ہمت ہارنا

کے لیے فِشَلٌ اور اِسْتِكَانَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں -

۱- فِشَلٌ، بمعنی لڑائی اور شدت کے وقت بزدلی دکھانا (منجد) ہمت ہارنا - جی چھوڑنا - نامزدی
دکھانا - کمزوری اور بزدلی دکھانا - قرآن میں ہے،
حَتَّىٰ اِذَا قَاتَلْتُمُوْهُمْ وَتَنَاوَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ (۱۳۲) یہاں تک کہ تم نے ہمت ہاری اور حکم دہنیرا میں جھگڑا کرنے لگے -
نامزدی کی (عثمانی ۴)

۲- اِسْتِكَانَ، بمعنی پوری محنت کے بعد تھک کر اور کمزور ہو کر بالآخر ہمت ہار دینا - عاجز ہو جانا -
ہمت کا جواب دے جانا - مطیع ہو جانا - دب جانا - ارشاد باری ہے:
فَمَا وَهَنُوا لِمَا اَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا صَعَبُوا وَلَا اِسْتَكَانُوا - انہوں نے نہ بزدلی کی، کمزوری دکھائی اور نہ ہی
(کافروں سے) دبے - (۱۳۶)

محصّل؛ ابتداء ہی میں دل چھوڑ دینے اور ہمت ہار دینے کے لیے فِشَلٌ اور اپنی قوت صرف کر چکنے کے
بعد ہمت ہارنے پر استکان آئے گا -

۱۲ - ہموار کرنا

کے لیے سَطْحٌ، دَاكٌ اور مَرْدٌ کے الفاظ آئے ہیں -

۱- سَطْحٌ کے بنیادی معنی میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) پھیلا نایا بچھانا (۲) پھراسے ہموار کرنا - اور
سَطْحَ الْبَيْتِ بمعنی گھر کی چھت کو ہموار کرنا - اور مَسَطَّحٌ بمعنی ہموار کرنے کا آلہ یا اوزار اور سطح
بمعنی مکان کی چھت کا اوپر کا حصہ (منجد) امام راغب کے الفاظ میں اَعْلَى الْبَيْتِ جُعِلَ
سَوِيًّا (مف) ارشاد باری ہے:

وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ (۲۵) اور کیا وہ نہیں دیکھتے، زمین کی طرف کس طرح بچھائی گئی۔
۲۔ دَلَّةً کے بنیادی معنی (۱) کوٹنا (۲) پھراسے ہموار کر دینا (م۔ ل) یعنی کسی چیز کو کوٹ کر زمین کے

برابر کر دینا (مف) ارشاد باری ہے،
فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ سَاءً -
پھر جب میرے پروردگار کا وعدہ آپہنچے گا تو اس
(سید ذوالقرنین) کو ڈھا کر بیوند خاک کر دے گا۔ (۱۸)

۳۔ مَرَّدٌ: مَرِدٌ الْغَلَامُ بمعنی لڑکے کا بے ریش ہونا۔ اور مَرَّدٌ الْفُصْنُ بمعنی ٹہنی کے پتے صاف
کرنا۔ اور مَرَّدٌ الْبِنَاءُ بمعنی عمارت کو ہموار اور چکنا کرنا (مف)۔ مسجد، ارشاد باری ہے،
قَالَ إِنَّهُ صَرَّحَ مُرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيرٍ -
سیلان نے کہا یہ (الیاس) ہے جو شیشے جڑے
ہونے کی وجہ سے ہموار بنا دیا گیا ہے۔ (۲۶)

ماحصل (۱)؛ سطح۔ بچھانا اور ہموار کرنا۔ (۳) مَرَّدٌ، ہموار اور چکنا کرنا۔

(۲) دَلَّةً۔ ریزہ ریزہ کر کے زمین کے ہموار کرنا۔

۱۳۔ ہمیشہ

کے لیے سَرْمَدٌ اور أَبَدٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ سَرْمَدٌ، بمعنی دائم۔ ہمیشہ (مف) سَرْمَدٌ بمعنی جس کا نہ اول ہونہ آخر (مخبر) ہمیشہ کسی چیز
کا ایک ہی حالت میں رہنا اور اس میں کچھ تغیر و تبدل نہ ہونا (ق ل ۹۵) ارشاد باری ہے،
قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ
سَرْمَدًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مِنَ اللَّيْلِ عُرْوَةً يَا أَيُّهَا
آپ کدہ دیجیے۔ بھلا دیکھو تو اگر اللہ تعالیٰ تم پر رات کو
ہمیشہ رات ہی رہنے دے تو دوسرا کون اللہ ہے
جو تمہارے لیے روشنی لائے گا؟ (۲۸)

۲۔ أَبَدٌ، (ضد ازل) زمانہ دراز کا پھیلاؤ۔ مسلسل جاری رہنے والی مدت (مف) ظرف زمان ہے
جو مستقبل میں نفی اور اثبات دونوں کی تاکید کے لیے آتا ہے۔ مَثَلًا أَقْعَلُ أَبَدًا مِّنْ لِّسَةٍ
ضرور کرتا ہوں گا اور لَا أَقْعَلُ أَبَدًا بمعنی میں اسے کبھی بھی نہ کروں گا (مخبر) اور أَبَدٌ سے
پہلے خَلَدٌ مزید تاکید کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے،
وَهُ اس جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔
خَلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا (۱۸)

دوسرے مقام پر فرمایا،

وَلَا يَتَمَنَّوْنَ أَبَدًا بِمَا قَدَّمْتُمْ عَلَيْهِمْ
یہودی جو کچھ کر توت کر چکے ہیں۔ اس کی وجہ سے
وہ موت کی بھیجی بھی آرزو نہ کریں گے۔ (۲۷)

ماحصل (۱)؛ سَرْمَدٌ۔ ظرف زمانی۔ صرف اثبات کے لیے اور بلا تغیر کسی حالت کے مسلسل رہنے کیلئے آتا ہے۔
(۲) أَبَدٌ۔ ظرف زمانی۔ مستقبل میں نفی و اثبات دونوں کی تاکید اور حالت اور کام کے تسلسل کے لیے آتا ہے۔

۱۴۔ ہمیشہ ہونا۔ رہنا

کے لیے خَلَدَ - وَصَبَ - ظَلَّ - اسْتَمَرَّ اور ان کے علاوہ افعال ناقصہ میں سے دَامَ - نَهَلَ - اَبْرَحَ اور فُتَا کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ خَلَدَ کا لفظ ہمیشگی کے لیے نہیں بلکہ کسی چیز کا اپنی ابتداء سے عرصہ دراز تک تغیر و فساد پیدائے ہونے کے لیے آتا ہے۔ کیونکہ یہ لفظ اَبَدَ کے ساتھ تاکید کے لیے آتا ہے اور جہاں محض عرصہ دراز مقصود ہو تو صرف یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اَبَدَا کا لفظ ساتھ نہیں آتا۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ
وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ
فِيهَا (۱۶۸)

اور جو لوگ کافر ہیں یعنی اہل کتاب اور مشرک۔ وہ
دوزخ کی آگ میں پڑیں گے اور وہ اس میں ہمیشہ
رہیں گے۔

اور اسی سورہ میں جہاں مومنوں کی جزا کا ذکر کیا تو فرمایا:

جَزَاءُ مَنَّهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ عَدْنٍ
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ
فِيهَا أَبَدًا (۱۶۸)

ان کا صلہ ان کے پروردگار کے ہاں ہمیشہ رہنے کے
بارغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں وہ اَبَدًا آباد
ان میں رہیں گے۔

اور اَخْلَدَ اور خَلَدَ دونوں کسی چیز کے ایک حالت پر طویل عرصہ تک برقرار رہنے یا ایک ہی
حالت میں رہنے کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے فرمایا:

يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ (۲۳)

اس کا خیال ہے کہ اس کا مال اس کی ہمیشگی کی زندگی کا
دوسرے تمام پر فرمایا:

يَطْلُوتُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُخْلَدُونَ (۱۶۱)

نوجوان خدمتگزار جو ہمیشہ ایک ہی حالت میں
رہیں گے ان کے آس پاس پھریں گے۔

۲۔ وَصَبَ: ابن الفارسی کے نزدیک اس کا معنی محض کسی چیز کا ایک حالت پر دوام ہے (۱)۔
اور صاحب فقہ اللغة کے نزدیک شدۃ الوجع (۱)۔ ل۔ (۲۸) یعنی درد کی شدت اور صاحب
منجد کے نزدیک الواصب بمعنى بہت دور تک پھیلا ہوا یا باہان اور وَصَبَ بمعنى دَامَ ہونا
ثابت ہونا۔ اور دَامَ المريض ہونا (منجد) ارشاد باری ہے:

وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ (۲۶)

اور ان کے لیے عذاب دائمی ہے۔

دیکھیے یہاں واصلب کے معنی میں دوام، شدت الوجع اور پھیلاؤ تینوں باتیں پائی جاتی ہیں۔
مگر بعد میں یہ لفظ شدت الوجع کا معنی چھوٹا محض شدت یا مضبوطی اور وسعت و دوام کے
معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ ارشاد باری ہے:

وَلَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ
الَّذِينَ وَاَصْبًا (۱۶۸)

اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا
ہے۔ اور اسی کی عاقبت کو دوام ہے۔

۳۔ ظَلَّ: بمعنی ہمیشہ رہنا۔ ظَلَّ الْيَوْمَ۔ دن کا سایہ دار ہونا۔ سارا دن سایہ رہنا۔ ظَلَّلَ مَعْصِي پانی جو ہمیشہ درختوں کے سایہ میں رہے۔ اور ظَلِيلَ مَعْصِي سایہ دار۔ ہمیشہ سایہ والا۔ اور ظَلَّلَهُ اسْمُ مَرءٍ۔ اقامت (منجد) ظَلَّلْتُ اور ظَلَّلْتُ (ایک لام کے ساتھ) یہ اصل میں اس کام کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو دن کے وقت کیا جائے۔ مگر کبھی بمعنی صِدْقٌ یعنی ہو جانا یا زہر جاناکے معنی میں بھی آجاتا ہے (مفت) اور ظَلَّ مَعْصِي کسی کام کو سارا دن کرنا یا سارا دن ایک ہی جیسی حالت رہنا (م۔ ق) گو یا ظَلَّ میں دن بھر یا کچھ مدت تک کے لیے دوام پایا جاتا ہے۔ ارشاد باری: **إِنْ يَشَأْ يُنْزِلِ الرِّيحَ فَيَظْلِلْنَ رَوَاكِدَ** اگر اللہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے اور جہازِ سمندر کی **عَلَى ظُلُمِهِمْ** (۴۲)

۴۔ اِسْتَمَرَّ: مَتَّ بمعنی گزنا۔ جانا کسی چیز کے پاس سے گزرنا (مفت۔ منجد) اور اِسْتَمَرَّ بمعنی ایک حالت یا طریقہ پر باقی رہنا۔ ہمیشگی کرنا (منجد) ارشاد باری ہے: **وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمَرٌّ** (۵۲) کہتے ہیں کہ یہ ایک ہمیشہ کا جادو ہے (جالدھری) **ہاڈو ہے پہلے سے چلا آتا (عثمانی)؟**

ماصل (۱) خَلَدَ: طویل مدت تک بلا تغیر ایک ہی حالت میں رہنا۔

(۲) وَصَبَ: میں دوام کے ساتھ وسعت اور مضبوطی پائی جاتی ہے۔

(۳) ظَلَّ: دن بھر کوئی کام کرنا۔ یا سارا دن ایک جیسی حالت رہنا۔

(۴) اِسْتَمَرَّ: شروع سے اب تک کسی حالت یا طریقہ کا بدستور رہنا۔

حروفِ نافیہ کے ساتھ ہمیشگی کا معنی دینے والے الفاظ

۵۔ دَامَ: دَوَامٌ بمعنی سکون اور مَاءَ الدَّائِمِ بمعنی ٹھہرا پانی جس میں کچھ حرکت نہ ہو۔ اور دَامَ الشَّيْءُ بمعنی کسی چیز کا عرصہ دراز تک بلا تغیر ایک ہی حالت میں رہنا (مفت) اور دوام بمعنی ہمیشگی۔ فیعل بسا اوقات کسی دوسری حالت کے ساتھ مشروط ہوتا ہے یعنی جب تک یہ حالت رہے گی تو یہ بھی برقرار رہے گی۔ اس وقت اس پر مآ کا حرف داخل ہوتا ہے اور مَادَامَ ”جب تک کہ“ کا معنی دیتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

قَالُوا يَا مُوسَى إِنَّا لَنَنذِرُكَ لَهَا آيَاتًا بنی اسرائیل کہنے لگے۔ موسیٰ! جب تک وہ لوگ ہاں **مَادَامُوا فِيهَا** (۱۳)

موجود ہیں ہم وہاں کبھی بھی داخل نہ ہوں گے۔

۶۔ مَرَّ: بمعنی زائل ہونا۔ ٹل جانا۔ اور مَرَّوَالٌ بمعنی ڈھل جانا۔ یہ لفظ لا اور مآ نافیہ کے ساتھ مل کر ہمیشگی کا معنی دیتا ہے اور ان معنوں میں ہمیشہ لا اور مآ کے ساتھ ہی استعمال ہوتا ہے (مفت) اور ظرفِ زمانی کے لیے آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا تَرَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خِائِنَةٍ مِّنْهُمْ اور چند لوگوں کے سوا تم ہمیشہ ان یہود کی ایکٹ ایکٹ

الَا قَلِيلًا مِّمَّنْهُمْ (۱۳) خیانت کی خبر پاتے رہو گے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

فَمَا زَالَتْ تِلْكَ دَعْوَاهُمْ حَتَّى جَعَلَهُمْ
حَصِيدًا أَحَامِدِينَ (۲۱) تو وہ ہمیشہ اسی طرح پکارتے رہے۔ یہاں تک کہ
ہم نے انھیں کٹی ہوئی کھیتی اور کھچی ہوئی آگ کی طرح کا

ڈھیر بنا دیا۔

۴۔ آئِزَحْ: بَرَحٌ كِي ضِدِّ بَرَزَ هِيَ۔ اور بَرَزَ بمعنی کھلے میدان میں سامنے آجانا۔ اور بَرَحٌ بمعنی

کھلے میدان سے ہٹ جانا (معت)، صرف مضارع استعمال ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ جب
نفي كاللفظ لَا يَأْتِيَنَّ آتَى تَوْظُرُفِ مَكَانِي كِي لِيَةِ اسْتِعْمَالِ هُوَ تَابِعٌ۔ اور ہمیشہ حَتَّى كِي سَاثَهُ
مَشْرُوطِ هُوَ تَابِعٌ۔ ارشاد باری ہے،

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ
حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ (۲۱) اور جب موسیٰ نے اپنے نوجوان ساتھی سے کہا اَبْرَحُ
میں دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ پر پہنچ جاؤں ہٹنے کا نہیں

دوسرے مقام پر فرمایا،

قَالُوا لَنْ نَبْرَحَ عَلَيْكَ عَاكِفِينَ حَتَّىٰ
يَنْزِعَ إِلَيْنَا مُوسَى (۲۱) بنو اسرائیل حضرت ہارون سے کہنے لگے جب تک موسیٰ
ہمارے پاس واپس نہ آجائیں تو ہم برابر اسی جگہ پر لگے

بیٹھے رہیں گے۔

۸۔ فِتَا، بمعنی کسی کو کسی کام سے روک دینا۔ لَا اور مَا نَافِيَةٌ اس پر داخل ہو تو کسی کام کے مسلسل کرتے

جانے کے معنی دیتا ہے۔ کہتے ہیں مَا فِتَا يَفْعَلُ ذَلِكَ۔ وہ ہمیشہ یہ کرتا رہا۔ حَتَّى كِي سَاثَهُ
عَمُومًا مَشْرُوطِ هُوَ تَابِعٌ۔ صرف ماضی اور مضارع استعمال ہوتا ہے (منجہ ظرف زمان کے لیے
آتاہے۔ قرآن میں یہ لفظ صرف ایک بار آیا ہے مگر وہاں بھی لَا مَحْذُوفٌ ہے، اجماع علیہا (بیت)

ارشاد باری ہے،

قَالُوا تَا اللَّهُ تَفَتُّنَا تَذَاكَرُومُوسَى حَتَّىٰ
تَكُونُ حَرَصًا أَوْ تَكُونُ مِنَ الْهَالِكِينَ (۱۳) برادرانِ یوسف باسے کہنے لگے، وا اللہ آپ یوسف
کو اسی طرح یاد ہی کرتے رہیں گے پھر یا تو بیمار ہو جائیں

گے یا جان ہی دے دیں گے۔ (۱۳)

حاصل: (۵) دَامَ، صرف ماضی مآ سے مشروط۔ حالت کی تبدیلی کے لیے ظرف مکانی و زمانی دونوں کے لیے

(۶) آئِزَحْ، صرف مضارع۔ لَا اور لَنْ نفي کے ساتھ اور حَتَّى سے مشروط۔ ظرف مکانی کے لیے آتا ہے۔

(۷) زَالَ، ماضی اور مضارع لَا اور مَا نافیہ۔ ظرف زمانی کے لیے۔

(۸) فِتَا " " حَتَّى سے مشروط " " " " " "

۱۵۔ ہنسنا

کے لیے ضِحِكٌ اور تَبَسَّعَ کے الفاظ قرآن کریم میں آتے ہیں۔

- ۱- ضَحِكَ، آواز کے ساتھ منہ کھول کر ہنسنا جس سے دانت نظر آجائیں (منجد) ارشاد باری ہے:
- وَأَمْرَاتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَلَبَسَتْ نَهْأَهَا
يَأْسَحِقُ (۱۱۶)
- ہم نے اس کو اسحاق کی خوشخبری دی۔
- ۲- تَبَسَّمَ، جَسَمًا اور تَبَسَّمَ، بِعَيْنَيْهِ مَسْكِرَانَا (منجد) بغیر آواز تھوڑا سا ہنس دینا جس سے انبساط کے آثار نظر آئیں۔ قرآن میں ہے:
- تَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِمَّنْ قَوْلِهَا (۱۱۶)
- سیمان چوٹی کی اس بات سکرانے پھر ہنسنے لگے۔

۱۶۔ ہوا اور اُس کی اقسام

- ہوا کے لیے معروف لفظ رِيح (روح) ہے۔ ابن الفارس کے نزدیک اس کا معنی ہوا اور حرکت کرنا ہے (م۔ ل) مگر یہ اس سے زیادہ وسیع معنوں میں قرآن میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً:
- (۱) یعنی ہوا معروف معنوں میں جو حرکت کرتی ہے (ف ل ۱۱۷) ارشاد باری ہے:
- إِنْ يَشَأْ يُسْكِنِ الرِّيحَ (۱۱۷)
- اگر اللہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے۔
- (۲) یعنی بویا خوشبو۔ قرآن میں ہے:
- رَاحِي لَأَجَلٍ يُبَاحُ بِيُوسُفَ (۱۱۷)
- مجھے تو یوسف کی بو آرہی ہے۔
- (۳) یعنی رعب اور دبدبہ۔ جیسے فرمایا:
- وَلَا تَنَازَعُوا فَعَشَلُوا وَتَكْذَهِبَ
بِرَائِحِكُمْ (۱۱۷)
- اور آپس میں جھگڑا نہ کرونا ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔
- اور یہ ریح کی جمع رِيَاح ہے۔ جب اَرْسَالُ الرِّيحِ کا لفظ ہو تو وہاں رحمت کی ہوا میں مراد ہوتا ہے۔ اور اگر اَرْسَالُ الرِّيحِ مذکور ہو یعنی واحد کا صیغہ استعمال ہو تو اس سے مراد عذاب دینے والی ہوا ہوتی ہے (معن) اب ہم اسی لحاظ سے ان کی الگ الگ تقسیم کرتے ہیں۔

خوشگوار ہوا میں

- کے لیے رُوح، رِيحَان، مُبَشِّرَاتٌ اور لَوَائِحِ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
- ۱- رُوح، یعنی باوِسیم، رحمت، خوشی، آرام بدد اور یَوْمِ رُوحِ یعنی خوشگوار دن (منجد) اور امام غزالی کے نزدیک رُوح اور رُوح دراصل ایک ہی ہیں۔ اور رُوح کا اطلاق سانس پر ہوتا ہے۔ اَوْ رَاحَ الْإِنْسَانِ کے معنی کسی شخص کے سانس لینے کے ہیں۔ اور راحت حاصل کرنے کے بھی (معن) رُوح کے مختلف معانی پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا معنی اللہ کے احسانات اور انعامات کی مسلسل جاری رہنے والی رو ہے جو انسان کے لیے راحت و آرام کا سبب بنتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

لَا تَيْسَبُوا مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِنَّهُ لَا يَيْبَسُ
من رَوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿۵۴﴾
اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا جو نیکہ اس کی رحمت
سے ناامید صرف کافر لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔

۲- رِيحَانٌ: بمعنی ہر خوشبو دار پودا۔ روزی۔ معیشت (منجد) اور راحۃ بمعنی ٹھنکے والی خوشبو دار
رِيحَانَةٌ بمعنی پھولوں کا گلہ ستہ (منجد) ان معانی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر رِيحَانِی
سے مراد رزق یا کھیتی سے حاصل شدہ خوردنی اشیاء ہوں تو ان سے مراد ایسی چیزیں ہیں جن کی
حک اور بونوشگوار ہو۔ ارشاد باری ہے:

فَرَوْحٌ وَرِيحَانٌ وَجَدْتُمْ نَجِيمًا -
تو اس کے لیے راحت اور خوشبو دار پھول اور نعمت
کے باغ ہیں۔ (۵۴)

دوسرے مقام پر ہے،

وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالزَّيْتَانُ
اور اناج جن کے اندر بھس ہوتا ہے اور خوشبو دار پھول ہانسی
کھانے کا اناج (صفت) (۵۵)

۳- مَبَشِرَاتٍ، نزول رحمت یا باران رحمت کی خوشخبری دینے والی ہوائیں۔ بارش سے پہلے کی
مرطوب اور خوشگوار ہوا (۲۵۴) ارشاد باری ہے:

وَمِنَ آيَاتِهِ أَنْ يُرْسِلَ الرِّيحَ مَبْشِرَاتٍ
اور اس کی نشانیوں میں سے آیت ہے کہ وہ خوشخبری دینے والی
ہواؤں کو بھیجتا ہے تاکہ تمہیں اپنی رحمت مننے چکھانے
تَلِيذًا يُبَشِّرُكُمْ مِنْ تَحْتِهِ ﴿۲۶﴾

۴- لَوَاقِحُ، (واحد لَوَاقِحٌ) لقع بمعنی بار بار ہوا۔ اور یہ بوجھ دو طرح کا ہو سکتا ہے (۱) پانی کا
بوجھ جو ہوائیں برسنے سے پہلے اٹھانے پھرتی ہیں (۲) نزدخت کے تخم کا بوجھ جو وہ مارہ
درخت پر جا کر ڈال دیتی ہیں (۳) قرآن میں یہ لفظ صرت پہلے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔
ارشاد باری ہے،

وَ أَنْزَلْنَا الرِّيحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا
ہم نے بار بار ہوائیں چلائیں پھر آسمان سے بارش
مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ﴿۲۷﴾
نازل کی۔

ناگوار ہوائیں

کے لیے عَاصِفٌ، قَاصِفٌ، حَاصِبٌ، شَوْحٌ، اِعْصَابٌ، حَسْبَانٌ، نَفْحَةٌ، صَرْصَرٌ
رِيحٌ عَقِيقَةٌ کے الفاظ آتے ہیں۔

۵- عَاصِفٌ، عَصَفٌ بمعنی بھوسی۔ بھوسہ خشک نباتات جو ٹوٹ کر چورا چورا ہو جائے
(صفت) اور عَاصِفَةٌ اُس تیز ہوا یا آندھی کو کہتے ہیں جو بھوسہ یا اس کے برابر کی چیزوں کو
اڑاتی پھرتے۔ ارشاد باری ہے:

حَتَّىٰ إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ

پاکیزہ ہوا کے نرم نرم جھونکوں سے سواروں کو لیکر
 چلنے لگتی ہیں۔ وہ اس سے خوش ہوتے ہیں تو انکا
 تیز آمدھی چل پڑتی ہے اور ہر طرف سے لہریں اٹھنے
 لگتی ہیں۔ اور انھیں یقین ہو جاتا ہے کہ اب ان میں گھر گئے
 اَحِيْطُ بِهٖمُ (۱۱)

۶- حَاصِبٌ، حَصَبٌ یعنی پتھر کنکر اور حَاصِبَةٌ اتنی تیز آمدھی کہتے ہیں جو پتھر کنکر اڑاتی پھرے
 (فت ل ۲۵۲) اور اَحْصَبَ الْفُرْسِ یعنی گھوڑے کا اتنا تیز دوڑنا کہ اس کے پاؤں سے گھس گھس کر یاں ہوا
 میں اُڑنے لگیں (م-ق) ارشاد باری ہے:

اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخِيفَ بِكُمْ جَانِبَ
 الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا (۱۲)
 کیا تم اس بات سے بے خوف ہو کہ خدا تمہیں خشکی
 کی طرف (لے جا کر زمین میں) دھنسا دے یا تم پر
 سنگریزوں بھری آمدھی چلا دے۔

۷- قَاصِبٌ، قَصَفٌ یعنی تڑونا اور ٹوٹنا (م-ل) اور قَاصِفٌ وہ تند و تیز آمدھی ہے جو درختوں وغیرہ
 کو توڑ دے (مفت) آمدھی کا طوفان۔ گرجدار آمدھی۔ ارشاد باری ہے:

فَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيحِ
 فَيَكْفُرُ بِمَا كَفَرْتُمْ (۱۳)
 پھر تم پر تیز و تند آمدھی بھیجے جو تمہارے کفر کے
 سبب تمہیں تباہ کر دے۔

۸- سَمُومٌ، سَمْتٌ گرم ہوا۔ ٹو۔ جو اجسام کو بھلس دے (فت ل ۲۵۲) ارشاد باری ہے:
 فَمَنْ اَللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقْنَا عَذَابَ
 السَّمُومِ (۱۴)
 تو اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں ٹوکے عذاب سے
 بچالیا۔

۹- اِعْصَا، وہ تند تیز ہوا جو فضا میں چکر کاٹے (مفت) اور بمعنی گرد و غبار سے پُر ایسی تیز ہوا
 جو سیدھا آسمان کا رخ کرے (فت ل ۲۵۲) بگولا۔ پنجابی و اورولا۔ قرآن میں ہے،
 فَاَصَابَهَا اِعْصَا فَيَفِيْزُ نَارًا فَاتَّخَذَتْ
 نَٰرًا فَاَمْسَتْ رُكُوٰمًا (۱۵)
 پھر اس باغ میں ایک بگولا پہنچا۔ جس میں آگ
 تھی تو وہ اُسے خامستر ہو گیا۔

۱۰- حُسْبَانٌ: حَسَبٌ بمعنی حساب کرنا۔ گننا۔ شمار کرنا۔ اور حُسْبَانٌ بمعنی ایسا عذاب جو حساب
 چکانے کو کافی ہو۔ اور حُسْبَانٌ کا معنی مختلف اہل لغت نے مختلف کیا ہے۔ تاہم یہ عذاب
 ہوا کے عذاب ہی سے متعلق ہے۔ ارشاد باری ہے:
 وَيُرْسِلُ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَاءِ
 فَتُصْبِحُ صَعِيدًا اَمًّا لِّمَا (۱۶)
 اور اللہ اس باغ پر آسمان سے کوئی آفت بھیج دے
 یہ باغ میدان صاف بن جائے۔

۱۱- نَفْحَةٌ بمعنی سرد جھونکا۔ جیسے دھونکنی سے ایک باریں ہوا نکلتی ہے۔ بھانپ۔ پھونک
 شدید سرد ہوائی لپٹ اور اس کی ضد لَفْحَةٌ (گرم لو کی لپٹ) ہے (فت ل ۲۹) قرآن میں ہے:
 وَلٰكِنْ مَّتَّسْتَهُمْ نَفْحَةً مِّنْ عَذَابِ
 اِگر انھیں تمہارے پروردگار کے عذاب کی ایک

تَرَاتِك (۲۶)

بجانب بھی پہنچ جائے۔

۱۲- صَوَّصَرٌ، سخت ٹھنڈی ہوا۔ تیز اور سائیں سائیں کرنے والی ٹھنڈی ہوا۔ سنائے کی ہوا۔ پنجابی

سِنِت (ف۔ ل۔ ۲۴، ۲۵) ارشاد باری ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَوَّصَرًا

ہم ان پر ایک منحوس دن میں ٹھنڈی سنائے کی

ہوا بھیجی۔

فِي يَوْمٍ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ (۲۴)

۱۳- رِيحُ الْعَقِيقَةِ، (لا قحح کی ضد) یعنی جو نہ تو بارش یا بادل اٹھانے والی ہو اور نہ تخم ریزی کرنے

والی ہو (ف۔ ل۔ ۲۵) خیر سے خالی ہو۔ جس کا نقصان ہی نقصان ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ

اور عادی کی قوم کے حال میں بھی ایک نشانی ہے

جب ہم نے ان پر نامبارک ہوا چلائی۔

الْعَقِيقَةَ (۲۶)

ماہِصِل (۱۱) رَوْح، رحمت۔ اللہ کے احسانات (۷) قَاصِفٌ، درختوں تک توڑ دینے والی آندھی کا طوفان۔

(۸) سَمُومٌ، ٹو۔ سخت گرم چلنے والی ہوا۔

انعامات کی سلسلہ والی لہر۔

(۲) رِيحَانٌ، خوشبودار پھول۔ پورے فضل۔

(۳) مُبَشِّرَاتٌ، بارش کی خوشخبری دینے والی ہوائیں۔

(۱۰) حُسْبَانٌ، ہوا کا کوئی عذاب جسے حساب چکانے کو کفایت کئے

(۱۱) نَفْعَتٌ، بجانب سخت سردی کی صرف ایک لہر

(۴) نَوَاقِحٌ، بار بردار ہوائیں۔

(۱۲) صَوَّصَرٌ، سنائے کی ٹھنڈی ہوا۔

(۵) عَاصِفٌ، بھوسے تنکے اڑانے والی آندھی۔

(۱۳) رِيحُ الْعَقِيقَةِ، ایسی ہوا جو خیر سے خالی ہو اور اس کا نقصان ہی نقصان ہو

(۶) حَاصِبٌ، پتھر کنکر اڑانے والی آندھی۔

۱۰- ہونا

کے لیے کَانَ، أَصْبَحَ، صَدَّسَ اور أَصْدَسَا اور وَقَعَ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱- کَانَ، بمعنی ہے، ہو گیا اور تھا۔ کَانَ ماضی اور حال کا معنی دیتا ہے۔ اور اس کا مضارع یکون

حال اور مستقبل دونوں کا۔ ابن الفارسی کے نزدیک کَانَ کا معنی اخبار عن حدوث الشيء

(محل) ہے۔ یعنی کسی نئی بات کے وجود میں آنے کی خبر دینا ارشاد باری ہے:

إِلَّا إِلَيْسَ دَابِّي وَاسْتَكْبَرُوا كَانُوا مِنَ

مگر اہلس نے خدا کا حکم نہ مانا اور وہ کافروں سے

ہو گیا۔

الْكَافِرِينَ (۲۶)

دوسرے مقام پر ہے:

وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَتْ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا۔ اور اس دن سے جس کی سختی پھیل رہی ہوگی، خوف

رکھتے ہیں۔ (۲۶)

نیز کَانَ فعل ناقص کی صورت میں بھی آتا ہے۔ ماضی پر داخل ہو کر اسے ماضی بعید

کے معنوں میں بدل دیتا ہے۔ کَانَ ذَهَبَ بمعنی وہ گیا تھا اور مضارع پر داخل ہو کر اسے ماضی استمراری

میں بدل دیتا ہے۔ ارشاد باری ہے :
 فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا
 مِنْ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿۲۶﴾
 تو ہم نے ان ظالموں پر عذاب نازل کیا، کیوں کہ وہ
 نافرمانی کرتے تھے۔
 ۲۔ اَصْبَحَ، بمعنی ہو گیا۔ ایک حالت سے دوسری حالت کی تبدیلی کے لیے یا ایک صفت سے
 دوسری صفت کی تبدیلی کے لیے آتا ہے (م۔ ق) اَصْبَحَ الْحَقُّ بِمَعْنَى حَقِّ ظَاهِرٍ هُوَ كَمَا هُوَ (مجموعہ)
 ارشاد باری ہے:

فَأَصْبَحَ فُجُودًا أَوْ مُؤَلَّىٰ فُرُوعًا ﴿۲۷﴾
 مولیٰ کی ماں کا دل بے قرار مہر سے خالی ہو گیا۔
 ۳۔ صَدَرَ، ضد و رد کسی کام کے بغیر و خوبی سر انجام پانے پھر اس سے فراغت کے بعد واپسی پر
 بولا جاتا ہے (معنی) ارشاد باری ہے :
 يَوْمَئِذٍ يُصَدِّرُ النَّاسَ أَشْنَاءًا لِّأَلْبُرَةِ
 اس دن لوگ گروہ گروہ ہو کر آئینگے تاکہ ان کو ان کے
 اعمال دکھلا دیے جائیں۔
 أَعْمَاءَ الْهَقَّةِ ﴿۲۸﴾

دوسرے مقام پر ہے :
 قَالَتِ لَا تَسْفِكْ خُتْيَٰ حَتَّىٰ يُصَدِّرَ الزَّعَامَ
 وہ دونوں بھنے لگیں ہم اس وقت تک اپنی بکریوں
 (کو) پانی نہیں پلائیں گی جب تک کہ دوسرے پر واپس
 پلا کر واپس نہ چلے جائیں۔
 ﴿۲۹﴾

۴۔ وَقَعَ کے بنیادی طور پر دو معنی ہیں (۱) کسی چیز کا ثابت ہونا (۲) نیچے گرنا۔ اور واقعہ عام طور پر
 ایسے حادثہ کو کہتے ہیں جس میں شدت اور سختی ہو۔ قرآن میں اس لفظ کا استعمال عذاب و مکروہات
 اور شدائد کے لیے ہوا ہے (معنی) جیسے فرمایا :
 سَأَلْنَا سَابِلٌ لِّعَذَابٍ وَاقِعٍ ﴿۳۰﴾
 ایک طلب کرنے والے نے عذاب طلب کیا جو نازل
 ہو کر رہے گا۔

دوسرے مقام پر ہے :
 وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوا ﴿۳۱﴾
 اور ان کے ظلم کے سبب ان کے حق میں عذاب عذاب
 پورا ہو کر رہے گا۔

ماہصل : (۱) كَانَ، حدث کی اطلاع کے لیے (۲) صَدُرَ، کسی کام سے بغیر و خوبی فراغت پانے پر۔
 (۲) اَصْبَحَ، حالت یا صفت کی تبدیلی کے لیے۔ (۳) وَقَعَ، کسی ناگوار امر کے وقوع میں آنے کیلئے آتا ہے!

ی

۱—یا

- کے لیے اُو۔ اَمْر اور اِمْتًا یا اَمَّا کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
- ۱- اُو، دو یا زیادہ چیزوں میں سے ایک چیز بتلانے کے لیے آتا ہے۔ قرآن میں ہے،
 اَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ (۲۵۹) یا اس شخص کی طرح جو ایک سٹی پر سے گزرا۔
- ۲- اُمّ، حرفِ عطف۔ ہمزہ استنہام کے بعد برابری کے معنی میں آتا ہے، مجتہد قرآن میں ہے،
 ءَ اَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اِمَّ السَّمَاءِ (۶۹) کیا بلحاظ پیدائش تم سخت تر ہو یا آسمان؟
- ۳- اِمْتًا، دو چیزوں میں سے ہر ایک چیز بتلانے کے لیے آتا ہے اور تکرار کے ساتھ آتا ہے۔
 ارشاد باری ہے،

اِنَّا هَدَيْنَا السَّبِيلَ اِمَّا شَاكِرًا وَاِمَّا
 كَفُوْرًا (۳۶)

ہم نے انسان کو راستہ دکھلایا۔ اب یا تو شکر گزار
 بنے یا ناشکر۔

۲۔ یاد کرنا۔ اِنَّا۔ رکھنا

- کے لیے ذِکْر اور اِذْکَر، حَفِظَ اور وَسَّطَى کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
- ۱- ذِکْر؛ بمعنی زبان پر یاد ل پر کسی بات کا حاضر ہونا۔ خواہ کوئی بات یاد رہے یا نسیان کے بعد
 یاد آئے (معنی) اس کا استعمال عام ہے۔ ارشادِ باری ہے،
 اَوْ لَا يَذْكُرُوْا اِنَّا خَلَقْنٰهُمِنْ
 قَبْلُ وَاَلَمْ يَكُ شَيْئًا (۱۹)
- اور اِذْکَر بمعنی کسی مجھولی بسری بات کا یاد آنا۔ قرآن میں ہے،
 وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ
 اٰمِنَةٍ (۱۳)
- ۲- حَفِظَ، کسی بات کا یاد رکھنا اور پھر اس کا دھیان رکھنا (م۔ ل) کسی چیز کو ضائع اور تلف
 ہونے سے بچانا۔ خراب ہونے سے محفوظ رکھنا (معنی) ارشادِ باری ہے،
 حَافِظُوْا عَلٰی الصَّلٰوٰتِ وَالصَّلٰوٰةِ
 الْوُسْطٰی (۲۳۸)
- نمازیوں کی حفاظت کرو خصوصاً درمیانی
 نماز کی۔

۲۔ وحی: بمعنی کسی چیز کو تخیلی وغیرہ رکھ کر اس کا منہ بند کر دینا۔ اس کی حفاظت کرنا اور کچھ نکلنے نہ دینا (مفت م) اور وعاء بمعنی بندھا ہوا سامان۔ ارشاد باری ہے:

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَتَعِيَهَا
أُذُنٌ وَأَعْيُنٌ (۶۹)

وَلَعَلَّ كَانُ اسے یاد رکھیں۔

ماحصل: (۱) ذکر، یاد کرنا۔ رکھنا۔ آنا۔ دل میں یاد کرنا یا زبان سے یاد کرنا سب جگہ استعمال ہوتا ہے اور اس کا استعمال عام ہے۔

(۲) حفظ، کسی بات کو زبانی یاد کر لینا۔ دل میں محفوظ کرنا پھر اس کا دھیان رکھنا۔ اور مجھلا نہ دینا۔

(۳) وحی: بمعنی یاد رکھنا اور اس میں کسی طرح کمی بیشی نہ ہونے دینا۔

۳۔ یقین کرنا

کے لیے آيَقِنَ۔ اسْتَيْقَنَ اور ظَنَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ آيَقِنَ، یقین بمعنی کوئی شک و شبہ باقی نہ رہنا (م) اور امام راجب کے نزدیک یقین بمعنی ”کسی امر کو پوری طرح سمجھ لینے کے ساتھ ساتھ اس کے پائیدار ثبوت کو پہنچ جانے کے ہیں۔ اور اس کا درجہ معرفت اور درایت سے اوپر ہے (مفت) اور ابو الہلال عسکری کے نزدیک یقین کا درجہ علم سے بڑھ کر ہے۔ وہ لکھتے ہیں: اليقین سکون النفس ونبهج الصدق بما علمه“ (فتل ۶۲) یعنی معلوم چیز پر دل کے سکون اور سینہ کی ٹھنڈک کا نام یقین ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ (۲۰)

(مومنوں کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

اور استیقن ”کسی بات کا تجربہ کے بعد آہستہ آہستہ یقین ہونا“ کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ آيَاتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوا
هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ وَجَحَدُوا بِهَا
وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ (۲۱)

پھر جب ان کے پاس ہماری واضح نشانیاں آئیں تو
کھنے لگے یہ تو صریح جادو ہے۔ اور انہوں نے (زبان سے)
انکار کر دیا جبکہ ان کے دل یقین کر چکے تھے۔

۲۔ ظَنَّ، دراصل قرآن و شواہد سے اندازہ کرنے اور گمان کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔ اب یہ علامت شواہد جتنے کمزور ہوں گے تو ظن اتنا ہی کمزور۔ اور جتنے قوی سے ہوں گے تو ظن اتنا ہی قوی ہوگا۔ اس صورت میں ظن قوی یقین ہی کا معنی دیتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ ظن کے بعد بالعموم آن یا آن کا لفظ آتا ہے (مفت) تفصیل ”گمان کرنا“ میں دیکھیے ارشاد باری ہے:

وَيَشِيرَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ
مُلْقُوا رَبَّهُمْ (۲۲)

اور مومنوں کو خوشخبری دے دیجئے جو یقین رکھتے ہیں
کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں۔

حاصل: یقیناً کسی امر کو پوری طرح سمجھ لینا اور اس کا پایہ ثبوت کو پہنچ جانا۔ ظَنَنْتَ أَنَّ عِلْمَاتِ وَتَدْرَأْنَ سے اندازہ کر کے لیتے ہیں حاصل کرنا۔

۲۔ یكسو ہونا

کے لیے حَنْفٌ اور تَبْتَلٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آتے ہیں۔

۱۔ حَنِيفٌ۔ حَنْفٌ (مضد حَنْفٌ) تمام باطل راہوں کو چھوڑ کر استقامت کی طرف مائل ہونا۔

(مفت) اور حَنِيفٌ تمام غلط راہوں کو چھوڑ کر صرف ایک سیدھی راہ کی طرف آنے والا۔

ارشاد باری ہے:

وَأَنْ أَقِمَّ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ
وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۰۶﴾

اور یہ کہ (اے محمد ﷺ) یکسو ہو کر دین اسلام کی

پیروی کیے جاؤ اور شرکوں میں ہرگز نہ ہونا۔

۲۔ تَبْتَلٌ: بَتَلٌ بمعنی کسی شے کو کاٹ کر کسی سے جدا کرنا، منجھا اور بَتَلٌ اور تَبْتَلٌ بمعنی ہر

قسم کے دھندوں اور جھیلوں سے توجہ ہٹا کر اور فراغت پا کر خدا کی طرف متوجہ ہونا۔ خلوصیت

سے عبادت الہی میں مشغول ہونا (مفت) ارشاد باری ہے:

وَأَذْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ
تَبْتِيلًا ﴿۱۰۷﴾

اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرو۔ اور ہر طرف

سے تعلق ہو کر اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

حاصل: حَنْفٌ: باطل راہوں کو چھوڑ کر اور یکسو ہو کر سیدھی راہ کی طرف آنا۔ اور تَبْتَلٌ بمعنی ذہبی جھیلوں اور دھندوں کو چھوڑ کر یکسو ہونا۔

ضمیمہ جات مترادفات القرآن

ضمیمہ

اسمائے معجزہ جو قرآن کریم میں مذکور ہیں!

۱۔ انبیاء و رسل

اجالی ذکر

قرآن کریم میں جن انبیاء و رسل کا نام آیا ہے وہ ستائیس ہیں۔ بلحاظ حدوث تہی ان کی ترتیب یوں ہے:

ادم۔ ابراہیم۔ ادریس۔ اسحاق۔ اسمعیل۔ الیاس۔ الیسع۔ ایوب۔ داؤد۔ ذی الکفل۔ تہاکیا
سلیمن۔ شعیب۔ صالح۔ عزیز۔ عیسیٰ۔ لقمان (اخلاقی)۔ لوط۔ محمد۔ موسیٰ۔ نوح۔ ہرون
ہود۔ یحییٰ۔ یعقوب۔ یوسف۔ یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام

قرآن کریم نے جہاں بھی انبیاء کا ذکر فرمایا تو ہمیشہ ترتیب زمانی کو ملحوظ رکھا ہے۔ حضرت ابراہیم کا ذکر
ہوا تو ساتھ ہی لوط کا ذکر کیا گیا کہ وہ دونوں چچا زاد بھائی تھے۔ حضرت شعیب اور حضرت موسیٰ کا ذکر اکٹھا آیا ہے،
کہ حضرت شعیب حضرت موسیٰ کے ہم عصر ادران کے خسر تھے۔ اسی طرح حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کا ذکر اکٹھا
ذکر ملتا ہے کہ وہ برادرانِ محبتی تھے۔ حضرت ابراہیم کے ساتھ حضرت اسماعیل اور حضرت اسماعق کا ذکر ہے کہ
مورثہ کو دونوں اُن کے بیٹے تھے۔ پھر یعقوب حضرت اسماعق کے بیٹے تھے اور حضرت یوسف حضرت یعقوب
کے۔ اسی طرح حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ کا ذکر اکٹھا آیا ہے کہ وہ خالہ زاد بھائی اور ہم عصر تھے۔ اب اگر ہم قرآن
تورات اور مختلف کتب قدیمہ کی چھان بھٹک کے بعد انبیاء و رسل کو زمانہ اور تاریخ کے لحاظ سے ترتیب دیں تو
وہ اس طرح بنتی ہے۔

ادم۔ ادریس۔ نوح۔ ہود۔ صالح۔ ابراہیم۔ لوط۔ اسمعیل۔ اسحاق۔ یعقوب۔ یوسف
ایوب۔ شعیب۔ موسیٰ۔ ہرون۔ ذی الکفل۔ الیسع۔ الیاس۔ داؤد۔ لقمان (اخلاقی)۔ سلیمان
عزیز۔ یونس۔ زکریا۔ یحییٰ۔ عیسیٰ۔ محمد۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

نئی نوع انسان سے قبل زمین پر جن آباد تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے انہیں نبوت عطا فرمائی۔

نئی کہ یہ سلسلہ رسول اللہ ﷺ تک جاری رہا۔ اس دوران کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء مبعوث ہوئے۔

ارشاد باری ہے:

يٰۤاَيُّهَا اٰدَمُ اٰمَّا يٰۤاَتَيْنٰكَ رَسُوْلًا مِّنْكَ (۱۰)

اے نبی آدم۔ اب رسول تمہیں میں سے آئیں گے۔

پھر نوحؑ تک پہنچ کر سلسلہ نبوت نوحؑ کی اولاد سے مخصوص ہوا۔ پھر حضرت ابراہیمؑ تک پہنچ کر حضرت ابراہیمؑ کی اولاد سے منحصر ہو گیا۔ اور اس طرح دائرہ نبوت تنگ ہوتا گیا۔ ارشاد باری ہے،

وَلَقَدْ آرَسْنَا نُوْحًا وَقِيْلًا هَيْمَ وَّ
جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمُ النَّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ ﴿۱۱۱﴾

ہم نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کو رسول بنا کر بھیجا۔ پھر نبوت
ادکتاب کا سلسلہ انہیں کی اولاد سے منحصر کر دیا۔

چنانچہ حضرت اسحاقؑ کے بعد انبیاء انہی کی اولاد سے آتے رہے۔ صرف آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماعیلؑ کی اولاد سے مبعوث ہوئے۔ تو رات اور مختلف کتب تواریخ کے مطالعہ کے بعد جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ آدم سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک زمانہ باختلاف روایات آٹھ ہزار سال سے لے کر دس ہزار سال تک ہے۔ اور ماہرین انساب و تاریخ نے اہل سنت میں شمار کی ہیں۔ جو کچھ اس طرح ہیں۔

ادم۔ شیت۔ ائوش۔ قیتان۔ محل ایل۔ یازد۔ اختوخ (ادرمیں)۔ متوشالغ۔ لامک۔
نوح۔ سام۔ ارفکشد۔ عابر۔ فاتح۔ رعو۔ سروج۔ ناخو۔ تارہ (تارخ یا اذر)۔ ابراہیم
اسمعیل۔ قیدار۔ عروص۔ معزی۔ سبی۔ زارح۔ ناجت۔ مقصر۔ ایہام۔ اقاد۔ عیصر
دیشان۔ عیسیٰ۔ ارعوے۔ یلحن۔ یحزن۔ یثربی۔ سنبر۔ حمدان۔ الدعا۔ عبید۔ عبقر۔
عیفی۔ ماخی۔ ناحش۔ جاہم۔ طایخ۔ یدلاخ۔ بلداس۔ حذا۔ ناشد۔ عوام۔ ابی۔ قہوال۔
بونی۔ عووس۔ سلامان۔ ہمیسع۔ ادو۔ عدنان۔ مقعد۔ نزار۔ مضر۔ الیاس۔ مدکر۔ خزیمہ
کنانہ۔ نصر۔ مالک۔ فہر (قریش)۔ غالب۔ لوی۔ کعب۔ مڑہ۔ کلاب۔ قصی۔ عبدمنان
ہاشم۔ عبدالمطلب۔ عبد اللہ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (رحمۃ اللعالمین ج ۲ ص ۲۵ تا ۲۱۱۔ سلمان منصور پوری)

اب دیکھیے کہ اس شجرہ نسب میں،

(۱) آدم سے لے کر قیدار (کیسویں پشت) تک مختلف کتب میں مذکور نسب ناموں میں کوئی اختلاف نہیں (رحمۃ اللعالمین ج ۲ ص ۲۵ تا ۲۱۱)۔

(۲) سب مورخین نے آپ کے شجرہ نسب کو آپ سے لیکر عدنان (آدم سے ساٹھویں آپ سے کیسویں پشت) تک صحیح قرار دیا، (۱)۔

(۳) درمیانی عرصہ میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ لہذا اس شجرہ نسب کو بالکل درست قرار نہیں دیا جاسکتا۔

(۴) اس شجرہ نسب میں صرف چھ انبیاء و رسول کے نام لگے ہیں۔ آدم۔ ابراہیم۔ نوح۔ ابراہیم۔ اسماعیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم

باقی انبیاء و رسول کے زمانہ کا جہاں تک تعین ہو سکتا ہے وہ یوں ہے،

۶۔ لوط علیہ السلام؛ تارہ (تارخ یا اذر) کے باپ ناحور کے پوتے اور حضرت ابراہیمؑ کے چچا زاد بھائی اور ان کے ہم عصر دونوں آدم سے انیسویں پشت پر ہیں۔

۷۔ ۸۔ ہود اور صالح علیہما السلام؛ حضرت نوحؑ کی اولاد سے مندر ہیں مگر مذکورہ شجرہ نسب سے ہٹ کر ہیں۔ ان کے زمانہ کا تعین مشکل ہے۔ بہر حال ان کا زمانہ یکے بعد دیگرے نوحؑ اور ابراہیمؑ کے درمیان ہے۔ دونوں سام کی اولاد سے ہیں حضرت صالحؑ کا شجرہ نسب یہ ہے، صالح بن عبید بن آسف بن ماشح بن عبید بن جاور بن ثمود۔ آپ کی قوم جاور بن ثمود کے نام پر مشہور ہوئی۔

۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔

۱۰-۱۱۔ حضرت اسحاق، حضرت اسماعیلؑ بیسویں پشت کے حقیقی بھائی۔ اور ان کے بیٹے یعقوب اور ان کے بیٹے یوسف ہیں۔

۱۲-۱۳۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون، یعقوب (اکیسویں پشت) سے چوتھی پشت پر ہیں۔ سلسلہ نسب یوں ہے موسیٰ اور ہارون بن عمران بن قابث بن لاوی بن یعقوب۔ اور شعیب بھی چوتھی پشت پر ہیں سلسلہ نسب یہ ہے، شعیب بن میکیل بن شجر بن لاوی بن یعقوب۔ گویا یہ تینوں انبیاء کرام آدم سے ۲۵ پشت پر بنتے ہیں۔

۱۵-۱۶-۱۷۔ حضرت داؤد علیہ السلام حضرت یعقوب سے (پشت ۲۷) سے گیارہویں پشت پر آتے ہیں داؤد۔ یعنی عمو تید۔ بو عمر۔ سلون، نخون۔ عمیداب۔ آدام۔ حصردم۔ پھارس۔ یهودا۔ یعقوب) آپ کا زمانہ ۱۰۱۵ ق م تا ۹۲۵ ق م ہے۔ عمر ۷۰ سال۔ ۴۰ سال کی عمر میں یعنی ۹۷۵ ق م میں جالوت کو شکست دی پھر ۳۰ سال حکومت کی حضرت لقمان حضرت داؤد کی مجلس میں بہت عرصہ رہے۔ وہ نبی تھے یا نہیں۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ حضرت داؤد کی وفات کے بعد حضرت سلیمان نبی بھی ہوئے اور بادشاہ بھی۔

۱۸۔ ایوبؑ دونوں اطراف سے حضرت اسحاق کی (پشت ۲۷) کی اولاد ہیں۔ چوتھی پشت پر جا کر ان سے مل جاتے ہیں۔ شجرہ نسب یوں ہے۔ ایوب بن ساری بن احوال بن عیس بن اسحاق۔ آپ نے رحمہ بنت فزاعہ بن یوسف بن اسحاق سے نکاح کیا۔ گویا آپ کی حضرت آدم سے ۲۴ ویں پشت بنتی ہے جبکہ حضرت شعیب، موسیٰ اور ہارون سب ۲۵ ویں پشت پر آتے ہیں۔

۱۹-۲۰۔ الیسع چوتھی پشت پر حضرت یوسفؑ (پشت ۲۷) سے جا ملتے ہیں شجرہ نسب یوں ہے۔ الیسع بن عدی بن شوقم بن فزاعہ بن یوسف۔ گویا آپ آدم سے ۲۶ پشت پر آتے ہیں۔

۲۱۔ حضرت ایوبؑ کے بیٹے بشیر بنیحی اور ذوی الکحل کے نام سے مشہور ہوئے۔ گویا آپ ۲۵ ویں پشت پر آتے ہیں۔ آپ الیسع (پشت ۲۷) کے خلیفہ تھے۔

۲۲۔ الیاسؑ، انہی کا نام الیاسین بھی قرآن کریم میں مذکور ہے۔ آپ موسیٰ کے بھائی ہارون (پشت ۲۵) کے پوتے تھے۔ گویا آپ آدم سے پشت ۲۷ پر آتے ہیں۔ شجرہ نسب یہ ہے۔ الیاس (الیاسین) بن غیرار بن ہارون۔ آپ بعلبک کی طرف بھیجے گئے تھے۔ اور یہ لوگ بابل پرستی میں مبتلا تھے۔

۲۳۔ عزیرؑ آپ بھی ہارون کی اولاد سے ہیں۔ بخت نصر نے ۷۰۰ ق م میں بابل پر حملہ کر کے اسے فتح کیا اور یہودیوں کو اسیر بنایا۔ آپ بچپن میں قید ہو گئے۔ رہائی کے بعد یہودیوں کو متحد کر کے ۴۰ سال کی عمر میں بابل کو آزاد کرایا۔ اور تورات جو یہود سے صنائع ہو گئی تھی اسے از سر نو مرتب کیا۔ عراق میں سائر آباد میں دفن ہوئے۔

۲۴۔ یونسؑ، آپ بھی بنو اسرائیل سے تھے۔ باپ کا نام مثنیٰ ہے۔ شجرہ نسب کا علم نہیں ہو سکا۔ آپ کا زمانہ نبوت حضرت عیسیٰ سے تقریباً ۹۰۰ سال قبل ہے۔

۲۵-۲۶-۲۷۔ حضرت زکریاؑ، حضرت مریم بنت عمران کے خود کھیل تھے۔ حضرت عیسیٰ حضرت مریم کے بیٹے تھے اور حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ لہذا ان انبیاء کے زمانہ کا تاریخی تعین چند اہل مشکل نہیں۔

پشتوں سے بھی مدت کا تعین بہت مشکل ہے کیونکہ ابتدائے انسان کی عمر بہت زیادہ تھی جو بتدریج کم ہوتی رہی۔ مثلاً آدم کی عمر ۹۳۰ سال، آپ کے بیٹے شیث کی عمر ۹۰۵، اس کے بیٹے قینان کی عمر ۹۱۰ سال۔ اور یہ سلسلہ نوح تک ایسے ہی چلتا ہے۔ گو حضرت ادریس کی عمر ۳۶۵ سال بتلاتے ہیں مگر ان کے باپ یاروک کی عمر ۹۶۳ سال اور بیٹے متوشاخ کی ۹۶۹ سال تھی اور نوح کی عمر کم از کم ۹۵۰ سال قرآن کریم سے بھی ثابت ہے۔ گویا تقریباً ۵ ہزار سال بعد عروج میں کچی واقع ہونا شروع ہوئی۔ تا آنکہ صرف ایک ہزار سال بعد حضرت ابراہیم کے باپ آذر کی عمر ۲۰۵ سال، حضرت ابراہیم کی اپنی عمر ۱۷۵ سال اور حضرت اسماعیل کی ۱۳۷ سال ہے۔ پھر مزید ڈھائی ہزار سال بعد امت محمدیہ کی اوسطاً طبعی عمر رسول اکرم نے ۶۰ اور ۷۰ سال کے درمیان بتلائی ہے۔ اور آپ کی اپنی عمر بھی ۶۳ سال تھی۔

اب ہم ان انبیاء و رسل کے دوسرے کوائف مختصراً ایک نقشہ کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔

علاقہ اور مختصر کوائف	آدم سے پشت اور زاد کا تعلق	اساتذہ انبیاء و رسل قرآنی	ردیف
ابو البشر جنیں اللہ نے اپنے ہاتھ سے مٹی سے بنایا۔ پھر ان سے ام البشر حوا کو پیدا کر کے جنت میں لایا۔ مسجد ملائک ہیں۔ ابلیس نے سجدہ نہ کیا تو راندہ درگاہ ہوا۔ جوش انتقام میں آدم کو عیسان میں مبتلا کر کے جنت سے نکلوا دیا۔ آپ زمین پر اتھے، حدیث سے مقام عرفات پر آپ کا نزول ثابت ہے۔ یہیں سے نسل انسانی برہمی اور پھیلی۔	کم از کم ۸ ہزار سال ق-م	۹۳۰ آدم	۱
بابل میں مبعوث ہوئے۔ آپ کی قوم ستارہ پرست اور مظاہر پرست تھی۔ علم ہندسہ اور حساب۔ نجوم میں ماہر تھے۔ بلند پایہ خطیب تھے۔ ہر مس الہرامہ کا خطاب پایا۔ لوگوں نے مخالفت کی تو ہجرت کر کے مصر چلے آئے۔ جہاں بہت لوگ آپ پر ایمان لائے۔	۷	۳۶۵ ادریس	۲
عراق میں دریا تے و جلد و فزات کا درمیانی علاقہ آپ کی تبلیغ کا مرکز تھا۔ آپ کی قوم بہت پرست تھی جو بہت صندی اور ہٹ دھرم تھی۔ ساڑھے نو سو سال کی تبلیغ کے نتیجہ میں صرف چالیس آدمی ایمان لائے تو آپ نے دل برداشتہ ہو کر ان کے لیے بددعا کی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے ایک کشتی تیار کی۔ ایماندار اس میں سوار ہوئے اور جانوروں کے جوڑے بھی کشتی میں رکھ لیے گئے۔ تو اللہ نے ایسا خطرناک طوفان بھیجا جس نے باقی سب لوگوں کو غرق کر دیا۔ طوفان کے بعد آپ ۲۵۰ سال زندہ رہے۔	۱۰ ۲۱۰۲ ق-م	۱۰۰۰ نوح	۳
قوم عاد کی طرف مبعوث ہوئے، جن کا وطن اسحاق تھا جو حضروت کے شمال میں واقع ہے۔ یہ قوم بڑی قد آور، مضبوط اور بڑی سرکش تھی۔ زمین و دزد شہر بسا رکھے تھے اور بہت پرستی میں مشغول تھے۔ حضرت ہود نے انھیں تبلیغ کی تو ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو بھی چیلنج کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت ٹھنڈی آندھی کا عذاب بھیجا جو مسلسل سات	قریبا ڈھائی ہزار ق-م	ہود	۴

راتیں اور آٹھ دن چلی۔ اس ہوانے ان کے گھروں میں ہی انھیں ختم کر کے نام و نشان تک مٹا دیا۔

قوم ثمود یا عادِ ثانیہ کی طرف مبعوث ہوئے۔ یہ قوم حجاز اور شام کے درمیانی علاقہ میں آباد تھی۔ بت پرستی کے علاوہ بد اخلاقی میں بھی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ فن سنگ تراشی میں ماہر تھی اور پہاڑوں کو تراش خراش کر پورے شہر آباد کر رکھے تھے۔ اس قوم نے حضرت صالحؑ سے ایک گامبھن اونٹنی کا معجزہ طلب کیا کہ وہ ان کے سامنے پہاڑ سے برآمد ہوا اور بچھو جینے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ بھی دکھلادیا لیکن یہ قوم پھر بھی ایمان نہ لائی اور اونٹنی کی خوراک کی باری بھی برداشت نہ کی اور اس کی کو پیئیں کاٹ ڈالیں۔ آخر حج کے عذاب سے ہلاک ہوئے۔ حضرت صالحؑ اپنے ساتھ ایمان لالے والے ۱۲۰ آدمیوں کو لے کر فلسطین کی طرف چلے گئے اور رملہ کے قریب جا کر آباد ہو گئے۔ اسی مقام پر حضرت صالحؑ نے وفات پائی۔

۵ صالح

آپ کی قوم بت پرست اور نجوم پرست تھی۔ آپ کا باپ آذر نمرود شاہ عراق کی طرف سے شاہی بت خانہ کا منت اور محافظ تھا۔ یہ بت تراش بھی تھا اور بت فروش بھی۔ آپ نے شاہ نمرود کے دربار میں جا کر اس کو مناظرہ میں لاجواب کیا۔ باپ سے بھی جھگڑا ہوا تو اس نے یہاں تک کہہ دیا کہ گھر سے نکل جاؤ ورنہ رحم خوردوں گا۔ آپ نے بت خانہ کے بت توڑے تو آپ کو آگ میں ڈالا گیا۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے بال بال بچا لیا۔ آخر آپ ہجرت کر کے فلسطین چلے گئے۔ پھر مصر کی طرف گئے تو شاہی کارندے آپ کی بیوی سارہ کو پکڑ کر لے گئے۔ جس سے بادشاہ کو کافی تکلیف پہنچی۔ بالآخر اس نے اپنی بیٹی ہاجرہ کو حضرت سارہ کی خادمہ بنا کر ساتھ کر دیا۔ اسی ہاجرہ سے حضرت اسماعیل پیدا ہوئے۔ آپ نے ماں بیٹے کو اللہ کے حکم سے کعبہ شریف کے قریب لایا۔ جب حضرت اسماعیل جوان ہوئے تو ان کی قربانی کا مرحلہ پیش آیا۔ اس امتحان میں دونوں باپ بیٹا پورے اترے۔ پھر خانہ کعبہ کی تعمیر کا فریضہ بھی سراپا نام دیا اور اس کی خدمت حضرت اسماعیلؑ کے سپرد کی۔ اور بیت المقدس کی تعمیر کر کے اس کی خدمت حضرت اسحاقؑ کے سپرد کی۔ زندگی بھر آپ پر بڑی سے بڑی آزمائشیں آئیں۔ ان سب میں آپ پورے اترے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا "خلیل" قرار دیا۔ اور زہتی دنیا کے لیے آپ کو سب کا امام اور پیشوا بنا دیا۔

۱۹
۲۰۱۵
ق-م

۶ ابراہیم

حضرت ابراہیمؑ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ اور ان کی نبوت پر ایمان لائے۔ جب حضرت ابراہیمؑ مصر کی طرف ہجرت کر گئے تو آپ کو نبوت عطا ہوئی۔ شرق اردن میں ہجرت یا بحر لوط کے ارد گرد سدوم اور عمورہ کی بستیاں آپ کا تبلیغ کا علاقہ تھا۔

۱۹
دو ہزار
ق-م

۷ لوط

آپ کی قوم دوسری بد اخلاقوں کے علاوہ کواطمت میں گرفتار بلکہ اس بد فعلی کی موجودگی تھی۔ لوط کے سمجھانے پر بھی جب یہ لوگ باز نہ آئے۔ تو ان کی بیٹیوں کو الٹا ڈکر بلند ی پر لے جا کر نیچے پھینچ دیا گیا۔ پھر اوپر سے پتھروں کی بارش برسانی گئی۔ چنانچہ یہ زمین ۴۰ کلومیٹر سطح سمندر سے نیچے چلی گئی اور ادھر پانی آ گیا۔ یہی پانی بحرِ میت یا خرقاب لوطی ہے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے بڑے صاحبزادے مصر میں اقامت کے دوران ماجرہ کے لطن سے پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیم نے ان ماں بیٹے کو مکہ کی بے آب و گیاہ زمین میں لایا۔ اللہ تعالیٰ نے وہاں زمزم کا چشمہ جاری کر دیا۔ آپ کی پرورش بنو جرہم نے کی۔ جب بڑے ہوئے تو ذریعہ عظیم کی آزمائش کا واقعہ پیش آیا۔ جب آپ کی سب ابترے اور ذریعہ اللہ کا لقب پایا۔ بعد ازاں آپ نے اپنے باپ حضرت ابراہیم کے تعاون سے خانہ کعبہ تعمیر کیا اور اس کی خدمت پر مامور ہوئے۔ یہی علاقہ آپ کی تبلیغ کا مرکز قرار پایا۔ حضرت ابراہیم کے دوسرے صاحبزادے ابو جبب بشارت حضرت سارہ کے لطن سے پیدا ہوئے۔ فلسطین کا علاقہ آپ کی تبلیغ کا مرکز اور بیت المقدس کی خدمت آپ کے سپرد تھی۔ بعد میں سولہ نبی آخر الزمان باقی سب انبیاء آپ کی اولاد سے ہوئے اور اسی علاقہ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم کے پہلو میں دفن ہوئے۔

۸ اسحاق
۱۳۷
۲۰
دو ہزار
ق-۲۰

۹ اسحاق
۱۸۰
۲۰
الیفا

حضرت اسحاق کے علاوہ کنعان کی طرف مبعوث ہوئے۔ بعد میں ہجرت کر کے قدان آئے۔ آپ کا دوسرا نام اسرائیل ہے۔ آخر عمر میں حضرت یوسف کی دعوت پر مصر میں جا کر آباد ہوئے۔ لیکن آپ کی لاش کو آپ کی وصیت کے مطابق قدس خلیل میں ہی لاکر حضرت اسحاق اور حضرت ابراہیم کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ حضرت یعقوب کے بیٹے کنعان میں پیدا ہوئے۔ آپ کی داستان زندگی زبان زد ہے۔ ۷۷ سال کی عمر میں چاہ میں ڈالے گئے۔ تقریباً ۷ سال عزیز مصر کے ہاں رہے، پھر ۸ سال قید میں۔ پھر ۸ سال بعد آپ نے ایام خوشحالی میں اور دور بادشاہت میں اپنے والدین اور بھائیوں کو بلایا۔ والدین سے فرقت کا زمانہ ۲۳ سال ہے۔ آپ بادشاہ بھی تھے اور نبی بھی۔ اسی سرزمین میں مدفون ہوئے۔ حضرت موسیٰ جب مصر سے نکلے تو آپ کی قبر سے تابوت نکال کر ساتھ لے گئے۔ اور شہد خلیل میں آبا۔ و اجداد کے ساتھ دفن کیا۔

۱۰ یعقوب
۱۳۷
۲۱

۱۱ یوسف
۱۱۰
۲۲

آپ کثرتِ اموال و اراضی میں مشہور تھے۔ پھر اللہ کی طرف سے ابتلاء کا دور جو آیا تو ہر چیز ہاتھ سے نکل گئی اور ایسے بیمار پڑے کہ ایک بیوی کے سوار بنے ساتھ چھوڑ دیا۔ پھر آپ نے صبر و استقامت کا ایسا بے مثال مظاہرہ کیا جو حرب المثل بن چکا ہے۔ صحیح روایات کے مطابق آپ کے ابتلاء کا دور ۱۳ سال

۱۲ یوسف
۱۴۰
۲۳
۱۵۲۰
ق-۲۰

ہے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے بیماری بھی دُور کر دی اور مال و اولاد بھی پہلے سے دُگان عطا فرمایا۔ آپ کو ستر سال کی عمر میں نبوت عطا ہوئی۔

آپ کو اہل مدین اور ایک کی طرف مبعوث کیا گیا۔ آپ کی قوم ماپ تول میں غلبہ بازی کرتی تھی۔ مدتِ دعوت ۵۸ برس ہے۔ آپ حضرت موسیٰؑ کے کُسر ہیں۔ ان کی قوم آپ کی دعوت پر باز نہ آئی تو آخر آندھی کے عذاب سے ہلاک ہوئی۔

۲۵
۱۵۰۰
ق-م

۱۳ شعیب ۲۰۰

یہ پہلے رسول ہیں جنہیں مستقل شریعت عطا ہوئی اور کتاب دی گئی۔ بڑے صاحبِ حلال تھے۔ آپ کی پیدائش اور تربیت نہایت معجزانہ طور پر ہوئی اور ان ایام میں ہوئی، جب فرعون مصر بنی اسرائیل کے نوازیدہ لڑکوں کو قتل کرا دیتا تھا۔ حضرت یعقوب اور ان کی اولاد جو حضرت یوسف کے عہدِ بادشاہت میں مصر میں آکر آباد ہوئے تھے۔ اب لاکھوں کی تعداد تک پہنچ چکے تھے اور حکومانہ اور مقہورانہ زندگی کرا رہے تھے۔

۲۵
سن وفات
ہارون
۱۳۵۳
ق-م
موسیٰ
۱۳۵۱
ق-م

۱۴ موسیٰ ہارون

تھے۔ حضرت موسیٰؑ کا اصل مشن یہ تھا کہ انہیں فرعون مصر کی غلامی سے آزاد کرا کر واپس اپنے وطن فلسطین لے جائیں اور اس علاقہ میں وہ حاکمانہ حیثیت سے آباد ہوں۔ مگر صدیوں کی غلامی نے بنو اسرائیل کو اتنا بزدل بنا دیا تھا کہ وہ بسا اوقات حضرت موسیٰؑ ہی سے الجھ پڑتے۔ فرعون کے مظالم برداشت کرنا ان کی عادتِ ثانیہ بن کر راسخ ہو چکی تھی۔ اہل مصر گائے بیل کی پرستش کرتے تھے۔ ان کی یہ ادا بھی بنو اسرائیل میں رچ بس گئی تھی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے فرعون سے نجات دی اور اہل فرعون کو سمندر میں غرق کیا۔

اب اکھرام حلقہ جہاد کے شام فلسطین اور اریحا کے علاقہ پر قبضہ کرنا تھا۔ لیکن اس قوم نے روایتی بزدلی کی بنا پر جہاد سے صاف انکار کر دیا، جس کی پاداش میں ۴۰ سال ارض تیبہ میں بھٹکتے رہے۔ حضرت ہارون آپ کے حقیقی بھائی، نبی، اور آپ کے ہمسرہ کام میں معاون و مدد تھے۔ اسی ارض تیبہ میں دونوں بھائیوں کی وفات ہوئی۔ حضرت موسیٰؑ نے وفات سے پیشتر یوشع بن نون کو اپنا خلیفہ مقرر کیا (یہی یوشع خضر سے ملاقات کے دوران حضرت موسیٰؑ کے ہمسفر تھے) ان کی قیادت میں اللہ تعالیٰ نے موعودہ علاقہ پر بنو اسرائیل کو اقتدار عطا فرمایا۔ ۴۰ سال کی جنگ کی باسختِ زندگی دراصل ان کے جین اور غلامی پر مطمئن ذہن کا علاج تھا۔ ۴۰ سال میں نئی نسل وجود میں آئی جو جرأت مند پیدا ہوئی۔ تو انہوں نے جہاد کر کے موعودہ علاقہ کو فتح کیا۔

۲۵

۱۶ ذی الکفل

ذی الکفل لقب نام بشر بن ایوب (اخلاقی) ہے۔ آپ الیسع کے خلیفہ تھے۔ بعد میں نبی ہوئے۔ شام کا علاقہ ہی آپ کی دعوت کا مرکز ہے۔ عاتقہ شاہ وقت بنی اسرائیل کا سخت دشمن تھا۔ آپ نے اس سے بنی اسرائیل کو آزاد کرایا۔ پھر وہ بادشاہ بھی مسلمان ہو گیا اور حکومت آپ کے سپرد کی جس کے نتیجہ میں شام کے علاقہ میں ایک دفعہ

پھر خوب اسلام پھیلا۔

الیاس اور الیاسین ایک ہی نام ہے۔ بلبلک آپ کی دعوت کا مرکز تھا۔ آپ کی قوم
بہن نلی بت کی پوجا کرتی تھی۔ آپ کے سچالے پر باز نہ آئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایک ظالم حکمران
ان پر مسلط کر دیا۔ اور حضرت الیاس نے ہجرت کر کے بیت المقدس میں اقامت اختیار کی۔
آپ حضرت الیاس کے نائب اور خلیفہ تھے۔ بعد میں نبوت بھی عطا ہوئی۔ آپ کا
حلقہ تبلیغ شام کا علاقہ تھا۔

طاوت کی فوج میں ایک سپاہی تھے۔ جاوت انہی کے ہاتھوں مارا گیا۔ تو حکومت
بنو اسرائیل کے ہاتھ لگی اور حضرت داؤد کو ایک ممتاز عہدہ پر مقرر کیا گیا۔ طاوت
کی وفات کے بعد خود مختار بادشاہ بنے۔ نبی بھی تھے۔ آپ کو زبور عطا ہوئی۔ اتنے خوش الحان
تھے کہ جب تسبیحات پڑھتے تو پوری فضا پر وجد طاری ہو جاتا۔ آپ کا معجزہ یہ تھا کہ
لوہا اور تانبا آپ کے ہاتھوں میں موم کی طرح نرم ہو جاتا۔ اپنے ہاتھ سے نہ نہیں تیار
کرنا آپ کا ذریعہ معاش تھا۔ اپنی زندگی میں بیت المقدس کی بنیاد رکھی جسے بعد میں
حضرت سلیمان نے پورا کیا۔

حضرت داؤد کے بیٹے، نبی اور بادشاہ ہیں۔ بنی اسرائیل میں آپ کی شان کوئی
بادشاہ نہیں ہوا۔ ہوا۔ جن اور پرندوں پر بھی آپ کی حکومت تھی۔ جانوروں کی بلی
سمجھتے اور ان سے کام لیتے تھے۔ لکہ سب آپ کی کوشش سے مسلمان ہوئی۔
بیت المقدس کی تعمیر کو نہایت عالیشان طریقہ پر مکمل کیا۔

آپ حضرت داؤد کی صحبت میں بہت عرصہ رہے۔ نبوت میں اختلاف ہے،
علاقہ شام میں سکونت تھی۔ آپ کے نصاب قرآن میں مذکور ہیں۔

بخت نصر بابل نے فلسطین پر پے در پے حملے کر کے اس علاقہ کو برباد کیا اور تورات
کے نسخوں کو جلا دیا۔ اور بنی اسرائیل کو قیدی بنا کر بابل لے گیا۔ آپ کس ہی تھے کہ
گرفتار ہو کر بابل گئے۔ چالیس برس کی عمر میں نبوت عطا ہوئی تو آپ نے تورات
کی تجدید کی۔ عراق کی ایک بستی ساثر آباد میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

اہل نینوا کی طرف مبعوث ہوئے۔ قوم نے آپ کی دعوت کا انکار کیا۔ تو از خود ہی
انہیں چالیس دن بعد عذاب آنے کی وعید سنائی۔ پھر جب یہ مدت گزرنے کو ہوئی
اور عذاب کی کوئی علامت نہ دکھی تو فرار ہوئے اور مچھلی کا لقمہ بنے۔ مچھلی کے پیٹ
میں تسبیحات پڑھتے رہے۔ آخر اللہ نے اس مشکل سے نجات دی اور مچھلی نے
برسب ساحل اگل دیا۔ جب ذرا طاقت آئی تو اللہ تعالیٰ نے اسی قوم یعنی اہل نینوا
ہی کی طرف آپ کو دوبارہ بھیجا۔ اب دوسری طرف صورت حال یوں ہوئی کہ جب

۲۷	الیاس	۱۷
۲۹	الیاس	۱۸
۲۲	داؤد	۱۹
۱۰۱۵ ۳ ۹۴۵ ق-۲		
۲۳	سلیمان	۲۰
۱۰۱۵ ۳ ۹۴۵ ق-۲		
۲۱	لقمان	
۲۲	عزیر	۲۱
۲۳	یونس	۲۲

حضرت یونسؑ مفرود ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یونسؑ کے قول کو پورا کر دیا۔ اور اہل نینوا کو دقت پر عذاب کے آثار نظر آنے لگے۔ تو وہ سب کھلے میدان میں خدا کے حضور گڑ گڑائے اور توبہ کی۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ عذاب ٹال دیا۔ اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ میں یہ ایک ہی استثناء ہے کہ آیا ہوا عذاب ٹل گیا ہو۔ اب اس قوم کی طرف جب یونسؑ آئے تو وہ پہلے ہی نرم ہو چکی تھی۔ چنانچہ آپ کی تبلیغ بہت موثر ثابت ہوئی۔

آپ حضرت مریم بنت عمران (والدہ عیسیٰ) کے کفیل اور مرتی تھے۔ چونکہ حضرت عیسیٰ محض اللہ کی قدرت کا طہ سے بن باپ پیدا ہوئے تھے لہذا یہود نے حضرت زکریاؑ پر یہ تممت لگا دی اور انہیں قتل کرنا چاہا۔ آپ نے بہت سمجھایا مگر بے سود۔ آخر چند شیطان سیرت آدمیوں نے آپ کو شہید کر دیا۔

آپ کفیل مریم حضرت زکریاؑ کے فرزند ہیں۔ حضرت زکریاؑ بے اولاد اور بوڑھے تھے۔ حضرت مریمؑ کے پاس بے موسم پھل دیکھ کر بے اختیار پکار اٹھے، کہ اللہ میں بھی بوڑھا میری بیوی بھی بوڑھی۔ اگر مریمؑ کی طرح مجھے بھی بے موسم پھل یعنی لڑکا عطا فرماوے تو کیا عجب ہے؟ آپ کی دعا قبول ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے سچے کی شہادت دی اور نام بھی سیکھے خود ہی تجویز فرمایا۔ اور بچپن ہی میں نبوت عطا فرمائی۔ آپ حضرت عیسیٰ کے خالہ زاد بھائی تھے، حضرت زکریاؑ کی شہادت کے بعد ایک ظالم بادشاہ ذونواس کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

خدا کی قدرت کا طہ سے بن باپ پیدا ہوئے۔ مال کی طرف سے ۲۶ ویں پشت پر جا کر حضرت سلیمانؑ سے سلسلہ نسب جا ملتا ہے۔ بنی اسرائیل کے سب سے آخری نبی ہیں۔ صاحب شریعت ہیں۔ انجیل آپ پر نازل ہوئی اور بچپن ہی میں نبوت مل گئی تھی۔ آپ کی پیدائش ناصرہ کے مقام پر ہوئی۔ گود ہی میں کلام کر کے اپنی والدہ کی بریت کی، مگر یہودی تممت تراشیوں سے باز نہ آئے۔ آپ بڑے فصیح البیان مقرر اور وجیر تھے۔ کسی کو آپ کے منہ پر کوئی الزام دینے یا تممت تراشی کی جرأت نہ ہوئی۔ آپ کو چند غیر العقول معجزات بھی عطا ہوئے تھے۔ جوں جوں آپ کی عزت و شہرت بڑھتی گئی، یہود کے حسد کی آگ بھڑکتی گئی۔ اور شاہِ دقت کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ انھیں گرفتار کر کے سوئی دے دیا جائے۔ چنانچہ آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کو تو بجد عنصری آسمان پر اٹھالیا اور مخبر کی صورت عیسیٰؑ کے مشابہ بنا دی۔ چنانچہ وہی سوئی دیا گیا اور اپنے کیے کی سزا پائی۔ آپ آخری زمانہ میں نازل ہوں گے۔ و قبال کو قتل کریں گے۔ شادی کریں گے۔ اولاد ہوگی۔ بعد ازاں آپ کی

۵۷
عیسیٰ سے
تھوڑا پہلے

۲۴ زکریا

۵۸
عیسیٰ سے
تھوڑا پہلے
نبوت اور
م عصر

۲۵ یحییٰ

۵۸
سحروت اور
مشور

۲۶ عیسیٰ

۲۲ سال بعد میں آسمان پر اٹھا لیے گئے۔

طبعی وفات ہوگی۔

خاتم الانبیاء اور افضل الانبیاء ہیں ۶۱ واسطے سے سلسلہ نسب حضرت اسماعیلؑ سے ملتا ہے۔ درمیانی عرصہ اڑھائی ہزار سال سے زائد ہے۔ مولد مکہ معظمہ ہے۔ یتیم ہی پیدا ہوئے۔ قرآن کریم میں آپ کا نام احمد بھی مذکور ہے۔ چھ سال کی عمر میں والدہ بھی انتقال کر گئیں۔ آٹھویں سال سے کہ ۵۰ سال کی تک اپنے چچا ابوطالب کی زیر نگرانی رہے۔ پچھن ہی سے امین اور صادق کے القاب سے مشہور ہوئے۔ ۴۰ سال کی عمر میں نبوت عطا ہوئی۔ آپ کی تبلیغ پر سارے عرب جو آپ کی صفات بیان کرتے تھکتا نہ تھا آپ کا جانی دشمن بن گیا۔ یہود و نصاریٰ کو بڑی تکلیف یہ تھی کہ یہ نبی جب بنی اسرائیل سے نہیں تو نبی کیسے ہو سکتا ہے۔ مشرکوں کی کچھ میں یہ بات نہ آتی تھی کہ وہ ۲۶۰ خدا جو ان کی مختلف طرح کی ضروریات کے کفیل اور اللہ کے نائب سمجھے جاتے تھے، یہ سارا کام ایک اکیلا خدا کیونکر سرانجام دے سکتا ہے۔ معاشرہ میں اور کچھ بیچ کی تمیز۔ لوٹ مار کا شغل، قتل و غارت کا مستقل دھندا، فحاشی اور شراب نوشی ایسی باتیں تھیں جو اس معاشرہ میں رچ چکی تھیں۔ ان باتوں کے خلاف آپ نے تبلیغ شروع کی تو سب دشمن بن گئے۔ آپ کا مشن تمام انبیاء سے زیادہ کٹھن تھا کیونکہ آپ تمام دنیا کے لیے مبلغ اور ان کی اصلاح کے لیے آئے تھے۔ جب جان کا خطرہ حد سے بڑھ گیا تو ۵۳ سال کی عمر میں مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے اور ایک نوزائیدہ اسلامی مملکت کی بنا ڈالی۔ پہلے صرف مشرکین مکہ دشمن تھے۔ اب یہود بھی ساتھ شامل ہو گئے اور ایک منافقین کا طبقہ بھی وجود میں آ گیا۔ آپ کی بقایا دس گیارہ سالہ زندگی پریم جہاد اور غزوات میں گزری۔ تا آنکہ عرب کا سارا علاقہ اسلام کے زیر نگیں آ گیا۔ اور آپ بفضلہ تعالیٰ اپنے مشن میں کامیاب ہوئے۔ ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کے حجرہ میں دفن ہوئے۔

صلی اللہ علیہ وسلم

۸۱
پیدائش
۲۲ اپریل
۶۵۱ء

۶۳

۲۷
محمد
صلی اللہ
علیہ وسلم

۲۔ فتنہ

فرشتوں کا کام تسبیح و تہلیل الہی ہے اور وہ تدبیر کائنات پر بھی مامور ہیں۔ درج ذیل فرشتوں کا ذکر قرآن میں آیا ہے:

- ۱۔ جبریلؑ: آپ کو روح اور روح الامین بھی کہا گیا ہے۔ انبیاء تک اللہ کا پیغام پہنچانا ان کی ٹیوٹی ہے۔ انبیاء کے دل مبیط جبریل ہوتے ہیں اور یا پھر اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید ان کا شغل ہے۔
- ۲۔ میکال یا میکائیل، بادل اور بارش سے متعلقہ تدبیر پر مامور ہیں۔ یہودان دونوں فرشتوں سے دشمنی رکھتے

تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ
وَجِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ
لِلْكَافِرِينَ ﴿۲۳﴾

جو شخص اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے پیغمبروں
کا اور جبرئیل کا اور میکائیل کا دشمن ہو تو ایسے
کافروں کا اللہ خود دشمن ہے۔

۲-۴۔ ہاروت اور ماروت، یہ دونوں فرشتے تھے جو انسانی شکل میں بنی اسرائیل کی اخلاقی حالت کا جائزہ
لینے اور ان کی آزمائش کے لیے بابل میں بھیجے گئے تھے۔ ان دنوں جادو دگرگی اور شعبدہ، جنتر منتر کا
فن زوروں پر تھا۔ اور لوگ چاہتے تھے کہ کوئی ایسا منتر ہاتھ آجائے جس سے وہ کسی دوسرے شخص کی برائی
کو اپنے پر عاشق بنا سکیں۔ اور پہلے زوجین میں جھگڑا اور تفرقہ پڑ جائے۔ انہی لوگوں نے حضرت سلیمانؑ
کو بھی مورد الزام ٹھہرایا تھا کہ وہ جادو ہی کے بل بوتے پر ایسی شاندار حکومت کر رہے ہیں کہ جن اور
ہوا اور پرندے سب ان کے تابع فرمان ہیں۔ یہ فرشتے تمام حجت کے طور پر ایسا منتر بتلانے
سے پہلے انہیں کہہ لیتے تھے کہ یہ کفر کا کام ہے اور ہم تمہاری آزمائش کے لیے بھیجے گئے ہیں، لہذا
اس کام سے باز رہو۔ مگر ایسے لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے شیاطین کہا ہے، اس تشبیہ کے باوجود ایسے
منتر سیکھنے پر ٹھہرتے اور پل پڑتے تھے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو ایک دوسرے طریقہ سے بھی آزما کر
اتمام حجت فرمادی جیسے کسی رشوت خوار ملازم کو ثبوت جرم کے طور پر نشان زدہ سکے پیش کیے جاتے
ہیں۔ ارشاد باری ہے،

وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ
وَعَارُوتَ ﴿۲۴﴾

وہ لوگ اس چیز کے بھی پیچھے پڑ گئے جو بابل میں
دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل کی گئی تھی۔

۳۔ کتب سماویہ

کتب سماویہ چار ہیں۔ جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔

۱۔ تورات جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی۔ زمانہ نزول قریباً ڈیڑھ ہزار سال قبل مسیح ہے۔ اس
شریعت میں عفو کے بجائے قصاص پر زور دیا گیا ہے۔

۲۔ زبور جو حضرت داؤدؑ پر نازل ہوئی۔ زمانہ نزول قریباً ایک ہزار سال قبل مسیح ہے۔ اس کتاب
میں تسبیح و تقدیس باری تعالیٰ بالخصوص مذکور ہیں۔

۳۔ انجیل جو حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی۔ اس شریعت میں قصاص کی بجائے عفو و درگزر پر زور
دیا گیا ہے اور سختی کی بجائے نرمی پر۔

۴۔ قرآن کریم۔ جو نبی خاتم حضرت محمدؐ پر نازل ہوا۔ اس کتاب میں شریعت کو مکمل کر دیا گیا اور اعتدال
کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اور قصاص کی بجائے عفو کے پہلو کو مستحسن قرار دیا گیا ہے۔ تاہم قصاص کا حق مجال
رکھا گیا ہے۔

ان کتابوں کے علاوہ حضرت موسیٰ سے پہلے انبیاء پر صحیفے نازل ہوتے رہے۔ بلکہ حضرت موسیٰ پر بھی ابتداءً صحیفے ہی نازل ہوئے۔ یہی صحیفے جب جمع شکل میں ہوں تو کتاب کہلاتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّ هَذَا كَتَبَ الْأَوَّلَىٰ صُحُفٍ
 لِبَرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ (۱۸-۱۹)

اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔

قرآن کریم کے علاوہ کوئی آسمانی کتاب یا صحیفہ اپنی اصل زبان میں موجود نہیں۔ پھر ان سب کتابوں میں تحریف بھی ہو چکی ہے۔ آج کل جو عہد نامہ مقدس اردو میں بائبل سوسائٹی کی طرف سے اردو ترجمہ کی صورت میں متداول ہے اس میں تورات، زبور، انجیل تینوں کتابیں شامل ہیں۔ اسی طرح اس کتاب کا انگریزی ایڈیشن بھی ملتا ہے۔ مگر اصل زبان میں کوئی چیز بھی موجود نہیں۔ ان متداول کتابوں کے مطالعہ ہی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان میں جو کچھ درج ہے وہ سب الہامی نہیں ہو سکتا۔ دوسرے لوگوں کے اقوال کو بھی ان میں شامل کر کے اس سارے مجموعہ کو الہامی قرار دیا گیا ہے۔

قرآن کریم اپنے دعوے کے مطابق لوگوں کی دستبرد سے آج تک محفوظ ہے اور آئندہ بھی اس میں تحریف ناممکن ہے۔ اصل زبان میں متداول ہے اور اس میں تمام سابقہ کتب سماویہ کا خلاصہ بھی آ گیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً
 فِيهَا كُتِبَ قِيمَةٌ (۲-۹۸)

اللہ تعالیٰ کا رسول جو پاک اوراق پڑھتا ہے اس میں مستحکم آیات سب موجود ہیں۔

لہذا قرآن کریم کی ان خصوصیات نے سب لوگوں کو سابقہ تمام کتب سماویہ اور صحائف سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اب اس مجموعہ عہد نامہ مقدس یا بائبل سے صرف وہ بات ہی درست اور مستند سمجھی جاسکتی ہے جو قرآن کریم کے مطابق ہو یا اس کے مخالف نہ ہو۔

۴۔ آسمانے برابر

قرآن کریم میں انبیاء کے علاوہ مندرجہ ذیل نیک لوگوں کے نام یوں مذکور ہیں۔

۱- ذوالقرنین، لغوی معنی دو سینگوں والا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس خدا ترس بادشاہ کے دو سینگ تھے۔ بلکہ اس کی مملکت اور مقبوضہ علاقہ کی شکل ایک مینڈھے کی سی بن جاتی ہے جس کے دو سینگ بھی ہوں۔ یہودیوں میں اس دو سینگوں ولے کا بڑا چرچا تھا۔ اس کا اصل نام خورس ہے۔ اسی کی ٹکر نے آخر کار بابل کی سلطنت کو پاش پاش کیا اور بنی اسرائیل کو اسیری سے نجات دلانی۔ خورس کا زمانہ عسراج ۵۴۹ ق۔ م ہے۔ ۵۳۹ ق۔ م میں اس نے بابل کو فتح کیا اور بنی اسرائیل کو رہا کیا۔ اور فرعون کے واحد کی عبادت کے لیے بیت المقدس میں دوبارہ ہیکل سلیمان کی تعمیر کا حکم دیا۔

۲- زید، بن حارثہ۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ کے غلام تھے جو انہوں نے رسول اللہ کو ہدیہ دے دیا تھا۔ حضرت زید کے ورثاء کو پتہ چلا تو وہ اس کی قیمت ادا کر کے اسے آزاد کرنا کرا سنا تھے لے جانے کے لیے

رسول اللہ کی خدمت میں پیش ہوئے۔ لیکن حضرت زیدؓ نے وراثت کے ساتھ جانے کے بجائے رسول اللہ کی غلامی کو ترجیح دی اور وہ ناکام واپس ہوئے۔ اس واقعہ کے بعد آپ نے زید کو اپنا متبلیٰ بنا لیا۔ بعد میں آپ نے اپنی چھوٹی بہن زینبؓ کا حضرت زید سے نکاح کر دیا۔ لیکن ذہنی تفاوت کی بنا پر یہ نکاح کامیاب ثابت نہ ہو سکا۔ رسول اللہ نے حضرت زید کو بہت سمجھایا۔ لیکن بالآخر یہ نکاح طلاق پر منتج ہوا۔

- ۳۔ طاہرہ: نبی اسرائیل کا وہ بادشاہ، جسے بنی اسرائیل کی اپنے پیغمبر شموئیل کی وساطت سے درخواست پر اللہ تعالیٰ نے نامزد فرمایا۔ اسی بادشاہ نے ۹۵، ۹۶ ق۔م میں جالوت کے لشکروں کو شکست دی۔ اور حضرت داؤد نے اسی موقع پر جالوت کو واصل جہنم کیا۔
- ۴۔ لقمان: ان کے نبی ہونے میں اختلاف ہے۔ ان کا ذکر پہلے آچکا ہے۔
- ۵۔ مریم: عورتوں میں سے صرف حضرت مریم کا نام قرآن میں آیا ہے۔ ان کا ذکر حضرت عیسیٰ اور حضرت زکریا کے بیان میں گزر چکا ہے۔

علاوہ ازیں اصحاب الکھف کا ذکر بھی ملتا ہے۔ تورات کے مطابق یہ سات نوجوان تھے۔ شاہ وقت قیصر ٹولیس (۲۵۰) بت پرست تھا۔ چاند دیوی کا پرستار تھا۔ اور یہی سرکاری مذہب تھا۔ یہ نوجوان موحد تھے۔ اپنی جانیں خطرہ میں دیکھ کر ایک غار میں جا پناہ لی۔ اور جا کر اس میں سو گئے۔ صدیوں بعد جاگے تو اپنے میں سے ایک شخص کو ایک سکہ جس پر ڈولیس کی مہنٹی دے کر کھانا لائے پھینچا۔ لوگ صدیوں پرانا سکہ دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ ویرانہ حکومت بدل چکی تھی۔ موجودہ بادشاہ قیصر ٹولیس خود عیسائی اور موحد تھا۔ ان دنوں لوگوں میں بعثت بعد الموت کا مسئلہ خوب زوروں پر زیر بحث تھا۔ اس واقعہ سے لوگوں کو ایک واضح دلیل ہاتھ آگئی۔ اور وہ لوگ ان اصحاب کھف کے اتنے معتقد ہوئے کہ غار کے دہانے پر ایک عالیشان مسجد بھی تعمیر کر دی۔ اصحاب کھف اندر جا کر پھر سو گئے اور وہیں وفات پانگئے۔

۵۔ آسمانے اشرا و کفار

- مندرجہ ذیل کافروں یا مشرکوں کے نام بھی قرآن میں مذکور ہوتے ہیں۔
- ۱۔ ابولہب: رسول اللہ کا حقیقی چچا۔ اس کا رنگ سرخ تھا لہذا ابولہب کی کنیت سے مشہور ہوا۔ رسول اللہ نے حکم الہی کے مطابق اپنے خاندان کو تبلیغ کے لیے اکٹھا کیا اور موثر انداز میں اپنا موعظ پیش کیا تو ابولہب کہنے لگا۔ "تھے ہلاکت ہو، کیا اسی بات کے لیے ہمیں اکٹھا کیا تھا؟" اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا،
- تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ (۱۱)
- ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں اور وہ ہلاک ہو۔
- ۲۔ جالوت: اس کا ذکر طاہرہ اور داؤد کے بیان میں آچکا ہے۔ ظالم بادشاہ جو ۹۵، ۹۶ ق۔م میں

حضرت داؤدؑ کے ہاتھوں قتل ہوا۔

۳۔ سامری؛ اہل مصر کو سالہ پرست تھے۔ اور بنو اسرائیل کے ذہنوں میں بھی یہ بیماری اتنی سرایت کر چکی تھی کہ فرعونیوں سے رہائی دلانے کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ طور پر تورات لانے کے لیے چالیس دن کے لیے گئے تو اس شخص سامری نے قوم سے زیور اکٹھا کر کے انہیں ایک سونے کا بچھرا بطور اللہ تیار کر دیا۔ موسیٰ اور ہارون کی اتنی تبلیغ تھی کہ باوجود بنی اسرائیل کی کثیر تعداد کو سالہ پرستی میں مبتلا ہو گئی۔ حضرت موسیٰ واپس آئے تو دوبارہ بگڑے ہوئے حالات پر کنٹرول کیا۔ اس اللہ کو جلا کر دریا برد کر دیا۔ اور سامری سے مقاطعہ کر دیا۔

۴۔ فرعون؛ شاہان مصر کا مخصوص لقب۔ مگر قرآن نے جس فرعون کا ذکر کیا ہے، وہ وہی ہے جس سے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کو سابقہ پڑا۔ جس نے بنی اسرائیل کے لاکھوں بچے اس خطہ کے تحت قتل کر دیے، کہ اسے بچوں نے قتل کیا تھا کہ بنی اسرائیل سے ایک شخص پیدا ہو کر تمہاری حکومت کا تختہ الٹ دے گا۔ مگر جو ہونا تھا ہو کر رہا۔ حضرت موسیٰ کی خود فرعون کے گھر میں ہی تربیت کا سامان مہیا کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ملکہ کا مکمل ثبوت ہے۔ فرعون نے موسیٰ و ہارون کو مژدہ کرنے کے لیے لاکھوں جتن کیے مگر سب کچھ بے سود اور عیبت ثابت ہوا اور آزدہ خود لاکھ سمیت بنو اسرائیل کے نقاب میں نکلا اور بحیرہ قندم میں غرق ہوا۔ اس کی لاش اللہ کی قدرت سے آج تک محفوظ ہے۔ اس کا عہد حکومت اندازاً ڈیڑھ ہزار سال قبل مسیح ہے۔

۵۔ قارون؛ موسیٰ کا چچیرا بھائی اور ہارون کے بعد تورات کا سب سے بڑا عالم تھا۔ بے انداز مال و دولت کا مالک تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کا مطالبہ کیا تو یہ بات اسے ناگوار گزری۔ کھنے لگا کہ اس میں خدا کے فضل ہی کیا بات ہے یہ دولت تو میں نے اپنے تجربہ کی بخت پر حاصل کی ہے۔ مخالفت بڑھی تو حضرت موسیٰ کا ساتھ چھوڑ کر فرعونیوں سے مل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کے سب خزانوں کو زمین میں دھنسا دیا۔ اس طرح قارون عبرتناک موت مرا۔

۶۔ ہامان؛ فرعون کا وزیر تعمیرات؛ جب موسیٰ نے فرعون کو خدا سے واحد کی پرستش کی دعوت دی تو فرعون نے ہامان ہی سے کہا تھا کہ ہامان! ذرا اینٹیں پکوا کر میرے لیے ایک اونچی عمارت تو بناؤ، جس پر چڑھ کر میں موسیٰ کے خدا کو دیکھ سکوں، میں تو اسے جھوٹا ہی سمجھتا ہوں! ﴿۱۸﴾ تو یہ بات فرعون نے محض حاضرین کو آؤ بنانے کے لیے کی تھی۔ ورنہ عملاً ایسا کوئی واقعہ پیش نہ آیا۔

۶۔ معبودان باطل

۱۔ بُت اتا ۵۔ وڈ۔ سواج، یغوث۔ یعوق اور خسو۔ قوم نوحؑ کے بت۔ یہ واصل اس قسم کے بزرگ حضرات کے بت تھے جنہیں ان کی زندگی میں دیکھ کر خدا یاد آتا تھا۔ اور اللہ کی عبادت کے لیے رغبت پیدا ہوتی تھی۔ جب یہ حضرات رحلت فرما گئے تو قوم کے نیک لوگوں کو اس بات سے

بڑا صدمہ پہنچا۔ اس موقع پر شیطان نے یہ پٹی پڑھائی کہ اب اس مشکل کا حل یہ ہے کہ ان حضرات کے مجسمے بنالو۔ انہیں دیکھ کر تمہیں خدا یاد آجایا کرے گا اور تمہاری آرزو پوری ہو جائے گی۔ چنانچہ لوگ اس بات پر لگ گئے اور ان کے مجسمے بنا کر اپنی مسجدوں میں رکھ دیے۔ ابتداءً تو اس کا وہی اثر ہوا جو شیطان نے بتلایا۔ مگر بعد کے لوگ انہیں کو خدا سمجھنے لگے اور ان کے پجاری بن گئے۔ جب حضرت نوحؑ نے انہیں اس کام سے روکا تو بجائے سمجھنے کے یہ لوگ اس عقیدہ میں ادرپکے ہو گئے اور نوحؑ کے مخالف بن گئے اور ایک دوسرے کو تلقین کرنے لگے کہ،

وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ
وَذًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ
وَقَسْرًا (۱۱۳)

اور سمجھنے لگے کہ نوحؑ کی باتوں پر لگ کر اپنے مجسموں کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ نہ وڈو، نہ سواع کو اور نہ ہی یغوث، یعوق اور قسر کو ترک کرنا۔

۶۔ بعل، لغوی معنی مالک۔ آقا۔ سردار۔ خاوند۔ قدیم زمانے میں سامی اقوام اس لفظ کو اللہ یا خداوند کے معنوں میں استعمال کرتی تھیں اور ایک خاص دیوتا کو بعل کے نام سے موسوم کر رکھا تھا۔ بابل سے لیکر مصر تک پورے مشرق وسطیٰ میں بعل پرستی پھیلی ہوئی تھی۔ بنی اسرائیل جب مصر سے فلسطین آ کر آباد ہوئے اور ان لوگوں سے شادی بیاہ ہونے تو یہ مرض ان میں بھی پھیل گیا۔ بعل کے نام کا ایک مذبح بھی بنا ہوا تھا جس پر قربانیاں کی جاتی تھیں۔ اس شرک کو حضرت سمویلؑ، طالوتؑ، داؤد اور سلیمان نے ختم کیا۔ لیکن بعد میں پھر فلسطین کی اسرائیلی ریاست بعل پرستی میں مبتلا ہو گئی (تہنیم القرآن) حضرت الیاسؑ کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرما کر بعلبک کی طرف بھیجا۔ یہاں کے باشندے اسی بعل پرستی میں مبتلا تھے اور شاہ باری ہے:

آتَذْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ
الْمَخْلُوقِينَ (۱۱۴)

حضرت الیاسؑ نے کہا کیا تم بعل کو پکارتے ہو اور سب سے بہتر خالق کو چھوڑ دیتے ہو؟

ب۔ دیویاں ۷ تا ۹۱۔ لات۔ عزیٰ۔ منات، مشرکین کا یہ دستور ہمیشہ سے چلا آتا ہے کہ وہ ایک اللہ کو خدایاں کے برتر کی حیثیت سے مانتے ہیں۔ پھر اس کی مختلف صفات کو مختلف چھوٹے خدایوں اور دیوتاؤں سے مختص کر دیتے ہیں۔ پھر اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ دیوتاؤں سے دیویاں بھی بنا لیتے اور ان کی پرستش شروع کر دیتے ہیں۔ ان کا نظریہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی پوجا پاٹ اور نذر و نیاز بڑے خدا سے قرب کا ذریعہ ہے۔ دیوی۔ دیوتاؤں کا یہی تصور مصر، یونان، ہندوستان اور عرب میں بھی رائج تھا۔ عرب کے مشرکین جن دیویوں کو خدا کی بیٹیاں سمجھتے تھے ان میں سے تین کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے۔ لات، یہ رالہ کا ٹونٹ ہے لات کا استمان یا آستانہ طائف میں تھا اور بنی نعیف اس کے معتقد تھے۔ عزیٰ، عزیب سے ٹونٹ ہے یعنی عزت والی۔ یہ قریش کی خاص دیوی تھی اور اس کا استمان یا آستانہ مکہ اور طائف کے درمیان وادی نخعہ میں محراض کے مقام پر واقع تھا۔

منات، کا استمان یا آستانہ مکہ اور مدینہ کے درمیان بحر احمر کے کنارے قدید کے مقام پر واقع تھا۔ بنو خزاعہ

اوس اور غزرج اس کے معتقد تھے۔ اس کا باقاعدہ حج اور طواف کیا جاتا۔ زمانہ حج میں جب حجاج طواف بیت اللہ اور عرفات اور منی سے فارغ ہو جاتے تو وہیں سے منات کی زیارت کے لیے بیک بیک کی صدائیں بلند کر دی جاتیں۔ اور جو لوگ اس دوسرے حج کی نیت کر لیتے وہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی نہ کرتے تھے۔ گویا مشرکین عرب دوہر ظلم ڈھاتے تھے۔ ایک تو خدا کا شریک بنانے کا دوسرے شریک بھی ایسے جنہیں خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے جبکہ وہ اپنے لیے بیٹیوں کو بھی پسند نہ کرتے بلکہ انہیں زندہ درگور کر دیتے تھے۔ ان کی اس حرکت پر اللہ تعالیٰ نے یوں تہلیل فرمائی:

أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ وَ
مَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ أَلَمْ يَكُنَّ لَكُم مِّن
ذَكَرٍ أَلَمْ تَكُنَّ إِذْ أَقْتُمُوهُنَّ حَضِيذِي
مجلد تم نے لات، عزیٰ اور تیسری ایک اور بیوی
منات کی حقیقت پر کبھی غور کیا؟ کیا بیٹے تمہارے
لیے ہوں اور بیٹیاں خدا کے لیے؟ یہ تو بڑی
دھاندلی کیفیت ہے۔

(۵۳
۲۲-۱۸)

ج۔ کوکب۔ ۱۲ تا ۱۰۔ شمس۔ قسم۔ شعوی، انسان نے جب وحی الہی سے بے رنجی اختیار کی تو ہر اس چیز کو جس سے اس کو کچھ فائدہ یا نقصان پہنچتا ہو اسے اپنی تقدیر کا مالک سمجھنے لگا۔ انسان نے جب مشاہدہ کیا کہ سورج کی گرمی سے فصلیں پکتی ہیں چاند سے پھولوں میں رس پیدا ہوتا اور اسی طرح بعض دوسرے سیاروں کے اثرات دیکھے تو انہیں اپنی قسمت کا مالک سمجھ کر ان کی پرستش کرنے لگا۔ اور اسی زمانہ انسان کا ابتدائی زمانہ ہے۔ اس دور میں بھی اسی عقیدہ کے تحت کوکب پرستی کا ثبوت ملتا ہے حضرت ابراہیمؑ نے بھی اسی عقیدہ کے خلاف جہاد کیا۔ سلیمانؑ کے زمانہ میں قوم سبا اسی عقیدہ کے تحت کوکب پرستی کا شکار تھی۔ اور ہندی تہذیب میں یہ عقیدہ لازمی جزو تھا حتیٰ کہ ہندوستان کا برائے نام سلمان بادشاہ اکبر بھی ہندو تہذیب سے متاثر ہو کر سورج پرست بن گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس عقیدہ باطلہ کی یوں تردید فرمائی کہ:

لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ
وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ (۱۱۳)

نہ سورج کو سجدہ کرو، نہ چاند کو بلکہ اس اللہ کو سجدہ
کرو جس نے انہیں پیدا کیا۔

قرآن میں شمس و قمر کے علاوہ ایک تیسرے سیارہ "شعوی" کی پرستش کا بھی ذکر آیا ہے۔ یہ سورج سے ۲۳ گنا زیادہ روشن ہے۔ اور اس کا زمین سے فاصلہ ۸ نوری سال سے بھی زیادہ ہے۔ لہذا یہ سورج سے بہت چھوٹا اور کم روشن نظر آتا ہے۔ اہل مصر اس کی پرستش کرتے تھے۔ کیونکہ اس کے طلوع کے زمانے میں نیل کا فیضان شروع ہوتا تھا۔ اس لیے وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ اسی کا فیضان ہے۔ یہ ستارہ بھی اہل عرب کے معبودوں میں شامل تھا۔ خصوصاً قریش اور خزاعہ اس کی پرستش کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عقیدہ باطلہ کی تردید کی اور فرمایا کہ تمہاری قسمتوں کا مالک شعوی نہیں بلکہ وہ اللہ ہے جو شعوی کا بھی مالک ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشُّعْرَىٰ (۱۱۴)

اور یہ کہ وہی شعری کا رب ہے۔

۵۔ بہائم پرستی۔ عجل، یوں تو انسان نے اپنے اسی نظریہ "نفع و مضرت" کے تحت پتھروں، درختوں، حیوانوں، درندوں اور فضائی اشیاء میں کوئی چیز بھی نہ چھوڑی جس کی اس نے پوجا نہ کی ہو۔ آگ، پانی ہوا۔ کوک، بجلی، جن، گلے، بیل۔ درخت۔ حتیٰ کہ سانپ تک کی پرستش کی جا چکی ہے۔ اور گلے کی پرستش تو ہندی اور صری تہذیب کا لازمی عنصر رہا ہے۔ ہندو دگائے کو گنوتا مانتے ہیں جھڑ موسیٰ کے دور میں مصر میں گوسالہ پرستی کا عام رواج تھا جو بنی اسرائیل کے ذہنوں میں بھی راسخ ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے گائے کو ذبح کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے کئی مرتبہ لیت و لعل کی۔ حضرت موسیٰ کی غیر حاضری میں ذرا موقع ملا تو سامری نے کچھ بجیٹت الہ لاکھڑا کیا۔ جس پر بنی اسرائیل کا کثیر طبقہ ٹوٹ پڑا۔ گوسالہ پرستی کے اس ذہن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا تھا:

وَأَشْرَبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ ﴿۳۶﴾ اور پھڑے کی محبت ان کے دلوں میں رچ گئی تھی۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَلَاذُ وَعَدْنَا مَوْسَىٰ أَنْ يَبِينَ لِيكَلَّةَ
تُمْ نَعَا تَحَدُّنَا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَنْتُمْ
ظَلِمُونَ ﴿۳۷﴾

اور جب ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا وعدہ کیا تو تم نے ان کے پیچھے پھڑے کو معبود مقرر کر لیا اور تم ظلم کر رہے تھے۔

۳۷ تا ۴۱: بَحِيرَةَ - سَائِبَةَ - وَصِيْلَةَ اِدْحَام؛

شُرک صرف یہی نہیں کہ اللہ کے سوا کسی دوسری چیز کی پوجا پاٹ کی جائے۔ بلکہ غیر اللہ کے لیے قربانی اور نذر و نیاز اور وقت بھی ویسے ہی شُرک ہے جیسے بدنی عبادت۔ انسان میں یہ مرض بھی زمانہ قدیم سے چلا آتا ہے۔ بتوں کے لیے جانوروں کے علاوہ انسانوں اور بالخصوص کنواری لڑکیوں تک کی قربانی پیش کی جاتی رہی ہے۔ پھر اس قربانی کے جانور کی یوں تعظیم و احترام کرنا، جیسے شعائر اللہ کے لیے کیا جاتا ہے، بھی صریح شُرک ہے۔ وہ مختلف جانوروں (اونٹوں، بکریوں) کو مختلف شرطوں کے ساتھ بتوں کی نذر کر دیتے تھے۔ انہی میں سے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے تفصیل کے لیے دیکھیے اونٹ) ارشاد باری ہے:

مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةَ وَلَا سَائِبَةَ
وَلَا وَصِيْلَةَ وَلَا اِدْحَامَ وَلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
يَقْتُوْنِ عَلٰى اللّٰهِ الْكُذِبَ ﴿۳۷﴾

اللہ تعالیٰ نے نہ تو بحیرہ کو کچھ چیز بنا یا ہے نہ سائبہ کو، نہ وصیلہ کو اور نہ حام کو۔ بلکہ کافر لوگ اللہ پر جھوٹ بانڈھتے ہیں۔

۶۔ ملک شہر اور علاقے

قرآن کریم میں مندرجہ ذیل شہروں کے نام مذکور ہیں۔

۱۔ مَکَّة اور بَکَّة؛ مکہ ہی کو بلکہ بھی کہتے ہیں۔ جب حضرت ابراہیم نے حضرت ہاجرہ اور اسماعیل کو اس بے آب و گیاہ وادی میں لایا اور مجرمانہ طور پر وہاں چٹمہ زمزم جاری ہوا۔ تو بنو جرہم کا ایک

قافلہ وہاں سے گزرا۔ پانی دیکھ کر وہاں سکونت کے لیے حضرت ہاجرہ سے اجازت چاہی تو انہوں نے دے دی۔ انہوں نے ہی یہ بستی آباد کی۔ اسی شہر میں کعبہ ہے جو سطح زمین پر سب سے پہلے خدا کی عبادت کے لیے بنایا گیا تھا۔ طوفان نوح کے بعد اسے حضرت ابراہیم نے دوبارہ تعمیر کیا۔ بعد ازاں متعدد بار اس میں وسعت اور نئی تعمیر ہو چکی ہے۔ اسی محترم گھر کی وجہ سے یہ بستی مرکزی شہر کی حیثیت اختیار کر گئی اور اہم القریٰ (۱۶) کے نام سے موسوم ہوئی۔ نئی قائم اسی شہر میں مبعوث ہوئے مناسک حج ہی اسی شہر یا اس کے مضافات سے وابستہ ہیں۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ
 پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے بنایا گیا وہ
 وہی ہے جو مکہ میں ہے۔ (۱۶)

۲- ہَدْيَيْنَهُ اور يَثْرِبَ، رسول اللہ کے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے پیشتر اس شہر یا بستی کا نام یثرب تھا۔ اور یہ نام اس لیے پڑ گیا تھا کہ یہاں کی آب و ہوا ناخوشگوار، گندی اور مضہر صحت تھی۔ قرآن میں ہے:

يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ (۱۷)

لے یثرب والو! تمہارا کوئی ٹھکانا نہیں! ہجرت کے بعد صحابہ بھی یہاں آ کر بیمار ہو گئے اور انہیں پانی لاگ ہو گیا۔ تو رسول اللہ نے دعا کی کہ "یا اللہ! اس شہر کو مکہ سے (دگنی) برکت دے اور یہاں امن قائم فرما" اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ آج ہوا صحابہ کرام کی طبیعتوں کے موافق ہو گئی۔ نیز بعد میں وہاں طاعون، ہیضہ یا کسی دوسری بیماری کی وبا نہیں پڑی۔

ہجرت کے بعد اس بستی کی آبادی میں اضافہ ہوا اور اس کا نام مدینۃ النبی پڑ گیا۔ یعنی نبی کا شہر۔ مدینہ یعنی شہر (ج مدائن) قرآن کریم میں متعدد بار استعمال ہوا ہے۔ لیکن ہجرت کے بعد لفظ مدینہ سے صرف مدینۃ النبی مراد لیا جانے لگا۔ قرآن میں ہے:

لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ الْكُفْرَانُ وَاللَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ (۱۸)

اگر منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں سوگ ہے اور مدینہ میں سنسنی خیز خبریں اڑنے والے باز نہ آئے تو.....

اس آیت میں مدینہ سے مراد یہی مدینۃ النبی ہے جو بعد مدینہ منورہ کے نام سے مشہور ہوا۔

۳- حِصْنُ، بمعنی شہر (ج مَصُونٌ اور مَنَارٌ) اور اس سے مراد عموماً ایسا شہر ہوتا ہے جس کی حد بندی کر دی گئی ہو۔ اور قرآن میں یہ لفظ ان معنوں میں کئی مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ اور مصر جب معرفہ کے طور پر آئے تو اس سے مراد ملک مصر ہے جو افریقہ کے شمال میں واقع ہے۔ قدیم تہذیب اور علمی ترقی کے لحاظ سے مشہور ترین ملک ہے۔ یہاں کابت ابوالہول اور اہرام حجابات دنیا میں شمار ہوتے ہیں۔ یوسف اسی ملک میں آ کر فروخت ہوئے اور بالآخر بادشاہ بنے۔ اپنے خاندان کو بلایا۔ اسی ملک میں حضرت موسیٰ کو فرعون سے سابقہ پیش آیا۔ اور آپ بنو اسرائیل کو یہاں سے

بحیرہ قزقم کے راستے نکال لے گئے۔ یہ ملک مصر بن حام بن نوح کے حصے میں آیا تھا۔ لہذا اسی نام سے مشہور ہو گیا۔ فرعون شاہ مصر نے کہا،

لِقَوْمِ الْكَيْفِي مَلِكٌ مِصْرَ وَهَذِهِ
النَّهْرُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِي (۳۳)

لے میری قوم! کیا مصر کی حکومت میرے ہاتھ میں نہیں؟ اور یہ نہریں جو میرے اٹھوں (کے) نیچے

پر رہی ہیں میری نہیں؟

۴۔ مَدینہ: حضرت شعیب کی دعوت و تبلیغ کا مرکز۔ یہ لیبی حجاز کے شمال مغرب میں بحیرہ قزقم کے مشرقی کنارے پر شام کے قریب واقع تھی۔ اور اس تجارتی شاہراہ پر واقع تھی جس سے قافلے یمن سے شام کو جاتے ہیں۔ جب قوم شعیب نے حضرت شعیب کو بھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو ہلاک کر دیا۔ ان کے بعد یہ لیبی دیران ہو گئی۔ ارشاد باری ہے،

وَإِلَى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا (۳۵) اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔

۵۔ رُوم، شام اور عراق کے شمال میں مشہور ملک ہے۔ دربر نبوی میں یہاں عظیم الشان سلطنت قائم تھی۔ حجاز کے ایک طرف آتش پرست ایرانی اور دوسری طرف عیسائی رومیوں میں جنگ ٹھن گئی۔ یہ جنگ ۶۰۲ء سے ۶۱۲ء تک دس سال رہی جس میں رومیوں کو شکست فاش ہوئی۔ مسلمان اہل مکہ ہونے کی وجہ سے روم سے ہمدردی رکھتے تھے اور مشرکین مکہ بُت پرست ہونے کی وجہ سے ایران سے۔ اس شکست سے مسلمانوں کو بھی تکلیف ہوئی۔ تو سورہ روم کی درج ذیل آیات نازل ہوئیں،

خَلَيْتَ الرُّومَ فِي آذَانِ الْأَرْضِ وَهَهُمْ قَرِيبٌ كَمَا كُنْتُمْ تُرْمَوْنَ فِي الْأَرْضِ وَكُنْتُمْ تُخْلَفُونَ (۱۰۱)

دو عنقریب چند ہی سال بعد غالب آجائیں گے۔

سینین (۱۱۲)

روم کے حالات پچھ ایسے بگڑ چکے تھے کہ بظاہر بضع سنین ۳ سے ۹ سال تک، روم کے ابھر کر ایران کو شکست دینے کے کوئی اسباب نظر نہ آتے تھے۔ لیکن قرآن کی اس پیش گوئی نے تمام کفار پر حجت قائم کر دی۔ ۳۱۰ء میں جس دن بدر کے میدان میں کفار کو شکست ہوئی اسی دن ایران کی شکست کی خبر بھی مل گئی۔

۶۔ بَابِل، کلدانیوں کا دار الحکومت جسے فرود نے بہت ترقی دی۔ اور یس کے زمانہ میں بھی پیشہ آباد تھا۔ اور ہمیں کے لوگ تیاروں کے اثرات کا مشاہدہ کر کے ستارہ پرست بن گئے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کے دربار (۲۱۰۵-ق م) میں فرود نے اس کو بڑا بارونق شہر بنا دیا۔ یہ شہر اس دور کی تہذیب کا مظہر تھا۔ کواکب پرستی اور بت پرستی کے علاوہ ان لوگوں کو جادو میں کمال حاصل تھا۔ اسے جادو کا گھر کہا جاتا تھا۔ اور بابل سے مراد ساحر لیا جاتا ہے اور الیابی بمعنی جادوگر ہے۔ سلیمان کے زمانہ میں بھی جادو کا گھوارہ تھا۔ قرآن نے بھی اس شہر کا ذکر جادو کے ضمن ہی میں کیا ہے۔ ارشاد باری ہے،

وَمَا كَفَرُوا سُلَيْمَانَ وَلَئِن لَّمْ يَكُنِ الشَّيَاطِينُ
كَلِمَةً يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا
أَنْزَلَ عَلَى الْمَلَائِكَةِ بِبَابِ هَارُوتَ
وَمَا رُوتَ (۲۳)

سليمان نے مطلق کفر کی بات (جادوگری) نہیں کی
بلکہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے جو لوگوں کو جادو سکھاتے
تھے اور جو کفر کی باتیں بابل میں دو فرشتوں ہاروت
اور ماروت پر اتریں (یہ لوگ ان کے پیچھے لگ گئے)

۷- احقاف: لغوی لحاظ سے یہ حقف (بعضی ریت کا ٹیلہ) کی جمع ہے۔ یعنی ریت کا سینکڑوں میل پھیلا
ہوا وسیع میدان (منجہ) اور جب یہ معرفہ کے طور پر آئے تو اس سے مراد ریع سکون انجمالی کے گڑوا گڑ
ملک یامہ۔ بحرین، عمان، حضرموت اور مغربی یمن کا علاقہ ہوتا ہے جو قوم عاد کا اصل مرکز تھا اور یہیں
سے یہ لوگ بلادِ عالم میں پھیلے۔ ارشاد باری ہے:

وَأَذْكُرُ آخَاعَادٍ إِذْ أَنْزَلْنَا قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ
اور قوم عاد کے بھائی (ہوڑ) کو یاد کرو۔ جب انہوں
نے اپنی قوم کو سرزمینِ احقاف میں ڈرایا۔ (۲۴)

۸- حِجْرٌ: لغوی معنی پتھروں والی زمین (منجہ) حجرو قوم ثمود کا روزی شہر تھا۔ مدینہ اور شام کے درمیان
واقع ہے۔ مدینہ سے توبک جاتے ہوئے یہ مقام شاہراہ عام پر ملتا ہے۔ اس شہر کے کھنڈر مدینہ سے
شمال مغرب میں موجودہ شہر العلار سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہیں۔ اسی قوم ثمود کو اصحاب الحجر
کہا گیا ہے جو سنگ تراشی کے اتنے ماہر تھے کہ پہاڑوں کو تراش تراش کر اپنے گھر تو درکنار شہر
کے شہر بنا ڈالتے تھے۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہود کے علاوہ اس قوم کے پاس
اور بھی نبی آئے تھے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُؤْمِنِينَ
اور بیشک حجر کے لوگوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا۔ (۲۵)

۹- سبا: سبا دراصل یمن میں سے ایک معروف و مشہور آدمی کا نام ہے جو ہوڑ کی نسل سے تھا۔
اس کا شجرہ نسب یہ ہے: سبا بن يشجب بن يعرب بن قحطان بن هود۔ اسی کے نام پر اس
علاقہ کا نام بھی سب مشہور ہوا۔ پھر اس کی قوم بھی قوم سبا بھلائی۔ یہ علاقہ بہت زرخیز اور شاداب
تھا۔ آب پاشی کا نظام نہایت اعلیٰ تھا۔ باغات کی کثرت تھی۔ ہر شخص کو اپنے دائیں بائیں باغات
بنا نظر آتے تھے۔ جب انہوں نے سرکشی کی راہ اختیار کی تو ان پر سیلاب کا عذاب آیا جس نے بند توڑ
دیا۔ آب پاشی کا سارا نظام درہم برہم ہو گیا۔ باغات تباہ ہو گئے اور ان کی جگہ جھاڑ جھنکار نے
لے لی۔ پھر مدتوں بعد یہ قوم اور علاقہ آباد ہوا۔ تو سورج پرست بن گیا۔ حضرت سلیمان کی کوششوں
سے سبا کی ملکہ ایمان لے آئی اور یہ قوم راہِ راست پر آگئی۔ اس قوم کی سورج پرستی کی اطلاع حضرت سلیمان
کو ہمدرد پرندے کے ذریعہ سے ہوئی تھی۔ جب اس پرندہ نے کہا تھا کہ:

وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَأٍ يَقِينٍ (۲۶)
میں آپ کے پاس سبا کے متعلق ایک یقینی خبر
لے کر آیا ہوں۔

۸۔ پہاڑ، وادیاں اور اماکن

جن پہاڑوں، میدانوں یا وادیوں کے نام قرآن کریم میں آئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱-۲۔ صفا اور مروہ؛ بیت اللہ کے قریب دو مشہور و معروف پہاڑیاں۔ جن کے درمیان حضرت ہاجرہ نے پانی کی تلاش میں سات چکر کاٹے تھے۔ آج کل ان پہاڑیوں کو کاٹ کر درمیانی وادی کو ختم کر دیا گیا ہے۔ صرف پہاڑیوں کے نشان باقی رہ گئے ہیں۔ ہر حاجی کے لیے ان کے درمیان سعی کرنا جود عمرہ کا لازمی جزو ہے۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ - بيشك (کوہ) صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ (۱۵۸)

۳۔ جُودِي، طوفانِ نوح کا سلسلہ مسلسل ۴۰ دن جاری رہا۔ یعنی بارش بھی ہوتی رہی اور زمین کے نیچے سے بھی پانی اُبتا رہا۔ اس دورانِ خشتی نوح مسلسل بلند ہوتی رہی۔ اور اس وقت تمام روئے زمین پر یہ طوفان آیا، جہاں نوح انسانی آباد تھی۔ بعد میں پانی اترا شروع ہوا تو ۵۰ دن اسی پانی کے اترنے میں لگ گئے۔ اور جب اترا شروع ہوا تو خشتی جودی پہاڑ پر آکر ٹک گئی۔ جودی کو درستان کے علاقہ میں سلسلہ ہائے کوہ اراط یا اراٹ میں سے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ اور آج تک اسی نام سے مشہور ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَكُلِي أَقْلَبِي وَغِيضَ الْمَاءِ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ (۱۱۳)

حکم ہوا کہ اے زمین! اپنا سارا پانی نگل جا، اور اے آسمان! ٹک جا۔ سو پانی خشک ہو گیا اور فیصلہ چکا دیا گیا اور خشتی جودی پہاڑ پر ٹک گئی۔

۴۔ سینا، (سینین) طور اور طوی۔ سینا اور سینین ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ سینا ایک بلند پہاڑ ہے جس کی بلندی ۲۵۹ فٹ ہے جو مدین سے مصر یا مصر سے مدین جاتے محضے شام کے ملک میں، راستے میں پڑتا ہے۔ اسی مقام پر موسیٰ علیہ السلام کو دو دفعہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا۔ اسی پہاڑ کی ایک چوٹی کا نام طور ہے۔ اور اسی پہاڑ کے دامن میں وادی کا نام طوی ہے جسے قرآن میں وادی مقدس اور لبقۃ المبارکۃ بھی کہا گیا ہے۔ موسیٰ جب بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر لائے تو اسی راستے سے گزرے تھے۔ کوہ طور کو اسی نسبت سے طور سینین بھی کہا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَالسَّيْنِ وَالذَّيْنُونَ وَطَوْرِ سَيْنِينَ - انجیر اور زیتون (دولے علاقوں) کی قسم اور طور سینین کی بھی۔ (۹۵)

۵۔ عرفات؛ مکہ سے ۲۵ کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک پہاڑ جسے جبل عرفات کہتے ہیں۔ اور اس پہاڑ کے دامن یا وادی کو بھی عرفات ہی کہتے ہیں۔ ۹ ذی الحجہ کو زوال آفتاب کے بعد حجاج یہاں شام

تک دعائیں کرتے ہیں۔ وقت عرفات حج کا رکن اعظم ہے۔ اور یوم عرفہ ۹ ویں الحجہ کا دن ہے۔ جو عرفات پہنچنے کی تیاری کا دن ہے۔ اور عَرَفَاتُ الْحُجَّاجِ بمعنی حاجی عرفات میں ٹھہرے۔

۸۔ مشعر الحرام: مشعر (ج مشاعر) شعاع کے معنی ہی میں آتا ہے۔ بمعنی اعلام دنیویہ اور مشعر الحرام مزدلفہ کے پاس ایک پہاڑی کا نام ہے۔ ۹ ذی الحجہ کو عرفات سے واپسی پر حاجی لوگ یہاں رات گزارتے اور دُعا میں کرتے ہیں۔ پھر یہیں سے زمی کے لیے ٹنکریاں چن کر ساتھ لے جاتے ہیں۔ ارشاد باری 'فَاذِ انْفَضَّتْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ (۲۸) کے پاس ٹھہر کر اللہ کو یاد کرو۔

۹۔ بلدہ، مدینہ سے ۸۰ میل کے فاصلہ پر ایک میدان۔ جو مدینہ سے مکہ کو آتے ہوئے راستہ میں ایک طرف پڑتا ہے۔ اسی مقام پر مشہور معرکہ بدر سُنَّہ میں پیش آیا تھا۔ ارشاد باری ہے: وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ (۳۳) تھی جبکہ تم کمزور تھے۔

۱۰۔ حُتَيْن، مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام جہاں فتح مکہ کے بعد شوال ۸ء میں اہل ہوازن سے مشہور غزوہ حنین بپا ہوا۔ ہوا زنی ماہ تیرا انداز تھے۔ مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار تھی اور کھٹار سے زیادہ تھی۔ کچھ فتح مکہ کا اثر، کچھ کثرت تعداد کا ٹھنڈ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابتداءً مسلمانوں کو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ پھر لشکر کو دوبارہ بلایا گیا تو اللہ نے مہربانی فرمائی اور شکست کو فتح میں بدل دیا۔ ارشاد باری ہے:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كُنُوزِكُمْ (۹) اپنی کثرت تعداد پر ناز تھا۔

۱۱۔ مسجد الاقصیٰ، لغوی معنی بہت دور کی مسجد۔ اور اس سے مراد بیت المقدس ہے جو مسلمانوں کا قبلہ اول تھا۔ رونے زمین پر کعبہ یا بیت اللہ کے بعد یہی مسجد بنائی گئی۔ اور اس کو مسجد اقصیٰ اس لیے کہا گیا کہ وہ مسجد الحرام سے مسافت بعیدہ پر واقع ہے۔ بعد میں یہی نام معرفہ کے طور پر استعمال ہونے لگا۔ ارشاد باری ہے:

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى (۱۲)

۱۲۔ سِدْرَةُ الْمُنْتَهَى بِحُدْرَةِ بِمَعْنَى پیری کا درخت اور مُنْتَهَى بِمَعْنَى انتہائی حد پر واقع پیری کا درخت۔ یہ آسمانوں میں ایک مقام ہے جہاں عالم سفلی کے معلومات ختم ہو جاتے ہیں اور عالم علوی کے آفاقت بھی وہیں سے نیچے نازل ہوتے ہیں۔ اسی مقام پر رسول اکرم نے جبرئیل کو اصلی صورت میں

دوسری دفعہ دیکھا۔ (ق) اور بمعنی عرش الہی کی داہنی جانب بیری کا درخت جو ملائکہ وغیرہ کی پہنچ کی آخری حد ہے (منجد) وہ مقام جہاں آل حضرت کو فیوضات الہیہ اور بھاری نعمات سے خاص طور پر نوازا گیا تھا (معنی) اور یہ سب باتیں سورۃ نجم کی آیات ۵ سے ۱۸ تک ثابت ہیں (ارشاد باری ہے) **عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ عِنْدَ هَاجِئَةٍ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ** کے نزدیک اسی کے پاس جنت الملوئی **الْمَلَوَىٰ (۵۳)** ہے۔

۱۳۔ کوثر، کا معنی اہل لغت نے خیر فیض لکھا ہے اور بہت سی احادیث سے ثابت ہے۔ کہ کوثر بہشت کی ایک نہر کا نام ہے جو آل حضرت کو عطا ہوئی۔ حضرت انس رضی سے روایت ہے کہ آل حضرت کو اونگھ آگئی۔ اٹھے تو تبسم فرمایا اور تبسم کی دہریہ بتلائی کہ ابھی ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے۔ پھر سورۃ کوثر پڑھی اور فرمایا، "تم جانتے ہو کہ کوثر کیا چیز ہے؟" صحابہ نے عرض کیا، "اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں" فرمایا، "وہ ایک نہر ہے جو اللہ نے مجھ کو بہشت میں دی ہے۔ اس میں خیر کثیر ہے۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّا أَنْعَمْنَا عَلَىٰكَ الْكَوْثَرَ (۳۱) (لے محمدؐ) بیشک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے۔

۱۴۔ سلسبیل، کا معنی اہل لغت شیریں اور خوشگوار پانی لکھتے ہیں جو خلق سے باسانی اتر جائے۔ اور سلسبیل کی تعریف اللہ نے خود ہی بیان فرمادی ہے کہ وہ جنت میں ایک چشمہ کا نام ہے جس کے مشروب میں زنجبیل (سونٹھ) کی آمیزش ہوگی۔ ارشاد باری ہے:

وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا عَيْنًا فِيهَا تُسْقَىٰ سَلْسَبِيلًا (۷۶) اور وہاں انھیں ایسے جام پلائے جائیں گے جن کے مشروب میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔ یہ ایک چشمہ ہو گا جس کا نام سلسبیل ہے۔

زنجبیل، تاثیر میں انتہائی حرم۔ انحصام کو درست کرنے والی، حرارت غریزی کو تیز کرنے والی اور قوی کو بحال رکھنے والی چیز ہے۔

۱۵۔ تسنیم، اسی طرح تسنیم بھی جنت میں ایک چشمہ کا نام ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَمِنْ آجَاهٍ مِنْ تَسْنِيمٍ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ (۲۴-۲۸) اور اس (حقیق)۔ شرب خالص، میں تسنیم (کے پانی) کی آمیزش ہوگی وہ ایک چشمہ ہے جس میں سے (خدا کے) مقرب بندے پئیں گے۔

کافور: جنت کے مشروبات میں زنجبیل کی آمیزش کے علاوہ کافور کی آمیزش کا ذکر بھی قرآن میں آیا ہے۔ کافور ایک مشہور، خوشبودار، سفید رنگ کی دوائی ہے جو کافور کے درخت سے حاصل ہوتی ہے۔ تاثیر میں حد درجہ سرد ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِنْ كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا (۱۰۶) نیکو کار ایسے جام نوش کریں گے جن میں کافور کی آمیزش ہوگی۔

۹۔ اقوام

جن اقوام کا ذکر قرآن میں آیا ہے ان میں سے قوم نوحؑ، عادؑ، ثمودؑ، لوطؑ، قوم ثمودؑ، قوم فرعون کے حالات تو انبیاء کے حالات میں بیان ہو چکے۔ ان کے علاوہ چند اور قوموں کے نام بھی مذکور ہیں، جو راجح ذیل ہیں:

۷۔ قوم اِترام، قوم عاد ہی دوسرا صفاتی نام یا لقب ہے۔ اِترام کا لغوی معنی پتھروں سے بنایا ہوا نشان اور اس سے مراد وہ بلند اور مزین ستون ہیں جو قوم عاد یا ثمود (عاد و ثمود) نے بحیثیت ماہرین سنگ تراشی بنائے تھے (معنی) نیز اِترام قوم عاد کا پہلا شخص یا قوم عاد کا شاہی خاندان اِترام کہلایا (م۔ ق) یہ لوگ یمن کے علاقہ میں آباد تھے۔ ارشاد باری ہے،

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلْنَا رَبَّكَ بَعَادًا - کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے عاد کے اِترام ذَاتِ الْعِمَادِ (۹۹)

۸۔ قَوْمٌ تَبَعٌ: تَبَعٌ قبیلہ حِمْیَر کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ تَبَعٌ کی قوم دراصل قوم سباہی کی ایک شاخ تھی جس نے ۱۱۵ ق۔م میں علاقہ سبا (واقع یمن) پر قبضہ حاصل کیا اور ۳۰۰ء تک وہاں حکمران رہے۔ ارشاد باری ہے،

أَهْمُ خَيْرًا أَمْ قَوْمٌ تُبَعِّعُ وَالَّذِينَ هُمْ قَبِيلُهُمْ - أَهْلُكُمْ هُمْ وَأَنْتُمْ كُنْتُمْ مَجْرُمِينَ - کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا تَبَعٌ کی قوم اور اس سے پہلے کے لوگ جنہیں ہم نے ہلاک کر ڈالا کیونکہ وہ مجرم ہر گئے تھے۔ (۱۰۰)

۹۔ قریش: رسول اللہ کا گیا رھوی پشت پر جد امجد ذہب تھا جو قریش کے لقب سے مشہور ہوا۔ قریش دراصل وہیل قبیلہ کو کہتے ہیں جو سمندری جانوروں میں سب سے بڑی اور طاقتور ہوتی ہے۔ نمر کے زمانہ میں یمن کے ایک عالم حسان نے مکہ پر اس غرض سے حملہ کیا کہ کعبہ کے پتھر یہاں سے لے جا کر یمن میں بیت اللہ تعمیر کرے۔ اور نمر نے اس کا مقابلہ کر کے اسے گرفتار کر لیا۔ اسی وجہ سے وہ قریش کے لقب سے مشہور ہوا۔ نمر کی اولاد بھی قریش کہلاتی ہے۔ قریش رسول اللہ کی اپنی قوم تھی۔ جس کی عرب بھر میں دھاک بیٹھی ہوئی تھی مگر اس قوم نے رسول اللہ کی سب سے زیادہ مخالفت کی۔ فتح مکہ کے دن اس مخالفت کا زور ٹوٹا اور یہ قوم ایمان لائی۔ پھر خلفائے اسلام بھی اسی قوم سے بنتے رہے۔ ارشاد باری ہے،

لِيَلْبِنَ قُرَيْشٍ الْفَهْمَ رِحْلَةَ الْبَيْتَاءِ - قریش کے مانوس کرنے کے سبب یعنی انہیں جانے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے سبب ... وَالصَّيْفِ (۱۰۱)

۱۰۔ یاجوج اور ماجوج: ایشیا کے شمالی اور مشرقی علاقے کی وہ وحشی اور جنگجو قومیں جو قدیم زمانے سے متمتعان ممالک پر غارت گرانہ حملے کرتی رہی ہیں۔ انہیں حضرت نوحؑ کے بیٹے یافث کی اولاد میں

شمار کیا گیا ہے۔ ان کا علاقہ روس۔ تو بالکل ماسکو وغیرہ ہے۔ سلطان ذوالقرنین (جس کا ذکر پہلے آچکا ہے) نے انہیں کے حملوں سے نجات کے لیے سد (سکندری) تعمیر کی تھی۔ یہ دیوار دو سلسلے لگائے کوہ کے درمیان اس نشیبی علاقہ یا وادی میں تعمیر کی گئی تھی۔ جہاں سے یہ وحشی اقوام حملہ آور ہوتی تھیں۔ ارشاد باری ہے،

قَالُوا يَا ذَا الْقُرْنَيْنِ إِنَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلَىٰ أَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا (۱۸)

ان لوگوں نے کہا، اے ذوالقرنین! یا جوج اور ماجوج اس سرزمین میں فساد برپا کرتے رہتے ہیں تو کیا ہم تجھے کچھ چندہ اکٹھا کر دیں کہ تم ان کے اور ہمارے درمیان ایک دیوار تعمیر کر دو۔

۱۔ فرقے یا مذاہب

قرآن میں جن مذاہب یا فرقوں کا ذکر آیا ہے وہ یہ ہیں،

۱۔ مُسْلِمِينَ، ہر وہ شخص جو کسی نبی یا رسول کی دعوت کو قبول کرے۔ وہ مسلم ہے۔ اور استلمہ بمعنی فرمانبردار اور اطاعت کیش بن جانا ہے۔ ارشاد باری ہے،

هُوَ سَمُّكُمْ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلِ وَفِي هَذَا (۲۱)

اس (اللہ) نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ پہلی شریعتوں یا امتوں میں بھی ہزاروں کتاب (قرآن) ہیں مگر

۲۔ مُؤْمِنِينَ، جب اسلام دل میں راسخ ہو جائے تو اسے ایمان کہتے ہیں۔ اور ایماندار کو مومن۔ اس فرق کو قرآن نے یوں بیان فرمایا،

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ نُؤْمِنُوا وَلكِنْ قَوْلُوا اسْلَمْنَا وَكَمَا يَدْخُلُ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ (۲۹)

دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ مجھ دو کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ (یوں) کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ہنوز تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا

گویا ایمان دراصل اسلام ہی کا اگلا درجہ ہے۔ اور مسلمان ہی مومن بنتے ہیں۔

۳۔ كُفَّارًا، ہر وہ شخص جو کسی نبی یا رسول کی دعوت کو رد کر دے اور اس کا انکار کر دے وہ کافر ہے۔

کفر بمعنی انکار کرنا خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ قرآن میں ہے،

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ (۶)

جو لوگ کافر ہو چکے تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ ان کے لیے برابر ہے۔

۴۔ مُنَافِقِينَ، ایسے لوگ جو بظاہر اسلام لے آئیں اور دل میں کفر ہی جا کر رہے اور ان کی ہمدردیاں

بھی کافروں کے ساتھ ہوں۔ منافقین کہلاتے ہیں۔ ایسا طبقہ بعض سیاسی اور معاشی مفادات حاصل کرنے کے لیے وجود میں آتا ہے اور اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کوئی تحریک ترقی کر رہی اور پروان چڑھ رہی ہو۔ چنانچہ کئی زندگی میں منافقین کا کوئی وجود نہیں ملتا۔ جب مدنی زندگی میں

اسلام اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا تو یہ طبقہ بھی پیدا ہو گیا۔ یہ طبقہ چونکہ دھوکہ اور عیاری سے کام لیتا ہے، لہذا کافروں سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الذَّرِكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (۲۳)

منافقین دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔

۵- مشرکین: وہ لوگ جو ایک اللہ کے سوا کسی دوسرے کو بھی نفع و نقصان پہنچانے کا مالک سمجھتے ہوں اور عبادت میں خواہ یہ عبادت بدنی ہو یا مالی یا قولی ہو دوسروں کو بھی شریک کر لیتے ہیں۔ خواہ یہ دوسری چیز کوئی جاندار چیز مثلاً نبی، ولی، بزرگ، فرشتے یا جن وغیرہ ہوں یا بے جان مثلاً بت۔ چاند۔ سورج۔ دیوتا اور دیویاں ہوں۔ مشرکین کہلاتے ہیں۔ اور یہ لوگ بھی ہر فرقہ میں سے ہو سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ مسلمان اور مومن بھی مشرک ہو سکتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ الْإِسْلَامُ
مُشْرِكُونَ (۱۱۶)

ان میں سے اکثر ایسے لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان بھی لاتے ہیں مگر مشرک بھی ہوتے ہیں۔

۶- یہودی: ہاد کے معنی نرمی کے ساتھ آہستہ آہستہ رجوع کرنا بھی ہے اور یہودی ہونا بھی۔ اور ہود بمعنی کسی کو یہودی بنانا (معتق۔ م ق) یہود سے مراد حضرت موسیٰ کے پیروکار ہیں۔ تورات کو تلاوت کے وقت آہستہ آہستہ اور جھوم کر پڑھنے سے ان کا نام یہودی ہوا (معتق) اور بعض لوگوں کے خیال کے مطابق ان کی نسبت حضرت یعقوب کے بیٹے یہودا کی طرف ہے۔ یہ قوم پہلے سخت بزدل تھی پھر جب سود خوار بنی تو سخت سنگدل بھی بن گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر العامت کی جتنی بارش کی اتنا ہی اس قوم نے کفران نعمت کیا۔ حتیٰ کہ اللہ کے ہاں یہ قوم منضبط قرار پائی۔ مسلمانوں کی ابتداء اسلام میں بھی جانی دشمن رہی اور آج تک اسی روش پر قائم ہے۔

۷- نصاریٰ: حضرت عیسیٰ اور ان پر نازل شدہ کتاب انجیل کے پیروکار۔ اس نام کی بھی دو توجیہیں ہیں۔ ایک یہ کہ عیسیٰ کی پیدائش ناصرہ میں ہوئی تو انہیں مسیح ناصری کہتے تھے۔ تو ان کے پیروکار نصاریٰ کہلائے۔ اور دوسری یہ کہ عیسیٰ کے پیروکاروں یا حواریوں نے نحن انصار اللہ (۱۶) کا نعرہ لگا یا تھا۔ لہذا یہ لوگ نصاریٰ کہلائے۔ آج کل انہیں عیسائی کہتے ہیں۔ یہودیوں کی نسبت ان کے عادات و خصائل بہت بہتر ہیں۔ دو ربنوی میں بھی مسلمانوں کی ہمدردیاں ان کے ساتھ تھیں اور یہود کی نسبت یہ مسلمانوں کے لیے بہت کم مضر تھے۔ ارشاد باری ہے:

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ
آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ
وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِلَّذِينَ
آمَنُوا

(۵)

لے پیغمبر تم دیکھو گے کہ مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہود اور مشرک ہیں۔ اور دوسری کے لحاظ سے مومنوں سے قریب تر ان لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں۔

۸- مجوس: (مجس) (واحد مجوسی) اور مجس بمعنی کسی کو مجوسی بنانا۔ اور تمجس بمعنی مجوسی بنانا ہے۔

آتش پرست اور سورج پرست فرقہ جو اپنے آپ کو نوح کا پیروکار بتلاتا اور باقی سب پیغمبروں کا دشمن ہے ان کے نزدیک نیکی اور بڑی کے خدا الگ الگ ہیں۔ یعنی خداداد ہیں۔ نیکی کا خدا یا خالق یزدان ہے۔ اور بڑی کا خدا یا خالق اہرن ہے۔ یہ لوگ اپنی الہامی کتابوں کا نام ژند اور اوستا بتلاتے ہیں۔

۹۔ صبا پین (صبا) ستارہ پرست فرقہ جس نے حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈالا تھا۔ یہ بھی اپنے آپکے حضرت نوح کا پیروکار بتلاتے ہیں۔ اور باقی سب پیغمبروں کے منکر ہیں۔ بعد میں صبا کا لفظ دین تبدیل کرنے یا آبائی مذہب سے روگردانی کرنے کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ اور ایک گالی بن گیا کہ غلامِ صبا ہو گیا ہے یعنی بے دین اور لا مذہب بن گیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا
وَالصَّابِئِينَ وَالنَّصْرَى وَالْمَجُوسَ
وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ
بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۱۱۶)

جو لوگ مومن (یعنی مسلمان) ہیں اور جو یہودی ہیں
اور ستارہ پرست اور عیسائی اور مجوسی اور شرک
ہیں اللہ تعالیٰ ان سب میں قیامت کے دن
فیصلہ کر دے گا۔

۱۱۔ عبادات اور شرعی اصطلاحات

ارکانِ اسلام پانچ ہیں۔ ان میں سب سے اڈل تو کلمہ شہادت ہے جس کے ذریعہ انسان اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ باقی چار ارکان عبادات پر مشتمل ہیں۔ ان سب کا اور ان کے مختصر کوائف کا ذکر قرآن مجید میں آگیا ہے۔ اور وہ یہ ہیں: صلوٰۃ۔ زکوٰۃ۔ صوم اور حج۔ اور ان الفاظ کو قرآن نے شرعی اصطلاحات کے طور پر استعمال کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ان الفاظ کا پورا مفہوم سنتِ رسول ہی سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ لغت یہ عقدہ حل کرنے سے قاصر ہے۔

۱۔ صلوٰۃ، اہل لغت اس کا معنی دُعا دینا اور تحسین و تبریک بتلاتے ہیں (معت) اور صلیٰ بمعنی نماز اور اکرنا۔ قرآن کریم میں اس کا حکم تو تقریباً سات سو مرتبہ آیا ہے لیکن نہ روزانہ نمازوں کی تعداد پوری طرح مذکور ہے نہ ہر نماز میں رکعات کی تعداد اور نہ ترجیح نماز۔ نہ ہی اوقات نماز کی تفصیل ہمیں مذکور ہے۔ قرآن سے صرف تین نمازوں اور ان کے اوقات کا پتہ چلتا ہے۔ زوالِ آفتاب کے وقت، شام کے وقت اور فجر کے وقت۔ نماز وسطیٰ کا بھی ذکر آیا ہے لیکن یہ وضاحت نہیں کہ وہ کونسی ہے۔ البتہ نماز باجماعت کا ذکر بجزرت موجود ہے۔ اور اس کے لیے اقامت الصلوٰۃ کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ نماز کی ادائیگی سے پیشتر طہارت اور وضو کے فرائض کا ذکر آیا ہے۔ اور ارکانِ نماز میں سے رکوع، قیام اور سجدہ کا بھی۔

رکع کا لغوی معنی محض جھکنا ہے۔ لیکن اصطلاحاً اس کا معنی نماز میں کمر کو ایک مخصوص و معروف شکل میں جھکا دینا ہے جس میں عجز و انکسار کا عنصر بھی شامل ہوتا ہے۔ رکع ہی سے لفظ رکعت مشتق ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہی رکن نماز کا اہم رکن ہے۔ مزید یہ کہ یہ لفظ قرآن نے پوری نماز کے لیے

بھی استعمال کیا ہے۔ ارشاد باری ہے،

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ
وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ (۲۳۶)

اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور جھکنے والوں
کے ساتھ جھکا کرو۔

سَجْدَہ: کالغوی معنی عاجزی اور فروتنی کرنا ہے (معنی - منجید) اور اسی معنی میں کائنات کی ہر چیز
اللہ تعالیٰ کے آگے سجدہ کرتی ہے۔ مگر شرعی اصطلاح میں اس کا معنی نماز میں ایک مخصوص معریت
شکل میں بیٹھ کر پیشانی اور ناک کو زمین پر رکھنا ہے۔ رکوع کی طرح سجدہ بھی نماز کا اہم رکن ہے۔
ارشاد باری ہے،

تَرَاهُمْ رُكْعًا سَجِدًا آيْتَتَعُونَ
قَضَاءً مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا (۲۳۹)

تو انہیں رکوع کرتے اور سجدہ کرتے دیکھتا ہے۔
وہ خدا کا فضل الخاس کی خوشنودی ڈھونڈتے ہیں۔

موقتہ معرود نمازوں کے علاوہ قرآن میں صلوة قصر (مسافر کی نماز) اور صلوة الخوف (جنگ کے دوران
نماز) اور نماز جنازہ اور نماز تہجد کا بھی ذکر آیا ہے۔ اور صلوة کاللفظ قرآن میں چار معنوں میں آیا
ہے۔ (۱) موقتہ نمازوں کے لیے (۲) نماز جنازہ کے لیے جس میں رکوع و سجدہ نہیں ہوتا۔ صرف قیام
ہی قیام ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے،

وَلَا تَصَلُّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّا تَأْتِي
أَبَدًا (۹)

اور (لے پیغمبر!) ان (منافقین) میں سے اگر کوئی
مر جائے تو کبھی اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنا۔

(۳) صرف دُعا کے معنوں میں۔ جیسے فرمایا،

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ
سَكَنٌ لَّهُمْ (۹۰)

اور ان (زکوٰۃ ادا کرنے والوں) کے حق میں دعا خیر
خود کو تمہاری دعا۔ ان کے لیے موجب سکین ہے۔

اور (۴) اگر صلوة کی نسبت اللہ تعالیٰ کی ہو تو اس کا معنی رحمت نازل کرنا ہے۔ ارشاد باری ہے،
إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ (۹۱)

اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔

۲- زکوٰۃ: کالغوی معنی بڑھنا۔ زیادہ ہونا۔ پھلنا پھولنا اور نشوونما پانا ہے (منجید- معنی) اور شرعی اصطلاح
میں زکوٰۃ اپنے زائد اموال کا وہ حصہ ہے جسے شریعت نے راہ خدا میں نکال کر ادا کرنا فرض قرار
دیا ہے۔ زکوٰۃ کا ذکر بھی قرآن میں تقریباً ستر مقامات پر آیا ہے۔ لیکن اموال زکوٰۃ، نصاب زکوٰۃ
اور شرح زکوٰۃ کی کوئی تفصیل موجود نہیں۔ یہ صرف سنت رسول سے ملتی ہے۔ زکوٰۃ کو قرآن میں صدقہ
بھی کہا گیا ہے۔ اور ایک اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ صاحب نصاب لوگوں سے زکوٰۃ
وصول کر کے زکوٰۃ کے مصارف میں خرچ کرے۔ ارشاد باری ہے،

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً (۹۳)

(لے پیغمبر!) ان (مومنوں) کے اموال میں سے صدقہ وصول کھجے۔

صدقہ نفلی یا تطوعاً بھی ہوتا ہے اور فرضی بھی۔ فرضی صدقہ کا ہی دوسرا نام زکوٰۃ ہے۔ اس آیت میں
خُذْ کاللفظ اس صدقہ کو فرض یا زکوٰۃ قرار دے رہا ہے۔ دوسرے خُذْ کے لفظ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے

کہ زکوٰۃ وصول کرنا اور نظام زکوٰۃ قائم کرنا حکومت اسلامی کی ذمہ داری ہے۔

زکوٰۃ مالی عبادت اور نماز کے بعد اسلام کا تیسرا اہم رکن ہے۔ لیکن مالی عبادت میں نفلی صدقات، بعض گناہوں کے کفارے، نذور اور قربانی بھی آتے ہیں۔ نذر یا منت و صدقہ ہے جو انسان کسی شرط کے ساتھ اپنے آپ پر لازم قرار دے لیتا ہے۔ پھر اس کی ادائیگی فرض ہو جاتی ہے۔ اور قربانی بالخصوص عید الاضحیٰ کے موقع پر، ہر صاحب استطاعت پر واجب ہے۔

۳۔ صَوْم: کا لغوی معنی کبھی کام سے رُک جانا اور باز رہنا ہے۔ مثلاً جو گھوڑا چارہ نہ کھائے یا چلنے سے رُک جائے اُسے بھی صائم کہا جاتا ہے (مفت) لیکن شرعی اصطلاح میں صائم کا معنی روزہ رکھنا ہے جس کے جملہ آداب سنت نبویؐ ہی میں مذکور ہیں۔ قرآن میں مجملاً اتنا ہی ذکر ہے کہ:

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتَمُوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ (۲/۱۸۴)

اعتکاف: عکف کا لغوی معنی صرف روکنا ہے اور ان معنوں میں بھی یہ لفظ قرآن میں استعمال ہوا ہے۔ وَالْهَدَىٰ مَعَكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ مَجَلَّةً۔ اور قربانی کے جانور جو اپنے مقام پر پہنچنے سے روک دیے گئے ہوں۔ (۲۴/۲۵)

اور شرعی اصطلاح میں العکوف بمعنی تعظیماً کسی چیز پر متوجہ رہنا اور اس سے وابستہ رہنا اور اعتکاف بمعنی عبادت کی نیت سے مسجد میں رہنا اور باہر نہ نکلنا ہے۔

روزہ اور اعتکاف کا بھی آپس میں گہرا تعلق ہے۔ اعتکاف کو شریعت نے ہر مسجد میں ماہِ صیام کے آخری عشرہ میں فرض کفایہ قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی صیام سے متعلق آیت مندرجہ بالا میں ساتھ ہی اعتکاف کا ذکر فرما دیا ہے۔ تاہم روزہ اور اعتکاف لازم و ملزوم نہیں۔ اعتکاف روزہ کے بغیر بھی ہو سکتا ہے اور ماہِ رمضان کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی ہو سکتا ہے۔ پھر جس طرح تزکیہ نفس کے لحاظ سے اعتکاف کا روزہ سے خاص تعلق ہے اسی طرح مسجد کے لحاظ سے اعتکاف کا بیت اللہ شریف سے بھی خاص تعلق ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَعَهْدًا نَأَىٰ إِلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ وَلَا تَمَاسِيلَ ۚ أَن طَهْرًا بَيْتِي لِلطَّالِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (۲/۱۲۵)

اور ہم نے ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ سے کہا کہ طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں، رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے میرے گھر کو پاک و صاف رکھا کرو۔

اعتکاف بھی چونکہ ایک عبادت ہے۔ لہذا مشرکین اس عبادت میں بھی بیعتوں کو شریک کر لیا کرتے تھے۔ قرآن میں ہے:

وَجَوْزًا نَابِغِيَّ إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ
 اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا کے پار اتارا تو وہ لیے
 فَأَتَوْا عَلَى قَوْمٍ يَتَكَفَّرُونَ عَلَىٰ أَصْنَامٍ
 لوگوں کے پاس جا پہنچے جو اپنے بتوں (کی عبادت)
 لَهُمْ (۱۳۸)
 کے لیے ان کے سامنے بیٹھے رہتے تھے۔

۲- حج، یعنی کسی کی زیارت کا ارادہ اور قصد کرنا (صفت) اور حج بنو فلاں فلاں (یعنی بنو فلاں
 لے فلاں کے پاس بہت آمدورفت کی۔ اور حَجَّجْتُ فَلَانًا (یعنی میں فلاں کے پاس بار بار
 آیا گیا۔ اور حج چونکہ سال میں ایک بار آتا ہے لہذا حج سے اسم مرہ حَجَّجْتُ (یعنی سال (۲) حج)
 بھی ہے۔ اور شرعی اصطلاح میں اقامت نسک کے ارادہ سے بیت اللہ کا قصد کرنے کا نام حج ہے۔ اور سال
 میں جس ماہ میں حج ہوتا ہے اس کا نام ذوالحجہ ہے۔ حج بھی اسلام کا رکن ہے اور صلاۃ استغاث
 لوگوں پر زندگی میں ایک بار فرض ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاللَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَوْتٍ
 اور لوگوں پر خدا کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس
 اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا (۱۳۹)
 گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ اس کا حج کرے!

عمرہ کو ایک روایت میں حج اصغر کہا گیا ہے۔ اس میں صرف طواف اور صفا مروہ کے درمیان سعی
 ہوتی ہے۔ قربانی، منیٰ میں قیام اور دو توب عرفات کچھ نہیں ہوتا۔ پھر عمرہ ہر موسم میں اور ہر وقت کیا
 جاسکتا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں حج اکبر ہے۔ اور یوم الحج الاکبر سے مراد یوم نحر یا یوم عرفہ
 ہے (صفت) اور لاَعْمَرَ (یعنی عمرہ کرنا ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْمَرَ فَلَا
 تُوْجُوْهُنَّ لَكُمْ فِي حَجَّتِهِمْ
 جُنَاحَ عَلَيْهِمْ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا (۱۴۰)
 کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں (صفا و مروہ) کا طواف کئے

طَوَافٌ: یعنی کسی چیز کے گرد چکر لگانا اور گھومنا۔ اور طوائف اس چوکیدار کو کہتے ہیں جو رات کو سخت
 کی طرف چکر لگاتا ہے (صفت) اور شرعی اصطلاح میں طواف سے وہ چکر مراد ہیں جو حج یا عمرہ کے دوران، یا
 ان کے علاوہ بھی اللہ کے گھر کے گرد لگاتے جاتے ہیں۔ عبادت کی یہ تم صرف خانہ کعبہ کے ساتھ مختص
 ہے مگر مشرکین نے اس عبادت میں بھی بعض قبروں اور آستانوں کو شریک بنا لیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

ثُمَّ لِيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلِيُتَوْفَّوْا
 وَدُرِّحُوا حَيْثُ يَخْرُجُونَ
 نَذْرَهُمْ وَيُطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ
 پھر جاتیوں کو چاہیے کہ قربانی کے بعد اپنا میل خلیل
 دور کریں اور نذیریں پوری کریں اور خانہ قدیم (یعنی
 بیت اللہ) کا طواف کریں۔ (۲۲)

قربانی کے لیے دیکھیے — قربانی کا جانور

۱۲۔ اسم عدد

اسمائے اعداد بھی اسم معرفہ ہی کی قسم ہے۔ مندرجہ ذیل اعداد اور ان کے مشتقات کا ذکر قرآن کریم

میں آیا ہے، پہلے مثالیں دیکھیں بعد میں قواعد کا ذکر ہوگا۔

۱۱۲	قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ	۱۱۲	کرم و اللہ ایک ہے	۱۱۲	قَعْرَ ذَا يَثْرَابٍ	۱۱۲	قوت ہی تم نے میرے
۱۱۳	قَالَ لَحَدِّ هُمَا	۱۱۳	دونوں میں سے ایک نے کہا	۱۱۳	فَلَا مِعْرَ الثَّلَاثِ	۱۱۳	پھر ان کا تیسرا حصہ ہے
۱۱۴	إِلَهُمَا وَاحِدًا	۱۱۴	ایک معبود	۱۱۴	فَلَهُمَا الثَّلَاثَانِ	۱۱۴	تو ان دونوں میںوں کا دو تہائی ہے
۱۱۵	أُمَّتًا لِلَّهِ وَحَدَهُ	۱۱۵	ایمان لائے ہم اللہ کیلئے پیر	۱۱۵	أَرْبَعَةً مِّنْكُمْ	۱۱۵	تم میں سے چار
۱۱۶	أُمَّةً وَاحِدَةً	۱۱۶	ایک امت	۱۱۶	أَرْبَعٌ شَهَادَاتٍ	۱۱۶	چار گواہیاں
۱۱۷	فَدَخَلَتْ وَوَحْدًا	۱۱۷	جس کو میں نے اکیلا بنایا	۱۱۷	رَابِعَهُمْ كَلِمَةٌ	۱۱۷	چوتھا ان کا کلمہ ہے
۱۱۸	إِحْدَى ابْنَتِي	۱۱۸	میری دو لڑکیوں میں سے ایک	۱۱۸	ثَلَاثٌ وَسَبْعٌ	۱۱۸	تین تین اور چار چار
۱۱۹	أَوْجَاعًا أَحَدًا مِّنْكُمْ	۱۱۹	یا تم میں سے کوئی ایک	۱۱۹	فَلَكُمْ الرُّبْعُ	۱۱۹	تو تمہارے لیے چوتھا ہے
۱۲۰	أَوَّلُ مَنْ أَلْفِي	۱۲۰	پہلا جو ڈالے	۱۲۰	يَقُولُونَ خَمْسَةٌ	۱۲۰	کہتے ہیں کہ پانچ ہیں
۱۲۱	هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ	۱۲۱	وہی سب پہلا اور پچھلا ہے	۱۲۱	وَالْخَامِسَةُ	۱۲۱	اور پانچویں دفعہ
۱۲۲	وَعَدُ آدَاهُمَا	۱۲۲	دونوں میں سے پہلا وعدہ	۱۲۲	فَإِنَّ لِلَّهِ خَمْسَةَ	۱۲۲	تو اس کے لیے اس کا پانچواں حصہ
۱۲۳	لِلْآخِرَةِ وَالْأُولَى	۱۲۳	پہلی اور پچھلی (آخرت دنیا)	۱۲۳	فِي سِتَّةِ آيَاتٍ	۱۲۳	چھ دونوں میں
۱۲۴	مَعْنَى وَرُؤُودِي	۱۲۴	دو دو اور ایک ایک	۱۲۴	سَادِسُهُمْ كَلِمَةٌ	۱۲۴	چھٹا ان کا کلمہ ہے
۱۲۵	إِلَهُيْنِ اثْنَيْنِ	۱۲۵	دو معبود	۱۲۵	فَلَا مِعْرَ الثَّلَاثِ	۱۲۵	تو ان کا چھٹا حصہ ہے
۱۲۶	وَصِيَّةِ اثْنَانِ	۱۲۶	بوقت وصیت دو آدمی	۱۲۶	سَبْعَةُ أَجْوَابٍ	۱۲۶	سات دروازے
۱۲۷	كَأَنَّمَا آثَلْتَيْنِ	۱۲۷	اور اگر دو عورتیں ہوں	۱۲۷	سَبْعٌ بَعْرَاتٍ	۱۲۷	سات گائیں
۱۲۸	مَشْنَى وَوَكَلْتِ	۱۲۸	دو دو اور تین تین	۱۲۸	ثَمَانِي حَبِجٍ	۱۲۸	آٹھ سال
۱۲۹	ثَانِي اثْنَيْنِ	۱۲۹	دو میں کا دوسرا	۱۲۹	ثَمَانِيَةَ أَذْوَجٍ	۱۲۹	آٹھ جوڑے (زناوا)
۱۳۰	أَرْبَعِهِمَا	۱۳۰	یا دونوں	۱۳۰	ثَامِنَهُمْ كَلِمَةٌ	۱۳۰	آٹھواں ان کا کلمہ ہے
۱۳۱	كَلِمَاتِ الْجَنَّتَيْنِ	۱۳۱	دونوں باغ	۱۳۱	فَلَهُنَّ الثَّمَنُ	۱۳۱	تو ان عورتوں کا حصہ ہے
۱۳۲	لِكُلِّ ضِعْفٍ	۱۳۲	ہر ایک کے لیے دو گنا ہے	۱۳۲	تِسْعَ آيَاتٍ	۱۳۲	نوٹ نیاں
۱۳۳	فَلَهَا نِصْفٌ	۱۳۳	تو بیٹی کے لیے آدھا ہے	۱۳۳	تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ	۱۳۳	یہ پورے دس ہوتے
۱۳۴	ثَلَاثَةَ آيَاتٍ	۱۳۴	تین دن	۱۳۴	وَأَمْتَمْنَهَا بِعَشْرِ	۱۳۴	ہم نے اس دس سے پورا کیا
۱۳۵	فِي ظُلُمَاتٍ كَلِمَةٍ	۱۳۵	تین اندھروں میں	۱۳۵	حَشْرًا مِّثْلًا لَهَا	۱۳۵	دس گنا اس کے
۱۳۶	مَشْنَى وَوَكَلْتِ	۱۳۶	دو دو اور تین تین	۱۳۶	مِعْشَارًا	۱۳۶	دسواں حصہ

گیارہ	۱۲	گیارہ ستارے	اسی	تَمَائِينَ جَلْدَةً	۲۲	اسی درے
بارہ	۹	بارہ مہینے	ننانوے	تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَجْةً	۲۸	ننانوے ذبیحان
اثناعشر	۲	بارہ چٹے	سوا	مِائَةٌ جَلْدَةٍ	۲۲	سودرے
انیس	۴۲	جنم پر افرشتے مقرر ہیں	دو سو	يَقْلَبُوا مِائَتَيْنِ	۸	دو سو پر غالب آئیں گے
بیس	۸	بیس صابر (مرد)	تین سو	ثَلَاثٌ مِائَةٌ سِنِينَ	۱۸	تین سو سال
تیس	۲۱	تیس مہینے	ہزار	مِنَ اَلْفِ شَهْرٍ	۹۶	ہزار مہینوں سے
چالیس	۷	چالیس راتیں	ہزاروں	وَهُوَ اَلْوَفْ	۲	اور وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے
پچاس	۲۹	پچاس برس	تین ہزار	بِثَلَاثَةِ اَلْفِ	۳	تین ہزار سے
ساتھ	۵۸	ساتھ مسکین	پانچ ہزار	بِخَمْسَةِ اَلْفِ	۱	پانچ ہزار سے
ستر	۹۹	ستر ہاتھ یا گز	پچاس ہزار	خَمْسِينَ اَلْفِ سَنَةٍ	۵	پچاس ہزار سال
ستر آدمی	۷	ستر آدمی	لاکھ	مِائَةٌ اَلْفِ	۲۷	ایک لاکھ

اعداد کے متعلق مندرجہ ذیل قواعد ہیں۔

- ۱- واحد گنتی میں صرف پہلے ہندسہ یا ایک کے مقام پر آئے گا۔ مرکب اعداد میں واحد کی بجائے اَحَدَ استعمال ہوگا۔ جیسے اَحَدٌ عَشْرٌ اس کی تونٹ واحدہ ہے۔ اور وَجِيدٌ بمعنی اکیلا۔ ایک ہی۔
- ۲- اَحَدَ کا استعمال چار طرح ہوتا ہے:

(۱) بمعنی لاثانی۔ یجتا۔ بے نظیر۔ جیسے قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ (۱۱۲)

(ب) دو یا دو سے زیادہ چیزوں میں سے "کوئی" یا "کوئی ایک" جیسے اَحَدٌ مِنْكُمْ (۲۳) یا ان میں سے "ہر ایک" جیسے يُوَدُّ اَحَدًا هُمْ (۶۶) اور اس کی تشبیہ احدی آنے گی جیسے اِحْدَى الْعَشْرَيْنِ (۹) یعنی دو بھلائیوں میں سے کوئی ایک بھلائی۔

(ج) اگر لفظی کے کسی لفظ کے بعد آئے تو یکسر نفی کر دیتا ہے۔ ایک کا معنی بھی نہیں دیتا۔ جیسے مَا لَمْ يُوَدِّ اَحَدًا (۱۳) کسی کو بھی نہیں دیا۔ یا لَيْسَ فِي الدَّارِ اَحَدٌ۔ گھر میں کوئی بھی نہیں۔

(د) مرکب اعداد میں واحد کے مقام پر آتا ہے جیسے اَحَدٌ عَشْرٌ بمعنی گیارہ۔ اور اَحَدٌ وَعَشْرُونَ بمعنی اکیس (تونٹ احدی عشرۃ) گیارہ۔

۳- "ایک ایک" کے لیے فوادی، دودو کے لیے مثنیٰ پھر اس کے بعد فَعَال کے وزن پر دس تک جیسے ثَلَاثٌ بمعنی تین تین رُبَاعٌ بمعنی چار چار خَمْسَانٌ بمعنی آٹھ آٹھ وغیرہ یعنی پچاس سے آتی تعداد والی چیز مثلاً ثلاثی تین تین والی رباعی چار چار والی اور ذہائیت مزید پڑھانے سے تونٹ بن جائے گا۔ جیسے رباعیۃ، خماسیۃ

۴- ترتیبی اعداد: ایک کے لیے اَدَل پھر اس کے بعد دس تک فَاعِل کے وزن پر آئیں گے۔ ثانی۔ دوسرا، ثالث۔ تیسرا، رابع چوتھا وغیرہ۔ ذہائیت لگانے سے تونٹ بن جاتے ہیں۔ جیسے ثَانِيَةً رَابِعَةً

۵- کسری اعداد: یعنی ایک چیز کے بٹے ہوئے حصے۔ آدھا یا $\frac{1}{2}$ کے لیے نصف پھر اس کے بعد فَعْلٌ

کے وزن پر دس تک۔ جیسے ثَلَاثٌ تیسرا حصہ یا ۱/۳ سُدُسٌ چھٹا حصہ یا ۱/۶ عَشْرٌ دسواں حصہ یا ۱/۱۰۔ ۱۰۔ اُحْمَلِيے
عَشْرًا اور عَشْرًا بھی آتا ہے۔

۶۔ كَلِمًا؛ لفظ مفرد ہے لیکن تشبیہ (دو) کا معنی دیتا ہے۔ حالتِ نَمِي میں كَلِمًا نَصْبِي اور جَرِي میں كَلِمَةً
آتا ہے۔ اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں صورتوں میں پہلے آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

إِنَّمَا يَبْلُغُنَّ عِنْدَكَ الْكِبْرَ أَحَدًا هُمَا اگر وہ (والدین) تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچ
أَوْ كِلَا هُمَا (۱۶)

جائیں اور دونوں میں سے کوئی ایک دونوں ہی۔
اور كِلَا کا مونث كِلْتَا ہے (جو حالتِ نَصْبِي اور جَرِي میں كَلِمَتَانِ آتا ہے) قرآن میں ہے:
كَلِمَاتٍ الْبَحْتَيْنِ أَنْتَ أَكْلَاهَا (۱۷) دونوں باغ اپنا پھل دیتے تھے۔

۷۔ عدد اور معدود میں تذکیر و تانیث اور واحد جمع کی تیز کرنا ذرا مشکل کام ہے۔ چند ضروری اور معروف
قاعدے درج ذیل ہیں۔ مزید تفصیل گرامر کی کتابوں میں ملے گی۔

(۱) ایک اور دو تذکیر و تانیث اور واحد و جمع کے لحاظ معدود کے مطابق ہوں گے جیسے اَللّٰهُ وَاحِدٌ
أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ۔ اَلْهَيَيْنِ اَشْنَيْنِ۔

(ب) تین سے دس تک معدود مذکور ہو تو عدد مونث آئے گا۔ جیسے اَرْبَعَةٌ اَيَّامٌ، اور اگر معدود
مونث ہو تو عدد مذکور آئے گا۔ جیسے ثَلَاثٌ لَيَالٍ۔ سَبْعٌ بَقَرَاتٍ۔

(ج) گیارہ اور بارہ کے اعداد تذکیر و تانیث کے لحاظ معدود کے مطابق آئیں گے۔ جیسے أَحَدٌ
عَشْرٌ كَوْكَبًا (۱۸) اِثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا (۱۹)۔

(د) دس کے بعد معدود ہمیشہ واحد ہی آئے گا جو ننانوے تک تو منصوب ہو گا لیکن اس کے بعد مجرد
اَرْبَعِينَ سَنَةً (۲۰) سَبْعِينَ رَجُلًا (۲۱) اور مائتہ جَلْدَةٍ (۲۲) مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ (۲۳))
خَمْسِينَ اَلْفَ سَنَةٍ (۲۴)

(۴) مرکب اعداد میں ایک اور دو کے مرکبات کو چھوڑ کر باقی اعداد میں اگر معدود مذکور ہو تو عدد میں
اکائی تو (حسب سابق) و تک) مونث آئے گی مگر دہائی مذکور جیسے عَلِيٌّ مِائَتَا سَعْتَةَ عَشْرٍ (۲۵) اور
معدود مونث ہو تو اس کا برعکس ہو گا یعنی اکائی مذکور اور دہائی مونث۔ جیسے سَبْعٌ عَشْرَةٌ
لَيْلَةً۔ سترہ راتیں۔

(۵) اَلْفٌ بمعنی ہزار کے ساتھ اگر عدد بھی ہو تو اس کی جمع اَلْفَانِ آئے گی۔ جیسے ثَلَاثَةُ اَلْفٍ (۲۶)
خَمْسَةُ اَلْفٍ (۲۷) اور اگر عدد مذکور نہ ہو تو اس کی جمع اَلْأُلُوفُ آئے گی۔ بمعنی ہزار با۔ ہزاروں
جیسے وَهَذَا اَلْأُلُوفُ (۲۸)

۱۳۔ اسم ضمیر

اسم ضمیر بھی اسم معرفہ ہی کی قسم ہے۔ اسم ظاہر کے قائم مقام ہو کر اور عموماً اس کے بعد آتی ہے۔ اسم ضمیر

کی دو تہیں ہیں۔ بستر اور بارز مستر وہ ہے جو فعل اور اس کے مختلف صیغوں سے از خود ہی سمجھی جاتی ہے۔ جیسے قَالَ میں ضمیر واحد مذکر غائب اور قُلْنَا میں ضمیر جمع مؤنث غائب ضمیر مستتر ہے۔ اور بارز وہ ہے جو الفاظ سے ظاہر ہو۔ پھر بارز کی بھی دو تہیں ہیں متصل اور منفصل متصل وہ ہے جو لفظ کے ساتھ ہی لکھی جاتی ہے۔ جیسے كِتَابَكَ اَلْهَمَّا، يَهْمُ وَغَيْرُهُ۔ اور منفصل وہ ہے جو علیحدہ لفظ کی صورت میں ہوتی ہے۔ جیسے هُوَ هُمَا۔ هُمَا تَا اَنَا۔ نَحْنُ۔ ضمائر منفصلہ رُفعی حالت میں استعمال ہوتی ہیں۔ اور متصلہ جری اور نصبی حالت میں۔ نصبی حالت میں کلام میں مزید زور اور حصر پیدا کرنے کے لیے ان ضمائر پر لفظ اَيَّا کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ جیسے اَيَّاہُ بمعنی اسی ایک مرد کو۔ جیسے قرآن میں ہے:

اَيَّاكَ نَعْبُدُ وَاَيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴿۱۶﴾ صرف تیری ہی ہم عبادت کرتے اور صرف تجھی

سے مدد چاہتے ہیں۔

مزید تفصیل کے لیے محی کرام کی کتاب کی طرف رجوع فرمائیے!

۱۲۔ اسم اشارہ

اصل میں تو اسمائے اشارہ ذَا اور ذَاكَ وغیرہ ہیں۔ انہیں لفظوں کے ابتدا میں ہا اور آخر میں كُ یا لَك لگا کر اسم اشارہ قریب اور اشارہ بعید بنا لیے گئے ہیں۔ اشارہ قریب کے لیے ہَذَا استعمال ہے۔ تشبیہ کے لیے ہَذَا اور ہَذَانِ اور جمع کے لیے ہٰؤَآءِ آتے ہیں۔ ان کی مثالیں دیکھیے:

۱۔ اشارہ قریب:

واحد مذکر۔ اَرَأَيْتَكَ هَذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلٰیٰ (۱۶) دیکھ تو یہی وہ ہے جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے۔

تشبیہ مذکر۔ اِنَّ هٰذَا لَسَاحِرٌ (۱۷) کہ یہ دونوں جادوگر ہیں۔

جمع مذکر۔ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا هٰؤُلَاءِ يَمْشِقُونَ (۱۸) (اے ابراہیم!) تم جانتے ہی ہو کہ یہ (بت) بولتے نہیں۔

اور ہَذَا سے مؤنث ہٰذِہ، ہَذَا اور ہَذَانِ سے ہَا تَا اور ہَاتَيْنِ اور جمع مَذْکُورِ مَوْث ہر صورت میں ہٰؤَآءِ ہی آتی ہے۔ مثلاً:

اشارہ قریب: — واحد مؤنث ہٰذِہ النَّارُ اِنِّیْ کُنْتُ مِمَّنْ یَّهَابُهَا تَلْکَہُ بَوْنٌ (۱۹) یہی وہ جہنم ہے جسے تم جھٹلا گئے تھے!

۲۔ اشارہ بعید: واحد مذکر کے لیے ذَاک اور ذٰلِک، تشبیہ کے لیے ذٰلِک اور ذٰلِک اور جمع مذکر کے لیے اُولٰٓئِک آتا ہے۔ پھر جو چیز مرتبہ کے اعتبار سے بلند ہو، وہ قریب ہو تب بھی اس کے لیے ذٰلِک استعمال ہو سکتا ہے (معنی) مثلاً:

(۱) ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ (۲۰) یہ کتاب (قرآن مجید) اس میں کوئی شک نہیں۔

(۲) قَدْ نِکَ جُرَّهَاتَانِ مِنْ رَیْلِکَ (۲۱) یہ دو دلیلیں تمہارے پروردگار کی طرف سے ہیں۔

(۳) اُولٰٓئِکَ عَلٰی ہُدٰیٍ مِّنْ رَّبِّہُمْ (۲۲) وہی لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔

اور واحد مؤنث کے لیے تَاكَ يَا تِلْكَ تشبیہ کے لیے تَاذِكَ يَا تَيْتِكَ اور جمع مذکر مؤنث دونوں کے لیے اُولَئِكَ ہی آتا ہے۔ مثلاً،

اشارہ بعید واحد مؤنث، تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ (۱۳۳) وہ ایک اُمت تھی جو گزر گئی۔

۳۔ اسم اشارہ بعید کے اصل الفاظ ذَلِكْ اور تِلْكَ بھی اپنے مخاطب کے اعتبار سے ضمیر مخاطب کی طرح بدلا کرتے ہیں لیکن ان سے معنی میں کچھ فرق نہیں آتا۔ مثلاً،

(۱) ذَلِكُ الْكِتَابُ (۱۳۴) یہ کتاب یا وہ کتاب

(۲) ذَلِكُمْ اَرَبِيْكُمَا (۱۳۵) وہ تم دونوں کا رب ہے

(۳) ذَلِكُمْ اللهُ رَبُّكُمْ (۱۳۶) وہ تم سب کا رب ہے

(۴) فَذَلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ (۱۳۷) یہ وہی ہے جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کرتی تھیں۔

(۵) اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ بِلْكَامِ الشَّجَرَةِ (۱۳۸) کیا میں نے تمہیں اس درخت کے پاس جانے سے منع نہ کیا تھا؟

(۶) تِلْكَمُ الْجَنَّةُ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ (۱۳۹) وہ جنت جس کے تم وارث بنائے گئے۔

۴۔ هَذَا اور ذَلِكْ پَرِكَ تشبیہ بڑھا کر بھی استعمال ہوتا ہے۔ یعنی هٰكَذَا بمعنی ایسا ہی اور كَذٰلِكَ بمعنی ویسا ہی، ایسا ہی، اسی طرح سے۔ لیکن اُرْد و ترجمہ میں ان سب اسمائے اشارہ کا ترجمہ عموماً اشارہ

قریب سے کر دیا جاتا ہے کیونکہ اردو میں اشارہ میں تشبیہ جمع، مذکر مؤنث کی کوئی تمیز ہے ہی نہیں۔ هٰذَا،

ذَلِكْ، هٰذَا، تِلْكَ، هٰؤُلَاءِ سب کا ترجمہ یہ ہی کیا جاتا ہے۔ اور كَذٰلِكَ کا ترجمہ بھی ایسے ہی یا اسی

طرح کرتے ہیں۔

كَذٰلِكَ يَتَّبِعُنَّ اللهُ اٰيٰتِهٖ (۱۴۰) اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان

فرماتا ہے۔

۵۔ هُنَا، (بمعنی یہاں) زمانہ اور جگہ کی طرف اشارہ کرنے کے لیے آتا ہے۔ تاہم زیادہ تر جگہ کی طرف اشارہ

کے لیے ہی آتا ہے۔ اور ذَا۔ ذَاكَ اور ذَلِكْ کی طرح هُنَا، هُنَاكَ اور هُنَاكَ تینوں طرح

مستعمل ہے۔ ارشاد باری ہے،

هُنَالِكَ تَبَلَّغُوا كُلُّ نَفْسٍ مَّا سَأَلْتِ

وہاں ہر شخص (اپنے اعمال کی) جو اُس نے آگے

بھیجے ہوں گے آزمائش کر لے گا۔ (۱۴۱)

دوسرے مقام پر ہے،

فَعَلِبُوا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوا صٰغِرِيْنَ

تو وہ (جادوگر) وہاں مغلوب اور ذلیل ہو کر

رہ گئے۔ (۱۴۲)

هُنَا سے پہلے ہا کا اضافہ کر کے اسے صرف جگہ کے لیے مختص کر دیا جاتا ہے۔ بمعنی اس جگہ۔ اسی جگہ

قرآن میں ہے،

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا

(اے موسیٰ) تم اور تمہارا پروردگار جاؤ اور لڑائی کرو

ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ (۱۴۳)

هُنَا قَاعِدُوْنَ (۱۴۳)

ضمیمہ ۱

اسمائے نکرہ (جو قرآن میں مذکور ہیں اور جن کے مترادف نہیں)

۱۔ جانور

۱۔ حشرات الارض اور چھوٹے چھوٹے جانور

۱۔ قَمَل (نملہ) نَمَلٌکے معنی ایک چیونٹی۔ مذکورہ نمونٹ دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ اور القمل اسم جمع بھی ہے اور اسم ظرف بھی۔ بمعنی بہت چیونٹیوں والی جگہ (منجد) اور طعام مَمْنُونٌکے معنی وہ کھانا جس پر چیونٹیاں چڑھ جائیں۔ ارشاد باری ہے:

حَتَّىٰ إِذَا أَتَوْا عَلَىٰ وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمَلٌكُ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَعِيَ لِنَعُوذَ
یہاں تک کہ سلیمان کے لشکر چیونٹیوں کی وادی پر پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا کہ ”اے چیونٹیو! اپنے اپنے بولوں میں داخل ہو جاؤ۔“ (۲۴)

۲۔ قَرَّاشٌ: قَرَّاشَةٌ بمعنی پروانہ۔ پتنگا کی جمع قَرَّاش ہے۔ اور قَرَّاشَةٌ اس آدمی کو بھی بطور حقارت کہتے ہیں جس کا سر بہت چھوٹا ہو یا خسیس اور اچھی طبیعت کا ہو (منجد۔ م۔ ق) ارشاد باری ہے:

يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ۔ اس دن (قیامت کو) لوگ بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح ہو جائیں گے۔ (۱۱)

۳۔ بَعُوضَةٌ: بمعنی ایک مچھر (ج بَعُوضٌ) اور أَبْعَضُ الْمَكَانِ بمعنی کسی جگہ بہت مچھروں والی ہونا اور يُبْعِضُ الرَّجُلَ کسی کو مچھروں کا کاٹنا (منجد) ارشاد باری ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَمِعُ أَنْ يُضْرَبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةٌ فَمَا تُوقِتُهَا (۲۶) یا اس سے بھی کسی چھوٹی مخلوق کی مثال بیان کئے۔

۴۔ قُمَّلٌ: قُمَّلٌکے واحد ہے۔ بمعنی چھوٹی چیونٹی۔ اور وُہ چھڑی جو اونٹ کے لاغر ہونے کے بعد اُسے چوٹ جاتی ہے اور قُمَّلٌکے معنی جوں یا سُری جِ الْقُمَّلِ (منجد)

۵۔ جَرَادٌ: (واحد جَرَادَةٌ) بمعنی ٹڈی۔ اور جَرَادَةُ الْمَكَانِ کسی جگہ ٹڈی کا پہنچنا۔ ارشاد باری ہے:

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ تَوْبَهُمَ لِيَأْكُلُوا فِي أَرْضِهِمْ كُلَّ خَشْرٍ وَالْجَرَادُ يَأْكُلُ الْبَشَرَ (۱۰۱) اور طوفان اور ٹڈیاں اور جوئیں بھیجیں۔

۶۔ عَنَّاكِبُوت: (عكب) بمعنی جالالتنے وال اور اس سے اپنا گھر بنانے والی مکڑی (ج عناكب و عناكيب) مذکور عنكب ج عناكب۔ ارشاد باری ہے:

عِشَار - بُذْن - بحيرة، وصيلة، سائبة، حام "اوٹ" میں دیکھیے۔

۱۴-۱۵- عَنَم اور مَعَز "بکری" میں دیکھیے۔

۱۶- صَنَان، بمعنی بھڑ، زنب (ج صَيِّبَيْنِ وَصَيِّبَيْنِ وَصَنَانٍ وَصَنَانٍ) اور صَنَانٌ بمعنی بکریوں سے بھڑوں یا دنبوں کو الگ کرنا (منجد) ارشاد باری ہے،

مِنَ الصَّنَانِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعَزِ دَرْدِيْنَيْنِ
 (ایک نر اور دو سر مادہ)

۱۷- نَعَجَةٌ: صَنَانٌ کی مؤنث۔ مادہ بھڑ یا دنبی۔ (ج نَعَجٌ) اس لفظ کا اطلاق لغوی لحاظ سے بھڑ پہاڑی بکری اور شگل گائے پر ہوتا ہے اور مادہ سے مخصوص ہے اس ترجمین مؤنثاً "دنبی" ہی ترجمہ کرتے ہیں مگر ان میں ہے۔
 لَهُ شَيْعٌ وَتَيْعُونَ نَعَجَةٌ وَرَبِي نَعَجَةٌ وَاحِدَةٌ۔ (۳۳) اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے۔

۱۸- بقر اور بقرة، بمعنی گائے بیل۔ تفصیل ضمیمہ ۲ میں دیکھیے!

۱۹- حَيْخِيلٌ، اسم جمع ہے بمعنی گھوڑے۔ گھوڑوں کا کلمہ۔ پھر جس طرح دُكْب کا لفظ شتر سوار قافلہ پر ہوتا ہے اسی طرح حَيْخِيل کا اطلاق گھڑ سواروں پر بھی ہوتا ہے (مف - منجد) اور حَيْخِيَالٌ بمعنی سائیس یا گھوڑے کی نگہداشت کرنے والا۔ (م - ق)

۲۰- بَقَالٌ، بِغَلٌ بمعنی فخر (نر) یعنی جس کی مال گھوڑی اور باپ گدھا ہو۔ اور بَقَالٌ کی جمع بَقَالٌ اور أَبْقَالٌ اور اس کی مؤنث بَقَالَةٌ اور اس کی جمع بَقَالٌ آتی ہے۔

۲۱- حَمِيرٌ، حِمَارٌ بمعنی گدھا (ج حَمِيرٌ اور حُمُرٌ اور حُمُورٌ) مؤنث حِمَارَةٌ (ج حَمَائِرٌ) اگر گدھا جنگلی ہو تو اسے حمار الوحش یا وحشی کہتے ہیں۔ اور اگر پالتو ہو تو اسے حمار الاہلی کہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے؛

وَالْحَيْخِيلُ وَالْبِقَالُ وَالْحَمِيرُ لَتَرْكَبُوهُمَا
 وَرِزِينَةً (۱۳)
 اور اسی نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کیے
 تاکہ تم ان پر سوار ہو۔ پھر وہ تمہارے لیے
 زینت بھی ہیں۔

۲۲- فَيْئَلٌ، بمعنی ہاتھی (ج فَيْئَلٌ وَفَيْئُولٌ) اور خَالٌ الزَّجَلُ بمعنی کمزور رائے والا ہونا بھی ہے۔ اور اسی سے لفظ خَال ہے۔ بمعنی خال لینا کمزور رائے والے آدمی کا کام ہوتا ہے اور ہاتھی کی طرح بڑا اور موٹا ہونا بھی۔ اور فَيْئَالٌ بمعنی مہاوت یا ہاتھی بان (مف - منجد) ارشاد باری ہے؛

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ
 الْفِيلِ (۱۴)
 کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے ہاتھی
 والوں کے ساتھ کیا کیا؟

۴۔ وحشی جانور اور درندے

وَحْشِيٌّ، بمعنی جنگل میں رہنے والے جانور۔ اسے جانور جو انسانوں کی آبادیوں میں نہیں رہتے وحشی
 محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہیں۔ (ج و حش اور و حوش) سارے وحشی جانور درندے نہیں ہوتے۔ مثلاً گیدڑ، لنگور، ہرن، بندر وغیرہ اور درندے کو سَبَع، سَبَع اور سَبَع کہتے ہیں سَبَعُ الذَّئْبِ الخَمُّ بمعنی بھیڑیے نے کبریٰ کو پھاڑ لکھایا۔ اور السَّبْعُ مِنَ الطَّيْرِ بمعنی شکاری پرندہ (مخبر) قرآن میں ہے:

وَمَا أَكَلَ السَّبْعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْنَاهُ۔ اور وہ جانور بھی (حرام ہے) جسے درندہ نے پھاڑ لکھایا ہو مگر جس کو تم امر نے سے پہلے ذبح کر لو۔ (۵)

قرآن میں درج ذیل درندوں اور وحشی جانوروں کے نام مذکور ہیں:

۱- ذئب: بمعنی بھیڑیا (مؤنث ذئبة) اور ذئب بمعنی مکاری اور خباثت میں بھیڑیے کی طرح ہونا یا بھیڑیے سے خوف زدہ ہونا (مخبر) قرآن میں ہے:

وَآخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذَّيْبُ (۳)

اور میں ڈرتا ہوں کہ میں اسے بھیڑیا نہ کھا جائے۔

۲- خنزیر، سور، مشور و معروف نجس اور ناپاک جانور جس کا گوشت پوست غرضیکہ ہر چیز حرام ہے (ج خنازیر) ارشاد باری ہے:

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَنَحْمَ الْخَنَازِيرِ (۲)

اس (اللہ) نے تم پر مردار اور لہو اور سُور کا گوشت حرام کر دیا ہے۔

۳- قِرْدَة، قِرْد بمعنی بندر (ج قِرْدَة - قِرْدَة، قِرْد - اقواد وغیرہ) مؤنث قِرْدَة (ج قِرْد) (مخبر) ارشاد باری ہے:

وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو بندر اور سُر بنا دیا۔ (۵)

۴- قَسْوَة: بمعنی شیر۔ غالب مضبوط (ج قساو) اور قساوَة (مخبر) اور بمعنی شیر بہر دم - (ق) نیز تیر انداز اور شکاری کو بھی قَسْوَة کہتے ہیں (معن) ارشاد باری ہے:

كَانَهُمْ حَمِيًّا مُتَشَفِّعِينَ قَرْتًا مِنْ قَسْوَةٍ (۴)

(کے خوف) سے بھاگ اٹھے۔

۵- کَلْب: بمعنی کتا (ج کلاب) اور كَلْبُ الرَّجُلِ بمعنی کھی کا کتوں کی طرح آواز نکالنا۔ اور كَلْبُ الْكَلْبِ بمعنی کتے کو شکار کے لیے سدھانا اور مُكَلَّبِ بمعنی ہرزخم دینے والا جانور یا شکار سکھانے والا۔ قرآن میں ہے:

وَكَلَبَهُمْ بِالسِّبْطِ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ۔ اور ان (اصحاب کعب) کا کتا چوکھٹ پر اپنے بازو پھیلائے ہوئے ہے۔ (۱۸)

۲-۱۔ درخت پھل اور پودے وغیرہ

۶۱۶- شَجَر - شَجْرَة - نَجْم - أَثَل - صَرِيح - ذَقْوَم - يَقْطِين کے لیے دیکھیے "درخت"!

۹- تَحَلُّوْا رُطَبَ اٰرۡبِیۡنَۃَ كَیۡلِے دِكۡیۡمِیۡہٗ "كۡھجور"

۱۰- اٰرۡبِیۡنَۃَ: مَبۡعۡیۡ اَنۡجۡرِ كَدرِخۡتِ بَہۡجِی اور پَہۡلِ بَہۡجِی اور اس كَا وَاہِدۡ تِیۡبَیۡنَۃَ ہۡے۔ اور مَتَانَاۃَ مَبۡعۡیۡ اَنۡجِیۡرِ كَا بَاغِ یَا اِلِیۡسِی جِگۡہاں اَنۡجِیۡرِ كَدرِخۡتِ بَہۡشۡرۡتِ ہوں۔ اور تِیۡبَانِ مَبۡعۡیۡ اَنۡجِیۡرِ فَرۡوۡشِ یَا اَنۡجِیۡسِ فَرۡوۡخۡتِ كَرۡنَے وَاَلَا (مَنۡجِد)

۱۱- اَرۡبِیۡوۡنَ: اِیۡكۡ دَرۡخۡتِ جِہۡسِ سَے زَیۡتُوۡنِ كَا تِیۡلِ نَكَا لَا جَا تَا ہۡے اِس كَے پَہۡلِ كُو زَیۡتُوۡنَۃَ كَہۡتَے ہۡیں۔ اور تِیۡلِ كُو زَیۡتِے۔ پَہۡرِیۡنِیۡتِ كَا اَطۡلَاقِ ہَرۡقَمۡ كَے تِیۡلِ پَر ہونَے لَگَا نَوَاہِ وُہ كَس چِیزِ سَے نَكَا لَا جَا تَا۔ اور زَیۡاۡتِ مَبۡعۡیۡ تِیۡلِ۔ تِیۡلِ نَكَا لَے وَاَلَا یَا بَیۡعِیۡنَے وَاَلَا (مَنۡجِد) قُرۡآنِ مِیۡں ہۡے:

وَالۡتِیۡنِیۡنِ وَالزَّیۡتُوۡنِ (۵۶) قِسم ہۡے اَنۡجِیۡرِ اور زَیۡتُوۡنِ (وَالِیۡ سَرۡزِیۡنِ) كِی۔

۱۲- سِیۡدَرِ اور سِیۡدَرۃَ: دُوۡنُوں ہَمۡ مَعۡنِیۡ اَلۡفَاظِ ہِیۡں مَبۡعۡیۡ ہِیۡرِیۡ كَا دَرۡخۡتِ جِہۡسِ كَا پَہۡلِ كُوۡیۡ اَخۡصِ اِہۡمِیۡتِ نَہِیۡں رَکۡہَا اَلۡبَۡتَہُ اِس كِی چَہَاؤۡں بَہۡتِ گَہۡنِیۡ اور دَرۡخۡتِ كَے زِیَادَہِ پَہِیۡلَاؤۡ كِی دَہۡ سَے بَہۡتِ جِگۡہَ گِیۡرِ لِیۡتِیۡ ہۡے۔ اِسی لِحَاظِ سَے اِسَے جَنۡتِ كِی نَعۡمَتُوں مِیۡں شَاہَرِ كِیَا گِیَا ہۡے۔ سِیۡدَرِ كِی جَمِیعِ سُدُوسِ اور سِیۡدَرۃَ كِی جَمِیعِ سِیۡدَرَاتِ آتِی ہۡے (مَنۡجِد)

۱۳- طَلۡحِ وَاِوَاہِدِ طَلۡحَۃَ مَبۡعۡیۡ كِیۡلَا۔ شِگُوفِ وَاوَرۡخۡتِ خَرۡمِ۔ اور طَلۡحَۃَ مَبۡعۡیۡ شَجَاۡرِ المَوۡنِ (م ق۔ مَف) لِیۡعِنِیۡ مَوِزِ یَا مَوِزِ كَا دَرۡخۡتِ۔ قُرۡآنِ مِیۡں ہۡے:

فِیۡ سِیۡدَرِ مَخۡصُوۡدِ وَطَلۡحِ مَخۡصُوۡدِ وَہُ (اَصۡحَابِ اَلۡہِیۡمِیۡنِ) بَے خَاہِرِ ہِیۡرِیۡوۡں اور تَہۡہِ بَہۡتَہِ

كِیۡلُوۡں (وَلِے بَاغَاتِ) مِیۡں ہوں گَے۔ (۲۸-۲۹)

۱۴- اَرۡمَٰنِ، (وَاِوَاہِدِ رَمَٰنَۃَ) مَبۡعۡیۡ اِنَاہِرِ كَا دَرۡخۡتِ اور پَہۡلِ۔ اور مَوۡنَۃَ مَبۡعۡیۡ اِنَاہِرِ كَے جِگۡہَ (مَنۡجِد) قُرۡآنِ مِیۡں ہۡے:

وَالزَّیۡتُوۡنِ وَالۡاَرۡمَٰنِ مَشَابِہَاۡ وَاِیۡكۡ وَاِیۡكۡ وَاِیۡكۡ

سَے طَلۡتَے طَلۡتَے ہِیۡں (اور لُغۡبِیۡنِ بَاتُوۡنِ مِیۡں) نَہِیۡں طَلۡتَے۔

۱۵- عِیۡنَبِ: مَبۡعۡیۡ اَنۡجُوۡرِ كِیۡ تِیۡلِ اور اِس كَا پَہۡلِ (جِ اعۡنَابِ) اور اَنۡجُوۡرِ كَے اِیۡكِ وَاِنۡ كُوۡعِ عِیۡنَبَۃَ كَہۡتَے ہۡیں۔ اور عِیۡنَابِ مَبۡعۡیۡ اَنۡجُوۡرِ فَرۡوۡشِ (مَنۡجِد) قُرۡآنِ مِیۡں ہۡے:

وَجَدۡتِیۡ فَرۡنَۃَ اَعۡنَابِ وَالزَّیۡتُوۡنِ وَالۡاَرۡمَٰنِ۔ اور اَنۡجُوۡرِ، زَیۡتُوۡنِ اور اِنَاہِرِ كَے بَاغَاتِ ...

(۱۶)

(ب) سبزیاں اور غلے

۱- بَقۡلِ اور قَضَبِ كَے لِیۡے دِكۡیۡمِیۡہٗ تَرۡكَارِی۔

۲- حَبۡبَۃَ اور حَبۡبِ گَنۡدَمِ، بُوۡوِغِیۡرَہِ مَطۡعُوۡمَاتِ كَے دَانِہِ كُو كَہۡتَے ہِیۡں۔ اور خُوۡشۡبُوۡدَارِ پُوۡدُوۡں اور پَہُوۡلوۡں كَے بِنۡجِ كُو حَبۡبِ اور حَبۡبَۃَ كَہَا جَا تَا ہۡے (مَف) (جِ حُجُوۡبِ اور حَبۡبَانِ) اِرۡشَادِ بَارِیۡ ہۡے:

إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَى (۱۰۶)
بیشک اللہ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑتا اور اس سے
درخت اگاتا ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

۲- خَوْدَلٌ: یعنی رائی۔ واحد خَوْدَلَةٌ (منجد) حَبَّةٌ مِّنْ خَوْدَلٍ۔ یعنی رائی کا دانہ۔ اس لفظ کا استعمال
اقل ترین مقدار ظاہر کرنے کے لیے بھی آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:
وَلَئِنْ كَانَتْ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَوْدَلٍ أَتَيْنَا
بِهَا (۲۱/۱۶) ہر گاہ تو ہم اسے لاموجود کریں گے۔

۵- بَصَلٌ: یعنی پیاز واحد بَصَلَةٌ (منجد)

۶- قَوْمٌ: یعنی گندم یا گیموں۔ اور بعض نے کہا ہے قَوْمٌ دراصل قَوْمٌ ہی ہے جس کے معنی لسن
کے ہیں (معن) اور قَوْمٌ بمعنی لسن۔ گیموں۔ چنا۔ روٹی اور ہر وہ غلہ جس کی روٹی پکائی جائے۔
(منجد) اور قَوْمٌ کا واحد قَوْمَةٌ اور بمعنی باہلی گندم اور تفودیعہ بمعنی روٹی پکانا۔ اور قَوْمٌ بمعنی
نانابائی (م۔ ق)

۷- عَدَسٌ: یعنی مسور۔ واحد عَدَسَةٌ (منجد)

۸- قِشَاءٌ اور قِشَاءٌ: بمعنی کھیرا۔ کھڑی مقشاة۔ کھیرے کھڑی وغیرہ پیدا ہونے کی جگہ (ج مقانی)
(منجد) ارشاد باری ہے:

مِمَّا قُتِّبَتْ الْأَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَقِشَاءِهَا
وَقَوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا (۲۱/۱۶)
جو نباتات زمین سے اُگتی ہے اس کی ترکیب
اور کھڑی اور گیموں اور مسور اور پیاز سے ...

ج۔ درخت کے حصے

۱-۲۔ اصل اور اعجاز کے لیے دیکھیے۔ جڑ

۳- جَذَعٌ: بمعنی تناکا اور پر کا حصہ (ج جذوح) اور جذع الانسان انسان کا دھڑ۔ ہاتھوں ،
ٹانگوں اور سر کے علاوہ جسم انسانی (منجد) ارشاد باری ہے:

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكَ بِجَذَعِ النَّخْلَةِ (۱۱/۱۶) اور (۱۱/۱۶) مہجور کے درخت کے تناکوں اپنی طرف ہلاؤ۔

۴- سَوْقٌ اور سَاقٌ: سَاقٌ بمعنی پنڈلی۔ اور سَاقُ الشَّجَرَةِ بمعنی درخت کا تنا (منجد) یعنی نچلا حصہ۔ اور
اس کی جمع سَوَقٌ آتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَطْفِقْ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْاَعْنَاقِ (۲۱/۱۶) پھر وہ (سیلمان) ان گھوڑوں کی ٹانگوں اور گردنوں
پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

اور کبھی سَوْقٌ بطور واحد بھی استعمال ہوتا ہے۔ بمعنی درخت کا تنا یا ڈنٹھل۔ (اور اس کا دوسرا معنی بازار

بھی ہے جس کی جمع اسواق آتی ہے)

۵۔ شَطَاً، یعنی کونیل۔ یاد دخت کے گرد اگر دوسے نکلنے والی شاخیں اور پتے (مخدا) ارشاد باری ہے،
كَوْرَجٍ اَخْرَجَ شَطَاً هَا فَاسْتَغْلَظَ
کونیل نکالی۔ پھر موٹی ہوئی پھر اپنی نال پر
فَاَسْتَوَى عَلٰی سُوْقِهِ (۱۶)

۶۔ ۷۔ قَرَعَ اور فَتَنَ کے لیے دیکھیے "شاخ"

۸۔ عُرْجُونٌ، کھجور کے گٹھے کی جڑ جو بیڑھی ہوتی ہے اور گٹھے کے کاٹنے کے بعد درخت پر خشک ہو کر باقی رہتی ہے (مخدا) قرآن میں ہے،

وَالْعَمَرَ قَدْرًا مِّنْ اَنْزَالِ حَتَّىٰ عَادَ
اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر دیں حتیٰ کہ وہ
كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ (۲۶)

(گٹھے گٹھے) کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہوتا ہے۔

۹۔ ۱۱۔ طَلَعَ۔ قَتَوَانَ اور قَطُونِ کے لیے دیکھیے خوشہ۔

www.KitaboSunnat.com

۱۲۔ پھل کے لیے دیکھیے ثمر۔

۱۳۔ ورق۔ یعنی پتا (ج اوراق) ورق الشجر بمعنی درخت کا پتا۔ اور ورق الكتاب بمعنی کتاب کا ورق۔ ارشاد باری ہے،

وَمَا نَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ اِلَّا نَعْلَمُهَا (۱۶)

۱۴۔ حَبٌّ، بمعنی دانہ خواہ کسی بھی غلے کا ہو اور بیج بھی۔

۱۵۔ تَوَى، بمعنی کھٹل اور تَوَاءَ بمعنی کھٹل فروش۔ اور نَيْتٌ بمعنی دل کا ارادہ اور قصد (مخدا)

ارشاد باری ہے،

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَى (۱۶)

بیشک اللہ ہی پھوڑ نکالتا ہے دانہ اور کھٹل

۱۶۔ شَوْكَةٌ، بمعنی کانٹا۔ دیکھیے آلات جنگ۔

۱۷۔ سُنْبُلٌ، سُنْبُلُ الزَّرْعِ بمعنی کھیتی کا بالیاں نکالنا۔ اور سُنْبُلٌ بمعنی گیہوں یا جو کی بالی۔

واحد سُنْبُلَةٌ (ج سُنْبُلَاتٌ) (مخدا) قرآن میں ہے،

كَمْ مَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلٍ فِي

اور ہر بالی میں سو سو دانے ہوں۔

كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةَ حَبَّةٍ (۱۷)

قرآن کریم میں یہ لفظ خوشہ کے معنوں میں بھی آیا ہے جو گندم یا جو کی بالی پر لگتا ہے۔ جس کا

مطلب یہ ہے کہ یہ لفظ خوشہ سمیت بالی کو محیط ہے۔ قرآن میں ہے،

وَسَبْعِ سُنْبُلَاتٍ حَضِرٍ وَاُخْرٍ يَلْبَسُهُ (۱۷)

اور سات خوشے سبز ہیں اور دوسرے سات ٹوکھے۔

۳۔ (۱)۔ اعضاء بدن

۱۔ رَأْسٌ، بمعنی سر ج رَعْوَسٌ۔ اور رَأْسٌ بمعنی سر پر مارنا۔ اہل عرب کا دستور ہے کہ جزو اشرف

بول کر اس سے مراد کل لے لیتے ہیں۔ اور لفظ راس کا اطلاق مویشیوں پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے اذِیْعُونَ رَأْسًا مِنَ الْغَنَمِ یعنی چالیس بکریاں۔ چونکہ سر بدن کا سب سے اوپر کا حصہ ہے لہذا ہر جز کے بلند حصے کو بھی رَأْسُ کہہ دیتے ہیں۔ جیسے راس الجبل یعنی پہاڑ کی چوٹی۔ اس طرح معنوی لحاظ سے رَأْسُ القوم یعنی قوم کا سردار۔ رئیس یعنی سردار۔ حاکم ج ذِعْوُ سَاء۔ اور موعود س یعنی رعیت ماتحت۔ اور راس یعنی کسی چیز کی اصل مقدار جیسے رَأْسُ الْمَالِ۔ ارشاد باری ہے:

وَإِنْ تَبَسُّمٌ فَلَكُمُ رِزْقٌ وَسِعَ أَمْوَالَكُمُ۔ اور اگر تم توبہ کرو اور سود چھوڑ دو، تم کو اصل رقم لینے کا حق ہے۔ (۲/۱۹)

۲۔ شَعْرٌ، یعنی بال۔ دیکھیے۔ ”بال“

۳۔ جہہ۔ جبین۔ ناصیۃ۔ دیکھیے پیشانی۔

۴۔ وجہ یعنی چہرہ رخ۔ دیکھیے رضامندی۔

۵۔ ۸۔ ۶۔ بصر، عین۔ دیکھیے آنکھ۔

۹۔ اذُن، یعنی کان (ج اذان) اور اذُن، اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو ہر شخص کی بات کو مان لیتا اور باور کر لیتا ہو (منہا) یعنی کانوں کا بچا۔ اور یہ لفظ بطور واحد ہی استعمال ہوگا۔ جیسے هُوَ اذُنٌ كَمَا هُمَا اذُنٌ، هُمَا اذُنٌ (منہا) ارشاد باری ہے:

وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَ اذوران میں سے بعض ایسے ہیں جو پیغمبر کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو کانوں کا کچا ہے۔ (۹/۱۱)

۱۰۔ ۱۱۔ انف اور خرطوم کے لیے دیکھیے۔ ناک

۱۲۔ سین، یعنی دانت (ج سنان) اور یعنی درانتی یا کنگھی وغیرہ کے دندنے۔ چوپایوں کے دانت پیدا ہونے کا عمر سے بڑا تعلق ہوتا ہے۔ اسی لیے مِسِّنٌ بُوڑھے جانور کو کہتے ہیں۔ كَذِبْتُ السِّنَّ یعنی نئی عمر والا نوجوان۔ اور بحیر السن یعنی بڑی عمر کا یا بوڑھا (منہا) ارشاد باری ہے:

وَكُتِبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنْ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأَذْنَ بِالْأَذْنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ (۳/۵)

اور ہم نے ان لوگوں کے لیے تورات میں یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان۔ آنکھ کے بدلے آنکھ۔ ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت (بدلہ ہے)

۱۳۔ خَدٌ، یعنی رخسار۔ گال (ج خدود) ارشاد باری ہے:

وَلَا تَصَغُرْ خَدًا لِّلنَّاسِ وَلَا تَمْسُقْ فِي الْأَرْضِ اور ازراہ غرور لوگوں سے اپنے گال نہ پھٹلا اور نہ زمین میں اکڑ کر چل۔ (۳/۱۸)

۱۴۔ قَمَرٌ بِقُوَّةٍ معنی منہ۔ یہ اصل وضع کے لحاظ سے قُوَّة ہے۔ اس کا ثلثہ قَمَانٌ اور ج افہام اور باعتبار اصل کے، اس کی جمع افواہ ہے۔ اور نسبت کرتے ہوئے قَمَوْنٌ اور قَمَوْنٌ استعمال

ہوتے ہیں۔ یہ اسمائے ستہ مکبرہ میں سے ایک ہے۔ حالتِ رفعی میں قَوَّ، نصبی میں فا، اور جزی میں فی ہوتا ہے۔ اور قَاہ بمعنی منسے بولا (مخبر، ارشاد باری ہے)؛
 كَبَّاسِطٌ كَفَيْتَهُ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ قَاهُ۔ اس شخص کی طرح جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلاتے تاکہ وہ (پانی) اس کے منہ تک پہنچ سکے۔ (۱۳)

دوسرے مقام پر ہے؛

ذَلِكَ قَوْلُكُمْ يَا قَوْمِ اِهْكُمُوْا (۲۲) یہ سب تمہارے منہ کی باتیں ہیں۔

اور افواہ جب بطور واحد استعمال ہو تو اس کا معنی ہے، لوگوں کے مومنوں پر چڑھی ہوئی بے اصل بات۔ جھوٹی خبر جو مشہور ہو جائے۔

۱۵۔ شَفَّتَيْنِ؛ شفتہ بمعنی لب۔ ہونٹ۔ شَفَّتَيْنِ تَشْنِيْہ ہے بمعنی دونوں ہونٹ یا لب اور شَفَّتَہ بمعنی اس کے لب پر مارا۔ کلام بالمشافہ بمعنی آمنے سامنے کی بات چیت اور حروف۔ اور امتحان شفوی بمعنی زبانی امتحان۔ شَفْوِيَّۃ وہ حروف جو دونوں لبوں کے ملنے سے آواز دیتے ہیں اور وہ تین ہیں۔ ب۔ م۔ ف۔ (م۔ ق)

۱۶۔ لِسَانٍ؛ منہ میں کھانے، چکھنے اور کلام کرنے کا مشہور و معروف عضو۔ زبان (TONGUE) اور بمعنی بولی (LANGUAGE) دونوں صورتوں میں اس کی جمع اَلْسِنَۃ ہی آتی ہے۔ اور زبان چونکہ آگے سے نوکدار ہوتی ہے۔ لہذا ایسی صورت کے ظاہر کرنے کے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً لِسَانُ الْمِيْزَانِ ترازو کا اوپر والا کٹڑا۔ لِسَانُ النَّارِ بمعنی آگ کا سب سے بلند شعلہ اور ذُو لِسَانِيْنَ بمعنی دو گلا آدمی (مخبر۔ م۔ ق) ارشاد باری ہے؛

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ عَيْنَيْنِ وَ لِسَانًا وَ شَفَّتَيْنِ (۹) کیا ہم نے انسان کی دو آنکھیں، زبان اور دو ہونٹ نہیں بنائے۔

دوسرے مقام پر فرمایا؛

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ اَخْتِلَافَ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَاۓنِكُمْ (۲۶) اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری بولیوں اور رنگوں کا جہاں جہاں ہونا اسی کی نشانیوں میں سے ہے۔

۱۷۔ ذَقْنٌ؛ ٹھوڑی (ج اذقان) اور اذقن بمعنی لمبی ٹھوڑی والا۔ ذَقْنٌ بمعنی ٹھوڑی پر مارنا اور ذَقْنٌ عَلٰی يَدَيْہِ بمعنی اس نے ٹھوڑی کو ہاتھوں پر رکھا۔ قرآن میں ہے؛

اِنَّا جَعَلْنَا فِیْۤ اَعْنَاقِہِمَاۗ اَعْدَالًا لِّہِمَاۗ فِیْہِیۡ اِلَی الْاَذْقَانِ (۲۶) ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال رکھے ہیں؛ جو ان کی ٹھوڑیوں تک ہیں۔

۱۸۔ لِحِيْتِہٖ؛ لہجی بمعنی نچلا جبر یا داڑھی بکنے کی جگہ اور لِحِيْتِہٖ بمعنی داڑھی (ج لُحِيّ۔ لُحِيّی) اور لَحِيَانٌ بمعنی لمبی داڑھی والا۔ قرآن میں ہے؛

قَالَ يَبْنَؤُكُمْ لَا تَأْخُذْ بِلِحِيَّتِيۡ وَلَا اَمْسِيۡ سَہٗۤ اَرۡوُنُ لَہٗۤ اَسَہٗۤ مِیۡرَہٗۤ مَا لَہٗۤ جَانِہٗۤ

میری داڑھی اور سر (کے بالوں) کو نہ پکڑیے۔

بِرَأْسِي (۲۱)

۲۲ تا ۲۱ - حُنُق - حَيْد - رَقَبَةٌ اور وَتَيْنِ کے لیے دیکھیے - "مُردن"

۲۲ - ۲۲ - حُلُقُومٌ اور حَتَّاجِمْ کے لیے دیکھیے - کَلَّا

۲۵ - حَبَلُ الْوَرِيدِ، موٹی رگ - رِگِ جَانِ - رِشْرِگِ جو نگلے کے سامنے حصّہ کے قریب سے گزرتی ہے اور نل تک پہنچتی ہے۔ ذبح کرتے وقت اسی رگ کو کاٹا جاتا ہے تاکہ خون جسم سے جلد از جلد خارج ہو سکے۔ اِشْرَارُ بَرِيحٍ وَنَحْنُ أَقْرَبُ الْيَوْمِ مِنْ حَبَلِ الْوَرِيدِ (۲۶) اور ہم اس کی رگِ جَان سے بھی اس سے زیادہ قریب ہیں۔

۲۶ تا ۲۸ - جَنَاح - عَضُدٌ اور ذِرَاعِ کے لیے دیکھیے - بَازُو

۲۹ - مَنَاكِبٌ: اور مَنْكِبٌ بمعنی کندھا۔ ثَانَةٌ - پهلُو - ہر چیز کا کنارہ مَنَاكِبِ الْأَرْضِ بمعنی زمین کے سب اطراف اور مَنْكِبٌ مِنَ الْأَرْضِ بمعنی راستہ اور اونچی جگہ اور أَنْكَبٌ بمعنی اونچے کندھے والا۔ بلند قامت (منجد - م - ق) قرآن میں ہے:

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا
فَأْمْسُوا فِي مَنَاكِبِهَا (۲۶)

وہی تو ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے پست کر دیا کہ تم اس کے راستوں میں چلو۔

۳۰ - مَرْفُوقٌ: کہنی (ج. مرفاق) اور مِرْفَقَةٌ بمعنی چھوٹا تکیہ جس سے ٹیک لگا کر آرام حاصل کیا جاتا ہے۔ اور رِفْقٌ ہر وہ شے ہے جو راحت اور موافقت کا سبب بنے (معن) اور کہنی کو مرفق

بھی اسی لیے کہتے ہیں کہ اس سے ٹیک لگا کر انسان آرام محسوس کرتا ہے (معن - منجد) اِشْرَابٌ بَرِيحٍ

فَاعْمَلُوا وَجْوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ مَعًا اور اپنے منہ اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو

لیا کرو۔

الْمَرْافِقِ (۲۶)

۳۱ تا ۳۳ - يَدٌ - يَمِينٌ اور شَمَالٌ کے لیے دیکھیے - "ہَاتِفٌ"

۳۳ - كَفٌّ: بمعنی ہاتھ کی ہتھیلی بمعنی پانچوں انگلیاں جس سے انسان چیزوں کو اکٹھا کرتا، پکڑتا یا پھیلاتا ہے۔ اور كَفٌّ بمعنی کسی کی ہتھیلی پر مارنا بھی اور ہتھیلی مار کر کسی کو دور کرنا اور پرے ہٹانا بھی ہے۔

(معن) تَشِينَةُ كَفَّيْنِ ج. كُفُوفٌ اور أَكْفٌ (منجد) قرآن میں ہے:

كَبَّاسِيطٌ كَفَّيْرًا إِلَى الْمَاءِ (۳۱)

اس شخص کی طرح جو اپنی دونوں ہتھیلیاں پانی کی طرف پھیلائے ہو۔

۳۴ - قَبْضَةٌ: قَبْضٌ بمعنی کسی چیز کو پورے پنجے سے پکڑنا۔ اور قَبْضَةٌ بمعنی مٹھی بھی اور اس چیز کی وہ مقدار بھی جو مٹھی میں آجاتے۔ یعنی مٹھی بھر۔ قرآن میں ہے:

فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ -
تو میں نے فرشتے کے لُغْشِ پلے سے (مٹھی کی) ایک مٹھی بھری۔

(۳۱)

۳۵ - ۳۶ - أَصْبَاعٌ اور أُنَامِلٌ کے لیے دیکھیے "انگلیاں"

۳۷ - أَسْرٌ: بمعنی تسمہ سے باندھنا، مضبوط باندھنا اور قید کرنا (منجد) اور اسْتَرْ بمعنی جوڑوں کو

مضبوطی سے باندھنا اور فٹ کرنا (معن - مق) ارشاد باری ہے:

نَحْنُ خَلَقْنَا هُمْ وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ. ہم نے ہی انھیں پیدا کیا اور ان کے مفصل کو مضبوط بنایا۔ (۳۸)

۳۸- بَنَان، یعنی انگلیوں کے اطراف۔ پورے۔ واحد بَنَانَةٌ بمعنی انگلی۔ اوپر کا پورا راج بنانا (انجمن) ارشاد باری ہے:

بَلَىٰ قَدِيرِينَ عَلَىٰ أَنْ تُسَوَّىٰ بِنَانَدًا۔ کیوں نہیں، ہم اس بات پر قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کر دیں۔ (۳۹)

۳۹ تا ۴۱- صدر۔ قلب اور فؤاد کے لیے دیکھیے۔ دل

۴۲- ظْفُرٌ۔ ظْفَرٌ، ظْفَرٌ اور ظْفَرٌ بمعنی ناخن۔ جِ أَظْفَانِ جِجِ أَظْفَانِ اور مِظْفَانِ بمعنی ناخن تراش (انجمن) ارشاد باری ہے،

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظْفِيرٍ (۴۳)

اور یہودیوں پر ہم نے سب ناخن والے جانور حرام کر دیے تھے۔

۴۳- تَرَاتِقِي (رتقی) تَرَقُّوَةٌ بمعنی ہنسی کی ہڈی جِ تَرَاتِقِي۔ قرآن میں ہے۔

كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاتِقِي (۴۴)

دیکھو! جب جان لابدن سے نکلتی گلے تک پہنچ جائے۔

۴۴- تَرَاتِبِ (ترب) تَرَاتِبِہِ کی جمع ہے۔ بمعنی سینے کی ہڈیاں۔ پسلیاں (معن) ارشاد باری ہے،
يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَاتِبِ۔ وہ (پانی) پشت کے بیچ اور سینے کی ہڈیوں کے بیچ میں سے نکلتا ہے۔ (۴۵)

۴۵- کَبِدٌ، بمعنی جگر اور کَبَدٌ بمعنی جگر پر مارنا۔ اور جگر چونکہ وسط میں ہوتا ہے۔ لِهَذَا كَبَدُ التَّمَلُّكِ کا معنی وسط آسمان کیا جاتا ہے۔ اور کَبِدٌ بمعنی اندرونی حصہ بھی ہے جیسے کَبَدُ الْأَرْضِ بمعنی زمین کی کانوں کی چیزیں۔ معدنیات جیسے سونا چاندی وغیرہ۔ اور کَابِدٌ بمعنی مشقت برداشت کرنا۔ اور کَبِدٌ بمعنی مشقت اور سختی بھی ہے (انجمن) قرآن میں یہ لفظ بہیم محنت و مشقت اور سختی کے معنوں میں آیا ہے۔ ارشاد باری ہے،

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ۔ (۴۶)

ہم نے انسان کو تکلیف کی حالت میں (پہنے) بنا دیا ہے۔

۴۶ تا ۴۸- دُبٌّ۔ صُلْبٌ اور ظْهَرٌ کے لیے دیکھیے۔ پلیٹھ (پشت)

۴۹- اَرْمَرٌ، بمعنی کم۔ اور اَرْمَرٌ بمعنی تہبند۔ جڑ اور اَرْمَرٌ بمعنی تہبند باندھنے کی جگہ اور اَرْمَرٌ بمعنی تہبند۔ چادر۔ پردہ اور ہر وہ کپڑا جس سے سر ڈھانپا جاسکے (انجمن) اور اَرْمَرٌ بمعنی قوت بھی ہے اور ضعف بھی (ذوی الاضداد) (م۔ ق) اور اَرْمَرٌ بمعنی قوت وینا، تقویت پہنچانا۔ مضمبوط کرنا۔

ارشاد باری ہے:

وَأَجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي هَرُونَ
اِسْحٰدُ رَبِّهِ اَنْ يَّجْعَلَ لِي وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هَرُوْنُ
اور میرے گھروالوں میں سے میرے بھائی ہارون کو
کو میرا وزیر (مددگار) بنا اور اس سے میری کمزوری کو دور فرمادے۔

۵۰۔ فرج: بمعنی دونوں چیزوں کے درمیان شکات اور دو ٹانگوں کے درمیان کشادگی اور کنا یہ لفظ شرمگاہ پر بولا جاتا ہے۔ پھر کثرت استعمال سے حقیقی معنوں کی طرح عام استعمال ہونے لگا۔ مرد، عورت، دونوں کی شرمگاہ کے لیے آتا ہے (ج۔ فروج) (مفت) ارشاد باری ہے:

وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا (۲۱)
اور وہ عورت (حضرت مریم) جس نے اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ ذُرِّيَّتِهِمْ حَافِظُونَ (۲۲)
اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں
۵۱۔ بطن: بمعنی پیٹ اور ہر چیز کا اندرونی حصہ (ج بَطْنُونَ) اور باطن بمعنی اندرونی حصہ میں تھپی

ہوئی چیز۔ اور اس کی ضد ظاہر ہے۔ ارشاد باری ہے:
نَسِيتُ كَوْمَيْتَا فِي بَطْنِيْ مِنْ اَيِّنِ فَرْشِ
ہم تمہیں جو پاؤں کے پٹیوں میں گوبر اور لہو کے درمیان
قَدِيْمٍ لَبَسْنَا خَالِصًا (۲۳)
سے خالص (دودھ نکال کر) پلائے ہیں۔

۵۲۔ رَحِمًا اور رَحِمًا دونوں لغت میں آتے ہیں۔ پھر دانی (ج احكام) قرآن میں یہ لفظ جمع

ہی استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے:

هُوَ الَّذِي مَخَّرَكُمُ فِي الْاَرْضِ حَاوِي
وہی تو ہے جو (ماؤں کے) پیٹوں میں تمہاری جیسے
كَيْفَ يَشَاءُ (۲۴)
چاہتا ہے، صورتیں بناتا ہے۔

۵۲-۵۳۔ اَمْعَاءُ اور حَوَايَا کے لیے دیکھیے۔ انتزاعی

۵۵۔ سَاق: بمعنی پنڈلی (ج سَوَق) اور کبھی یہ لفظ ٹانگ کا معنی بھی دیتا ہے۔ اور اس کا استعمال غیر جانبدار

اشارہ پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے سَاقُ الشَّجَرَةِ بمعنی درخت کا تنا۔ ارشاد باری ہے:

وَالْتَقَّتْ السَّاقُ بِالسَّاقِ اِلَى رَبِّكَ
اور ایک پنڈلی دوسری سے لپٹ جائے گی۔ اس
يَوْمَ مِيْذَانَ الْمَسَاجِدِ (۲۵-۲۶)
دن تجھے اپنے پروردگار کی طرف پلٹنا ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

قَطِفِقْ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْاَعْنَاقِ۔
تو (سلمان ان گھوڑوں کی، ٹانگوں اور گردنوں پر
ہاتھ پھیرنے لگے۔

(۲۸)
(۳۳)

۵۶-۵۷۔ رِجْلٌ اور قَدَمٌ کے لیے دیکھیے۔ پاؤں

۵۸۔ كَعْبٌ، بمعنی ٹخنہ (ج کعاب اور کعوب) اور ہر ابھری ہوئی چیز۔ بالخصوص عورت کے ابھرنے والے

پستانوں کیلئے استعمال عام ہے اور انہیں کعب کہتے ہیں۔ کاعب وہ عورت جس کے پستان ابھی اچھے ہوں تو جوان عورت (ج گو اعب) (۳۱) ارشاد باری ہے:

وَأَمْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ
إِلَى الْكُعْبَتَيْنِ (۳۱)

اور اپنے سروں کا مسح کر لیا کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں تک دھو لیا کرو۔

۵۹۔ عقیب: (یعنی اڑی (ج اعقاب) اور رَجَع، رَدَّ، اِنْقَلَبَ، نَكَصَ عَلٰی عَقِبَيْهِ یعنی اسٹے پاؤں واپس ہونا (اڑی پر مڑ جانا) ارشاد باری ہے:

وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا (۲۳۳)

اور جو اسٹے پاؤں پھر جائے گا تو اللہ کا کچھ نقصان نہیں کرے گا۔

(ب)۔ اجزائے بدن

۱۔ دَم (دمو) (یعنی خون (ج دماء) جس کی حرکت سے محی جاندار کی زندگی قائم اور رک جانے یا نکل جانے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَ
يَسْفِكُ الدِّمَاءَ (۲۱)

فرشتوں نے (اپنے رب) کہا کیا تو ایسے شخص کو (نائب) بناتا ہے جو زمین میں شادو کرے اور خون بہائے۔

۲۔ لَحْم (یعنی گوشت (ج لَحْمٌ) یعنی گوشت کا ٹکڑا۔ اور رَجُلٌ مَلْحَمٌ اس شخص کو کہتے ہیں جس کی گزران شکار کے گوشت پر ہو۔ ارشاد باری ہے:

لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومَهَا وَلَا دِمَائَهَا
وَلَكِنْ يَنَالَهُ التَّوْبَىٰ مِنْكُمْ (۲۲)

اللہ تعالیٰ نہ قربانیوں کا گوشت پہنچائے نہ خون بلکہ اس تک صرف تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے۔

۳۔ شَحْم (یعنی چربی (ج شحوم) شحام یعنی چربی فردش اور رَجُلٌ شَحِيمٌ یعنی موٹا تازہ آدمی۔ شَحْمَةٌ یعنی چربی کا ٹکڑا۔ ارشاد باری ہے:

وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَمًا عَلَيْهِمْ
شُحُومُهُمَا (۲۴)

اور ہم نے ان (بیہود) پر گایوں اور بکریوں سے ان کی چربی حرام کر دی تھی۔

۴۔ عِظَام: ہڈیاں (واحد عظم) اور عَظِيمٌ کی جمع بھی عظام ہی آتی ہے، ارشاد باری ہے:

أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ نَجْمَعَ عِظَامَهُ
(۲۵)

کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی (بوسیدہ) ہڈیاں اکٹھی نہ کر سکیں گے؟

۵۔ فَرْث: جو کچھ جانور کی اوہری یا معدہ کے اندر ہوتا ہے اسے فَرْث کہتے ہیں (مف) فَرْثٌ یعنی شکم سیر ہونا۔ اور اَفْرَثٌ الْكُتْرُشُ یعنی اوہر کو چیر کر اس سے گوبر نکالنا۔ (ج فروث) فرث کا اطلاق صرف اس لید یا گوبر پر ہوتا ہے جو ابھی پیٹ یا معدہ میں موجود ہو (مف) اور جب مقعد کے راستہ گوبر وغیرہ کی صورت میں نکل آئے تو فرث نہیں ہے۔

۶۔ لبن بمعنی دودھ۔ یہ ہر دودھ پلانے یا دینے والے جانور کی مادہ کے بدن کا حصہ ہوتا ہے۔ نر کا نہیں۔
(رج البان) ارشاد باری ہے:

لَسْتِيْنَكُمْ مِمَّا فِي بُطُوْنِهِمْ مِنْ لَبَنٍ
فَرِيْنٍ وَرَدِيْمٍ لَبَنًا خَالِصًا (۹۶)

۷۔ دَمَعِ کے معنی آنسو بھی ہے اور آنسو بہانا بھی (معت) اور دَمَعَاتِ الْعَيْنِ بمعنی آنکھ کا آنسو بہانا۔ اور دَمَعِ الْاِنَاءِ بمعنی برتن کا لبالب بھر جانا (منجد) گویا جب دَمَعِ کا تعلق کسی جاندار سے ہو تو اس کا معنی آنسو بہانا ہی ہوتا ہے۔ رَجُلٌ دَمِيْعٌ بمعنی بہت جلد رو پڑنے اور آنسو بہانے والا آدمی (منجد) ارشاد باری ہے:

تَوَلَّوْا وَاَعِيْبُهُمْ تَفِيْضٌ مِنَ اللَّفِيْعِ
لوٹ گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ (۹۷)

۸۔ جلد: بمعنی پوست۔ کھال (ج جُلُوْد) ارشاد باری ہے: — (نیز دیکھیے کھال) —
كُلَّمَا فُضِّحَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّ لَنُفُوْرِهِمْ
جُلُوْدًا غَيْرَهَا (۹۸)

۹۔ نَطْفَةٌ، کسی جاندار نر کے مادہ منویہ کا اتنا حصہ جو ایک بار نکلتا ہے اور مادہ کے جسم میں داخل ہو کر بچہ کی پیدائش کا سبب بنتا ہے۔

۱۰۔ عَلَقَةٌ یا عَلَقُ: نروادہ کے امتزاج کے بعد یہ جا ہوا خون جو نرک جیسی لمبوتری سی شکل اختیار کرتا ہے اسے عَلَقَةٌ کہتے ہیں۔

۱۱۔ مُضْغَةٌ، لطفہ پر تیسرا دور۔ جب علقہ ایسے بن جاتا ہے جیسے کچے گوشت کا لوتھڑا یا بوٹی۔ یہ مُضْغَةٌ کہلاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

لَمَّا خَلَقْنَا النَّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا
الْمُضْغَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ
عِظًا مَّا فَكَّسْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا (۹۹)

۱۲۔ منی، وہ مادہ جو خون سے بنتا ہے اور افزائش نسل کا سبب بنتا ہے۔ اور نر جانور حیثی کے ذریعہ اسے مادہ کے رحم میں داخل کرتا ہے۔ اور منی بیمنی رحم میں منی ٹپکانا۔ ارشاد باری ہے،
اَلْمَرْيِكُ نَطْفَةٌ مِّنْ مَّيْنِيْ يَمِيْنِيْ۔
کیا وہ انسان منی کا، جو رحم میں ڈالی جاتی ہے
ایک قطرہ نہ تھا؟ (۱۰۰)

۱۳۔ مَيْسِكُ، کستوری۔ مَشْكُ۔ ایک خاص قسم کے ہرن کا منجد خون جو نہایت خوشبودار ہوتا ہے۔ حرارتِ غریزی کو تیز کرنے کے لیے اسی ہے۔ اور نہایت قیمتی دوائی ہے۔ یہ چیز صرف ہرن ہی کے ساتھ مختص ہے اور کسی جانور سے یہ چیز حاصل نہیں ہوتی۔ قرآن میں ہے،

يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيقٍ مَخْمُومٍ خَمِيَّةٌ
مِسْكٌ (۲۴-۲۵)

ان کو شرابِ خالص سر مہر پلائی جائے گی جس کی ہر
مُشک کی ہوگی۔

۱۳- بَيْضٌ، یعنی انڈے (واحد بَيْضَةٌ) اور بَاصِ الظَّلَامِ یعنی پرندہ نے انڈہ دیا۔ گویا یہ جیسے عموماً
پرندوں اور بعض آبی جانوروں کے ساتھ مختص ہے۔ انڈوں کا رنگ چونکہ عموماً سفید ہوتا ہے۔ تو اسی
نسبت سے سفید رنگ کو أَبْيَضٌ (مَوْثٌ بَيْضَاءُ) جمع دونوں کی بَيْضٌ، آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے
جنت کی حوروں کی صفت بیان کرتے ہوئے اسی رنگت کی نسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے فرمایا،
كَأَنَّ بَيْضٌ مَمْكُونٌ (۲۶)

گویا وہ انڈے ہیں چھپا کر رکھے ہوئے۔

۱۴- عَسَلٌ، یعنی شہد۔ صَوْتٌ نَحَلٌ یا شہد کی مکھی سے مخصوص ہے جو اس کے پیٹ سے نکلتی ہے۔
کئی رنگ کی ہوتی ہے اور انسان کی اکثر بیماریوں کے لیے شفا ہے۔ شہد میں ایشیا کی تاثیر،
خوشبو اور ذائقہ کو تادیر بحال رکھنے کی خاصیت موجود ہے۔ اس کا ذکر بھی جنت کی نعمتوں میں
کیا گیا ہے۔ قرآن میں ہے،

وَأَنْهَارٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى (۲۷)

اور شہدِ مصفیٰ کی نہریں بھی وہاں موجود ہوں گی،

۱۵- رُوحٌ، وہ لطیف جو ہر ہے جس کی وجہ سے بدن کے تمام اعضاء و جوارح حرکت کرتے ہیں۔ ہر
جاندار میں رُوحِ خدا کی طرف سے اور اس کے حکم سے آتی ہے۔ اور جب خدائے واپس لے لیتا ہے تو
تندرست جسم بالکل بے کار میت بن جاتا ہے۔ رُوح کو سمجھنا انسان کے بس سے باہر ہے۔ ارشاد باری ہے،
قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ
مِنْ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (۲۸)

کہہ دو کہ رُوح میرے رب کے حکم سے ہے۔ اور
تم لوگوں کو (اس کا بہت ہی) کم علم دیا گیا ہے۔

ج۔ عوارضاتِ جسمانی

۱-۲- اعلیٰ اور اکثہ کے لیے دیکھیے اندھا

۲- أَبْكَمٌ یعنی گونگا ج بَكْمٌ۔ بَكْمٌ۔ یعنی گونگا ہونا۔ اور بَكْمٌ۔ یعنی سن لینے کے باوجود نہ
بولنا اور گونگا بن جانا۔

۴- أَصْفَرٌ، یعنی بہرا ج صَفْرٌ۔ صَفْرٌ یعنی بہرا ہونا یا اُونچا سننا۔ ثقلِ سماعت ہونا ارشاد باری ہے،
صَفْرٌ بَكْمٌ مَعْنَى فَهْمٌ لَا يَرِجِعُونَ (۲۸)

یہ منافق بہرے بھی ہیں۔ گونگے بھی اور اندھے
بھی۔ سو یہ راہِ راست کی طرف نہیں لوٹیں گے۔

۵- أَبْرَصٌ، پھلہری کا مریض ج بُرَصٌ مَوْثٌ بَرَصَاءُ اور حَيْثُ بَرَصَاءُ یعنی کوڑھوں والا سانپ
برص وہ بیماری جس سے جسم پر سفید داغ پر جاتے ہیں۔ قرآن میں ہے،
وَأَبْرِيءُ الْأَكْمَةِ وَالْأَبْرَصِ وَالْحَى الْمَوْتَى اور میں اللہ کے حکم سے اندھے اور ابرص کی تندرست
وتا ہوں اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔

يَا ذُنَّ اللَّهِ (۲۹)

۴۔ اَعْرَجَ: عَرَجَ کے معنی (زینہ وغیرہ پر) چڑھنا اور عَرَجَ۔ یعنی لنگڑا کر چلنا۔ عَوَجَانُ بمعنی لنگڑاپن اَعْرَجَ بمعنی لنگڑا۔ ج عَرَجَ۔ قرآن میں ہے:

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ عَرَجٌ وَلَا عَلَىٰ
الْأَعْرَجِ عَرَجٌ (۲۱)

نہ تو اندھے پر کچھ گناہ ہے کہ وہ جہاد سے پیچھے رہ جائے
اور نہ لنگڑے پر۔

(۱۷) عورتوں کے عوارض

- ۱۔ مَحِيضٌ اور قُرُوءٌ کے لیے دیکھیے۔ حیض
 - ۲۔ حَمْلٌ، یعنی کسی مادہ کا بارور ہو جانا۔ اور انسان کے لیے مدتِ حمل تقریباً نو ماہ ہوتی ہے۔ دوسرے جانوروں کے لیے مدتِ حمل الگ الگ ہے۔
 - ۳۔ وَضْعُ حَمْلٍ، بمعنی بچہ جننا۔ ارشاد باری ہے:
- حَمَلْتُهُ أُمَّهُ كُوهَا وَوَضَعْتُهُ كُوهَا۔
اس کی ماں نے اس (انسان) کو تکلیف سے پیٹ
میں رکھا اور تکلیف ہی سے جنا۔ (۲۶)
- ۵۔ رَضَعٌ، بمعنی ماں کا بچہ کو دودھ پلانا۔ اور مَصَاعَتٌ بمعنی دودھ پلانے کی مدت جو زیادہ سے زیادہ دو سال ہے۔ اور مَرْضَعَةٌ بمعنی دودھ پلانے والی۔ (ج مَرَاضِعُ اور اِسْتَرْضَعٌ بمعنی کسی دوسری عورت (دائی وغیرہ سے) دودھ پلانا۔ ارشاد باری ہے:
- وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ
حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُنْفِقَ
الرِّضَاعَةَ (۲۳)
- اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال ڈھ پلائیں
یہ حکم اس کے لیے ہے جو پوری مدت تک دودھ
پلوانا چاہے۔
- دوسرے مقام پر فرمایا:
- وَإِنْ أَرَادَتْكُمْ أَنَّ تُرَضِعُوا أَوْلَادَكُمْ
اور اگر تم اپنی اولاد کو کسی دوسری عورت سے دودھ پلوانا چاہو۔
(۲۳)

رضاعت کی شریعت میں اہمیت یہ ہے کہ جو رشتہ نسبی لحاظ سے حرام ہیں رضاعت سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

- وَأَنْعَمُوا كَتَمَ مِنَ الرِّضَاعَةِ (۲۴)
- اور تمہاری دودھ بہنیں بھی تم پر حرام کی گئی ہیں،
- ۶۔ فَصَالٌ، بمعنی دودھ چھڑانا کسی مادہ کا اپنے بچہ کو دودھ پلانے کی مدت کو ختم کر دینا۔ ارشاد باری ہے:
- فَإِنْ آرَادُوا بِصَالٍ عَنْ تَرْضِئْنَهُمَا
وَقَسَاوِرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا (۲۵)
- پھر اگر دونوں (ماں باپ) باہمی رضامندی اور مشورہ
سے دودھ چھڑا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔

۲۔ (۱۸) گھر اور گھر پلو ایشیام

۲۔ ۱۔ ۲۔ ۳۔ اور بیت کے لیے دیکھیے گھر

۴-۲۔ سقف اور عروش کے لیے دیکھیے — ”چھت“

۶-۶۔ چڈاس اور سُور کے لیے دیکھیے — ”دیوار“

۷۔ عَمَد، ستون (واحد عماد) اور بمعنی ٹیک۔ سہارا۔ بھروسہ۔ اور عمد سے مراد ایسے ستون ہیں جن کے سہارے چھت قائم رہتی ہے۔ بعض اوقات دیواروں (جُڈس) کی کمزوری کو ستون کے ذریعہ دُور کیا جاتا ہے۔ اور بعض اوقات پوری چھت صرف ستونوں (PILLARS) پر قائم کر دی جاتی ہے۔ اور عمود اس لکڑی کو کہتے ہیں جس کے سہارے خیمہ کھڑا کیا جاتا ہے (عمت) ارشاد باری ہے؛
 اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَوَاتِ بِعَمَدٍ ۗ اللَّهُ هِيَ تَوْسَمُ بِهَا ۗ اللَّهُ هِيَ تَوْسَمُ بِهَا ۗ اللَّهُ هِيَ تَوْسَمُ بِهَا ۗ
 اتنا اونچا قائم کیا جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔

۸۔ باب، دروازہ (ج ابواب) اور بواب بمعنی حاجب۔ دربان اور بَاب بمعنی دربان ہونا۔ اور بَوَابَةٌ بمعنی دربانی کا پیشہ بھی اُو اس کی ہوت ہی۔ پھر جس طرح مکان کے کئی دروازے ہوتے ہیں جو مختلف اطراف کا راستہ ہیں۔ اسی طرح ہر چیز کے مختلف پہلوؤں کو أَبْوَابُ کہا جاتا ہے۔ تَوَابُ الْكِتَابِ بمعنی کتاب کو بابوں میں تقسیم کیا۔ قرآن میں ہے؛

فَلَمَّا نَسُوا مَا كُتِبَ لَهُمُ انجَبُوا وَرَاءَهُمْ ۗ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْرُومُ ۗ فَفَتَحْنَا عَلَيْهِمُ
 أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ (۱۶)

پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو جو انہیں کی گئی تھی فراموش کر دیا تو ہم نے ان پر تکلیف دہ چیزوں کے دروازے کھول دیے۔

۹۔ وَصِيدٌ، بمعنی وہ احاطہ جو مویشیوں کی حفاظت کے لیے پہاڑ میں بنایا جائے اور بمعنی دروازے کی پھٹ جس پر دروازہ بند ہوتا ہے۔ اور اَوْصَدْتُ الْبَابَ بمعنی میں نے دروازہ بند کر دیا (معنی قرآن میں ہے؛
 وَكَلِمَةً مِّنْ بَاسِطٍ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ۗ) اور اُن (اصحابِ بھت) کا کتا اپنے دونوں بازو پھٹ پر پھیلائے ہوئے ہے۔ (۱۸)

۱۰۔ مَشْكُوتٌ، بمعنی دیوار میں طاق (بہنجابی آلا) چھوٹی الماری جو آکر پار نہ ہو۔ قرآن میں ہے؛
 كِشْكُوتٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ (۲۳)
 گویا کہ ایک طاق ہے جس میں چراغ ہے۔

۱۱۔ قُفْلٌ، بمعنی تالاج (اقفال) اور اِقْفَلَ الْبَابَ بمعنی دروازے کو تالا لگانا۔ پھر کئی ہر اس چیز کو بھی قفل کہہ دیا جاتا ہے جو کسی کام سے مانع اور رکاوٹ بنے۔ قرآن میں ہے؛
 أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ ۗ الْقُرْآنَ ۗ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ ۗ بھلا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے۔ یا ان کے دلوں پر قفل لگ رہے ہیں۔ (۲۴)

۱۲۔ کُرْسِيٌّ، معرود چیز ہے جس پر ٹیک لگا کر اور پاؤں زمین پر رکھ کر اِثْرَامُ سے بیٹھا جاتا ہے۔ اور کُرْسِيٌّ الْمَلِكِ تحت شاہی کے معنوں میں بھی آتا ہے (منجد) ارشاد باری ہے؛
 وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۗ اس (اللہ تعالیٰ) کی کرسی سب آسمانوں اور زمین پر حاوی ہے۔ (۲۵)

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ (۲۴) پھر وہ کمان کے دونوں سروں یا اس سے بھی کم فاصلہ پر ہو گیا۔

۱۔ جُنَّةٌ، بمعنی جارحانہ ہتھیاروں سے بچاؤ کی ہر چیز۔ ڈھال (مخبر) پھر کناٹہ ہر اس چیز کو بھی جُنَّةٌ کہہ دیتے ہیں جو اپنے بچاؤ کے لیے ڈھال کا سا کام دے۔ ارشاد باری ہے،
إِتَّخَذُوا آيْمَانَهُمْ جُنَّةً (۲۵) انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا۔
۲۔ سَابِغٌ، سبغ میں کسادگی کا معنوم پایا جاتا ہے۔ سَابِغٌ بمعنی پوری اور لمبی زرہ۔ اسبغ السبغ بمعنی اس نے پوری زرہ پہنی (مخبر)

۵۔ سَرَّوْدٌ، بمعنی زرہ بھی اور زرہ کی کردیاں بھی (مخبر) ارشاد باری ہے،
أَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ کہ کسادہ زرہیں بناؤ اور ٹڑیوں کو اندازہ سے جوڑو۔ (۲۲)

۶۔ دُسْرٌ، دَسْرٌ بمعنی نیزہ مارنا۔ اور دَسْرَ السَّيْفِئِنَّہ بمعنی رسی یا میخ سے کشتی کی مرمت کرنا۔ بنانا۔ اور دَسْرَ السَّيْفِ بمعنی میخ لگانا۔ دَسْرٌ بمعنی میخ ج دُسْرٌ ارشاد باری ہے۔
وَحَمَلْنَاهُمْ عَلَىٰ ذَاتِ آلْوَجِّ وَدُسْرٍ اور ہم نے نوح کو ایک کشتی پر جو تختوں اور میخوں سے تیار کی گئی تھی، سوار کر دیا۔ (۲۳)

۷۔ مَقَامِعٌ، مَقَاعٌ بمعنی ڈرہ یا کوڑے مارنا۔ اور مَقَامِعَةٌ (ج مَقَامِعٌ) لکڑی یا لوہے کا ہنڑ جس سے سزادی جاتے (مخبر) مَقَامِعٌ ہر وہ چیز ہے جس سے پیٹ پیٹ کر کسی کو مطیع و مقہور کیا جائے (معنی) قرآن میں ہے،
وَأَكْفَهُمْ مَقَامِعٌ مِّنْ حَدِيدٍ (۲۲) اور ان کو (مارنے بٹھوکنے) کیلئے لوہے کے ہتھوڑے پہن گئے

(ج) — برتن اور باورچی خانہ

إِنَاءٌ بمعنی برتن (ج اِنِيَّةٌ۔ ججج اوانی) اور انی الحمیء بمعنی پانی گرم ہو گیا۔ اور حَبْنِيَّةٌ (۲۵) بمعنی گرم پانی اور مِنْ عَيْنِ اِنِيَّةٍ (۲۶) گرم کھولتے چشمہ سے۔ نیز قرآن میں ہے، وَعَيْرَنَا ظَرِيْقًا اِنَاءَهُ (۲۷) بمعنی نہ انتظار کرنے والے اس کے پکنے کی (عثمانی) اس لحاظ سے اِنَاءَهُ وہ برتن ہے جس میں کھانا پکایا جائے۔ بعد میں اس لفظ کا استعمال کھانے پینے کے عام برتنوں پر بھی ہونے لگا۔ ارشاد باریؑ،
وَيُطَاوَتُ عَلَيْهِمْ بِاِنِيَّةٍ مِّنْ فِضَّةٍ (خدم) چاندی کے برتن اور پیالے لیے ہوتے ان کے ارد گرد پھریں گے۔ (۲۸) وَأَكْوَابٍ (۲۹)

۲۔ قُدُوْرٌ: (واحد قِدْر) بمعنی ہنڈیا جس میں کھانا یا سالن وغیرہ پکایا جاتا ہے (تصغیر قُدُوْرَةٌ یعنی چھوٹی ہنڈیا) (مخبر)

۳۔ جِحْفَانٌ: (واحد جِفْتَةٌ) بمعنی بڑا پیالہ۔ اور جِعْفَنَ النَّاقَةِ بمعنی اونٹنی کو ذبح کر کے بڑے بڑے پیالوں

میں کھلانا (منجد)

۴- جَوَاب: (واحد جابیۃ) بمعنی حوض اور جبی الماء فی الحوض بمعنی حوض میں پانی جمع کیا (مفت)

اور جابیۃ بمعنی اونٹوں کے پانی پینے کا حوض (منجد) ارشاد باری ہے:
 يَسْأَلُونَكَ لِمَا يَسْأَلُونَ مِنْ مَّحَارِبٍ ۚ وَهُوَ (سلمان) جو کچھ چاہتے ہیں (جن) ان کے لیے
 وَمَا نُبَيِّنُكَ لَاصْحَابِكَ وَلَا جَبَابٍ ۚ وَذُكِّرِ
 بنا تے یعنی قلعے اور تختے اور لگن جیسے حوض اور
 دیکھیں ایک ہی جگہ جی ہوئی۔
 تَمَّاسِيَاتٍ (۲۲)

۸ تا ۵- اکواب - کاس - سقايۃ - صولح کے لیے دیکھیے "پيالہ"

۹- اَبَارِيقٍ (واحد اَبْرِيْق) ہر وہ پانی کا برتن جس کے دستی بھی لگی ہو اور ٹونٹی یا پانی بیسنے کی جگہ بھی ہو (فل ۲۰) مثلاً لوٹا - آفتاب، جگ وغیرہ۔ ارشاد باری ہے،

يُطَوِّفُ عَلَيْهِمْ وَيُدَاغُ مُخَلَّدُونَ
 نوجوان خدمتگار جو ہمیشہ ایک ہی حالت میں
 رہیں گے۔ ان کے آس پاس جگ گلاس لیکر پھریں گے۔
 يَا كُؤُوبٍ وَّ اَبَارِيقٍ (۲۱)

اور ابریق کی دستی کو عَوْرَه کہتے ہیں (منجد) یہ لفظ بھی قرآن میں استعمال ہوا ہے۔
 فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ
 پر ایمان لایا، اس نے ایسے مضبوط حلقے کو پکڑ لیا
 بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ
 جو کبھی ٹٹسنے والا نہیں۔
 لَا انْفِصَامَ لَهَا (۲۶)

۱۰- صِحَاحٍ (واحد صَحْفَة) بڑا پھیلا ہوا پیالہ جو پانچ آدمیوں کو سیر کرنے کے لیے کافی ہو (منجد)
 بمعنی تھال - تھالی - پلیٹ - رکابی - پرچ - یعنی ہر کھلے منہ والے اور پھیلے ہوئے برتن کے لیے

آتا ہے۔ قرآن میں ہے،
 يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَاحٍ مِّنْ
 ان پر سونے کی پلیٹوں اور گلاسوں کا دور چلے گا۔
 ذَهَبٍ وَّ اَكْوَابٍ (۲۳)

۱۱ تا ۱۲- مائدة، طعام، خبز وغیرہ کے لیے دیکھیے "کھانا (طعام)"

۱۲-۱۵- حَطَبٍ اور وقود کے لیے دیکھیے — ایندھن۔

۱۶- تَنُورٍ: وہ بڑا ظرف جس میں ایندھن جلا کر اسے گرم کر لیا جاتا ہے پھر روٹیاں پکائی جاتی ہیں۔
 (ج تنانیر) اور بنات التنور بمعنی تنور کی پکی ہوئی روٹیاں (م-ق) قرآن میں ہے،
 وَ قَامَ التَّنُورُ (۱۱)
 اور تنور نے جوش مارا۔

۱۷- سَمَادٍ: بمعنی راکھ اور مَدَّتِ النَّارُ بمعنی آگ کا مجھ کر راکھ بن جانا (مفت) قرآن میں ہے،
 كَرَّمَادٍ اَشْدَّتْ الرِّيحُ (۱۲)
 گویا راکھ کا ڈھیر ہے جس کو آندھی اڑا کر لے جائے۔

۱۸- ضَنْغَتٌ: بمعنی سبز و خشک گھاس کا مٹھا (منجد) اور بمعنی خشک گھاس یا شاخیں جو انسان کی مٹھی میں آجائیں (مفت) ضَنْغَتٌ کا ترجمہ جھاڑو ہی کیا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے،

وَحَذِّبْ يَدَكَ صِغَةً فَأَضْرِبْ يَدَكَ وَلَا تَغْتَشَّ (۲۸/۳۳)
اور اپنے ہاتھ میں جھاڑو لوار اُس سے لے مارو
اور تم نہ توڑو۔

(د) — کپڑے اور مفروشات

کے لیے قرآن میں مندرجہ ذیل الفاظ آئے ہیں۔

۱- ثياب، ثوب، یعنی کپڑا جس سے لباس وغیرہ تیار کیا جاتا ہے (ج ثياب) اور ثواب یعنی کپڑا فروش
(مخبر-م-ق)

۲- حَرِيْرٍ، ہر ایک باریک کپڑے کو حریر کہا جاتا ہے (مف) اور حَرِيْرِيْنِ یعنی رشیم۔ رشیم کا بنا ہوا کپڑا
اور حَرِيْرِيْ یعنی رشیم کا بنانے والا۔ یعنی دالا۔ یعنی دالا (مخبر) ارشاد باری ہے:

وَلِيَا سَهْرَةً فَاحْرِيْرِيْ (۲۲)

اور ان (جنتیوں) کی پوشاک جنت میں رشیمی ہوگی۔

۳- سندس اور استبرق (برق) یہ دونوں الفاظ قرآن کریم میں عموماً اکٹھے ہی آتے ہیں۔ اور یہ
رشیمی کپڑے ہی کی اقسام ہیں۔ رشیم کے باریک کپڑے کو سندس اور موٹے کو استبرق کہتے ہیں اور
سندس بمعنی نہایت باریک اور نفیس کپڑا اور استبرق بمعنی موٹا رشیمی کپڑا۔ رشیم اور سوندس کے
تاروں کا بنا ہوا کپڑا (مخبر) ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَيَلْبَسُوْنَ نِيَابًا خَصْرًا هُنَّ سُنْدُسٍ
وَرِاسَتَبْرَقٍ (۱۸)

اور وہ باریک دیپا اور اطلس کے سبز کپڑے پہنا
کریں گے۔

۴-۵- جلابیب اور حُمُر کے لیے دیکھیے — ”چادر“

۶-۷- سراپیل اور قمیص کے لیے دیکھیے — ”قمیص“

۸- نَعْلٍ، بمعنی جوتا (تثنیہ نعلین ج نعال) اور نَعْلِ الْفَرَسِ یا دابة بمعنی گھوڑے کی نعل اور نعال

معنی نعل بند (مخبر) ارشاد باری ہے:

فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ
طُوًى (۲۳)

اپنے جوتے اتار دو کیونکہ تم (اس وقت) طُوًى
کے پاک میدان میں ہو۔

۹- جَبِيْبٍ، بمعنی قمیص کا گریبان۔ الجیب من القمیص گریبانِ دل دسلینہ (ج جیوب) اور عوام کے

نزدیک جیب اور جیبہ تھیلی یا پاکٹ کو کہتے ہیں اور اس کی جمع جیباب ہے (مخبر) ارشاد باری ہے:

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جَبِيْبِهِنَّ۔

اور مومن عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے سینوں پر
اپنی اوڑھنیاں اوڑھے رہا کریں۔ (۲۳)

۱۰-۱۱- خَيْطٌ اور خِيَاطٌ بمعنی ڈورا۔ دھاگہ۔ خَيْطُ الْاَبْيَضِ بمعنی صبح کی روشنی اور خَيْطُ الْاَسْوَدِ بمعنی

رات کی تاریکی (مخبر) قرآن میں ہے:

وَكُلُّوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَبَيِّنَ لَكُمْ

اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری

الْحَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْحَيْطِ الْأَسْوَدِ رات کی سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے۔
مِنَ الْفَجْرِ (۱۸۴)

اور خِیَاطُ یعنی سوئی اور مُخِيطُ بھی سوئی کو کہتے ہیں۔ اور خِیَاطُ بمعنی درزی اور خِیَاطَةُ بمعنی زری کا پیشہ (مخند) قرآن میں ہے:

لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلْبِغَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ (۱۸۴)
وہ بہشت میں داخل نہ ہو سکیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے نلکے میں داخل ہو۔

۱۲- غَزَلَ، غَزَلَ بمعنی سوت کا تانا۔ اور غَزَلَ اور اغْتَزَلَ الصُّوفَ بمعنی اُون کا تانا۔ اور غَزَلَ بمعنی کاٹنا ہوا سوت (م-ق) قرآن میں ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِي تَقْتَضِي غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا (۱۸۴)
اور اس عورت کی طرح نہ ہو جانا جس نے اپنا سوت تو محنت سے کاٹا پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

۱۳- حِلْيَةٌ، حِلْيَةُ الْمَرْءِ: بمعنی عورت کے لیے زیور بنانا۔ عورت کو آراستہ کرنا۔ سنوارنا۔ اور حِلْيَتِ الْمَرْءِ بمعنی عورت کا زیور پہننا۔ حِلْيَةُ بمعنی زیور پہننا۔ اور حِلْيَةُ بمعنی زیور (ج حِلْيَةُ) اور

حِلْيَةُ الْإِنْسَانِ بمعنی انسان کا رنگ و روپ اور ظاہری شکل و صورت (مخند)
۱۴- آسُورَةُ، سَوْرَةُ الْمَرْأَةِ بمعنی عورت کو کنگن پہنانا۔ اور سَوَاسِرُ اور أَسْوَارُ بمعنی کنگن (ج سَوَاسِرُ)

آسُورَةُ اور آسَاوِسُ ارشاد باری ہے:
يُحَلِّقُونَ فِيهَا مِنْ آسَاوِرٍ مِنْ ذَهَبٍ (۱۸۴)
اور جو چیز (کپڑا وغیرہ) فرش کے اوپر بچھایا جائے اسے مفروشتہ (ج مفروشات) کہتے ہیں۔
قرآن کریم میں ایسے کئی مفروشات کا ذکر آیا ہے۔
مثلاً (۱) تَمَارِقُ (واحد نَمْرَقُ) قرآن میں ہے:

وَتَمَارِقٍ مَصْفُوفَةٍ (۱۸۴) اور غَلِيظٍ بَرَابِرٍ بَعْضُهُمْ لَعَنَ الْاٰخَرِيْنَ (عثمانی)

(۲) زُرَابِي (واحد زُرَابِي) اور تَمَارِقِي (واحد تَمَارِقِي) اس سے اگلی آیت ہے:
وَتَمَارِقِي مَصْبُوثَةٍ (۱۸۴) اور مَحْمَلٍ كَالْحَمَلِ جَدِّجًا جَدِّجًا بَعْضُهُمْ لَعَنَ الْاٰخَرِيْنَ (عثمانی)

(۳) رَقْرَقٌ: قرآن میں ہے:

عَلَى رَقْرَقٍ حُضْرٍ (۵۴) سبز قالینوں پر (جالندھری)

(۴) عَبَقَرِيَّةٌ: ایک تم کا عمدہ فرش (مفت) اس آیت کا اگلا حصہ ہے:

وَعَبَقَرِيَّةٍ حِسَانٍ (۵۴) اور نفیس سنداوں پر (جالندھری)

(۵) حَصْبِيْنٌ بمعنی قید خانہ بھی اور بمعنی چٹانی بھی (مخند) قرآن میں ہے:

وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِيْنَ

حَصِيْرًا (۱۸۴) بنا رکھا ہے۔

(۴) - نَفْتِی

۱- وَسِرِّقٍ: یعنی چاندی کا سکہ (منجد) جو کسی بھی دور میں کسی حکومت میں رائج رہا ہو۔ اور آج کل زر کاغذی (نوٹ) کو بھی اہل عرب وَرَقَّةٌ مَحْتَمَةٌ ہیں۔ وَرَقَّةٌ رِیَالِیْنِ بِمَعْنٰی دُرِبَالِ کَا نُوْط۔ قرآن میں اصحابِ کفر کے ذکر میں مذکور ہے:

فَاتَّبِعُوا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هَذِهِ
اِلَى الْمَدِيْنَةِ (۱۸)

۲- دِرْهَمٌ: ۳۶ ماشہ چاندی کا سکہ جو دورِ نبوی میں عرب میں رائج تھا۔ درہم و دینار اصل میں یونانی سکے تھے جو روم میں و حجاز میں رائج تھے۔ قرآن میں ہے:

وَشَرَّوْهُ يَمْشِي بِخَيْسٍ دَرَاهِمًا مَعْدُوْرَةً . اور برادرانِ یوسف نے یوسف کو تھوڑی سی قیمت یعنی چند درہموں کے عوض بیچ ڈالا۔ (۱۲)

۳- دِينَارٌ: ۴۶ ماشہ سونے کا سکہ (ج دنانیں) درہم و دینار میں نسبت یہ تھی، ایک دینار کے ۲۰ درہم ہوتے تھے۔ قرآن میں ہے:

وَمِنْهُمْ مَنْ اِنْ تَامَنَّا بِدِيْنَارٍ لَّا
يُوَدُّوْهُ اِلَيْكَ (۲۰)

اور اہل کتاب میں سے کچھ ایسے بھی ہیں کہ اگر اس کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھو تو تمہیں واپس نہ گئے

۵- معدنیات اور موتی وغیرہ

۱- حَدِيْدٌ: یعنی لوہا۔ حَدَادٌ: یعنی لوہار اور حَدَاةٌ: یعنی لوہارِ اَکْبَر (منجد۔ م۔ ق) قرآن میں ہے:

اَتُوْنِي زُبَّانَ الْحَدِيْدِ (۱۶)

میرے پاس لوہے کے تختے لاؤ۔

۲- ذَهَبٌ: یعنی سونا (ج اذہاب۔ ذہوب۔ ذہبان) ذہبتہ: یعنی سونے کا ٹکڑا (منجد)

۳- فِضَّةٌ: یعنی چاندی۔ اور فَضْفَضٌ الشَّيْءُ: یعنی کسی چیز پر چاندی کا طمع کرنا یا چاندی کی جڑائی کرنا۔

منجہا قرآن میں ہے:

www.KitaboSunnat.com

وَالْقَنَاطِيْرَ الْمُغَطَّرَةَ مِنَ الذَّهَبِ
وَالْفِضَّةِ (۲۳)

اور سونے اور چاندی کے غفرانے جمع کیے ہوئے۔

۴- مَرْحُوفٌ: اصل میں اس زینت کو کہتے ہیں جو طبع سے حاصل ہو۔ اس درجے سے سونے کو بھی زخروف کہہ دیا جاتا ہے کیونکہ طبع عموماً سونے ہی سے کیا جاتا ہے اور یہ زینت کاش کا کام دیتا ہے۔ قرآن میں ہے:

اَمْ يَكُوْنُ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُوفٍ (۱۶)

یا تمہارا گھر سونے کا ہو۔

۵- لَوْلُوْءٌ: یعنی موتی (ج لؤلؤ)۔ لَوْلِيْجٌ: موتی کے رنگ کا۔ اور اللثالثة: موتی فروش۔ موتی جڑنے کا پیشہ (منجد)

۶۔ مَرَجَانٌ: چھوٹے موتی۔ وار۔ مَرَجَانَةٌ: مونگا (مف۔ منجد) قرآن میں ہے:
 يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ - دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔

(۵۳)

۷۔ يَأْتُونَ: بمعنی لعل۔ بڑا سخت اور شفاف مختلف رنگوں والا قیمتی پتھر واحد یا قوتہ۔ ج یواقیت (منجد)

۸۔ ۴۔ ق۔ قرآن میں ہے:
 كَانَتْهُنَّ أَلْيَا قَوْتٍ وَالْمَرْجَانُ (۵۵)
 گویا وہ (جنت کی حوریں) یا قوت اور مرجان ہیں۔

۹۔ ۸۔ قَطْرٌ اور مُهْلٌ کے لیے دیکھیے۔ ”تانا“

۱۰۔ قَطْرَانٌ: ایک روغنی سیال مادہ جو صنوبر جیسے درخت سے حاصل کیا جاتا ہے۔ تارکول (منجد) اور
 قَطْرَانٌ بمعنی پھل ہوئی رال یا گندھک اور قَطْرَانٌ بمعنی پگھلا ہوا تانا (مف) اور قَطْرٌ الْبَعِيرِ
 بمعنی اونٹ کو گندھک کا طلا کیا (م۔ ق) فوراً بھڑک اٹھنے والا آتش گیر مادہ۔ قرآن میں ہے:
 سَرَابِيلُهُمْ مِّنْ قَطْرَانٍ (۱۴)

ان کے کرتے گندھک کے ہوں گے۔

۶۔ رنگ (الوان)

۱۔ ۴۔ اسود۔ احوی۔ ادھم۔ غرایب کے لیے دیکھیے ”سیاہ“

۵۔ أَبْيَضٌ: بمعنی سفید (۱۱) مَوْنٌ بَبَيْضَاءَ (۱۲) جمع بَيْضٌ (۲۵)

۶۔ ۲۔ حُمْرٌ (۲۶) أَحْمَرٌ بمعنی سرخ کی جمع (مَوْنٌ حمراء) ارشاد باری ہے:

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بَيْضٌ وَحُمْرٌ
 مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ (۲۵)
 ہیں اور بعض) کالے سیاہ ہیں۔

۷۔ ۴۔ أَخْضَرٌ بمعنی سبز (۱۱) مَوْنٌ خُضْرَاءَ جمع خُضْرٌ قرآن میں ہے:

عَالِيَهُمْ ثِيَابٌ سُنْدُسٌ خُضْرٌ وَ
 إِسْتَبْرَقٌ (۲۱)
 ان کی اوپر کی پوشاک کپڑے ہیں باریک ریشم سبز
 اور موٹے ریشم کے عثمانی

۸۔ ۸۔ أَصْفَرٌ: بمعنی زرد مَوْنٌ صَفْرَاءَ (۲۶) جمع صَفْرٌ۔ قرآن میں ہے:

كَأَنَّهُ جَبَلٌ صُفْرٌ (۲۶)
 گویا وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔

۹۔ ۹۔ مَرْدَنٌ: اَزْرَقٌ بمعنی نیلا کی جمع ہے۔ اور اس کی مَوْنٌ مَرْدَقَاءَ ہے۔ اور مَرْدَنٌ عَيْشَةٌ بمعنی

کسی کا نیلی آنکھوں والا ہونا (منجد) ایسی آنکھ سب سے بُری سمجھی جاتی تھی۔ (م۔ ق) ارشاد باری ہے:

وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ
 سُرْقًا (۲۱)
 ہم کھنگاروں کو اکٹھا کریں گے اور ان کی آنکھیں
 نیلی نیلی ہوں گی۔

(۲۱)

۱۰۔ ۱۔ وَرْدَةٌ: وَرْدٌ بمعنی گلاب کا پھول اور درخت اور وَرْدٌ الشَّجَرِ بمعنی گلاب کے پودانے پھول

نکلے۔ اور وَرْدَةٌ بمعنی گلابی رنگ اور وَرْدِيَّةٌ بمعنی گلابی رنگ کا۔ اور وَرْدٌ مِنَ الْغَيْلِ

بمعنی زردی مائل سرخ رنگ کا ٹھوڑا (منجد - م - ق) قرآن میں ہے،
 فَإِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً
 كَالِدِهَانِ (۳۵) کلابی ہو جائے گا۔

۱۱- قَاتِع: قَفَع لَوْنُهُ بمعنی رنگ کا صاف اور خالص ہونا۔ گہرا زرد ہونا اور قَفَع بمعنی سرخ رنگ ہونا۔ گہرا رنگ ہونا۔ اس کا استعمال اکثر زرد رنگ کے لیے ہوتا ہے (منجد) اور قَفَع بمعنی سخت زرد رنگ والا ہونا (م - ق) قَفَع کا لفظ دراصل أَصْفَرَ کی تاکید کے لیے آتا ہے۔ اور أَصْفَرَ قَاتِع بمعنی گہرا زرد رنگ (صفت) گویا قَفَع کا لفظ ہر رنگ کے گہرا ظاہر کرنے کے لیے آتا ہے۔ تاہم اس کا اکثر استعمال زرد رنگ کے ساتھ مخصوص ہے یعنی گہرا زرد رنگ جو زرد اور سرخ کے درمیان ہوتا ہے۔

قرآن میں ہے:
 بَقْرَةَ صَفْرَاءَ قَاتِعٌ لَوْنُهَا كَسُرٍّ
 النَّاطِرِينَ (۶۹) اس گائے کا رنگ گہرا زرد ہے جو دیکھنے والوں کو خوش کر دیتا ہے۔

۴۔ رشتہ دار

۲-۱- آب اور وَاِلِد کے لیے دیکھیے ”باپ“۔

۳-۲- اُمُّ اور وَاِلِدَةَ کے لیے دیکھیے ”ماں“۔

۶-۵- ابن اور بنین، بنت اور بنات کے لیے دیکھیے ”بیٹا“۔ بیٹی۔

۸-۴- حفدة اور اسباط کے لیے دیکھیے ”اولاد“۔

۱۰-۹- بَعْل اور زَوْج کے لیے دیکھیے ”خاند“۔

۱۱-۱۲- زوج - حلیة اور صاحبة کے لیے دیکھیے ”سہمی“۔

۱۵-۱۳- اُخٌّ اور اُخْتٌ: اُخٌّ بمعنی بھائی۔ برادر۔ ماں جیا یا جِ اِخْوَانٍ اور اُخْتٌ بمعنی بہن۔ ہمشیرہ

(ج - اَخْوَات) قرآن میں ہے:

اَوْ بُيُوتٍ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوتٍ اَخْوَانِكُمْ

یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے

گھروں سے۔ (۲۳)

۱۶-۱۴- عَمٌّ اور عَمَّةٌ: عَمٌّ بمعنی باپ کا بھائی (چچا (ج اصمام) اور عَمَّةٌ بمعنی باپ کی بہن۔ چھوٹی

(ج عَمَّات) قرآن میں ہے:

اَوْ بُيُوتٍ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوتٍ

یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی چھوٹی

گھروں سے۔ (۲۴)

۱۸-۱۹- خَالَ اور خَالَةٌ: خَالَ بمعنی ماں کا بھائی۔ ماموں (ج اِخْوَال) اور خَالَةٌ بمعنی ماں کی بہن۔

خالہ (پنجابی مامی) (ج خَالَات) قرآن میں ہے:

أَوْ بَيِّنَاتٍ آخِوَالِكُمْ أَوْ بَيِّنَاتٍ خَالَاتِكُمْ (۲۲)

یا اپنے ماموں کے گھروں سے یا اپنی خالوں کے گھروں سے۔

۲۰۔ رَبَائِب: راتہ رات وہ بیوی جو پہلے شوہر سے اپنی اولاد کی تربیت کر رہی ہو۔ اور اس کا نذر رات ہے۔ یعنی وہ مرد جو اپنی بیوی کے پہلے شوہر کی اولاد کی تربیت کر رہا ہو۔ اور ایسی زیر تربیت اولاد کو زینب اور زینبہ کہتے ہیں پچھلگ اولاد (ج رَبَائِب) قرآن میں ہے:

وَمَا بَأْسَكُمْ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ (۲۳) اور تمہاری پہلی بیویوں کی لڑکیاں جو تمہاری گود میں پرورش پا رہی ہیں۔

۲۱۔ اَدْعِيَاءُ: اَدْعِيٌّ یعنی لے پاک۔ متبذنی۔ منہ بولا بیٹا۔ وہ جو اپنے آپ کو غیر باپ کی طرف یا غیر قوم کی طرف منسوب کرے (ج ادعیاء) منجہد ارشاد باری ہے:

وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَاءَكُمْ اَبْنَاءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ (۲۴) اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لے پا کوں کو تمہارے بیٹے بنایا۔ یہ تو تمہارے منہ کی باتیں ہیں۔

۲۲۔ كَلَالَةٌ: مصدر ہے جو وارث اور مورث دونوں پر بولا جاتا ہے۔ کلالہ کی تعریف رسول اللہ نے یہ فرمائی مَن مَاتَ وَلَيْسَ لَهُ وَّلَدٌ وَلَا وَاٰلِدٌ يَعْنِي وَهُ مَيْتٌ جَسَدٌ اَوْ اَوْلَادٌ هُوَ اَوْ رَنَّهُ بَابٍ۔ اور لغوی لحاظ سے ایسی میت کے وارثوں کو بھی کلالہ کہتے ہیں (مف) تاہم قرآن میں یہ لفظ پہلے معنوں میں ہی استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُؤَدُّ كَلَالَةً أَوْ امْرَأَةً (۲۵)

اور اگر ایسے مرد یا عورت کی میراث ہو جس کے نہ باپ ہو نہ بیٹا۔

۲۳۔ يَتِيمٌ: وہ نابالغ لڑکا یا لڑکی جس کا باپ مر گیا ہو۔ مذکر و مؤنث دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ (ج یتامی) اور جانوروں میں سے وہ بچہ جس کی بلوغت سے پہلے اس کی مال مر گئی ہو منجہد اور یتیم کے لغوی معنی ہر چیز سے منفرد۔ اکیلا۔ لاثانی اور بے نظیر بھی ہے۔ اور ذَرَّ يَتِيمًا بمعنی لے مثال (منجہد۔ م۔ ق) ارشاد باری ہے:

وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ (۲۶)

اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو سنانک کہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں۔

ضمیمہ لغت ذوی الاضداد

ضد کا لغوی معنی مخالفت یا خلاف کرنا ہے۔ لیکن یہ لفظ خلاف سے اخص ہے۔ امام راغب کے نزدیک ضدین کی تعریف یہ ہے کہ ایسی دو چیزیں جو ایک دوسرے کے متقابل ہوں اور ایک ہی جنس سے ہوں اور کبھی جمع نہ ہو سکتی ہوں۔ جیسے سیاہی اور سفیدی کہ دونوں کی جنس رنگت یا رنگ ہے (مفہ) اور ابن الفارس کے نزدیک ضدین کی تعریف یہ ہے کہ "ایسی دو متقابل اشیاء جن کا ایک ہی وقت میں اجتماع ناممکن ہو۔ جیسے دن اور رات (م ل) اور ضد کا لفظ خلاف سے انحصار اس طرح ہے کہ ہر ضد خلاف ضرور ہے لیکن ہر خلاف ضد نہیں ہوتا۔"

کسی چیز کی ضد کا معلوم ہونا اس لحاظ سے مفید ہوتا ہے کہ اگر ایک لفظ کے معنی ذہن میں ہوں تو دوسرے کے معنی خود بخود ذہن میں آجاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل لغت اکثر مقامات پر الفاظ کے اضداد بھی درج کر دیتے ہیں۔ ہم نے بھی اس کتاب میں جا بجا اضداد کا اندراج کر دیا ہے۔ علاوہ ازیں ضمیمہ ہذا محض اسی افادیت کے لیے تجویز کیلئے ہے۔ اضداد اُلے الفاظ کو ہم بین قسموں میں تقسیم کرتے ہیں۔

۱۔ ایسے الفاظ جو بذاتہ ذوی الاضداد ہیں۔ یعنی ایک ہی لفظ میں اس کی ضد کا معنی بھی موجود ہوتا ہے۔ جیسے عدل بمعنی انصاف کرنا بھی ہے اور بے انصافی بھی۔ اسی طرح قسط کے معنی کمی کرنا بھی ہے اور زیادتی کرنا بھی۔

۲۔ ایسے الفاظ یا سرعنی مادے جن میں صرف ایک حرف کی تبدیلی سے ان میں خلاف معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ جیسے تیرب بمعنی تنگدست اور مفلوک الحال ہونا۔ اور تیرت بمعنی خوشحالی کی زندگی بسر کرنا۔ یا پھر ان میں لطیف سا فرق پیدا ہو جاتا ہے۔

۳۔ عام فہرست لغت اضداد۔ جیسے اَبْيَض کی ضد اَسْوَد یا نَهَار کی ضد لَيْل۔ اسی ترتیب سے ہم یہ لغت بر ترتیب حروف تہجی پیش کر رہے ہیں۔

۱۔ الفاظ ذوی الاضداد

۱۔ اَمْرٌ اِمْرًا بمعنی (۱) تہنید (۲) چادر (۳) ہر وہ چیز جو ستر کو ڈھانکے۔ اور اَزَمَّ کے معنی قوت دینا اور مدد کرنا بھی اور ضَعْف اور کَمْزُور بھی (م۔ م) قوت دینا یا مضبوط کرنا کے لیے اَزَمَّ اور اَمْرًا کے ابواب مستعمل ہیں۔ قرآن میں ہے:

كَمْزُوجٍ اَخْرَجَ شَطَاةً قَاذِرَةً (۲۸)

کھیتی کی طرح جس نے اپنا ڈنٹھل نکالا پھر اسے مضبوط کیا اور کمزوری کے معنوں کے لیے صاحب محیط المحیط نے درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے:

مَسْحَرَفًا لِقِتَالٍ أَوْ مَتَحَيِّزًا إِلَى فِتْنَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ (۱۳)

کہ پیٹزا بدلے یا اپنی فوج سے جا ملنا چاہے اُن سے پیٹھ پھیسے گا۔ وہ خدا کے غضب میں گرفتار ہو گیا۔

یعنی جو شخص اپنی حکمت عملی اور مہارت کی بنا پر فوج کا ساتھ چھوڑ کر اور ایک جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ جا کر فوج سے جا ملتا اور لڑائی شروع کر دیتا ہے اس کے لیے مَتَحَيِّزٌ کا لفظ آیا ہے۔

۶۔ خفی : خفی کا معروف معنی چھپا ہونا۔ پوشیدہ ہونا۔ اور آخفی بمعنی چھپانا ہے۔ اور چھپنے چھلنے کے معنوں میں یہ لفظ اتنے وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے کہ عربی زبان کا دوسرا کوئی لفظ اتنے وسیع مفہوم میں استعمال نہیں ہوتا اور اسی لفظ کا دوسرا معنی ظاہر کرنا بھی ہے۔ کہتے ہیں خَفَى الْمَطْرُ الغارة یعنی بارش نے جو ہے کو بل سے نکال کر ظاہر کر دیا (منجد) اور قرآن میں ہے:

إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لَنُجْرِبَنَّ كُلَّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَى (۱۴)

قیامت یقیناً آنے والی ہے میں اسے ظاہر کرنے ہی دالا ہوں تاکہ ہر شخص اپنی کوشش کا بدلہ پائے۔

۷۔ دُونَ - دَانَ : بمعنی وہ شخص کمینہ ہوا۔ اور دُونَ میں کمینگی، پستی اور خست کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ مگر کبھی یہ لفظ شریعت کے معنوں میں بھی آجاتا ہے۔ کہتے ہیں حال القوم دون فلان۔ قوم اس کے اور اس کے مطلوب کے درمیان حائل ہو گئی (م۔ م۔ منجد) دُونَ کا ترجمہ عموماً سولے یا غیر سے کیا جاتا ہے۔ لیکن لغوی لحاظ سے اس کے معنی پست (ضد فوق۔ م۔ م) کے علاوہ آگے بھی آتا ہے اور پیچھے بھی۔ کہتے ہیں مَشَى دُونََ مَعْنَى وَهُ اس کے آگے آگے چلا۔ نیز کہتے ہیں قَعَدَ دُونََهُ وَهُ اس کے پیچھے بیٹھا (م۔ م) قرآن میں ہے:

وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَلَاقِيْنَ (۱۵)

اور اللہ کے سوا جو تمہارے مددگار ہیں، انہیں بھی بلا لو۔ اگر تم سچے ہو۔

تو اس آیت میں دُونَ کا معنی اللہ کے نیچے۔ پست اور کمتر تو ہے ہی اور آگے بڑھ کر اس لحاظ سے بھی ہو سکتا ہے کہ شرکین کسی خاص معاملہ میں انہیں ایسا سمجھتے تھے۔

۸۔ دِينَ : دَانَهُ كَيْدِيْنَ دِينًا۔ معنی اسے محکوم کیا۔ عبادت چاہی، ذلیل کیا، اس پر حکومت کی اور دان الرجل بمعنی عزت دی۔ ذلیل کیا۔ تابعداری کی۔ بے فرمانی کی (م۔ م۔ منجد) گویا دین میں دو متضاد مفہوم پائے جاتے ہیں۔ مکمل حاکمیت اور حکومت بھی اور مکمل عبدیت۔ غلامی اور تذلل بھی۔ ارشاد باری ہے:

أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ (۱۶)

دیکھو! خالص عبادت اللہ ہی کے لیے (زیب)

ہے (جالندھری)

تو اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ پوری کی پوری حاکمیت اللہ ہی کے لیے سزاوار ہے۔ چنانچہ دوسرے مقام پر فرمایا:

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَ

اور اُن (شرکین) سے اس وقت تک لڑتے رہنا کہ

يَكُونُ الَّذِينَ لِلَّهِ (۲/۱۹۳) فساد ناپود ہو جائے اور حکم ربہ اللہ کا (عثمانی)

علاوہ ازیں دین کے معنی قانون جزا و سزا یا قانون تعزیرات بھی ہے۔ ارشاد باری ہے: مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ - بادشاہ کے قانون کے مطابق یوسفؑ اپنے بھائی کو نہیں لے (رکھ) سکتے تھے۔ (۱۲/۲۴)

اور قانون جزا و سزا پر عمل درآمد کی قوت اور قدرت بھی۔ ارشاد باری ہے: مُلْكٍ يَوْمَ الَّذِينَ (۱۱) وَهُوَ اللَّهُ) جزا و سزا کے دن (قیامت کے دن) کا مالک ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

فَلَوْلَا اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ - پھر اگر تم جزا و سزا سے آزاد ہو اور اپنی بات میں

تَرَجِعُونَهَا اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (۵۶/۵۶) سچے ہو تو (مرتے وقت) رُوح کو واپس نہیں لیتے؟

۹- اَسْرًا: سز یعنی بھیدہ۔ راز۔ اور اَسْرًا السِّرِّ یعنی بھیدہ کو چھپانا۔ اور ان معنوں میں یہ لفظ قرآن میں بجزرت استعمال ہوا ہے۔ اور اَسْرًا السِّرِّ کا دوسرا معنی بھیدہ کی بات کو ظاہر کر دینا بھی ہے (م-م) چنانچہ قرآن میں ہے:

سُرُورًا إِلَيْهِمْ بِالْمُؤَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَمْتُمْ (۱۱) تم ان کی طرف پوشیدہ دوستی کے پیغام بھیجتے ہو اور جو کچھ تم پوشیدہ یا علانیہ کرتے ہو وہ مجھے سب معلوم ہے۔

۱- شَرَايَ: جس طرح بَايَعِ کا لفظ خرید و فروخت دونوں معنوں میں آتا ہے۔ اسی طرح شَرَايَ کا لفظ بھی دونوں معنوں میں آتا ہے (مخبر قرآن میں ہے:

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ (۱۱) اور یوسفؑ کو اس کے بھائیوں نے حقیر سی قیمت یعنی چند درہموں کے عوض بیچ ڈالا۔

تو اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ قافلہ والوں نے یوسفؑ کو حقیر سی قیمت کے عوض خرید لیا۔ اسی طرح دوسرے مقام پر ارشاد باری ہے:

يَتَسَّ مَا شَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ (۲/۲۳) اور جس چیز کے عوض انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا وہ بُری تھی۔

بالفاظ دیگر جو چیز انہوں نے اپنی جانوں کے عوض خرید کی تھی وہ بُری تھی۔

البتہ جب یہ لفظ باب افتعال میں آئے تو اس کے معنی "خریدنا" سے مخصوص ہو جاتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْفُسِهِمْ (۲۳/۲۳) بیشک اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کے جان و مال خرید لیے ہیں اور ان کے عوض ان کے لیے جنت ہے۔

۱۱- صدّ، صدّ کا لفظ بذاتِ خود بھی ذوی الاضداد سے ہے۔ اس کا معنی مخالفت اور خلاف تو ہے ہی۔ پھر اس کا معنی مثل اور نظیر بھی ہے (م۔ م۔ منجد) تاہم قرآن میں یہ لفظ صرف معروف معنوں میں ہی

استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے:

كَلَّا سَيَكْفُرُونَ لِيُبَادِلَ تِهْمَةً وَيَكُونُونَ
عَلَيْهِمْ حِدًّا (۱۹)

ہرگز نہیں۔ وہ (معبودانِ باطل) ان کی پرستش
سے انکار کریں گے اور ان کے مخالف بن جائیں گے!

۱۲- عَتَبَ (يَعْتَبُ عَتَبًا وَعَتَابًا وَعَتَبَانًا) بمعنی ملامت کرنا۔ ناراض ہونا اور اَعْتَبَ بمعنی سبب

ناراضگی کو دُور کرنا اور تَعَاتَبَ بمعنی ایک دوسرے پر عتاب کرنا۔ ایک دوسرے کے ساتھ ناز سے
گھنتا کرنا اور اسْتَعْتَبَ بمعنی رُوٹھے کو منانے کی کوشش کرنا (منجد۔ م۔ ق) گویا عتاب کا معنی وہ
میٹھا میٹھا شکوہ شکایت اور اظہارِ ناراضگی ہے جس سے اصل مقصد اس سبب کو دُور کرنے کے بعد
باہمی صلح ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَإِنْ يَسْتَعْتَبُوا فَمَا لَهُمْ حِسْرًا
الْمُعْتَبِينَ (۲۱)

اور اگر وہ منانا چاہیں تو منانے نہ جائیں گے۔
(عثمانی)

۱۳- عَدَلَ، عَدْلٌ کا لفظ عوض، بدلہ اور برابر کے معنوں میں آتا ہے۔ اور عَدَلَ کا معروف معنی انصاف

کرنا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَأَمِرْتُ لِأَعْدَلَ بَيْنَكُمْ (۲۲)

اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان
انصاف کروں۔

اور عدل بمعنی بے انصافی کرنا۔ ظلم کرنا بھی ہے (منجد۔ م۔ م) ارشاد باری ہے:

فَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىَٰ إِنْ تَعَدَّىٰ لَوْأًا (۲۳)

تو تم خواہشِ نفس کے پیچھے لگ کر عدل کو نہ چھوڑو
وینا (جالندھری) (ان لا تقعدوا تميلوا عن الحق) (۲۴)

نیز دیکھیے ”انصاف کرنا“

۱۴- فَرَطٌ: فَرَطٌ يَقْرَطُ فَرَطًا بمعنی حد سے پیچھے رہنا اور کوتاہی کرنا اور فَرَطٌ تَقْرَطُ فَرَطًا

بمعنی حد سے آگے نکل جانا اور زیادتی کرنا۔ اور اَفْرَطٌ (يَقْرَطُ اَفْرَاطًا) حد سے آگے بڑھنے کے
لیے مخصوص ہے۔ اور قَرَطٌ (تَقْرَطُ) کمی اور کوتاہی کے لیے اور اَفْرَاطٌ و تَقْرِيضٌ بمعنی
حد اعتدال سے کمی بیشی ہے۔ قرآن میں ہے:

أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ يَا حَسْرَتِي عَلَىٰ مَا فَرَقْتُكَ
فِي جَنَّةِ اللَّهِ (۲۵)

کہ (مبادا اس وقت) کوئی شخص کہنے لگے ہائے
افسوس اس کوتاہی پر جو میں اللہ کے حق میں کرتا رہا!

اور دوسرے مقام پر ہے:

لَا جْرِمَ أَنْ لَهُمُ النَّارُ وَأَنْتُمْ مُفْرَطُونَ (۱۶)

مجھد شک نہیں کہ ان کھیلے (دوزخ کی) آگ تیار
ہے اور یہ سب آگے بھیجے جائیں گے۔

۱۵۔ قَوْمًا: قاتر بمعنی رہائی پانا۔ خلاصی پانا۔ نجات پانا۔ کامیاب ہونا۔ مراد کو پہنچنا تو معروف ہے اور اس کا دوسرا معنی مرنا اور ہلاک ہونا ہے۔ اور قَوْمًا کا باب اس معنی کے لیے مخصوص ہے۔ قَوْمًا الرَّجُلُ بمعنی آدمی مر گیا۔ اور مفاضة بمعنی نجات کی جگہ یا نجات کا سبب۔ کامیابی کی جگہ یا اس کا سبب نیز ہلاکت کی جگہ یا اس کا سبب (م۔ م۔ منجد) ارشاد باری ہے:

وَيَنْبَغِي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِقَاتَرِهِمْ
اور جو پرہیزگار ہیں ان کی کامیابی کے سبب
(۳۶۱) اللہ ان کو نجات دے گا۔

اس آیت میں مفاضة کامیابی کے معنوں میں آیا ہے۔ اور درج ذیل آیت میں یہی لفظ نجات کے معنوں میں استعمال ہوا ہے (ہلاکت کے معنوں میں اس کا استعمال قرآن کریم میں نہیں ہے) لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا آتَوْا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسِبْنَهُمْ بِمُفَارَاةٍ مِنَ الْعَذَابِ کہ ان کی تعریف کی جائے ان کی نسبت خیال نہ کرنا کہ وہ عذاب سے چھوٹ جائیں گے۔ (۲/۱۸۸)

۱۶۔ قسط: کے معنی کسی کو اس کا حق پورا پورا اور مردینا خواہ یہ حق یکمشت اور دیا جائے یا کسی حصوں میں بانٹ کر۔ اس صورت میں ہر حصہ کو بھی قسط (ج اقساط) کہتے ہیں۔ اور اس کے معنی انصاف کرنا بھی ہے اور ظلم کرنا بھی۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے "انصاف کرنا")

۱۷۔ قَعَدًا، کے معنی بیٹھنا بھی اور کھڑا ہونا بھی۔ (تفصیل "بیٹھنا" میں دیکھیے)

۱۸۔ قوی: قوی بمعنی طاقتور ہونا بھی اور سخت بھوکا ہونا بھی۔ اور اقوی بمعنی محتاج ہونا بھی اور مالدار ہونا بھی۔ اور اقوی القوم بمعنی قوم کا زارہ ختم ہونا (منجد) اور قُوَّة بمعنی زور۔ طاقت اور قُوْت بمعنی خوراک کی اتنی کم مقدار جس سے انسان زندہ رہ سکے۔ اور قُوِيٌّ بمعنی طاقت ور غالب۔ اور مقوی بمعنی خوراک کی تلاش میں مارا مارا پھرنے والا۔ مسافر محتاج۔ ارشاد باری ہے، نَحْنُ جَعَلْنَاهَا ذِكْرًا وَمَتَاعًا ہم نے اس درخت کو تمہارے لیے لمحہ شکر یہ اور مسافروں کے برتنے کا سامان بنایا ہے۔ (۵۶/۲۳)

۱۹۔ نَصَبَ: (يَنْصِبُ) بمعنی کسی چیز کو سیدھے رخ زمین میں کھڑا کر دینا۔ گاڑ دینا۔ اور نصب بمعنی راستے میں نشان کے طور پر گاڑے ہوئے پتھر بھی۔ اور نصب اور نبت بھی جو بغرض عبادت کسی جگہ گاڑ دیے جائیں (ج نصب اور انصاب) اور ان معنوں میں یہ لفظ قرآن میں بجز آیت آئی ہے۔ لیکن جب یہ باب عَلِمَ يَعْلَمُ سے آئے تو الٹ معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ یعنی انسان کا سخت محنت اور تھکاؤ کی وجہ سے جسم کو ستوی نہ رکھ سکنا (م۔ ل) نیز دیکھیے عنیمہ (۱۶) قرآن میں ہے، لَقَدْ لَقِيَْنَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا انْصَابًا (۱۳) اس سفر سے ہمیں بہت تھکان ہو گئی ہے۔

۲۰۔ نفق: نفق ہر ایسے زمین دوز راستے کو کہتے ہیں جس کے دونوں منہ کھلے ہوں جیسے چوہے یا سانپ

کابل یا سرنگ۔ اور نفق الیروبوع بمعنی چوہے کا اپنے سوراخ میں داخل ہونا بھی اور دوسرے راستہ سے نکل جانا بھی (منجد) قرآن میں یہ لفظ اصدا کی صورت میں تو استعمال نہیں ہوا، البتہ نفق سرنگ کے معنوں میں آیا ہے۔ اور نافق بمعنی ایمان کی بات ایک راستے سے داخل کرنا اور دوسرے سے نکال دینا۔ اور انفق بمعنی مال خرچ کرتے رہنا کہ ایک راستے سے آتا جائے اور دوسرے راستے پر (اللہ کی ہدایات کے مطابق) خرچ ہوتا جائے۔

۲۲- وَعَدَّ، وَعَدَّ سے وَعَدَّةٌ بمعنی کسی کو کسی اچھی بات کی امید دلانا (مفت) بھی آتا ہے۔ اور وَعِيدٌ بمعنی دھمکی دینا اور ڈرانا بھی۔ اور اس کی مثالیں قرآن کریم میں بکثرت موجود ہیں۔ اور اَوْعَدَّ کا لفظ ان معنوں میں خاص ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ (۱۶)

۲۳- وَتَأَاءَ: بمعنی آگے یا پیچھے۔ ظرف زمان و مکان دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، تفصیل کے لیے دیکھیے۔

۲۴- هَجَدَ: هَجَدَ (ہجود) بمعنی رات کو سونا یا جاگنا۔ اور هَجَدَ بمعنی نیند سے جاگنا۔ رات کو سونا رات کو جاگ کر نماز پڑھنا۔ اور تَهَجَّدَ بمعنی رات کو سونا یا بیدار رہنا (منجد) ارشاد باری ہے:

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدُ بِهِ نَافِلَةً لَكَ۔ اور بعض حصّہ شب میں بیدار ہو کر تہجد کی نماز پڑھا کر۔ یہ (شب خیزی) تمہارے لیے (سبب)

زیادت ہے۔

۲- مادہ میں ایک حرف کی تبدیلی سے قیاس یا مخالف معانی

۱- بَتَرَ اور بَتَكَ: بَتَرَ کا لفظ دم کاٹنے کے لیے مخصوص ہے۔ اور معنوی لحاظ سے مقطوع النسل یا اولد کہتے ہیں یا جس کا ذکر خیر باقی نہ رہے (مفت) ارشاد باری ہے:

إِنْ شَاءَ نَبْكَ هُوَ الْآبِتَرُ (۱۷)

اور بَتَكَ کا لفظ دوسرے اعضاء کاٹنے کے لیے آتا ہے (مفت) قرآن میں ہے:

فَلْيَبْتِكُنْ أَذَانَ الْأَنْعَامِ (۱۱۹)

۲- بَرَسَ اور بَرِحَ: بَرَسَ بمعنی سامنے آنا۔ کھلے میدان میں نکل آنا کہ دوسرے لوگ دیکھ سکیں۔ (مفت) ارشاد باری ہے:

وَلَمَّا بَرَسْنَا وَالْجَاوُونَ وَجُنُودَهُ (۲)

اور بَرِحَ بمعنی کھلے میدان کو چھوڑنا۔ کسی مکان سے ہٹنا اور جدا ہونا۔ زائل ہونا (منجد) اس لفظ پر عموماً لا اور لَنْ داخل ہوتا ہے۔ تو یہ کسی جگہ مستقل طور پر ٹھہرنے یا جگہ رہنے کے معنی دیتا ہے۔

اور حَتَّى سے مشروط ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

لَا أَبْرِحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ۔ جب تک میں دو دریاؤں کے سنگم پر نہ پہنچ جاؤں

ہٹنے کا نہیں۔ (۱۸)

۳- تَرِبَ اور تَرِفَ: تُرَابٌ مَعْنَى نَشْكَ مِثْلٍ اور تَرِبٌ مَعْنَى مَغْلَسِي كِي وَجہ سے خَاك ميں مُرل جانا۔ ارشاد باری ہے:

اَوْ مَسِيكِنًا اِذَا مَتَرَبْتُمْ (۹۱)

یا خَاك ميں ملے ہوئے (مسیکین کو کھانا کھلانا) اور تَرِفَ مَعْنَى نَوْشَمَالِي كِي زَنْدُغِي بَسْر كَرْنَا۔ ایسی آسودگی اور خوشحالی جو انسان کو برست اور یاد خدا سے غافل کر دے۔ قرآن میں ہے:

حَتَّىٰ اِذَا اَخَذْنَا مِثْرَقِيْهِمْ بِالْعَدَابِ (۲۳)

۴- جَسَسَ اور حَسَسَ: جَسَسَ مَعْنَى كَمِي چيز كے اندرونی حالات معلوم کرنے كے ليے جستجو کرنا۔ عیب جوئی کرنا۔ اسی سے لفظ جاسوس ہے۔ اور حَسَسَ عَمُوْمًا بَطْنُ مَعْنُوْم ميں اسْتِعْمَال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا (۲۱)

اور نہ تو ایک دوسرے كے عیب تلاش کرو اور نہ ہی ایک دوسرے كا كُكُ كرسے۔ اور حَسَسَ بِيرونی حالت معلوم کرنے كے ليے جستجو کرنے كے ليے آتا ہے اور یہ صفت محمود ہے۔ قرآن میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَجَسَّسُوْا (۱۱)

۵- جَنَفَ اور حَنَفَ: جَنَفَ مَعْنَى كَمِي ايك جانب جھكنا اور كَمِي كِي طرفداري كرجانا۔ اور یہ صفت مذموم ہے۔ قرآن میں ہے:

وَمَنْ خَافَ مِنْ مَّوْصِيٍّ جَنَفًا (۱۲)

اور اگر كَمِي كو وصیت کرنے والے كِي طرف سے كَمِي اِثْرَت كِي جانبداري كا اندیشہ ہو۔ اور یہ صفت محمود ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَأَنْ اَقِمَّ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا۔ اور یہ كے (لے محمد ﷺ) كيمو ہو كر دین (اسلام) كی پیروی كی جاؤ۔ (۱۳)

۶- حَتَّ اور حَصَّ: دونوں الفاظ اُبھارنا اور اُبھگت کرنا كے معنوں ميں آتے ہیں۔ حَتَّ صرف سواری كو چلانے یا اُبھگنے كے ليے اُبھانے كے ليے آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

يُنْتَبِئُ اللَّيْلُ اَلْتَّهَامَ يَنْطَلِبُ حَشِيْشًا۔ وہی رات كو دن كا لباس پنا آتا ہے كروہ اس كے پیچھے دوڑا چلا آتا ہے۔ (۱۴)

اور حَصَّ دوسری باتوں پر اُبھانے یا ترغیب دینے كے معنوں ميں آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَا يُحِضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْيَسْكِينِ (۳۱) اور نہ ہی وہ فقیر کو کھانا بھلانے کے لیے (لوگوں کو) ترغیب دیتا ہے۔

۶۔ حَصَدَ اور حَصَّدَ: حَصَدَ بمعنی بھیتنی کو کپکنے کے بعد کاٹنا۔ اور یہ لفظ عموماً درانتی سے کاٹنے کا معنی دیتا ہے کیونکہ مَحَصَّدَ درانتی کو کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُونَهُ فِي سَبِيلِهِ۔ اور جو بھیتنی یا غلہ تم کاٹو تو اسے خوشوں میں ہی رہنے دینا۔ (۱۱۷)

اور حَصَّدَ کا لفظ کسی خاردار پودے یا درخت یا اس کی شاخ سے کاٹنے کاٹ کر یا جھاڑ کھٹا کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

فِي سَبِيلِهِ مَحْضُودٍ (۳۸) بہتے ہیں بری کے درختوں میں جن میں کانٹا نہ ہو (عثمانی)

۷۔ خَلَصَ اور خَلَطَ، خَلَصَ بمعنی کسی چیز کو ملاوٹ اور آمیزش سے پاک دھان کرنا۔ خالص بنانا۔ قرآن میں ہے:

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ (۴۳) ہاں جنہوں نے توبہ کی اور اپنی حالت کو درست کیا اور خدا کی رسی کو مضبوط پکڑا اور خاص خدا کے حکم پر درار ہو گئے۔

اور خَلَطَ بمعنی دو یا زیادہ چیزوں کو آپس میں ملا دینا۔ ملاوٹ کرنا۔ آمیزش کرنا۔ قرآن میں ہے:

وَالْآخِرُونَ أَعْتَرَوْهُم بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا (۹۱) اور کچھ دوسرے لوگ ہیں جو اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں۔ انہوں نے اچھے اور بُرے عملوں کو ملا جلا دیا تھا۔

۸۔ دَرَجَ اور دَرَكَ بمعنی سیر پھسی کے ڈنڈے یا اڈے۔ جب اوپر چڑھیں تو یہ درج (ج درجات) کہلاتے ہیں گے۔ اور جب اوپر سے نیچے اتریں تو یہی ڈنڈے یا اڈے درك (ج دركات) کہلاتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

وَأَلْفَن مِّثْلَ الَّذِينَ عَلَيْهِنَ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَ دَرَجَةٌ (۲۳۸) اور عورتوں کا حق (مردوں پر) ویسا ہی ہے جیسے دستور کے مطابق مردوں کا حق (عورتوں پر) ہے۔ البتہ مردوں کا عورتوں سے ایک درجہ اوپر ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

إِنَّ النَّبِيِّينَ فِي الذَّلِيلِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّاسِ (۲۳۸) منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔

یعنی دواؤہ یا زئمہ جو دوزخ کی س سے ل رہا ہے۔

۹۔ ذَوْر اور ذَوْرٌ: دونوں لفظ خوردش ایام کے لیے آتے ہیں۔ دوسرے بڑے مفہوم میں آتا ہے۔ یعنی محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حوادث، بدبختی اور تنگی ترشی کا دُور اور دُول خوشحالی کے دور کے لیے آتا ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے ٹریش ایام)

۱۰- رَقَّ اور قَبَّقَ: رقیق بمعنی دو یا زیادہ چیزوں کو اس طرح ملانا کہ وہ آپس میں بڑ جائیں یا پیوست ہو جائیں۔ اور قَبَّقَ بمعنی ایسی پیوستہ چیزوں کو جدا جدا کر دینا۔ ارشاد باری ہے:

أَوَلَمْ يَرِ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا (۲۱)

بند تھے تو ہم نے اُن کو جدا جدا کر دیا۔

۱۱- رَعَبَ اور سَاهَبَ، رَعَبَ بمعنی کسی چیز کی اس طرح خواہش کرنا اور شوق رکھنا کہ اس سے کچھ امید بھی والبتہ ہو۔ اور سَاهَبَ اس کی ضد ہے یعنی ایسا خوف جن میں احتیاط اور اضطراب بھی شامل ہو۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَ
يَدْعُونَ نَسًا سَاهَبًا سَاهَبًا (۲۲)

وہ لوگ بھلائیوں کی طرف دوڑتے تھے اور ہمیں امید و خوف سے پکارتے تھے۔

۱۲- سَرَاب اور شَرَاب: ہر پلنے کی چیز جو فی الواقعہ پلنے کی چیز ہو وہ شراب ہے۔ اور جو چیز نظر تو شراب آئے مگر حقیقت اس کے برعکس ہو تو وہ سَرَاب ہے۔ لہذا سَرَاب دھوکا کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور سَرَاب دراصل ریت کے اس میدان کو کہتے ہیں جو دُور سے سورج کی روشنی میں موجیں مارتا پانی نظر آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَصْحَابُ الْكُوفِ
يَقِينَةٍ يَتَّبِعُونَ الظَّالِمَ مَا (۲۳)

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے میدان میں ریت۔ کہ پیاسا اسے پانی سمجھے۔

۱۳- سَلَفَ اور خَلَفَ، سَلَفَ بمعنی کسی شخص کے آبا۔ و اجداد جو نیک چال رکھتے ہوں۔ اور خَلَفَ اس کی ضد یعنی کسی شخص کی ما بعد کی نسل جو برے عادات و اطوار رکھتے ہوں۔ سَلَفَ اس پر سے معنی میں قرآن میں استعمال نہیں ہوا۔ البتہ خلف کا ذکر موجود ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَخَلَفَ مِنْ بَدِّهِمْ خَلْفًا أَضَاعُوا
الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشُّهُوتَ فَسُوتَ
يَلْقُونَ عِيًّا (۲۴)

پھر ان کے بعد ان کے نامخلف جانشین ہوئے۔ جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات نفسانی کے پیچھے لگ گئے۔ یہ لوگ عنقریب روزخ میں ڈالے جائیں گے۔

۱۴- سَقَطَ اور لَقَطَ، سَقَطَ بمعنی کسی چیز کا اِدِر سے زمین پر گرنا۔ قرآن میں ہے:

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَلْقَاهَا (۲۵)

اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر اللہ اسے جانتا ہے۔

اور لَقَطَ اور التَّقَطُ: بمعنی زمین پر کسی ٹری کی پڑی کو اٹھالینا۔ بغیر تکلف کے یا مزاحمت کے کوئی چیز پکڑ لینا۔ اٹھالینا۔ قرآن میں ہے:

الْقُوَّةُ فِي غَيْبَتِ الْجَبِّ يَلْتَقِطُ بَعْضُ
السَّيَّارَةِ (۲۶)

یوسف کو کسی گہرے کنویں میں ڈال دو۔ کوئی راہ گری اُسے اٹھالے جائے گا۔

۱۵- صَبَقَ اور صَفَعُ: صَاعَقَهُ اور صَاعَقَهُ دونوں کے معنی ہیں ہولناک دھماکہ۔ اگر یہ اجسام سادی سے

معلق پھر صاعقہ ہے اور اگر اجسام ارضی سے متعلق ہو تو صاعقہ ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَعَمَّوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ فَاخَذَ اللَّهُ الصَّيْقَةَ
 سَوَائِنَ كَوْكَبَاتٍ لَمَّا أَكْبَرُوا۔

اور صَفَّعَ کا استعمال قرآن میں نہیں ہے۔

۲۶۔ صَلَحَ اور طَلَحَ: صَلَحَ کی ضد فَسَدَ بھی ہے اور طَلَحَ بھی۔ صَلَحَ بمعنی بگاڑ کو درست کرنا۔ بگڑی ہوئی چیز کو ٹھیک کر دینا۔ اور اعمال صالحہ یا صحبت صالح کے مقابل طالح استعمال ہوتا ہے لیکن طَلَحَ کا استعمال قرآن کریم میں نہیں ہے۔

۱۷۔ فَصَمَ اور قَصَمَ: فَصَمَ کسی چیز کو اس طرح توڑنا کہ علیحدہ نہ ہو۔ اور انفصام بمعنی علیحدہ ہونے بغیر کسی چیز کا ٹوٹ جانا جیسے شیشہ میں بال آجاتا ہے۔ یا کسی دھات کی چیز میں لکیر آجسانا۔ ارشاد باری ہے:

فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ
 بِآيَاتِهِ فَقَدْ أَسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى
 الَّتِي لَا انفِصَامَ لَهَا (۲۵۶)

جس شخص نے غیر اللہ کا انکار کیا اور صرف اللہ پر ایمان لایا تو اس نے ایسے مضبوط کنڈے کو پکڑ لیا، جس میں کبھی لکیر بھی نہ آئے۔

اور قصم بمعنی توڑ کر ریزہ ریزہ کر ڈالنا۔ پس ڈالنا۔ ارشاد باری ہے:

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قُرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً
 اور ہم نے کتنی ہی بستیوں کو پیس ڈالا جو ستم گار تھیں۔ (۲۱)

۱۸۔ قَطَّ اور قَدَّ: قَطَّ بمعنی کسی چیز کو چوڑائی کے رُخ کاٹنا۔ جیسے قلم کو قَطَّ لگانا۔ اور قَدَّ بمعنی کسی چیز کو لمبائی کے رُخ بچھارنا۔ اور اسی سے لفظ قد دقامت ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَأَسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصُهَا
 مِنْ دُبُرٍ (۱۶)

اور وہ دونوں دروازے کی طرف بھاگے (آگے پوسٹ پیچھے زلیخا) اور عورت نے اس کا کرتا پیچھے سے پکڑ کر جو کھینچا تو اسے بچھاڑ ڈالا۔

قَطَّ کا لفظ قرآن کریم میں ان معنوں میں نہیں ہے۔ البتہ قَطَّ کا لفظ بمعنی اعمال نامہ یا ایسا حکمانہ ہے جس میں اس شخص کے متعلق قطعی اور دو ٹوک فیصلہ ہو۔

۱۹۔ نَفَحَتْهُ اور لَفَحَتْهُ: نَفَحَتْ (ام متره) بمعنی سخت سرد ہوا کی ایک بھانپ۔ ایک دفعہ ہوا کا ٹھکی کو ٹکرانا۔ ایک جھونکا۔ جیسے ایک بار دھونکنی سے ہوا دی جاتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَمَّا مَسَّتْهُمُ نَفْحَةٌ مِنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ يُوَيْلِنَا اَنَّا كُنَّا
 ظَالِمِينَ (۲۱)

اگر انہیں تمہارے پروردگار کے عذاب کی ایک بھانپ بھی پہنچے تو کہنے لگیں۔ ہائے بدبختی ہماری! بیشک ہم گنہگار تھے۔

اور لَفَحَتْهُ۔ نَفَحَتْ کی ضد ہے یعنی گرم ہو کر لو کا ایک جھونکا۔ منہ مجلس دینے والی گرم ہوا کی ایک

بجانب۔ لفتحہ کا لفظ قرآن میں نہیں۔ البتہ لَفْتَحَ کا استعمال موجود ہے۔ ارشاد باری ہے:

تَلْفَحُ وُجُوهُهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ (۲۳)

آگ ان کے چہروں کو جھلس دے گی اور وہ اس میں بد شکل بنے ہوں گے۔

۲۰۔ میل۔ مید۔ حد اعتدال یا سیدھے راستہ سے کسی ایک طرف جھکنے کو مائل کہتے ہیں۔ اور یہ لفظ عام ہے۔ اور اگر یہ جھکاؤ کبھی ایک طرف ہو کبھی دوسری طرف۔ کبھی ادھر کبھی ادھر۔ تو یہ حالت مَادَ کا مفہوم ہے۔ بمعنی ہلنا جلنا۔ بچکولے کھانا۔ اور مادت بہ الارض بمعنی اُسے چکر آیا اور وہ زمین پر گر پڑا۔ یا زمین اس کے ساتھ گھوم گئی۔ اور مَادَ التَّجَلُّلِ بمعنی آدمی کو سر چکولنے کی بیماری لاحق ہو گئی (منجد۔ م۔ ق) ارشاد باری ہے:

وَالْقَى فِي الْأَرْضِ رَدًا لَا يَمِيْدُ لَكُمُ (۱۶)

اور اسی نے زمین پر پہاڑ بنا کر رکھ دیے کہ تم کو لے کر کہیں جھک نہ جائے۔

۲۱۔ نَاشٌ اور نَالٌ۔ دونوں قریب المعنی الفاظ ہیں بمعنی کسی چیز کو بڑھ کر ہاتھ سے پکڑ لینا یا ہاتھ کا کسی چیز تک پہنچنا۔ ان میں فرق صرف یہ ہے کہ نَالٌ صرف کسی مرغوب چیز کے ہاتھ لگنے کے لیے آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْتُمْ لَكُمْ فَانْفِقُوا (۹۱)

تم اس وقت تک نیکی تک نہیں پہنچ سکتے جب تک ایسی چیزوں کو راہِ خدا میں خرچ نہ کرو جو تمہیں پسندیدہ ہیں۔

اور ناش کا اطلاق مرغوب وغیر مرغوب سب پر ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَأَنزَلْنَا لَهُمُ الثَّنَائِدَ مِنْ مَّكَانٍ مُّبِينٍ (۵۲)

کو کیونکر پہنچ سکتا ہے!

۲۲۔ هَرَقٌ اور هَرَسٌ دونوں کے معنی کسی چیز کو جنبش دینا۔ ہلانا اور جھنجھوڑنا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ هَرَقٌ کا لفظ موٹی، بھاری اور بڑی چیزوں کے لیے آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَهَرَقَ إِلَىكَ بِحِذِّجِ النَّخْلَةِ (۱۶)

اور بھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ۔

اور هَرَسٌ نرم و نازک اور چھوٹی چیزوں کو ہلانے کے لیے آتا ہے۔ جیسے موٹی نے فرمایا:

وَأَهْسَبُهَا عَلَى عَجَبِي (۲۸)

اور میں اس (لاٹھی) سے اپنی بکریوں کیلے پتے جھاڑنا چاہوں۔

۳۔ چند مشہور الفاظ اور ان کی ضد

لفظ اور معنی	ضد	لفظ اور معنی	ضد	لفظ اور معنی	ضد
عذاب	ثواب اچھا بدلہ	بَرَح	بوسہ کھلے میدان میں سامنے آنا	ابد زمانے کی انتہاء	ازل
قدس	جبر فقیہ اور اصلاح	نقص	اَبْرَمَ مضبوط بنانا	اشع گناہ اور گناہ کی طرف میلان	بق
قدیم	جدید نیا	مَلَك	بشو انسان	قلب اشع	قلہلیم
صَبْر	جَزَع بے قرار ہونا	ذکر	بشیر خوشخبری دینے والا	الخِرّ پھلے	اول سابق
کل	جزء حصہ ٹکڑا	حُب	بغض چھپی دشمنی	الخِرّ دوسرے	اول
قَامَر	جَلَس بیٹھنا	حَق	بَطَل برباد ہونا	آخر پیچھے وانا کرنا	قدم
خفی	جلو جلی جلی روشن چیر ڈالنا	حَق	باطل ناحق غلط	استاخر پیچھے رہنا	استقدم
فَرَق	جَمَع اکٹھا کرنا	ظَهَرَ	باطن پوشیدہ ہونا	ارض زمین پستی	سماء
تَفَرَّق	تَجَمَع اکٹھا ہونا	ظاہر	باطن پوشیدہ	(اصل) اصل پھلا پھلنا	بکرة
انتشار	اجتماع اکٹھے	قبل	بعد پیچھے	أَلْف متفرق اجزاء کو اکٹھا کرنا	شَدَّت
اختلاف	اجتماع اتفاق ملے ہونا	قَرَب	بَعَد دور ہونا	امور حکم دینا	تَهَلَّى
انس	جن (پوشیدہ مخلوق)	قریب	بعید دور	امِنَ ایسا لانا	كَفَرَ
حَتَف	جَنَف ایک طرف مائل ہونا	کل	بعض ٹکڑا۔ کچھ	امن	خَوَّن
شعب	جوع) جاع بھوکا ہونا	فنی۔ نقد	بقی باقی رہنا	امانت	خیانت
محدب	مجون) محو دریاں بحالی	مُنْتَب	بکڑ کنوارہ کنواری	اُنْثَى ماہہ (مونث)	ذکرا
اَسْر	جہر بول کر ظاہر کرنا	سوداء	بیضاء سفید رنگ کا	اِنْس (نظر آنے والی مخلوق)	جن
عِلْم	جہل نہ جاننا	اَسْوَد	اَبْيَض	انوس کے منوں میں)	وحش
عالم	جاہل نادان	ت	ت	اول پہلا	اخر الخِر
معروف	مجہول مجہول	فوق	تحت نیچے	ب	ب
	ح		ث	بِئْس بُرَا	بِئْس بُرَا
گرہ	حَبّ پسند کرنا	ذال ذل زلت	ثبیت برقرار رہنا	بِأَسَاء	بِأَسَاء
بغض	حُبّ - محبت	محا محو	اَثْبَت برقرار رکھنا	بَدَا	بَدَا
مجون	حدب (محدب)	خَفَّت	ثَقُلَ بھاری ہونا	بَدَا	بَدَا
	دریاں سے اُجھرا ہوا	خفیف	ثقیل بوجھل	بَدَا	بَدَا

لفظ اور معنی	ضد	لفظ اور معنی	ضد	لفظ اور معنی	ضد
س	س	شَرٌّ برائی	خیر	سَسْبَغَ پورا کرنا۔ پوری طرح کرنا	سَسْبَغَ پورا کرنا۔ پوری طرح کرنا
سَتْرٌ ڈھانپنا	سَتْرٌ ڈھانپنا	اَشْرَاسُ بڑے لوگ	ابرار	كَقَصَرَ كَقَصَرَ	كَقَصَرَ
سَتْرٌ خوش کرنا (فل ۱۹۶)	سَتْرٌ خوش کرنا (فل ۱۹۶)	(شوق) اِشْرَاقِ پاشت	عشیا	كَقَشَفَ كَقَشَفَ	كَقَشَفَ
سَتْرَاءٌ خوشحالی کا دور	سَتْرَاءٌ خوشحالی کا دور	مشرق	مغرب	كَقَصَحَّ كَقَصَحَّ	كَقَصَحَّ
اَسْتَرَّ چھپانا	اَسْتَرَّ چھپانا	شوقیۃ	غریبۃ	بِاسَاءَ بِاسَاءَ	بِاسَاءَ
سَتْرَعٌ جلدی کرنا	سَتْرَعٌ جلدی کرنا	شغل کام میں مصروف ہونا	قَوَّعٌ	اعلن اظہر	اعلن اظہر
(سرف) اسرافِ فضولِ خرچ کرنا	(سرف) اسرافِ فضولِ خرچ کرنا	شقی بد بخت	سعید	بَطَّأَ بَطَّأَ	بَطَّأَ
سَفَفَةٌ جواب میں جلدی کرنا	سَفَفَةٌ جواب میں جلدی کرنا	بِشَقْوَةٍ بد بختی	سعادت	اِقْتَسَرَ اِقْتَسَرَ	اِقْتَسَرَ
سَعَدٌ نیک بخت ہونا	سَعَدٌ نیک بخت ہونا	شُكْرٌ نعمتوں پر شکر ادا کرنا	كُفْرٌ	حَلَمَ حَلَمَ	حَلَمَ
سَعِيدٌ	سَعِيدٌ	شمال (شمال) بائیں طرف	یمن	شَقَى شَقَى	شَقَى
سَفَلٌ (اسفل) پچلا۔ کینہ	سَفَلٌ (اسفل) پچلا۔ کینہ	شہیق گھمسنے کی انتہا	زفیر	شَقِيْقٌ شَقِيْقٌ	شَقِيْقٌ
سُفْلٌ	سُفْلٌ	شہوة کسی چیز کی خواہش	نقومہ	اَعْلَى اَعْلَى	اَعْلَى
سَلَفٌ آبار و اجداد	سَلَفٌ آبار و اجداد	ص	ص	عَلِيَا عَلِيَا	عَلِيَا
(سَلَمٌ) اسلمہ اسلام لانا	(سَلَمٌ) اسلمہ اسلام لانا	(صَبَحٌ) اصبح صبح کرنا	امسا	خَلَفَ خَلَفَ	خَلَفَ
سلام۔ سلامت	سلام۔ سلامت	صبح کے وقت کوئی کام کرنا	صبح کے وقت کوئی کام کرنا	كَقَفَرَ كَقَفَرَ	كَقَفَرَ
(سمن) سمان موٹی	(سمن) سمان موٹی	صَبْرٌ صَبْرٌ	جَزَعٌ جَزَعٌ	هَلَاكَتٌ هَلَاكَتٌ	هَلَاكَتٌ
(سمو) سماء آسمان۔ بجنہ	(سمو) سماء آسمان۔ بجنہ	صَدْرٌ فراغت کے بعد دل چاہنا	وَرَدٌ وَرَدٌ	عِجَابٌ عِجَابٌ	عِجَابٌ
(سود) اسود سیاہ۔ کالا	(سود) اسود سیاہ۔ کالا	صَدَقٌ سچ بولنا	كِدَابٌ كِدَابٌ	اَرْضٌ اَرْضٌ	اَرْضٌ
سَوْدَاءٌ	سَوْدَاءٌ	صدیق	عدو	اَبِيضٌ اَبِيضٌ	اَبِيضٌ
(سوغ) ساغ آسانی سے	(سوغ) ساغ آسانی سے	صَدَقٌ تصدیق کرنا	كَدَابٌ كَدَابٌ	بَيْضَاءٌ بَيْضَاءٌ	بَيْضَاءٌ
گلے سے اتر جانا	گلے سے اتر جانا	صِرَصِرٌ ٹھنڈی سیت ہونا	سومر	عَضَّ عَضَّ	عَضَّ
استواء برابر اور موافق	استواء برابر اور موافق	صَعَدَ دشواری سے اتر چڑھنا	نَزَلَ نَزَلَ	تَقَاوَدٌ تَقَاوَدٌ	تَقَاوَدٌ
ش	ش	صَعَقَ بے ہوش ہونا	افاق	ش	ش
شَمْعٌ مشتملہ خوشنویس	شَمْعٌ مشتملہ خوشنویس	صَاعِقَةٌ آسمانی ٹوک	صاقتہ	ش	ش
شَتَّ پراگندہ کر دینا	شَتَّ پراگندہ کر دینا	صَغَرٌ صَغَرٌ	کَبْرٌ کَبْرٌ	بَيْنَ مِيْمَتَيْنِ بَيْنَ مِيْمَتَيْنِ	بَيْنَ مِيْمَتَيْنِ
یشثاء سردی کا موسم	یشثاء سردی کا موسم	صَغِيْرٌ اصغر	کبیر بکبر	اَلْفٌ اَلْفٌ	اَلْفٌ
شاهد حاضر	شاهد حاضر	صَغَارٌ ذلت	عزّت	صَيْفٌ صَيْفٌ	صَيْفٌ
		صَلَحٌ بگاڑ کا ٹھیک کرنا	فسد	غَائِبٌ غَائِبٌ	غَائِبٌ

ظہر ظاہر ہونا	بطن	اعلو اعلى بلند۔ بلند تر	اسفل	انفصال	اتصال
ظاہر	باطن	علیاً	سُفلی	فَظَّ سَمَتْ سَمَتْ خَو	لین
ع	ع	اعوجاج	تقویہ	فَقَر	غنی
عبد غلام	حُرّ	غ	فَلَاح (افلاح) کامیاب ہونا	فَاح (افلاح) کامیاب ہونا	خاب
عجز دراندگی	قُدْرَت	عَرَب	فَنی فنا ہونا۔ ہلاک ہونا	فَنی فنا ہونا۔ ہلاک ہونا	بغی
عجاج رُبعے	سِمان	مَغْرِب	تَفَاوُت نامطابقت	تَفَاوُت نامطابقت	استواء
عجبی	عربی	غَرْبِیتہ	فوق اوپر	فوق اوپر	تحت
عدل انصاف	ظلم	غَدْوۃ - غَدَاۃ - غَدُو	سُرُوقِیۃ	ق	
عدم	حدث	پہلا پھر	سَاح	قَبْل - پِہلے	بَعْد
عَدُوّ	صَدِیق و	عَشَاقِ سَمَتْ مُنْہَا پانی	عَشِیا	قَبْل (اقتار) بخوبی کرنا	اسرار
عدوان کرشی کرنا	تقوی	یابِیپ)	حَمِیہ	قَبَض مٹھی میں لینا۔ بند کرنا	بسط
عَرَج (آہستہ آہستہ) اوپر	نَزَلَ	غَضَّ گلے میں ایک جانا	سَاقِ	تَنگ کرنا	
پڑھنا	اَكَنَّ	غَلِیظ مڑنا۔ سخت دل	رَفِیق	قَبَل (اقتار) بخوبی کرنا	
عَرَض پیش کرنا	طول	غَلَق بند ہو جانا۔ کرنا	فَكَ	قَدَّر اندازہ کے مطابق سمیٹنا	عجز
عَرَض چوڑائی	نکر	اَعْلَق چھپکلی بندش	فَتَح رَضوح	قُدْرَت	اُخْر
عرفن پہچانا	انکر	عَوَى گراہ ہونا	رَشَد	قَدَّم آگے بھیجنا	استاخر
اعرفن	نکرہ	غَنی گمراہی	رَشَد	اَسْتَقَدَّم آگے ہونا	جدید
(اسم) معرفتہ	بجھل منکر	غَوَى بد چلن	رَشِید	قَدِیہ پرانا	بعید
معروف	یُسِّر	(غیب) غَاب غائب ہونا	حَضَرَ شَہِد	قَرِیب	رِقَّة
حُسر	غَدُو اشراق	(غیض) غَاض سکوڑنا	اَزْدَاد	قَسْوۃ سنگ دلی	مَدَّ - طَالَ
عشیاً شام۔ کچھلا پھر	غَدَاۃ	ف	اَزْدَاد	قَصَّر صکت پہنچا کم کرنا	وَصَلَ
رات کی ابتداء	منع	فَتَح کھولنا۔	اَعْلَقَ	قَطَعَ تڑونا	قَام
(عطو) عطاء	ثواب	فَتَح غلبہ	هَزِیمَت	قَعَد بیٹھنا	کَثُر
عقاب برے کام کا بد دنیا	حَلّ	فَتَح پیرت چیزیں کو جدا کرنا	رَاقَ	قَل تعداؤ یا مقدار میں کم ہونا	کثیر
عَقَدَ گر لگانا	لَاقَح	فَرَح خوش ہونا	حَزَنَ	قَلِیل	قد جلس
عَقَم بانجھ ہونا	لَاقَح	فَرَح شاخ۔ ضمنی مسائل	اَصَلَ	قَام کھڑا ہونا	اعوجاج
عقیم	جھل جھل	فَرَح فَاَرَح ہونا	شَغَلَ	تَقَوِیہ	صَنَع
(علو)۔ عالم	عَلَنَ ظاہر کرنا	فَسَد فساد کرنا۔ بگاڑنا	صَلَح	ثَوْت زور۔ طاقت	
	خَفِيَ اسْتَر	فَصَلَ جدا کرنا	وَصَلَ		

- ۲۲- حَسَنٌ - يَحْسُنُ - حَسَنًا - قَلَّ كَرْنًا - جُرُوسٌ اَلْكَافِرَاتُ (۳/۱۵۳)
- حَسَنٌ - يَحْسُنُ حَسَنًا وَحَسَنًا - مَحْسُوسٌ كَرْنًا - مَعْلُومٌ كَرْنًا - (۶/۱۶)
- ۲۳- حَصْرٌ - يَحْصُرُ حَصْرًا - كَغَيْرِهَا - مَحَاصِرُهُ كَرْنًا (۳/۱۶)
- حَصْرٌ - يَحْصُرُ حَصْرًا - آدَمِيٌّ كَادِلٌ تَنَكُّ هَوْنًا (۴/۱۶)
- ۲۴- حَصْنٌ - يَحْصُنُ - حَصْنًا مَضْبُوطٌ جَكَهٌ مِيْنٌ مَحْفُوظٌ كَرْنًا (۵۹/۱۳)
- حَصْنٌ - يَحْصُنُ - حَصَانَةٌ - مَحْفُوظٌ رَهْنًا - رَكْحَضًا عَوْرَتٌ كَا پَاكِدَامِنٌ هَوْنًا (۲۳/۲۳)
- ۲۵- حَقٌّ - يَحِقُّ - حَقًّا (عَلَيْهِ) اس پر لازم اور واجب ہونا (۳/۱۶)
- حَقٌّ - يَحِقُّ - حَقًّا وَحَقَّقَةً (الْأَمْرُ) بَاتٌ ثَابِتٌ اور واجب ہوتی (۸۳/۵۳)
- ۲۶- حَكْمٌ - يَحْكُمُ - حُكْمًا وَحُكُومَةً - فَيُصَلِّهِ كَرْنًا - عِلْمٌ دِيْنًا - (۸۳/۵۳)
- حَكْمٌ - يَحْكُمُ - حِكْمَتٌ وَا نَا اور در اندیش ہونا (۲/۱۶)
- ۲۷- حَلٌ - يَحِلُّ - حَلًّا - حَلَالٌ هَوْنًا - آدَمِيٌّ كَا اِحْرَامٌ سَعْلَمْنَا (۵/۱۶)
- حَلٌ - يَحِلُّ - حَلًّا - مُشْكَلٌ كُوْطَلٌ كَرْنًا - نَازِلٌ هَوْنًا - وَا رِدٌ هَوْنًا (۱۱/۱۶)
- ۲۸- حَلْمٌ - يَحْلَمُ - حُلْمًا - نِيْنِدٌ مِيْنٌ خَوَابٌ وَكَيْفَانُ لُكَّةٌ كَا بَالِغٌ هَوْنًا (۲۲/۵۸)
- حَلْمٌ - يَحْلَمُ - حِلْمًا - صَا حِبٌ حَوْصَلٌ هَوْنًا - بَرْدٌ بَارٌ هَوْنًا (۲/۱۶)
- ۲۹- حَلِيٌّ - يَحْيِي - حَيًّا وَحَيَاتًا وَحَيَاةً - حَمَايَةٌ كَرْنًا - دَوْرَسٌ سَعْلَمَانَا (۲۴/۱۶)
- حَيٌّ - يَحْيِي - حَيًّا وَحَيَاتًا وَحَيَاةً - آگٌ كَا بَهْرُكٌ اِطْمَا (۹/۱۶)
- ۳۰- حَاوِرٌ - يَحْوِرُ حَوْرًا - وَا لِيْسٌ هَوْنًا - مَرْنًا - مَتَجِيْرٌ هَوْنًا (۸۲/۱۳)
- حَوْرَاتٌ - تَحْوِرُ حَوْرًا - آكْمَهُ كِي سَفِيْدِيْ بَهْتٌ سَفِيْدٌ اور پَتْلِيْ بَهْتٌ سِيَاہُ هَوْنِيْ (۵۵/۲۲)
- ۳۱- حَيِيٌّ - يَحْيِي - حَيْوَةً - زَنْدَةٌ رَهْنًا - جِيْنَا (۳۸/۱۶)
- حَيٌّ - يَحْيِي - حَيًّا - دُعَاوِيٌّ - حَيَاةٌ اللهُ بِنَا (۵۸/۱۶)
- حَيَاءٌ شَرْمَانَا (۲/۱۶)
- ۳۲- حَبْتٌ - يَحْبُثُ - حُبْنًا - رُوِيٌّ اور خَرَابٌ هَوْنًا (۷۵/۱۶)
- حَبْتٌ - يَحْبُثُ - حُبْنًا وَخَبَانَةٌ - كَنْدَةٌ اور نَا پَاكٌ هَوْنًا (۲/۱۶)
- ۳۳- خَطَأٌ - يَخْطِئُ - خَطَاً - غَلْطِيٌّ كَرْنًا - (وَالسُّنَّةُ يَانَا دَسْتَهُ) (۲/۱۶)
- خَطَأٌ - يَخْطِئُ - خَطِيْئَةً - كَنَاهٌ كَرْنًا - قُصُوْرٌ كَرْنًا (۱۶/۱۶)
- ۳۴- خَطْبٌ - يَخْطُبُ - خَطْبًا وَخُطْبَةً - وَعِظٌ كَرْنًا - خَطَابٌ كَرْنًا - تَقْرِيْرٌ كَرْنًا (۱۱/۱۶)
- خُطْبَةٌ وَخُطَيْبَةٌ - مَنَكْنِيٌّ كَرْنًا (۲/۱۶)
- ۳۵- خَلْفٌ - يَخْلُفُ - خِلَافَةً - جَانِثِيْنٌ هَوْنًا (۱۱/۱۶)
- خَلْفًا وَخِلْفَةً - اِيْكٌ دَوْرَسٌ كَعِيْجَمٌ اَمَا (۷/۱۶)

خَلَانَةٌ وَخَلُوفًا بے وقوف ہونا۔ اسلام کی عادت کو چھوڑ دینا۔ (۳۶۸)

۳۶- خَارَ - يَخِيرُ - خَيْرًا - صاحبِ خیر ہونا (۳۶۶)

خَيْرَةً، خَيْرَةً وَخَيْرًا - پسند کرنا۔ اختیار کرنا۔ رکھنا (۳۶۸)

۳۷- دَعَا يَدْعُو دَعَاءً - پکارنا۔ دُعا کرنا (۳۶۸)

دَعْوَةً وَمَدْعَاةً - کھانے پر بلانا (۳۶۲)

۳۸- دَنَى - يَدْنُو - دُنُوًا - نزویک ہونا (۳۶۲)

دَنَى يَدْنِي دَنَا وَدَنَايَةً - گھٹیا اور رزی ہونا (۳۶۱)

۳۹- دَانَ يَدِينُ دَيْنًا - کسی کو قرض دینا (۳۶۱)

دَيْنًا وَدِيَانَةً - محکوم ہونا۔ عبادت چاہنا۔ ذلیل کرنا۔ دین اسلام قبول کرنا (۳۶۱)

۴۰- ذَلَّ يَذِلُّ - ذُلًّا وَذِلَّةً وَذِلَالَةً (فاذلیل) بے عزت ہونا۔ (۳۶۲)

ذِلًّا وَذِلَالًا — (فاذلول) آسانی سے مطیع ہو جانا۔ (۳۶۱)

۴۱- رَفَعَ - يَرْفَعُ رَفْعًا - بلند کیا عزت دی (۳۶۳)

رَفَعُ يَرْفَعُ رِفْعَةً وَرِفَاعَةً اُونچے قدر والا ہوا (۳۶۳)

۴۲- رَاحَ - يَرْوِحُ - رَوَاحًا - کچھلے پر آنا۔ جانا یا کوئی کام کرنا۔ (۳۶۱)

رَاحَ - يَرَّاحُ - رَاحَةً - راحت پانا (۳۶۱)

سَاحَ - يَسْرِحُ - سَرِيحًا - کسی چیز کی بُو پانا (۳۶۳)

سَاحَ - يَسْرَحُ - رِيحًا - ہوا کا تیز چلنا (۳۶۳)

۴۳- نَمَرَ - يَنْزُرُ - نَمْرًا وَنَمِيَارَةً - کسی کو ملنے اور دیکھنے جانا (۳۶۲)

نَمَرَ - يَنْزُرُ زَمْرًا - جھکنا اور ٹیڑھا ہونا (۳۶۱)

۴۴- سَخِرَ - يَسْخَرُ - سَخْرًا - مذاق اڑانا۔ ٹھٹھا کرنا (۳۶۱)

سَخِرَ - يَسْخَرُ - سَخْرِيًّا - بے گار میں لینا۔ تابعدار بنانا (۳۶۳)

۴۵- سَفَرَ - يَسْفِرُ - سَفُورًا - سفر کو نکلنا (صبح کا) روشن ہونا (عورت کا) چہرہ کھولنا۔ (۳۶۳)

سَفَرَ - يَسْفِرُ - سَفْرًا وَسَفَارَةً سَفِيرًا - لوگوں میں صلح کرانا۔

۴۶- سَادَ - يَسُودُ - سُودًا وَسُودًا أَسِيًا - ہونا۔ بزرگ ہونا۔ قوم کا سردار ہونا (۳۶۲)

سُودَ - يَسُودُ - سُودًا وَسُودًا أَسِيًا - ہونا (۳۶۲)

۴۷- شَعَرَ - يَشْعُرُ - شَعْرًا - بال لمبے اور زیادہ ہونا (۳۶۱)

شَعَرَ - يَشْعُرُ - يَشْعُرًا شَعْرًا - شاعر ہونا (۳۶۶)

شَعَرَ - يَشْعُرُ - شَعْرًا وَشُعُورًا وَشُعُورَةً - معلوم کرنا۔ شعور رکھنا۔ سمجھنا (۳۶۶)

۴۸- شَهِدَ - يَشْهَدُ - شَهَادَةً - موجود ہونا۔ حاضر ہونا۔ کسی چیز کا معائنہ کرنا (۳۶۵)

- شہد - يشهد - شہادۃ - عدالت کے سامنے گواہی دینا (۱۳)
- ۴۹ - صَدَّ يَصُدُّ صَدًّا - روکنا - بند کرنا - منع کرنا - ہٹانا (۲۴)
- صَدَّ يَصُدُّ - صَدِيدًا - شور و غوغا کرنا - واویل کرنا - چیخنا - چلانا (۲۴)
- ۵۰ - ضَعَفَ - يَضْعَفُ - ضِعْفًا بمعنی روچند کرنا (۲/۶۶۵)
- ضَعُفٌ - يَضْعُفُ - ضِعْفًا کمزور ہونا (۳/۱۳۶)
- ۵۱ - ظَلَّ - يَظِلُّ - ظِلًّا وَظِلْوًا - سارا دن رہنا (۱۵)
- _____ ظَلًّا ظِلَالَةً - سایہ دار ہونا (۲/۵۴)
- ۵۲ - ظَلَمَ - يَظْلِمُ - ظُلْمًا - ظلم کرنا - (۲/۱۳۱)
- ظَلَمَ يَظْلِمُ ظُلْمًا وَظُلْمَةً اندھیرا کرنا (۲/۶)
- ۵۳ - ظَهَرَ - يَظْهَرُ - ظَهْرًا - مدد کرنا - پشت پناہی کرنا (۲۲)
- _____ ظَهْرًا - ظاہر ہونا - چڑھنا (۲/۳۱)
- ۵۴ - عَبَدَ يَعْبُدُ اللہ کو ایک جاننا اور اس کی عبادت یا بندگی کرنا (۲/۶)
- عَبَدَ يَعْبُدُ غلام ہونا - تبتضہ میں آنا - آبا - واجداد سے غلامی میں چلے آنا (۲/۶)
- ۵۵ - عَجَزَ - يَعْجُزُ - عَجْزًا - عاجز ہونا (۳)
- عَجُزٌ - تَعَجُّزٌ - عَجُوزًا - عورت کا بوڑھا ہونا (۱۱)
- ۵۶ - عَرَجٌ - يَعْرجُ - عَرَجًا - لنگڑا ہونا (۲۴)
- عَرَجٌ - يَعْرجُ - عَرُوجًا وَمَعْرَاجًا (سیرٹی وغیرہ پر چڑھنا) (۱۳)
- ۵۷ - عَرَضَ - يَعْرِضُ - عَرَضًا - پیش کرنا (۲/۶)
- عَرَضٌ - يَعْرِضُ - عَرَضًا وَعَرَضَةً چوڑا ہونا (۳/۱۳۳)
- ۵۸ - عَرَفَ - يَعْرِفُ - عِرْفًا وَمَعْرِفَةً - پہچاننا (گناہ کا) اقرار کرنا (۱۵)
- عَرَفَ - يَعْرِفُ - عِرْفًا - عالم ہونا - چودھری ہونا -
- عَرَفَ - يَعْرِفُ - عَرَفًا وَعِرْفًا - خوشبودار ہونا - (۴۴)
- ۵۹ - عَلَقَ (تَلَقَّ) عَلَاقًا (المرأة) عورت کا ملہ ہونی (۲۵)
- عَلِقَ - يَلِيقُ - عَلَقًا وَعِلْقًا وَعِلَاقَةً - تعلق رکھنا - دوست رکھنا - محبت کرنا (۲۵)
- ۶۰ - عَلِمَ - يَعْلَمُ - عِلْمًا - جاننا - یقین کرنا (۲/۶)
- عَلِمَ - يَعْلَمُ - عِلْمًا - نشان لگانا (۱۶)
- ۶۱ - عَادَ - يَتَعَوَّدُ - عَوْدًا - پھر وہی کام کرنا - دوبارہ کرنا - پھیرنا (۲/۶)
- عَادَ - يَتَعَوَّدُ - عِيَادَةً - بیمار پر سی کرنا -
- ۶۲ - عَالَ - يَؤُولُ عَوْلًا - سیدھی راہ سے ہٹنا - (۳)

عَوَّلًا - عِيَالَةً - مِير اور اولاد وال ہونا۔

عَالَ - يَعِيلُ عَيْلًا وَعَيْلَةً - تنگ دست ہونا (۹۳)

۶۳ - غَرَبَ - يَغْرُبُ - غَرْبًا وَغُرُوبًا - ڈوبنا۔ دُور ہونا (۱۸)

غُرُوبًا وَغُرَابَةً - وطن سے جدا ہونا۔ پردیسی ہونا۔

۶۴ - غَلَّ - يَغْلُ - غَلًّا - طوق پہننا (۶۹)

غَلَّ - يَغْلُ - غَلًّا - غَلُولًا - خیاست کرنا۔ چوری کرنا (۲)

غَلَّ - يَغْلُ غَلًّا وَغَلِيلًا - کینہ رکھنا (۳)

۶۵ - غَنِيَ - يَقْنِي - غِنًا وَغِنَاءً - دولت مند ہونا۔ بے نیاز ہونا (۹۳)

وَحِنَاءً - گانا۔ شعر کو راگ سے پڑھنا

۶۶ - غَابَ - يَغْتِيبُ - غَيْبًا وَغَيْبَةً - چھپانا۔ غائب ہونا۔ ڈوبنا (۲۵)

غَيْبَةً - بگڑھنا (۲۹)

۶۷ - فَجَرَ - يَفْجُرُ - فَجْرًا - پانی کے لیے راستہ کھولنا اور اس کا جاری ہونا (۱۶)

فُجُورًا - گناہوں میں مبتلا ہونا۔ حق سے پھر جانا۔ (۱۷)

۶۸ - فَرَضَ - يَفْرِضُ - فَرَضًا - مقرر کرنا۔ اندازہ کرنا۔ خیال کرنا (۲)

فَرَضَتِ (تَفَرُّصٌ - فُرُوضًا وَفَرَاضَةً) البقرة - گائے بڑھی ہوئی (۲)

۶۹ - قَبِلَ يَقْبَلُ قَبُولًا - کسی چیز کو لے لینا۔ قبول کرنا (۲۳)

قَبُلٌ - يَقْبَلُ - قَبْلًا - سامنے آنا۔ سامنے ہونا (۱۱)

۷۰ - قَدَرَ - يَقْدِرُ - قَدْرًا - معاملہ کی تدبیر کرنا۔ اندازہ کرنا (۵۲)

قَدَرَ - يَقْدِرُ - قَدْرًا - کسی کی قدر کرنا۔ قدر و قیمت پہنچانا (۶)

قَدِرٌ - يَقْدِرُ - قَدْرًا وَقُدْرَةً - کسی چیز پر قادر ہونا (۶)

۷۱ - قَدَّمَ - يَقْدِمُ - قَدَمًا وَقُدُومًا - سبقت کرنا۔ آگے بڑھنا۔ آگے چلنا (۱۱)

قَدَّمَ - يَقْدِمُ - اقدام کرنا۔ کسی کام پر دلیری کرنا (۲۵)

قَدَّمَ - يَقْدِمُ - قَدَمًا وَقُدَامَةً - پرانا ہونا۔ قدیم ہونا (۳۶)

۷۲ - قَرَّ - يَقَرُّ - قَرَّةً وَقَرَّةً - ٹھنڈا ہونا (۱۹)

قَرَّ - يَقَرُّ - قَرًا وَقَرَارًا - کسی جگہ یا معاملہ میں قرار و سکون اختیار کرنا۔ (۳۳)

۷۳ - قَصَرَ - يَقْصُرُ - قِصْرًا وَقِصَارَةً - چھوٹا ہونا۔ پورا اور مکمل نہ ہونا (۲)

قَصَرَ - يَقْصُرُ - قِصْرًا - رُکے رہنا۔ قناعت کرنا اور کوتاہی کرنا (۴)

۷۴ - قَطَعَ - يَقْطَعُ - قَطْعًا وَمَقْطَعًا وَيَقْطَعَانَا - کاٹنا۔ مُجاہد کرنا (۴)

وَقُطُوعًا - عبور کرنا۔ فاصلہ طے کرنا (۹)

وقطیعۃ رشتہ داری توڑنا (۲/۳۵)

۷۵۔ کَبَرٌ - یَکْبُرُ - کَبْرًا عمر یا جسامت میں بڑا ہونا (۱۱)

کَبَرٌ - یَکْبُرُ - کَبْرًا (کَبْرًا)۔ کام کا دشوار ہونا۔ مرتبہ میں بڑا ہونا (۲/۳۵)

۷۶۔ کَفَرٌ - یَکْفُرُ - کُفْرًا و کُفْرًا - کسی چیز کو چھپانا۔ ڈھانپنا (۵۶)

کُفْرًا و کُفْرًا - ناشکری کرنا۔ خدا کو نہ ماننا۔ انکار کرنا (۲/۳۵)

۷۷۔ کَفَلٌ یَکْفِلُ - کَفَلًا و کَفَالَةً - نان و نفقہ اور خبر گیری کا ذمہ دار ہونا (۲/۳۵)

کَفَلٌ یَکْفِلُ - کَفَلًا و کَفُولًا - کسی آدمی یا مال کا ضامن ہونا (۱۶)

۷۸۔ لَبَسٌ - یَلْبَسُ - لَبَسًا - شکوک بنا دینا۔ غلط ملط کر دینا (۲/۴۱)

لَبَسٌ - یَلْبَسُ - کپڑے پہننا (۱۸)

۷۹۔ لَطْفٌ یَلْطِفُ لُطْفًا - نرمی اختیار کرنا۔ (۱۶)

لَطْفٌ یَلْطِفُ لُطْفًا و لُطْفَانَةً - باریک ہونا۔ کلام کا نرم ہونا (۲/۳۳)

۸۰۔ مَثَلٌ - یُمَثِلُ - مَثَلًا - مَثُولًا - مانند ہونا چاند کا نظر ہر ہونا۔ غائب ہونا (صند) (۲/۳۳)

مَثَلٌ - یُمَثِلُ - مَثَلًا و مَثَلَةً - کسی کو قابلِ عبرت سزا دینا۔ مثلاً (۱۳)

مَثَلٌ - یُمَثِلُ مَثَالَةً - فضیلت والا ہونا (۲/۳۳)

۸۱۔ مَرٌّ یَمُرُّ مَرًّا - مُرَّوْرًا - گزرنا۔ جانا۔ گزر جانا (۲/۵۹)

مَرٌّ یَمُرُّ مَرًّا و مَرَّةً - غالب ہونا۔ طاقت والا ہونا (۵۳)

مَرٌّ یَمُرُّ مَرًّا - مَرَّارَةً - گزرا ہونا (۵۲)

۸۲۔ نَجَى - یَنْجُو - نَجْوًا و نَجَاءً و نَجَاةً - رہائی پانا۔ خلاصی پانا (۱۳)

نَجَاءً و نَجْوَى و مَنَاجَاةً - سرگوشی کرنا (۲/۱۱۳)

۸۳۔ نَزَلَ - یَنْزِلُ - نَزُولًا - اترنا (۲/۱۹۳)

نَزَالَةً - سفر کرنا۔ مسافر ہونا (۳۶)

نَزُولًا و مَنَزِلًا کسی کے ہاں نمان اترنا۔ نمان بننا (۲/۱۹۸)

۸۴۔ نَصَبٌ - یَنْصِبُ - نَصْبًا - ٹھہرا کرنا۔ گاڑنا۔ بلند کرنا (۶۶)

نَصِبٌ - یَنْصِبُ - نَصْبًا - کوشش کرنا۔ تھکنا (۲۵)

۸۵۔ نَصَحٌ یَنْصَحُ - نَصْحًا و نَصْحًا - نصیحت کرنا۔ خیر خواہی کرنا۔ وعظ کرنا (۲/۵۸)

نَصُوحًا - خالص ہونا۔ صاف ہونا (۶۶)

۸۶۔ نَفَرٌ - یَنْفِرُ - نَفْرًا و نَفَارًا - نفرت کرنا (جاوور وغیرہ کا) بدگنا (۱۶)

و نَفِیْرًا - لڑائی کے لیے نکلنا۔ چل دینا (۹/۱۳۳)

۸۷۔ نَكَرٌ یَنْکُرُ - نَكَرًا و نَكَرًا - ناواقف ہونا۔ کسی کو نہ جاننا (۱۲/۵۸)

- نگر ینگر - نکاسرۃ - مشکل ہونا - دشوار ہونا - ناگوار ہونا (۵۴)
- ۸۸- تَهَرَّ - يَنْهَرُ - تَهْرًا - پانی کا بہہ کر اپنے لیے نہر بنا لینا (۲/۲۳۹)
- تَهَرَّ - يَنْهَرُ - تَهْرًا (سائل کو) جھڑکنا (۹۲)
- ۸۹- نَهَى يَنْهَوْنَ - تَهَوَّ وَ تَهَيَّأَ - روکنا - منع کرنا (۷۹)
- تَهَوَّ يَنْهَوْنَ - تَهَاوَةً - بہت ذہین ہونا - کامل العقل ہونا (۲۰/۵۳)
- ۹۰- هَجَرَ - يَهْجُرُ - هَجْرًا وَ هَجْرَانًا - قطع تعلق کرنا - چھوڑنا - ترک وطن کرنا (۷۳)
- هجرا - ہجیرا - خواب یا مرض میں بڑبڑانا - بک بک کرنا (۳۵)
- ۹۱- هَانَ يَهْوُنَ هَوْنًا - آسان ہونا - نرم ہونا (۳۶)
- هُوْنًا وَ هَوَانًا وَ مَهَانَةً - ذلیل و خوار ہونا - حقیر و مسکین ہونا (۶/۹۳)
- ۹۲- هَوَى - يَهْوِي - هَوِيًا وَ هُوِيًا - نیچے گرنا اور چڑھنا (اضداد) (۵۴)
- هَوَى - يَهْوِي - هَوَى - چاہنا پسند کرنا - بھانا - محبت کرنا (۲/۸۶)
- ۹۳- وَسَعٌ - يَسَعُ - سَعَةً { جگہ کا وسیع و کشادہ ہونا - سمانی ہونا
وَسَعٌ - يُوسِعُ - سَعَةً
- وَسَعٌ - يُوسِعُ - وَسَعًا (اللہ تعالیٰ کا کسی کو) مالدار اور غنی بنانا (۲/۳۳۹)
- ۹۴- وَعَدٌ - يَعِدُ - وَعْدًا - وَعْدَةً وَ مَوَاعِدًا - وعدہ کرنا (۱۲)
- وعیداً - دھکی دینا - ڈرانا (۷/۸۶)
- ۹۵- وَلِيٌّ، وَ لِيٌّ يَلِيُّ وَ لِيًّا - نزدیک ہونا - متصل ہونا (۹/۱۳۳)
- وَلَايَةً، متصرف ہونا - حاکم مقرر ہونا (۶/۱۶۹)
- ۹۶- يَمِينٌ - يَمِينٌ - يَمِينًا - سیدھی جانب سے آنا (۳۲)
- يَمِينًا - بابرکت ہونا - (۵۶)

ضمیمہ مفتی

۱۔ چند جامع اسماء

۱۔ ایاہی: آئینہ کی جمع ہے۔ بمعنی رینڈا مرد یا رینڈی (بیوہ) عورت دونوں کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی بے شوہر عورت یا بے زن مرد۔ اَمْرٌ - يَسْتَعِينُ اَيْمَانًا وَاَيُّوْمًا وَاَيُّمَةً مرد کا رینڈا یا عورت کا رینڈا ہو جانا۔ بیوہ ہو جانا۔ اور قَاتِيَةٌ بمعنی عرصہ تک غیر شادی شدہ رہنا۔ مجزور ہنا (منجس)

ارشاد باری ہے:

وَاَنْذِكُمْ اَلَا يَأْتِيَنَّكُمْ وَالتَّٰصِلِيْنَ
مِنْ عِبَادِكُمْ وَاَمَّا عِبَادِكُمْ (۲۲)

ظالموں اور لونڈیوں کے بھی جو نیک ہوں۔

۲۔ بعیر: اصل میں اونٹ کے لیے اہل کالفظ اسم جنس کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اور بعیر اس اونٹ کو کہتے ہیں جو چار سال کی عمر کا لوجوان۔ بار برداری کے قابل اور طاقتور ہو۔ اس شرط کے ساتھ بعیر کالفظ بھی اسم جنس کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اور زیادہ دونوں کے لیے آتا ہے حالانکہ اونٹنی کے لیے الگ لغت ناقدہ موجود ہے۔ گویا بعیر کے معنی لوجوان بار بردار اور طاقتور ہے۔ خواہ اونٹ ہو یا اونٹنی۔ قرآن میں ہے:

وَلَمَّا جَاءَ بِهٖ حِمْلٌ بَعِيْرٍ
لِیْے اِیْکِ بَارِشْتَرِ اِنْعَامِ هِیْے (۱۶)

اور جو شخص اس (گم شدہ پیالہ) کو لائے اس کے

۳۔ بقرا: اسم جنس ہے۔ جس کا اطلاق گائے، بیل، خواہ کسی عمر کے ہوں سب پر ہوتا ہے۔ اور بقرا الوحش بھی بارہ سنگھا۔ پہاڑی بکرا اور پہاڑی گائے۔ نیل گائے (منجس۔ م۔ ق) اور بقرة بطور واحد کے استعمال ہوتا ہے۔ اور لغوی لحاظ سے زیادہ دونوں کے لیے آتا ہے (م۔ ق) مگر چونکہ بیل کے لیے الگ لغت ثور موجود ہے۔ لہذا بقرة سے عموماً گائے ہی مراد لیا جاتا ہے۔ اور بقرة کی جمع بقرات، بُقْرًا اَبْقُرًا ابقاس۔ اَبَاتِرٍ اور اَبَاتِقِرٍ ہے۔ گائے کے مالک یا چرواہا کو بقاسر کہتے ہیں۔ اور گایوں کے ریوڑ کو باقر۔ باقور اور بیقور۔ قرآن میں ہے:

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْ اَسْرٰی سَبْعَ بَعْرَاتٍ
سِیَّانٍ یَّا کَلْهٰنَ سَبْعَ عَجَافٍ (۱۶)

اور بادشاہ نے کہا کہ میں (نے خواب دیکھا ہے)

دیکھتا (کیا) ہوں کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات ڈبلی گائیں کھا رہی ہیں۔

۴۔ بکر: بمعنی کنواری یا کنوارا۔ دونوں کے لیے یکساں مستعمل ہے۔ بلکہ جانوروں کے لیے حسب تکبیر لے مارہ سے جنتی نہ کی جو وہ نہ بھی بکر ہے اور مارہ بھی (ج ابکاس) قرآن میں ہے:

قَالَ اِنَّہٗ یَقُوْلُ اِنَّہَا بَعْرَةٌ لَا

موسیٰ نے کہا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ بیل نہ تو

قَارِصٌ وَلَا يَكْرَهُ (۲/۶۸)

بوڑھا ہو اور نہ پھڑا (جالندھری)

گائے ہے نہ بوڑھی نہ بن بیاہی (عثمانی)

۵- **ثَيْبٌ** (ضد پکڑ) جو کنواری یا کنوارہ نہ ہو وہ **ثَيْبٌ** ہے۔ **ثَيْبٌ** بڑے وسیع معنوں میں استعمال ہوتا اور نرو مادہ دونوں کے لیے آتا ہے۔ شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت بھی **ثَيْبٌ** ہیں۔ مطلقہ عورت بھی **ثَيْبٌ** ہے۔ اور رنڈ و امر دیا رنڈی عورت بھی **ثَيْبٌ** ہے۔ گویا جس نرو مادہ نے جماعت کر لی ہو اب وہ **ثَيْبٌ** ہے۔ سرجل **ثَيْبٌ** یعنی شادی شدہ مرد۔ شوہر یا زین دیدہ (منجد - م - ق) یعنی شوہر سے جدا شدہ عورت خواہ یہ جدائی شوہر کی موت سے ہو یا طلاق سے (منجد ارشاد باری ہے: **عَلَى رَبِّكَ أَنْ طَلَّقَكَ أَنْ يُبَدِّلَكَ** اگر پیغمبر تم کو طلاق دے دیں تو عجب نہیں کہ **أَنْزَلَ جَاخِزًا مِّنْكَنَّ مَسْلَمًا مِّمَّوْنًا** ان کا پروردگار تمہارے بدلے ان کو تم سے بہتر **فَلْيَسْتَبِطِ عِبَادَاتِ سَائِلِيهِ** بیویاں دے دے۔ مسلمان، صاحب ایمان و زہد **ثَيْبٌ وَأَبْكَارًا** (۱۶) تو بکرے والیاں عبادت گزار اور روزہ رکھنے والیاں بن شوہر اور کنواریاں (جالندھری)

اس آیت میں **ثَيْبٌ** کا معنی صرف بن شوہر تک محدود ہے۔ اور صحیح مسلم کتاب الحدود میں عبادہ بن صامت کی روایت سے صاف واضح ہے کہ ہر وہ مرد یا عورت جو پکڑ نہ ہو وہ **ثَيْبٌ** ہے۔

۶- **خَدَانٌ** (ج اخدان) چھپے دست۔ یار۔ آشنا۔ چوری چھپے بدکاری کرنے والا مرد یا عورت۔ اور قرآن میں یہ لفظ بدکار دست مرد اور عورت دونوں کے لیے آیا ہے۔ ارشاد باری ہے، **مُحْصِنِينَ غَيْرِ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَخَلِّفِي أَخْدَانٍ** (۵) دوسرے مقام پر ہے،

مُحْصِنَاتٍ غَيْرِ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مُتَخَلِّفَاتٍ عفت کی حفاظت کرنے والیاں نہ کھلی بدکاری کرنے والی اور نہ چھپی دوستی رکھنے والی۔ **أَخْدَانٍ** (۲/۲۳)

۷- **دَابَّةٌ** بہت وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ **دَبَّ** کا لغوی معنی حرکت علی الارض **اخْتَفَ مِنَ الْمَشَى** (م - ل) یعنی عام چلنے کی رفتار سے ہلکی رفتار سے زمین پر چلنا اور یعنی زمین گنا سانپ کی طرح چلنا۔ یا بچہ جو ہاتھ پاؤں پر چلنا سیکھتا ہے سب **دَبَّ** میں شامل ہے (م - ق) اس لحاظ سے جو جاندار بھی سطح زمین پر چلتا ہے سب کو **دَابَّةٌ** کا لفظ محیط ہے۔ ارشاد باری ہے: **وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَىٰ** اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا **اللَّهُ يَرْزُقُهَا** (۱۶) رزق خدا کے ذمہ ہے۔

حتیٰ کہ قرآن میں ایک مقام پر کھن کے کیڑے کے لیے ذابۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے،
 فَكَلِمَاتٌ قَصِيحٌ لِّعَلَّكَ الْبَرِّ مَا كَلَّمَكُم بِهَا وَلَقَدْ نَفَخْنَا بِالْقَوْلِ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ عَلَىٰ مَوْجٍ رَّابِعٍ ذَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ
 مِمَّا سَأَلْتَهُ ۚ (۲۲)

پھر جب ہم نے ان کے لیے موت کا حکم صادر کیا تو کسی چیز سے ان کا مزنا معلوم نہ ہوا مگر کھن کے کیڑے سے جو ان کے عصا کو کھاتا رہا۔

اور شرائط قیامت میں ایک علامت ذابۃ کا خردج بھی ہے جو تمام رُودے زمین پر پھیرے گا۔
 وَاللَّهُ عَالِمُ غُيُوبِكُمْ كَمَا جَانُوا يَوْمَئِذٍ وَكَذَٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مَا أَنْتَ بِمُعْجِزٌ فِيهِ
 وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا
 وَأَرْجَبُ أَنْ كَلِمَاتٌ قَصِيحٌ لِّعَلَّكَ الْبَرِّ مَا كَلَّمَكُم بِهَا وَلَقَدْ نَفَخْنَا بِالْقَوْلِ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ عَلَىٰ مَوْجٍ رَّابِعٍ ذَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِمَّا سَأَلْتَهُ ۚ (۲۲)

اور جب ان کے بارے میں (عذاب کا) وعدہ پورا ہوگا تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے باتیں کرے گا۔

اور ذابۃ کی جمع دو اب ہے۔ اس کا اطلاق عموماً چار پاؤں رکھنے والے جانوروں پر ہوتا ہے اور مذکورہ
 منث سب کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ پھر یہ لفظ اور محدود ہوا تو اس کا استعمال صرف بار بار جانوروں
 بخصوص گھوڑے، فخر اور گدھے پر ہونے لگا (د ل ۱۳۴) لیکن قرآن سے یہ قید ثابت نہیں ہوتی۔ ارشاد باری ہے،
 أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَن فِي السَّمٰوٰتِ
 وَمَن فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ
 وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِّنَ
 النَّاسِ (۲۲)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چار پائے (جانور عثمانی) اور بہت سے انسان خدا کو سجدہ کرتے ہیں۔

ترجیح اور آدواج کی بحث "مخلعت" اور "جوڑا" میں دیکھیے!

۹-۸- عاقر اور عقیقہ: یہ دونوں لفظ بانجھ کے معنوں میں مرد اور عورت دونوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔
 تفصیل اور ذیلی فرق کے لیے دیکھیے "بانجھ"

۱۰- محصن اور محصنت: بمعنی عفت کی حفاظت کرنے والے مرد یا عورتیں۔ فحاشی کے راستہ میں
 روک یا حصن ایک تو غلامی کے مقابلہ میں آزادی ہے۔ دوسرے کنواریں کے مقابلہ میں شادی۔
 لہذا قرآن میں محصنت کا لفظ آزاد کنواریوں کے لیے بھی آیا ہے اور شادی شدہ عورتوں کے لیے
 بھی۔ یہی صورت مردوں کی ہے۔
 (تفصیل کے لیے دیکھیے "آزاد")

۱۱- وَاٰلٌ: بمعنی جنا ہوا یا جو جنیا گیا ہو۔ یہ لفظ واحد۔ جمع۔ مذکور، مؤنث۔ چھوٹے بڑے سب پر لولا جاتا ہے
 (مف) چنانچہ قرآن میں ہے،

وَرَانَ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ (۲۲) اگر اس کے کوئی اولاد نہ ہو۔

حقیقی کہ یہ لفظ متبلیٰ پر بھی بولا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے،

أَوْنَتْ حَيْضَهُ وَوَلَدًا (۲۳) یا ہم اُسے اپنا بیٹا بنا لیں۔

اگرچہ عروت عام میں نوزائیدہ بچے کو ولید کہتے ہیں اور جب ذرا بڑا ہو جائے تو اسے ولید کہتے ہیں مگر لغوی اعتبار سے دونوں صورتوں میں دونوں لفظوں کا استعمال درست ہے۔ اور ولید کی جمع ولدان آتی ہے جو خدمتکار بچوں کو کہا جاتا ہے خواہ وہ اپنے جنمے ہوئے نہ ہوں۔ گویا ولید کا اطلاق دوسروں کے بچوں اور لڑکوں پر بھی ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے،

يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ۔ اور ان کے پاس لڑکے آتے جاتے ہوں گے جو

(۲۶) ہمیشہ ایک ہی حالت پر رہیں گے۔

۲۔ غلطی عام

۱۔ تقریر ہمارے ہاں تقریر کا لفظ خطاب کرنے یا خطبہ دینے یا وعظ کرنے کے معنوں میں استعمال ہے جو لغوی کے لحاظ سے درست نہیں۔ فقہ قرآن میں بھی اور لغوی اعتبار سے بھی دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے (۱) ٹھنڈا ہونا۔ اور قوت عین بمعنی آنکھوں کی ٹھنڈک۔ حضور الموم کا ارشاد ہے قوت عینی فی الصلوٰۃ یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ ارشاد باری ہے،

فَعَلَىٰ وَآشْرَتِي وَقَوْمِي عَيْنًا (۲۷) اے مریم! کھاؤ پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو۔

اور قوت الیوم بمعنی آج کا دن ٹھنڈا رہا۔ اور اس کا دوسرا معنی قرار پکڑنا اور سکون سے ٹھہرے رہنا ہے۔ ارشاد باری ہے،

www.KitaboSunnat.com

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ (۲۸) اے نبی کی بیویو! اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔

(قرآن پکڑو عثمانی)

اور اقرت بمعنی اقرار کرنا۔ ٹھہرا رکھنا۔ اور قوت (تقریر) کا معنی کسی معاملہ کا اقرار کرنا بھی اور حق کا اعتراف کرنا بھی اور کسی پر حق ثابت کرنا بھی ہے (موجد) اور تقریری حدیث ہے وہ ہے کہ کوئی واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش آیا تو آپ نے سکوت فرمایا منع نہیں کیا تو اس کا جواز ثابت ہو گیا۔ گویا وہ معاملہ یا بات اپنی جگہ برقرار رہنے دی گئی۔ ان تمام تصریحات سے واضح ہے کہ تقریر کا لفظ خطاب کے معنوں میں استعمال کرنا قرآن اور لغت دونوں اعتبار سے غلط ہے۔

۲۔ ذلیل: ذلیل سے ہمارے ہاں ذلیل، فقیر یا کمینہ خصلت انسان سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ ذلیل کا معنی عاجز ناتوان اور کمزور ہو سکتا ہے۔ کمینہ یا کمینہ خصلت نہیں ہے۔ ذلیل کی ضد عزیز ہے۔ اور عزیز بمعنی بالادست (زیادہ سے زیادہ وسیع معنوں میں) زبردست (لہذا ذلیل بمعنی زبردست اور کمزور

ارشاد باری ہے:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ (۲)
اور اللہ نے جنگ بدر میں بھی تمہاری مدد کی تھی
جبکہ تم کمزور تھے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

يَقُولُونَ لَيْنَا لَنْ نَجْعَنَّا إِلَى الْمَدِينَةِ
لِيَخْرُجَنَّ الْأَعْرَضُ مِنْهَا الْأَذَلُّ (۳)
منافق کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینے پہنچے تو حضور نکالے گا
جس کا زور ہے کمزور کو۔

اور ذل سے اہم فاعل ذلیل بھی آتا ہے اور ذلول بھی۔ ذلیل بمعنی عاجز۔ کمزور۔ ناتوان۔ اور ذلول
بمعنی آسانی سے مطیع ہو جانے والا۔ فرمانبردار ہو جانے والا۔ تابع فرمان۔ ارشاد باری ہے:
هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذُلُولًا (۶)
وہی تو ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے نرم کر دیا۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَذُلُوقِ
تُشِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ (۷)
موسیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ میل کام میں
نہ لگایا گیا ہو۔ نہ تو زمین جوتتا ہو نہ بھیت کو پانی دیتا ہو

۳- رقبۃ، ہمارے ہاں رقبۃ سے مراد یہی جاتی ہے کہ کبھی چیز کی لمبائی کو اس کی چوڑائی سے ضرب
دی جائے تو حاصل ضرب رقبہ ہے۔ رقبہ (ج۔ رقاب۔ رقبات) کا یہ مفہوم نہ قرآن میں ملتے
نہ لغت میں۔ رقبۃ کردن کے پچھلے حصہ یا گڈی کو کہا جاتا ہے۔ اور چونکہ کسی چیز کا جن بول کر کل مراد
لیا جاتا ہے بزار رقبۃ سے مراد غلام ہے۔ اور رقب بمعنی کسی کی گدی پر بارنا بھی اور اس پر بڑی نظر رکھنا بھی
یہ لفظ کسی کی انتظار نگرانی و نگہبانی اور رکھوالی کے معنوں میں تو استعمال ہو سکتا ہے اور انہیں مفاہیم
میں قرآن میں استعمال ہوئے۔ لیکن ریاضی کی اس اصطلاح کا استعمال لغت سے ہمیں نہیں ملتا۔
ارشاد باری ہے:

وَمَا آذَرَكَ مَا الْعَقَبَةُ فَكِرْ رَقَبَةً (۹)
اور تم کیا سمجھ کر کھائی کیا ہے؟ کسی دکی گردن کا
چھڑانا (یعنی غلام آزاد کرنا۔ کرانا)

۴- حَصَل کا معنی تم ہونا بھی ہے اور راہ تم کرنا بھی ہے۔ ہمارے ہاں اس کا ترجمہ گمراہ ہونا ٹھیک کیا جاتا ہے
لیکن اس لفظ کا مفہوم بڑا غلط سمجھا جاتا ہے یعنی غلط راستے پر پرو کر سزاوار جنم بن جانا۔ اسی لیے بعض مترجمین
نے وَوَجَدَكَ صَالًا ذَهْدًا (۱۰) کے عجیب و غریب ترجمے کر دیے ہیں حالانکہ اس کا سیدھا سادا
ترجمہ یہ ہے کہ ”آپ کو راہ (ہدایت) نہیں مل رہی تھی اللہ نے آپ کو وہ راہ سمجھا دی“ قرآن میں ہے:
عَ إِذَا ضَلَلْتَ فِي الْأَرْضِ (۱۱)
کیا جب ہم زمین میں رُل مل جائیں گے۔

دوسرے مقام پر ہے:

أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا (۱۲)
اگر دونوں عورتوں میں سے کوئی ایک بھول جائے۔

تیسرے مقام پر ہے:

قَالُوا صَلُّوا عَلَيْنَا (۳۷)
وہ کہیں گے وہ تو ہمارے عبودانِ باطل ہم سے
غائب ہو گئے۔

لِذَٰصَلِّ كَا مَعْنَى صِرَتْ رَاهُ نَبِيَّهَا دِينًا، ہنس جانا ہے۔ اور جو مفہوم ہمارے ہاں سمجھا جاتا ہے اس کے
لیے قرآن نے غوی۔ جہاں اور الْكَلْبَ وَغِيْرَه الْفَاظ استعمال کیے ہیں۔

۵۔ عزیز، ہمارے ہاں عزیز کا مفہوم رشتہ دار یا قریبی رشتہ دار ہے بالخصوص جو عمر میں چھوٹا بھی ہو
یہ مفہوم بھی از روئے قرآن اور لغت سراسر غلط ہے۔ عزیز کی ضد ذلیل یعنی کمزور اور زبردست ہے
اور عزیز یعنی بالادست۔ غالب اور زور آور۔ جیسا کہ اس کی تشریح ذیل کے تحت گزر چکی ہے۔

۳۔ چند مشتبہ الفاظ

جن کا تعین صرف سیاق و سباق سے ہو سکتا ہے

- ۱۔ اِنِّيْتَا: اِنَاء یعنی ترن کی جمع ہے (منجد) ارشاد باری ہے:
وَلِيُطَافَ عَلَيْهِنَّ بِاِنِّيْتَةٍ مِّنْ فِصَّةٍ (۱۱۶) ان پر چاندی کے ترن پھرتے جائیں گے۔
اور اِنِّيْتَة یعنی سخت گرم یا کھولنے والا (بانی) ہی ہے اِنِّي یعنی اُبنا۔ کھولنا (کھانا وغیرہ کا آگ پر) پکنا۔ اِن صفت
اور تائید کی ہے "مِنْ عَيْنِ اِنِّيْتَةٍ" (۸۸) "کھولتے ہوئے چٹنے سے۔
- ۲۔ اَسْفَاْسَا: سفر کی جمع معروف لفظ ہے۔ اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنَ اَسْفَاْسَا نَا" (۲۱۹) "اے اللہ! ہمارے
سفر کو طویل بناوے۔"
- (۲) سِفْرٌ کی جمع یعنی بڑی کتاب۔ اجزائے تورات میں سے ایک جز (منجد) اور اَسْفَاْسَا یعنی تورات
کی شروع و لغت یا سیر کی بڑی بڑی کتابیں (م۔ ق) قرآن میں ہے،
كَمَثَلِ الْاِحْمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَاْسَا (۳۱) اس گدھے کی طرح جس پر بڑی بڑی کتابیں لٹی ہوئی۔
- ۳۔ اَمْرٌ یعنی کام (ج امور) وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ تُرْجِعُ الْاُمُوْرَ (۲۱) اور اللہ ہی کی طرف لوٹیں گے سب
کام اور یعنی حکم (ج ادا) اَلَا لَهَ الْخَلْقِ وَاَلَا مَرْ (۱۱۶) یاد رکھو، پیدا اس نے کیا ہے تو حکم بھی اس
کا چلے گا۔
- ۴۔ بَقْرٌ یعنی نیک۔ بھلائی کرنے والا (ج ابرار) وَبَقْرًا يُّوَالِدِيْهِ (۱۱) اور نیک کرنے والا اپنے والدین سے
اور یعنی خشکی یا خشکی کا قطع زمین (ج بودا) ضد بحر یعنی سمندر يَكْفُوْ مَا فِي الْكَبْرِ وَالْبَحْرِ (۱۱۶) جو کچھ
خشکی یا سمندر میں ہے وہ سب جانتا ہے۔
- ۵۔ جواب: سوال کا جواب (ج اجوبتا) فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ اَلَا (۲۱) اس کی قوم کا جواب کچھ نہ
تھا مگر اور جا بیلہ (جیبو) کی جمع جَوَابٌ آتی ہے۔ جا بیلہ یعنی اونٹوں وغیرہ کو پانی پلانے کا
حوض۔ وَجَفَانٍ كَالْجَوَابِ (۲۲) اور لگن جیسے حوض۔

۶- جَوَاسُ: جَارِيَّةٌ یعنی کشتی کی جمع (جری) وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَاسِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَاقِ (۲۳) اور اسی کی نشانیوں سے سمندر میں کشتیاں ہیں جو گویا پہاڑ ہیں۔ جَاسُ (جوس)، عن الطریق یعنی راستہ سے ہٹ گیا۔ اور جواس یعنی وہ تارے جو سیدھی چال چلتے چلتے کبھی کبھار تھوڑا سا رخ بدل جاتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَلَا أَقْسَمُ بِالْخُنُوسِ الْجَوَاسِ الْكُنُوسِ - ہیں اُن سیاروں کی قسم جو کبھی پیچھے ہٹ جاتے کبھی تھوڑا سا رخ بدلتے اور کبھی چھپ جاتے ہیں۔ (۸۱-۱۶)

۷- سُوْقٌ: (ساق یعنی پنڈلی کی جمع) فَكُفِّقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْتَاقِ (۲۳) تو سلیمان نے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا۔ اور سوق کا لفظ اس معنی میں بطور مفرد بھی آیا ہے۔ فَاسْتَوَى عَلَي سُوْقِهِ (۲۹) تو وہ پورا اپنے ڈنٹھل یا نالی پر کھڑا ہو گیا۔ اور سُوْقٌ یعنی بازار (ج اسواق) وَكَيْفَ شِئِي فِي الْأَسْوَاقِ (۵۱) "اور وہ بازاروں میں چلتا پھرتا ہے"

۸- عِظَامٌ، عَظْمٌ، یعنی ہڈی کی جمع۔ "وَأَنْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ" (۲۰۹) "اور ہڈیوں کی طرف دیکھو" اور عَظِيمٌ یعنی بڑا یا بزرگ کی جمع بھی اس لحاظ سے عِظَامٌ کا لفظ قرآن میں غالباً استعمال نہیں ہوا۔

۹- عَيْنٌ یعنی چشمہ (ج عيون) "مِنْ جَنَّتٍ وَعَيْنُونٍ" (۱۱۱) "باغوں اور چشموں سے" اور "آنکھ" (عَيْنٌ) "تَرَى أَعْيُنَهُمْ" (۱۶۶) "تو ان کی آنکھوں کو دیکھے گا۔"

۱۰- عُرْفَةٌ: یعنی چلو بھر (پانی) اور عُرْفَةٌ یعنی چلو بھرنے کی ہیئت۔ ج عرواف اور یعنی ایک مرتبہ چلو سے پانی نکالنا اور عُرْفَةٌ یعنی چھپ چھپ سے شوباد وغیرہ نکال کر برتن میں ڈالاجاتا ہے (صفت) ارشاد باری ہے:

لَا مِّنْ اغْتَرَفْتَ عُرْفَةً كَيْدِهِ (۲۳۹) مگر وہ ہاتھ سے چلو بھر پانی لے لے۔ اور عُرْفَةٌ یعنی بالا خانہ۔ کمرہ (ج عروفات) ارشاد باری ہے:

أَوَلَيْكَ يُجَزَوْنَ الْعُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا - ان لوگوں کو ان کے صبر کے بدلے بالافانے دیے جائیں گے۔ (۱۵)

۱۱- قَائِلٌ، (قول) یعنی کہنے والا۔ "وَالْقَائِلِينَ لِأَحْوَابِهِمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا" (۱۳۸) اور اپنے بھائیوں کو کہنے والے کہ ہمارے پاس چلے آؤ۔"

اور قَائِلٌ (قیل) یعنی دوپہر کو سونے والا۔ "أَوْهَعُوا قَائِلُونَ" (۱۶) "یاد رہے ہوں دوپہر کو سونے والے!"

۲۔ لغوی معنی اور شرعی معنی میں فسق

سندرہ ذیل الفاظ ایسے ہیں جو قرآن کی عبارت میں استعمال ہو کر ایک مخصوص معنی پیدا کر دیتے ہیں مگر لغت اُن کی تائید نہیں کرتی۔

۱- آذَى: قرآن میں ہے: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ آذَى (۲۲۲) آپ سے حیض کے متعلق

پوچھتے ہیں کہ درودِ گندگی (جواندھری) (نجاستِ عثمانی) ہے۔

اب دیکھیے آذنی کا لغوی معنی تکلیف ہے اور قرآن میں بار بار انہی معنوں میں آیا ہے۔ لیکن اس مقام پر اس کا معنی نجاست۔ غلاظت۔ گندگی یا قدس ہے۔ اس معنی کی لغت تائید نہیں کرتی۔

۲- جَرَمَ: قرآن میں اِجْرَامِ کا لفظ گناہ یا قصور یا جرم کے معنوں میں آیا ہے۔ اس کی تو کسی حد تک لغت سے تائید ہو جاتی ہے۔ لیکن قرآن نے جَرَمَ (ثلاثی مجرد) کو "گناہ پر ابھارنا" یا "گناہ میں مبتلا کر دینا" کے معنوں میں استعمال کیا ہے جس کی لغت سے تائید نہیں ہوتی۔ جَرَمَ (صن) بمعنی کاٹنا۔ کمانا۔ گناہ کرنا (منجد) تو آتے ہیں مگر گناہ پر ابھارنا نہیں ملتے۔ جبکہ قرآن میں ہے،

لَا يَجْعَلُ مَنَّاكُمْ شِقَاقِي (۱۱۹)
لَا يَجْعَلُ مَنَّاكُمْ شِقَاقِي قَوِيْر (۱۲۰)

میری مخالفت تم سے کوئی ایسا کام نہ کرے (جواندھری عثمانی)
لوگوں کی دشمنی تمہیں اس گناہ پر آمادہ نہ کرے

۳- جَنِي، کا لغوی معنی بچے ہونے پھل کو توڑنا یا چننا ہے۔ اور جَنِي بمعنی چنا ہوا خواہ وہ پھل ہو یا شہد (منجد) اور ظاہر ہے کہ پھل تب ہی چنا جاسکتا ہے جب وہ درخت سے توڑ لیا گیا ہو۔ لیکن قرآن میں یہ لفظ بچے ہونے مگر درخت پر لٹکے ہوئے پھل کے لیے ہی آیا ہے۔ جیسے فرمایا،

وَجَنِي الْجَنَّتَيْنِ دَانِ (۵۵)

اور دونوں باغوں کے میوے جھک رہے ہیں۔

۴- حَبَسَ کا لغوی معنی روکنا، بند کرنا، قید کرنا تو ہے۔ لیکن "بھڑکانا" نہیں ہے۔ قرآن میں ہے،
تَحْبِسُوهُنَّ مِمَّا صَنَّعْنَ الصَّلَوةَ (۱۳۱)

ان دنوں کو عصر کی نماز کے بعد بعد بھڑکانا (جواندھری عثمانی)
البتہ تفہیم القرآن میں اس کے معنی "روک لو" کیے گئے ہیں جو لغوی معنی سے مطابقت رکھتے ہیں۔

۵- سَوَّءَ: سَوَّءَ بمعنی بُرِّئِي۔ سَيِّئَةٌ بُرِّئِي۔ سَاءَ بُرِّئِي۔ اور اساء بمعنی بُرِّئِي۔ بگاڑنا۔ اور سَوَّءَ بمعنی ہر وہ چیز جو دیکھنے میں بُری معلوم ہو۔ کنایہ اس کا معنی مرد یا عورت کا مقام ستر یا شرگاہ بھی ہے کہ اس کا کھلنا بُرا معلوم ہوتا ہے۔ اور سَوَّءَ بمعنی "لاش" اس کا کنایہ معنی بھی نہیں۔ نہ ہی کوئی لغت اس کی تائید کرتی ہے۔ مگر سورہ مائدہ آیت ۳۱ میں دوبارہ یہ لفظ "لاش" کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اور شکل یہ ہے کہ یہاں اور کوئی معنی فٹ بھی نہیں بیٹھتا۔

۶- قُطُوْفٌ، جَنِي کی طرح قِطْفٌ بھی چُٹنے ہوئے پھل اور خصوصاً انگور کے گچھا پر بولا جاتا ہے جبکہ وہ چنا جائے اور اس کی جمع قِطَافٌ اور قُطُوْفٌ آتی ہے مگر قرآن نے یہ لفظ بھی ایسے گچھوں یا خوشوں کے لیے استعمال کیا ہے جو پک تو چکے ہوں مگر ابھی درخت پر ہی ہوں۔ ارشاد باری ہے:

فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ قُطُوْفٌ مُّهِلَّةٍ (۱۹)

بلند باغ میں جس کے خوشے جھکے پڑے ہیں۔

دوسرے مقام پر ہے،

وَذُلَّتْ قُطُوْفُهَا تَذَلُّ لَيْلًا (۹۶)

اور اس کے گچھے نیچے کو لٹک رہے ہیں۔

۷- مصباح اور سراج — کی بحث چراغ میں دیکھیے۔

۸- نَحَلٌ بمعنی لاغر ہونا اور کھسی کو کچھ دینا۔ اور نَحَلٌ بمعنی عطیہ بخشش۔ لاغر و بدلا اور نَحَلَةٌ

یعنی (غلط بات) منسوب کرنا بھی کو، گالی دینا یا بیماری کا بھی کو، ڈبلا کرنا (منجد صفت) اب دیکھیے قرآن میں ہے:

وَأَتُوا اللَّيْمَاءَ صَدَقَاتِهِنَّ نِحْلَةً (۳۴)

اور عورتوں کو ان کے حق مہر خوشی سے لے دیا کرو۔

(جانانہ صری عثمانی وغیرہم)

اور عربی تفاسیر میں نحلۃ کا ترجمہ عن طیب نفس یعنی دل کی خوشی سے لکھا ہے۔ اب لغت میں اس کا معنی دینا یا عطیہ دینا تو ہو سکتا ہے مگر اس کے لیے اَتُوهُنَّ اور صَدَقَات کے الفاظ پہلے موجود ہیں۔ نحلۃ کا معنی دل کی خوشی سے محض لغت میں موجود نہیں۔

۵۔ ف کلمہ میں حرکت کی تبدیلی سے عجیب فرق

۱۔ اَمْر اور اِمْر۔ اَمْر بمعنی کام یا بات (ج امور) لیکن اِمْر کے معنی سخت ناپسندیدہ بات یا کام جو شرع یا عقل دونوں کے خلاف ہو۔ قرآن میں ہے:

قَالَ اٰخِرُهَا لِيَتَعَرَّفَ اَهْلُهَا لَقَدْ
 جَدَّتْ شَيْئًا اِمْرًا (۱۸)

توڑا پھوٹا ہے کہ اس میں بیٹھے لوگوں کو ڈر ہو دے
 یہ تو تونے سخت ناپسندیدہ کام کیا۔

۲۔ بَيْض اور بَيْض۔ بَيْض، بَيْضَة کی جمع ہے بمعنی انڈے۔ بَاضٌ بمعنی مرغی کا انڈا دینا۔ اور بِيَاضٌ بمعنی سفیدی دودھ (منجد) ارشاد باری ہے:

كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكُونٌ (۲۹)

اور بَيْض۔ اَبْيَضُ کی جمع ہے بمعنی سفید رنگ والا۔ اور اس کی مؤنث بَيْضَاءُ ہے۔ اور اَبْيَضُ اور بَيْضَاءُ دونوں کی جمع بَيْضُ آتی ہے۔ قرآن میں ہے:

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بَيْضٌ وَحُمْرٌ
 مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا (۳۵)

اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ کئی رنگوں کے
 قطعات ہیں۔

۳۔ حَمَلٌ اور حَمْلٌ: حَمَلٌ بمعنی بُوہ بھر جو کوئی اٹھائے خواہ سر پر یا پیٹھ پر یا مادہ کا اپنے بطن میں اٹھائے لیکن حَمْلٌ کا لفظ بُوہ بھر کی دُوہ مقدار معین کر لیتا ہے جو کوئی زیادہ سے زیادہ اٹھا سکتا ہو۔ قرآن میں ہے:

وَلَمَنْ جَاءَهُ بِهِ حَمْلٌ بَعِيْرٌ (۱۶)

اور جو شخص دُوہ گشدہ پیالہ (ڈھونڈ) لائے اس کے لیے ایک بار شتر (انعام) ہے۔

۴۔ خَبْرٌ اور خُبْرٌ: خَبْرٌ معدوم لفظ ہے۔ اور خُبْرٌ ایسی خبر کہتے ہیں جو تجربہ اور مشاہدہ سے درست ثابت ہو۔ اور خُبْرٌ بمعنی علم۔ تجربہ۔ آزمائش۔ کہتے ہیں صَدَقَ الخُبْرُ الخُبْرُ یعنی تجربہ اور مشاہدہ نے سنی ہوئی خبر کی تصدیق کی (منجد) قرآن میں ہے:

وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ
 (خبر نے مولیٰ سے کہا) بھلا آپ ایسی بات پر جو

یہ حُبْرًا (۱۸) آپ کے تجربہ میں نہیں آئی صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں۔
 ۵- خَلَقَ اور خُلِقَ یا خُلِقَ؛ خَلَقَ بمعنی پیدائش۔ خَلَقَتْ۔ خَلَقَتْ اور اس کا تعلق محی چیز کی ظاہری شکل و صورت سے ہوتا ہے۔ اور جاندار اور بے جان سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَمَا أَدْرَاكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصَّطَةً (۱۹) اور زیادہ کیا تمہارے بدن کا پھیلاؤ (عثمانی)
 اور خُلِقَ یا خُلِقَ (ح اخلاق) بمعنی انسان کی طبعی خصیلت۔ طبیعت۔ مروت۔ عادات (منجد)
 گویا اس لفظ کا اطلاق صرف ذوی العقول کی باطنی صفات پر ہوتا ہے۔ اور خَلَقَ بمعنی وہ حصّہ یا نصیب جو کسی کو اس کے اخلاق کے نتیجے میں ملے (صفت) ارشاد باری ہے،
 وَإِنَّكَ لَمَلِكٌ خَلَقْتَ حَضْبَةً (۲۰) اور تمہارے اخلاق بڑے عالی ہیں (جانندھری)
 ۶- شَفَا اور شَفَا۔ شَفَا بمعنی ہلاکت کا کنارہ۔ قرآن میں ہے،

عَلَى شَفَا جَرَبٍ هَآئِهِ (۲۱) گھرنے والی کھائی کے کنارے پر۔
 اور شَفَا بمعنی تسدستی۔ بیماری سے نجات ہونا۔ قرآن میں ہے:
 فَبَشِّرْهُ بِشَفَا لَلنَّاسِ (۲۲) اس (شہد) میں لوگوں کے لیے (امراض سے) شفا ہے۔
 ۷- شُرْبٌ اور شَرِبَ؛ شَرِبَ بمعنی پینا سے شَرِبَ۔ شَرِبَ اور شَرِبَ تینوں مصدر آتے ہیں۔ شَرِبَ تو عام ہے۔ شَرِبَ پینے کی کیفیت کو بھی ظاہر کرتا ہے اور بہت زیادہ پانی پینے کو بھی۔ قرآن میں ہے:

فَشَارِبُونَ شَرِبَ الرَّهْمِ (۲۳) تو سخت پیاسے اونٹوں کی طرح پانی پیو گے۔
 اور شَرِبَ پانی کا حصّہ۔ پینے کا پانی۔ پینے کی باری (منجد) یعنی اتنا پانی پینا جتنا محی کو پینے کے لیے حصّہ میں ملے۔ ارشاد باری ہے،
 قَالَ هَذِهِ نَاقَةٌ لَهَا شَرِبٌ وَلَكُمْ شَرِبٌ (۲۴) (صلح لے کر کہا) یہ اونٹنی ہے، ایک دن اس کے پینے کی باری ہے اور ایک معین اور تمہاری باری۔
 فَرَأَشَ اور فَرَأَشَ۔

۸- صَرٌّ اور صَرٌّ؛ صَرٌّ بمعنی نقصان (ضد نفع) یہ لفظ عام ہے جو نقصان اور تکلیف کے لیے آتا ہے۔
 نقصان مال کا ہو یا اولاد کا۔ قرآن میں ہے:
 مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ صَرٌّ وَلَا نَفْعًا (۲۵) وہ جنہیں تمہارے نفع و نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں
 اور صَرٌّ عموماً جسمانی تکلیف کے لیے آتا ہے جیسے فرمایا:
 فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ صُرَّةَ (۲۶) پھر جب ہم اس سے تکلیف ڈور کر دیتے ہیں۔
 صُرَّةٌ اور صُرَّةٌ۔

۹- مَلِكٌ، مَلِكٌ اور مَلِكٌ؛ مَلِكٌ اور مَلِكٌ دونوں ہم معنی ہیں۔ مَلِكٌ کا لفظ قرآن میں نہیں آیا، او

مَلِكٌ بِمَعْنَى كَمِي جِيزٍ بِرِافِعِيَّارِ- تَصْرُفٌ- قُرْآنٌ مِیں ہے،

مَا آخَلَقْنَا مَوْجِدًا كَيْبَلِكَا (۱۸) ہم نے اپنے اختیار سے تم سے وعدہ خلائی نہیں کی۔

اور مَلِكٌ بِمَعْنَى وَهٍ علاقہ جہاں کسی کو اختیار تصرف حاصل ہو۔ مملکت۔ بادشاہی۔ جیسے فرمایا،

تَوَدَّى الْمَلِكُ مَنْ تَشَاءُ (۲۶) جسے چاہے تو بادشاہ ہی دیتا ہے۔

۱۰- مَلِكٌ اور مَلِكٌ: مَلِكٌ بِمَعْنَى فرشتہ (ج ملائک اور ملائکۃ)

وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلِكٌ (۱۱) اور نہ تمہیں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔

اور مَلِكٌ بِمَعْنَى بادشاہ۔ صاحب ملک (ج ملوک)

إِنَّ الْمَلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً (۲۶) بلاشبہ بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں۔

۱۱- دَقْرٌ اور دَقْرٌ، دَقْرٌ کا استعمال غیر مرئی بوجھ سے مخصوص ہے۔ وَقَرَّتْ أذُنُكَ بِمَعْنَى کان کا

بھاری یا بوجھل ہونا۔ اور دَقْرٌ بِمَعْنَى ثِقَلٌ سماعت۔ اور دَقْرٌ ایسے ہی غیر مرئی بوجھ کے لیے

آتا ہے جو زیادہ سے زیادہ اٹھا جاسکتا ہو۔ قرآن میں ہے:

فَالْحَمِلُتِ وَقَرًّا (۵) پھر ان ہواؤں کی قسم جو (پانی کا) بوجھ اٹھاتی ہیں

۱۲- هَوْنٌ اور هَوْنٌ: هَوْنٌ میں دو باتیں بنیادی ہیں۔ (۱) آسانی (۲) نرمی (م۔ ل) پھر اگر اس میں سبکی

کا پہلو شامل نہ ہو تو یہ محمود صفت ہے۔ بِمَعْنَى تواضع اور انکسار۔ ارشاد باری ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِينَ يَتَسَوَّوْنَ اور خدا کے بندے وہ ہیں جو زمین پر تواضع

عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا (۲۵) ہو کر چلتے ہیں۔

اور اگر ان بنیادی باتوں میں سبکی بھی شامل ہو جائے تو یہ هَوْنٌ ہے۔ بِمَعْنَى خفت اور ذلت۔

ارشاد باری ہے:

فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ (۱۶) سو آج تم کو ذلت کا عذاب ہوگا۔

۶- چند محاورات

۱- حَجَبْرًا مَحْجُوبًا، حَجَارَةٌ بِمَعْنَى پتھر۔ اور حَجَبٌ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو پتھر کی طرح سخت

بھی ہو اور روک یا آڑ کا کام بھی دے۔ اہل عرب کی عادت تھی کہ جب اپنے کسی دشمن کو، جس کے بغض

تکلیف پہنچنے کا خطرہ ہوتا۔ دیکھ کر یا کسی دوسری آفت کو دیکھ کر حَجَبْرًا مَحْجُوبًا کہتے جیسے

ہم کہتے ہیں "اس سے خدا کی پناہ" تو سننے والا اسے سن کر عموماً تکلیف نہیں پہنچاتا تھا۔ قرآن

نے بھی اس محاورہ کو استعمال فرمایا ہے:

لَا بُشْرَى يَوْمَئِذٍ لِلْمُجْرِمِينَ وَيَقُولُونَ اس دن گنہگاروں کے لیے کوئی خوشخبری کی بات

حَجَبْرًا مَحْجُوبًا (۲۵) نہ ہوگی اور وہ چیخ اٹھیں گے کہ پناہ بخدا (ق)

۲- آذَلِي (دلو) الی فلان، دَلُو بِمَعْنَى پانی کا خالی ڈول۔ اور آذَلِي بِمَعْنَى خالی ڈول بھرنے کے لیے

کنویں میں لٹکانا۔ اور دلوت بفلان بمعنی میں نے فلان کو سفارشی بنایا۔ اور آذلی بقرآنتہ کسی شرتہ کا وسیلہ پڑنا اور اسے سفارشی بنانا۔ اور آذلی الی فلان بمعنی کسی کے پاس اپنا جھگڑا لے جانا (منجہ) اور اس کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب ناجائز ذرائع کو بڑھانے کا راز لاکر کسی کا حق غصب کرنے کا ارادہ ہو ارشاد باری ہے:

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ
وَتُدْءُوا بِهَا إِلَى الْحُكْمِ لِنَأْتِكُمْ
فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْأَثْمِ (۲/۱۸۸)

اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اس کو (رشتوں) حاکموں کے پاس پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناجائز طور پر رکھا جاؤ۔

۳۔ رَبَطَ عَلَى الْقَلْبِ: رَبَطَ بمعنی مضبوط باندھ کر گانٹھ لگانا۔ اور ربط الله على القلب بمعنی اللہ تعالیٰ کا کسی کے دل کی بے قراری اور اضطراب پر گانٹھ لگانا اور اسے صبر کی توفیق عطا فرما دینا۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّ كَادَتْ لَتَعْبُدُنِي بِدَوْلَا أَنْ تَرْبَطَنَا
عَلَى قَلْبِهَا (۱۱۷)

اگر ہم موٹی کی مال کی ڈھارس نہ بندھاتے تو وہ سارا راز افاش کرنے کو تھی۔ (ت۔ ق)

۴۔ سَادَ إِلَى الْحَافِرَةِ: حَقَصَ بمعنی گڑھا کھودنا اور حَفَرَ بمعنی گڑھا بھی اور قَبْرُجِي۔ اور حَافِرَةُ حاضر کا تونٹ ہے۔ بمعنی کھودی ہوئی زمین بھی اور ابتدائی حالت بھی (منجد) اور سَادَ فِي الْحَافِرَةِ بمعنی جہاں سے چلا تھا وہیں واپس جانے والا۔ (ت۔ ق)۔ حِجَّ سَهْنِي بِحِجَّ نَاكِ جِهَالٍ غَمِيْرًا! قرآن میں ہے: يَكْفُرُونَ ءَاِنَّا كُنَّا مُؤَدِّوْنَ فِي الْحَافِرَةِ۔ کافر جتے ہیں کیا ہم اٹلے پاؤں اپنی پہلی حالت کو لوٹائے جائیں گے (یعنی دوبارہ زندہ ہوں گے) (۲۹)

۵۔ رَيْبُ الْمُنُونِ: رَيْبُ بھی ایسا شک جس میں غلجان اور اضطراب بھی شامل ہو۔ اور مَنِينَةٌ بمعنی موت۔ تقدیر الہی (ج مَنَايَا اور مَنُونُ منجد) اور رَيْبُ الْمُنُونِ کا محاورہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص ایک دوسرے پر شدید حوادث و مصائب اور موت کا وقوع پذیر ہونا چاہتا اور اس کے بُرے انجام یا گردش زمانہ کا منظر ہو۔ ارشاد باری ہے:

أَمْ يَكْفُرُونَ سَاءَ مَا كَفَّرَ بِصِرِّهِ
رَيْبُ الْمُنُونِ (۱۱۷)

کیا یہ لوگ جتتے ہیں کہ یہ شخص شاعر ہے جس کے حق میں ہم گردش ایام کا انتظار کر رہے ہیں۔

۶۔ سَقَطَ فِي يَدِهِ: سَقَطَ بمعنی کسی چیز کا گر پڑنا۔ اور سَقَطَ فِي الْكَلَامِ بمعنی بات کرنے میں غلطی ہو جانا یا نامناسب بات کہہ دینا۔ اور سَقَطَ يَا أَسْقَطَ فِي يَدِهِ بمعنی اپنی کسی بات یا دلیل کے غلط معلوم ہونے پر لوگوں کے سامنے نادم اور ذلیل ہونا یا اپنا سامنے لے کر رہ جانا ہے (منجد) قرآن میں ہے:

وَلَكِنَّا سَقَطْنَا فِي أَيْدِيهِمْ وَرَأَوْنَا أَنفُسَنَا
قَدْ ضَلُّوا (۱۳۹)

اور جب وہ نادم ہوئے اور دیکھا کہ بلاشبہ وہ گمراہ ہو گئے ہیں۔

۷- اَشْرَبَ حُبِّ الْفُلَانِ: شَرِبَ بمعنی پینا۔ اور اَشْرَبَ بمعنی پلانا اور اَشْرَبَ حُبُّ الْفُلَانِ معاورہ ہے یعنی جب کسی کے دل میں کسی چیز کی محبت رَاجِحٌ بس جائے۔ بیٹھ جائے یا گھر کر جائے۔ قرآن میں ہے۔

وَأَشْرَبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعَبَجَلُ (۱۳) اور ان کے دلوں میں بس بچھڑا ہی بسا ہوا تھا۔ (ت-ق) ۸- شَغَفَ حُبَّهَا: شَغَفَ دل کے پردہ یا جھلی کو کھتے ہیں۔ اور شَغَفَ بمعنی دل کے پردہ پر چوٹ لگانا۔ اور شَغَفَ حُبَّهَا بمعنی محبت یا عشق جو دل پر چوٹ لگائے اور اسے بے ستر رارکھے۔ قرآن میں ہے:

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدْيَنَةِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتَاهَا عَنْ نَفْسِهِ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا (۱۲) اور شہر میں عورتیں گفتگو کرنے لگیں کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی ہے اور اس کی محبت اس کے دل میں گھر کر گئی ہے۔

۹- اِسْتَعَلَّ الرَّأْسَ، شَعْلَةً بمعنی آگ کی بھڑک۔ معروف لفظ ہے۔ اور اِسْتَعَلَّ بمعنی کسی کا غصہ سے بھڑک اٹھنا۔ اور اِسْتَعَلَّ الرَّأْسَ شَيْبًا معاورہ ہے۔ بمعنی سر کے بالوں میں بڑھاپے کی سفیدی کا پھیل جانا۔ یعنی سر کے بال سفید ہونے لگنا جو عموماً داڑھی کے بالوں کے بعد سفید ہوتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاسْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا (۱۹) زکریا نے کہا کہ میرے پردہ گار! میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں اور سر کے بال سفید ہو گئے ہیں۔

۱۰- صَرَبَ عَلَى الْأَرْضِ: بمعنی کسی کو کانوں پر مارنا۔ لیکن معاورہ کے لحاظ سے اس کے معنی کسی کو کانوں پر تھپکی دے کر مسلمان ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَضْرِبْنَا عَلَىٰ أذَانِهِمْ فِي الْكَيْفِ سِنِينَ عَدَدًا (۱۱) تو ہم نے انہیں اسی غار میں تھپک کر سا لہا سال تک کے لیے گہری نیند سلا دیا۔ (ت-ق)

۱۱- صَرَبَ فِي الْأَرْضِ، لفظی معنی زمین میں مارنا یا زیادہ سے زیادہ پاؤں مارنا ہو سکتا ہے لیکن معاورہ میں اس کا مطلب ایسا سفر ہوتا ہے جو با مقصد ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَأَخْرَجُونَا يَصْرَبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ (۲۲) اور کچھ دوسرے جو خدا کے فضل (یعنی معاش) کی تلاش میں ملک میں سفر کرتے ہیں۔

۱۲- مَنَلُوا الْيَدَ: بمعنی "بجیل ہونا" تفصیل "بجیل کرنا" میں غَلَّ کے تحت دیکھیے!

۱۳- جَاءَ مِنَ النَّاطِطِ: بمعنی "تضائے حاجت سے واپس آنا" تفصیل "گرھا" میں دیکھیے!

۱۴- قَابَ تَوْسِينَ: بمعنی بہت نزدیک ہونا۔ انتہائی نزدیکی۔ تفصیل "زودیک ہونا" میں قَابَ کے تحت دیکھیے۔

۱۵- نَبَكَ عَلَى سَوَاءٍ، نَبَكَ بمعنی کسی چیز کو درخور اعتنا نہ سمجھتے ہوئے پھینک دینا۔ پس پشت ڈال

دینا اور نیند العہد بمعنی معاہدہ کی پابندی کو ختم کرنا اور اسے توڑ دینا۔ اور نَبَدَ عَلٰی سَوَاءٍ بمعنی
برابری کی سطح پر معاہدہ کو دوسے مارنا یعنی معاہدہ سے پیشتر دونوں فوہوق جس کیفیت اور سطح پر تھے۔
دونوں کا اسی مقام پر آجانا اور معاہدہ کی پابندیوں کا ختم ہو جانا۔ ارشاد باری ہے،

وَإِنَّمَا تَخَافَنَ مِنْ قَوْمٍ خِيَاتَتٌ
فَأَنذَرْتَهُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ (۵۸)

اور اگر تمہیں کسی قوم سے دغا بازی کا خوف ہو تو
انکے معاہدے کو برابری کی سطح ان کے منہ پر سے لڑو!

۱۶۔ نَكَسَ عَلٰی رَأْسِہِ، نكس بمعنی اوندھا کرنا۔ اور نَكَسَ رَأْسَهُ بمعنی سر جھکانا۔ سرنگول ہونا۔ اور نَكَسَ
عَلٰی رَأْسِہِ بمعنی لاجواب ہو کر ندامت سے سر ڈال دینا اور سوچنے لگنا۔ قرآن میں ہے،
ثُمَّ نَكَسُوا عَلٰی رُءُوسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتُمْ
مَا هُمُ لَآءٍ يَّتَطَفُونَ (۱۶)

پھر انہوں نے سر ڈال دیا اور کھنٹے لگے (اکبر ایمم)
تو جانتا ہے کہ یہ (بُت) بولتے نہیں۔

۱۷۔ وَ لَجَّ فِي سَعْرِ الْخِيَاطِ، وَ لَجَّ بمعنی کسی تنگ جگہ میں داخل ہونا۔ اور حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي
سَعْرِ الْخِيَاطِ کا لفظی معنی یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے، ہے۔ اور یہ
مخارہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی بات قطعاً ناممکن ہو۔ ارشاد باری ہے،
وَلَا يَدَّخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ
الْجَمَلُ فِي سَعْرِ الْخِيَاطِ (۱۷)

اور نہ وہ بہشت میں داخل ہوں گے یہاں تک
کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نہ نکل جائے۔

۷۔ چند مشکل ماورے

الف	اَرَادَ (راد)	اَصْبَنَهُم (صوب)	اَفْضَعُوْ (فیض)
ابن - بنت (بنو)	اَرَاكَ (رأى)	اَصْطَادُوا (صيد)	اِقْتَدِه (قدو)
ابین (ابی)	اَرَجَاوَهَا (رجو)	اَصْطَبِر (صبو)	اَكُوْ (کون)
اتسق (وسق)	اَزَادُوا (زاید)	اَصْطَفَى (صفو)	اَكْتَلُوا (کیل)
اَتَلُ (تلو)	اَزْدَجِر (زجرا)	اَصْطَنَعَ (صنع)	اَل (اول)
اَجْتَبَى (جبو)	اَسْتَجَاب (جوب)	اَصْطَلَّ (ضمر)	اَلَاء (الی)
اَجْرُهُ (جوو)	اَسْتَكَانَ (کون-کین)	اَصْطَلَعُوْ (طوع)	اَلِدُ (ولد)
اَخ - اُخْت (اخو)	اَسْرَى (سری)	اَعْتَدْنَا (عتد)	اَلْفِيَا (لفو)
اِخْتَار (خیر)	اَسَلْنَا (سیل)	اَعْتَدْنَا (عدو)	اَلْفَتَّ (لقی)
اِخْنَهُ (خون)	اَسْعَى (سمو)	اَعْتَرَكْ (عوك)	اَللّٰهُ اَللّٰهُمَّ (اله)
اَدْرِك (دری)	اَسْأَرَتْ (شور)	اَفَاق (افق-فوق)	اَلنَّآ (لین)
اِذْكَر (ذکر)	اَصْبَبُ (صبو)	اَفْتَرَاء (فری)	اَمْرَجَ اِمَاء (امو)

اُمَّة (امر)	تَجَلَّى (جلو)	جُرَّءَا (جزو)	سز
امتانرو (میز)	تَحَرَّوْا (حرى)	جُفَاءً (جفاً)	مُرْتَبُو (رتبوا)
اِمْرَاة (مرء)	تَحْصُوهَا (حصى)	جَلَاءً (جلو)	مِرْكُوَة (مركو)
اَمْعَاء (معى)	تَدَخِرُونَ (ذخر)	جَوَاب (جا بیکہ حج) جبو	مِرَاتُوَا (میران)
اِنِ (انى)	تَدِيرُونَهَا (دوس)	جَوَاب (جواب)	س
اِنَاه (اِنِيَّة)	تَطْمِئِن (طمین)	جَوَاب (جواب)	سَاعَتَا (سوع)
اِنْمَار (هوى)	تَقَاطَى (عطو)	ح	سُدَى (سدو)
اُوْوِن (ونى)	تَعَالُوا (علو)	حَاجَت (حوج)	سَعَتَا (وسع)
اُولَاءِ-هُؤُلَاءِ (اول)	تَعَدُّوا (عدو)	حَاشَا (حوش)	سُقْتَاهُ (سوق)
اِنْتَمَرَ (امر)	تَعَيَّبَهَا (وعى)	حَالَ (حیل حول)	سِلَاسِل (سل)
اُوْرَمِن (امن)	تَغْنِ (غنى)	حَلُوًا (حلى)	سَلْفُوْكُم (سلق)
اِيَالَى (ايو)	تَقَدَّرُوْهُم (فدى)	حِيلَة (حول)	سِمَاء (سمو)
اَيَّة (اى)	تَقَاتَب (رتى)	حَيَّة (حوى-حى)	سَيِّئُوْمَهَا (سبو)
اِيْلَاء (الى)	تَقَف (قفو)	خ	سَنَّة (سال)
ب	تَلَق (لقى)	خَالَات (خول)	سِنَّة (انگھ)
باب (بوب)	تَلَّوْا (لوى)	خَايِبِيْن (خييب)	سَوَاء (سوى)
باد (بدو)	تَلَقَّاء (لقى)	خَبَبَت (خبو)	سَادَاتِنَا (سود)
بال (بول)	تَلَهَّى (لهو)	خِيَانَة (خون)	سَيِّمَاهُم (سوم)
بدت (بدو)	تَمَتَّن (مرى)	د	ش
بُرْهَان (برهن)	تَمَطَّى (مطو)	دَانَ (دنو)	شَاء (شى)
بَرِيَّة (برء)	تَنَاد (ند)	دُرْبَاي (دُرت)	شَاطِئ (شطاً)
بنى- بنت (بنو)	تَنِيَا (ونى)	دَعَّ (ودع)	شَتَّى (شَتْ)
ت	تَوَارَت (ورى)	دَلَّى (دلو)	شَعَا- شَفَا (شفى)
تَارَاة (تورا)	تَوَارَو (ورى)	دَمْرَج دَمَاء (دمو)	شَقُوْمُنَا (شقى-شقو)
تَأَسَّو (اسى)	تَوَدَّو (ادى)	دِيَّتَا (ودى)	شَتَان (شناً)
تَبْتَسِس (بيس)	ج	ذ	شَاتِي (شائى)
تَشَّرَا (وتو)	جَاء (جئ)	ذَات (ذو)	شِيَّة (وشى)
تَشَجَّافِي (جفو)	جَايَز (جزى)	ذَمَّرَانِي (وذمر)	ص
تَشِير (شور)	جَشِيَا (جشو)	ذَمَّرِيَّة (ذرت)	صَالُوَالنَّار (اصلى)

صُرْهَنَ (صوہ)	قائل (ہنہ)	قول)	مَثَى (سمو)	تُرَيْك (ہابو)
صَلِ (صلو)	دورہر کوسنا)	قیل)	مَشْكُوَة (شکو)	تُرِيد (ہرود)
ط	قَمِيْنَا (قفو)	قَمِيْنَا (قفو)	مَصِيْطِر (سیطر)	رِسَاء (ضو)
طَاعُوْنَ (طغی)	قِيْمَة (قوم)	قِيْمَة (قوم)	مُصِيْبَة (صوب)	رِسْمَة (وسو)
طِبْن (طوب)	ك	ك	مُضْطَر (ضطر)	رِسِي (نسا)
طَى (طوی)	نزدیک ہونا (کود)	نزدیک ہونا (کود)	معین (معن-عین)	نَكَل (کیل)
ظ	کاد تدریکرنا (کید)	کاد تدریکرنا (کید)	مفانرہ (فونہ)	و
ظَمَان ظَمًا	گنا (کون)	گنا (کون)	مقوین (قو-قوت)	واد (ودی)
ع	ل	ل	مقیب (قوت)	وراء (ورہء)
عَادُوْنَ (عدو)	لات (لوی)	لات (لوی)	مکان (مکن-کون)	ھ
عَادِيْن (عدو)	لاغیہ (لغو)	لاغیہ (لغو)	ملیکہ (الاک)	ھاوہ (ہوہ)
عَرَاء (عری)	لُشْتِي (لومہ)	لُشْتِي (لومہ)	مناص (نوص)	ھَب (وہب)
عَزِيْن (عزو)	لِنْت (لین)	لِنْت (لین)	مِنْسَاتِه (نسا)	ھبا (ہبو)
عَضِيْن (عضو)	لِنَا (لوی)	لِنَا (لوی)	مُنْفَكِيْن (فک)	ھُدنا (ھود)
عَطَاوْنَا (عطو)	ھ	ھ	منون (منی)	ھیئت (ھیأ)
عَنْتِ (عنو)	ماء (موہ)	ماء (موہ)	مَوِيْلًا (وال)	ی
غ	مَاب (اوب)	مَاب (اوب)	مَهِيْن (مہن)	یَاتِ (اتی)
غَطَاءَك (غطو)	ماعون (معن)	ماعون (معن)	مُهِيْن (ھون)	یَاتِل (الی)
غَوَاشِ (غشوغشی)	مال (مول)	مال (مول)	مُهِيْمِيْن (مہن)	یَاتِ (افی)
ف	ماورہم (اری)	ماورہم (اری)	مِتَعَاد (عود-وعد)	یَبْصُط (بسط)
فِئَة (فای)	مَمْحِيْرًا (ھونہ)	مَمْحِيْرًا (ھونہ)	ن	یَتْرِكُو (وتر)
فِشِيَان (فتو)	مَمْقِيْن (وقی)	مَمْقِيْن (وقی)	نَا (نای)	یَتَسَنَه (سنہ)
فِدَاء (فدی)	مُحِيْطَة (حوط)	مُحِيْطَة (حوط)	نَادَوًا (ندو)	یَخْش (خشی)
فِدِيَه (فدی)	مختال (عیل)	مختال (عیل)	فاصیہ (نصو)	یَخْلُ (خلو)
فَدِيَه (ودی)	مَرِيْبًا (مرہ)	مَرِيْبًا (مرہ)	نجزی (جوزہ)	ید (یدی)
فَوَاد (فاد)	مُرْجَبَة (مزجو)	مُرْجَبَة (مزجو)	نُحِب (جوب)	یُدِيْن (دنو)
ق	مُتَاْبِيْن (انس)	مُتَاْبِيْن (انس)	نَدَر (وذرا)	یُرْدُوْکھ (ردی)
ق	مُتَطَّر (سطر)	مُتَطَّر (سطر)	نَدْرَتھ (ندرا)	یُرْتَابُو (ریب)
قَالِيْن (قلی)	مُتَطَّرِيْن (طیرہ)	مُتَطَّرِيْن (طیرہ)	نُدِقُر (ذوق)	یَسْتَنْوْن (ثنی)

یَسْتَعِينُونَ (غوث-غیث)	يَصَلُونَ (صلی)	يَمْتَرُونَ (مہری)	يُؤَدِّهِ (ادی)
يَسْطُونَ (سطو)	يَصِلُونَ (وصل)	يَتَوَنُّونَ (نای)	يُؤْتِ (وفی)
يَسْرُ (سری)	يَضَعُونَ (وضع)	يُنْفِلُونَ (نفی)	يُهَيِّئُ (ھیأ)
يَسْغُرُ (سوغ)	يُغْتَبُ (غیب)	يُؤْتِ (اتی)	○
يَشْفِ (شفی)	يَلْتِكُمُ (الت)		

www.KitaboSunnat.com

۸- حروف کا فعل کے زمانہ پر اثر

۱- قد: حرف تحقیق ہے۔ فعل ماضی پر داخل ہو کر اسے ماضی قریب میں بدل دیتا ہے۔ اور خود تفسیراً یا بیشک کا معنی دیتا ہے۔ قرآن میں ہے،

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ
اسپنے خاوند (کے بارے) میں جھگڑا کر رہی تھی۔
فِي تَرْوِجِهَا (۱۱۶)

اور مضارع پر داخل ہو تو فعل میں تعلیل کے معنی دیتا ہے۔ یعنی کبھی تو وہ فعل واقع ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔ جیسے فرمایا،

قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتْلُونَ مِنْكُمْ
اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو آنکھ پوچھا
لِوَادِئِ (۱۱۷)
نحسک جاتے ہیں۔

یعنی اگر کوئی ٹھسکتا ہے تو اللہ کو یقیناً اس کا علم ہوتا ہے۔

۲- کان: فعل تام کے طور پر بھی آتا ہے اور ناقص کے طور پر بھی۔ ناقص کی صورت میں اگر دوسرے

فعل ماضی پر داخل ہو تو اسے ماضی بعید بنا دیتا ہے۔ جیسے كَانَ ذَهَبَ وَهُ كَيَا تَحَا۔ اور اگر

مضارع پر داخل ہو تو اسے ماضی استمراری میں تبدیل کر دیتا ہے۔ جیسے قرآن میں ہے،

فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ جَنَّةٍ
سوزہم نے ان ظالموں پر عذاب نازل کیا کیونکہ
مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ (۱۱۸)
وہ نافرمانی کرتے تھے۔

۳- لَمْ: مضارع پر داخل ہو کر اسے ماضی منفی میں بدل دیتا ہے۔ قرآن میں ہے،

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ
دیہاتیوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے (ان سے)
تُؤْمِنُوا (۱۱۹)
نہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے۔

لَمْ کے بعد مَا کا اضافہ کرنے سے ”ابھی تک نہیں“ کا معنی دیتا ہے۔ آیت کا اگلا حصہ یوں ہے،

وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ
بلکہ یہ کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں۔ اور ایمان تو ابھی
الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ (۱۲۰)
تک تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

لَمْ کی طرح لَمَّا بھی مضارع پر داخل ہو کر اسے ماضی منفی بنا دیتا ہے اور اس کے معنی میں اتفراف ہوتا

ہے جو لوگوں میں نہیں ہوتا۔ ماضی منفی استغناء میں بنانے کے لیے لہو سے پہلے ہمزہ استغناء میرا لے گا۔ ارشاد باری ہے،

الَّذِي جَدَّدَكَ بِتِيٍّ مَّا قَاوَى (۹۲) کیا اللہ نے آپ کو تیسرا نہ پایا؟ پھر جگہ دی دیکھا تمہیں پھر جگہ نہیں دی؟

۴- لَنْ: مضارع پر داخل ہو کر اسے منفی مستقبل مؤکد بنا دیتا ہے۔ یعنی تین تبدیلیاں پیدا کرتا ہے۔ (۱) مضارع کو مستقبل کے ساتھ مختص کر دیتا ہے (۲) منفی بنا تا ہے اور (۳) یہ منفی تاکید ہوتی ہے۔ جیسے لَنْ يَصْرَبَ بِمَعْنَى وَهُ هِرْزُكَ نَمَارِے گاہ قرآن میں ہے:

وَاذْكُرْ قُلُوبًا يَمْوَسِي لَنْ تُوْمِنَنَّ لَكَ (۲) اور اے نبی اسرائیل، جب تم نے موسیٰ سے کہا لے موسیٰ! ہم جب تک اللہ کو سامنے نہ دیکھ لیں تم پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔

www.KitaboSunnat.com

۵- لَوْ (معنی اگر) ماضی پر داخل ہو کر اسے ماضی شرطیہ بنا دیتا ہے اور اس کی جزا پر لَنْ (لام مفتوحہ) یعنی "لو" آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكُنْتُمْ مِنَ الَّذِينَ عِنْدَ اللَّهِ خَيْرًا (۱۳) اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو خدا کے ہاں سے بہت اچھا صلہ ملتا۔

۶- إِنْ (معنی اگر) مضارع پر داخل اسے شرطیہ بنا دیتا ہے اور مستقبل سے مختص کر دیتا ہے۔ اس کی جزا پر بھی لَنْ (لام مفتوحہ) داخل ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالُوا لَئِن لَّمْ يَكْفُرْنَا لَنَعْتَقُوكُمْ كَمَا كَفَرْتُمْ بِهِمْ إِنَّكُمْ كَانْتُمْ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا (۳۶) وہ کہنے لگے، اگر تم باذن آؤ گے تو ہم نہیں سننا خودیں گے۔

۷- لَيْتَ (معنی کاش) ماضی پر داخل ہو کر اسے ماضی تمنائی بنا دیتا ہے۔ اور بہت کا استعمال ایسی بات پر ہوتا ہے جو ناممکن یا کم از کم مشکل ضرور ہو۔ قرآن میں ہے:

وَيَقُولُ الْكَافِرُ لَيْسَ بِي سَيِّئٌ مَّا كُنْتُ تَرَابًا (۱۱۱) اور کافر (قیامت دن) کہے گا، اے کاش میں مٹی ہوتا! ماضی تمنائی کے لیے لیت کی طرح کو بھی مضارع پر داخل ہو کر اسے ماضی تمنائی میں بدل دیتا ہے۔ لَيْتَ اور لَوْ میں فرق یہ ہے کہ لَيْتَ عموماً ناممکن معاملہ کے لیے آتا ہے جبکہ لَوْ کسی ممکن امر کے لیے آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (۲) کاش کہ وہ جانتے ہوتے۔

۸- إِذَا (معنی جب) مستقبل کے لیے ظرف زمان ہے فعل ماضی پر داخل ہو کر اسے مضارع میں بدل دیتا ہے قرآن میں ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ امْكُتُوا (۱۱) جب انہیں کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ۔ اور دوسرے مقام پر ہے:

وَإِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ (۵۲) جب آسمان پھٹ جائے گا۔

